مرتبہ
حضرت تسلیم امروہوی

ناشر
اظہار سنز ۱۹۵- اردو بازار — لاہور

علامہ اقبال کے چاروں دواوین (بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، ارمغانِ حجاز) باقیاتِ اقبال اور اخبارات و رسائل میں مطبوعہ کلام اور ان کی وضع کردہ نو بہ نو معنی خیز ترکیبات کا یکجائی،

لغت

نیز کلامِ اقبالؒ کی تلمیحات، استعارات اور متعلقہ اشخاص کا مکمل

انسائیکلوپیڈیا

یعنی

فرہنگِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ (اردو)

مع تحلیل صرفی و تاریخی حوالہ جات و شواہد و امثلہ از کلامِ اقبالؒ

مؤلفہ و مرتبہ

حضرت نسیم امروہوی

سابق مدیر اوّل لغت اردو بورڈ کراچی

مع مقدمہ

از جناب رئیس امروہوی

ناشر

اظہار سنز ۱۹- اردو بازار — لاہور

اشاعتِ اوّل ۱۹۸۴ء

ناشر ـــــــ سید محمد علی انجم رضوی
اظہار سنز ۱۹ ؍ اردو بازار لاہور
طابع ـــــــ سید اظہار الحسن رضوی
مطبع ـــــــ اظہار سنز پرنٹرز لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رئیس امروہوی

پیش لفظ

اقبالیات: کچھ تشریحات، کچھ انکشافات

پچھلے پچاس سال میں "اقبالیات" کا مضمون ایک مستقل موضوع بحث قرار پا گیا ہے۔ اقبال کے خیالات و افکار، ان کے بحث کردہ مسائل و مضامین، اور مختلف ادوار شعر گوئی میں ان کے متنوع اور گاہے متضاد تصورات و رجحانات، اور پھر ان سب کے مناسب حال نوع بنوع اسالیب بیان، غرضکہ ان تمام شعبہ ہائے ذکر و فکر میں مسلسل اور متواتر تبدیلیاں اور نئی نئی سمتیں پیدا ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ اور ابھی بہت کچھ کہنے کو باقی ہیں ؂

گماں مبر کہ بپایاں رسید کار مغاں ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است

اقبال کی حکیمانہ شخصیت سے قطع نظر، ان کی شاعری اور مشق سخن کا پودا ابتدا میں رنگ و بو کے اس امتزاج سے شگفتہ اور بار آور ہوا، جو داغ کے ہم رنگ تغزل کی بدولت وجود پذیر ہوا تھا — پھر علامہ کی اپنی علمی صلاحیت، فلسفہ دانی، مطالعۂ تصوف، اور سفر مغرب (وغیرہ) کے مقتضیات سے ان کی تخییل اور اسالیب سخن میں ایک واضح اور خیال انگیز انقلاب پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ اقبال کے شعر و شخصیت کو منقلب کرتا رہا! اس انقلاب احوال کی وجہ ہر روز کے بدلتے ہوئے ملکی اور سیاسی حالات، جد و جہد آزادی میں برصغیر کی مسلم اقلیت کی حرماں نصیبی اور اس کے بالمقابل اکثریت کی کامرانی اور بیداری کے مناظر، مسلمانان عالم کی تباہی اور ان کی بیخ کنی میں اقوام مغرب کی ریشہ دوانیوں کے واقعات، یہ سب داخلی اور خارجی حرکات اقبال کے دل و دماغ کو لگاتار جھنجھوڑتے رہے، جس سے ان کی تخییل میں اضطراب، آرزو میں برانگیختگی اور صراط مستقیم کی جستجو کا احساس پیدا ہو کر روز بروز ترقی کرتا چلا گیا، نتیجہ یہ نکلا کہ جیسے حالات و واقعات ان کے سامنے آئے، ویسے ہی خیالات ان کی زبان قلم سے ادا ہوئے اور ان تاثرات و تخیلات کے اظہار کے لیے نو بہ نو الفاظ کی تلاش اور ترکیبات کی تراش خراش کی ضرورت پیش آئی اور موقع و محل کی مناسبت سے تازہ بہ تازہ الفاظ اور ذرائع ابلاغ تلاش کرنے پڑے۔ اس سعی و کاوش کے سبب اقبال کا شعر ان کی زندگی کے ہر موڑ پر ایک نئے رنگ سے رنگین اور ایک تازہ فکر سے مرتب نظر آتا ہے۔ اس انقلاب انگیز صورت حال میں ایک نقاد فن کے لیے یہ کہنا کہ بہ حیثیت شاعر "اقبال کا رنگ سخن اور مرتبہ و مقام کیا ہے؟ سخت دشوار ہو گیا ہے۔

اب تک اقبال کے چار مجموعہ ہائے کلام (یا انھیں دیوان کہیے) منظر عام پر آئے ہیں، بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم اور ارمغان حجاز۔ ان چاروں مجموعوں میں اقبال کا رنگ سخن اور اسلوب بیان ایک دوسرے سے کلی طور پر ہم آہنگ نہیں، جس کی طرف آئندہ اشارے کیے جائیں گے۔ ان چاروں دواوین کے شارحین نے جس دیوان (یا جس نظم) کی شرح لکھی ہے، اس کے تعارف میں اسی کے خصوصیات سے بحث کی ہے جس کے باعث اقبال کا مطالعہ کرنے والے — جن میں اکثریت کالجوں اور جامعات کے طالب علموں اور مغربی ادب شناسوں کی ہے — اپنے زیر نظر شارح کی مدد سے اقبال کی شاعری کے متعلق جو رائے قائم کرتے ہیں، وہ دوسرا دیوان اور اس کے شارح کی رائے پڑھنے کے بعد بالکل بدل جاتی ہے۔ ریسرچ کرنے والے اصحاب کو چھوڑ کر عام قارئین کو اتنی مہلت کہاں کہ وہ اقبال کا سب کلام یکجا کر کے تقابلی مطالعے میں وقت صرف کر سکیں، بنابریں ان کا ذوق اقبال فہمی شدت سے ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کرتا ہے جس میں یکجائی طور پر کل مجموعوں کے الفاظ اور ترکیبات کے معانی و مطالب اور دیگر متعلقات، دیوان اقبال کے حوالے سے درج ہوں اور مثال کے طور پر وہ شعر بھی سامنے ہو جس میں وہ لفظ یا ترکیب استعمال ہوئی ہے تاکہ وہ، یہ جان سکیں کہ علامہ نے کون سی نظم، کس وقت اور کس ضرورت کے تحت تصنیف فرمائی، اور اس وقت کی شدت احتساب، سیاسی نشیب و فراز اور مصالح حال کے پیش نظر اپنے مافی الضمیر کے ابلاغ عام کے لیے کس قسم کی علامات، ایمائیات، تشبیہات و استعارات کا استعمال انھیں مناسب نظر آیا۔ کوشش یہ رہی کہ ان کا شعر رقیب و محتسب کی گرفت سے بھی محفوظ رہے اور ارباب ذوق ان کا مطلب دل بھی بے روک ٹوک سمجھ لیں۔ یہ اور اسی قسم کی دوسری ضروری باتیں جو اقبال کی طبیعت اور ان کے رنگ سخن کی معرفت کے لیے ضروری ہیں، زیر نظر فرہنگ اقبال میں یکجا فراہم کر دی گئی ہیں، جو علامہ کے چاروں دواوین کی تشریح الفاظ و ترکیبات کے ضمن میں جا بجا مؤلف فرہنگ نے قلمبند کی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس شعر اور نظم کا عنوان بھی درج کر دیا ہے جس میں وہ لفظ یا ترکیب استعمال ہوئی ہے۔

اقبال کا بہت سا کلام ایسا بھی ہے جو اُن کے چاروں دستیاب دواوین میں موجود نہیں، اور نہ وہ کلام ان کے کسی شارح کے پیشِ نظر ہے۔ اِس لیے اس نایاب نہیں تو کمیاب کلام سے اور اس کے مطالب و مفاہیم اور رنگ و اسلوب سے دواوینِ اربعہ کا مطالعہ کرنے والے اصحاب عموماً محروم ہیں۔ یہ کلام ماہنامہ مخزن، خدنگ نظر، کشمیری گزٹ، زمانہ (کانپور) اور دیگر رسائل یا اخبارات کے فائلوں میں دفن ہو چکا ہے؛ مرتبینِ باقیات نے یہ کلام بڑی حد تک سمیٹا اور بہم پہنچایا ہے، با ایں ہمہ اصلی مآخذ سے اخذ کیے ہوئے کلام کی کچھ اور ہی بات ہے۔ علاوہ ازیں یہ کلامِ مدفون سو پچاس اشعار تک محدود نہیں، بلکہ ضخامت میں اقبال کے چاروں دواوین کے موجودہ سائز کے کچھ سات سو صفحے کے برابر ہے۔

اقبال ہوں یا کوئی اور شاعر، اس کی شاعرانہ شخصیت اور تخلیقی استعداد جاننے، پہچاننے اور شاعر کے دل کی گہرائیوں میں اُتر کر اس کے مافی الضمیر کی کھوج لگانے کے لیے، اس کے کُل کلام کا مطالعہ نہایت ضروری ہے جو اس نے پہلا شعر کہنے کے وقت سے لے کر اپنی آخری سانس تک کہا ہو۔ اقبال کی شاعرانہ خصوصیات اور ان کی شعریت کے منارۂ بلند تک پہنچنے کے لیے ہمیں چاہیے کہ ان کا مطالعہ اُس وقت سے کریں جب ان کا شمار اُستاد داغ کے متبعین میں ہوتا تھا ؎

تمھارے پیامی نے سب راز کھولا — خطا اس میں بندے کی سرکار کیا تھی
جو لے نماز کبھی پڑھتے ہیں نماز اقبال — بلا کے دیر سے مجھ کو امام کرتے ہیں

— یہ ہے اقبال کا ابتدائی نمونۂ کلام، لیکن اس نوع کے کلام کو ان کے مرتبہ کلام سے فروتر سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا اور صرف اُس کلام کا انتخاب کیا گیا جو — یزداں بہ کمند آور اے ہمتِ مردانہ — کے رجز سے معمور و بلند آہنگ تھا۔

زیرِ نظر فرہنگ میں علامہ کے وہ تمام اشعار و منظومات جو رسائل و اخبارات میں ان کی حیاتِ مستعار کے دوران، ان کی مرضی سے شائع ہوئے تھے اور اب اُن کے دواوین میں نظر نہیں آتے یکجا کر دیئے گئے ہیں، یہی نہیں بلکہ ان کے اصلی مآخذ (مع صفحہ و تاریخ) سے یا باقیات سے لے کر ان کے الفاظ و تراکیبات کے معانی و مطالب درج کیے گئے ہیں، ان کی وجہ تصنیف بتائی گئی ہے اور ایسے اشارے بھی کیے گئے ہیں جن کی رُو سے اقبال ایک عظیم المرتبت شاعر، بلکہ شاعرِ اعظم کی حیثیت سے صفِ شعرا میں ایک ممتاز اور بلند مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔

یہ ایک ایسا اہم اور ضروری مگر ہفتخوان سر کرنے کے برابر سنگلاخ موضوع تھا جس پر ایک ایسا آزمودہ کار ادیب ہی اعتماد کے ساتھ قلم اُٹھا سکتا تھا، جو السنۂ مشرقیہ کا ماہر، لغت شناس، جدید و قدیم طرزہائے سخن سے واقف، زباں داں، اور علومِ معانی و بیان کے غوامض و اسرار پر کامل عبور رکھتا ہو۔ فرہنگ اقبال ایسے ہی بزرگ ادیب اور شاعر کی ذہنی کاوش کا نتیجہ ہے، جو اصنافِ سخن کے ہر شعبے اور شعر و شاعری کے ہر زاویے میں نہ صرف درجۂ تکمیل پر فائز ہیں، بلکہ ان کے مدارجِ کمال اور اعلیٰ ادبی صلاحیتوں میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں، میرا اشارہ ہے حضرت نسیم امروہوی کی جانب، جو ایک طرف اس عہد کے شیوا بیان شاعر، بے مثال ناظم، اور مستند مرثیہ گو ہیں تو دوسری طرف علمی اور سنجیدہ نثر کا بھی کوئی میدان ایسا نہیں جس میں انھوں نے علم استادی بلند نہ کیا ہو۔ بلاشبہ ان کی عظمت مسلّم اور ان کا علمی استناد ناقابلِ تردید ہے۔

جناب ممدوح کی — نسیم اللغات ۳۲ سال سے پاکستان میں مقبولِ خاص و عام ہے۔ آپ نے مرکزی حکومت کے زیرِ انتظام انگریزی کی آکسفورڈ ڈکشنری کے طرز پر تدوین شدہ تاریخی "اُردو لغت" (۱۱ مجلدات) کی تیاری میں ۱۹ سال خامہ فرسائی کی ہے۔ اور مذکورہ لغت کے بورڈ میں "مدیرِ اول" کے منصب پر فائز رہ چکے ہیں۔ ان کا نیم سیاسی اور نیم اسلامی مسدس "برق و باراں" (۲۸۳ بند مصنفہ ۱۹۴۶ء) برصغیر کی تقسیم کے موقع پر مسلمانوں کو ایک پرچم کے سائے میں جمع کرنے کا عظیم کارنامہ انجام دے چکا ہے۔ اور ان کے تصنیف کردہ ۱۹۵ مرثیے صدہا اسلامی مباحث سے لبریز ہیں — مرثیے بھی معمولی نہیں، بلکہ ایسے جن سے مرثیہ گوئی کے جدید رنگ کی بنیاد پڑی اور اس صنف کے دورِ نو کا آغاز ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو بیشتر خواص و عوام "انیسِ دوراں" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ یہ "مشتے نمونہ از خروارے" ان کی تصنیفات اس بات کی ضمانت ہیں کہ اس دور میں حضرت نسیم امروہوی ہر پہلو سے کلامِ اقبال کی تشریح و تحلیل کے مستحق اور اہل ہیں۔

فرہنگ اقبال جناب نسیم کی تازہ ترین تالیف ہے، جس نے اقبال کو ایک منفرد الوجود اور فقید النظیر شاعر کی حیثیت سے سمجھنے اور ان کلاسیکی رجعت پسندوں کے منھ بند کرنے کا ایک نیا اور نامفتوح باب کھول دیا ہے، جو اقبال کو ایک مفکر، مصلح، متصوف اور فلسفی تو مانتے ہیں؛ مگر ان کی شاعرانہ عظمتوں کا اعتراف نہیں کرتے۔

فرہنگ اقبال کی ضرورت اور اہمیت کی بحث کے اس نقطے پر پہنچ کر اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم علامہ کے چاروں مجموعہ ہائے کلام میں ہم آہنگی اور ان کے رنگِ سخن و اسلوبِ بیان میں یکسانیت نہ ہونے کا ذکر کریں جس کی جانب سطورِ بالا میں کسی جگہ اشارہ کیا جا چکا ہے، تاکہ اس سے زیرِ نظر تالیف اور اس کے مقصد کی مزید وضاحت ہو جائے۔ اقبال کا کلام ایک ہفت رنگ قوسِ قزح کی مثل ہے اور اس قوسِ قزح کے عکس کا ہر رنگ ایک دوسرے سے ممتاز اور شوخ تر ہے۔ ان کے چاروں مجموعوں کا نہ صرف معنوی اُفق بلکہ لفظی در و بست، تراکیب کا استعمال، تلمیحات کے اشارے، بیان کا انداز اور مجازات کی اختراعات باہم مختلف مگر اپنی اپنی جگہ مکمل ہے۔ اگرچہ فرہنگ کے مقدمے میں دواوینِ اقبال سے سیر حاصل

بحث کرنے کی گنجائش نہیں۔ تاہم مثال کے طور پر ہی سہی، اِس موضوع کو زیرِ بحث لانا ضروری ہے تاکہ قارئین کرام شاعر کے رنگِ سخن اور آہنگِ تخیل میں عدمِ یکسانیت یعنی تدریجی ارتقا کا اندازہ لگا کر فرہنگ اقبال کی تالیف کے بلند تر مقاصد میں ہماری تائید کر سکیں۔

۱۔ بانگِ درا :

اِس مجموعے کی نظموں کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں :۔

(الف) تغزل ـــ اِس مجموعے میں تبرکاً استاد داغ کے رنگ کی کچھ غزلیں شامل ہیں۔ جو اُس دور کے مکتبِ فکر کی مکمل عکاسی کرتی ہیں۔ اپنے ابتدائی دور میں یہ رنگِ سخن علامہ کا دل پسند اور محبوب موضوع تھا، چنانچہ فرماتے ہیں ؎

نسیم و تشنہ ہی اقبال کچھ اس پر نہیں نازاں مجھے بھی فخر ہے شاگردیِ داغِ سخنور کا

فکر کی پختگی اور تخیل کی گہرائی کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ علامہ نے اِس رنگ کو خیرباد کہہ دیا اور وہ رنگ اختیار کیا جس کی نظیر قدما کے دواوین میں نہیں ملتی ؎

عجب مزہ ہے مجھے لذتِ خودی دے کر وہ چاہتا ہے کہ مَیں اپنے آپ میں نہ رہوں

(ب) وطن پرستی ـــ ابتدا میں اقبال ہندوستان کے دُوسرے زعما کی طرح متحدہ ہندی قومیت پر یقین رکھتے تھے اور ہندو مُسلم اتحاد کے زاویۂ نگاہ سے حبِ وطن کے گیت گانا اُن کے نزدیک اپنی شاعری کا ایک قابلِ قدر عنصر تھا ؎

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا ہم بُلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

تصویرِ درد، آفتاب، ہمالہ، ترانۂ ہندی، اور نیا شوالا اِسی رجحان کی یادگاریں ہیں ـــ لیکن اقبال کی فکر ترقی پذیر بہت جلد اِس تنگ نظری پر مبنی وطنیت، یعنی اِس وطنیت پر مبنی قومیت کی سطح سے بلند اور پھر بلند تر ہوتی چلی گئی۔ تا اینکہ مسلسل تجربات سے انھوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ قومیت بر بنائے وطن ہی کا تصور ہے جس نے یورپ کو دو عالمی لڑائیاں لڑنے پر مجبور کیا اور انسانیت پر ایسے مہلک زخم لگائے جس سے وہ اَب تک جانبر نہیں ہو سکی، پھر وہ اِس نقطۂ فکر پر پہنچے ؎

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اور زیادہ واضح الفاظ میں انھوں نے اِس مفہوم کو یُوں ادا فرمایا ؏

مُسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

(ج) مناظرِ فطرت ـــ برِصغیر میں مناظرِ فطرت پر نظمیں کہنے کا عام رواج تھا، جسے آخر میں مغربی شاعری کے اثرات نے روزافزوں ذوق کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ اقبال رُوحِ عصر کے اِس تقاضے کو نظرانداز کر دیں، چنانچہ زیرِ بحث دیوان میں ان کی متعدد نظمیں فطرت نگاری پر مشتمل ہیں۔ حالی اِس قسم کی شاعری کو نیچرل شاعری سے تعبیر کرتے ہیں۔ ابرِ کہسار، ابر، اخترِ صبح، جگنو اور شمع اِس موضوع کی بہترین مثالیں ہیں، جن میں اقبال کا آہنگ اور طرزِ ادا قریب العہد اور بعید العصر قدما سے بالکل مختلف اور انوکھا ہے۔ حق یہ ہے کہ مناظر کی قدرتی حسن کاری اور معنی خیز تصویر کشی میں ان کی نگاہ اتنی تیز اور بصیرت اتنی عمیق ہے کہ انیس کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں۔ اِسی صبح کی تصویر کشی میں کہتے ہیں ؎

چیونٹی بھی ہاتھ اُٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار اَے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار

اور اقبال نجمِ سحری کے جھلملانے کی کیفیت دیکھ کر اس طرح حسنِ تعلیل کرتے ہیں ؎

قمر کا خوف کہ ہے خطرۂ سحر تجھکو مآلِ حسن کی یا مل گئی خبر تجھکو

لیکن پہلے دیوان کے بعد باقی تین دواوین میں اقبال اِس موضوع سے دست بردار ہو گئے، چنانچہ بالِ جبریل، ضربِ کلیم اور ارمغانِ حجاز میں نہ ایسی سُرخیاں ملتی ہیں نہ ایسے اشعار۔

(د) فلسفیانہ رجحان ـــ اِس مجموعے میں ایسی نظمیں بھی شامل ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب علامہ کے دماغ پر رمُوزِ کائنات اور مسائلِ حیات کا اُجالا چھاتا چلا جا رہا ہے اور ان کا تخیل نہایت شاندار نفاست اور حکیمانہ بصیرت کے ساتھ حیات و ممات اور کائنات کے طلسم کھلنے کی نقاب کشائی کی طرف مائل ہے۔ درحقیقت عرفانِ خودی اور شعُورِ ذات کی ابتدا انھیں نظموں سے ہوتی ہے۔ اِن منظومات میں شعر کے جمیل لہجے کو قائم رکھتے ہُوئے استحکامِ خودی، مباحثِ حسن و عشق، رازِ حیات، آغاز و انجامِ آفرینش اور ازلیت و ابدیت کے اسرار کی واشگافیاں کی گئی ہیں۔ ان منازل میں وہ نطشے، برگساں اور رُوسو کے مفکروں کی طرح آرزو اور جستجو کو حاصلِ حیات قرار دیتے ہیں ؎

مطمئن ہے تو پریشاں مثلِ بُو رہتا ہوں میں — زخمیِ شمشیرِ ذوقِ جستجو رہتا ہوں میں
دردِ استفہام سے واقف ترا پہلو نہیں — جستجوئے رازِ قدرت کا شناسا تو نہیں

حسبِ ذیل نظمیں اِس نظریے کی ترجمانی کرتی ہیں : شمع، ماہِ نو، گُل رنگیں، انسان اور بزمِ قدرت، جگنو، بچہ اور شمع وغیرہ۔
بعد کی نظموں اور باقی تینوں دواوین میں مذاقِ جستجو اور اضطراب و تذبذب کی کیفیت مٹ گئی اور اس کی جگہ پیغام اور نظریے کے استحکام نے لے لی۔ علی گڑھ کالج کے طلبہ کے نام انھوں نے جو نظم کہی ہے وہ اِس تغیّر کی عکاسی کرتی ہے۔

(۲) **بچوں کی نظمیں** — اس عظیم شاعر نے بچوں کے لیے بھی چند نظمیں کہی ہیں: پہاڑ اور گلہری، گائے، دُعا اور پرندے کی فریاد اِسی طرزِ کلام کے نمونے ہیں۔ اِن منظومات کے اکثر اجزا مغربی شاعروں کے احساسات سے ماخوذ ہیں۔
بعد کے مجموعوں میں اقبال نے اخذ و اقتباس کا یہ رویّہ ترک کر دیا اور پھر کبھی اس کا اعادہ نہیں کیا۔

(و) **عشقِ رسُول اور اس کے توابع** — رفتہ رفتہ علامہ کا دائرۂ فکر وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا اور انھوں نے ہند و مغرب کے محدود دائروں سے باہر نکل کر رسُولِ اسلام اور عالمِ اسلامی کو اپنا مرکزِ نظر بنایا۔ حضورِ رسالتمآب میں، التجائے مسافر، صدائے درد، بلالؓ اور پیغام اِس موضوع کے نادر نمونے ہیں۔ ۱۹۰۸ء سے ۱۹۳۸ء تک ان کی نظموں کا نقطۂ اشتراک یہی مضامین ہیں جن میں عشقِ رسُولؐ کو درجۂ اوّل کی اہمیت حاصل ہے۔ اور اِس جذبے کے تحت اب وہ ہندو مسلم اتحاد اور اسی نوع کے سابق نظریات سے کلی طور پر برأت کا اظہار کرتے ہیں ؎

یہ ہند کے فرقہ ساز اقبال آزری کر رہے ہیں گویا
بچا کے دامن بتوں سے اپنا غبارِ راہِ حجاز ہو جا

اِس مجموعے کے موضوعات اور محاسنِ شعری سے بحث کرنے کے ابھی بہت سے گوشے باقی ہیں مگر زیرِ بحث موضوع (فرہنگِ اقبال کے مقصد) کو اُجاگر کرنے کے لیے اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

۲ و ۳ - بالِ جبریل اور ضربِ کلیم :

بانگِ درا کے بعد علامہ کی شاعری کا ارتقائی زینہ بالِ جبریل اور ضربِ کلیم ہیں جو بانگِ درا ہی کے بطن سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ان دونوں مجموعوں کا دائرۂ فکر زیادہ وسیع اور آفاق گیر ہے۔ یہ دونوں دیوان، بانگِ درا سے علی الترتیب پورے گیارہ اور بارہ سال کے بعد (۱۹۳۵ء میں) منظرِ عام پر آئے ہیں۔ بالِ جبریل کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر کی فکر اس نقطۂ آخری تک رسا ہو چکی ہے جو وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا مرکزِ اتصال ہے۔ یہ نورِی نقطہ انسان کی سرّی ہے۔ اقبال نے اِس موضوع کے مختلف پہلوؤں کو طرح طرح سے اپنا جولانگاہِ فکر بنایا ہے اور شاعرانہ لطافتِ بیان سے اِس خشک اور سنجیدہ ترین عقدے کی گرہ کشائی میں طبعِ رسا اور توجہ کامل کی تمام توانائیاں اور رعنائیاں صرف کر دی ہیں۔

ضربِ کلیم میں اقبال کے دل و دماغ پر فلسفہ اپنی بھرپور طاقت سے غالب نظر آتا ہے۔ اور امرِ واقعہ یہ ہے کہ اس مقام پر وہ ایک بے نظیر متکلم کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ فلسفہ تشکیک کی گرد سے آلودہ ہے، لیکن اہلِ علمِ کلام دلیل و برہان کی رُو سے مسائلِ عرفان کا حل پیش کرتا ہے۔ اِس کے باوجود ان مضامین میں شاعرانہ خوبیاں پیدا کرنے کی گنجائش نہیں۔

بالِ جبریل میں اسلوبِ بیان کی جو تازگی، طرفگی اور تازہ کاری پائی جاتی ہے، ضربِ کلیم میں اس کی جھلک نظر نہیں آتی۔ کیونکہ یہاں شاعر پوری طرح اسرار و رموزِ حیات و کائنات میں مستغرق ہو چکا ہے اور اِس مرحلے سے گزرتے ہوئے وہ شاعرانہ نزاکتوں کو اساسی حیثیت دیتا ہے۔
بالِ جبریل جدید و قدیم شاعرانہ لطافتوں کا ایک جمیل شاہکار ہے جس میں تغزّل بھی ہے اور تصوّف و تفکّر بھی ؎

پریشاں ہوں کہ میری خاک آخر دل نہ ہو جائے — جو اَب مشکل ہے یا رب پھر وہی مشکل نہ ہو جائے
نہ چھین لذّتِ آہِ سحرگہی مجھ سے — نہ کر نگہ سے تغافل کو التفات آمیز
گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر — ہوش و خرد شکار کر، قلب و نظر شکار کر
عشق کی تیغِ جگر دار اُڑا لی کس نے — علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی

ان اشعار کی لطافتِ اسلوب اور گہرائی محتاجِ بیان نہیں۔ تغزّل کی لطیف چاشنی، تصوّف کی محویّت اور تفکّر کی نادرہ کاری، ان تینوں خوبیوں اور خصوصیتوں نے مل کر بالِ جبریل کو اپنی نوعیت کا واحد اور بے مثل مجموعہ بنا دیا ہے۔ ضربِ کلیم کی در و بست، تلاشِ مضامین، اسلوبِ اظہار اور طرزِ فکر اس سے بالکل مختلف ہے ؎

تو معنیِ والنّجم نہ سمجھا تو عجب کیا — ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج
اگر نہ ہو تجھے اُلجھن تو کھول کر کہہ دوں — وجودِ حضرتِ انساں نہ رُوح ہے نہ بدن

یہ اشعار فکرِ اقبال کی نئی جہتوں پر محیط ہیں اور اِس کلام سے صرف اربابِ عرفان ہی صحیح معنی میں لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

اِن دونوں مجموعوں کے اسلوب کا تضاد بھی عجب لطف انگیز ہے۔ بالِ جبریل میں فلسفہ نہ ہونے کے برابر ہے اور شعریت بھرپور۔ اِس کے برعکس ضربِ کلیم میں فلسفہ ہی فلسفہ ہے۔ اور شعریت خال خال۔ اِسی طرح بالِ جبریل کا موضوع روحانی حقیقتوں کا اثبات ہے، اور ضربِ کلیم کا مقصد تصنیف عقائدِ فاسدہ اور افکارِ باطلہ کا ابطال۔ اِنھیں وجوہ سے ان دونوں دواوین کے اسلوبِ نگارش میں زمین آسمان کا فرق پیدا ہو گیا ہے۔

۴۔ ارمغانِ حجاز:

یہ اقبال کے اردو کلام کا آخری مجموعہ ہے جو آٹھ نظموں اور چھ تمثیلوں پر مشتمل ہے۔ یہ علامہ کا آخری نقطۂ عروج ہے۔ اب وہ حُسن و عشق اور راز و نیاز کی عمومی سطح سے بلند ہو کر ایک ایسے عالم میں پہونچ گئے ہیں، جہاں حُسن خود عشق، اور عشق بجائے خود حُسن بن جاتا ہے۔ اِن منظومات اور تمثیلات میں علامہ اپنے رنگِ قدیم سے بالکل منقطع، متنفر اور کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ روایتی تغزل کو تو وہ کبھی کا ترک کر چکے تھے، اب وہ رومانی تغزل سے بھی ماورا ہو کر وحدت الوجود کے اتھاہ سمندر میں غرق ہیں۔

اردو کے ان چاروں مجموعوں کے غائر مسلسل اور سنجیدہ مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کی فکر، سمتِ نظر، اندازِ بیان، اور رجحان مضمون طرازی برابر انقلاب پذیر اور توسیع پسند رہا ہے۔ مختلف رنگ ہیں اور ہر رنگ نیا روپ، اور تخیل کا ہر روپ نیا رنگ لیے ہوئے ہے۔ اقبال کے کسی ایک مجموعے پر نظر ڈال کر آپ ان کی حقیقی شاعرانہ شخصیت سے واقف نہیں ہو سکتے، نہ کوئی حتمی رائے قائم کر سکتے ہیں۔ ان کی قدرتِ کلام اور قدرتِ کلام کا حقیقی جائزہ اس وقت لیا جا سکتا ہے، جب ان کے رجحاناتِ سخن اور اسالیبِ فن کا بیک وقت مطالعہ کیا جائے — زیرِ نظر کتاب "فرہنگِ اقبال" میں ان چاروں مجموعوں کے معانی کی کشید کی گئی ہے اور ناظرین کو اِس فرہنگ کے چراغ کی روشنی میں وہ تمام مطالب و معانی روزِ روشن کی طرح دکھائی دینے لگتے ہیں، جو علامہ نے کسی مجموعے میں کسی لفظ یا ترکیب سے مُراد لیے ہیں اور یہ بھی تحقیق ہو سکتی ہے کہ کس دور میں ان کا رجحان کس طرف تھا اور ان رجحانات کی روشنی میں ان کا تصورِ شعر کیا ہے!

مؤلفِ فرہنگ نے جا بجا صراحت و وضاحتِ الفاظ و ترکیبات کے ذیل میں کلامِ اقبال کے نمونے درج کیے ہیں، جن سے اقبال کے چاروں مجموعوں کی معنویت یکجا مل جاتی ہے — قارئین کی سہولت کے پیشِ نظر لفظ یا ترکیب کی صرفی و نحوی تحلیل بھی پیش کی گئی ہے، اس طرح دروبستِ الفاظ کا علم ہو جانے کے بعد مطلب کی تفہیم میں آسانی ہو جاتی ہے۔

فرہنگ میں ان نکتوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا، جنھیں عام طور پر قارئین، شعر کی کیفیت میں محو ہو کر یا اور کسی وجہ سے فراموش کر جاتے ہیں حالانکہ وہی نکتہ شعر کی جان ہوتا ہے۔ مثلاً یہ شعر —

حقیقت ابدی ہے مقامِ شبیری   بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی

قابلِ ذکر یہ ہے کہ عام اجتماعات، خصوصاً ٹی وی یا ریڈیو پر یہ شعر اِس طرح پڑھتے ہوئے سُنا گیا ہے کہ وہ "انداز" کو ادا کرتے وقت "کوفی و شامی" سے الگ کر کے بلا اضافت پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ اضافت ہی اس شعر کی جان ہے — اِس فرہنگ کا مطالعہ کرنے والا اس قسم کے تسامحات سے محفوظ ہے۔

واو معروف، واو مجہول — یائے معروف، یائے مجہول — نون غنّہ، نون بہ اعلان — سکون و تشدید وغیرہ کی تعیین کے لیے جو علامات تحریر اردو زبان میں مقرر ہیں، ان کی کتابی تعلیم تو اکثر درس گاہوں میں دی جاتی ہے، مگر عملاً کوئی ان کی پروا نہیں کرتا، جس کے باعث اکثر اصحاب لفظوں کا غلط در غلط تلفظ کرتے ہیں اور نتیجۃً شعر غیر موزوں ہو جاتا ہے۔ یہ امر قابلِ اطمینان ہے، کہ اِس فرہنگ کی کتابت میں ان تمام احتیاطوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے، جو شعر کی صحیح تر ادائگی کے لیے ضروری ہیں۔

راقم الحروف کے نزدیک یہ فرہنگ خصوصی طور پر کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات، نیز بعض اساتذہ کے لیے بھی غیر معمولی طور پر مفید ثابت ہوگی، کیونکہ اِس میں اقبال کی شاعرانہ ترقی (الفاظ، بندش اور دروبست کے ذریعے) پر واضح اور جامع بحث کی گئی ہے اور یہ گوشہ اب تک ناقدین کی نظر سے محفوظ رہا ہے۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اب تک اقبال کے جو مجموعے شائع ہوئے ہیں ان سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ — اردو شاعری کے لحاظ سے — اردو ادب میں ان کا کیا مقام ہے؟ انھوں نے اپنے اچھوتے خیالات کی ترجمانی کے لیے کیا کیا تراکیب اختراع کیں؟ اور اردو لفظیات میں کیا کیا اضافے کیے؟ اِس اعتبار سے بھی اقبال شناسی کے سلسلے میں فرہنگِ اقبال ایک ایسی کتاب ہے، جس کا مطالعہ اربابِ علم اور طلّابِ علم دونوں طبقوں کے لیے ناگزیر ہے۔

مخفّفات

ار	اُردو
ف	فارسی
ع	عربی
اح	ارمغان حجاز
ب ا	باقیات اقبال
ب ج	بال جبریل
ب د	بانگ درا
ض ک	ضرب کلیم

رُموزِ اوقاف

: ان نقطوں کے بعد ہر جگہ زیر نظر لفظ یا ترکیب کے معنی درج ہیں۔

( ) بریکٹ عام طور پر جہاں جہاں استعمال ہوتا ہے وہیں بنایا گیا ہے۔

(–) بریکٹ کے آغاز میں لکیر سے یہ مطلب ہے کہ یہ لکیر لفظ کی بجائے جو زیر نظر لفظ سے پہلے آچکا ہے اور وہ اس ترکیب کا جزوِ اوّل ہے جس کے معنی درج کیے جا رہے ہیں۔

ٛ جزم کی علامت۔

ٰ جن دو حرفوں پر یہ علامت ہے وہ قرأت میں مخلوط پڑھے جاتے ہیں۔

ٚ جس نون پر یہ علامت ہے وہ غنّہ ہے۔

و جس واو سے پہلے حرف پر پیش ہو اسے معروف پڑھیے جس واو سے پہلے حرف پر کوئی حرکت نہ ہو اسے مجہول پڑھیے۔ اور جس واو کے نیچے زیر ہو اسے معدولہ پڑھیے۔

ی جس ی سے پہلے حرف پر زیر ہو اسے معروف پڑھیے جس ی سے پہلے حرف پر کوئی حرکت نہ ہو اُسے مجہول پڑھیے۔

= یہ علامت بریکٹ میں ہو یا بغیر بریکٹ کے اس کے بعد سابق لفظ کا مترادف لکھا گیا ہے۔

الف

اَب (ار) ظرفِ زماں: اِس وقت ع
ہائے اب کیا ہوگئی ہندوستاں کی سرزمیں
(مرزا غالب، بِ، ۲۷)

: ان دنوں، آج کل ع
خارِ حسرت کی خلش رکھتی ہے اب بیکل مجھے
(ماہِ نَو، ب د، ۵۴)

اَب کیا (۔ ار): اس میں میری کیا خطا ہے ع
اب کیا جو فغاں میری پہنچی ہے ستاروں تک
(۱۵، ب ج، ۱۹)

اُبال (ار) مذکر: وہ بہیجن جو آگ کی گرمی سے پک کر اُوپر آتا ہے، جوشش ع
دو گھڑی کا اُبال ہوتے ہیں
(ب ا، ۴۲۳)

اِبتِدا (ع) مونث: آغاز ع
خردمندوں سے کیا پُوچھوں کہ میری اِبتدا کیا ہے
(۳۳، ب ج، ۵۵)

اِبتِدا اور اِنتِہا ہم آغوشِ ہیں: رات کا کنارۂ آغاز اور دِن کا کنارۂ اختتام مل رہا ہے ع
ابتدا اور انتہا آپس میں ہم آغوش ہیں۔
(۔ خفتگانِ خاک سے استفسار، ب ا، ۴۸)

اِبتِدا لا اِنتِہا اِلّا: کلمۂ طیبہ (جو کہ پیامِ زندگی ہے) اس کی ابتدا حرفِ لا (= نہیں) سے ہوتی ہے اور خاتمہ حرف اِلّا (= سوائے) پر ہوتا ہے (لا اللہ (= کوئی خدا نہیں) کلمۂ کفر ہے لیکن جب یہ کہہ دیا کہ اِلّا اللہ (= سوائے خدا کے) تو یہی اقرارِ توحید اور پیامِ زندگی بن جاتا ہے ع
نہادِ زندگی میں ابتدا لا انتہا اِلّا
(لا و اِلّا، ضِ ک، ۶۳)

اَبتَر (ع) صفت = تتر بتر، منتشر ع
شیرازہ ہوا ملّتِ مرحوم کا اَبتر
(اے روحِ محمدؐ، ضِ ک، ۴۸)

اَبجَد (ع) مونث: الف بے (حروفِ تہجی) کے ۲۸ حروف، مراد، آغاز، ابتدا۔ ع
کیا کسی دُکھ درد کے مکتب کی ابجد ہے یہی
(طفلِ شیر خوار، ب ا، ۳۱)

(نوٹ) قب: اعداد۔

اَبَد (ع) مذکر: وہ مفرُوض زمانہ جس کی کوئی انتہا نہیں، ہمیشگی۔

اَبَد کا بحر (۔ ار ع) ابد + کا (رک) + بحر (رک): دوام اور ہمیشگی کو اتھاہ سمندر سے تشبیہ دی ہے ع
ابد کے بحر میں پیدا یُونہیں نہاں ہے یونہیں
(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)

اَبدی (ع ف) صفت، اَبَد (= ہمیشگی، دوام) + ی، لاحقۂ نسبت، دائمی، دوامی، جاودانی ع
خاک میں مل کے حیاتِ ابدی پا جاؤں
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

اَبدیّت (ع) مونث، ابدی (رک) + ت (لاحقۂ کیفیت) : ہمیشگی، دوام ع
آزاد کا ہر لحظہ پیامِ ابدیت
(ہندی مکتب، ضِ ک، ۷۸)

اَبر (ف) مذکر: بادل ع
ہائے کیا فرطِ طرب میں جھُومتا جاتا ہے ابر
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

= یہ اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو ماہ نامۂ زمانہ، کانپور (۱۹۰۵ء) میں شائع ہوئی تھی۔
(ابر، ب ا، ۱۹۷)

: علامہ ۱۹۰۴ء میں سیر و تفریح کے لیے ایبٹ آباد گئے تھے اور یہ نظم انھوں نے اس مقام پر بیٹھ کر کہی تھی جہاں اب میونسپل کمیٹی کا باغ ہے، سربن کی چوٹی اس باغ کے عین مقابل نظر آتی ہے۔
(ب د، ۹۱)

اَبرِ آذاری (۔ ف ف) مذکر، ابر + آذار (= سریانی زبان میں اس مہینے کا نام جو تقریباً مارچ میں ہوتا ہے، بہار کا مہینہ) + ی (لاحقۂ نسبت): بہار کا بادل (مسلمانوں کے فتوحات اور فیض رسانی، اور پھر یکایک تنزل کو اس بادل سے تشبیہ دی ہے جو بہار میں برسے اور چلا جائے) ع

آسماں سے ابرِ آذاری اٹھا، برسا، گیا
(گورستانِ شاہی ب د، ۱۵۲)

اَبرِ رحمت (- ع) مذکر ابر + اضافت + رَحمَت (مہربانی، کرم)
: بارشِ رحمت کرنے والا بادل ع
ابرِ رحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یارب
(دل، ب د، ۶۱)
ابرِ رحمت دامن از گلزارِ من برچید و رفت
اندکے بر غنچہ ہائے آرزو بارید و رفت
: رحمت کا بادل میرے باغ سے دامن کھینچ کر چلا گیا، (وہ) تھوڑی دیر میری تمناؤں کی کلیوں پر برسا پھر منہ پھیر لیا۔
(نالۂ فراق، ب د، ۷۷)

اَبرِ کَرَم (- ع) مذکر، ابر + کَرم (: اللہ تعالیٰ کی مہربانی) خدائے تعالیٰ کی مہربانیوں کو بادل سے تشبیہ دی ہے ع
نظر ہے ابرِ کرم پر درختِ صحرا ہوں
(التجائے مسافر، ب د، ۹۲)

اَبرِ کوہسار (- ف) مذکر، ابر + اضافت + کوہسار (رک)
پہاڑ کا بادل۔ بانگِ درا میں اس سرخی کے تحت چار بند ہیں جبکہ نومبر ۱۹۰۱ء کے مخزن میں دس بند شائع ہوئے تھے۔ باقی بند باقیاتِ اقبال میں درج ہیں
(ب ا، ۲۸۳)

اَبرِ کُہسار (- ف ف) مذکر، ابر + اضافت + کہسار (رک)
: پہاڑ پر چھایا ہوا بادل ع
ابرِ کہسار ہوں گل پاش ہے دامن میرا
(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۷)

اَبر کی آغوش (- ار ف)، بادل کی گود، مراد ملتِ اسلامیہ ع
ہیں ابھی صدہا گہر اس ابر کی آغوش میں۔
(گورستانِ شاہی، ب د ۱۵۳)

ابر کے ہاتھوں میں (استعارۃً) بادل کے قبضے یا اختیار میں ع
ابر کے ہاتھوں میں رہوارِ ہوا کے واسطے
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

اِبراہیم (ع) مذکر
: ایک نبی تھے جن کے کئی واقعات مشہور ہیں: یہ کہ آپ آزر نامی بت تراش کے بت توڑ دیا کرتے تھے۔ یہ کہ آپ کی دو بیبیاں تھیں، سارا اور ہاجرہ، جن میں سے سارا کے بیٹے کا نام اسحاق (نبی) تھا اور ہاجرہ کے بیٹے اسمٰعیل (نبی) تھے: یہ کہ آپ ہاجرہ اور اسمٰعیل کو مکہ مکرمہ میں لے آئے تھے اور وہاں اسمٰعیل کی مدد سے کعبہ تعمیر کیا تھا۔ یہ کہ آپ کو اُس زمانے کے بادشاہ نمرود نامی نے بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں پھینک دیا تھا مگر وہ آگ حکمِ الٰہی سے گلزار بن گئی تھی۔ اور یہ آپ کی اس سچی محبت کا صدقہ تھا جو آپ اپنے پروردگار سے کرتے تھے۔ اقبال کے اکثر شعروں میں جابجا ان واقعات کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں۔ ذیل کے مصرعے میں عشق کو ابراہیم سے تشبیہ دی ہے ع
توڑ دیتا ہے بتِ ہستی کو ابراہیمِ عشق
(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۱۴)
: (مطلق) بت شکن ع
وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیم
(علم اور دین، ض ک، ۲۶)

اَبرُو (ف) مونث، بھوں، آنکھوں کے اُبرو، اُلٹے ہلال کی شکل کے بالوں کی لکیر۔
(رک ترکشِ ابرو)

اَبرِیشم رک بریشم (جو اسی کی تخفیف ہے)

اَبلَق (ع) صفت، دو رنگا خصوصاً سیاہ و سفید چتکبرا گھوڑا

اَبلقِ گردوں (- ف) صفت، ابلق + اضافت + گردوں (رک)
: آسمان جو چتکبرے گھوڑے کی شکل ہے یہاں۔ وجہِ شبہ شب و روز کی سیاہی اور سفیدی ہے جو گردشِ فلکی سے پیدا ہوتی ہے ع
ابلقِ گردوں نہ ہو محرم آہو ذرا
(عہدِ طفلی، ب ا، ۲۸۰)

اَبلَہ (ف) صفت:
بھولا بھالا، سادہ دل ع
نے اَبلہِ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
(۱۶، ب ج، ۲۱)

اَبلہِ جنت: جَنّت (رک) کے سیدھے سادے لوگ (اس حدیث سے ماخوذ ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ

"اَہلُ الجنّۃِ بُلْہٌ" (وہ جنت کے لوگ سیدھے سادے ہونگے)

ع ابلہ جنت تری تعلیم سے دانائے کار

(پانچواں مُشیر، ا ح، ۱۰)

اَبلہِ دُنیا جو دنیا کے کاموں میں نادان ہو ع

ابلہ دنیا ہے کیوں دانائے دیں

(پیر و مرید، ب ج، ۱۴۱)

اِبلیس (ع) مذکّر، ایک جن کا نام خلقت آدمؑ سے پہلے فرشتوں کے گروہ میں شامل اور بڑا عبادت گزار تھا یہاں تک کہ فرشتوں کو تعلیم دیتا اور مُعلّمُ الملکوت کہلاتا تھا جب خدائے تعالیٰ نے آدم کا پتلا بنایا تو سب فرشتوں کو (مع ابلیس) حکم دیا کہ جب میں اس پتلے میں اپنی رُوح پھونکوں تو تم پہلے اسے سجدۂ تعظیم بجالاؤ. سب نے حکم کی تعمیل کی مگر ابلیس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہُوں اور یہ خاک سے اس لیے میں اس سے افضل ہُوں۔ اس انکار کی بنا پر خدائے تعالیٰ نے اسے فرشتوں کی صف سے خارج کر دیا اور اس پر لعنت بھیجکر سارے گزشتہ اعمال حبط کر لیے۔ ابلیس نکلا مگر یہ اجازت لے لی کہ اب میں قیامت تک تیرے بندوں کو بہکایا کروں گا۔ اسے اجازت مل گئی مگر ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے مخلص بندے کبھی تیرے بہکانے سے گمراہ نہیں ہوں گے. اس دن سے ابلیس لوگوں کو بہکانا اور بُرے کام پر اُبھارتا ہے اس کا نام اب شیطان ہے اور یہی فرشتوں کی صفوں میں عزازیل کے نام سے موسوم تھا۔

(جبریل و ابلیس، ب ج، ۱۴۳)

اِبلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے بھوپال کے شیش محل میں کہی تھی. اس نظم میں انھوں نے اپنے مخصوص انداز میں انگریزوں کی سیاست اور عزائم کو بے نقاب کیا ہے۔

(ض ک، ۱۴۶)

اِبلیس کے سیاسی فرزندوں سے یورپ کی حکومتیں مراد ہیں جو خصوصًا مسلمانوں کو خدا و رسولؐ سے منحرف کر کے اپنا غلام بنانے کی جدّوجہد میں مشغول اترائے ہیں

(ض ک، ۱۴۶)

اِبلیس کی عَرضداشت : یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یورپ کی سیاست کو جو تین سو سال (۱۴۵۰ء سے علّامہ کی وفات کے وقت تک) مسلمانوں کو نقصان پہنچاتی رہی اسے ابلیسی فتنہ و فساد سے تعبیر کیا ہے

(ب ج، ۱۴۲)

اِبلیس کی مجلسِ شوریٰ : یہ ارمغانِ حجاز میں اقبال کی ایک تمثیلی نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ۱۹۳۶ء میں کہی تھی اور جس کا ماحصل یہ ہے کہ علامہ اہلِ اسلام کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابلیسی اور طاغوتی نظام سے نجات اس طرح مل سکتی ہے کہ وہ اسلامی نظام پر عمل درآمد کریں. یہ گویا علامہ کی تیس سالہ شاعری کا نچوڑ ہے جو انھوں نے اس نظم کی صورت میں پیش کر دیا ہے. اس نظم کے مطالعے سے ایک طرف تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے اور دوسری طرف، یہ بھی پتا چل جاتا ہے کہ کیا کیا چیزیں اسلام میں نہیں ہیں

(ا ح، ۵)

اِبلیسی (ع ف) صفت، (ابلیس (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) شیطان سے منسوب، شیطان کا بنایا ہوا ع

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام

(پہلا مُشیر، ا ح، ۶)

اِبن (ع) مذکّر: بیٹا (کبھی والا، ساتھی، ہم جنس اور کسی بات یا کام سے خاص ربط و ضبط رکھنے والا کے معنی بھی دیتا ہے)

اِبنُ السّبیل (ع ع ع) مذکّر، ابن + ال (علامت تعریف یا معرفہ) + سبیل (راستہ): مسافر (چونکہ وہ (عشق) ہر مرحلے میں سالک کے ساتھ رہتا ہے اس لیے اُسے مسافر سے تعبیر کیا ہے ع

عشق ہے ابن السّبیل اس کے ہزاروں مقام

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۵)

ابنُ الکتاب (- ع ع) مذکّر، ابن + ال (علامت تعریف یا معرفہ) + کتاب (رک) کتاب کا بیٹا، وہ چیز یا بات وغیرہ جو کتابوں کے مطالعے سے پیدا ہوتی ہے ع

علم ہے ابنُ الکتاب عشق ہے اُمُّ الکتاب

(علم و عشق، ض ک، ۲۱)

ابنِ بَدرُون (- ع) مذکر، ایک مشہور شاعر کا نام جس نے دولت غرناطہ کی تباہی پر مرثیہ کہا تھا ؎

ابن بدروں کے دلِ ناشاد نے فریاد کی

(صقلیہ، ب د، ۱۳۴)

ابنِ مَریم (- ع) مذکر، ابن + اضافت + مریم (= مشہور عالم پاک بی بی): حضرت عیسیٰ علیہ السلام ؎

ابن مریم مر گیا یا زندۂ جاوید ہے

(ابلیس، ۳، ا ح، ۱۴)

ابنِ مریم مرگیا یا زندۂ جاوید ہے: یعنی عیسیٰ علیہ السلام سُولی پر چڑھائے گئے تو اس پر ان کی موت واقع ہو گئی اب وہ ہمیشہ ہمیشہ چوتھے آسمان پر زندہ ہیں۔

(ابلیس ۳، ۱۱، ۹، ۱۴)

اَبنائے وَطن (ع ف ع) مذکر، ابنا، ابن (ر ک) کی جمع + ے (علامت اضافت) + وطن (ر ک): اپنے ہموطن لوگ ؎

کیا مزا رکھتی ہے ابنائے وطن کی فکر بھی

(سید کی لوح تربت، ب ا، ۲۰۹)

ابُو (ع) مذکر: اصلی معنی باپ، اسما میں کنیت کی علامت

اَبُوالعلا مُعَرّی دسویں صدی عیسوی میں عرب کا ایک عدیم المثال شاعر جو حکیم عمر خیام، والٹیر اور شوپن ہاور کا ہمسر تھا۔ پورا نام ابوالعلا احمد بن عبداللہ بن سلیمان المعری التنوخی حلب کے مقام معرہ کا باشندہ، جہاں وہ ۳۶۳ ھ م ۹۷۳ء میں پیدا ہوا۔ حافظہ اتنا قوی تھا کہ جو ایک دفعہ سن لیا زبانی یاد ہو گیا۔ اپنے وقت کا بڑا ادیب، فلسفی، شاعر، لغوی، نحوی، طنز نگار، معلم اخلاقیات، تارک دنیا اور تارک حیوانات تھا۔ انسانی نسل کے اضافے کو جرم سمجھتا تھا اس لیے عمر بھر شادی نہ کی۔ مرتے وقت اپنی قبر پر ایک شعر لکھنے کی وصیت کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "میری ہستی وہ ظلم ہے جو میرے باپ نے مجھ پر کیا تھا" ۴۴۹ ھ م ۱۰۵۷ء میں وفات پائی

(ابوالعلا معری، ب ج، ۱۵۶)

اَبُوالہَول (- ع ع) مذکر: (لفظاً) ابو (باپ، والا) + ال (سابقہ تعریف یا معرفہ) + ہول (خوف، ڈر) ڈراونی شکل کا۔ (معناً) مصریوں کا ایک قدیم بت جو پہاڑی کاٹ کر بنایا گیا تھا، تقریباً اسی فٹ اونچا جس کی صرف ناک چھ فٹ کی ہے ڈیڑھ کا دیڑ بلکہ پہاڑ کا پہاڑ اور جس کی پرہیبت شکل اور کوہ نما جسامت صد ہا ہزار ہا سال پرانی تاریخ زبان حال سے دوہرا رہی ہے ؎

وہ ابوالہول کہ ہے صاحب اسرار قدیم

(اہل مصر سے، ض ک، ۱۴۴)

ابُوطالب کلیم ہمذان (ایران) کا ایک مشہور شاعر جو ہندوستان میں اول شاہنواز خاں صفوی کے اور پھر شاہجہاں کے دربار سے وابستہ تھا۔ شاہجہاں نے جب تخت طاؤس پر جلوس کیا اور کلیم نے قصیدہ پڑھا تو وہ شاہجہاں کو اتنا پسند آیا کہ اسے چاندی میں تلوا دیا (تضمین بر شعر ابوطالب کلیم)

(تضمین بر شعر ابوطالب کلیم، ب د، ۲۲۱)

ابُوعُبَیدہ ر ک، جنگ یرموک کا ایک واقعہ،

ابُولہبی (- ع ف) مؤنث، ابولہب (حضور کے ایک چچا کی کنیت جو آپ کا اور اسلام کا بدترین دشمن تھا اور جس کی مذمت میں سورۂ تبت یدا نازل ہوا: آنحضرت کی اور اسلام کی عداوت میں ابولہب کا ظلم ؎

نہ رہی کہیں اسداللّٰہی نہ کہیں ابولہبی رہی

(غزلیات، ب د، ۲۸۲)

اُب وجَد (ع ف ع)، مذکر، اَب (= باپ) + و (عطف) + جد (= دادا): مراد ددھیال ؎

کون ہیں تیرے اب وجد کس قبیلے سے ہے تو

(شیر اور خچر، ب ج، ۱۶۸)

اُبھار (ا ر) مذکر، ابھرنے کی کیفیت (خصوصاً چھاتیوں کے) ؎

عنفوانِ حسن کا کم کم وہ سینے پر ابھار

(نقش جوانی، ب ا، ۵۱۹)

اُبھرنا (ا ر)

: افق سے اٹھ کر سروں کی طرف یا سروں پر آنا ؎

ہوا کے زور سے ابھرا بڑھا اڑا بادل

(ابر، ب د، ۹۱)

: کسی شے میں روپوش رہنے کے بعد یکایک نمودار ہونا ؎

ابھی امکاں کے ظلمت خانے سے ابھری ہی تھی دنیا

(محبت، ب د، ۱۱۱)

: بلند ہونا، ترقی پانا، اَوج پر آنا ع
چمک رہا ہے ابھر کر مثالِ مہرِ منیر
(خیر مقدم، ب ا، ۱۹۸)

ابھی (ار) ظرفِ زمان
: آج بھی اور آئندہ کچھ مدت بھی ع
گیسوئے اردو ابھی منت پذیرِ شانہ ہے
(مرزا غالب، ب د، ۲۷)

: اسی وقت، چند لمحے پہلے ع
ابھی امکاں کے ظلمت خانے سے ابھری ہی تھی دنیا
(محبت، ب د، ۱۱۱)

: آئندہ، موجودہ زمانے کے بعد ع
ہیں پسِ نُہ پردۂ گردوں ابھی دَور اور بھی
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳)

: دیکھو اب جس کا یہ عصر ہے ع
دنیا کے یہ مناظر پیشِ نظر ابھی ہیں
(شمعِ زندگانی، ب ا، ۲۲۹)

ابی سینیا : مقام حبشہ جس پر ۱۹۳۵ء میں اٹلی نے حملہ کر دیا تھا اور جس کی خبر سنکر علامہ نے ایک قطعہ کہا تھا
(ابی سینیا، ض ک، ۱۴۵)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ۱۸ اگست ۱۹۳۵ء کو اُس وقت کہی جب انھوں نے اخبار میں یہ خبر پڑھی کہ اٹلی نے ابی سینیا پر حملہ کر دیا ہے، اس نظم میں اقبال نے ضمناً جو پیشین گوئی کی ہے وہ بہت جلد دوسری جنگِ عظیم کی شکل میں ظاہر ہو گئی۔
(ض ک، ۱۴۵)

اپڈلیٹنگ (ہ) صفت : نصیحت کرنے والا، واعظ، ناصح ع
اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

اپنا (ار) ضمیر اضافی جمع متکلم
: ہمارا ع
پاسباں اپنا ہے تو دیوار ہندوستاں ہے تو
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

اپنا ضمیر اضافی تاکیدی : ذاتی ع
کچھ فائدہ اپنا تو مگر اس میں نہیں تھا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

اپنا آپ : مراد اپنی خودی ع
ڈھونڈ کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا آپ
(محراب گل افغان، ض ک، ۱۶۹)

اپنا آشیاں : مراد اپنے گھرانوں کا طور طریقہ ع
کیا گم تازہ پروازوں نے اپنا آشیاں لیکن
(تہذیب حاضر، ب د، ۲۵۰)

اپنوں (ار) : اپنا کی مغیرہ صورت، یگانوں، ہم قوموں، دوستوں اور ہم وطنوں ع
اپنوں سے بیر رکھنا تو نے بتوں سے سیکھا
(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

اپنی (ار) اپنا (رک) کی تانیث
: میری یا ہماری زندگی ع
کٹ رہی ہے بری بھلی اپنی
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۲۲)

: ذاتی، خود تیری ع
دکھا وہ حسن عالم سوز اپنی چشمِ پرنم کو
(تصویرِ درد، ب د، ۷۳)

: میری یا ہماری ع
جلوہ گاہیں اس کی ہیں اپنی زیارت کے لیے
(بلادِ اسلامیہ، ب ا، ۲۵۴)

اپنی ادا (ہ۔ ف)، اپنی + ادا (= حسن) : ذاتی حسن، اپنے صفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے کہ جو اپنے نفس کو پہچان لے وہ اپنے رب کو پہچان لے گا ع
مگر دیکھی نہ اس آئینے میں اپنی ادا تو نے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۲)

اپنی آنکھوں پر عیاں ہونا : خود اپنی ہستی اور اس کے مقصد پر غور کر کے یہ معرفت حاصل کرنا کہ اپنا وجود کتنی اور کن کن طاقتوں اور قوتوں کا حامل ہے (خود شناسی حاصل کر کہ مقصد تخلیق عالم تیری ہی ذات ہے)، ع
تو راز کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

اپنی جگہ (-ار) مونث: وہ جگہ جہاں وہ فی الحال تھی ؏
یہ بات کبھی اور اڑی اپنی جگہ سے
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

اپنی خودی سے انصاف کرنا: اپنی خودی کی تربیت اور ترقی کے مواقع فراہم کرنا ؏
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف
(دین تعلیم، ض ک، ۸۶)

اپنی دنیا آپ پیدا کر: اپنی زندگی کو خود ذاتی سوجھ بوجھ اور محنت و مشقت سے ترقی دے، دوسرے کا سہارا مت ڈھونڈ ؏
اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
(خضر راہ، ب د، ۲۵۹)

اپنی سمجھ: اپنی ذات کی معرفت، اس بات کی پہچان کہ مخلوقات میں خود سے بڑھ چڑھ کر اور حسین تر افراد بھی موجود ہیں ؏
آتی ہے اپنی سمجھ اور یہ مائل ہو کر
(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۵)

اپنی عظمت (ع) اپنی (= ہماری، مسلمانوں کی) + عظمت (= بزرگی): مسلمانانِ عالم کی شان و شوکت ؏
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

اپنی نظر سے: یعنی اپنی خودی میں ڈوب کر ؏
دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
(جدت، ض ک، ۱۲۲)

اپنی نظر سے پنہاں نہ ہونا: خود اپنے نفس کو پہچاننا (جس کے بعد خدائے تعالیٰ کی معرفت ہو جائے گی اور تجلیات نظر آ جائیں گی) ؏
کر تو پنہاں نہ ہو اپنی نظر سے
(تصویر و مصور، ا ح، ۱۸)

اپنے (ار): اپنا (رک) کی مغیرہ صورت): خود اس کے ؏
احساس دے دیا مجھے اپنے گداز کا
(شمع، ب د، ۴۵)

= ذاتی، میرا اپنا میرے ؏
آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۷)

اپنے آپ کو ڈھونڈنا: اپنے نفس کی معرفت حاصل کرنے کی جستجو کرنا (جس پر حسبِ ارشاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ خدا کی معرفت منحصر ہے) ؏
ڈھونڈتا پھرتا ہوں اے اقبال اپنے آپ کو
(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

اپنے آپ میں نہ رہنا: محویتِ عشق میں اپنی ہستی سے غافل ہو جانا ؏
وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں
(۳، ب ج، ۲۷)

اپنے بتوں کا زناری: یعنی اپنے بزرگوں کے نام کی پرستش کرنے والا ؏
کہ ہر قبیلہ ہے اپنے بتوں کا زناری
(محراب گل افغان، ۱۸، ض ک، ۱۸۱)

اپنے چمن سے (- ف ا): اس باغ سے جو میرا تھا اور میرے لیے تھا یعنی جنت (جو بنی آدم کے مورثِ اعلیٰ کی جائے پیدائش و سکونت تھی) ؏
کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

اپنے شعر سے: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ میں فطری شاعر ہوں اور چاہتا ہوں کہ فطرت نے مجھ سے جو کچھ کہلوایا ہے وہ ضائع نہ ہو اور قوم کے سینۂ پرسوز میں جگہ حاصل کرے یعنی لوگ اسے غور سے پڑھیں اور اس پر عمل پیرا ہوں

اپنے صحرا میں (- ع ار): اپنے (رک) + صحرا (رک) + میں (رک): مراد ہماری اجڑی ہوئی قوم میں ؏
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۴)

اپنے نخچیروں کے ہاتھوں: یعنی یہی آسمان اور یہی چاند تارے جنھیں خودی نے مسخر کیا ہے ان کا شکوہ کرتی رہتی ہے (کہ یہ افلاک ظالم ہیں وغیرہ وغیرہ) ؏
اپنے نخچیروں کے ہاتھوں داغ داغ
(پیر و مرید، ب ج، ۱۴۰)

اُتارنا (ار) : (کسی کپڑے وغیرہ کو) جسم سے جدا کرنا ع
قدرت نے اپنے زیور چاندی کے سب اتار ے
(بزم انجم، ب د، ۱۷۳)

اِتّحاد (ع) مذکر
: ایک ہونے کی صورت حال۔

اِتّحادِ وطن (ع ۔ ع) مذکر، اتحاد + وطن (رک) : جائے پیدائش یا جائے سکونت کا ایک ہونا (اس امر کی طرف اشارہ مقصود کہ ہم وطن ایک ہونے سے ایک قوم نہیں بنتے بلکہ عقیدۂ توحید ایک ہونے سے ہماری قومیت ایک ہوتی ہے) ع
بنا ہمارے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے
(غزلیات، ب د، ۱۳۶)

اِترانا (ار) : فخر و ناز کرنا، غرور یا گھمنڈ کرنا ع
ذرا سے قد پہ تجھے چاہیے نہ اترانا
(پہاڑ، ب ا، ۵۶)

اُترنا (ار)
: بلندی سے نیچے آنا ع
غم فنا ہے تجھے گنبد فلک سے اتر
(اختر صبح، ب د، ۱۱۵)
: منعکس ہونا کسی چمکدار چیز میں کسی شے کا عکس دکھائی دینا ع
جا اتر سکتی نہیں آئینہ تحریر میں
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵)
: آنا ع
اتر کر جہانِ مکافات میں
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۶)

اُترے صدقے : کتاب میں اس طرح چھپا ہوا ہے، دراصل اس طرح ہے ۔ اُتر لیے صدقے : تیرے صدقے ہو جاؤں ع
اُتر لیے صدقے اسے خیال پدر
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۸)

اِتّفاق (ع) مذکر : موافقت ہونا، ایک کا دوسرے کے ہمخیال ہونا ع
خدا کرے کہ اسے اتفاق ہو مجھ سے
(سرود حرام، ض ک، ۱۲۶)

اِتمام (ع) مذکر : تمام کرنے کی صورت حال، مکمل کرنے کی کیفیت ع
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے
(جواب شکوہ، ب ا، ۲۶۰)
: کامل ہونے کی کیفیت، تکملہ، تکمیل، مکمل ہو جانے کی صورت حال ع
زندگی زندہ اسی نور کے اتمام سے ہے
(جواب شکوہ، ب ا، ۲۶۷)

اِتنا (ار) : صرف اس قدر ع
مجھے اتنا بتا دیں میں کہاں ہوں
(رباعیات، ب ج، ۸۱)

اِتنی سی (ار) : اس قدر معمولی اور چھوٹی ع
اتنی سی بات کے لیے محشر میں جائیں ہم
(ب ا، ۳۹۷)

اِتنے میں (ار) : اسی دوران، اس اثنا میں، اتنی دیر میں ع
اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا
(صدیق رض، ب د، ۲۲۴)

اَٹکنا : ۔ (ار)
: چلتے چلتے رک جانا (آدمی کا یا کام کا یا کسی شے کا)، کسی چیز میں الجھ کر ٹھہر جانا ع
اٹک بن کر مرِ منزل گاں سے اٹک جاؤں گا
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)
: فریفتگی سے الجھنا ع
دل بلبل کی طرح گل سے اٹک جاتا ہے
(ابر کوہسار، ب ا، ۲۸۳)
: راستے میں جو حائل ہو اس سے الجھنا اور پھر چلنے لگنا ع
اٹکتی لچکتی سرکتی ہوئی
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۴)

اُٹھ (ار) : میرے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے تیار ہو ع
اٹھ کہ ظلمت ہوئی پیدا افق خاور پر
(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۴۲)

اُٹھ گیا بزم سے میں : میں نے ہستی کو چھوڑ کر نیستی کو پسند کر لیا۔

: وجودِ ظاہری کو فنا کر کے وجودِ حقیقی کی منزل اختیار کر لی ع
اُٹھ گیا بزم سے مَیں پردۂ محفل ہو کر
(فریادِ اُمّت، ب ا، ۱۴۰)

اُٹھا دُوں گا نقابِ عارضی : اس مصرع میں "عارضی" غلط ہے اس کی جگہ "عارض" پڑھیے ع
اٹھا دُوں گا نقابِ عارضِ محبوبِ یک رنگی
(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۶)

اُٹھانا : (ار)
: دفع کرنا، دُور کرنا، باقی رکھنا، چک وغیرہ کو اُوپر سرکانا تاکہ جو چھپا ہوا ہے وہ نظر آ جائے ع
آ غیریت کے پردے اک بار پھر اُٹھا دیں
(نیا شوالا، ب د، ۸۸)
: منتقل کرانا، ایک جگہ کی سکونت چھڑا کر دُوسری جگہ لا کے بسانا ع
حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
(بلالؓ، ب د، ۸۰)
: اپنے سر پر رکھ لینا۔ ذمّہ داری اپنے سر لینا ع
بار جو مجھ سے نہ اٹھا وہ اٹھایا تو نے
(انسان اور بزمِ قدرت، ب، ۵۹)
: رکھی ہوئی چیز کو ہاتھ میں لے لینا ع
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)
: سہارا دینا ع
گرے ہوؤں کو اٹھانا کمال احساں ہے
(ب ا، ۵۳۴)

اُٹھایا ذوقِ تپش : ان الفاظ سے جو غزل شروع ہوتی ہے اس کے دو شعر باقیات میں اور تیرہ شعر بانگِ درا میں درج ہیں۔
(ب ا، ۴۵۰- ب د، ۱۳۶)

اُٹھنا : (ار)
: افق سے آسمان پر بلند ہونا، فضا میں نیچے سے اُوپر چڑھنا ع
اٹھی اوّل اوّل گھٹا کالی کالی
(عشق اور موت، ب د، ۵۱)
: کُوچ کرنا، دنیا سے گزر جانا، یا جگہ چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا جانا ع
انجمن سے وہ پرانے شعلہ آشام اٹھ گئے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۵)
: ہٹنا، دُور ہونا ع
مہرِ روشن چھپ گیا اٹھی نقابِ رُوئے شام
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۴۸)
: جاگنا، نیند سے بیدار ہو کر بستر سے ہٹنا ع
سو جائے کوئی ان پہ تو پھر اٹھ نہیں سکتا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)
: یکایک برپا ہونا ع
زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اٹھے گا گفتگو کا
(غزلیات، ب د، ۱۳۶)
: غفلت چھوڑ کر سرگرمِ عمل ہونا ع
مسلمِ خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو
(نویدِ صبح، ب د، ۲۱۱)
: ابھرنا، ع
دلوں میں ولولے آفاق گیری کے نہیں اٹھتے
(۳۶، ب ج، ۵۸)
: پیدا ہونا ع
اس خاک سے اٹھے ہیں وہ غواصِ معانی
(شعاعِ امید، ض ک، ۱۰۹)
: ملنا، حاصل ہونا ع
محبّت میں دلِ مضطر بھی کچھ لطف اٹھاتا ہے
(ب ا، ۳۹۵)
: دُوسرے فعل کے بعد میں استعمال ہونے پر یکایک اس فعل کا وقوع میں آنا ظاہر کرنے کے لیے جیسے چمک اٹھا (رک) ع
چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا
(بلالؓ، ب د، ۸۰)
: کان میں آنا ع
اشک کے قافلے کو بانگِ درا اٹھتی ہے
(نوائے غم، ب د، ۱۲۵)

اِثباتِ نفیٔ غیر ہیں (ع ع ف ع ا ر) مذکر، اِثبات (= ہونے کا اقرار) + نفی (= انکار) + اضافت + غیر (: غیر اللہ، اللہ کے سوا کوئی اور) + ہیں (رک) : غیر اللہ کے انکار میں اللہ کے وجود کا اقرار، اس امر کی جانب اشارہ مقصود ہے کہ کلمۂ طیبہ میں لا (جسے لا ئے نفی کہتے ہیں) نہیں اور انکار، کے معنی میں ہے جس سے غیر اللہ کی نفی ہو جاتی ہے اور الا اللہ (خدا کے سوا) سے خدا کے وجود کا اقرار ہو جاتا ہے ؏

چھپ کے ہے بیٹھا ہوا اثباتِ نفیٔ غیر ہیں
لا کے دریا میں نہاں موتی ہیں الا اللہ کے

(برگ گل، ب ا، ۱۷۱)

اَثَر (ع) مذکر، نتیجہ، انجام ؏

ہے ایسا عقیدہ اثرِ فلسفہ دانی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

: نشان، علامت، کیفیت ؏

آنکھ سے اڑتا ہے یکدم خواب کی مے کا اثر

(آفتاب صبح، ب د، ۴۸)

: تاثیر، وہ حالت جو غم یا خوشی یا کسی اور کیفیت کے احساس سے پیدا ہو ؏

اشک بن کر مری آنکھوں سے ٹپک جائے اثر

(آفتاب صبح، ب د، ۴۹)

اثرِ غضب کا دُعا ہے قدح الخ : ان الفاظ سے باقیات میں غزل کے جو پانچ شعر درج ہیں اسی غزل کے ۹ شعر بانگِ درا میں شائع ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ کل ملا کر چودہ شعر کی غزل ہے

(ب ا، ۴۴۳ - بانگِ درا ۱۰۶)

اُجاڑ (ار) صفت : ویران، تباہ و برباد ؏

اجاڑ ہو گئے عہدِ کہن کے تے خانے

(عید پر شعر لکھنے الخ، ب د، ۲۱۴)

اُجاڑنا (ار) : برباد کرنا، تباہ کرنا، تنزل میں ڈالنا ؏

اجاڑا ہے تمیزِ ملت و آئیں نے قوموں کو

(تصویرِ درد، ب د، ۷۶)

اِجازت (ع) مونث : کسی کام کے کرنے کی رخصت یا منظوری ؏

اک بات اگر مجھ کو اجازت ہو تو پوچھوں

(لینن، ب ج، ۱۰۶)

اُجالا (ار) مذکر

: روشنی ؏

پر تو مہر کے دم سے ہے اجالا تیرا

(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۴)

: علم و عمل و تہذیب وغیرہ کا رواج، جہالت کا خاتمہ ؏

ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہو جائے

(بچے کی دعا، ب د، ۳۲)

اِجتِہاد (ع) مذکر: معلوم باتوں کو خزانۂ دماغ میں ترتیب دے کر نتیجے میں ایک نامعلوم بات اخذ کرنے کا عمل

(اجتہاد، ض ک، ۲۲)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اشاروں اشاروں میں یہ کہا ہے کہ مسلمانوں میں اجتہاد کا دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے قرآن پاک اور شریعت کے مطالب مسخ ہوتے چلے جاتے ہیں اس لیے اجتہاد نہایت ضروری ہے۔

(ض ک، ۲۲)

اَجداد (ع) مذکر، جد (= دادا) کی جمع مراد باپ دادا ؏

گھر مرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہوا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۹)

اُجرت (ع) مونث : مزدوری ؏

یہ اجرت ہے کتاب عشق کے شیرازہ بندوں کی

(ب ا، ۵۸۱)

اُجڑنا (ار) : برباد ہونا، رونق اور شان و شوکت ختم ہو جانا

اجڑی ہوئی دلّی (ار ار ار) شہر دہلی جو مدتوں شاہانِ مغلیہ کے دور میں علم و ادب و شعر و سخن کا مرکز رہنے کے بعد غدر سے بالکل برباد ہو چکا ہے اور جس میں وہ حکومت اور اس کے دربار کے ادیب و شاعر باقی نہیں رہے ؏

آہ تو اجڑی ہوئی دلّی میں آرامیدہ ہے

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

اجزا (ع) مذکر

: جزو (: حصہ) کی جمع : وہ سب چیزیں جن سے کوئی چیز مرکب ہوتی ہے، نسخے کے مفردات ؏

پھرا یا فکر اجزا نے اسے میدانِ امکاں میں

(محبت، ب د، ۱۱۱)

عله امام اعظم، امام مالک، امام شافعی اور امام حنبل کے بعد مسلمانوں (بجز فرقۂ جعفری کے سوا) مسائل شرعیہ میں اجتہاد کرنے کا سلسلہ تقریباً ۷۰۰ سو برس سے بند اور مسدود ہے

: مراد مظاہر قدرت، مخلوقات جو وجود باری کے مظہر ہیں ص ع

جستجو کل کی لیے پھرتی ہے اجزا میں مجھے
(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

اَجَل (ع) مونث : مقررہ وقت، موت ص ع

اجل ہوں مرا کام ہے آشکار
(عشق اور موت، ب، ۵۸)

اَجل کی شام (- ارف) : موت کو شام سے تشبیہ دی ہے ص ع

آ دبایا مہر ایراں کو اجل کی شام نے
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۲)

اجنبیت (ع) مونث : نامانوس ہونے کی کیفیت، غیریت، بیگانہ پن ص ع

اجنبیت سی مگر تیری شناسائی میں ہے
(رخصت اے بزم جہاں، ب، ۴۲)

اُچکنا (ار) : جست کرنا، کودنا، پھلانگنا ص ع

وہ جوئے کہستاں اچکتی ہوئی
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

اَچھّا (ار) صفت، مذکر.

: پسندیدہ، خوب ص ع

سچ یہ ہے کہ دل توڑنا اچھا نہیں ہوتا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب، ۳۰)

: مناسب، زیبا ص ع

بولی آیا گلہ نہیں اچھا
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۴)

: بہتر ص ع

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
(ترانۂ ہندی، ب د، ۸۳)

: قرین عقل ص ع

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
(غزلیات، ب د، ۱۰۸)

اُچھالنا (ار) : کسی چیز کو اوپر پھینکنا ص ع

وہ اچھالی پردۂ قدرت نے گیند اک نور کی
(ہمالہ، ب ا، ۵، ۲)

اُچھلنا (ار)

: جست لگانا، اپنی جگہ سے اچک کر دوسری جگہ پہنچ جانا، چھلانگ مارنا ص ع

پاس آئی تو مکڑے نے اچھل کر اسے پکڑا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

: بغیر ارادہ دفعتہً اپنی جگہ سے اوپر کو حرکت کرنا، کودنا ص ع

میں اچھلتی ہوں کبھی جذب مہ کامل سے
(موج دریا، ب د، ۶۲)

: ایک موقف سے ہٹ کر دوسرے وسیع تر موقف پر آجانا، مراد خود کو محدود کرنے کا تصور چھوڑ کے اپنے وسیع تر ہونے کا تصور کرنا ص ع

تو اُسے شرمندۂ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا
(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۳)

: تیزی سے تڑپ کر نکلنا ص ع

اچھلتی، پھسلتی، سنبھلتی ہوئی
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

ابھر کر اوپر آنا چھپی ہوئی پستی سے بلندی کی طرف نمودار ہونا ص ع

دیکھیے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۱۰۰)

اَچھُوت (ار) صفت : جس کو چھونا کوئی گوارا نہ کرے (کوے اور چمگادڑ کو اچھوت سے تعبیر کرنا حقیقت سے قریب تر ہے) ص ع

لیکن اُسے شہباز یہ مرغان صحرا کے اچھوت
(محراب گل، ۸، ض ک، ۱۷۰)

اچھّی : اچھا (رک) کی تانیث ص ع

اچھی ہے گائے رکھتی ہے کیا نوکدار سینگ
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

اچھی کہی (ار) : یہ بات ٹھیک نہیں کہی ص ع

اچھی کہی شکایت جور و جفا کی بھی
(ب ا، ۳۹۷)

اَچھے ہیں (ار) : خیریت سے ہیں، طبیعت ٹھیک ہے، بنسی پڑتی ہے ورلیسی چھیل رہے ہیں ص ع

گائے بولی کہ خیر اچھے ہیں

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۴۲)

اُحبّا (ع) مذکر، (واحد حبیب)، دوست ع

میں نے بھی سنی اپنے احبا کی زبانی

(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

اَحباب (ع) مذکر، رک احبا ع

احباب سے کھٹکا ہو نہ اعداسے حذر ہو

(ایک وید کے منتر کا ترجمہ، ب ا، ۲۲۱)

اِحتراز (ع) مذکر: پرہیز کرنے یا بچا بچا رہنے کی صورتِ حال ع

خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے

(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

اِحترام (ع) مذکر، حرمت، عزت، مرتبہ ع

تری بے شان بڑا احترام ہے تیرا

(التجائے مسافر، ب د، ۶۲)

احتساب (ع) مذکر: اعمال کا محاسبہ کرنے کا عمل

احتسابِ خویش: خود اپنے نفس سے باز پرس۔ اس سرخی کے تحت باقیات میں فارسی کے چند شعر ہیں جو مرتب اقبال نامہ کو اقبال کے ایک پوسٹر میں ملے تھے۔ مشکل لفظ اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، ۲۵۰)

اِحتسابِ کائنات: پوری کائنات سے اس کے اعمال کی باز پرس کرنا، تبلیغ کر کے اس بات کی دیکھ بھال کرتے رہنا کہ کون احکامِ الٰہی کی تعمیل کرتا ہے اور کون نہیں۔ یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ع

ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات

(ابلیس، ۱۴، ا ح، ۱۴)

اِحتیاط (ع) مونث: دور اندیشی، ہوشیاری سے کام کرنے کی صورتِ حال کہ کسی کو نکتہ چینی کا موقع نہ ملے ع

اپنی یہ احتیاط کہ بوسے پہ اکتفا

(ب ا، ۴۶۰)

اَحرار (ع) صفت، حُر (= آزاد) کی جمع۔

احرارِ ملت: مسلمان جو کہ خدا کے احکام کی روشنی میں دکفر کی لگائی ہوئی پابندی یعنی ذات پات اور نسل و قبیلہ کی قید سے) آزاد تھے، مراد مسلمان ع

ہوئے احرارِ ملت جادہ پیما کس تجمل سے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

اِحرام (ع) مذکر: بے سلی چادر اور لُنگ جسے حاجی حج میں باندھتے اور اوڑھتے ہیں اور اس عمل سے حج کا ارادہ ظاہر ہوتا ہے

اِحرامِ حیات باندھنا (ع ا ر) احرام + حیات (رک) + باندھنا (رک)، اپنے عمل سے زندگی کا ارادہ ظاہر کرنا، زندگی کے کام پر کمربستہ ہونا ع

باندھتے ہیں پھول بھی گلشن میں احرامِ حیات

(نویدِ صبح، ب د، ۲۱۱)

اِحرامی (ع ف) صفت، احرام (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): حاجیوں کے احرام کے ع

کہ چاک چاک ہوئے جامہ ہائے احرامی

(۵۴، ب ج، ۷۳)

اِحساس (ع) مذکر

، حواسِ خمسہ سے کچھ معلوم کرنے کی صلاحیت، محسوس کرنے کی طاقت ع

احساس دے دیا مجھے اپنے گداز کا

(شمع، ب د، ۴۵)

محسوس کرنے کا عمل ع

خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں

(شکوہ، ب د، ۱۲۶)

، جاننا اور جاننے کی طرف توجہ یا جاننے کی کوشش ع

اپنے نقصان کا احساس نہیں ہے اس کو

(رات اور شاعر، ب د، ۱۳۴)

اِحساسِ زیاں (ع ف) مذکر، احساس + اضافت + زیاں (رک): جو کچھ نقصان ہو رہا ہے اس کا احساس، مراد دورِ حاضر کی تہذیب اور غیر اسلامی نظام کے نفاذ کی خرابیوں کو سمجھنے کی صلاحیت ع

دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے

(امامت، ض ک، ۲۰)

اِحسان (ع) مذکر، لائقِ شکر گزاری بھلائی یا نیکی ع

ہم پہ احسان ہے بڑا اس کا

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۴۴)

اِحسان نہ ہوگا تو یہ احساں ہوگا (مجھ پر) کوئی احسان نہ کرے گا تو میں اس کا بڑا ممنون اور احسان مند ہوں گا ع
مجھ پہ احسان نہ ہوگا تو یہ احساں ہوگا
(ب ا، ۳۸۸)

اَحکام (ع) مذکر: (حکم کی جمع) فرمان، وہ قول جس میں عمل کرنے کی ہدایت ہو ع
پابندی احکام شریعت میں ہے کیسا
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

اَحکامِ اِلٰہی: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ مردِ مومن اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہوتا ہے اور تقدیر کے پابند جمادات و نباتات ہوتے ہیں (ض ک، ۶۴)

احمد (ع) مذکر: آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسم گرامی

اَحمدِ بے میم: بغیر میم کے احمد یعنی اَحد بمعنی یکتا و یگانہ (یعنی خدائے تعالیٰ) ع
جو: سمجھا احمد بے میم کے اسرار کو
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۳)

اَحمدِ مختار (ع ف ع) مذکر۔ احمد + اضافت + مختار (= جو کارخانۂ قدرت کے مالک و مختار ہیں) ع
جس طرح احمد مختار ہیں نبیوں میں امام
(جواب شکوہ، ب ا، ۲۰۰)

اَحمدِ مُرسَل (ع ف ع) مذکر، احمد + اضافت + مُرسل (= جنھیں پیغمبر بنا کر بھیجا گیا): رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ع
امت احمد مرسل بھی وہی تو بھی وہی
(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

اَحمد و محمود: احمد سے سر سید احمد اور محمود سے جسٹس محمود مراد ہیں جن کے (علی الترتیب) پوتے اور بیٹے کی وفات پر علامہ نے یہ مرثیہ کہا ہے جس میں یہ دونوں لفظ آئے ہیں ع
وہ یادگار کمالات احمد و محمود
(مسعود مرحوم، ا ح، ۲۴۰)

اَحمدی (ع ف) صفت، احمد (حضرت محمد مصطفیٰ صلعم) + ی (لاحقہ نسبت): آں حضرت صلعم کی یا آن سے تعلق رکھنے والی (کوئی بھی چیز) ع
احمدی غیرت زمانے کو دکھانا چاہیے
(نالۂ یتیم، ب ا، ۵۰)

اَحمر (ع) مذکر: سرخ و سفید رنگ کا شخص، یورپ وغیرہ کا باشندہ ع
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط
(بلالؓ، ب د، ۲۲۱)

• (صفت) سرخ، لال بھبھوکا ع
ہاتھ میں لے کر چراغ لالۂ احمر زمیں
(دربار بہاولپور، ب ا، ۱۸۷)

اَحوال (ع) مذکر
: حالات، کیفیات
(رک احوالِ محبت)
رک حال (تصوف) جس کی یہ جمع ہے ع
احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ
(حال و مقام، ب ج، ۱۵۶)

احوالِ محبت (ع - ع) مذکر: عشق کے آغاز سے لے کر انجام تک دل پر گزرنے والی کیفیتیں ع
احوال محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا
(۲۹، ب ج، ۱۵۲)

اِحیا (ع) مذکر: زندہ کرنے کا عمل مراد زندگی دینے کے کام ع
نام محی الدین ہے کرتے ہیں وہ احیائے دیں
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۱)
(نوٹ) لطف یہ ہے کہ محی الدین کے معنی بھی دین کو زندہ کرنے والے کے ہیں۔

اَخبار (ع) مذکر: خبر (رک) کی جمع، خبروں پر مشتمل پرچہ جو حکومت وقت سے باقاعدہ ڈکلریشن لے کر روزانہ یا ہفتہ وار شائع ہوتا ہے ع
اخبار میں یہ لکھتا ہے لندن کا پادری
(ب ا، ۲۵۹)

اِختِتام (ع) مذکر، خاتمہ، آخری حد ؏
موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
(ہمایوں، ب د، ۲۵۴)

اَختَر (ف) مذکر
= ستارہ ؏
میری قدرت میں جو ہوتا تو نہ اختر بنتا
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۵)

= طالع، قسمت
ضو سے اس خورشید کی اختر مرا تابندہ ہے
(وصال، ب د، ۱۲۰)

اَختَر جَلنا (۔ ار) رک: تقدیر کا اختر جلنا۔

اَختَر خیز (۔ ف) صفت، اختر + خیز (رک): ستارے اٹھانے یا پیدا کرنے والا ؏
انتہائے نور سے ہر ذرہ اختر خیز ہے
(دربار بہاولپور، ب ا، ۱۸۳)

اَخترِ سَحَر (۔ ع) مذکر: وہ ستارہ جو طلوعِ آفتاب سے پہلے افقِ مشرق پر نمودار ہوتا ہے ؏
فلک پہ عام ہوئی اخترِ سحر نے سنی
(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۱۴)

اَختَر سوختہ (۔ ف) مذکر، اختر + اضافت + سوختہ، مصدر سوختن (= جلنا) سے حالیہ تمام: جلی ہوئی قسمت (انتہائی بدقسمتی کے لیے مستعمل)، ؏
اختر سوختۂ قیس ہے اختر اپنا
(فریادِ امت، ب ا، ۱۵۷)

اخترِ صبح: بانگِ درا ... کی ایک نظم کا عنوان ہے جو ... سے ستارہ صبح ... کے ردیے کا ذکر کرتے ہوئے شروع کی ہے۔ ستارہ صبح ایک خاص ستارہ ہے جو صبح صادق کے وقت طلوع ہوتا ہے اور چونکہ بہت روشن ہوتا ہے اس لیے اس کی روشنی کو نگاہ سے تعبیر کیا ہے۔ آفتاب طلوع ہونے پر اس کی روشنی آفتاب کی روشنی میں گم ہو جاتی ہے بنابریں اس کی روشنی بہت مختصر ہوتی ہے۔ پوری نظم کا ماحصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پائدار زندگی چاہے تو اسے چاہیے کہ محبت کی راہ اختیار کرے۔

اِختِلاط (ع) مذکر: باہم ملنے کا عمل، میل جول ؏
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط
(بلال ؓ، ب د، ۲۴۱)

اِختِلاطِ مَوجہ و ساحل (۔ ع ف ع) اختلاط + اضافت + موجہ (= موج، لہر) + و (کلمۂ عطف) + ساحل (= کنارہ): کنارے سے موج کے ملنے کی کیفیت جس میں تصادم کی صورت ہوتی ہے ؏
اختلاطِ موجہ و ساحل سے گھبراتا ہوں میں
(صدائے درد، ب د، ۴۲)

اِختِلاف (ع) مذکر: فرق، لفظوں کا فرق ؏
یہ اختلاف پھر کیوں ہنگاموں کا محل ہے
(جگنو، ب د، ۸۵)

اَخگَر (ف) مذکر: چنگاری، شرارہ ؏
بجھائے خواب کے پانی نے اخگر آنکھوں کے
(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

اَخگر قبا پوش اپنی خاکستر میں ہے: یعنی خاکستر اور چنگاری دو چیزیں نہیں بلکہ خاکستر چنگاری ہی کی ایک شکل ہے جس میں چنگاری کا وجود چھپا ہوا ہوتا ہے ؏
جس طرح اخگر قبا پوش اپنی خاکستر میں ہے
(جان و تن، عن ک، ۵۵)

اِخلاص (ع) مذکر: خلوص، دل کی سچائی ؏۔
ہو نہ اخلاص تو دعوائے نظر لاف و گزاف
(دین و تعلیم، عن ک، ۸۶)

اِخلاصِ عَمل (۔ ع) مذکر، اخلاص + اضافت + عمل (رک): ہر عمل خالصۃً لوجہ اللہ ہونے اور اغراض ذاتی سے بالاتر ہونے کی صورت ؏
اخلاصِ عمل مانگ نیاگان کہن سے
(بڈھے بلوچ کی نصیحت، ا ح، ۱۹۰)

اَخلاق (ع) مذکر: عادتیں، بیشتر اچھی عادتوں کے معنی میں مستعمل ہے۔
(رک حسن اخلاق)

اِخوان (ع) مذکر: اخ (جو دراصل اخو = بھائی تھا) کی جمع: بھائی بند ہم مذہب اصحاب، مسلمین و مومنین ؏

عشق اخواں کا اثر دنیا کو دکھلائے کوئی

(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۲۵)

اُخوّت (ع) مونث : بھائی چارہ ، بھائی ہونے کی صورتِ حال ، دوستی ، اتحاد ؎

جس کے پھولوں میں اخوت کی ہوا آئی نہیں

(صدائے درد ، ب د ، ۴۲)

اَدا (ف) مونث

: ناز و انداز معشوقانہ ، حسن اور اس کی دلکشی ؎

سیماب وار رکھتی ہے تیری ادا اُسے

(شمع و پروانہ ، ب د ، ۴۰)

: ڈھنگ ، طور طریقہ ؎

عشق کی خیر وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی

(شکوہ ، ب د ، ۱۲۸)

: اندازِ انکسار ؎

پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے مَا عَرَفْنا پر

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۵)

اَداشناس (- ف) ادا (: حسن مراداً حسن باطن) + شناس مصدر شناسیدن (= پہچاننا) سے فعل امر ، حضور کی باطنی خوبیوں کو پہچاننے والی ؎

نظر تھی صورتِ سلمانؓ اداشناس تری

(بلالؓ ، ب د ، ۸۰)

اَدافہم (- ف) صفت : حقیقت کو پہچاننے والی ؎

کہنے لگا مرّیخ ادافہم ہے تقدیر

(اذان ، ب ج ، ۱۴۵)

ادا ہونا (- ار) : وقت اور ضرورت کے مطابق پورا ہونا ؎

جہاں کا فرض قدیم ہے تُو ادا مثالِ نماز ہو جا

(پیامِ عشق ، ب د ، ۱۳۰)

اَدائے کافرانہ (- ف ع ف) مونث ، ادا + ے (علامت اضافت) + رک کافر + انہ (لاحقۂ نسبت) حسن کی دلکشی مراد تعلیم کے اثر سے پیدا شدہ حسن معنوی ؎

نہ ادائے کافرانہ نہ تراش آزرانہ

(۱۱ ، ب ج ، ۱۵)

اَدائے محبوبی (- ف ع ف) مونث ، ادا + ے (علامت اضافت) + محبوب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : پسندیدگی کا انداز ، محبوب ہونے کی کوئی کشش ؎

مری نوا میں نہیں ہے ادائے محبوبی

(۱۵ ، ب ج ، ۳۸)

اُداس (ار) : اُداسی (رک) کی صفت ؎

بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا

(ہمدردی ، ب د ، ۳۵)

اُداسی (ار) مونث : افسردگی ، بے رونقی ، اضمحلال ، غمگینی کی کیفیت ؎

ہے نہاں تیری اداسی میں دلِ ویراں مرا

(گلِ پژمردہ ، ب د ، ۵۱)

اَدانی (ع) صفت : (ادنیٰ کی جمع) چھوٹے یا کم مرتبہ لوگ ؎

کرتے تھے ادب ان کا اعالی و ادانی

(زہد اور رندی ، ب د ، ۹۰)

اَدَب (ع) مذکر

: حفظِ مراتب ، تعظیم و تکریم ؎

کرتے تھے ادب ان کا اعالی و ادانی

(زہد اور رندی ، ب د ، ۹۱)

: تہذیب کو ملحوظ رکھنے کا عمل ؎

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۵)

: علم زبان (جس میں نثر و نظم کے محاسن وغیرہ کے اصول شامل ہیں) رک . ادبیات .

اَدَب گہِ محبت (- ف ع) مونث ، ادب (رک) + گہ (گاہ (رک) کی تخفیف) + محبت (رک) : عشق کے آداب سیکھنے کی منزل یعنی ابتدائے عشق ؎

وہ ادب گہِ محبت وہ نگہ کا تازیانہ

(۱۱ ، ب ج ، ۱۵)

اَدبیات (ع ع ع) مذکر ، ادب (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) + ات (لاحقۂ جمع) : علم و ادب سے تعلق رکھنے والی تمام باتیں

(ادبیات ، فنون لطیفہ ، ض ک ، ۹۹)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں

انھوں نے کہا ہے کہ ہمارے ادیبوں کو چاہیے کہ ادب میں
نئی راہیں تلاش کریں اور بے سوز تغزل سے دست بردار
ہوں
(ص ک، ۱۰۳)

اِدراک (ع)، مذکر: عقل، علم، شعور ع
اُسے کہ نظمِ دہر کا ادراک ہے حاصل تجھے
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)
: وہ قوت یا جوہر جس کی نُورانیت کی روشنی میں انسان دنیا ئے
کائنات سے مختلف باتوں کا حسبِ ضرورت علم حاصل کرتا
ہے یہ قوت خودی کے ترقی پانے پر توفیقِ الٰہی سے حاصل
ہوتی ہے (رک جوہرِ ادراک)

اِدراک کی خامی (۔ ارت)، مونث، ادراک + کی (رک)
+ خامی (رک)
: عقل کے ناقص ہونے کی کیفیت (عقل جب عشق (عاشقی میں
جان پر کھیلنے سے رُکتی ہے اسے عقل کی خامی سے تعبیر کیا
ہے) ع
دُور ہو جاتی ہے ادراک کی خامی جس سے
(جلوۂ حسن، ب د، ۱۲۷)

اُدرِنہ: رک محاصرۂ ادرنہ
(ب د، ۲۱۶)

اِدّعا (ع) مذکر: دعویٰ ع
ادعا سے حبِ دیں ہے آپ کو اس دعظ پر
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۴)

اِدغام (ع) مذکر، ایک جنس کے دو حرفوں کو آپس میں ملا دینے
کا عمل ع
دالِ دل کو اپنے دالِ دین سے ادغام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۰)
(نوٹ) "اپنے" کی جگہ "اپنی" درست ہے۔

اَدنیٰ (ع) صفت: چھوٹے سے چھوٹا، معمولی (قب اداني جو
اس کی جمع ہے) ع
عشق کے ادنیٰ غلام صاحبِ تاج و نگیں
(علم و عشق، ص ک، ۱۲)

اُدھار (ا) مذکر، قرض ع
گرچہ کچھ پاس نہیں چارہ بھی کھاتے ہیں اُدھار
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

اِدھر (ا) ظرفِ مکان۔
: اس طرف، اس سمت، مراد اپنی یعنی ہندی باشندوں
کی طرف ع
گاڑھا اِدھر ہے زیبِ بدن اور زرہ اُدھر
(ب ا، ۴۶۵)

اِدھر اُدھر: آس پاس، اردگرد، چاروں طرف ع
جب شہر کر اِدھر اُدھر دیکھا
(ایک گائے اور بکری، ب، ۳۲)

اِدھر نرگس کو گلشن میں الخ: ان الفاظ سے جو مصرع چھپا ہوا
ہے اس میں قافیے کی جگہ (چشم کے بعد) خالی ہے۔ اس جگہ
علامہ نے غالباً "حیراں" کہا ہوگا ع
ادھر نرگس کو گلشن میں غرورِ چشم حیراں تھا
(گل خزاں دیدہ، ب ا، ۵۱)

اِدھر ہاتھ لانا: (بے تکلفی میں) ہاتھ تو ملاؤ (ظفرمندی کامیابی
یا خوشی کی خبر سنانے کے موقع پر) ع
ہاتھ لانا اِدھر کہ عید ہے کل
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۸)

اُدھر (ا) ظرفِ مکان: اُس طرف، اُن کے پاس، وہاں،
مراد حکومت (برطانیہ) کے پاس (مثال کے لیے رک
اِدھر)

اَذان (ع) مونث
: وہ کلمات جو نماز کا وقت آنے پر مسجد میں ایک شخص
اکثر بلند مقام پر کھڑے ہو کے بہ آواز بلند کہتا ہے،
بانگِ نماز ع
لرز جاتا ہے آواز اذاں سے
(غزلیات، ب د، ۹۹)
مراد صبحِ ترقی کے آغاز کی علامت ع
اس کی سحر ہے تو کہ میں اس کی اذاں ہے تو کہ میں
(۴ ب ج، ۲۸)
تبلیغِ حق اور اعلانِ توحید ع

مجھے ہے حکم اذاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (لا الٰہ الا اللہ، ض ک، ۱۶۷)

: یہ بالِ جبریل میں علامہ کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے تمثیل کے طور پر پچھلے پہر سربسجود رہنے کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے جس سے عموماً مسلمان غافل ہیں اور پھر سحرخیزی کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اَذفر (ع) صفت : خالص اور تیز خوشبو کا (عموماً نافہ یا مشک کی صفت میں مستعمل) ع

صورت بوئے نافۂ اذفر

(خدا حافظ، ب ا، ۵۳)

اِرادت (ع) مؤنث : عقیدت مندی، پُرخلوص اعتقاد ع

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

اَرباب (ع) مذکر : رَب (= والا، صاحب) کی جمع (عموماً ترکیب میں مستعمل) ع

اَربابِ ریا (ع ع) صفت، ارباب + اضافت + ریا (= دکھاوا، ظاہرداری) : تصنع سے دکھاوے کے طور پر کام کرنے والے ع

تو بھی ہے شیوۂ اربابِ ریا میں کامل

(نصیحت، ب د، ۱۷۶)

اَربابِ سیاست (ع ع) صفت، ارباب + اضافت + سیاست (= ملکی انتظام) : ملک کے انتظام کا کوئی عہدہ حاصل کرنے کی جدوجہد اور اپنے منصب کو باقی رکھنے میں جائز ناجائز تدبیروں کا استعمال کرنے والے لوگ ع

جمہور کے ابلیس ہیں اربابِ سیاست

(ابلیس کی عرضداشت، ب ج، ۱۷۲)

: سیاسی لیڈر ع

ہے دلیری دستِ اربابِ سیاست کا عصا

(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۳)

اَربابِ نبوّت (ع ع) مذکر، ارباب + اضافت + نبوت (رک) : مسلم علماء ع

پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت

(ہندی مسلمان، ض ک، ۱۷۴)

اَربابِ نیاز (ع ف) مذکر، ارباب + اضافت + نیاز (ملاقات) : ملاقات یا زیارت کے خواہشمند ع

دیکھ تو مجمع اربابِ نیاز اے ساقی

(ب ا، ۵۹۲)

اَربابِ وفا (ع ع)، ارباب + اضافت + وفا (= عقیدت مندی) : نیازمند اور عقیدت رکھنے والے لوگ ع

اے خدا قصۂ اربابِ وفا بھی سن لے

(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

اِرتباط (ع) مذکر : باہمی ربط ع

ارتباطِ حرف و معنی اختلاطِ جان و تن

(جان و تن، ض ک، ۵۵۰)

اِرتجالاً (ع) متعلق فعل : بلا غور و فکر کے فوراً، فی البدیہہ ع

ارتجالاً ہم نے اے اقبال کہہ ڈالے یہ شعر

(اہلِ درد، ب ا، ۴۱۰)

اِرتقا[سہ] (ع) مذکر : بلندی پر چڑھنے اور ترقی کرنے کا عمل

(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ "ارتقا یا ترقی" دنیا کا ایک فطری قانون ہے لیکن یہ اسی کا نصیب ہے جو جہدِ مسلسل اور سعیِ پیہم کو اپنا شعار بنائے اس کے ثبوت میں اقبال نے کائنات کے فطری نظام کو پیش کیا ہے۔

(ب د، ۲۲۳)

اِرتکاب (ع) مذکر : (ناجائز کام) شروع کرنا، کرنا، عمل میں لانا ع

ارتکاب جرمِ الفت کے لیے بیتاب تھا

(وصال، ب د، ۱۲۰)

اَرجمند (ف) صفت : قدر و قیمت والی، ذی رتبہ ع

وہی نان ہے اس کے لیے ارجمند

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۸)

اَردشیری (ف ف) مؤنث : اردشیر (ایران کے مشہور ساسانی خاندان کے بانی بہمن بن اسفندیار کا نام) + ی (لاحقۂ نسبت) : مراد شاہی اور حکومت ع

کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری

(دین و سیاست، ب ج، ۱۱۸)

اُردو ہندی (ار) مؤنث : اُردو اور دیوناگری زبانیں (جن

عہ عربی میں ریاءؐ

سہ عربی میں ارتقاءؐ

کی بابت قبل تقسیم ہند برصغیر میں بڑا جھگڑا تھا۔ مسلمان کہتے تھے کہ یہاں کی زبان اردو ہے اور ہندو کہتے تھے کہ دیوناگری اس ملک کی زبان ہے۔ ع
یا بحث میں اردو ہندی ہے یا قربانی یا جھٹکا ہے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۰)

اَرزاں (ف) صفت: سستا، کم قیمت میں ملنے والا، جو عام طور سے بلا کوشش و کاوش مل سکے۔ ع
جنس نایاب محبت کو پھر ارزاں کر دے
(شکوہ، ب د، ۱۹۰)

اَرزانی (ف ف) مؤنث، ارزاں + ی (لاحقۂ کیفیت)
: بہتات۔ ع
کیا تجھ کو خوش آتی ہے آدم کی یہ ارزانی
(۱۵، ب ج، ۱۹)

اِرشاد (ع) مذکر: فرمودہ، حکم۔ ع
ارشاد ... ت میں وطن اور ہی کچھ ہے
(وطنیت، ب د، ۱۱۲)

اَرشد (ع) مذکر: ایک مشہور شاعر مرزا ارشد گورگانی۔ ع
ارشد دراقت سے ہوں اقبال میں خواہان دلو
(ب ا، ۲ ۵۷)

اَرض (ع) مؤنث: زمین۔
اَرضِ پاک: (ع ف) ارض + اضافت + پاک: حجاز کی سرزمین جہاں مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ (یعنی حرمین) واقع ہیں۔ ع
اے ارض پاک تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم
(ترانۂ ملی، ب د، ۵۹۰)

اَرضی (ع ف) صفت، ارض (: زمین) + ی (لاحقۂ نسبت)
: زمین کی (زمین ارضی الم، ب ج، ۱۳۲)

اَرغَواں (ف)، مذکر: ایک درخت کا نام جس کی ٹہنیاں باریک ہوتی ہیں اور بہار میں پھولوں سے سرخ ہو جاتا ہے اس جگہ سرخ رنگ مراد ہے۔ ع
حریف ... مے ارغواں ہو گیا
(ماتم پسر، ب ا، ۱۹۸)

اِرَم (ع) مذکر: خدائی کے مدعی شداد کی بنائی ہوئی جنت کا نام جس کا تختہ کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے عالم بالا میں اٹھا کر شامل جنت کر دیا اور شداد اس سے مستفیض نہ ہو سکا۔ اب عموماً بہشت کے معنی میں مستعمل ہے۔ ع
کیا بتاؤں تمھیں ارم کیا ہے
(سیر فلک، ب د، ۱۷۵)

اَرمغاں (ف)، مذکر: تحفہ، ہدیہ، قابل قدر گراں قیمت چیز (جس شعر میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے اس میں اقبال نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا ہے فَاِنِّی اُبَاہِی بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (: تاکہ میں قیامت کے دن دوسری امتوں کے مقابل تم پر (یعنی اپنی امت پر) فخر کروں) شاعر کی مراد یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم اپنے عزم و عمل سے اس ارمغاں کا مصداق بن جاؤ جسے آں حضرتؐ فخر کے ساتھ روز قیامت بارگاہ الٰہی میں پیش کریں گے۔ ع
نبوت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تم ہو
(طلوع اسلام، ب د، ۲۶۹)

اَرمَن (انگ) صفت: آرمینیا کا باشندہ، ایران و روم کے درمیان ایک ملک ہے۔ ع
کرتے ہیں ارمنوں پہ جو ترکان بد نہاد
(ب ا، ۴۰۹)

اَرِنی (ع ع ع)، اَرِ (: تو دکھا دے) + ن (وقایہ) + ی (ضمیر واحد متکلم)، : تو خود کو مجھے دکھا دے (یہ کلمہ جناب موسیٰؑ نے کوہ طور پر جلوۂ ایزدی کے دیکھنے کی تمنا ظاہر کرنے کے موقع پر کہا تھا) مراد تمنائے دیدار ایزدی کا تقاضا۔ ع
التجائے ارنی سرخی افسانۂ دل
(دل، ب د، ۶۱)

اَرِنی گوئے طُور (ع ف ف ع) مذکر، ارنی + گو (رک گوہ) + ے (علامت اضافت) + طور (رک) : کوہ طور پہ ارنی (رک) کی درخواست کرنے والا، حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ ع
ہنستا ہوں قصۂ ارنی گوئے طور پر
(ب ا، ۵۹۰)

اَرے (ار) کلمۂ ندا: رک اے (بے تکلفی یا انتباہ وغیرہ کے موقع پر مستعمل)۔ ع
ارے غافل جو مطلق تھا مقید کر دیا تو نے
(تصویر درد، ب د، ۷۳)

اُڑا بُلبُل کو الخ : یہ مصرع کتابت کی غلطی سے ناموزوں ہو گیا، یوں پڑھیے — بلبل کو اڑا یہ کہ کے جگنو
(جگنو، ب د، ۵۶۲)

اُڑا جانا (ار) اُڑا، مصدر اُڑنا (= تیزی سے جانا) سے حالیہ تمام + جانا (= چلنا، روانہ ہونا) : ہوا میں فراٹے بھرتے ہوئے چلا جانا ع
رمیل بے زنجیر کی صورت اڑا جاتا ہے ابر
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

اُڑانا (ار)
: کھانا، مزے سے لے کر نگلنا ع
آرام سے گھر بیٹھ کے مکھی کو اڑایا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)
: بڑے ذوق شوق سے چسک کے پینا ع
جام شراب کوہ کے خمکدے سے اڑاتی ہے
(شاعر، ب د، ۲۱۰)
: چھین لینا، غائب کر دینا، چرا لینا ع
اندھیرے میں اڑایا تاج زر شمع شبستاں کا
(پیام صبح، ب د، ۵۶)

اُڑائے پھرنا : جگہ جگہ لے جانا، دشت و در کی خاک چھنوانا ع
مجھ کو اڑائے پھرتی ہے خواہش کمال کی
(چاند، ب ا، ۲۶۷)

اُڑ بیٹھنا (ار) : کسی خواہش پر ڈھیٹ پن کے ساتھ اصرار کرنا ع
اڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

اُڑتے جانا (ار) : ختم ہوتے جانا، بیتنا، گزرنا ع
مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

اَڑنا (ار)
جمنا، پاؤں جا کر لوہے کی دیوار کی طرح جم جانا ع
ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)
: ضد کرنا، ہٹ کرنا، قائم رہنا، تبدیلی پر آمادہ نہ ہونا ع
آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا
(بزم انجم، ب د، ۱۶۴)

اُڑنا (ار) : پرندے کا پروں کو حرکت دے کر فضا میں بلند ہونا یا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ع
اڑتی ہوئی آئی ہو خدا جانے کہاں سے
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)
: بادل کا افق سے اٹھ کر تیزی کے ساتھ بلندی پر جانا ع
ہوا کے زور سے ابھرا بڑھا اڑا بادل
(ابر، ب د، ۹۱)
: مشہور ہونا، چرچے میں آنا ع
اس شہر میں جو بات ہو اڑ جاتی ہے سب میں
(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)
: رخصت ہونا، ختم ہو جانا ع
اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاک رہگزر
(خضر راہ، ب د، ۳۱۰)
: فضائے ارتقا میں پرواز کرنا ع
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا
(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۴)
: دور ہونا، جاتا رہنا ع
آنکھ سے اڑتا تھے یکدم خواب کی مے کا اثر
(آفتاب صبح، ب د، ۴۸)

اُڑنا : بھاگ جانا، فرار کرنا ع
کس طرح آیا کو لے کر اڑ گیا صاحب کا ٹک
(ب ا، ۴۶۱)

اُڑھانا (ار) : بدن پر اس کے چھپانے کے لیے ڈالنا ع
شال ماہ اڑھائی قبائے زر تجھ کو
(ستارہ، ب د، ۱۴۷)

اَز (ف) حرف ربط : سے ع
پالسی بھی تری پیچیدہ تر از زلف ایاز
(نصیحت، ب د، ۱۷۶)

اَز بہر (ف) کلمۂ سبب، از (ز) + بہر (= واسطے) : غرض سے، لیے ع
عرصۂ ہستی میں از بہر حصول مدعا
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۹)

از پئے (۔ف) : کے لیے ، کے واسطے ؎
ازپئے تقدیرِ عالم صورتِ اختر ہے تو
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۴)

از خمِ حکمت بروں کردم شرابِ ناب را
ہاں مبارک سرزمینِ خطۂ پنجاب را
: پنجاب کی سرزمین کو مبارک ہو کہ میں نے علم و حکمت کے سبو سے خالص شراب (لٹانے کے لیے) نکالی ہے
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۱)

از راہ (۔ف) از (= سے) + راہ (= طور، طریقہ) بطور، طور پر، غرض سے وغیرہ ؎
میں نے اقبال سے ازراہِ نصیحت یہ کہا
(نصیحت، ب د، ۱۷۲)

از روے سیاست (۔ف ع) متعلق فعل، از + رو (رک) + ے (علامت اضافت) + سیاست (رک) = ملکی انتظام میں تدبر کے نقطۂ نگاہ سے ؎
ہند میں آپ تو ازروے سیاست ہیں اہم
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

از شرابِ حبِّ ہمجنساں خود مستانہ باش
شعلۂ شمعِ وطن را صورتِ پروانہ باش
: تو بنی نوعِ انسان کی شرابِ محبت میں سرشار رہ اور وطن کے چراغ کی لو کا پروانہ بن جا۔
(سید کی لوحِ تربت، ب ا، ۱۳۱)

از غلامی فطرتِ آزاد را رسوا مکن
تا تراشی خواجۂ از برہمن کافر تری
: (اے مسلمان) تو اپنی فطرتِ آزاد کو (سوائے خدا) کسی کا غلام بن کر ذلیل نہ کر، اگر تو نے کسی کو آقا بنایا تو پھر تو برہمن سے بھی بدتر کافر ہو جائے گا۔
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۱)

از فرش تا بعرش : زمین سے لے کر عرشِ الٰہی تک ؎
ازفرش تا بعرش صدا مرحبا ہے آج
(معراج، ب ا، ۲۲۵)

از کجا ایں آتشِ عالم فروز اندوختی
کرمکِ بے مایہ را سوزِ کلیم آموختی
: (اے شمع) تو نے کہاں سے یہ دنیا کو روشن کرنے والی آگ جمع کی کہ (جس کے جلوؤں سے) ایک ناچیز کیڑے (یعنی پروانے) کو حضرت موسیٰؑ کا سا عشق سکھا دیا کہ جس طرح وہ تجلی دیکھنے کے اشتیاق میں اڑے رہے اسی طرح یہ بھی اپنے محبوب کے جلوے پر اڑا رہتا ہے)
(شمع اور شاعر، ب د، ۱۸۳)

از مہر تا بہ ذرہ الخ : شعر اتنا غلط چھپا ہوا ہے جس کے اصل الفاظ کی طرف ذہن رسائی نہیں کر سکا۔ ادنیٰ غلطی یہ ہے کہ اس میں قافیہ تک نہیں،
(ب ا، ۲۹۷)

از نفس در سینہ خوں گشتہ الخ : (نامرادی اور ناکامی کے باعث) میرے زخمی دل پر ہر سانس نشتر کی طرح لگتی تھی (اس عالم میں) اگرچہ میں (صبر سے) اف نہ کرتا تھا مگر دل میں قیامت کا ہنگامہ گوشہ گیر تھا
(وصال، ب د، ۱۲۰)

از ہر چہ بآئینہ نماید بہ پرہیز
: اس چیز سے جو آئینے میں دکھائی پرہیز کر (بلکہ حقیقت کو دیکھنے کی جد و جہد کر) ؎
(شعرِ عجم، ض ک، ۱۲۸)

ازبر (ف) صفت، جو منھ زبانی یاد ہو ؎
داستاں ناکامی انساں کی ہے ازبر اسے
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۴۹)

ازل (ع) صفت، خلقتِ زمین و آسمان سے پہلے کا وہ خیالی وقت جس کی ابتدا متعین نہیں کی جا سکتی، آغازِ خلقت سے پہلے کا ؎
چھپایا نورِ ازل زیرِ آستیں میں نے
(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۲)

اِس (ار) اسم اشارہ قریب "یہ" کی مغیرہ صورت ؎
یوں زبانِ برگ سے گویا ہے اس کی خامشی
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

اس پہ (ار) متعلق فعل: اس خوبی پر مستزاد، ان محاسن کے علاوہ ۔

پھر اس پہ قیامت ہے یہ اڑتے ہوئے گانا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

اس چمن میں (ف ار) مراداً ہندوستان میں ۔

اس چمن میں مرغِ دل گائے نہ آزادی کا گیت
(غزلیات، ب د، ۱۸۰)

اس طرح کی (ع ار) متعلق فعل: اس نوعیت کی، اتنی بلند اور قابلِ رشک ۔

دل میں کوئی اس طرح کی آرزو پیدا کروں
(غزلیات، ب د، ۹۹)

اس غضب کا، اتنا شدید، اس قدر سخت ۔

ستم اس غضب کا خزاں نے کیا
(ماتمِ پسر، ب ا، ۱۶۸)

اس قدر (ع) متعلق فعل: اتنا زیادہ ۔

مقام ہمسفروں سے ہو اس قدر آگے
(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

اس کی زمیں بے حدود: اس کا مشار الیہ وہ مسجد نہیں جس کا ذکر ہو رہا ہے بلکہ وہ حکومت مراد ہے جس نے یہ مسجد بنوائی: اس حکومت کا علاقہ جس نے یہ مسجد بنوائی لامحدود تھا ۔

اس کی زمیں بے حدود اس کا افق بے ثغور
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۶)

اس گھر کو ویراں کرکے چھوڑوں گا: یعنی موجودہ صورتِ حال کو بالکل نیست و نابود کرکے دم لوں گا ۔

وہ طوفاں ہوں کہ میں اس گھر کو ویران کرکے چھوڑوں گا
(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۶)

اس میں (ار) متعلق فعل، اس کام میں، ایسا کرنے میں، اس عمل میں، اس معاملے میں ۔

ٹھہرو جو مرے گھر میں تو ہے اس میں برا کیا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب، ۲۹)

اس میں کیا ہے: اس کی غلطی کیوں ہے، یہ کیوں گوارا نہیں ۔

لحد میں سوتے ہیں تیرے شیدا اثر حورِ جنت کا اس میں کیا ہے
(نعت، ب ا، ۴۰۰)

اس نقطے نے باطل ہو کر: نقطے سے مادیت مراد ہے جو حیات ظاہری کا مرکز ہے اور اس کے باطل ہونے سے وجودِ ظاہر کا ٹوٹنا اور ضائع ہونا مقصود ہے ۔

حق دکھایا مجھے اس نقطے نے باطل ہو کر
(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۶)

اُس (ار)

۱۔ اسم اشارۂ بعید ۔

اے ہمالہ داستاں اُس وقت کی کوئی سنا
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

۲۔ محبوبِ قدرت کی طرف اشارہ ۔

آنکھوں میں ہے سلیمیٰ تری کمال اس کا
(سلیمیٰ، ب د، ۱۲۱)

اُس امت سے: یعنی مسلمانوں سے ۔

ہے اگر مجھ کو کوئی خطرہ تو اُس امت سے ہے
(ابلیس، ا ح، ۱۲)

اُس ٹوٹے ہوئے گھر میں: یعنی اپنے ٹوٹے پھوٹے مکان میں ۔

ہوا اک بار داخل پھر وہ اس ٹوٹے ہوئے گھر میں
(مزدور کا خواب، ب ا، ۲۶۳)

اُس کو: (ار ار): اُس کا مرجع صنوبر ہے جو دوسرے مصرع میں مذکور ہے (بطور اضمار قبل الذکر) ۔

رفتار کی لذت کا احساس نہیں اس کو
فطرت ہی صنوبر کی محروم تمنا ہے
(انسان، ب د، ۱۷۹)

اُس کی رگ رگ سے: یعنی فلسفے کے ایک ایک مسئلے کی حقیقت سے ۔

اُس کی رگ رگ سے باخبر ہے
(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۹)

اُس یہودی کی شرارت: مراد کارل مارکس (ر ک) کا گمراہ کن مسلک ۔

ہے مگر کیا اس یہودی کی شرارت کا جواب
(ذہبیا مُشیر، اج، ۸)

اَساتِذہ (ع) مذکر، استاد (یا معلم، مدرس) کی جمع: تعلیم دینے والے
(اساتذہ، ض ک، ۸۴)
: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم ہے جس میں انھوں نے درسگاہوں کے استادوں کی ذہنیت پر تبصرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خود وقت کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں ایسی صورت میں بچوں کی کیا رہنمائی کریں گے۔
(ض ک، ۸۴)

اَساس (ع) مونث، جڑ، بنیاد، وجود کا انحصار ع
حقائق ابدی پر اساس ہے اس کی
(مدنیت، ض ک، ۴۹)

اَسامی (ع) مذکر، کاشتکار، کسان ع
پی گیا سب لہو اسامی کا
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

اَسباب (ع) مذکر، سبب (کی جمع)، ذرائع، وسیلے، محرکات، صورتیں ع
وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے
(سید کی لوح تربت، ب د، ۵۲)

اَسپ (ف) مذکر، گھوڑا ع
اسپِ قرسم وشتر و قاطر و حمار
(صدیق، ب د، ۲۲۴)

اُستاد (ف) مذکر، معلم، درس دینے والا (قب اساتذہ جو اس کی جمع ہے) ع
جرأتوں کو بیروں کا استاد کر
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۴)

اِستادہ (ف) صفت، مصدر استادن (یہ کھڑا ہونا) سے حالیہ تمام: کھڑا ہوا، قائم ع
کوہ کے سر پہ مثال پاسباں استادہ ہے
(گورستان شاہی، ب د، ۱۴۹)

اِستبداد (ع) مذکر: ضد اور ہٹ، مراد ظلم و جبر و تشدد (رک دیو استبداد)

اُستخوان (ف) مذکر، ہڈی ع
بولتا ہے مثل نے ہر استخوان اہل درد
(اہل درد، ب ا، ۲۰۸)

اِستعارہ (ع) مذکر، (اصلی معنی) مشبہ بہ بول کر مشبہ مراد لینے کا عمل، (مراد) مجاز کا کوئی بھی پہلو چاہے وہ استعارہ ہو یا کنایہ یا مجاز مرسل ع
چھپا جاتا ہوں اپنے دل کا مطلب استعارے میں
(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

اَستغفِرُاللہ (ع ع) جملہ: (اردو روزمرہ میں) خدا کی پناہ، خدا محفوظ رکھے ع
دیکن بندگی استغفراللہ
(رباعیات، ب ج، ۸۸)

اِستغنا (ع) مذکر، بے نیازی، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے کا جذبہ ع
ذرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا
(ا، ب ج، ۲۳)

اِستفسار (ع) مذکر: پوچھنے کا عمل، سوال ع
دل زہے تھا میرا سراپا ذوق استفسار تھا
(عہد طفلی، ب د، ۲۵)

اِستفہام (ع) مذکر: دریافت کرنا، سوال کرنا (رک ذوق استفہام)

اِستقبال (ع) مذکر
: آنے والا زمانہ، عصر نو ع
مرا ماضی مرے استقبال کی تفسیر ہے
(مسلم، ب د، ۱۹۲)
: پیشوائی، آنے والے کا خیر مقدم ع
بہر استقبال استادہ ہے ہر گل کی کلی
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۵)

اِستقلال (ع) مذکر، ثابت قدمی، ثبات، کسی بات یا نظریے یا جگہ وغیرہ پر جمے رہنے کی صورت حال ع
صبر و استقلال کی کھیتی کا حاصل ہے یہی
(سید کی لوح تربت، ب د، ۵۳)

اِستکبار (ع) مذکر، تکبر اور غرور ع

حرف استکبار تیرے سامنے ممکن نہ تھا

(تقدیر، ض ک، ۴۴)

اُسْتُوار (ف) صفت: مستحکم، پختہ (مراد اسی طرح عمل کی قوتیں پھر بیدار ہو جائیں گی تو پھر وہی رحمتیں مسلمانوں پر نازل ہوں گی) ؎

جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا پھر استوار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

اِسْٹیشَن (انگ) مذکر: وہ جگہ جہاں ریل گاڑی مسافروں کو سوار کرنے اور اتارنے کے لیے ٹھہرتی ہے ؎

خوار ہے تو جیسے اسٹیشن پہ ہو بلٹی کا مال

(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۱)

اَسَدُاللّٰہی (ع ع ف) مونث، اسد (= شیر) + اللہ + ی (لاحقۂ نسبت): خدا کے شیر یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تعلق رکھنے والی ؎

وہی فطرت اسداللہی وہی مرحبی وہی عنتری

(شیں اور تو، ب د، ۲۵۳)

اَسْرار (ع) مذکر: سِر (= بھید) کی جمع

اسرارِ پیدا: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ کوشش کیے جاؤ، اسی کوشش سے سعی پیہم کی طاقت پیدا ہو کر خودی فولاد کی طرح مضبوط ہو جائے گی۔

(ض ک، ۲۷)

اَسْرارِ حَیات (ع ع) مذکر، اسرار + اضافت + حیات (رک): زندگی کے بھید (یعنی یہ کہ انسان اپنی اصلیت پر قائم رہے تو لاکھ تبدیلیوں کے باوجود اس کی ہستی برقرار رہتی ہے) ؎

زندگی قطرے کی سکھلاتی ہے اسرار حیات

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۰)

اَسْرارِ سُلْطانی (ع ع ف) مذکر، اسرار + اضافت + سلطان (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): وہ راز جو بادشاہوں کو معلوم ہوتے ہیں، بادشاہت کے راز ؎

فقیر راہ کو بخشے گئے اسرار سلطانی

(۷، ب ج، ۱۱)

اِسْرافیل (ع) مذکر، ایک فرشتے کا نام جو قیامت کے دن صور پھونکنے کی خدمت پر مامور ہے جب وہ ایک دفعہ صور پھونکے گا تو سب مر جائیں گے، جب وہ دوبارہ صور پھونکے گا تو سب زندہ ہو کر میدانِ محشر میں حاضر ہو جائیں گے ؎

حضورِ حق میں اسرافیل نے میری شکایت کی

(۱، ب ج، ۲۳)

اِسْرائیل (ع) مذکر: حضرت یعقوبؑ کا نام اس جگہ اسرائیلی مراد ہے (دیکھو دوسرا مصرع) ؎

خون اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں

(خضر راہ، ب د، ۲۶۱)

= مراد یہودی جن کی ایک حکومت ملک عرب میں برطانیہ کی سازش اور عربوں کی غفلت سے قائم ہو گئی ؎

کانپتا ہوں پڑھ کے میں افسانہ اسرائیل کا

(مذہب، ب ا، ۳۷۶)

اَسْفَل (ع) صفت: پست، پر۔ سب سے نیچا۔

اَسْفَل عالی نَظَر (ع ع ع) صفت، اسفل + اضافت + عالی (رک)، نظر (رک): ایسا پست جس کی نگاہ اور ظرف میں بلندی ہو ؎

اسفل عالی نظر ہوں ناقص کامل ہوں میں

(ب ا، ۴۵۲)

اَسْلاف (ع) مذکر، سَلَف (رک) کی جمع: پرانے زمانے کے بزرگ آباد اجداد جنہوں نے دہلی کو فتح کیا تھا یا جو ۱۸۵۷ء کے غدر میں انگریزوں کے ہاتھ سے قتل ہو گئے تھے ؎

ذرے ذرے میں لہو اسلاف کا خوابیدہ ہے

(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۵)

اِسْلام (ع) مذکر

توحید، نبوت اور قیامت پر ایمان لانے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کا مذہب، مسلمانوں کا دین، (قرآن پاک کی صراحت کے مطابق) اللہ تعالیٰ کا دین ؎

ہے اگر قومیت اسلام پابند مقام

(ملّا و اسلامیہ، ب د، ۱۴۱)

؎ مسلمان ہے

اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر

(جہاد، ض ک، ۹۰)

: یہ ضربِ کلیم میں ایک نظم کا عنوان ہے جس میں علامہ نے اسلام کی اصلی روح یعنی فقر، اور "امارت" کا تقابل کر کے یہ بتایا ہے کہ اگر سینے میں اسلامی حرارت ہو تو مسلمان کو ظاہری ساز و سامان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسلام، فقرِ غیور ہی کا دوسرا نام ہے

(ض ک، ۳۰)

اِسلام کا ٹیکہ/ٹیکا (۔ا۔ا۔) مذکر: اسلام + کا (رک) + ٹیکہ (رک): مسلمان ہونے کا نشان، سجدے کا داغ ؎

ہے تری پیشانی پہ اسلام کا ٹیکہ اقبال

(رباعیات، ب ا، ۲۴۴)

اِسلامیہ کالج کا خطاب پنجاب کے مسلمانوں سے: یہ ایک نظم کا عنوان ہے جو اقبال نے ۲۳ / فروری کو انجمن حمایت الاسلام کے سترھویں سالانہ اور سہ روزہ اجلاس (منعقدہ ۲۲/۲۲، ۲۲ و ۲۳ فروری) کی دوسری نشست میں پڑھی تھی، اس جلسے کے صدر میاں نظام الدین سب جج راولپنڈی تھے۔

اس نظم کے پڑھنے سے سامعین کے اس تکدر کی تلافی ہو گئی تھی جو سابق نظم "دین و دنیا" (رک) کے سننے سے پیدا ہو گیا تھا۔ یہ نظم پہلے سے مطبوعہ موجود تھی اور دس دس روپے میں بہت سی کاپیاں بک گئی تھیں

(ب ا، ۱۱۲)

اُسلُوب (ع) مذکر: طریقہ، روش

اُسلُوبِ رَہرَوی: اسے اسلوبِ رہروی پڑھیے ؎

تازہ ہیں یہ مسافر اسلوبِ رہروی میں

(بزمِ انجم، ب ا، ۳۰۹)

اُسلُوبِ فِطرَت (۔ ع) مذکر: اسلوب + اضافت + فطرت (: پیدائشی خصوصیت، نیچر): قدرتی اصول ؎

یہی آئینِ قدرت ہے یہی اسلوبِ فطرت ہے

(تصویرِ درد، ب د، ۷۱)

اِسم (ع) مذکر: نام

اِسمِ اَعظم (۔ ع) اسم + اعظم (: سب سے بڑا): خدا کا بزرگ ترین نام جس میں یہ تاثیر ہے کہ جب اس کے واسطے سے کوئی دعا کی جائے تو فوراً مستجاب ہو جاتی ہے (یہ نام کسی کو معلوم نہیں مگر کہا جاتا ہے کہ وہ "اللہ" ہے) ؎

وہ اس نسخے کو بڑھ کر جانتا تھا اسمِ اعظم سے

(محبت، ب د، ۱۱۱)

اِسمٰعیل (ع) مذکر: حضرت ابراہیم (رک) کے فرزند جن کی نسل میں ہمارے نبیِ آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے (حضرت اسمٰعیلؑ سے جب ان کے والد بزرگوار حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھے خدائے تعالیٰ نے خواب میں یہ حکم دیا ہے کہ تمہیں اس کی راہ میں ذبح کر دوں تو بیٹا سنتے ہی اس حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہو گیا اور باپ کے حکم کے مطابق مقام منا میں پہنچ کر چھری کے نیچے اپنی گردن رکھ دی۔ جب باپ نے چھری چلائی تو فرشتہ آسمان سے دنبہ لے آیا اب حضرت ابراہیمؑ نے آنکھوں کی پٹی کھولی تو دیکھا کہ بیٹا صحیح و سالم ہے اور دنبہ ذبح کیا ہوا پڑا ہے۔ مسلمان آج تک ۱۰ ذی الحجہ کو اس واقعے کی یادگار منانے کے لیے قربانیاں کرتے ہیں) ؎

سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

(۱۰، ب ج، ۱۴۱)

اَسوَد (ع) مذکر: سیاہ رنگ کا شخص، کالا آدمی، مشرقی یا افریقی ملک کا باشندہ ؎

ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط

(بلالؓ، ب د، ۱۴۱)

اَسوَد و اَحمَر (۔ ف ع) صفت: اسود (: کالا) + و (عطف) + احمر (: سرخ): کالا اور گورا، مراد نسلی امتیاز ؎

تیرے حرم کا ضمیر اسود و احمر سے پاک (اہلِ مصر سے، ض ک، ۱۱۲)

اِسی: اس، ہی، کی تخفیف (اسی اقبال کی)

اِسی اقبال کی : علامہ کی مراد یہ ہے کہ ایسے ہی عشقِ رسولؐ رکھنے والے اور پرسوز دل کے انسان کی ضرورت ہے جو لوگوں کے دل میں جذبہ پیدا کر دے اور انھیں جدوجہد اور جہاد کی عظمت اور ضرورت سے باخبر کر کے سچا مسلمان بنا دے) ؎

اسی اقبال کی میں جستجو کرتا رہا برسوں

(۳۰، ب ج، ۵۸)

اِسی آگ سے : مراد عورت کی فطری حرارت ہے جو مرد سے اتصال کے لیے اس کے وجود میں ودیعت کی گئی ہے ؎

کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرار حیات

(عورت، ض ک، ۹۵)

اِسی قرآں میں ہے اب : یعنی وہی قرآن جس سے قرنِ اولیٰ کے مسلمانوں نے جدوجہد و جہاد کا سبق لیا تھا، آج کل تعلیمِ مغربی کے اثر سے اسی سے یہ ثابت کیا جا رہا ہے (کہ دنیا کو ترک کر دو) ؎

اسی قرآں میں ہے اب ترکِ جہاں کی تعلیم

(تن بہ تقدیر، ض ک ۱۶)

اِسے (ار) : اس کو ؎

پھانسوں اسے کس طرح یہ کم بخت ہے دانا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۰)

اُسی چیز : حسن مشارٌ الیہ ہے

آہ کیا تو بھی اسی چیز کی سودائی ہے

(... کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۱۱۶)

اَسیر : (ع) صفت : پھنسا ہوا، گرفتار، قیدی ؎

اے کہ تیرا مرغِ جاں تارِ نفس میں ہے اسیر

(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۲)

اَسیرِ اِمتیازِ رنگ و بُو (ع ف ف، صفت، اسیرِ امتیاز (رک) + اضافت + رنگ و بُو (رک) ؎

میں ابھی تک ہوں اسیرِ امتیازِ رنگ و بو

(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۱۴)

اسیرِ امتیازِ ماؤ تُو (ع ف ف ف) اَسیر (= گرفتار، پابند، مبتلا) + اضافت + امتیاز (= فرق) + اضافت + ما (ضمیر متکلم، ہم) + و (کلمۂ عطف) + تُو (= ضمیر مخاطب، تُو یا تم) : اپنی قوم یا جماعت وغیرہ کو اپنا عزیز اور دوسروں کو غیر یا دشمن سمجھنے کا عادی ؎

غلامی ہے اسیرِ امتیازِ ماؤ تُو رہنا

(تصویرِ درد، ب د، ۵۰)

اَسیرِ حلقۂ دام ہوا (ع ف ع) اسیر + اضافت + حلقہ (رک) + ۂ (علامتِ اضافت + دام (رک) + اضافت + ہوا (رک) : خواہش نفسانی اور دنیا کی دلفریبیوں کے جال میں گرفتار ؎

اور اسیرِ حلقۂ دام ہوا کیونکر ہوا

(عزلیات، ب د، ۱۰۰)

اَسیرِ فریبِ نگاہ (ع ف ف) اسیر + اضافت + فریب (= دھوکا) + اضافت + نگاہ (= دیکھنے کی طاقت، آنکھ) جس کی نگاہ نے دھوکا کھا کر کسی چیز کو کچھ سے کچھ سمجھ لیا ہو، نظر کے دھوکے میں مبتلا ؎

اے شمع میں اسیرِ فریبِ نگاہ ہوں

(شمع، ب د، ۴۶)

اَسیری (ف ف) مؤنث، اسیر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : اسیر (رک) کا اسم کیفیت ؎

(یہاں اسیری سے وہ قید مراد ہے جو قوم و ملت کے لیے ہو)

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند

(اسیری، ب د، ۲۵۳)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ جب ستمبر ۱۹۱۹ء میں علی برادران (مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی، جو تحریکِ خلافت (دیکھیے دریوزۂ خلافت) میں حصہ لینے کے باعث قیدِ فرنگ میں تھے، قید سے رہا ہوئے تو ہندوستان کے دیگر مقامات کی طرح امرتسر میں بھی ان کی تشریف آوری کے موقع پر وہاں کی خلافت کمیٹی کے زیرِ اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں علامہ نے انھیں مخاطب کر کے یہ نظم پڑھی جس کا ماحصل یہ ہے کہ جس میں شرافت کے جوہر موجود ہوں اسیری اس کی قدر کو نہیں گھٹا سکتی، چیل کو کوئی قید نہیں کرتا بلکہ یہ سعادت باز اور شاہین ہی کو حاصل ہوتی ہے

(ب د، ۲۵۳)

اِشارَہ : (ع) مذکر

ہاتھ آنکھ یا کسی عضو کی جنبش سے یا صورتِ حال سے منشا ظاہر کرنے کا عمل، ایما، کنایہ ؎

پیامِ فنا ہے اسی کا اشارہ

(عشق اور موت، ب، ۵۸)

اِشارہ: ادنیٰ تحریک (جس نے اسلام کی خوبیاں عام کر دیں) ع

اک اشارے میں ہزاروں کے لیے دل تو نے

(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

: مراد حکم ع

فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

(شعاعِ امید ۳، ض ک، ۱۰۹)

اِشاعت (ع) مونث، کتب وغیرہ کے چھپ کر منظر پر آنے کی صورتِ حال ع

پیئے سال اشاعت غور کی اقبال نے جس دم

(ب ا، ۲۸۸)

اِشاعتِ اِسلام فرنگستان میں (مع ف ا) : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فرنگیوں میں تبلیغ اسلام سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ وہ مسلمان ہو جانے کے بعد بھی ہند و پاک یا کسی اور جگہ کے مسلمان کو اپنا بھائی نہیں سمجھیں گے کیونکہ ان کی تعلیم مغربی دین کے جذبے سے خالی ہے۔

(ض ک، ۱۶۳)

اُشتُر (ف): ہرک شُتُر ع

انتقام غزال و اشتر و میش

(مکافاتِ عمل، ب ا، ۲۲۰)

اِشتراکیت (ع)، مونث: یہ نظریہ کہ ملک کی آمدنی کسی ایک شخص یا خاندان کی ملکیت نہیں، اس میں سب باشندے برابر کے حصہ دار ہیں، اسے سوشلزم بھی کہتے ہیں (رک کارل مارکس) (اشتراکیت، ض ک، ۱۳۶)

: (سوشلزم) یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے (اپنے زمانے کے) روس کے سوشلزم کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ قرآنِ پاک کی آیت میں جس نظام کا حکم دیا گیا ہے شاید اس کے نمودار ہونے کا وقت آ گیا۔ آیت یہ ہے۔

(یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو یعنی (اے رسولؐ) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کتنا مال خرچ کریں تو آپ ان سے یہ کہہ دیجیے کہ جو ذاتی خرچ سے بچے۔ آیت صراحتہً سرمایہ داری کی بیخ کنی کرتی ہے۔ ایسا ہی کچھ مقصد سوشلزم کا بتایا جا رہا ہے جو اقبال کی نظر میں باطل نظام ہے مگر وہ اس پہلو کی تائید میں ہیں (جیسا کہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہے)

(ض ک، ۱۳۶)

اِشتیاق (ع) مذکر: شوق، خواہش، دلی تمنا ع

منزل کا اشتیاق ہے گم کردہ راہ ہوں

(شمع، ب د، ۴۶)

اِشٹام (انگ)، مذکر: دستاویز ع

میں نے یہ سمجھا کوئی ڈگری ہے یا اشٹام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۷)

اَشجار (ع) مذکر: شجر (= درخت) کی جمع ع

کس قدر اشجار کی حیرت فزا ہے خامشی

(گورستانِ شاہی، ب، ۱۴۹)

اَشراف (ع) مذکر: شریف (= مرد بزرگ قدر) کی جمع، شُرفا ع

زیبِ جشن محفلِ اشرافِ عالم تو ہوا

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۴)

اِشراق (ع) مذکر: صفائے باطن، روشن ضمیری، طلوع ہونے اور روشنی دینے کی صلاحیت ع

ہر ذرے میں پوشیدہ ہے جو قوتِ اشراق

(بیداری، ض ک، ۴۴)

اِشراق: طلوعِ آفتاب کے بعد کی نماز، مراد روشن ع

دنیا کی عشا ہو جس سے اشراق

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۸)

اَشعار (ع) مذکر: شعر (رک) کی جمع ع

مرے اشعار اے اقبال کیوں پیارے نہ ہوں مجھ کو

(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

اَشک (ف) مذکر: آنسو

اشکِ انجم در گریباں (ع ف ف) صفت، اشک + اضافت + انجم (رک) + در (= میں) + گریباں (رک): رات کے آنسو اپنے گریبان میں لیے ہوئے (ستاروں کو آنسوؤں سے اور فضائے تاریک کو گریبان سے تشبیہ دی ہے) ع

اشک انجم در گریباں روز کے ماتم میں ہے
(والدۂ مرحومہ کی یاد میں، ب ا، ۲۷۳)

اشکِ آتشیں (ص ف ف) مذکر، اشک + آتش (ر ک) + یں (لاحقۂ نسبت)، پُرسوز آنسو، گرم آنسو ہے
کبھی دکھ درد کے مارے کا اشکِ آتشیں بن کر
(جگنوؤں کی شہزادی، ب د، ۲۰۳)

اشک باری / اشکباری (ف ف) مؤنث، اشک + بار (ر ک) + ی (لاحقۂ کیفیت): آنسو بہانا، رونا ہے
اشک باری کے بہانے ہیں یہ اجڑے بام و در
(گورستانِ شاہی، ب د، ۵۱۳)

اشک بن کر (ا ر): آنسو ہو کر، آنسو کی صورت میں ہے
اشک بن کر میری آنکھوں سے ٹپک جائے اثر
(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

اشکِ خوں : یہ ایک طویل نظم کی سرخی ہے جو اقبال نے لاہور کے اس ماتمی جلسے میں پڑھی تھی جو ملکہ وکٹوریا کی وفات (۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو عید الفطر) کے سلسلے میں منعقد ہوا تھا۔ یہ نظم ایک کتابچے کی شکل میں غالباً شہر کے کچھ مخیر حضرات نے مطبع خادم التعلیم میں چھپوا کر شائع کی تھی۔ اس کا نسخہ جناب محمد عبداللہ قریشی سے لے کر نظم کتاب میں شامل کی گئی
(ب ا، ۲۷)

اشکِ خونیں (ص ف ف) مذکر، اشک + اضافت + خون (ر ک) + یں (لاحقۂ نسبت)، خون کے آنسو، مراد عشق اور اس کے والہانہ جذبات ہے
یہی فرزندِ آدم ہے کہ جس کے اشکِ خونیں سے
(حضرتِ انسان، ا ح، ۵۰)

اشک فشانی (ف ف)، اشک + فشاں، مصدر فشاندن (ٹپکنا یا ٹپکانا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ مصدری): آنسو بہانا، رونا ہے
کی اس کی جدائی میں بہت اشک فشانی
(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

اشکوں کے ہار پرونا (ف ا ر ا ر) اس طرح مسلسل آنسو بہانا جیسے ہار میں موتی پروئے ہوئے ہوتے ہیں ہے
پروتی ہوں ہر روز اشکوں کے تار

(دماں کا خواب، ب د، ۳۶)

اشہب (ع) مذکر، سیاہ و سفید رنگ کا چتکبرا گھوڑا، گھوڑا (زمانے کو اس مناسبت کی بنا پر اشہب سے تشبیہ دی کر زمانہ دن اور رات پر مشتمل ہے جن میں دن سفید ہوتا ہے اور رات کالی) ہے
ہے قدرتا اشہب پر زمانہ
(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۹)

اشیا (ع) مؤنث، شے (ر ک) کی جمع ہے
ولایت بادشاہی علمِ اشیا کی جہانگیری
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۱)

اصحاب (ع) مذکر، (صاحب کی جمع) (لغتاً) دوست، (مراداً) وہ لوگ جو حضور صلعم کی خدمت سے فیضیاب ہوئے یا جنھوں نے بحالتِ اسلام حضورؐ کی زیارت کی ہے
اک دن رسولِ پاکؐ نے اصحابؓ سے کہا
(صدیقؓ، ب د، ۲۲۴)

اصحابِ ثلاثہ (ع ع) مذکر، اصحاب + اضافت + ثلاثہ (یہ تینوں): رسولؐ کے تین رفقا، چار یاروں میں سے ابتدا کے تین یار، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ، پہلے دوسرے اور تیسرے خلیفۂ رسولؐ ہے
بغضِ اصحابِ ثلاثہ سے نہیں اقبال کو
(ظریفانہ، ب ا، ۳۹۴)

اصطبل[*] (ع) مذکر، طویلہ، گھوڑے باندھنے کی جگہ ہے
وہ صبا رفتار شاہی اصطبل کی آبرو
(شیر اور خچر، ب ح، ۱۲۹)

اصطلاح (ع) مؤنث، کسی گروہ (مثلاً اہلِ زبان) کا کسی لفظ کو اصلی معنی کی بجائے کسی خاص معنی میں استعمال کرنے کا عمل، کسی جماعت کا روزمرہ ہے
بدل کے امن کے باعث ہے اصطلاح زباں
(خیر مقدم، ب ا، ۹۹)

اصغر (ع) صفت، چھوٹا ہے
آج کل اصغر جو تھے اکبر ہیں اور مولا غلام
(برگِ گل، ب ا، ۱۷۳)

[*] صحیح لفظ اِصْطَبْل ہے

اِصفہان (ف) مذکر: ایران کا ایک مشہور شہر جس کی تلوار اور سُرمہ مشہور ہے۔ اس جگہ زبان فارسی کی طرف کنایہ مقصود ہے ؏

ہند سے جاتی ہے سُوئے اصفہاں انگشتری

(شکریۂ انگشتری، ب ا، ۱۳۲)

اَصل (ع) مونث: جڑ، بنیاد، سرچشمہ، حقیقی سبب ؏

اصل کشاکش من و تو ہے یہ آگہی

(شمع، ب د، ۲۵۰)

: نسب، نسل، خاندان، گھرانا ؏

میں اصل کا خاص سومناتی

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۸)

اَصلِ شہود و شاہد و مشہود (- ع ف ع ف ع) مونث: اصل + شہود (: کائنات کے ہر ذرے میں تجلّی ایزدی کا ظہور) + و (عطف) + شاہد (: دیکھنے والا) + و (عطف) + مشہود (: جس کو دیکھا گیا، موجود) اس فقرے کے دو مطلب ہیں۔ (۱) لفظاً: شہود، شاہد اور مشہود تینوں کا مادہ جس سے یہ لفظ بنے ہیں — ش ہ د — ہے (جس کے معنی اگر کہے جائیں تو "ظہور" ہونگے)۔ (۲) معناً: صوفیوں کے نظریے کے مطابق ہمہ اوست ظہور ہو یا دیکھنے والا، جسے دیکھا گیا، سب ایک ہیں۔ وحدت وجود کی طرف اشارہ ہے (یہ غالب کا مصرع ہے جو اقبال نے تضمین کیا ہے) ؏

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

اِصلاح (ع) مونث

: درستی، خرابی دُور کرنے کا عمل ؏

تربیت قوم کی اصلاح سے ہوتی موزوں

(فلاحِ قوم، ب ا، ۳۸)

: خضرِ راہ میں جہاں یہ لفظ آیا ہے وہاں "مجلس" اس کا مضاف ہے جس سے مراد ہے وہ کمیٹی وغیرہ جو ریفارمس کے لیے حکومت بناتی ہے ؏

مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۱)

اِصلاحِ دین: اس سے وہ تحریک مراد ہے جو مارٹن لوتھر نامی ایک پادری نے (جو وٹن برگ یونیورسٹی واقع سیکسنی (جرمنی) میں پروفیسر تھا) پوپ اور کلیسائے رُوم کے خلاف اٹھائی تھی۔ جس کی صورتِ حال یہ تھی کہ رومن کیتھولک کی تعلیمات میں دو باتیں عجیب و غریب تھیں (اور اب بھی ہیں) کہ (۱) پوپ عیسائیوں کے گناہ معاف کر سکتا ہے چنانچہ معافی ناموں کی فروخت کا باقاعدہ کاروبار ہوتا تھا۔ کلیسا کی اصطلاح میں اس کو SALE OF INDULGE NC E کہتے ہیں۔

(۲) حقانیت کا دار و مدار کلیسا پر ہے نہ کہ بائبل پر۔ ۱۵۱۷ء میں پادری مذکور نے ان دونوں باتوں کے خلاف آواز بلند کی اور ۳۱ اکتوبر ۱۵۱۷ء کو شہر کے سب سے بڑے گرجے کے دروازے پر ان دونوں کے خلاف، اپنا احتجاج لکھ کر چسپاں کر دیا، چونکہ پادری نے کلیسا کے طریق کار کے خلاف احتجاج کیا تھا اس لیے اس کے ہم خیال پروٹسٹنٹ فرقے کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ۱۵۳۰ء میں پوپ پروٹسٹنٹ نے لوتھر کو کلیسا سے خارج کر دیا لیکن اس کی تحریک نے رفتہ رفتہ عیسائی دنیا کی اکثریت کو پوپ کی غلامی سے نجات دلا دی ؏

دیکھ چکا المنی شورشِ اصلاحِ دیں

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۹)

اِصلاحات: (ع ع) مونث، اصلاح (رک) + ات (لاحقۂ جمع) بز (اصطلاح سیاسیات) پسماندہ قوموں کی امداد کر کے انھیں ترقیاتی اقدامات سے مستفیض کرنے کے کام جنھیں انگریزی میں Refaxm کہتے ہیں اور جن کے بعد علاقے کو درجۂ نو آبادیات دیا جاتا ہے

(نفسیاتِ حاکمی، ض ک، ۱۶۱)

اَصلیّت (ع) مونث

: یہ حقیقت اور امر واقعہ کہ وہ مٹی جیسی حقیر چیز سے بنا ہے ؏

واں بھی انساں اپنی اصلیت سے بیگانے نہیں

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۴۹)

: مراد وہ زندگی جو اسلامی اصولوں پر قائم ہو ؏

اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیت بھی تھی

(شمع اور شاعر، شمع، ب، ۱۹۰)

اَصلیّت میں (ء ا ر) در حقیقت، دراصل ہے

ایک اصلیت میں ہے نہرِ روان زندگی

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

اَصنام (ع) مذکر، صنم (= معشوق) کی جمع ہے

رہتا ہے بھائی ہیں اک دیوانۂ اصنام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۴۰)

اُصُول (ع) مذکر

= طریقے، قاعدے، ضابطے ہے

(دیکھ نئے اصول)

اُصُولِ حق نما ہے: (اس طرح پڑھیے "وہ اصول حق نما ہے") اصول (رک) + حق نما (رک) = مراد مہاتما گوتم بدھ کی تعلیمات جو توحید پر مبنی ہیں ہے

وہ اصول حق نما ہے نفس ہستی کی صدا۔

(ہمالہ، ب ا، ۲۷۶)

اُصُولِ دین مذکر: دین (اسلام) کے اصول اور بنیادی عقیدے، دینی عقائد اور احکام، دینی بحثیں ہے

مشرق میں اصول دین بن جاتے ہیں

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

اَضداد (ع) مذکر، ضد (= ایک دوسرے کی عکس) کی جمع: متضاد صفتیں رکھنے والے، ایک دوسرے کے الٹے معانی میں بولے جانے والے، جو ایک جگہ بیک وقت جمع نہ ہوں (جیسے سیاہی اور سفیدی)

(رک مجموعۂ اضداد)

اِضطِراب (ع) مذکر، بے چینی، بیقراری، تڑپنے کی کیفیت ہے

بڑھا اور جس سے مرا اضطراب

(ماں کا خواب، ب د، ۲۶)

اِطاعَت (ع) مونث

پیروی، حکم ماننے کی صورت حال ہے

چھوٹے بچوں کو بزرگوں کی اطاعت چاہیے

(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۴۳)

حکم ماننے کا عمل، پیروی، مراد نظم و ضبط اور ڈسپلن ہے

نہیں ہے غیر اطاعت جہاں میں اکسیر

(خیر مقدم، ب ا، ۱۰۰)

اَطِبّا (ع) مذکر، طبیب (= حکیم یعنی یونانی طریقے سے علاج کرنے والا) کی جمع ہے

موچی دروازے میں ہیں فخر اطبا ہے جہاں

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶)

اَطلَس (ع) مذکر: ایک قسم کا چمکیلا ریشمی کپڑا ہے

پہناتا ہوں اطلس کی قبا لالہ و گل کو

(قطعہ، ب ج، ۱۰۰)

اَطلَسِ قبایانِ تتاری (ـ ع ف ت ف) مذکر، اطلس + قبا (رک) + یان (لاحقۂ جمع) + تتار (تاتار کی تخفیف جو ترکی کا ایک علاقہ ہے) + ی (لاحقۂ نسبت) = ترکستان کے نوجوان سپاہی جو چمکیلا لباس پہنے ہوئے ہیں (مراد یہ ہے کہ تصور میں یہ منظر دکھائی دے رہا ہے جیسے ترک کمر کس کے اٹھے ہیں اب سب مسلمانوں کو ان کی صف میں شامل ہو کر جہاد کرنا چاہیے) ہے

زمیں جولانگہ اطلس قبایان تتاری ہے

(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۵)

اِظہار (ع) مذکر: ظاہر کرنے کا عمل ہے

کام خاموشی سے مجکو اُسے لب اظہار کیا

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۲)

اَعالی (ع) صفت، (اعلیٰ کی جمع) بڑے یا بلند مرتبہ لوگ ہے

کرتے ہتے ادب ان کا اعالی و ادانی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

اِعتبار (ع) مذکر، وقعت و عزت، اعتماد، ساکھ ہے

ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار

(صدیق رضؓ، ب د، ۲۲۴)

اِعتبار افزا: (ـ ف) صفت، اعتبار + افزا (رک) = انسان کی ساکھ اور عزت بڑھانے والی ہے

تھا اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند

(اسیری، ب د، ۲۰۳)

اِعتِنا (ع) مونث، پروا

(رک بے اعتنائی)

اِعجاز (ع) مذکّر

: (اصلاً) معجزہ دکھانا، رُوحانی طاقت سے ایسا کام کر دکھانا جس کے کرنے سے لوگ عاجز ہوں (مراداً) بطور مجازِ مرسل معجز نما (رک: لبِ اعجاز)

: معجزہ، کرامت ع

سونے والوں کو جگا دے شعر کے اعجاز سے

(سیّد کی لوحِ تربت، ب د، ۳۲)

اِعجازِ حیات (۔ع) مذکّر، اعجاز + اضافت + حیات (رک)

: زندہ کر دینے کا معجزہ ع

نفسِ گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات

(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

اِعجاز دم (۔ف) صفت، اعجاز + دم (= سانس) : جس کی سانس بھی معجز نما ہے ع

الوداع اے مدفنِ حجرِ بری اعجاز دم

(صدائے درد، ب ا، ۲۹۴)

اَعجمی (ع ف) صفت، رک: عجمی ع

حرم کے پاس کوئی اعجمی ہے زمزمہ سنج

(۵۴، ب ج، ۷۳)

اَعدا (ع) مذکّر: عَدُو (= دشمن) کی جمع ع

کیوں ہراساں ہے صہیلِ فرسِ اعدا سے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۶)

اَعداد (ع) مذکّر، عَدَد (= گنتی) کی جمع۔ یہ لفظ حسبِ ذیل مصرع میں استعمال ہوا ہے۔ عرش و کشمیر کے اعداد برابر نکلے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حروفِ تہجی میں ہر حرف کے عدد مقرر ہیں، مگر حرفوں کے عدد مقرر کرنے یا نکالنے کے لیے علماء نے حرفوں کی ترتیب بدل دی ہے اور "اب ت ث الخ" کی بجائے وہ ترتیب رکھی ہے جو آگے لکھے ہوئے کلمات میں ہے ــ اَبجَد۔ ہَوَّز۔ حُطّی۔ کَلَمَن۔ سَعفَص۔ قَرَشَت ثَخَذ۔ ضَظَغ اور اس ترتیب میں ہر حرف کے حسبِ ذیل عدد مقرر کیے ہیں۔ الف (۱)، ب (۲)، ج (۳)، د (۴)، ہ (۵)، و (۶)، ز (۷)، ح (۸)، ط (۹)، ی (۱۰)، ک (۲۰)، ل (۳۰)، م (۴۰)، ن (۵۰)، س (۶۰)، ع (۷۰)، ف (۸۰)، ص (۹۰)، ق (۱۰۰)، ر (۲۰۰)، ش (۳۰۰)، ت (۴۰۰)، ث (۵۰۰)، خ (۶۰۰)، ذ (۷۰۰)، ض (۸۰۰)، ظ (۹۰۰)، غ (۱۰۰۰)۔ [اردو کے حروف میں پ کے عدد ب کے برابر، ٹ کے عدد ت کے برابر، چ کے عدد ج کے برابر، ڈ کے عدد د کے برابر، ڑ کے عدد ر کے برابر، ژ کے عدد ز کے برابر اور گ کے عدد ک کے برابر ہوتے ہیں۔]۔ مذکورۂ بالا مصرع میں عرش اور کشمیر کے عدد مذکورہ حساب کے مطابق برابر نکلتے ہیں، اس طرح کہ عرش میں ع کے (۷۰) ر کے (۲۰۰) اور ش کے (۳۰۰) = (۵۷۰) عدد ہیں، اسی طرح کشمیر میں بھی ک کے (۲۰)، ش کے (۳۰۰)، م کے (۴۰)، ی کے (۱۰) اور ر کے (۲۰۰) (= ۵۷۰) عدد ہیں۔ اس حساب سے عدد نکالنے کا قاعدہ "حسابِ جُمّل" کہلاتا ہے

(رباعیات، ب ا، ۳۳)

اِعراب (ع) مذکّر: زیر، زبر، پیش جو فقرے میں کسی لفظ کے فاعل، مفعول یا مضاف الیہ وغیرہ ہونے کی وجہ سے ادلتے بدلتے ہیں اور یہ تغیر عموماً کلمے کے آخری حرف میں ہوتا ہے ع

بیچارہ غلط پڑھتا تھا اعرابِ سَمٰوات

(محمد علی باب، ض ک، ۴۷)

اَعرابی (ع ف) مذکّر، اَعراب (= عرب کے بدّو) + ی (لاحقۂ نسبت) : عربوں کی بدّو قوم کا، عرب کا صحرا نشین ع

ترکِ خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گہر

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۵)

اَعراف (ع) مذکّر: وہ مقام جو دوزخ اور جنّت کے درمیان ہے اور جو نہ دوزخ ہے اور نہ جنّت، مراد شک اور یقین کی درمیانی حالت ع

ازل سے اہلِ خرد کا مقام ہے اعراف

(۶۰، ب ج، ۷۸)

اِعزاز (ع) مذکّر: عزّت ع

دنیوی اعزاز کی شوکت جوانی کا غرور

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۸)

اَعصاب (ع) مذکّر: رگ پٹھے، مراد دل و دماغ ع

آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

(ہنروران ہند، ض ک، ۱۲۹)

اَعْصار (ع) مذکر، عصر (= زمانہ) کی جمع (قبِ خدا کے حضور میں) ؎

تُو خالقِ اعصار و نگارندۂ آنات

(لینن، ب ج، ۱۰۲)

اَعْضا (ع) مذکر، عضو، (= حصۂ جسم) کی جمع: کسی جسم کے کل حصے (سر سے پاؤں تک)

اَعْضائے قوم (ف ع) مذکر، اعضا + ے (علامت، اضافت) + قوم (رک) = وہ اجزا یا افراد جن کے مجموعے کو قوم کہا جاتا ہے ؎

قوم گویا جسم ہے افراد ہیں اعضائے قوم

(شاعر، ب د، ۶۱)

اَعْضائے مجالس (ف ع) مذکر، اعضا + ے (علامت اضافت) + مجالس (= مجلس (رک) کی جمع) کمیٹیوں کے ارکان یا ممبر ؎

گرمیِ گفتارِ اعضائے مجالس الاماں

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۱)

اَعْظَم (ع) صفت: سب سے بڑا، سب سے عالی مرتبہ، سب سے بلند ؎

مرکب نے محبت نام پایا عرش اعظم سے

(محبت، ب د، ۱۱۱)

اِعْلان (ع) مذکر: سب لوگوں کو کسی بات سے باخبر کرنے کے لیے زبانی یا تحریری نشر و اشاعت

(آزادیِ شمشیر کے اعلان پر، ض ک، ۲۷)

اَعْلیٰحضرت / اعلحضرت (ع ع) مذکر: بڑا مرتبہ رکھنے والے حضور یا جناب (خطوں اور دوسری تحریروں میں نوابین اور سلاطین وغیرہ کے، نام یا منصب وغیرہ کے ساتھ لکھا جانے والا ایک تعظیمی خطاب)

(اعلیٰحضرت نواب سر الخ، ض ک، ۹)

اعلیٰحضرت نواب سر حمید اللہ خاں الخ : یہ ضربِ کلیم میں اس انتساب کا عنوان ہے جو فارسی اشعار پر مشتمل ہے اور جس کا آخری مصرع طالب آملی کا ہے۔ جو علامہ نے تضمین کیا ہے یہ انتساب جو ایک نواب کی طرف کہا گیا ہے اسے دیکھ کر یکایک حیرت ہوتی ہے کہ خوشامد پسندی اور صراحتہً یا اشارۃً دستِ سوال دراز کرنا دونوں باتیں ایسی ہیں جو اقبال کی خودی کے منافی ہیں۔ لیکن اقبال کے حالاتِ زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد یہ حیرت ان کی خودی کی بلندی کے اعتراف سے بدل جاتی ہے خودی کا ایک رخ یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان کے ساتھ کسی نے احسان کیا ہے تو اس کا تہ دل سے شکر گزار رہے۔ نواب بھوپال نے چونکہ اقبال کی علالت میں ان کی صحت کے لیے دل و جان سے ہر قسم کی کوشش کی تھی اس لیے انھوں نے اس انتساب کے ذریعے اس احسان کا اعتراف فرمایا ہے۔

(ض ک، ۹)

اَعْماق (ع) مذکر، عُمق (= گہرائی) کی جمع: سمندروں کی تہ در تہ، مراد زندگی کے اسرار کی گہرائیاں ؎

وہ پاکیِ فطرت سے ہوا محرمِ اعماق

(بیداری، ض ک، ۷۵)

: کسی بھی چیز کی گہرائیاں ؎

لیکن مجھے اعماقِ سیاست سے ہے پرہیز

(سلطانی جاوید، ض ک، ۱۴۸)

اَعْمال (ع) مذکر، (عَمَل کی جمع) برے یا بھلے کام، افعال، سرگرمیاں خصوصاً عبادات ؎

عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

(غزلیات، ب د، ۲۸۲)

اَعْمیٰ (ع) صفت: اندھا ؎

چشمِ ہستی صفتِ دیدۂ اعمیٰ ہوتی

(فریادِ امت، ب د، ۱۵۴)

اِغْماض (ع) مذکر: چشم پوشی، گناہ اور قصور کو نظر انداز کرنے کی صورت حال ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے

(دین و تعلیم، ض ک، ۸۶)

اَغْیار (ع) مذکر، غیر (رک) کی جمع: اپنے علاوہ دوسرے لوگ، عوام ؎

خرد جلیس دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

کفار ؎

رُخصتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

: (متعدد) غیر یا رقیب ؏
شوں تھا کوئی بزمِ اغیار کیا تھی
(ب ا، ۴۴۱)

اُف (ع)، ایک کلمہ جو افراط دکھانے کے لیے استعمال ہوتا ہے ؏
کچھ عجب تسکین فزا تھے اُف وہ ایّامِ نشاط
(عیش جوانی ب ا، ۵۱۷)

اُف رے (ا ر)، کسی چیز کی زیادتی ظاہر کرنے کے لیے بطور سابقہ مستعمل، ہائے رے، اللہ رے ؏
اف رے نازک مزاجیاں تیری
(ب ا، ۴۲۴)

اُفتاد (ف) مونث
حادثہ، مصیبت، غیر ضروری بوجھ ؏
اس جہاں میں اک معیشت اور سو افتاد ہے
(ہمدردِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

: گر پڑنے کی صورت، چوٹ کھانے کی صورتِ حال ؏
یعنی اس افتاد سے پانی کے تارے بن گئے
(فلسفۂ غم، ب د، ۵۲)

: (دانے کی طرح زمین میں) گرائے جانے کی کیفیت ؏
تو عصا افتاد سے پیدا مثالِ دانہ کر
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۱)

: گر پڑنے کا عمل ؏
اس رنگ بیچارہ کا انجام ہے اُفتاد
(آزادیِ افکار، ب ج، ۱۶۸)

اُفتادگی (ف ف) مونث، اُفتاد، مصدر افتادن (= گرنا، پڑنا) سے فعلِ ماضی + گی (لاحقۂ کیفیت)
: خاکساری ؏
ملک سے عاجزی افتادگی تقدیرِ شبنم ہے
(محبت، ب د، ۱۱۱)

: سکون ؏
روانی بحر میں افتادگی تیری کناروں میں
(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

: گرے پڑے رہنے کی حالت، خستگی و شکستگی کی کیفیت (رک فتادگی جو اس کی تخفیف ہے)

اُفتادہ (ف) صفت، مصدر اُفتادن (رک افتادگی) سے حالیہ تمام : گرا پڑا ہوا، ؏
اور میرا افتادہ مثلِ ساحلِ دریا بھی ہے
(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

اِفتراق (ع) مذکر، جدائی، علیحدگی، کنارہ کشی ؏
وصالِ مصطفوی افتراق بولہبی
(امرائے عرب سے، ض ک، ۶۳)

اُفتندہ (ف) صفت، مصدر افتادن (= گرنا) سے اسم فاعل قیاسی : گرنے والی، گرنے کی طرف مائل ؏
مگر فطرت تری افتندہ اور بیگم کی شان اونچی
(بچوں کی شہزادی، ب د، ۲۴۳)

اَفراد (ع) مذکر : فرد (= شخص) کی جمع : الگ الگ شخصیتیں، اشخاص ؏
وجودِ افراد کا مجازی ہے ہستیِ قوم ہے حقیقی
(پیامِ عشق، ب د، ۱۳۰)

اَفرشتہ : فرشتہ (رک) ؏
ترے صید زبوں افرشتہ و حور
(رباعیات، ب ج، ۸۴)

اَفرنگ : رک فرنگ ؏
مجھ کو تو سکھا دی ہے اُفرنگ نے زندیقی
(۱۵، ب ج، ۱۹)

فرنگ از خود بے خبرت کرد گرنہ
اے بندۂ مومن تو بشیری و نذیری

: اے بندۂ مومن افرنگیوں نے (جو مدت سے تجھ پر حکمراں ہیں) تجھے اپنی خودی سے غافل بنا دیا ہے ورنہ تجھ میں وہ اوصاف ہیں کہ تو ہی جنت کی خوشخبری دینے والا ہے اور تو ہی عذابِ الٰہی سے ڈرانے والا ؏
(محراب گل افغان، ۱۵، ض ک، ۱۷۵)

اُفرنگ زدہ : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے درس گاہوں کے لڑکوں اور لڑکیوں

کی غیر اسلامی زندگی پر تنقید کی ہے

(ض ک ، ۳۳)

اَفرنگ کے سیّار (-اربع) مذکر ، افرنگ + کے (رک) + سیار (بہ گردش کرنے والا ستارہ) ؛ فرنگی لوگ جو سیاروں کی طرح ہر وقت سرگرم عمل رہتے ہیں ؎

خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سیار

(مہدی برحق ، ض ک ، ۷۵)

اَفرنگی ؛ فرنگی (رک)

من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج

(، ب ج ، ۲۱۰)

اَفروز (ف) مصدر افروختن (؛ روشن کرنا) سے فعل امر ؛ ترکیب میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر صفت کے معنی دیتا ہے ۔ (رک چمن افروز)

اَفروزی (ف ف) لاحقہ (رک) ، + ی (لاحقہ کیفیت) ؛ ترکیب میں مستعمل ہے اور سابق میں بیان کی ہوئی چیز کو روشن کرنے یا چمکانے کے معنی دیتا ہے (رک خود افروزی)

اَفریقہ (ع) مذکر ، مشہور براعظم جو تقریباً کل دنیا سے پسماندہ ملکوں پر مشتمل ہے ، حبش جو بلال حبشی کا وطن تھا وہ بھی اسی علاقے میں واقع ہے ؎

کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۴)

اَفزا (ف) ، مصدر افزودن (؛ بڑھانا) سے فعل امر ، ترکیب میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے ، اس کی جگہ "فزا" بھی بولتے اور لکھتے ہیں

(رک عظمت فزا)

اَفزائی (ف ف) مونث ؛ افزا (رک) کا اسم کیفیت ؎

کی دزیر شاہ نے وہ عزت افزائی مری

(حیدر آباد دکن ، ب ا ، ۲۰۴)

اَفزوں (ف) ، صفت ؛ زیادہ ، بیش ؎

کشش حسن غم ہجر سے افزوں ہو جائے

(صبح کا ستارہ ، ب د ، ۸۶)

اَفسانہ (ف) ، مذکر ؛ داستان ، سرگزشت ؎

کہ رہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا

(ہمالہ ، ب د ، ۱۲۲)

؛ داستان عشق ؎

اس چمن میں بھی گل و بلبل کا افسانہ ہے کیا

خفتگان خاک سے استفسار ، ب ۲۹)

اَفسانہ خواں (-ف) مذکر ؛ افسانہ + خواں ، مصدر خواندن (؛ پڑھنا) سے فعل امر

؛ روداد سنانے والا (زبان حال سے) ؎

اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

(ترانۂ ملی ، ب د ، ۱۰۹)

اَفسانہ خوانی (-ف ف) ، مونث ، افسانہ خواں (رک) + ی (لاحقہ کیفیت) ؛ کہانی سنانا ، داستان یا روداد بیان کرنا

نصیحت بھی تری صورت ہے اک افسانہ خوانی کی

(تصویر درد ، ب د ، ۷۳)

اَفسانہ کوتاہ ؛ (-ف) ، قصہ تمام ہوا ؎

اک ضرب شمشیر افسانہ کوتاہ

(محراب گل افغان ، ۴ ، ض ک ، ۱۶۶)

اَفسانہ نویس (-ف) صفت ، افسانہ + نویس + مصدر نوشتن (؛ لکھنا) سے فعل امر ؛ افسانے کا مصنف ؎

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس

(ہنروران ہند ، ض ک ، ۱۲۹)

اَفسُردگی (ف) ، مونث ، افسردہ (رک) کا اسم کیفیت ؎

اک ذرا افسردگی تیرے تماشاؤں میں تھی

(غزلیات ، ب د ، ۱۳۸)

اَفسُردہ (ف) صفت ؛ مصدر افسردن (؛ بجھنا ، ٹھٹھر جانا) سے حالیہ تمام ؛ رنجیدہ ، متفکر ؛ جس میں کوئی ولولہ اور امنگ نہ ہو ؎

غم زدا ہے دل افسردۂ دہقاں ہونا

(ابر کوہسار ، ب د ، ۲۸)

؛ ٹھنڈا ، مراد بے حرارت و بے عمل ؎

سردی مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں

(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۳۲)

اَفسُردہ دل (ف ف) ، افسردہ + دل (رک) ؛ جس کا دل بجھ

گیا ہو، جیسے کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہ ہو ؏
لیکن میں افسردہ دل ہوں درخورِ محفل نہیں
(رخصت اے بزمِ جہاں، ب، ۴۳)

اَفسَری (ف ف) مونث، افسر (= تاج) + ی (لاحقۂ نسبت) : مراد شاہی ؏
اے افسری کے تاج گریباں کو چاک کر
(داستانِ خون، ب ا، ۷)

اَفسُوں (ف) مذکر : جادو، منتر

اَفسُوں پڑھنا (- ار) : کوئی منتر پڑھکر پھونکنا جس سے موجودہ حالت بدل جائے ؏ پڑھا خوابیدگانِ دیر پر افسونِ بیداری
(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

اَفسُوں پھونکنا : (ار) جادو کر دینا، جادو کے کلمات دم کرنا، مراد غیر معمولی طور پر بغیر اسبابِ ظاہری کے بڑی سرعت کے ساتھ کوئی کام سرانجام دینے کی صلاحیت پیدا کرنا ؏
ہماری قوم پہ یارب وہ پھونک دے افسوں
(فلاحِ قوم، ب ا، ۳۱)

اَفسُونِ سَحَر (- ع) مذکر، افسون + اضافت + سحر (رک) : صبح کی روشنی جو ایک دم سے جادو کی طرح نمودار ہو کر رات کو غائب کر دیتی ہے ؏
جس کی تابانی سے افسونِ سحر شرمندہ ہے
(مسلم، ب د، ۱۹۶)

اَفسُوں گَر (- ف) صفت، افسوں + گر (رک گر) : جادو کرنے والی ؏
ہے امیں اعجازِ عیسیٰ کی کہ افسوں گر زمیں
(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۸۴)

اِفشا (ع) مذکر، ظاہر ہونے یا کرنے کی صورتِ حال، طشت از بام ہونے یا کرنے کا عمل ؏
گرچہ ہے افشائے رازِ اہلِ نظر کی فغاں
(ام، ب ج، ۶۲)

اَفشاں : (ف) مونث، مقیش یا گوٹے کی کترن جسے عورتیں زیبائش کے لیے ماتھے پر چنتی ہیں۔

اَفشاں کا ستارہ (- ار ف) مقیش یا گوٹے کی کترن جو تارے کی طرح ماتھے پر چمکتی ہے ؏
کسی پیشانی کی افشاں کے ستاروں میں رہوں
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

افشاں (ف) مصدر افشاندن (= چھڑکنا، بکھیرنا، گرانا) سے فعل امر، ترکیب میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک شبنم افشاں)

اَفشانی (ف ف) مونث، افشاں (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : افشاں کا اسم کیفیت
(رک خرد افشانی)

اَفغان (ف) مذکر، پٹھان ؏
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۴۰)
: پٹھان قوم کا اجڈ آدمی (جو مارنے مرنے سے نہیں ڈرتا) ؏
کرایے پر منگاؤں گا کوئی افغان سرحد سے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

اَفغانیّت : (مونث) : افغان (ایک وحدت) ہونے کی صورتِ حال ؏
ابھی یہ خلقت افغانیت سے ہیں عاری
(محراب گل الخ، ۱۸۰، ض ک، ۱۷۷)

اُفُق (ع) مذکر : آسمان کا کنارہ جو چاروں طرف زمین سے ملا ہوا نظر آتا ہے اور جس میں صبح و شام شفق کی سرخی ظاہر ہوتی ہے ؏
اٹھ کہ ظلمت ہوئی پیدا افقِ خاور پر
(عبدالقادر کے نام، ب، ۱۳۲)

اُفُق تابی (- ف ف) مونث، افق + تاب (رک) + ی، لاحقۂ کیفیت : افق کے چمکنے کی کیفیت ؏
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے
(جوابِ شکوہ، ب، ۲۰۵)

اُفُقِ خاور (- ف) مذکر، افق + خاور (= مشرق) : مشرق کا کنارہ، مراد ہندوستان کی سرزمین جو مشرقی علاقے کا ملک ہے اور جس میں اس وقت ہندوؤں کی سازش کے باعث مسلمانوں کا مستقبل تاریک تھا ؏
اٹھ کہ ظلمت ہوئی پیدا افقِ خاور پر

(عبدالقادر کے نام، ب د ۱۳۲)

اُفق گردی (-ف ف) مونث، افق + گرد (رک گرد ۳) + ی (لاحقۂ کیفیت) : کناروں پر گھومتے رہنا ؏
اے فلک مسکن افق گردی ترا دستور ہے

(غرۂ شوال، ب ا، ۲۶۳)

اَفکار (ع) مذکر، خیالات، تخیلات، فکر (رک) کی جمع ؏
تنگ ایسا حلقۂ افکار انسانی نہیں

(والدۂ مرحومہ، ب، ۲۲۶)

اَفکارِ پریشاں (ع ف) مذکر، افکار (= خیالات) + پریشان (رک) : بکھرے ہوئے خیالات

(۱ (نثر) ب ج، ۲۲)

افکارِ عمیق (-ع) مذکر، افکار + اضافت + عمیق (رک) : بہت گہرائی تک اور بہت دور تک غور و فکر کرنے والا تخیل ؏
نہ کہیں لذت کردار نہ افکار عمیق

(اجتہاد، ض ک، ۲۲)

اَفگن (ف) : مصدر اَفگندن (پھینکنا، ڈالنا، گرانا) سے فعل امر۔ ترکیب میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے۔

(رک برق افگن)

اِفلاس (ع) مذکر، مفلسی، محروم ہونے کی کیفیت۔

اِفلاسِ تخیل (-ع) افلاس + اضافت + تخیل (= قوت متخیلہ) جس منزل پر ہے اس سے آگے بڑھ کر کچھ سوچنے کی طاقت سے محرومی ؏
سچ اگر پوچھے تو افلاس تخیل ہے وفا

(عاشق ہرجائی، ب، ۱۲۳)

اَفلاطون : رک مقصود (جس کے تحت یہ درج ہے) ؎
نہ مال و دولت قارون نہ فکر افلاطون

(۳، ب ج، ۲۷)

اَفلاک (ع) مذکر، فلک (رک) کی جمع (رک خیمۂ افلاک کام) : کائنات عالم کی وسیع فضائیں ؏
یہ مشت خاک یہ صرصر یہ وسعت افلاک

(۴، ب ج، ۸)

اَفلاکی (ع ف) صفت، افلاک (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : آسمان سے تعلق رکھنے والے، بہت بلند ؏
خاکی ہے مگر اس کے انداز ہیں افلاکی

(۵، ب ج، ۱۷)

اَفیون (ع) مونث : ایک سیاہ رنگ کی منجمد نرم زہریلی اور نشیلی چیز جسے بہت سے لوگ عادۃً تھوڑی مقدار میں کھاتے اور پینک میں پڑے رہتے ہیں۔ اس کا نشہ انھیں خوشگوار معلوم ہوتا ہے ؏
طبع مشرق کے لیے موزوں یہی افیون تھی

(پہلا شیر، اح ۹)

اَقارِب (ع) مذکر، اعزہ و اقربا، قریب کے رشتہ دار (قریب کی جمع اقربا اور جمع الجمع اقارب) ؏
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار

(صدیق، ب د، ۲۲۴)

اِقامت (ع) مونث : قیام، ٹھہراو

اِقامت طلب (-ع) صفت اقامت + طلب (رک) : جو قیام اور ٹھہراو کی ضرورتمند ہو، جسے گرنے یا منہدم ہونے سے کسی روک کی ضرورت ہو (قتب قوم ہو خضر اس مکاں کے لیے) ؏
ہے اقامت طلب جدار مری

(یتیم کا خطاب، ب، ۷۰)

اِقبال : یہ ضرب کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اپنے کلام کی حقیقت اور شاعری میں اپنی حیثیت واضح کی ہے

(ض ک، ۱۱۸)

اِقبال کا ہمنام : حضرت نظام الدین اولیاء کے ایک مرید خاص جو بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ ان کا نام بھی خواجہ محمد اقبال تھا اور ان پر حضرت کی بڑی چشم عنایت تھی ؏
لاج رکھ لینا کہ میں اقبال کا ہمنام ہوں

(برگ گل، ب ا، ۱۷۲)

اِقرار (ع) مذکر، اعتراف، زبان سے کسی بات کو تسلیم کرنے یا ہاں کہہ دینے کی کیفیت ؏
تیرے احساں کا نسیم صبح کو اقرار تھا

(گل پژمردہ، ب د، ۵۱)

اِقرار باللّسان (ع ما ت ث، مذکر، اقرار (رک) + ب (= سے) + ال (تعریف یا معرفہ) + لسان (رک)): کلمۂ شہادت زبان پر جاری کرنا (چاہے دل تصدیق کرے یا نہ کرے) ؎
مرے لیے تو ہے اقرار باللّساں بھی بہت
(۱۱، ب ج، ۳۵)

اِقلیم (ع) مونث: ملک، سرزمین ؎
اقلیم دل کی آ شہنشاہ چل بسی
(اشک خوں، ب، ۱۰۸)
(نوٹ) ملک دل کی شہنشاہ سے کسی محبوبہ کو تعبیر کیا جا سکتا ہے نہ کہ کسی معزز خاتون کو۔

اَقوام، (ع) مذکر: قوم (رک) کی جمع۔

اَقوامِ عالم (- ع)، اقوام + عالم (رک): دنیا بھر کی قومیں ؎
جس کے دامن میں اماں اقوام عالم کو ملی
(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

اَقوامِ مشرق: یہ ضرب کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اس بات پر افسوس کیا ہے کہ مشرق والے اہل مغرب کی کورانہ تقلید میں پڑ کر زندگی سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔
(ض ک، ۱۰۷)

اَقوامِ نَو دَولت (- ف ع)، مذکر، اقوام + نو (رک) + دولت (رک): (یورپ اور امریکہ کی) وہ قومیں جو موجودہ زمانے میں مالدار ہو گئی ہیں ؎
نوجوانِ اقوام نو دولت کے ہیں پیرایہ پوش
(خضر راہ، ب د، ۲۵۶)

اِک (ار) کسرۂ الف مائل بہ یائے مجہول: ایک (رک)
تیزی عمر رفتہ کی اک آن ہے عہد کہن
(ہمالہ، ب، ۲۲)

اِک جہاں: بہت سے لوگ ؎
اک جہاں آیا ہے گل گشت چمن کے واسطے
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب، ۱۴۱)

اِک جہاں اور بھی ہے: یعنی حال اور فنا فی اللہ کی دنیا ؎
اک جہاں اور بھی ہے جس میں نہ فردا ہے نہ دوش
(۵۶، ب ج، ۴۴)

اِک بیاضِ نظمِ ہستی کی ہیں تدبیریں سبھی: اس مصرع میں "تدبیریں" کی جگہ "تحریریں" پڑھیے "معنی واضح ہیں
(ب ا، ۲۹۶)

اِک جَست ہی میں طے ہیں: اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ حضرتؐ جب معراج میں تشریف لے گئے تو زمین سے حجاب قدس تک جانے اور آنے میں اتنا وقت لگا کہ روایت کے مطابق واپسی کے وقت زنجیر در کی حرکت جاری تھی (دوسرے مصرع سے اس کی تائید ہوتی ہے) ؎
اک جست ہی میں طے ہیں دو عالم کی وسعتیں
(معراج، ب ا، ۲۲۴)

اِک دِن (- ار): کسی دن (جس کا وقت مقرر نہیں)، ایک دفعہ ؎
اک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

اِک ذَرا (ار): قدرے، البتہ کچھ ؎
اک ذرا افسردگی تیرے تماشاؤں میں تھی
(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

اِک راہ سے: یعنی ایک طریقے سے (مثلاً یہ کہہ کر کہ آنحضرت صلعم کی ذات گرامی بھی دوسرے انسانوں کی مثل ہے، یا مثلاً صلوات وسلام پر اعتراض کرکے، وغیرہ وغیرہ) ؎
یہ تو اک راہ سے تجھ کو بھی بُرا کہتے ہیں
(فریاد امت، ب ا، ۱۰۶)

اَکارت (ار) صفت: بیکار، ضائع ؎
اکارت ہے بناوٹ سے ترا رونا نمازوں میں
(تصویر درد، ب ا، ۲۲۹)

اَکبَر (ع) صفت
: بڑا ؎
آج کل اس عرصہ میں ہے اکبر ہیں اور مولا علام
(برگ گل، ب ا، ۱۷۳)
: (خدا کے لیے) سب سے بڑا ذاکر خدائے تعالیٰ کی صفت میں مستعمل) ؎

جس کو دکھلائے خالقِ اکبر
(خدا حافظ، ب ا، ۵۳)

: مذکر۔ اکبر الہ آبادی مشہور ظریف شاعر جو (غیر منقسم ہند) یُوپی، میں جج تھے اور ۱۹۲۱ء میں انتقال کیا ۔
ختم تھا مرحُوم اکبر پر ہی یہ رنگِ سخن
(ب ا، ۲۱۴)

اُکتا جانا (اُکتانا) (ار) : دل بیزار ہونا، گھبرانا، طبیعت کا اچاٹ ہونا ۔
دنیا کی محفلوں سے اُکتا گیا ہُوں یارب
(ایک آرزو، ب د، ۴۲)

اِکتفا (ع) مونث : کافی سمجھنے اور بس کرنے کا عمل ۔
اپنی یہ احتیاط کہ بوسے پہ اکتفا
(ب ا، ۲۶۵)

اِکرام : عزّت، بزرگی، احترام، مراد ساکھ ۔
آپ کے دم سے پریس کی عزّت و اکرام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۷)

اِکسیر (ع) مونث
وہ روایتی چیز جس سے تانبے کو سونا بناتے ہیں، مراد جنسِ اعلیٰ ۔
خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنا دیتی ہے
(دل، ب د، ۶۲)

اِکسیر کا نُسخہ (ـ ، رع) مذکر۔ اکسیر + کا + نسخہ (رک) : مجرّب اور زود اثر ترکیب، نہایت جلد تاثیر دکھانے والی دوا ۔
لکھا تھا عرش کے پایہ پہ اک اکسیر کا نسخہ
(محبت، ب د، ۱۱۱)

اِکسیر گر (ع ـ ف) صفت، اکسیر + گر (رک) : سونا بنا لینے والا، کنایۃً فتحمند ۔
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو اکسیر گر نکلے
(طلوعِ اسلام، ب، ۲۷۲)

اِکسیری : اکسیر (رک) سے منسوب، اکسیر کی (جو مٹی کو سونا بنا دیتی یعنی انسان کو جو مشتِ خاک ہے رُوحانیت کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچا دیتی ہے) ۔

اک فقر ہے جس سے مٹی میں خاصیتِ اکسیری
(فقر، ب ج، ۱۹۰)

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں
بُلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

: (اب شبلی و حالی کے غمِ مفارقت میں کس کو اتنا ہوش ہے جو باغبان سے یہ پُوچھے کہ بلبل نے کیا کہا، پھول نے کیا سنا اور صبا نے کیا کیا (یعنی باغ کے حالات سے باخبر رہنے کا کسی کو ہوش نہیں)
(شبلی و حالی، ب د، ۲۲۲)

اُکھاڑنا (ار) : کسی گڑی یا جڑی ہوئی چیز کو جھٹکا دے کر یا زور سے کھینچ کر اس کی جگہ سے ہٹا دینا ۔
تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے
(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

اکیلا : (ار) صفت، تنہا، جو بغیر کسی رفیق کے ہو ۔
میں دل جلا اکیلا دکھ میں کراہتا ہُوں
(پرندے کی فریاد، ب ا، ۲۸۶)

اگر (ف) کلمۂ شرط (: جو ایسا ہو تو ......) ۔
واسعدوُں گا اگر لذتِ دل زیرِ کا بس
(برگِ گل، ب ا، ۱۷۰)

اگر ز آتشِ دل شرارے بگیری
تواں کرد زیرِ فلک آفتابی

: اگر تو اپنے دل کی آگ سے (یعنی اپنی خودی سے) ایک چنگاری لے لے تو اس کی بدولت کائنات میں آفتاب کی طرح روشن اور سرگرم بن کر رہ سکتا ہے ۔
(ملا زادہ، ۱۹، ارج، ۴)

اگر جسیاہ دلم، داغِ لالہ زارِ توام
اگر کشادہ جبینم، گُلِ بہارِ توام

: اگر میرا دل سیاہ ہے (یعنی گناہگار ہوں) تب بھی تو آپ ہی کے لالہ زار کا داغ دار پھول ہوں اور اگر (اعمال صالحہ کے باعث) بشاش ہوں تب بھی آپ ہی کی بہار کا ایک پھول ہوں یعنی طالح ہوں یا صالح بہر صورت آپ سے نسبت غلامی رکھتا ہوں

(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

اگر یک سرِ موے برتر پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

: اگر میں ایک بال برابر بھی اس منزل سے آگے پرواز کروں گا تو اس کی تجلی کی تابش میرے پروں کو جلا دے گی (یہ کلمات جبرئیل نے شبِ معراج سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر حضورؐ سے کہے تھے اور پھر وہاں سے مقام قدس تک آپ تنہا ہی تشریف لے گئے تھے)

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۹)

اگرچہ : (ف) کلمۂ شرط
گو کہ، ہر چند، باوجودیکہ ؎
کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا

(ہمدردی، ب ا، ۳۵)

: اگر (رک گرچہ جو اسی کی تخفیف ہے)۔

اگرچہ سب سے بڑا : اسے "اگرچہ سب سے بڑا" بنا لیجیے ؎
اگرچہ سب سے بڑا ہوں میں جاں نثاروں میں

(ب ا، ۵۳۳)

اُگلنا (ار) منھ کے ذریعے حلق سے باہر نکال دینا ؎
دہقاں ہے کسی قبر کا اُگلا ہوا مردہ

(گلہ، ض ک، ۱۵۱)

اُگلے (ار) : ماضی کے، سابق کے ؎
اُٹھ گئے وہ آہ اگلے لطف دصحبت کے مزے

(تعیش جوانی، ب ا، ۵۲۲)

(نوٹ) لطف کے بعد "د" کتابت کی تحریف معلوم ہوتا ہے۔

اُگنا (ار) (نبات کا زمین سے) پھوٹنا، نکلنا، پیدا ہونا ؎
تیری کشت فکر سے اگتے ہیں عالم سبز وار

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

اگنی (ار) مونث : آگ ؎
اگنی ہے وہ جو نرگن کہتے ہیں پیت اس کو

(نیا شوالا، ب ا، ۳۴)

اِلّا : (ع) کلمۂ استثنا، الا اللہ کی تخفیف، مراد اقرار وحدانیت ؎
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ اِلّا

(ا ب ج، ۲۴)

اِلّا اللّٰہ : (ع ع) کلمۂ طیبہ کا دوسرا جز جو ماسوی اللہ کے وجود کی نفی کرنے کے بعد خدائے تعالیٰ کے وجود کا اقرار کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ ذیل کے مصرع میں اس اقرار کو یا وجود باری تعالیٰ کو موتی سے تشبیہ دی ہے (اس مناسبت سے پہلے نفی وجود کو دریا سے تشبیہ دی جا چکی ہے) ؎
لا کے دریا میں نہاں موتی ہے الا اللہ کا

(سوامی رام تیرتھ، ب ۱۴۱)

الارض للّٰہ (ع ع ع ع) ال (علامت تعریف یا معرفہ) + ارض (: زمین) + ل (کلمۂ جار) + اللہ (رک)

: زمین خدائے تعالیٰ کی ملکیت ہے (یعنی کسی انسان کی ملکیت نہیں (ب ج، ۱۱۹)

: اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اپنا یہ اصول واضح کیا ہے کہ وہ زمین کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھتے ہیں اس لیے کاشتکار کے علاوہ کسی کو اس کی پیداوار اٹھانے اور وصول کرنے کا حق نہیں

(ب ج، ۱۱۹)

الامان (ع ع) اِنشا، اَل (علامت تعریف یا معرفہ) + امان (: پناہ) : اتنی زیادہ کہ خدا اپنی پناہ میں رکھے (کسی چیز سے تنگ آنے کے موقع پر مستعمل ہے) ؎
گرمی گفتار اعضائے مجالس الاماں

(خضر راہ، ب د، ۲۶۱)

اِلٰہ : رک تحتِ لا الٰہ

الٰہ آباد : بھارت (یوپی) میں ایک شہر کا نام جو شمالی ہند کے پوربی علاقے میں دریائے گنگا و جمنا کے کنارے پر واقع ہے اردو کے مشہور ظریف شاعر اکبر الٰہ آبادی یہیں مقیم تھے ؎

الہ آباد سے لنگرا جلا لاہور تک پہنچا

(ب ا، ۵۰۳)

اِلٰہی (ع) اِلٰہ (= اللہ) + ی (= میرا، میرے): اے میرے اللہ، کبھی پکارنے کے لیے ہے

اس قید کا الٰہی دکھڑا کسے سناؤں

(پرندے کی فریاد، ب، ۳۸)

: کبھی تعجب کے موقع پر ہے

کس کی منزل ہے الٰہی مرا کاشانۂ دل

(دل، ب د، ۶۱۰)

: دعائیہ خدا کرے، خدا سے دعا ہے کہ ہے

الٰہی! بزم تری زیبِ روزگار رہے

(ب ا، ۵۴۴)

اِلٰہی توبہ: خدا محفوظ رکھے، اللہ اس بات کے شر سے بچائے۔ (کسی بری بات کی شدت اور کثرت کے اظہار کے موقع پر مستعمل) ہے

واعظوں میں یہ تکبر کہ الٰہی توبہ

(فریادِ امت، ب ا، ۱۰۶)

اِلٰہیات (ع ع ع، مذکر، اِلٰہ (= اللہ) + ی (لاحقۂ نسبت) + ات (لاحقۂ جمع): ذاتِ باری تعالیٰ سے تعلق رکھنے والے مسائلِ فلسفہ ہے

ہے یہی بہتر الٰہیات میں الجھا رہے

(ابلیس، ۲، ا ح، ۱۳)

اِلتجا (ع) مونث: درخواست، خواہش ہے

التجائے اَرِنی سرخیِ افسانۂ دل

(دل، ب د، ۶۱)

قب اَرِنی:

اِلتجائے مسافر: (بہ درگاہ حضرت محبوب الٰہی)، یہ نظم بانگِ درا میں موجود ہے مگر مخزن (اکتوبر ۱۹۰۵ء) کی اشاعت میں سولہ شعر زیادہ تھے جو باقیات میں درج ہیں۔ اس نظم سے متعلق ایک دلچسپ واقعہ بھی مذکورۂ بالا مخزن میں شائع ہوا تھا جس کا اعادہ دلچسپی اور مطلب فہمی دونوں اعتبارات سے مفید ہوگا۔ نظم کی شانِ نزول میں مولانا غلام بھیک نیرنگ رقمطراز ہیں کہ ۲ ستمبر ۱۹۰۵ء ہمارے خاص احباب کی تاریخِ محبت میں ایک قابلِ یادگار دن ہے۔ صبح کا سہانا سماں ہے بمبئی میل دلی کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچی ہے۔ خواجہ سید حسن نظامی دہلوی اور منشی نذر محمد بی اے اسٹیشن پر استقبال کو آئے ہیں۔ استقبال کس کا ہے؟ جدید شاعری کے روحِ رواں (روحِ درواں) اقبال با اقبال اور اس کے ہمراہیوں کا۔ وہ کیسے؟ اقبال بغرض تعلیم علوم و فنون انگلستان کو روانہ ہوئے ہیں۔ نیرنگ اور اکرام اپنے پیارے دوست کو رخصت کرنے کے لیے دہلی تک ساتھ گئے ہیں۔ ریل سے اتر کر اول منشی نذر محمد صاحب کے مکان پر تھوڑی دیر آرام کیا بعد میں سب دوست مل کر حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ کی درگاہ آسمان پائگاہ کی طرف روانہ ہوئے راستے میں شہنشاہ ہمایوں کے مقبرے کی زیارت اور سیر کی درگاہ میں پہنچ کر مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔ اول اقبال نے عالمِ تنہائی میں مزار مبارک کے سامنے بیٹھ کر ذیل کی نظم پڑھی اور ان کی درخواست پر سب اصحاب باہر صحن میں ٹھہرے رہے بعد میں دوستوں کے اصرار پر اقبال نے اس نظم کو درگاہ کے صحن میں بیٹھ کر مزار مبارک کی طرف منہ کر کے دوبارہ ایک نہایت دردانگیز اور دلنشین لہجے میں پڑھا۔ سب احباب اور دیگر سامعین نہایت متاثر ہوئے اور بے تحاشا زبان سے موقع بموقع کلماتِ تحسین و آفریں نکلتے تھے، ایک محویت کا عالم تھا کہ جس کی تصویر حاضرین کے تصور ہی کھینچ سکتے ہیں۔ درگاہ سے واپس ہو کر خواجہ حسن نظامی صاحب کے مکان پر قیام کیا۔ ولایت نامی ایک نوعمر قوال خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر تھا نو تعلیم تھا مگر خوش گلو اور باطبیعت وہ کچھ گاتا رہا اور وقت نہایت مزے اور کیفیت سے گزرا۔ اس کے بعد شہر کو واپس ہوئے۔ واپسی پر خاتم الشعرا مرزا اسد اللہ خان غالب کی تربت پر حاضر ہوئے بندہ نیرنگ مرزا صاحب کی تربت کے سرھانے لوحِ تربت پر ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھا تھا۔ میری دائیں جانب اقبال عالمِ محویت میں بیٹھے تھے اور تربت کے گرداگرد تمام پارٹی حلقہ باندھے ہوئے تھی۔ دو بجے دن کا وقت اور دن بھی ستمبر کا۔ دھوپ تیز اور ہوا گھمس، مگر اس قبر کی زیارت کا اثر تھا کہ کسی کو گرمی کا خیال تک نہ تھا۔ قوال زادے کو عجیب وقت کی سوجھی۔ لولا

حضور! مرزا غالب کی ایک غزل یاد آئی، اگر اجازت ہو تو سنا دوں۔ سرود مستاں یاد دہانیدن یہاں کس کو عذر تھا چنانچہ اس نے یہ غزل گائی

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی

ذیل کے دو شعروں پر عجیب کیفیت رہی۔

اڑتی پھرے ہے خاک مری کوئے یار میں
بارے اب اے ہوا ہوسِ بال و پر گئی
وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں
اٹھیے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی

— غزل کے ختم ہونے پر جب ایک دو منٹ میں ہوش بجا ہوئے تو سب چلنے کو اٹھے۔ اقبال نے جوشِ عقیدت میں مرزا صاحب کے مزار کو بوسہ دیا اور سب شہر کو روانہ ہوئے

"اچھا اقبال
بہ سفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی
زندہ رہیں گے تو تین سال بعد تیرے کلام کو تیری زبان سے پھر سنیں گے"
(ب ا، ۳۰، ۳۴۳ تا ۳۴۶)

اِلتفات (ع) مذکر: توجہ، متوجہ ہونے کا عمل۔

اِلتفات آمیز (ـ ف) صفت، التفات + آمیز (رک): جس میں توجہ شامل ہو۔ ےگر

نہ کر نگہ سے تغافل کو التفات آمیز
(۱۲، ب ج ۱۶۰)

اُلٹ پھیر (ار): آمد و رفت، آجانا اور لوٹنا ےگ

دموں کے الٹ پھیر کا نام ہے
(ساقی نامہ، ب ج ۱۲۷)

اُلٹنا (ار): منقلب کر دینا، تختہ الٹ دینا ےگ

کیوں اس کی اک نگاہ الٹتی ہے تخت کے
(سرود، ض ک ۱۵۱)

اُلجھانا (ار): الجھنا (رک) کا تعدیہ ہے

اور اس الجھی ہوئی گتھی کو سلجھاتے نہیں یہ
(صدائے درد، ب ا، ۲۹۵)

اُلجھنا (ار): پھنسنا، مبتلا ہونا ےگ

حلقۂ دامِ تمنا میں الجھنے والے
(انسان اور بزمِ قدرت، ب د ۵۵)

اِلحاد (ع) مذکر: خدائے تعالیٰ کے وجود کا انکار، کفر و شرک ےگ

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
(جوابِ شکوہ، ب د ۲۰۰)

اَلحَذَر (ع ع) کلمۂ تحذیر، الامان، خدا کی پناہ، یہاں سے دور بھاگو ےگ

اب تجھے دیکھے تو بھاگے الحذر کہتا ہوا
(گل پژمردہ، ب ا، ۱۴، ۳۰)

اَلحُکمُ لِلّٰہ اَلمُلکُ لِلّٰہ: حکومت اور ملک دونوں اللہ کو زیب دیتی ہیں اس کے علاوہ اور کوئی نہ حاکم ہے نہ ملک کا والی
(محرابِ گل افغان ۴، ض ک ۱۶۶)

اِلزام (ع) مذکر: اتہام، حرف گیری، قصور وار ٹھہرنے کی صورتِ حال ےگ

شام کو گھر بیٹھے رہنا قابلِ الزام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۳۱)

اَلَستُ (ع) فعل واحد متکلم: اشارہ ہے آیہٴ اَلَستُ بِرَبِّکُم کا جس کے معنی ہیں کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ جب خدائے تعالیٰ نے سب روحیں پیدا کیں تو ان سے خطاب فرمایا اَلَستُ بِرَبِّکُم روحوں نے جواب میں کہا بلیٰ یعنی کیوں نہیں تو ہی ہمارا رب ہے۔ وہ دن روزِ میثاق یعنی پروردگار کی الوہیت پر قول و قرار کا دن کہلاتا ہے۔ روزِ میثاق ےگ

میں وہی ہوں ہو گیا تھا جس کا دل صبحِ الست
(ب ا، ۴۵۲)

اَلطاف (ع) مذکر: لطف (= مہربانی) کی جمع ہے

اب وہ الطاف نہیں ہم پہ عنایات نہیں
(شکوہ، ب د ۱۶۷)

ــــــــ

ٹ جو خود ہی مست ہو رہا ہو اسے گانا یاد دلا دینا مراد جذبات یا احساسات کو شہ دینا۔

ــــــــ

سہ غالباً "وہ کھو گیا" درست ہے۔

اَلغَرَض (ع ع)، ال (علامت تعریف یا معرفہ) + غرض (درک): خلاصۂ کلام یہ ہے، اصل مطلب یہ ہے ؎

الغرض دیں ہو تو اس کے ساتھ کچھ دنیا بھی ہو

(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۱)

اَلغِیَاث (ع ع) کلمۂ ندبہ، ال (سابقۂ تعریف یا معرفہ) + غیاث (= فریاد): رنج و غم کی زیادتی کے وقت بطور فریاد مستعمل ہے ؎

الغیاث اے معلّم ثالث

(خدا حافظ، ب ا، ۵۵)

اَلفَاظ (ع)، مذکر: (لفظ کی جمع) جو کلمہ بول چال میں آئے ہے ؎

جس طرح کہ الفاظ میں مضمر ہوں معانی

(زہد اور رندی، ب، ۵۰)

اُلفَت (ع) مونث، محبت، عشق حقیقی (یا مجازی)، ہے ؎

ارتکاب جرم الفت کے لیے بیتاب تھا

(وصال، ب د، ۱۲۰)

: انس، دل کا فطری جھکاؤ اور لگاؤ۔ ؎

شرکت غم سے وہ الفت اور محکم ہو گئی

(والدۂ مرحومہ، ب، ۲۲۹)

اُلفَت بتوں سے ہے : یعنی مشرکانہ عقائد اختیار کر لیے ہیں ؎

الفت بتوں سے ہے تو برہمن سے بیر کیا

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۶)

اَلفَقرُ فَخرِی (ع ع ع ع): آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں فقیری کی زندگی بسر کرنے پر فخر کرتا ہوں ہے ؎

سماں الفقر فخری کا رہا شان امارت میں

(خطاب بہ جوانان اسلام، ب، ۱۸۰)

اَلقِصَّہ (ع ع) متعلق فعل، ال (علامت تعریف یا معرفہ) : اس کلام کا حاصل یا خلاصہ یہ ہے کہ ؎

القصہ بہت طول دیا وعظ کو اپنے

(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

اَلکِتَاب (ع ع)، مونث، ال د : علامت تعریف یا معرفہ + کتاب۔ قرآن پاک کے آغاز میں جو "الکتاب"، ذٰلک الکتاب لاریب فیہ (= وہ کتاب ایسی ہے جس میں شک نہیں) میں آیا ہے وہاں کتاب سے ضرور ہی مراد تھی تو نیز قرآن پاک مراد ہوتا تو "وہ کتاب" کی بجائے "یہ کتاب" کہا جاتا)، ؎

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۲۶)

اِلکشن (انگ) مذکر: کسی انجمن یا کونسل وغیرہ کی ممبری کے لیے جو لوگ امیدوار ہوں ان کے بارے میں مقررہ طریقہ سے ووٹ کے ذریعے متعلقہ حلقے کے عوام کی رائے معلوم کر کے پسندیدہ امیدوار کا انتخاب ہے ؎

الکشن ممبری کونسل صدارت

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

اللہ (ع) خدائے تعالیٰ ہے ؎

اللہ نے بخشا ہے بڑا آپ کو رتبا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

اَللہُ اَکبَر (ع ع) : اللہ سب سے بڑا ہے، اذان کا پہلا فقرہ جسے تکبیر کہتے ہیں، اس جگہ اذان مراد ہے ہے ؎

واہ کیا شور تھا مجھے اللہ اکبر کا جواب

(ب ا، ۵۷۵)

اللہ رے : مبالغے کی جگہ بولتے ہیں، بل بے، اف رے ہے ؎

ہنس کر دیا جواب کہ اللہ رے آرزو

(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو، ب، ۵۴۵)

اللہ کے رستے میں : خدائے تعالیٰ کے نام پر، خدا کی خوشنودی کے لیے، دین و مذہب کی خدمت میں ہے ؎

یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر

(فاطمہ بنت عبداللہ، ب، ۲۱۴)

اللہ کے شیر : حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لقب کیونکہ آپ خدا کی راہ میں اتنے دلیر اور بیباک تھے کہ اپنے سے

۱؎ "کتاب" کا اطلاق انسان پر زبان عربی میں ہوتا رہا ہے مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے ایک شعر میں جس سے پہلے انسان سے تخاطب ہے فرمایا: وانتَ الکتاب المبین الذی (اے انسان) تو ہی وہ کتاب ہے جس کے حرفوں سے اسرار سمجھ میں آتے ہیں)

ہزار گُن تعداد سے لڑجاتے تھے اور فتحیاب ہوتے تھے۔ ۔جمع (یعنی اللہ کے شیروں) سے مراد وہ لوگ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تاسی کرتے ہوں ؎

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(۴۴، ب ج ۵۷)

اَللہ کے نشتر: خدا کے بھیجے ہوئے بتاب کے نشتر جنھوں نے مغرور سلاطین کے دماغ کی رگیں چیر کر خون فاسد بہایا ؎

اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز

(۲، ب ج ۲۶)

اَللہ مستی (۔ف ف) مونث، اللہ + مست (رک) + ی (لاحقہ کیفیت): خدائے تعالیٰ کی ہستی کے یقین کامل میں مست رہنے کی کیفیت (یہ ترکیب اقبال نے وضع کی ہے اور غالباً حکیم اسپنوزا (متوفی ۱۶۷۷ء) کے لقب "اللہ مست" سے ماخوذ ہے) ؎

یقیں اللہ مستی خود گزینی

(رباعیات، ب ج ۸۱)

اللہ والے (۔ار): خدا پر پورا پورا بھروسا اور یقین رکھنے والے۔ ؎

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے

(خطاب بہ جوانان اسلام، ب د ۱۸)

اللہ ہو: (ع) مونث: وہ اللہ ہے، وہی اللہ ہے، صوفیوں کا ایک نعرہ جو آنکھیں بند کر کے اور دل میں خدائے تعالیٰ کا تصور باندھ کے خلوت میں لگاتے ہیں ؎

اماں شاید ملے اللہ ہو میں

(رباعیات، ب ج ۸۳)

الٓمٓ: کتاب الٰہی کے پہلے سورے کا نام الٓم ہے جس کی شکل الم (و رنج) سے ملتی ہے اس لیے بطور ایہام کتاب زندگی کے آغاز کو الم سے تعبیر کیا ہے ؎

ہے الم کا سورہ بھی جزو کتاب زندگی

(فلسفۂ غم، ب د ۱۵۵)

اَلماس: (ف) مذکر: ایک قیمتی پتھر جو ہیرا کہلاتا ہے۔

اَلماس کا ٹکڑا (ار ار) مذکر: مراد پتھر کی طرح سخت ؎

یعنی اک الماس کا ٹکڑا دل آگاہ ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د ۲۲۰)

اَلمانی (ف) صفت: جرمنی کا باشندہ ؎

کہ المانی سے بھی پایندہ تر نکلا ہے تورانی

(طلوع اسلام، ب د ۲۷۱)

اَلمدد (ع ع) کلمۂ ندبہ، ال (علامت تعریف یا معرفہ) + مدد (امداد، سہارا): جلدی امداد کر، جلد سہارا دے ؎

ہے [illegible] کی ترنگ المدد اے سوز عشق

(برگ گل، ب د ۱۷۰)

المدد اے سیّد مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

یہ قدسی کا شعر ہے جو اقبال نے اس جگہ تضمین کیا ہے۔ معنی ہیں: اے مکے، مدینے اور عرب کے سردار (رسالتمآب صلعم) میری مدد فرمایئے، آپ پر جان اور دل دونوں قربان ہو جائیں، کیا اچھے آپ کے القاب ہیں

(فریاد امت، ب د ۱۴۷)

اَلمنی: جرمنی کا رہنے والا، مراد لوتھر جس نے رومن کیتھلک عیسائیوں کے پوپ اور کلیسا کے خلاف تحریک چلائی تھی اور پروٹسٹ کیا تھا کہ عیسائیوں کے گناہوں کی معافی کا اختیار پوپ کو نہیں ہونا چاہیے، نیز معافی ناموں کی فروخت کا سلسلہ بند ہو جانا چاہیے، یہ سولھویں صدی عیسوی کے آغاز کی بات ہے، دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ حقانیت کا دارومدار بائبل پر ہونا چاہیے نہ کہ کلیسا پر جیسا کہ اس وقت رواج تھا، اسی تحریک سے پروٹسٹنٹ فرقہ پیدا ہوا اور پوپ کا اقتدار جو قدیم سے چلا آرہا تھا اس شورش کے بعد بہت کم باقی رہ گیا ؎

دیکھ چکا المنی شورش اصلاح دیں

(مسجد قرطبہ، ب ج ۹۹)

اَلموط (ع) مذکر: کوہ البرز کی دس ہزار فٹ اونچی چوٹی پر بنے ہوئے اس مستحکم قلعے کا نام جسے فرقۂ باطنیہ کے بانی حسن صباح نے اپنی غیر اسلامی سرگرمیوں کا مرکز بنایا تھا، وہ نوجوانوں کو قلعے میں لے جاتا اور انھیں بھنگ پلا کر حسین عورتوں کے جھرمٹ میں بھیج دیتا جو اس نے کوہ قاف

سے لاکر وہاں جمع کی تھیں، اس طرح وہ بہت جلد گمراہ
ہو جاتے۔ اس نے ان جوانوں کو رام کر کے صدہا بلکہ ہزارہا
اثنا عشری شیعوں اور ان کے عالموں کو موت کے گھاٹ اتار
دیا ہے

ساحر الموت نے تجھ کو دیا برگ حشیش

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۲)

اُلّو (ار) مذکر: ایک شب خیز پرند جو ویرانوں میں رہتا اور رات
کو نکلتا ہے "ہو ہو" کر کے بولتا ہے۔ لوگ اسے بہت
منحوس خیال کرتے ہیں مشہور ہے کہ جس جگہ یہ آکر صدا لگاتا
ہے وہ اجڑ جاتی ہے، اسی مناسبت سے اُس جگہ کے لیے
جو اجڑ جاتی ہے یہ محاورہ مستعمل ہے کہ وہاں تو الو بول گیا ہے

کہ دے کوئی الّو کو اگر رات کا شہباز

(خوشامد، ض ک، ۱۴۸)

اَلْوَداع (ع ع) مونث، ال (علامت تعریف یا معرفہ)
+ وداع (بہ رخصت): کسی سے رخصت ہوتے وقت
کہنے کا کلمہ، یعنی اب میں رخصت ہوتا ہوں، یا اب آپ
کو رخصت کرتا ہوں ہے

الوداع اے مدفن ہجویری اعجاز دم

(صدائے درد، ب ا، ۲۹)

اَلْوَنْدی (ف ف) مونث، الوند (= ایران میں ایک بلند چوٹی
کے پہاڑ کا نام) + ی (لاحقہ کیفیت): کوہ الوند ہونے کی
صورتِ حال یعنی بلندی ہے

کہ خاک راہ کو میں نے سکھایا راز الوندی

(۱۰، ب ج، ۱۴)

اِلہام (ع) مذکر: ملک وغیرہ کے وسیلے کے بغیر خدا تعالیٰ
کی طرف سے دل میں کسی خیال کا وارد ہونا ہے

وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

(ہندی اسلام، ض ک، ۲۵)

الہام اور آزادی: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان
ہے جس میں علامہ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص آزادی سے فیضیاب
ہو یعنی بندۂ حر اور مرد مومن اس کے دل میں جو بات خود بخود
بطور الہام پیدا ہوتی ہے اس سے انسانوں کو فائدہ پہنچتا
ہے، غلام یعنی محکوم نفس کے خیالات سے فائدہ نہیں
پہنچتا۔

(ض ک، ۵۴)

اَلْھڑپنا (ار) مذکر: کمسنی، نادانی، بھولاپن ہے

ہائے وہ الھڑ پنے کے دن جوانی کا وہ سن

(تعیش جوانی، ب ا، ۵۱)

ص (نوٹ)، الھڑپنے کے سن کو "جوانی" کہنا محل تکلف ہے۔

اُم (ع) مونث: ماں

اُمُّ الکتاب (ع ع ع) مونث، ام + ال (علامت تعریف
یا معرفہ) + کتاب (رک)، کتابوں کی ماں، یعنی علوم
کا خالق ہے

علم ہے ابن الکتاب عشق ہے ام الکتاب

(علم و عشق، ض ک، ۲۱)

اِمارت (ع) مونث: امیری و سرداری، حکومت ہے

سماں الفقر فخری کا رہا شان امارت میں

(خطاب بہ جوانان اسلام، ب د، ۱۸۰)

اِمام (ع) مذکر

پیشوا، سردار ہے

اہل نظر سمجھتے ہیں تجھ کو امام ہند

(رام، ب د، ۱۷۷)

: نماز جماعت کا پیشوا، جماعت کو نماز پڑھانے والا
شخص ہے

بلا کے دیر سے مجھ کو امام کرتے ہیں

(غزلیات، ب ذ، ۱۳۹)

اِمامان امام (رک) کی جمع: قائدین، لیڈر صاحبان ہے

کیا امامان سیاست کیا کلیسا کے شیوخ

(ابلیس، ا ح، ۱۱)

اِمامت (ع) مونث

: پیشوائی، قیادت، رہبری ہے

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۰)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے
جس میں انھوں نے امامت کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے
اور بتایا ہے کہ امام وہ ہے جو تمام موجودہ خرابیوں سے

ص عربی میں ام مشدد۔ اردو میں بھی اضافت یا ترکیب کی حالت میں مشدد

پاک کردے اس کے بعد کچھ اور باتیں بھی اس سلسلے میں بتائی ہیں۔

(ض ک، ۴۹)

اَمان (ع) مونث: پناہ، محفوظ رہنے کی صورتِ حال ہے

امان مجھ کو تہ دامن سحر نہ ملی

(اختر صبح، ب د، ۱۵۱)

اَمانت (ع) مونث: کسی کی دی ہوئی چیز جس کی ذمہ داری سونپی گئی ہو، گراں قدر اور گراں بہا شے مراد (توحید کا) عقیدہ و اعتقاد ہے

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے

(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

اَمانت دار (- ف) صفت، امانت + دار (رک): امین، امانت کی طرح محفوظ رکھنے والا (جس شعر میں یہ کلمہ آیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ علم رسالت کے جو بھید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاک سینے میں امانتِ الٰہی کی طرح محفوظ تھے ان کا مرید اور نام لیوا ہونے کی بنا پر تو بھی وہ بھید جانتا ہے ہے

سینۂ پاکِ علی جن کا امانت دار تھا

(برگِ گل، ب ا، ۱۷۲)

اِمپیریَل کونسل (انگ انگ) مونث: غیر منقسم ہند میں جب برطانیہ کی حکومت تھی اس وقت یہ حکومت بنی تھی اور اسے وائسرے کی کونسل کہتے تھے۔ اس کی تشکیل سے اہلِ ہند کو مزید نشستیں تو مل گئی تھیں مگر اس کے ارکان کو زیادہ تر دہلی میں مقیم رہنا پڑتا تھا، اور اس میں اتنے مصارف ہوتے تھے کہ غریب مسلمانوں کا اس سے مستفیض ہونا مشکل تھا ہے

ممبری امپیریل کونسل کی کچھ مشکل نہیں

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

اُمّت (ع) مونث

کسی پیغمبر کا تابع گروہ، حضور صلعم کا ماننے والا ہر فرقہ ہے

مہدی امت کی سطوت کا نشان پائدار

(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۲)

: (مریدوں یا عقیدت مندوں کا) گروہ، جماعت ہے

میں بندہ اور کا ہوں اُمتِ شاہ ولایت ہوں

(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۱)

اُمّتِ شاہِ ولایت (- ف ع) مونث، اُمت + شاہ ولایت (رک) ولایت مآب کے معنی لکھتے ہوئے صاحب نور اللغات لکھتے ہیں کہ اس سے "حضرت علی کرم اللہ وجہہ" مراد ہوتے ہیں، امت حضرت علیؑ کی نہیں بلکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہوتی ہے لیکن حضورؐ کی ذاتِ اقدس سے ولایت کا کوئی سلسلہ نہیں ملتا۔ اس جگہ علامہ نے یہ دو (ولایت اور امت) ایسے الفاظ لکھے ہیں جن میں ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور دوسرا حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تعلق رکھتا ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ ان دونوں بزرگوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں سمجھتے۔ غالباً یہ شعر کہتے وقت یہ حدیث ان کے پیش نظر تھی: انا و علی من نور واحد یعنی میں اور علی ایک نور سے ہیں ہے

میں بندہ اور کا ہوں اُمتِ شاہ ولایت ہوں

(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۱)

اِمتحان (ع) مذکر: آزمائش، جانچ، پرکھ۔ یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ جو شخص دنیا میں نام پیدا کرنا چاہتا ہے اسے آزمائش میں پڑنا ضروری ہے۔

(ض ک، ۸۴)

اِمتحانِ دیدۂ ظاہر (- ف ع) امتحان + اضافت + دیدہ (= آنکھ) + اضافت + ظاہر (= ظاہری جو ابرو کے نیچے نظر آتی ہے): آنکھوں سے دیکھنے کی حالت جس میں شکل دیکھ لی جائے مگر اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے ہے

امتحانِ دیدۂ ظاہر میں کوہستاں ہے تو

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

اُمّتی (ع ف) صفت، اُمت (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): آنحضرت صلعم کے ماننے والے اور پیرو، مسلمان ہے

امتی باعثِ رسوائی پیغمبر ہیں

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

اِمْتِیاز (ع) مذکر: دو چیزوں میں فرق و تفاوت کرنے یا برتنے کا عمل، فرق، تمیز ؏

جہاں میں دانہ کوئی چشم امتیاز کرے

(غزلیات، ب ۱۰۶)

اِمْتِیازِ مِلّت و آئیں (- ع ف ف) امتیاز + اضافت + ملت (= دین و مذہب) + و (کلمۂ عطف) + آئین (= رسم و رواج): مذہب یا رسم و رواج وغیرہ مختلف ہونے کی وجہ سے باہم فرق برتنے کی صورت حال ؏

امتیاز ملت و آئیں سے دل آزاد ہو

(آفتاب صبح، ب د، ۴۹)

اِمْتِیازِ رَنگ و خُوں (- ف ف ف) مذکر، امتیاز + اضافت + رنگ (مراد ملک) + خون (= نسل): کالے گورے کا یا قوم قبیلے کا فرق ؏

جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا

(خضر راہ، ب د، ۲۶۵)

اُمڈنا (ار): ابلنا، ابل کر بہنا ؏

امڈ گیا مری آنکھوں سے خون کا جیحوں۔

(فلاحِ قوم، ب ا، ۲۸)

اُمَرا (ع) مذکر

امیر (= دولتمند) کی جمع ؏

امرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۲)

: حکام، والیانِ ملک وغیرہ (رک امرائے عرب)

: مراد ہندوستانی کونسل کے ہندو ارکان جو سب کے سب ساہوکار تھے (اور "ہم" سے غریب مسلمانوں کی طرف اشارہ ہے) ؎

ہم تو غریب تھے ہی ہمارا تو کام تھا
سیکھے سلیقہ اب امرا بھی "سوال" کا

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۱)

اُمَرائے عَرَب (- ف ع) مذکر، امرا + ئے (علامت اضافت) + عرب (رک) ملک عرب کے مختلف علاقوں کے والی اور حکمران (جن سے انگریزوں نے یہ طے کیا تھا کہ تم ترکوں سے بغاوت کرو تو ہم پورے عرب پر تمھیں حکمران بنا دیں گے

(امرائے عرب، ض ک، ۶۳)

اَمْراض (ع) مذکر: مرض (= بیماری) کی جمع ؏

اس دور میں تعلیم ہے امراضِ ملت کی دوا

(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۲)

اُمَرائے عَرَب سے: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے بھوپال کے شیش محل میں اس موقع پر کہی تھی جب عربوں نے انگریزوں سے ساز باز کر کے ترکوں کی مخالفت کی تھی۔

(ض ک، ۶۳)

اِمْروز (ف) ظرف

: آج، موجودہ زمانہ ؏

تنگ امروز کو آئینۂ فردا کر دیں

(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۲۲)

: مراد زمانۂ حال کا اقتضا، موجودہ وقت کی ضرورت ؏

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے

(ا، ب ج، ۲۴)

اِمْروز و فَردا (- ف ف) ظرف، امروز + و (عطف) + فردا (رک): مراد مدت اور زمانہ ؏

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ

(خضر راہ، ب د، ۲۰۹)

اِمْکان (ع) مذکر

: ممکن ہونے کی صورتِ حال، عدم سے وجود میں آنے کا عمل، وجوب کی ضد۔

ذیل کے مصرع میں اس سے عدم مراد ہے اسی لیے اسے ظلمت خانے (= تاریکیوں کے گھر) سے تشبیہ دی ہے ؏

ابھی امکاں کے ظلمت خانے سے ابھری ہی تھی دنیا

(محبت، ب د، ۱۱۱)

: عالمِ ممکنات، ممکناتِ عالم ؏

پھرایا فکر اجزا نے اسے میدان امکاں میں

(محبت، ب د، ۱۱۱)

اَمَل (ع) مونث : آرزو۔ تمنّا

اَمَل فرسُود (ع۔ف) صفت ، اَمَل + فرسُود ، مصدر فرسُودن (= گِھسنا، کہنہ ہو جانا) ہے : وہ زندگی جو ایک مُدّت سے آرزوؤں میں بسر ہو رہی ہو ۔

می طپد صد جلوہ در جانِ اَمَل فرسُودِ من

(شمع اور شاعر، شاعر، ب د، ۱۸۳)

اُمَم (ع) مونث ، اُمّت (= گروہ، جماعت) کی جمع ہے

حرم کا راز توحیدِ اُمَم ہے

(رباعیات، ب ج ، ۸۲)

اَمن (ع) مذکر ، پناہ ، حفاظت ہے

مقامِ امن ہے جنّت مجھے کلام نہیں

(عشرتِ امروز، ب د، ۱۲۵)

اُمُومَت (ع) مونث : ماں بننے کی صلاحیت ہے

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ اُمُومت

(عورت اور تعلیم ، ض ک ، ۹۶)

اُمّی (ع) مذکر : اُمّ القریٰ یعنی مکّہ معظمہ کا رہنے والا شخص یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، نیز جس نے دنیا میں کسی سے تعلیم نہیں پائی اور بطنِ مادر سے عالم ہی پیدا ہوا۔ اس سے بھی حضورؐ ہی کی ذاتِ قدسی صفات مراد ہوتی ہے ہے

تم اسی اُمّی کی اُمّت کے علم بردار ہو

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۷)

اُمّید / اُمِید (ف) مونث : آسرا، سہارا ہے

سبزۂ مزرعِ نوخیز کی اُمّید ہوں میں

(ابرِ کہسار، ب د، ۲۸)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے قبلِ تقسیمِ ہند اس مایوسی کو اُمّید سے دُور کرنے کی کوشش کی ہے جو وہاں کے مسلمانوں میں ہندوؤں اور انگریز حکمرانوں کے مشترکہ سازباز سے پیدا ہو گئی تھی۔ یہ نظم انھوں نے ریاض منزل (مکان راس مسعود) بھوپال میں لکھی تھی

(ض ک ، ۱۱۰)

اُمّید بندھنا (ار) : آسرا پڑنا ، کسی سہارے پر کامیابی کا گمان غالب ہونا ہے

اسی سے ساری امیدیں بندھی ہیں اپنی کہتے

(فلاحِ قوم، ب ا، ۲۱)

اُمّید گاہ (ف) مونث ، امید + گاہ (= جگہ) : جس سے امید کی جائے، جس کا سہارا ہو ہے

بے کسوں کی اُمّید گاہ ہے قوم

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۱۰۷)

اُمّید نہ ٹوٹنا ، سہارا اور آسرا برقرار رہنا ، ناامید نہ ہونا ہے

ایسی حالت میں بھی اُمّید نہ ٹوٹی اپنی

(فریادِ امّت، ب ا، ۱۵۹)

اُمّیدوار (ف۔ ار) امید + وار (کلمۂ نسبت) : توقع رکھنے والا، آرزومند ہے

شباب آہ کہاں تک اُمّیدوار رہے

(عشرتِ امروز، ب د، ۱۲۶)

اَمیر (ع) صفت ، دولتمند ہے

کرتی ہے حریرِ زیب کو ہم پہلوئے امیر

(بلالؓ، ب د، ۱۴۱)

: سردار ہے

آکر ہوا امیرِ عساکر سے ہمکلام

(جنگِ یرموک، ب د، ۲۴۷)

اَمیرانہ (ع۔ف) صفت، امیر + ا (الصاق) + نہ (لاحقۂ نسبت) : امیروں کی سی ہے

شانِ شاہانہ نہ ہو میری امیرانہ تو ہو

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۸)

اَمیر فیصل ، شریف مکّہ بن حسین جس نے جنگِ عظیم کے بعد انگریزوں سے مل کر ترکوں کے سینوں کو اپنی گولیوں سے چھلنی کیا اور ان کی بربادی اور دمشق پر انگریزوں کے قبضے کی خوشی میں اپنے یہاں چراغاں کا جشن منایا ہے

کیا خوب امیرِ فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا

(نظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

اَمیرِ کارواں : مسلمانوں کے قافلے کا رہبر، عالم و واعظ ہے

کہ امیرِ کارواں میں نہیں خُوئے دل نوازی

(۱۳، ب ج ، ۱۷)

اَمیروں کو مسجد سے نکلوا دے ، کیونکہ یہ حق العباد ادا کرنے سے پہلے ہی نماز پڑھنے کے لیے آ گئے ہیں ، ایسی

نماز مقبول نہیں ہوتی۔ امیروں سے وہ سرمایہ دار اور زمیندار مراد ہیں جن کی گردن پر مزدوروں اور کسانوں کے حقوق کا بار ہوتا ہے ؎

اے شیخ امیروں کو مسجد سے نکلوا دے

(ضربِ گل الخ ۱۲۰، ص ک، ۱۰۳)

امیری (ع ف) مونث، حکومت، حکمرانی، دلوں پر قبضہ ؎

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری

(رباعیات، ب ج، ۸۳)

امین (ع) صفت، امانت دار، امانت کی طرح لیے یا چھپائے ہوئے ؎

محشرستان نوا کا ہے امیں جس کا سکوت

(نوائے غم، ب د، ۱۱۲)

امینِ راز (ـ ف) صفت، امین + اضافت + راز (رک) = محبت کے بھید کی امانت دار ؎

امینِ راز ہے مردانِ حر کی درویشی

(۹، ب ج، ۲۹۰)

اَن (ار) کلمۂ نفی

اَن بَن (ـ ار) مونث، اَن (کلمۂ نفی) + بن (= بناو (= اتفاق) کی تخفیف) = جھگڑا، بگاڑ، رنجش ؎

مجھ سے کرتا ہے یہ موا ان بن

(ایک گائے اور بکری، ب ۱۵۵)

اَن دیکھا (ـ ار) صفت = جسے دیکھا نہ ہو، جو نظر نہ آئے ؎

مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

اُن (ار) اُس (ضمیر واحد غائب) کی جمع = مراد مرشدین کامل، اہل اللہ اور صوفی ؎

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ نفس ان کی

(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

= کنایۃً محبوب و معشوق ؎

تامل تو تھا ان کو آنے میں قاصد

(غزلیات، ب د، ۹۹)

اَنَا الحَق (= میں حق ہوں) = یہ نعرہ حسین بن منصور حلاج نے اس جذبے سے مغلوب ہو کر لگایا کہ انھیں مقاماتِ تصوف طے کرنے کے بعد ہر ذرے میں اور خود میں بھی خدا ہی خدا نظر آتا تھا لیکن اس وقت فقیروں اور عالموں کے فتوے سے بادشاہ نے انھیں کافر و مشرک قرار دے کر سولی پر چڑھا دیا۔ سولی پر بھی ان کے قطرہ ہائے خون سے اناالحق اناالحق کی آوازیں آتی رہیں، مراد وحدتِ وجود ؎

کیا نوائے اناالحق کو آتشیں جس نے

(قم باذن اللہ، ص ک، ۶۵)

اَنار (ف) مذکر = امرود یا ناشپاتی کے برابر ایک مشہور میوہ جو جنگلی بستانی دیسی ولایتی دانہ دار اور بیدانہ ہر قسم کا ہوتا ہے ؎

تھے اناروں کے بے شمار درخت

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲۰)

اَنام (ع) مونث، مخلوقات، خلق اللہ ؎

کیا تمھارا بھی نبی ہے وہی آقائے انام

(جواب شکوہ ۶، ۷، ۳۶)

اِنَّ المُلُوک (ع) = قرآن پاک کی آیت جو ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے ــ اِنَّ المُلُوکَ اِذا دَخَلُوا قَریَۃً الخ ــ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بادشاہ گاؤں (وغیرہ) فتح کر کے اس میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کرتے ہیں، اس کے معزز لوگوں کو رسوا کرتے ہیں اور ملوکیت کے زعم میں، ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں ؎

آ بتاؤں تجھ کو رمزِ آیۂ ان الملوک

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۰)

اَنبار (ف) مذکر = ڈھیر ؎

خام ہے جب تک تو اک مٹی کا ہے انبار تو

(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۹)

اِنتخاب (ع) مذکر

چننے اور پسند کر کے چھانٹنے کا عمل ؎

الٰہی پھولوں میں وہ انتخاب مجھ کو کرے

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۰۸)

= چناؤ جو کسی انجمن یا کونسل وغیرہ کا ممبر بننے کے لیے عوام یا خواص

کے دونوں سے ہوتا ہے ؎
مخلوط انتخاب سے ہے نا امید ہند
(ب ا ، ۴۷۰)

اِنْتِداب (ع) مذکر
انگبداری (جس کی صورت یہ ہے کہ یورپ کی قوموں نے جس ملک پر قبضہ کرنا چاہا اس کے لیے اوّل یہ اعلان کیا کہ یہ ملک بہت پسماندہ ہے اس لیے ہم اس کی اصلاح کرنے کے لیے "انتداب" قائم کر رہے ہیں اس کے بعد رفتہ رفتہ قبضہ جما لیا اور باشندوں کو ایسی دلچسپیوں میں لگا دیا کہ وہ جدّوجہد سب بھول گئے)
(انتداب ، ض ک ، ۱۵۱)
یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے انگریزوں کی اس چال کا ذکر کیا ہے کہ وہ جس ملک کو ہڑپ کرنا چاہتے ہیں اس کی اصلاح کے بہانے وہاں اپنی حکم داری قائم کر دیتے ہیں
(ض ک ، ۱۵۲)

اِنْتِظار (ع) مذکر: کسی کی راہ تکتے رہنے کا عمل (جو دلی شوق کے بغیر ممکن نہیں) ؎
یہ انتظارِ مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے
(ب ا ، ۴۵۱)

اِنْتِظارِ مَہدی و عیسیٰ: اُس خبر کے پورا ہونے کا انتظار جس میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ آخر الزماں میں میرا فرزند "مہدی" دنیا سے ظلم و جور مٹا کر اُسے عدل سے بھرنے کے لیے آئے گا اور عیسیٰ جو تھے آسمان سے زمین پر اتر کر اس کی اقتدا کریں گے ؎
یہ انتظارِ مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے
(ب ا ، ۴۵۱)

اِنْتِعاش (ع) مذکر
: بلند ہونے کی کیفیت ، بلندی ؎
جس سے ہے آدمی کے تخیّل کو انتعاش
(مذہب ، ب د ، ۲۴۶)
: (مجازاً) حرکت ؎
نافہم سمجھے قوم میں خود انتعاش ہے

(ب ا ، ۲۶۴)

اِنْتِقام (ع) مذکر: بدلہ ؎
انتقامِ غزال و اشتر و میش
(مکافاتِ عمل ، ب ا ، ۲۲۰)

اِنْتِہا (ع) مؤنث
: حد ، درجۂ کمال ، وہ جگہ جہاں کسی جدّوجہد یا سعی کا خاتمہ ہو جائے ؎
انجام ہے عشق انتہا حسن
(چاند اور تارے ، ب ، ۱۱۰)
: (بطور متعلق فعل) حد سے زیادہ ؎
ہے یتیموں پر عنایت انتہا اسلام کی
(نالۂ یتیم ، ب ا ، ۵۱)

اِنْتِہائے سادگی (ع ف ف) مؤنث: انتہا + ے (علامتِ اضافت) + سادگی (ف): حد درجے کی نادانی اور بے وقوفی ؎
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات
(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۶۲)

اَنْجام (ف) مذکر
: نتیجہ ، خاتمہ ، آخری حشر ؎
ہے یہ انجام اگر زینتِ عالم ہو کر
(صبح کا ستارہ ، ب د ، ۸۹)
: متعلق فعل ، آخرکار ؎
ہے تنگ سے انجام غنچے کا سبو گلزار میں
(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۲۶)

اَنْجامِ گُلِستاں کا ہے آغاز (ف ف ارارف): باغ کا وہی انجام ہو گا جو اس کا آغاز تھا (یعنی کمزوری اور بے رونقی) ؎
ظاہر ہے کہ انجام گلستاں کا ہے آغاز
(فردوس میں ایک مکالمہ ، ب د ، ۲۴۵)

اَنْجُم (ع) مذکر ، نجم (= ستارہ) کی جمع: تارے ؎
انجم نہیں تیرے ہم نشیں کیا
(تنہائی ، ب د ، ۱۲۹)

اَنْجُمِ بَجَیب (ع ف ع) صفت: انجم + ب (= میں)

+ جیب (= گریبان)، ستارے، گریبان میں رکھے ہوئے، ستاروں کا ہار پہنے ہوئے ؎
لئے کہ تیرے آستاں سے آسماں انجم بجیب
(دربار بہاولپور، ب ا، ۱۰۷)

انجم سپاہ (- ف) صفت، انجم + سپاہ (رک)؛ جس کی فوج ستاروں کی طرح کثیر تھی ؎
دنیا کے اس شہنشہ انجم سپاہ کو
(بلال، ب د، ۱۴۱)

انجم کم ضو الخ: وہ جیسے تاروں کو چاند کی روشنی نے دبا لیا تھا ؎
انجم کم ضو گرفتار طلسم ماہتاب
(خضر راہ، ب د ۲۵۵)

انجمن (ف) مونث: محفل، جلسہ، بزم ؎
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو
(ایک آرزو، ب د ۴۶)

: قوم، جماعت ؎
انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا ترا
(شمع اور شاعر، ب، ۱۸۴)

: انجمن حمایت الاسلام لاہور (جو ایک یتیم خانہ چلاتی ہے دینی کتابیں چھاپتی ہے اور امور خیر انجام دیتی ہے) ؎
ہنس کے فرمانے لگے یہ انجمن کا کام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۷)

انجمن آرائی (- ف ف) مونث، انجمن + آرا (رک) + ئی (لاحقہ کیفیت) گوشے سے نکل کر منظر عام پر آنا، جلسے اور محفلیں گرم کرنا (اس موقع پر یہ ترکیب استعمال کی ہے جہاں مسلمان سے یہ کہہ رہے ہیں کہ گھر میں بیکار اور گمنام پڑے رہنے سے خدمت اسلام نہ ہو سکے گی باہر نکل اور میدان میں آ) ؎
پردہ چہرے سے اٹھا انجمن آرائی کر
(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

انجمن آفریں (- ف) صفت، انجمن + آفریں، مصدر آفریدن (= پیدا کرنا) سے فعل امر؛ انجمن بنانے والی (یعنی زندگی لوگوں کے اجتماع سے صدہا انسانوں کی انجمن سی بنا دیتی ہے) ؎
من و تو سے ہے انجمن آفریں
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۶)

انجمن بے خروش (- ف ف) مونث، انجمن ہے خروش (رک): (درختوں کی قطاریں یا ان کے جھرمٹ) خاموشی اور سکوت کے باعث جلوت میں خلوت کا مزہ لیے ہوئے ؎
شجر یہ انجمن بے خروش ہے گویا
(کنار راوی، ب د، ۹۵)

انجمن حجاز (- ع): اہل حجاز کی انجمن، مراد ملت اسلامیہ ؎
جذب حرم سے ہے فروغ انجمن حجاز کا
(طلبۂ علیگڑھ کالج کے نام، ب، ۱۱۵)

انجن (انگ) مذکر، ریلوے لائن پر چلنے والا وہ کل پرزوں کا ڈبا جو گاڑی کے ڈبوں کو کھینچتا اور چلاتا ہے ؎
ممکن نہیں کہ چلے ہوا انجن کے دور میں
(ب ا، ۲۷۰)

انحصار (ع) مذکر: دارومدار ؎
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
(مذہب، ب د، ۲۴۸)

انداز (ف) مذکر: طرز، ڈھنگ، اسلوب نظم، شعر میں مضمون کو ادا کرنے کا طریقہ ؎
شاہد مضموں تصدق ہے ترے انداز پر
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

انداز بیاں (- ع) انداز + بیاں (رک): مراد زبان حال سے گفتگو کی شان یا کیفیت ؎
تیرے ساحل کی خموشی میں ہے انداز بیاں
(حقیقۃ، ب د، ۱۳۴)

اندازہ (ف) مذکر: اٹکل، تخمینہ (کسی شے کی قدر و قیمت اور وسعت کا) ؎
نا دیکھی کر تو بہ اندازۂ رعنائی کر
(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

اندر (ف) ظرف: بھیتر، بیچ ؎
جب رگ و ریشہ کے اندر متلاطم ہوں خیالات

(لینن، ب ج، ۱۰۷)

اَنْدَرابی (ف ف) صفت، اندراب کا۔ : بلخ کے پاس ایک قصبے کا نام جس کے سادات کا ایک تعلیم یافتہ اور متقی و پارسا خاندان وہاں سے ہجرت کر کے کشمیر کی اس وادی میں جس کا ذکر اقبال کے زیرِ قلم ہے (یعنی لولاب میں) آکر آباد ہو گیا تھا۔ آج بھی یہ لوگ مسلّم الثبوت سادات ہیں اور کشمیر میں ان کی بہت عزت کی جاتی ہے ؎

غزل خواں ہوا پیرک اندرابی

(ملازادہ، ۱۹، ا ج، ۲۹۰)

اَنْدَرُوں (ف) ظرف : باطن، دل ؎

کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

(رباعیات، ب ج، ۸۰)

اَنْدَلُس (ع) مذکر، ہسپانیہ، اسپین جسے پہلی صدی میں مسلمانوں نے فتح کیا اور ایک مدت تک یہاں بڑی شان و شوکت سے حکومت کرتے رہے۔ (اقبال نے اسے اَنْدُلُس (بروزن فعِلُن) نظم کیا ہے جبکہ یہ دراصل بروزن فاعلن ہے) ؎

یادگارِ فاتحانِ ہند و اندلس ہو تمھیں

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۸)

اَنْدُلُسی (ع ف) صفت، اَنْدُلُس + ی (لاحقۂ نسبت) : اندلس یا ہسپانیہ کا باشندہ (اقبال نے اسے نون غنہ سے نظم کیا ہے) ؎

تجھ سے حرم مرتبت اندلسیوں کی زمیں

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۸)

اَنْدُلُس کے مَیدانِ جنگ میں : یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم (طارق کی دعا) کی ذیلی سرخی ہے۔ اندلس کیسے یا اسپین، رجب ۹۲ھ (۲م اپریل ۷۱۱ء) میں موسیٰ بن نصیر والیِ افریقہ نے کاونٹ جولین کے ایما سے اپنی فوج کے نامور سردار طارق بن زیاد کو سات ہزار فوج دے کر اسپین پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ طارق نے آبنائے کو عبور کر کے ایک پہاڑی پر پڑاؤ کیا جو جبلِ طارق (انگریزی میں جبرالٹر) کے نام سے مشہور ہے اور گرد و نواح کے علاقے کو زیر کرنا شروع کیا۔ چند ماہ کے بعد موسیٰ نے مزید پانچ ہزار فوج بھیجی۔ طارق رمضان ۹۲ھ میں دریائے لکہ کے کنارے بادشاہِ اسپین، "راڈرک" کی فوج سے جو ایک لاکھ سپاہیوں پر مشتمل تھی نبرد آزما ہوا اور فتح پائی

(ب ج، ۱۰۵)

اَنْدوز (ف) مصدر اندوختن (جمع کرنا) سے فعلِ امر۔ ترکیب میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفتِ فاعلی کے معنی دیتا ہے

(رک: بینش اندوز)

اَنْدوہ (ف) مذکر : رنج و ملال ؎

کیوں نہ آساں ہو غم و اندوہ کی منزل تجھے

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

اَنْدوہ گیں (ف) صفت، اندوہ + گیں (لاحقۂ صفت مفعولی = بھرا ہوا) : غم سے بھرا ہوا ؎

ایذا پسند ہے دل اندوہ گیں ترا

(شمع، ب ا، ۲۹۷)

اَنْدھا (ار) صفت : جسے نظر نہ آئے، مراد جو انجام کو نہ سوچے ؎

پر جوشِ جوانی نے کیا ہے اسے اندھا

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۳۸)

اَنْدھیر (ار) مذکر : قیامت، غضب ؎

ان کی گلی میں اور کچھ اندھیر ہو نہ جائے

(ب ا، ۳۸۹)

اَنْدھیر کر دینا (ار) : غضب ڈھا دینا، کوئی ایسی نئی بات کر دینا جس سے کام رک جائے ؎

اور کچھ اندھیر کر دینا نہ آئے نورِ سحر

(ب ا، ۴۳۹)

اَنْدھیرا (ار) مذکر۔

۱: تاریکی، ظلمت، روشنی نہ ہونے کی وہ کیفیت جس میں کچھ سجھائی نہ دے یا کم سجھائی دے ؎

ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا

(ہمدردی، ب د، ۳۵)

۲: بطور استعارہ موت اور فنا ؎

اندھیرے کا ہو نور میں کیا گزارا

(عشق اور موت، ب د، ۵۸)

: جہالت، غفلت اور پستی وغیرہ کے

دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے

(بچے کی دعا، ب د، ۳۴)

اَنْدھیری (ا) صفت مونث : تاریک کے

کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری

(ہمدردی، ب د، ۳۵)

اَنْدیش (ف) : مصدر اندیشیدن (: سوچنا) سے فعل امر۔ مرکبات میں مستعمل ہے اور ماقبل کلمے سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک عاقبت اندیش)

اَنْدیشَہ (ف) مذکر

: خوف، ڈر کے

قافلے والے بھی ہیں اندیشۂ رہزن بھی ہے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

: خیال، متفکرہ کے

آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منور

(ہندی مکتب، ض ک ۹۵)

: فکر کے

امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

(دعا، ب د، ۲۱۳)

اَنْدیشۂ سود و زیاں (-ف ف ف ف) مذکر، اندیشہ + ۂ (علامت اضافت) + سود (رک) + و (حرف عطف) + زیاں (رک) : نفع اور نقصان کا تصور کے

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی

(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۸)

اَنْدیشۂ عجم (-ف ع) مذکر، اندیشہ + ۂ (علامت اضافت) + عجم (رک غیر عرب، ساری دنیا) : غیر عربی خیالات، اسلامی تعلیم کے علاوہ دیگر قوموں کی مادی تعلیمات کے

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے جسے

(۲۶، ب ج ۴۹۶)

اَنْڈا (ا) مذکر : مرغی کا تخم جسے ابال کر یا پکا کر کھاتے ہیں کے

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

اَنْڈمَن (انگ) مذکر : ہندوستان کے جنوب میں جزیرے کا نام ہے کالا پانی بھی کہتے ہیں۔ برطانیہ کے دورِ حکومت ہند میں پھانسی وغیرہ کے مجرم کو وہاں بھیج کر آباد کر دینے کی سزا دی جاتی تھی کے

انڈمن ہے چین ہے جاپان ہے آسام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۵)

اِنْسان (ع) مذکر

: آدمی۔ ہر ذی عقل کے

سوئے خلوت گاہِ دل دامن کشِ انسان ہے تو

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

: بیشتر آدمی، اس جگہ پوجا پاٹ کرنے والے کفار و مشرکین مراد ہیں کے

خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

: وہ بشر جو ہر وصف میں کامل اور بنی نوع کا ہمدرد ہو کے

خدا تو ملتا ہے انسان ہی نہیں ملتا

(سرگزشتِ آدم، ب ا، ۳۶)

: یہ بانگ درا کی دو نظموں کا عنوان ہے جن میں ایک صفحہ ۱۲۶ پر ہے اور دوسری ۱۷۹ پر۔ پہلی نظم میں اقبال نے یہ نکتہ واضح کیا ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ہر وقت اپنی نمود میں مشغول ہے، تنہا انسان کی ذات وہ ہے جو ذاتی نمود کو پس پشت ڈال کر اسرارِ کائنات کے تجسس میں سرگرداں ہے اور مخلوقات میں کوئی ایک بھی اس کام میں اس کا رفیقِ کار نہیں۔ دوسری نظم میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ کل کائنات میں صرف انسان کو دانائی، بینائی اور توانائی حاصل ہے اس لیے اگر یہ چاہے تو ہر قسم کا انقلاب لا سکتا ہے۔

(ب د، ۱۲۶، ۱۷۹)

اِنْسان اور بزمِ قدرت : بانگ درا میں یہ اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے، جس میں علامہ کا مرکزی خیال یہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس لیے اس میں یا اس کی خودی میں غیر معمولی روحانی ترقی کی صلاحیتیں موجود ہ

ہیں، گویا یہ نظم فلسفۂ خودی کے شعور کی تمہید ہے۔

(ب د، ۵۷)

اِنسان اور فرشتے سر جھکانے کے لیے: فرشتوں کا حضرت آدم کو سجدہ کرنے کی جانب اشارہ ہے (درکِ آدم) ؎

ورنہ انساں اور فرشتے سر جھکانے کے لیے

(ب ا، ۳۹۱)

اِنساں ہے شمع جس کی محفل وہی ہے تیری: (اے چاند) تو اُسی بزمِ معرفتِ الٰہی کی تلاش کر رہا ہے جس کا چراغ انسان ہے یعنی بزمِ معرفتِ الٰہی کل مخلوق میں انسان کے دم سے روشن ہے اور انسان ہی اس کی معرفت حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے ؎

انساں ہے شمع جس کی محفل وہی ہے تیری

(چاند، ب د، ۱۷۱)

اِنسانیَت[۵] (ع) مونث: انسان ہونے کی صورت حال ؎

نغمۂ انسانیت کامل نہیں غیراز فغاں

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۵)

اِنس وجِن (ع ف ع) مذکر، اِنس (=انسان) + و (عطف) + جن (=جنات): مراد کُل کائنات ؎

تیری سپہ انس و جن تو ہے امیر جنود

(اہلِ ہنر سے، ض ک، ۱۱۲)

اَنصار (ع) مذکر: ناصر (= مدد کرنے والا) کی جمع (اگلے زمانے کے انصار سے وہ مسلمان مراد ہیں جو دین کی نصرت پر ہر وقت کمربستہ رہتے تھے) ؎

اور تم اگلے زمانے کے وہی انصار ہو

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۸)

اِنصاف (ع) مذکر: ہر شخص کے ساتھ ویسا سلوک جس کا وہ مستحق ہے، عدل، داد ؎

اس ستمگر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

اِنصاف شرط ہے (-ع ا): (اردو روزمرہ) تو ہی انصاف سے بتا دے (کی جگہ مستعمل) ؎

شرطِ انصاف ہے اے صاحبِ الطافِ عمیم

(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

اِنعام (ع) مذکر: وہ صلہ جو حسبِ دلخواہ کام کرنے پر (اجرت کے علاوہ) بطورِ بخشش دیا جائے ؎

اور پھر انعام میں نادل ہیں مفت

(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

اَنفُس (ع) مذکر: بنی آدم (قبِ خدا کے حضور میں) ؎

اے انفس و آفاق میں پیدا ترے آیات

(یقین، ب ج، ۱۰۶)

اِنفِعال (ع) مذکر، شرمندگی، (اپنے بُرے فعل پر) خجالت ؎

قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

(ب ا، ۳۰۹)

اِنقِلاب (ع) مذکر: تبدیلی، گردشِ لیل و نہار کا پیدا کیا ہوا تغیّر ؎

مُوسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

(اللہ جل شانہٗ، ب ج، ۱۱۹)

(یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کی سرخی ہے جس میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ مشرق میں خودی اور مغرب میں ضمیر مر چکا ہے اس لیے دنیا کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے (چنانچہ دوسری جنگِ عظیم میں اقبال کی یہ پیش گوئی سامنے آ گئی)

(ض ک، ۱۳۷)

اِنقلابِ فرانس: فرانس کے باشندے ایک مدت سے شخصی حکومت کے غلام تھے اور اس طریقِ کار سے عاجز آ چکے تھے چنانچہ اس کے خلاف ۵ مئی ۱۷۸۹ء کو پیرس میں سارے ملک کے نمایندوں کی مجلس منعقد ہوئی اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ملوکیت کو ختم کر کے جمہوریت قائم کرنا چاہیے چنانچہ تین سال کی جدوجہد کے بعد ۱۷۹۲ء میں فرانس میں جمہوریت قائم ہو گئی اور لوئی شانزدہم کو جنوری ۱۷۹۳ء میں اور اس کی ملکہ کو اکتوبر ۱۷۹۳ء میں بجلی کی کرسی پر بٹھا کر راہیِ ملکِ عدم کر دیا گیا۔ اسی کا نام انقلابِ فرانس ہے ؎

---

[۵] انسانیّت بہ تشدیدِ یا بھی مستعمل ہے۔

چشمِ فرانسیس بھی دیکھ چکی انقلاب
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۹)

اِنکار (ع) مذکر: کسی بات کو ماننے سے عذر کرنے کا عمل، کسی کے سوال پر نہیں، کہ دینے کی صورتحال، اقرار کی ضد ہے
انکار کی عادت کو سمجھتی ہوں برا میں
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

اِنکار کی جرأت (۔ا ر ع) مؤنث، انکار + کی (رک) + جرأت (رک): مراد شیطان کو حضرت آدم کے سجدے سے روگردانی کرنے کی ہمت ہے
اسے صبح ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر
(۲، ب ج، ۶)

اِنکشاف (ع) مذکر: اظہار، تشریح ہے
راز ہے انساں کا دل غم انکشافِ راز ہے
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

اَنگار (ف) مذکر: شعلے ہے
انگار ساتھ لانا: اعمالِ بد شعلوں کی شکل میں اپنے ہمراہ لانا ہے
اپنے انگار ساتھ لاتے ہیں
(شبیر فلک، ب د، ۶۷)

اَنگارہ (ا) مذکر: آگ کا دہکتا ہوا بڑا گولا

انگارۂ خاکی (۔ف ف)، مذکر، انگارہ + ۂ (علامت اضافت) + خاکی (رک): انسان جس کے دل کا سوز دہکتے ہوئے انگارے کی طرح ہے
جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۱)

اَنگبیں (ف)، مذکر، شہد ہے
سخت کوشی سے ہے تلخِ زندگانی انگبیں
(نصیحت، ب ج، ۱۲۱)

اَنگریزی (پ ا ر) مؤنث: انگریزوں کی زبان جو دنیا کے کاروبار میں بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے ہے
لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

اَنگشتری (ف ف ف)، مؤنث، انگشت (= انگلی) + ر (لاحقہ نسبت) + ی (زائد): انگوٹھی ہے

آپ نے مجھ کو جو بھیجی ارمغاں انگشتری
(شکریۂ انگشتری، ب ا، ۱۳۲)

اِنگلیس (معرّب)، انگریز ہے
مقصد ہے ملوکیتِ انگلیس کا کچھ اور
(شام و فلسطین، ض ک، ۱۰۷)

اَنگور (ف) مذکر: ایک مشہور گول پھل جو کم و بیش چھالیے کے برابر ہوتا ہے اور جس کو نچوڑ کر اس سے شراب بناتے ہیں۔ ہے
پردۂ انگور سے نکل تو بینائوں میں تھی
(غزلیات، ب د، ۱۲۹)

اَنگیٹھی (ا ر) مؤنث: لوہے کا وہ ظرف جس میں آگ رکھ کر تاپتے ہیں (یا خوشبو کی چیزیں سلگاتے ہیں)
(نوٹ) یہ لفظ فعولن کے وزن پر ہے، نون غنہ ہے جو سوائے گنگناہٹ کے تلفظ میں بالکل نہیں آتا، اقبال نے اسے بروزن مفعولن نظم کیا ہے اور جس طرح گنگا کا نون غنہ ملفوظ ہوتا ہے اس طرح اس نون کا بھی تلفظ کیا ہے۔
عشق اس دنیا کی انگیٹھی میں عود و خام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۹)

اَنگیز (ف): مصدر انگیختن (= اٹھانا) سے فعل امر۔ ترکیبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر اٹھانے والا، پیدا کرنے والا (وغیرہ) کے معنی دیتا ہے
(رک نفاق انگیز)

اَنوار (ع) مذکر: نُور (رک) کی جمع ہے
اس نے پہچانا نہ تیری ذاتِ پُر انوار کو
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۴)

اَنوپ (ا ر) صفت: مراد دل میں اتر جانے والی ہے
پھر اک انوپ ایسی سونے کی مورتی ہو
(دنیا شوالا، ب ا، ۲۳۹)

اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حقّ: تحقیق اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے یعنی وہ ضرور اپنا وعدہ پورا کرتا ہے (قب لا یخلف المیعاد)
ہے
اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حقّ یاد رکھ
(غزلیات، ب د، ۲۸۲)

ـــ پرتگالی میں الف کو زیر ہے

اَنوکھی (ار) صفت : عجیب و غریب، نرالی ؏
انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
اَنوکھی ہوتی نہیں نمازیں دردمندوں کی

(ب ا، ۸۱ د)

... انہ (ف)، لاحقۂ تشبیہ : اسم سابق کے ساتھ "کا سا"، یا "کی مثل" کے معنی دیتا ہے ؏
ادا دلبرانہ عمل ساحرانہ

(ب ا، ۳۵ م)

اُنھیں (ار) ضمیر مفعولی : اُن کو (یہ ضمیر نکتہ چینوں کی طرف راجع ہے جو دوسرے مصرع میں مذکور ہے اسے اضمار قبل الذکر کہتے ہیں) ؏
بُرا سمجھوں انھیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
کہ میں خود بھی تو ہوں اقبال اپنے نکتہ چینوں میں

(غزلیات، ب، ۱۰۵)

اَنیسی شاٹو : رک تضمین بر شعر انیسی شاملو

(ب د، ۱۰۴)

اِنّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَہِّرُکَ : سرسید کی تاریخ وفات علامہ نے اس وقت کہی تھی جبکہ وہ منشی محمد اقبال طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور تھے اور داغ کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ یہ انکشاف منشی وجاہت حسین وجاہت جھنجھانوی نے اپنی کتاب "سرسید کا ماتم" میں کیا ہے ــــ معنی یہ ہیں۔ (اے عیسی) میں تجھ پر وفات طاری کرنے والا اور اپنی طرف (یعنی آسمان پر) اٹھانے والا اور تجھے پاک قرار دینے والا ہوں ــــ یہ عدد جو قاعدے سے نکال لیجیے۔ "اعداد" کی سُرخی سے اس فرہنگ میں درج ہے۔

(ب ا، ۹۱، م)

او (ار) ارے، اے (بے تکلفی یا تحقیر کے موقع پر) ؏
آزاد مجھ کو کر دے او قید کرنے والے

(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۸)

اَوْ اَدْنیٰ (ع) : بآیت کا اقتباس جس کے معنی ہیں۔ یا اس سے بھی زیادہ قریب۔ پوری آیت یہ ہے۔ دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ ــــ یعنی جب حضور معراج میں تشریف لے گئے اور حجاب قدس کے قریب پہنچے (ترجمہ) قریب ہونے اور جھکے تو اس وقت حجاب سے دو کمانوں کے فاصلے پر تھے یا اس سے بھی زیادہ قریب ــــ جس مصرع میں یہ استعمال ہوا ہے (یعنی ذیل کے شعر میں) اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب طلب معرفت یا تمنائے دید کا ذوق قریب سے قریب تر ہونے کے رنگ میں ڈوبا جتنی انتہائی قرب کی منزل حاصل ہوئی تو جوشش معرفت میں بے ساختہ کمال عشق کی تعریف زبان سے نکلی اور عرض کیا کہ اے پالنے والے تو نے سچ کہا ہے۔ وما خلقنا السمآء والارض وما بینہما باطلاً ــــ یعنی ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (یعنی ہر ذرہ) اس کو بیکار نہیں پیدا کیا ؏
رنگ اَوْ اَدنیٰ میں رنگیں ہو کے اے ذوقِ طلب
کوئی کہتا ہے کہ لطف ماخلقنا اور ہے

(ب ا، ۹۴ م)

اوٹ (ار) مؤنث : پردہ، آڑ ؏
غیرت نہ تجھ میں ہوگی نہ زن اوٹ چاہے گی

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

اَوج (ع) مذکر : بلندی ؏
جو اَوج ایک کا ہے دُوسرے کی پستی ہے

(ستارہ، ب د، ۱۴۷)

اوج گاہ (ع-ف) ظرف، اَوج + گاہ (رک) : بلند مقام (جو علم یا زیادہ عمر یا کسی عہدے وغیرہ کی بنا پر حاصل ہو) ؏
زندگی کی اَوج گاہوں سے اتر آتے ہیں ہم

(والدہ مرحومہ، ب د، ۲۲۸)

اُودا (ار) صفت : جس کی سرخی سیاہی مائل ہو ؏
اُودے اُودے نیلے نیلے پیلے پیلے پیرہن

(۱، ب ج، ۳۰)

اَور (ار)
: حرف عطف (شعر میں اس جگہ بروزن فع ہے) ؏
اور یہ بندوں کو کیا مجو ترنم میں نے

(ابر کوہسار، ب د، ۲۸)

: اس کے علاوہ، مزید کے
نری بڑائی ہے خوبی ہے اَور کیا تجھ میں
(ایک پہاڑ اَور گلہری، ب د، ۳۱)

: غیر، بیگانہ، جو اپنا عزیز یا دوست نہ ہو کے
آنکھ میری اَور کے غم میں سرشک آباد ہو
(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

: دُوسرے شاعر کے
اَور دکھلائیں گے مضموں کی ہمیں باریکیاں
(داغ، ب د، ۸۹)

: زیادہ، پہلے سے زیادہ کے
بڑھا اَور جس سے مرا اضطراب
(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

: جُدا، مختلف اوصاف کا کے
پھر بھی اے ماہِ مبیں تو اَور ہے میں اَور ہوں
(چاند، ب د، ۸۰)

: پہلے تصوّر سے جُداگانہ، سابق سے بالکل مختلف کے
اس دَور میں مے اَور ہے جام اَور ہے جم اَور
(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

: کسی ایسے امر پر اظہارِ استعجاب کے لیے جو عادت کے خلاف ہو کے
پروانہ اَور ذوقِ تماشائے روشنی
(شمع و پروانہ، ب د، ۴۱)

: کسی امر کی نفی کے مُوقع پر، مترادف، کبھی ایسا نہ کرتا کے
ورنہ میں اَور اڑ کے آتا ایک دانے کے لیے
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

: اس بات کے بالمقابل، لیکن کے
رازِ ہستی کو تُو سمجھتی ہے
اَور آنکھوں سے دیکھتا ہُوں مَیں
(عقل و دل، ب د، ۴۱)

: اسی کے ساتھ اسی کے بعد کے
اَور وہ غیرت دروغِ مصلحت آمیز پر
(عہدِ طفلی، ب د، ۲۵)

: مگر، لیکن کے
تو زمیں پر اَور پہنائے فلک تیرا وطن
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

: اس کے علاوہ، اس انداز کو چھوڑ کر کے
پھر اَور کس طرح انھیں دیکھا کرے کوئی
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

: دُوسرا جو اس کے علاوہ ہے، مراد آنحضرتؐ کی ذاتِ گرامی کے
نجف میرا مدینہ ہے مدینہ ہے مرا کعبہ
میں بندہ اَور کا ہُوں اُمّتِ شاہِ ولایت ہُوں
(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۱)

اَور بھی (ار) = مزید کے
فرنگ میں کوئی دن اَور بھی ٹھہر جاؤں
(۲۸، ب ج، ۵۱)

: بہت زیادہ کے
سے نہ ساقی مہوش تو اَور بھی اچھا
(۱۹، ب ج، ۴۲)

اَور بھی تابدار کر: یعنی ان کے پیچ و خم کا حسن جتنا اب دیکھا ہے اس سے بھی زیادہ بلکہ زیادہ تر دکھا دے تاکہ عقل و ہوش، اَور دل اَور نگاہیں سب اسی میں محو ہو کر رہ جائیں کے
گیسوئے تابدار کو اَور بھی تابدار کر
(۳، ب ج، ۷)

اَور پھر: اس کے علاوہ، مزید کے
اَور پھر انعام میں ناول ہیں مفت
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

اَور کوئی بات نہیں کیا؟ تمھارے پاس گفتگو کا اَور کوئی موضوع نہیں ہے بھلا ہمیں اس بحث سے کیا فائدہ کہ انسان جاگتا ہے یا سوتا ہے کے
زہرہ نے کہا اَور کوئی بات نہیں کیا
(اذان، ب ج، ۱۴۵)

اَور ہی کچھ (ف ار ار): مختلف، اس کے علاوہ کے
اَور ہی کچھ ہیں مگر میرے تبسّم کے نشاں
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۰)

اَوراد (ع)، مذکر: وِرد (= وظیفہ، دعا وغیرہ کی تلاوت) کی جمع ہے

پھرتا ہے سرِ مزرعہ اَوراد بہ بانی
(زُہد اور رندی، ب د، ۳۱)

اَوراق (ع) مذکر، ورق (= پتّا) کی جمع ہے

اَوراق ہو گئے شجرِ زندگی کے زرد
(شبلی و حالی، ب د، ۲۲۲)

اَوروں کا (ار): وہ لوگ مراد ہیں جو عشق کے قائل نہیں اور عقل کی رہبری پر قناعت کیا کرتے ہیں ہے

اَوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
(طلبۂ علیگڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۳)

: غیروں کا، ان لوگوں کا جو اپنے نہیں، مراد وہ لوگ جو ہمارے ہم وطن نہیں، کسی غیر قوم کا، غیر مسلمین کا ہے

کیا گِلہ اَوروں کا شکوہ اے امیرِ ملکِ فقر
(برگِ گل، ب ا، ۱۷)

اَوروں کو: میرے سوا باقی مسلمانوں کو بھی ہے

دیکھا ہے جو کچھ میں نے اَوروں کو بھی دکھلا دے
(دعا، ب د، ۲۱۲)

اوڑھنا (ار) کسی کپڑے سے اپنے جسم کو ڈھانپ لینا ہے

اوڑھ لیتا ہے صورت چادر
(خدا حافظ، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۳)

اَوصاف (ع) مذکر، وصف (= خوبی، خصوصیت) کی جمع ہے

جتنے اَوصاف ہیں لیڈر کے وہ ہیں تجھ میں سبھی
(نصیحت، ب د، ۱۷۷)

اَوقات (ع) مذکر

وقت (رک) کی جمع ہے

ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اَوقات
(لینن، ب ج، ۱۰۸)

: حیثیت، بساط ہے

واہ کیا نیت ہے کیا اَوقات کیا اسلام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۰)

اَوّل (ع) صفت عددی نسبتی

: پہلا ہے

مطلعِ اوّل فلک جس کا ہے وہ دیواں ہے تو
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

: مقدّم (مؤخر کے بالمقابل) ہے

آزاد قیدِ اوّل و آخر ضیا تری
(آفتاب، ب د، ۲۴)

اَوّل اَوّل (ع) متعلق فعل: ابتدا ہو، شروع شروع میں ہے

اٹھی اَوّل اَوّل گھٹا کالی کالی
(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

اَولاد (ع) مؤنث: بال بچے، بیٹے بیٹیاں ہے

آتا ہے اب وہ دور کہ اَولاد کے عوض
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

اَولیٰ (ع) صفت: بہتر ہے

میں تو نیاز ہوں مجھ سے حجاب ہی اَولیٰ
(۹، ب ج، ۱۳)

اَوّلین (ع ع) صفت، اَوّل (رک) + ین (لاحقۂ نسبت)

: پہلی، سب سے پہلے کی ہے

خودی کی یہ ہے منزلِ اَوّلیں
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۸)

اُونٹ (ار) مذکر

: ایک لمبی اور اونچی گردن ابھری ہوئی پیٹھ لمبی لمبی ٹانگوں اور لٹکتے ہوئے بل بل بولنے والے ہونٹوں کا بڑا سا جانور جو ریت میں خوب چلتا اور دوڑتا ہے، شتر، اشتر، ناقہ ہے

منزلِ دہر سے اُونٹوں کے حدی خوان گئے
(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

: استعارۃً غیر منقسم ہندوستان کے مسلمان مراد ہیں۔ ہے

گائے اک روز ہوئی اُونٹ سے یوں گرم سخن
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

اُونچا (ار) صفت

بلند، عالی (درجے اور رتبے کے لحاظ سے) ہے

مسیح و خضر سے اُونچا مقام ہے تیرا

(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

اُونچی (ار) صفت، اونچا (رک) کی تانیث ؏

مگر فطرت تری افتندہ اور بیگم کی شان اونچی

(ہمپوں کی شہزادی، ب د، ۲۴۳)

اُوَیس (ع) مذکر، آنحضرت ص کے ایک سچے عاشق جن کا پورا نام اُوَیس قرنی تھا ان کی والدہ بہت ضعیف تھیں اس لیے حضرت ص نے انھیں یہ پیغام بھیجا تھا کہ تم اپنی ماں کی خدمت کرو، میری ملاقات کے لیے نہ آؤ، ماں کی خدمت میں بھی تمھیں اتنا ہی ثواب ملے گا بنا بریں وہ حضور کا شرف زیارت حاصل نہ کر سکے باایں ہمہ انھیں حضور سے ایسا والہانہ عشق تھا کہ جب جنگ اُحد کے موقع پر انھوں نے آنحضرت کے دندان مبارک شہید ہونے کی خبر سنی تو اپنے سارے دانت توڑ ڈالے ؏

اُوَیس طاقت دیدار کو ترستا تھا

(بلال، ب د، ۸۱)

اُوَیسِ قَرَنی: رک اُوَیس۔

رسم سلمان و اویس قرنی کو چھوڑا

(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

اِہتمام (ع) مذکر: انتظام، بندوبست ؏

غذائی اہتمام خشک و تر ہے

(رباعیات، ب ج، ۸۸)

اَہرامِ مِصر (ع ع) مذکر، اہرام، ہَرَم (رک حاشیہ[1]) کی جمع + اضافت + مصر: مصر کے مثلث نما چوپہل مینار جو دریائے نیل سے ۵ میل کے فاصلے پر واقع ہیں اور بہت قدیم ہیں جو فراعنہ کے دور میں تعمیر ہوئے تھے

(اہرام مصر، ض ک، ۱۱۶)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے مصر کے سر بفلک میناروں کی مثال سے یہ بتایا ہے کہ اگر ہنرمند تقلید سے آزاد ہو تو ریت کے ٹیلوں میں ایسے مستحکم مینار تعمیر کر سکتا ہے جو ہزاروں برس سے جوں کے توں قائم ہیں۔

(ض ک، ۱۱۶)

اَہرَمَن (ف) مذکر، ابلیس، شیطان، مراد بدکار لوگ (اسی مصرع میں جبریل بھی مذکور ہے جس سے نیکوکار لوگ مراد ہیں) ؏

شعر سے روشن ہے جانِ جبرئیل و اہرمن

(رقص و موسیقی، ض ک، ۱۴۳)

اَہل (ع) صفت

: (رکھنے) والا، والے، صاحب، صاحبان، مالک، مالکان وغیرہ (رک اہلِ بصیرت)

اَہلِ بَصیرَت (ع ع) صفت، اہل + اضافت + بصیرت (= بینائی، عقل): سمجھدار لوگ ؏

اے شیخ و برہمن سنتے بھی ہو کیا اہل بصیرت کہتے ہیں

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

اَہلِ بَیت (ع ع) مذکر، اہل + اضافت + بیت (= گھر): مراد حضور صلعم کے وہ رشتے دار جنھیں آپ نے ایک کملی میں لے کر ان کے لیے دعا فرمائی تھی اور جنھیں آپ اپنے ساتھ نصارائے نجران سے مباہلہ کرنے کے موقع پر لے گئے تھے یعنی بی بی فاطمہ زہرا (بیٹی)، علی مرتضیٰ (چچازاد بھائی اور داماد) حسن (بڑے نواسے)، حسین (چھوٹے نواسے) ؏

دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغ عشق اہل بیت

(برگ گل، ب ا، ۱۷۷)

اَہلِ حَرَم (ع ع) مونث، اہل + حرم (رک): مراد افغان خواتین جنھیں رہیلہ نے گرفتار کیا تھا ؏

دیا اہل حرم کو رقص کا فرماں ستمگر نے

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۷)

اَہلِ حَلقَہ: (ع ع) مذکر، اہل + اضافت + حلقہ (خانقاہ کی وہ جماعت جو ایک دائرے میں بیٹھ کر ذکر کرتی ہے): وہ صوفی جو ہُو حق کے نعرے تو لگاتے ہیں مگر عشق صادق سے محروم ہیں ؏

میں ایسے فقر سے اے اہل حلقہ باز آیا

(۱۹، ب ج، ۴۲۰)

اَہلِ دَرد: یہ ایک دو غزلے کی سرخی ہے جو مخزن (مئی ۱۹۰۳ء) میں شائع ہوا تھا۔ ایڈیٹر نے یہ نوٹ لکھا ہے کہ اقبال، گرامی اور بسمل تینوں ایک صحبت میں تشریف رکھتے تھے اقبال نے کہا کہ انھیں درد قولنج کے آثار محسوس ہو رہے

---

[1] (ساخت) مخروطی شکل کی عمارت جس کی کرسی مثلث، مربع یا کثیر اضلاع والی ہو۔

ہیں۔ اس وقت نوازش صاحب متخلص بہ نوازش نے ایک مصرعا پڑھا جس کی ردیف "اہل درد" تھی۔ اس پر غزل کی فرمائش ہوئی۔ اقبال نے اسی تقطیع میں دو غزلیں اس ردیف میں کہیں۔ جو باقیاتِ اقبال میں درج ہیں۔

(ب ا، ۴۰۷)

اَہلِ دِل (ف ف) اہل + اضافت + دل (رک) : عشقِ الٰہی رکھنے والے، مرشدِ کامل ؎

الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

(ظریفات، ب د، ۲۰۴)

اَہلِ ذِکر (ف ع) مذکر، اہل + اضافت + ذکر (رک) : خدا و رسول کا عشقِ صادق رکھنے والا، بندۂ مومن ؎

معجزۂ اہلِ ذکر موسیٰ و فرعون و طور

(غزل، ض ک، ۵۱)

اَہلِ زمیں (ف ف) اہل + اضافت + زمین (= دھرتی جس پر سب چلتے پھرتے اور رہتے ہیں) : دنیا کے لوگ ؎

موت کہتے ہیں جسے اہلِ زمیں کیا راز ہے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

اَہلِ سیاست (ف ع) مذکر، اہل + اضافت + سیاست (رک) : وقت کی رفتار دیکھ کر ایسا کام کرنے والے لوگ جس سے لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کر کے اپنا مطلب پورا کر لیں ؎

ہیں اہلِ سیاست کے وہی کہنہ خم و پیچ

(مہدی برحق، ض ک، ۴۴)

اَہلِ صَفا (ف ع) صفت، اہل + اضافت + صفا (رک) : وہ لوگ جن کا دل دنیا اور کائناتِ دنیا سے پاک و صاف اور خدا کی تجلّی سے روشن ہو، عاشقانِ الٰہی ؎

صحبتِ اہلِ صفا نور و حضور و سرور

(دعا، ب ج، ۹۱)

اَہلِ ظاہر (ف ع) صفت : دنیا دار لوگ ؎

اتارا تیں نے زنجیرِ رسومِ اہلِ ظاہر کو

(ب ا، ۴۵۰)

اَہلِ عزم و ہمّت (ف ع ف ع) مذکر، اہل + عزم (= ارادہ + و (عطف) + ہمّت (رک) : بلند ارادے والے لوگ، مراد دیندار مسلمان ؎

زیارت گاہِ اہلِ عزم و ہمّت ہے لحد میری

(۱۰، ب ج، ۱۴۲)

اَہلِ فِکر (ف ع) مذکر، اہل + اضافت + فکر (رک) : غور و فکر و تحقیق کرنے والا، فلسفی ؎

معجزۂ اہلِ فکر فلسفۂ پیچ پیچ

(غزل، ض ک، ۵۱)

اَہلِ قَلَم (ف ع) صفت، اہل + قلم (رک) : مصنفین ؎

اہلِ قلم میں جس کا بڑا احترام تھا

(بلالؓ، ب د، ۱۴۱)

اَہلِ کلیسا (ف ف) مذکر، اہل + اضافت + کلیسا (رک) : عیسائی، ہندوستان کی انگریز حکومت ؎

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم

(دین و تعلیم، ض ک، ۸۶)

اَہلِ گلشن (ف ف) مذکر، اہل + گلشن (رک)

: باغ میں ایک ساتھ رہنے والے رفقا، ہمسائے ؎

اہلِ گلشن پر گراں میری غزل خوانی نہیں

(وصال، ب د، ۱۲۰)

: باغِ اسلام میں بسنے والے، امّتِ مسلمہ کے لوگ ؎

اہلِ گلشن کو شہیدِ نغمۂ مستانہ کر

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۱)

اَہلِ مُحَرّم (ف ع) صفت، اہل + محرم (رک) : ماہِ محرّم میں امام حسینؓ کا ماتم منانے والے لوگ، مراد ہر غم زدہ اور مصیبت زدہ شخص ؎

نذر اس کی پیام رسید ہے اہلِ محرّم کو

(پھولوں کی شہزادی، ب د، ۳۴۳)

اَہلِ مِصر سے : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قوّتِ ایسی چیز ہے جو دفعتہً قوموں کی قسمت بدل دیتی ہے جو مختلف زمانوں میں مختلف شکلوں سے نمودار ہوا کرتی ہے۔

(ض ک، ۱۴۴)

اَہلِ نَظَر (ف ع) اہل + نظر (= نگاہ) : صاحبانِ بصیرت ؎

عقل اور دانائی رکھنے والے، اسرارِ پنہاں کو آشنا ہے
سحر لینے والے ہے

مرا کنول کہ تصدق ہیں جس پہ اہلِ نظر

(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

: ملتِ اسلامیہ کے وہ لوگ جو اس وقت زندہ اور موجود ہیں ہے

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد

(۵۰، ب ج، ۷۰)

: صاحبانِ معرفت ہے

اہلِ دانش عام ہیں کمیاب ہیں اہلِ نظر

(تربیت، ض ک، ۹۷)

اَہلِ وطن (۔ف ع) مذکر، اہل + اضافت + وطن (: جائے پیدائش و سکونت) : ہندوستان کا ہر باشندہ چاہے وہ ہندو ہو یا مسلمان یا کسی اور عقیدے کا ہے

مرے اہلِ وطن کے دل میں کچھ فکرِ وطن بھی ہے

(تصویرِ درد، ب د، ۶۱)

اہلِ ہنر سے : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ہنرمندوں کو خودی کی فضیلت اور اس کے مقام سے باخبر کیا ہے

(ض ک، ۱۱۲)

اَہم (ع) صفت، بہت زیادہ، قابلِ لحاظ جماعت (جسے ایک طرف انگریز اپنی طرف ملانا چاہتے ہیں اور دوسری طرف ہندو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں) ہے

ہند میں آپ تو از روئے سیاست ہیں اہم

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

اَے (ف) کلمۂ ندا، کسی کو اپنی طرف مخاطب کرنے یا پکارنے کا کلمہ ہے

اے ہمالہ اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

اے انوَر : اس سرخی کے تحت چار فارسی شعر کا قطعہ درج ہے جن میں انوری کی ہجو کی گئی ہے مشکل لفظوں کی شرح اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۲۶)

اے آنکہ ز نورِ گہر نظم فلک تاب
دامن بچراغِ مہ و اختر زدۂ باز

: اے وہ شاعر، جس نے اپنی آسمان کو چمکا دینے والی نظموں کے موتیوں سے چاند تاروں کے چراغ گل کر دیئے ہیں۔

(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۴۰)

اَے پورِ علی ز بو علی چند : اے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے بو علی (فلسفی) سے کب تک استفادہ کرتا رہے گا (یہ خاقانی کی تحفۃ العراقین سے اقتباس ہے)

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۹)

اَے پیرِ حرم : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے صوفیوں اور عالموں اور پیروں کو یہ پیغام دیا ہے کہ اب حجروں سے نکل کر میدانِ عمل میں آجاؤ

(ض ک، ۵۸)

اَے تماشائی مری ہستی الخ : ان الفاظ سے باقیات میں جس غزل کی ابتدا ہوئی ہے وہ ماہ نامۂ زمانہ کانپور (نومبر ۱۹۱۰ء) میں شائع ہوئی تھی۔ اب بانگِ درا میں اس کے چھ شعر اور باقیات میں آٹھ شعر درج ہیں۔

(ب ا، ۴۵۲، ب د، ۱۰۶)

اَے تیری تجلی سے کمالاتِ وجود : اے وہ ذات کہ تیری صفات کے پرتو سے ہر وجود کمال کی منزل پر پہنچ جاتا ہے

(تقدیر، ض ک، ۴۷)

اے خوش آں روز کہ آئی و بصد ناز آئی
بے حجابانہ سوئے محفلِ ما باز آئی

: وہ دن کتنا اچھا ہوگا جب تو پھر اپنے تمام حسن اور تجلیات کے ساتھ، درمیان کے سارے پردے اٹھا کر اپنے عشاق کی محفل میں واپس آئے گا یعنی عاشقوں کے دل پھر اگلے زمانے کے سرفروش مسلمانوں کی طرح تیری محبت میں سرشار ہو جائیں گے

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

اَے روحِ محمدؐ : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان

ہے جس میں انھوں نے سرکارِ دو عالم کی رُوح پر فتوح
سے استغاثہ کیا ہے۔

(ض ک، ۱۴۸)

اَے سرافیل اَے خدائے کائنات! اے جانِ پاک!

یعنی اے اسرافیل جلدی صُور پھونک دے۔ یا اللہ جلدی
قیامت برپا کر دے (تاکہ اس غلام کی بیعت سے مجھے
نجات ملے) اے میری پاک جان (یعنی مٹی) یہ ناپاک غلام
مجھ میں کہاں سے آگیا (یہ قبر کہہ رہی ہے)

(ق ۱، ج ۲۱۱)

اَے کاش (ف، کلمۂ حسرت و افسوس، اے (حسن کلام
کے لیے زائد) + کاش (= تمنا) خواہش ہے کہ یہ آرزو
پوری ہو جائے ؎

ہوتی مری رہائی اے کاش میرے بس میں

(پرندے کی فریاد، ب د، ۴۷)

اَے کہ بردی لہا: ان الفاظ سے جو بند شروع ہوتا ہے اس
کے مشکل الفاظ کا حل اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں
دیکھیے۔

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۹ و ۱۳۰)

اَے کہ تھا نوح الخ: اس پورے بند میں "اے" کا منادیٰ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے ؎

اَے کہ تیرے آستاں سے آسماں انجم نجیب،

اس مصرع کو اس طرح پڑھیے۔ اے کہ تیرے آستاں سے
آسماں انجم نجیب۔

(دربارِ بہاولپور، ب ا، ۱۸۷)

اَے کہ حرفِ اطلبوا لو کان بالصین گفتۂ
گوہرِ حکمت بہ تارِ جانِ اُمت سفتۂ

: (حضور نے ارشاد فرمایا "اطلبوا العلم ولو کان بالصین"
یعنی علم طلب کرو چاہے اس کے لیے چین جانا پڑے
اسی قول کے پیش نظر اقبال کہتے ہیں) اے وہ پیغمبر
جس نے یہ کہا ہے کہ (علم) طلب کرو چاہے چین کا
سفر کرنا پڑے، تو نے یہ حکم دے کر اپنی اُمت کی
رگِ جان میں علم و حکمت کے موتی پرو دیے ہیں۔

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۸)

اَے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش
اَے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش

؛ اے مسلمان اگر تو اس بات کو نہیں سمجھتا کہ کونسی بات
دل میں رکھنے کی ہے اور کونسی منہ پر لانے کے قابل ہے
تو ہوشیار ہو جا (یعنی تباہی کے لیے تیار ہو جا) تو ابھی تک
اس بحث میں پھنسا ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
پہلے خلیفہ ہیں یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ افضل ہیں (اگر
آپس میں یہی بحثیں رہیں تو دوسرے اس اختلاف اور
جھگڑے سے فائدہ اٹھا کر مسلمان ہی کو دنیا سے فنا کر دیں
گے)

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۶)

اَے گُل رُخسارِ آرزو: اقبال کی ایک فارسی غزل ان الفاظ
سے شروع ہوتی ہے جو انھوں نے کیمبرج سے عطیہ بیگم صاحبہ
کو بھیجی تھی۔ اس کے مشکل الفاظ اسی فرہنگ کے حصۂ فارسی
میں دیکھیے۔

(ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۳۲)

اَے مرگِ ناگاہ: ناگہانی موت کو آواز دے کر اس امر
کی جانب اشارہ کیا ہے کہ سکندر جس کی وہ شان و شوکت
تھی جو بیان کی ہے صرف چند روز بیمار رہ کر مر گیا ؎

تجھ کو خبر ہے اے مرگِ ناگاہ

(محرابِ گل الخ، ۱۴، ض ک، ۱۶۹)

اَے وائے (ف ف، کلمۂ تحسّر: افسوس صد
افسوس ؎

یہ پیرانِ کلیسا و حرم اے وائے مجبوری

(۳۸، ب ج، ۱۰۹)

اَیاز (ف، مذکر
محمود غزنوی کے غلام خاص کا نام جس کی زلفیں
بہت حسین تھیں اور محمود اس سے بہت محبت کرتا تھا،
ایاز ہر حال میں اپنے آقا کا مطیع اور تابع رہا ؎
ہیں غزنوی سومنات دل کا ہوں تو سراپا ایاز ہو جا

(پیامِ عشق، ب د، ۱۲۹)

: (مجازاً مرسل کے طور پر) خادم، غلام، رعایا ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

(شکوہ، ب د، ۱۶۰)

: معشوق ؎

پالسی بھی تری پیچیدہ تر از زلفِ ایاز

(نصیحت، ب د، ۱۷۶)

ایازی: ایاز (رک) سے منسوب، مراد غلامانہ ؎

طبیعت غزنوی قسمت ایازی

(رباعیات، ب ج، ۸۲)

ایاغ (ف) مذکر، پیالہ، ساغر ؎

کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاغ

(تربیت، ض ک، ۷۹)

ایّام (ع) مذکر، یوم (= دن) کی جمع، زمانہ ؎

گئے وہ ایام اب زمانہ نہیں ہے صحرا نوَردیوں کا

(پیامِ عشق، ب د، ۱۳۰)

: گردشِ روزگار، انقلابِ دہر ؎

عظمتِ یونان و روما لوٹ لی ایام نے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۰۲)

ایّامِ جُدائی (ف ف) مذکر، ایام + جدا (رک) + ی (لاحقہ کیفیت): (عالمِ لاہوت سے) انسان کے جدا رہنے کے دن، وہ زمانہ جس میں وہ اس دنیا کی زندگی چند روزہ سے دو چار ہے (مراد یہ ہے کہ یہ زندگی جو اس دنیا میں گزرتی ہے مستعار ہے اور اصل زندگی عالمِ بالا کی ہے جہاں سے انسان کو یہاں بھیجا گیا ہے)

(گردوح ارضی الخ، ب ج، ۱۳۲)

ایّامِ سَلَف: (ف ع) ایام + اضافت + سلف (= گزشتہ): گزرنے ہوئے دن، زمانہ گزشتہ ؎

یادِ ایامِ سلف سے دل کو تڑپاتا ہوں میں

(نالۂ فراق، ب د، ۷۷)

ایبک (ت) مذکر، سلطان قطب الدین ایبک، جو تیرھویں صدی عیسوی کے آغاز میں ہندوستان کا دوسرا مسلم بادشاہ تھا۔ یہ سلطان شہاب الدین غوری کا معتمد غلام سپہ سالار اور نائب السلطنت تھا، غوری کے قتل کے بعد تخت نشین ہوا، نہایت سخی اور شریف النفس تھا۔ آج تک تاریخ اسے یاد کرتی ہے ؎

رہے نہ ایبک و غوری کے معرکے باقی

(۵۵ ب ج، ۴۲)

ایثار (ع) مذکر، اوروں کے آرام کے لیے خود تکلیف اٹھانے کا عمل ؎

امتحاں ہے ترے ایثار کا خودداری کا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۶)

ایجاد (ع) مونث: نئی چیز بنانے کا عمل، تخلیق ؎

کرم ہے یا کہ ستم تیری لذتِ ایجاد

(مہر، ب ج، ۸۶)

ایجاد کرنا (ا ر): اپنی طبیعت سے گھڑنا، پیدا کرنا ؎

جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کر ایجاد

(ہندی اسلام، ض ک، ۳۵)

ایجادِ معانی: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ اگرچہ "مذاقِ فن" کی نعمت خداداد ہے مگر ہر فن میں کمال پانے کے لیے بڑی محنت درکار ہے

(ض ک، ۱۳۱)

ایجنڈا (انگ) مذکر، اُن نکات (Points) کی منتشر یادداشت جن پر جلسے میں گفتگو ہو گی اور جو کل ممبروں کے پاس پہلے سے بھیجدی جاتی ہے ؎

نہیں اس کمیٹی کا کوئی ایجنڈا

(ب ا، ۴۶۱)

ایذا (ع) مونث، تکلیف، دکھ

ایذا طلب (ع) صفت، دکھ اور تکلیف کا خواہشمند ؎

پروانہ کیا ہے اک دلِ ایذا طلب ہے یہ

(شمع و پروانہ، ب د، ۲۹)

ایرانِ صَغیر (ف ع) مذکر، چھوٹا ایران، یعنی اپنی ذہانت، سرسبزی، نفاست اور شائستگی کے اعتبار سے ایران کے بعد سب سے بلند مقام رکھنے والا ؎

کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایران صغیر
(ملّازادہ، ۳، اح، ۳۶۰)

ایزد : (ف) مذکر، باری تعالیٰ.
ایزدِ بےچوں (- ف ف) : جو بغیر چوں و چرا یا بغیر کسی حجت کے مسلّمہ طور پر خدا ہے ؎
نہ کے ہو زلف نہ شکر ایزد بے چوں
(فلاح قوم، با، تیسرا ایڈیشن، ۲۹)

ایسا/ایسی (ار) کلمۂ تشبیہ
: ان صفات کا، ان خصوصیات کا، غالب کی طرح کے اوصاف رکھنے والا ؎
دفن تجھ میں کوئی فخر روزگار ایسا بھی ہے
(مرزا غالب، ب د، ۲۷)

: (کلمہ مقدار) اتنا ؎
محفل ہستی میں جب ایسا تنک جلوہ تھا حسن
(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

: اتنی موثر ؎
فضائے عشق پہ تحریر کی اس نے نوا ایسی
(عرفی، ب د، ۲۳۸)

: بہت زیادہ ؎
نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
(۱۳، ب ج، ۱۷)

: اس شان کا، اس حیثیت کا، اتنا قابل اور لائق (وغیرہ) ؎
مصنف جبکہ ہو ایسا رسالہ کیوں نہ ہو ایسا
(ب ا، ۴۷۷)

ایسے (ار) : ایسا (رک) کی جمع نیز محرّف صورت.
ایسے گلستاں : (رف)، ایسے + گلستاں (رک)، مراد کشمیر ؎
سامنے ایسے گلستاں کے کبھی گر نکلے
(رباعیات، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۳)

ایشیا : (ار) مذکر، وہ براعظم جس میں عرب پاکستان، ہندوستان، چین، جاپان اور آدھا روس واقع ہے ؎
جولاں گہِ سکندر رومی تھا ایشیا
(ہلال، ب د، ۱۴۱)

ایقان (ع) مذکر، رک یقین ؎
نورِ ایقان سے آتش کو گلستاں کر دے
(جوہر ایمان، ب ا، ۲۲۷)

ایک (ار) صفت عددی.
: دو کا آدھا، تنہا، واحد ؎
ایک جلوہ تھا کلیم طورِ سینا کے لیے
(ہمالہ، ب د، ۲۱۰)

: یکساں ؎
زیر و بالا ایک ہیں تیری نگاہوں کے لیے
(آفتاب صبح، ب د، ۴۹۰)

: چند، تھوڑے سے ؎
ورنہ ہیں اور اڑ کے آتا ایک دانے کے لیے
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

: متحد ؎
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۲)

: صرف ؎
فخر ہی ایک ترے معرکہ آراؤں میں
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

: توحید اور اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ
رہتا نہیں ایک بھی ہمارے پلّے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

ایک ایک کے (ار) : ایک کی بجائے، ایک پیسے کے، (یا) ایک خدا کے.
ایک ایک کے تین تین : ایک پیسے کے تین پیسے (یا) ایک خدا کے تین خدا (باپ، بیٹا اور روح القدس جو عیسائیوں کا عقیدہ ہے اور جو عموماً مغرب (یورپ) میں آباد ہیں) ؎
ایک ایک کے تین تین بن جاتے ہیں
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

ایک آرزو :
یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ۱۹۰۲ء میں کہی تھی اور جس میں انھوں نے دنیا

اور مایا کی حقیقت سے آگاہ ہونے کے بعد ان تمام چیزوں پر خاک ڈال کر گوشۂ تنہائی میں زندگی بسر کرنے کی تمنا ظاہر کی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ انھوں نے عملی طور پر ایسا کیوں نہ کیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تمنا کے باوجود وہ خودی سے بھی آگاہی رکھتے تھے اور بنا بریں دوسروں کے لیے جینا، گوشہ نشینی سے زیادہ ضروری سمجھتے تھے۔ ان کی زندگی کے ان دونوں پہلوؤں کا ملا جلا اثر یہ تھا کہ ایک طرف ان میں درویشی اور استغنا کی خو پائی جاتی تھی اور دوسری طرف مسلمانوں سے متعلق ہر معاملے سے متاثر ہو کر اپنی نظم سے قوم کی رہنمائی کرتے تھے

(ب د، ۴۶)

: بانگِ درا میں اس عنوان کے تحت اس نظم کا صرف ایک بند چھپا ہوا ہے مگر اس میں پانچ شعر اس نظم سے جو ماہ دسمبر کے مخزن میں شائع ہوئی تھی، کم ہیں، اس کے علاوہ دوسرا بند سرے سے بالکل نہیں ہے یہ سب متروکات باقیاتِ اقبال میں درج ہیں

(ب ا، ۲۹۹)

ایک آنکھ (۔ ار) مونث۔ ایک + آنکھ: ایک نظریہ رکھنے والی یا ایک زاویے سے دیکھنے والی نگاہ، عشق کی آنکھ جو ہر چیز کو حسنِ حقیقی کے مشاہدے کی نظر سے دیکھے ؎

ایک آنکھ لے کے خوابِ پریشاں ہزار دیکھ

(شمع، ب د، ۴۵)

ایک بحری قزاق اور سکندر: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک تمثیلی نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ واضح کیا ہے کہ دراصل ملوکیت اور ڈکیتی ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں

(ض ک، ۱۵۵)

ایک بلبل (۔ ع)، ایک + بلبل (رک): باغِ اسلام میں اپنے شعروں کے نغمے سنانے والا اقبال ؎

ایک بلبل ہے کہ ہے محوِ ترنم اب تک

(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

ایک پرندہ اور جگنو: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں اقبال نے اس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے کہ انسان کی زندگی میں دلکشی اور جاذبیت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جبکہ سوز اور ساز دونوں ہم آہنگ ہوں

(ب د، ۹۲)

ایک پہاڑ اور گلہری: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے بچوں کے لیے کہی ہے اور جو امریکہ کے نامور شاعر "ایمرسن" کی ایک نظم سے ماخوذ ہے مرکزی خیال یہ ہے کہ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز کی تخلیق میں صانعِ عالم کی کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے، بنا بریں کسی چیز کو بےمایا حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

ایمرسن ۱۸۰۳ء میں بمقام "بوسٹن" پیدا ہوا اور ۱۸۸۲ء میں وفات پائی۔ اس کی نظموں کا مجموعہ ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا تھا

(ب د، ۳۱)

ایک حاجی مدینے کے راستے میں: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کے خیالات سے اقبال نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ عقل انسان کو چالاکی اور عیاری سکھاتی ہے اور عشق جرأتِ رندانہ پیدا کرتا ہے، زندگی میں وہی شخص کامیاب ہے جو جرأتِ رندانہ رکھتا ہو

(ب د، ۱۶۱)

ایک خط کے جواب میں: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ اقبال کے ایک دوست نے جن کا نام مرحوم نے ظاہر کرنے سے گریز کی، ایک بار انھیں اپنے خط میں یہ مشورہ دیا کہ حکام سے تعلقات پیدا کیجیے، کبھی ان کی دعوت کر دی، کبھی کسی اور تقریب سے قربت پیدا کر لی چیف جسٹس کو کسی طرح قابو میں لائیے تاکہ آپ کی بیرسٹری اور زیادہ چمکے وغیرہ۔ اقبال نے اس نظم میں اس خط کا جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حکام کی صحبت سے دور رہنے ہی میں عافیت ہے۔ ان کی قربت میں نفسِ امارہ تو زندہ ہوتا ہے مگر دل مردہ ہو جاتا ہے۔

(ب د، ۲۳۸)

ایک زمانہ: یعنی ساری دنیا، بہت سے لوگ ؎

بنا کے ایک زمانے کو نکتہ چیں تو نے

(سرگزشتِ آدم، ب ا، ۴۳۷)

ایک سرمستی و حیرت: یہ الفاظ ایک شعر کے دونوں مصرعوں میں آئے ہیں، پہلے میں فلسفے کی مستی اور دوسرے میں عشق کی

سرشاری مراد ہے حکم
ایک سرمستی و حیرت ہے تمام آگاہی

(ب ج ۷۵، ۲۰)

ایک سوال : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کی سرخی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یورپ کے معاشرے کا نظام اس قدر ناقص ہو گیا ہے جس کے باعث عورتیں ضبطِ تولید کے مرض میں مبتلا ہو گئی ہیں۔

(ض ک ۹۲،)

ایک شام : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے یہ نظم انھوں نے ۱۹۰۷ میں کہی تھی جبکہ وہ میونخ (جرمنی) سے (جہاں وہ فلسفے میں پی ایچ ڈی کرنے کے لیے مقیم تھے) ہائیڈل برگ (جرمنی) اس غرض سے گئے تھے کہ وہاں کی یونیورسٹی لائبریری سے مزید استفادہ کر سکیں۔ یہ شہر دریائے نیکر کے بائیں کنارے آباد ہے۔ ایک دن اقبال شہر سے دریا کے کنارے پر گئے اور وہاں ان پر جو کیفیت طاری ہوئی اسے اس نظم میں بیان کیا ہے۔ مغربی ادب کے نقاد کا خیال ہے کہ اس نظم میں انگریزی شاعر ورڈزورتھ کے تخیل کی جھلک نظر آتی ہے

ہائیڈل برگ کی آبادی اس وقت ۸۴ ہزار تھی اور یونیورسٹی ۱۳۸۵ء میں قائم ہوئی تھی جس کے کتب خانے میں اس وقت پانچ لاکھ سے زیادہ کتابیں موجود تھیں

(ب د، ۱۲۸)

ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے دین اور فلسفے کا منطقیانہ موازنہ کر کے نوجوانوں کو کامیابی کا سیدھا راستہ دکھایا ہے۔

(ض ک ۱۸۰،)

ایک گائے اور بکری : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے، جو انھوں نے بچوں کے لیے کہی ہے اور جو ایک مغربی شاعر کی تخیل سے ماخوذ ہے اس نظم کا مرکزی خیال یہ ہے کہ انسان کو کسی سے کچھ تکلیف پہنچے تو صرف اس تکلیف کی بنا پر اس سے متنفر نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ سوچنا چاہیے کہ اس تکلیف پہنچانے والے کی ذات سے اسے اپنی زندگی میں کتنے فوائد پہنچتے رہتے ہیں جسے وہ تکلیف پانے کے وقت بھول جاتا ہے

(ب د، ۳۰)

: اس نظم کے ۲۹ شعر بانگِ درا میں چھپے ہیں۔ باقی بارہ شعر روزگار فقیر حصہ دوم اور باقیات اقبال میں درج ہیں۔

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۵۵)

ایک لاٹھی سے ہانکنا (ا ر) : ہر چھوٹے بڑے عالم جاہل مفلس اور امیر کے ساتھ ایک سا برتاؤ کرنا ع
جان بل ہانکتا ہے ایک ہی لاٹھی سے ہمیں

(ب ا، ۳۶۸)

ایک مکالمہ : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں علامہ نے ایک کرگس اور شاہین کی گفتگو بیان کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ انسان کی بزرگی اس کی ہمت کی بلندی پر موقوف ہے۔

(ب د، ۲۱۹)

ایک مکڑا اور مکھی : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو ان کا ذاتی خیال نہیں بلکہ ایک شاعرِ مغرب کے خیالات سے ماخوذ ہے۔ اس نظم کا مرکزی خیال یہ ہے کہ انسان کو خصوصاً بچوں کو دشمن کی چکنی چپڑی باتوں سے متاثر نہیں ہونا چاہیے

(ب د، ۲۱)

: یہ بانگِ درا کی ایک نظم ہے جس کے ۵ شعر ہیں باقی آٹھ شعر جو نہیں چھپے باقیات میں درج ہیں

(متروکات بانگِ درا، ب ا، ۵۶)

ایک نظر (ا ع) : سرسری طور پر، ایک بار ع
ہو جس نے کبھی ایک نظر آپ کو دیکھا

(ایک مکڑا اور مکھی ب ج، ۳۰)

ایک نوجوان کے نام : یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ظاہرا کسی ایک نوجوان سے خطاب کیا ہے (جس کا نام معلوم نہیں)، لیکن دراصل قوم کا ہر نوجوان اس کا مخاطب ہے۔ نظم کا ماحصل یہ ہے کہ شانِ استغنا کا تقاضا یہ ہے کہ ہر جوان اپنی قوت بازو سے

روزی کمانے اور دولتمندوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے

(ب ج ، ۱۱۹)

ایک ویدمنتر کا ترجمہ : یہ اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو زمانہ کانپور (اپریل ۱۹۱۹ء) میں چھپی تھی (دیکھو باقیات ۲۲۱)

ایک ہی تسبیح میں پرونا (ارارع ار ار) ، ایک (= واحد، غیر مختلف) + ہی (کلمہ حصر) + تسبیح (رک) + میں (علامت ظرف) + پرونا (رک)، ایک ہی سلسلے میں وابستہ کرنا متحد کردینا ہے

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو

(تصویر درد، ب د، ۷۲)

ایما (ع) مذکر: اشارہ، حکم ہے

رہبر کے ایما سے ہوا تعلیم کا سودا مجھے

(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۲)

ایمان (ع) مذکر: یقین، عقیدہ ہے

ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک

(جواب شکوہ، ب د ۲۰۲)

: بطور مجاز مرسل دل مراد ہے جس میں ایمان اور عقیدہ پوشیدہ ہوتا ہے ہے

اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۷)

ایمانِ خلیل (-ع) مذکر، ایمان + اضافت + خلیل (رک)، : حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا سا پختہ یقین کہ جب کوئی بت سامنے آئے تو اسے توڑ پھوڑ دے یعنی باطل کو ہر قدم ٹھکرانے کا جذبہ ہے

ذوق حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیل

(دعوتِ اسلام، ب د، ۲۴۰)

ایمن (ع) مذکر

: رک برقِ ایمن .

: بے خوف، پناہ میں، محفوظ ہے

ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے

(جواب شکوہ، ب، ۲۰۵)

ایمن از مارِ زمینِ گلستاں (- ف ف ف ف) صفت ، ایمن + از (= سے) + مار (سانپ) + زمین (رک) + گلستاں (رک) : باغ کی زمین پر پلنے والے سانپوں سے محفوظ ہے

ایمن از مارِ زمینِ گلستاں گلچیں نہ ہو

(عہد طفلی، ب ا، ۲۸۱)

اینٹ (ار) مونث: مٹی سے بنا ہوا کچا یا آوے میں پکایا ہوا چوکور یا گول مختلف سائز کا بڑا سا ڈلا جس کی چنائی سے دیوار وغیرہ بناتے ہیں ہے

فکر اینٹوں کی وہاں بھی ہے مکاں کے واسطے

(خفتگان خاک سے استفسار، ب ا، ۹۰)

ایندھن (ار) مذکر: لکڑی اپلے وغیرہ جلانے کی چیزیں ہے

اس نئی آگ کا اقوام کہن ایندھن ہے

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۵)

اینکہ می بینم بہ بیداری ست یارب یا بہ خواب

: یا اللہ یہ جو کچھ دیکھ رہا ہوں جاگتے میں دیکھ رہا ہوں یا خواب میں

(مسولینی، ب ج، ۱۵۱)

این و آں (ف ف ف، مذکر، این (= یہ) + و (عطف) + آں (= وہ) : مراد کائنات ہے

ہنگامہ این و آں ہے کیا چیز

(خاقانی، ض ک، ۱۲۱)

ایوان (ف) مذکر، مکان، محل.

ایوانِ فرنگ (-ف) مذکر، ایوان + اضافت + فرنگ (رک) : اہلِ مغرب کی تعلیم و تہذیب کا قصر عالی شان ہے

پیر میخانہ یہ کہتا ہے کہ ایوانِ فرنگ

(۴۳، ب ج، ۶۴)

ایوب : (عب) مذکر: ایک پیغمبر کا نام جو طرح طرح کی مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا ہوئے مگر ہر حال میں صابر و شاکر رہے ہے

صبر ایوب و فاخر حمزہ جان اہل درد

(دیگر، ب ا، ۱۰۴)

آ

آ (زار) : متوجہ ہو، سن سمجھ، آمادہ ہو، عمل کے لیے بڑھ، وغیرہ کا

آ غیرت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں

(نیا شوالا، ب د ۸۸)

آ بنانا (-ار) آکر بنا لینا کا

کہاں اقبال تو نے آ بنایا آشیاں اپنا

(تضمین بر شعر صائب، ب د ۲۴۴)

آ دبانا (-ار) ، آکر دبا لینا، یکایک کسی پر گرنا اور دبوچ لینا کا

آ دبایا مہر ایراں کو اجل کی شام نے

(گورستان شاہی، ب د ۱۵۲)

آ رکھنا (- ار) : آکر رکھنا

پھر آ رکھوں قدم مادر و پدر پہ جبیں (التجائے مسافر، ب د ۹۶)

آ کے بیٹھے بھی نہ تھے الخ : دنیا میں پیدا ہو کر چند روز تیرے دین کی خدمت کی اور اس سے نبٹ کر اطمینان کی سانس لینے بھی نہ پائے تھے کہ موت انھیں دنیا سے نکال کرلے گئی کا

آ کے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے

(شکوہ، ب د ۱۶۷)

آ نکلنا (-ار) : اتفاقی طور پر آ جانا، پھرتے پھرتے کسی جگہ پہنچ جانا کا

چرتے چرتے کہیں سے آ نکلی

(ایک گائے اور بکری، ۴۲)

آب۱ (ف) مذکر، پانی کا

ناں ڈبو دے اسے محیط آب گنگا تو مجھے

(صدائے درد، ب د ۴۲)

آب آیئنے پر گرانا : مسافر کو رخصت کرتے وقت ایک ہندوانی رسم ہے جسے مبارک خیال کیا جاتا ہے کا

آب آیئنے پر گراتے ہیں

(خدا حافظ، ب ا ۵۵)

آبِ بقا : رک آبِ زندگی کا

روح کو ملتی ہے جس سے لذت آبِ بقا

(محاورہ، ب ا ، ۲۷۰)

آبِ تیغِ یار الخ : یہ غزل ماہنامہ زبان دہلی (فروری ۱۸۹۶ء) میں شائع ہوئی تھی۔

(ب ا ، ۳۸۲)

آبِ جو / آبجو (ف) مونث، ندی، نہر، نالا کا

تجھے بھی چاہیے مثل حباب آبِ جو رہنا

(تصویر درد، ب د ۶۰)

آب چوں در روغن افتد نالہ خیزد از چراغ
صحبت ناجنس باشد باعث آزارہا

: (دیے میں کڑوا تیل ڈال کر روئی کی بتی کا اگر چراغ جلائیں تو) جب تیل میں پانی گرے گا تو چراغ کی بتی سے چر چر کی آواز نکلنے لگے گی جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ غیر جنس کی صحبت باعث تکالیف ہوتی ہے

(سید کی لوح تربت، ب ا ۳۰۹)

آبِ حیات : رک آبِ زندگی کا

نہیں اس اندھیرے میں آبِ حیات

(پنجاب کے دہقان سے، ب ج ۱۵۲)

آبِ حیواں : رک آبِ زندگی۔

ہاتھ دھو بیٹھ آبِ حیواں سے خدا جانے کہاں

(ب ا ، ۳۸۲)

آبداری (- ف ف) مونث، آب + دار (رک دار۲) + ی (لاحقۂ کیفیت) : چمک دمک، عمدگی اور خوبی کا

آبداری میں ہیں یہ اشعار گوہر کا جواب

(ب ا ، ۱۶۷)

آبِ رواں (- ف) صفت، آب + رواں (= بہتا ہوا) وہ پانی جو سرعت سے جاری ہو، دریائے راوی کا پانی کا

سرکنارہ آبِ رواں کھڑا ہوں میں

(کنار راوی، ب د ۹۴)

آبِ رواں تک (--ار) : جب تک پانی بہتا ہے

گرہ بھی پڑتی ہے مگر جب ساکن ہو جائے تو وہ گرہ ختم ہو جاتی ہے ؎

کہ عقدہ خاطرِ گرداب کا آبِ رواں تک ہے

(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

آبِ رُودِ گنگا : رک رُودِ گنگا

آبِ زر (ــ ف) آب + اضافت + زر (= سونا) : سونے کا پانی (سورج کی روشنی کا رنگ بھی سنہرا ہے جس کی تشبیہ آبِ زر سے نہایت مناسب ہے) ؎

خامۂ قدرت نے آبِ زر سے لکھا ہے جیسے

(آفتابِ صبح، ب ا، ۳۰)

آبِ زندگی (ــ ف) مذکر، آب + اضافت + زندگی (رک) : وہ روایتی پانی جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ پینے سے قیامت تک موت نہیں آتی اور جس کے اثر سے مردہ بھی جی اٹھتا ہے۔ بحر ظلمات میں ایک چشمہ بتایا گیا ہے جس کے پانی کی یہ تاثیر مشہور ہے کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس نے اس کے پینے سے عمر ابد حاصل کی اور یہ بھی شہرت ہے کہ سکندر اس کی تلاش میں گیا تھا مگر ناکام واپس ہوا۔ اسے آبِ بقا، آبِ حیات، آبِ حیواں اور آبِ خضر بھی کہتے ہیں ؎

گرچہ اسکندر رہا محروم آبِ زندگی

(خضرِ راہ، ب د، ۲۰۷)

آبشار / آبشار (ف) مذکر، آب (= پانی) + شار (= اونچی کھلی ہوئی راہ) : قدرتی طور پر بہتا ہوا پانی جو چادر کی صورت میں کسی اونچی جگہ سے گرے، پانی کی چادر، جھرنا ؎

دامنِ دل کھینچتی ہے آبشاروں کی صدا

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

آبے کہ از جُو گزشت باز نیاید بجُو : اس عنوان کے تحت اقبال نے فارسی کے تین شعر کہے ہیں۔ ان کے مشکل الفاظ کی تشریح اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، ۵۲۶)

آبِ لالہ گُوں (ــ ف ف) مذکر، آب + اضافت + لالہ (رک) + گُوں (= رنگ) : سرخ شراب ؎

اس کے آبِ لالہ گوں کی خونِ دہقاں سے کشید

(گدائی، ب ج، ۱۷۷)

آبِ نشاط انگیز (ــ ف ف) مذکر، آب + نشاط (= فرحت، امنگ) + انگیز (رک) : دل میں امنگ اور ولولہ پیدا کرنے والا پانی یعنی شراب ؎

علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

(۷، ب ج، ۱۱)

آب و گل (ــ ف ف) مذکر، آب + و (عطف) + گل (= مٹی) : آب و ہوا اور سرزمین ؎

وہی آب و گل ایراں وہی تبریز ہے ساقی

(۷، ب ج، ۱۱)

: دنیائے عناصر ؎

آب و گل تیری حرارت سے جہانِ سوز و ساز

(پانچواں مشیر، ا ح، ۱۰)

آب و گلِ تن (ــ ف ف ف) مذکر، آب + و (عطف) + اضافت + تن (رک) : جسم کا مٹی اور پانی، عناصر، خمیر (مصرع کا مطلب یہ ہے کہ جسم میں نہیں روح میں ہے) ؎

پاک ہے جو چیز وہ آب و گلِ تن میں نہیں

(فرما انسان کی عبث، ب ا، ۵۲۷)

آب و گل کا کھیل (ــ ف ف ار ار) مذکر، آب و گل + کا (رک) + کھیل (= تماشا) : مادی دنیا، عالم عنصری ع

آب و گل کے کھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں

(۱۴، ب ج، ۱۸)

آبِ وُلر : کشمیر کا پانی، کشمیر کی جھیل کا پانی ؎

گہر ہیں آبِ وُلر کے تمام یکدانہ

(ملا زادہ، ا ا، ا ح، ۲۱)

آب و ناں (ــ ف ف) آب + و (عطف) + ناں (= روٹی) مراد مرغن غذائیں ؎

یہ رنگ و نم یہ لہو آب و ناں کی ہے بیشی

(۹، ب ج، ۳۰)

آبیاری : رک آبیاری۔

آبِ (ف) مونث : چمک دمک

آب دار (آبدار) (ــ ف) آب + دار، مصدر داشتن

(= رکھنا) سے فعل امر ، چمک دمک رکھنے والا ، چمکیلا ، روشن ، اعلیٰ خصوصیات رکھنے والا ، مشہور ، نامور وغیرہ

تجھ میں پنہاں کوئی موتی آبدار ایسا بھی ہے

(مرزا غالب ، ب د ، ۲۷)

آب گینہ / آبگینہ (ف) رک آبگینہ

آبا (ع) مذکر ، اب (= باپ) کی جمع : باپ دادا ، اسلاف وغیرہ

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی

(خطاب بہ جوانان اسلام ، ب د ، ۱۰۱)

آبائی (ع ف) صفت ، آبا (رک) + ی ، لاحقۂ نسبت : باپ دادا کا ، خاندانی ، پشتینی وغیرہ

شکایت تجھ سے ہے اے تارک آئین آبائی

(تضمین بر شعر انیسی ، ب د ، ۱۵۴)

آبائے انساں (ع ع) آبا + ے (اضافت) + انسان (= آدمی) : حضرت آدم (رک) اور ان کی اولاد و ذریت جن سے انسانوں کی نسل چلی ، اسلاف ، پرکھے وغیرہ

مسکن آبائے انساں جب بنا دامن ترا

(ہمالہ ، ب د ، ۲۳)

آباد (ف) صفت

۱ : بسا ہوا ، پُر رونق وغیرہ

آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانہ

(پرندے کی فریاد ، ب د ، ۳۷)

۲ : جاگزیں ، مکین وغیرہ

جب سے آباد ترا عشق ہوا سینے میں

(حسن و عشق ، ب د ، ۱۱۶)

آباد ویرانہ (ف) : جو بظاہر آباد ہے لیکن اپنا ہم خیال کوئی نہ ہونے کے باعث وحشت کدہ ہے وغیرہ

آہ اس آباد ویرانے سے گھبراتا ہوں میں

(رخصت اے بزم جہاں ، ب د ، ۴۳)

آبادی (ف ف) مونث ، آباد (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)

۱ : آباد ہونا ، پھلنا پھولنا وغیرہ

اس کے دم سے ہے اپنی آبادی

(ایک گائے اور بکری ، ب د ، ۳۳)

۲ : بستی ، بسی ہوئی جگہ وغیرہ

شہر میں صحرا میں ویرانے میں آبادی میں حسن

(بچہ اور شمع ، ب د ، ۹۴)

آبرو (ف) مونث : عزت ، وقار وغیرہ

آہ اے سسلی سمندر کی ہے تجھ سے آبرو

(صقلیہ ، ب د ، ۱۳۳)

آبرو والے (- ار) : مسلمان مراد ہیں جن کے اسلاف صاحب آبرو تھے وغیرہ

ہاں تملق پیشگی دیکھ آبرو والوں کی تو

(غرۂ شوال ، ب د ، ۱۸۲)

آبستن (ف) صفت : حاملہ جس کے پیٹ میں بچہ ہو وغیرہ

مادر گیتی رہی آبستن اقوام نو

(گورستان شاہی ، ب د ، ۱۵۱)

آبگینہ (ف) مذکر ، شیشہ ، پینے کا جام وغیرہ

یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۴)

آبلہ (ف) مذکر : چھالا .

آبلہ پا (- ف ف) مذکر ، آبلہ + ۶ (علامت اضافت) + پا (رک) : پاؤں کا چھالا وغیرہ

قطع منزل کے لیے آبلہ پا کر دیں

(عبدالقادر کے نام ، ب د ، ۱۵۳)

آبیاری (مونث) : کھیتی کی سنچائی وغیرہ

آل سیزر چوب نے کی آبیاری میں رہے

(مسولینی ، ض ک ، ۱۵۰)

آپ (ار) مخاطب کا تعظیمی کلمہ

۱ : خدائے تعالیٰ وغیرہ

کریں آپ کا سامنا چاہتا ہوں

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۵)

۲ : اُن یا انھوں وغیرہ

وعظ میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۴)

---

۱ عربی میں آباء ہے۔

۲ اَبْ (= باپ) کی جمع

: خود ہے

میاد آپ حلقۂ دام ستم بھی آپ

(شمع، ب د، ۲۶۴)

آپ سے غافل ہونا: اپنی ہستی کو بھول کر خدا سے لو لگانا ہے

دیکھ نادان ذرا آپ سے غافل ہوکر

(فریادِ امت، ب د، ۱۴۶)

آپ کے (- ا ر) ضمیر اضافی: تمھارے، جناب کے۔

میں آپ کے گھر آؤں یہ امید نہ رکھنا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۰)

آپ ہی گویا مسافر آپ ہی منزل ہوں میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا "جو اپنے نفس کو پہچان لے گا وہ خدا کو پہچان لے گا" اس ہدایت کے تحت میں اپنے نفس کو پہچاننے اور اسے پالینے کی راہ میں تگ و دو کر رہا ہوں جب پالوں گا تو اپنی خودی میں مجھے منزل یعنی جلوۂ ایزدی مل جائے گا

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

آپس میں (ا ر ا ر) متعلق فعل: باہم، ایک دوسرے کے ساتھ ہے

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

(ترانۂ ہندی، ب د، ۸۲)

آتش (ف) مونث: آگ ہے

وہ آتش ہے میں سامنے اس کے پانی

(عشق اور موت، ب د، ۵۸)

آتش اندوز (- ف) آتش + اندوز، مصدر اندوختن (= جمع کرنا) سے فعل امر: آگ جمع کرنے والا (دل میں) حرارت اور جوش کا ذخیرہ کرنے والا ہے

آتش اندوز کیا عشق کا حاصل تو نے

(شکوہ، ب د، ۱۸۰)

آتش آشامی (- ف ف) مونث، آتش + آشام (رک) + ی لاحقۂ کیفیت، مراد عشق کے جام پینے کی کیفیت ہے

دیا ہے میں نے انھیں ذوقِ آتش آشامی

(۵۴، ب ج، ۴۳)

آتش بہ جام (- ف ف) صفت، آتش + بہ (= میں) + جام (رک): پیالے میں ایسی شراب لیے ہوئے جو دل میں عشق کی آگ بھڑکا دے مراد جذبات کو ابھارنے والا کلام ہے

ساقیا محفل میں تو آتش بجام آیا تو کیا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۰)

آتش بہ جاں (- ف ف) صفت، آتش + بہ (= میں)، جاں (رک): اپنی جان و روح میں شعلہ لیے ہوئے (اس تخیل کے ساتھ یہ ملحوظ رہے کہ انگشتری اس انگلی میں ہے جو مہندی کے رچاؤ سے شعلے کی طرح سرخ ہے) ہے

ہے مثالِ عاشقاں آتش بہ جاں انگشتری

(دستکریہ انگشتری، ب د، ۱۲۰)

: جس کی روح سوزِ عشق سے جل رہی ہے ہے

مزا مرنے کا کچھ پروانۂ آتش بہ جاں تک ہے

(ب د، ۲۴۲)

آتش پیکار (- ف) آتش + اضافت + پیکار (جنگ، فساد): جنگ اور فساد کی شدت (جو بھارت کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تھی) ہے

پھونک ڈالا جب چمن کو آتش پیکار نے

(صدائے درد، ب د، ۴۳)

آتش خانہ (- ف) مذکر، آتش + خانہ (رک): وہ جگہ جہاں آتش پرست پوجنے کے لیے آگ روشن کرتے ہیں اور پھر وہ کبھی سرد نہیں ہوتی، کبھی نہ بجھنے والی آگ (مستعار، حسد کی آگ، عشق کے شعلے، فراق میں سوزشِ دل وغیرہ)

(قب آتش کدہ)

آتش خو (ف): صفت، آتش + خو (رک): آگ کی سی عادت یا فطرت رکھنے والی، (دوسروں کو) جلا دینے والی ہے

برق آتش خو نہیں فطرت میں گو ناری ہوں میں

(شعاعِ آفتاب، ب د، ۲۳۷)

آتشِ رُفتہ (– ف)، مونث، آتش + رُفتہ، مصدر رُفتن (= بُہارنا، سمیٹ لینا) سے حالیۂ تمام: وہ آگ جسے (موت) سمیٹ لے گئی، اسلاف کا جذبۂ عشقِ رسولؐ ہے

میں کہ مری غزل میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۲)

آتشِ رُومی کا سوز (– ف ف ا ر ف): دلوں میں مولانا رومؒ کی بھڑکائی ہوئی آگ، عشقِ باری تعالیٰ ہے

علاج آتشِ رُومی کے سوز میں ہے ترا

(۳، ب ج، ۲۸)

آتش زدۂ شوق (– ف ف ع) صفت، آتش + زدہ، مصدر زدن (= مارنا) سے حالیۂ تمام + ۂ (علامت اضافت) + شوق (رک): شوق یا عشق کی آگ میں جلا ہوا ہے

تن آتش زدۂ شوق کو مانند شرِ تنک

(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۵)

آتش زن (– ف) صفت، آتش + زن (رک)

آتش زنِ طلسمِ مجاز (– ف ف ع ع) آتش + زن (رک) + اضافت + طلسم + اضافت + مجاز (رک): اس مادّی دنیا اور ماسوی اللہ کے جادو کو آگ میں جھونک دینے والا، مراد اپنی ہستی فانی کو قوم کی خاطر فنا کر دینے والا ہے

فدا ہر ملت پہ یعنی آتش زن طلسم مجاز ہو جا

(پیام عشق، ب د، ۱۲۰)

آتش زنِ ہر خرمن (– ف ف ف ف) آتش زن (رک) + اضافت + ہر (رک) + خرمن (رک): ہر کھلیان میں آگ لگانے والا یعنی تمام قوموں کی یکساں تباہی کا سبب ہے

عہدِ نو برق ہے آتش زنِ ہر خرمن ہے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۵)

آتش زیرِ پا (– ف ف ف) آتش + زیر (رک) + پا (= پاؤں): پاؤں کے نیچے آگ ہونے سے کنایۃً "بیقرار رہنا" مراد ہے

تشنۂ دائم ہوں آتش زیرِ پا رکھتا ہوں میں

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۳۲)

آتشِ عِنبی (– ف ع ف) مونث، آتش + عِنب (= انگور) + ی (لاحقۂ نسبت): انگور کی لگائی ہوئی آگ، مراد شراب ہے

میانِ قطرۂ نیساں و آتشِ عنبی

(ارتقا، ب د، ۲۷۳)

آتش فشاں (– ف) صفت، آتش + فشاں (رک): آگ برسانے والی ہے

کرے اٹھ کے تیغِ جاں ستاں آتش فشاں کھولی

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

آتش قبا (– ع) صفت، آتش + قبا (رک): آگ کے انگارے یا شعلے کی طرح بھبکتا یا بھڑکتا ہوا لباس پہنے ہوئے ہے

لالۂ افسردہ کو آتش قبا کرتی ہے یہ

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۵)

آتش کدہ (– ف) مذکر، آتش + کدہ: رک ''آتش خانہ'' ہے

خوابیدہ اس شرر میں ہیں آتش کدے ہزار

(شمع، ب د، ۴۵)

آتش کدۂ ایراں (– ف ف ف) آتش کدہ + ۂ (علامت اضافت) + ایران (= مشہور ملک): ایران کے آتش خانے جن میں وہاں کے مجوسی لوگ آگ کی پوجا کرتے تھے ہے

کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایراں کو

(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

آتش گدازی (– ف ف) صفت، آتش + گداز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): آگ کو پگھلا دینے کا عمل ہے

گرمیِ فرہاد کی آتش گدازی دیکھنا

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۴)

آتشِ گل تیز تر ہونا: پھولوں کی شوخی اور آب و تاب میں اضافہ ہو جانا، مراد قوم کے جذبۂ عشقِ الٰہی کا تیز ہو جانا (مرغِ چمن سے خود اقبال مراد ہیں) ہے

تیرے نفس سے ہوئی آتشِ گل تیز تر

(۵۳، ب ج، ۲۷)

آتش ناک (– ف) صفت + ناک (لاحقۂ صفت)

= آگ سے پُر ہے

خشک ہے گزر اس میں یہ نالۂ آتش ناک

(۱۸، ب ج، ۴۱)

آتش نشینی (- ف ف) مونث، آتش + نشین (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) ہے

یقیں مثلِ خلیل آتش نشینی

(رباعیات، ب ج، ۸۱)

آتشِ نظارہ (- ع) مونث، آتش + نظارہ (رک): نگاہ جس کے نظارے سے جل جائے / جو نگاہوں کو چکا چوندھ کر دے ہے

حسن عالم سوز تیرا آتشِ نظارہ تھا

(صقلیہ، ب د، ۱۴۳)

آتشِ نمرود (- ع) مونث: نمرود بادشاہ کی جلائی ہوئی آگ (رک ابراہیم) اس جگہ باطل اور کفر مراد ہے جس کے شعلے آج دنیا میں ہر طرف بھڑک رہے ہیں ہے

آتشِ نمرود ہے اب تک جہاں میں شعلہ ریز

(کفر و اسلام، ب د، ۲۴۰)

آتشِ نمرود کے شعلوں میں: مراد غیر اسلامی ماحول میں، غیر مسلم حکمرانوں کے زیرِ اقتدار ہے

کیوں آتشِ نمرود کے شعلوں میں بھی خاموش

(۱۲، ب ج، ۲۱)

آتش نوائی (- ف ف) مونث، آتش + نوا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت): (دلوں میں) آگ لگا دینے والے یا عشق کی آگ بھڑکا دینے والے نغمے سنانے کا عمل (جس پر میری زندگی کا دار و مدار ہے یعنی یہ نہ ہو تو میں زندہ نہیں رہ سکتا) ہے

پھونک ڈالا ہے مری آتش نوائی نے مجھے

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

آتشیں (ف ف) صفت، آتش (رک) + یں (لاحقۂ نسبت): شعلہ خیز، (عشق کی) آگ لگا دینے والا، موثر ہے

کیا نوائے انا الحق کو آتشیں جس نے

(قُم باذن اللہ، ض ک، ۶۵)

= دلوں میں اشتعال پیدا کرنے والا، مراد انقلابی ہے

منبر جہاں اس قدر آتشیں ہے

(ملازادہ، ۱۲، ا ح، ۴۲۲)

آتما (ار) مونث: مراد رُوح ہے

ہر آتما میں گویا اک آگ سی لگا دیں

(نیا شوالا، ب ا، ۳۴۰)

(نوٹ) "ہر آتما کو" کے بدلے "ہر آتما میں" پڑھیے۔

آثار (ع) مذکر

عمارات وغیرہ، آثارِ قدیمہ ہے

ہے ترے آثار میں پوشیدہ کس کی داستاں

(صقلیہ، ب د، ۱۴۴)

= علامات، نشانیاں ہے

یہ اندازِ ستم کچھ کم نہ تھا آثارِ محشر سے

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۴)

آثارِ جنوں (- ع) مذکر، آثار + اضافت + جنوں (رک): دماغ کی خرابی، پاگل پن، وحشت اور بہیمیت ہے

کرتی ہے ملوکیت آثارِ جنوں پیدا

(۲، ب ج، ۲۶)

آج (ار) ظرفِ زمان: موجودہ دن، وہ دن جو اس وقت ہے ہے

اٹھی پھر آج وہ پورب سے کالی کالی گھٹا

(ابر، ب د، ۹۱)

آج اور کل: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جو آج کوشش نہیں کرتا وہ کل کامیاب بھی نہیں ہو سکتا

(ض ک، ۱۴۱)

آج کل کے کلیم (ار ار ار ع) مذکر، آج کل (یہ زمانۂ حاضر) + کے + کلیم (رک): دورِ حاضر میں جلوۂ الٰہی کے طلبگار فلسفی جو منطقی دلیلوں سے خدا کا جلوہ دیکھنا چاہتے ہیں ہے

کچھ اور آج کل کے کلیموں کا طور ہے

(دردِ عشق، ب د، ۵۱)

آخر (ع) صفت: موخر (مقدم کے بالمقابل) ہے

آزاد قید اول و آخر ضیا تری
(آفتاب، ب د، ۴۴)

آخر (ع) متعلق فعل۔
: انجام کار
جا بسا مغرب میں آخر اے مکاں تیرا مکیں
(نالۂ فراق، ب د، ۷۷)
: تاکید یا حسن کلام کے لیے (آخر، تو، کے معنی ہیں) ؎
پھر کبھی اس دیس کی آخر جہاں رہتے ہو تم
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)
: بہر حال، مستقل طور پر، یقیناً ؎
نہیں ہے تو بھی تو آخر مری طرح چھوٹا
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)
: حسن کلام کے لیے مستعمل ہے ؎
پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)
: آخری، ختم، قریب ختم (رک آخر شب)
کبھی یا کہیں۔ کسی مقام پر، کسی حد پر پہنچ کر ؎
انتہا بھی اس کی ہے آخر خریدیں کب تلک
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)
: مراد سالک کی سعی و طلب اور مراقبہ و ریاضت کاملہ کے بعد ؎
افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
(۲۹، ب ج، ۵۲)

آخر شب (- ف) ظرف، آخر + اضافت + شب : رات کے آخری حصے میں، ۱۸۵۷ء کے غدر میں انگریزوں کے قتل و غارت کا "شب" سے اور اس قتل و غارت کے آخری لمحات کا آخر سے استعارہ کیا ہے ؎
آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۶)

آخر زمانی (- ع ف) صفت، آخر + زمان (= زمانہ) + ی (لاحقۂ نسبت) : مراد آخر زمانے کا رہبر اور حاکم ؎
[illegible] وہی مہدی وہی آخر زمانی
(رباعیات، ب ج، ۸۹)

آخرت (ع) مؤنث : وہ عالم جہاں مرنے کے بعد دنیاوی اعمال نیک و بد کا حساب کتاب ہوگا اور جزا سزا ملے گی، عقبیٰ ؎
نہیں جنس ثواب آخرت کی آرزو مجھ کو
(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

آخری (ع) صفت : سب سے بعد میں آنے والا (رک آخری پیغام، آخری شاعر)

آخری پیغام (- ف) مذکر، آخری + پیغام (رک) : بطور مجاز مرسل آخری پیغام یعنی قرآن پاک کو ماننے والا ؎
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۲)

آخری شاعر (ع ع) آخر (= بعد) + ی (لاحقۂ نسبت) + شاعر (= شعر کہنے والا) : جس کے بعد کوئی اور شاعر نہیں (دہلی میں آخری مغل تاجدار بہادر شاہ کے دربار میں جو شاعر تھے، ان میں داغ سب سے بعد کے شاعر ہیں۔ ان کے مرنے کے بعد اس دربار کا کوئی شاعر نہ رہا) ؎
آخری شاعر جہان آباد کا خاموش ہے
(داغ، ب د، ۸۹)

آداب (ع) مذکر، ادب (= ڈھنگ، طریقہ، سلیقہ) کی جمع

آدابِ جنوں (- ع) آداب + اضافت + جنون (رک) : دیوانے کے مشاغل اور ڈھنگ، دیوانہ پن کی باتیں، وہ کام جو دیوانے کیا کرتے ہیں (توڑ پھوڑ وغیرہ) ؎
آدابِ جنوں شاعر مشرق کو سکھا دو
(فرمان خدا، ب ج، ۱۰۱)

آدابِ عشق (- ع) آداب + اضافت + عشق (رک) : عشق کی تہذیب، عاشقی کے اصول و ضوابط، وہ ڈھنگ جو عاشق کو اختیار کرنا چاہیے ؎
آدابِ عشق تو نے سکھائے ہیں کیا اسے
(شمع پر پروانہ، ب د، ۴۰)

---

۱ عربی آخر سے ماخوذ

آدم (ع) مذکر

: سب سے پہلے انسان کا نام جو نبی بھی تھے اور جن کا مجسمہ اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنا کر اس میں اپنی رُوح پھونکی، پھر آسمان کے رہنے والوں (فرشتوں وغیرہ) کو حکم دیا کہ انھیں سجدۂ تعظیمی بجا لاؤ۔ سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (جن) نے انکار کر دیا اس لیے وہ ہمیشہ کے واسطے راندۂ درگاہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اور ان کی بی بی حوا کو جنت میں رکھا اور ایک پودے کے قریب جانے سے منع کر دیا جو گندم کا پودا تھا۔ حضرت آدم نے اس پودے سے دانہ توڑ کر نوش فرمایا جس کے بعد وہ زمین پر بھیج دیے گئے اور ان کی اولاد سے دنیا آباد ہو گئی۔ اس نظم میں جا بجا اولادِ آدم کی سرگزشت بیان کی گئی ہے اس لیے تقریباً ہر جگہ "میں" کی ضمیر کا مرجع اولادِ آدم ہے خود آدم نہیں

(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۱)

: کل انسان، آدمی ؏

تھا جو مسجودِ ملائک یہ وہی آدم ہے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۱۹۹)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ اگرچہ انسان رُوح اور بدن کے مجموعے کا نام ہے لیکن اس کی ماہیت نہ رُوح ہے نہ بدن بلکہ عدم ہے اور اس کا وجود محض اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت کا پرتو ہے

(ض ک، ۷۵)

آدم کُشی (— ف ف) مونث، آدم + کُش، مصدر کُشتن (= مار ڈالنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) = انسان کو قتل کرنے کا عمل ؏

یہ وہ تہذیب ہیں غارت گری مردم کُشی

(مسولینی، ض ک، ۱۵۰)

آدم گری (— ف ف) مونث، آدم (= انسان) + گر (لاحقۂ صفت) + ی (لاحقۂ کیفیت) = آدمی کو انسان بنا دینا ؏

یہ آدم گری ہے وہ آئینہ سازی

(محبت، ب ج، ۱۴۹)

آدمی (ف) مذکر، آدم (رک) + ی (لاحقۂ نسبت)

: انسان، بشر ؏

آدمی سے کوئی بھلا نہ کرے

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۴۳)

آدمی دیداست باقی پوست است

دید آں باشد کہ دیدِ دوست است

: آدمی دیدار کے لیے بنا ہے۔ باقی کھال ہی کھال ہے، اور دیدار دراصل محبوب کے دیدار کو کہتے ہیں (جو عشق کے بغیر نہیں ہوتا، جب عشق ہوگا تو مظاہر میں اس کے جلوے نظر آئیں گے)

(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۷)

آدمی کو بھی الخ : یہ غالب کا مصرع ہے جو اقبال نے اس جگہ تضمین کیا ہے۔ کتاب میں علامتِ اقتباس نہیں بنائی گئی جو بنا لینا ضروری ہے ؏

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

(فریادِ امت، ب د، ۱۴۸)

آذر (ف) مذکر = آگ، بطور مجازِ مرسل آگ کی پرستش کرنے والے مراد ہیں ؏

یہ شرارہ بجھ کے آتش خانۂ آذر بنا

(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۱۴)

(نوٹ) کلیات میں یہ لفظ ز سے "آزر" چھپا ہے، یہ غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ آزر تاریخ میں کسی آتش پرست کا نام نہیں۔

آرا (ف) مصدر آراستن (= سجانا) سے فعل امر۔ ترکیبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر صفتِ فاعلی کے معنی دیتا ہے

(رک مسند آرا)

آرام (ف) مذکر

: سکون، لذتِ رُوحانی ؏

جستجو میں ہے وہاں بھی رُوح کو آرام کیا

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

(۲) = راحتِ جسمانی ؏

مہمانوں کے آرام کو حاضر ہیں بچھونے
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

آرامِ جاں (ف ف) مذکر، آرام، مصدر آرمیدن (= راحت پانا) سے حاصلِ مصدر + اضافت + جاں (رک) : روحانی لطف، روحانی سکون ﷺ

آزاد موت میں اسے آرامِ جاں ہے کیا
(شمع و پروانہ، ب د، ۴۰)

آرام سے (ار) متعلق فعل : سکون و اطمینان کے ساتھ ﷺ

آرام سے گھر بیٹھ کے مکھی کو اڑایا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

آرام سے فارغ : یعنی بیتاب ﷺ

آرام سے فارغ صفتِ جوہرِ سیماب
(شعاعِ امید، ض ک، ۱۰۸)

آرام گاہ (ف ف) مؤنث، آرام + گاہ (= جگہ) : مرنے کے بعد آرام سے سونے کی جگہ، جائے وفات ﷺ

رخصت اے آرام گاہِ لشکرِ جادو رقم
(صدائے درد، ب، ۲۹۴)

آرامیدہ (ف) صفت، مصدر آرامیدن (= آرام کرنا، سو جانا) سے حالیہ تمام : سویا ہوا یعنی قبر میں مدفون ﷺ

آہ تو اجڑی ہوئی دلی میں آرامیدہ ہے
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

آرائش (ف) مؤنث، سجاوٹ، زیب و زینت، رونق ﷺ

بزمِ ہستی اپنی آرائش پہ تو نازاں نہ ہو
(غزلیات، ب د، ۲۰۱)

آرائشِ رنگِ تعلق (ف ف ع) آرائش + اضافت + رنگ (= سرخی وغیرہ جو کسی چیز پر چڑھائی جاتی ہے اور ایک اضافی بات ہوتی ہے) + اضافت + تعلق (= تعلقات دینا) : دنیاوی تعلقات کی اضافی رونق ﷺ

صفائے دل کو کیا آرائشِ رنگِ تعلق سے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۳)

آرائی (ف ف) مؤنث : آرا، مصدر آراستن (= سجانا، منعقد کرنا) سے فعل امر + ئی (لاحقۂ کیفیت) : ترکیب میں مستعمل، جزوِ اول سے مل کر کیفیت کے معنی دیتا ہے ﷺ

اے رگِ جاں عالم آرائی
(خدا حافظ، ب، تیسرا ایڈیشن، ۵۵)

آرائے (ف ف) مصدر آراستن (= سجانا) سے فعل امر + ے (علامت اضافت) : ترکیب میں مستعمل (جیسے محفل آرائے وجود)

آرزو (ف) مؤنث : تمنا، خواہش، چاہت ﷺ

آرزو نورِ حقیقت کی ہمارے دل میں ہے
(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

: عشق (رک مجروحِ تیغِ آرزو)

آرزو سے گوشہ گیر (- ار ف ف)، آرزو + سے (= کو چھوڑ کر) + گوشہ (رک) + گیر (رک) : تمناؤں سے دست بردار، خواہش کو ترک کر دینے والا ﷺ

خضرِ ہمت ہو گیا ہو آرزو سے گوشہ گیر
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

آرزو مندی (- ف ف) مؤنث، آرزو + مند (لاحقۂ صفت)، + ی (لاحقۂ کیفیت) : عشق ﷺ

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
(۱، ب ج، ۱۴۶)

آرزوئے ناصبور (- ف ف ع)، آرزو + ئے (علامت اضافت)، + ناصبور (رک) : مراد فتوحات یا آرام رعایا کی تمنا ﷺ

مضطرب رکھتی تھی جن کو آرزوئے ناصبور
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

آرزوئے نو سے تپنا سا کرنا : (مسلمانوں کو) نئے خیالات اور ترقی کے جدید رجحانات سے باخبر کرنا ﷺ

قیس کو آرزوئے نو سے شناسا کر دیں
(عبد القادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

آرسی (ار) مؤنث : رک شبنم کی آرسی

آرنلڈ (انگ) : ڈاکٹر آرنلڈ جن سے علوم فلسفہ میں علامہ نے استفادہ کیا تھا۔ تقریباً ۱۸۸۷ء میں علیگڑھ کالج میں فلاسفی

ﷺ اکثر بیٹے کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

کے معلم تھے۔ وہاں انھوں نے مولانا شبلی سے عربی پڑھی اور انھیں فرینچ زبان سکھائی ۱۸۹۰ء میں انھوں نے "پریچنگ آف اسلام" کے نام سے انگریزی میں ایک کتاب لکھی جس میں انھوں نے یہ بھی ثابت کیا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا ۱۸۹۶ء میں اس کا ترجمہ "دعوتِ اسلام" کے نام سے مولوی عنایت اللہ بی اے نے کیا۔ تقریباً ۱۸۹۷ء میں لاہور چلے آئے۔ یہاں ڈاکٹر اقبال نے ان کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا ۱۹۰۴ء میں انگلینڈ چلے گئے۔ ان کی یاد میں ڈاکٹر اقبال نے ایک نظم کہی جس کی سرخی ہے "نالۂ فراق"

(آرنلڈ کی یاد میں، ب د، ۷۷)

آڑ (ار) مونث، پردہ، اوٹ، حجاب ع

آڑ میں مذہب کی شوق عزت افزائی نہ ہو

(سیّد کی لوحِ تربت، ب ا، ۳۰۷)

آزاد (ف) صفت

: غنی، مستغنی، بے احتیاج، بری

رُوح کیا اس دیس میں اس فکر سے آزاد ہے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

: بچا ہوا، محفوظ ع

آزاد رہ گیا تو کیونکر مرے فسوں سے

(رات اور شاعر، ب د، ۱۷۲)

: جس پر چلنے پھرنے اُٹھنے بیٹھنے بولنے یا لکھنے وغیرہ میں حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہو

آزادِ احسانِ رفو (- ع ف) + اضافت + احسان (= منّت، وہ نیکی جو کسی کے ساتھ کی جائے اور اس کے سر پر بار ہو) + رفو (= سینا (زخم وغیرہ میں) ٹانکے بھرنا) : زخم میں ٹانکے بھروانے کے احسان سے بچنے کا عمل ع

علاجِ زخم ہے آزادِ احسانِ رفو رہنا

(تصویرِ درد، ب د، ۷۴)

آزادِ جاں گدازیِ درماں (- ف ف ف) صفت، آزاد + جان (رک) + گدازی مصدر گداختن (= پگھلنا) کا حاصل مصدر + اضافت + درماں (= علاج، دوا) : علاج کی چپقلش سے آزاد کیے ہوئے، دوا سے بے نیاز کرکے ع

آزادِ جاں گدازیِ درماں کیے ہوئے

(اشکِ خوں، ب ا، ۸۵)

آزادِ دستورِ وفا (- ع ع) صفت، آزاد + دستور (رک) + وفا (رک) : وفاداری کی رسم سے بالاتر جو ایک حسن کو پالینے کے بعد اس پر قناعت نہ کرے اور اس سے بڑھ چڑھ کر حسن کی جستجو میں رہے (تاکہ یہ سلسلہ حسنِ مطلق تک پہنچ سکے) ع

عشق کو آزادِ دستورِ وفا رکھتا ہوں میں

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۳۳)

آزادِ غبارِ آرزو (- ع ف) آزاد + اضافت + غبار (= گرد) + اضافت + آرزو (= تمنا، خواہش) : ہر قسم کی آرزو اور خواہش کے میل سے پاک ع

تیرا آئینہ تھا آزادِ غبارِ آرزو

(طفلِ شیرخوار، ب د، ۶۶)

آزادِ قیدِ امتیاز (- ع ع) آزاد + اضافت + قید (= پابندی، شرط) + اضافت + امتیاز (= فرق، مومن و کافر یا اچھے برے وغیرہ کا فرق) : انسانوں میں فرق کرنے کی قید سے بالکل بری ع

زندگانی ہے تری آزادِ قیدِ امتیاز

(طفلِ شیرخوار، ب د، ۶۷)

آزادِ قیدِ اوّل و آخر (- ع ع ف ع) آزاد + اضافت + قید (= شرط) + اضافت + اوّل (= پہلا) + و (عطف) + آخر (= بعد کا) : پہلا یا آخری اور مقدم یا موخر ہونے کی پابندی سے خارج یعنی ازلی اور ابدی، ہمیشہ سے ہمیشہ تک ع

آزادِ قیدِ اوّل و آخر ضیا تری

(آفتاب، ب د، ۴۴)

آزادگی (ف) مونث، آزاد (رک) + گی (لاحقۂ کیفیت) ع

صنوبر کو انعام آزادگی تھی

(عشق اور موت، ب ا، ۳۱۳)

آزادہ (ف ار) صفت، آزاد (رک) + ہ (زائد

ترصیع و سجع کے لیے) ؎

آزادہ پر کشادہ پری زادہ یم سیر

(پنجاب کا جواب ، ب د ، ۱۱۶۰)

آزادی (ف) مونث ، آزاد (رک) + ی (لاحقہ کیفیت) : اپنی مرضی میں جدھر کو سینگ سمائے چلے جانے کا عمل ، خود مختاری ؎

چشمۂ کہسار میں دریا کی آزادی میں حسن

(بچہ اور شمع ، ب د ، ۹۴)

: اپنی حد سے آگے بڑھنے کی کیفیت ؎

مرغ کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں

(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۸۹)

: برطانیہ کے وائسرائے کی نگرانی میں ہندوستان کے باشندوں پر مشتمل کابینہ کی حکومت (جو کانگریس اور مسلم لیگ کے ایجی ٹیشن کے بعد حاصل ہوئی تھی) ؎

بنائے خوب آزادی نے پھندے

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۹۰)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے طنز کے طور پر یہ بتایا ہے کہ انگریز حکمرانوں نے انھیں ہندوستان میں کس قسم کی آزادی عنایت فرمائی ہے یہ نظم ۱۹۲۵ء کی تصنیف کی ہوئی ہے

(ض ک ، ۱۶۱)

آزادیِ افکار (۔ ع) مونث ، آزادی + اضافت + افکار (= خیالات) : زندگی کے ہر معاملے میں آزادی کے ساتھ کھل کر اپنی رائے کا اظہار ، جس بات کے سمجھنے کی بھی صلاحیت نہ ہو اس میں اپنی مجتہدانہ رائے دینے کی جسارت (اقبال نے اس کی مذمت کی ہے)

(آزادی افکار ، ب ج ، ۱۶۸)

: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے کہ آزادی افکار اچھی چیز ہے یا بری !

(ب ج ، ۱۶۸)

آزادی حاصل ہونا (۔ ع ا ر) : مراد دنیا کی ہر پابندی سے چھوٹ جانا ؎

قید میں آیا تو حاصل مجھ کو آزادی ہوئی

(ہمالہ ، ب د ، ۱۲۰)

آزادیِ دریا (۔ ف) مونث ، آزادی + اضافت + دریا (رک) : بحر و قلزم کی سی آزادی کہ جدھر کو ان کا جی چاہتا ہے بے روک ٹوک بہتے لگتے ہیں ؎

خودداری ساحل دے آزادی دریا دے

(دعا ، ب د ، ۲۱۲)

آزادیِ شمشیر (۔ ف) مونث : تلوار لیسنس سے مستثنیٰ ہونے کا حکم جو پنجاب میں غالباً ۱۹۳۵ء میں نافذ ہوا تھا

(آزادی شمشیر کے اعلان پر ، ض ک ، ۲۰)

آزادیِ شمشیر کے اعلان پر : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ۱۹۳۵ء میں اس وقت کہی تھی جب حکومت پنجاب نے تلوار کو لیسنس سے مستثنیٰ قرار دیا تھا اس نظم میں انھوں نے اسلام کا یہ اصول دہرایا ہے کہ لوہے کی تلوار بھی بے شک ضروری ہے مگر فقر کی تلوار کے بغیر اس سے کام نہیں چلے گا

(ض ک ، ۲۰)

آزادیِ فکر : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کی سرخی ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ فکر کی آزادی یقیناً اچھی بات ہے مگر کم نظروں کو تفکر کا طریقہ نہیں آتا

(ض ک ، ۵۰)

آزادیِ نسواں : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے در پردہ اس آزادی کی مخالفت کی ہے لیکن ظاہراً اسے برا بھی نہیں کہا

(ض ک ، ۹۵)

آزار (ف) مذکر : تکلیف ، اذیت ، وبال وغیرہ ؎

آزارِ موت میں اسے آرام جاں ہے کیا

(شمع و پروانہ ، ب د ، ۴۰)

آزر (ف) مذکر : ایک مشہور بت تراش کا نام جو حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں تھا اتفاق سے حضرت ابراہیمؑ کے پدر بزرگوار کا نام بھی یہی مشہور ہے : بت تراش ، حسین مجسمہ بنانے والا ؎

اٹھیں گے آزر ہزاروں شعر کے بت خانے سے

(داغ، ب د، ۹۰)

آذر کا گھر: بُت بنائے جانے کی جگہ، مراد ہندوستان ہے

نورِ ابراہیم سے آذر کا گھر روشن ہوا

(ناتک، ب د، ۲۴۰)

آزُردگی (ف)، مصدر آزردن (= رنجیدہ ہونا) کا حاصل مصدر، ناراضی، رنج، خفگی، ملال ہے

پھر یہ آزردگی غیرِ سبب کیا معنی

(شکوہ، ب د، ۱۷۸)

آزری (ف ف)، مونث، آزر (رک) کا کام، بت سازی، مراد فرقہ بندی کر کے ماسوی اللہ میں الجھا دینے اور اللہ سے ہٹا دینے کا عمل ہے

یہ ہند کے فرقہ ساز اقبال آزری کر رہے ہیں گویا

(پیامِ عشق، ب د، ۱۴۰)

آزما (ف، مصدر آزمودن (= آزمانا) سے فعل امر: مرکبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے کے ساتھ مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے

(رک صبر آزما)

آزمانا (ار): جانچنا، پرکھنا، عمل میں لا کے تجربہ کرنا ہے

فلک آزماتے تھے پرواز اپنی

(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

آزمائی (ف ف) آزما (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت)۔ مرکبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر اسم کیفیت کے معنی دیتا ہے

(رک خنجر آزمائی)

آزمُودَہ (ف) صفت، مصدر آزمودن (= آزمانا، تجربہ کرنا) سے حالیہ تمام: آزمایا ہوا، مجرب۔

آزمُودَہ فِتنَہ (- ع)، مذکر، آزمودہ + فتنہ (رک): مراد انقلاب ہے

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۶)

آس (ار) مونث: امید ہے

پھر سامنے نظر کے بندھا آس کا سماں

(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو، ب ا، ۵۴۱)

آسا (ف) کلمۂ تشبیہ: مثل، طرح ہے

فیض ساقی شبنم آسا ظرفِ دل دریا طلب

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

آسام (ار) مذکر، بھارت کا ایک مشہور صوبہ ہے

انڈمن تے چین تے جاپان تے آسام تے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۵)

آسان (ف) صفت: سہل، جس کے انجام دینے میں کوئی دشواری نہ ہو، مشکل کی ضد ہے

کیوں نہ آساں ہو غم و اندوہ کی منزل تجھے

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

آسائش (ف) مونث: مصدر آسودن (= آرام کرنا) کا حاصل مصدر ہے

مرا چھوٹا سا بستی خراب آسائش کا ساماں تھا

(گلِ خزاں دیدہ، ب ا، ۵۱۲)

آس پاس (ار) متعلق فعل: ادھر ادھر، چاروں طرف ہے

تھی آس، آس پاس گیا یاس کا سماں

(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو، ب ا، ۵۴۱)

آستاں / آستانہ (ف)، مذکر: چوکھٹ، ڈیوڑھی، دہلیز، مراد دربار ہے

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے

(بلالؓ، ب د، ۸۰)

تو کبھی ایک آستانے پر جبیں فرسا بھی ہے

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

: اہل اللہ اور فقرا کا آستانہ (رک آستانہ)

مردانِ خدا کا آستانہ

(جاوید سے، ض ک، ۸۷)

آستین (ف) مونث: کرتے یا قمیص وغیرہ کا وہ حصہ جس میں بازو رہتے ہیں۔

آستین میں بجلی چھپا رکھنا: خفیہ طور پر سازش کرنا (قصب گردوں) ہے

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے

(تصویرِ درد، ب د، ۷۰)

آسماں (ف)، مذکر، آس (تخفیف آسیا: چکی) + مان

(= مانند)

: آکاس ، وہ نیلگوں سائبان سا جو سروں کے اوپر دور نظر آتا ہے (دراصل حدِ نظر) ؎

جھکتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

(ہمالہ ، ب د ، ۲۱)

: فضا میں گردش کرنے والے ستارے جن سے نظام عالم قائم ہے اور جن کی طرف تمام نازل ہونے والی مصیبتیں منسوب کی جاتی ہیں ۔ بنابریں ظالم کا استعارہ آسمان سے کیا جاتا ہے ۔ کنایۃً ظالم حکومت (جو انگریزوں کی تھی) ؎

تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

(تصویرِ درد ، ب د ، ۷۱)

: انقلابِ زمانہ ؎

ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

(خطاب بہ جوانانِ اسلام ، ب د ، ۱۸۰)

آسماں تابی (- ف) مونث ، آسماں + تاب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : فضا کے روشن ہونے کی کیفیت ؎

گراں ہے شب پرستوں پر سحر کی آسماں تابی

(عرفی ، ب د ، ۲۳۸)

آسماں سا (- ف) صفت ، آسماں + سا (رک ۲) : آسمان سے ٹکرانے والا ، مراد بلند ، عالی ؎

فخرِ پابوسی سے تیری آسماں سا ہو گئی

(نالۂ یتیم ، ب ا ، تیسرا ایڈیشن ، ۴۵)

آسماں گیر ہونا (- ف ار) آسماں + گیر (رک) + ہونا (رک) : آسمان تک پہنچنا ؎

آسماں گیر ہوا نعرۂ مستانہ ترا

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۰)

آسمانوں میں جا ملنا (ظلم اور گردش کو دورِ فلک سے منسوب کیا جاتا ہے ۔ زمین کے آسمان سے جا ملنے کا مدعا یہ ہے کہ زمین بھی ظلم اور گردش میں اس کی شریکِ کار ہو گئی ہے ؎

زمیں بھی اپنی شاید جا ملی ہے آسمانوں میں

(تصویرِ درد ، ب ا ، ۳۲۵)

آسودگی (ف) مونث : راحت ، آرام ، سکون ، اطمینان وہ اطمینانِ قلب جو اللہ کی محبت اور معرفت سے حاصل ہوتا ہے ؎

پا گئی آسودگی کوئے محبت میں وہ خاک

(غزلیات ، ب د ، ۱۲۹)

آسودگی فتراک (- - ف) مونث ، آسودگی + اضافت + فتراک (= شکار بند)

: مراد مقتول کی آسائش جو ایک قتیلِ محبت کی روح کو محسوس ہوتی ہے ؎

لطفِ خلش پیکاں آسودگی فتراک

(۱۹ ، ب ج ، ۴۱۱)

آسودہ (ف) صفت ، مصدر آسودن (= آرام کرنا) راحت پانا سے حالیہ تمام .

: آرام سے گوشہ گیر ، خوابِ غفلت میں مست ؎

بجلیاں آسودۂ دامانِ خرمن ہو گئیں

(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۸۸)

: رکی ہوئی ؎

شب سکوت افزا ہوا آسودہ ، دریا نرم سیر

(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۵۵)

آسودۂ منزل (- ف ع) آسودہ + ۂ (علامت اضافت) + منزل (رک) : ایسا مطمئن جیسے منزل پر پہنچا ہوا مسافر ؎

قافلہ ہو گیا آسودۂ منزل میرا

(حسن و عشق ، ب د ، ۱۱۶)

آسیا (ف) مونث : چکی ؎

دانہ جو آسیا سے ہوا قوت آزما

(ر ب ا ، ۴۶۶)

آسیب (ف) مذکر : ضرر ، آفت ، مصیبت ، صدمہ ، تکلیف ؎

آسیب کاری (- ف ف) مونث ، آسیب + کار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) ضرر رسانی ، مصیبتیں اور بلائیں نازل کرنے کی کوشش ، صدمے اور ایذائیں

پہچاننے کا عمل ؎
تری آسیب کاری آسے اجل اقلیم جاں تک ہے
(ب ا، ۴۴۸)

آشش (ف) مونث : شوربا، حریرا، جو یا گیہوں وغیرہ میں اُبالا ہوا پانی، ہر پتلی غذا (رک : ہی کاسہ دہی آشش)

آشام (ف) مصدر آشامیدن (= پینا) سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے
(رک جلوہ آشام)

آشتی (ف) مونث : صلح صفائی، ملاپ ؎
کیا خوب ہوئی آشتی شیخ و برہمن
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

آشفتگی (ف) مونث، مصدر آشفتن (= پریشان و منتشر ہونا) کا حاصل مصدر : پریشانی، انتشار، بکھرنے اور پراگندہ ہونے کی کیفیت ؎
عشق کی آشفتگی نے کر دیا صحرا جسے
(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۴۳)

آشفتہ (ف) صفت، مصدر آشفتن (= بکھرنا، تتر بتر ہونا) سے حالیۂ تمام : بکھری ہوئی، منتشر (زندگی) ؎
ہے لحد اس قوت آشفتہ کی شیرازہ بند
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۴۳)

آشفتہ سری (۔ ف ف) مونث، آشفتہ + سر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : جس کے سر میں دیوانگی عشق کا سودا سمایا ہو، دیوانگی عشق ؎
عشق کو عشق کی آشفتہ سری کر چھوڑا
(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

آشفتہ کار (۔ ف) صفت، آشفتہ + کار (= کام) جس کا کام پریشانی میں ڈالنا ہے، پریشان کرنے والا ؎
ہم کو تسلیاں دل آشفتہ کار دے
(اشک خوں، ب ا، ۹۱)

آشفتہ کاکل (۔ ف) صفت، آشفتہ + کاکل (= گیسو) : بکھرے ہوئے گیسو (رات کی تاریکی مشبہ ہے) ؎
ظلمت آشفتہ کاکل وسعت عالم میں ہے
(والدہ مرحومہ کی یاد میں، ب ا، ۲۴۳)

آشفتہ مغز (۔ ف) صفت، آشفتہ + مغز (= بھیجا، دماغ) : دیوانہ، پاگل، جس کا مغز پھر جائے ؎
یہ پریشاں روزگار آشفتہ مغز آشفتہ ہو
(ابلیس، اح، ۱۲)

آشفتہ ہو (۔ ع) صفت، آشفتہ + ہو (رک) : مراد جو مختلف نعرے لگاتے ہیں، جن کے پاس کوئی اصول اور ضابطہ نہیں ؎
یہ پریشاں روزگار آشفتہ مغز آشفتہ ہو
(ابلیس، اح، ۱۲)

آشفتہ ہونا : بکھرنا، اِدھر اُدھر پھیل جانا ؎
چھا گئی آشفتہ ہو کر وسعت افلاک پر
(پانچواں مشیر، اح، ۱۰)

آشکار (ف) صفت : ظاہر، علشت از بام ؎[1]
نامحرموں میں دیکھ نہ ہو آشکار تو
(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

آشکارا (ف) صفت : ظاہر، نمایاں، آشکار (رک) ؎
جبینوں سے نورِ ازل آشکارا
(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

آشکارائی (ف ف) مونث، آشکارا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : ظاہر ہونے یا کرنے کی کیفیت، ظہور، اظہار ؎
کہ ذرہ ذرہ میں ہے ذوق آشکارائی
(نگاہِ شوق، ض ک، ۱۱۱)

آشنا (ف) صفت
: واقف، آگاہ، باخبر ؎
ہے تجھے واسطہ مظاہر سے
اور باطن سے آشنا ہوں میں
(عقل و دل، ب د، ۴۲)
: دوچار، مقابل ؎
شکست سے یہ کبھی آشنا نہیں ہوتا
(کنار راوی، ب د، ۷۵)

آشنا پرور (۔ ف) صفت آشنا + پرور، مصدر پروردن (= پالنا، پرورش کرنا) : دوست نواز، وفادار ؎

[1] میرے نزدیک یہ آشفتہ ہو = بال بکھرائے ہوئے، ہوگا جو غلطی سے کلیات میں آشفتہ ہو چھپ گیا۔

آشنا پرور ہے قوم اپنی وفا آئیں ترا
(غرۂ شوال ، ب د ، ۱۸۱)

لطفِ تکلّم سے کیا : بولنا سکھایا (ہندوستان کی ان اقوام کی جانب اشارہ ہے جنھیں مسلمانوں نے جاہت فتح کرنے کے بعد ہر قسم کی تہذیب سکھائی ہے)

جس کو ہم نے آشنا لطف تکلم سے کیا
(غرۂ شوال ، ب د ، ۱۸۲)

آشنائے لَب (۔ ف ف) آشنا (= رفیق ، ساتھی ، قرب رکھنے والا) + ے (اضافت) + لَب (= ہونٹ) : زبان پر جاری ہے

نامِ آشنائے لب ہو نہ راز کہن کہیں
(شمع و پروانہ ، ب د ، ۲۶۴)

آشنائی (ف) مونث

۱۔ دوستی ، رفاقت ہے
ہے عزاب ثبات آشنائی
(دو ستارے ، ب د ، ۱۴۸)

۲۔ عشق (خدا اور رسولؐ کا) ہے
عجب چیز ہے لذت آشنائی
(طارق کی دعا ، ب ج ، ۱۰۵)

۳۔ پیرنا اور غوطے لگانا ہے
کہ حوصلہ ہو تجھے بحرِ آشنائی کا
(ب ا ، ۵۳۳)

آشوب (ف) مذکر ، شور و غل ، ہنگامہ ، افراتفری ، فتنہ و فساد ہے

ندا آئی کہ آشوب قیامت سے یہ کیا کم ہے
(ا ، ب ج ، ۲۴)

آشوبِ امتیاز (رک : مایۂ آشوب امتیاز)

آشوب خیز (۔ ف) صفت ، آشوب + خیز (رک) ، ہنگامہ اور فساد برپا کرنے والا ہے

حکمت و تدبیر سے یہ فتنۂ آشوب خیز
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۹)

آشیاں (ف) مذکر ، گھونسلا ، پرندوں کے رہنے کا گھر ، آشیانہ (رک) ہے

پہنچوں کس طرح آشیاں تک
(ہمدردی ، ب د ، ۳۵)

آشیاں بندی (۔ ف ف) ، مونث ، آشیاں + بند ، مصدر بستن (= باندھنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) : آشیانہ بنانا ہے

کہ شاہیں کے لیے ذلت ہے کار آشیاں بندی
(۱۰ ، ب ج ، ۱۴)

آشیاں سازی (۔ ف) آشیاں + ساز ، مصدر ساختن (= بنانا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) ، گھونسلا بنانا ہے

ننھے ننھے طائروں کی آشیاں سازی میں ہے
(زہد اور شمع ، ب د ، ۹۴)

آشیاں باندھنا (۔ ار) : گھونسلا بنانا ہے

بلبل دلی نے باندھا اس چمن میں آشیاں
(داغ ، ب د ، ۹۱)

آشیاں رَو (۔ ف) صفت ، آشیاں + رَو (رک) : اپنے گھونسلے کی طرف جانے والا ہے

تو پرِ طیر آشیاں رَو کو
(یتیم کا خطاب ، ب ا ، ۲۱۱)

آشیانوں میں اسیر : مراد گھونسلوں میں محوِ خواب ہے

رات کے افسوں سے طائر آشیانوں میں اسیر
(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۵۶)

آشیانہ (ف) ، مذکر۔

۱۔ گھونسلا ، پرندوں کے رہنے کا گھر ہے
جگایا بلبل رنگیں نوا کو آشیانے میں
(پیامِ صبح ، ب د ، ۵۶)

۲۔ مراداً عمارت عشق ، عشق حقیقی کا محل ہے
لاؤں وہ تنکے کہیں سے آشیانے کے لیے
(غزلیات ، ب د ، ۹۹)

آغا (ف) ، مذکر : مراد افغانستان کا باشندہ ، افغانی ، پٹھان ہے

آغا جی ہے کے آتے ہیں اپنے وطن سے ہینگ
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۴)

آغا امام : سر آغا خان جو اسمٰعیلیہ خوجوں کی جماعت کے امام تھے۔ ۱۹۲۱ء میں جب وہ خلافت کی حمایت میں بیان دے رہے تھے، تو اقبال نے چند اشعار "صدائے لیگ" کے عنوان سے کہ کر زمیندار (لاہور) میں چھپوائے۔ یہ اشعار باقیات اقبال میں درج ہیں۔

آغا امام اور محمد علی ہے باب

(صدائے لیگ، ب ا، ۵۲۱)

آغاز (ف) مذکر : ابتدا، شروعات ۔ کا

رمز آغاز محبت کی سکھا دی کس نے

(۔۔ اک گود میں بلی کو دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)

آغوش (ف) مذکر نیز مونث : گود ۔ کا

یہ مری آغوش میں بیٹھے ہوئے جنبش ہے کیا

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

آغوشِ دریا : کتاب میں اضافت کے ساتھ چھپا ہوا ہے یہ اضافت غلط ہے۔ مصرع اس طرح ہے۔ سراپا ہوا مثل آغوش ، دریا

(ہم بچھڑیں گے دامن، ب ا، ۱۳۹)

آفات (ع) مونث : آفت کی جمع ، آفتیں، مصیبتیں ۔ کا

عقل جس دم دہر کی آفات میں محصور ہے

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

آفاق :

اُفق (رک) کی جمع ۔ کا

داغ شب کا دامن آفاق سے دھوتی ہے صبح

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۵)

: کائنات ۔ کا

اے انفس و آفاق میں پیدا ترے آیات

(لینن، ب ج، ۱۰۶)

آفاق گیر (۔ ف) صفت ، آفاق (= ساری دنیا) + گیر (رک) : ساری دنیا کو گرفت میں لینے والا، کل عالم پر چھا جانے والا ۔ کا

دام سیمیں تخیل ہے مرا آفاق گیر

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۵)

آفاق گیری (۔ ف ف) مونث ، آفاق + گیر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : دنیا کو فتح کرنا ، مراد ساری دنیا کے دل مسخر کرنا ، عشق اسلام کو ساری دنیا میں پھیلا دینا ۔ کا

دلوں میں ولولے آفاق گیری کے نہیں اٹھتے

(۳۶، ب ج، ۵۸۰)

آفاقی (ع ف ، آفاق (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : تمام دنیا سے یکساں طور پر تعلق رکھنے والی بات ، کل عالم کی فلاح و بہبود جو وسیع النظری اور وسیع قلبی سے پیدا ہوتی ہے ۔ کا

نگاہوں میں اگر پیدا نہ ہو انداز آفاقی

(۳۶، ب ج، ۵۸۰)

آفتاب (ف) مذکر

: سورج

(آفتاب صبح، ب د، ۸۰)

: مراد سلاطین جو قبر میں مدفون ہیں ۔ کا

قبر کی ظلمت میں ہے ان آفتابوں کی چمک

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۰)

: اس عنوان کے تحت اقبال نے جو نظم کہی ہے وہ بانگ درا سے پہلے "مخزن" میں شائع ہوئی تھی اور اس پر اقبال نے یہ نوٹ لکھا تھا۔ "ذیل کے اشعار رگ وید کی ایک نہایت قدیم اور مشہور دعا کا ترجمہ ہیں جس کو "گایتری" کہتے ہیں۔ یہ دعا عبودیت کی صورت میں ان تاثرات کا اظہار ہے جنھوں نے نظام عالم کے حیرت ناک مظاہر کے مشاہدے سے ازل ازل انسان ضعیف البنیان کے دل میں ہجوم کیا ہوگا۔ اس قسم کی قدیم تحریروں کا مطالعہ علم ملل و النحل کے عالموں کے لیے انتہا درجہ کا ضروری ہے کیونکہ ان سے انسان کے روحانی نشوونما کے ابتدائی مراحل کا پتا چلتا ہے یہی وہ دعا ہے جو چاروں ویدوں میں مشترک پائی جاتی ہے اور جس کو برہمن اس قدر مقدس سمجھتا ہے کہ بے طہارت، اور کسی کے سامنے اس کو پڑھتا تک نہیں جو لوگ السنۂ شرقیہ کی تصانیف سے واقف نہیں ان کو معلوم ہے کہ سر ولیم جونس مرحوم کو اس دعا کے معلوم کرنے میں کس قدر تکلیف اور محنت برداشت کرنا پڑی تھی۔ مغربی زبانوں میں اس کے بہت سے ترجمے کیے گئے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ زبان سنسکرت

کی نحوی پیچیدگیوں کی وجہ سے السنۂ حال میں وضاحت کے ساتھ اس کا مفہوم ادا کرنا نہایت مشکل ہے۔ اس مقام پر یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اصل سنسکرت میں لفظ "سوتر" استعمال کیا گیا ہے جس کے لیے اردو لفظ نہ مل سکنے کے باعث ہم نے لفظ آفتاب رکھا ہے لیکن اصل میں اس لفظ سے مراد اس آفتاب سے ہے جو فوق المحسوسات ہے اور جس سے یہ مادی آفتاب کسبِ ضیا کرتا ہے۔ اکثر قدیم قوموں نے، نیز صوفیا نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کو نور سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض اور شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ ایک نور ہے جس سے تمام چیزیں نظر آتی ہیں لیکن وہ خود نظر نہیں آتا"، علیٰ ہذا القیاس افلاطون الٰہی کے مصری پیرووں اور ایران کے قدیم انبیاء کا بھی یہی مذہب تھا۔ ترجمہ کی مشکلات سے ہر شخص واقف ہے لیکن اس خاص صورت میں دقت اور بھی بڑھ گئی ہے کیونکہ اصل آواز کی موسیقیت اور وہ حمانیت[ع] آمیز اثر جو ان کے پڑھنے سے دل پر ہوتا ہے اردو زبان میں منتقل نہیں ہو سکتا۔ گایتری کے مصنف نے ملک الشعراء ٹینی سن کی طرح اپنے اشعار میں ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن میں حروفِ علت اور صحیح کی قدرتی ترتیب سے ایک ایسی لطیف موسیقیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا غیر زبان میں منتقل ہونا ناممکنات میں سے ہے۔ اس مجبوری کی وجہ سے میں نے اپنے ترجمے کی بنیاد اس سوکت (گفتارِ زیبا) پر رکھی ہے جس کو سوریا نراین اپنشد میں گایتری مذکور کی شرح کے طور پر لکھا گیا ہے، مگر مجھے اندیشہ ہے کہ سنسکرت داں اصحاب اس پر وہی رائے قائم کریں گے جو چیپ مین نے پوپ کا ترجمۂ ہومر پڑھ کر قائم کی تھی یعنی شعر تو خاصے ہیں لیکن یہ گایتری نہیں ہے۔ محمد اقبال

اقبال نے اس نظم میں ذاتی عقائد کو بالکل دخل نہیں دیا جیسا کہ آخری مصرع — آزاد قیدِ اوّل و آخر ضیا تری — کے مضمون سے ظاہر ہے۔ یہ منتر مذکورہ وید کے تیسرے منڈل کے بھجن ۶۲ اشلوک ۱۰ میں آیا ہے اس پورے اشلوک کا لفظی ترجمہ یہ ہے — "وہ جو ساری کائنات کا خالق ہے، وہی اس لائق ہے کہ اس کا ذکر اور دھیان کیا جائے وہ ساری پر نور اشیا کا خزانہ ہے اور نور کا سرچشمہ ہے، ہم اس کو یاد کرتے ہیں (یعنی دعا کرتے ہیں) کہ وہ ہماری عقل کو راہِ راست پر لگائے"۔ یہ اشلوک گایتری منتر کہلاتا ہے اور ہندو اسے رگ وید کی روح خیال کرتے ہیں سائن اچاریہ جنھوں نے رگ وید کی شرح لکھی ہے رشیوں کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چالیس دن لگاتار پانی میں کھڑے ہو کر اس منتر کا جاپ کرے وہ روحانی طاقت سے فیضیاب ہو جاتا ہے

(ب د، ۴۳)

آفتاب اپنا : مراد انسان ؏

کم بہا ہے آفتاب اپنا ستاروں سے بھی کیا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۴)

آفتابِ تازہ (— ف) مذکر، آفتاب + تازہ (رک) : ایک نیا سورج، مراد مزدور کے لیے ترقی کی کرن (جو ۱۹۱۷ء کی جنگِ عظیم کے بعد زار روس کے خاتمے اور لینن کے برسرِ اقتدار آتے ہی پوری دنیا میں پھیل گئی تھی) ؏

آفتابِ تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۳)

آفتابِ صبح : یہ بانگِ درا میں ایک نظم کی سرخی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آفتاب اور انسان دونوں روز و شب سرگرمِ سفر ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ آفتاب ذوقِ جستجو سے محروم ہے اور انسان حقائق سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے ذہنی سفر کرتا ہے، آفتاب میں ظاہری نور ہے اور انسان نورِ حقیقت کی تلاش میں سرگرم ہے جس میں ناکام رہنے کے بعد بھی کچھ ایسا لطف محسوس کرتا ہے جس سے آفتاب مطلق آشنا نہیں

(ب د، ۴۸)

ع کاش جملہ مفسرین کی تفاسیر بھی مصنف کی نظر میں ہوتیں تو وہ آفتاب کی بجائے اس نظم کا عنوان "والشمس" رکھتے جس کا دامن "سوتر" سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ ع صحیح لفظ طمانیت ہے۔

ف یہ نظم خدنگِ نظر لکھنؤ میں شائع ہوئی تھی اُس وقت

اس کے آٹھ بند تھے، بانگِ درا میں دو بند حذف
کر دیے گئے اور ایک نیا بند بڑھا دیا گیا۔ حذف شدہ
بند باقیاتِ اقبال میں درج ہیں
(ب ا، ۳۰۱)

آفریں (ف) مصدر آفریدن (= پیدا کرنا) سے فعل امر۔
ترکیبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق کے ساتھ مل کر صفت
کے معنی دیتا ہے۔
(رک حکمت آفریں)

آفرینش (ف) مؤنث، مصدر آفریدن (= پیدا کرنا) سے
حاصل مصدر = خلقت، پیدائش، ترکیب جسمانی ؏
آفرینش میں سراپا نور تو ظلمت ہوں میں
(چاند، ب د، ۷۹)
: پیدا کرنے کا عمل ؏
جرم ہے کیا آفرینش بھی کہ تو زُود پرسش ہے
(غزلیات، ب د، ۲۷۸)

آقا (ف) مذکر: مالک ؏
توڑ دی بندوں نے آقاؤں کے خیموں کی طناب
(تیسرا مشیر، ا ح، ۸)

آگ (ا ر) مؤنث، شعلہ، حرارت، دل میں جوش پیدا
کرنے والی کیفیت ؏
آگ تھی کافورِ پیری میں جوانی کی نہاں
(داغ، ب د، ۸۹)
: سوزِ عشق ؏
اس خاک میں دب گئی تری آگ
(پنجاب کے دہقان سے، ب ج ۱۵۲)
: شوخ رنگ سرخی (جیسے شفق یا مہندی کے رچاؤ کی) ؏
کہیں آگ سے بھی ٹپکتا ہے پانی
(ہم نچوڑیں گے دامن، ب ا، ۹۳)

آگِ تکبیر کی: وہ جوش اور ولولہ جو اللہ اکبر کے نعرے سے پیدا
ہوتا ہے ؏
آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے: آگ سے اس عالمی جنگ کے
شعلے مراد ہیں جو ۱۹۱۴ء میں ہوئی تھی، اولادِ ابراہیم کا
مستعار لہ مسلمان ہیں اور نمرود سے ان اقوامِ یورپ کی
طرف اشارہ ہے جنھوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی تھی
(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۷)

آگاہ (ف) صفت: واقف، باخبر ؏
رندی سے بھی آگاہ شریعت سے بھی واقف
(زہد اور رندی، ب د، ۲۰۰)

آگاہی (ف ف) مؤنث، آگاہ (رک) + ی (لاحقۂ
کیفیت) = معرفت، چیزوں کی حقیقت کو سمجھنے کا قدرتی
مادہ ؏
نور آگاہی سے روشن تری پہچان ہے کیا
([illegible] کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)
: واقفیت ؏
ہوتی جائے گی تجھے آگاہی اسباب دَرد
(طفل شیرخوار، ب [illegible])
: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس
میں انھوں نے بتایا ہے کہ حقائقِ عالم سے وہی واقف
ہو سکتا ہے جو اپنی خودی کے مقام کی معرفت رکھتا
ہو۔
(ض ک، ۷۰)

آگہی (ف) مؤنث = آگاہی (= واقفیت) کی تخفیف
"آگہی" سے دگداز کا احساس، مراد ہے جو سابق شعر
میں مذکور ہے ؏
یہ آگہی مری مجھے رکھتی ہے بیقرار
(شمع، ب د، ۹۳)
: معرفتِ خداوندی ؏
نور تیرا چھپ گیا زیرِ نقابِ آگہی
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

آگے (ا ر)
: مقابلے میں، بالمقابل ؏
زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)
: بڑھا ہوا، بڑھ کر، مراد بلند و عالی، مرتبے اور درجے میں بیش ہے
مقام ہمسفروں سے ہو اس قدر آگے
(التجائے مسافر، ب د، ۹۲)
: سامنے، پیش نظر ہے
رکھا خنجر کو آگے اور پھر کچھ سوچ کر لیٹا
(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

آگے پیچھے (ار) متعلق فعل: مسلسل، یکے بعد دیگرے، ایک دوسرے کے پیچھے قطار باندھے ہوئے ہے
وہ چپ چاپ تھے آگے پیچھے رواں
(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

آلات (ع) مذکر: آلہ (= اوزار) کی جمع ہے
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات
(لینن، ب ج، ۱۰۸)

آلام (ع) مذکر: الم (= رنج) کی جمع ہے
جانتا ہوں آہ میں آلام انسانی کا راز
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۷)

آلِ سیزر: اٹلی کے حکمران کی اولاد ہے
آلِ سیزر چوب نَے کی آبیاری میں رہے
(سولینی، ض ک، ۱۵۰)

آلود (ف): مصدر آلودن (= کثافت یا غلاظت میں بھر جانا) سے مرکبات میں مستعمل ہے اور صفت مفعولی کے معنی دیتا ہے (رک گرد آلود)

آلودگی (ف) مونث: آلود (رک) کا اسم کیفیت
(رک دولت کی آلودگی)

آلودہ (ف) صفت، مصدر آلودن (= لتھڑنا، بھر جانا) سے حالیۂ تمام: ملوث ہے
نگہ آلودۂ انداز افرنگ
(رباعیات، ب ج، ۸۲)

آمادہ (ف) صفت: کسی کام کے لیے تیار ہے
تو ہی آمادۂ ظہور نہیں
(۳۰، ب ج، ۴۳۶)

آمادۂ ظہور نہیں: (اشرف المخلوق ہونے کے باوجود) اپنے کمال کے اظہار میں تساہل کرتا ہے، ترقی کی طرف گامزن نہیں ہے ہے
تو ہی آمادہ ظہور نہیں
(۲۰، ب ج، ۴۳۶)

آمد (ف) مونث، مصدر آمدن (= آنا) کا حاصل مصدر: آنے کا عمل، ورود ہے
آسماں نے آمد خورشید کی پا کر خبر
(نمود صبح، ب د، ۱۵۳)

آمدِ مہدی: امام مہدی آخرالزمان علیہ السلام کا ورود یا ظہور جو آنحضرت صلعم کے چھوٹے نواسے یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے ہونگے اور جب کل دنیا ظلم و جور سے بھر جائے گی اُس وقت حکم الٰہی سے عدل و داد کو رواج دینے کے لیے تشریف لائیں گے اور آنحضرت صلعم کی جانشینی کے فرائض انجام دینگے ہے
مجھ کو انکار نہیں آمد مہدی سے مگر
(فریاد امت، ب ا، ۱۵۴)

آموز (ف) مصدر آموختن (= سیکھنا، سکھانا) سے فعل امر، ترکیبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر سیکھنے والا یا سکھانے والا کے معنی دیتا ہے
(رک نظارہ آموز)

آمیز (ف) مصدر آمیختن (= ملا ہوا یا مخلوط ہونا) سے فعل امر ترکیبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر صفت کے معنی دیتا ہے
(رک مصلحت آمیز)

آمیزش (ف) مونث، مصدر آمیختن (= ملنا، ترکیب پانا) کا حاصل مصدر: شامل ہونے کا عمل، شمولیت ہے
جب خون جگر کی آمیزش سے اشک پیازی بن نہ سکا
(ظریفانہ، ب د، ۲۱۱)

آن (ار) مونث: آبرو، خود داری ہے
جو زمانے میں آن والے ہیں
(ب ا، ۳۹۲)

آن بان (ار) مونث: شان و شوکت، سج دھج ہے

زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

آنؔ (ع) مؤنث: گھڑی، ساعت، دقیقہ، لمحہ ؎

تیری عمر رفتہ کی اک آن ہے عہد کہن

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

آں (ف) ضمیر اشارہ (بعید کے لیے)

آں چہ دانا کند کند ناداں

لیک بعد از ہزار رسوائی

: جو کچھ عقلمند انسان کرتا ہے وہی نادان کو بھی کرنا پڑتا ہے مگر ہزار طرح کی رسوائی اور ذلت کے بعد۔ فارسی کا یہ شعر اقبال نے اس جگہ تضمین کیا ہے

(ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۵)

آں سوے افلاک (ف ف ع) ظرف، آں (= اُس) + سو (رک) + ے (رک) + افلاک (رک) = آسمانوں کے اُس طرف، آسمان کی بلندیوں سے بھی بالاتر ؎

پھر یہ انساں آں سوے افلاک ہے جس کی نظر

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۲)

آں عزم بلند آور آں سوز جگر آور

شمشیر پدر خواہی بازوے پدر آور

وہ بلند ارادہ اور وہ جذبۂ عشق (جو اسلاف میں تھا) پیدا کرو اور اپنے باپ (یعنی اگلوں) کی تلوار کے وارث بنتے ہو تو ویسا حوصلہ بھی تو دکھاؤ جو اُن میں تھا (یعنی کردار و عمل میں ان کی تاسی کرو)

(ملازادہ، ۱۸، ارح، ۴۹)

آں کہ ارزد صید را عشق است و بس

لیکن او کے گنجد اندر دام کس

: وہ چیز جو کہ خودی کے شکار کرنے کے لائق ہے صرف عشق الٰہی ہے لیکن وہ (عشق) انسان کے جال میں کب آتا ہے (یعنی بڑی مشکل سے یہ درجہ حاصل ہوتا ہے) مراد یہ ہے کہ اگر خودی مہر و ماہ وغیرہ کو مسخر کرتی ہے تو یہ سب بھی مادی ہیں، اسے مادی دنیا سے آگے قدم بڑھا کے نوری دنیا کو مسخر کرنا چاہیے۔

(پیر و مرید، ب ج، ۱۴۰)

آں کہ بر افلاک رفتارش بود

بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود

: جو شخص آسمانوں پر چلتا پھرتا ہے (یعنی روحانیت میں منزل عالی پر فائز ہوتا ہے) اسے زمین پر چلنا (یعنی دنیاوی کاموں میں کامیاب ہونا) کچھ مشکل نہیں (مگر اس کی توجہ مادی کاموں سے ہٹ جاتی ہے اس لیے وہ ابلہ دنیا بن جاتا ہے)

(پیر و مرید، ب ج، ۱۴۲)

آنا (ا ر)

: اوپر سے نیچے کی طرف چلنا، اترنا ؎

آتی ہے ندی فراز کوہ سے گاتی ہوئی

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: (گزند) پہنچنا، (دھکا وغیرہ) لگنا ؎

صدمہ آ جائے ہوا سے گل کی پتی کو اگر

(آفتاب صبح، ب د، ۲۳)

: دوسری جگہ سے کسی اور جگہ پہنچ جانا، (کسی مقام میں) داخل ہونا، تشریف لانا ؎

وہ سامنے سیڑھی ہے جو منظور ہو آنا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

: جسم کو لگنا، محسوس ہونا ؎

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی تھیں

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

: رسائی ہونا، داخلہ یا پہنچ ہونا ؎

آتی نہیں صدائیں اس کی مرے قفس میں

(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۷)

: پیدا ہونا، پڑ جانا ؎

آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل

(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۴۵)

: قریب ہونا ؎

آتا ہے اب وہ دور کہ اولاد کے عوض

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۲)

= معلوم ہونا ؎
جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۶)

= لگ جانا ؎
ہائے اُسے کاش مجھے آئے تمہاری آئی
(ب ا ، ۵۹)

= عاشق ہونا ؎
لطف آنے کا تو جب ہے کہ کسی پر آئے
(فریادِ امت ، ب ا ، ۱۵۰)

آنات (ع ج) مونث ، آن (= لمحہ) + ات (لاحقۂ جمع) : گھڑیاں ، لمحات ، وقت کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ
(رک نگارندۂ آنات)

آنچل (ار) مذکر : دوپٹے وغیرہ کی طرح سر پر اوڑھنے کی چیز کا وہ کونا جو گالوں کی داہنی یا بائیں طرف رہتا ہے

آنچل لینا (ـ ار) : آنچل کو اس طرح پیچھے سے آگے کی طرف کھینچ بنا کر منہ آڑ میں ہو جائے ؎
جیسے ہو جاتا ہے گم نور کا لے کر آنچل
(حسن و عشق ، ب د ، ۱۱۶)

آنریری (انگ) صفت : اعزازی ، بلا تنخواہ ؎
ہندو ہیں پیدا افسر مسلم ہیں آنریری
(ب ا ، ۲۶۹)

آنسو (ار) مذکر : پانی کا وہ قطرہ جو آنکھ سے خصوصاً رونے کے وقت ٹپکتا ہے ؎
ٹپکتی ہے آنکھوں سے بن بن کے آنسو
(عشق اور موت ، ب د ، ۵۸)

: (تشبیہاً) اوپر سے گرنے والا پانی کا قطرہ ، (اوس کا) قطرہ ؎
شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا مسکرانا
(پرندے کی فریاد ، ب د ، ۳۰۷)

آنسو بھر آنا (ار) آنکھوں میں کسی صدمے (یا اچانک خوشی) کے باعث پانی کے قطرے آ جانا ؎
بھر آئے پھول کے آنسو پیامِ شبنم سے
(حقیقتِ حسن ، ب د ، ۱۱۲)

آنسوؤں کے تارے : آنسوؤں کو تاروں سے تشبیہ دی ہے ؎
یعنی ترے آنسوؤں کے تارے
(تنہائی ، ب د ، ۱۲۹)

آنکھ (ار) مونث : (بھنوؤں کے نیچے) دیکھنے کا عضو ؎
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف
(۱۶ ، ب ج ، ۴۰)

: بصیرتِ انسانی ؎
آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے میں ہے طوفانِ حسن
(بچہ اور شمع ، ب د ، ۳۱)

: نظر ، بصارت ؎
تری آنکھ مستی میں ہشیار کیا تھی
(غزلیات ، ب د ، ۹۸)

آنکھ پھڑکنا (ـ ار) : پپوٹے میں خود بخود حرکت پیدا ہونا جس سے اچھا یا برا شگون لیتے ہیں ؎
آنکھ اپنی انتخاب فلک پر پھڑک گئی
(اشکِ خون ، ب ا ، ۸۳)

آنکھ کا پردہ : علماء کہتے ہیں کہ آنکھ کی پتلی میں روشنی کا نقطہ سات تہ بتہ جھلیوں کے اندر ہے ، ان جھلیوں میں سے ہر ایک کو آنکھ کا پردہ کہتے ہیں ؎
جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہِ پاک
(آوازِ غیب ، ا ح ، ۲۸)

آنکھ کا تارا (ـ ار ار) مذکر : پتلی کے بیچ میں چمکتا ہوا باریک نقطہ جو نورِ بصر کا مرکز اور خزانہ ہے ؎
غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح
(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۷)

: بہت پیارا ، بہت محبوب ؎
وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
(محرابِ گل الخ ، ۱۰ ، ض ک ، ۱۶۱)

آنکھ کا تِل : آنکھ کی پتلی کے اندر بیچوں بیچ وہ نقطہ جو روشنی کا مرکز ہے اور اس میں آسمان جیسی وسیع تصویر منعکس ہو جاتی ہے (یہ تشبیہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک ارشاد سے ماخوذ ہے) ؎

فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۸)

آنکھ کو بیدار کرنا: آنکھ کو ہر وقت کسی کے انتظار میں کھلا رکھنا ؏
آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے
(شمع اور شاعر/شمع، ب د، ۱۹۰)

آنکھ کھولنا (ار): غفلت دور کرنا، ہوش و حواس سے کام لینا ؏
کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
(روحِ ارضی الخ، ب ج، ۱۳۲)

آنکھ ملنا (ار): آنکھ یا آنکھیں چار ہونا، نظر سے نظر ملنا ؏
آنکھ مل جاتی ہے ہفتاد و دو ملت سے تری
(غزلیات، ب د، ۹۹)

آنکھوں: آنکھ (رک) کی جمع۔

آنکھوں پہ بٹھانا (ار): قدر کرنا، عزت و احترام کرنا، دل و جان سے عزیز رکھنا ؏
کیوں نہ آنکھوں پہ بٹھاؤں تجھے اے روزنِ در
(دو بگیر، ب ا، ۲۱۶)

آنکھوں کا تارا (ار ار ار) مذکر: بہت پیارا، نہایت محبوب ؏
وہ ہے نورِ مطلق کی آنکھوں کا تارا
(عشق اور موت، ب د، ۵۸)

آنکھوں میں سمانا: ہر وقت پیشِ نظر ہونا، نگاہوں پہ چڑھنا ؏
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۲)

آنکھیں: آنکھوں (رک) کی مغیرہ حالت

آنکھیں کھلنا (ار): ہوش آنا، سبق مل جانا ؏
ملک ہاتھوں سے گیا ملت کی آنکھیں کھل گئیں
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۵)

آنکھیں کھولنا (ار) تجسس و تلاش وغیرہ کا ولولہ یا انتہائے اشتیاق پیدا کرنا، بصیرت پیدا کرنا ؏
کھولی ہیں ذوقِ دید نے آنکھیں تری اگر
(غزلیات، ب د، ۹۸)

آنکھیں ملانا: برابری کرنا ؏
فلک کی شان سے آنکھیں ملائے بیٹھا ہوں
(پہاڑ، ب ا، ۵۶۰)

آنی و فانی (ع ف) صفت، آن (: لمحہ) + ی (لاحقۂ نسبت) + و (علامت) + فانی (: فنا ہونے والا): بہت تھوڑی دیر کا، وقتی، ناپائدار ؏
آنی و فانی تمام معجزہ ہائے ہنر
(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۴)

آنی و فانی کو ثبات دے: یعنی اس ناپائدار اور وقتی چیز کو دائمی بنا کر رکھ، یعنی احتیاط کے ساتھ کام میں لا تاکہ باقی رہے ؏
مجھ سے فرمایا کہ دے آنی و فانی کو ثبات
(سرِ اکبر حیدری، ا ح، ۴۸)

آوارگان: آوارہ (رک) کی جمع: مراد جد و جہد اور سعی و طلب میں مشغول لوگ ؏
وہ مشتِ خاک ابھی آوارگانِ راہ میں ہے
(۴۸، ب ج، ۹۸)

آوارگی (ف)، مونث: اضطراب ؏
رقص ہے آوارگی ہے جستجو ہے کیا ہے یہ
(شعاعِ آفتاب، ب د، ۲۳۷)
: آزادی کے ساتھ اِدھر اُدھر مجذوبانہ انداز سے مارا مارا پھرنے کی کیفیت ؏
وہ ذرا سا جانور دل دادۂ آوارگی
(گلِ پژمردہ، ب ا، ۳۰۴)

آوارہ (ف) صفت
: سرگرداں، پریشان ؏
مدتوں آوارہ جو حکمت کے صحراؤں میں تھی
(غزلیات، ب د، ۱۳۹)
: مضطرب ؏
آسماں پر اک شعاعِ آفتاب آوارہ تھی
(شعاعِ آفتاب، ب د، ۲۳۷)

آوارۂ جنوں (ف ع) آوارہ + ۂ (علامت اضافت)

+ جنون (ترک) : مراد شہروں اور قصبوں کی غیر مسلم اکثریت
کا ماحول، تبلیغ حق کی دیوانگی شوق کی راہ میں حائل ہونے کے
باعث دور دراز علاقوں میں تصوف کا لبادہ اوڑھ کر گوشہ نشین
پھرنے والے فقرا ہیں
کبھی جو آوارۂ جنوں تھے وہ بستیوں میں پھر آبسیں گے
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د ۱۴۰)

آواز (ف) مونث : بانگ، پکار، ہوا سے کسی چیز کے
آہستہ یا زور سے ٹکرانے کا کھٹکا یا سرسراہٹ وغیرہ جسے
کان سنتے ہیں ہے
اے مسافر دل سمجھتا ہے تری آواز کو
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

آوازِ پا (- ف) آواز + اضافت + پا (= پاؤں) : پاؤں کی
آہٹ ہے
وہ چھپے بادل میں بے آواز پا اس کا سفر
(عہد طفلی، ب د، ۲۵)

آوازِ غیب : یہ ارمغان حجاز میں اقبال کی ایک تمثیلی نظم کا
عنوان ہے جس میں انھوں نے عرشِ بریں کی زبان سے
زوال ملت اسلامیہ کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے اور اس
میں اپنی تمام عمر کی معلومات اور وجدان کا ماحصل نظم
کر دیا ہے اور اسی ذیل میں یہ بتایا ہے کہ اسلام کو ملوکیت،
ملائیت اور پیری مریدی نے تباہ کیا ہے
(ا ح ، ۲۷)

آوازہ (ف) مذکر : غلغلہ، دھوم، بلند آواز

آوازۂ حق (- ف ع) ، آوازہ + ۂ (علامت اضافت
+ حق (= صداقت، سچائی) : کلمۂ حق، سیدھی اور سچی
بات (جو ہندو انگریز اور پنجاب کے علماء سوء گروہوں
کے خلاف ہو) ہے
آوازۂ حق اٹھتا ہے کب اور کدھر سے
(ہندی مسلمان، ض ک ، ۲۷۰)

آور (ف) مصدر آوردن (= لانا) سے فعل امر، مرکبات
میں مستعمل ہے اور صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے
(ترک جواب آور)

آویزش (ف) مونث : نزاع، جھگڑا (جس مصدر

میں یہ لفظ ہے اس کا دوسرا مصرع سوالیہ ہے)
(پیر و مرید، ب ج ، ۱۳۶)

آویزہ (ف) مذکر : کان کا بُندا، گوشوارہ

آویزۂ گوشِ سحر : صبح کے کان کا گوشوارہ یعنی صبح کا تارہ ہے
وہ اڑا کر لے گیا آویزۂ گوشِ سحر
(گورستان شاہی، ب ا، ۳۵۲)

آہ (ف) مونث
= کلمۂ افسوس (جو اکثر رنج و غم کے موقع پر بلا ارادہ منھ
سے نکل جاتا ہے) ، ہائے افسوس ہے
آہ یہ دستِ جفا جو اے گلِ رنگیں نہیں
(گل رنگیں، ب د، ۲۴)
= کراہنے یا ٹھنڈی سانس بھرنے کی آواز، اکثر اظہار حسرت
کے محل پر ہے
آہ اس محفل میں یہ عریاں ہے تو مستور ہے
(بچہ اور شمع، ب د ، ۱۳۰)
= اکثر (محبت میں) واہ کے موقع پر ہے
آہ کھولا کس ادا سے تو نے رازِ رنگ و بو
(سوامی رام تیرتھ، ب د ، ۱۴۳)
= مراد پُردرد اشعار ہے
شرر فشاں ہوگی آہ میری نفس مرا شعلہ بار ہوگا
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د ، ۱۴۲)

آہِ رسا (- ف) مونث : آہ + رسا، مصدر رسیدن
(پہنچنا) سے صفت فاعلی : دور تک پہنچنے والی آہ ہے
ہم دعائیں تجھے اے آہِ رسا دیتے تھے
(ب ا ، ۳۸)

آہِ سرد (- ف) مونث : آہ + سرد (= ٹھنڈا) : ٹھنڈی
گہری سانس جو حسرت اور مایوسی کے احساس پر
دلالت کرتی ہے ہے
اور خاموشی لبِ ہستی پہ آہِ سرد ہے
(گورستان شاہی، ب د ، ۱۴۱)

آہ کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے : (اے مردِ مسلم)
افسوس ہے تو (اپنی زبوں حالی دور کرنے کے بجائے)
کس (مددگار) کی تلاش میں پریشان ہے (جبکہ خود تجھ

میں سارے وہ کمالات موجود ہیں جو ایک رہبر میں ہوتے ہیں اور جن کی تفصیل اقبال نے اس بند کے باقی شعروں میں بتا دی ہے۔

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۲)

آہ میں مستور (- ا ر ع) صفت، آہ + میں (رک) + مستور (رک) : آہوں میں دبا ہوا، آہوں سے بھرا ہوا ؎

ہر نفس اقبال تیرا آہ میں مستور ہے

(مسلم، ب د، ۱۹۵)

آہ و زاری (- ف ف) آہ + و (عطف) + زاری (= رونا) رونا دھونا، فریاد کی چیخ پکار ؎

سن کر بلبل کی آہ و زاری

(ہمدردی، ب د، ۳۵)

آہٹ (ار) مونث : کھٹکا، ہلکی سی آواز ؎

آج ہر آہٹ کو ہم آوازِ پا کہتے کہ ہیں

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۶)

آہستہ (ف) صفت : دھیرے سے، (تکرار کی حالت میں) دھیرے دھیرے ؎

کیا سماں ہے جس طرح آہستہ آہستہ کوئی

(نمودِ صبح، ب د، ۱۰۴)

آہستہ خرامی (- ف ف) مونث، آہستہ + خرام (رفتار، چلنے کی کیفیت) + ی (لاحقۂ کیفیت) : مٹک مٹک کر دھیرے دھیرے چلنے کا عمل ؎

حشر ڈھاتی ہے یہ آہستہ خرامی کی ادا

(ابرِ کہسار، ب ا، ۲۸۴)

آہم چو سرو در چمن روزگار ماند

ایں مصرعِ بلند زمن یادگار ماند

: میری آہ دنیا کے باغ میں سرو (بلند) کی طرح ہے اور یہ مصرع میری یادگار کے طور پہ باقی رہا

(اشکِ خون، ب ا، ۸۶)

آہن (ف) مذکر : لوہا ؎

آہن مقراض کا ہے دل گر صیاد کا

(ب ا، ۵۷)

آہنگ (ف) مذکر : آواز، مراد خیال، تخیل یا قصد، : مراد آواز اور لہجے کی جاذبیت ؎

آہنگ میں یکتا صفتِ سورۂ رحماں

(مردِ مسلماں، ض ک، ۹۰)

آہنگِ طبعِ ناظمِ کون و مکاں (- ع ع ع ف ع) آہنگ + طبع (= طبیعت، مذاق) + ناظم (= نظم کرنے والا (نیز بطورِ ایہام) نظم و نسق کرنے والا) + کون و مکاں (= کائنات) : کون و مکاں کی نظم مرتب کرنے والے کی طبیعت یا مذاق سے مناسبت رکھنے والی تخیل یا نغمہ ؎

آہنگِ طبعِ ناظمِ کون و مکاں ہوں میں

(شمع، ب د، ۴۶)

آہو (ف) مذکر : ہرن (اسے حرم سے یہ خاص لگاؤ ہے کہ حرم کے دائرے میں (حل کے حدود تک) اس کا شکار ناجائز ہے مراد مردِ مسلمان (جو کعبے کی یاد بھول کر دنیا میں ملوث ہو گیا ہے) ؎

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

(دعا، ب د، ۲۱۲)

آہوئے تاتاری (- ف ف ف) مذکر، آہو + ے (علامت اضافت) + تاتار (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : تاتار کے علاقے کا ہرن جس کی ناف کا قطرۂ خون جم کر مشک کہلاتا ہے اور بہت عمدہ مہک دیتا ہے ؎

ظن و تخمیں سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری

(۱۴، ب ج، ۳۰)

آہوئے مشکیں (- ف ف ف) مذکر، آہو (رک) + ے (علامت اضافت) + مشک (رک مشک اذفر) + یں (لاحقۂ نسبت) : وہ ہرن جس کے مشک کی خوشبو چاروں طرف مہکے گی، مراد امام مہدیؑ جن کی تعلیمات سے ساری دنیا امن و امان اور عدل و انصاف سے لبریز ہو جائے گی ؎

نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو

(مہدی، ض ک، ۵۹)

آہی نکلے گی (ار) : ضرور آجائے گی ع
آہی نکلے گی کوئی بجلی جلانے کے لیے
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

آئنہ (ف) مذکر
: آئینہ (رک) کی تخفیف ع
آئنہ سا شاہد قدرت کو دکھلاتی ہوئی
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: چکنی ہوئی سطح ع
آئنہ روشن ہے اس کا صورت رخسار حور
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

آئنہ دار (- ف) صفت، آئنہ + دار (رک) : آئینہ دکھلانے والی کنیز، جو کسی محترمہ کو آئینہ دکھانے کی خدمت پر مامور ہو، آئینہ لیے ہوئے، جس میں کسی چیز کا عکس یا پرتو ہو ع
صبح میری آئنہ دار شب دیجور تھی
(وصال، ب د، ۱۴۰)

آئنہ دیوار (- ف) صفت، آئنہ + دیوار (رک) : جس کی دیواریں شیشہ کی ہوں جو ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ کر چورچور ہونے کا احتمال ہو ع
سست بنیاد بھی ہے آئنہ دیوار بھی ہے
(شمع، ب ج، ۶۴)

آئنہ ساز (- ف) صفت، آئنہ، ساز، مصدر ساختن (= بنانا) سے فعل امر: آئینہ بنانے والا، مراد خالق عالم ع
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئنہ ساز میں
(غزلیات، ب د، ۲۸۱)

آئنۂ عقلِ دور بیں (- ف ع ف ف) آئنہ (رک آئینہ جس کی یہ تخفیف ہے) + ۂ (اضافت) + عقل (= دانائی) + اضافت + دور (= مسافت پر، فاصلے پر) + بیں، مصدر دیدن (= دیکھنا) سے فعل امر: دور تک نظر دوڑانے والی عقل کی عینک ع
تکتے آئنۂ عقل دور بیں میں نے
(سرگزشت آدم، ب د، ۸۳)

آئی (ار) مؤنث، قضا، موت ع
کس طرح ٹل گئی اللہ ہماری آئی
(ب ا، ۵۹۱)

آئین (ف) مذکر: اصول، طریقہ، دستور ع
آئین جہاں کا ہے جدائی
(دوستارے، ب د، ۱۴۸)

آئینِ جنگ (- ف) مذکر، آئین + اضافت + جنگ (رک) : مارشل لا ع
"آئین جنگ" شہر کا دستور ہو گیا
(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۶)

آئینِ قدرت (- ع) مذکر، آئین + اضافت + قدرت : مراد خدائے تعالیٰ ع
یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے
(تصویر درد، ب د، ۷۰)

آئینِ مسلّم (- ع) مذکر، آئین + اضافت + مسلّم (= مانا ہوا) : مانا ہوا اصول یعنی یہ کہ ہر کمالے را زوال ع
نہیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارا
(خطاب بہ جوانان اسلام، ب د، ۱۸۰)

آئینِ نو (- ف) مذکر، آئین + اضافت + نو : نیا قانون دستور رسم و رواج معاشرہ اور تہذیب وغیرہ جس سے قومی زندگی میں تبدیلی ہو
آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا
(بزم انجم، ب د، ۱۷۴)

آئینہ (ف) مذکر
: لفظاً وہ شیشہ جس میں منھ دیکھتے ہیں، مراداً دل ع
تیرا آئینہ تھا آزاد غبار آرزو
(طفل شیر خوار، ب د، ۲۶)

: ذات، ہستی، شخصیت ع
زشت روئی سے تری آئینہ ہے رسوا ترا
(شمع اور شاعر، شمع، ۱۸۴)

: وہ شے نظر یا سماں جس کو دیکھ کر کسی دوسری شے کی حقیقت کا پتا چل جائے (مثلاً ہرے بھرے رنگ برنگے پھولوں کو دیکھ کر اس کے مالی کے ذوق کا اندازہ ہوتا ہے) ع
شفق صبح کو دریا کا خرام آئینہ

(شیکسپیئر، ب د، ۲۵۱)

آئینہ پوشی (- ف ف) مونث، آئینہ (= شیشہ، کنایۃً سورج) + پوشش، مصدر پوشیدن (= پہننا) سے فعلِ امر + ی (لاحقۂ کیفیت): آئینے کا لباس پہننے کا عمل، آئینے کی طرح صاف و شفاف اور روشن دکھائی دینے کی صورت حال ہے

آسمانِ صبح کی آئینہ پوشی میں ہے یہ

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

آئینہ خانہ (- ف) مذکر، آئینہ + خانہ (= گھر): وہ مکان جس میں چاروں طرف دیواروں پر اور چھت میں آئینے نصب ہوں ہے

تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں

(تصویرِ درد، ب د، ۷۶)

آئینہ دیکھنا (- ار): آئینے میں منھ دیکھنا ہے

جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

آئینۂ دیواری (- ف ف) مونث، آئینہ + دیوار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): شیشے کی دیوار بنانا جو پتھر برسنے سے ٹوٹ جائے (بے بسی اور بے عملی کی طرف اشارہ ہے جو مصیبتوں کے نزول میں پیامِ موت کے برابر ہے) ہے

امتِ مرحوم کی آئینہ دیواری بھی دیکھ

(عرضِ شوال، ب د، ۱۸۲)

آئینہ رو (- ف) صفت، آئینہ + رو (رک) حسین، دیکھنے میں اچھا ہے

حاکمیت کا بتِ سنگیں دل و آئینہ رو

(ملازادہ ۱۴، ا ح، ۷۳)

: نورانی چہرے والا، مجازاً آنحضرتؐ کی ذاتِ اقدس ہے

جو تجھ کو زینتِ دامن کوئی آئینہ رو کرے

(دھول، ب د، ۲۵۰)

آئینہ ساز (- ف) صفت، آئینہ + ساز (رک): لوہے کو جلا دے کر آئینہ بنانے والا (قب سکندر)، مراد صاحبِ کمال، ہنر میں کامل ہے

تمام ساماں ہے تیرے سینے میں تو بھی آئینہ ساز ہو جا

(پیامِ عشق، ب د، ۱۳۰)

آئینہ ضمیری : (- ع ف) مونث، آئینہ + ضمیر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): ضمیر کا آئینے کی طرح (لوثِ دنیا سے) پاک و صاف ہونا، مراد مومنانہ زندگی ہے

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری

(آوازِ غیب، ا ح، ۲۰۸)

آئینہ کار (- ف) آئینہ + کار (= کام) آئینے کا کام کرنے والا یعنی آئینے کی طرح روشن یا جلوہ گر ہے

کشتِ خاور میں ہوا ہے آفتاب آئینہ کار

(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۳)

آئینۂ سیال (- ع) مذکر، آئینہ + ۂ (اضافت) + سیال (= بہنے والا، بہتا ہوا) ہے

چشمۂ دامن ترا آئینۂ سیال ہے

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

آئینے : آئینہ (رک) کی جمع نیز مغیرہ صورت،

آئینے قسمتوں کے : انسان کی تقدیر یا طالع کا آئینہ یا مظہر (اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ انسان یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی قسمت کے بننے بگڑنے کا تعلق ستاروں کی گردش سے ہے) ہے

آئینے قسمتوں کے تم کو یہ جانتے ہیں

(بزمِ انجم، ب د، ۱۷۴)

آئینے کے گھر : مظاہرِ عالم جو جلوۂ قدرت کا آئینہ ہیں ہے

آئینے کے گھر میں اور کیا ہے

(انسان، ب د، ۱۲۶)

آیا (پرتگیزی) مونث: وہ عورت جو بچوں کی نگرانی کرتی کھلاتی اور بہلاتی اور دوسرے کام کرتی ہے، بچے کھلانے والی عورت، کھلائی ہے

کس طرح آیا کو لے کر اڑ گیا صاحب کا کک

(ب ا، ۲۶۱)

آیات (ع) مونث نیز مذکر

: آیت (= فقرہ) کی جمع، قرآن کا ہر فقرہ (چاہے مرکبِ تام ہو یا مرکبِ ناقص) جس کے بعد قرآن کے رسم الخط

میں گول نشان ○ بنایا جاتا ہے ؎

مجبُوس تھے اعراب میں قرآن کے آیات

(محمد علی باب، من ک ۴۶۰)

: نشانیاں ؎

آئے النفس و آفاق میں پیدا ترے آیات

(لینن، ب ج ۱۰۶)

آیا تو کیا (ار ار ار) : (اے اقبال تو دیدار عام کا مژدہ لے کر) آیا تو اس وقت آنے سے کیا فائدہ (کیونکہ جو نیلے مسلمان قید و بند میں پڑے ہیں اور جو موجود ہیں وہ خطاب اور جاگیر کے خواہشمند ہیں دیدار عام کے نہیں) ؎

لے کے اب تو وعدۂ دیدار عام آیا تو کیا

(شمع اور شاعر، کلیّہ، ب د ۱۸۵)

آیا ہے (ار ار) : وارد ہوا ہے، پہنچا ہے ؎

آیا ہے تو جہاں میں مثال شرار دیکھ

(عزلیات، ب د ۹۸)

آیتے (ع ف) مؤنث، آیت، قرآن پاک کا فقرہ ؛ — (= ایک) : ایک آیت ؎

تو سراپا آیتے از سورۂ قرآن فیض

(ذکریٰ اخشتری، ب ا ۱۳۲)

آیہ (ع) مذکر : آیت، قرآن کا ہر فقرہ (جس کے بعد گول نشان بنا ہوتا ہے (چاہے مرکب تام ہو یا ناقص) ؎

آبتاؤں تجھ کو رمزِ آیۂ اِنّ الملوک

(خضر راہ، ب د ۲۶۰)

آیۂ رحمت (ـ ف ع) مذکر، آیہ + ٔ (علامت اضافت) + رحمت (رک) : رسالتمآب صلعم جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نشان یا رحمۃ للعالمین ہیں ؎

حضور آیۂ رحمت میں لے گئے مجھ کو

(حضور رسالتمآب میں، ب د ۱۹۷)

آیۂ کائنات (ـ ع) مذکر : کائنات کو آیت سے تشبیہ دی ہے ؎

آیۂ کائنات کا معنی دیر یاب تو

(ذوق و شوق، ب ج ۱۱۲)

ب

ب (ف) کلمۂ جار: میں ہے
سب مُسافر ہیں بظاہر نظر آتے ہیں مقیم
(۳۹، ب ج ، ۶۱)

با (ف کلمۂ معیّت: صاحب ، والا (کوئی صفت وغیرہ) رکھنے والا

باتمیز (- ع) صفت، با+تمیز (= سلیقہ، تہذیب) مہذّب، سلیقہ مند ہے
جو بے شعور ہوں یوں باتمیز بن بیٹھیں
(ایک پہاڑ اور گلہری ، ب د ، ۳۱)

باخبر (- ع) صفت، با+خبر (رک) خبر رکھنے والا، مطّلع خبردار، واقف ہے
عذاب دانش حاضر سے باخبر ہُوں میں
(۴۲، ب ج ، ۶۲)

باشرف (- ع) صفت، با+شرف (= بزرگی)، جسے بزرگی اور فوقیت وغیرہ حاصل ہو ہے
عشق ہے مرگ باشرف مرگ حیات بے شرف
(۱۶، ب ج ۴۱۰)

باصفا (- ع) صفت ، با+ صفا (= صفائی دل ، خلوص)
: دل میں کپٹ نہ رکھنے والا ، پرخلوص ہے
وہ مرد پختہ کار وحق اندیش و باصفا
(ب ا ، ۲۶۶)

بافروغ (- ع) صفت ، با (رک) + فروغ (رک):
مراد روشن دماغ ہے
آہ یورپ بافروغ و تابناک
(پیر و مرید ، ب ج ، ۱۳۴)

باکمال (- ع) صفت ، با+کمال (= ہنر، اعلیٰ درجے کا فن)
: فن کا ماہر ہے
آدمی باکمال ہوتے ہیں
(ب ا ، ۲۲۴)

باوضو (- ع) با + وضو (نماز کے لیے مقرر طریقے سے منہ ہاتھ وغیرہ دھونے کا عمل): وضو کیے ہوئے ، مراد، آنسوؤں سے تر ہے
عبادت چشم شاعر کی ہے ہر دم باوضو رہنا
(تصویر درد ، ب د ، ۴۰)

باہر کمال اندکے آشفتگی خوش است
ہر چند عقل کل شدۂ بے جنوں مباش

: ہر کمال کے ساتھ تھوڑا بہت عاشقانہ رنگ بہتر ہے (لہٰذا) چاہے تو عقل کل (یعنی جبریل) کے مرتبے کو پہنچ جائے اپنے میں کسی قدر جنون (عشق) کی کیفیت ضرور پیدا کر
(مذہب ، ب د ، ۲۴۶)

باہم (- ف) : ایک دوسرے کے ساتھ (رک جذب باہمی)

باب (ع) مذکر : دروازہ ہے
ہندوستاں کی تیغ ہے فتّاح ہشت باب
(پنجاب کا جواب ، ب ا ، ۲۱۸)

بابل (ع) مذکر، چار ہزار سال قبل مسیح عراق کا دارالحکومت تھا جس کی شہر پناہ کا طول پندرہ میل تھا اور اس میں ڈھائی سو دروازے تھے ، ایک انقلاب آیا جس نے اس شہر کو تہس نہس کر دیا ہے
مصر و بابل مٹ گئے باقی نشاں تک اب نہیں
(ب ا ، ۲۶۳)

بابو (ار) بنگالی سے تخاطب کا کلمہ (بنگال میں ہر چھوٹے بڑے لڑکے کو بابو کہتے ہیں ، دفتر کا کلرک ہے
مل گئی بابو کو دھوتی اور پگڑی چھن گئی
(ب ا ، ۲۶۳)

بابوجی (ار) مذکر، شریف آدمی جس کی وضع انگریزی ہو اس سے تخاطب کا کلمہ ہے
بابوجی درویش ہوں میں ہو چکا آتا مرا
(دین و دنیا ، ب ا ، ۱۱۰)

بات (ار) مونث : بیان، گفتگو ہے
مکھی نے جو مکڑے کی سنی بات تو بولی
(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۲۹)

: معاملہ ، رُوداد ہے
لیکن فقیہ شہر نے جس دم سنی یہ بات
(محاصرۂ ادرنہ ، ب د ، ۲۱۶)

= بڑائی، خوبی، صفت ہے۔
جو بات مجھ میں ہے تجھ کو ہے وہ نصیب کہاں
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د ۳۱۰)

بات پانا (ـ ار) : راز کو سمجھ لینا ہے۔
جو بات پا گئے ہم تھوڑی سی زندگی میں
(بزم انجم، ب د، ۲۷۴)

بات چھڑنا (ار) : ذکر شروع ہونا، باتوں باتوں میں کسی تیر بات کا تذکرہ نکل آنا ("وہ" سے حضرت موسیٰؑ کے سوال ارنی کرنے اور محروم رہنے کی طرف اشارہ ہے) ہے۔
بات پھر وہ چھڑ نہ جائے یہ تقاضا اور ہے
(ب ا ، ۴۴۹)

بات کہنے کی نہیں (ار) روزمرہ : اکثر گستاخی معاف ہو جگہ مستعمل ہے۔
بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے
(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

بات یہ کیا ہے : اس کی وجہ کیا ہے کس سبب سے ایسا ہو رہا ہے یا ہوا ہے۔
بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں
(شکوہ، ب د ۱۶۷)

باتوں میں (ار) : بات چیت میں، دلنشین لفظوں کی مٹھاس سے ہے۔
اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
(ظریفانہ، ب د ۲۹۱)

باد (ف) مونث : ہوا

بادبان (ـ ف) : مذکر : وہ پردہ جو ہوا بھرتے یا ہوا کا رخ بدلنے کے لیے ناو یا جہاز پر لگاتے ہیں، پال ہے۔
مرا جہاز ہے محروم بادبان پھر کیا
(میں اور تو، ب د ۲۲۰)

بادِ بہار (ـ ف) باد + اضافت + بہار (رک) : بہار کے موسم کی خوشگوار ہوا ہے۔
ہے مرے باغ سخن کے لیے تو بادِ بہار
(حسن و عشق، ب د ۱۱۶)

بادِ بہاری (ـ ف ف) مونث، بادِ بہار + ی (لاحقۂ نسبت) = رک بادِ بہار ہے۔
پھول کو بادِ بہاری کا پیام آیا تو کیا
(شمع اور شاعر، شمع، ب د ۱۸۰)

بادِ صبا (ـ ع) مونث : صبح کے وقت کی گوشۂ شمال و مشرق کی ہوا، پروا ہوا، ہوا ہے۔
اے بادِ صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
(غزلیات، ب د ۲۷۷)

بادِ مُراد (ـ ع) مونث، باد + اضافت + مراد (رک) : موافق ہوا ہے۔
یہی ہے فصل بہاری یہی ہے بادِ مراد
(ہ، ب ج ۸)

بادِ نشاط افزائے علم (ف ع ف ف ع) باد (= ہوا) + اضافت + نشاط (سرور، اُمنگ) + افزا مصدر افزودن (= بڑھانا) سے فعل امر + ے (اضافت) + علم (= حکمت، دانش) علم کی ہوا جس سے اُمنگ اور ولولے میں اضافہ ہو (علم کو ایسی ہوا سے تشبیہ دی ہے جس سے نشاط اور مسرت روحانی میں اضافہ ہو) ہے۔
تھی نری مرہم نفس بادِ نشاط افزائے علم
(نالۂ فراق، ب د ۷۸)

بادشاہ (ف) مذکر : حکمراں، سلطان، والی ملک ہے۔
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
(غزلیات، ب د ۱۰۴)

بادشاہی (ف) مونث : بادشاہ (رک) کا اسم کیفیت، حکمرانی (جسم پر ہو یا روح پر یا کسی اور چیز پر)
(رک بادشاہی علم اشیا کی)

بادشاہی علم اشیا کی (ـ ع ع ا) مونث، بادشاہی (= تسلط کامل، قدرت، حکم) + علم (رک معنی ۲) + اضافت + اشیا (رک) + کی (رک) : کل اشیا یعنی کائنات کی حقیقت کا علم (جو آنحضرتؐ کے وسیلے سے حاصل ہوا، اس کا مصداق حدیث رسولؐ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا (= میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے) کی رو سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات مبارک ہے، مصرع کا پہلا ٹکڑا بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خاص تعلق رکھتا ہے کیونکہ آپ ولی اللہ بھی ہیں۔

ہے

ولایت بادشاہی علمِ اشیا کی جہانگیری

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۱)

عموماً لوگوں کو اس طرح پڑھتے سنا ہے ولایت، بادشاہی، علم اشیا کی جہانگیری — یعنی وہ "بادشاہی" کو الگ ایک صفت قرار دیتے ہیں حالانکہ جس مردِ مومن کا ذکر ہے اسے بادشاہی سے کوئی ربط نہیں، دراصل یہ لفظ "علم اشیا کا" مضاف الیہ ہے یعنی "علم اشیا کی بادشاہت" جو ولایت سے تعلق خاص رکھتی ہے"

بادل (ار) مذکر: رک ابر ہے

آسماں بادل کا پہنے خرقۂ دیرینہ ہے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۴۹)

بادہ (ف) مذکر

: شراب ہے

حرارت ہے بلا کی بادۂ تہذیبِ حاضر میں

(تہذیبِ حاضر، ب ج، ۲۲۵)

: جذبۂ عشقِ رسولؐ جو ہمیشہ سے مسلمان کے دل میں ہے ہے

بادہ دیرینہ ہو اور گرم ہو ایسا کہ گداز

(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

بادہ آشام (– ف) صفت، بادہ + آشام، مصدر آشامیدن (= پینا) سے فعل امر: شراب پینے والا ہے، مراد شرابِ اسلام کے میکش ہے

بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

بادہ خوار (– ف) بادہ + خوار (رک): شراب پینے والا

فیوضِ اسلام کے چشموں سے مستفیض ہونے والا ہے

بنے گا سارا جہاں میخانہ ہر کوئی بادہ خوار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

بادہ کش (– ف) بادہ + کش، مصدر کشیدن (= کھینچنا مراد پینا) سے فعل امر: عیش و عشرت کی شراب پینے والے ہے

بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لبِ جو بیٹھے

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

بادہ گردانِ عجم: (– ف ع) صفت، بادہ + گردان، مصدر گردانیدن (پھرانا) سے فعل امر + عجم (رک): مراد غیر عرب ممالک کی شرابِ علم پینے والا غیر اسلامی درسگاہوں میں تعلیم پانے والا ہے

بادہ گردانِ عجم وہ عربی میری شراب

(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

بادہ نیا: مراد وہ اسلام جس پر آج کے مسلمان عامل ہیں اصلی اسلام نہیں ہے

بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

بادہ و جام (– ف ف) مذکر، بادہ + و (عطف) + جام (رک): مراد جنت کی شرابِ طہور ہے

حور و خیام سے گزر بادہ و جام سے گزر

(۵، ب ج، ۲۹)

بادہ ہے نیم رس الخ: ابھی مسلمانانِ ہند میں اسلامی انقلاب برپا کر دینے کا جذبہ پختہ نہیں ہوا ہے

بادہ ہے نیم رس ابھی ذوق ہے نارسا ابھی

(طلبۂ علیگڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۵۰)

بادیہ (ف) مذکر: جنگل، صحرا

بادیہ پیما (– ف) صفت، بادیہ + پیما (رک): جنگلوں جنگلوں پھرنے والا ہے

شہر کی کھائے ہوا بادیہ پیما نہ رہے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۴)

بادیہ پیمائی (– ف ف) مونث، بادیہ پیما (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت): جنگلوں میں دیوانہ وار پھرنا، تلاشِ محبوب میں دشت و بیاباں کی خاک چھاننا ہے

کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر

(غزلیات، ب د، ۲۸۰)

بارِ امانت (ف) مذکر

: بوجھ خدائے تعالیٰ کی معرفت کی ذمہ داری جو روزِ ازل کل مخلوقات کے سامنے پیش کی گئی اور اس وقت

انسان کے سوا کوئی اس بوجھ کو اٹھانے پر رضامند نہ ہوا ہے

بارِ جو مجھ سے نہ اٹھا وہ اٹھایا تو نے
(انسان اور بزمِ قدرت، ب، ۵۵)

: ناگوار (دک بارِ گوش)

: پھل، ثمرہ، مراداً نتیجہ ہے (دک بارآور)

: دفعہ، مرتبہ ہے

آفریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں
(دنیائے اسلام، ب د، ۸۸)

: دخل، رسائی، اجازت ہے

نہیں بار صاحب کے تیبل پہ اس کو
(ب ا، ۴۶۲)

بارآور (- ف) صفت، بار + آور، مصدر آوردن (= لانا) سے فعل امر: نتیجہ خیز ہے

ممکن نہیں اس باغ میں کوشش ہو بارآور تری
(مسلمان اور تعلیمِ جدید، ب د، ۲۴۳)

بارِ دوشِ روزگار (- ف ف)، بار + اضافت + دوش (دک) + اضافت + روزگار (دک): دنیا کے کندھے پر لدا ہوا، مراداً زندہ ہے

رہ نہیں سکتی ابد تک بارِ دوشِ روزگار
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۰۱)

بارِ گراں (- ف) مذکر، بار + اضافت + گراں (دک)
: بھاری بوجھ جو ناگوار ہو ہے

شانۂ روزگار پہ بارِ گراں ہے تو کہ میں
(ج، ب ج، ۲۰۰)

بارِ گوش (- ف) صفت، بار + گوش (دک)، کانوں پر گراں، ناگوار

فغانِ نیم شب شاعر کی بارِ گوش ہوتی ہے
(عرفی، ب د، ۲۳۸)

بارور: دک بارآور ہے

غربت کی ہوا میں بارور ہو
(عبدالرحمٰن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت، ب ج، ۴۲)

باریابی (- ف ف) مونث، بار + یاب، مصدر یافتن (= پانا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت): کسی کی خدمت یا دربار میں رسائی، حضوری، داخلہ ہے

تیری محفل میں باریابی ہے
(ب ا، ۵۷۳)

بار۲ (ف) مصدر باریدن (برسنا، برسانا) سے فعل امر مرکبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے ع (دک خوں نابہ بار)

باراں (ف) مذکر، بارش، مینھ (جو کھیتی کو سرسبز کرتا ہے) ہے

دانہ تو کھیتی بھی تو باراں بھی تو حاصل بھی تو
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۲)

بارِش (ف) مونث، مصدر باریدن (= برسنا) کا حاصل مصدر، اول سے پانی برسنا، نیز استعارۃً ہے

بارشِ رحمت ہوئی لیکن زمیں قابل نہ تھی
(نانک، ب د، ۲۳۹)

بارشِ سنگِ حوادث (- ف ع) مونث، بارش + اضافت + سنگ (دک) + حوادث (دک): مصیبتوں کے پتھر برسنے کی صورتِ حال، مراداً افلاس اور دوسری قسم کے آثارِ تنزل ہے

بارشِ سنگِ حوادث کا تماشائی بھی ہو
(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۲)

بارگاہ/بارگہ (ف): دربار
(دک شمعِ بارگہِ خاندانِ مرتضوی)

باریک (ف) صفت
: مہین، پتلا، نازک ہے

لٹکے ہوئے دروازوں پہ باریک ہیں پردے
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

: نوکدار (جس کے گڑ جانے کا اندیشہ ہو)

چبھ نہ جائے دیکھنا باریک ہے نوکِ قلم
(طفلِ شیرخوار، ب د، ۹۶)

: دقیق، پیچیدہ (جو آسانی سے سمجھ میں نہ آئے جس پر مشکل سے نگاہ پہنچے) ہے

بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں

(غزلیات، ب د، ۹۹)

باریک بیں (۔ف) صفت: بال کی کھال نکالنے والے نسفی یا کمزور عقیدے والے جو آنحضرتؐ کی شان مبارک میں گستاخی کرتے اور آپ کو اپنی طرح کا انسان سمجھتے ہیں ؎

بہت مدت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں

(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

باریکی (ف) مونث، نکتہ، نزاکت، لطافت، موشگافی ؎

اور دکھلائیں گے مضموں کی ہیں باریکیاں

(داغ، ب د، ۸۹)

باز (ف) مذکر
: شاہین، شہباز (رک) ؎

کرتے زندگی باز کی زاہدانہ

(شاہین، ب ج، ۱۶۵)

: مراد آزاد قوم جو نفسیاتی طور پر دلیر ہو جاتی ہے ؎

پوشیدہ رہیں باز کے احوال و مقامات

(ہندی مکتب، ض ک، ۷۸)

بازِ بے کسی (۔ف) مذکر، باز (رک ۲) + اضافت + بے کسی (رک): بیکسی کو اس بات میں باز سے تشبیہ دی ہے کہ انسان اس میں مبتلا ہو کر ایسا معذور و مجبور ہو جاتا ہے جیسا باز کے پنجے میں طائر ؎

ہو گئی پھر کبوں ہیں صید بازِ بے کسی

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۹)

بازار (ف) مذکر: منڈی، اجناس و اشیاء کی دوکانوں کا مقام یا محلہ، دل فروشی یا عشق کو بازار سے تشبیہ دی ہے (مناسبت مزید کے لیے دیکھو سودائے زیاں) ؎

مرے بازار کی رونق ہی سودائے زیاں تک ہے

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

باز امروز مسیحا را ہویدا کردہ ام
پیکرے را با زبان خامہ گویا کردہ ام

میں نے آج پھر حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ دکھا دیا کہ قلم کی زبان سے جسموں میں نطق اور گویائی کی روح پھونک

دی (لوگ اشعار سن کر بول پڑے)

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۷)

بازُو (ف) مذکر
: کہنی سے شانے تک جسم انسان کا حصہ، ڈنڈ، ہاتھ، مراد قوت، ہیبت ؎

بازو ترا اسلام کی قوت سے قوی ہے

(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

: شہپر ؎

ترے بازو میں ہے پروازِ شاہینِ قہستانی

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

بازُوئے حَیدر (۔ف ع) مذکر، بازو + ے (علامت اضافت) + حیدر (= شیر؛ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام جو ان کی مادر گرامی نے رکھا تھا وجہ تسمیہ یہ تھی کہ جب کعبۃ اللہ میں آپ پیدا ہوئے تو دوسرے یا تیسرے دن ایک اژدہا آپ کی طرف بڑھا جو اب سے پہلے کتنے ہی انسانوں کو ڈس چکا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جھولے میں انگڑائی لی اور ننھے ننھے ہاتھوں سے اس کے کلے چیر دیے، مادر گرامی نے یہ دلیری اور ہمت دیکھ کر آپ کا نام حیدر رکھ دیا، اس جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ طاقت مراد ہے جس کی بنا پر آپ خدا کے شیر کہلاتے ہیں ؎

مجھے بازوئے حیدر بھی عطا کر

(۵، ب ج، ۱۹)

بازی (ف) مونث: کھیل

تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا

(پنجابی مسلمان، ض ک، ۶۱)

: چال، فریب ؎

نہ ہے ستارے کی گردش نہ بازیِ افلاک

(۲۳، ب ج، ۴۶)

بازیِ طِفلانہ (۔ ع ف) بازی + طفل (= بچہ، کم سن) + انہ (لاحقہ نسبت)، بچوں کا کھیل، بہت آسان ؎

قصۂ دار و رسن بازیِ طفلانۂ دل

(دل، ب د، ۶۱)

بازی گاہ (ف) ظرف، مونث نیز مذکر، بازی + گاہ

(= جگہ) کھیل کا میدان ہے۔
اے ہمالہ کوئی بازی گاہ ہے تو بھی جسے
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

بازی لے جانا (ار) = جیت جانا، ہرا دینا ہے۔
مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
(خضر راہ، ب د، ۲۶۳)

بازیچہ (ف ف) مذکر، بازی (رک) + چہ (لاحقۂ تصغیر) معمولی کھیل ہے۔
قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر
(آزادی، ض ک، ۶۲)

باسی (ار) صفت = بسنے والا، رہنے والا، باشندہ ہے۔
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے
(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

باطل (ع) صفت
= غلط، بے حقیقت، بے وجود ہے۔
جو نمود حق سے مٹ جاتا ہے وہ باطل ہوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

= کفر یا کفار ہے۔
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
(ترانۂ ملی، ب د، ۱۰۹)

باطل پرستی (ع ف) مونث، باطل + پرست (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)، جھوٹ کی پوجا کرنے یا ناحق کو فروغ دینے کا عمل ہے۔
دہر میں غارت گر باطل پرستی میں ہوا
(مسلم، ب د، ۱۹۶)

باطن (ع) مذکر
= اندرون، اندرونی اسرار ہے۔
ہے تجھے واسطہ حقیقت سے
اور باطن سے آشنا ہوں میں
(عقل و دل، ب د، ۴۲)

= مراد طبیعت و مزاج ہے۔
صورت دل ہے یہ ہر چیز کے باطن میں مکیں
(... کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۱۱)

باعث (ع) صفت مذکر = سبب، ذریعہ، علت ہے۔
باعث ہے تو وجود و عدم کی نمود کا
(آفتاب، ب د، ۴۳)

باغ (ف) مذکر = وہ جگہ جہاں پھل پھول کے درخت ہوں مراد دنیا ہے۔
اس باغ میں قیام کا سودا بھی چھوڑ دے
(غزلیات، ب د، ۱۰۸)

باغبان (ف) مذکر:
= باغ کی رکھوالی کرنے والا، مالی، بھارت کے ہندو مسلمان جو ہندوستان میں رہتے بستے مگر آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں ہے۔
تری قسمت سے رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں
(تصویر درد، ب د، ۷۰)

= مراد دیکھ بھال کرنے والا، آبیاری یا سرپرستی کرنے والا ہے۔
کیا خدا نے نہ محتاج باغباں مجھ کو
(التجائے مسافر، ب د، ۹۲)

باغ رضواں (ع ع) مذکر، باغ + اضافت + رضواں (رک) = جنت، بہشت ہے۔
رہی ہیں ایک مدت غنچہ ہائے باغ رضواں میں
(پھولوں کی شہزادی، ب د، ۲۴۳)

باغی (ع) صفت = سرکشی اور نافرمانی کرنے والا۔
(باغی مرید، ب ج، ۱۶۰)

باغی مرید = یہ بال جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انہوں نے ایک مرید کی زبان سے وہ معائب بیان کیے ہیں جو موجودہ زمانے کے پیروں میں پائے جاتے ہیں۔
(ب ج، ۱۶۶)

باقی (ع) صفت
= بچا ہوا، مزید، موجود ہے۔
موت کا نسخہ ابھی باقی ہے اے درد فراق
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

= اس کے علاوہ اور سب ہے۔

حکمراں ہے اک دبی بانی بتان آزری
(خضرِ راہ، ب د ۲۱۱)

باقیات (ع ج) مذکر، باقی (= بچا ہوا) + ات (لاحقۂ جمع مؤنث) : بچی ہوئی چیزیں

باقیاتِ اقبال، اقبال کا وہ کلام جو مرحوم کے مرتب کردہ دیوانوں کی اشاعت کے بعد بھی باقی رہ گیا، یہ کلام مختلف اردو رسائل میں شائع ہوا تھا جسے ان کے قدردانوں نے محفوظ کر لیا تھا ۱۹۵۲ء میں اسے سید عبدالواحد معینی ایم اے معتمد مجلس اقبال (کراچی) نے شائع کیا پھر بعد میں جناب محمد عبداللہ قریشی کے تعاون اور جستجو سے کچھ اور کلام دستیاب ہوا جو دوسرے اور تیسرے ایڈیشن میں شامل ہے
(ب ا، سرورق)

باک (ف) مذکر: ڈر، خوف ع
یہ بات جو حاصل ہو تو کچھ باک نہیں ہے
(ترجمہ از ڈانٹگ، ب ا، ۱۹۶)

بال۱ (ا) مذکر: رواں، رونگٹا، موئے بدن۔

بال بال (ا) بال + بال: ایک ایک رواں، ہر ایک، سر موئے ع
لرزتا تھا ڈر سے مرا بال بال
(ماں کا خواب، ب د ۲۶)

بال۲ (ف) مذکر: پَر، شہپر (دیکھیے پر و بال)

بال بازاں را سوئے سلطاں برد
بال زاغاں را بگورستاں برد
: پرواز کی قوت (اور عالی ہمتی) باز کو بادشاہ کے پاس لے جاتی ہے اور یہی پرواز کی قوت (اور کم ہمتی) کوّے کو قبرستان میں پہنچا دیتی ہے (خدائے تعالیٰ نے دونوں کو بازو دے دیے ہیں اب یہاں کی اپنی اپنی ہمت ہے کہ ایک بادشاہ کے ہاتھ پر جگہ پاتا ہے اور دوسرا مردار کھاتا ہے۔
(پیر و مرید، ب ج ۱۳۹)

بال و پرِ روح الامین (ف ت ف ع) مذکر: بال (= پرندے کے بازو کا وہ جوڑ جس کی طاقت سے وہ پرواز کرتا ہے) + و (عطف) + پر (رک) + روح الامین (= حضرت جبریل جو وحی الٰہی لانے پر مامور تھے) : جبریل علیہ السلام کے پر و بال، مراد کنایۃً خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں تقرب کی طاقت ع
ذکر لیتا ہے بہ بال و پر روح الامیں پیدا
(طلوع اسلام، ب د ۲۷۱)

بالا (ف) صفت
: بلند (رک بالاتر)
: اوپر، پر ع
صبحدم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا
(شمع اور شاعر، شمع، ب د ۱۸۶)
: تیز، زیادہ ع
جنس کم یاب ہے آ نرخ کو بالا کریں
(عبدالقادر کے نام، ب د ۱۵۱)

بالائے بام (ف ف ت) ظرف، بالا + ئے (علامت اضافت) + بام (رک) : کوٹھے کے اوپر، (جو وہیں سے تماشا دیکھنے کی طرف اشارہ ہے) ع
صبحدم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا
(شمع اور شاعر، شمع، ب د ۱۸۶)

بالائے طاق رکھنا (ا) : چھوڑ دینا، نظر انداز کر دینا ع
رکھ کے میخانے کے سارے قاعدے بالائے طاق
(ظریفانہ، ب د ۲۹۰)

بالائے منبر (ف ف ع) بالا (= اوپر) + ئے (اضافت) + منبر (= مسجد وغیرہ میں وہ اونچا زینہ جس پر بیٹھ کر واعظ خطبہ دیتا ہے یا مجلس میں ذاکر پڑھتا ہے) ع
ہوس بالائے منبر ہے تجھے رنگیں بیانی کی
(تصویر درد، ب د ۷۱)

بالمیک: سنسکرت زبان کی رامائن کے مصنف کا نام جس میں انھوں نے راجا رام چندر جی کے حالات لکھے ہیں اور جس کا ہندی زبان میں تلسی داس جی نے ترجمہ کیا ہے ع
اے دیار بالمیک نکتہ پرداز الوداع
(صدائے درد، ب ا، ۲۹۴)

بالی (ا) مؤنث: کان کا بُندا یا دُربا (ماہِ نو استعارۃ ہے) ع

چرخ نے بالی چرالی ہے عروس شام کی
(ماہ نو، ب د، ۵۳)

بالیدہ (ف) صفت، مصدر بالیدن (= نشو و نما پانا، بڑھنا، ابھرنا) سے حالیہ تمام: سرسبز ہے۔
سینکڑوں نخل ہیں کاہیدہ بھی بالیدہ بھی ہیں
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۵)

بام (ف) مذکر
: کوٹھا، چھت ہے۔
اشکباری کے بہانے ہیں یہ اس کے بام و در
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۳)
: بلندی: عظمت ہے۔
رفعت میں آسماں سے بھی اونچا ہے بام ہند
(رام، ب د، ۱۷۷)

بامِ حرم (ف ع) بام + اضافت + حرم (= کعبہ، مراداً ہر مسجد): اسلامی عبادت گاہ ہے۔
ہوئی بام حرم پر آکے یوں گویا مؤذن سے
(پیام صبح، ب د، ۵۹)

بامِ عرش کے طائر (ف ع ار ع) بام + اضافت + عرش (ع) + کے (رک) + طائر (= پرند): عرش کی بلندی پر رہنے والے ملائکہ ہے۔
کہ بام عرش کے طائر ہیں میرے ہمزبانوں میں
(تصویر درد، ب د، ۷۰)

بامِ گردوں (ف ف) مذکر: بام + اضافت + گردوں (= آسمان): آسمان کا کوٹھا، آسمان کو بلندی کے باعث کوٹھے سے تشبیہ دی ہے۔
بام گردوں سے وہ یا صحن زمیں سے کوئی
(انسان اور بزم قدرت، ب د، ۵۵)

بام و در (ف ف) مذکر، بام + و (عطف) + در (= دروازہ): عمارت کا ہر حصہ (دیواریں، دروازے، چھت وغیرہ) ہے۔
اشکباری کے بہانے ہیں یہ اس کے بام و در
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۳)

بان (ف) لاحقہ: اسم سابق سے مل کر چلانے والے کے معنی دیتا ہے۔
(رک یکہ بان)

باندھنا (ار)
: بنانا (رک آشیاں باندھنا)
: (جسم پر) پہننا ہے۔
باندھتے ہیں پھول بھی گلشن میں احرام حیات
(نوید صبح، ب د، ۲۱۱)
: کسی خیال یا مضمون کو نظم کرنا ہے۔
باندھا مجھے جو اس نے تو چاہی مری نمود
(شمع، ب د، ۴۶)

باندھیے بستر: چلے جایئے، نکل جایئے ہے۔
باندھیے بستر کراں دعظوں کی خاطر سامنے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۵)

بانکا (ار) مذکر: حسن کے ساتھ طرحدار، وضعدار اور خوش ادا ہے۔
کون ہے اس بانکے پرچے کا مدیر
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۰)

بانکپن (ار ار) مذکر، بانک، بانکا (= رنگیلا، چھبیلا، حسین) کی تخفیف + پن (کلمۂ نسبت)، حسن، مراد صنعت ہے۔
شاعر نے جس کو دیکھا قدرت کے بانکپن میں
(سلیمی، ب د، ۱۲۱)

بانکی (ار) مونث: حسن کے ساتھ طرحدار، وضعدار خوش ادا ہے۔
رنگیں کیا سحر کو بانکی دلھن کی صورت
(جگنو، ب د، ۸۴)

بانگ (ف) مونث: آواز، بلند آواز۔

بانگِ درا (ر — ف) گھنٹے کی آواز جو عموماً قافلے میں اس کی روانگی کے وقت یا چلتے ہیں بجایا جاتا ہے۔
قافلہ بیزار وداں بے منت بانگ درا
(ماہ نو، ب د، ۵۳)

بانگِ رحیل (— ع) مونث، بانگ + رحیل (= کوچ)

: وہ آواز "الرحیل" جو قافلے میں گھنٹہ بجنے کے وقت بلند ہوتی ہے ۔

گرجتی ہے جب فضائے دشت میں بانگِ رحیل
(خضرِ راہ، ب د، ۲۰۰)

بانگِ سرافیل (- ع) مونث، بانگ (رک صور پھونکنا) + سرافیل (اسرافیل) (رک) کی تخفیف ۔ اسرافیل فرشتے کے صور پھونکنے کی آواز ۔ پہلی آواز سے تمام انسان مرجائیں گے اور قیامت آجائے گی دوسری آواز سے سب زندہ ہو کر میدانِ حشر میں آجائیں گے ۔ یہاں دوسری آواز مراد ہے ۔

یا نعرۂ جبریل ہے یا بانگِ سرافیل
(شعر، ض ک، ۱۳۳)

بانی (ع) صفت ۔ بنیاد رکھنے والا، شروع کرنے والا ۔

ہوگا یہ کسی اور ہی اسلام کا بانی
(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

باہر (ار) کلمۂ ظرفیت ، اندر کی ضد، کسی محدود جگہ کے آس پاس کی جگہ جو اس کی حد سے خارج ہو ۔

باہر سے نظر آتی ہے چھوٹی سی یہ کٹیا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

باہیں (ار) مونث : دونوں ہاتھ (اس کا صحیح املا "بانہیں" ہے) ۔

ڈال دینا بڑھ کے باہیں وہ مرا بے اختیار
(تفتیش جرائی، ب ا، ۵۲۰)

بائع (ع) صفت : بیچنے والا ۔

آپ بائع آپ ہی نقد متاع و مشتری
(نالۂ درد، ب ا، ۳۰۸)

بائیں (ار) ظرف ۔ الٹے یا کھبے ہاتھ کی جانب ۔

دائیں بائیں گھورنے سے آنکھ کو کیا کام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۹)

بایزید : ایک مشہور صوفی کا نام جنھوں نے تصوف میں فقر کی زندگی بسر کی اور بہت سے مسلمان آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے ۔

فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۳)

ببول (ار) مذکر، کیکر کا درخت ۔

اسی کے بیاباں اسی کے ببول
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۶)

بپا (ف) : برپا ، قائم ۔

ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۶)

بت (ف) مذکر ۔ مورت جس کی پوجا کی جاتی ہے، ہر وہ چیز جو خدا کی طرف جانے سے روکے (رک بت فروشی، بت شکنی) : بتوں کی پوجا کرنے والے ۔

بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے
(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

بت پندار (- ف) بت + پندار (= غرور، گھمنڈ) : غرور جو انسان کو بت کی طرح خدا پرستی سے روکتا ہے ۔

بنا لیتے بت پندار کر اپنا خدا تو نے
(تصویر درد، ب د، ۳۷)

بت بن جانا (ار) : محو ہو جانا ، حیرانی میں چپ رہ جانا ۔

کہ بت بن گئے آج سب برہمن بھی
(ب ا، ۵۷۷)

بت بھی نئے : یعنی آج کا مسلمان جن چیزوں کی پرستش کرتا ہے مثلاً دولت ، عہدہ ، خطاب ، جاگیر وغیرہ ، وہ خود اس کے تراشے ہوئے بت اور بتخانوں کے بتوں سے مختلف ہیں ۔

حرم کعبہ نیا بت بھی نئے تم بھی نئے
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۰)

بت پرستی : بت + پرستی (رک) : بتوں کو پوجنا ، حسینوں سے عشق کرنا ۔

جرم ہاں جرم بت پرستی ہے
(ب ا، ۳۹۳)

بت خانہ (- ف) مذکر ، بت + خانہ (= گھر ، جگہ ، مقام) : وہ مقام جہاں کفار و مشرکین بتوں کی یا بت کی پوجا کریں ،

جو چیز خدا کی طرف جانے سے روکے ؛ مُراد مغربی تہذیب ؛ انگریزی تمدّن ہے ؎

کعبہ پہلو میں ہے اور سودائی بتخانہ ہے

(شمع اور شاعر ، شمع ، ۱۸۰)

بُت خانۂ چشم وگوش (- ف ف ف ف) مذکّر ، بتخانہ + ءِ (علامتِ اضافت) + چشم (رک) + و (عطف) + گوش (رک) : آنکھ اور کان (یعنی رنگ وصُورت) کا ایسا کرشمہ جو خدا تک جانے سے روکتا ہے ؎

یہ عالم یہ بتخانۂ چشم وگوش

(ساقی نامہ ، ب ج ، ۱۲۸)

بُت شِکَن (- ف) صفت ، بُت شِکن (رک) : بت توڑنے والا ؎

بت شکن اُٹھ گئے باقی جو رہے بُت گر ہیں

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۰)

بُت شِکَنی (- ف ف) مونّث ، بت + شِکن (رک) + ی (لاحقۂ کیفیّت) : بُت توڑنے کا کام ہے ؎

بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۴)

بُت فَروشی (- ف ف) مونّث ، بت + فروش ، مصدر فروختن یا فروشیدن (بیچنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیّت) ، بُت تراشش کر بیچنا ، بتوں کا کاروبار کرنا (سلطان محمود غزنوی کے اس فقرے کی طرف اشارہ جو اس نے سومنات فتح کرنے کے وقت (مندر کے پجاریوں کی اس پیشکش کے جواب میں کہ من مانا سونا لے لو مگر بُت نہ توڑو) کہا تھا کہ میں بُت فروش ، کہلانا نہیں چاہتا ؎

بُت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۴)

بُت کَدہ (- ف) مذکّر : بتخانہ (رک)

کعبے میں بت کدے میں ہے یکساں تری ضیا

(شمع ، ب د ، ۴۴)

؛ مراد ہندوستان جہاں ہنود بتوں کی پرستش کرتے ہیں ؎

بت کدہ پھر بعد مدّت کے مگر روشن ہوا

(نانک ، ب د ، ۲۴۰)

بُت کَدۂ چِیں (- ف ا ر) مذکّر بت کدہ (رک) + ءِ (اضافت) + چین (= مشہور ملک جو بھارت کے شمال میں واقع اور قدیم علوم میں مشہور ہے) : مراد چینی تمدّن و تہذیب اور روایات وخیالات ، اسلام کے علاوہ ہر قسم کی تعلیم جو اس وقت بھارت میں رائج تھی ؎

رخصت جاں بتکدۂ چیں سے اٹھالیں اپنا

(عبدالقادر کے نام ، ب د ، ۱۳۲)

بُت کَدۂ صِفات (- ف ع) مذکّر ، بت کدہ (رک) + ءِ (علامتِ اضافت) + صفات (رک) : مظاہرِ صفات باری تعالیٰ (کائنات مادی) جنھیں اگر سطحی نظر سے دیکھا جائے تو نگاہ کو اپنی دلکشی میں اُلجھا لیتے ہیں اور خدا تک رسائی نہیں ہونے دیتے اس لیے انھیں بتکدے سے تعبیر کیا ہے ؎

غلغلہ ہائے الاماں بُت کدۂ صفات میں

(ا ب ج ، ۵۰)

بُت گَر (- ف) صفت : بت گری (رک) کی صفت ہے ؎

بُت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۰)

بُت گَری (- ف ف) مونّث ، بُت + گر (لاحقۂ صفت فاعلی) + ی (لاحقۂ کیفیّت) : بت تراشنا ، بت بنانا ہے ؎

بت گری پیشہ کیا بت شکنی کو چھوڑا

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۸)

بُتِ ہَستی (- ف) مذکّر ، بُت + اضافت + ہستی (= وجود) : وجود ماسوی اللہ کو بُت سے تشبیہ دی ہے ؎

توڑ دیتا ہے بُت ہستی کو ابراہیم عشق

(سوامی رام تیرتھ ، ب د ، ۱۱۴)

بُتِ ہِندی (- ع ف) مذکّر ، بُت + ہند (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : ہندوستانی حسین لڑکیاں ؎

بُت ہندی کی محبّت میں برہمن بھی ہوئے

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۴)

بتا تیری رضا کیا ہے : (رک) خودی کو بلند کرنا ۔۔
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے
(۴۳، ب ج ۵۰۰)

بُتان (ف) مذکر، بت (رک) کی جمع

بُتانِ رنگ و بو : ذات پات نسل اور قبیلے کے امتیازات ۔۔
بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
(طلوعِ اسلام، ب د ۲۷۰)

بُتانِ عجم (ف ع) مذکر، بتان + عجم (رک) : بیرونِ عرب کی یعنی غیر اسلامی رسمیں یا خیالات وغیرہ ۔۔
بتانِ عجم کے پجاری تمام
(ساقی نامہ، ب ج ۱۲۴)

بُتانِ عصرِ حاضر (ف ع ع) مذکر، بُت (رک) + ان (لاحقۂ جمع) + عصرِ حاضر (رک) : مراد آج کل کے نوجوان ۔۔
یہ بتانِ عصرِ حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں
(۱۱، ب ج ۱۰۰)

بتانِ عہدِ عتیق : مراد نسل قوم قبیلے اور ذات پات کا امتیاز ۔۔
بغل میں اس کی ہیں اب تک بتانِ عہدِ عتیق
(۱۱، ب ج ۳۰۰)

بتانا (ار)
: بیان کرنا، جواب دینا ۔۔
مگر بتا طرزِ انکار کیا تھی
(غزلیات، ب د ۹۹)

: ظاہر کرنا، بیان کرنا، کہنا ۔۔
کچھ بتا اس سیدھی سادی زندگی کا ماجرا
(ہمالہ، ب د ۲۳)

بتر (ف) صفت، بدتر (= بہت برا) کی تخفیف ۔۔
غلامی سے بتر ہے بے یقینی
(رباعیات، ب ج ۸۱)

بتوں سے (ف ار) بتوں، بت (رک) کی جمع + سے (رک) : بتوں کی پوجا سے، اس تعصب سے جو بتوں کی پوجا کرنے کے باعث خدا کے پجاریوں سے ہے ۔۔
اپنوں سے بیر رکھنا تو نے بتوں سے سیکھا
(نیا شوالا، ب د ۸۸)

بٹنا (ار) : ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا ۔۔
اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے
(وطنیت، ب د ۱۶۱)

: تقسیم ہونا، سب کو تھوڑا تھوڑا دیا جانا ۔۔
انعام بٹ رہے ہیں تری جلوہ گاہ میں
(ب ا ۵۹۰)

بجا (ف) درست، ٹھیک ۔۔
ہے بجا شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم
(شکوہ، ب د ۱۶۳)

بجز (ف) کلمۂ استثنا : سوائے ۔۔
مسجد میں دھرا کیا ہے بجز موعظہ و پند
(۱۶، ب ج ۲۰۰)

بجلی (ار) مونث : بادلوں میں چمکنے والی لکیر، فضا میں بھاپ کی رگڑ سے پیدا ہونے والا شعلہ، برق ۔۔
کیا وہاں بجلی بھی ہے دہقاں بھی ہے خرمن بھی ہے
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د ۳۹)

بجلی گرنا (- ار) : آفت آنا، مصیبت نازل ہونا، صدمہ پہنچنا ۔۔
گری اس تبسم کی بجلی اجل پر
(عشق اور موت، ب د ۵۸)

بجلیاں (ار) مونث (بجلی (رک) واحد) : مراد آزمائشیں (جو عشق میں پیش آتی ہیں) ۔۔
بجلیاں بیتاب ہوں جن کو جلانے کے لیے
(غزلیات، ب د ۹۹)

بجلیوں : بجلی (رک) کی جمع
بجلیوں کے آشیانے الخ : استعارۃً جن کی تلواریں بجلی کی طرح چمکتی تھیں ۔۔
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے
(صقلیہ، ب د ۱۲۳)

بجلیوں کے ساتھ کھیلتے ہیں : بجلیوں کے رفیق اور ساتھی بن گئے

ہیں، بجلیوں کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے ؎

کھیلتے ہیں بجلیوں کے ساتھ اب نالے مرے

(وصال، ب د، ۱۲۰)

بجھا چاہنا (ا ر ا ر) : گل ہونے پر آمادہ ہونا، بجھنے کے وقت سے قریب ہونا، مرنے کے دن آ لگنا ؎

چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں

(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

بجھانا (ا ر)

: (چراغ کو) سرد کرنا، اس کی لَو کو پھونک وغیرہ سے گل کر دینا ؎

ترے آنسوؤں نے بجھایا اسے

(ماں کا خواب، ب د، ۲۷)

: آگ کو سرد کرنا، شعلگی کو ختم کر دینا ؎

بجھائے خواب کے پانی نے اخگر اس کی آنکھوں کے

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

بجھنا : تسکین پانا (اطبا نے بتایا اور دیہات کے سفر میں تجربہ بھی ہوا کہ گرمی میں پیاس کی شدت کے وقت عقیق کا نگینہ زبان کے نیچے دبانے سے تشنگی کی شعلگی میں تسکین ہو گئی)

ہمیشہ وردِ زباں ہے علی کا نام اقبال

کہ پیاس روح کی بجھتی ہے اس نگینہ سے

(غزلیات، ب ا، ۴۵۵)

: افسردہ ہونا (رک دل بجھنا)

بچا بچا کے (ا ر) : احتیاط کے ساتھ، زد سے ہٹا کے، مراد (آئینۂ دل کو) صدمۂ عشق سے الگ رکھ کے ؎

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئنہ ہے وہ آئنہ

(غزلیات، ب د، ۲۶۱)

بچانا (ا ر) : دور رکھنا (کسی شے کی ضرورت نہ ہونے کے اظہار میں مستعمل ہے) ؎

: محفوظ رکھنا ؎

ان نرم بچھونوں سے خدا مجھ کو بچائے

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

بچ بچ کے چل (ا ر) : احتیاط کے ساتھ یا آہستہ آہستہ راستہ طے کر، پھونک پھونک کر قدم رکھ، مراد ہر معاملے میں احتیاط پر عمل کر ؎

زندگی کی رہ میں چل لیکن ذرا بچ بچ کے چل

(غزلیات، ب د، ۲۷۸)

بچتا ہوا (ا ر) : کترا کر ؎

بچتا ہوا بنگاہِ قلندر سے گزر جا

(قلندر کی پہچان، ض ک، ۴۱)

بچن (ا ر) مذکر، بات، قول ؎

خوب تھا یہ خالصہ جی کا بچن

(ب ا، ۴۶۷)

بچنا (ا ر)

: کنارے ہونا، ہٹنا، دور رہنا ؎

سنگِ رہ سے گاہ بچتی گاہ ٹکراتی ہوئی

(ہمالہ، ب د، ۲۴)

: باقی رہ جانا ؎

بچ رہے تھے جو ہو کے بیدل سوئے بیت اللہ پھرے

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۶۱)

بچوں (ا ر) مذکر، بچہ (= کم سن، بال بچہ، اولاد) کی جمع ؎

اس کے بچوں کو پالتی ہوں میں

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۴۳)

بچوں کے لیے (ا ر ا ر ا ر) بچوں کے مطالعے کے لیے، اطفال کے نصیحت لینے کی غرض سے

(ماں کا خواب، ب د، ۲۶)

بچہ اور شمع : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے بچے اور شمع کی آڑ میں اس امر کی طرف اشارے کیے ہیں کہ انسان کی روح نورِ مطلق اور حسنِ حقیقی کی تلاش میں سرگرداں اور اس کے حصول کے لیے مضطرب رہتی ہے اور اس کی یہ سرگردانی اور اضطراب ایک فطری بات ہے

(ب د، ۹۳)

بچھڑنا (ا ر) : جدا ہو جانا، جدائی اور ہجر کی تکلیف میں مبتلا ہونا ؎

بچھڑتے ہوئے خورشید سے ہوتی ہیں ہم آغوش

(شعاعِ امید نمبر ۲، ض ک، ۸۷)

ہ غالباً یہ سرخی مولفین نے درج کی ہے جو درست نہیں، کیونکہ نظم میں جو سبق دیا گیا ہے وہ ماؤں کے لیے ہے نہ کہ بچوں کے واسطے۔

ز بچھڑوں (ار) بچھڑا کی جمع، مصدر بچھڑنا (= جدا ہونا) سے حالیۂ تمام؛ جدا ہوئے ہوئے، جن سے جدائی یا لڑائی ہو گئی ہو ہے

بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقش دوئی مٹا دیں

(نیا شوالا، ب د ۸۸)

ز بچھونا (ار) مذکر: بستر ہے

ہر ہاتھ کا سرہانا سبزے کا ہو بچھونا

(ایک آرزو، ب د ۴۷)

بچھیرا (ار) مذکر: گھوڑے (رک) کا بچہ ہے

حاضر ہوئے بوڑھے بھی بچھیرے بھی جواں بھی

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا ۵۴۰)

ز بچے کی دعا: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو مغرب کے ایک شاعر کی نظم سے ماخوذ ہے اس نظم میں بچوں کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ انھیں قوم کے اجتماعی مفاد کو ذاتی فائدے پر ترجیح دینا چاہیے، نیز یہ ذہن نشین کرنا چاہیے کہ اصلی "برائی" یہ ہے کہ انسان اپنے بنی نوع کی تکلیف سے متاثر نہ ہو اور یہی تاثر، علم کی بھی غرض و غایت ہے۔

(ب د ۳۴)

: بانگ درا میں اس نظم کے جتنے شعر درج ہیں ان کے علاوہ چار شعر مزید باقیات میں درج ہیں

(ب ا ۵۵)

بحث (ع) مونث، سوال و جواب جو نزاع کے طور پر ہوں، حجت و تکرار ہے

یا بحث میں اردو ہندی ہے یا قربانی یا جھٹکا ہے

(ظریفانہ، ب د ۲۸۵)

بحث و تکرار کی نمائش، نمائشی بحثیں (اس بارے میں کہ معاشی مسئلہ اس طرح حل کرنا چاہیے) ہے

یہ علم و حکمت کی مہرہ بازی یہ بحث و تکرار کی نمائش

(کارل مارکس کی آواز، ض ک ۱۴۷)

بحر (ع) مذکر

ندی وغیرہ ہے

گہرا ہے مرے بحر خیالات کا پانی

(زہد اور رندی، ب د ۶۰)

: مراد دل ہے

ترا بحر پرسکوں ہے یہ سکوں ہے یا فسوں ہے

(غزل، ض ک ۳۶)

: سمندر ہے

دریا سوئے بحر جادہ پیما

(انسان، ب د ۱۶۶)

: شعر کے مقرر شدہ انیتس وزنوں میں سے ہر ایک (دریا کے ایہام کے ساتھ) ہے

ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوے لالا

(ا، ب ج ۲۶)

بحر بے پایاں (- ف ف) مذکر، بحر + بے پایاں (رک) : مراد تجلیات الٰہی کا مظہر ہے

قطرہ ہے لیکن مثال بحر بے پایاں بھی ہے

(شمع اور شاعر، شمع، ب د ۱۹۳)

بحر بے کراں (- ف ف) مذکر، بحر + بے (رک) + کراں (= کنارہ)، اتھاہ سمندر، ایسا سمندر جس کا نہ اور ہو نہ چھور مراد بحر معرفت ہے

ترا سفینہ کہ ہے بحر بے کراں کے لیے

(۲۹، ب ج ۴۹)

بحر پر آشوب و پر اسرار: روحانی معارف و حقائق کے تموج و تلاطم اور رموز سے بھرا ہوا سمندر ہے

اک بحر پر آشوب و پر اسرار ہے رومی

(یورپ سے ایک خط، ب ج ۱۳۸)

بحر پیما (- ف) بحر + پیما (رک) : سمندری سفر کرنے والا ہے

تیری شمعوں سے تسلی بحر پیما کر رہے

(صقلیہ، ب د ۱۳۳)

بحر خشک (- ف) بحر + اضافت + خشک (= سوکھا ہوا) : ریگستان کو بحر خشک سے تعبیر کیا ہے ہے

اس بیاباں یعنی بحر خشک کا ساحل ہے اور

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د ۱۹۱)

بحر روم کی موجوں سے لپٹا ہوا: مراد بحر روم میں اقتدار قائم

کرنے کے لیے کوشاں (مسولینی کی جدوجہد کی طرف اشارہ ہے) ہے

کون بحر روم کی موجوں سے ہے لپٹا ہوا

(چوتھا مشیر، ا ح، ۹۰)

بحرِ ظلمات (ع ع) مذکر: اٹلانٹک سمندر جو امریکہ اور افریقہ کے درمیان حائل ہے۔

بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑانا: (ار): سوار کا اپنے گھوڑے کو ظلمات نامی سمندر میں کُدا دینا (عقبہ بن نافع کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ اس نے مراکش فتح کرنے کے بعد یہ کہ کر اپنے گھوڑے سمیت سمندر میں کود گیا تھا کہ الٰہی کیا کروں تیری زمین ختم ہو گئی ورنہ میں یوں ہی فتح کرتا آگے بڑھتا رہتا ہے

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

بحرِ عرب (ع ع) مذکر، بحر + اضافت + عرب (رک): مراد قوم عرب، کل عالم کے مسلمان ہے

وہ لذت آشوب نہیں بحرِ عرب میں

(اے روحِ محمدؐ، ض ک، ۴۸)

بحری (ع ف) صفت، بحر (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): سمندر کا، سمندر میں اپنا کام کرنے والا ہے

(ایک بحری قزاق اور سکندر، ض ک، ۱۰۰)

بخارا (ف) مذکر: ترکی وایرانی مسلمانوں خصوصاً سادات کا قدیم شہر جہاں سے کتنے ہی مسلمان ہجرت کر کے ہندوستان (پاکستان) کے علاقوں میں آ کر آباد ہوئے جن کی اولاد اب بخاری کہلاتی ہے ہے

اس دشت سے بہتر ہے نہ دلی نہ بخارا

(بڈھے بلوچ کی نصیحت، ا ح، ۱۵۰)

بخارات (ع ع) مذکر، بخار (: بھاپ) + ات (لاحقۂ جمع): بھاپ سے چلنے والی مشینیں ہے

صد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

(لینن، ب ج، ۱۰۸)

بخاری (ف) صفت: ترکستان کے شہر بخارا کا باشندہ ہے

اس بخاری نوجواں نے کس خوشی سے جان دی

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۲۱)

: (مذکر) مراد ابو علی بایو علی سینا (رک) عرفی جس کے تحت یہ درج ہے) جو مدتوں امیر بخارا کا طبیب رہا تھا ہے

قائد قرشی بپراز بخاری

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۹)

بخت (ف) مذکر: قسمت

بختِ خفتہ (ف ف) بخت + اضافت + خفتہ، مصدر خفتن (: سونا) سے حالیہ تمام: سوئی ہوئی قسمت: بے عملی سے پستی اور تنزل کی حالت ہے

کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے

(تصویرِ درد، ب د، ۷۵)

بخش (ف) مصدر بخشیدن (: بخشنا، دینا) سے فعل امر: مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک جاں بخش)

بخشا جانا (ار): دیا جانا، ملنا، حصے میں آنا ہے

غم نصیبِ اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا

(صقلیہ، ب د، ۱۳۴)

بخشش (ف) مونث: عطیے کے طور پر کچھ دے دینے کا عمل۔ عام بخشش مراد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے خدا کو بطور بخشش کچھ دینا مراد ہے ہے

کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

بخشنا (ار): دینا، عطا کرنا ہے

اللہ نے بخشا ہے بڑا آپ کو رتبا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

بخشے ہوئے فردوس: اللہ تعالیٰ سے عطیے اور انعام کے طور پر ملی ہوئی جنتیں ہے

جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۳۳)

بخل (ع) مذکر: کنجوسی ہے

تو آنسوؤں کا بخل نہ کر اس نہال سے

(جلیانوالہ باغ امرتسر، ب ا، ۲۳۸)

بخیل (ع) صفت : کنجوس، حریص ؎
غضب ہے عین کرم میں بخیل ہے فطرت
(۲۱، ب ج، ۴۴)

بخیلی (ع ف) مونث، بخیل (= کنجوس) + ی (لاحقۂ کیفیت) : کنجوسی، کچھ دینے میں ہچکچاہٹ، جیب میں ہوتے ہوئے ضرورت مند سے انکار یا روپوشی ؎
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے
(۲، ب ج، ۶)

بخیہ کاری (ف ف) مونث، بخیہ (= ایک قسم کی مضبوط سیون جو پاس پاس ہوتی ہے نیز ادھڑے ہوئے ٹانکے کی جگہ دوبارہ ٹانکے بھرنے کا کام) + کار (= کرنے والا) + ی (لاحقۂ کیفیت) : ادھڑے ہوئے ٹانکوں کی درستی مراد دنیاوی معاملات کی اصلاح ؎
اسے ہے سودائے بخیہ کاری مجھے سر پیرہن نہیں ہے
(غزلیات، ب د، ۱۳۰)

بد (ف) : برا

بدآموزی (ف ف) مونث، بد + آموز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : بری تعلیم دینے کی صورت حال ؎
ہے بدآموزی اقوام و ملل کام اس کا
(ملا اور بہشت، ب ج، ۱۸۱)

بدتر (ف) صفت، بد + تر (= زیادہ) بہت زیادہ بری ؎
زندگانی ہو گئی ہے موت سے بدتر مجھے
(برگ گل، ب ا، ۷۶)

بدخواہ (ف) صفت، بد + خواہ (رک) : برا چاہنے والا دشمن ؎
جس کے بدخواہوں کی شمع آرزو کے واسطے
(دربار بہاولپور، ب ا، ۱۸۶)

بدقسمت (ع) صفت، بد + قسمت (= تقدیر) : برے نصیبے کا ؎
آہ بدقسمت رہے آوازِ حق سے بے خبر
(نانک، ب د، ۲۳۹)

بدگمانی (ف ف) مونث، بد + گمان (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) کسی کی طرف سے بدی کا شک کرنے کی کیفیت ؎
برا ہو بدگمانی کا اسی پر آنکھ رہتی ہے
(ب ا، ۲۸۵)

بدمست (ف) صفت : بری طرح مست، بہت مست ؎
خودی جلوہ بدمست و خلوت پسند
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۷)

بدمعاش : برے چال چلن والا ؎
اس پر بھی یہ عتاب کہ تو بدمعاش ہے
(ب ا، ۴۶۵)

بدنام (ف) صفت، بد + نام (رک) : رسوا ؎
میں تو بدنام ہوئی توڑ کے رسی اپنی
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

بدنصیب (ع) صفت، بد + نصیب (= قسمت) : بری تقدیر کا
کیا بدنصیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں
(پرندے کی فریاد، ب د، ۴۷)

بدنما (ف) صفت، بد + نما : مصدر نمودن (= دکھانا) سے فعل امر : برے دکھائی دینے والے، بھدے (اس مصرع میں اور نظم میں "تیرے" اور "تو" کا مرجع "شاہین" ہے) ؎
زاغ کہتا ہے نہایت بدنما ہیں تیرے پر
(محراب گل، ۸، ض ک، ۱۷۰)

بدنہاد (ف) صفت، بد + نہاد (= سرشت، خلقت) : بدذات ؎
کرتے ہیں ارمنوں پہ جو ترکان بدنہاد
(ب ا، ۳۰۹)

بدخشاں (ف) مذکر : پاکستان اور خراسان کے درمیان ایک مشہور پہاڑی علاقہ جہاں لعل پیدا ہوتے ہیں ؎
تا بدخشاں پھر وہی لعل گراں پیدا کرے
(خضر راہ، ب د، ۲۶۰)

بدر و حنین : آنحضرت کے دو غزووں (لڑائیوں) کے نام ہیں جو علی الترتیب ۲ھ اور ۸ھ میں واقع ہوئے تھے۔ اور ان میں مسلمانوں نے بڑی بے جگری کے ساتھ کفار و مشرکین کا مقابلہ کر کے انھیں شکست دی تھی۔ کئی صحابۂ کرام نے

جامِ شہادت بھی نوش فرمایا تھا ان معرکوں میں جو لوگ بھی
لشکرِ اسلام میں شامل تھے وہ سب عشقِ رسولؐ اور محبّت
اسلام کے جذبے میں شریکِ جنگ ہوئے تھے ؎

معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

(ذوق و شوق، ب ج ۱۱۲۰)

بَدری ۔(ہ) مذکر: ایک فرضی ہندو نام، مراد ہندو ؎

مندر سے تو بیزار تھا پہلے ہی سے بدری

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

بَدل گئی شریعت: اس فقرے کا یہ مطلب نہیں کہ واقعی شریعت
اسلام تبدیل ہوگئی ہے بلکہ یہ کہنا مقصود ہے کہ مسلمانوں نے
شریعت کو اپنی خواہش کے مطابق بدل دیا ہے ؎

تو بدل گیا تو بہتر کہ بدل گئی شریعت

(غزل، مں ک، ۷۴)

بَدلنا (ار)

: بدل دینا، تبدیل کر دینا ؎

بہت مدّت کے نخچیروں کا اندازِ نگہ بدلا

(۸، ب ج، ۳۲۲)

بَدلے (ار) متعلق فعل: عوض میں، بالعوض ؎

بدلے نیکی کے یہ برائی ہے

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۴۳)

بَدل (ع) سے ماخوذ۔

بَدلیاں (ار) مونث: بدلی (= بادل کا ٹکڑا، کم پھیلا ہوا بادل
، بادل) کی جمع ہے ؎

بدلیاں لال سی آتی ہیں افق پر جو نظر

(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۴)

بَدَن (ع) مذکر: جسم

بَدَن زیب (۔ ف) صفت، بدن + زیب (رک) : جسم
پر خوشنما لگنے والا ؎

جاں لاغر و تن فربہ و ملبوس بدن زیب

(ابلیس کی عرضداشت، ب ج ۱۲۴)

بَدَولت (ف): سبب سے، ذریعے سے، طفیل میں ؎

ملا ہے جس کی بدولت یہ آستاں مجھ کو

(التجائے مسافر، ب ا، ۶۲، ۲۴۷)

بَردوش (ف ف)، ب (: پر) + دوش (= کاندھا)
: کاندھے پر رکھے ہوئے ؎

جام بکف ہے گل اگر غنچہ سبو بردوش ہے

(ب ا، ۶۰۴)

بَدوی (ع ف) صفت، بدو (= جنگل) + ی (لاحقۂ نسبت)
: صحرا نشین، جنگل کا رہنے والا، بدّو کا ؎

جسور و زیرک و پُردم ہے بچّہ بدوی

(انتداب، مں ک، ۱۵۲)

بڈھا (ار) صفت: بوڑھا آدمی (رک بڈھے بلوچ کی نصیحت)

بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو: یہ ارمغانِ حجاز میں اقبال
کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں اس نے اپنے بیٹے کو چند
نصیحتیں کی ہیں اور کہا ہے کہ خود میں مردِ مومن کی عزت اور
پامردی و ہمت پیدا کر اور یورپ کے مشینی نظام کا سہارا
ڈھونڈنے کی بجائے کسی بزرگ سے اخلاصِ عمل کا درس حاصل
کر اس میں تیری اور قوم کی فلاح ہے

(ا ح، ۱۵)

بُرز (ف) مذکر: تن بدن (رک سمن بر)

بَر۲: (ف) مصدر بُردن (= لے جانا) سے فعل امر۔ ترکیبات میں
مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر لے جانے والا (یا لانے
والا) کے معنی دیتا ہے

(رک پیغمبر)

بَر۳ (ف): نزدیک (ترکیبات میں مستعمل ہے)

بَر آنا: پورا ہونا۔ حاصل ہونا ؎

تمنائے دلی آخر بر آئی شتی پیہم ہے

(محبت، ب ا، ۱۱۱)

بَر۴: (ف) حرفِ جار: پر

تضمین بر شعر　(تعلیم اور اس کے نتائج، ب د، ۲۰۹)

بَر سرِ زینت (۔ ف ع) متعلق فعل، بر (= پر) + سر (رک)
+ اضافت + زینت (رک) : زیب و زیبائش کے لیے آمادہ

(ب ا، ۵۶۸)

(نوٹ) ان الفاظ سے جو غزل شروع ہوتی ہے وہ ۱۸۹۶ء
کی تصنیف ہے۔

بر سرِ کیں ہونا (۔ ف ف ار): دشمنی یا کینہ پروری پر آمادہ ہونا

ہے
اے فلک کیوں زمیں ہے برسرِ کیں
(یتیم کا خطاب، ب ا ، ۲۵۰)

برسماعِ راست ہر کس چیر نیست
طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست

: ہر شخص سماع یا نغمے سے جسے وہ براہِ راست سنے (اور کوئی مرشد رہبر نہ ہو) مستفیض نہیں ہوتا جس طرح کہ انجیر ہر چھوٹے بڑے پرندے کی غذا نہیں ہوتا
(پیر و مرید، ب ج ، ۱۳۵)

برلب آمدہ (ف ف ف) ، بر (= پر) + لب (ر ک) + آمدہ ، مصدر آمدن (= آنا) سے حالیۂ تمام : ہونٹوں پر آئی ہوئی ہے
اے جان برلب آمدہ اب تیری کیا صلاح
(صدائے لیگ، ب ا ، ۱۳۵)

بروقت (ف ع) متعلق فعل : وقت اور موقع پر، عین اسی وقت جبکہ ضرورت تھی ہے
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
(پنجاب کے پیرزادوں سے، ب ج ، ۱۹۱)

برا (ار) صفت : اچھا کی ضد، خراب، بد، نازیبا صفات والا، نکتہ چینی کے قابل ہے
برا سمجھوں انہیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
(غزلیات، ب د ، ۱۰۵)

برا کیا ہے (ار) کیا برائی ہے، کیا قباحت ہے ہے
ٹھہر جو میرے گھر میں تو ہے اس میں برا کیا
(ایک مکڑا اور مکھی ، ۲۹)

برا ماننا (ار) : کسی کی بات سے ناگواری محسوس کرنا، دل میں برائی لینا، کسی بات پر برہم ہونا ہے
سچ کہہ دوں اے برہمن گر تو برا نہ مانے
(نیا شوالا، ب د ، ۸۸)

برابری (ف ف) مونث، برابر (= ہمسر) + ی (لاحقۂ کیفیت) : ہمسری، شرف یا دوسری صفتوں میں مقابلہ ہے
کسی سے ہو نہیں سکتی برابری میری
(پہاڑ، ب ا ، ۵۶۰)

برات ۱ (ف) مونث : اصلی معنی تنخواہ، مراد روزینہ، رزق ہے
زمیں میں ہے کہ خاکیوں کی برات
(پنجاب کے دہقان سے، ب ج ، ۱۵۲)

: پروانہ، فرمان ہے
موت ہے تیری برات موت ہے میری برات
(مسجد قرطبہ، ب ج ، ۹۲)

برات ۲ (ار) مونث : شادی کا مجمع ہے
شور ایسا ہے کہ قصابوں کی ہو جیسے برات
(ب ا ، ۲۷۴)

برادری (ف ف) مونث، برادر (= بھائی) + ی (لاحقۂ کیفیت) : جماعت (جس مصرع میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اس میں شاعر نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو مسلمان ہماری نگاہوں سے غائب ہیں اور ہمارے شہر یا ملک میں نہیں رہتے انہیں بھی اپنی ہی جماعت میں شامل سمجھنا چاہیے ہے
داخل ہیں وہ بھی لیکن اپنی برادری میں
(بزمِ انجم، ب د ، ۱۷۴)

براق (ع) صفت : برق کی طرح چمکیلا، مراد واضح تر ہے
برندہ و صیقل زدہ و روشن و براق
(کافر و مومن، ض ک ، ۴۴)

براقی (ع ف) مونث، براق (= چمکیلا) + ی (لاحقۂ کیفیت) : چمک دمک ہے
کرمک کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی براقی
(۳۶، ب ج ، ۵۸)

براں (ف) صفت، مصدر بریدن (= کاٹنا) سے صفت فاعلی، کاٹنے والی ہے
براں صفتِ تیغ دو پیکر نظر اس کی
(تقدیر، ض ک ، ۲۵)

براہیم (ع) مذکر : ابراہیم (ر ک) کی تخفیف ہے
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں
(جواب شکوہ، ب د ، ۲۰۰)

براہیمی (ع) صفت، براہیم، ابراہیم (رک) کی تخفیف + ی (لاحقۂ نسبت) کا
تری نسبت براہیمی ہے معمار جہاں تو ہے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۹)

بُرائی (ار) مونث: بری بات، بدی، کسی کے ساتھ برا سلوک، کوئی ایسا کام جسے لوگ برا سمجھیں، گناہ کی بات، وغیرہ کا
میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو
(بچے کی دعا، ب د، ۴۴)

بُرائی سی بُرائی: بہت زیادہ بری بات کا
ہے برائی سی برائی کام کل پر چھوڑنا
(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۲۲۱)

برباد (ف) صفت: اجڑا ہوا، جو اجڑ گیا ہو
(رک خانماں برباد)

بربادی (ف) مونث، برباد (= اجڑا ہوا، تباہ) + ی (لاحقۂ کیفیت): اجڑنے یا تباہ ہونے کی صورت حال کا
میری بربادی کی ہے چھوٹی سی اک تصویر تو
(گلِ پژمردہ، ب د، ۵۱)

بربط (ف) مذکر نیز مونث: ایک عجمی باجا جس کی شکل بط کے سینے سے مشابہ ہوتی ہے، عود، نغمہ، مراد اشعار اور تخیلات کا
محفل ہستی ترے بربط سے ہے سرمایہ دار
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

برتن (ار) مذکر: باسن، ظرف، بھانڈا، مٹی، چینی یا دھات کی وہ چیز جس میں عموماً کھانے پینے کی چیزیں رکھتے ہیں کا
توڑ ڈالوں گی دودھ کے برتن
(ایک گائے اور بکری ب ا، ۵۵)

برخیز (ف) فعل، مصدر برخاستن (= اٹھ کھڑا ہونا) سے فعل امر: اٹھ کھڑا ہو، جاگ کا
لانے والا پیام برخیز
(انسان، ب د، ۱۲۷)

بَرَس (ار) مذکر: بارہ مہینے کی مدت، سال
برسوں میں: بہت سے برس گزرنے کے بعد بھی کا
من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

بَرس پڑنا (ار)
: یکایک برسنے لگنا کا
ابھی وہ اُٹھا گھٹا وہ برس پڑا بادل
(ابر، ب د، ۹۱)

بَرَسنا (ار): بارش ہونا، بادلوں سے پانی پڑنا کا
ابر کی طرح سے برستی ہے
(ب ا، ۲۹۴)

برسے ہوئے بادل: وہ بادل جو برس کر چلے گئے، مراد وہ مجاہد اور بہادر مسلمان جو جہاد کے موقع پر میدانِ جنگ میں گرجے برسے اور خون برساتے گزر گئے کا
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں
(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۴)

برطانیہ (موزر) مذکر: حکومت انگلستان کا
برطانیہ تو آج گلے مل کے ہم سے رو
(اشکِ خون، ب ا، ۸۶)

برف (ف) مذکر نیز مونث: جما ہوا پانی، پہاڑ کی چوٹیوں پر جما ہوا پانی کا
برف نے باندھی ہے دستارِ فضیلت تیرے سر
(ہمالہ، ب د، ۲۰)

برف کی قفلی (ف ار ار) مونث، برف + کی (رک) + قفلی (= مٹی یا ٹین کی لانبی نوکدار ڈھکن والی ڈبیا): قفلی میں دودھ وغیرہ کی جمائی ہوئی برف کا
بیچتے ہیں برف کی قفلی دسمبر میں جو خوش
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶)

بَرق (ع) مونث
: بجلی (رک) صاعقہ کا
تازیانہ دے دیا برق سر کہسار نے
(ہمالہ، ب د، ۲۲)
: حرارت، گرمی، جوش کا
برق ابھی باقی ہے اس کے سینۂ خاموش میں
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۳)

بَرق اَفگَن (- ف) صفت، برق + افگن (رک): بجلی گرانے والا ؏
ہو نہ برق افگن کہیں اے طائرِ رنگِ حنا
(تصویرِ انگشتری، ب ا، ۱۳۲)

بَرقِ اَیمَن (- ع) برق + اضافت + ایمن (= کوہِ طور کی وادی کا وہ جنگل جس میں حضرت موسیٰ کو برقِ جمال نظر آئی تھی): خدائے تعالیٰ کا جلوہ ؏
برقِ ایمن مرے سینے میں پڑی روتی ہے
(رات اور شاعر، ب د، ۱۷۳)

بَرق آشنا (- ف) صفت، برق + آشنا (رک): بجلی (یعنی حسنِ مطلق) سے واقفیت اور شناسائی رکھنے والا (جو شرارے پر قناعت نہ کرے) ؏
ہو نہیں سکتا کہ دل برق آشنا رکھتا ہوں میں
(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۳۰)

بَرق تاب (- ف) صفت، برق + تاب (رک): بجلی کی طرح چمکنے والی ؏
خونخوار لالہ بار جگر دار برق تاب
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۸)

بَرقِ تجلّی (- ع) برق + تجلّی (= روشنی، چمک): نورِ الٰہی کی وہ بجلی جو حضرت موسیٰؑ کو کوہِ طور پر نظر آئی تھی اور جسے دیکھ کر وہ بیہوش ہو گئے تھے ؏
جلتی ہے تو کہ برقِ تجلّی سے دور ہے
(شمع، ب د، ۴۵)

بَرق خِرام (- ف) صفت، برق + خرام (رک): بجلی کی رَو کے مانند گزر جانے والی ؏
نام روشن تو رہے عمر ہو گو برق خرام
(ب ا، ۲۱۴)

بَرقِ دیرینہ (- ف) برق + اضافت + دیرینہ (رک): وہی عشق کی پرانی آگ جو مسلمانوں کے دلوں میں روشن تھی ؏
برقِ دیرینہ کو فرمانِ جگر سوزی دے
(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

بَرق رَفتاری (- ف ف) مؤنث، برق + رفتار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): بجلی کی طرح تیزی سے چلنے کی کیفیت تیزی سے ترقی کرنے کی رفتار ؏
قافلے دیکھ اور ان کی برق رفتاری بھی دیکھ
(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۱)

بَرقِ سَرکُہسار (- ف ف ف) مؤنث، برق + اضافت + سر (= پر، اوپر) + اضافت + کُہ (کوہ = پہاڑ کی تخفیف) + سار (لاحقۂ ظرفیت): پہاڑ پر بادلوں میں چمکنے والی بجلی جو کوڑے کی طرح کوندتی ہوئی معلوم ہوتی ہے ؏
تازیانہ دے دیا برقِ سرِ کہسار نے
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

بَرقِ طبعی (- ع ف) مؤنث، برق + طبع (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): فوری تاثیر ؏
برقِ طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۲)

بَرق گِرنا (اردو): بجلی کا بادلوں میں کڑک کر زمین پر آنا (اور جس پر گرے اکثر اسے جلا دینا) ؏
برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے
(دل، ب د، ۶۲)
؍عشق کی آگ دل میں سلگنا، شعلۂ عشق بھڑکنا ؏
گری وہ برق تری جانِ ناشکیبا پر
(بلالؓ، ب د، ۸۱)
؍ناگہانی مصیبت نازل ہونا ؏
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر
(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

بَرقِ مُضطَر (- ع) مؤنث، برق + اضافت + مضطر (= بے اختیاری میں تڑپتی ہوئی): بجلی کی رَو (ڈاکٹر فریڈے کی تحقیقات کی جانب اشارہ ہے جس نے بجلی کی رو کے سلسلے میں کئی کارآمد باتیں دریافت کیں) ؏ کیا اسیر شعاعوں کو برقِ مضطر کی
(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۲)

بَرقِ نِگاہ (- ف) مؤنث، برق + اضافت + نگاہ (= نظر، آنکھ): نگاہ کو برق سے تشبیہ دی ہے

(رک = پھونکنا)

بُرقَع (ع) مذکر: وہ خاص، وضع کا لباس جسے پہنکر پردہ دار عورتیں باہر نکلتی ہیں، سر سے پاؤں تک سارا جسم چھپ جاتا ہے، آنکھوں کے مقام پر جالی لگی ہوتی ہے، نقاب ۔ گ

حسرت دل پر ہے برقع دامن فریاد کا

(غزل، ب ۱۹۱، ۳)

بَرَکت (ع) مونث: زیادتی، ترقی

برکت سے: بدولت ۔ گ

وہ صاحب فن چاہے تو فن کی برکت سے

(محراب گل افغ، ۵، ض ک، ۱۷۰)

بَرگ (ف) مذکر: پتا

برگِ زرد (- ف) مذکر، برگ + اضافت + زرد (= پیلا): مرجھایا ہوا پتا ۔ گ

یہ شالامار میں اک برگ زرد کہتا تھا

(بید پر شعر لکھنے الخ، ب د، ۲۰۳)

برگِ حشیش (- ع) مذکر، برگ + اضافت + حشیش (= بھنگ): بھنگ کی بوٹی (رقب المؤط) ۔ گ

ساحر الموط نے تجھ کو دیا برگ حشیش

(خضر راہ، ب د، ۲۶۲)

برگِ گل: یہ اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا دہلوی کے مزار پر پڑھی جانے کے لیے خواجہ حسن نظامی کے پاس بھیجی تھی۔ وجہ تصنیف اقبال نے اپنے ایک خط مورخہ ۱۲/ اگست ۱۹۰۳ء میں مولانا حبیب الرحمن شروانی کو بایں الفاظ لکھی ہے "میرے بڑے بھائی جان (شیخ عطا محمد) پر جو بلوچستان کی سرحد پر سب ڈویژنل آفیسر ملٹری ورکس سے ان کے مخالفین نے ایک خوفناک فوجداری مقدمہ بنا دیا تھا، لیکن الحمد للہ کہ دشمنوں کے منہ میں خاک پڑی، بھائی صاحب بری ہو گئے، اگرچہ روپیہ کثیر صرف ہوا تاہم شکر ہے ہماری مصیبت کا خاتمہ ہوا۔ ہم باقی رہ گئے اور ہماری مصیبت دشمنوں کی تلاش میں پھر بلوچستان کی طرف عود کر گئی۔ بلوچستان ایجنسی والے تو ہمارے ساتھ ناانصافی پر آمادہ تھے مگر خدا لارڈ کرزن کا بھلا کرے کہ میرے لکھنے پر معاملہ دگرگوں ہو گیا" ابتلا کے اسی دور میں اقبال نے یہ نظم کہی اور وہ ان کی خواہش کے مطابق حضرت محبوب الہیٰ قدس سرہٗ کے مزار پر پڑھی گئی اور اس کا ایک شعر علیحدہ لکھ کر مزار شریف کے دروازے پر لگایا گیا۔

ہند کا داتا ہے تو تیرا بڑا دربار ہے

کچھ ملے مجھ کو بھی اس دربار گوہر بار سے

یہ نظم مخزن بابت ستمبر ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی تھی

(برگ گل، ب ا، ۱۹۶)

برگ و بار (- ف ف) مذکر، برگ + و (عطف) + بار (= پھل): پتے اور پھل، مراد سرسبزی ۔ گ

کچھ واسطہ نہیں ہے اسے برگ و بار سے

(پیوستہ رہ، ب د، ۲۴۸)

برگ و ساز (- ف ف) مذکر: برگ + و (عطف) + ساز (رک): ساز و سامان، ذریعہ، وسیلہ، سبب ۔ گ

سفر زندگی کے لیے برگ و ساز

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۶)

برگ و ساماں (ف ف ف) مذکر، برگ (= توشہ) + و (عطف) + سامان (رک): سامان خورد و نوش ۔ گ

وہ حضر بے برگ و ساماں وہ سفر بے سنگ و میل

(خضر راہ، ب د، ۳۰۸)

بَرگساں (فر) مذکر: انیسویں صدی کے وسط میں فرانس کا ایک مشہور فلسفی جو عقل کا قائل نہیں اور وجدان کو سب کچھ سمجھتا ہے مگر خدا اور رسولؐ سے لگاؤ نہیں رکھتا ۔ گ

زناری برگساں نہ ہوتا

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۸)

بَرگُستواں (ف) مذکر: پاکھر، گھوڑے کا زین و ساز، مراد ظاہری زیبائش ۔ گ

وہ چشم پاک بیں کیوں زینت برگستواں دیکھے

(طلوع اسلام، ب د، ۲۶۸)

بَرگَشتہ (ف) صفت، مصدر برگشتن (= پھر جانا، منحرف ہونا) سے حالیہ تمام: منحرف، مخالف ۔ گ

تم سے برگشتہ نہ ہو جائے تو مانے کی ہوا

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۹)

بَرگشتہ قسمت (ـ ع) صفت : برگشتہ + قسمت (رک) : جس کی قسمت اس سے منحرف ہو، جو بدقسمت ہو۔

برگشتہ قسمت قوم (ـ ع ع) مونث : مراد مسلمان جو اب ترقی سے تنزل میں آگئے ہیں۔ ؎

آہ! اک برگشتہ قسمت قوم کا سرمایہ ہے

(گورستان شاہی، ب ۱۵۵)

بَرنا (ف ف) مذکر، بر (= بالا) + نا (اصلاً نای) (= حلقوم) : جوان ؎

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو

(محراب گل افغان، ۱۷، ض ک، ۱۷۶)

بَرنائی (ف ف) مونث، برنا (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : جوانی ؎

نہ ہے بیدار دل پیری نہ ہمت خواہ برنائی

(تضمین بر شعر صائب، ب د، ۲۴۴)

بُرَندہ (ف) صفت مصدر بریدن (= کاٹنا) سے صفت فاعلی : کاٹ کرنے والا ؎

برندہ و شکیل زدہ و روشن و براق

(کافر و مومن، ض ک، ۴۴)

بُرُوز (ع) مذکر، ظہور، مراد کسی کی روح کسی دوسرے روپ میں دوبارہ آنے کی صورت حال (مراد یہ کہ کارل مارکس کے جثے میں مزدک ایرانی کی روح آگئی ہے) ؎

وہ یہودی فتنہ گر وہ روح مزدک کا بروز

(پانچواں مشیر، ا ح ۱۰۵)

بَردمندی (ف ف ف) مونث، بر (= پھل) + د (زائد برائے اتصال) + مند (لاحقۂ صفت) + ی (لاحقۂ کیفیت) : پھل کھانے یا بار آور ہونے کی کیفیت ؎

نخل اسلام نمونہ ہے بردمندی کا

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۵)

برون (ف) = بیرون (= باہر) کی تخفیف

مستی سے ہوا دور دن جام پر تو سے برون جام

(طلبۂ علیگڑھ کالج کے نام، ب ا، ۵۶۰)

گہ دوں کی جان کو رونا (ا س) : ظالموں کو دل ہی دل میں کوسنا، دشمنوں کے ظلم پر صبر کے گھونٹ پی کر رہ جانا ؎

رو رہی ہوں بروں کی جان کو میں

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۴)

بَرّہ (ف) مذکر : بکری یا بھیڑ کا شیر خوار بچہ، حلوان،

برۂ معصوم (ـ ف ع) مذکر، برہ + ٔ (علامت اضافت) + معصوم (= بے گناہ) : بکری کا بے گناہ بچہ (بیٹے کی طرف اشارہ ہے) ؎

ہر گرگ کو ہے برۂ معصوم کی تلاش

(ابی سینیا، ض ک، ۱۴۵)

بُرہان (ع) مونث : روشن دلیل ؎

گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

(مرد مسلمان، ض ک ۶۰)

بَرہَم (ف) صفت

بکھری ہوئی، منتشر ؎

اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلف برہم سے

(محبت، ب د، ۱۱۱)

: ناراض، خفا، بگڑا ہوا ؎

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے

(جواب شکوہ، ب د، ۱۹۹)

: الٹ پلٹ، منقلب ؎

گرچہ برہم ہے قیامت سے نظام ہست و بود

(صدائے غیب، ا ح، ۲۱۶)

بَرہَمن (ف) اسم : بت پرست، زنار بند، دیوروں کا ہندو عالم بتخانے یا مندر کا پجاری، نیز ہر ہندو ؎

سچ کہہ دوں اے برہمن گر تو برا نہ مانے

(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

اس لفظ کا تلفظ برہمن بھی کیا جاتا ہے ؎

بتکدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۱)

: مراد انگریز جو بھارت پر حکمران ہونے کے باعث قوم کے پیتا ہونے کا درجہ رکھتے تھے (تب رشی) ؎

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
(۵۰، ب ج، ۷۰)

برہمن ہونا (۔ ار) : ہندوؤں کا تمدن اختیار کرنا ۔
بت ہندی کی محبت میں برہمن بھی ہوئے
(جواب شکوہ، ب د، ۴۴)

برہنہ (ف) صفت : کھلا، ننگا، عریاں

برہنہ پائی (ف ف ف) مونث : برہنہ + پا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : ننگے پاؤں پھرنا، مراد مشقت کے ساتھ گزر بسر اور جد و جہد کرنا ۔
برہنہ پائی وہی رہے گی مگر نیا خارزار ہوگا
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

برہنہ سر (ف ف) صفت : سر ننگے، جس کے سر پر ٹوپی نہ ہو ۔
برہنہ سر ہے تو عزم بلند پیدا کر
(۲۳، ب ج، ۴۶)

برہنہ شمشیر : یعنی ہر وقت اپنی آزادی کے لیے لڑنے مرنے پر تیار ۔
یہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں
(ملازادہ، ۱۲، ا ح، ۴۳)

بری (ع) صفت : نجات یافتہ، آزاد، (کسی الزام وغیرہ سے) چھوٹا یا بچا ہوا ۔
تو نے رکھا ہے کسے حرماں نصیبی سے بری
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۲۷)

بری (ار) صفت، مونث : خراب، اچھی کی ضد

بری بھلی : (ار) صفت مونث : کبھی خرابی و خستگی اور کبھی کچھ اچھی، ایسی حالت جس میں کامل سکون و اطمینان نہ ہو ۔
کٹ رہی ہے بری بھلی اپنی
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

بریدہ (ف) صفت، مصدر بریدن (= کٹنا) سے حالیہ تمام : کٹی ہوئی ۔
شاخ بریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تو
(پیوستہ رہ، ب د، ۲۴۹)

بریشم (ف) مذکر : ابریشم کی تخفیف، کچا ریشم جو ایک خاص کیڑے کے لعاب دہن سے پیدا ہوتا ہے ۔
ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
(مومن، ض ک، ۴۵)

بریں (ف) صفت : بلند، بالاتر ۔
اے ترے شہپر پہ آساں رفعت چرخ بریں
(نصیحت، ب ج، ۱۲۰)

بڑا (ار) صفت مذکر : اعلیٰ، بہت ۔
اللہ نے بخشا ہے بڑا آپ کو رتبا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)
: بڑی جسامت کا، موٹا تازہ، اونچا اور چوڑا ۔
بڑا پہاڑ ہوں میں شان ہے بڑی میری
(پہاڑ، ب ا، ۵۶۰)

بڑائی (ار) مونث : بزرگی، عزت ۔
بڑائی بشر کو اسی سے ملی ہے
(محنت، ب ا، ۲۶۰)

بڑبڑانا : (ار) : چپکے چپکے بکنا جھکنا یا منہ ہی منہ میں برا بھلا کہنا ۔
دودھ کم دوں تو بڑبڑاتا ہے
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

بڑھاپا (ار) مذکر : جوانی کے بعد کی عمر، پیری ۔
علم کی سنجیدہ گفتاری بڑھاپے کا شعور
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۸)

بڑھانا / بڑھانی (ار)
اضافہ کرنا ۔
منظور تھی تعداد مریدوں کی بڑھانی
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)
: طول دینا ۔
بڑھا دیا ہے فقط زیب داستاں کے لیے
(۲۶، ب ج، ۴۹)

بڑھ کر / بڑھ کے (ار ار) : زیادہ، (رک) بڑھ چڑھ کر ۔
صفا تھی جس کی خاک پا میں بڑھ کر ساغر جم سے
(محبت، ب د، ۱۱)

دلیلِ مہر و وفا اس سے بڑھ کے کیا ہوگی

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۷)

بڑھ چڑھ کے (ا ر ا ر) روزمرّہ : افضل و اعلیٰ کے

ترا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں

(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

بڑھنا (ا ر) : کسی کیفیت وغیرہ کا زیادہ ہونا کے

بڑھا اور حبس سے مرا اضطراب

(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

: جسامت کا بیش ہو جانا کے

گھٹنے بڑھنے کا سماں آنکھوں کو دکھلاتا ہے تو

(ماہِ نو، ب د، ۵۴)

: آگے آنے کے لیے اپنی جگہ سے چلنا یا حرکت کرنا کے

ہوا کے زور سے ابھرا بڑھا اڑا بادل

(ابر، ب د، ۹۱)

: آگے قدم اٹھانا، چلنا کے

بڑھا تسبیح خوانی کے بہانے عرش کی جانب

(محبت، ب د، ۱۱۱)

بڑی (ا ر) صفت، مونث، بڑا (رک) کی تانیث کے

رتبہ تیرا ہے بڑا شان بڑی ہے تیری

(انسان اور بزمِ قدرت ب د، ۵۴)

بڑی بات : (ا ر) : مشکل کام کے

یہ کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۲۰)

بڑی بی (۔ ا ر) مونث : بزرگ یا بوڑھی عورت سے تخاطب کا کلمہ کے

یہ سوچ کے مکڑے نے کہا اس سے بڑی بی

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

بڑی دور ہے منزل میری : میری منزل مقصود یہ ہے کہ میں اپنی قوم کو بیدار کر دوں مگر مجھے اس منزل مقصود کے ملنے میں بڑی دشواریوں کا سامنا ہے کے

آ، آ سے رات بڑی دور ہے منزل میری

(رات اور شاعر، ب د، ۱۰۳)

بڑی سرکار : مراد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

اس بڑی سرکار کے قابل مری فریاد ہے

(برگِ گل، ب ا، ۱۶۷)

بڑے (ا ر) : بہت کے

بڑے کام آیا مجھے دور رہنا

(ب ا، ۳۲۱)

بڑے بول کا سر نیچا : جو بڑھ بڑھ کے بولتا ہے یا غرور کرتا ہے اسے ذلت اٹھانا پڑتی ہے کے

مثل ہے وہ کہ بڑے بول کا ہے سر نیچا

(دگھبری، ب ا، ۵۶۱)

بزرگ (ف) صفت : بڑا، سن رسیدہ، معزز، شریف کے

چھوٹے بچوں کو بزرگوں کی اطاعت چاہیے

(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۵۴۳)

بزم (ف) مونث : جلسہ، انجمن، محفل کے

رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۷)

بزمِ انجم : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا خلاصہ اور مرکزی خیال یہ ہے کہ تاروں کا نظام باہمی کشش سے قائم ہے، اگر مسلمان بھی اس طرح متحد ہو کر جذب باہمی پیدا کر لیں تو ان کی زندگی بھی تاروں کی طرح روشن ہو سکتی ہے۔ یہ بات انھوں نے تاروں کی زبان سے کہلوا کر اس نظم کو تمثیلی نظم بنا دیا ہے

(ب د، ۱۷۳)

: روزگار فقیر میں لکھا ہے کہ وہ بانگِ درا میں اس عنوان کے تحت تین بند کی ایک نظم شائع ہوئی ہے۔ پہلے اس نظم کا عنوان "تاروں کا گیت" تھا۔ دو بند کے بعد باقی اشعار غزل کے عنوان سے تھے جس میں سے بہت سے اشعار ترک کر دیے گئے اور باقی اشعار تیسرے بند کی صورت میں شائع ہوئے۔ پہلے بند سے بھی ایک شعر حذف کیا گیا حسبِ ذیل اشعار کسی مجموعے کی زینت نہیں" اس کے بعد سات شعر لکھے ہیں جو باقیات میں درج ہیں

(رف، ۲:۲۳۶، ب ا، ۳۵۸)

بزمِ سخن (۔ ف) مونث۔ بزم + سخن (= شعر و شاعری)، شعر کی انجمن یعنی شاعری کے

تھا سراپا روح تو بزمِ سخن پیکر ترا
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

بزمِ فنا (- ع) مؤنث، بزم + فنا (رک) : دنیائے فانی کو
یہ رسمِ بزمِ فنا ہے اے دل گناہ ہے جنبشِ نظر بھی
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۱)

بزمِ فوق (- ع) مؤنث، فوق ایڈیٹر کا تخلص ہے اور "بزمِ فوق" ان کے اخبار (پنجۂ فولاد رک) کے ایک کالم کا عنوان جو بہت دلچسپ ہوتا تھا کو
دید کے قابل نہ ہو کیوں بزمِ فوق
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۴)

بزمِ کہن بدل گئی = پرانی محفل میں تبدیلی آ گئی، پہلے مسلمان برِ ہندوستان کے حاکم تھے اب غلام اور محکوم ہیں کو
تجھ کو خبر نہیں ہے کیا بزمِ کہن بدل گئی
(پیام، ب د، ۱۱۳)

بزمِ گُل (- ف) مؤنث، بزم + گل (= محبوب) : مرادِ عشق کی محفل یعنی اربابِ عشق کو
شبنم افشاں تو کہ بزمِ گل میں ہو چرچا ترا
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۴)

بزم گہِ عالم (ف) بزم + گہ (رک) + عالم (رک) : دنیا کی محفل یعنی دنیا کو
شمع کی طرح جئیں بزم گہِ عالم میں
(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۴)

بس[۱] : (ار) مذکر، قدرت، قوت، قابو کو
مقامِ شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں
(۴، ب ج، ۸)

بس چلنا (ار) = قابو میں ہونا، مجبوری نہ ہونا کو
بس چلے تو کہیں نکل جاؤں
(ایک گائے اور بکری، ب ا، ۵۵۸)

بس[۲] (ف) = رکو، ٹھہرو، موقوف کرو کو
مگر تابِ گفتار کہتی ہے بس
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۹)

بس[۳] = کافی کو
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
(صدیق، ب د، ۲۲۳۰)

بِس (ار) مذکر = زہر کو
گالیوں کے بس سے مضموں ان کا چھلکتا جام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶۰)

بِس بھری (ار) صفت = زہریلی کو
بوٹوں کو پھونک ڈالا اس بس بھری ہوا نے
(دنیا شوالا، ب ا، ۳۳۹۱)

بِساط (ع) مؤنث = طاقت، قدرت، معذرت، حیثیت حقیقت کو
میری بساط کیا ہے تب و تابِ یک نفس
(۵، ب ج، ۹)

= فرش کو
بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بساط اپنی
(۱۲، ب ج، ۱۶)

= شطرنج کھیلنے کا کپڑا جس پر خانے بنے ہوتے ہیں اور مہرے رکھے ہوتے ہیں کو
تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات
(ابلیس، ۳، ا ح، ۱۴)

بساط کیا ہے (ع ار) کوئی حیثیت نہیں، کچھ وقعت نہیں رکھتا کو
بساط کیا ہے بھلا صبح کے ستارے کی
(اخترِ صبح، د، ۱۱۰)

بسانا (ار)
دین و مذہب یا تہذیب و تمدن اور علم کی تبلیغ سے جہالت دور کر کے علم پھیلانا کو
بسایا خطۂ جاپان و ملکِ چیں میں نے
(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۲)

: آباد کرنا، سناٹے کی جگہ میں دلکشی پیدا کر دینا کو
صحرا کو ہے بسایا جس نے سکوت بن کر
(سلیمیٰ، ب د، ۱۲۱)

بَست (ف) مؤنث = باندھنا مراد چیل کے اندر قطرۂ آب کے بستہ ہونے کے لیے اس کے مقید رہنے کا عمل کو

مقام بست و شکست و فشار و سوز و کشید
میانِ قطرۂ نیساں و آتش عنبی
(ارتقا، ب د، ۲۲۴)

بُستان (ف) مذکر: بوستان (رک) کی تخفیف ؎
بستان بلبل و گل و بو ہے یہ آگہی
(صبح، ب د، ۴۵)

بَستہ (ف) صفت، مصدر بستن (= باندھنا، باندھا ہوا) سے حالیہ تمام: بندھا ہوا۔

بَستۂ رنگِ خصوصیّت (- ، ف، ع) صفت، بستہ + ٔ (علامت اضافت) + رنگ (رک) + اضافت + خصوصیّت (کسی کو خاص سمجھنا): کسی گروہ خاص سے وابستگی ؎
بستۂ رنگِ خصوصیّت نہ ہو میری زباں
(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

بَستہ کاری (- ف ف) مونث، بستہ + کار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): ایسی باتیں جن کا مفہوم بستہ اور مبہم ہو ؎
اثر مجھ دل جلے کی بستہ کاری کا کہاں تک ہے
(ب ا، ۴۴۸)

بَستی (ار) مونث: جہاں لوگ بسے ہوئے ہوں، آبادی، علاقہ ؎
کسی بستی سے جو خاموش گزر جاتا ہوں
(ابرِ کہسار، ب د، ۲۸)

بَستیوں میں (ار ار): شہروں اور قصبوں کے میدانِ عمل میں ؎
کبھی جو آوارۂ جنوں تھے وہ بستیوں میں پھر آبسیں گے
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

بَسر کرنا (ف ار): زندگی کے دن گزارنا ؎
قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن
(حضور رسالتمآب میں، ب د، ۱۹۱)

بِسطامی (ع) مذکر: حضرت بایزید بسطامی صوفیوں کے پہلے طبقے میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اتباعِ شریعت کے لیے ان کا نام صوفیوں میں ضرب المثل بن گیا ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے اَلاستقامۃ فوق الکرامۃ یعنی احکام شریعت کی پابندی میں ثابت قدم رہنا کرامات دکھانے سے افضل ہے ؎
شکوہِ سنجر و فقرِ جُنید و بسطامی
(۳۰، ب ج، ۵۴)

بسکٹ (انگ) مذکر: میدے کی یا روے کی میٹھی یا نمکین خمیری ٹکیاں جو بیکری میں بنتی اور چائے وغیرہ سے کھائی جاتی ہیں۔

بسکٹ کا روپ دھارنا (رک روپ دھارنا) بسکٹ کی طرح سخت پھیلانا (جو دل ہی دل میں خفا ہو جانے یا روٹھنے کی نشانی ہے) ؎
پڑی روپ بسکٹ کا دھارے خطائی
(ب ا، ۴۶۲)

بَسکہ (ف): چونکہ ؎
بسکہ میں افسردہ دل ہوں درخورِ محفل نہیں
(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۲۳)

: بہت زیادہ ؎
یہ فکر بسکہ لگی تھی کہ ہو نہ جائے جنوں
(فلاحِ قوم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۲۸)

بسم اللہ (ع ع): اللہ کا نام لے کے شروع کر دے یعنی جو کچھ دل میں ہے اسے کہہ ڈال ؎
مگر خروش پہ مائل ہے تو تو بسم اللہ
(قربِ سلطان، ب د، ۲۱۰)

بسم اللہ کا طائر: وہ مرغِ تصویر جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا طغرا لکھ کر بناتے ہیں، یعنی بسم اللہ ایسی کششوں کے ساتھ لکھتے ہیں کہ طائر کی تصویر بن جاتی ہے (اس کو طغرا کہتے ہیں) ؎
طائرانِ بام بھی طائر ہیں بسم اللہ کے
(برگِ گل، ب ا، ۱۷۱)

بِسمِل (ف) صفت: زخمی، متاثر ؎
بسمل نہیں ہے تو تو تڑپنا بھی چھوڑ دے
(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

بسمل کی تڑپ (- ار ار) مونث: زخمی کے تڑپ تڑپ کر دم توڑنے کی کیفیت، یعنی ۱۸۵۷ء کے غدر میں مسلمانوں کے مارے جانے اور بے کسی و بیچارگی کے عالم میں

جان دینے کا سماں ہے
آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
(شمع اور شاعر، شمع، ب، ۱۸۶)

بسنا (ار) : رہنا، آباد ہونا ہے
بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

بسوہ (ار) مذکر : ایک بیگھے کا بیسواں حصہ ۔

بسوہ دار (- ف) صفت : وہ چھوٹا زمیندار جو کسی بڑے زمیندار کے نیچے ہوتا ہے ہے
اور یہ بسوہ دار بے زحمت
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

بسوہ داری : بسوہ دار (رک) کا اسم کیفیت : زمینداری ہے
ساہوکاری بسوہ داری سلطنت
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

بسیرا (ار) مذکر : سکونت، رہائش ہے
ایک ہی بن میں ہے مدت سے بسیرا اپنا
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

بشر (ع) مذکر . انسان ہے
برائی بشر کو اسی سے ملی ہے
(رخصت، ب ا، ۲۶۰)

بشریٰ لکم کہ منتظر ما رسیدہ است

یعنی حجاب غیبت کبریٰ دریدہ است

: (اے مسلمانو! تمہیں خوشخبری ہو یا مبارک ہو کہ تم جس کے منتظر تھے وہ آپہنچا یعنی غیبت کبریٰ (رک) کا پردہ اٹھ گیا۔
(مبا، ۵۴۲)

بشریت (ع ع ع) مونث . بشر (= انسان) + ی (لاحقہ نسبت) + ت (لاحقہ کیفیت) : انسانیت ہے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں
(۳ م ب ج، ۲۷)

بشنو اے گل از جدائیہا شکایت می کنم[ع] (ف) : اے پھول میں (اپنی اصل یعنی جلوۂ قدرت سے) جدا ہونے کی شکایت کرتا ہوں
(گل پژمردہ، ب د، ۱۷ ۵)

بشیری (ع ف) مونث . بشیر (مراد جنت کی خوشخبری دینے والا) + ی (لاحقہ کیفیت) : مژدۂ جنت سنانے کا منصب یعنی دینی قیادت ہے
بشیری ہے آئینہ دار نذیری
(دین و سیاست، ب ج، ۱۱۸)

بصرہ (ع) : مذکر : عراق کا مشہور شہر جس کے زائروں کے قافلے کربلا کی زیارت کو آتے تھے ہے
تو گردہا ہے شاید بصرہ کے زائروں کی
(شبنمٔ ساعت کی ریگ، ب ا، ۱۸۰)

بصیر (ع) صفت : (دور تک دیکھنے والا، بصیرت رکھنے والا ہے
خدا نے تجھکو دیا ہے دل خبیر و بصیر
(لا دینی سیاست، ض ک، ۱۵۲)

بصیرت (ع) مونث : دانائی و بینائی ہے
بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
(ا ا ب ج، ۲۴)

بطن (ع) مذکر : پیٹ، مراد زمین کے اندر ہے
سیکڑوں بطن چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۵)

بعد (ع) ظرف : پیچھے، پچھلے دن گزرنے پر، قبل کی ضد ہے
بعد مدت کے ترے رندوں کو پھر آیا ہے ہوش
(شمع اور شاعر، شمع، ب، ۱۸۸)

بعید (ع) صفت : دور ہے
بعید رنج سے اور خرمی سے ہوں مقرون

ے صرفی اعتبار سے غلط مگر استعمال کے لحاظ سے عام اور حسین و فصیح ۔

ع مثنوی مولانا روم کے اس شعر سے ماخوذ ہے
بشنو از نے چوں حکایت میکند از جدائیہا شکایت میکند

(فلاحِ قوم، ب ا، تیسرا ایڈیشن ۲۹۰)

بَغداد (ع) مذکر : عراق کا مشہور شہر جو دوسری صدی ہجری سے تیرھویں صدی تک بنو عباس کا دارالسلطنت تھا اور دریائے دجلہ کے کنارے آباد ہے ؎

اس کرامت کا مگر حقدار ہے بغداد بھی

(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۰)

بُغض (ع) مذکر : دشمنی، عداوت، کینہ، بیر ؎

بغض اصحابِ ثلاثہ سے نہیں اقبال کو

(غزلیات، ب ا، ۳۹۴)

بُغض لِلّٰہ : اللہ کے نام پر دشمنی، وہ دشمنی جو اللہ کے دین کا اختلاف جتا کر کسی سے کی جائے، اس وجہ سے دشمنی کہ اس کا اور ہمارا مسلک اور عقیدہ مختلف ہے (متعصب شخص کی عداوت کی جانب اشارہ ہے) ؎

بغض للہ کے پردے میں عداوت ذاتی

(فریادِ امت، ب ا، ۱۰۶)

بَغَل (ف) مونث

: شانے کے نیچے سینے کے پہلو کا حصہ (جس میں ضرورت کے وقت کوئی چیز دبا لیتے ہیں) ؎

اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے

(شکوہ، ب د، ۱۹۶)

: مراد دل ؎

بغل میں اس کی ہیں اب تک بتانِ عہدِ عتیق

(ا ا، ب ج، ۳۵)

بَغَل گیری (ف ف) مونث، بغل + گیر، مصدر گرفتن (= پکڑنا، لینا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) : گود میں لینے یا لپٹ جانے کا عمل ؎

روشنی سے کیا بغل گیری ہے تیرا مدعا

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

بَغَل میں : مراد مٹھی میں، ہاتھ میں، دامن میں، پاس ؎

بغل میں زادِ عمل نہیں ہے صلہ مری نعت کا عطا کر

(نعت، ب ا، ۴۰۲)

بَغَیر : بدون، بن، (کسی چیز کے) نہ ہونے کی صورت میں (بغیر کے مفہوم میں "کے" کے بعد مستعمل ہے) ؎

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۱۰۱)

بَقا (ع) مونث : باقی رہنے کی کیفیت، زندگی، حیات، فنا کی ضد ؎

ہے بقائے عشق سے پیدا بقا محبوب کی

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۰۱)

بَقائے دَوام (ف ع) مونث، بقا + ے (علامت اضافت) + دوام (ع) : ہمیشہ کی زندگی، ایسی زندگی جو ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہے ؎

کہیں سے آبِ بقائے دوام دے ساقی

(ساقی، ب د، ۲۰۸)

بُکا (ع) مونث : رونے کا عمل، گریہ و زاری ؎

صرف بکا ہے جان سلاطین روزگار

(اشکِ خون، ب ا، ۸۲)

بَکری (ا) مونث : ہرن سے مشابہ ایک دودھیلا پالتو جانور، بز مادہ ؎

کسی ندی کے پاس اک بکری

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

بَکَف (ف ف) ب (= پر) + کف (= ہاتھ، ہتھیلی) : ہتھیلی پر لیے ہوئے ؎

جام بکف ہے گل اگر غنچہ سبو بدوش ہے

(ب ا، ۶۰۴)

بِکنا (ا) : فروخت ہونا، قیمت میں کسی شے کا دیا جانا ؎

شوق بک جانے کا ہے فیروزۂ گردوں کو بھی

(دربارِ بہاولپور، ب ا، ۱۸۴)

بِکھرنا (ا) : منتشر ہونا، اِدھر اُدھر پھیل جانا اس طرح کہ منتشر ہو کر کہیں کچھ بن جائے اور کہیں کچھ (اگر ایک طرف لالے کے دل کا داغ نظر آئے تو دوسری جگہ نرگس کی آنکھ کا آنسو) ؎

چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

(تصویرِ درد، ب د، ۶۸)

بِکھرے دانوں (ا ف) مذکر بکھرے (= منتشر، پراگندہ)

+ دانہ ، دانہ (= بیج) اس سے برابر کر دی گول شئے کی جمع : بھارت کے ہندو مسلم جو خیال اور مسلک کے اعتبار سے متفرق ، منتشر اور غیر منظم ہیں ۔

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو

(تصویرِ درد ، ب د ، ۷۲)

ٹک ہونا (انگ ار) وہلٹی یا پارسل ہونا ۔

ہو گیا آخر مبیتا بھی مع سامان ٹک

(ب ا ، ۴۶۰)

بکھیڑا (ار) مذکر : الجھاؤ ، جنجال ، پیچ ، پیچیدگی ، کھڑاگ ۔

لعنت کے بکھیڑوں میں الجھا ہوا

(ساقی نامہ ، ب ج ، ۱۲۴)

بگاڑ (ار) مذکر : اختلاف ، دشمنی ۔

بھائیوں میں بگاڑ ہو جس سے

(خطِ منظوم ، ب ا ، ۱۲۴)

بگاڑنا (ار)

: تباہی اور بربادی کے کاموں کی رغبت دلانا ، بداخلاقی سکھانا ، گمراہ کرنا ۔

بگاڑ کر ترے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

(قطعہ ، ب د ، ۱۶۲)

: نقصان پہنچانا ۔

ہم نے کیا جانے کیا بگاڑا ہے

(ایک گائے اور بکری ، ب ا ، ۵۵۸)

بگڑنا (ار)

: غصے میں بھر جانا ۔

تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۰)

بگڑی (ار) صفت : بگڑنا مصدر سے حالیہ تمام : جو خراب یا تباہ یا برباد ہو گئی ہو ۔

بگڑی ہوئی بات بنانا : (اردو روزمرہ) : جس مقصد میں ناکامی ہوئی ہو اسے کامیاب بنانا ، مراد توحید اور اسلام کی عدم مقبولیت کو مقبولیت سے بدلنا ۔

بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۴)

بگڑی ہوئی بنی : بدنصیبی کی جگہ خوش قسمتی نصیب ہوئی ۔

قسمت کسل کسان کی بگڑی ہوئی بنی

(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو ، ب ا ، ۵۴۱)

بگڑی ہوئی تقدیر (ار ار ع) مونث : بگڑی ہوئی + تقدیر (= قسمت) : بدقسمتی ، بدنصیبی ، محرومی و ناکامی ۔

مری بگڑی ہوئی تقدیر کو روتی ہے گویائی

(تصویرِ درد ، ب د ، ۶۹)

بگیر (ف ف) فعل ، ب (زائد) + گیر ، مصدر گرفتن (= لینا) سے فعل امر

بگیر ایں ہمہ سرمایہ بہار از من
کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

: یہ تمام بہار کا سرمایہ تو مجھ سے لے لے کیونکہ پھول تیرے ہاتھ میں پہنچ کر شاخ سے بھی زیادہ سرسبز رہیں گے

(اعلیٰ حضرت نواب سراج ، ب ک ، ۹)

بگیر بادۂ صافی بہ بانگ چنگ بنوش : صاف و شفاف شراب لے اور گانے بجانے کے ساتھ پینے لگ ، یعنی محفلوں اور جلسوں میں خوب ہنگامے مچا کے جو کچھ کہنا ہے کہہ دے

(قربِ سلطان ، ب د ، ۲۱۰)

بل (ار) مذکر : طاقت ۔

یہ سب کارخانہ اسی کے ہے بل پر

(محنت ، ب ا ، ۲۶۱)

: الجھنے ، ٹیڑھا ہو جانے کی صورتِ حال

بل پڑنا (ار) : کجی آ جانا ، ٹیڑھا ہو جانا ۔

تیغ میں بل پڑ گیا قاتل کو دردِ شانہ ہے

(ب ا ، ۵۶۹)

بل نکال دینا : جھکا دینا ، ہمت پست کر دینا ، طاقت طاق کر دینا ۔

اقبال عشق نے مرے سب بل دیے نکال

(ب ا ، ۴۴۵)

بل (انگ) مذکر : اجرت یا تنخواہ کا حساب ۔

کہتا ہے ماسٹر سے کہ بل پیش کیجیے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

بلا (ع) مونث: مصیبت، وبال ؎
اس کو بھلا خبر کیا یہ قید کیا بلا ہے
(پرندے کی فریاد، ب ا، ۲۸۷)

بلا خیز (- ف) صفت، بلا + خیز (رک): مصیبت اور آزمائش میں مبتلا کرنے والا، انقلابی قدم اٹھانے والا (مجاہد مسلمانوں کے قافلے کی طرف اشارہ) ؎
عشق بلا خیز کا قافلۂ سخت جاں
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۹)

بلا سے (ار): کیا پروا ہے، جوتی سے ؎
تیری بلا سے کوئی رہے پیچ و تاب میں
(ب ا، ۴۵۴)

بلاکشاں (- ف) صفت، بلا + کش (رک) + ان (لاحقۂ جمع) ؎
بلاکشان محبت کی یادگار ہوں میں
(ب ا، ۴۳۰)

بلا کی (ع ار) صفت، بلا + کی (رک): انتہا درجے کی، بہت زیادہ ؎
حرارت ہے بلا کی بادۂ تہذیب حاضر میں
(تہذیب حاضر، ب د، ۲۰۵)

بلا گرداں (- ف) صفت، بلا + گرداں، مصدر گردیدن (= گھومنا) سے حالیۂ ناتمام: دوسرے کی بلا اپنے سر لینے والا، صدقے ہونے والا، قربان ہونے کے لیے کسی کا طواف کرنے والا ؎
جو ہر رفعت بلا گردان شان اہل درد
(دیگر، ب ا، ۴۱۰)

بلاد (ع) مذکر: بلد (= شہر) کی جمع
(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۵)

بلادِ اسلامیہ: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو ۱۹۰۹ء کی تصنیف ہے اور اسی سال اپریل کے ماہ نامہ مخزن لاہور میں پہلی بار چھپی تھی۔ اس نظم میں انھوں نے دنیا بھر کے پانچ مشہور اسلامی شہروں کا اور ماضی میں ان کے ارتقائی حالات کا ذکر کیا ہے۔ سوئی ہوئی قوم کو جگانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ انھیں ان کے بزرگوں کے کارنامے موثر لفظوں میں یاد دلائے جائیں۔ اس نظم میں اقبال نے نئی نسل کے نوجوانوں کی قوت عزم و عمل کو ابھارنے کی یہی صورت اختیار کی ہے۔ وہ پانچ شہر یہ ہیں:

۱۔ **مدینۂ منورہ**: عرب میں حجاز کے اس مبارک شہر کا نام جس میں حضورؐ مکۂ معظمہ سے ہجرت کرکے مقیم ہوئے اور یہاں انصار و مہاجرین کی متحدہ کوشش سے اسلام ساری دنیا میں پھیلا۔ اس شہر کا قدیم نام یثرب تھا جب ۶۲۲ء میں اس سرزمین نے حضورؐ کے قدوم میمنت لزوم سے شرف پایا تو اس کا نام "مدینۃ النبی" ہوگیا۔ مدینۃ النبی، مکۂ معظمہ کے شمال میں ۲۵۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کی آبادی اس وقت جبکہ اقبال نے یہ نظم کہی ہے تقریباً تیس ہزار تھی۔ اب تقریباً چالیس بیالیس ہزار ہے۔ یہاں حضورؐ کا روضۂ مبارک (سبز گنبد) واقع ہے۔ اس عمارت کو جو دراصل مسجد اور مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہے۔ "حرم رسولؐ" کہتے ہیں۔ مکۂ معظمہ کی طرح اس علاقے میں بھی شکار اور خونریزی حرام ہے اسی لیے اس کو حرم کہتے ہیں۔ سبز گنبد کے دونوں جانب شیخینؓ کے مزارات ہیں۔ حضورؐ کی پائنتی آپ کی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراؓ مدفون ہیں۔ سبز گنبد سے تھوڑے فاصلے پر "جنت البقیع" (قبرستان) ہے۔ جس میں جناب امام حسنؓ جناب امام زین العابدینؓ، جناب امام محمد باقرؓ اور جناب امام جعفر صادقؓ کے مزارات مقدسہ ہیں۔ امام مالکؒ اور دیگر بہت سے مومنین بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں۔ کچھ فاصلے پر حضورؐ کے عم مکرم حضرت امیر حمزہؓ کا مزار ہے۔ اسی علاقے میں مسجد ذوقبلتین، خندق اور احد کے غزووں کی یادگاریں اور چند میل کے فاصلے پر "جدہ" کے راستے میں جنگ بدر کا میدان واقع ہے۔

۲۔ **قرطبہ**: اندلس کے مشہور شہر کا نام جسے عربوں نے ۷۵۶ء میں اندلس فتح کرنے کے بعد اپنا پایۂ تخت بنایا اور ۱۲۳۶ء تک مسلمانوں کی عظمت ماضی کا قصیدہ خواں رہا۔ دنیا کی سب سے بڑی مسجد (رک قرطبہ تقطیع ق) اسی شہر میں ہے جسے آج عیسائی حکمرانوں نے گرجا گھر کی صورت میں تبدیل کر دیا ہے یہ شہر وادی الکبیر کے کنارے واقع ہے اور اس کی آبادی اس وقت دو لاکھ سے زیادہ ہے۔

۳۔ **قسطنطنیہ**: جو آج کل استنبول کہلاتا ہے آبنائے باسفورس کے کنارے آباد ہے اور اس کی آبادی دس لاکھ سے زیادہ ہے اس شہر کو ۶۵۷ قبل مسیح میں اہل میگارہ نے [illegible] اس وقت اس کا نام بزنطیم تھا۔ ۳۳۰ء میں قسطنطین اعظم نے اسے روم کا پایۂ تخت بنایا اور اس کا نام اپنے نام پر "قسطنطینوپل" رکھا۔ ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد فاتح (ترک) نے اسے فتح کیا اور ۱۹۲۳ء تک ترکی کا پایۂ تخت اور مسلمانوں کا سیاسی مرکز رہا۔

۴۔ **بغداد**: یہ شہر ملک عراق میں دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے۔ ۷۶۲ء میں خاندانِ عباسیہ کے دوسرے فرمانروا ابوجعفر منصور نے آباد کیا۔ ہارون رشید عباسی کے زمانے میں اس کا شمار دنیا کے بڑے شہروں میں ہوتا تھا اور اس وقت اس کی گود میں پندرہ لاکھ سے زیادہ نفوس پرورش پاتے تھے اور یہ اپنی عظمت کے پیش نظر دارالسلام کہلاتا تھا ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خان نے زبردست خونریزی کے بعد اسے فتح کیا۔ کشت و خون کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ دریائے دجلہ کا پانی انسانوں کے خون سے رنگین ہو گیا تھا۔ ۱۳۹۳ء میں امیر تیمور نے فتح کر لیا۔ ۱۶۳۸ء میں سلطان مراد عثمانی نے اسے سلطنت عثمانیہ میں شامل کر لیا۔ ۱۹۱۷ء میں انگریزوں نے فتح کیا جبکہ اس کی آبادی چار لاکھ کے قریب رہ گئی تھی۔ اب حکومت عراق کے قبضے میں ہے۔

۵۔ **دہلی**: ہندوستان کا بہت پرانا شہر ہے۔ مہابھارت کے زمانے میں اس کا نام ہستنا پور تھا اس کے بعد اندر پرستھ سے موسوم ہوا۔ مسلمانوں کے عہد میں کئی دفعہ اجڑا اور کئی مرتبہ آباد ہوا۔ آخر میں سلطنت مغلیہ کے مشہور فرماں روا شاہجہاں نے اسے قرینے سے بسایا اور ۱۶۳۸ء میں پایۂ تخت بنایا۔ اس کا نام اپنے نام پر جہاں آباد رکھا، مگر یہ نام تاریخ کو تو یاد رہ گیا، عوام اسے دہلی ہی کہتے رہے اور اب تک اسی نام سے مشہور ہے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں یہاں مغلیہ سلطنت کے آخری چشم و چراغ بہادر شاہ ظفر کی حکومت تھی۔ اس کے بعد انگلستان کی ایسٹ انڈیا کمپنی کا اور پھر براہ راست سلطنت برطانیہ کا قبضہ ہو گیا ۱۹۱۱ء میں انگریزوں نے اسے سلطنت ہند کا پایۂ تخت بنایا اور اس سے متصل "نئی دہلی" کے نام سے سرکاری دفاتر تعمیر کیے۔ یہ شہر دریائے جمنا کے دائیں کنارے پر آباد ہے۔ قلعۂ معلیٰ، ہمایوں کا مقبرہ، قطب مینار اور دوسری بیسیوں عمارتیں مسلمان حکمرانوں کی یادگار ہیں اور زبان حال سے کہہ رہی ہیں کہ یہ شہر صدیوں مسلمانوں کی تہذیب اور ثقافت کا مرکز رہ چکا ہے

(ب د ، ۱۴۵)

بلاغت (ع) مونث: کلام میں فصاحت کے اصول کی پابندی کے ساتھ مقتضائے حال اور ضرورت کے مطابق ہونے کی کیفیت

فصاحت کا بلاغت کا لیاقت کا ذہانت کا

(ب ا ، ۷۸)

بلالؓ (ع) مذکر

حضورؐ کے ایک حبشی صحابی کا نام جن کو اذان کی خدمت سپرد تھی اور جو نہایت دلکش لحن کے مالک تھے

(بلال، ب د ، ۸۰)

: یہ بانگِ درا میں علامہ کی دو نظموں کا عنوان ہے جن میں سے پہلی ماہ ستمبر ۱۹۰۴ء کے رسالۂ مخزن لاہور میں شائع ہوئی تھی۔ دوسری کا سال تصنیف معلوم نہیں ہو سکا حضرت بلالؓ ایک حبشی غلام تھے لیکن عشق رسولؐ کی بدولت انھوں نے یہ مرتبہ پایا کہ اکثر جلیل القدر صحابہؓ انھیں سیدنا کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ مسجد نبوی کے مؤذن خاص تھے۔ حضورؐ کے وصال کے بعد آپ نے اذان کہنا ترک کر دی تھی۔ آپ کی اذان اتنی دلکش اور پرسوز ہوتی تھی کہ حضورؐ کے بعد بی بی فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا نے آپ سے اذان دینے کی فرمائش کہلا کر بھیجی، جب اس حکم کی تعمیل میں بلالؓ نے اذان کہی تو بی بی فاطمہؓ اپنے باباؐ کے دور کو یاد کر کے بیہوش ہو گئیں۔ رسولؐ اسلام کا عاشق صادق ہونے کے رشتے سے اقبال کو بلال سے والہانہ محبت تھی اسی لیے انھوں نے ان کی شان میں دو نظمیں کہیں جن میں سے پہلی بانگِ درا کے حصہ اول میں ہے اور دوسری حصہ سوم میں۔

(ب د: ۸۰، د ۲۴۱)

: اس عنوان کے تحت جو نظم بانگِ درا میں درج ہے، باقیات میں اس کے تین شعر مخزن، لاہور (ستمبر ۱۹۰۴ء) کی اشاعت کے حوالے سے زیادہ ہیں۔

(ب ا، ۳۴۴)

بلالِ حبشی (۔ ع ف)، بلال + حبش (رک) + ی (لاحقۂ نسبت)، : ملک حبش کے رہنے والے بلال رض (رک) ؂

زندگی مثلِ بلالِ حبشی رکھتے ہیں

(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

بلالی (ع ف) صفت : بلال (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : بلال سے منسوب، بلال کی سی، مراد عشقِ رسول کی ؂

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۳)

بلالی دنیا (ع ع) مونث، بلالی دنیا (مراد سرزمین، علاقہ) : حضرت بلال رض صحابی و مؤذن رسول ص کے رہنے سہنے کا علاقہ اور ان کا مولد و مسکن ؂

عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۱)

بلانا (ار) : بولنے کا کام لینا ؂

تری تصویر کو میں نے بلایا ہے تو بولی ہے

(غزل، ب ا، ۴۰۴)

بلائیں لینا : پیار کرنا، قربان ہونا، کسی کے فعل کو بہت پسند کرنا (عورتیں جب مدت کے بعد کسی ایسے عزیز سے ملتی ہیں جو اولاد کی بجائے ہو یا کسی بچے سے خوش ہوتی ہیں تو اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اپنی کنپٹیوں پر دونوں ہاتھ کی انگلیاں رکھ کر چٹخاتی ہیں اس فعل کو بلائیں لینا کہتے ہیں) ؂

لیں شفاعت نے قیامت میں بلائیں کیا کیا

(فریادِ امت، ب ا، ۱۵۰)

بلبل (ع)، مذکر نیز مونث : ایک خوش آواز پرند جس کی دم کے نیچے ایک سرخ گل ہوتا ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ پھول کا عاشق ہے ؂

دیدۂ بلبل سے میں کرتا ہوں نظارہ ترا

(گلِ رنگیں، ب د، ۴۶)

: ہمدم، دوست (عشق میں ہم مشرب) ؂

جستجو جس گل کی تڑپاتی تھی اے بلبل مجھے

(وصال، ب د، ۱۲۰)

بلبلِ تنہا (۔ ف) بلبل + اضافت + تنہا (رک) : اکیلا عشق کے ترانے گانے والا۔ اقبال ؂

پاک اس بلبلِ تنہا کی نوا سے دل ہوں

(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

بلبلِ دلی (۔ ار) بلبل + دلی (ہندوستان کا مشہور شہر جو بہادر شاہ (آخری مغل بادشاہ) کا دارالسلطنت، شعرا کا مرکز اور داغ کا وطن تھا، مراد داغ جو دلی کا خوش فکر شاعر تھا ؂

بلبلِ دلی نے باندھا اس چمن میں آشیاں

(داغ، ب د، ۸۹)

بلٹی : ریل (وغیرہ) کے ذریعے سے بھیجے ہوئے سامان کی رسید، پارسل ؂

خوار ہے تو جیسے اسٹیشن پہ ہو بلٹی کا مال

(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۱)

بلشویک : دہریت کی ایک تحریک کا نام جو روس میں شروع ہوئی تھی، دہریہ

(بلشویک روس، ض ک، ۱۴۱)

بلشویک روس : ضربِ کلیم میں اقبال کی نظم کا ایک عنوان ہے جس میں روس کے دہریت پر مبنی بلشوازم کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ نہ جانے قدرت کو کیا منظور ہے کہ وہ انھیں لوگوں کے ہاتھوں سے عیسائیت کو ختم کرا رہی ہے جو ابھی چند دن پہلے خود عیسائی تھے

(ض ک، ۱۴۱)

بلند / بُلند (ف) صفت، اونچا، عالی

بلند بال (۔ ف) صفت، بلند + بال (= پر پرواز) : لفظاً اونچی اڑان کے پر رکھنے والا، مراد عالی حوصلہ، بلند پرواز ؂

عشق بلند بال ہے رسم و رہِ نیاز سے

(پیام، ب د، ۱۱۳)

بلند بام (۔ ف) صفت، بلند + بام (= کوٹھا) : مراد اونچے یا عالیشان محل کا رہنے والا ؂

بندہ ہے کوچہ گرد ابھی خواجہ بلند بام ابھی
(فرشتوں کا گیت، ب ج، ۱۰۹)

بُلند پَروازی (ـ ف ف) مونث، بلند + پرواز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): بلند اُڑان ؎
ہوئی نہ زاغ میں پیدا بُلند پروازی
(جاوید کے نام، ب ج، ۱۹۶)

بُلندنامی (ـ ف ف) مونث، بلند + نام (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): نام بلند ہونے یا شہرت پانے کی صورت حال.

بُلندی/بَلندی (ف) مونث، اُونچائی، منزلِ اعلیٰ، رفعت ؎
ہے بلندی سے فلک بوس نشیمن میرا
(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۷)

بلوچ (ار) مذکر: کوئٹہ وغیرہ کی پہاڑیوں میں خانہ بدوشی کی زندگی گزارنے والے ایک قبیلے کا نام جو آج یہاں خیمے ڈیرے ڈالتا ہے اور کل وہاں، اور ایک سچے مسلمان کی طرح یہ عقیدہ رکھتا ہے ؎
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا
(بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو، ا ح، ۱۵)

بلُور (ع) مذکر، کان سے نکلنے والا ایک چمک دار جوہر یعنی شیشہ جو نہایت صاف و شفاف ہوتا ہے ؎
بلُور کے مکاں میں کرتی ہے اب بسیرا
(شیشۂ ساعت کی ریگ، ب ا، ۱۷۸)

بلُوری (ع ف) صفت، بلُور + ی (لاحقۂ نسبت): بلور کا بنا ہوا ؎
وہاں کنکر سب بلُوری ہیں یاں ایک پرانا مٹکا ہے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

بلّی (ار) مونث: ایک اوسط قد کا پالتو نرم بالوں کا جانور جو خاص طور سے چوہے پکڑ کر کھاتا ہے اور "میاؤں میاؤں" کی آواز میں بولتا ہے ؎
(وہ) گود میں بلّی کو دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)

بمبئی (ار) مونث: ہندوستان کے ایک شہر کا نام جو سمندر کے کنارے پر واقع اور کراچی کی بندرگاہ سے قریب ہے.

بمبئی کا آم (ـ ار ار) مذکر، بمبئی + کا (رک): برصغیر کا ایک مشہور پھل آم بہت میٹھا گاڑھے رس کا اور خوشبودار ہوتا ہے (اس جگہ طنزیہ مستعمل ہے) ؎
آپ کی ہر بات گویا بمبئی کا آم ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۴)

بم و زیر: رک زیر و بم ؎
مکمل تو جاتا ہے معنی کے بم و زیر سے دل
(مرد حلال، ض ک، ۱۲۵)

بَن (ار) مذکر: جنگل، بیابان (زمین پر ہوں یا پہاڑ پر) ؎
س طرح کا بنوں میں ہے کھٹکا
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

بن ہو جانا (ـ ار): اجڑ جانا ؎
شہر ان کے مٹ گئے آبادیاں بن ہو گئیں
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۷)

بِنا (ع) مونث: بنیاد ؎
بنا مثالِ ابد پائدار ہے اس کی
(اختر صبح، ب د، ۱۰۶)

بِنا کرنا (ـ ار): ایجاد کرنا، نکالنا، وضع کرنا ؎
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور
(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

بِنائے قومیت (ع ف ع) مونث، بنا (رک)، ے (علامتِ اضافت) + قومیت (رک): ایک قوم ہونے کی بنیاد — یہ اقبال کے دو شعروں کی سرخی ہے جو انھوں نے ۱۶ اپریل ۱۹۱۲ء کو انجمن حمایت الاسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں اپنی مشہور نظم شمع اور شاعر سے پہلے پڑھے تھے.
(ایضاً، ۲۰۷)

بنانا (ار): پیدا کرنا ؎
بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اس نے
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

[ب]: مراد سمجھنا، خیال کرنا ؎
مضموں کو مال و دولت کا بتاتا ہے ایں

؎ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ "بتاتا" ہو اور کتابت کی منزلوں میں "بناتا" ہو گیا ہو.

(ابلیس، ۲، ا ح، ۱۳)

بناوٹ (ار) مونث : ظاہر داری، نمائش، تصنع، بنائی ہوئی صورتِ حال ؎

مرا مسند پہ سو جانا بناوٹ تھی تکلف تھا

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

بناؤں (اُور) دیکھوں : یہ قافیہ درست نہیں کیونکہ دونوں مصرعوں میں "وں" جمع کی علامت ہے اور اس سے پہلے ایک جگہ "ا" ہے اور دوسری جگہ "ھ"

(صدائے درد، ب ا، ۲۹۳)

بن بیٹھیں (ار) از خود کوئی وضع یا منصب یا درجہ یا اعزاز اختیار کر لیں ؎

خدا کی شان کہ ناچیز چیز بن بیٹھیں

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

بنت (ع) مونث : بیٹی (فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۴۲)

بن ٹھن کے : آراستہ ہو کے، زیب و زینت شان و شوکت کے ساتھ ؎

کہ صحرائے یثرب میں وہ کیا بن ٹھن کے نکلے ہیں

(ب ا، ۴۲۹)

بن جاتے ہیں : بنتے ہیں، تیار کیے جاتے ہیں ہوتے ہیں ؎

مشرق میں اصولِ دین بن جاتے ہیں

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

بنجر (ار) مونث : زمین شور، افتادہ زمین، غیر آباد زمین، افتادہ اور غیر مزروعہ زمین ؎

اور تم دنیا کے بنجر بھی نہ چھوڑو بے خراج

(مسولینی، ض ک، ۱۰۶)

بند[1] (ف) مذکر

قید، پابندی ؎

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۴)

: بیڑی، رسی کی گرہ (شب و روز کو "بند" سے تشبیہ دی ہے) ؎

ہم بند شب و روز میں جکڑے ہوئے بندے

(لینن، ب ج، ۱۰۶)

: جوڑ جہاں دو ہڈیاں جڑتی ہیں ؎

وہ ضربِ غم لگی ہے کہ ٹوٹا ہے بند بند

(اشکِ خوں، ب ا، ۸۷۱)

بند[2] (ف) لاحقہ، مصدر بستن (= باندھنا) سے فعل امر، ترکیبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر صفت مفعولی کے معنی دیتا ہے

(رک نظر بند)

بند[3] (ف) مذکر : (عروض) مثلث کے تینوں، مربع کے چاروں، مخمس کے پانچوں اور مسدس کے چھیوں مصرعے مل کر ایک بند کہلاتے ہیں۔ اسی طرح مسمط (یعنی ترکیب بند و ترجیع بند) کے کل ہم قافیہ شعر اور ان کے آخر کا شعر جو دوسرے قافیے میں ہوتا ہے مل کر ایک بند کہے جاتے ہیں۔

(بند اول، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۶)

بندش (ف) مونث

شعر میں الفاظ کی نشست یا در و بست، مراداً یہ کہ جسم میں روح انسانی یا عالمِ کائنات میں خود انسان کا وجود اسی طرح سست ہے جیسے شعر میں مضمون کے لیے جو الفاظ استعمال کیے جائیں ان میں زور نہ ہو ؎

بندش اگرچہ سست ہے مضموں بلند ہے

(شمع، ب د، ۴۲)

: قید ؎

بندش غم سے ہتھیوں کو چھڑانا چاہیے

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۰)

بندگان (ف) مذکر : بندہ (رک) کی جمع۔

بندگانِ خدا (ـ ف) : اللہ کے بندے، مراد وہ لوگ جو متقی و پرہیزگار نہیں ؎

کہ بندگانِ خدا پر زباں دراز کرے

(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

بندگی (ف) مونث : خدمت، ملازمت ؎

جہاں میں خواجہ پرستی ہے بندگی کا کمال

(قربِ سلطان، ب د، ۲۰۹)

: بندہ ہونے کی صفت، عبادت ؎

مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

(۱۰ ، ب ج ، ۱۴۶)

: غلامی ۔

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب

(خضر راہ ، ب د ، ۲۵۱)

: سلام ۔

بندہ پرور بندگی اپنی یہیں سے ہو قبول

(دین و دنیا ، ب ا ، ۱۰۵)

بندگی یہیں سے قبول ہو : آپ کو دور سے سلام ، آپ کے تعلقات سے ہم باز آئے ۔

بندہ پرور بندگی اپنی یہیں سے ہو قبول

(دین و دنیا ، ب ا ، ۱۰۵)

بَنْدُوق (ف) مونث : لکڑی کے دستے میں جڑی ہوئی لوہے کی نال جس میں بارود بھر کر یا گولی رکھ کر شکار وغیرہ کے لیے چھوڑتے ہیں ۔

کہاں سے لاؤ گے بندوق خودکشی کے لیے

(ب ا ، ۶۲ ، ۴)

بَنْدَہ (ف) مذکر

: انسان ، شخص ۔

بندۂ مومن کا دل بیم و رجا سے پاک ہے

(سید کی لوحِ تربت ، ب ، ۵۰)

: غلام ، خادم ۔

نجف میرا مدینہ ہے مدینہ ہے مرا کعبہ

میں بندہ اور کا ہوں امتِ شاہِ ولایت ہوں

(تصویر درد ، ب ا ، ۳۲۱)

بندہ باش و بر زمیں رو چوں سمند

چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند

: بندگی اختیار کرو اور زمین پر گھوڑے کی طرح چلو (کہ وہ خود بھی دوڑ دھوپ کرتا ہے اور دوسرے کو بھی اپنی پیٹھ پر لے جاتا ہے تب اسے روزی ملتی ہے) ، اور جنازے کی طرح دوسرے کے کاندھے پر سوار ہونے کی عادت مت ڈالو خود کماؤ ، کھاؤ اور کھلاؤ ۔

(پیر و مرشد ، ب ج ، ۱۳۹)

بَنْدَہ پَرْوَر : بندہ پروری (رک) کی صفت : جناب ، حضرت ۔

بندہ پرور اب تو ہم چالوں میں آنے کے نہیں

(دین و دنیا ، ب ا ، ۱۰۴)

بَنْدَہ پَرْوَری (۔ ف ف) مونث ، بندہ + پرور ، مصدر پروردن (= پالنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) : بندوں اور غریبوں پر نوازش اور مہربانی ۔

تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں

(۱۱ ، ب ج ، ۱۵)

بَنْدَہ نَوَاز (۔ ف) صفت ، بندہ + نواز ، مصدر نواختن (= مہربانی کرنا) سے فعل امر : بندوں اور غلاموں پر مہربانی اور رحم کرنے والا ، مہربان ۔

مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

(غزلیات ، ب د ، ۲۸۱)

بَنْدَۂ آفاق (۔ ف ع) مذکر ، بندہ + ء (علامتِ اضافت) + آفاق (رک) : آفاق کا غلام ، جو زمان و مکاں کی قید میں یعنی حالات کا پابند ہو ۔

تو بندۂ آفاق ہے وہ صاحبِ آفاق

(بیداری ، ض ک ، ۴۷)

بَنْدَۂ بے دامِ ہَوَا (۔ ف ف ع) صفت ، بندہ + ء (علامتِ اضافت) + بے دام (رک) + ہوا (= خواہشِ نفس) : خواہش نفسانی کا غلام ۔

ہر اسے بندۂ بے دامِ ہوا کہتے ہیں

(فریادِ امت ، ب ا ، ۱۰۷)

بَنْدَۂ حُر (۔ ف ع) مذکر ، بندہ + ء (علامتِ اضافت) + حر (= آزاد) : مردِ قلندر ۔

وہی ہے بندۂ حر جس کی ضرب ہے کاری

(مردانِ خدا ، ض ک ، ۴۳)

بَنْدَۂ حَق (۔ ف ع) مذکر : مردِ مومن ۔

جبین بندۂ حق میں نمود ہے جس کی

(امید ، ض ک ، ۱۰۷)

بَنْدَۂ مومن (۔ ع) بندہ + ء (اضافت) + مومن (= اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھنے والا) ۔

بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے

(سید کی لوح تربت، ب د، ۵۴)

بندہ یک مرد روشن دل شوی
بہ کہ بر فرق سر شاہاں روی

: کسی عارف کامل کی غلامی اختیار کرلے تو اس سے بہتر ہے کہ کسی شہنشاہ کے سر آنکھوں پر جگہ پائے

(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۸)

بندے (ار) بندہ (فارسی) کی جمع نیز امالہ ہے
: لوگ ہے

بندے کلیم جس کے پربت جہاں کے سینا

(ہندوستانی بچوں کا گیت، ب د، ۸۷)

: ناچیز، حقیر (اپنے لیے بطور ضمیر) ہے

خطا اس میں بندے کی سرکار کیا تھی

(غزلیات، ب د، ۹۸)

بن کے (ار) : ہو کے، شکل اختیار کر کے ہے

روح ہی تم بن کے رہتا ہے مگر جاتا نہیں

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۰۶)

بُنگاہ (ف ف) موئنث، بُن (= اسباب) + گاہ (رک)
: گھر، مکان ہے

بچتا ہوا بُنگاہ قلندر سے گزر جا

(قلندر کی پہچان، ض ک، ۱۴)

بننا (ار)
: شکل اختیار کرنا، ہو جانا ہے

جنبش موج نسیم صبح گہوارہ بنی

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

: ترقی کرنا، کمال پانا ہے

جو بن کے مٹے ان کے نشاں دیکھ چکی ہے

(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۵)

: تراشش خراش کے بنایا جانا، گڑھا جانا ہے

یہ بتان عصر حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں

(۱۱، ب ج، ۱۵)

بُننا (ار) : دھاگوں کو مقررہ طریقے سے برابر برابر تان کر کپڑا تیار کرتا ہے

سورج بُنتا ہے تار زر سے

(جدائی، ب ج، ۱۶۱)

بنیا (ار) مذکر، اناج بیچنے والا شخص (بیشتر ہندو) ہے

یہ پنڈت یہ بنیے یہ ملا یہ لالے

(دیز بوں کا الخ، ب ا، ۵۳۶)

بُنیاد (ف) موئنث، جڑ، اصل ہے

ہند ہی بنیاد ہے اس کی نہ فارس ہے نہ شام

(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۷)

: دیوار وغیرہ کی نیو ہے

بنیاد لرز جائے جو دیوار چمن کی

(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۴۰)

بنیاد جاں (ـ ف) موئنث، بنیاد + اضافت + جاں: مراد زندگی کی جڑ ہے

گریۂ سرشار سے بنیاد جاں پائندہ ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۷)

بنی آدم (ع ع) مذکر، بنی (: ابن : بیٹا کی جمع) + آدم (رک)
: آدم کی اولاد، انسان، انسانیت ہے

میرے مٹ جانے سے رسوائی بنی آدم کی ہے

(مسلم، ب د، ۱۹۶)

بُو (ف) موئنث
: مہک، باس ہے

بستان و بلبل و گل و بُو ہے یہ آگہی

(شمع، ب د، ۴۵)

: اثر، انداز، شان ہے

ہو جس کی فقیری میں بُوئے اسد اللّٰہی

(۳۴، ب ج، ۵۷)

بوئے گل (ـ ف ف) موئنث، بو + ے (علامت اضافت) + گل (رک) : پھول کی خوشبو، مراد بے وفا مسلمان لیڈر جو اپنی قوم کے مفاد کو چھوڑ کر دوسروں سے ملے ہوئے ہیں ہے

بوئے گل لے گئی بیرون چمن راز چمن

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

: مراد صانع قدرت (جس کی خوشبو صحن عالم کے ذرے ذرے

میں مہک رہی ہے)

صبا سے بھی نہ ملا تجھکو بوئے گل کا سراغ

(غزل، ض ک، ۸۵)

بوئے گل لپٹی ہوئی ہو غنچۂ منقار میں: اس مصرع میں "ہو" کی جگہ "ہے" پڑھیے۔

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۵۰)

بُوالحَسَن (ع) مذکر، مشہور صوفی ابوالحسن بصری ؒ

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے

(رباعیات، ب ج، ۸۷)

بُوالہَوَس (ع ع ع) بُو، اَبُو (= باپ) کی تخفیف) + ال (رک) + ہوس (= لالچ) : لالچی، بہت زیادہ لالچی، دنیا دار جو دولت پر شیفتہ و فریفتہ ہو ؒ

ترا نظارہ ہی اے بوالہوس مقصد نہیں اس کا

(تصویر درد، ب د، ۷۳)

بُوتُرابی (ع ع ف) صفت، بُو، اَبُو (= باپ) کا مخفف + تُراب (= مٹی) + ی (لاحقۂ نسبت) ؛ ابوتراب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لقب تھا، وجہ یہ تھی کہ ایک دن آپ مسجد نبوی میں فرش زمین پر سو رہے تھے اور جسم خاک مسجد میں آلودہ ہو گیا تھا، اتنے میں رسالتمآب صلعم تشریف لائے اور فرمایا۔ کہ یا ابا تُراب یعنی اے مٹی میں بھرے ہوئے جسم والے اب اٹھ بیٹھو۔ اقبال کہتے ہیں کہ مجھے بوتراب سے نسبت ہے اور ان کے مسلک پر چلنے والا اور ان کا غلام اور پیرو ہوں۔ ؒ

یہ گنہگار بوترابی ہے

(ب ا، ۳۶۵)

بُوٹا (ار) مذکر : پودا، درخت ؒ

صف باندھے دونوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

بُوٹ کی ٹو (انگ ار انگ) مونث، بُوٹ (انگریزی جوتا) + کی (رک) + ٹو (= آگے کا حصہ جس میں پنجہ ہوتا ہے) بوٹ کی ٹو چاٹنا : خوشامد کرنا (حکام کی خوشامد مراد ہے) ؒ

میرا یہ حال بوٹ کی ٹو چاٹتا ہوں میں

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

بُودونَبُود (ف ف ف) مونث : بُود، مصدر بُودن (= ہونا) سے حاصل مصدر (= وجود) + و، عطف + نبود (= بود کی نفی) : وجود اور عدم ؒ

ہے ترے نور سے وابستہ مری بود و نبود

(انسان اور بزم قدرت، ب د، ۵۵)

بُوذَر (ع) مذکر، ابوذر کی تخفیف، آنحضرتؐ کے مقرب بارگاہ صحابی جناب ابوذر غفاری علیہ السلام جو زہد و ورع اور فقر و قناعت میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔

(رک فقر بوذر)

بُوستاں (ف ف) مذکر، بُو (= مہک) + ستان، لاحقۂ ظرف : باغ، چمن ؒ

وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں

(تصویر درد، ب د، ۷۰)

بوس وکَنار (ف) مذکر : بوسہ لینے اور بغل میں بغل لینے کا عمل، بوسہ بازی ؒ

ملے وہ راتیں کرتی جب صحبت بوس وکنار

(جنبش جوانی، ب ا، ۵۱۷)

بوسہ (ف) مذکر : منہ یا رخسار وغیرہ چومنے کا عمل ؒ

اپنی یہ احتیاط کہ بوسے پہ اکتفا

(ب ا، ۳۶۰)

بوسۂ گستاخِ لَبِ ساحِل (ف ف ف ع) مذکر، بوسہ + گستاخ (= شوخ) + اضافت + لب (= ہونٹ) + اضافت + ساحل (= کنارہ) : کنارے کے لبوں کا شوخ بوسہ، جس سے کشتی کے کنارے لگنے کی طرف کنایہ ہے ؒ

میری کشتی بوسہ گستاخ لب ساحل ہوئی

(والدۂ مرحومہ کی یاد میں، ب ا، ۳۷۴)

بوسِیدہ (ف) صفت، مصدر بوسیدن (= گلنا سڑنا) سے حالیۂ تمام : گلا سڑا ہوا، پرانا ؒ

بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیر زمیں ہے

(دگر، ض ک، ۱۵۱)

بوعُبَیدہ (ع) مذکر : حضرت ابوعبیدہ بن جراح جو آنحضرتؐ کے مشہور صحابی اور جنگ یرموک میں سالار لشکر تھے ؒ

اُے بُوعبیدہ رخصت پیکار دے مجھے

(جنگِ یرموک، ب د، ۲۴۶)

بُوعلی : ابُوعلی یا بُوعلی سینا (رک بُوعلی) (جس کے تحت یہ درج ہے)۔

بُوقلمُونی (ف) مونث : بُوقلمُونی، رنگا رنگی ع

جدھر بھی نظر آتی ہے یہ بُوقلمُونی

(دنیا، ض ک، ۳۲)

بولنا (ار) : زبان سے کچھ کہنا یا جواب دینا ع

مکھی نے جو مکڑے کی سنی بات تو بولی

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

بُولہبی (ع ف) مونث، بُولہب (ابُولہب آنحضرتؐ کے ایک چچا کی کنیت جو آپ کا اور اسلام کا بدترین دشمن تھا اور جس کی شان میں سورۂ تبّت یدا[1] نازل ہوا) : ابُولہب کی شرارت، فتنہ پردازی اور آنحضرتؐ کو ایذا رسانی، مراد باطل اور کفر و شرک، (خیر کے مقابلے میں) شر (قب شرار بُولہبی) ع

چراغِ مصطفوی سے شرارِ بُولہبی

(غزلیات، ب د، ۲۸۲)

بولی (ار) مونث : وہ بامعنی الفاظ و کلمات جن کے ذریعے انسان اپنا مطلب دُوسرے پر ظاہر کرتا ہے، زبان، لینگوئج ع

کفر ہے آغاز اس بولی کا کفر انجام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۳)

: گفتگو، باتیں ع

زباں میٹھی ہے لب ہنستے ہیں پیاری پیاری بولی ہے

(غزل، ب ا، ۴۰۳)

: نیلام میں قیمت لگانے کا عمل ع

ترے کشتہ کا ہے نیلام اور حوروں کی بولی ہے

(غزل، ب ا، ۴۰۴)

بولی ٹھولی (ار) مونث : روزمرہ، مزاج کی زبان ع

خفا کیوں ہو گئے یہ عاشقوں کی بولی ٹھولی ہے

[1] تبّت یدا ابی لہبٍ وتبّ

(غزل، ب ا، ۴۰۴)

بُوند (ار) مونث : قطرہ ع

بوند اک خون کی ہے تو لیکن

(عقل و دل، ب د، ۴۱)

بَہ (ف) کلمۂ ربط

: سے ع

(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

: پر ع

سر بہ کف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لیے

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

: کی جانب ع

مدام گوش بہ دل رہ یہ ساز ہے ایسا

(غزلیات، ن د، ۱۰۶)

: کی ع

بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

: میں ع

یہ سکھاتا ہے ہمیں سر بہ گریباں ہونا

(جلوۂ حسن، ب د، ۱۲۷)

: حسنِ کلام کے لیے زائد ع

ز خاک تیرہ درون تا بہ شیشۂ حلبی

(ارتقا، ب ج، ۲۲۳)

: ایک پر دُوسرا، یکے بعد دیگرے ع

میرے طوفاں یم بہ یم دریا بہ دریا جُو بہ جُو

(جبریل اور ابلیس، ب ج، ۱۴۴)

آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را : حسین چہرے کو سامانِ آرائش اور نوک پلک بنانے کی کوئی ضرورت نہیں (یہ حافظ شیرازی کی غزل کا مصرع ہے جسے اقبال نے تضمین کیا ہے)

(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

بَہ تدریج، بتدریج (ف ع) متعلق فعل (بہ + ب (ساتھ)

+ تدریج (= درجہ بدرجہ) : رفتہ رفتہ ع

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتدریج

(حال و مقام، ب ج، ۱۵۶)

بہ حضورِ تاجدارِ دکن: یہ اُن چند فارسی اشعار کی سُرخی ہے جو دراصل ایک خط کی حیثیت رکھتے ہیں اور جو اقبال نے "رموزِ بے خودی" کا نسخہ تاجدارِ دکن کی خدمت میں ارسال کرنے کے موقع پر کہے تھے۔ ان اشعار کے مشکل الفاظ فرہنگ ہٰذا کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۲۱۳۰)

بہ حکمِ مفتیٔ اعظم کہ فطرتِ ازلی ست
بدینِ صعوہ حرام است کارِ شہبازی

: فطرت کا ازلی قانون جو کہ سب سے بڑا مفتی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ ممولے کے مسلک میں شہباز کا کام انجام دینا جائز نہیں (اگر ممولا ایسا کام کرنے کی جسارت کرے گا تو خود اپنی ہی جان سے ہاتھ دھوئے گا لہٰذا شہباز کا کام کرنے کے لیے اول شہباز کی سی ہمت اور قوت پیدا کرنا چاہیے)

(ملّا زادہ ۱۴۱، ۱ا ج ۴۴)

بہ خاکِ بدن دانۂ دل فشاں
کہ ایں دانہ دارد ز حاصل نشاں

: تجھے جسم کی مٹی میں دل کا دانہ بونا چاہیے اس لیے کہ یہ وہ دانہ ہے جس سے تجھے بہت سی جنس (خیرِ کثیر) حاصل ہوگی

(پنجاب کے دہقان سے، ب ج، ۱۵۲)

بہ درِ دیرِ مغاں: پیرِ میخانہ کے میکدے کی چوکھٹ پر ع
یہ درِ دیرِ مغاں ناصیہ کو ہاں ہوگا

(ب ا، ۳۸۷)

بہ دستِ ما نہ سمرقند نے بخارا لیست
دعا بگو ز فقیراں بہ ترکِ شیرازی

: (ترکِ شیرازی = محبوب) ہمارے قبضے میں سمرقند اور بخارا میں سے کوئی ایک بھی نہیں ہے (یعنی ہم دنیاوی حکومت نہیں رکھتے) جسے ہم اپنے محبوب (یعنی مسلمانوں) کو بخش دیں اس لیے اسے (یعنی محبوب کو) فقیرانہ دعا دیتے ہیں

(ملّا زادہ ۱۴۰، ۱۰ا ج، ۴۴)

بہ رنگ (ف ف) کلمۂ تشبیہ، بہ / ب (حرفِ جار) + رنگ (رک) : طرح، مثل ع
نکل کے باغِ جہاں سے بہ رنگِ بُو آیا

(بہ حضورِ رسالتمآب ہیں، ب د، ۱۹۷)

بہ سلامت روی و باز آئی: سلامتی سے جاؤ اور واپس آؤ
ایک مشہور شعر کا دوسرا مصرع ہے جو مسافر کو رخصت کرتے وقت عموماً مستعمل ہے اور جسے اقبال نے تضمین کر دیا۔ پورا شعر یہ ہے۔
بسفر رفتنت مبارک باد + بسلامت روی و باز آئی

(خدا حافظ، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۵)

بہ ظاہر / بظاہر (ف ع) صفت، بہ / ب (= میں) + ظاہر (رک) : دیکھنے میں، ظاہراً ع
سب مسافر ہیں بظاہر نظر آتے ہیں مقیم

(۳۹، ب ج، ۶۱)

بہ کام / بکام (ف ف) متعلق فعل، بہ / ب (سابقۂ معیت) + کام (رک کام ۲) : مقصود اور مراد کے ساتھ یعنی بامراد اور بامقصد طور پر ع
تیری دنیا قوتِ مذہب سے باقی ہے بکام

(مذہب، ب ا، ۳۷۶)

بہ گرد اگردِ خود چندانکہ بینم
بلا انگشتری و من نگینم

: اپنے چاروں طرف جس قدر بھی میں دیکھتا ہوں یہ صورت ہے کہ بلائیں چار جانب سے اس طرح گھیرے ہوئے ہیں جیسے نگینے کو انگوٹھی

(تاتاری کا خواب، ب ج، ۱۵۵)

بہ لب ز دردِ تو آہے کہ داشتم دارم
. . . . بسر ارے کہ داشتم دارم

: (نقطوں کی جگہ کتاب میں نقطے ہی بنے ہوئے ہیں، خدا جانے یہاں کیا الفاظ ہوں گے تاہم سیاق و سباق

---

۲ فارسی کے اس مشہور شعر کی جانب اشارہ: اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ ما را + بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ "نظر یا نگاہ" کا مترادف کوئی لفظ ہوگا) میرے ہونٹوں پر تیرے عشق و ہجر کی وجہ سے جو آہیں تھیں وہی اس وقت بھی ہیں (اور) وہی نگاہ انتظار جو راستے پر تھی اب بھی بدستور ہے

(ب ا، ۵۳۳)

بہ مشتاقاں حدیثِ خواجۂ بدر و حنین آور
تصرف ہائے پنہانش بچشمم آشکار آمد

: عاشقوں کو جنگ بدر اور جنگ حنین کے سردار (یعنی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر سنا دے جن کے باطنی تصرفات (اس وقت) میری آنکھوں کو صاف صاف نظر آ رہے ہیں۔

(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۵)

بہ مصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

(اے شخص (یعنی حسین احمد) خود کو جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر (یعنی ان کے نظریۂ وطنیت کو اختیار کر) کیونکہ اگر تو حضورؐ تک نہیں پہنچے گا تو پھر تیرا ہر عمل بولہبی کا مصداق ہوگا

(حسین احمد، ا ح، ۴۹)

بہا (ف)، مونث : قیمت ؏
کم بہا ہے آفتاب اپنا ستاروں سے بھی کیا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۳)

بہائے بادۂ اغیار (ف ف ع)، مونث، بہا + ے (علامت اضافت) + بادہ (رک) + اضافت + اغیار = غیر مسلمین کے اصول و آداب کی قیمت ؏
نقد خودداری بہائے بادۂ اغیار تھی

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۸)

بہائے نظارہ (ف ع)، مونث، سیر و تماشا کا لطف اٹھانے کی قیمت یا فیس ؏
نگاہ ہو تو بہائے نظارہ کچھ بھی نہیں

(نگاہ، ض ک، ۱۰۴)

بھاٹی (ار) مذکر : لاہور میں ایک محلے کا نام جو ایک مدت سے آباد ہے ؏
رہتا ہے بھاٹی میں اک دیوانۂ اصنام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۲)

بہار (ف)، مونث : شادابی، سرسبزی، باغ و راغ کی رونق، نباتات کے نشو و نما کی کیفیت کی فصل ؏
تھی سراپا بہار جس کی زمیں

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

بہار آنا (ار) فصل بہار کے دن آنا، پھول کھلنے اور باغ و راغ سرسبز ہونے کا موسم آنا ؏
آئی بہار کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں

(پرندے کی فریاد، ب د، ۴۷)

بہاراں (ف) مونث : رک بہار ؏
ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں

(زمین و آسماں، ض ک، ۱۹)

بھاری (ار) صفت : باعث گرانی، ناگوار، دوبھر، اجیرن ؏
طبع آزاد پہ قید رمضاں بھاری ہے

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۱)

بھاگ (ار) مذکر (عموماً فعل جمع کے ساتھ مستعمل) : قسمت ؏
تم اگر چاہو تو اس گلشن کے ایسے بھاگ ہوں

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۸)

بھاگنا (ار) : کسی چیز سے نفرت کرنا، دور رہنے کو جی چاہنا، وحشت ہونا ؏
شورش سے بھاگتا ہوں دل ڈھونڈتا ہے میرا

(ایک آرزو، ب د، ۴۶)

بھانا (ار) : پسند آنا، دل کو بھلا لگنا ؏
بھا گئے انداز تیرے اے گل رعنا مجھے

(گل رنگیں، ب ا، ۲۷۸)

بھانپنا (ار) : تاڑنا، تیور سے پہچان لینا ؏
مگر رضائے کلکٹر کو بھانپ لیں تو کہیں

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۷)

بہانہ (ف)، مذکر: کسی کام کا موقع نکالنے کے لیے کسی اور کام کا نام دھرنے کا عمل، حیلۂ شرعی، ذریعہ، وسیلہ ہے
بڑھا تسبیح خوانی کے بہانے عرش کی جانب

(محبت، ب د، ۱۱۱)

بہانہ تراشنا: کسی بات سے بچنے کے لیے کوئی حیلہ یا عذر شرعی پیدا کرنا ہے
جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش

(مدرسہ، ض ک، ۸۳)

بھبوکا (ار) مذکر: آگ کا شعلہ ہے
بھڑک اٹھا بھبوکا بن کے مسلم کا تن خاکی

(تہذیب حاضر، ب د، ۲۲۵)

بہت (ار) متعلق فعل: زیادہ، نہایت، کافی ہے
القصہ بہت طول دیا وعظ کو اپنے

(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

بھٹکنا (ار): راستہ بھول جانا، رستہ بھول کر ادھر اُدھر مارا مارا پھرنا ہے
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

(دعا، ب د، ۲۱۲۰)

بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتو: (لعل ایک خاص صلاحیت کا پتھر ہوتا ہے جو ایک مدت تک سورج کی شعاعوں سے تپتا اور سرخ رنگ جذب کرتا رہتا ہے، اگر سورج کی سیدھی شعاعیں اس پر نہ پڑیں تو پھر وہ لعل نہیں بن سکتا اسی طرح) وہ استاد جو خود تعلیم مغرب کے اثر سے گم کردہ راہ ہیں اپنے شاگردوں کی صحیح تربیت نہیں کر سکتے (تب لعل) ہے
بے سود ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتو

(اساتذہ، ض ک، ۸۴)

بھدا (ار) صفت: بے ڈھنگے ٹیڑھے میڑھے اعضا کا، بھونڈے جسم کا ہے
کہنے لگے کہ اونٹ ہے بھدا سا جانور

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

بہر (ف): واسطے، لیے ہے

بہر تسکیں تیری جانب، دوڑتا آتا ہوں میں

(نالۂ فراق، ب د، ۷۷)

بھر (ار) کلمۂ حصر: اسم سابق سے مل کر "کل اور سارا" کے معنی دیتا ہے ہے
زمانے بھر کے یہ حاصل کریں علوم و فنون

(فلاح قوم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۱۰)

بھر آنا (ار): (رک چشم بھر آنا)

بہروز (ف ف) صفت، بہ (= بہتر) + روز (= دن) مبارک، خوش نصیب ہے
بہروز جنگ توز جگر سوز سینہ در

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۶۰)

بہروز جنگ توز جگر سوز سینہ در: اس مصرع میں جگر سوز کے بعد سینہ در (دال سے) پڑھیے۔ سینہ ور (واو سے) بے معنی ہے

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۶۰)

بھروسا (ار) مذکر: سہارا، اعتماد ہے
شہرت کی زندگی کا بھروسا بھی چھوڑ دے

(غزلیات، ب د، ۱۰۸۰)

بہرہ (ف) مذکر: حصہ

بہرہ مند (ف ف) صفت، بہرہ + مند (رک) حصہ پانے والا، شرف اندوز ہے
تیری خدمت سے ہوا جو مجھ سے بڑھ کر بہرہ مند

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۹)

بھری (ار) مصدر بھرنا (= پُر کرنا یا پُر ہونا) سے حالیہ تمام

بھری بزم (ار ف) مونث: وہ انجمن یا صحبت جس میں بہت سے مدعیان عشق کا ہجوم ہو ہے
بھری بزم میں اپنے عاشق کو تاڑا

(غزلیات، ب د، ۹۸)

بھری محفل (ار ع) مونث: بھری (= جمع سے پُر) + محفل (رک): عاشقان رسول کا مجمع (جس سے کائنات بھری پڑی ہے) (رک بھری بزم) ہے
خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا

(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

بھڑکانا (ار): اشتعال کو تیز کرنا، (عشق کے) شعلے کو ابھارنا ہے

مری آتش کو بھڑکاتی ہے تیری دیر پیوندی
(۱۰، ب ج، ۱۴۰)

بھڑکنا (ار) : اشتعال کے ساتھ جلنا ہے
بھڑک اٹھا بھبوکا بن کے مسلم کا تنِ خاکی
(تہذیبِ حاضر، ب، ۲۲۵)

بہزاد (ف) مذکر، شاہ اسمٰعیل صفوی (ایران) کے زمانے کا ایک مشہور مصوّر اور نقّاش ہے
مجھ کو تو یہی غم ہے کہ اس دور کے بہزاد
(مصوّر، ض ک، ۱۲۴)

بہشت (ف) مذکر : وہ روایتی باغ جس میں حشر و نشر اور حساب و کتاب کے بعد نیک بندوں کو رہنے کی جگہ ملے گی
(۳، ب ج، ۷)

بہشتِ دیدۂ بینا (ف ف) بہشت + دیدۂ بینا (رک) : صاحبِ بصیرت کی نگاہ میں بہشت کی شکل دلکش ہے
بہشتِ دیدۂ بینا ہے حسنِ منظرِ شام
(فراق، ب د، ۱۳۱)

بہشت سے... حکمِ سفر : حضرت آدمؑ (جو کہ ابوالبشر تھے) ان کے جنّت سے نکالے جانے کی طرف اشارہ ہے (رک آدم) ہے
باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں
(۳، ب ج، ۷)

بہشتِ گوش (ف) مذکر، بہشت + اضافت + گوش (یہ کان) : کانوں کے لیے جنّت کی طرح خوشگوار ہے
چہک تیری بہشتِ گوش اگر ہے
(ایک جگنو اور پرندہ، ب د، ۹۲)

بہشتِ مغربیاں : (ف ف ف) بہشت (= جنّت، رک) + اضافت + مغربی (رک) + ان (لاحقۂ جمع) : مغرب کے باشندوں کی جنّت ہے
بہشتِ مغربیاں جلوہ ہائے پا بہ رکاب
(۱۳، ب ج، ۳۲)

بھکاری (ار) صفت : بھیک مانگنے والا ہے
بڑے سیٹھ ہیں قوم کے یہ بھکاری

(عزیزوں کا، ب ا، ۵۳۶)

بھگت (ار) صفت : مقدّس، پرہیزگار ہے
شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

بھلا۱ (ار)
: ایک کلمہ جو استفہام سے پہلے بغرض حسنِ کلام زائد لگایا جاتا ہے ہے
بھلا پہاڑ کہاں جانور غریب کہاں
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب ا، ۳۱)

: نہ جانے، خدا جانے ہے
اڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

(ہاں یہ تکلّفی سے تخاطب کا کلمہ ہے)
بھلا اسے دل حسین ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں)
(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

بھلا۲ (ار) مذکر
: نیکی، احسان ہے
آدمی سے کوئی بھلا نہ کرے
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

بھلا بُرا (ار) صفت : اچھائی اور برائی کا پہلو، مصلحت ہے
دل میں پرکھا بھلا برا میں نے
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۴)

بہلانا (ار) : کھیل تفریح کی باتوں میں لگا کر رونے اور بے چین ہونے سے باز رکھنا ہے
غنچۂ گل خیر کو یہ کہہ کے بہلاتی تھی میں
(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۲)

بھُلانا (ار) : یاد نہ رکھنا، فراموش کر دینا ہے
بھلایا قصّۂ پیمانِ اوّلیں میں نے
(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۱)

بھلاوا (ار) مذکر : دھوکا، مغالطہ ہے
کس بھلاوے میں چشم پرنم ہے
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۵)

بھلائی (ار) مؤنث :

: بہتری، فائدہ ہے
نہیں کچھ بھی اس میں بھلائی مری
(ماں کا خواب، ب د، ۳۷)

بہلنا (ار) : سیر تماشے میں جی لگ جانا، تفریح ہونا ہے
جو تیرے کوچے کے ساکنوں کا فضائے جنت میں جی نہ بہلا
(نعت، ب ا، ۴۰۰)

بھلی (ار) صفت مونث
: خوشگوار، مفید، بہتر ہے
قید ہم کو بھلی کہ آزادی
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

بھنور (ار) مذکر: گرداب (رک)، مراد وہ الجھن جو مغربی اقوام کے دلوں میں ہے کہ ہر ایک دوسرے کو فنا کر کے خود زندہ رہنا چاہتا ہے، یہی الجھن وقت آنے پر ان کی موت کا بہانہ بن جائے گی ہے
گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر بھنور ہے تقدیر کا بہانہ
(زمانہ، ب ج، ۱۳۰)

بھوپال (ار) مذکر : برصغیر کے علاقہ مالوہ میں ایک مسلم ریاست کا نام جس کا فرمانروا نواب کہلاتا تھا
(اعلیٰحضرت نواب سرالخ ض ک، ۹)

بھوکا (ار) صفت
: جسے بھوک لگی ہو، کچھ کھانے کا خواہشمند جو بغیر آب و غذا یا بے دانے پانی کے ہو ہے
بھوکا تھا کئی روز سے اب ہاتھ جو آئی
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

: خواہشمند ہے
حمام و کبوتر کا بھوکا نہیں میں
(شاہین، ب ج، ۱۶۵)

بھولا بھالا (ار ار) صفت مذکر: جو دیکھنے میں بہت صاف دل کا اور چال بازی سے دور ہو ہے
یہ حضرت دیکھنے میں سیدھے سادے بھولے بھالے ہیں
(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

بھولا بھٹکا (ار) صفت : وہ شخص جو راستے سے بھٹک گیا ہو، غلطی میں مبتلا ہے

بھولے بھٹکے کی رہ نما ہوں میں
(عقل و دل، ب د، ۴۱)

بھولا ہونا (ار) : مغرور ہونا، اترانا، نازاں ہونا ہے
کس پہ تم بھولے ہوئے ہو آہ یاران نشاط
(تعبیش جوانی، ب ا، ۵۲۳)

بھولنا (ار) : بھلا دینا، دل سے کسی کی یاد فراموش کر دینا، پس پشت ڈال دینا ہے
اپنے شاہوں کو یہ امت بھولنے والی نہیں
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۳)

بھولی (ار) صفت : وہ شکل جس سے سادگی اور خلوص ظاہر ہو جسے دیکھ کر پیار آئے ہے
لڑکپن کے ہیں دن صورت کسی کی بھولی بھولی ہے
(غزل، ب ا، ۴۰۳)

بھولے سے (ار) متعلق فعل : سہواً، بھول کر بھی (فعل منفی سے پہلے اس کی تاکید کے لیے مستعمل) ہے
بھولے سے کبھی تم نے یہاں پانو نہ رکھا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

بھوننا (ار) : گوشت ترکاری یا غلے وغیرہ کو آگ یا بھوبل وغیرہ میں بریاں کرنا یا گھی وغیرہ میں تلنا ہے
اک دوست نے بھونا ہوا تیتر اسے بھیجا
(ابوالعلامعری، ب ج، ۱۵۷)

بھی (ار) کلمۂ معیت و شمولیت
: ایک بات یا حالت وغیرہ کے ساتھ مزید دوسری بات یا حالت ہے
مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے
(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

بھید (ار) مذکر : راز، اصلی مقصد ہے
کھلتا نہیں بھید زندگی کا
(انسان، ب د، ۱۲۶)

بھیس (ار) مذکر: شکل، صورت، روپ ہے
عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
(۳۹، ب ج، ۲۰)

بھینی (ار) مونث: تازہ پھولوں کی ہلکی اور خوشگوار (مہک)

(یہ اس مصرع میں بیلے کی بہار کی صفت ہے نہ کہ گردن کی) ؎

بھینی بھینی گردن نازک میں بیلے کی بہار

بے (ف) کلمۂ نفی : بغیر، بدون ؎

وہ پھٹے بادل میں بے آواز پا اس کا سفر

(عہدِ طفلی، ب د ، ۲۵)

بے اَثَر (- ع) صفت، بے + اثر (رک) : جس کا کوئی اثر یا فائدہ نہ ہو ؎

مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود و بے اثر

(جہاد، ض ک، ۲۸)

بے اِختیار (- ع) صفت، بے + اختیار (رک) : جو اپنے قابو میں نہ ہو ؎

لے گیا تجھ کو کہاں تیرا دل بے اختیار

(حیدرآباد دکن، ب ا ، ۲۰۲)

خود بخود، بلا ارادہ، مجبور ہو کر ؎

بے اختیار سوز سے تیرے بھڑک اٹھا

(شمع و پروانہ، ب ا ، ۲۹)

بے اَدَب (- ع) صفت، بے + ادب (رک) : گستاخ ؎

بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

(غزلیات، ب د ، ۱۰۶)

بے اَدَبی (- ع ف) مونث، بے ادب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : گستاخی

اگر نہ ہوا امرائے عرب کی بے ادبی

(امرائے عرب، ض ک، ۶۳)

بے اِعْتِبار (- ع) صفت، بے + اعتبار (: بھروسا) : جس کا کوئی بھروسا نہ کیا جا سکے ؎

زندگی اقوام کی بھی ہے یونہی بے اعتبار

(گورستان شاہی، ب د ، ۱۵۱)

بے اِعْتِنائی (- ع ف) مونث، بے + اعتنا (= پروا) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : بے پروائی، بے توجہی ؎

دیکھنا بے اعتنائی سے ہے یہ منظر جہاں

(گورستان شاہی، ب د ، ۱۵۱)

بے اَندازہ (- ف) صفت، بہت زیادہ، اندازے (تخمینے) سے بالاتر ؎

اس نشاط آباد میں گو عیش بے اندازہ ہے

(گورستان شاہی، ب د ، ۱۵۲)

بے آب (- ف) صفت، بے + آب (رک) : جسے پانی نہ ملے، جو پانی سے دور ہو

(رک ماہی بے آب)

بے آبرُو (- ف) صفت، بے + آبرو (= عزت) نتیجہ خیز نہ ہونے کی صورت حال ؎

ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو

(سید کی لوح تربت، ب د ، ۵۳)

: رسوا، بے عزت ؎

چمن میں آہ کیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا

(تصویر درد، ب د ، ۵۷)

بے آرامی (- ف ف) مونث، بے + آرام (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : راحت نصیب نہ ہونے کی صورت حال، سکون نہ ہونے کی کیفیت ؎

یہ تو پوشیدہ ہے بے آرامی محنت میں کچھ

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا ، ۱۲۴)

بے آزار (- ف) صفت، جس سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو، جو اذیت نہ پہنچائے ؎

کھیل اس کاغذ کے ٹکڑے سے یہ بے آزار ہے

(طفل شیرخوار، ب د ، ۶۶)

بے باک / بیباک (- ف) صفت، نڈر ؎

قوت فرماں روا کے سامنے بیباک ہے

(سید کی لوح تربت، ب د ، ۵۳)

: آزاد، اخلاقی جرأت کا مالک ؎

پھر اس میں عجب کیا کہ تو بیباک نہیں ہے

(۱۰، ب ج ، ۳۳)

بے باکانہ / بیباکانہ (- ف ف) صفت، نڈر ہو کر ؎

شوق کہتا ہے کہ تو مسلم ہے بیباکانہ چل

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د ، ۱۶۱)

بے باکی / بیباکی (- ف ف) مونث، بیباک (رک)

+ ی (لاحقۂ کیفیت) : نڈر ہونے کی کیفیت ہے

وہ صداقت جس کی بیباکی تھی حیرت آفریں

(تضمین برشعرِ ابوطالب کلیم، ب د، ۲۲۱)

بے بال و پر نکلے : نتیجے میں اہلِ نظر آبا کرام کے بازو ہی بیکار ہیں (یعنی یونانی اپنے حملے میں ترکوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور منہ کی کھانا پڑی) ہے

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو بے بال و پر نکلے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

بے بصر (ـ ع) صفت، بے + بصر (: آنکھ، بینائی) : قوّتِ دید سے محروم ہے

تو کفِ خاک و بے بصر میں کفِ خاک و خود نگر

(۴، ب ج ۲۸)

بے بنیاد (ـ ف) صفت، بے + بُنیاد (رک) : ناپائدار، فانی ہے

وہ دشت سادہ وہ تیرا جہانِ بے بنیاد

(۴، ب ج ۸۶)

بے بہا (ـ ف) صفت، بے + بہا (= قیمت) : قیمتی، بہت گراں قدر ہے

بے بہا موتی ہیں جس کی چشمِ گوہر بار کے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۸)

بے پائی (ـ ف ف) مونث، ـ + پا (= پاؤں) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : پاؤں نہ ہونے یا چل نہ سکنے کی صورتِ حال ہے

خامہ کرتا ہے عذرِ بے پائی

(خدا حافظ، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۵)

بے پایاں (ـ ف) صفت، جس کی تھاہ نہ ہو، جس کی حد کوئی نہ پا سکے ہے

محفلِ قدرت ہے اک دریائے بے پایانِ حسن

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

بے پَر (ـ ف) صفت، بے + پَر (= پر و بال)، جس کے پر نچے ہوئے ہوں، جو وسائل اور اسباب سے محروم ہو ہے

اے اڑا بلبلِ بے پر کو مذاقِ پرواز

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

: مراد بے پرواز، جو اڑتا نہیں ہے

یعنی وہ چاندی کے طائر بے پر و بے آشیاں

(رخصت اے بزمِ جہاں، ب ا، ۱۵۳)

بے پردہ (ـ ف) صفت، جو زیرِ نقاب نہ ہو، جو صاف نظر آئے، جس پر کوئی حجاب پڑا ہوا نہ ہو، غیر مخفی، جس کی رویت ظاہری ہو سکے ہے

بار رخِ بے پردہ حسنِ ازل کا نام ہے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

بے پروا (ـ ف) صفت

(کسی کی) پروا اور خیال و لحاظ نہ کرنے والا، غافل ہے

نہ ہو اپنوں سے بے پروا اسی میں خیر ہے تیری

(تصویرِ درد، ب د، ۷۵)

: بے نیاز ہے

حسن بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے

(۷، ب ج ۲۱۰)

: (متعلق فعل) الھڑپنے کے ساتھ ہے

ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پروا خرام

(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۸)

بے پَری (ـ ف ف) مونث، بے + پر (= شہپر، بازو) + ی (لاحقۂ کیفیت) : پر نہ ہونے یا طاقتِ پرواز نہ ہونے کی صورتِ حال ہے

بے پری سے ہے نشیمن بھی مجھے دامِ ابھی

(ب ا، ۴۴۹)

بے تاب/بیتاب (ـ ف)

بیقرار، مضطرب، (تلاش میں) بے چین ہے

حسن کے اس عام جلوے میں بھی یہ بیتاب ہے

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

: متحرک، گرم سیر و سفر ہے

بیتاب ہے اس جہاں کی ہر شے

(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۹)

: نڈر، غافل (خودداری کے باعث) ہے

پھر عجب یہ ہے کہ تیرا عشق بے پروا بھی ہے
(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

بے تابِ تخیّل (ـ ـ ف ع) بے تاب + تخیّل: وہ خیالات جو کسی کے ذکر میں ادا کیے جانے کے لیے مضطرب تھے ؎
میرے بیتاب تخیّل کو دیا تو نے قرار
(حسن و عشق، ب د، ۱۱۶)

بے تابی/بیتابی (ـ ف مونث، بے + تاب (= قرار) + ی (لاحقۂ کیفیت)
: بے چینی، بیقراری، اضطراب ؎
فرشتہ کہ پتلا تھا بیتابیوں کا
(عشق اور موت، ب د، ۵۸)
: تڑپنے کی کیفیت، تڑپ، عدم سکون مادی ؎
رہی بجلی کی بیتابی سو مرے آشیاں تک ہے
(غزلیات، ب د، ۱۴۳)

بیتابی اُلفت (ـ ـ ع) بیتابی + اضافت + الفت (= محبت): اُس دنیا کی محبت میں بیچینی جو اس دنیا کے بعد ہو گی اور جہاں تم لوگ مکین ہو ؎
دل کہ ہے بیتابی الفت میں دنیا سے نفور
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

بے تکلّف (ـ ع) متعلق فعل، بے + تکلف (= بناوٹ تصنع): بغیر کسی بناوٹ کے، بلا کسی جھجک کے ؎
بے تکلف خندہ زن ہیں فکر سے آزاد ہیں
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۸)

بے توفیق (ـ ع) صفت، بے + توفیق (رک): پست ہمت، پست حوصلہ ؎
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق
(اجتہاد، ض ک، ۲۲)

بے ثبات (ـ ع) صفت، بے + ثبات (رک): جسے قیام اور دوام نہ ہو، ناپائدار، فانی ؎
جلوہ گاہیں اس کی ہیں لاکھوں جہاں بے ثبات
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۶)

بے ثباتی: بے ثبات (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)، ناپائداری ؎
پیکروں کی بے ثباتی جو ز پیکر گر سے ہے
(والدۂ مرحومہ کی یاد میں، ب ا، ۲۲۳)

بے جا (ـ ف) صفت، بے + جا (= جگہ): بے موقع، بے محل، ناحق ؎
شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۱)

بے جوہر (ـ ع) صفت: جس میں صلاحیت، کمال اور لیاقت نہ ہو ؎
کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں
(رباعیات، ب ج، ۸۶)

بے چارہ (ـ ف) صفت
: عاجز، درماندہ، بے بس، بدنصیب، غریب، مجبور (بے چارگی اسم کیفیت) ؎
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر
(شکوہ، ب د، ۱۶۶)
محکوم قوم کی طرف اشارہ ؎
بیچارے کے حق میں ہے یہی سب سے بڑا ظلم
(نصیحت، ض ک، ۱۰۴)

بے چاری: بے چارے (رک) کی تانیث ؎
بے چاری کلی کھلتی ہے مرجھانے کی خاطر
(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۵)

بے حاصلی (ـ ع ف) مونث، بے + حاصل (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): کوئی پھل نہ ملنے کی صورتِ حال بے نتیجگی ؎
ہے وہاں بے حاصلی کشتِ اجل کے واسطے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۵)

بے حجاب (ـ ع) صفت، بے + حجاب (رک): بے پردہ، کھلا ہوا، واضح، صاف، روشن ؎
چشمِ دل وا ہو تو ہے تقدیرِ عالم بے حجاب
(خضر راہ، ب د، ۲۰۶)

بے حجابانہ (ـ ع ف) بے + حجاب (= رک) + انہ (لاحقۂ نسبت): بے تکلفی کے ساتھ، بغیر کسی جھجک کے ؎

بے حجابانہ حورِ جلوہ فروش

(سیرِ فلک، ب د، ۱۷۵۰)

بے حجابی (- ع ف) مؤنث، بے + حجاب (= رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)

بے پردہ ہو جانا، کھُلّم کھُلّا اور علانیہ نظر آنا (مصرع کا مفہوم یہ ہے کہ حسن ہر اعتبار سے مکمل ہے اس لیے اہلِ نظر کو بے حجاب نظر آتا ہے) ع

حسن کامل ہی نہ ہو اس بے حجابی کا سبب

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

= دل کی بات صاف صاف بلا خوف اور بغیر کسی جھجک کے کہنا، کوئی لگی لپٹی نہ رکھنا اور آزادانہ اپنے خیالات کا اظہار کر دینا (جس کا احساس اقبال کو یورپ کے سفر میں ہوا اور وہاں اُنھوں نے اُس آزادی سے مستفیض ہونے کا عزم کیا جو ۱۹۰۷ء میں اور اس کے بعد قانونِ حکومتِ برطانیہ (نافذ الہند) کی رُو سے حاصل تھی۔ چنانچہ انھوں نے وطن واپس آکر کھُلم کھُلا تبلیغِ اسلام کی اور یہ نظم کہی جس کے مطلع میں "بے حجابی" کا لفظ مذکورہ معنی میں استعمال کیا گیا ہے) ع

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدارِ یار ہو گا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰۰)

بے حِس (- ع) صفت، بے + حِس (= احساس) : بالکل بے خبر، جسے کسی بات کا بالکل پتا نہ چلے، غافل ع

کارواں بے حس ہے آوازِ درا ہو یا نہ ہو

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۶)

بے حضُور (- ع) صفت، بے + حضُور (= متوجہ اور حاضر ہونے کا عمل)

= رجُوعِ قلب سے محرُوم ع

تیرا امام بے حضُور تیری نماز بے سُرُور

(۵، ب ج، ۲۹)

= جس کے پیشِ نظر محبُوب کا جلوہ نہ ہو، جسے مظاہر میں اس کی تجلی نظر نہ آئے ع

زندہ ہو تو تو بے حضُور نہیں

(۲۰، ب ج، ۴۳)

بے حضُوری (- ع ف) مؤنث، بے + حضُور (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : مظاہرِ قدرت میں تجلی نظر نہ آنے کی کیفیت، تجلیاتِ الٰہی سے دُوری ع

بے حضُوری ہے تیری موت کا راز

(۲۰، ب ج، ۴۲)

بے خانماں (ف ف ف) صفت، بے خانماں (خانہ وماں) کی تخفیف (= گھر اور سامان) : جس کا کہیں گھر نہ ہو، اِدھر اُدھر مارا مارا پھرے ع

کبھی آوارہ و بے خانماں عشق

(رباعیات، ب ج، ۸۷)

بے خبر (- ع) بے + خبر

= ناواقف ع

ستارے آسماں کے بے خبر تھے لذّتِ رم سے

(محبت، ب د، ۱۱۱)

= غافل ع

آہ بد قسمت رہے آوازِ حق سے بے خبر

(نانک، ب د، ۲۴۹)

= غافل ع

اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

(غزلیات، ب د، ۱۰۸)

بے خروش (- ف) صفت، جس میں شور و غل اور ہُو حق نہ ہو ع

عجیب میکدۂ بے خروش ہے یہ ہوا

(ابر، ب د، ۹۱)

بے خطا (- ع) صفت، بے + خطا (= غلطی) : جو غلطی نہ کرے، (وہ تیر وغیرہ) جو نشانے پر پڑے اور غلطی سے اِدھر اُدھر نہ لگے ع

مارے کیا تیر بے خطا ہے تیرا

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۵)

بے خطر (- ع) صفت : بے خوف یا نڈر ہو کر، بیباکی کے ساتھ ع

بے خطر کُود پڑا آتشِ نمرُود میں عشق

(غزلیات، ب د، ۲۷۸)

بے خواب (- ف) صفت، بے + خواب (رک) : بیدار، سرگرم عمل حگ

تخم گل کی آنکھ زیرِ خاک بھی بے خواب ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۴)

بے خوابی (- ف ف) مؤنث، بے + خواب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : جاگنے کا عمل، بیداری حگ

نہ ہو جب چشمِ محفل آشنائے لطفِ بے خوابی

(عُرفی، ب د، ۲۳۸)

بے خودی / بیخودی (ف) مؤنث : وجد میں بے خبری کا عالم، مدہوشی حگ

شرابِ بیخودی سے تا فلک پرواز ہے میری

(تصویرِ درد، ب د، ۴۷)

بے داد / بیداد (ف) مؤنث، بے + داد (= انصاف) : ظلم و ستم حگ

آرزو کو خون رلاتی ہے بیدادِ اجل

(داغ، ب د، ۹۰)

بے داغ (- ف) صفت، بے + داغ (= دھبّا) : برائی سے بری، عیوب سے پاک، گناہ اور گندگی وغیرہ سے پاک حگ

بے داغ ہے مانندِ سحر اس کی جوانی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

بے دام (- ف) صفت، بے + دام (= قیمت) : مفت کا، بغیر قیمت کا (رک بندۂ بے دام ہوا)

بے درد / بیدرد (- ف) صفت، بے + درد (رک) : دل میں کسی سے ہمدردی نہ رکھنے والا، ظالم، سنگدل حگ

چمن میں گلچیں سے غنچہ کہتا تھا اتنا بے درد کیوں ہے انسان

(غزلیات، ب د، ۱۳۷)

بے دردی / بیدردی : بے درد (رک) کا اسمِ کیفیت حگ

کتنی بے دردی سے نقش اپنا مٹا دیتی ہے یہ

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۲)

بے دری (- ف ف) مؤنث، بے + در (= دروازہ) + ی (لاحقۂ کیفیت) : در نہ ہونے کی صورتِ حال حگ

بے دری میں ہے مثال گنبدِ اخضر زمیں

(دربارِ بہاولپور، ب ا، ۱۹۱)

بے دست و پا (- ف ف ف) صفت : عاجز، مجبور حگ

خضر بھی بے دست و پا الیاس بھی بے دست و پا

(جبریل و ابلیس، ب ج، ۱۴۴)

بے دل / بیدل : مغموم، رنجیدہ حگ

بچ گئے جو ہو کے بیدل سوئے بیت اللہ پھرے

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۶۱)

بے دلی / بیدلی (- ف ف) بے + دل + ی (لاحقۂ کیفیت) : دل نہ ہونا مراد عاشقی حگ

کہوں کیا آرزوئے بے دلی مجھ کو کہاں تک ہے

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

بے دولتی و رنجوری (- ع ف ف ف) مؤنث، بے + دولت (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) + و (عطف) + رنجور (= رنجیدہ) + ی (لاحقۂ کیفیت) : مفلس ہونا اور پھر اس مفلسی پر رنج کرنا حگ

تمہارا فقر ہے بے دولتی و رنجوری

(۹۱، ب ج، ۴۲)

بے دہنی (- ف ف) مؤنث، بے + دہن (= منھ) + ی (لاحقۂ کیفیت) : منھ نہ ہونا (حسن پسند عشّاق محبوب کے لبوں کو اتنا چھوٹا بیان کرتے ہیں کہ ہوتے ہوتے اسے بے دہن کر دیتے ہیں) حگ

میں نے کہا کہ یہ بے دہنی اور یہ گالیاں

(ب ا، ۳۹۰)

بے ڈھب (- ار) صفت : بہت افراط سے حگ

نگاہیں بلبل و گلچیں کی بے ڈھب مجھ پہ پڑتی تھیں

(گلِ پژمردہ، ب ا، ۵۱۳)

بے ذوق (- ع) صفت، بے + ذوق (= مزہ) : جس میں کوئی لطف نہیں (مراد یہ کہ اس صہبا میں دنیا ہے دین نہیں) حگ

یہاں ساقی نہیں پیدا وہاں بے ذوق ہے صہبا

(ا، ب ج، ۲۳)

: روکھی پھیکی اور غیر موثر حگ

شاعر کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق
(مستی کردار، ض ک ، ۹۶)

بے ذوق سجدوں سے حذر کر: یعنی حکومت کی غلامی میں تیری غلامی کا تصور ماند پڑ گیا ہے اور در ایں صورت جو سجدہ کرتا ہوں وہ بے ذوق ہوتا ہے لہٰذا اس غلامی سے نجات دے تاکہ تیری غلامی کا تصور پختہ ہو اور باذوق سجدے کر سکوں
(رباعیات، ۱۱، ا ح ۳۰۶)

بے رَبط و نِظام (- ع ف ع) صفت، بے + رَبط (= ایک چیز کا دوسری چیز سے لگاؤ اور تعلق) + و (عطف) + نِظام (= سلسلہ): جس میں لگاؤ اور سلسلہ نہ ہو، اگل بے جوڑ (مثلاً ایک حکمران پاکستان نے کہا کہ میں اسلامی سوشلزم کو رائج کروں گا تو بہت سے مغرب زدہ تعلیم یافتہ نوجوان یہی نعرہ لگانے لگے، یونیورسٹی کے کسی پروفیسر اور ڈین تک نے انھیں یہ نہ بتایا کہ "سوشلزم" اور اسلام ایک دوسرے کی ضد ہیں - یہ ہے بے ربط و نظام خیالات کی ایک مثال) ۔
چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام
(عصر حاضر، ض ک ، ۲۱)

بے رَفُو (- ع) صفت، بے + رفو (رک): پھٹا ہوا لباس وغیرہ جو ٹانکوں سے محروم ہو ۔
ہیں مرے سینے میں بھی پوشیدہ زخم بے رفو
(گل پژمردہ، ب ا، ۴۰)

بے رَنگ (- ف) صفت، بے + رنگ (رک): ہر قسم کے رنگ سے پاک و صاف، ہر طرح کے جغرافیائی اور نسلی امتیاز سے مبرّا ۔
سمجھے گا نہ تو جب تک بے رنگ نہ ہو ادراک
(۱۸، ب ج ، ۴۱)
: مراد (خودی) صورت سے مبرا کیونکہ صورت مادہ ہے اور یہ غیر مادی ہے ۔
یہ بے رنگ ہے ڈوب کر رنگ میں
(ساقی نامہ، ب ج ، ۱۲۷)

بے زَبان (- ف) صفت جو قوت گویائی سے محروم ہو، جانور ۔
یہ کہاں بے زباں غریب کہاں
(ایک گائے اور بکری، ب د ، ۳۳)

بے زَبانی (- ف ف) مونث، بے زبان (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) ۔
خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری
(تصویر درد، ب د ، ۶۸)

بے زَری (- ف ف) مونث، بے + زر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): مفلسی، غریبی، محتاجی ۔
امیروں کا شکوہ گلہ بے زری کا
(ب ا، ۳۹۸)

بے زِنہار (- ف) صفت، بے + زِنہار (= امان): بے پناہ، جس کے ضرر سے کہیں پناہ نہ ملے ۔
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیر بے زنہار تو
(خضر راہ، ب د ، ۲۵۹)

بے سامانی (- ف ف) مونث، بے + سامان (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): کوئی سر و سامان نہ ہونے کی صورت حال، تہی دستی ۔
تیری بے سامانیوں سے کیوں نہ میرا دل جلے
(نالۂ یتیم، سبد ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۷)

بے سُرور (- ع) صفت، بے + سُرور (= خوشی): بے لذت، بے مزہ، جس سے دل کو خوشی نہیں ہوتی روح محظوظ نہیں ہوتی ۔
ترا امام بے حضور تری نماز بے سرور
(۵، ب ج ، ۲۹)

بے سَوادی (- ع ف) مونث، بے + سواد (= علم کا ملکہ) + ی (لاحقۂ کیفیت): بے علمی، جہالت ۔
یہ بے سوادی یہ کم نگاہی
(۳۰، ب ج ، ۵۲)

بے سُود (- ف) صفت، بے + سود (رک): جس کا کوئی فائدہ نہ ہو ۔
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود و بے اثر
(جہاد، ض ک ، ۲۸)

بے سوز (- ف) صفت، بے + سوز (رک): جس میں شعلگی اور سوزش نہ ہو ۔

ننھا سا کوئی شعلۂ بے سوز کلی ہے
(شبنم اور ستارے، ب د ۲۱۵)

: جس میں کوئی تاثیر نہ ہو کے
کردار بے سوز گفتار واہی
(۳۰، ب ج ، ۵۴)

بے شَرَر (- ع) صفت ، بے + شرر (رک) جس میں چنگاریاں نہیں جو آگ لگا دیں کے
اک فغاں بے شرر سینے میں باقی رہ گئی
(شمع اور شاعر؟ تہذیب خانہ میں معتمد کی فریاد، ب ج ۱۱۱)

بے شُعُور (- ع) صفت : نادان ، احمق ، بے عقل ، بے تمیز کے
جو بے شعور ہیں یوں باتمیز بن بیٹھیں
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب ۳۱)

بے شُمار (- ف) صفت ، بے + شمار ، مصدر شمردن (= گننا) سے حاصلِ مصدر : بکثرت ، بہت سے کے
تھے اناروں کے بے شمار درخت
(ایک گائے اور بکری، ب د ۳۲)

بے شیرازہ (- ف) صفت ، بے + شیرازہ (رک) : بغیر تنظیم کے منتشر ، غیر منظم ، غیر مرتب کے
آہ اک دفتر تھا اپنا وہ بھی بے شیرازہ ہے
(صدائے درد، ب ا ، ۲۹۵)

بے صَوت (- ع) صفت ، بے + صوت (= آواز) : جن کی آواز کسی کو سنائی نہیں دیتی ، خاموش کے
افکار کے نغمہ ہائے بے صوت
(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک ۱۸)

بے عصائی (- ع ف) مؤنث ، بے + عصا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : لاٹھی یا سہارا میسر نہ ہونے کی صورتِ حال کے
شکستہ پا نہ کرے شکوۂ بے عصائی کا
(ب ا ، ۵۴۳)

بے عَمَل (- ع) صفت ، بے + عمل (= مراد نیک کام) : جس نے نیک کام نہیں کیے کے
دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغِ عشقِ اہلِ بیت
(برگِ گل ، ب ا ، ۱۷۷)

بے عملی = بے عمل (رک) کا اسمِ کیفیت کے
بہانہ بے عملی کا بنی شرابِ الست
(شکست، ض ک ، ۳۸)

بے عین و قاف و لام : یعنی بے عقل کے
ایسے دینداروں کا سر بے عین و قاف و لام ہے
(دین و دنیا ، ب ا ، ۱۰۶)

بے غَرَض (- ع) صفت ، بے + غرض (= فائدے کی نیت) : بغیر کسی مفاد ذاتی کے ، بے لوث ، خالصۃً لوجہ اللہ کے
جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
(۵ ، ب ج ، ۲۹)

بے قَرار (- ع) صفت : بےچین ، مضطرب کے
جدائی میں رہتی ہوں میں بیقرار
(ماں کا خواب، ب د ، ۳۶)

بے قَید (- ع) صفت ، بے + قید (رک) : آزاد کے
ہر حال میں میرا دل بے قید ہے خرم
(۱۶، ب ج ۲۱)

بے قیدی و پہنائی (- ع ف ف ف ف) مؤنث ، بے + قید (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) + و (عطف) ، + پہنا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : آزادی اور وسعت (جو قلندر کے آفاقی نقطۂ نظر کے لحاظ سے اس کے لیے ضروری ہے) کے
بے قیدی و پہنائی افلاک نہیں ہے
(فقر، ض ک ، ۴۰)

بے کار/بیکار (- ف) صفت ، بے + کار (رک) : جو کسی کام کا نہ ہو ، نکما کے
ریل چلنے سے مگر دشتِ عرب میں بیکار
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۸)

بے کاری/بیکاری (- ف ف) مؤنث ، بے کار (رک) ، + ی (لاحقۂ کیفیت) : خود کوئی کام یا محنت مشقت نہ کرنے کی صورتِ حال کے
بیکاری و عریانی و مے خواری و افلاس

(لینن، ب ج، ۱۰۸)

بے کَراں / بیکَراں (- ف) صفت، بے + کراں (= کنارہ)
: جس کی تھاہ نہ ملے، جو کہیں ختم نہ ہو ہے
اور آزادی میں بحرِ بیکراں ہے زندگی
(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۹)

بے کَرانَہ / بیکَرانَہ (- ف) صفت، بے + کرانہ (= کنارہ)
: بے حد و انتہا، جو احاطہ و شمار سے باہر ہو ہے
تاروں کی فضا ہے بیکرانہ
(۳۶، ب ج، ۵۹)

بے کَس / بیکَس (- ف) صفت، بے + کس (= شخص، دوست) : جس کا کوئی رفیق نہ ہو، غریب، بیچارہ ہے
نہ کر بیکس پہ منقارِ ہوس تیز
(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۹۲)

بے کَسی / بیکَسی : (- ف ف) مونث، بے کس (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : تنہائی، بے چارگی ہے
بے کسی اس کی ذرا دیکھے کوئی وقتِ سحر
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

بے کَل / بیکَل : (- ار) صفت، بے + کل (= چین)
: بےچین، مضطرب ہے
خارِ حسرت کی خلش رکھتی ہے اب بیکل مجھے
(ماہِ نو، ب د، ۵۴)

بے کُلاہ (- ف) صفت : جس کے پاس ٹوپی تک نہ ہو ہے
میں فقیرِ بے کلاہ و بے گلیم
(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۸)

بے کُلاہی (- ف ف) مونث، بے + کلاہ (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : سر پر ٹوپی (تاج) نہ پہننے کی حالت ہے
تاجِ پہنایا ہے کس کی بے کلاہی نے اسے
(گدائی، ب ج، ۱۱۶)

بے کَلی / بیکَلی (- ار ار) مونث، بے + کل (= چین) + ی (لاحقۂ کیفیت) : بے چینی ہے
اس کلی میں ہو بے کلی نہ کہیں

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۲)

بے کَنار / بیکَنار (- ف) صفت، بے + کنار (= کنارہ)
: اتھاہ ہے
یا مجھے ہمکنار کر یا مجھے بے کنار کر
(۳۰، ب ج، ۷۷)

بے گَلیم (- ف) صفت : جس کے پاس اوڑھنے کو کملی تک نہ ہو ہے
میں فقیرِ بے کلاہ و بے گلیم
(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۸)

بے لَوث (- ع) صفت، بے + لوث (= آمیزش)
بغیر کسی ذاتی غرض کے، خالص ہے
بے لوث محبت ہو بے باک صداقت ہو
(دعا، ب د، ۲۱۳)

بے مایگان (- ف) : بے مایہ (رک) کی جمع ہے
اے نصیرِ عاجزاں اے مایۂ بے مایگاں
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۲)

بے مایگی : بے مایہ (رک) کا اسم کیفیت ہے
اپنی بے مایگی پہ نازاں ہوں
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۹)

بے مایَہ (- ف) صفت، بے + مایہ (= اصل، پونجی)
: پونجی نہ رکھنے والا، مراد بے حقیقت، ناچیز، حقیر ہے
قطرۂ شبنم بے مایہ کو دریا کر دیں
(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۲۲)

بے مِثال (- ع) صفت، بے + مثال (رک) : جس کی نظیر نہ مل سکے ہے
تیری طرح کمال مرا بے مثال ہو
(چاند اور شاعر، ب ا، ۲۶۵)

بے مَحَل (- ع) صفت، بے + محل (رک)
: بے موقع، مصلحت کے خلاف ہے
اس رہ میں مقام بے محل ہے
(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۹)
: بعد از وقت، جب کسی کام کا وقت گزر چکے اس وقت (اقبال اپنے سے مخاطب ہیں) ہے

بے محل تیرا ترنم نغمہ بے موسم ترا
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۵)

بے مَزَہ (- ف) صفت : جو ناگوار لگے، کڑوی ؎
بات سچی ہے بے مزہ لگتی
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۴)

بے مُدّعا (- ع) صفت : جسے کوئی تمنا نہ ہو، جس کی کچھ خواہش اور غرض نہ ہو ؎
ہے طلب بے مدعا ہونے کی بھی اک مدعا
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

بے مَقام (- ع) صفت، بے + مقام (رک) : بے محل (مراد یہ ہے کہ عشق جس مقام پر اور ہونا چاہیے یعنی سرمایہ داروں کے دل میں وہاں نہیں ہے) ؎
عقل ہے بے زمام ابھی عشق ہے بے مقام ابھی
(فرشتوں کا گیت، ب ج، ۱۰۹)

بے مِنّتِ تاک (- ع ف) صفت، بے + منت (= احسان) + تاک (= انگور کی بیل) : مراد بے پیے (عشق کی مستی سے مست رہے) ؎
مستی ہے جس کی بے منت تاک

بے مِنّتِ غیر (- ع ع) : کسی دوسرے کے احسان یعنی شمولیت کے بغیر یعنی عورت کی مدد کے بغیر ؎
جوہر مرد عیاں ہوتا ہے بے منت غیر
(عورت، ض ک، ۹۷)

بے مُوسم (- ع) صفت، بے + موسم (رک) : رک بے محل ؎
بے محل تیرا ترنم نغمہ بے موسم ترا
(شمع اور شاعر، ب د، ۱۸۵)

بے مِہر (- ف) صفت، جس میں مروت اور جذبۂ محبت نہ ہو، ظالم ؎
یہ بے مہروں کی باتیں ہیں یہ بے دردوں کی بولی ہے
(غزل، ب ا، ۴۰۵)

بے مِہری (- ف ف) مونث، بے + مہر (= محبت) + ی (لاحقۂ کیفیت) : بے مروتی، غیر ہمدردانہ برتاؤ ؎
بڑھتی ہی چلی جاتی ہے بے مہری ایام
(اشعاعِ امید، ض ک، ۱۰۷)

بے نَصیب (- ع) صفت : حصہ نہ پانے والا، محروم ؎
مگر لذت شوق سے بے نصیب
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۴)

بے نِقابی (- ع ف) مونث، بے + نقاب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : بے پردہ دکھائی دینے کی کیفیت، مظاہر میں اس طرح نمودار ہونے کی شان کہ نگاہ بینا کو صاف صاف نظر آئے ؎
حسن بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے
(۷، ب د، ۳۱۶)

بے نَماز (- ف) صفت، بے + نماز (رک) : جو کبھی نماز نہ پڑھتا ہو، تارک الصلوٰۃ ؎
جو بے نماز کبھی پڑھتے ہیں نماز اقبال
(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

بے نُمود (- ف) صفت، بے + نمود (رک) : جو ابھی ظاہر نہیں ؎
جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۸)

بے نَوا/بینوا (- ف) صفت، بے + نوا (رک) : جو ساز و سامان نہ رکھتا ہو، غریب ؎
بڑا کریم ہے اقبال بے نوا لیکن
(۴، ب ج، ۴۷)

بے نُوری (- ف) مونث، بے + نور (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : روشنی نہ ہونے کی صورت حال ؎
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
(طلوع اسلام، ب د، ۲۶۸)

بے نیاز (- ف) صفت، بے + نیاز (= عجز، احتیاج وغیرہ) : جسے کسی کی پروا نہ ہو، مستغنی، آزاد، محبوب حقیقی ؎
جو ہر بات سے بے نیاز ہے
تقاضہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا
(شمع، ب د، ۴۵)

بے نیازی (- ف) ، بے نیاز (رک) + ی

(لاحقۂ کیفیت)

ذرا سی پھر ربوبیّت سے شان بے نیازی لی

(محبت، ب د، ۱۱۱)

: خدائے تعالیٰ جو کسی کا محتاج نہیں

کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے

(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

بے نیازی سے ہے پیدا الخ : (دنیا و مافیہا سے) میرے بے نیاز ہونے سے یہ بات ثابت ہے کہ میں قطرۂ حسن مطلق کا محتاج اور نیازمند ہوں گا

بے نیازی سے ہے پیدا میری فطرت کا نیاز

(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

بے نیام (۔ ف) صفت، بے + نیام (رک) : ننگی تلوار گا

جس کی نگاہ تھی صفت تیغ بے نیام

(جنگ یرموک، ب د، ۲۴۴)

بے نیشی (۔ ف ف) مونث، بے + نیش (= ڈنک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : دل میں چبھن نہ ہونے کی کیفیت، دل میں کانٹے کی طرح عشق کی کھٹک نہ ہونے کی صورتِ حال ہے

ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی

(۲، ب ج، ۳۰۰)

بے وَسواس (ع) مذکر : بے + وسواس (= تردد، وہم، اندیشہ) : بے خوف، نڈر ہے

اگر لہو ہے بدن میں تو دل ہے بے وسواس

(لہو، ب ج، ۱۹۲)

بے وَفائی (۔ ع ف) مونث، بے + وفا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : وفاداری نہ کرنے کا عمل، (احکام سے) سرکشی گا

تو احکام حق سے نہ کر بے وفائی

(دریوزۂ خلافت، ب د، ۲۴۵)

بے ہمتا (۔ ف) صفت، بے + ہمتا (= مثل و نظیر) : وحدہٗ لاشریک جس کی مثل کوئی نہیں گا

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے

(خضر راہ، ب د، ۲۶۱)

بے ہوش / بیہوش (۔ ف) صفت، بے + ہوش (= حواس، عقل، خبرداری) : غافل، دنیا و مافیہا سے بے خبر، بے عملی کی حالت میں گا

بیہوش جو پڑے ہیں شاید انھیں جگا دے

(ایک آرزو، ب د، ۴۸۰)

: سویا ہوا، نشے میں مست اور بے خبر ہے

خندہ زن ساقی ہے ساری انجمن بے ہوش ہے

(غزلیات، ب د، ۲۷۸)

بے ہوشی (۔ ف) مونث، بے ہوش (رک) کا اسم کیفیت گا

خواب ہے غفلت ہے سرمستی ہے بیہوشی ہے یہ

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

بے یدِ بیضا (۔ ع ع) صفت، بے + ید بیضا (رک) : مراد راستوں کو روشن کرنے کی روحانی قوت گا

بے ید بیضا ہے پیران حرم کی آستیں

(ابلیس، ۱۰۲۲ ج، ۱۲۰)

بے یقینی (۔ ع ف) مونث، بے + یقین (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : یقین نہ ہونے کی حالت، شک کی کیفیت گا

غلامی سے بدتر ہے بے یقینی

(رباعیات، ب ج، ۸۱)

بیابان (ف) مذکر : جنگل، صحرا

بیابانِ محبت (ع) بیابان + اضافت + محبت (= الفت، عشق) محبت جس کے اثرات کی دسترس صحرا کی طرح وسیع ہے (اضافت تشبیہی ہے) گا

بیابان محبت دشت غربت بھی، وطن بھی ہے

(تصویر درد، ب د، ۷۵)

بیابانوں میں اَے دل : ان لفظوں سے باقیات میں جو غزل شروع ہوتی ہے وہ دکن ریویو جلد ۲ نمبر ۸ (دسمبر) میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے کل سترہ شعر تھے جن میں سے آٹھ بانگِ درا میں شائع ہوئے۔ باقی آٹھ باقیات میں درج ہیں۔

(ب ا، ۴۴۵) ۔ ب د ۱۰۱۰)

بیا (ف، فعل، ب، ی (زائد) + آ، مصدر آمدن (= آنا) سے فعل امر:

بیا پیدا خریدار است جانِ ناتوانے را
پس از مدت گزار افتاد بر ما کاروانے را

: اے مسلمانو آؤ (اور اٹھو) کہ تمھاری کمزور ہستی کا ایک خریدار (یعنی، ہمدرد) پیدا ہوا ہے اور ایک مدت کے بعد ہماری طرف سے ایک قافلہ گزر رہا ہے (یعنی اگلے مجاہدوں کے بہت دن بعد اب ترک میدان میں آئے ہیں)

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۵)

بیا تا گل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرحِ دیگر اندازیم

: (اے مسلمان) آ تا کہ ہم سب مل کر پھولوں کی بارش کریں اور (دل کے) پیالے کو شراب (محبت) سے لبریز کر لیں (پھر اپنے نعرہ ہائے تکبیر سے) آسمان کی چھت اُڑا دیں اور ایک نئی زندگی کی بنیاد ڈالیں

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۶)

بیا ساقی نوائے مرغِ زار از شاخسار آمد
بہار آمد نگار آمد نگار آمد قرار آمد

: اے ساقی (یعنی جوشش اسلامی) آ کر شاخ سے ایک ناتواں پرندے کی (یہ) آواز آ رہی ہے کہ بہار آگئی، محبوب آگیا (اور) جب محبوب آگیا تو مضطرب دل کو سکون ہوا۔

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۵)

بیابانی (ف ف) صفت، بیابان (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): جنگل بیابان کا رہنے والا۔ نزاکتوں کی فضا سے دور، قوت اور شوکت رکھنے والا (اسی لیے جدوجہد زندگی ہیں کامیاب ہے) ؎

بلبل چمنستانی شہباز بیابانی

(محراب گل افغان، ض ک، ۱۸۰)

بیاض (ع) مذکر نیز مونث: ڈائری، یا دداشت کی کاپی

(ملازادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض، ا ر ح، ۳۴)

بیان (ع) مذکر: خیال کا زبان سے اظہار، کسی مضمون یا کیفیت وغیرہ کا ذکر، عموماً نظم میں ؎

کرتے تھے بیاں آپ کرامات کا اپنی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

بیاں کا کوتاہی کرنا: بیان میں (کسی بات کے) سمانے کی گنجائش نہ ہونا، ادا کرنے کے لیے لفظ نہ ملنا ؎

کھول کر کیسے تو کرتا ہے بیاں کوتاہی

(نفسیات غلامی، ض ک، ۱۵۸)

بیاں ہو (۔ ار): لفظوں میں ڈھالا جائے، درج کیا جائے ؎

کیا سماں اس بہار کا ہو بیاں

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

بیت (ع) مذکر: گھر
: (مونث) شعر ؎

کہ بیت قوم کی اصلاح سے ہوئی موزوں

(فلاحِ قوم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۲۸)

بیت اللہ (ع ع) مذکر، بیت (= گھر) + اللہ (= خدا): کعبہ مراد اسلامی ماحول ؎

ہوئی ہے تربیت آغوشِ بیت اللہ میں تیری

(تضمین بر شعر انیسی، ب د، ۱۵۵)

بیت کا مصرعِ اول (ع ا ر ع ع) مذکر، بیت (= شعر) + کا (رک) + مصرع (شعر کے دو ٹکڑوں میں سے ہر ایک) + اضافت + اول (رک): مراد اسلام اور مسلمان کی ترقی کو ایک شعر فرض کرو تو اس کا پہلا مصرع تلوار یعنی جہاد ہے ؎

اس بیت کا یہ مصرعِ اول ہے کہ جس میں

(آزادیٔ شمشیر کے اعلان پر، ض ک، ۲۷)

بیٹھ رہ (ار) مصدر بیٹھنا اور رہنا کے افعال امر سے مرکب (ایک لگا بندھا روزمرہ) پڑا رہ، جگہ سے حرکت نہ کر ؎

یہ دُور نکتہ چیں ہے کہیں چھپ کے بیٹھ رہ

(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

بیٹھنا (ار): ٹھہرنا، رہنا، شریک اور شامل ہونا ؎

لیں گے اب ہنگامۂ ہستی میں ہم کیا بیٹھ کر
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۲۵۶)

بیج (ا) مذکر، دانہ یا تخم جو بویا جاتا ہے (استعارۃً، ادنیٰ محبت) ہے
ذرا سے بیج سے پیدا نہال طور ہوتا ہے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۳)

بیج کھانا (ا) : بیج کی قیمت کو اپنے کاموں میں خرچ کرنا ہے
ہوس جو دبی تو بیج کھاتا ہے
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

بیچنا (ا) : فروخت کرنا، قیمت لے کر کوئی چیز دینا ہے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۱)

بیخ (ف) جڑ، اصل بنیاد، مراد بنا پڑنے کی جگہ ہے
بیخ جس کی ہند میں ہے چین و جاپاں میں ثمر
(ہمالہ، ب ا، ۲۷۶)

بیداد (ف) مونث : ظلم ہے
رُوحِ مشتِ خاک میں زحمت کشِ فریاد ہے
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

بیدار (ف) صفت
: جاگنے والا، جاگا ہوا، مائل بہ ترقی ہے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۵)
: مراد ابھرا ہوا، پورے شعور اور احساس کے ساتھ نمایاں ہے
جو ہے بیدار انساں میں وہ گہری نیند سوتا ہے
(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

بیدار دِل (- ف) صفت، بیدار + دل (رک) : جس کا دل جاگتا ہو، جس کے دل میں کچھ احساس ہو ہے
نہ ہے بیدار دل پیری نہ ہمت خواہ برنائی
(تضمین بر شعر صائب، ب د، ۱۴۴)

بیدار ہونا (- ا) معرضِ عمل میں آنا، (بے عملی کے بعد) اپنا کام کرنے لگنا ہے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۵)

بیداری (ف) مونث
جاگنے کی کیفیت، جاگنے کا عمل ہے
پڑھا خوابیدگاں دَیر پر افسونِ بیداری
(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)
: غفلت سے چونکنے کا عمل، بے عملی چھوڑ کر میدانِ عمل میں سرگرم ہونے کی صورتِ حال ہے
غافلوں کے لیے پیغام ہے بیداری کا
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۶)
: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ جب انسان کی خودی بیدار ہو جاتی ہے تو اس کی زندگی میں کیا انقلابات رونما ہوتے ہیں
(ض ک، ۲۸۷)

بَیر (ا) مذکر، دشمنی، تعصب۔
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
(ترانۂ ہندی، ب د، ۸۳)

بیرون (ف) کلمۂ ظرف، باہر، جس چیز کا ذکر ہے اس کی حد سے خارج ہے
کیا بیرونِ محفل سے نہ حیرت آشنا تو نے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۲)

بیرونِ چمن رازِ چمن (- ف) ظرف، بیرون + اضافت + چمن (رک) : باغ کا راز باغ سے باہر یعنی اپنی قوم کی کمزوری اور بے حسی کا بھید دوسری قوم کے سامنے ہے
بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن رازِ چمن
(شکوہ، ب د، ۱۹۹)

بَیری (ا) صفت، بَیر (رک) + ی (لاحقۂ نسبت)
: دشمنی رکھنے والا ہے
شمشاد گل کا بیری گل یاسمن کا دشمن
(ایک آرزو، ب ا، ۳۰۰)

بیری (ا) مونث : ایک خاردار درخت جس کی پتیاں تقریباً بیضاوی ہوتی ہیں اور اس میں بیر کا پھل سردی

کے موسم میں لگتا ہے جو گول یا بیضاوی ہوتا ہے ، سیب سے رنگ اور ذائقے میں ملتا جلتا مگر اس سے بہت چھوٹا اکثر انگوٹھے کے برابر ہے

بیری کی شاخ پر ہوا ایسا ہی پھر بسیرا

(پرندے کی فریاد ، ب ا ، ۲۸۷)

بیزار (ف) صفت : ناخوش ، ناراض ، خفا ، نفرت کرنے والا ہے

سیکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۶)

بیزاری (ف ف) مونث بیزار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) = بے توجہی ، نفرت ہے

رہرو در ماندہ کی منزل سے بیزاری بھی دیکھ

(غرۂ شوال ، ب د ، ۱۸۲)

بیستوں (ف) مذکر : ایران کے اس پہاڑ کا نام جو فرہاد (رک) نے شیریں (رک) کی محبت میں کاٹ کر دودھ کی نہر بنائی تھی ہے

یہ شیریں بھی ہے گویا بیستوں بھی کوہکن بھی ہے

(تصویر درد ، ب د ، ۷۰)

بیشہ (ف) مذکر : شیر کا جنگل ، نیستان ہے

بیشۂ تحقیق (- ف ع) مذکر ، بیشہ + ۂ (علامت اضافت) + تحقیق (= تلاش حق) مسائل دینی کے احکام صواب کی جستجو ہے

شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی

(۸ ، ب ج ، ۱۲۶)

بیشی (ف) مونث : زیادتی ، فراوانی ہے

یہ رنگ و نم یہ ہوا آب و تاں کی ہے بیشی

(۶ ، ب ج ، ۳۰)

بیضا[1] (ع) صفت : روشن ہے

بجھ کے بزم ملت بیضا پریشاں کر گئی

(بلاد اسلامیہ ، ب د ، ۱۴۲)

بیگانگی (ف ف) مونث ، بیگانہ + گی (لاحقۂ کیفیت) : غربت ، انجان پن ہے

نہیں بیگانگی اچھی رفیق راہ منزل سے

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۱)

بیگانہ (ف) صفت : ناواقف ، غیر ہے

واں بھی انساں اپنی اصلیت سے بیگانے ہیں کیا

(خفتگان خاک سے استفسار ، ب د ، ۳۹)

: محروم ہے

ہدف سے بیگانہ تیر اس کا نظر نہیں جس کی عارفانہ

(زمانہ ، ب ج ، ۱۳۰)

بیگانہ وار (- ف) بیگانہ + وار (رک) : غیروں کی طرح ، سرسری طور پر ہے

گلزار ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ

(غزلیات ، ب د ، ۹۸)

: جو باقی ہم جنسوں سے الگ ایک کنارے یا گوشے میں ہو (جیسے خودرو سبزہ جو باغ میں درختوں سے الگ کنارے پر اگا ہے) ہے

اس چمن میں مثل سبزہ کوئی بیگانہ تو ہو

(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۲۸)

بیگانہ خو (ف ف) صفت ، بیگانہ + خو (= عادت) باہم غیروں کی طرح ملنے جلنے والا ، بھارت کے ہندو مسلم جو ایک دوسرے کو تعصب کی بنا پر غیر سمجھتے ہیں ہے

اگر منظور ہے دنیا میں او بیگانہ خو رہنا

(تصویر درد ، ب د ، ۷۵)

بیگم میاں احمد یار دولتانہ : اقبال نے اس سرخی سے تاریخ وفات کے شعر فارسی میں کہے جن کے مشکل لفظ اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں درج ہیں۔

(ب ا ، تیسرا ایڈیشن ، ۴۹)

بیلا (ار) مذکر : ایک قسم کا سفید خوشبو دار پھول ہے

بھینی بھینی گردن نازک میں بیلے کی بہار

(تعیش جوانی ، ب ا ، ۱۸۵)

بیم (ف) مذکر : خوف ، اندیشہ ، ماسوی اللہ کا ڈر ہے

بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے

---

[1] عربی میں بیضاء ہے۔

(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۲)

بیمار (ف) صفت : مراد عاشق، شیدائی ؎
ہم تو ہیں ایسی کلیلوں کے پرانے بیمار
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

بیماری (ف ف) مونث : بیمار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : مرض، بری عادت ؎
نہ بیماری نغمۂ عاشقانہ
(شاہین، ب ج، ۱۲۰)

بیں (ف) مصدر دیدن (= دیکھنا، دکھانا) سے فعل امر تراکیبات میں مستعمل ہے اور صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک خود بیں)

بینا (ف ف) صفت : بیں (رک) دیدن (= دیکھنا) سے فعل امر + ا (لاحقۂ صفت فاعلی) : صاحبِ بینش، بصیرت رکھنے والا، دیکھنے والا ؎
بینا ہے اور سوزِ درون پر نظر نہیں
(شمع، ب د، ۴۵)

بینائے کواکب (- ف ع) صفت : بینا + ے (علامت اضافت) + کواکب، کوکب (رک) کی جمع : ستاروں کا دیکھنے والا، نجومی مراد سائنس داں ؎
بینائے کواکب ہو کر دانائے نباتات (قتب خدا کے حضور میں)

(لینن، ب ج، ۱۰۶)

بینائی (ف ف) مونث : بینا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : دیکھنے کی طاقت، بصارت، بصیرت ؎
نگاہ میں نہیں رہتا وہ نورِ بینائی
(ب ا، ۲۴۴)

بینائی میں ہیں اسباب مستوری : یعنی بصارت مظاہر کی ظاہری صورت کو دیکھ کر اسی پر قناعت کر لیتی ہے اور قدرت کے جو کچھ جلوے ان میں پوشیدہ ہیں ان پر غور نہیں کرتی ؎
مری آنکھوں کی بینائی میں ہیں اسبابِ مستوری
(۳۸، ب ج، ۶۰)

بینش (ف) مونث : مصدر دیدن، (= دیکھنا) کا حاصل مصدر : بینائی، بصیرت، عقل باطنی ؎
جہاں میں دانش و بینش کی ہے کس درجہ ارزانی
(حضرتِ انسان، ا ح، ۵۰)

بیوپار (ا) مذکر : تجارت، لین دین ؎
واہ کیا سودا ہے کیا بیوپار ہے
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

بیوی (ا) مونث : زوجہ، کسی کی منکوحہ ؎
کیوں نہ اس بیوی کی آنکھوں سے ٹپک جاؤں میں
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

پ

پا (ف) مذکر: پاؤں، قدم ہے
گوشِ انساں سن نہیں سکتا تری آوازِ پا
(ماہِ نو، ب د، ٣٥)

پابند (- ف) صفت
: خوگر، عادت رکھنے والا ہے
عامل روزہ ہے تو اور نہ پابند نماز
(نصیحت، ب د، ١٧٠)

: مقید (رک پابند دام)
پابندِ دام (- ف ف) صفت، پابند+ اضافت + دام (= جال) : جال میں مقید ہے
کہ خوشنواؤں کو پابند دام کرتے ہیں
(غزلیات، ب د، ١٣٩)

: پایہ (رک پاسے تخت)
پابندِ مجاز (ف ف ع) صفت، پابند+ اضافت+ مجاز (= مادی دنیا، ماسوی اللہ) : جس کا دل و دماغ دنیا تک محدود ہو، ظاہر بیں ہے
ہائے غفلت کہ تری آنکھ ہے پابند مجاز
(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ٥٥)

پابندِ نشیمن ہونا (- ف ار) : آشیانے میں بند ہو کر بیٹھ جانا، جد و جہد اور عزم و عمل سے کنارہ کش ہونا ہے
دل میں کیا آئی کہ پابند نشیمن ہو گئیں
(شمع اور شاعر، شمع ب د، ١٨٨)

پابندی (ف ف ف) مونث، پا (= پاؤں) + بند (بندھا ہوا) + ی (لاحقۂ کیفیت) : حکم کی تعمیل کرنے کی صورتِ حال ہے
پابندی احکام شریعت میں ہے کیسا
(زہد اور رندی، ب د، ٥٩)

پابوسِ داماں (ف ف) مذکر، پا + بوس، مصدر بوسیدن (= چومنا) سے فعل امر + اضافت + داماں (رک) : دامن کی قدم بوسی یعنی دامن کو چومنا ہے
اشکِ غم ڈھلنے لگے پابوس داماں کے لیے

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ٣٥)

پا بہ پا (- ف ف) متعلق فعل، پا+ بہ (رک) + پا: پاؤں سے پاؤں ملاتے ہوئے، ایک صف میں استادہ ہے
رفتہ و حاضر کو گویا پا بہ پا اس نے کیا
(والدہ مرحومہ، ب د، ٢٢٨)

پا بہ رکاب (- ف ف) صفت، پا+ بہ/ با (= میں) + رکاب (= گھوڑے کے جلو میں دونوں جانب لٹکا ہوا لوہے کا حلقہ جس پر پاؤں رکھ کر گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں) : رخصت ہونے کے لیے تیار، یعنی چند روزہ اور فانی ہے
بہشت مغربیاں جلوہ ہائے پابرکاب
(١٣، ب ج، ٣٦)

پا بہ زنجیر (- ف ف) صفت، پا+ بہ (= میں) + زنجیر (= بیڑی جو قیدی کے پاؤں میں ڈالتے ہیں) : مقید، جو اپنے مقرر راستے سے ہٹ نہیں سکتا ہے
زندان فلک میں پا بہ زنجیر
(انسان، ب د، ١٢٦)

پا بہ گِل (- ف ف) صفت، پا+ بہ (= میں) + گل (= کیچڑ) : کیچڑ میں پھنسا ہوا ہے
مری نگاہ میں انسان پابگل ہیں کھڑے
(کنار راوی، ب ا، ٣٤٢)

: مراد حکومت کا غلام
کہا جو قمری سے میں نے اک دن یہاں کے آزاد پابہ گل ہیں
(مارچ ١٩٠٧ء، ب د، ١٤١)

: ساکن، ایک جگہ جامد ہے
مینا مدام شورش قلقل سے پابگل
(موٹر، ب د، ١٧٨)

پاشکستہ (- ف) صفت، پا+ شکستہ، مصدر شکستن (= ٹوٹنا) سے حالیہ تمام: جس کے پاؤں ٹوٹے ہوئے ہوں، جو چل نہ سکے، چلنے سے معذور ہے
ہے پاشکستہ شیوۂ فریاد سے جرس
(موٹر، ب د، ١٧٨)

پامال/ پائمال (ف ف) صفت، پا/ پائے (= پاؤں)

+ مال، مصدر مالیدن (ملنا، کچلنا) سے فعل امر = روندا ہوا، پاؤں سے کچلا ہوا ہے

ہو گیا پھر آج پامال خزاں تیرا چمن
(داغ، ب د، ۹۰)

مَیں پائمال و خوار و پریشان و درد مند
(ایک چیونٹی اور عقاب، ب ج، ۱۶۹۰)

پامالی / پائمالی = رک پامال جس کا یہ اسم کیفیت ہے

پائمالی ہے جہاں میں ترک حکمت کی سزا
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۸)

پامَردی (- ف ف) مونث، پا + مرد (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : دلیری کے ساتھ ثبات و استقلال ہے

اللہ کو پامردیِ مومن پہ بھروسا
(بڈھے بلوچ کی نصیحت، ا ح، ۱۶۰)

پابند : رک پابند ہے

ہر قوم پابندِ رسوم و قیود ہے
(ب ا، [illegible])

پایۂ تَخت (- ن ف) مذکر، پا + یہ (علامت اضافت) + تخت (رک) = تخت کا پایہ ہے

پایۂ تخت یادگار رعمِ پیغمبر زمیں
(دربار بہاولپور، ب ا، ۱۸۰)

پائے در رکاب = رک پا بر رکاب ہے

ہمہ تن پائے در رکاب ہے تو
(یتیم کا خطاب، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۷)

پائے کوب (- ن ف) صفت پائے (رک) + کوب، مصدر کوفتن (= کوٹنا، کچلنا) سے فعل امر = رواں دواں ہے

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
(خضر راہ، ب د، ۲۶۱)

پایاب (- ف) صفت، پا + یاب، مصدر یافتن (= پانا) سے فعل امر = دریا کی اتنی سطح جس میں آدمی پاؤں رکھ کے اِدھر سے اُدھر جا سکے ہے

خودی ہو زندہ تو دریائے بیکراں پایاب
(خودی کی زندگی، ض ک، ۷۶)

پاپی (ا ر) صفت، پاپ (= گناہ، جرم) + ی (لاحقۂ نسبت) : گناہ کا عادی ہے

من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

پاٹھ شالہ (ا ر) مذکر = بچوں کی ابتدائی تعلیم کی جگہ (عموماً ہندوؤں کی ملکیت) ہے

یہ مکتب یہ اسکول یہ پاٹھ شالے
(غریبوں کا الخ، ب ا، ۵۳۶)

پادری (لاط) مذکر = عیسائیوں کا مذہبی پیشوا فقیہ اور عالم ہے

اخبار میں یہ لکھتا ہے لندن کا پادری
(ب ا، ۴۵۱)

پار (ا ر) مذکر : اُس طرف، دُوسری طرف، دریا کے کنارے۔
پار کرنا (ا ر) = دریا عبور کر کے دُوسرے کنارے پر خیریت سے پہنچا دینا ہے

مری ناؤ گرداب سے پار کر
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۵)

پارا (ا ر) مذکر : چاندی کے رنگ کی ایک دھات جو پانی کی طرح ہر وقت مضطرب رہتی اور آنچ پاتے ہی اڑ جاتی ہے، سیماب ہے

وہ آتش ہے مَیں سامنے اس کے پارا
(عشق اور موت، ب د، ۵۸)

پارس (ف) مذکر = فارس، ایران (اصلاً پارس) ہے

لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستاں سے پارس
(خضر راہ، ب د، ۲۶۴)

پارہ پارہ (ف) صفت = چاک چاک ہو ہے

وہ پیرہن مجھے بخشا جو پارہ پارہ نہیں
(ب ج، ۴۴، ۲۱)

پارینہ (ف) صفت = کہنہ، قدیم ہے

کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر
(ہندی مسلمان، ض ک، ۲۷)

پاژند (پہ) مونث = پارسیوں کی مقدس کتاب ژند کی تفسیر ہے

تا دِ بل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پاژند

(۱۶، ب ج، ۲۰۰)

پاس۱ (ار) ظرف

: نزدیک، خدمت میں ع

لائے غرض کہ مال رسولِ امیں کے پاس

(صدیق رض، ب د، ۲۲۴)

: ہاتھ میں، جیب میں ع

گرچہ کچھ پاس نہیں چارہ بھی کھاتے ہیں اُدھار

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

پاس والوں کو تو آخبر : ان الفاظ سے جس غزل کا مطلع شروع ہوا ہے وہ ماہ نامہ خدنگ نظر (اگست ۱۹۰۲ء) میں شائع ہوئی تھی اور صاحب باقیات نے نقل کی ہے

(غزل، ب ا، ۲۱۷)

پاس۲ (ف) مذکر

: خیال اور لحاظ، مروّت ع

پاس تھا ناکامیِ صیّاد کا اے ہم صفیر

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

: نگاہبانی کی فکر ع

اپنی ذرّیت کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

(شکوہ، ب د، ۱۲۶)

پاس بان (ف ف) پاس + بان (لاحقۂ فاعلیت): محافظ، نگاہبان ع

پاسباں اپنا ہے تُو دیوار ہندستاں ہے تُو

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

پاس بانِ عقل : عقل جو کہ ہر مرحلے میں نگہبان کی طرح انسان کو خطرات سے بچاتی ہے (اضافت تشبیہی ہے) ع

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل

(غزلیات، ب د، ۱۰۸)

پاس بانی/پاسبانی (- ف ف)، مؤنث، پاسبان (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)

: نگہبانی، حفاظت ع

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۵)

پاس۳ (انگ) مذکر : وہ اجازت نامہ جو ریلوے ملازمین کو ریل میں سفر کرنے کے لیے بلا قیمت ملتا ہے ع

بے ٹکٹ بے پاس بھارت کی سیاسی ریل میں

(ب ا، ۴۶۰۰)

پاش پاش (ف) صفت : چُور چُور ع

اس دَور میں ہے شیشۂ عقائد کا پاش پاش

(مذہب، ب د، ۲۴۶)

پاک (ف) صفت

: خالی، غیر آلودہ ع

بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے

(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۳)

: مقدّس، باحرمت ع

قُم اس تہذیب کی یہ سر زمین پاک ہے

(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۲)

: باطن، حقیقت (سطحی باتوں کو چھوڑ کر) ع

وہ چشمِ پاک بیں کیوں زینتِ برگستواں دیکھے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۸)

: (اصطلاح مذہب میں) جس کا ظاہر و باطن دونوں طاہر ہوں ع

اک دن رسولِ پاک نے اصحاب رض سے کہا

(صدیق رض، ب د، ۲۲۴)

پاک باز (- ف) صفت، پاک + باز، مصدر باختن (کھیلنا) سے فعل امر : نیک و پاک مشاغل رکھنے والا ع

کہ در طریقت ما رندان پاک باز نہیں

(۱۵، ب ج، ۳۸)

پاک دل (- ف) صفت، پاک + دل (رک) : جس کا دل ماسوائے اللہ کی محبت سے خالی ہو ع

رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۷)

پاکی : رک پاکیزگی ع

علم کا مقصود ہے پاکیِ عقل و شعور

(۵۹، ب ج، ۷۷)

پا کے اشارا تیرا : شاعر نے معجزۂ شق القمر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ جس دن تو نے انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کرکے منکروں کو دکھایا اس وقت سے چاند کی عظمت بڑھ گئی ہے
چاند بھی چاند بنا پا کے اشارہ تیرا
(فریاد امت، ب ا، ۱۵۴)

پاکیزگی (ف) مونث : پاک ہونے کی صفت، دنیا کی نجاستوں سے دور ہونے کا وصف ہے
تڑپ بجلی سے پائی حور سے پاکیزگی پائی
(محبت، ب د، ۱۱۱)

پالا پڑنا (ار) (کسی سے) سابقہ ہونا، واسطہ ہونا ہے
اس سے پالا پڑے خدا نہ کرے
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۴)

پالسی (اصلاً پالیسی) (انگ) : حکمت عملی جو لوگوں کی فلاح و بہبود کی بجائے ذاتی مفاد اور مکر و فریب پر مبنی ہو ہے
پالسی بھی تری پیچیدہ تر از زلف ایاز
(نصیحت، ب د، ۱۷۰)

پالنا (ار) پرورش کرنا، غذا دینا جس سے پرورش ہوتی ہے، خدمت کرکے چھوٹے سے بڑا کرنا ہے
اس کے بچوں کو پالتی ہوں میں
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

پانا (ار)
: محسوس یا معلوم کرنا ہے
تو پایا خانۂ دل میں اسے مکیں میں نے
(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

: دیکھنا ہے
پاس اک بکری کو کھڑے پایا
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

حاصل کرنا ہے
چمک تارے نے پائی ہے جہاں سے
(غزلیات، ب د، ۹۹)

: پتا چلا لینا ہے

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
(۷، ب ج، ۳۱)

: سمجھنا ہے
تعمیر آشیاں سے میں نے یہ راز پایا
(۳۲، ب ج، ۵۴)

پانی (ار) مذکر، چار عنصروں میں سے ایک عنصر جو رقیق بے رنگ اور رواں یا جاری ہوتا ہے، مراداً کنواں نہر ندی نالا حوض وغیرہ جس میں ڈبا ڈب پانی ہو (رک پانی میں ڈوب مرنا)

پانی پانی کرنا (ار) : شرم کے پسینے میں ڈبو دینا ہے
پانی پانی کر گئی مجھکو قلندر کی یہ بات
(۷، ب ج، ۳۱)

پانی پھیرنا (— ار) : برباد ہونا، ضائع اور اکارت ہونا ہے
پھرتا ہے سر مزرع امید پہ پانی
(زہد اور رندی، ب ا، ۱۴۱)

پانی میں ڈوب مرنا (ار) شرم سے منھ دکھانے کے قابل نہ رہنا، غیرت سے مر جانا یا منھ چھپا لینا ہے
تجھے ہو شرم تو پانی میں جا کے ڈوب مرے
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

پانی کا شرارا (رک شرارا) : مجازاً پانی کی بوند ہے
غضب کی آگ تھی پانی کے چھوٹے سے شرارے میں
(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

پانی کا صحرا : سمندر کے پانی کو وسعت اور فراخی کے باعث صحرا سے تشبیہ دی ہے، نیز اس میں رہنمائی کی ضرورت ہونے کی وجہ سے بھی اُسے صحرا سے تعبیر کیا کیونکہ عام رواج کے مطابق صحراؤں میں رہنما درکار ہوتا ہے ہے
رہنما کی طرح اس پانی کے صحرا میں ہے تو
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

پائدار (ف) صفت : مضبوط، مستحکم، باقی، غیر فانی ہے
کیا عشق پائدار سے ناپائدار کا
(۵، ب ج، ۹)

پائمال : رک پامال۔
نہ پائمال کریں مجھ کو زائران چمن

(بعید پر شعر لکھنے الخ، ب د، ۲۱۳)

پاؤں (ار) مذکّر: پیر (جس سے چلتے ہیں)

پاؤں اُکھڑنا (ار): ہمّت پست ہونا، قدم میں لغزش آنا، میدان چھوڑ کے بھاگ جانا ؎

پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اُکھڑ جاتے تھے

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

پاؤں رکھنا (ــ ار) (کسی جگہ) آنا، ٹھہرنا ؎

بھُولے سے کبھی تم نے یہاں پاؤں نہ رکھا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

پایا (ف) مذکّر: درجہ ؎

ہے عیاں معنیٔ لولاک سے پایا تیرا

(فریادِ اُمّت، ب ا، ۱۵۴)

پایان (ف) مذکّر: انجام، خاتمہ

پایانِ کار: آخرکار ؎

وہ بساطِ عیش برہم ہو گئی پایانِ کار

(تعمیرِ جوانی، ب ا، ۵۲۲)

پایندگی: پایندہ (رک) کا اسمِ کیفیت ؎

تو زندگی ہے پایندگی ہے

(۵۲، ب ج، ۷۲)

پایندہ (ف) صفت، ہمیشہ قائم، استوار ؎

عشق سوزِ زندگی ہے تا ابد پایندہ ہے

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

پایہ (ف) مذکّر: درجہ (رک گردوں پایہ)

پتا (ار) مذکّر: نشان، سُراغ، ٹھور، ٹھکانا ؎

دہر کے غم خانے میں تیرا پتا ملتا نہیں

(اعترافات، ب د، ۲۷۸)

پُتلا (ار) مذکّر: سرتاسر کسی بات یا چیز کا مجسّمہ، تصویر ؎

فرشتہ کہ پتلا تھا بیتابیوں کا

(عشق اور موت، ب د، ۵۸)

پتنگ (ف) مذکّر: پروانہ (مردِ مسلم سے کنایہ ہے) ؎

کرتے ہے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشتِ سمندری

(میں اور تو، ب د، ۲۵۲)

پتنگا (ار) مذکّر: چھوٹا سا پردار کیڑا، پروانہ ؎

پروانہ اک پتنگا جگنو بھی اک پتنگا

(جگنو، ب د، ۱۸۴)

پتنگے: (پتنگا (رک) کی جمع) پروانے، مراد علم و ادب کے شائقین و طالبین ؎

آئیں اڑ اڑ کر پتنگے مصر و شام و روم سے

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۰)

پتھر (ار) مذکّر

۱: پہاڑ سے نکلا ہوا سخت ٹکڑا جو تقریباً لوہے کی طرح مضبوط ہوتا ہے، سنگ ؎

کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۱)

۲: مشکل، سخت، دشوار ؎

تھی تو پتھر ہی مگر مدحت سرا کے واسطے

(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۹۱)

۳: بُت ؎

کہیں مسجود تھے پتھر کہیں معبود شجر

(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

پتھر کی مورت (ار ار ار) مؤنّث: وہ بُت جن کی حرم میں پرستش کی جاتی تھی (جنھیں فتحِ مکّہ کے موقع پر حضورؐ کے حکم سے صحابۂ کرام نے توڑا اور اونچے بتوں کو حضرت علیؓ نے آنحضرتؐ کے شانے کی مدد سے بلند ہو کر گرایا) ؎

نکالا کعبے سے پتھر کی مورتوں کو کبھی

(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۲)

نوٹ: دیکھو "حرم نشین" کا نوٹ۔

پتھر ہو گئے پانی: طاقتور قومیں زیر ہو گئیں ؎

فرنگی شیشہ گر کے فن سے پتھر ہو گئے پانی

(ا، ب ج، ۲۵)

پتّی (ار) مؤنّث: پنکھڑی، پھول کا ورق ؎

صدمہ آ جائے ہوا سے گل کی پتی کو اگر

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

ہ صحیح املا پاؤں ہے (دیکھو دیوانِ غالب و کلیاتِ ظفر ردیف واو)

پتیاں پھول کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں : (کنایۃً)

باغ اسلام میں خزاں آگئی

(شکوہ ، ب د ، ۱۷۰)

پتے کی بات : چبھتی ہوئی بات ، وہ بات جو عقل میں بھی آئے اور اثر بھی کرے ہے

کیسی پتے کی بات جگندر نے کل کہی

(موٹر ، ب د ، ۱۷۸)

پُجاری (ار) صفت

: پوجا پاٹھ کرنے والا ، مندر کی عبادت میں حصہ لینے والا ہے

سارے پجاریوں کو مے پیت کی پلا دیں

(نیا شوالا ، ب د ، ۸۸)

: دینی عقیدے کی طرح (کسی بات کا) احترام کرنے والا ہے

بتانِ عجم کے پجاری تمام

(ساقی نامہ ، ب ج ، ۱۲۴)

پُجنا (ار) : مانا جانا ، پرستش کیا جانا ، بہت قدر و عزت کی جانا ہے

مانند بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن

(رباعی مرید ، ب ج ، ۱۶۶)

پچھتانا (ار) : اپنے قول یا فعل پر شرمندہ ہونا ، افسوس آنا کہ ایسا کیوں ہوا ہے

آدمی کے گلے سے پچھتائی

(ایک گائے اور بکری ، ب د ، ۴۴)

پچھلا پہر (ار ار) : صبح صادق کا وقت ، سورج نکلنے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے کا وقت ہے

پچھلے پہر کی کویل وہ صبح کی موذن

(ایک آرزو ، ب د ، ۴۷)

پچھم (ار) مذکر : مغرب (جدھر سے آنے والی ہوا کھیتی کو سرسبز کرتی ہے) ہے

کون لایا کھینچ کر مغرب سے بادِ سازگار

(الارض للہ ، ب ج ، ۱۱۹)

پختہ (ف) صفت

: مضبوط ، مستحکم ہے

سکوت سے تری پختہ جہاں کا نظام ہے

(پنجاب کا جواب ، ب ا ، ۲۱۷)

پختہ خیالی (ـ ع ف) مونث ، پختہ + خیال (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : ارادے اور عقیدے کی مضبوطی جس کا دوسروں پر اثر پڑے ، ہے

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی

(جواب شکوہ ، ب د ، ۲۰۲)

پختہ زُنّاری (ـ ع ف) : مونث ، پختہ + زُنّار (= وہ تاگا جو ہنود گلے میں ڈالے رہتے ہیں ، جنیو) + ی (لاحقۂ کیفیت) ، جنیو کا استحکام مراد غیر مسلموں کی طاقت میں روز بروز اضافہ ہے

بتکدے میں برہمن کی پختہ زُنّاری بھی دیکھ

(غرۂ شوال ، ب د ، ۱۸۲)

: سرد و گرم زمانہ جھیلے یا دیکھے ہوئے ، تجربہ کار ہے

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل

(غزلیات ، ب د ، ۲۷۸)

پختہ عقائد (ـ ع) صفت ، پختہ + عقائد (رک) : مراد ذوقِ یقین ہے

ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر

(غلاموں کے لیے ، ض ک ، ۱۴۴)

پختہ کار (ـ ف) صفت ، پختہ + کار (رک) : تجربہ کار ، مشاق ، ہاتھ کا چالاک ہے

مجھے یہ ڈر ہے مقامر ہیں پختہ کار بہت

(۵۴ ، ب ج ، ۷۳)

پدر (ف) مذکر : باپ ہے

پھر آرکھوں قدم مادر و پدر پہ جبیں

(التجائے مسافر ، ب د ، ۹۷)

پذیر (ف) مصدر پذیرفتن (= قبول کرنا) سے فعل امر ۔ مرکبات میں مستعمل ہے اور قبول کرنے والا ، لینے والا وغیرہ کے معنی دیتا ہے (رک منت پذیر)

پر (ف) مذکر : پرندے کا بازو جس سے وہ اڑتا ہے ، بال و پر ، شہپر ہے

ہے پر مرغِ تخیل کی رسائی تا کجا

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

پَردار (- ف) صفت، پر + دار (رک) : پر رکھنے والا، صاحبِ پر و بال ؎

پر دار اگر تو ہے تو کیا میں نہیں پر دار

(ایک مکالمہ، ب د، ۲۱۹)

پَرِ شِکَستہ (- ف) صفت، پر + شکستہ، مصدر شکستن (= ٹوٹنا) سے حالیۂ تمام : وہ پرند جس کے پر یا بازو ٹوٹے ہوئے ہوں، مراد فضلے ارتقا میں پرواز سے معذور قوم یعنی مسلمان ؎

وہ پرِ شکستہ کہ صحن سرا میں تھے نخور سند

(تمہید ۲، ض ک، ۱۲)

یہ فارسی کے اُن اشعار کی سرخی ہے جن میں اقبال نے مسز سروجنی نائیڈو کے مجموعۂ نظم (Broken wing) کو پڑھ کر اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے اور جو مرقع لکھنؤ (اگست ۱۹۱۷ء) میں شائع ہوئے تھے

(ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۲۷۲)

پَر فِشاں ہونا (- ف ار) فعل، پر + فشاں (رک) + ہونا : پھڑ پھڑا کر پروں کو جھاڑ دینا (تاکہ ان کا گرد و غبار باقی نہ رہے) ؎

تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پر فشاں ہو جا

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۳)

پَر کُشا (- ف) صفت، پر + کشا (رک)

پَر کُشا ہونا : اڑنے کا ارادہ کرنا، اڑنا، بلند ہونا ؎

ہمت ہو پر کشا تو حقیقت میں کچھ نہیں

(محراب گل افغان ۱۱، ض ک، ۱۷۶)

پَر لگا کر (ار) : بہت تیزی کے ساتھ ؎

پر لگا کر جانبِ بانگِ درا جاتا ہوں میں

(ب ا، ۵۹۳)

پَر و بال (- ف ف) مذکر، پر + و (عطف) + بال (= بازو) تشبیہاً : وہ اسباب یا اوصاف جن کی (کسی کام میں) ضرورت ہے ؎

غم صیاد نہیں اور پر و بال بھی ہیں

(نصیحت، ب د، ۱۷۷)

پَر۲ (ار) کلمۂ ربط (قلب پہ)

: کے اوپر، کی حالت پر، کی صورت حال پر ؎

خندہ زن ہے جو کلاہِ مہر عالمتاب پر

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

: دیکھ کر، سن کر ؎

اور وہ حیرت دروغِ مصلحت آمیز پر

(عہد طفلی، ب د، ۲۵)

: کے لیے، کی ؎

عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اس پر حرام

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۴)

: لیکن ؎

پر مجھے بھی تو دیکھ کیا ہوں میں

(عقل و دل، ب د، ۴۱)

: ہوتے ہوئے، باوجود، رکھتے ہوئے ؎

سوز زباں پر بھی خاموشی مجھے منظور ہے

(گل رنگیں، ب د، ۲۴)

: موقع پر،

(ایک پیرِ شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں، ب د، ۲۱۲)

: کے لیے ؎

ذمی کا مال لشکرِ مسلم پہ ہے حرام

(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۶)

پُر (ف) صفت : بھرا ہوا، لبریز ؎

اور بھی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پُراسرار

(اذان، ب ج، ۱۴۵)

پُراَسرار بندے : اقبال نے طارق کی دعا میں ان تین لفظوں سے اس گفتگو کی طرف اشارہ کیا ہے جو بادشاہ اسپین کی فوج کے ایک صوبہ دار نے اپنے بادشاہ سے کی۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ جب طارق اپنی فوج لے کر اندرونِ ملک کی طرف بڑھا تو اس وقت بادشاہ اسپین راڈرک کا ایک صوبہ دار اس نواح میں موجود تھا جب اس نے دیکھا کہ ایک اجنبی جماعت بڑھی چلی آ رہی ہے تو فوراً مقابلے کے لیے سامنے آیا۔ لیکن طارق

نے اسے شکست فاش دی اور وہ اس شکست سے خوفزدہ ہو کر بھاگا اور بادشاہ کو ان لفظوں میں حادثے کی خبر دی — "ہمارے ملک پر ایسے آدمیوں نے حملہ کیا ہے کہ نہ ان کا وطن معلوم ہے نہ اصلیت کہ وہ کہاں سے آئے ہیں زمین سے نکلے ہیں یا آسمان سے اتر پڑے ہیں"

(طارق کی دعا، ب ج، ۱۰۵)

پُرآشوب (۔ ف) صفت، پُر + آشوب (رک) : متلاطم، جس کے پانی میں طوفان آیا ہوا ہو ؎

جن کے لیے ہر بحر پرآشوب ہے پایاب

(شعاع امید، ض ک، ۱۰۹)

پُردَم (۔ ف) صفت، پُر + دَم (= طاقت) : طاقتور ؎

پُردم ہے اگر تُو تو نہیں خطرۂ افتاد

(اسرار پیدا، ض ک، ۲۷)

پُرسکوں (۔ ع) صفت، ساکن، ٹھہرا ہوا ؎

ترا بحر پرسکوں ہے یہ سکوں ہے یا فسوں ہے

(غزل، ض ک، ۳۶)

پُرسوز (۔ ف) صفت، پُر + سوز (رک) : آتشِ عشق سے بھرا ہوا ؎

پُرسوز و نظر باز و نکوبین و کم آزاد

(۱۶، ب ج، ۲۱)

پُرفن (۔ ع) صفت : چالاک، ہوشیار ؎

نہا کر جو نکلا وہ دریا سے پُرفن

(ہم تجوڑیں گے دامن، ب ا، ۹۳)

(لوٹ) تب نہا کر حرام

پُرکار (۔ ف) صفت، پُر + کار (رک) : عیّار، چالاک ؎

پرکار و سخن ساز ہے نمناک نہیں ہے

(۱۰، ب ج، ۳۳)

پَراگندہ (ف) صفت : منتشر، پریشان ؎

ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر

(خلوت، ض ک، ۱۴۲)

پُرانا (ا ر) صفت : قدیم، کہنہ ؎

زندگی سے یہ پرانا خاکداں معمور تھے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

پُرانی (ا ر) صفت : پہلے کی، سابق کی، جو اس سے قبل بھی ہو چکی ہے ؎

پھر چھڑ گئی باتوں میں وہی بات پرانی

(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

پُرانی بات (ا ر) : ہلاک کر دینے کا اثر جو ہمیشہ سے اس میں تھا ؎

رہی نہ زہر میں اقبال وہ پرانی بات

(ب ا، ۴۳۹)

پُرانے (ا ر) : پرانا (رک) کی جمع نیز مغیرہ صورت

پُرانے ستارے آسمان سے گرنا : مراد پرانے علوم کا اعتبار ساقط ہو جانا جو ملاؤں اور صوفیوں نے پرچار رکھے ہیں ؎

گرے آسماں سے پرانے ستارے

(ملازادہ، ۱۲، ا ح ۴۲۶)

پُرانے طرزِ عمل (ا ر ع) : پرانے (= قدیمی) + طرز (رک) + عمل (رک) : قدیم لوگوں کا طریقہ یعنی خواجہ پرستی یا آقا اور مخدوم کو ہر طرح راضی رکھنے کی کوشش ؎

پرانے طرزِ عمل میں ہزار مشکل ہے

(فرب سلطان، ب د، ۲۱۰)

پُرانے کوہ و صحرا : زمانۂ ماضی کے فتح کیے ہوئے پہاڑ اور جنگل وغیرہ ؎

کیفیت باقی پرانے کوہ و صحرا میں نہیں

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۱)

پَربَت (ا ر) مذکر، پہاڑ (رک) ؎

پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا

(ترانۂ ہندی، ب د، ۸۳)

پَرتَو (ف) مذکر، عکس، سایہ (مصرع میں آفتاب سے مراد ہے محبوبِ حقیقی) ؎

جسے نصیب نہیں آفتاب کا پرتو

(۵۵، ب ج، ۴۷)

: دھوپ ؎

پرتو مہر کے دم سے ہے اجالا تیرا

(انسان اور بزم قدرت، ب د، ۵۴)
شام اس کی ہے مانند سحر صاحب پرتو
(محراب گل افغان ۵، ض ک، ۱۶۷)

پُرچہ (ف) مذکر = اخبار کا
کون ہے اس بانکے پرچے کا مدیر
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۵۹)

پَردگی (ف ف) صفت، پردہ (گ بدل ہ) + ی (لاحقۂ نسبت)، پردہ نشیں، (نیام کے) غلاف میں پوشیدہ کا
آہ کرہے یہ تیغ تیز پردگی نیام ابھی
(فرشتوں کا گیت، ب ج، ۱۰۹)

: مراد راز کا
تو نے جب چاہا کیا ہر پردگی کو آشکار
(پانچواں مشیر، ا ح، ۹۰)

پَردوں میں پنہاں (ا ار ف)، پردوں (= صفات کمال کے جلووں) + میں + پنہاں (رک) : ایسی تجلیات میں چھپا ہوا جن پر نگاہیں نہیں ٹھہرتیں کا
وہ جو تھا پردوں میں پنہاں خود نما کیونکر ہوا
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

پَردہ (ف) مذکر
: چلمن چک یا اور کوئی چیز جو دروازے وغیرہ پر لٹکا دی جائے کا
لٹکے ہوئے دروازوں پہ باریک ہیں پردے
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

: ساز کا آہنگ، الاپ، بارہ راگوں میں سے ہر ایک راگ کا
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
(خضر راہ، ب د، ۲۶۱)

: مراد بھیس کا
حسن ازل کہ پردۂ لالہ و گل میں ہے نہاں
(کوشش ناتمام، ب د، ۱۲۴)

: چھپنے اور روپوش رہنے کا مقام کا
پردۂ انگور سے نکلی تو بیناؤں میں تھی

(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

: آڑ، بہانہ کا
پردۂ خدمت دیں میں ہے ہوس جاہ کا راز
(نصیحت، ب د، ۱۷۶)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ مردوں کی خودی اب تک پردے سے باہر نہیں نکلی اس لیے عورت کی طرح مرد بھی پردے میں ہے
(ض ک، ۹۳)

پَردہ دار (ـ ف) صفت، پردہ + دار (رک) : پردہ ڈالنے والا، پردے میں رکھنے والا، چھپائے ہوئے کا
سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

پَردہ داری : رک پردہ دار جس کا یہ اسم کیفیت ہے کا
تبسم سے غرض ہے پردہ داری چشم گریاں کی
(تصویر درد، ب ا، ۳۲۰)

پَردہ دارِ ہیہائے شوق (ـ ف ف ف ع)، پردہ + دار (مصدر داشتن (= رکھنا) سے فعل امر) + ی (لاحقۂ کیفیت) + ہا (لاحقۂ جمع) + ے (علامت اضافت) + شوق (= عشق) : کیفیات عشق کو راز کی طرح چھپانے کی کوششیں کا
کہ گئیں راز محبت پردہ دارِ ہیہائے شوق
(۱۴، ب ج، ۱۸)

پَردہ دَر (ـ ف) صفت، پردہ + دَر، مصدر دریدن (= چاک کرنا) سے فعل امر : پردہ چاک کرنے والی، بھید ظاہر کرنے والی کا
یہ پردہ داری تو پردہ در ہے مگر شفاعت کا آسرا ہے
(نعت، ب ا، ۴۰۲)

پَردہ رکھنا (ـ ار) : کوتاہی پر پردہ ڈالنا مراد بے عملی کے عیب کا تدارک کرنا کا
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو عجب
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۲)

پَردہ سوز (ـ ف) صفت ؛ وہ پردہ جو انسان کی عقل اور

حقیقت کے درمیان ہے اسے جلا دینے والی (شرابِ معرفت) ؎
پلا دے مجھے وہ مئے پردہ سوز
(ساقی نامہ، ب ج ۱۲۳)
: یعنی پردوں میں چھپے ہوئے راز کو بھی صاف صاف دیکھنے والی ؎
کیا بتاؤں کیا ہے کافر کی نگاہِ پردہ سوز
(تیسرا شبیر، ا ح ۸۱)

پردہ شگاف (- ف) صفت، پردہ + شگاف، مصدر شگافتن (= چیرنا) سے فعل امر: پردے چاک کرنے والا، رازِ کائنات کی باتیں جاننے اور بتانے والا ؎
ہے پردہ شگاف اس کا ادراک
(خاقانی، ض ک ۱۲۰)

پردہ نشیں (- ف) صفت، پردہ + نشیں، مصدر نشستن (= بیٹھنا) سے فعل امر: پردے میں بیٹھنے والے (چاند کا وہ منظر پیش کیا ہے جو بادل میں ذرا سی جھلک دکھا کر فوراً چھپ جانے سے نظر آتا ہے) ؎
نظر آتے ہی مگر پردہ نشیں چھپتے ہیں
(ابرِ کوہسار، ب ا ۲۸۵)

: عورت ؎
تیرے گھروں کی پردہ نشینوں کی بتی گئی
(اشک خوں، ب ا ۸۱)

پردۂ اسرار کو چاک کرنا: سارے بھید (یعنی عشقِ الٰہی کے راز) کھول کر اور واضح طور پر بیان کر دینا ؎
میں نے تو کیا پردۂ اسرار کو بھی چاک
(۱۲، ب ج ۳۶)

پردۂ مجبوری و بے چارگی (- ف ع ف ف ف) پردہ (رک)، ۶ (علامت اضافت) + مجبوری (رک) + و (عطف) + بے چارگی (رک بے چارہ): انسان کے مجبور اور بے بس ہونے کو چھپاتے ہوئے، یعنی مجبوری اور بیچارگی کا ظاہری رخ (جس مصرع میں یہ ترکیب استعمال ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر اصل ہے اور تدبیر ایک ظاہری پردہ ہے جو تقدیر کی موافقت کے بغیر نہیں ہٹ سکتا) ؎
پردۂ مجبوری و بے چارگی تدبیر ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د ۲۲۶)

پردۂ میم: رک پردۂ میم کو اٹھانا، نیز جسمِ احمد کی گرہ
(خطِ منظوم، ب ا ۱۲۴)

پردۂ میم کو اٹھانا: یعنی احمد میں سے "م" ہٹا کر دیکھنا جس کے بعد "احد" رہ جائے گا جس کے معنی ہیں یکتا و یگانہ
(رک میمِ احمد کی گرہ)
(نعت، ب ا ۴۰۰)

پردھان (ار) مذکر: صدرِ جلسہ ؎
پردھان ہو سبھا کی ہنسی کی دھرم پتنی
(ب ا ۴۶۸)

پردیس (ار) مذکر: پرایا دیس، مسافرت کا عالم ؎
پردیس میں ناصبور ہے تو
(عبدالرحمٰن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت، ب ج ۱۰۲)

پرزے (ف) مذکر: پارہ پارہ کاغذ وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے

پرزے اڑانا (- ار) پارہ پارہ کرنا، بالکل چاک چاک کر دینا ؎
اڑاتی ہوں میں رختِ ہستی کے پرزے
(عشق اور موت، ب د ۵۸)

پرزے ہونا (- ار) پارہ پارہ ہو جانا ؎
ہو ہو کے پرزے خارِ غمِ سینہ سوز سے
(اشک خوں، ب ا ۸۷)

پرست (ف) مصدر پرستیدن (= پوجنا، پوجا کرنا) سے فعل امر۔ ترکیبات میں مستعمل ہے اور صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے
(رک مظاہر پرست)

پرستار (ف) صفت: پرستش کرنے یا پوجنے والا، (کسی کے) سامنے عاجزی سے جھکنے والا ؎
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے
(امامت، ض ک ۵۰)

پرستی (ف ف) پرست (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)

: شراب کی پرستش کرنے کا عمل، شراب خواری کا
مے پرستی کی مے پرستی ہے

(ب ا، ۳۹۲)

پُرسشِ اعمال (ف ع) مونث، پُرسش (= پوچھ گچھ، حساب کتاب) + اضافت + اعمال (رک) : انسان کے کیے ہوئے کاموں کا قیامت میں حساب کتاب لیا جانے کا عمل کا

پرسش اعمال سے مقصد تھا رسوائی مری

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

پَرکار (ف) مذکر نیز مونث : وہ دو شاخہ آہنی قلم جس سے دائرہ کھینچتے ہیں کا

میری گردش بھی مثال گردش پرکار ہے

(چاند، ب د، ۷۹)

پرکالۂ آتش (ف ف) مذکر، پرکالہ (= ٹکڑا) + ء (علامت اضافت) + آتش (رک) : آگ کا انگارہ یا شرارہ، مراد تیز طرار، چالاک کا

پرکالۂ آتش ہوئی آدم کی کف خاک

(ابلیس کی عرضداشت، ب ج، ۱۴۲)

پَرکھنا (ار) : جانچنا، سوچ کر یا دیکھ بھال کر کسی شے کی اچھائی برائی کا فیصلہ کرنا کا

دل میں پرکھا بھلا برا میں نے

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۴)

پَرِندہ (ف) مذکر، مصدر پریدن (= اڑنا) سے صفت فاعلی : اڑنے والا جانور، طائر، چڑیا، طوطا وغیرہ کا

اور پرندوں کو کیا خوش ترنم میں نے

(ابر کہسار، ب د، ۲۸)

پرندے کی فریاد - یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے بچوں کے لیے کہی ہے اور جس میں انھوں نے بچوں کے نفسیات کو دلدوز لہجے میں ابھار کر چڑیاں پکڑنے اور انھیں ستانے سے پرہیز کرنے کی تلقین کی ہے۔ در پردہ حکومتوں کو بھی عوام اور خصوصاً سیاسی قیدیوں کی روحانی اذیت یاد دلائی اور رحم کرنے کی اپیل کی ہے جو ان پر ایسے عالم میں گزر جاتی ہے۔ یہ نظم ۱۹۰۷ء میں پہلی بار ماہ نامہ مخزن لاہور (فروری) میں شائع ہوئی تھی

(ب د، ۷۴)

«مخزن» لاہور (فروری ۱۹۰۷ء) میں اس نظم کے اکیس شعر چھپے تھے۔ اب بانگ درا میں گیارہ شعر درج ہیں باقی دس شعر باقیات اقبال میں مذکورہ ماہ نامے سے نقل کیے گئے ہیں

(ب ا، ۲۸۶)

پُرنَم (ف ف) صفت، پُر (= بھری ہوئی) + نم (= تری) آنسوؤں سے تر کا

یہ ذوق و شوق دیکھ کے پرنم ہوئی وہ آنکھ

(جگنو پر موک، ب د، ۲۴۸)

پَرنیاں (ف) مذکر : ایک قسم کا ریشمی پھولدار کپڑا جو نہایت نفیس اور نرم ہوتا ہے کا

رنگ نواح کاظمہ نرم ہے مثل پرنیاں

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۱)

پَروا (ف) مونث : فکر، اندیشہ کا

نیک ہے نیت اگر تیری تو کیا پروا تجھے

(سید کی لوح تربت، ب د، ۵۳)

پَروانہ کر : یعنی ہجوم باطل اور شورش کفر سے بالکل اندیشہ نہ کر (اور یقین رکھ کہ وہ غائب ضرور آئے گا) کا

ہے اگر دیوانۂ غائب تو کچھ پروا نہ کر

(کفر و اسلام، ب د، ۲۴۰)

پَرواز (ف) مونث

: اڑنے کا عمل، اڑان کا

کیا غرض رفتار کے اس دیس میں پرواز ہے

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۴۹)

: اڑنے کی طاقت یا صلاحیت

ملک آزماتے تھے پرواز اپنی

(عشق اور موت، ب د، ۵۸)

: روانگی، رخصت، چلے جانے کا عمل کا

ــــــــ

سہ صحیح لفظ پرگا رہے۔

محمل پرواز شب باندھا سرِ دوشِ غبار
(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۳)

: ترقی ؎
پھر سبب کیا ہے نہیں تجھ کو دماغِ پرواز
(نصیحت، ب د، ۱۷۷)

: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے تمثیلی انداز میں یہ کہا ہے کہ جو انسان مادیات سے پیوستہ ہو کر رہ جائے وہ روحانیات میں ترقی نہیں کر سکتا
(ب ج، ۱۶۳)

پَرْوانہ (ف) مذکر، پتنگا جو شمع پر بار بار گرتا اور اس کے چاروں طرف گھومتا ہے یہاں تک کہ جل مرتا ہے؛ عاشق (مجازاً مستعار لہ) ؎
شمع یہ سودائی دل سوزیِ پروانہ ہے
(مرزا غالب، ب د، ۲۷)

پَرْوانہ اور جگنو : یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک مختصر نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے خودی کے فلسفے کا یہ پہلو بیان کیا ہے کہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرنا چاہیے
(ب ج، ۱۱۵)

پَرْوانہ خُو (— ف) صفت، پروانہ + خُو (= عادت) : پروانے کی سی عادت رکھنے والا (جس طرح پروانہ شمع کے ارد گرد گھومتا ہے اسی طرح بچے کی نظر بھی روشنی کے آس پاس گھومتی رہتی ہے) ؎
کیسی حیرانی ہے یہ اے طفلک پروانہ خُو
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

پَروانے کی صُورَت (ف ا رع) پروانے (پروانہ (رک) کا امالہ) + کی (رک) + صورت (= طرح، مثل) : جس طرح پتنگا شمع کی روشنی کے عشق میں جل مرتا ہے اسی طرح میری زندگی بھی (ملک و قوم کے سوزِ عشق میں جان دینے پر ختم ہو) ؎
زندگی ہو مری پروانے کی صورت یا رب
(بچے کی دعا، ب د، ۳۴)

پَرْوَر (ف) مصدر پروردن (= پالنا، پرورش کرنا) سے فعل امر، ترکیبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت کے معنی دیتا ہے (رک: کینہ پرور)

پَرْوَرْدِگار (ف) صفت: مصدر پروردن (= پالنا) سے صفت فاعلی، پالنے والا، تربیت کرنے والا ؎
ہر چیز کی حیات کا پروردگار تو
(آفتاب، ب د، ۴۴)

پَرْوَرْدَہ (ف)، مصدر پروردن (= پالنا) سے حالیہ تمام.

پَرْوَرْدَۂ آغوشِ موج (— ف ف ع) صفت، پروردہ + ۂ (علامت اضافت) + آغوش (رک) + موج (رک : موج یعنی ظاہری دریا) : اسلام کی گود کا پالا ہوا (جو کلمہ پڑھنے تک محدود ہے) ؎
اے دُرِ تابندہ اے پروردۂ آغوشِ موج
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۵)

پَرْوَرْدَۂ خورشید (— ف) صفت، پروردہ + ۂ (علامت اضافت) + خورشید (= سورج) : سورج کا پالا پوسا ہوا، سورج کی گرمی سے بھاپ بن کر فضا میں اٹھا ہوا ؎
زادۂ بحر ہوں پروردۂ خورشید ہوں میں
(ابرِ کہسار، ب د، ۲۸)

پَرْوَرِش (ف) مؤنث، مصدر پروردن (= پالنا) کا حاصل مصدر : تربیت

پَرْوَرِشِ آہ و نالہ : آہوں اور نالوں کو پر اثر اور پرسوز بنانے کی تربیت (تاکہ وہ رفتہ رفتہ عشق کے منازل طے کر سکیں) ؎
مقامِ تربیتِ آہ و نالہ ہے یہ چمن
(۲۶، ب ج، ۴۹)

پَرْوَرِش دل کی : مراد خودی کو بلند کرنا، حقیقی معنی میں مومن کا وصف پیدا کرنا ؎
پرورش دل کی اگر مدِ نظر ہے تجھ کو
(محراب گل افغان ۹، ض ک، ۱۷۱)

پرونا (ار) : ایک لڑی میں گوندھنا، سوراخ دار چیزوں کو ایک تاگے یا تار وغیرہ میں مسلسل ڈالنا ؎
پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو
(تصویرِ درد، ب د، ۷۲)

پرویز (ف) مذکر: فارس کا مشہور بادشاہ جس کی کنیز شیریں پر فرہاد عاشق ہو گیا تھا (قب فرہاد مراد مرد مسلمان) ؎

گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما
(تعلیم اور اس کے نتائج، ب د، ۲۹)

پرویزی (ف ف) صفت، پرویز (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): پرویز کی سی شان شوکت ؎

ناپختہ ہے پرویزی بے سلطنت پرویز
(۲، ب ج ۲۶)

: مراد سلطنت اور حکومت ؎

طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی
(۱۷، ب ج، ۴۰)

پروین (ف) مونث: چند چھوٹے چھوٹے ستارے جو ایک گچھے کی طرح باہم ملے ہوتے ہیں، ثریا، عقد ثریا، مراد عالم بالا، اجرام فلکی ؎

عجب کیا گر مہ و پروین مرے نخچیر ہو جائیں
(۱، ب ج ۲۵)

پرہیز (ف) مذکر: کسی چیز کے استعمال سے بچنے کی صورت حال، اجتناب (اس جگہ اقبال نے اسے مونث باندھا ہے) ؎

اشارہ پاتے ہی صوفی نے توڑ دی پرہیز
(۱۲، ب ج ۱۶)

پری (ف) مونث: روایتی عورت جو نہایت خوبصورت ہوتی ہے اور جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بال و پر رکھتی اور اڑتی ہے (بھارت کے راجا اندر کے دربار میں ہر رنگ کی (سبز لال زرد و نیلم) پریاں دکھائی گئی ہیں) اس مصرع میں پھول مستعار لۂ ہے ؎

تیری محفل میں کوئی سبز کوئی لال پری
(انسان اور بزم قدرت، ب د، ۵۴)

پری خانۂ دل: دل جو کہ محبوب کی تجلیات کے رنگ برنگ خیالات و تصورات سے پریوں کا گھر بنا ہوا ہے ؎

جو ہوا قیدی زنجیر پری خانۂ دل
(فریاد امت، ب د ۱۴۴)

پری کو شیشے میں اتارنا (ار) : لفظوں کے جادو یا منتر وغیرہ سے قابو میں لانا، مراد حور وغیرہ کے زبانی وعدے سے دل کو تسکین دینا ؎

پری کو شیشۂ الفاظ میں اتارنہ تو
(عشرت امروز، ب د، ۱۲۵)

پرے (ار) کلمۂ ظرف: دور، ادھر، اس طرف، بالا ؎

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
(طلوع اسلام، ب د، ۲۶۹)

پریت (ار) مونث: پیت (رک) ؎

دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے
(نیا شوالا، ب د ۸۸)

پریدہ رنگ (ف ف) صفت، پریدہ، مصدر پریدن (= اڑنا) سے حالیہ تمام + رنگ (رک): جس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا ہو، کنایۃً جو رنج و غم کے باعث مضمحل ہو ؎

ہیں نوائے سوختہ در گلو تو پریدہ رنگ رمیدہ بو
(میں اور تو، ب د ۲۵۲)

پریشاں (ف) صفت: منتشر، تتر بتر، الٹ پلٹ ؎

بجھ کے بزم ملت بیضا پریشاں کر گئی
(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

: حیران، مضطر، غیر مطمئن، بے چین ؎

کیوں میری چاندنی میں پھرتا ہے تو پریشاں
(چاند، ب د، ۱۷۱)

: چاروں طرف پراگندہ یا بکھرا اور پھیلا ہوا ؎

فروغ صبح پریشاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
(تصوف، ض ک، ۳۵)

پریشاں مو (ف ف) صفت، پریشاں + مو (رک)، جس کے بال بکھرے ہوئے ہوں ؎

تو پریشاں مو مثال قیس رہتا ہے مگر
(عاشق ہرجائی، ب د ۱۴۸)

پریشاں نظری (ع ف ف) مونث، پریشاں + نظر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)، نگاہیں کسی ایک مرکز (یعنی اسلام) پر قائم نہ ہونے کی صورت حال ؎

دارد کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا
(اے پیر حرم، ض ک، ۵۸۰)

پریشاں ہو جا (۔ ار) : بکھر جا، گھر سے نکل کر دنیا میں پھیل جا ؏
مثلِ بُو قید ہے غنچے میں پریشاں ہو جا
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۶)

پریشانی (ف) مونث : بکھر جانے کی کیفیت، انتشار، منتشر ہونا ؏
وہ مشتِ خاک ہوں فیضِ پریشانی سے صحرا ہوں
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

پڑا رو دے گا (ار ار) روتا رہے گا (پڑا، جاری رہنے والے فعل سے پہلے مستعمل ہے) ؏
پھر پڑا رو دے گا اے نو وارد اقلیم غم
(طفل شیرخوار، ب د، ۶۶)

پڑا ہونا (ار)
: مجبوری یا بیکسی کی حالت میں جگہ سے حرکت نہ کر سکنا، ناچار ہونا ؏
ساتھی تو ہیں وطن میں، میں قید میں پڑا ہوں
(پرندے کی فریاد، ب د، ۲۷)
: (کسی صفت کے ساتھ مستعمل ہو تو) ایسی حالت میں ہونا کہ نہ کوئی اس کی طرف متوجہ ہو نہ خیر خبر لے اور نہ پرسان حال ہو، بے توجہی کا شکار ہونا ؏
سُونی پڑی ہوئی ہے مدت سے دل کی بستی
(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

پڑنا (ار)
: مجبور و بے طاقت ہو کر یا طلب امداد کے لیے گرنا ؏
دیکھیے پڑتا ہے جا کر کس کی جھولی میں فرنگ
(یورپ، ب ج، ۱۶۷)
: مراد جا پڑنا، پیچھے لگنا، مل جانا ؏
غضب ہے پڑے رہزنوں کو بھی رہزن
(ہم بچھڑیں گے دامن، ب ا، ۹۳۱)

پڑھ کے پھونکنا۔ (ار) : کوئی منتر یا دعا وغیرہ پڑھنا اور کسی پر دم کرنا ؏
تمہاری شوخ نگاہی نے پڑھ کے کیا پھونکا
(ب ا، ۴۴۸)

پڑھنا (ار)
: زبان سے ادا کرنا، ورد کے طور پر جپنا ؏
وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں
(تصویر درد، ب د، ۷۰)
: تعلیم حاصل کرنا ؏
لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

پُڑیا (ار) مونث : پسی ہوئی دوا ؏
ایسی پڑیا کوئی عنایت ہو
(خدا حافظ، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۵۱)

پڑے رہنا (ار) : لیٹا یا بیٹھا رہنا اور کچھ کام دھام نہ کرنا ؏
یہ زندگی ہے کوئی اس طرح پڑے رہنا
(گلہری، ب ا، ۵۲۰)

پژمردگی (ف) مونث : پژمردہ (رک) کا اسم کیفیت ؏
آئی ہے مجھ کو تری پژمردگی سے اپنی بو
(گل پژمردہ، ب ا، ۱۱۴)

پژمردہ (ف) صفت، مصدر پژمردن (مرجھانا) سے حالیہ تمام، مرجھایا ہوا ؏
کس زباں سے اے گل پژمردہ تجھ کو گل کہوں
(گل پژمردہ، ب د، ۵۱)

پژمردہ کرنا (۔ ار)
: افسردہ کرنا، خشک کر دینا ؏
پژمردہ کر گئی ہے جو باد خزاں تجھے
(اشک خون، ب ا، ۹۲۱)

پس (ف) ظرف۔ پیچھے، بعد، لہٰذا

پس از سبق (۔ ف ع) ظرف، پس + از (= سے) + سبق (رک) : سبق پڑھنے کے بعد ؏
بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبق
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

پس از سلام : سلام کہنے کے بعد ؏

کرتا ہے عرض میری طرف سے پس از سلام
(جنگِ یرموک، ب د، ۲۴۷)

پس قیامت شو قیامت را ببیں

دیدن ہر چیز را شرط است ایں

= تو خود قیامت بن جا یعنی جس طرح قیامت ایک انقلاب عظیم برپا کر دے گی اسی طرح خود میں انقلاب کا جذبہ پیدا کر لے جس کے بعد تجھے خود قیامت نظر آ جائے گی کیونکہ ہر چیز کے دیکھنے کے لیے یہ لازم ہے کہ خود ویسا بنے تاکہ قیامت کے انقلاب کو سمجھ سکے (پیر و مرید، ب ج، ۲۰۰)

پَس (ف) ظرف = پیچھے

پسِ محمل (۔ ع) ظرف: محمل کے پیچھے، محمل کے پردے میں، یعنی حسنِ لیلا میں (وہی خدا کا جلوہ نظر آیا جو حضرت موسیٰ نے کوہِ طور پر دیکھا تھا) ہے
وہی کچھ قیس نے دیکھا پس محمل ہو کر
(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۶)

پسِ نہ پردۂ گردوں (۔ ف ف ف) ظرف، پس + اضافت + نہُ (= نو) + پردہ (رک) + ۂ (علامت اضافت) + گردوں (رک) = نو آسمانوں کی نقابوں کے پیچھے یعنی اس دنیا کے بعد ہے
ہیں پس نہ پردۂ گردوں ابھی دور اور بھی
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۴۰)

پَست (ف) صفت
= دبی ہوئی، حقیر ہے
زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

= نیچا، کم رتبہ ہے
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۷)

= دھیما، ہلکی آواز کا ہے
اس قدر پست نہ کر پردۂ ساز اے ساقی
(ب ا، ۵۹۲)

پَستی (ف) مونث
= رفعت کی ضد، تنزل ہے
گزاری عمر پستی میں مثالِ نقشِ پا تو نے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۲)

= خاکساری ہے
بلندی آسمانوں میں زمینوں میں تری پستی
(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

= نیچائی، نشیب ہے
پستیِ عالم میں ملنے کو جدا ہوتے ہیں ہم
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

= زمین ہے
شوخ و گستاخ یہ پستی کے مکیں کیسے ہیں
(جوابِ شکوہ، ب د، ۱۹۹)

پِسر (ف) مذکر = بیٹا ہے
اسی سوچ میں تھی کہ میرا پسر
(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

پِسنا (ار) = چکنا چور ہو جانا، آٹا ہو جانا، کچلا جانا ہے
پسنے کا جب مزا ہے کہ اے آسیائے غم
(اشکِ خوں، ب ا، ۷۳)

پَسند (ف) مونث = (مراداً) مرغوب، مقبول ہے
گوہر کو مشتِ خاک میں رہنا پسند ہے
(شمع، ب د، ۴۶)

پَسند کرنا (۔ ار) = اچھا سمجھنا، اختیار کرنا ہے
ٹیڑھا رستہ نہ تم پسند کرو
(ایک گائے اور بکری، ب ا، ۵۵۸)

پَسیجنا (ار) سختی و درشتی ترک کرنا، نرم پڑنا، مائل کرنا ہے
مکھی نے سنی جب یہ خوشامد تو پسیجی
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

پَشیمان (ف) صفت = شرمندہ، شرمسار ہے
میں پشیماں ہوں پشیماں ہے مری تقدیر بھی
(قید خانے میں معتمد کی فریاد، ب ج، ۱۰۱)

پکّا (ار) صفت = (بات پر قائم رہنے میں) مضبوط، مستحکم،

، پائدار ؎
جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکا اپنی ہٹ کا ہے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

پکڑنا (ار) : گرفت میں لینا، دبوچنا ؎
پاس آئی تو مکڑے نے اچھل کر اسے پکڑا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

پگڑی (ار) مونث : سر سے باندھنے کا دوپٹا، دستار ؎
مل گئی بابو کو دھوتی اور پگڑی چھن گئی
(ب ا، ۴۶۳)

پگھلنا (ار) : جمود کی کیفیت کا رقت اختیار کرنا، نرم ہونا ؎
شعر کی گرمی سے کیا واں بھی پگل جاتا ہے دل
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۴۹)

پل (ار) مذکر : پلک کی تخفیف : لحہ، دقیقہ ؎
رنگ اک پل میں بدل جاتا ہے یہ نیلی رواق
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

پل (انگ) مونث : گولی، یا گول ٹکیا (جو عموماً ڈاکٹر مریض کو دیتے ہیں) ؎
دفع مرض کے واسطے پل پیش کیجیے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

پلاس (ف) مذکر : موٹا کپڑا ؎
ترے حریر کی بیاں سے عزیز تر ہے مجھے پلاس الوذری
(میں اور تو، ب ا، ۵۶۶)

پلٹ جانا / پلٹنا (ار)
: واپس جانا جدھر سے آئے اسی طرف پھر جانا ؎
آتی ہے صبا، واں سے پلٹ جانے کی خاطر
(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۵)

پینترا بدلنے یا دائو کرنے کے لیے پیچھے ہٹنا ؎
جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
(شاہین، ب ج، ۱۶۵)

پلنا (ار)
پرورش پانا ؎
جب ترے دامن میں پلتی تھی وہ جان ناتواں
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۸)

، نشو و نما حاصل کرنا ؎
پل رہی ہے ایک قوم تازہ اس آغوش میں
(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۴)

پلنگ (ف) مذکر : ایک مشہور درندہ، چیتا ؎
گو سفند و شتر و گاو و پلنگ و خر لنگ
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

پلوانا (ار) : پینے کے لیے دینا ؎
جناب شیخ کو پلواؤ خاص لندن کی
(ب ا، ۴۲۲)

پن (ار) : ایک لاحقہ جو لفظ کے آخر میں آتا ہے اور مصدری معنی دیتا ہے ؎
(غضب ہے مگر آپ کا سادہ پن بھی
(ب ا، ۵۷۷)

پناہ (ف) مونث : حفاظت، سہارا، بچاؤ، امن کی جگہ ؎
اے مددگار غریباں اے پناہ بے کساں
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۲)

پنپنا (ار) : ترقی کرنا، ابھرنا، حالت سنبھلنا، سرسبز ہونا ؎
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
(جواب شکوہ، ب د، ۲۲۴)

پنجاب (ف ف) مذکر : پنج (= پانچ) + آب (= دریا) : پانچ دریاؤں کا یہ علاقہ جس کا دارالخلافہ لاہور رہا ہے
سے مراد پنجہ صاحب جو حسن ابدال میں ایک مقام ہے اور جہاں سے گرونانک نے توحید کی آواز بلند کی ؎
پھر اٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
(نانک، ب د، ۲۴۰)

پنجاب کا جواب : یہ ایک نظم کا عنوان ہے جو اقبال نے پہلی جنگ عظیم کے دوران سر مائیکل اوڈوائر گورنر پنجاب کی فرمائش پر کہی اور ۱۹۱۸ء کے ایک مشاعرے میں پڑھی گئی جو جنگی تنظیموں کے سلسلے میں منعقد ہوا تھا۔ اقبال نے اس نظم میں حکومت برطانیہ کے اس سوال کا جواب دیا تھا جس میں اہل پنجاب سے یہ پوچھا گیا تھا کہ وہ جنگ عظیم

میں حکومت کی کیا مدد کریں گے۔

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۶)

پنجاب کی زنجیر (- ا رف) مونث، پنجاب + کی (رک) + زنجیر (بیڑی) مراد گورنمنٹ کالج کی ملازمت جو لاہور سے کسی جگہ جانے میں رکاوٹ ہے ؎
توڑ کر پہنچوں گا میں پنجاب کی زنجیر کو

(نالۂ فراق، ب د، ۷۸)

پنجاب کے پیرزادوں سے : یہ بال جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے شیخ مجدد الف ثانی کی زبان سے پیری مریدی کی مذموم روش کے خلاف کا اعلان کرایا ہے۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی ۱۵۶۳ء میں بمقام سرہند پیدا ہوئے اور اسی شہر میں ۱۶۲۵ء میں رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار مبارک آج بھی مرجع خواص و عوام ہے آپ کو مجدد (یعنی از سرِ نو زندہ کرنے والا) اس لیے کہا جاتا ہے کہ اکبر اعظم نے ۱۵۸۰ء میں دینِ الٰہی کا جو ڈھونگ رچایا تھا اس کے اثرات سے ہزارہا مسلمان اسلام سے بیگانہ ہو گئے تھے۔ جب اکبر کی وفات ہوئی اس وقت آپ کی عمر ۴۲ سال کی تھی اور دینِ الٰہی کا ڈھونگ بھی اپنے شباب پر تھا۔ آپ تنہا کمر کس کے اٹھے اور اس بے دینی کے خلاف تبلیغ و اشاعت کا جہاد شروع کیا چنانچہ بجلی کی رو کی طرح آپ کی تبلیغ کا اثر پھیلا اور ہزارہا مسلمان جو ملحد ہو چکے تھے از سرِ نو اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس کی خبریں سن کر جہانگیر نے بغاوت کے الزام میں آپ کو طلب کر لیا۔ آپ جب دربار میں پہنچے تو اسلامی شعار کے مطابق "السلام علیکم" کہہ کے اسے سلام کیا، جہانگیر برہم ہو کر بولا کہ رسم دربار کے مطابق تم سجدۂ تعظیمی کیوں نہیں بجا لائے آپ نے نہایت دلیری سے جواب دیا کہ اسلام میں خدائے تعالیٰ کے علاوہ کسی کے سامنے سر جھکانے کی اجازت نہیں۔ جہانگیر یہ جواب سن کر منھ کھول کے رہ گیا۔ چونکہ حضرت نے اس عہد کی غیر اسلامی فضا کو بدل کے تجدیدِ دین کا فرض انجام دیا اس لیے آپ مجدد

کہلائے۔

(ب ج، ۱۵۸)

پنجاب کے دہقان سے : یہ بال جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اسے بیداری اور ترقی کا پیغام دیا ہے اور اس سے یہ بھی کہا ہے کہ جسم کی پرورش کے لیے کاشتکاری ضروری ہے مگر روح کی پرورش کے لیے اپنی خودی کی تکمیل کا انتظام بھی کرنا چاہیے

(ب ج، ۱۵۲)

پنجابی (ف ف) صفت صوبۂ پنجاب کا باشندہ

(پنجابی مسلمان، ض ک، ۶۱)

پنجابی مسلمان : یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے پنجاب کے مسلمان کی چند کمزوریاں بیان کی ہیں

(ض ک، ۶۱)

پنجرا (ار) مذکر، تیلیوں یا لوہے کی پتیوں کا قفس جس میں پرندے کو بند کرتے ہیں ؎
تقدیر میں لکھا تھا پنجرے کا آب و دانا

(پرندے کی فریاد، ب د، ۲۸۶)

پنجہ (ف) مذکر، پانچوں انگلیاں، ہاتھ ؎
نبض مریض پنجۂ عیسیٰ میں چاہیے

(شفاخانۂ حجاز، ب د، ۱۹۸)

پنجہ فگن (ف ف) صفت، پنجہ (= پانچوں انگلیاں، ایک قسم کا زور جو مقابل کی پانچوں انگلیوں میں اپنی پانچوں انگلیاں ڈال کر ایک دوسرے کا ہاتھ موڑنے کے لیے کیا جاتا ہے) + فگن، مصدر فگندن (= ڈالنا) سے فعل امر: پنجہ لڑانے والا، مقابلہ کرنے والا ؎
ستیزہ گاہ جہاں نئی نہ حریف پنجہ فگن نئے

(میں اور تو، ب د، ۲۵۳)

پنجۂ خونیں (- ف ف ف) مذکر، پنجہ + ۂ (علامت اضافت) + خون (رک) + یں (لاحقۂ نسبت) خون میں بھرا ہوا ہاتھ، مراد آمادۂ جنگ ؎
ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغ کارزاری ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۴)

پنجۂ ظلم وجہالت: (لفظاً) ظلم اور بے علمی کا ہاتھ، (مراداً) ظالم حکومت اور بے پڑھے لکھے عوام (جو اپنے حق کو حاصل نہ کر سکے) ہے

پنجۂ ظلم وجہالت نے برا حال کیا

(رباعیات، ب ا تیسرا ایڈیشن، ۲۳۳)

پنجۂ فولاد: منشی محمد الدین فوق کے ہفتہ وار اخبار (لاہور) کا نام جو ۱۹۰۱ء میں جاری ہوا تھا اور اس میں خبروں کے علاوہ حسب ذیل مستقل کالم ہوتے تھے — بزم فوق، ضامن صحت، مذاق سخن، مشاہیر، لطائف، سپلیمنٹ اس کا معیار کچھ ایسا ہی تھا کہ اقبال بھی اپنی نظمیں اشاعت کے لیے دیا کرتے تھے

(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۴۱)

پنجۂ قدرت (ـ ف ع) مذکر، پنجہ + ۂ (علامت اضافت) + قدرت (رک)، استعارہ یا کنایہ مراد قدرت الٰہی ہے

وہ اچھالی پنجۂ قدرت نے گیند اک نور کی

(ہمالہ، ب ا، ۲۷۵)

پند (ف) مونث: نصیحت ہے

مسجد میں دھرا کیا ہے بجز موعظہ و پند

(۱۹، ب ج، ۲۰)

پندار (ف) مذکر: غرور، گھمنڈ (جس کے باعث برہمن خود کو بھارت کی دوسری ذاتوں سے افضل سمجھتا ہے) ہے

برہمن سرشار ہے اب تک مئے پندار میں

(نانک، ب د، ۲۳۹)

پنڈت (ار) مذکر: عالم ہندو، مذہبی قانون جاننے والا ہندو، ہندو معلم یا استاد، برہمن ہے

یہ پنڈت بیس بیٹھے یہ ملّا یہ لالے

(غریبوں کا الخ، ب ا، ۵۳۶)

پنکھڑی (ار) مونث: پھول کی پتی، برگ گل ہے

بہار عالم نیرنگ تھی ہر پنکھڑی میری

(گل پژمردہ، ب ا، ۵۱۶)

پنہاں (ف) صفت

: پوشیدہ، چھپا ہوا (چاہے صورۃً پوشیدہ ہو جیسے نظر سے غائب چیزیں یا معناً پوشیدہ ہو جیسے غالب کے کلام کا مطلب جو عام لوگوں کی نگاہوں سے پنہاں تھا) ہے

زیب محفل بھی رہا محفل سے پنہاں بھی رہا

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

: قبر میں مدفون ہے

تجھ میں پنہاں کوئی موتی آبدار ایسا بھی ہے

(مرزا غالب، ب د، ۲۷)

: لپٹا ہوا، مضمر ہے

آگ کے شعلوں میں پنہاں مقصد تادیب ہے

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۴۳)

پنہانی (ف ف) صفت، پنہاں (رک) + ی (لاحقۂ نسبت)

: جو چھپا ہوا ہو ہے

کھلی رمز پنہانی خودی کی

(رباعیات، ب ج، ۸۹)

پوچھتے کیا ہو: رک کیا پوچھتے ہو

پوچھنا (ار): دریافت کرنا، سوال کرکے معلوم کرنا ہے

پوچھنا رہ کے اس کے کوہ و صحرا کی خبر

(عہد طفلی، ب د، ۲۵)

پود (ار) مونث: وہ پودا جس کا بیج ایک جگہ اگا کر اگتے ہوئے پودے کو دوسری جگہ لگایا جائے، مراد نسل ہے

پیدا ہیں نئی پود میں الحاد کے انداز

(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۵۱)

پورب (ار) مذکر: مشرق، وہ سمت جدھر سے سورج نکلتا ہے ہے

اٹھی پھر آج وہ پورب سے کالی کالی گھٹا

(ابر، ب د، ۹۱)

پورس (ار) مذکر: ہندوستان کے مشہور راجا کا نام جسے وادی سندھ میں سکندر رومی نے شکست دی تھی (رک سکندر) ہے

دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا

(بلالؓ، ب د، ۱۴۱)

پُوری (ار) صفت: مکمل، جو کسی قسم کی نوعیت میں کسر نہ ہو ؎

جس نے پُوری منفعت کی فطرت انسان کے ساتھ

(بلادِ اسلامیہ، ب ا، ۲۵۳)

پوش (ف) مصدر پوشیدن (= پہننا) کا حاصل مصدر، مرکبات میں مستعمل ہے اور صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک سیہ پوش، ازرہ پوش)

پوشاک (ف) مونث: لباس، پہننے کے کپڑے ؎

بر حسن یہ پوشاک یہ خوبی یہ صفائی

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

پوشیدہ (ف) صفت، مصدر پوشیدن (= چھپنا) سے حالیہ تمام: چھپا ہوا ؎

پوشیدہ کوئی دل ہے تری جلوہ گاہ میں

(شمع، ب د، ۴۴)

: مضمر ؎

آنکھ کی جنبش میں طرز دید میں پوشیدہ ہے

(طفل شیرخوار، ب د، ۶۶)

: مفقود، معدوم، جو ابھی وجود ہی میں نہ آیا ہو ؎

مذاق زندگی پوشیدہ تھا پہنائے عالم سے

(محبت، ب د، ۱۱۱)

پوشیدہ تقاضا: خاموش اقتضائے حال، جو صورت حال سے ظاہر ہو مگر زبان سے نہ کہا جائے ؎

ہر موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت

(قبر، ا ج، ۱۹)

پوشیدہ ہے کافر کی الخ: مراد یہ ہے کہ کافر کسی عمل کے وقت یہ نہیں سوچتا کہ اُسے موت آنی ہے اور پھر حساب کتاب دینا ہے اس کے برعکس مومن کو ہمیشہ یہ تصور رہتا ہے کہ مرنا اور خدا کے سامنے جانا ہے ؎

پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملک الموت

(ہارون کی آخری نصیحت، ب ج، ۱۶۷)

پونہچا (ار) مذکر: کلائی کے اوپر کا حصہ، بلی کی اگلی ٹانگوں کے پنجوں سے پیچھے کا حصہ ؎

مارتی ہے انھیں پونہچوں سے عجب ناز یہ ہے

(... کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۱۷۱)

پہ (ار)

= پر (رک) ؎

شبنم کی طرح پھولوں پہ رو اور چمن سے چل

(غزلیات، ب د، ۱۰۸)

: باوجود ؎

شاہنشہی پہ نشان عزیز ہی نظر میں ہو

(اشک خوں، ب ا، ۷۸)

: لیکن ؎

دن پن کے تو چڑھا تھا پہ ہو کر برس گیا

(اشک خوں، ب ا، ۸۷)

پہاڑ (ار) مذکر: پتھر کی چٹانوں کا اونچا قدرتی ٹیلا، کوہ، جبل ؎

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری سے

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

: مراد شملہ جہاں گرمی کے موسم میں تپش وغیرہ سے محفوظ رہنے کے لیے اکثر لوگ موسم گرما وہیں جاکر گزارتے ہیں ؎

لندن کے چرخ نادرہ فن سے پہاڑ پر

(صدائے بیگ، ب ا، ۵۳۱)

پہاڑ اور گلہری: یہ نظم انگریزی سے ماخوذ ہے، ابتداءً اس کے چوبیس اشعار تھے جن میں سے بارہ بانگ درا میں شائع ہوئے باقی بارہ باقیات میں درج ہیں۔

(ب ا، ۵۶۰)

پہاڑی (ار) مونث: پہاڑ (رک) کی تصغیر ؎

مغرب کی پہاڑیوں میں چھپ کر

(انسان، ب د، ۱۲۷)

پھانسنا (ار) فریب دے کر قابو میں لانا، اپنے جال میں گرفتار کرنا ؎

پھانسوں اسے کس طرح یہ کم بخت ہے دانا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

پھاہا (ار) مذکر: مرہم لگایا ہوا کپڑا وغیرہ جو زخم پر رکھتے

سہ سالہ، بارہ مہینے

ہیں ۔

جو چھالا بن کے آنکلے کوئی پرزہ گریباں کا

(ب د، ۲۸۳)

پھٹا بادل (ا ا ر) مذکر، پھٹا مصدر پھٹنا (= بیچ میں سے شگافتہ ہو جانا) سے حالیہ تمام + بادل (= گھٹا)؛ وہ بادل جو اِدھر اُدھر گاڑھا اور بیچ میں بالکل معدوم یا برابر ہو گیا

وہ پھٹے بادل میں بے آواز پا اس کا سفر

(عہدِ طفلی، ب د، ۲۵)

پھٹکنا (ار) سُوپ یا چھاج میں غلّے کو صاف کرنا مقرر طریقے سے چھاج کو حرکت دے کر کوڑا کرکٹ جدا کرنا (جس مصرع میں یہ لفظ آیا ہے وہاں سے قطعے کے آخر تک کی تمام باتیں مسولینی کی زبان سے کہی ہیں) ۔

میں پھٹکتا ہوں تو چھلنی کو برا لگتا ہے کیوں

(مسولینی، ض ک، ۱۵)

پھٹنا (ار) = شگافتہ یا پاش پاش ہونا، کسی چیز کا ٹوٹ کر منتشر ہونا، بکھرنا ۔

جو سے سیماب رواں پھٹ کر پریشاں ہو گئی

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵)

پہچان (ار) مؤنث

: پہچاننے کا عمل، پہچاننے کی صورت حال جس چیز کا نقش حافظے میں ہے اسے شناخت کرنے کی کیفیت ۔

یہ کسی دیکھی ہوئی شے کی مگر پہچان ہے

(دیجہ اور شمع، ب د، ۹۳)

: قوّت شناخت، معرفت کی صلاحیت، حُسن (یا قبح) پرکھنے کا مادّہ ۔

نور آگاہی سے روشن تری پہچان ہے کیا

(... کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)

پہچاننا (ار) = شناخت کرنا، تمیز کرنا ۔

کہا میں نے پہچان کر میری جاں

(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

پھر (ار) حرفِ عطف

= دوبارہ، ایک دفعہ اور ۔

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: اس کے بعد ۔

سو جائے کوئی اُن پہ تو پھر اٹھ نہیں سکتا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

: تو اب ایسا نہ کرنے کی صورت میں ۔

پھر اور کس طرح انھیں دیکھا کرے کوئی

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

: ایسی صورت میں ۔

فائدہ پھر کیا جو گرد شمع پروانے رہے

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۶)

پھر بھی (ار) : اس کے باوجود، ایسا کرنے کے باوصف، ایسا ہوتے ہوئے بھی ۔

پھر بھی ہم سے یہ گلا ہے کہ وفادار نہیں

(شکوہ، ب د، ۱۹۶)

: از سرِ نو، دوبارہ ۔

پھر بھی ہو سکتا ہے روشن وہ چراغ خاموش

(محراب گل افغان، ۱۱، ض ک، ۱۷۲)

پھر زندہ کیا (- ف ار) : از سرِ نو حیات بخشی، (دورِ ابراہیمی کے بعد) پھر سے خدا کی توحید کا ڈنکا بجایا ۔

کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو

(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

پھر کیا (- ار) : تو کیا ہوا، یہ تو اپنی اپنی تدبیر اور اپنی اپنی قسمت کی بات ہے ۔

مذاق دید سے نا آشنا نظر ہے مری

تری نگاہ ہے فطرت کی رازداں پھر کیا

(ریل اور نو، ب د، ۲۲۰)

پہرا (ار) مذکر، جو کسی اور دیکھ بھال کے لیے بٹھائی ہوئی چوکی ۔

چاہیے پہرا دماغ عاقبت اندیش کا

(دربار بہاولپور، ب د، ۱۹۰)

پھر ابھیں بہت اس چمن میں : یعنی ایک ایک ذرّے

پر غور کیا، کہیں خود جاکر اور کہیں تصور میں ؎
اگرچہ پھر ہیں بہت اس چمن میں
(ب ا، ۲۰۸)

پھیرانا (ار) چلانا، ادھر اُدھر گردش کرانا، تلاش میں سرگرداں رکھنا ؎
پھرایا فکر اجزا نے اسے میدانِ امکاں میں
(محبت، ب د، ۱۱۱)

پھیر پھیر کے (ار) گھوم پھر کے، بہاؤ کے راستے میں حائل ہونے والی جھاڑیوں کے ادھر اُدھر سے ؎
پھیر پھیر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو
(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

پھیرنا (ار)
: چلنا، آمد و رفت کرنا، مسافر ہونا ؎
یہیں قیام ہو وادی میں پھرنے والوں کا
(ابر، ب د، ۹۱)

: واپس ہونا، لوٹنا ؎
اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے
(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

: کسی چیز کی تلاش میں یا اور کسی کام سے دوڑنا دھوپنا یا گھومنا ؎
پھرا کرتے نہیں مجروحِ الفت فکرِ درماں میں
(تصویرِ درد، ب د، ۷۴)

: پلٹنا، واپس ہونا ؎
ذبح ہو گئے جو ہو کے بیدل سوئے بیت اللہ پھرے
(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۶۱)

پہروں تلک (ار ار) متعلق فعل: تا دیر، کئی کئی پہر ؎
تکتے رہنا ہائے وہ پہروں تلک سوئے قمر
(عہدِ طفلی، ب د، ۲۵)

پھیرے (ار) اس کے دو معنی ہیں اول "چلے پھرے اور سفر کرے"، دوسرے "تسبیح کے دانوں کی طرح دور کرتا ہے"، یہاں بطور ایہام دونوں معنی مراد ہیں ؎
پھیرے کوئی تو کرے اتنے ہمنشیں پیدا
(ب ا، ۵۹۲)

پھڑک اٹھنا (ار ار) کسی بات پر یکایک بیتاب و بیقرار ہو جانا (پسندیدگی کے موقع پر) لوٹ پوٹ ہو جانا ؎
پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے "ما عرفنا" پر
(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

پھڑکانا (ار): (دل کو) خوش کرنا، جی کو لوٹ پوٹ کر دینا ؎
جن کی سیرت بھی دل کو پھڑکا دے
(ب ا، ۴۲۴)

پھڑکنا (ار)
: سابق کے لطف یاد کر کے مضطرب ہونا ؎
کہ گرفتار پھڑکتا ہے تہِ دام ابھی
(غزلیات، ب د، ۳۰۹)

: تڑپنا، زخمی کا زمین پر لوٹنا ؎
صید شاہیں یتیم کا پھڑکنا اور ہے
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۰)

: خوشی میں لوٹنے لگنا، بہت خوش ہونا ؎
میرا ہر قطرہ گلستاں پہ پھڑک جاتا ہے
(ابرِ کوہسار، ب ا، ۲۸۳)

پھسلنا (ار): لڑکنا، رپٹنا، لڑکھڑانا ؎
اچھلتی پھسلتی سنبھلتی ہوئی
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

پھل (ار) مذکر
: میوہ، ثمر، تعقیب مستعار لہ ؎
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو
(تصویرِ درد، ب د، ۷۴)

: ثمرہ، نتیجہ ؎
پھل ہے یہ سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۵)

پہلا (ار) صفت: جس سے قبل کوئی اور نہ ہو اور جو سب سے اول وجود میں آیا ہو

پہلا وہ گھر خدا کا: کعبۃ اللہ جسے دنیا کے ہر گھر سے اول حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا ؎

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

پھلا پھولا (ار) صفت، مذکر = بارونق، سرسبز، شاداب، آباد ہو
پھلا پھولا رہے یا رب چمن میری امیدوں کا
(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

پھلنا (ار) = سرسبز ہونا ہو
نخل مقصد بغیر آب زر کبھی پھلتا نہیں
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۰)

پہلو (ف) مذکر
= دل ہو
درد استفہام سے واقف ترا پہلو نہیں
(آفتاب صبح، ب د، ۵۰)

= کروٹ ہو
جل رہا ہوں کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے
(صدائے درد، ب د، ۴۲)

= رخ، پہلو دار ترشی ہوئی چیز کا کونے دار رخ (قب ترشا ہوا) ہو
ہیں ہزاروں اس کے پہلو رنگ ہر پہلو کا اور
(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

= پسلی، بغل (رک پہلو میں دل نہیں)

پہلو میں دل نہیں، کنایۃً کسی سے عشق نہیں کیا، رنج و غم اور مسرت کے احساس سے محروم ہے ہو
اے گل رنگیں ترے پہلو میں شاید دل نہیں
(گل رنگیں، ب د، ۲۴)

پہلو کو چیرنا (ار) = ایک دوسرے کا راز دار ہونا، کسی قسم کی غیریت باقی نہ رہنا ہو
پہلو کو چیر ڈالیں درشن ہو عام اس کا
(نیا شوالا، ب ا، ۳۴۰)

پہلے (ار) پہلا (= اول) کا امالہ ہو
پہلے جھک کر اسے سلام کیا
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۲۲)

پہلے پہل (ار ار) متعلق فعل، پہل (= ابتدا) + سے (اتصال) + پہل: پہلی بار ہو
ہنسی گل کو پہلے پہل آ رہی تھی
(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

پہلے سے (- ار) = زمانۂ سابق کے مقابلے میں، ماضی کے بالمقابل اب ہو
ٹل گئے جس دم کہا پہلے سے کچھ آرام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۱)

پہنا (ف) صفت = چوڑا، فراخ، وسیع (اقبال نے پہنا بمعنی پہنائی، (رک) بھی استعمال کیا ہے۔

پہنائے عالم (- ف ع) مونث، پہنا + ے (علامت اضافت) + عالم = دنیا کی وسعت، طول و عرض عالم ہو
مذاق زندگی پوشیدہ تھا پہنائے عالم سے
(محبت، ب د، ۱۱۱)

پہنائے فطرت (ف ع) صفت، پہنا (= چوڑا، فراخ) + ے (علامت اضافت) + فطرت (رک) = مراد زمان و مکان کی کل وسعت ہو
سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
(ا، ب ج، ۲۲)

پہنائے فلک (ف ع) مونث، پہنا + ے (اضافت) + فلک (= آسمان) = وسعت آسمان، غیر محدود فضائے بلند ہو
تو زمیں پر اور پہنائے فلک تیرا وطن
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

پہنانا (ار) سلا ہوا لباس یا کلاہ و نعلین وغیرہ جسم کے کسی حصے پر استعمال کرانا، کسی شے یا لباس کو زیب تن کرانا ہو
بالیاں نہر کو گرداب کی پہناتا ہوں
(ابر کوہسار، ب د، ۲۸)

پہنائی (ف) مونث = وسعت ہو
اور دکھلائیں گے مضموں کی ہمیں پہنائیاں
(داغ، ب د، ۸۹)

(نوٹ) کلیات میں اس جگہ "پہنائیاں" کی بجائے "باریکیاں"

پر غور کیا، کہیں خود جا کر اور کہیں تصور میں ؎
اگرچہ پھِرا ہیں بہت اس چمن میں
(ب ا، ۶-۸۶)

پھِراتا (ار) چلانا، ادھر ادھر گردش کرانا، تلاش میں سرگرداں رکھنا ؎
پھِرایا فکرِ اجزا نے اسے میدانِ امکاں میں
(محبت، ب د، ۱۱۱)

پھِر پھِر کے (ار) : گھوم پھر کے، پہاڑ کے راستے میں حائل ہونے والی جھاڑیوں کے ادھر اُدھر ؎
پھِر پھِر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو
(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

پھِرنا (ار)
: چلنا، آمد و رفت کرنا، مسافر ہونا ؎
یہیں قیام ہو وادی میں پھرنے والوں کا
(ابر، ب د، ۹۱)

: واپس ہونا، لوٹنا ؎
اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے
(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

: کسی چیز کی تلاش میں یا اور کسی کام سے دوڑنا دھوپنا یا گھومنا ؎
پھِرا کرتے نہیں مجروحِ الفت فکرِ درماں میں
(تصویرِ درد، ب د، ۴۷)

: پلٹنا، واپس ہونا ؎
نہ بچ گئے جو ہو کے بیدل سوئے بیت اللہ پھِرے
(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۶۱)

پہروں تلک (ار ار) متعلق فعل : تادیر، کئی کئی پہر ؎
تکتے رہنا ہائے وہ پہروں تلک سوئے قمر
(عہدِ طفلی، ب د، ۲۵)

پھِرے (ار) اس کے دو معنی ہیں اول "چلے پھِرے اور سفر کرے"، دوسرے "تسبیح کے دانوں کی طرح دور کرتا رہے"، یہاں بطورِ ایہام دونوں معنی مراد ہیں ؎
پھِرے کوئی تو کرے اتنے ہمنشیں پیدا
(ب ا، ۵۹۷)

پھڑک اٹھنا (ار ار) کسی بات پر یکایک بیتاب و بیقرار ہو جانا (پسندیدگی کے موقع پر) لوٹ پوٹ ہو جانا ؎
پھڑک اٹھا کوئی تیری اداے "ما عرفنا" پر
(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

پھڑکانا (ار) : (دل کو) خوش کرنا، جی کو لوٹ پوٹ کر دینا ؎
جن کی سیرت بھی دل کو پھڑکا دے
(ب ا، ۴۲۲)

پھڑکنا (ار)
: سابق کے لطف یاد کر کے مضطرب ہونا ؎
نہ گرفتار پھڑکتا ہے نہ دام ابھی
(غزلیات، ب د، ۲۰۹)

: تڑپنا، زخمی کا زمین پر لوٹنا ؎
صیدِ شاہین پتیجی کا پھڑکنا اور ہے
(ناگزیر، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۰)

: خوشی میں لوٹنے لگنا، بہت خوش ہونا ؎
میرا ہر قطرہ گلستاں پہ پھڑک جاتا ہے
(ابرِ کہسار، ب ا، ۲۸۳)

پھسلنا (ار) : لڑکن : رپٹنا، لڑکھڑانا ؎
اچھلتی پھسلتی سنبھلتی ہوئی
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

پھل (ار) مذکر
: میوہ، ثمر، تعقیب مستعار لہٗ ؎
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو
(تصویرِ درد، ب د، ۴۷)

: ثمرہ، نتیجہ ؎
پھل ہے یہ سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۵)

پہلا (ار) صفت : جس سے قبل کوئی اور نہ ہو اور جو سب سے اول وجود میں آیا ہو

پہلا وہ گھر خدا کا : کعبۃ اللہ جسے دنیا کے ہر گھر سے اول حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا ؎

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

پھلا پھولا (ار) صفت: مذکر، بارونق، سرسبز، شاداب، آباد گا
پھلا پھولا رہے یا رب چمن میری امیدوں کا
(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

پھلنا (ار): سرسبز ہونا گا
نخل مقصد بغیر آب زر کبھی پھلتا نہیں
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۰)

پہلو (ف) مذکر
: دل گا
درد استفہام سے واقف ترا پہلو نہیں
(آفتاب صبح، ب د، ۵۰)

: کروٹ گا
جل رہا ہوں کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے
(صدائے درد، ب د، ۴۲)

: رخ، پہلو دار تراشی ہوئی چیز کا کونے دار رخ (قبہ تراشا ہوا) گا
ہیں ہزاروں اس کے پہلو رنگ ہر پہلو کا اور
(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

: پسلی، بغل (نکسہ پہلو میں دل نہیں)

پہلو میں دل نہیں، کنایۃً کسی سے عشق نہیں کیا، رنج و غم اور مسرت کے احساس سے محروم ہے گا
اے گل رنگیں ترے پہلو میں شاید دل نہیں
(گل رنگیں، ب د، ۲۴)

پہلو کو چیرنا (ار): ایک دوسرے کا رازدار ہونا، کسی قسم کی غیریت باقی نہ رہنا گا
پہلو کو چیر ڈالیں درشن ہو عام اس کا
(دنیا شہر الا، ب ا، ۳۴-)

پہلے (ار) پہلا (= اول) کا اما لہ گا
پہلے جھک کر اسے سلام کیا
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۴۲)

پہلے پہل (ار ار) متعلق فعل، پہل (= ابتدا) + سے (اتصال) + پہل: پہلی بار گا
ہنسی گل کو پہلے پہل آ رہی تھی
(عشق اور موت، ب د، ۵۰)

پہلے سے (- ار): زمانۂ سابق کے مقابلے میں، ماضی کے بالمقابل اب گا
ٹل گئے جس دم کہا پہلے سے کچھ آرام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۱)

پہنا (ف) صفت: چوڑا، فراخ، وسیع (اقبال نے پہنا بمعنی پہنائی، (رک) بھی استعمال کیا ہے۔

پہنائے عالم (- ف ع) مونث، پہنا + ے (علامت اضافت) + عالم: دنیا کی وسعت، طول و عرض عالم گا
مذاق زندگی پوشیدہ تھا پہنائے عالم سے
(محبت، ب د، ۱۱۱)

پہنائے فطرت (ف ع) صفت، پہنا (= چوڑا، فراخ) + ے (علامت اضافت) + فطرت (رک): مراد زمان و مکان کی کل وسعت گا
سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
(ا، ب ج، ۲۲۶)

پہنائے فلک (ف ع) مونث، پہنا + ے (اضافت) + فلک (= آسمان): وسعت آسمان، غیر محدود فضائے بلند گا
تو زمیں پر اور پہنائے فلک تیرا وطن
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

پہنانا (ار) سلا ہوا لباس یا کلاہ و نگین وغیرہ جسم کے کسی حصے پر استعمال کرانا، کسی شے یا لباس کو زیب تن کرانا گا
بالیاں نہر کو گرداب کی پہناتا ہوں
(ابر کوہسار، ب د، ۲۸)

پہنائی (ف) مونث: وسعت گا
اور دکھلائیں گے مضموں کی ہمیں پہنائیاں
(داغ، ب د، ۸۹)
(نوٹ) کلیات میں اس جگہ "پہنائیاں" کی بجائے "باریکیاں"

چھپا ہوا ہے اس کی جگہ "پہنائیاں" پڑھیے کیونکہ باریکیاں کے استعمال سے اس جگہ ابطالِ جلی پیدا ہو جاتا ہے جو اقبال کے ایسے شاعر سے ممکن ہی نہیں۔ انھوں نے یہاں پہنائیاں ہی کہا جو مختلف نگاہوں اور نظروں کے تصرف سے باریکیاں ہو گیا۔

پہنچنا (ار) : چل کر یا سفر کر کے منزلِ مقصود کو پانا ؎
پہنچوں کس طرح آشیاں تک
(ہمدردی، ب د، ۳۵)

: رسا ہونا ؎
تری حیات کا جوہر کمال تک پہنچا
(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

پھندا (ار) مذکر: بال، ریشم دھاگے یا رسی کا حلقہ، جال ؎
فرسودہ ہے پھندا از بس کہ ہے مرغِ تیز پر
(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۳)

: پھنسانے اور الجھانے کا طریقہ ؎
بنائے خوب آزادی نے پھندے
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

پھنسنا (ار) : اٹکنا، الجھنا، کسی پھندے یا جال وغیرہ میں اس طرح الجھ یا بندھ جانا کہ پھر نکل نہ سکے ؎
عشق کے دام میں پھنس کر یہ رہا ہوتا ہے
(دل، ب د، ۶۲)

پہننا (ار) : کپڑا وغیرہ بدن پر یا بدن میں ڈالنا، زیب تن کرنا ؎
زمردسی پوشاک پہنے ہوئے
(رات کا خواب، ب د، ۳۶)

پہنے (ار) : پہنے ہوئے ؎
پہنے سیماب قبا محوِ خرام ناز ہے
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

پھوٹ (ار) مؤنث : نااتفاقی، فرقہ واریت ؎
کچھ نہ کچھ پھوٹ کی کرامت ہے تو چمن کا
(دنیا شوالا، ب ا، ۳۳۹)

پھوٹنا (ار) : اُگنا، نکلنا ؎
کہیں زندگی کی کلی پھوٹتی ہے
(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

: کسی ضرب یا صدمے سے پھٹنا یا ٹوٹنا ؎
پھوٹتا ہے سر مرا تو جنوں تیرا آئینہ گلہ
(ب ا، ۵۸۵)

پھول (ار) مذکر
: وہ کلی جس کی منھ بند پنکھڑیاں کھل کر ادھر ادھر پھیل جائیں، گل ؎
شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

: قوم کے افراد ؎
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غماز چمن
(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

: تیجے کا فاتحہ، میت کی ایک رسم ؎
شفق نہیں ہے یہ سورج کے پھول ہیں گویا
(رخصت رادی، ب د، ۹۵)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے رمزیہ انداز میں یہ ظاہر کیا ہے کہ جس طرح باغ میں پھول بہت حسین ہے اسی طرح مسلمان بھی ساری دنیا میں حسین تر ہے۔ فرق یہ ہے کہ آپ کا حسن ظاہری ہے اور اس کا باطنی۔ مسلمان کا باطن اگر وہ خوبو اختیار کرے جو پھول میں ہے تو نگاہِ باطن میں یہ اتنی ہی محبوبیت حاصل کر سکتا ہے جتنی پھول کو نگاہِ ظاہر میں حاصل ہے
(ب د، ۲۴۹)

پھول چڑھانا (۔ ار) : کسی کی قبر پر پھول بکھیرنا (جو اظہارِ عقیدتمندی کی علامت ہے) ؎
چڑھا کے پھول مرے رنگ رفتہ کے سر قبر
(التجائے مسافر، ب ا، ۳۴۶)

پھول کا تحفہ عطا ہونے پر : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو ایک رومانی نظم ہے جستجو کے باوجود یہ پتا نہ چل سکا کہ اس مجموعہ کا صدر مدعا کون تھا جس نے تحفے کے طور پر پھول پیش کیا۔ اس نظم میں ان جذبات کا اظہار کیا گیا ہے جو محبوب کی طرف سے تحفہ ملنے پر عاشق

کے دل میں پیدا ہوتے ہیں
(ب د ، ۱۵۸)

: بانگِ درا میں اس نظم کے آٹھ شعر درج ہیں۔ صاحب باقیات نے چار شعر اور لکھے ہیں مگر کوئی حوالہ درج نہیں کیا
(ب ا ، ۲۵۰)

پھول جانا: خوش ہو جانا، خوشی کے مارے پھول کر کُپّا ہو جانا ؎
غیر کہتے ہیں کہ یہ پھول گیا ہے مردہ
(ب ا ، ۲۸۰)

پھولوں کی شہزادی: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ یہ ایک تمثیلی نظم ہے جس میں علامہ نے اس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے کہ فطرت کی نظر میں کسی دکھ درد کے مارے انسان کے آتشیں آنسو بہت زیادہ قدر و قیمت رکھتے ہیں
(ب د ، ۲۴۳)

پھونک (ار) مونث: زور سے نکالی ہوئی سانس جس کی تیز ہوا سے ہلکی چیز اڑ جائے ؎
وہ عشق جس کی شمع بجھا دے اجل کی پھونک
(۵، ب ج ، ۹۰)

پھونک دیتی ہے: شعلۂ عشق پیدا کر دیتی ہے ؎
آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
(محراب گل افغان، ۱۷، ض ک ، ۱۷۲)

پھونکنا (ار)
جلا دینا، آگ لگا دینا یا محفل کے دلوں میں حرارت بھر دینا ؎
پھونک دی گرمیِ رخسار سے محفل تو نے (تذکرہ، ب د ، ۱۶۸)
مجھے پھونکا ہے سوزِ قطرۂ اشکِ محبت نے (غزلیات، ب د ، ۱۳۸)
شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
(شمع اور شاعر، شمع، ب د ، ۱۹۲)

: فنا کر دینا ؎
پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
(خضرِ راہ، ب د ، ۲۶۰)

پھیرنا (ار): موڑنا، توڑنا ؎
ہو جائے ملایم تو جدھر چاہے اسے پھیر
(نصیحت، ض ک ، ۱۵۴)

پھیکا (ار) صفت: بے رونق ؎
پھیکا پھیکا لب پہ وہ بدرنگ لاکھا پان کا
(تعیش جوانی، ب ا ، ۵۲۱)

پھیکی (ار) صفت: ہلکی ہلکی، مٹتی ہوئی سی ؎
چاندنی پھیکی ہے اس نظارۂ خاموش میں
(گورستانِ شاہی، ب د ، ۱۴۹)

پھیکی پڑنا (- ار): مدھم پڑنا، بجھی بجھی سی معلوم ہونا ؎
پھیکی پڑی ہوئی ہے ستاروں کی روشنی
(چاند اور شاعر، ب ا ، ۲۶۵)

پھیلنا (ار): رائج ہونا، شائع ہونا۔ ادھر ادھر سب لوگوں میں اثر کرنا، وسعت پانا ؎
یہ خوشی پھیلی مرے غم سے کہ شادی مرگ میں
(برگِ گل، ب ا ، ۱۷۶)

: چاروں طرف محیط ہونا ؎
پھیلی ہے یہ رات کی سیاہی
(بلبل، ب ا ، ۵۶۱)

پہیلی (ار) مونث: چیستاں، معما، وہ چند الفاظ جن کے ظاہری معنی کچھ اور ہوں اور باطن میں کچھ اور مطلب نکلے (عموماً گھروں میں بچوں کا ذہن تیز کرنے کے لیے پہیلیاں بجھائی جاتی ہیں) ؎
سمجھ میں آگئی تیرے پہیلی رازِ قدرت کی
(ب ا ، ۴۶۹)

پھینکنا (ار): ڈالنا، پٹکنا، ضائع کرنا، برباد کر دینا ؎
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
(ظریفانہ، ب د ، ۲۹۰)

پئے (ف) لیے، واسطے ؎
باغباں ہے تری ہستی پئے گلزارِ وجود
(انسان اور بزمِ قدرت، ب د ، ۵۵)

پے (ف) ظرف
: مراد قدم

پے بہ پے (- ف ف) متعلق فعل : پے + بہ (رک) + پے : مسلسل، لگاتار، ہر سانس پر، ہر قدم پر، ہر وقت کو

مجھے فطرت نوا پر پے بہ پے مجبور کرتی ہے

(۳۹، ب ج، ۵۸)

پَے سِپَر (- ف) مصدر سپردن (= طے کرنا) سے فعل امر راستے میں اڑنے والی کو

نغمۂ خاک پے سپر میں ہے شرار اپنا تو کیا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۱)

پِیادَہ (ف) مذکر : شطرنج کے ایک گھٹیا مہرے کا نام کو

شاطر کی عنایت سے تو فرزیں میں پیادہ

(سیاست، ب ج، ۱۵۹)

پیار (ار) مذکر : دوستی، اخلاص، محبت، لاڈ کو

چڑھ ہے با غصہ ہے یا پیار کا انداز یہ ہے

(.... کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۱۷۷)

پیار کرنا (ار ار) : کوئی ایسا انداز اختیار کرنا جس سے محبت ظاہر ہو، بوسہ لینا کو

پروانہ تجھ سے کرتا ہے اے شمع پیار کیوں

(شمع و پروانہ، ب د، ۴۰)

پیارا (ار ار) صفت مذکر : دلکش، بہت حسین، پسندیدہ، خوبصورت، خوشنما کو

نہر جو تھی اس کے گوہر پیارے پیارے بن گئے

(ظلمۂ غم، ب د، ۱۵۷)

پیاری پیاری (ار ار) صفت مونث پیارے (رک) کی تانیث کو

وہ پیاری پیاری صورت وہ کامنی سی مورت

(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۰)

پیارا (ار) صفت مذکر، پسندیدہ، محبوب، عزیز کو

مرے اشعار اے اقبال کیوں پیارے نہ ہوں مجھ کو

(ظریفات، ب د، ۱۰۱)

پیازی (ف ف) صفت : پیاز (= ایک مشہور جڑ جس میں تہ بہ تہ بہت سے پرت ہوتے ہیں اور سالن وغیرہ کے مسالے میں استعمال ہوتی ہے) + ی (لاحقۂ نسبت) : پیاز کے رنگ کا، سرخ کو

جب خونِ جگر کی آمیزش سے اشک پیازی بن نہ سکا

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

پیاس (ار) مونث : پینے کے لیے پانی کی طلب، تشنگی کو

شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری

(بلال، ب د، ۲۰۰)

: طلب، خواہش، سوزِ دل، دل کی تشنگی کو

ہمیشہ ورد زباں ہے علی کا نام اقبال
کہ پیاس روح کی بجھتی ہے اس نگینے سے

(غزلیات، ب ا، ۴۵۵)

پیاسا (ار) صفت : حاجتمند، مشتاق، آرزو مند، طلبگار کو

پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں

(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

پیاسی (ار) صفت مونث : پیاسا (رک) کی تانیث کو

انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا ترا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۴)

پیام (ف) مذکر : رک پیغام، جس کی یہ تخفیف ہے کو

پیام سجدے کا یہ زیر و بم ہوا مجھ کو

(کنارِ راوی، ب د، ۹۴)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ سن ۱۹۰۹ء میں یورپ جانے کے بعد ان کی فکر کے اسلوب میں جو تبدیلی پیدا ہوئی اس کے بعد یہ پہلی نظم ہے جس میں انھوں نے ایک ناصح پیام بر کا لہجہ اختیار کیا ہے۔ وہ اپنے ملک کے رہنماؤں سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اب مجاز سے نکل کر حقیقت کی طرف رخ کرو اور ساری قوم کو حقیقت آشنا کر دو۔

(ب د، ۱۱۳)

: اس عنوان سے بانگِ درا میں سات شعر کی جو نظم شائع ہوئی ہے اس کے بارے میں روزگارِ فقیر حصہ دوم میں یہ درج ہے کہ "ابتدا میں اس نظم کے گیارہ شعر تھے اور اس کا عنوان پیغام رانے۔ (ایک خط کے جواب

ہیں) تھا۔ سات شعر بانگِ درا میں بہت سی ترمیموں کے ساتھ رکھے گئے، باقی یہ ہیں؎۔ یہ چاروں شعر باقیات میں درج ہیں۔

(ب ا، ۵۶۴)

پیامِ صُبح: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے امریکہ کے مشہور شاعر لانگ فیلو کی ایک نظم سے اخذ کی ہے، یہ ایک بہت بڑا عالم، نیک نفس اور نرم دل انسان تھا، ایک دفعہ اس نے ایک چڑیا شکار کی، یہ اس کے تڑپنے سے اتنا متاثر ہوا کہ پھر شکار کی غرض سے عمر بھر بندوق نہ اٹھائی ۱۸۰۷ء میں بمقام پورٹ لینڈ پیدا ہوا اور ۱۸۸۲ء میں وفات پائی، امریکا کی مختلف درسگاہوں میں ادبیات کا پروفیسر تھا۔

(ب د، ۵۶)

پیامِ عشق: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم ہے جس میں انھوں نے اربابِ درد کو مخاطب بنا کر وضاحت کے ساتھ یہ بیان کیا کہ برصغیر کے مسلمانوں کا ہندوؤں سے نباہ ممکن نہیں اس لیے انھیں "بتوں سے دامن بچا کر" اور ہند کے فرقہ سازوں کی بُت تراشی سے گریز کر کے "راہ حجاز کا غبار" بن جانے اور عشق رسولؐ میں سرشار ہو جانے کی ضرورت ہے

(ب د، ۱۲۹)

پیامِ عَیش و سُرُور (۔ ی ف ی) پیام + اضافت + عیش (رک) + و (عطف) + سرور (رک): مراد جنت کے عیش و آرام کا پیغام (جو موت آ کر دیتی ہے) ؎

تجھ سے کر کر اجل ہے پیامِ عیش و سرور

(عشرت امروز، ب د، ۲۵۰)

پیامِ ناز (۔ ف) مذکر: حسین پیغام مراد اسلام ؎

سینہ ہے تیرا امیں اس کے پیامِ ناز کا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

پیامی (ف ف) صفت، پیام (رک پیغام جس کی یہ تخفیف ہے) + ی (لاحقۂ نسبت): کسی کا پیام دینے یا لانے والا، نامہ بر ؎

یہ ملا خسرو خاور کا پیامی بن کر

(صبح کا ستارا، ب ا، ۳۳۷)

پیپل (ار) مذکر، ایک اوسط درجے کے بڑے پتوں کا سایہ دار درخت جس میں گولر سے مشابہ مگر اس سے چھوٹے پھل لگتے ہیں جنھیں پیپلی کہتے ہیں ؎

اور پیپل کے سایہ دار درخت

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

پیت (ار) مونث: محبت، دل ملا ہونے کی کیفیت، دوستی، اتحاد ؎

سارے پجاریوں کو مے پیت کی پلا دیں

(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

پیت کی مے (ار ار ف) پیت + کی (رک) + مے (= شراب): محبت کو شراب سے تشبیہ دی ہے (رک: پیت)

پیٹ (ار) مذکر: شکم، انسان کا دوزخ، جسم کے اندر وہ جگہ جس میں آنتیں اور معدہ ہے ؎

یہ سب پیٹ ہیں اور ہم ترنوالے

(عزیزوں کا لاڈ، ب ا، ۵۳۶)

پیٹھ (ار) مونث: پشت، کمر ؎

بتوں کو پیٹھ پہ اپنی اٹھائے بیٹھا ہوں

(بہار، ب ا، ۵۶۰)

پیچ (ف) مذکر

۲۔ بل

پیچ کھانا (ار) اِدھر اُدھر مڑنا ؎

بڑے پیچ کھا کر نکلتی ہوئی

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۳۰)

: الٹ پھیر ؎

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا

؎ یہ شعر جن لفظوں میں لکھے ہیں ان کے ساتھ پہلا، تیسرا، چھٹا، ساتواں اور آٹھواں مصرع ناموزوں ہیں۔ جو مصرعے موزوں ہیں ان میں چوتھے اور پانچویں میں اصلی حروف دبتے ہیں۔ جو اقبال کے شایانِ شان نہیں، خدا جانے کیا کچھ لکھ دیا گیا ہے

(فلسفہ ، ض ک ، ۴۲۰)

پیچ وتاب (ف ف) مذکر ، پیچ + و (عطف) + تاب (= خم ، بٹے جانے کی صورت حال) : اضطراب ، بے چینی ؎
جو بچے نے دیکھا مرا پیچ وتاب
(ماں کا خواب ، ب د ، ۳۲۶)
: اُدھیڑبن ، متضاد مسئلوں کے حل کرنے کی فکر ؎
کبھی سوز و ساز رُومی کبھی پیچ وتاب رازی
(۱۳ ، ب ج ، ۱۰۰)

پیچ وتاب کھانا (-ار) : بیقرار رہنا ؎
فرحت آفتاب میں کھاتی ہے پیچ وتاب صبح
(کوشش ناتمام ، ب د ، ۱۲۴)

پیچاک (ف) مذکر ، پیچ در پیچ الجھنا ، پیچیدگی ؎
گرچہ الجھی ہوئی تقدیر کے پیچاک میں ہے
(۲۴ ، ب ج ، ۶۵)

پیچاں (ف) صفت ، مصدر پیچیدن سے صفت ، بل کھائے ہوئے ؎
شانہ اس کی زلف پیچاں کا پر پروانہ ہے
(ب ا ، ۵۶۸)

پیچھا چھڑانا (ار) : خلاصی حاصل کرنا ، جو بات وبال جان بن گئی ہو اس سے کسی نہ کسی طرح خود کو بچانا ؎
سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا
(دین و سیاست ، ب ج ، ۱۱۸)

پیچھے (ار) ظرف : عقب میں ، بعد میں ، آخر میں ؎
سب سے پیچھے جائے کوئی عابد شب زندہ دار
(نمود صبح ، ب ا ، ۱۵۳)

پیچھے کی طرف (ار ار ع) پیچھے (= گزرا ہوا ، ماضی) + کی (ر ک) + طرف (= جانب) : گزرے ہوئے زمانے یا اس کے حالات کی جانب ؎
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو
(ہمالہ ، ب د ، ۲۳)

پیچھے لگا لینا : سر کر لینا ، کوئی ایسی بات کر دینا کہ دوسرا پیچھے پڑ جائے اور ساتھ نہ چھوڑے (شعر میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضورؐ کی نعت کرنے والے ، گنہگار بھی ہوں گے تو رحمت الٰہی انھیں خود بخش دے گی) ؎
کہ اس کو پیچھے لگا لیا ہے گناہ اپنے دکھا دکھا کر
(نعت ، ب ا ، ۴۰۱)

پیچیدہ (ف) صفت ، مصدر پیچیدن (= بل کھانا) سے حالیہ تمام : الجھی ہوئی ، بل پر بل کھائی ہوئی ، مشکل جو سمجھ میں نہ آسکے ؎

پیچیدہ تر (-ف) صفت ، پیچیدہ + تر (= زیادہ ، بہت) : بہت دشوار ، سمجھ میں نہ آنے والی ؎
پالسی بھی تری پیچیدہ تر از زلف ایاز
(نصیحت ، ب د ، ۱۶۲)

پیدا (ف) صفت
: ظاہر ، ثابت ؎
پیدا نہیں کچھ اس سے تصور ہمہ دانی
(زہد اور رندی ، ب د ، ۶۰)
: دستیاب ، ظاہر ؎
تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں
(ہمالہ ، ب د ، ۲۱)

پیدا کرنا (ار) : وجود میں لانا ؎
دل میں کوئی اس طرح کی آرزو پیدا کروں
(غزلیات ، ب د ، ۹۹)

پیدا نیا ویرانہ کر : نئے نئے مقامات فتح کر کے انھیں بسا ؎
ہے جنوں تیرا نیا پیدا نیا ویرانہ کر
(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۹۱)

پیدا ہونا (ار)
: پھوٹنا ، اُگنا ؎
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے
(تصویر درد ، ب د ، ۷۴)

پیدائی (ف ف) مونث ، پیدا (ر ک) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : ظہور ، نمود (جسے نگاہ دیکھ سکے) ؎
کہ پیدائی تری اب تک حجاب آمیز ہے ساقی
(۷ ، ب ج ، ۱۱۰)
: اظہار جمال ؎

وہ اپنے حسن کی مستی سے ہیں مجبورِ پیدائی

(۳۹، ب ج، ۱۶۰)

پیدا ہو نہیں نہاں ہے ہو نہیں (— ا رف ا ر ا ر) : اسی کشتی کی طرح کبھی نظر آتا ہے اور کبھی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے ؎

ابد کے بحر میں پیدا ہو نہیں نہاں ہے ہو نہیں

(کن رادی، ب د، ۱۹۵)

پیڈ (انگ) صفت : تنخواہ دار، جسے اجرت دی جائے ؎

ہندو ہیں پیڈ افسر مسلم ہیں آنریری

(ب ا، ۴۶۹)

پیر (ف) صفت

: بوڑھا (رک پیرِ فلک)

: ہادی، رہ نما، مرشد (رک پیرِ مجر)

: مائی باپ، سرپرست ؎

مرا پیر ڈنڈا اترا پیر اﷲ

(ب ا، ۴۶۱)

پیرِ حرم (— ح) مذکر، پیر + اضافت + حرم (مراد عرب) مراد شریف مکہ جو حجاز کا گورنر تھا اور اس نے خود غرضی کی بنا پر ترکوں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا

حرم رسوا ہوا پیرِ حرم کی کم نگاہی سے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

پیرِ حیدر شاہ : اس عنوان کے تحت اقبال نے جلال پور شریف ضلع جہلم کے مذکور القدر پیر کی تاریخ فارسی زبان میں کہی ہے۔ جس کے قابلِ تشریح الفاظ اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۸۴)

پیرِ رومِ (— ف) : مولانا روم، مرشدِ رومی جن کی روحانیت اور تصوف سے اقبال بہت متاثر تھے ؎

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش

(۱۷، ب ج، ۳۹)

پیرِ رومی : بالِ جبریل کی ایک نظم "پیر و مرید" میں تحتی عنوان ہے جس سے مولانا روم مراد ہیں۔ آپ کا اصلی نام جلال الدین محمد تھا لیکن دنیا ان کو مولوی معنوی یا مولانا روم کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ آپ کے والد کا اسمِ گرامی بھی محمد تھا اور بہاء الدین کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ شہرِ بلخ (افغانستان) کے باشندے تھے۔ مولانا ۶۰۴ھ میں پیدا ہوگئے۔ ۶۱۰ میں ان کے والد ترک وطن کرکے نیشاپور چلے گئے۔ جہاں مشہور صوفی شاعر خواجہ فرید الدین عطار خود ان سے ملنے آئے۔ وہاں سے بغداد کا رخ کیا۔ کئی سال وہاں قیام کرنے کے بعد ۶۲۲ھ میں مقام لارند (شام) میں میں پہنچے۔ اسی سال مولانا کی شادی ہوئی۔ ۶۲۳ میں قونیہ کی طرف ہجرت کی۔ یہیں ۶۲۸ میں باپ کا سایہ مولانا کے سر سے اٹھ گیا۔ مولانا والد کی وفات سے پہلے حلب اور دمشق میں علومِ متداولہ کی تکمیل کر چکے تھے، جو اس زمانے میں نیشاپور، بغداد اور قاہرہ کی طرح علومِ عربیہ کا مرکز تھے۔ اب باپ کے شاگرد اور مرید سید برہان الدین کی خدمت میں پورے ۹ سال طریقت اور تصوف کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ ۶۳۸ھ میں شمس تبریزی کی خدمت میں باریاب ہوئے تو انھوں نے مولانا کے اندر انقلابِ عظیم پیدا کر دیا، جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔ مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم — تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد۔ یعنی جب تک میں نے شاہ شمس تبریزی کی غلامی اختیار نہ کی اس وقت تک مولوی روم کہلانے کے قابل نہ ہوا۔ ۶۴۵ھ میں شمس تبریزی کو مولانا کے بعض جاہل مریدوں نے حسد کی وجہ سے قتل کر دیا، جس کا مولانا کو بہت صدمہ ہوا اور کئی سال تک مرشد کے فراق میں مضطرب رہے۔ اتفاق سے کچھ مدت کے بعد مولانا کی ملاقات صلاح الدین زرکوب سے ہوگئی جنھوں نے اپنی دکان کھڑے کھڑے لٹا دی اور ۹ سال تک شبانہ روز مولانا کی خدمت میں حاضر رہے۔ ۶۶۲ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کی وفات کے بعد مولانا نے شیخ حسام الدین چلپی کو جو ان کے معتقدینِ خاص میں سے تھے اپنا ہمدم و ہمراز بنایا اور انھیں کی درخواست پر مثنوی تصنیف کی جو آج مثنوی مولانا روم کے نام سے مشہور ہے۔ ۶۷۲ھ

میں وفات پائی۔ مولانا کے جنازے میں مسلمانوں کے علاوہ یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں نے بھی شرکت کی۔ یہ اُن کے کمال تصوف کا تصرف تھا۔ مزار مبارک قونیہ میں آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے

(ب ج، ۱۴۴)

پیرزادہ (۔ ف) مذکر، پیر (رک) + زادہ، مصدر زادن (= جننا، پیدا کرنا) : پیر و مرشد کی اولاد

(پنجاب کے پیرزادوں سے، ب ج، ۱۵۸)

پیرِ سنجر: مقام سنجر، سجزستان یا سیستان کے رہنے والے بزرگ حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز معین الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار شریف شہر اجمیر (ہندوستان) میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ حضرت ۵۶۲ھ میں وارد اجمیر ہوئے تھے اور یہاں پورے ستر سال مقیم رہ کر آپ نے اور آپ کے خلفا نے اقصائے ہند میں ایسی اور اتنی تبلیغ فرمائی کہ دور دور تک آپ کی برکت تبلیغ سے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہونے لگے۔ بہت سے لوگ آپ کو "وارث النبی فی الہند" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ ۶۳۲ھ میں وفات پائی۔ یہ مشہور رباعی آپ ہی کی ہے اور اب تک مزار مقدس پر درج ہے۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دیں است حسینؑ دیں پناہ است حسینؑ
سر داد نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

(ب د، ۱۵۴)

پیرِ سنجر (مذکر) = رک پیرِ سجز جو درست ہے اور غالباً تسامح کی بنا پر سنجر نظم ہو گیا ہے

دل بیتاب جا پہنچا دیارِ پیرِ سنجر میں

(تضمین بر شعر انیسی، ب د، ۱۵۴)

پیرِ صنم خانۂ اسرار (۔ ۔ ف ف ۔) مذکر، پیر + صنم خانہ (رک) + ۂ (علامت اضافت) + اسرار (رک) : اسرار الٰہیہ جو ماسوی اللہ میں مضمر ہیں ان پر عبور رکھنے والا، اسی دنیا کے بتکدے سے رموزِ الوہیت اخذ کرنے والا ہے

تو پیرِ صنم خانۂ اسرارِ ازل سے

(روحِ ارضی الخ، ب ج، ۱۳۳)

پیرِ فلسفۂ مغربی: یورپ کے فلسفے کا بڑے سے بڑا عالم ہے

تعلیمِ پیرِ فلسفۂ مغربی یہ ہے

(مذہب، ب د، ۲۴۶)

پیرِ فلک (۔ ع) مذکر، پیر + فلک (رک) : بوڑھا آسمان (بوجہ قدامت آسمان کو پیر سے تشبیہ دی جاتی ہے) ہے

جب پیرِ فلک نے ورق ایام کا الٹا

(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۴۵)

پیرکِ اندرابی (ف ف ف ف) مذکر، پیر (رک) + ک (برائے تحقیر) + اندراب (= بلخ کے پاس ایک قصبے کا نام) + ی (لاحقۂ نسبت) : اندراب کے ایک بزرگ، مراد مقام اندراب کے سادات جو وہاں سے ہجرت کر کے لولاب (رک) میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ یہ حسب نسب اور علم و فضل کے اعتبار سے آج بھی کشمیر میں ممتاز ہیں ہے

غزلخواں ہوا پیرکِ اندرابی (۹، ا ح، ۳۹)

پیرِ کلیسا (۔ ف) مذکر : پوپ، پاپائے روم جو رومن کیتھولک عیسائیوں کا مذہبی پیشوا اور ان کے خیال کے مطابق حضرت مسیح کا سچا جانشین ہوتا ہے۔ خود کوئی گناہ نہیں کرتا اور دوسروں کے گناہ معاف کر دینے کا حق رکھتا ہے ہے

چلی کچھ نہ پیرِ کلیسا کی پیری

(دین و سیاست، ب ج، ۱۸۰)

پیرِ کُنِشت (۔ ف) مذکر، پیر + اضافت + کُنِشت (= گرجا) : مراد پوپ، پاپائے روم ہے

حرف غلط بن گئی عصمتِ پیرِ کنشت

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۹)

پیرِ کنعاں (۔ ع) مذکر، پیر + اضافت + کنعاں (رک) شہر کنعان کا بوڑھا، مراد حضرت یعقوب علیہ السلام (جو حضرت یوسف کی جدائی میں روتے روتے آنکھوں کا نور کھو بیٹھے تھے (قب یوسف) ہے

مجھے ٹانکا لگے تار نگاہ پیرِ کنعاں کا

(ب ا، ۳۸۴)

پیرِ گردوں (- ف) مذکر، آسمان کو پیر (رک) سے تشبیہ دی ہے ؎

پیرِ گردوں نے کہا سن کے کہیں ہے کوئی

(جوابِ شکوہ، ب د، ۱۹۹)

پیرِ مغاں (- ف) مذکر، پیر + مُغ (= وہ حسین لڑکا جو شراب خانے میں شراب پلاتا ہے + ان (لاحقۂ جمع) = لفظاً شراب خانے کا مالک، مراد غیر منقسم ہندوستان میں شرابِ علم پلانے والے اساتذہ ؎

پیرِ مغاں فرنگ کی مے کا نشاط ہے اثر

(پیام، ب د، ۱۱۳)

= آنحضرت صلعم اور ان کے جانشین، نیز نیک دل علماء و فقہا ؎

فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

(اا، ب ج، ۳۳)

پیرِ میخانہ (- ف) مذکر، پیر + میخانہ (رک) جلسۂ مسلمین میں شریک ہونے والی جماعت کے بزرگ، بزرگانِ ملت ؎

تو پیرِ میخانہ سن کے کہنے لگا کہ منہ پھٹ ہے خوار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

پیرِ نجف (- ع) مذکر، پیر + اضافت + نجف (رک) = حضرت علی کرم اللہ وجہہ جن کا مزار مقدس نجف میں ظہور کرامات کی وجہ سے مرجع خاص و عام ہے ؎

کرم کرم کہ غریب الدیار ہے اقبال
مرید پیرِ نجف ہے غلام ہے تیرا

(التجائے مسافر، ب ا، ۳۴۲)

پیر و مرید = یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ اس سرخی میں پیر سے مرشد رومی اور مرید سے تمام اربابِ تصوف مراد ہیں۔ اقبال نے اس نظم میں در پردہ یہ کوشش کی ہے کہ چونکہ ان کا کلام سمجھنے کے لیے، مرشد رومی کے مسلک اور نظریات کو سمجھنا ضروری ہے اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ مثنوی مولانا روم کو پڑھیں اور سمجھیں۔ کیونکہ وہ ایسے بہت سے معارف و حقائق سے پر ہے جن کی ضرورت آج کی دنیا میں بھی پڑتی رہتی ہے

(ب ج، ۱۳۴۰)

پیرا (ف) مصدر پیراستن (= آراستہ کرنا) سے فعل امر، ترکیبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر فاعلیت کے معنی دیتا ہے (رک نغمہ پیرا)

پیرائی (ف) پیرا (رک) کا اسمِ کیفیت (رک نغمہ پیرائی)

پیران (ف ف) مذکر، پیر (= مرشد، رہنما) + ان (لاحقۂ جمع) ؎

ابھی سحر ہے پیرانِ خرقہ پوش میں کیا

(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

پیرانِ حرم (- ف ع) مذکر، پیر + ان + اضافت + حرم (رک) = کعبے کے برہمن ؎

تذرانہ نہیں سُود ہے پیرانِ حرم کا

(رباعی مریدِ، ب ج، ۱۲۲)

پیرانِ خرابات (ف ف ف) مذکر، پیر (رک) + ان (لاحقۂ جمع) + خرابات (= شراب خانہ) = شراب خانے کے مہتمم اور پیر ؎

بیٹھے ہیں اسی فکر میں پیرانِ خرابات

(لینن، ب ج، ۱۰۸)

پیراہن (ف) مذکر = رک پیرہن۔

پیراہنِ سیمیں (ف ف)، پیراہن + سیمیں (رک) = چاندی کا لباس، سفید لباس ؎

ہے محبت خیز یہ پیراہنِ سیمیں ترا

(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۱)

پیرایہ (ف) مذکر = زیور، مراد لباس۔

پیرایہ پوش (- ف) صفت، پیرایہ + پوش (رک) = لباس پہننے والا، نقالی کرنے والا، پیرو یا مقلد ؎

زعیرانِ اقوامِ نو دولت کے ہیں پیرایہ پوش

(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۲)

پیرس کی مسجد = یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ فرانس کی حکومت نے پیرس میں جو مسجد بنائی ہے وہ کتنا ہی فن کاریوں کا

نمونہ ہو مگر میری نظر میں یہ مسلمانوں کو مسخر کر کے غلام بنانے کا ایک ہتھیار ہے

(ض ک، ۱۰۲)

پیرک (ف ف) مذکر، پیر (= بوڑھا) + ک (لاحقۂ تحقیر)

: ذلیل و حقیر بوڑھا ؎

ممکن ہے کہ یہ داشتۂ پیرک افرنگ

(جمعیت اقوام، ض ک، ۱۵۶)

: (کلمہ یہ ک تکبیر کے معنی دیتا ہے) پیر مرد، بزرگ بوڑھا ؎

غزل خواں ہوا پیرک اندرابی

(ملّازادہ، ۹، ا ح، ۳۹)

پیرو (ف ف) صفت، پے (= پیچھے) + رو، مصدر رفتن (= چلنا، جانا) سے فعل امر: پیچھے چلنے والا، اتباع کرنے والا ؎

اس چمن میں پیرو بلبل ہو یا تلمیذ گل

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۱)

پیروی (ف ف) مؤنث، پے (= پیچھے) + رو، مصدر رفتن (= چلنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت)

: اتباع، تقلید

(۱، سطر ۳، ب ج، ۲۲۱)

پیرہن (ف) مذکر

: کرتا، لباس ؎

سیہ پیرہن شام کو دے رہے تھے

(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

: جسم ڈھانکنے والا لباس ؎

میری ہستی پیرہن عریانی عالم کی ہے

(مسلم، ب د، ۱۹۶)

: (یعقوب و یوسف کے ذکر میں) وہ کرتا جو مصر کا بادشاہ ہونے کے بعد حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کے ہاتھ اپنے پدر بزرگوار کے پاس بھیجا تھا اور حضرت یعقوب جو یوسف کی جدائی میں روتے روتے نابینا ہو چکے تھے اُس کرتے کی خوشبو سونگھتے ہی بینا ہو گئے تھے (قب یوسف)

(ب د، ۲۴۴)

پیری (ف) مؤنث

: بڑھاپا، خمیدگی میں بڑھاپے سے مشابہ ؎

پیری ہے تواضع کے سبب میری جوانی

(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

: مذہبی پیشوا ہونے کی صفت ؎

چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری

(دین و سیاست، ب ج، ۱۱۸)

: ناقص مرشدوں کی ہدایت ؎

اُسے کشتۂ سلطانی و ملائی و پیری

(آواز غیب، ا ح، ۲۸)

پیسا (ار) مذکر: اس صدی کے نصف دوم کے آغاز تک ایک روپے کا چونسٹھواں حصہ، اس کے بعد روپے کا سوواں حصہ جسے پائی کہتے ہیں، مراد نقدی، مصارف کے لیے کچھ رقم ؎

جو ہوا اپنی محنت کا پیسا وہ اچھا

(محنت، ب ا، ۲۶۱)

پیسے = پیسا (ر ک) کی جمع ؎

ووٹ تو مل جائیں گے پیسے بھی دلوائیں گے کیا

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

پیش (ف) ظرف

: سامنے

: اگلا وقت، اگلا زمانہ یعنی اب سے پہلے کا (ر ک پیشیں)

پیش آنا (ف ار) سامنے آنا، در پیش ہونا، وقوع میں آنا ؎

پیش آیا لکھا نصیبوں کا

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

: سلوک کرنا، برتاؤ کرنا ؎

سختی سے ہمیں پیش وہ آتا ہے یہ مانا

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۳۴۹)

پیش خورشید بر مکش دیوار

خواہی ار صحن خانہ نورانی

: اگر تو یہ چاہتا ہے کہ گھر کا صحن روشن ہو تو اتنی اونچی دیوار نہ بنا جو سورج کی راہ میں حائل ہو جائے (یہ درست ہے مگر قاآنی کو یہ کیا خبر تھی کہ بعض مقامات پر نصاب تعلیم معلّم کی دسترس سے باہر چند "گندہ ہائے ناتراش کے اختیار میں ہوگا)

(شیخِ مکتب سے، ب ج، ۱۶۴)

پیش کرنا (ف ار) : دکھانا، سامنے لانا ؎

پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۰)

: نکال کر سامنے رکھنا، دینا ؎

دفع مرض کے واسطے پل پیش کیجیے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

پیش کش : یہ مثنوی "اسرارِ خودی" کے "انتساب" کے اشعار ہیں جو اس کے دوسرے ایڈیشن میں شائع نہیں ہوئے۔ ان اشعار کے مشکل الفاظ کا حل فرہنگ ہٰذا کے حصّۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۲۱۰۰)

پیش کش بہ... : تحفہ ... کو (نام ظاہر نہیں کیا)

(ب ا، ۵۲۹)

پیشِ نظر (— ع) ظرف، پیش + اضافت + نظر (رک) : نگاہوں کے سامنے ؎

دنیا کے یہ مناظر پیشِ نظر ابھی ہیں

(شمعِ زندگانی، ب ا، ۲۲۹)

پیش ہونا (— ار) : سامنے آنا ؎

روزِ حساب جب مرا پیش ہو دفترِ عمل

(۳، ب ج، ۷)

پیشانی (ف ف) مؤنث : پیش (= آگا، سامنا) + انی (کلمۂ نسبت) : ماتھا، بھووں کے اوپر اور سر کے بالوں سے نیچے کا حصّہ ؎

چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

پیشوا (ف) صفت، آگے آگے چلنے والا، قیادت کرنے والا (دنیاوی) ؎

امید کیا ہے سیاست کے پیشواؤں سے

(سیاسی پیشوا، ض ک، ۱۵۰)

: روحانی یا قومی سردار، رہبر، مقتدا ؎

اک پیشوا سے قوم نے اقبال سے کہا

(شفاخانۂ حجاز، ب د، ۹۸)

پیشہ (ف) مذکر : مشغلہ، کام، روزمرّہ کا شغل (رک طرف پیشہ) : کسبِ معاش کا ذریعہ۔

ترا پیشہ ہے سفّا کی مرا پیشہ ہے سفّا کی

(ایک بحری قزاق اور سکندر، ض ک، ۱۵۵)

پیشہ کرنا (— ار) : مشغلے اور کاروبار کے طور پر اختیار کرنا ؎

بت گری پیشہ کیا بت شکنی کو چھوڑا

(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

پیشیں (ف ف) صفت، پیش (= اگلا زمانہ) + یں (لاحقۂ نسبت) : اگلے زمانے کی ؎

شانِ پیشیں اشکِ خونِ قوم سے گل پوش ہے

(بلادِ اسلامیہ، ب ا، ۳۵۴)

پیغام (ف) مذکر

(= پیام، سندیسا) زبانی بات جو کسی دوسرے سے کہلائی جائے ۲: اللہ کا حکم جو پیغمبرؐ کے ذریعے سے پہنچا (توحید اور اسلام وغیرہ) ؎

زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

: خبر (رک پیغامِ سحر)

پیغامِ اجل (ف ع) پیغام (رک) + اضافت + اجل (موت) : مرنے کا پیش خیمہ یا تمہید، موت کی آمد ؎

مہر کا پرتو ترے حق میں ہے پیغامِ اجل

(چاند، ب د، ۷۹)

پیغام دے کسی کا (ف ار ار ار) پیغام + دے مصدر دینا (= سنانا) سے فعل مضارع (رک) + کسی (ضمیر تنکیر جس سے اشارۃً محبوبِ قدرت مراد ہے) : قدرتِ ایزدی اور معرفتِ خداوندی کا پیام سنائے ؎

گلی کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

پیغامِ سحر (ف ع) پیغام + اضافت + سحر (= صبح) : صبح کے آنے کی خبر دینے کا عمل ؎

اور اس خدمت پیغام سحر کو چھوڑ دوں

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۵)

پیغامِ سروش ۔ غیبی فرشتے کا پیغام ۔ یہ نظم ماہنامہ فردوس لاہور (دسمبر ۱۹۲۴ء) سے نقل کی گئی ہے

(ب ا، ۵۳۵)

پیغامِ شہید : اس سرخی کے تحت چند فارسی شعروں میں حضرت ٹیپو سلطان کی مدح کی گئی ہے۔ مشکل لفظوں کے معانی اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، ۵۵۵)

پیغمبر (ف ف) مذکر، پیغم، پیغام (رک) کی تلخیص + بر (رک) : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ؎

امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۰)

پیک (ف ف) مذکر، پے (= قدم) + ک (لاحقۂ نسبت) : ہمہ وقت چلنے والا ؎

دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پیک جہاں پیما خضر

(خضر راہ، ب د، ۲۵۶)

پیکار (ف) مؤنث : جنگ، تصادم ؎

چل نہ جائے تیرے گلشن میں ہوا پیکار کی

(سید کی لوح تربت، ب ا، ۳۰۷)

پیکار آفریں (- ف) صفت، پیکار + آفریں (رک) : فتنہ و فساد پیدا کرنے والی ؎

ہوا جہاں کی ہے پیکار آفریں کیسی

(ب ا، ۴۵۱)

: جدوجہد ؎

غرض ہے پیکار زندگی سے کمال پائے ہلال تیرا

(پیام عشق، ب د، ۱۴۰)

پیکارِ عقل و دیں (ع ف ع) پیکار + اضافت + عقل (= فلسفہ) + و (عطف) + دین (= مذہب) : دین اور فلسفے کی جنگ، وہ لڑائیاں جو ازمنۂ وسطیٰ میں کلیسا اور فلسفے کے درمیان ہوئیں اور جن میں کلیسا کہتا تھا کہ جو کچھ رومن کیتھلک (عیسائی) کہتے ہیں وہ حق ہے اور فلسفہ کہتا تھا کہ جو کچھ عقل کہتی ہے وہ درست ہے ؎

لہو سے لال کیا سیکڑوں زمینوں کو
جہاں میں چھیڑ کے پیکار عقل و دیں میں نے

(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

پیکارِ عناصر (- ع) پیکار + عناصر (= آگ پانی مٹی اور ہوا) : عنصروں کی باہمی جنگ جس سے کون و فساد یا پیدائش و فنا ظہور میں آتے ہیں ؎

اور پیکار عناصر کا تماشا ہے کوئی

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

پیکاں (ف) مذکر : تیر ؎

لطف خلش پیکاں آسودگی فتراک

(۱۸، ب ج، ۴۱)

پیکر (ف) مذکر : جسم، قالب ؎

تھا سراپا روح تو بزم سخن پیکر ترا

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

پیکرِ خاکی (- ف ف) مذکر، پیکر + اضافت + خاک (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : مٹی سے بنا ہوا جسم، جسم عنصری ؎

ہے دو روحوں کا نشیمن پیکر خاکی مرا

(او درج الذہب، ب ا، ۲۵۳)

پیکر گر (- ف) صفت، پیکر + گر (رک گر ۲) : جسم بنانے والا ؎

پیکروں کی بے ثباتی جوہر پیکر گر سے ہے

(والدۂ مرحومہ کی یاد میں، ب ا، ۲۷۳)

پیکرِ گل تابناک (ف ف ف) مذکر، پیکر + گل (یہ لفظ کتاب میں گل چھپا ہوا ہے مگر دراصل گِل ہے (= خاک، مٹی) + تابناک (رک تابناک جس کی یہ صفت ہے) : جسم خاکی یا مٹی کا پتلا (انسان) روشن ہے یعنی روحانیت پر فائز ہے ؎

عشق کی مستی سے ہے پیکرِ گل تابناک
(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۴)

پیکرِ محسوس (ـ ف) مذکر، پیکر + اضافت + محسوس (= جو آنکھوں کو دکھائی دے) : مادّی جسم جو نظر آئے ؎
خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

پیکرِ نوری (ـ ع ف) مذکر، پیکر + اضافت + نور (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : مراد فرشتے ؎
پیکرِ نوری کو ہے سجدہ میسر تو کیا
(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۵)

پیلا (ار) صفت = زرد، زعفرانی ؎
اودے اودے نیلے نیلے پیلے پیلے پیرہن
(ء، ب ج ۳۰۶)

پیما (ف) مصدر پیمودن (= ناپنا، طے کرنا) سے فعل امر۔ مرکبات میں مستعمل ہے اور صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک رہ پیما)

پیمان (ف) مذکر
: عہد، وعدہ ؎
سن سے مضبوط پیمانِ وفا رکھتا ہوں میں
(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۳)
: باہم ملنے کا قول و قرار ؎
حقیقتِ گل کو تو جو سمجھے تو یہ بھی پیماں ہے رنگ و بو کا
(غزلیات، ب د، ۱۴۰)

پیمانِ ازلیں (ـ ع ع) مذکر، پیمان (= وہ عہد جو عالمِ ارواح میں انسان سے لیا گیا تھا) + ازل (= پہلا) + ین (لاحقۂ نسبت) : سب سے پہلا عہد، رب ہونے کا عہد جو خداے تعالیٰ نے ظاہری خلقت سے پہلے روحِ انسانی سے لیا تھا (جسے اولادِ آدم نے بھلا دیا) ؎
بھلایا قصۂ پیمانِ اولیں میں نے
(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۱)

پیمائی (ف ف) پیما، مصدر پیمودن (= ناپنا، طے کرنا) سے فعل امر + ئی (لاحقۂ کیفیت) : مرکبات میں مستعمل ہے اور (راستہ) طے کرنے اور قطع کرنے کے معنی دیتا ہے (رک راہ پیمائی)

پنہ (ف) مونث = پناہ (رک) کی تخفیف ؎
سایۂ شمشیر میں اس کی پنہ لا الٰہ
(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۷)

پھندا (ار) مذکر : مراد فریب، جنجال ؎
عناصر کے پھندوں سے بیزار بھی
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۵)
: رسّی وغیرہ کا حلقہ، مراد گرفت ؎
کہیں اس کے پھندے میں جبریل و حور
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۶)

پیمانہ (ف) مذکر
: سیال چیزوں کو ناپنے کا ظرف، جامِ شراب، استعارۃً اصول اور مسلک مراد ہے ؎
ایک پیمانہ ترا سارے زمانے کے لیے
(غزلیات، ب د، ۹۹)
: دل ؎
انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا ترا
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۴)
: کسی بھی چیز کو ناپنے کا اوزار وغیرہ ؎
تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۹)

پیمانہ بردار (ـ ف) صفت، پیمانہ + بردار، مصدر برداشتن (= اٹھانا) سے فعل امر = جو پیالہ لیے ہوئے ہو، شراب پینے والا (رک پیمانہ بردارِ خمستانِ حجاز)

پیمانہ بردارِ خمستانِ حجاز (ـ ف ف ع) صفت، پیمانہ بردار + خمستان (رک) + حجاز (رک) : حجاز کے میکدے سے جامِ شراب پینے والا، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے شہنشاہ کی محبت کا دم بھرنے والا ؎
مژدہ اسے پیمانہ بردارِ خمستانِ حجاز
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۸)

پیمانہ گردش میں رہنا (ـ ف ار) : شرابِ معرفت کا دور جاری رہنا، علم و عمل اور عشق و معرفت کا چرچا رہنا ؎

کل فلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۷)

پیمائش (ف) مونث : ناپ تول

پیمائش زمان و مکاں : زمانے اور مکان کی بحثیں یعنی فلسفہ حگ

مقام فکر ہے پیمائش زمان و مکاں
(ذکر و فکر، ض ک، ۲۲۰)

پینا (ار) : نوشش کرنا، پتلی چیز حلق سے اتارنا، مراد شراب نوشی کرنا حگ

اقبال کو یہ ضد ہے کہ پینا بھی چھوڑ دے
(غزلیات، ب د، ۱۰۸)

پیوستہ (ف) صفت : جڑا ہوا، ملا ہوا (نہ ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح الگ کیونکہ وہ شاخ جو ٹوٹ گئی ہری نہیں ہو سکتی) حگ

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ
(پیوستہ رہ، ب د، ۲۴۸)

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ : یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ قوم کی زندگی اسی میں ہے کہ شخصی وقار یا مفاد کا تصور چھوڑ کر اجتماعیت سے ہر کام کیا جائے
(ب د، ۱۴۸)

پیوند (ف) مذکر : تعلق، جوڑ، رابطہ حگ

خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند
(۱۶، ب ج، ۲۱)

پیوند زمیں (ف ف) صفت : پیوند + اضافت + زمیں (= گیتی، دھرتی) : زمین میں مدفون، وفات کی طرف اشارہ حگ

غفلت غالب ہے اک مدت سے پیوند زمیں
(داغ، ب د، ۸۹)

پیہم (ف) صفت : ایک دوسرے کے بعد، لگاتار، پے در پے حگ

گریۂ پیہم سے بینا ہے ہماری چشم تر
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۳)

ت

تا (ف) کلمۂ انتہا: تک ﷺ
تا دیر رہی آپ کی یہ نغز بیانی
(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

کلمۂ علت: تا کہ ﷺ
تا یہ چنگاری فروغِ جاوداں پیدا کرے
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۰)

تا دلِ صاحب دلے نامد بہ درد
ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

: جب تک کسی اہلِ دل یعنی محبوبِ الٰہی بندے کو کسی قوم کے ہاتھ سے دکھ نہیں پہنچا اس وقت تک اللہ نے قوم کو رسوا نہیں کیا (مراد یہ کہ ملّتِ اسلامیہ مسجدِ کوفہ میں علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت اور پھر رسولؐ اسلام کے نواسے امام حسینؑ علیہ السلام کی شہادت کے حادثے میں ملوّث ہو گئی اور ان خاصانِ الٰہی کو آزار پر آزار پہنچاتی رہی اس لیے اب اس کا پنپنا مشکل ہے)
(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۸۶)

تا ز آغوشِ وداعش داغِ حسرت چیدہ است
ہمچو شمعِ کشتہ در چشمم نظر خوابیدہ است

: جب سے میری آنکھ نے ان کی (یعنی آرنلڈ کی) رخصتی کی گرد سے حسرت کا داغ اٹھایا ہے (یعنی بصد حسرت و افسوس رخصت کیا ہے) اس وقت سے وہ بجھے ہوئے چراغ کی آنکھ میں سو گئی ہے (یعنی کسی کے دیکھنے کو جی نہیں چاہتا)
(نالۂ فراق، ب د، ۷۷)

تاب (ف) مؤنث (مصدر تابیدن (= چمکنا) کا حاصل مصدر): چمک ﷺ
رہبر ہے قافلوں کی تابِ جبیں تمہاری
(بزمِ انجم، ب د، ۱۴۷)

: مصدر تابیدن (= چمکنا، مروڑنا) سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ اوّل کے ساتھ مل کر روشن کرنے والا یا مروڑنے والا وغیرہ کے معنی دیتا ہے (رک مہرِ عالم تاب اور جگر تاب)

: طاقت، برداشت کرنے کی طاقت ﷺ
بیکسوں میں تابِ جورِ آسماں ہوتی نہیں
(نالۂ یتیم، ب ا، تفسیر ایڈیشن، ۴۲۲)

تابِ خورشید (۔ ف) مؤنث: تاب + اضافت + خورشید (رک): سورج کی روشنی یعنی شاعر کا کلام ﷺ
تابِ خورشید میں خورشید کو پنہاں دیکھا
(شیکسپیئر، ب د، ۲۵۱)

تاب دار/تابدار (۔ ف) : تاب + دار (رک): بل کھائے ہوئے، خم رکھنے والے، حسین (گیسو) ﷺ
گیسوے تابدار کو اور بھی تابدار کر
(۳۳، ب ج، ۷۰)

تابِ دوام (۔ ع) تاب + اضافت + دوام (= ہمیشگی): ہمیشہ کی چمک ﷺ
اخترِ صبح مضطرب تابِ دوام کے لیے
(کوششِ ناتمام، ب د، ۱۲۴)

تاب دینا (ف ا ر): چمکا دینا، جلا دے کر چمک پیدا کر دینا ﷺ
پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے
(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)

تابِ سخن¹ (۔ ف) تاب + اضافت + سخن (= گفتگو): بات کرنے کی طاقت، طاقتِ گویائی ﷺ
زباں بھی ہے ہمارے منہ میں اور تابِ سخن بھی ہے
(تصویرِ درد، ب د، ۶۶۰)

: شعر و سخن کی لیاقت یا صلاحیت ﷺ
جرأت آموز مری تابِ سخن ہے مجھ کو
(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

¹ فارسی میں سخن (بفتح س و ضم خ) ہے

تابِ شنیدن (ـ ف) : سننے کی طاقت، سامعہ ؎
نہیں منت کش تابِ شنیدن داستاں میری
(تصویرِ درد، ب د، ۶۸)

تابِ گویائی (ف ف) تاب (= طاقت) + اضافت + گویائی (= بولنے کی طاقت) : ناطقہ کا نور یا چمک یا ایسی کیفیت جو بولنے کا ارادہ کرنے پر لبوں میں پیدا ہوتی ہے ؎
تابِ گویائی سے جنبش ہے لبِ تصویر میں
(مرزا غالب، ب د، ۶۶)

تابناک/تابناک (ـ ف) صفت : تاب + ناک (لاحقۂ صفت) : چمکتا ہوا، چمکیلا، پُر آب و تاب، مراد شگفتہ ؎
کہ جس کو سن کے ترا چہرہ تابناک نہیں
(موسیقی، ض ک، ۱۳۱)

تابناکی (ـ ف ف) مونث : تاب، ناک (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : چمک دمک، ظاہری رونق اور زیبائش ؎
ذرا فرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے
(۳۶، ب ج، ۵۸)

تاباں (ف) صفت، مصدر تابیدن (= چمکنا) سے حالیہ ناتمام : چمکتا ہوا، روشن ؎
نہیں کھٹکا ترے دل میں نمودِ مہرِ تاباں کا
(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

تابانی (ف) مونث : رک تابندگی ؎
جس کی تابانی سے افسونِ سحر شرمندہ ہے
(مسلم، ب د، ۱۹۶)

تابع (ع) صفت : پیرو، پیچھے پیچھے چلنے والا ؎
کافر ہے تو ہے تابعِ تقدیر مسلماں
(۱۲، ب ج، ۳۵)

تابعِ طلوع و غروب (ـ ع ف ع) صفت، تابع + اضافت + طلوع (رک) + و (عطف) + غروب (رک) : نکلنے اور غائب ہوجانے کی صفت کے پیرو، یعنی کبھی ایک (تخیل) آیا پھر وہ مٹ گیا تو اس کی جگہ دوسرا (تخیل) آ گیا ؎
تخیلات بھی ہیں تابعِ طلوع و غروب
(خوب و زشت، ض ک، ۹۱)

تابندگی (ف) مونث : چمک دمک، چمکنے کی کیفیت ؎
ستاروں کو تعلیم تابندگی دی
(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

تابندہ (ف) صفت : تابندگی (رک) کی صفت : چمکتا ہوا یا چمکنے والا ؎
ضو سے اس خورشید کی اختر مرا تابندہ ہے
(وصال، ب د، ۱۲۰)

تابی (ف ف) تاب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر تڑپ یا چمک کے معنی دیتا ہے (رک جگر تابی)

تاتار (ت) مذکر : ترکستان کا ایک علاقہ جہاں کے ہرن کی ناف سے بہت تیز خوشبو کا مشک نکلتا ہے ؎
کیوں نہ اس گلشن کی قسمت رشکِ تاتار ہو
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب د، ۱۸۱)

تاتاری (ار) صفت : ترکستان کے باشندگان تاتار یعنی تیموری ترک جنھوں نے ہندوستان میں سولھویں صدی سے اٹھارویں صدی تک دو سو برس سے زیادہ حکومت کی اور مسلم تہذیب و ثقافت کو فروغ دیا ؎
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا
(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)

تاتاری کا خواب : یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے تمثیلی انداز میں ترکوں کو اتحاد اور تنظیم کا پیغام سنایا ہے
(ب ج، ۱۵۵)

تاثّر (ع) مذکر : اثر لینے کی کیفیت، جذبۂ عشق ؎
عقل کرتی ہے تاثّر کی غلامی جس سے
(جلوۂ حسن، ب د، ۱۲۷)

تاثّر کا جہان (ـ ار ف) : عشق کی دنیا، عاشقانہ زندگی ؎

اب تاثر کے جہاں میں وہ پریشانی نہیں
(وصال ، ب د، ۱۲۰)

تاثیر (ع) مونث : اثر اندازی ، اثر، رسوخ ؏
حسن کی تاثیر پر غالب نہ آسکتا تھا علم
(غزلیات ، ب د، ۱۳۹)

تاج (ع) مذکر : ایک خاص وضع کی شاہی ٹوپی جو مرصع ہوتی ہے ۔

تاج پرستش (ـ ف) صفت : تاج + پرستش (رک) تاج پہننے والا ؏
کہ تاج پرستش ہوا آج تاجدار اپنا
(ہمارا تاجدار، ب ا، ۲۰۶)

تاج دار/تاجدار (ـ ف) : تاج + دار، مصدر داشتن (= رکھنا) سے فعل امر، شاہی ٹوپی پہننے والا، بادشاہ ؏
تابندگان نور کا ہے تاجدار تو
(آفتاب ، ب د، ۴۴)

تاجِ زرِ شمعِ شبستاں کا (ـ ف ع ف ار) : تاج + اضافت + زر (= سونا، سنہرا) + شمع (= موم بتی، چراغ) + اضافت + شبستان (= محفل شب) : محفل شب میں جلنے والی شمع کا سونے کا تاج (شمع کی لو کا تاج نور سے استعارہ کیا ہے) ؏
اندھیرے میں اڑایا تاجِ زر شمع شبستاں کا
(پیام صبح ، ب د، ۵۶)

تاجِ سرِ بانوئے قیصر (ع ف ف ف) : تاج + اضافت + سر (جسم انسانی کا سب سے بالائی حصہ جس میں اوپر بال ہوتے ہیں) + اضافت + بانو (= بیوی، ملکہ) + ے (اضافت) + قیصر (= مراداً بادشاہ) : بادشاہ کی ملکہ کے سر کا تاج ؏
زینت تاجِ سرِ بانوئے قیصر بن کر
(صبح کا ستارہ ، ب د، ۸۶)

تاجِ سرِ دارا (ع ف ف) مذکر ، تاج (رک) + سر (رک) + دارا (قدیم فارس کا ایک پرشوکت بادشاہ جسے اسکندر نے شکست دی تھی۔ اس جگہ ایران کی وہ حکومت مراد ہے جو مسلمانوں کے عجم پر حملہ کرنے کے وقت حکمراں تھی ، ؏
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں سے تاجِ سرِ دارا
(خطاب بہ جوانانِ اسلام ، ب د، ۱۸۰)

تاج ور (ـ ف) مذکر ، تاج + وَر (لاحقۂ صفت فاعلی) : صاحب تاج ، بادشاہ ؏
چشم کو نور نے دیکھے ہیں کتنے تاجور
(گورستان شاہی ، ب د، ۱۵۲)

تاجر (ع) صفت : تجارت کرنے والا ، بیوپاری ؏
تاجر کا ڈر ہو اور سپاہی کا نڈر رہو
(پنجاب کا جواب ، ب ا، ۲۱۷)

تاجرانہ (ع ف) صفت ، تاجر (= سوداگر) + انہ (لاحقۂ نسبت) : سوداگروں کا سا ، تجارتی ؏
ضمیر مغرب ہے تاجرانہ ، ضمیر مشرق ہے راہبانہ
(ملا زادہ ، ۱۵، ارح ، ۴۴)

تادیب (ع) مونث : ادب سکھانے کے لیے ڈرانے کا عمل ، گناہ کے قریب نہ جانے کی تربیت ؏
آگ کے شعلوں میں پنہاں مقصدِ تادیب ہے
(خفتگانِ خاک سے استفسار ، ۲۰)

تار (ف) مذکر
: لوہے یا تانت کی بہت پتلی ڈور جو ستار وغیرہ میں کسی جاتی ہے اور اس کو چھونے سے نغمگی پیدا ہوتی ہے ؏
جس کے ہر تار میں ہیں سیکڑوں نغموں کے مزار
(نوائے غم ، ب د، ۱۲۴)

: ڈورا ، دھاگا ؏
سلسلۂ روز و شب تارِ حریر دو رنگ
(مسجد قرطبہ ، ب ج ، ۹۳)

تار تار (ـ ار) : ایک ایک تار ، ہر ایک تار ؏
ہے ترنم ریز قانونِ سحر کا تار تار
(نمودِ صبح ، ب د، ۱۵۴)

تارِ حیات چھیڑنا : زندگی جو کہ ایک ساز کی مثل ہے اس میں (کسی ولولہ انگیز تحریک سے) نغمگی کی کیفیت پیدا کرنا ،

جوش اور ولولے کو ابھارنا ؎

چھیڑ آہستہ سے دیتی ہے مرا تارِ حیات

(نوائے غم، ب د، ۱۲۵)

تارِ زر (— ف) مذکر: سونے کا تار، کرنیں مستعار لی ہیں ؎

سورج بناتا ہے تارِ زر سے

(رعنائی، ب ج ۱۶۱)

تارِ نَفَس (ف ع) مذکر، تار + اضافت + نَفَس (= سانس) : سانسوں کا سلسلہ، سانس کی آمد و شد ؎

ہے کہ تیرا مرغِ جاں تارِ نفس میں ہے اسیر

(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۲)

تار و پُو (ف ف ف) مذکر، تار (رک) + و (عطف) + پُو (= پود) (= بانا) کی تخفیف) : تانا بانا ؎

میرے فتنے جامۂ عقل و خرد کا تار و پُو

(جبریل و ابلیس، ب ج، ۱۴۴)

تار (ف) صفت = تاریک، بالکل پُرظلمت ؎

تیرہ و تار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۴)

تارا (ار) مذکر = جو رات کو چراغ کی جھلملاتی ہوئی لَو کی طرح آسمان پر چمکتا ہے ؎

چمک تارے سے مانگی ہے جہاں سے

(غزلیات، ب د، ۹۹)

تاراج (ف) صفت = برباد ؎

کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو برباد

(معراج، ض ک ۱۲۷)

تارِک (ع) صفت: ترک کر دینے یا چھوڑ دینے والا (دورِ حاضر کا ہر مسلمان اس کا مخاطب ہے) ؎

شکایت ہے مجھے یا رب! خداوندانِ مکتب سے

شکایت تجھ سے ہے، ہے تارکِ آئینِ آبائی

(تضمین بر شعرِ انیسی، ب د، ۱۵۴)

تاروں (ار) تارہ (رک) کی جمع۔

تاروں کی گردش تیز ہونا: دنیا کے حالات اور واقعات کا جلد جلد بدلنا جو تاروں کی رفتار سے تعلق رکھتا ہے ؎

دگرگوں ہے جہاں تاروں کی گردش تیز ہے ساقی

(ب ج، ۱۱۰)

تاروں کے شرار (ار ار ع): تارے جو کہ چنگاریوں سے مشابہ ہیں ان کے بیج (آسمان نے) بوئے تھے (جن سے سورج کا شعلہ اگا) ؎

بوئے تھے دہقانِ گردوں نے جو تاروں کے شرار

(طلوعِ صبح، ب د، ۱۵۳)

تاریخ (ع) مونث
: شمسی یا قمری مہینے کا ہر ایک دن نمبر ترتیبی کے ساتھ (پہلا دن پہلی تاریخ ہے دوسرا دن دوسری تاریخ اسی طرح تیسواں یا انتیسواں دن تیسویں یا انتیسویں تاریخ ہے)، نیز کسی واقعے کا سنہ بھی اس کی تاریخ ہوتا ہے (رک قطعاتِ تاریخ، ضمیمہ اعداد)
: وہ کتاب جس میں گزشتہ زمانے کے واقعات اور حالات درج ہوں ؎

تاریخ کہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے

(بلالؓ، ب د، ۱۴۱)

تاریخِ اُمَم (— ع) مونث، تاریخ + اضافت + اُمَم (رک)، قوموں کے تاریخی حالات ؎

یہ نکتہ ہے تاریخِ امم جس کی ہے تفصیل

(شعر، ض ک، ۱۳۲)

تاریخ دان (— ف) صفت، تاریخ + دان، مصدر دانستن (= جاننا) سے فعلِ امر: تاریخ کا عالم ؎

تاریخ دان بھی اسے پہچانتا نہیں

(بلالؓ، ب د، ۱۴۱)

تاریخِ فتحِ سَمَرنا: اس عنوان کے تحت سمرنا کے فتح کیے جانے کا قطعۂ تاریخ اقبال نے فارسی میں کہا ہے جس کے مشکل الفاظ کی تشریح اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں درج ہے

(ب ا، تیسرا ایڈیشن ۲۹۲)

تاریک (ف) صفت: اندھیرے سے بھرا ہوا۔

تاریک خانہ (— ف) مذکر، تاریک + خانہ (= گھر) : تیرہ و تار مکان، کال کوٹھری ؎

ایک تاریک خانہ سرد و خموش

(شپر زندگی ، ب د ، ۱۰۵)

تارِیکی (ف) مونث : اندھیرا ، مراداً دنیا کی جہالت ع
آہ وہ کشور بھی تاریکی سے کیا معمور ہے
(خفتگان خاک سے استفسار ، ب د ، ۳۸)

تاڑنا (ار) : بھانپنا ، کسی علامت سے بغیر بتائے جان لینا ، سمجھ جانا ، قیافے یا نظروں سے پہچان لینا ع
بھری بزم میں اپنے عاشق کو تاڑا
(غزلیات ، ب د ، ۹۸)

تازہ (ف) صفت
: نیا ، جدید ، پہلے کے علاوہ کوئی اور ع
محشر میں عذر تازہ نہ پیدا کرے کوئی
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۲)

: از سر نو ، ہی جو پہلے تھا ع
پل رہی ہے ایک قوم تازہ اس آغوش میں
(فاطمہ بنت عبداللہ ، ب د ، ۲۱۴)

تازہ انجم (— ع) مذکر ، تازہ + انجم (رک) : مراد نئے روشن دل مسلمان ع
تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور
(فاطمہ بنت عبداللہ ، ب د ، ۲۱۵)

تازہ پردازوں نے : (تہذیب حاضر کے) تازہ شوق کرنے والے نوجوانوں نے ع
کیا گم تازہ پروازوں نے اپنا آشیاں لیکن
(تہذیب حاضر ، ب د ، ۲۲۵)

تازہ خدا (— ف) تازہ + خدا (= معبود) : جن چیزوں کو نئی تہذیب نے خدا کی طرح قابل پرستش قرار دے دیا ہے اور قوم ان کی بڑی عظمت کرتی ہے (مثلاً مادر وطن یعنی سرزمین ملک جس پر جان دینا بڑا ثواب ہے) ع
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
(وطنیت ، ب د ، ۱۶۰)

تازہ صفیری (— ع ف) مونث ، تازہ + صفیر (= آواز + ی (لاحقہ کیفیت) : آواز بلند کرنے کا تازہ عمل ، مراد احتجاج ع

آئی نہ مرے کام مری تازہ صفیری
(نظمیات حاکمی ، ض ک ، ۱۶۱)

تازہ کرنا (ار) : از سر نو منظر عام پر ... ، مرے سے اختیار کرنا ع
تازہ پھر دانش حاضر نے کیا سحر قدیم
(۳۹ ، ب ج ۷۰۰)

تازی (ف) صفت : عرب کا ع
کوئی دلکش صدا ہو عجمی ہو یا کہ تازی
(۱۳۱ ، ب ج ، ۱۷)

تازیانہ (ف) مذکر : کوڑا ، قمچی ، بید (بجلی کی لکیر کا تازیانے سے استعارہ کیا ہے) ع
تازیانہ دے دیا برق سر کہسار نے
(ہمالہ ، ب د ، ۲۲)

: تازیانے کی طرح اصلاح کرنے والا ع
تھی جن کی نگاہ تازیانہ
(جاوید سے ، ض ک ، ۸۷)

تاش تاش (ت) صفت : ٹکڑے ٹکڑے (آپس میں تقسیم کیے جانے کی طرف اشارہ) ع
ہونے کو ہے یہ مردہ دیرینہ قاش قاش
(ابی سینیا ، ض ک ، ۱۴۵)

تاک (ار) مونث : ٹکٹکی ، گھات ، موقع کا انتظار
تاک کر (ار) : سیدھ باندھ کر ، موقع نکال کے ع
وائے ناکامی فلک نے تاک کر توڑا اسے
(غزلیات ، ب د ، ۹۹)

تاک میں بیٹھنا یا رہنا (— ار ار) : موقع پاتے ہی مطلب حاصل کر لینے کی فکر میں لگا رہنا ع
تاک میں بیٹھی ہوئی ہے شوخی دست طلب
(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب د ، ۱۲۶)
نگاہیں تاک میں رہتی تھیں لیکن ہیمیہ گر کی
(محبت ، ب د ، ۱۱۱)

تاک (ف) مونث : انگور کی بیل ع
ہیں شاخ تاک ہوں میری غزل ہے میرا ثمر

(جاوید کے نام ، ب ج ، ۱۴۷)

تاکِ گلشنِ یورپ کی رگ (۔ ف آہنگ ارف) مونث تاک (مراد پھیلتے ہوئے علوم و فنون) + گلشن (رک) + اضافت + یورپ (= مغربی ممالک) + کی + رگ (رک) : مغربی ملکوں کے تمام علوم و فنون کی حیات (جو قرطبہ کے مسلمان علما و حکما کا صدقہ جاریہ ہے) ؎
جس سے تاکِ گلشن یورپ کی رگ نمناک ہے
(بلاد اسلامیہ ، ب د ، ۱۴۶)

تاکنا (ار) : ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا ؎
کسی کو سنے میں تاکتی ہے ایسے
(خدا حافظ ، ب ا ، تیسرا ایڈیشن ، ۵۴۰)

تالی (ار) مونث : چابی ، کنجی (جس سے تالا کھولتے ہیں) ؎
تالیوں کا ہو کوئی گچھا کر سونے کی گھڑی
(مثل شبیر خوار ، ب ا ، ۲۱۸)

تالیاں بجانا (ار) : دونوں ہتھیلیوں کو باہم پیٹ کر ہنسی اڑانا ؎
ٹھنڈی ہوا کے پیچھے وہ تالیاں بجانا
(پرندے کی فریاد ، ب ا ، ۲۸۶)

تام (ع) صفت : کامل ، پوری پوری ؎
علم دیں کے ساتھ اپنے دل کو نسبت تام ہے
(دین و دنیا ، ب ا ، ۱۰۱۱)

تامل (ع) مذکر : سوچ ، ڈھیل ، انکار پر مبنی توقف ؎
تامل تو تھا ان کو آنے میں قاصد
(غزلیات ، ب د ، ۹۹)

تاویل (ع) مونث : ظاہری مطلب سے بدلا ہوا مطلب (جو درست نہ ہو) ؎
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پاژند
(۱۶ ، ب ج ، ۲۰۲)

تاویل کا پھندا : مراد مذہبی مسائل میں الٹ پھیر سے مطلب بدل دینے کی صورت حال ؎
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
(پنجابی مسلمان ، ض ک ، ۶۱)

تاویلات (ع) مونث : تاویل (رک) کی جمع ؎
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے
(ابلیس ، ۲ ، ا ح ، ۱۳)

تائب (ع) صفت : توبہ کرنے والا ، اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی کے لیے دعا کرنے والا ؎
مرید سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب
(۱۱ ، ب ج ، ۳۴)

تائید (ع) مونث : طاقت اور قوت دینے کا عمل ، طرفداری ، حمایت ؎
دین کی تائید انگریزی پڑھوں کا کام ہے
(دین و دنیا ، ب ا ، ۱۰۵۱)

تب (ف) مونث : چمک (تاب (رک) کی تخفیف)

تب و تاب (ف ف ف) مونث ، تب (= تاب کی تخفیف) + و (عطف) + تاب ، مصدر تابیدن (= حرارت دینا ، چمکنا) کا حاصل مصدر : پتنگے کی سی چمک جو لمحے بھر سے بھی کم ہوتی ہے ؎
میری بساط کیا ہے تب و تاب یک نفس
(۵ ، ب ج ، ۹۰)
: سوزش ، حرارت ، آگ میں جلنے کی کیفیت ؎
صلۂ شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ
(۱۱ ، ب ج ، ۱۵۰)

تب و تابِ زندگی (۔ ف ف ف) مونث ، تب و تاب (رک) + اضافت + زندگی (رک) : مراد زندگی کے حقائق ؎
نہ جدا رہے نوا گر تب و تاب زندگی سے
(غزل ، ض ک ، ۴۰)

تب و تابِ ملتِ عربی (۔ ف ف ع ع ف) مونث ، تب و تاب (= حرارت اور گرمی) + ملت (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : مسلمانوں کا جوش و خروش یا سرگرمی اور ان کی ترقی ؎
یہی ہے راز تب و تاب ملت عربی
(ارتقا ، ب د ، ۲۲۳)

تبار (ف) مذکر : خاندان ، نسل ، گھرانا ؎

پھر سنبھلتی کا کشش تو آے ملتِ عالی تبار
(کلاہ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۲)

تَبدِیل (ع) مؤنث: بدلنے کا عمل، ایک چیز کی جگہ دوسری چیز لانے کی کیفیت ؎
ہوں بہ تبدیل قوافی فارسی میں نغمہ خواں
(تشکر یۂ انگشتری، ب ا، ۱۳۲)

تَبدِیلی (ع ف) مؤنث، تَبدِیل (= بدلنے کا عمل) + ی (= زائد): تغیر، وضع کے خلاف اقدام ؎
اتنی جلدی تجھ میں تبدیلی نہ ہوتی آشکار
(کلاہ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۲)

تَبَرُّک (ع) مذکر: حصول برکت کی چیز، بزرگوں کا تحفہ ؎
تبرک ہے مرا پیراہن چاک
(رباعیات، ب ج، ۸۰)

تَبرِیز و کابُل: تبریز ایران کا مشہور شہر ہے اور کابل افغانستان میں مسلمانوں کا مشہور مقام ہے، ان دو لفظوں سے بطور مجاز مرسل پوری دنیائے اسلام مراد ہے ؎
رلُو و آں تُرکِ شیرازی دل تبریز و کابل را
(طلوع اسلام، ب د، ۲۶۸)

تَبَسُّم (ع) مذکر
: مسکرانا، (کلی کا) کِھلنا، مسکراہٹ ؎
غنچۂ گل کر دیا ذوقِ تبسم میں نے
(ابر کوہسار، ب د، ۲۸)

: کسی روشنی وغیرہ کے ٹمٹمانے کی سی کیفیت، مسلسل جلنے اور بجھنے کا سماں ؎
یہ شرارے کا تبسم یہ خس آتش سوار
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۱)

تَبَسُّم فِشاں (ع ف) صفت، تبسم + فشاں، مصدر فشاندن (= ڈالنا، چھڑکنا) سے فعل امر، مسکرانے والا، مسکراہٹ یعنی زندگی کا آغاز کرنے والا ؎
تبسم فشاں زندگی کی کلی تھی
(عشق اور موت، ب د، ۵)

تَبَسُّم ہائے پِنہانی (ف ف ف ف) مذکر، تبسم + ہا (لاحقۂ جمع) + ے (علامت اضافت) + پنہاں (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): چھپ کر مسکراہٹیں (جو اس کامرانی کی بنا پر ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے ہر ذرّے کو اپنے حسن کا مظہر بنایا ہے تو اب وہ جس ذرّے پر نظر ڈالتے ہیں اس میں واقعی وہ حسن نظر آرہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ودیعت کیا ہے) ؎
نمایاں ہیں فرشتوں کے تبسم ہائے پنہانی
(حضرت انسان، ا ح، ۵۰)

تَپ (ف) مؤنث: حرارت اور حدت (جو شیشے کو پگھلانے کے لیے اسے پہنچائی جاتی ہے اور اس جگہ وہی مقصود ہے) ؎
کشاکش زم و گرما تپ و تراشش و خراشش
(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

: بخار ؎
تیرے مریض کو تپ فرقت ہے کیا لگی
(ب ا، ۵۰)

تَپِ غَم (ف ع) مؤنث، تپ (= حرارت) + اضافت + غم (رک): لگن کی حرارت، طبعی خواہش کی گرمی ؎
راز ہے اس کی تپ غم کا یہی نکتۂ شوق
(عورت، ض ک، ۹۷)

تَپاک (ف) مذکر، (تاپاک کی تخفیف): شوق، گرم جوشی ؎
وہ تپاک قلب سے اف اف زباں پر بار بار
(تفتیش جوانی، ب ا، ۵۱۸)

تَپاں (ف) صفت، مصدر تپیدن (= تڑپنا) سے حالیہ ناتمام: تڑپتا ہوا، تڑپتی ہوئی ؎
وہی نذر برق تپاں ہو گیا
(ماتم پسر، ب ا، ۱۶۸)

تَپِش (ف) مؤنث، مصدر تپیدن (= تڑپنا) سے حاصل مصدر: تڑپ، اضطراب، (عشق کی) بیقراری جس میں عاشق کو لذت آتی ہے ؎
پروانے کو تپش دی جگنو کو روشنی دی
(جگنو، ب د، ۸۴)

: حرکت ﷺ
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۷)

تَپِش آمادَہ (۔ ف) صفت ، تپش + آمادہ (رک) : تڑپنے پر تیار ، مراد حرکت کرنے والی ، متحرک ﷺ
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۷)

تَپِش آمادَہ تَراز خُونِ زُلَیخا (۔ ف ف ف ف ع) تپش + آمادہ (رک) + تر (= زیادہ) + از (رک) + خُون (رک) + زلیخا (رک) : زلیخا کی رگوں کے خُون سے بھی زیادہ (تلاشِ اسلاف کے لیے) مضطرب و بیقرار ﷺ
تپش آمادہ تر از خُون زلیخا کر دیں
(عبدالقادر کے نام ، ب د ، ۱۳۲)

تَپِش آموزِ جانِ عشق (ف ف ف ع) تپش + آموز مصدر آموختن (= سیکھنا ، سکھانا) سے فعل امر + اضافت + جان (= رُوح) + اضافت + عشق (= عاشق بطور مجاز مرسل) : عاشق کی رُوح کو تڑپ سکھانے والی ، عشق کی رُوح پھُونکنے والی ﷺ
آواز کہ ہوئی تپش آموز جانِ عشق
(شمع ، ب د ، ۴۵)

تَپِش اَندوز (۔ ف) صفت ، تپش + اندوز (رک) : عشقِ رسُولؐ میں بے چین ہو کر تڑپنے والی ﷺ
تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۷)

تپش ز شعلہ گرفتند و بر دل تو زدند
چہ برق جلوہ بخاشاک حاصل تو زدند

: (کارکنانِ قضا و قدر نے) شعلے کی تپش لے کر تیرے دل میں بھر دی بلکہ محبت کی بجلی نے تیرے وجُود کو یکسر جلا کر خاک کر دیا
(ہلال ، ب در ، ۲۲)

تَپِش ناتَمام (۔ ف ع) مونث ، تپش + ناتمام (رک) : وہ کوشش جس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو ﷺ
ستم کش تپش ناتمام کرتے ہیں
(غزلیات ، ب د ، ۱۳۹)

تَپنا (ار) : شدت کی گرمی سے جلنا ﷺ
گرمی سے آفتاب کی تپنے لگی زمیں
(جہاں تک پہنچے نیکی کر ، ب ا ، ۵۳)

تَپیدن (ف) : تڑپنا ﷺ
پتنگا کہیں مستِ ذوقِ تپیدن
کہیں شمع کو نازشِ دلبری تھی
(عشق اور موت ، ب ا ، ۱۳۱)

تَت (س) مذکر : اصل ، جوہر ، خلاصہ ، نچوڑ ﷺ
ہے یہی اک بات ہر مذہب کی تت
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۹)

تَتاری (ت ف) صفت ، تتار (تاتار کی تخفیف = ترک) + ی (لاحقۂ نسبت) : ترکی کے باشندے ، ترکی فوج کے جوان ﷺ
جوانانِ تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے
(طلُوعِ اسلام ، ب د ، ۲۷۲)

تِتلی (ار) مونث : ایک کیڑے کا نام جس کے پر نہایت رنگ برنگے اور خُوبصورت ہوتے ہیں ، بھنبیری ﷺ
آہ وہ تتلی وہ اک معصوم سیت اڑتی ہوئی
(گلِ پژمردہ ، ب ا ، ۳۰)

تَثْلِیث (ع) ، مونث : گنتی میں تین ہونے کی صُورتِ حال ، عیسائیوں کے نزدیک خدائے واحد کی وحدانیت کی تین شاخیں (باپ (خدا) بیٹا (عیسیٰ) اور رُوح القدس) (رک تثلیث کے فرزند)

تَثْلِیث فی التَّوحِید (ع ع ع) : فی (= میں) + ال (سابقۂ تعریف یا معرفہ) + توحید (رک) : ایک ہوتے ہوئے تین ہونے کی صُورت (ضد تثلیث نیز توحید) ﷺ
ہے اسی تثلیث فی التوحید کا سودا مجھے
نوٹ : شاید اقبال نے توحید فی التثلیث کہا ہو جس سے ان کا مافی الضمیر ادا ہوتا ہے

تثلیث کے فرزند (– ا ر ف) مذکر، تثلیث + کے (ر ک) + فرزند (ر ک): عیسائیت کے بیٹے یعنی عیسائی خصوصاً انگریز جو اس وقت ہمارے ملک (پورے برصغیر) میں حکمراں تھے ؎

سے گئے تثلیث کے فرزند میراث خلیل

(خضر راہ، ب د، ۲۶۴)

تجارت (ر ع) مونث: بیچنے کا عمل، سودا ؎

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۱)

: سوداگری، خرید و فروخت کا کام، بیوپار ؎

تنجیر ہے مقصود تجارت تو اسی سے

(روحانیت، ب د، ۱۶۰)

تجدید (ر ع) مونث: کوئی گئی گزری حالت از سر نو پیدا کرنے کا عمل ؎

موت تجدید مذاقِ زندگی کا نام ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۳)

تجدیدہ (ر ع) مونث، (اقبال نے تجدید کہا ہوگا جو کتاب میں کاتب کی غلطی سے تجدیدہ چھپ گیا ہے، تجدید کے معنی ہیں): از سر نو نیا کرنا، ابتدائے زمانہ سے جو غلط باتیں کسی اصلیت اور حقیقت میں داخل ہو گئی ہیں ان سے اس اصلیت اور حقیقت کی تطہیر کر کے اسے از سر نو زندہ کرنے کا عمل

لذت تجدید سے وہ بھی ہوئی پھر جواں

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۹)

تجسس (ر ع) مذکر، جستجو، تلاش، مراد تیز نگاہ جس سے شاہین بہت دور سے شکار کو پا لیتا ہے ؎

چیتے کی نظر چاہیے شاہین کا تجسس

(۵۸، ب ج، ۷۶)

تجلی (ر ع) مونث

: جلوہ جسے دیکھ کر آنکھیں یا دل روشن ہو جائے، خدائے تعالیٰ کا جلوہ، معرفتِ الٰہی کا چراغ ؎

تو تجلی ہے سراپا چشمِ بینا کے لیے

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

: مراد تائیدِ غیبی ؎

تجلی کا پھر منتظر ہے کلیم (قلبِ کلیم)

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

تجلی افرنگ (– ف) مونث، تجلی + اضافت + افرنگ (ر ک): فرنگیوں یا انگریزوں کی آب و تاب، انگریزوں کی تہذیب یا تمدن یا طرزِ معاشرت کا نمونہ ؎

ترا وجود سراپا تجلی افرنگ

(افرنگ زدہ – ۱، ض ک، ۳۳)

تجلی زار (ف) مذکر، تجلی + زار: تجلیوں اور روشنیوں کا کھیت یعنی مستقبل ؎

اپنی فطرت کے تجلی زار میں آباد ہو

(خضر راہ، ب د، ۲۶۳)

تجلی کدۂ دل: دل جو کہ جلووں کا گھر ہے ؎

پھر میرے تجلی کدۂ دل میں سما جاؤ

(شعاعِ امید، ض ک، ۱۰۷)

تجلی گہ (ف) ظرف، تجلی + گہ (= جگہ): جلوے نظر آنے کی جگہ ؎

ہے جو ہر لحظہ تجلی گہِ مولا ہے جلیل

(رباعیات، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۳)

تجلیات (ر ع) مونث، تجلی (ر ک) + ات (لاحقۂ جمع) جلوے۔

تجلیاتِ کلیم (– ع) مونث، تجلیات + اضافت + کلیم (ر ک کلیم اللہ، کلیم ذرۂ سینا): وہ جلوے جو حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر نظر آئے تھے، مراد وحی و الہام، تعلیماتِ دینیہ ؎

تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم

(علم اور دین، ض ک، ۲۶)

تجمل (ر ع) مذکر: شان و شوکت، دبدبہ، ٹھاٹھ ؎

ہوئے احرارِ ملت جادہ پیما کس تجمل سے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

تجھ (ا ر) ضمیر واحد مخاطب، تو کی مفعولی صورت (پر، تک، سے، کو، میں کے ساتھ مستعمل) ؎

تجھ میں کچھ ظاہر نہیں دیرینہ روزی کے نشاں

(ہمالہ ، ب د ، ۲۱)

تجھ پر دعویٰ ہے : تجھ سے زور دے کر اور ضد کر کے کہ سکتے ہیں ہگ

نام لیوا ہیں ترے تجھ پہ ہے دعویٰ اپنا

(فریادِ امت ، ب ا ، ۱۵۹)

تجھے (ار)

: تجھ کو ہگ

اور عریاں ہو کے لازم ہے خود افشانی تجھے

(نویدِ صبح ، ب ذ ، ۲۱۲)

: تجھ پر (اس معنی میں اور کسی نثر نگار یا شاعر نے (غالباً) استعمال نہیں کیا) ہگ

پڑھ کر کرے گی سورۂ والحشر دم تجھے

(اشکِ خوں ، ب ا ، ۱۵۷)

: تیرا (اس معنی میں بھی کسی اور نثر نویس یا ناظم نے استعمال نہیں کیا) ہگ

ہر طوف شمعِ غم سے تجھے دیوانہ وار آج

(اشکِ خوں ، ب ا ، ۱۷۷)

: تجھ سے ہگ

نامہ بر یہ بھی کسی نے تجھے پوچھا ہو گا

(ب ا ، ۴۲۲)

تجھے مبارک ہوں : اللہ تعالیٰ تجھے راس لائے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہگ

یہ عقدہ ہائے سیاست تجھے مبارک ہوں

(ایک خط کے جواب میں ، ب د ، ۴۳۹)

تحریر (ع) مونث : مرادِ الفاظ ، فقرے مضامین وغیرہ ہگ

جو از سکتی نہیں آئینۂ تحریر میں

(گورستانِ شاہی ، ب د ، ۱۵۰)

تحریک (ع) مونث : سلسلہ جنبانی ، تمہید ، کسی کام پر آمادہ کرنے اور ابھارنے کا عمل ہگ

حسن سے عشق کی فطرت کو ہے تحریک کمال

(حسن و عشق ، ب د ، ۱۱۷)

تحسین (ع) مونث : تعریف ، واہ وا ہگ

ہر کوئی تحسین کہے ایسی طبیعت چاہیے

(بچوں کے لیے چند نصیحتیں ، ب ا ، ۵۴۲)

تحفہ (ع) مذکر : ہدیہ ، سوغات ہگ

میں ترا تحفہ سوئے ہندوستاں لے جاؤں گا

(صقلیہ ، ب د ، ۱۳۴)

تحفۃ العراقین : خاقانی (رک) کی لکھی ہوئی ایک مثنوی ہگ

وہ صاحبِ تحفۃ العراقین

(خاقانی ، ض ک ، ۱۲۰)

تحقیر (ع) مونث : حقارت کی نظر سے دیکھنے کی کیفیت ، تذلیل ہگ

فقیہِ شہر کی تحقیر کیا مجال مری

(۵۰ ، ب ج ، ۷۰)

تحقیق (ع) مونث : حقیقت کی جستجو اور تلاش ہگ (رک شعلۂ تحقیق)

تحمل (ع) مذکر : غم کی برداشت ہگ

کارواں صبر و تحمل کا ہوا دل سے رواں

(نالۂ یتیم ، ب ا ، نسیرا ایڈیشن ، ۴۲)

تحیر (ع) مذکر : حیرت میں پڑنے کی کیفیت ، حیرت

تحیر زا (ع ـ ف) صفت ، تحیر + زا ، مصدر زادن (= جننا) سے فعل امر : حیران کرنے والا ہگ

تحیر زا تھا منظر آہ اک باغِ ہستی کا

(گلِ خزاں دیدہ ، ب ا ، ۵)

تخت (ف) مذکر

: چوکی ، بادشاہ کے بیٹھنے کی چوکی ، مسندِ حکومت ہگ

وہ کرن زیب وہ تختِ صوبۂ پنجاب

(اخترِ مقدم ، ب ا ، ۹۹)

: شاہی دربار ، بادشاہوں کی صحبتیں ہگ

فغاں کہ تخت و صبلی کمال زراقی

(۴۵ ، ب ج ، ۶۵)

تختِ سلیماں : رک سلیماں ہگ

نسیمِ صبح کا جھونکا جو تھا تختِ سلیماں تھا

(گلِ خزاں دیدہ، ب ا، ۱۴۵)

تخت گاہ (ـ ف) مونث، تخت + گاہ (= جگہ) : پایۂ تخت، دارالحکومت ؎

تو جس کی تخت گاہ تھی اے تخت گاہ دل

(اشکِ خوں، ب ا، ۱۸۷)

تختِ لعلِ شفق (ـ ع ع) مذکر، تخت + اضافت + لعل (= ایک سرخ رنگ کا قیمتی جوہر) + اضافت + شفق (رک) : شفق کو لعل کے تخت شاہی سے تشبیہ دی ہے ؎

ہے تختِ لعلِ شفق پر جلوس اخترِ شام

(فراق، ب د، ۱۳۱)

تختی (ار) مونث : لکڑی کا وہ ہموار تختہ جس پر بچے ملتانی مٹی وغیرہ مل کر لکھنے کی مشق کرتے ہیں اور اس میں ایک طرف پکڑنے کے لیے چھوٹا سا دستہ بنا ہوتا ہے ؎

لکھ کے تختی کیسے دکھائیں گے

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۳)

تخریب (ع) مونث : خراب و برباد کر دینے کا عمل

تخریبِ تمام (ـ ع) مونث، تخریب + اضافت + تمام (رک) : مکمل طور پر تباہ و برباد اور ویران کر دینے کی کیفیت ؎

ہر نئی تعمیر کو لازم ہے تخریبِ تمام

(صدائے غیب، اح، ۲۱)

تخلیق (ع) مونث : پیدا کرنے کا عمل، کوئی نئی بات یا چیز پیدا کرنے کی صلاحیت، ایجاد

(تخلیق، ض ک، ۱۰۰)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ فن کار کو چاہیے کہ نئے تصورات پیدا کرے، صرف تقلید سے قوم ترقی نہیں کر سکتی

(ض ک، ۱۰۰)

تخم (ف) مذکر : بیج۔

تخم دیگر بکف آریم و بکاریم ز نو
کانچہ کشتیم ز خجلت نتواں کرد درو

: ہم دوسرا بیج حاصل کریں گے اور از سرِ نو اسے بوئیں گے اس لیے کہ جو کچھ ہم نے بویا ہے وہ ایسا ہے کہ شرمندگی کے باعث اسے کاٹ نہیں سکتے مراد یہ ہے کہ طریقۂ تعلیم بدلیں گے جس سے اسلام محفوظ رہے

(تعلیم اور اس کے نتائج، ب د، ۲۰۹)

تخم ریزی (ـ ف ف) مونث، تخم + ریز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : بیج بوئے جانے کا عمل، تمہید، آغاز ؎

تخم ریزی جس کی ہنگامِ صدائے کن ہوئی

(ب ا، ۲۴۵)

تخمِ سینائی (ـ ع ف) مذکر، تخم + اضافت + سینا (رک طورِ سینا) + ئی (لاحقۂ نسبت) : کوہِ طور کی تجلیوں کا بیج، مراد اسلام اور تبلیغِ اسلام کی تحریک کی سرسبزی ؎

نہیں ممکن کہ پھوٹے اس زمیں میں تخمِ سینائی

(تضمین بر شعرِ صائب، ب د، ۲۴۴)

تخمِ لا الٰہ (ـ ع) تخم + لا (= نہیں) + الٰہ (= اللہ) : کلمۂ توحید جو لا الٰہ سے شروع ہوتا ہے (اسے تخم سے تشبیہ دی ہے جس سے معارف و حقائق و عقائد اگتے ہیں) ؎

نہ تخمِ لا الٰہ تیری زمینِ شور سے پھوٹا

(تضمین بر شعرِ انیسی، ب د، ۱۵۴)

تخمین (ع) مونث : ایک طرح کا اندازہ، تخمینہ، قیاس، گمان (یقین کی ضد) ؎

عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین و ظن

(علم و عشق، ض ک، ۲۰)

تخیل (ع) مذکر : لفظاً خیال میں لانا، (مراداً) ان تمام جزئیاتی صورتوں کے ادراک کی کیفیت اور آلہ جو حواسِ خمسہ کے ذریعے خیال میں جمع ہوں ؎

ہے پرِ مرغِ تخیل کی رسائی تا کجا

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

ہ م : مراد خیالات (رک بیتابِ تخیل)

تخیلات (ع) مذکر : تخیل (رک) کی جمع، مراد خیالات

جس شعر میں یہ لفظ آیا ہے وہاں مراد یہ ہے کہ میرا "اقبال" آب و خاک یا مادّیات سے بلند ہو کر نورانیات، ملکوت رسا ہے اور "نوری فرشتہ" کی حقیقت سے میرا ذہن آشنا ہو گیا ہے ؏

نوری فرشتہ ہیں ابھی میرے تخیلات میں

(ا، ب ج، ۵)

تَدَبُّر (ع) مذکر: سوچنے یا غور و خوض کرنے کا عمل ؏

کبھی اے نوجوان مسلم تدبّر بھی کیا تو نے

(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

تَدبِیر (ع) مؤنث

: مراد تلاش، جستجو ؏

زخمِ گل کے واسطے تدبیرِ مرہم کب تلک

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۳)

منصوبہ اور کوشش ؏

تدبیر کو تقدیر کے شاطر نے کیا مات

(لینن، ب ج، ۱۰۸)

: کسی کو زک دینے یا اس کے آزار سے بچنے کا بندوبست ؏

تدبیر ہو ایسی کہ ملے ان کو رہائی

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۵)

تَدَرْوَاں (ف ف) مذکر، تدرو (= چکور، ایک طرح کا تیتر) + اں (لاحقۂ جمع): جس مصرع میں یہ لفظ آیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ تیتر باز کی زندگی کیسے اختیار کر سکتا ہے ؏

کہ موافق تدرواں نہیں دینِ شاہبازی

(غزل، ض ک، ۷۴)

تَذکِرَہ (ع) مذکر: ذکر، بیان ؏

کیا مرا تذکرہ جو ساقی نے بادہ خواروں کی انجمن میں

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

پہلا **تَر** (ف) صفت

: بھیگا ہوا، نم، (رک چشمِ تر)

: گھی میں ڈوبا ہوا جو آسانی سے حلق میں اتر جائے اور جسے انسان رغبت سے کھائے۔ ذیل کے مصرع میں "غریب" کو ترنوالے سے تشبیہ دی ہے جسے وہ سب لوگ کھا جاتے ہیں جن کا شعر میں ذکر ہے ؏

یہ سب پیٹ ہیں اور یہ تر نوالے

(غریبوں کا الخ، ب ا، ۵۳۶)

تَردِماغ (ف ع) صفت، تر + دماغ (رک): ذہین، طباع ؏

آہ یہ قومِ نجیب و چرب دست و تر دماغ

(طلوعِ اسلام ، ۳، ا ح ، ۳۶)

دوسرا **تَر** (ف) علامت صفت تفضیل یا مبالغہ: زیادہ، دوسری بات سے زیادہ (رک پیچیدہ تر)

تِرا (ار) رک: تیرا ؏

چشمۂ دامن ترا آئینۂ سیّال ہے

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

تَرازُو (ف) مؤنث: وزن کرنے کا آلہ، جس میں تولتے ہیں، مراد پیمانہ یا کسوٹی ؏

سعیِ پیہم ہے ترازوئے کم و کیفِ حیات

(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

تَراشَش (ف): مصدر تراشیدن (= تراشنا، چھیلنا) سے فعل امر۔ مرکبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے ؏

ہزار شکر نہیں ہے دماغ فتنہ تراش

(ایک خط کے جواب میں، ب د، ۲۳۹)

تَراشِ آزرانہ (ف ع ف) مؤنث، تراش (رک تراش وخراش) + اضافت + آزر (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت): بناوٹ میں آزر کے ہاتھ کی صفائی جو ایک ماہر بت تراش تھا ؏

نہ ادائے کافرانہ نہ تراشِ آزرانہ

(ا، ب ج، ۱۵)

تَراش وخَراش (ف ف ف) مؤنث، تراش مصدر تراشیدن (چھیلنا) سے فعل امر + و (عطف) + خراش، خراشیدن (= کھرچنا) سے فعل امر: چھیلنے اور کھرچنے کا عمل (جو جلبی مٹی کو آئینہ بنانے تک

اس مٹی کے ساتھ کیا جاتا ہے مذ
کشاکش زم و گرما تپ و تراشش و خراش
(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

تراشنا (ار) : کاٹ کے اور چھیل چھال کے تیار کرنا ، بنانا مذ
اسی نے تراشا ہے یہ سومنات
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۵)

تراشیدہ (ف) صفت : مصدر تراشیدن (= گڑھنا یا گھڑنا) سے حالیۂ تمام : تراشا یا گڑھا (گھڑا) ہوا (بت) مذ
یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

ترانہ (ف) مذکر ، نغمہ ، گیت مذ
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
(بلال، ب د، ۸۱)

ترانہ ریز (- ف) صفت ، ترانہ + ریز (رکس) : نغمے گانے والا مذ
ترانہ ریز تری زندگی کا ساز ہوا
(پھول کا تحفہ عطا ہونے پر، ب، ۲۵۷)

ترانۂ ملی (- ف ع ف) مذکر ، ترانہ + ۂ (علامت اضافت) + مل (ملت (رک) کی تخفیف) + ی (لاحقۂ نسبت) : ملت سے تعلق رکھنے والا ترانہ
(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)
: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کو تصنیف کر کے انھوں نے اپنے اُس ترانۂ ہندی (ب د، ۸۳) کی تردید کی ہے جو انھوں نے اپنی شاعری کے دور اول میں اُس وقت کہا تھا جبکہ وہ ۱۹۰۸ء سے پہلے مسلمانوں اور ہندوؤں کی متحدہ قومیت (بنا بر رشتۂ جغرافیائی) کے قائل تھے ، لیکن جب ۱۹۱۰ء سے انھیں یہ یقین ہوا کہ اسلام میں قومیت وطن کی بنیاد پر نہیں بلکہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اشتراک کی بنیاد پر ہوتی ہے ، تو انھوں نے زیر نظر ترانہ تصنیف کیا

(ب د، ۱۵۹)

ترانۂ ہندی : یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ۱۹۰۴ میں کہی تھی اور اسی سال ۱۰ اگست کو رسالہ زمانہ کانپور میں شائع ہوئی تھی ، اس رسالے کے ایڈیٹر منشی دیا نراین نگم تھے ۔ نظم کا آخری مصرع اس طرح تھا — معلوم ہے ہمیں کو درد نہاں ہمارا — لیکن بانگ درا کی اشاعت کے وقت اس مصرع کو علامہ نے اس طرح کر دیا — معلوم کیا کسی کو الخ — یہ وہ زمانہ تھا جب اقبال جغرافیائی امتیاز کی بنا پر وطنیت کے قائل تھے لیکن جب بعد میں انھیں برصغیر کے ہندوؤں کی ذہنیت کا صحیح اندازہ ہوا اور ان کی مسلم کشی انھوں نے دیکھی تو مسلمانوں کے علیحدہ وطن حاصل کرنے اور تقسیم ہند کے ذریعے پاکستان کی تحریک کے علمبردار ہو گئے

(ب د، ۸۴)

تُربت (ع) مونث ، قبر ، مزار مذ
ہے کوئی ہنگامہ تیری تربت خاموش میں
(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۴)

تربیت (ع) مونث
: پرورش مذ
ہوئی ہے تربیت آغوش بیت اللہ میں تیری
(تضمین بر شعر انیسی، ب د، ۱۴۴)
: تہذیب اور سلیقہ وغیرہ سکھانے کا عمل ، اصلاح حال مذ
تربیت عام تو ہے جوہر قابل ہی نہیں
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۰)
: تہذیب اور سلیقہ وغیرہ سیکھنے کا عمل مذ
مرے حلقۂ سخن میں ابھی زیر تربیت ہیں
(۲۲، ب ج، ۴۵)
: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے تعلیم اور تربیت کا فرق بتاتے ہوئے ، کہا ہے کہ کتابی علم بغیر تربیت کے ناقص اور بے سود ہوتا ہے

(ض ک ، ۹۰)

ترجُمان (ع) صفت
: شارح ، مفسر ؎
خودی کا راز داں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا
(طلوعِ اسلام ، ب د ، ۲۷۳)
: خوش تقریر ، خوش بیان (رک شیریں ترجمان)

تَرجَمہ (ع) مذکر : ایک زبان کی لغت یا عبارت کو دوسری زبان میں بیان کرنے کا کام ، ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کی ہوئی بات
(ایک وید منتر کا ترجمہ ، ب ا ، ۲۲۱)

ترجمۂ از ڈاٹنگ : ڈاٹنگ کا ترجمہ ۔ یہ ایک نظم کی سرخی ہے جو مخزن ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی تھی
(ب ا ، ۱۹۷)

تَردید (ع) مونث : کسی بات یا خیال کو باطل کر دینے کا عمل ، رد ؎
آہ یہ تردید میری حکمت محکم کی ہے
(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۲۷)

تَردیدِ حج (- ع) مونث ، تردید + اضافت + حج (رک) : حج کو غلط یا باطل ٹھہرانے کا عمل ؎
تردیدِ حج میں کوئی رسالہ رقم کریں
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۴)

تَرسا بچہ (ف ف) مذکر ، ترسا (= عیسائی) + بچہ (لڑکا) : وہ عیسائی لڑکے جو صومعے یا میخانے میں اوپر کا کام کرتے ہیں (انھوں نے بھی مخبری کا کام انجام دیا) ؎
کہیں ترسا بچوں کی چشم بیباک
(تاتاری کا خواب ، ب ج ، ۱۵۵)

تَرسانا (ار) : شکل دکھا کر للچانا اور پاس نہ آنا ، امیدوار بنا کے نہ دینا ، خواہش دلا کر محروم رکھنا ؎
دور سے دیدۂ امید کو ترساتا ہوں
(ابرِ کہسار ، ب د ، ۲۸۶)

ترس رہی ہے مگر لذتِ گنہ کے لیے : مراد یہ ہے کہ اگرچہ حکیم نطشہ کا فلسفۂ اخلاق انسانوں کے حق میں بہت مفید ہے مگر ایسا نہیں جو خواہشِ نفس پر غالب آسکے (کسی تعلیم کو یہ بات عقیدۂ توحید و نبوت و قیامت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی)
(حکیم نطشہ ، ض ک ، ۸۴)

تَرسنا (ار) : ملنے کے اشتیاق میں پھڑکنا ؎
کیا بدنصیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں
(پرندے کی فریاد ، ب د ، ۳۷)
: کسی چیز کے حصول کی تمنا میں تڑپنا ، شدت سے کسی شے کا محتاج ہونا ؎
تم ترستے ہو کلی کو وہ گلستاں بہ کنار
(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۴)

تُرش اَبرُو (ف ف) صفت ، ترش (= ناراض) + ابرو (رک) : ماتھے پر بل ڈالے ہوئے ، ناراض (محراب کی شکل ابرو سے مشابہ ہوتی ہے) ؎
ہے ان کی نمازوں سے محراب ترش ابرو
(محراب گل افغان ، ۱۲ ، ض ک ، ۱۷۴)

تَرشا ہُوا (ار ار) : کٹ چھٹ کر پہلو دار اور خوبصورت بنا ہوا (شعر میں ہیرے کے لیے استعمال ہوا ہے اور دل کو اس سے تشبیہ دی ہے ۔ وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح ترشے ہوئے ہیرے کا ہر پہلو ایک نیا رنگ ظاہر کرتا ہے (جیسا کہ کنول میں) اسی طرح دل شاعر میں بھی مختلف کیفیات ظہور پذیر ہوتی ہیں) ؎
سینے میں ہیرا کوئی ترشا ہوا رکھتا ہوں میں
(عاشق ہرجائی ، ب د ، ۱۲۳)

تَرشوانا (ار) : گڑھوانا ، (گھڑوانا) ، بنوانا ؎
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
(وطنیت ، ب د ، ۱۶۰)

تَرَقّی (ع) مونث : برتری ، جاہ و مال یا عزت وغیرہ کی افزائش

ترقی کی دَوڑ : میدانِ عمل ، عمل میں دوسروں کا مقابلہ ؎
بڑھے یہ قوم ترقی کی دوڑ میں یارب
(فلاحِ قوم ، ب ا ، تیسرا ایڈیشن ، ۳۰)

تَرک (ع) مذکر : چھوڑ دینے کا عمل ، دنیا و مافیہا سے

روگردانی ؎

واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۷)

ترکِ دُنیا (ع ع) مذکر ، ترک + اضافت + دنیا (= جہانِ مادّی زندگی) : مادّی زندگی سے قطع تعلق یا روگردانی کرلینا ، ساری لذتوں اور قرابتوں اور رفاقتوں سے منھ موڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرنا ؎

ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں

(سیّد کی لوحِ تربت ، ب د ، ۵۲)

ترکِ وطن (ع ع) مذکر ، ترک + اضافت + وطن (= جائے پیدائش) : اپنی جائے سکونت کو چھوڑ کر دوسری جگہ جا بسنے کا عمل ، ہجرت ؎

ہے ترکِ وطن سنّتِ محبوبِ الٰہی

(وطنیت ، ب د ، ۱۶۰)

تُرک (ف) مذکر ، ترکستان کا باشندہ ، (قب تاتاری) ؎

ترکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا

(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت ، ب د ، ۸۷)

تُرکِ شیرازی : مراد مصطفیٰ کمال پاشا جو سکونت کے اعتبار سے ترک تھا اور اسے دردِ ملّی کے اعتبار سے شیرازی کہا ہے ؎

ربود آں ترکِ شیرازی دلِ تبریز و کابل را

(طلوعِ اسلام ، ب د ، ۲۶۸)

تُرکِ عثمانی : اس جگہ مراد مصطفیٰ کمال پاشا اور اس کے ہم وطن ہیں جن کے اہلِ یورپ سے بہت تعلقات تھے اور انگریزوں پر اعتماد کرتا تھا ؎

سنا ہے مَیں نے سخن رس ہے ترکِ عثمانی

(۲۱ ، ب ج ، ۱۷۰)

تُرکَش مان (ف ف) مذکر ، ترک + مان (= مانند) : ترکستان کا ایک جرگہ جو اصلی ترکوں سے پست سمجھا جاتا ہے اس جگہ پوری قوم ترک مراد ہے ؎

خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۵۷)

تُرکِ ناداں (ف ف) ترک + اضافت + ناداں : سیاست کو نہ سمجھنے والی ترکی قوم (جس نے اپنے ملک کی "خلافت" کو مغربی طرز کی "حکومت" میں تبدیل کرنے کی تمہید شروع کر دی تھی اور آخر ایسا کر کے رہی ، اقبال نے کئی برس پہلے اپنی نظم میں یہ شعر کہہ کر انھیں انتباہ کر دیا تھا مگر وہ متنبہ نہ ہو سکے) ؎

چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا

(شعرۂ سوال ، ب د ، ۱۸۲)

تُرکان : ترک (رک) کی جمع

تُرکانِ تیموری : وہ ترک جنھوں نے بابر (بن امیر تیمور) کی قیادت میں (سولھویں صدی عیسوی کے اوائل میں) ہندوستان فتح کیا اور مغلوں کے نام سے مشہور ہوئے ؎

نہ تھے ترکانِ عثمانی سے کم ترکانِ تیموری

(۳۸ ، ب ج ، ۴۰)

تُرکانِ عثمانی : ایشیائے کوچک کے وہ ترک جنھوں نے عثمان بن ارطغرل کی قیادت میں (تیرھویں صدی عیسوی کے آخر میں) اپنی حکومت قائم کی تھی ، یہ تقریباً پانچ سو برس تک یورپ کے لیے ایک مستقل خطرہ بنے رہے ؎

نہ تھے ترکانِ عثمانی سے کم ترکانِ تیموری

(۳۸ ، ب ج ، ۴۰)

تُرکانہ (ف ف) صفت ، ترک + انہ (لاحقۂ نسبت) ، ترکوں کا سا ؎

یا حیلۂ افرنگی یا حملۂ ترکانہ

(۴۷ ، ب ج ، ۶۸)

تُرکی (ف ف) صفت ، ترک (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) ، ترکستان کا باشندہ ؎

کہا مجاہدِ ترکی نے مجھ سے بعدِ نماز

---

۱ جماعت کی نماز جو وفد کے جلسے سے پہلے شاہی مسجد لاہور میں ہوئی تھی ۔

(غلاموں کی نماز، ض ک، ۱۵۸)

تَرکِیب (ع) مونث

: ڈھب، طور، تدبیر، ڈھنگ ؎

کیا جہنم معصیت سوزی کی اک ترکیب ہے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

: دو یا زیادہ اجزا سے مل کر بننے کا عمل، بناوٹ (جو اجزا سے ہو) ساخت، تشکیل ؎

ذوقِ جدت سے ہے ترکیبِ مزاجِ روزگار

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

(مذہب، ب د، ۲۴۸)

تَرَنُّم (ع) مذکر : گانا، سریلی آواز نکالنا، لحن سے بولنا ؎

اور پرندوں کو کیا محوِ ترنم میں نے

(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۸)

: شعر سنانا یا پڑھنا ؎

بے محل تیرا ترنم نغمۂ بے موسم ترا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۵)

: شعر کہنا ؎

ایک بلبل ہے کہ ہے محوِ ترنم اب تک

(شکوہ، ب د، ۱۶۰)

تَرَنُّم آفرِیں (ـ ف) صفت، ترنم + آفریں، مصدر آفریدن (= پیدا کرنا) سے فعل امر : نغمگی کی فضا پیدا کرنے والی، پُرکیف ؎

اس قدر ہوگی ترنم آفریں بادِ بہار

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۴)

تَرَنُّم رِیز (ـ ف) ترنم + ریز (رک) : گانے والا، گنگنانے والا ؎

ہے ترنم ریز قانونِ سحر کا تار تار

(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۴)

تِری (ار) : تیری کی تخفیف، ضمیر تُو کی اضافی حالت (واحد مونث مخاطب کے لیے) ؎

بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا

(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

ترے ساتھ اڑتی گئی الخ : اس شعر میں "راہ گزر" غلط ہے اسے "رہ گزر" پڑھیے ؎

ترے ساتھ اڑتی گئی رہ گزر میں

(ب ا، ۴۴۲)

ترے غریبوں کو عریاں الخ : باقیات میں اس شعر سے جو نظم شروع ہوئی ہے اس کا کوئی عنوان نہیں ہے. اور آغاز میں یہ فقرہ لکھا ہے — "ایک نظم کے دو بند جو کسی مجموعے میں کہیں نظر نہیں آئے"

(ب ا، ۵۳۲)

ترے نام پر : (اردو روزمرہ) تیرے دین کی خاطر، تیرا نام بلند کرنے کے لیے ؎

پر ترے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

تِریاقی (ف ف) مونث، تریاق (= زہر کے آثار کی ایک دوا) + ی (لاحقۂ کیفیت) : زہر اتارنا، زہر کے اثر کو دور کرنا ؎

کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

(۴۵، ب ج، ۶۶)

تِریاک (ف) مذکر : زہر اتارنے کی ایک دوا، زہر کے اثر کی دافع، تریاق ؎

ہر دیں کی حفاظت میں تو ہے زہر بھی تریاک

(قوت اور دین، ض ک، ۲۹)

تِریاکی (ف ف) صفت، تریاک (= افیون) + ی (لاحقۂ نسبت) : افیم کھانے ہوئے (مراد) غافل ؎

کہ خاوراں میں ہے قوموں کی روح تریاکی

(تمہید، ا ض ک، ۱۱)

تَڑَپ (ار) مونث

: تڑپنے اور مضطرب ہونے کی کیفیت ؎

عین ہستی ہے تڑپ صورتِ سیماب مجھے

(موجِ دریا، ب د، ۶۲)

: بے چینی، آرزو ؎

موت میں بھی زندگانی کی تڑپ مستور ہے

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۲)

: بجلیوں کی بے تاب ہو کر حرکت، مراد پر جوش مسلمانوں کا تیغ و تاب کھا کر حملہ یا جوش میں بھر کر تبلیغ اسلام کا قدم ہے

وسعت گردوں میں تھی ان کی تڑپ نظارہ سوز

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۸)

تَڑَپ جا: جدّ و جہد میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے تو ہمّت مت ہار اور دوسرے رخ سے کامیابی کی کوشش کر ہے

تڑپ جا پیچ کھا کھا کر بدل جا

(رباعیات، ب ج، ۸۰)

تَڑَپ رہا ہے: یعنی کشمکش میں مبتلا ہے کہ کیا فیصلہ کرے ہے

تڑپ رہا ہے فلاطون میان غیب و حضور

(۶۰، ب ج، ۷۸)

تڑپانا (ار): بے چین رکھنا ہے

جستجو جس گل کی تڑپاتی تھی اے بلبل مجھے

(وصال، ب د، ۱۲۸)

: عمل کے لیے مضطربانہ اٹھا دینا ہے

جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

(دعا، ب د، ۲۱۲)

تڑپنا (ار)

: بے چین ہو کر ادھر ادھر کروٹیں لینا ہے

کیوں تڑپتی ہوں یہ پوچھے کوئی میرے دل سے

(موج دریا، ب د، ۶۲)

: ناکامی کے بعد رشک و حسد سے مضطرب ہونا، افسوس ملنا، کف افسوس کرنا ہے

تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب ترے

(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

: اظہار کے لیے بیتاب ہونا ہے

کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

: کسی وقت ساکن نہ رہنا، ہر وقت مضطرب رہنا ہے

تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۶)

: درد انگیز شعر کہنا ہے

بسمل نہیں ہے تو تو تڑپنا بھی چھوڑ دے

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

تڑپنا پھڑکنا (ار): ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنا، مراد جدّ و جہد کرنا ہے

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۴)

تَزَلْزُل (ع) مذکّر: نہ و بالا ہونے کی کیفیت، زلزلہ، تغیّر، انقلاب ہے

آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل

(فردوس میں مکالمہ، ب د، ۲۴۵)

تَزْوِیر (ع) مونّث: دھوکا دہی، فریب ہے

خوب قرآں کو بنایا دام تزویر آپ نے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۵)

تَزْئِین (ع) مونّث: آراستہ کرنے کا عمل ہے

عشق ہر صورت سے ہے آمادۂ تزئین حسن

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۴)

تَسْبِیح (ع) مونّث

: (لفظاً) مسلمانوں میں رائج مالا جس میں عموماً سو دانے تاگے میں پروئے ہوئے ہوتے ہیں اور جن پر گن گن کر وظیفہ پڑھتے ہیں، (مراداً) سلسلہ (خیالات و رجحانات کا)

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو

(تصویر درد، ب د، ۷۲)

: سبحان اللہ کا ورد، اللہ تعالیٰ کا ذکر

تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ

(۱، ب ج، ۲۳)

تسبیح خواں (ـ ف) صفت، تسبیح + خواں (رک) تسبیح کے دانوں پر ذکر کرنے والا ہے

یوں صبح اٹھ کے شیخ بھی تسبیح خواں نہ ہو

(ب ا، ۸۳، ۵)

تسبیح خوانی (ـ ف) مونّث، تسبیح خواں (رک) + ی

(لاحقہ کیفیت،) : سبحان اللہ کا وظیفہ پڑھنے کا عمل ، ذکرِ الٰہی ؎

بڑھا تسبیح خوانی کے بہانے عرش کی جانب

(محبت ، ب د، ۱۱۱)

تَسخیر (ع) مونث

: تابع کرنا، فرماں بردار بنانا، (ملک) فتح کرنا ؎

تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے

(وطنیت ، ب د، ۱۶۰)

: کائنات کو علم کے زور سے مسخر کرنا، اشیاء کی حقیقت کا حال دریافت کرکے اپنی قوتِ عمل کے ذریعے ان سے مستفیض ہونا ؎

آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے

(خضرِ راہ ، ب د، ۲۵۹)

تَسکِین (ع) مونث : تسلی ، سکون ، اطمینان ، بیقراری دل دور ہو جانے کی کیفیت ؎

بہرِ تسکیں تیری جانب دوڑتا آتا ہوں میں

(نالۂ فراق ، ب د، ۷۷)

تَسَلسُل (ع) مذکر : لگاتار سلسلہ ؎

وہ فرائض کا تسلسل نام ہے جس کا حیات

(والدۂ مرحومہ ، ب د، ۲۳۵)

تَسَلّی (ع) مونث : دلاسا ، سکون ، اطمینان ؎

کیا تسلی ہو مگر دیدۂ تقریر کر

(نالۂ فراق ، ب د، ۷۸)

تَسلِیم (ع) مونث

: رضامندی ، رضا سے دوست پر راضی رہنے کی کیفیت ؎

خم ہے سرِ تسلیم مرا آپ کے آگے

(زہد اور رندی ، ب د، ۶۰)

: راضی بہ رضا رہنا اور خود سے کوئی عمل نہ کرنے کی صورتِ حال ؎

تسلیم کی خوگر ہے جو چیز ہے دنیا میں

(انسان ، ب د، ۱۷۹)

تَسلِیمِ جاں (ــ ف) ، مونث ، تسلیم + جان (رک)

: زندگی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا کر دینا ؎

ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

(خضرِ راہ ، ب د، ۲۵۸)

تَسلِیم و رِضا (ــ ف ع) مونث ، تسلیم + و (عطف) + رضا (= مرضیٔ الٰہی پر راضی رہنے کی کیفیت)

: مرضیٔ الٰہی کے سامنے سر جھکا دینے کا عمل ؎

جادہ پیمائی تسلیم و رضا بھی نہ رہی

(شکوہ ، ب د، ۱۶۸)

: جد و جہد و طلب کو جاری رکھتے ہوئے مرضیٔ الٰہی پر بھروسا اور جو کچھ ملے اس پر شکر ؎

مفہوم ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا

(تسلیم و رضا ، ض ک ، ۵۲)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ تسلیم و رضا سے یہ مراد نہیں ہے کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر شخص اپنی بساط بھر کوشش کرے اور نتیجے کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دے

(ض ک ، ۵۲)

تَسنِیم (ع) مونث : جنت میں شیریں پانی کا ایک چشمہ جسے نہر سے بھی تعبیر کرتے ہیں ؎

کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی

(ہمالہ ، ب د، ۲۳)

تَسنِیمِ عشق (ــ ع) : عشق کو تسنیم سے تشبیہ دی ہے ؎

ہوش کا دارو ہے گویا مستیٔ تسنیمِ عشق

(سوامی رام تیرتھ ، ب د، ۱۱۴)

تَشرِیف لانا (لا) مونث تشریف (شرف ، بزرگی ، عزت) + لانا (رک) : (محاورہ) قدم رنجہ فرمانا ، آنا (بزرگوں کے لیے مستعمل) طنزیہ ؎

کیا مرگِ ناگہانی تشریف لا رہی ہے

(شمعِ زندگانی ، ب ا، ۲۲۹)

تَشنَہ (ف) صفت : پیاسا ؎

تشنۂ دائم ہوں آتش زیرِ پا رکھتا ہوں میں

(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

تشنہ کامی: تشنہ کام (رک) کا اسم کیفیت: پیاس
خواہش کا

شرط اس کے لیے ہے تشنہ کامی

(جاوید سے، مث ک، ۸۸)

تشنہ لب (۔ ف) صفت، تشنہ + لب (رک)
: پیاسا کا

تشنہ لب کے پاس جاتا ہے کبھی اٹھ کر کنواں

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۴)

تشنۂ مضراب، تشنہ + ۂ (علامتِ اضافت) +
مضراب (رک) محتاج، حاجتمند کا

تو ذرا چھیڑ تو دے تشنۂ مضراب ہے ساز

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

تشنۂ نسیم سحر (۔ ف ع ع) صفت، تشنہ + ۂ
(علامتِ اضافت) + نسیم (رک) + سحر (رک)
: ہوائے صبح کی پیاسی (کہرائے صبح جو کلی کے لیے عطیۂ الٰہی
ہے اس کی طلب گار، خواہش مند کا

کلی کو دیکھ کر ہے تشنۂ نسیم سحر

(۲۸، ب ج، ۵۱)

تشہیر (ع) مونث: شہرت دینے کا عمل، پبلیسٹی کا

چھیڑنا فرض ہے جن پر تری تشہیر کا ساز

(نصیحت، ب د، ۱۷۶)

تشیع (ع) مذکر: شیعوں کا یا شیعوں کا سا عقیدہ رکھنے
کی کیفیت کا

ہے اس کی طبیعت میں تشیع بھی ذرا سا

(زہد اور رندی، ب د، ۶۹)

تصدق (ع) مذکر: قربان، صدقے کا

تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی

(عرفی، ب د، ۲۳۸)

: صدقہ، طفیل، بدولت کا

اب میری امامت کے تصدق میں ہیں آزاد

(محمد علی باب، مث ک، ۴۶)

تصدیق (ع) مونث: سچ ہونے کی تائید کا

جس معنی پیچیدہ کی تصدیق کرے دل

(فلسفہ، مث ک، ۴۲)

تصرف (ع) مذکر: قبضہ و اختیار (برائے استعمال) کا

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں

(روح ارضی الخ، ب ج، ۱۳۲)

تصور (ع) مذکر: جو چیز نظروں سے غائب ہو اس کا خیال
کا

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو

(ہمالہ، ب د، ۲۴)

تصور بندھنا: لگاتار آنکھوں میں کسی کا خیال رہنا کا

تصور بھی جو بندھتا ہے تو خال رُد سے جاناں کا

(ب ا، ۳۸۴)

تصور بھی جو بندھتا ہے الخ = یہ غزل ماہنامۂ شور محشر لاہور
(دسمبر ۱۸۹۶ء) میں چھپی تھی

(ب ا، ۳۸۶)

تصوف (ع) مذکر
: دل سے نفسانی آلائشوں اور جسمانی خواہشوں کو دور کر کے
اشیائے عالم کو خدا کا مظہر سمجھنے کا مسلک، فنا فی اللہ
ہو جانے کی صورت حال کا

پرچھو جو تصوف کی تو منصور کا ثانی

(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

: وہ اصلاح باطن جس میں بعض صوفی ہندوؤں کی
ویدانت کے اصول برتنے لگتے ہیں اور جو مذموم ہے کا

تمدن تصوف شریعت کلام

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۴)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے
جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو علم مسلمان صوفیوں کو جہاد فی
سبیل اللہ کے لیے آمادہ نہیں کر سکتا وہ بالکل
بے سود ہے

(ض ک، ۳۴)

تصویر (ع) مونث
: کسی شے کا کھینچا یا بنایا ہوا عکس یا شکل، فوٹو کا

پر تری تصویر قاصد گریۂ پیہم کی ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۶)

: تصوّر، وہ پرچھائیں جو خیال میں ہو (اُوپر کے مصرع سے یہ معنی بھی پیدا ہوتے ہیں)

: وہ واردات جن کا نقشہ شعر میں کھینچ دیا گیا ہے ؎

تابِ گویائی سے جنبش ہے لبِ تصویر میں

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

: خاکہ، نقشہ ؎

میری بربادی کی ہے چھوٹی سی اک تصویر تو

(گلِ پژمردہ، ب د، ۵۱)

تصویر خانہ (- ف) مذکر: وہ مکان جس میں بہت سی تصویریں نصب ہوں، مختلف صورتوں کا مرقع ؎

ملا جواب کہ تصویر خانہ ہے دنیا

(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۱۲)

تصویرِ درد: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ۱۹۰۴ء میں انجمن حمایت الاسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں پڑھی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اقبال جغرافیائی بنیاد پر وطنیت کے قائل اور سچے وطن پرور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بڑے پُر درد لہجے میں غیر منقسم ہند کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے اختلاف پر نوحہ خوانی کی ہے اور انھیں خبردار کیا ہے کہ اب بھی اگر تم متحد نہ ہوئے تو فنا ہو جاؤ گے

(ب د، ۶۸)

: ابتداءً یہ نظم ایک سو تیس اشعار پر مشتمل تھی۔ بانگِ درا میں اس کے اکتّر شعر درج ہیں۔ باقی اکسٹھ شعر باقیاتِ اقبال میں "مخزن" سے نقل کیے گئے ہیں۔ ایک شعر ایسا ہے جس کا پہلا مصرع بانگِ درا کی تدوین کے موقع پر علامہ نے بدل دیا ہے

(ب ا، ۳۱۹)

تصویر گر (- ف) صفت، تصویر + گر (لاحقۂ صفت): تصویر بنانے والا، مصوّر (تصویر سے انسان کا اور تصویر گر سے خالقِ کائنات کا استعارہ کیا ہے) ؎

کہا تصویر نے تصویر گر سے

(تصویر و مصوّر، ا ح، ۱۷)

تصویر لینا (ا ر): عکس اتارنا، منظر یا سماں آئینے وغیرہ میں دکھانا ؎

ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

تصویر و مصوّر: یہ ارمغانِ حجاز میں اقبال کی ایک تمثیلی نظم ہے جس میں انھوں نے تصویر سے انسان کا اور مصوّر سے اس کے خالق کا استعارہ کیا ہے۔ علامہ نے ان دونوں کی گفتگو نظم کی ہے اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو خودی پر ہر وقت نظر رکھے گا وہ تجلیات سے محروم نہیں رہے گا

(ا ح، ۱۷)

تضمین (ع) مونث: شامل کرنے یا کسی شئے کو دوسری چیز میں ملا دینے کا عمل۔

تضمین بر شعر (ع ف ع) مونث، تضمین + بر (= پر) + شعر (ع ک): کسی کے مشہور شعر کو مضمون کی مناسبت سے اپنے کلام میں چسپاں کر لینا

(تضمین بر شعر ابوطالب کلیم، ب د، ۲۲۱)

تضمین بر شعر ابوطالب کلیم: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے، جس میں انھوں نے ابوطالب کلیم (شاعرِ فارسی) کا ایک شعر تضمین کیا ہے اور مسلمانوں کو ان کی غفلت پر تنبیہ کی ہے کہ تم نے شریعتِ اسلام کی صحیح معنوں میں پیروی چھوڑ دی ہے اس لیے زبوں حال ہو، اگر پھر سچے مسلمان کے اوصاف پیدا کر لو تو پھر وہی عظمت حاصل ہو جائے گی۔

ابوطالب کلیم کا وطن ہمدان (ایران) تھا۔ اکبر کے بیٹے جہانگیر کے عہد میں ہندوستان آیا اور شاہ نواز خاں صفوی کے دربار سے وابستہ ہو گیا۔ ۱۰۲۸ھ میں وطن چلا گیا۔ ۱۰۳۰ھ میں دوبارہ ہندوستان آیا۔ شاہ جہاں جب تختِ طاؤس پر بیٹھا تو کلیم نے دربار میں ایک قصیدہ پڑھا جس پر شاہ جہاں نے اسے چاندی میں تلوا دیا جس کی قیمت ۵۵۰۰ روپے ہوئی۔ بادشاہ کے ساتھ کشمیر جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ خطّہ اس قدر

پسند آیا کہ بادشاہ کی اجازت سے وہیں رہ پڑا۔ ۱۰۶۱ھ میں وفات پائی اور سری نگر میں "مزارِ شعرا" نام کے قبرستان میں مدفون ہوا۔ قدسی (شاعرِ فارسی) کے برابر قبر بنی اور غنی کاشمیری نے ۱۰۶۱ھ بہ تاریخِ وفات کہی — طورِ معنی بود روشن از کلیم

(ب د، ۲۲۱)

تضمین بر شعرِ انیسی شاملو: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے انیسی شاملو کے ایک شعر پر (جو اس وقت کے مسلمانوں پر حرف بہ حرف منطبق ہوتا ہے) تضمین کی ہے — انیسی شاملو ترکی الاصل ایک شاعر تھا مگر ایران میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا نام مرزا ولی قلی بیگ تھا۔ جوانی میں دوسرے شاعروں کی طرح ہندوستان چلا آیا اور نظیری (شاعرِ فارسی) کے توسط سے عبدالرحیم خان خاناں صوبیدار گجرات کی سرکار میں ملازم ہو گیا۔ خان خاناں نے اس کو اپنی قدر دانیوں سے بہت نوازا اور محمود و ایاز کی داستان پر مشتمل مثنوی لکھنے پر مامور کیا، لیکن یہ کام مکمل ہونے سے پہلے ہی اس نے ۱۰۱۴ھ میں سفرِ آخرت اختیار کیا اور برہان پور میں مدفون ہوا۔

انیسی شاملو کے شعر کو تضمین کرنے سے اقبال کا مقصد مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ ان کی ذلت کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے تبلیغ و اشاعتِ اسلام ترک کر دی ہے — اور اس پیغام کو خواجہ غریب نواز کی زبان سے ادا کرنے کے دو وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ خواجہ صاحب اپنے دور میں اسلام کے بڑے مبلغ گزرے ہیں۔ ان کے تذکرے سے وہ سب کارنامے سننے والے کی نگاہ میں پھرنے لگتے ہیں جو خواجہ نے تبلیغ و اشاعتِ دین کے سلسلے میں انجام دیے اور سامع کی نظر میں ان کی قدر بہت بڑھ جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس نظم میں سرزنش کا پہلو نکلتا ہے جس کا حق کسی ایسے شخص کو حاصل ہوتا ہے جو خود اس بات پر عمل کر چکا ہو جس کے ترک کرنے پر سرزنش کرنا پڑی

(ب د، ۱۵۴)

تضمین بر شعرِ صائب: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے فارسی کے مشہور شاعر صائب تبریزی کا ایک شعر تضمین کیا ہے۔ نظم کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم بے روح ہو چکی ہے اور وہ اب نام کی مسلمان رہ گئی ہے ایسی حالت میں میرے کلام کی طرف اس کی توجہ کیسے مبذول ہو سکتی ہے:

مرزا صائب کا نام محمد علی تھا۔ تبریز (ایران) میں پیدا ہوئے۔ اصفہان میں تعلیم پائی۔ شاعری میں نام پیدا کیا اور ظفر خان صوبہ دار کابل کی خدمت میں آئے اور قصیدہ کہہ کر پیش کیا جسے صوبہ دار نے بہت پسند کیا اور انھیں فکرِ معاش سے بے نیاز کر دیا۔ آخر عمر میں اصفہان واپس چلے گئے اور وہیں ۱۰۸۰ھ میں وفات پائی۔

(ب د، ۲۴۴)

تعالیٰ (ع) فعل بطور صفت مستعمل: بزرگ و برتر ہے

حق تعالیٰ کو یتیموں کی دعا سے پیار ہے

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۹)

تعبیر (ع) مونث

: (خواب کا) مطلب، جس پر خواب منطبق ہو، نتیجۂ خواب ہے

خواب میری زندگی تھی جس کی ہے تعبیر تو

(گلِ پژمردہ، ب ا، ۵۱)

: انجام ہے

موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

تعبیرِ خوابِ اہلِ زنداں: قیدیوں کے خواب کی تعبیر جس کا نتیجہ یوسف پر سلطنتِ مصر کی شکل میں ظاہر ہوا (رک یوسف) ہے

مگر تعبیرِ خوابِ اہلِ زنداں کر کے چھوڑوں گا

(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۵)

تعداد (ع) مونث: گنتی، شمار ہے

منشور تھی تعداد مریدوں کی بڑھانی
(زہد اور رندی، ب د، ۶۹)

تَعزِیر (ع) مونث: سزا کو
حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۱)

: مراد قتل کو
کہا غریب نے جلاد سے دمِ تعزیر
(ذوقِ نظر، ض ک، ۱۳۲)

تَعَصُّب (ع) مذکر: وہ دشمنی جو عقیدے یا وطن وغیرہ کے اختلاف کی بنا پر ہو، غیر قوم کو برا سمجھنے کی کیفیت کو
تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں
(تصویرِ درد، ب د، ۷۲)

تَعظِیم (ع) مونث: عظمت بزرگی عزت و توقیر کے اعتراف میں اٹھ کر کسی کا خیر مقدم کو
میت اٹھی ہے شاہ کی تعظیم کے لیے
(اشکِ خوں، ب ا، ۳۰۷)

تعظیم کو اٹھنا (ف ل) کھڑے ہو کر کسی کی عزت کرنا کو
اس نے زانو بدلا تو تعظیم کو اٹھنے لگا
(ب ا، ۵۰۰)

تَعَلُّق (ع) مذکر
: واسطہ، علاقہ، لگاؤ، مناسبت کو
نشے کو تعلق نہیں پیمانے سے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۶)

: تعلقات دنیاوی، دنیا کی دلچسپیاں جو ہر انسان سے وابستہ ہیں کو
تعلق، پھول ہیں گویا ریاضِ آفرینش کے
(ب ا، ۴۲۸)

تَعلِیم (ع) مونث: علم سکھانے یا پڑھانے کا عمل، درس دینے کا کام کو
مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیم دیں
(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۲)

: تلقین، ہدایت کو
مرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلمِ شوریدہ سر
(مسلمان اور تعلیمِ جدید، ب د، ۲۴۲)

تعلیم اور اس کے نتائج (تضمین بر شعرِ ملا عرشی)، یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ملا عرشی کا ایک شعر تضمین کیا ہے۔ اقبال یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر ہمیں اپنا انجام بخیر کرنا ہے تو ہمیں موجودہ گھناؤنی معاشرت کو چھوڑ کر ازسرِ نو زندگی کا پاکیزہ اصول اختیار کرنا پڑے گا۔ ملا عرشی کا اصلی نام طہماسپ قلی بیگ تھا اور وہ ایران کے مشہور شہر تبریز کے رہنے والے تھے۔ ان کا دیوانِ غزل کم و بیش دس ہزار شعر پر مشتمل ہے۔ جب انھوں نے یہ شعر کہا جو اقبال نے تضمین کیا ہے تو ایک ظریف نے اس کا یہ مطلب بیان کیا کہ ملا کا لڑکا چونکہ بہت بدصورت ہے اس لیے انھوں نے یہ کہا ہے کہ — ہم نے جو بیج بویا تھا اس کا نتیجہ یہ (یہ بدشکل لڑکا) ہے لہٰذا اب ازسرِ نو بیج بوئیں گے۔ اقبال نے اسے جس محل پر تضمین کیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ شعر اسی موقع کے لیے کہا گیا تھا۔
(ب د، ۲۰۹)

تَعمِیر (ع) مونث
: عمارت، محل، ایوان کو
صرف تعمیرِ سحر خاکسترِ پروانہ کر
(شمع اور شاعر، ب د، ۱۹۱)

: عمارت بنانے کا عمل کو
یہ تو حجت ہے ہوا کی قوتِ تعمیر پر
(والدہ مرحومہ، ب د، ۲۳۲)

: ترقی دینے کا عمل، مرتبۂ کمال کے حصول کی جدوجہد کو
تعمیرِ خودی کر اثرِ آہِ رسا دیکھ
(روحِ ارضی الخ، ب ج، ۱۳۳)

: فلاح و بہبود کو
آہ ویرانی ہے پنہاں یاں کی ہر تعمیر میں
(صدائے درد، ب ا، ۲۹۳)

: کوئی چیز بنانے یا بنائی جانے کی صورتِ حال کو

جس سے تعبیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۰)

تعبیر کیا اپنا حرم اور: (وطنیت کے بارے میں) اپنے مسلک کو چھوڑ کر مغرب وغیرہ کے مقرر کردہ مسلک کو اختیار کر لیا گا
مسلم نے بھی تعبیر کیا اپنا حرم اور
(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

تعمیل (ع) مونث: بجالانا، عمل کرنا گا
بھلا تعمیل اس فرمان غیرت کش کی ممکن تھی
(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۷)

تعویذ (ع) مذکر: نقش وغیرہ جو بلاؤں سے بچنے کے لیے گلے میں ڈالتے یا بازو پر باندھتے ہیں، یہاں جادو کا ٹوٹکا یا منتر مراد ہے گا
ابلیس کے تعویذ سے کچھ وقت سنبھل جائے
(جمعیت اقوام، ض ک، ۱۵۶)

تعیش (ع) مذکر: سامان عیش مہیا کرنے کی صورت حال

تعیش سوز (ـ ف) صفت، تعیش + سوز (رک): عیش کو بھلا دینے والا، عیش کی یاد مٹا دینے والا (اپنی طرف جذب کر کے) گا
مرا عین تعیش سوز تھا رقص شرر گویا
(گل خزاں دیدہ، ب ا، ۱۲۵)

تعیین (ع) مونث، مقرر یا معین کرنے کا عمل۔

تعیین مراتب (ـ ع) مونث، تعیین + اضافت + مراتب، مرتبہ (= درجہ) کی جمع: درجے مقرر کرنے کی صورت حال (مثلاً کوئی وائسرائے کی کونسل کا ممبر ہے تو کوئی ٹاؤن کمیٹی کا) گا
اس کھیل میں تعیین مراتب ہے ضروری
(ریاست، ب ج، ۱۵۹)

تغافل (ع) مذکر: جان بوجھ کر غفلت برتنے کا عمل۔

تغافل پیشہ (ـ ف) صفت، تغافل + پیشہ (رک)، غفلت برتنے والا، جو غفلت برتنے کا عادی ہو گا
اسے تغافل پیشہ تجھ کو یاد وہ پیماں بھی ہے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

تغیر (ع) مذکر: تبدیلی، انقلاب گا
مزاج اہل عالم میں تغیر آ گیا آیا
(عرفی، ب د، ۲۳۸)

تغیر پسند (ع ف) صفت، تغیر (= تبدیلی، انقلاب، ہر لحظہ نو بہ نو کیفیت) + پسند، مصدر پسندیدن (= پسند کرنا) سے فعل امر: انقلاب اور تغیر کا خواہش مند گا
ملا مزاج تغیر پسند کچھ ایسا
(سرگزشت آدم، بانگ درا، ۵۲)

تفاوت (ع) مذکر: فرق، امتیاز گا
تفاوت نہ دیکھا زن و شو میں میں نے
(پردہ، ض ک، ۹۳)

تفرقہ (ع) مذکر: پھوٹ، فرقہ بندی کا فرق گا
غضب کا تفرقہ ڈالا ترے خرمن کے دانوں میں
(تصویر درد، ب ا، ۲۲۴)

تفتہ دل (ف) صفت، تفتہ، مصدر تفتیدن (= تپنا، جلنا) سے حالیہ تمام + دل (رک): جس کا دل سوز (عشق) سے پر ہو، عاشق، دل جلا گا
اس تفتہ دل کا نخل تمنا ہرا نہ ہو
(شمع و پروانہ، ب د، ۴۱)

تفریق (ع) مونث: فرق اور امتیاز پیدا کرنے یا پھوٹ ڈالنے کی کیفیت گا
تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود
(مکہ اور جنیوا، ض ک، ۵۸)

تفسیر (ع) مونث: تشریح جس میں کسی کتاب یا اس کے کسی حصے وغیرہ کا مطلب بیان کیا جائے گا
لکھی جائیں گی کتاب دل کی تفسیریں بہت
(داغ، ب د، ۹۰)

تفصیل (ع) مونث: ایسی تشریح جو مسئلے کے ہر پہلو پر پوری پوری روشنی ڈالے گا
یہ نکتہ ہے تاریخ امم جس کی ہے تفصیل
(شعر، ض ک، ۱۳۲)

تفضیلِ علی (ع) مونث، تفضیل (= فضیلت یا ترجیح دینے کا عمل) + علی (آنحضرتؐ کے ابنِ عم اور داماد جو سوادِ اعظم کے نزدیک چوتھے اور جعفری فرقے کے نزدیک پہلے خلیفہ تھے): حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے علم و فضل کی بنا پر سابق تینوں خلفاء سے افضل سمجھنے کا عقیدہ ؎

تفضیلِ علی ہم نے سنی اس کی زبانی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

تفکّر (ع) مذکر: محو ہو کر سوچنے کی کیفیت، فکرمندی اور اداسی کا سماں ؎

وہ درختوں پر تفکر کا سماں چھایا ہوا

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

تُفنگ (ف) مونث، بندوق ؎

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

تفنّن (ع) مذکر: قسم قسم کا ہونے کی صورتِ حال، دل لگی اور ہنسی کی کیفیت جس میں آدمی طرح طرح کی باتیں کرتا ہے اور کسی پر قائم نہیں ہوتا ؎

تیری ہستی کا ہے آئینِ تفنن پر مدار

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

تقاضا (ع) مذکر

: صلاحیت ؎

ہر شے میں زندگی کا تقاضا تجھی سے ہے

(آفتاب، ب د، ۴۳)

: طلب اور اصرار ؎

کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طور پر

(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

: خواہش ؎

ہر تقاضا عشق کی فطرت کا ہو جس سے خموش

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

تقدیر (ع) مونث

: قسمت، مقدر، نصیبہ ؎

فلک سے عاجزی افتادگی تقدیرِ شبنم سے

(محبت، ب د، ۱۱۱)

: فطری خصوصیت یا تقاضا ؎

جدا پارے سے ہو سکتی نہیں تقدیرِ سیمابی

(طلوعِ اسلام، ب د، ۳۶۷)

: احکامِ الٰہی، خدائے تعالیٰ کا مقرر کردہ اصول ؎

تارے مست شرابِ تقدیر

(انسان، ب د، ۱۰۶)

: اجرائے حکمِ الٰہی ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

(۳۳، ب ج، ۵۵)

: نظامِ عالم کا پوشیدہ قانون جو لوحِ محفوظ میں ہے ؎

چشمِ دل وا ہو تو ہے تقدیرِ عالم بے حجاب

(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۶)

: (فلسفۂ عدل) مکافاتِ عمل، جیسی کرنی ویسی بھرنی ؎

تقدیر ہے اک نام مکافاتِ عمل کا

(ملازادہ ۱۲، ا ح، ۴۵۱)

: کارکنانِ قضا و قدر ؎

کہنے لگا مریخ ادا فہم ہے تقدیر

(اذان، ب ج، ۱۴۵)

: مشیتِ الٰہی ؎

بندۂ حر کے لیے نشترِ تقدیر ہے نوش

(محراب گل افغان ۱۱، ض ک، ۱۷۲)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ تقدیر قوموں کے عمل سے بنتی ہے

(ض ک، ۲۴)

تقدیر (ابلیس و یزداں): یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا بنیادی خیال انھوں نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتاب "فصوص الحکم" سے اخذ کیا ہے۔ اس نظم میں انھوں نے ابلیس اور خدائے تعالیٰ کی گفتگو انگریزی طرزِ خطابت پر نظم کی ہے

(ض ک، ۴۶)

؎ غالباً علامہ نے "فلک" کہا ہوگا کیونکہ شعرا فلک کے جھکے ہونے کو اکثر عاجزی سے تعبیر کرتے ہیں۔

تقدیرِ الٰہی (۔ ع) مونث، تقدیر + اضافت + الٰہی (رک)، اللہ کا فرمان مراد قضاء و قدر کے راستے پر گامزن ہے

مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیرِ الٰہی

(۱۲، ب ج، ۳۵)

تقدیرِ اُمم (۔ ع) مونث، تقدیر + اضافت + اُمم، امت (رک) کی جمع: دنیا کے تمام گروہوں کی قسمت ہے

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے

(۲۹، ب ج، ۵۲)

تقدیر سے: خوش قسمتی سے ہے

تیرے بکیسا مل گیا تقدیر سے رہبر مجھے

(برگ گل، ب ا، ۱۷۶)

تقدیر شکن (۔ ف) صفت، تقدیر + شکن (مصدر شکستن (= توڑنا) سے فعل امر): قسمت کو پلٹ دینے والی ہے

تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں

(۱۵، ب ج، ۱۹)

تقدیر کا اختر جلنا (ع ا ف ا ر) تقدیر (= قسمت، نصیبہ) + کا (رک) + اَختر (= ستارہ) + جلنا (= آگ میں خاکستر ہونا): قسمت کا ستارہ خاک ہو جانا، بدنصیب اور ناکام ہو جانا ہے

جل گیا پھر مری تقدیر کا اختر کیونکر

(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۵)

تقدیر کی گہرائی: احکامِ الٰہی اور مشیّتِ ایزدی کے اسرارِ پنہاں جن پر غور نہ کرنے کی وجہ سے انسان اکثر خدا سے بدظن اور گمراہ ہو جاتا ہے مثلاً جوان بیٹا مر جائے تو اس سے صبر نہیں ہوتا اور "راضی بہ رضائے الٰہی" کے جادے سے ڈگنے لگتا ہے۔ یہ نہیں سمجھتا کہ اس میں بھی خدا کی کوئی مصلحت ہے ہے

ذرا تقدیر کی گہرائیوں میں ڈوب جا تو بھی

(۳۵، ب ج، ۵۰)

تقدیر کی منطق (۔ ا ر ع) مونث، تقدیر + کی (رک) + منطق (= استدلال کے اصول کا علم، استدلال)، مشیّتِ ایزدی، خدائے تعالیٰ کا حکم جس کے استدلال کو اکثر انسان نہیں سمجھ پاتا ہے

کوئی تقدیر کی منطق سمجھ سکتا نہیں ورنہ

(۳۸، ب ج، ۶۰)

تقدیر ہے تدبیر تری: (اے مسلمان) تو راہِ خدا میں جو تدبیر کرے گا وہی حکمِ الٰہی بن جائے گی ہے

تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۸)

تقدیریں بدلتی ہیں: مراد خود وہ قومیں اپنی سعی پیہم جدّ و جہد سے بدلتی ہیں ہے

کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

(ملازادہ، ۱۳، اح، ۴۲)

تقدیس (ع) مونث: پاکیزگی، پاک دلی کا کام ہے

کام تھا جن کا فقط تقدیس و تسبیح و طواف

(پانچواں تیر، اح، ۱۰)

تقریر (ع) مونث

۱ بیان، مراد نغمہ ہے

شورشِ بزمِ طرب کیا عود کی تقریر کیا

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

۲ شعر و شاعری ہے

دل کی کیفیت ہے پیدا پردۂ تقریر میں

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

تقریر بھی فدا ہو (ع ا ر ع ا ر) تقریر (= گفتگو) + بھی (رک) + فدا (= قربان، صدقے) + ہو (مصدر ہونا سے فعل مضارع): گفتگو کو بھی اس خاموشی پر قربان کر دیا جائے، بات چیت سے وہ فائدہ حاصل نہ ہو اور وہ معرفت کے سبق نہ ملیں جو اس قسم کی خاموشی میں مشاہدۂ قدرت سے حاصل ہوں ہے

ایسا سکوت جس پہ تقریر بھی فدا ہو

(ایک آرزو، ب د، ۴۶)

تقصیر (ع) مونث: قصور، خطا، غلطی ہے

عرض کی میں نے الٰہی مری تقصیر معاف

(ملا اور بہشت، ب ج، ۱۱۰)

تقلید (ع) مونث : بلا سوچے سمجھے آنکھیں بند کر کے کسی کا خیال اپنانے کا عمل، پیروی کرنے دوسرے کی روش پر چلنے کی کیفیت ؎

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

تقنطوا : عربی میں یہ کوئی فعل نہیں، شاعر نے اسے لا تقنطوا کی ضد اور مقابل کے طور پر لکھا ہے۔ لا تقنطوا فعل نہی ہے اس کا مقابل فعل امر اُقنطوا ہے، جس کے معنی ہیں مایوس ہو جاؤ، یہاں یہی معنی اقبال کا مقصود ہیں ؎

اس کے حق میں تقنطوا اچھا ہے یا لا تقنطوا

(جبریل و ابلیس، ب ج، ۱۴۴)

تقویم (ع) مونث

: جنتری ؎

عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۴)

: دستور العمل ؎

دیں مسلک زندگی کی تقویم

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۸)

: مراد خودی کا تمام تیار ہونے کا عمل، خودی کی تربیت اور اس کی پختگی ؎

ہے اشک سحر گاہی تقویمِ خودی مشکل

(محراب گل افغان ۱۲، ض ک، ۱۷۳)

تک (ار)

: (سابق کی تاکید کے لیے) بھی (اس کے ساتھ "بھی" کا استعمال مزید تاکید کے لیے ہوتا ہے)

زیرِ خورشید نشاں تک بھی نہیں ظلمت کا

(انسان اور بزم قدرت، ب د، ۵۵)

: کلمہ انتہا ؎

یہ کہ کر وہ کچھ دیر تک چپ رہا

(ماں کا خواب، ب د، ۲۷)

: (شئے مذکور کے) بقا اور وجود کے وقت تک، اس کے دم سے ؎

رہی بجلی کی بیتابی سو میرے آشیاں تک ہے

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

: بھی ؎

یہ ہے اقبال فیض یاد نام مرتضیٰ جس سے

نگاہ فکر میں خلوت سرائے لامکاں تک ہے

(غزلیات، ب ا، ۴۴۸)

تک ہونا (ف ار) : محدود ہونا، کسی مقرر حد سے آگے نہ بڑھنا ؎

سمجھتا ہوں کہ میرا عشق میرے راز داں تک ہے

(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

تکبّر (ع) مذکر : غرور، گھمنڈ ؎

واعظوں میں یہ تکبر کہ الٰہی توبہ

(فریادِ امت، ب ا، ۱۵۵)

تکبیر (ع) مونث : اللہ اکبر، اذان ؎

کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے

(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

: اللہ اکبر کا نعرہ جو فتح و فیروز مندی کے موقع پر بلند ہوتا ہے ؎

یا وسعتِ افلاک میں تکبیر مسلسل

(قطعہ، ب د، ۹۷)

تکتے رہنا (ار) : لگاتار دیکھے جانا ؎

تکتے رہنا ہائے وہ پہروں تلک سوئے قمر

(عہد طفلی، ب د، ۲۵)

تکرار (ع) مونث

: بحث، جھگڑا ؎

تکرار تھی مزارع و مالک میں ایک روز

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

: دوہرانے کا عمل دوبارہ اسی بات کا اعادہ ؎

ہو نقش اگر باطل تکرار سے کیا حاصل

(۱۵، ب ج، ۱۹)

: ماننے میں تامل اور بحث ؎

نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی

(غزلیات، ب د، ۹۸)

تکلُّف (ع) مذکر: تصنّع، بناوٹ (رک) ؎
مرا مسند پہ سو جانا بناوٹ تھی تکلّف تھا
(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

تکلُّم (ع) مذکر: بات چیت، گفتگو ؎
وہ خموشی شام کی جس پر تکلّم ہو فدا
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

تکمہ[۵] (ف) مذکر: قمیص وغیرہ کے گریبان کی گھنڈی جو بٹن کی جگہ لگائی جاتی ہے ؎
تکمہ کوئی گرا ہے مہتاب کی قبا کا
(جگنو، ب د، ۷۴)

تکوین (ع) مونث: ہونا، پیدا ہونا، خلق کیا جانا ؎
اُسے تیری ذات باعث تکوین روزگار
(صدیقؓ، ب د، ۲۲۴)

تکیہ (ف ار) مذکر: (ف) آرام کی جگہ، (ار) قبرستان (بطور ایہام اس جگہ دوسرے معنی نے ظرافت پیدا کر دی ہے) ؎
کوئی اس شہر میں تکیہ نہ تھا سرمایہ داروں کا
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

تگ (ف) مونث: جلدی جلدی چلنے کا عمل، دوڑ۔

تگ و تاز (- ف ف) مونث: تگ + و (عطف) + تاز، مصدر تاختن (= دوڑنا) سے فعل امر
: دوڑ دھوپ، کوشش، سیاسی مقابلہ ؎
تجھ کو لازم ہے کہ ہو اٹھ کے شریک تگ و تاز
(نصیحت، ب د، ۱۷۷)
: رسائی، پہنچ ؎
تا سرِ عرش بھی انساں کی تگ و تاز ہے کیا
(جواب شکوہ، ب د، ۱۹۹)

تگ و دو (- ف ف) مونث: تگ + و (عطف) + دو، مصدر دویدن (= دوڑنا) سے فعل امر: رک تگ و تاز ؎
کمال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ و دو
(۵۵، ب ج، ۴۷)

تگاپوئے دمادم (- ف ف ف ف ف) مونث: تگ + ا (لاحقۂ اتصال) + پو (= دوڑنا) + ے (لاحقۂ اضافت) + دم (= وقت) + ا (لاحقۂ اتصال) + دم: مسلسل اور پیہم دوڑ دھوپ ؎
یہ تگاپوئے دمادم زندگی کی ہے دلیل
(خضر راہ، ب د، ۲۵۰)

تلاش (ف) مونث: جستجو، ڈھونڈھنے کا عمل ؎
تلاشِ گوشۂ عزلت میں پھر رہا ہوں میں
(فراق، ب د، ۱۳۱)

تلاطُم (ع) مذکر: موجوں کا باہم لڑنا، طغیانی پیدا ہونا ؎
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
(طلوع اسلام، ب د، ۲۶۷)
: دریا کے تھپیڑے مارنے کی سی کیفیت، مراد ولولہ، جوش ؎
اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک
(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

تلافی (ع) مونث: کوئی چیز یا بات جو فوت ہو گئی اس کی جگہ دوسری چیز یا بات جو اس کی کمی کو پورا کر دے عوض، بدل ؎
کر سکتی ہے بے معرکہ جینے کی تلافی
(محراب گل افغان، ۱۲، ض ک، ۱۷۳)

تلافیِ مافات (- ع ع) مونث: تلافی (رک) + اضافت + ما (= جو کچھ) + فات (= فوت ہوا)
: مراد یہ کہ اگر تم ایک تجلی سے محروم رہے تو خود ہی سے کام لو ہزاروں تجلیاں اس محرومی کا تدارک کر دیں گی ؎
دو صد ہزار تجلی تلافیِ مافات
(مسعود مرحوم، ا ح، ۴۹)

تلاوت (ع) مونث: کلام اللہ پڑھنا، قرأت سے قرآن پاک پڑھنا ؎
گانا جسے شب کو تو سحر کو ہے تلاوت
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

تلخ (ف) صفت: بدمزہ، ناگوار، ناخوش، پُر رنج و مصیبت ؎

---

۵ تکمے کے یہ معنی فارسی میں ہیں، اردو میں اس حلقے کو کہتے ہیں جس میں گھنڈی اٹکی رہتی ہے

ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات
(لینن، ب ج ۱۰۸)

تلخ نوائی (ـ ف ف) مونث، تلخ + نوا (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : ناگوار نصائح جو اشعار میں ہیں ۔
چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
(۴۵، ب ج ۲۶)

تلخابِ حیات (ـ ع) تلخاب (رک تلخابہ) + (اضافت) + حیات (رک) : زندگی جس میں جدّوجہد کی کلفتیں برداشت کرنا ہوتی ہیں ۔
انگبیں جس کے جوانوں کو ہے تلخابِ حیات
(حکومت، ض ک ۷۷)

تلخابہ (ف ف) مذکر، تلخ (= کڑوا) + آب (= پانی) + ہ (لاحقۂ نسبت) : کڑوے پانی کا گھونٹ ۔

تلخابۂ اجل (ـ ف ع) تلخابہ + ء (علامت اضافت) + اجل (رک) : موت کو تلخابہ سے تشبیہ دی ہے ۔
تلخابۂ اجل میں جو عاشق کو مل گیا
(شفاخانۂ حجاز، ب د ۱۹۸)

تلخی (ف) مونث : کڑواہٹ، رنج، تکلیف ۔
وہ آنسو کہ ہو جن کی تلخی گوارا
(عشق اور موت، ب د ۸۵)

تلخیِ دوراں (ف ع) مونث، تلخی + اضافت + دوراں (= زمانہ) : زمانے کی تکلیفات، دنیا کے مصائب ۔
تلخیِ دوراں کے نقشے کھینچ کر رلوائیں گے
(داغ، ب د ۸۹)

تلف (ع) مذکر : برباد، رائگاں، فنا ۔
نقش و نگارِ دَیر میں خونِ جگر نہ کر تلف
(۱۶، ب ج ۳۱)

تلقین (ع) مونث : نصیحت، وعظ، ہدایت۔

تلقینِ غزالی (ـ ع) مونث : تلقین + اضافت + غزالی (= امام غزالی جو اسلامیات کے مشہور عالم گزرے ہیں) : امام غزالی کی ہدایات یعنی عشقِ رسولؐ کا درس ۔
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
(جوابِ شکوہ، ب د ۲۰۳)

تلک (ار) ہدک، تک، جس کی یہ ایک صورت ہے ۔
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د ۱۸۸)

تلمیذ/تلمیذ (ف/ع) : شاگرد ۔
اس چمن میں پیرو بلبل ہو یا تلمیذ گل
(شمع اور شاعر، شمع، ب د ۱۹۱)

تلمیذِ رحمانی (ف ع ف) صفت، تلمیذ (رک) + اضافت + رحمان (= خدائے تعالیٰ) + ی (لاحقۂ نسبت) : خدائے تعالیٰ کا شاگرد، براہِ راست غیب سے مضامین پانے والا (مشہور قول الشعراء تلامیذ الرحمان کی طرف اشارہ) ۔
پاک رکھ اپنی زبان تلمیذِ رحمانی ہے تو
(سید کی لوحِ تربت، ب د ۵۳)

تلوار (ار) مونث : لوہے یا فولاد کا ایک ہتھیار جو ہلال کی شکل کا مگر اس سے بڑا ہوتا ہے اور جسے چمڑے کی میان میں رکھ کر کمر میں باندھتے ہیں۔

تلوار کا دھنی (ـ ار ار ار) مذکر : تلوار + کا (رک) + دھن (= سرمایہ، دولت) + ی (لاحقۂ کیفیت) : تلوار کی دولت رکھنے والا یعنی تلوار چلانے کے فن کا ماہر ۔
تلوار کا دھنی تھا شجاعت میں مرد تھا
(رام، ب د ۱۷۷)

تلوّن (ع) مذکر : رنگ بدلنے کا عمل، ایک حالت پر قائم نہ رہنے کی کیفیت۔

تلوّن آشنا (ع ف) صفت، تلوّن + آشنا (= واقف) : جلد جلد رنگ بدلنے والا، غیر مستقل مزاج، تغیر پسند ۔
تو تلوّن آشنا میں بھی تلوّن آشنا
(طفلِ شیر خوار، ب د ۶۷)

تلوّن کیش (ـ ف) صفت، تلوّن + کیش (رک)

: جیسے ایک طریقے پر قرار نہ ہو، ہرجائی ع
اے تلوّن کیش ہی تو صبور بھی رہا بھی نہ (عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

تلوّن مزاجی (- ع ف) مؤنث، تلوّن + مزاج (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : جلد جلد رنگ بدلنے کی کیفیت، ایک راستے اور مسلک پر قائم نہ رہنے کی صورتِ حال ہے

اقبال کی نہ پوچھ تلوّن مزاجیاں
(ب ا، ۹۰ ۵)

تُم (ار) ضمیر جمع مخاطب تعظیماً واحد کے لیے بھی مستعمل، آپ ہے

بھولے سے کبھی تم نے یہاں پاؤں نہ رکھا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

تُم آزماؤ "ہاں" الخ : جس غزل کا مطلع ان لفظوں سے شروع ہوا ہے وہ "بہارِ گلشن" جلد دوم سے لی گئی ہے۔ یہ اقبال نے طالب علمی کے زمانے میں حکیم امین الدین مرحوم کے مکان واقع اندرون بھاٹی دروازہ لاہور کے ایک مشاعرے میں پڑھی تھی۔ اس نشست میں مرزا ارشد گورگانی بھی شریک تھے اور انھوں نے اس شعر پر بہت داد دی تھی۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے
(ب ا، ۳۸۹)

تُم نے آغازِ محبّت میں : ان الفاظ سے جو غزل شروع ہوئی ہے وہ بہارِ گلشن جلد دوم سے لی گئی ہے
(ب ا، ۲۲ ۴)

تماشا (ع) مذکر
: دلچسپ اور عجیب وغریب قابلِ دید نظارہ، ہنگامہ آفریں منظر ہے

میرے مٹنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھی
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

: ہنگامہ ہے
دیکھ لیں گے اپنی آنکھوں سے تماشا شرق و غرب
(ابلیس، ا ح، ۱۱)

تماشا جُو (- ف) صفت، تماشا + جُو (رک جُوئیدن)
: سیر تماشے کی تلاش میں رہنے والی ہے

لاؤ نظارا ہے چشمِ تماشا جُو ذرا
(عہدِ طفلی، ب ا، ۲۸۰)

تماشا خواہ (- ف) صفت تماشا + خواہ (رک) : دیدار کی تمنّا رکھنے والی ہے

اشک موتی بن گئے چشمِ تماشا خواہ کے
(برگِ گل، ب ا، ۱۷۱)

تماشا کرنا (- ار) : دیکھنا ہے

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

تماشائے شرارِ جستہ (- ت ع ف ف) تماشا + ے (علامتِ اضافت) + شرار (رک) + اضافت + جستہ، مصدر جستن (= کودنا، اچھلنا) سے حالیہ تمام + ی (= ایک، کسی) : آگ سے نکلی ہوئی چنگاری کا نظارہ جو اڑتے ہی لمحہ بھر میں فنا ہو جاتی ہے، مراد حسنِ فانی ہے

تو جب تسکیں تماشائے شرارِ جستہ
(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

تماشائی (ع ف) صفت، تماشا (= دیکھنا، سیر و تفریح کرنا) + ئی (لاحقۂ صفتِ فاعلی) : دیکھنے اور سیر کرنے والا ہے

منظر حرماں نصیبی کا تماشائی ہوں میں
(عقلمان خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

تمام (ع) صفت : کُل، سارا ہے

جہاں تمام سوادِ حرم ہوا مجھ کو
(کنارِ راوی، ب د، ۹۴)

: سب کے سب لوگ ہے

حکیم و عارف و صوفی تمام مستِ ظہور
(۱۹، ب ج، ۴۲)

تمام سامان (- ف) ، تمام + سامان (رک) : محبّت اور ہمدردی سے بھرے ہوئے دل کی طرف کنایہ ہے ہے

تمام ساماں ہے ترے سینے میں تو بھی آئینہ ساز ہو جا !
(پیامِ عشق ، ب د ، ۱۳۰)

تمثیل (ع) مونث : مراد ڈراما ، ایکٹنگ (جس مصرع میں یہ لفظ آیا ہے وہ استفہامیہ ہے) ؎
یہی کمال ہے تمثیل کا ؟ کہ تو نہ رہے
(نیازن ، ض ک ، ۱۰۶)

تمدن (ع) مذکر : طرزِ معاشرت ، رہنے سہنے کا ڈھنگ ؎
تمدن تصوف شریعت کلام
(ساقی نامہ ، ب ج ، ۱۲۴)

تمدن آفریں (- ف) تمدن + آفریں (رک) : تہذیب اور معاشرت کا ڈھنگ سکھانے والا ؎
تمدن آفریں خلاق آئینِ جہاں داری
(خطاب بہ جوانانِ اسلام ، ب د ، ۱۸۰)

تمسخر (ع) مذکر : ہنسی مذاق ، مذاق اڑانے کی کیفیت ؎
کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے
(زہد اور رندی ، ب د ، ۶۰)

تملق (ع) مذکر : خوشامد ، چاپلوسی
تیرا اندازِ تملق بھی سراپا اعجاز
(نصیحت ، ب د ، ۱۷۶)

تملق پیشگی (- ف) مونث ، تملق + پیشہ (رک) + گی (لاحقۂ کیفیت) : حکام وغیرہ کی خوشامد کو اپنا مشغلہ بنا لینے کا عمل
ہاں تملق پیشگی دیکھ آبرو والوں کی تو
(غرۂ شوال ، ب د ، ۱۸۲)

تمنا (ع) مونث : آرزو ، دلی خواہش ؎
لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
(بچے کی دعا ، ب د ، ۳۴)

تمناؤں کا خون ہونا (ار) : ناکام ہونا ، شکست کھانا ؎
دیکھیے ہوتا ہے کس کس کی تمناؤں کا خون
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۹)

تمنائے دلِ بلبل (ع ف ف) مونث ، تمنا + ے (علامت اضافت) + دل (رک) + بلبل (رک) بلبل کے دل کا ارمان ، جس سے بلبل عشق کرتی ہے ؎
کس طرح تجھ کو تمنائے دلِ بلبل کہوں
(گلِ پژمردہ ، ب د ، ۵۱)

تمنائے دلی (- ف ف) مونث ، تمنا + ے (علامت اضافت) + دل (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : دل کا ارمان ؎
تمنائے دلی آخر بر آئی سعیِ پیہم سے
(محبت ، ب د ، ۱۱۱)

تمنائے شوق (- ف ع) مونث : اشتیاقِ دیدار سے بھری ہوئی آرزو ؎
کھل جائیں کیا مزے ہیں تمنائے شوق میں
دو چار دن جو میری تمنا کرے کوئی
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۲)

تمنائی (ع ف) صفت ، تمنا (رک) + ئی (لاحقۂ صفت) : تمنا یا آرزو رکھنے والی ، شیدائی ، عاشق
(... کی گود میں بلی دیکھ کر ، ب د ، ۱۱۱)

تموج (ع) مذکر : موجیں مارنا ، زور کے بہاؤ میں پانی کا اوپر کی جانب اٹھ اٹھ کر گرنا ؎
اچھل رہا ہے مثالِ تموجِ جیحوں
(فلاحِ قوم ، ب ا ، تیسرا ایڈیشن ، ۳۰)

تمہارا (ار) ضمیر اضافی جمع مخاطب یا واحد کے لیے مستعمل ، تم کی حالت اضافی ؎
اس راہ سے ہوتا ہے گزر روز تمہارا
(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۲۹)

تمہید (ع) مونث
: کسی مضمون کی اٹھان ، دیباچہ ، مقدمۂ کتاب ؎
ہے ابد کے نسخۂ دیرینہ کی تمہید عشق
(فلسفۂ غم ، ب د ، ۱۵۶)
: پیش خیمہ ، ابتدا ، آغاز ؎
شام تیری کیا ہے صبحِ عیش کی تمہید ہے
(غرۂ شوال ، ب د ، ۱۸۱)
: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کے دو حصے ہیں ، پہلے حصے میں انھوں نے اقوام ایشیا اور

مسلمانوں پر چند حقائق واضح کیے ہیں اور دوسرے حصے میں خود اپنی ذات پر روشنی ڈالی ہے

(ض ک، ۱۱)

تمہیں (ار): تم + ہی کی رسم الخط ہے

تمہیں کر دو یہی آئینِ وفاداری ہے

(شکوہ، ب د، ۲۰۱)

تمیز (ع) مونث: فرق کرنے کی صلاحیت، پہچان ہے

تمیزِ لالہ و گل (- ت ف) تمیز + اضافت + لالہ (رک) + و (عطف) + گل، لالے اور گلاب کے پھول میں فرق کرنے کی کیفیت کہ یہ لالے کا پھول ہے اور وہ گلاب کا (بلبل لالے کا پھول دیکھ کر گلاب کو یاد کرتی ہے اور اس کے فراق میں نالے کرتی ہے) ہے

تمیزِ لالہ و گل سے ہے نالۂ بلبل

(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

تمیزِ ملت و آئیں (ع ع ف ف)، تمیز (= فرق) + اضافت + ملت (= دین و مذہب یا قوم) + و (عطف) + آئیں (= رسم و رواج): وہ فرق جو مذہب یا رسم و رواج یا وطن مختلف ہونے کی وجہ سے (زنّار، تعصب) پیدا ہو ہے

اجاڑا ہے تمیزِ ملت و آئیں نے قوموں کو

(تصویرِ درد، ب د، ۷۶)

تن (ف) مذکر: جسم

تن آساں (- ف) صفت، تن + آساں (رک): جسم کی راحت اور آرام کا عادی ہے

تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ

(ا، ب ج، ۲۳)

تن آسانی (- ف ف) مونث، تن، آسان (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): جسم کی راحت، ذاتی مفاد ہے

ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۳)

تن بہ تقدیر (- ف ع)، تن + بہ (= پر) + تقدیر (رک): جو کچھ اللہ کرے اسی پر راضی ہونے اور خود کچھ تدبیر نہ کرنے کی صورتِ حال

(تن بہ تقدیر، ض ک، ۱۶۰)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ غلامی نے ہمیں اب اس منزل پر پہنچا دیا ہے کہ جد و جہد کو ترک کر کے "تقدیر" کے غلط اور باطل مفہوم پر قانع ہو گئے حالانکہ اسلام میں تقدیر کا مفہوم یہ ہے ـــ بھروسا ہر اک دم خدا اپنے عمل پر توکل بھی اللہ عزوجل پر (از برق و باراں)

(ض ک، ۱۳۰)

تن من (- ا) مذکر، تن + من (= دل): جسم و جان ہے

ہے زینت عاشقوں کی تن من نثار کرنا

(نیا شوالا، ب ا، ۳۴)

تند (ف) صفت: تیز اور سخت ہے

تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رَو

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۴)

تند رَو (ف ف) صفت، تند + رَو (رک): تیزی اور سختی کے ساتھ چلنے یا ٹکرانے والا ہے

گزر جا بن کے سیلِ تند رَو کوہ و بیاباں سے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۳)

تند و پرشور و سیہ مست ز کہسار آمد

مے کشاں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

: اے شراب پینے والو مژدہ ہو (یعنی خوش ہو جاؤ) کہ گھنگھور گھٹا نہایت تیزی کے ساتھ شور مچاتی ہوئی سیاہ و بدمست پہاڑ کی طرف سے اٹھی ہے۔

(ابرِ کہسار، ب ا، ۲۸۴)

تندرستی (ف) مونث: جسمانی صحت ہے

تندرستی کے لیے ورزش کی عادت چاہیے

(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۵۴۲)

تندی (ف) مونث: تیزی، افزونی ہے

خودی کی شوخی و تندی میں کبر و ناز نہیں

(۱۵، ب ج، ۳۸)

تنقید (ع) مونث : اچھے برے کی پرکھ کے لیے نکتہ چینی یہاں وہ نکتہ چینی مراد ہے جو عقل آئے دن مذہبی اصول و فروع پر کرتی رہتی ہے اور اس کی وجہ سے عقائد میں خلل پیدا ہو جاتا ہے ؎

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں

(غزلیات، ب د، ۲۸۲)

تُنک (ف) صفت : خفیف، کمزور، کم، بے حقیقت

تُنک تابی (۔ ف ف) مونث : تنک + تاب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : ہلکا ہلکا چمکنا، ٹمٹمانا ؎

دلیلِ صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۷)

تُنک جلوہ (۔ ع) صفت : تنک + جلوہ (رک) : کمزور جلوے والا، وہ حسن جس کا جلوہ چند روزہ ہو، حسنِ ظاہر ؎

محفلِ ہستی میں جب ایسا تنک جلوہ تھا حسن

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

تُنک بخشی (۔ ف ف) مونث : تنک + بخش، مصدر بخشیدن (= بخشنا، دینا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) : (ضرورت سے) کم دینا، ضرورت کے مطابق نہ دینا، دینے میں بخل کرنا ؎

تنک بخشی کو استغنا سے پیغامِ خجالت دے

(پھول، ب، ۲۵۰)

تُنک لباس (۔ ع) صفت : تنک + لباس (رک) : جس کا لباس اتنا تنگ ہو کہ جسم کی بناوٹ اور ابھار نظر آئے ؎

جہاں قمار نہیں زن تنک لباس نہیں

(انتداب، ض ک، ۱۵۲)

تُنک مایہ (۔ ف) صفت : تنک + مایہ (رک) : مال یا طاقت وغیرہ کے لحاظ سے کمزور ؎

ہے تنک مایہ تو ذرے سے بیاباں ہو جا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۷)

تُنک مے (۔ ف) صفت : تنک + مے (رک) : جو شراب پی کر بہکنے لگے اور نشۂ مے کو ضبط نہ کر سکے ؎

اس تُنک مے کو نہ کر محرمِ راز اے ساقی

(ب ا، ۵۹۳)

تِنکے (ا ر) مذکر (تنکا واحد) : کوڑا کرکٹ وغیرہ جس سے اکثر پرندے گھونسلا بناتے ہیں (مراد سازو سامانِ عشق، جذباتِ عشق) ؎

لاؤں وہ تنکے کہیں سے آشیانے کے لیے

(غزلیات، ب د، ۹۹)

تنکے چُننا (ار) محاورہ : گھونسلا بنانے کے لیے اِدھر اُدھر سے کوڑا کرکٹ چن چن کر لانا، پریشانی میں مبتلا ہونا، فکرمند ہونا ؎

تنکے چنتے ہیں وہاں بھی آشیاں کے واسطے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

تَنگ (ف) صفت : جس میں وسعت نہ ہو، محدود، مختصر ؎

تنگ ہے صحرا ترا محمل ہے بے لیلا ترا

(شمع اور شاعر، شمع، ۱۸۵)

تنگ آنا (ف ار) : دق ہو جانا، زچ ہونا، گھبرا جانا ؎

تنگ آ کے میں نے آخر دیر و حرم کو چھوڑا

(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

تنگ دامانی (۔ ف ف) مونث : تنگ + داماں (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : اُن جلووں کے مقابلے میں جن کے مظاہر بے شمار ہیں عقل کا دامن تنگ ہونے کی صورتِ حال (لائق فریاد ہے) ؎

خرد کی تنگ دامانی سے فریاد

(رباعیات، ۲، ا ح، ۳۰۱)

تنگ دَست (۔ ف) صفت : تنگ + دست (رک) : جس کا ہاتھ تنگ ہو، مفلس، محتاج ؎

کچھ غم نہیں جو حضرت واعظ ہیں تنگ دست

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

تنگ دَستی (۔ ف ف) مونث ، تنگ دست (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) ؛ غربت ، مسکینی ، غریبی ؎
تنگ دستی فراخ دستی ہے
(ب ا ، ۲۹۲)

تنگ نَظَر (۔ ع) صفت ، تنگ + نظر (رک) ؛ جو بالکل ظاہری باتوں کو دیکھتا ہے اور دل کی گہرائی تک پہنچ کر کسی کے متعلق رائے قائم نہیں کرتا ، مذہب کے ظاہری احکام کا پابند جو معرفت اور ایمان کی لذت سے محروم ہے ؎
زاہدِ تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
(فریادِ امت ، ب ا ، ۱۴۲)

تَنْوِیر (ع) مونث
؛ دوسروں کو روشنی پہنچانے یا روشن کرنے کا عمل ؎
جستجو میں لذت تنویر رکھتی ہے مجھے
(شعاعِ آفتاب ، ب د ، ۲۳۷)

؛ روشنی ؎
شمع کے اشکوں میں ہے لپٹی ہوئی تنویر آج
(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۱۷)

تَنْہا (ف) صفت
؛ ایک ، اپنے اوصاف میں بے مثال ؎
بزم میں اپنی اگر یکتا ہے تو تنہا ہوں میں
(چاند ، ب د ، ۹۰)

؛ اکیلا ؎
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۸)

تَنْہائی (ف) مونث ، تنہا (رک) کا اسم کیفیت ؎
کھڑے ہیں دور وہ عظمت فزائے تنہائی
(کنارِ راوی ، ب د ، ۹۵)
؛ یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے ۔ اس مختصر نظم میں اقبال نے غیر شعوری طور پر اس آیت کے مفہوم کی ترجمانی کی ہے جس میں کہا گیا ہے کائنات کے ذرے ذرے میں اللہ کی نشانیاں مضمر ہیں ، نظم بہت چھوٹی سی ہے مگر مقصد بہت بڑا ہے
(ب د ، ۱۲۹)
؛ صاحب باقیات لکھتے ہیں کہ " ابتدا میں اس نظم کے سات شعر تھے " پانچ بانگ درا میں آچکے ، باقی دو یہ ہیں " (اس کا انھوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا) ؎

تُو (ار) ضمیر واحد مخاطب مذکر و مونث ؎
تو جواں ہے گردشِ شام و سحر کے درمیاں
(ہمالہ ، ب د ، ۲۱)

تُو کہ مَیں ؛ اس ردیف کی غزل میں "تُو" کا مخاطب کل کائنات ہے اور "مَیں" سے "انسان" مراد ہے (کہنا یہ چاہتے ہیں کہ وجہِ تخلیق انسان کی ذات ہے) ؎
عالم آب و خاک و باد سرِّ عیاں ہے تُو کہ مَیں
(۴ ، ب ج ، ۲۸)

تُو نے ہی سکھائی تھی ؛ یعنی تیرے عشق اور فراق نے ؎
تُو نے ہی سکھائی تھی مجکو یہ غزل خوانی
(۱۵ ، ب ج ، ۱۹)

تو (ار) کلمۂ جزا
؛ عموماً جواب ، اگر و غیرہ کے بعد دوسرے فقرے کے شروع میں ؎
آؤ جو مرے گھر میں تو عزت ہے یہ میری
(ایک مکڑا اور مکھی ، ۲۹)

؛ اس لیے ؎
میں تو جلتی ہوں کہ ہے مضمر مری فطرت میں سوز
(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۸۴)

؛ تاکید کے لیے زائد ؎
قاتل تو تھا ان کو آتے ہیں قاصد
(غزلیات ، ب د ، ۹۹)

؛ کم سے کم ؎
اثر کرے نہ کرے سن تو لے مری فریاد
(۴ ، ب ج ، ۸)

؛ دوسرے جملے کے مفہوم کا امکان پہلے پر منحصر ہونے کا اظہار کرنے کے لیے ؎
جمع کر خرمن تو پہلے دانہ دانہ چن کے تُو

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

: محذوف کے جواب میں ؎

تو طلب خو ہے تو میرا بھی یہی دستور ہے

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

توکیا: تو اس میں کیا لطف، تو اس کا کیا فائدہ ؎

تہِ دام بھی غزل آشنا رہے طائرانِ چمن تو کیا

(غزلیات، ب د، ۲۸۱)

: تو پھر اس میں کیا قباحت ہے ؎

عجمی خم ہے تو کیا مے تو حجازی ہے مری

(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

: پھر کیا فکر ہے ؎

خفتہ خاکِ پے سپر میں ہے شرار اپنا تو کیا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۱)

تواضع (ع) مونث: اور عاجزی سے جھکنے کا عمل، سر جھکا دینے کی کیفیت ؎

پیری ہے تواضع کے سبب میری جوانی

(زہد اور رندی، ب د، ۹۰)

تواضع کرنا خاطر مدارات کرنا، آؤ بھگت کرنا ؎

پہلے تو بری گھاس سے کی ان کی تواضع

(مکوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۵)

توانا (ف ف) صفت، تواں (= طاقت) + ا (لاحقہ صفت فاعلی): طاقت رکھنے والا، طاقتور ؎

یہ ہستی دانا ہے بینا ہے توانا ہے

(انسان، ب د، ۱۷۹)

تو اے پروانہ ایں گرمی ز شمع محفلے داری
چو من در آتش خود سوز اگر سوز دلے داری

: اے پروانے! تیری یہ سرگرمی ایک اور محفل کی شمع (یعنی تہذیب مغرب) سے مستعار لی ہوئی ہے۔ اگر درحقیقت تیرے دل میں لگن ہے تو اپنی آگ میں جل (یعنی اسلام کی روایات پر عمل کر)

(تہذیب حاضر، ب د، ۲۲۵)

تو با زمانہ بساز: تو اپنے وقت اور ماحول کے ساتھ نباہ کر، معاشرے کے سانچے میں ڈھل جا ؎

حدیث بے خبراں ہے، تو با زمانہ بساز

(۱۲، ب ج، ۱۶)

تو بتو (= تہ بتہ) (فارسی قاعدے سے): جو ایک دوسرے کے اوپر تلے ہیں ؎

کیا زمیں کیا مہر و مہ کیا آسمان تو بتو

(ابلیس، ا ح، ۱۱)

تو برگ گیاہے ندہی اہل خرد را
او کشت گل و لالہ بہ بخشد بہ خرے چند

: تو صاحبانِ عقل کو ایک گھاس کا تنکا بھی نہیں دیتا (اور) وہ (فرنگی) چند گدھوں کو گلاب اور لالے کے پھولوں کا تختہ بخش دیتا ہے

(۱۲، ب ج، ۲۰)

توبہ (ع) مونث: خدا کی پناہ، ہرگز ایسا نہیں کروں گا ؎

میں کسی کو برا کہوں توبہ

(خط منظوم، ب ا، ۱۶۴)

توبہ کرنا (ف-ار) کسی عمل کے ارتکاب سے کان پکڑنا ؎

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ

(۵۸، ب ج، ۷۶)

توپ (ف) مونث: بارود وغیرہ سے بھرا ہوا بڑا گولہ چلانے کا آلہ جو اکثر جنگ میں کام آتا ہے ؎

تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

توحید (ع) مونث

: ایک خدا ہونے کا عقیدہ، اسلام ؎

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے

(ترانۂ ملی، ب د، ۱۹۹)

: اتحاد ؎

حرم کا راز توحیدِ امم ہے

(رباعیات، ب ج، ۸۲)

: ایک ہونے کی صورتِ حال (رک)

(تثلیث فی التوحید، ب ۱۸۰۱ھ)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے توحیدِ الٰہی کے حقائق و معارف بیان کیے ہیں جن کے سمجھنے سے مساجد کے ملا محروم ہیں۔

(من ک ، ۲۵)

تُو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے : اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ خدا نے تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ اسی قوم کی حالت تبدیل کرتا ہے جو خود اپنی حالت تبدیل کرے۔

(رباعیات ۲۰، اح ۳۲۰)

تُو دل خود را دلے پنداشتی
جستجوے اہل دل بگذاشتی

: تو نے اپنے دل کو (یعنی گوشت کے لوتھڑے کو) دل سمجھ لیا اور اس کے بعد "اہل دل" (رہبر کامل) کی تلاش چھوڑ دی، جب تو اہل دل" کو ڈھونڈ ھے گا اور اسے پالے گا تو تجھے اپنا دل مل جائے گا (یہ خیال اس حدیث سے ملتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنے زمانے کے امام اور رہبر کو نہ پہچانے اس کی موت جاہلیت (قبل اسلام) کی موت کے برابر ہے)

(پیر و مرید، ب ج ، ۱۴۱)

تُودَہ (ف) مذکر: ڈھیر، انبار ؎

خاشاک کے تودے کو کہے کوہ دماوند

(۱۶، ب ج ۲۱)

تُوران : ترکی ؎

کہ تورانی ہو ترانی سے مہجور

(تاتاری کا خواب، ب ج ۱۵۵)

توڑ دی بندوں نے آقاؤں کے خیموں کی طناب : اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ کارل مارکس کی تعلیمات سے متاثر ہو کر لوگوں کی ذہنیت اتنی بدل گئی کہ اپنے آقاؤں کا تختہ الٹ کر خود حکمران بن بیٹھے

(تیسرا منبر ۱۰، اح ۸۰)

توڑ کے جام و سبو : مراد عشق و معرفت کی زندگی سے دست بردار ہو کے، یعنی غفلت اور بے عملی میں پڑ کے ؎

ڈھونڈ رہا ہوں اسے توڑ کے جام و سبو

(دعا، ب ج ۹۲)

توڑنا (ار)

: ٹکڑے کرنا ؎

یہ چہانیاں ہی ذرا توڑ کر دکھا مجھ کو

(ایک پہاڑ اور گلہری ، ۲۱)

: کاٹنا، جگہ سے جدا کرنا ؎

دانہ ناکامی فلک نے تاک کر توڑا اسے

(غزلیات، ب د ۹۹)

: باطل اور بے اثر کر دینا ؎

توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

(خضر راہ، ب د ۲۶۱)

: کسی کام کا سلسلہ منقطع کر دینا ؎

اشارہ پاتے ہی صوفی نے توڑ دی پرہیز

(۱۲، ب ج ۱۶)

توز (ف) امصدر توختن (=دین) ادا کرنا) سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک جنگ توز)

تَوسَن (ف) مذکر: گھوڑا (تیز موج یا سیل آب مستعار لہ ہے) ؎

آب میں مثل ہوا جاتا ہے توسن میرا

(موجِ دریا، ب د ۹۲)

تَوسَنِ اِدراک (ف ع) مذکر، توسن (رک) + اضافت + ادراک (= عقل، غیر معلوم چیزوں کو دریافت کرنے کی صلاحیت) : انسان کی عقل سرکش گھوڑے کی طرح تیز رفتار ہے کہ کسی مرحلے پر تحقیق و جستجو سے رکتی ہی نہیں ؎

توسن ادراک انسان کو خرام آموز ہے
(گل رنگین، ب د، ۲۵)

تو صاحب نظری انچہ در ضمیر من است
دل تو بیند و اندیشۂ تو می داند

(اے نواب!) تو دانا و بینا اور صاحب فہم ہے، میرے مافی الضمیر یا نیت کو تیرا دل بھی دیکھ رہا ہے اور تیرا خیال بھی سمجھ رہا ہے
(اعلیحضرت نواب سر الخ، ض ک، ۹)

توفیق (ع) مونث: بندے کی نیک خواہش میں ہدایت رہنمائی اور کام کو پورا کرنے کا حوصلہ
تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۴)

توقیر (ع) مونث: وقار، عزت
چشم اغیار میں بڑھتی ہے اسی سے توقیر
(رباعیات، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۲)

تولنا (ار)
: قدر، قیمت یا لیاقت و صلاحیت کو جانچنا، لیاقت کو پرکھنا
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے
(جمہوریت، ض ک، ۱۴۹)

تو مرغ سرائی خورش از خاک بجوئی
ما در صدد دانہ بانجم زدہ منقار

: تو گھر کے آس پاس گھومنے والا پرندہ ہے اس لیے زمین میں اپنی غذا ڈھونڈتا ہے (مگر) ہم دانے کی فکر میں ستاروں تک پہنچ جاتے ہیں
(ایک مکالمہ، ب د، ۲۱۹)

تونگری (ف) مونث: امیری، دولتمندی
جو فقر سے ہے میسر تونگری سے نہیں
(مسلمان کا زوال، ض ک، ۲۰)

توہم (ع) مذکر: وہم، وسوسہ، یہ گمان کہ جلوہ طور پر ملے گا
طور کی سمت نہ لے جائے توہم مجکو
(فریاد امت، ب ا، ۱۵۲)

توہمات (ع) مذکر، توہم (= وہم، وسوسہ، گمان، شک) کی جمع
گاہ الجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں
(ا، ب ج، ۵)

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست
دل فراز عرش باشد نے بہ پست

: تو یہ کہتا ہے کہ میرا دل میرے پاس ہے (یہ تو گوشت کا ٹکڑا ہے) دراصل دل تو وہ ہے جو عرش الٰہی پر ہے یعنی دل درحقیقت کوئی مادی شے نہیں بلکہ اس قوت روحانی کا نام دل ہے جو عالم بالا کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اقبال تو دل خود را الخ)
(پیر و مرید، ب ج، ۱۴۱)

تہ (ف) مونث
: برتن میں اندر کی طرف کا تلا جہاں گاد وغیرہ بیٹھ جاتی ہے، تلا
تھی تہ بیں مگر درد خیال ہمہ دانی
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

: نیچے
اماں بھی کر تہ دامن سحر نہ ملی
(اختر صبح، ب د، ۱۱۵)

: پانی کی تھاہ یا بالکل نچلا حصہ جہاں زمین ہو
دریا کی تہ میں چشم گرداب سو گئی ہے
(رات اور شاعر، ب د، ۱۴۲)

تہ افلاک (ف ـ ع) ظرف، تہ + اضافت + افلاک (= فلک (رک) کی جمع): آسمانوں کے نیچے یعنی زمین پر
ایسی کوئی نعمت تہ افلاک نہیں ہے
(ترجمہ از ڈاٹنگ، ب ا، ۱۹۲)

تہ جرعہ (ف ـ ع) مذکر، تہ + جرعہ (= پانی کا گھونٹ): شراب کا تلچھٹ، مراد ادنیٰ قسم کے علوم

مے فرنگ کا تہ جرعہ بھی نہیں ناصاف

(۲۰، ب ج ، ۸۱ ۷)

تہ دامانِ بادِ اختلاط انگیز (۔ ف ف ع ف) ظرف ، تہ (= نیچے) + اضافت + دامان (رک) + اضافت + باد (رک) + اختلاط (= دوستی ، محبت) + انگیز (رک) : باہم محبت اور میل جول پیدا کرنے والی ہوا کے دامن میں ۔

ہے تہ دامانِ بادِ اختلاط انگیز صبح

(نمودِ صبح ، ب د ، ۱۵۴)

تہ نقاب (ف ع) ، تہ + اضافت + نقاب (= پردہ) : پردے کے اندر یا آنکھوں کی رسائی سے دور ۔

پنہاں تہِ نقاب تری جلوہ گاہ ہے

(دردِ عشق ، ب د ، ۵۰)

تہ نگیں (ف ف) ، تہ + اضافت + نگیں (= مہر) : تابع حکم ، اشاروں پر چلنے والا ۔

کیا خرد سے جہاں کو تہ نگیں میں نے

(سرگزشت آدم ، ب د ، ۸۲)

تہ و بالا (۔ ف ف) تہ + و (عطف) + بالا (= اوپر) : الٹ پلٹ ، منقلب ، جس میں انقلاب برپا ہو گیا ہو ۔

اسی ہنگامے سے محفل تہ و بالا کر دیں

(عبدالقادر کے نام ، ب د ، ۱۳۲)

تھا (ار) فعل ناقص ، ماضی بعید کے لیے مستعمل ۔

ایک جلوہ تھا کلیمِ طورِ سینا کے لیے

(ہمالہ ، ب د ، ۲۱)

تھامنا (ار)

۱- گرتے ہوئے کو گرنے نہ دینا ، سہارا دے کر روک لینا ۔

مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

(ساقی ، ب د ، ۲۰۸)

۲- روکنا ، نکلنے نہ دینا ، دبانا ، وقت آنے تک محفوظ رکھنا ۔

اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

(غزلیات ، ب د ، ۲۷۸)

تہذیب (ع) مونث : روایات ، اخلاق ، تمدن اور ثقافت کی مجموعی صورتِ حال (جس کے اختلاف کو عوام کے ذہن نشین کر کے تعصب کی پرورش کی جاتی ہے) ۔

نسل قومیت کلیسا سلطنت تہذیب رنگ

(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۶۲)

: مجازاً درستی ، اصلاح ۔

تہذیب کا کاروبار ام تھے اگر یہاں

(پنجاب کا جواب ، ب ا ، ۲۱۷)

تہذیبِ حاضر (۔ ع) مونث ، تہذیب + حاضر (= موجود) : آج کل کی تہذیب ، نئی تہذیب ، دورِ حاضر کا تمدن ، رسم و رواج اور ثقافت وغیرہ ۔

اور دیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی

(طلوعِ اسلام ، ب د ، ۱۴۶)

تہذیبِ حاضر ، تضمین بر شعرِ فیضی : یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے فیضی (شاعرِ فارسی) کا ایک شعر تضمین کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ مغربی تہذیب میں کیا کیا خرابیاں ہیں اس لیے مسلمانوں کو اسے نہیں اپنانا چاہیے ۔ فیضی ، اکبرِ اعظم کا درباری اور ہندی نژاد شاعر تھا ، عربی فارسی ترکی اور سنسکرت چاروں زبانوں میں مہارت رکھتا تھا ۔ طباعی اور ذہانت میں اس وقت کے تمام ادیبوں اور مدبروں سے بڑھ چڑھ کر تھا ۔ اس کی تفسیر سواطع الالہام اس کی لیاقت اور قدرتِ کلام کی کھلی دلیل ہے ۔ اس کے دیوانِ فارسی میں صدہا شعر ایسے ہیں جن کا ایک مصرع فارسی ہے اور دوسرا عربی ، ۹۵۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۰۰۴ھ میں وفات پائی ۔

(ب د ، ۲۳۵)

تہذیبِ حجازی کا مزار (۔ ع ار ع) تہذیب + اضافت + حجازی (رک) + کا + مزار (= مقبرہ) : جہاں اسلامی تہذیب دفن ہے (ڈھائی تین سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہنے کی طرف اشارہ) ۔

۔ جس میں شروع سے آخر تک سب بے نقط حروف استعمال کیے گئے ہیں۔

وہ نظر آتا ہے تہذیبِ حجازی کا مزار
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

تہذیب کا آزر (۔ ا ر ف) مذکر: موجودہ تہذیب کو آزر سے تشبیہ دی ہے کیونکہ یہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے دُور کرتی ہے ۔
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

تہذیب کا مریض: وہ شخص جسے انگریزی تہذیب اختیار کرنے کی بیماری یا مالیخولیا ہے ۔
تہذیب کے مریض کو گولی سے فائدہ؟
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

تہذیب کے پھندے میں گرفتار: مراد یہ کہ فرنگیوں اور دیگر مہذب اقوام یورپ نے انھیں (یعنی شام و فلسطین کو) اس طرح اپنے جال میں پھانس لیا ہے کہ اب کسی طرح ان سے آزاد ہونے کی امید نہیں ۔
بے چارے ہیں تہذیب کے پھندے میں گرفتار
(دامِ تہذیب، ض ک، ۱۵۲)

تہذیب کے فرزند: (طنزیہ) جو تہذیب کے گویا بیٹے ہیں، بڑے مہذب بنتے ہیں
(آزادیِ نسواں، ض ک، ۹۵)

تھک کر: عاجز ہو کر، مراد حاملِ عشق کی رفتار کے مقابلے میں ہار کر ۔
کارواں تھک کر فضا کے پیچ و خم میں رہ گیا
(۱۴، ب ج، ۱۸)

تھک کر رہ جانا (ار) ہاتھ پاؤں کا شل ہو جانا، تھکنے کے باعث آگے بڑھنے سے مجبور ہونا ۔
راتوں کے چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم
(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

تھکنا (ار): دوڑ دھوپ یا زیادہ مشقت وغیرہ کے باعث) تھکن محسوس کرنا ۔
ہم تھک بھی گئے چمک چمک کر
(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۹)

تہمت (ع) مونث: الزام (اس جگہ طنزیہ ہے) ۔
تہمت تاثیر سے موزوں نفس آلودہ ہے
(والدۂ مرحومہ کی یاد میں، ب د، ۳۷۲)

تھمنا (ار): ٹھہرنا، رکنا، جو کیفیت طاری ہو اس میں وقفہ ہونا، توقف کرنا، جاری کام کو روکنا ۔
تھم ذرا بیتابیِ دل بیٹھ جانے دے مجھے
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

تھوڑا سا (ار ار): ذرا سا، قدرے ۔
تھوڑا سا جو مہربان فلک ہو
(دو ستارے، ب د، ۱۴۸)

تھوڑی (ار) صفت: ذرا سی، قدرے ۔
اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلفِ برہم سے
(محبت، ب د، ۱۱۱)

تھوڑی سی زندگی: ستاروں کی زندگی کو "تھوڑی سی" سے اس لیے تعبیر کیا کہ وہ رات بھر کے مہمان ہوتے ہیں ۔
یہ بات پا گئے ہم تھوڑی سی زندگی میں
(بزمِ انجم، ب د، ۱۲۴)

تہی (ف) صفت: خالی ۔
شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی
(۸، ب ج، ۱۲)

تہی آغوش (۔ ف) صفت، تہی + آغوش (ار ک): جس کی گود خالی ہو، جس کے بچہ پیدا نہ ہو (ضبطِ تولید کے باعث) ۔
مرد بیکار و زنِ تہی آغوش
(ایک سوال، ض ک، ۹۳)

تہی دستی / تہیدستی (۔ ف ف) مونث، تہی + دست (ار ک) + ی (لاحقۂ کیفیت): ہاتھ خالی ہونے کی صورتِ حال، مفلسی، غریبی ۔
محفلِ ہستی میں آزاد تہیدستی نہ ہو
(ب ا، ۵۸۶)

تہی ساغر (۔ ف) جس کا پیالہ خالی ہے (ہلال جس کی شکل خالی پیالے کی سی ہوتی ہے) ۔
اے تہی ساغر ہماری آج ناداری بھی دیکھ

(غرّۂ شوال، ب د ۱۸۲)

تہی کیسہ (- ف) صفت، تہی + کیسہ (= جیب)
: مفلس، جس کی جیب پیسے سے خالی ہے ؎
آزاد و گرفتار و تہی کیسہ و خورسند
(۱۲، ب ج ۲۱)

تھی (ار): تھا (رک) کا مونث
نہ آتے، ہمیں اس میں تکرار کیا تھی
(غزلیات، ب د ۹۸)

تھیاٹر (مورد) مذکر: تھیٹر (THEATRE)
(تیاتر، ض ک ۱۰۶)
: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس
میں انھوں نے بتایا ہے کہ اس فن سے انسان نقال
بن جاتا ہے اور یہ خودی کے منافی ہے
(ض ک، ۱۰۶)

تیار[سے] (ع) صفت: آمادہ، مستعد ؎
وہ ضمانت کے لیے تیار ہے
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۲)

تیتر (ار) مذکر: ایک بندکیوں والا پرند جو کبوتر سے بڑا
اور مرغ سے چھوٹا ہوتا ہے، عموماً گیہوں کے کھیت
میں اس کا شکار آسانی سے ہوتا ہے ؎
اک دوست نے بھونا ہوا تیتر اسے بھیجا
(ابو العلا معرّی، ب ج، ۱۵۶)

تیر (ف) مذکر: آلات جنگ میں ایک نوکدار چھڑ جسے
کمان میں رکھ کر شکار یا دشمن پر پھینکتے ہیں ؎
اٹھ گئے ناوک فگن، مارے گا دل پر تیر کون
(داغ، ب د، ۹۰)

تیر ترازو ہو جانا: تیر کا اس طرح جسم میں گڑنا کر آدھا ادھر
ہو آدھا ادھر ؎
کبھی تیر جنوں دل میں ترازو ہو ہی جائے گا
(ب ا، ۳۸۴)

تیر کی صورت نہیں ہیں طعنۂ اغیار کیا: اس مصرع میں "ہیں"
کی جگہ "نہیں" پڑھیے
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۲)

تیر لگنا (- ار): تیر کی طرح دل میں چبھنا ؎
تیر لگتی ہے نگاہ چشم تو دولت مجھے
(رخصت اے بزم جہاں، ب ا، ۳۱۵)

تیر نیم کش (- ف ف) مذکر، تیر + نیم (رک) + کش
(رک): وہ تیر جسے چھوڑتے وقت کماندار نے کمان
کو پورا نہ کھینچا ہو اور اس وجہ سے وہ پار نہ ہو سکے، ادھورا
غیر موثر تیر، مراد ادھوری کوشش ؎
آہ وہ تیر نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف
(۱۲، ب ج، ۳۹)

تیرا (ار): تو ضمیر مخاطب کی اضافی صورت ؎
مرید پیر نجف ہے غلام ہے تیرا
(التجائے مسافر، ب ا، ۳۴۶)

تیرتھ (ار) مذکر: پاک جگہ، مقدس مقام، زیارت گاہ،
شوالا ؎
دنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہو اپنا تیرتھ
(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

تیرگی (ف) مونث: تاریکی، سیاہی ؎
اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلف برہم سے
(محبت، ب د، ۱۱۱)

تیرہ (ف) صفت: تاریک، بے نور ؎
تجھ کو خاک تیرہ کے فانوس میں پنہاں کیا
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

تیرہ درون (- ف) صفت، تیرہ + درون (رک):
جس کا دل یا باطن کالا ہے، جو اندر سے بھی سیاہ ہے ؎
زخاک تیرہ درون تا بہ شیشۂ حلبی
(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

تیرہ روز (- ف) صفت، تیرہ + روز (رک)، بدقسمتی
نحوست اور مایوسی کی زندگی بسر کرنے والا ؎
اہل دل اس دیس میں ہیں تیرہ روز

سے اصلاً اس کا املا "طیار" ہے کیونکہ یہ اصطلاح میر شکاروں سے لی گئی ہے
جب کوئی شکاری پرند کریز سے نکل کر اڑنے اور شکار کرنے کے قابل ہو
جاتا ہے تو وہ اس کو طیار (= اڑنے والا) کہا کرتے تھے پھر مہیا چیز کے لیے عام ہو گیا۔

(پیرو مرید، ب ج، ۱۲۲)

تیری (ار) تیرا (رک) کی تانیث ؎

چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

تیری قسمت کا نہیں ہے الخ : یہ مصرع استفہامیہ ہے

(کلاہ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۲)

تیری مَحَبَّت (ا ر ع) : تیری یعنی تیری کی ہوئی محبّت، وہ محبّت جو تو نے اللہ تعالیٰ سے کی ؎

نہاں ہے تیری محبّت میں رنگِ محبوبی

(التجائے مسافر، ب د، ۹۲)

تیرے (ار) تیرا (رک) کی مغیرہ صُورت ؎

چرخ نے باندھی ہے دستارِ فضیلت تیرے سر

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

: تمھارے دوست رفیق اور ہمدم و ہمدرد ؎

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۸)

تیرے پہلو سے اٹھا : اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ تیرے دل کو بھی (اس سے) تکلیف ہوئی (یعنی تو ہمدرد تھا) ؎

درد جو انساں کا تھا وہ تیرے پہلو سے اٹھا

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۲)

تیرے پیاروں کا الخ : جس شعر میں یہ الفاظ آئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اے حبیب اللہ تو جن کو پیار کرتا تھا جب ان کے بارے میں لوگوں کے یہ خیالات ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملک طلبی الخ (رک) کہنے پر اُن کے بارے میں لوگ سبک الفاظ استعمال کرنے لگے تو پھر میرا کیا ذکر ہے، میں تو ان کا ایک ادنیٰ غلام ہوں، مجھے خدا جانے کن کن لفظوں میں یہ لوگ برا کہتے اور میری غیبت کرتے ہیں ؎

تیرے پیاروں کا جو یہ حال ہوا اے شافعِ حشر

(فریادِ امت، ب ا، ۱۵۶)

تیرے دامن کی ہواؤں سے اگا تھا یہ شجر : یہ درخت (یعنی بدھ مذہب) تیری ہی وادی میں سرسبز ہوا تھا (کیونکہ مہاتما گوتم بدھ ہمالیہ ہی کی وادی میں بسر کرتے تھے

(ہمالہ، ب ا، ۲۷)

تیرے شرر میں : یعنی عشق کی اس چنگاری میں جو تیرے دل کے اندر قدرت نے ودیعت کر دی ہے ؎

خورشیدِ جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں

(زُہد و رندی الخ، ب ج، ۱۳۳)

تیرے ہُنَر کا جہاں دَیر و طواف و سجُود : یعنی ایسی حالت میں تیرے آرٹ کا مرکز بتخانہ اور طواف اور سجدے یعنی امراء و حکام اور ان کی غلامی ہوگی

(اہلِ ہنر سے، ض ک، ۱۱۲)

تیرے ہنگاموں سے : مراد تیری شعر و سخن کی سرگرمیوں اور ذوق محبّت پیدا کرنے والے اشعار سے ؎

تیرے ہنگاموں سے اے دیوانۂ رنگیں نوا

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

تیز (ف) متعلق فعل

: جلد، شتاب، پھرتی کے ساتھ ؎

وہ پیچھے تھا اور تیز چلتا نہ تھا

(ماں کا خواب، ب د، ۳۲)

: (صفت) جو کاٹ زیادہ کرے، دھاردار ؎

نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

: نکیلا، نوک دار، چبھنے والا ؎

کرتا ہوں سر خار کو سوزن کی طرح تیز

(قطعہ، ب ج، ۱۷۰)

تیز پا (ـ ف) تیز + پا (= پانو، قدم) : تیز چلنے یا دوڑنے والا ؎

ہے جادۂ حیات میں ہر تیز پا خموش

(موٹر، ب د، ۱۷۸)

تیز دستی (ـ ف ف) مؤنث، تیز + دست (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : ہاتھ کی پھرتی، مہارتِ فن ؎

دربار کھا ہے اس کو زخمہ ور کی تیز دستی نے

(۱، ب ج، ۲۴)

تیز گام (ـ ف) صفت، تیز + گام (= قدم)، جلدی جلدی چلنے والا ؎

یہ کاروانِ ہستی ہے تیز گام ایسا
(رزمِ انجم، ب د، ۱۰۴)

تیزاب (ف) مذکر: ایک قسم کا کیمیائی مرکب عرق جو جزوں کو جلا دیتا ہے اور دھاتیں اس میں پڑ کر نرم ہو جاتی ہیں۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
(نصیحت، ض ک، ۱۵۴)

تیزی (ف) مونث: زور، جوشش۔

تیزی نہیں منظور طبیعت کی دکھانی
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

تیشہ (ف) مذکر:

: بسولا جس سے پتھر کاٹتے یا اینٹ توڑتے ہیں (رک، تیشہ فرہاد)

، مراد مزدوری کا پیشہ

تیشے کی کوئی گردشِ تقدیر تو دیکھے
(دوزخی کی مناجات، ا ح، ۲۳)

تیشۂ فرہاد (- ف ف) مذکر، تیشہ + ۂ (علامت اضافت) + فرہاد (رک): فرہاد سنگ تراش کا پتھر کاٹنے والا بسولا، مراد قصرِ اسلام کی بنیادیں اکھاڑنے والا جذبہ یا رجحان۔

لے کے آئی ہے اگر تیشۂ فرہاد بھی ساتھ
(تعلیم اور اس کے نتائج، ب د، ۲۰۹)

تیغ (ف) مونث: تلوار۔

کھا گئی عصرِ کہن کو جن کی تیغِ ناصبور
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

تیغِ اصیل (- ع) مونث، تیغ + اصیل (= کھری): خالص لوہے کی تلوار جس کی نوک جھکنے سے مل جائے (اس کی کاٹ بھی اچھی ہوتی ہے اور ٹوٹتی بھی نہیں)۔

کہ نکتہ ہائے خودی ہیں مثال تیغِ اصیل
(۴۲، ب ج، ۲۲)

تیغ آزما (- ف) تیغ + آزما (رک): تلوار چلانے والا، تلوار کی آب میدانِ جنگ میں اسے چلا کر آزمانے والا۔

جس علم کے سائے میں تیغ آزما ہوتے تھے ہم
(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۱)

تیغ بازی (- ف ف) مونث، تیغ + باز، مصدر باختن (= کھیلنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت): تلوار چلانے کا عمل، تیغ زنی۔

یہ سپہ کی تیغ بازی وہ نگہ کی تیغ بازی
(۱۳، ب ج، ۱۷۰)

تیغ بند (- ف) صفت، تیغ + بند، مصدر بستن (= باندھنا) سے فعل امر: تلواریں کمر میں باندھے ہوئے، مراد ہتھیار سجائے ہوئے۔

صف بستہ تھے عرب کے جوانان تیغ بند
(جنگِ یرموک، ب د، ۲۴۷)

تیغِ بے نیام (- ف ف) مونث: ننگی تلوار جس کو چل جانے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

کہ اس جنگاہ سے میں بن کے تیغِ بے نیام آیا
(۳۵، ب ج، ۵۷)

تیغ زنی (- ف ف) مونث، تیغ + زن، مصدر زدن (= مارنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت): تلوار چلانا، جہاد کرنا۔

تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لیے
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

تیغ کارزاری (- ف ف) مونث، تیغ + اضافت + کارزار (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): لڑنے پر آمادہ تلوار (جدید اسلحہ کی طرف اشارہ ہے جو سائنس کے زور سے بنائے جا رہے ہیں)۔

ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغ کارزاری ہے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۴)

تیغِ ہلال (- ع) مونث: ہلال (رک) کو تلوار سے تشبیہ دی ہے۔

(۵، ب ج، ۲۹)

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں: ہمارے آباؤ اجداد نے ہمیشہ جہاد کیا ہے۔

(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

تیمُّم (ع) مذکر: (لغتاً) طہارت کا قصد، (اصطلاحاً) دونوں

ہتھیلیاں اور ساری انگلیاں کھول کر پھیلا کر پاک مٹی یا اور کسی گرد آلود چیز پر مارتے ہیں اور جس طرح دونوں ہاتھ سے منہ دھوتے ہیں اس طرح گرد آلود ہاتھ ایک بار منہ پر پھیرتے اور پھر دونوں ہاتھوں کی پشت پر پھیرتے ہیں (پہلے بایاں ہاتھ داہنے کی پشت پر پھر داہنا ہاتھ بائیں کی پشت پر) بعض مسلمان کہنیوں پر بھی ہاتھ پھیرتے ہیں ؎

کہ فرشتوں نے لیا بہرِ تیمم مجھ کو

(فریادِ امت، ب ۱، ۵۲)

تیمُور (ف) مذکر: مشہور مغل بادشاہ کا نام، پورا نام امیر تیمور لنگ (کیونکہ اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی) اس نے ہندوستان کے کثیر علاقے میں کافر و ظالم حکومت کا خاتمہ کر کے مسلمانوں کی حکومت قائم کی، اور اس کی سلطنت دیوارِ چین سے آبنائے باسفورس تک وسیع تھی ؎

جنت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۰۹)

تیمُوری: رک شاہ تیموری ؎

پھر اٹھا اور تیموری حرم سے یوں لگا کہنے

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

تین سَو سال سے: یعنی عہد جہانگیر میں مجدد الف ثانی کے وقت سے لے کر اس وقت تک ؎

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند

(۸، ب ج، ۱۲)

تیوَر (ا ر) مذکر: صورت اور نگاہ کا انداز، نظر، چتون ؎

مجھ سے بگڑے تو بنے وہ اپنے تیور کا جواب

(ب ا، ۴۷، ۵)

ٹ

ٹالنا (ار)، ہٹانا، سرکانا ہے۔

ہزار مشکل سے اس کو ٹالا بڑے بہانے بنا بنا کر

(نعت، ب ا، ۴۰۰)

ٹانکا (ار) مذکر: سوئی تاگے کے ایک دفعہ کپڑے وغیرہ میں سے نکلنے کی صورت حال، سیون ہے۔

مجھے ٹانکا لگے تارنگاہ پیر کنعاں کا

(ب ا، ۳۸۴)

ٹانکنا (ار) موتی یا بنت یا لچکا وغیرہ سوئی تاگے سے لگانا ہے۔

قبائے گل میں گہر ٹانکنے کو آئی ہے

(ابر، ب د، ۹۱)

ٹپ (ار) مونث: (حکایت الصوت) اوپر سے نیچے کی طرف پانی گرنے کی آواز۔

ٹپ دے سی: ٹپ کی آواز کے ساتھ ہے۔

ٹپ دے سی اس کی ناک پہ دو بوند گر پڑی

(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو، ب ا، ۵۴۰)

(نوٹ) کتاب میں "ٹپ دے سے" چھپا ہے، اسے "ٹپ دے سی" بنا لیجیے۔

ٹپکنا (ار)

: قطروں کی صورت میں ٹپ ٹپ گرنا، اوپر سے نیچے آنا ہے۔

ٹپک اے شمع آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے

(تصویر درد، ب د، ۶۸)

: ظاہر ہونا، (کسی چیز کی صورت حال سے کوئی کیفیت) جھلکنا ہے۔

نیلی آنکھوں سے ٹپکتی ہے ذکاوت کیسی

(...کی گود میں بلی کو دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)

ٹٹولنا (ار)، کسی چیز کو بغیر دیکھے ہوئے ادھر ادھر ہاتھ چلا کر ڈھونڈھنا ہے۔

صبا نے غنچۂ گل کیوں گرہ تیری ٹٹولی ہے

(غزل، ب ا، ۳۰۶)

ٹک (ار) صفت: ذرا کچھ، ذرا سی دیر، زمانۂ اندک، تھوڑا زمانہ ہے۔

کر دیا متروک دلی کے زباندانوں نے ٹک

(ب د، ۴۶۱)

ٹکرانا (ار): متصادم ہونا، بھڑنا، لڑنا، ٹکر کھانا ہے۔

سنگ رہ سے گاہ بچتی گاہ ٹکراتی ہوئی

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

ٹکڑا (ار) مذکر: جزو، حصہ ہے۔

ایک ٹکڑا تیرتا پھرتا ہے روئے آب نیل

(ماہ نو، ب د، ۵۳)

ٹکڑے ٹکڑے جس کے ہو جائیں: جو توڑ دینے کے قابل ہے، جو ٹوٹ جائے تو اچھا ہے ہے۔

ٹکڑے ٹکڑے جس کے ہو جائیں وہ پیمانہ ہوں میں

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۴)

ٹکسالی (ار) مونث: فاحشہ عورتوں کے بازار کا نام ہے۔

سر جھکائے ایک دن جاتا تھا ٹکسالی کو میں

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۹)

ٹلنا (ار)

: دور ہونا، ہٹایا جانا ہے۔

ٹل نہیں سکتی غنیم موت کی یورش کبھی

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۰)

: میدان چھوڑنا، بھاگ جانا ہے۔

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے۔

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

ٹوٹا ہوا (ار): شکستہ ہے۔

امید ان کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

ٹوٹا ہوا تارہ: انسان کو ٹوٹے ہوئے تارے سے تشبیہ دی ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ انسان بنی آدم ہے اور آدم عالم بالا سے زمین پہ بھیج دیے گئے تھے ہے کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے

(۶، ب ج، ۱۰)

ٹوٹا ہوا دل (ار ا رف)، مذکر، ایسا دل جو عشق کی ٹھیس سے شکستہ ہو چکا
مرے ٹوٹے ہوئے دل کے یہ دردانگیز نالے ہیں
(غزلیات، ب د ۱۰۱)

ٹوٹ کر آئینہ: اس جگہ آئینہ پڑھیے ورنہ شعر غیر موزوں ہو جائے گا
(ب ا، ۸۵)

ٹوٹ گیا سازِ چمن (۔ ف ف) ٹوٹ گیا (= شکستہ ہو کر بکھر گیا) + ساز (= باجا، ستار) + چمن (ر ک): باغ کے ستار کے تار بکھر گئے، قوم میں اتحاد نہ رہا
عہدِ گل ختم ہوا ٹوٹ گیا سازِ چمن
(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

ٹوٹنا (ار)
: شکستہ ہونا، ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا، یہ فعل اقبال نے "ماہِ نَو" میں استعمال کیا ہے اس جگہ ان کی تشبیہ، یہ ہے کہ میں نے جہاں ابھی ابھی سورج کو دیکھا تھا وہیں ماہِ نَو کو دیکھ رہا ہوں، جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ سورج کی کشتی آسمان کے دریائے نیل میں ڈوب گئی ہے اور یہ اس کا ایک ٹکڑا ہے
ٹوٹ کر خورشید کی کشتی ہوئی غرقابِ نیل
(ماہِ نَو، ب د، ۵۳)

: جدا ہونا
کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے
(۱۳، ب ج، ۱۷)

: پے در پے ریلا کر کے آنا، بہت سی تعداد میں آنا
ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسماں سے
(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)

: شکستہ ہو کر کل سے جدا ہو جانا، ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا، صورت اتحاد برقرار نہ رہنا
عہدِ گل ختم ہوا ٹوٹ گیا سازِ چمن
(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

: کسی چیز سے اس کے جزو کا جدا ہو کر گرنا
اس شعلۂ نم خوردہ سے ٹوٹے گا شرر کیا
(محراب گل الخ، ۱۳، ض ک، ۱۷۰)

ٹوٹنے والا (ار ار) جو ذرا سی ٹھیس سے متاثر ہو جائے، جو حسن کی ادنیٰ شعاع پڑنے سے اثر قبول کرے، جس میں سوز و گداز ہو
محبت کے لیے دل ڈھونڈھ کوئی ٹوٹنے والا
(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

ٹوٹی پھوٹی زبان: اس جگہ کراہنے کی آواز اور وہ بے معنی کلمات مراد ہیں جو درد کی انتہائی شدت میں زبان سے نکلتے ہیں
ٹوٹی پھوٹی زباں میں کہتا ہے
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۷)

ٹوٹی ہوئی مینا (ار ار ف) مونث (ر بیز مذکر)، ٹوٹی ہوئی (= شکستہ) + مینا (ر ک): وہ صراحی جسے پینے والے چلتے وقت توڑ کر ڈال گئے ہوں، مراد ہے کشتانِ شرابِ عشقِ رسول کے آثار
رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۷)

ٹھاننا (ار): پکا ارادہ کرنا، پختہ نیت کر لینا
یہ ٹھان کے جنگل کے رفیقوں کو بلایا
(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۳۴۵)

ٹھٹھا (ار) مذکر: کھلکھلا کر قہقہہ لگانے کی کیفیت
یوں تو مرنے ہو ہنسی ٹھٹھے پہ اے اقبال تم
(ب ا، ۳۹۹)

ٹھٹھرنا (ار)، سردی کی شدت سے کھال کا کھنچ جانا، ٹھنڈک سے اینٹھنا
(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۳۴۵)

ٹھہرتا ذرا سن کے الخ: باقیات میں ان الفاظ سے جس غزل کا آغاز ہے اس کے چھ شعر بانگِ درا میں صفحہ ۸۸ پر موجود ہیں۔ باقی گیارہ شعر مخزن (جون ۱۹۰۱ء) میں مزید شائع ہوئے تھے، جو صاحب باقیات نے درج کیے ہیں
ٹھہرتا ذرا سن کے کم بخت آنا
وہاں نامہ بر آج تکرار کیا تھی
(ب ا، ۴۴۱)

: رکنا، چلتے چلتے رفتار یا حرکت بند ہو جانا۔
نوح نبی کا ٹھہرا آکر جہاں سفینہ
(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)
: قیام پذیر ہونا ؎
ٹھہرو جو مرے گھر میں تو ہے اس میں برا کیا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

ٹھکانا (ار) مذکر: رہنے اور بود و باش کرنے کی جگہ ؎
پرانے جھونپڑوں میں ہے ٹھکانا دستکاروں کا
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

ٹھلیا (ار) مونث: چھوٹا سا گھڑا ؎
سر پہ وہ دودھ کی ٹھلیا کو اٹھاتے آنا
(ابر کوہسار، ب ا، ۲۸۴)

ٹھنڈا (ار) صفت: سرد، بے حرارت، ختم ہو کر بے حس ؎
ترا اے قیس کیونکر ہو گیا سوز دروں ٹھنڈا
(تضمین بر شعر انیسی، ب د، ۱۵۴)

ٹھنڈا کرنا (۔ار) آگ بجھا دینا، ختم یا نیست و نابود کر دینا ؎
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایراں کو
(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

ٹھنڈک (ار) مونث: ٹھنڈی (رک) کا اسم کیفیت ؎
چلی نسیم یہ کیسی کہ پڑ گئی ٹھنڈک
(فلاح قوم، ب ا، ۲۹)

ٹھنڈی (ار) صفت: سرد، خنک، خوشگوار (ہوا)

ٹھنڈی ٹھنڈی (۔ار) بہت خوشگوار (ہوا)
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی تھیں
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

ٹھنڈی ہوا (۔ ع) : خوشگوار جھونکا، مراداً توحید کی آواز ؎
میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)

ٹہنی (ار) مونث: شاخ، درخت کی شاخ ؎
ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا

(ہمدردی، ب د، ۳۵)

ٹھوکر (ار) مونث: پاؤں کے پنجے کی ضرب ؎
درخشاں جس کی ٹھوکر سے ہوں پتھر بھی نگیں بن کر
(پھولوں کی شہزادی، ب د، ۲۴۳)

ٹھوکر کھانا (۔ار): پنجے کا کسی چیز میں الجھنا یا کسی چیز سے ٹکرانا جس کے بعد آدمی گر پڑے یا گرنے لگے ؎
نشئہ قدرت سے گرکھا کر کہیں ٹھوکر گرا
(راہ نو، ب ا، ۳۱۱)

ٹھیک (ار): درست، حقیقت کے مطابق، صحیح، بجا ؎
مکھی نے کہا خیر یہ سب ٹھیک ہے لیکن
(ایک مکڑا اور مکھی، ۳۰)

ٹیبل (انگ) مونث: میز (جو عموماً کرسی کے سامنے بچھائی جاتی ہے) ؎
نہیں بار صاحب کے ٹیبل پہ اس کو
(ب ا، ۴۶۱)

ٹیڑھا (ار) صفت: جو سیدھا نہ ہو، کج، مراد غلط ؎
ٹیڑھا رستہ نہ تم پسند کرو
(ایک گائے اور بکری، ب ا، ۵۵۸)

ٹیکہ / ٹیکا (ار) مذکر: نشان (رک اسلام کا ٹیکہ)

ٹیلا / ٹیلہ (ار) مذکر: اعتدال سے زیادہ اونچی زمین، زمین کا پشتہ ؎
ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پروا خرام
(خضر راہ، ب د، ۲۵۸)
: پہاڑی، مراد کوہ طور، وہ بلند مقام جہاں تجلی الٰہی نظر آئی تھی ؎
ٹیلہ سا ایک ہے جو محبت کی راہ میں
(ب ا، ۵۱۰)

ث

ثابِت (ع) مذکر
: وہ ستارہ جو اپنی جگہ قائم ہے، مراد بے عمل انسان جو اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے گا
کر گئی گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیارا
(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

: دلیل سے واضح گا
آج آنکھ سے دیکھا تو وہ عالم ہوا ثابت
(لینن، ب ج، ۱۰۶)

: ایک جگہ رکی ہوئی گا
یہ ثابت ہے تو اس کو سیارکر
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۵)

ثانی (ع)، صفت: کسی ایک کے بعد دکھائی دوسرا، جواب، نظیر گا
پوچھو جو تصوف کو تو منصور کا ثانی
(زہد اور رندی، ب د، ۲۰)

ثَبات (ع) مذکر: قرار مراد زندگی اور حیات گا
ہر شے کو تیری جلوہ گری سے ثبات ہے
(آفتاب، ب د، ۴۳)

: اپنے موقف پر قائم رہنے کا عمل گا
گمانوں کے لشکر، یقیں کا ثبات
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۵)

ثبات کی طلب ہے: اس بات کی ضرورت ہے کہ (زندگی کو) ثبات کیسے حاصل ہو (نہ کہ ان بیکار مسئلوں کی جن میں فلسفی الجھے ہوئے ہیں مثلاً زمانہ حقیقی ہے یا غیر حقیقی، موجود ہے یا معدوم یا عقلی ہے یا محض واہمہ وغیرہ، یہ سب بیکار اور بے مصرف باتیں ہیں) گا
آدم کو ثبات کی طلب ہے
(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۸)

ثُبُوت (ع) مذکر: دلیل۔
ثبوت دیتی ہے: اپنی سرگرمی عمل سے (زندہ ہونے کو) ثابت کرتی ہے گا
دیتی ہے ہر چیز اپنی زندگانی کا ثبوت
(نوید صبح، ب د، ۲۱۱)

ثبوت لانا (ع – ار): کوئی دلیل پیش کرنا گا
واعظ ثبوت لائے جو مے کے جواز میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۸)

ثَرْوَت (ع) مونث: مال کی کثرت، تونگری گا
اہل ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات
(خضر راہ، ب د، ۲۹۲)

ثُرَیّا (ع) مذکر: وہ چھ ستارے جو ایک گچھے کی شکل میں زمین سے بہت دور بلندی پر واقع ہیں، خوشۂ پروین، عقد پروین گا
چوٹیاں تیری ثریا سے ہیں سرگرم سخن
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

ثریّا بوس (ع – ف) صفت، ثریا + بوس، مصدر بوسیدن (= چومنا) سے فعل امر، ثریا نام ستاروں کو بوسہ دینے والی، (کنایۃً) بلند، سرفراز گا
مسندِ احباب رفعت سے ثریا بوس ہو
(دربار بہاول پور، ب د، ۱۹۰)

ثریّا نِشاں (ع – ف) صفت، ثریا + نشاں (= پتا، نام و نشان): جس کا نام و نشان اور پتا (یعنی حقیقت) ثریا کی طرح دور اور بلند ہو (اور ظاہراً سمجھ میں نہ آئے) گا
مضموں فراق کا ہوں ثریا نشاں ہوں میں
(شمع، ب د، ۴۶)

ثُغُور (ع) مونث، ثَغَر (= سرحد) کی جمع گا
اس کی زمیں بے حدود اس کا افق بے ثغور
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۶)

ثَمَر (ع) مذکر: پھل گا
شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا
(تصویر درد، ب د، ۷۴)

ثمر چیدہ (ع – ف) صفت، ثمر + چیدہ، مصدر چیدن (= چننا) سے حالیۂ تمام: جس نے پھل چنا یا پایا ہو گا
اُمتیں گلشن ہستی میں ثمر چیدہ بھی ہیں

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۵)

ثنا (ع) مونث : تعریف (عموماً نظم میں) ؎

تیری ثنا کے لیے حق نے دی زبان مجھ کو

(التجائے مسافر، ب ا، ۲۴۳)

ثواب (ع) مذکر : نیک اعمال کا صلہ یا انعام جو قیامت میں حساب کتاب کے بعد ملے گا ؎

نہیں جنس ثواب آخرت کی آرزو مجھ کو

(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

ج

جا ۱ (ف)

: بدلے، عوض ؎

منزلِ عیش کی جا نام ہو زنداں میرا

(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۵)

: موقع محل (رک جائے حیرت)

: جگہ، مقام ؎

زمیں پر تو نہیں ہندیوں کو جا ملتی

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۷)

جائے حیرت (- ف ع) جا + ے (علامتِ اضافت) + حیرت (رک) : حیرانی کا مقام، تعجب کا محل ؎

جائے حیرت ہے برا سارے زمانے کا ہوں میں

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

جا ۲ (ار) مصدر جانا سے فعل امر مرکب افعال میں مستعمل (رک جا بسا)

جا اٹکنا (ار) : جانا اور الجھ جانا ؎

ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

جا بسا (ار ار) جا (مصدر جانا سے) + بسا (مصدر بسنا سے) : جا کر بس گیا، گیا اور آباد ہو گیا ؎

جا بسا مغرب میں آخر اے مکاں تیرا مکیں

(نالۂ فراق، ب د، ۷۷)

جا پلانا (- ار) : جانا اور پلانا ؎

پست و بلند کر کے طے کھیتوں کو جا پلاتی ہے

(شاعر، ب د، ۲۱۰)

جا کہنا (ار) : جانا اور کہنا، جا کر کہ دینا ؎

اے بادِ صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا

(غزلیات، ب د، ۲۷۷)

جا ملنا (ار) : جا کر مل جانا، شامل ہو جانا ؎

تو سنگِ آستانِ کعبہ جا ملتا جبینوں میں

(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

جا نکلنا (ار) جانا اور پہنچنا، اتفاقیہ پہنچ جانا ؎

وہ مستِ ناز جو گلشن میں جا نکلتی ہے

(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

جاپان (ار) مذکر : بنگلہ دیش کے مشرق میں ایک جزیرہ جہاں مہاتما گوتم بدھ نے ہندوستان سے جا کر توحیدِ الٰہی کا نغمہ سنایا تھا ؎

بسایا خطۂ جاپان و ملکِ چیں میں نے

(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۲)

جاتا رہنا (ار ار)

: باقی نہ رہنا، لٹ جانا، فنا ہو جانا ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۷)

: ختم ہو جانا ؎

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۷)

جاتی بہار : وہ بہار جو رخصت ہو رہی ہو، بہار کے جانے کے دن ؎

کوئی جاتی بہار ہے دنیا

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۲۷)

جاتے جاتے (ار) : ڈوبتے وقت، رخصت ہوتے وقت ؎

سورج نے جاتے جاتے شامِ سیہ قبا کو

(بزمِ انجم، ب د، ۱۷۳)

جادُو (ف) مذکر : ٹونا، سحر، منتر، افسوں

جادُو توڑنا : طلسم کو بے اثر اور پاش پاش کر دینا ؎

توڑا نہیں جادُو مری تکبیر نے تیرا

(قلندر کی پہچان، ض ک، ۴۱)

جادُو رقم (- ع) صفت، جادُو + رقم (= تحریر) : جس کی تحریر (یعنی اشعار) جادُو کی طرح دل کو مسخر کر لیتے ہیں (لطف یہ ہے کہ اس مثنوی میں جا بجا جادُو کے تصرفات کا ذکر ہے) ؎

رخصت اے آرام گاہ شنکر جادُو رقم

(صدائے درد، ب ا، ۲۹۴)

جادو عجب نگاہ الخ: جو غزل باقیات کے صفحہ ۳۸۹ اور ۳۹۰ پر درج ہے اس کے تین شعر مذکورہ عنوان کے الفاظ سے شروع ہوتے ہیں اور "روزگار فقیر" حصہ دوم سے نقل کیے گئے ہیں
(ب ا، ۳۹۱)

جادو کرنا (- ار): رک لب گفتار پر جادو کرنا

جادوگری (- ف ف) مونث، جادو + گر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): جادو کا عمل ہے
سلطنت اقوام عالم کی ہے اک جادوگری
(خضر راہ، ب د، ۲۶۰)

جادوانہ (ف ف) صفت، جادو (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت): جادو کے سے ہے
انداز ہیں سب کے جادوانہ
(جاوید سے خطاب، ض ک، ۸۷)

جادہ[1] (ف) مذکر: راستہ، سڑک

جادہ پیما (- ف) جادہ + پیما (رک): راستہ طے کرنے والا، رواں، مراد سرگرم عمل ہے
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا
(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

جادہ پیمائی (- ف) مونث، جادہ پیما (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت): راستہ طے کرنا، مسافرت ہے
محبت میں ہے منزل سے بھی خوشتر جادہ پیمائی
(تضمین بر شعر انیسی، ب د، ۱۵۴)

جادۂ ملکِ بقا (ع ع ع) مذکر: جادہ + ء (اضافت) + ملک (= مملکت) + بقا (دوامی زندگی): حیات دوام کے ملک میں پہنچانے والا راستہ ہے
جادۂ ملکِ بقا ہے خطِ پیمانۂ دل
(دل، ب د، ۶۱)

[1] عربی میں جادۃ ہے (= لیکھ، بٹیا)

جاری (ع) صفت: بہتا ہوا، جو سب کے لیے عام ہو ہے
نہیں ہے فیض مکاتب کا چشمۂ جاری
(انتداب، ض ک، ۱۵۲)

جاسوس (ع) مذکر: مخبر، بھیدی، خفیہ پولیس ہے
جاسوس بن گئی تو اقلیم زندگی کی
(شیشۂ ساعت کی ریگ، ب ا، ۱۹۰)

جال (ار) مذکر: پھندا، پھانسنے کی ترکیب ہے
یہ شیشوں کے جال ہوتے ہیں
(ب ا، ۲۲۳)

جام (ف) مذکر: پیالہ، مشروب پینے کا پیالہ (رک جامِ صبح)

جامِ آخریں (ف ع ف) جام (= مراد شراب معرفت جو اسلام کے ذریعے میں آئی) + آخر (= سب سے بعد کا) + یں (لاحقۂ نسبت): معرفت کی سب سے آخری شراب (حضرت ختم رسالت کا دین پاک) ہے
دیا جہان کو کبھی جامِ آخریں میں نے
(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

: خیال کی ناپ تول کا معیار ہے
اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

جام بہ دست (- ف ف) جام + بہ (= میں) + دست (= ہاتھ): ہاتھوں میں شراب کے (لبریز) پیالے لیے ہوئے ہے
ساقیانِ جمیل جام بدست
(سیر فلک، ب د، ۱۷۵)

جام بہ کف (- ف ف) صفت، جام + بہ (= میں) + کف (= ہتھیلی، ہاتھ): ہاتھ میں شراب کا پیالہ لیے ہوئے (عیش دنیاوی میں مست ہوتے کی طرف کنایہ ہے) ہے
سنتے ہیں، جام بکف، نغمۂ کو کو بیٹھے
(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

جامِ جم (ف ف) مذکر، جام + اضافت + جم

(= ندیم) فارس کا ایک مشہور بادشاہ جمشید جس کے لیے مشہور ہے کہ اس کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں ساری دنیا نظر آتی تھی۔ یہ بھی مشہور ہے کہ وہ شراب بہت پیتا تھا بلکہ بعض کے نزدیک شراب کا مُوجد بھی تھا ؎

شیشہ دل ہو اگر تیرا مثالِ جامِ جم

(رسید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۳)

جامہ (ف) مذکر، پیراہن، لباس

جامہ زیبی (ـ ف ف) مونث، جامہ + زیب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): زیب و زینت کا لباس پہننے کی صورتِ حال، ایسا لباس پہننے کا عمل جو جسم پر سج جائے ؎

خوشا وہ دن کہ شوقِ جامہ زیبی تھا گلستاں کو

(گلِ خزاں دیدہ، ب ا، ۱۳۵)

جامۂ احرام (ـ ف ع) مذکر، جامہ + ۂ (علامتِ اضافت) + احرام (رک): حج کے موقع پر پہننے کا بے سلا لباس (یعنی جیسے احرام محترم اور موجبِ ثواب ہے اسی طرح میں ہر دینی خدمت کو محترم اور باعثِ ثواب سمجھتا ہوں) ؎

خدمتِ دیں اپنے دل کو جامۂ احرام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۸)

جامۂ حرف تنگ ہونا (ـ ـ ع ف ا) جامہ (= پیراہن، لباس) + اضافت + حرف (رک) + تنگ (رک) + ہونا (رک): لفظوں کے پیراہن میں سمائی نہ ہونا، الفاظ کا متحمل مفہوم نہ ہونا، بیان کے لیے لفظ نہ ملنا ؎

حقیقت پہ ہے جامۂ حرف تنگ

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۹)

جامۂ ہستی اتارنا: (کنایۃً) مرجانا ؎

پہلے قدم پہ جامۂ ہستی اتار دے

(اشکِ خوں، ب ا، ۹۰)

جامی: فارسی زبان کے مشہور صوفی شاعر، جن کی مثنوی تحفۃ الاحرار محتاجِ تعارف نہیں اور اب بھی یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہے

(جاوید سے (۲)، ض ک، ۸۸)

جان (ف) مونث

: روح، دل و دماغ اور اعصاب ؎

رشتہ و پیوندیاں کے جان کا آزار ہیں

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۲۹)

: مراد عشقِ خدا اور رسول ﷺ اور ان کے احکام پر عمل کرنے کی لگن (جس سے انسان صحیح معنوں میں باعمل بن کر دین و دنیا کو تسخیر کر سکتا ہے) ؎

پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے

(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۹)

: پیارے ؎

کہا میں نے پہچان کر میری جان

(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

نوٹ: اس معنی میں فارسی نہیں

جان باز/ جانباز (ـ ف) صفت، جان + باز، مصدر باختن (= کھیلنا، ہارنا) سے فعلِ امر: جان پر کھیل جانے والا، بہادر ؎

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث

(۱۰، ب ج، ۳۴)

جان بخشی (ـ ف ف) مونث، جاں + بخش (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): جان بخشنا، بے جان میں جان ڈالنا ؎

فیضِ نقشِ پا سے جس کے ہے وہ جاں بخشی کا ذوق

(دربارِ بہاول پور، ب ا، ۱۸۸)

جانِ پاک (ـ ف) مونث: روحانی پاکیزگی ؎

وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جانِ پاک جسے

(۲، ب ج، ۳۰۰)

: رک کشتیِ مسکیں۔

جانِ پدر (ـ ف) صفت، جان + اضافت + پدر (= باپ): باپ کی جان، بیٹا ؎

اے جانِ پدر نہیں ہے ممکن

(جاوید سے ۲، ض ک، ۸۸)

جان پر آبننا (ار) جان جنجال میں پھنسنا، سخت تکلیف جھیلنا جس سے جان عذاب میں مبتلا ہو، جان خطرے

میں پڑنا ؏
جان پر آبنی ہے کیا کیجیے
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

جان پڑنا (ار) : زندگی کی روح پیدا ہو جانا ؏
یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں
(جگنو، ب د، ۸۴)

جاں پرور (ـ ف) صفت، جاں + پرور، مصدر پروردن (= پالنا) سے فعل امر: روح میں بالیدگی پیدا کرنے والی ؏
مرے ریاضِ سخن کی فضا ہے جاں پرور
(اخترِ صبح، ب د، ۱۱۵)

جانِ جاں (ـ ف) مونث، جان + اضافت + جان : روح کی بھی روح، یعنی روح کی زندگی کا باعث ؏
کہ ہے عزیز تر از جاں وہ جانِ جاں مجھ کو
(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

جان جانا (ـ ار) : مر جانا ؏
جان جائے ہاتھ سے جائے نہ ست
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

جانِ جہاں (ـ ف) صفت : دنیا کی جان، جس کی وجہ سے دنیا پُر رونق نظر آتی ہو ؏
کہا میں نے کہ اے جانِ جہاں کچھ نقد دلوا دو
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

جاں دار (ـ ف) جان + دار، مصدر داشتن (= رکھنا) سے فعل امر: جان رکھنے والا (انسان ہو یا حیوان) ؏
تیرا کمال ہستی ہر جاندار میں ہے
(آفتاب، ب د، ۴۴)

جاں در ہوائے لذتِ خوابِ مزار ہونا : قبر کی نیند کے مزے کی خواہش میں جان کھپانا ؏
جاں در ہوائے لذتِ خوابِ مزار ہے
(شمع اور پروانہ، ب ا، ۲۹۲)

جاں دے کر تمھیں الخ : یہ غزل ماہ نامہ زبان دہلی (نومبر ۱۸۹۳ء) میں شائع ہوئی تھی۔

(ب ا، ۳۸۰)

جان ڈالنا (ـ ار) : طاقت پیدا کرنا ؏
دودھ سے جان ڈالتی ہوں میں
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

جاں ستاں / جانستاں (ـ ف) صفت، جاں + ستاں، مصدر ستاندن (= لینا) سے فعل امر: جان لینے والی، موت کے گھاٹ اتارنے والی ؏
کمر سے اٹھ کے تیغِ جاں ستاں آتش فشاں کھولی
(غلام قادر روہیلہ، ب د، ۲۱۸)

جاں کاہی (ـ ف ف) مونث، جاں + کاہ، مصدر کاہیدن (= گھٹنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) : قدم قدم پر جان نکلنے کی کیفیت جو خوف کی حالت میں پیش آتی ہے ؏
عشق کی لذت مگر خطروں کی جاں کاہی میں ہے
(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۶۱)

جان کے لالے پڑنا : زندگی کا خطرے میں پڑ جانا ؏
لالے پڑے تھے جان کے ہر جاندار کو
(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو، ب ا، ۵۲۷)

جاں گداز (ـ ف) صفت، جاں + گداز، مصدر گداختن (= پگھلانا، پگھلنا) سے فعل امر : جان کو گھلا دینے والا ؏
جس کو خدا نہ زہر میں گریۂ جانگداز دے
(پیام، ب د، ۱۱۳)

جاں گزا (ـ ف) صفت، جاں + گزا (رک) : جان کو دکھ میں مبتلا کرنے والا ؏
اس دردِ جاں گزا میں شکیب و قرار دے
(اشکِ خوں، ب ا، ۹۱)

جاں نثاری (ـ ف ف) مونث، جاں + نثار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : جان کو قربان کرنے کا عمل
(ب ا، ۴۳۴)

جان و تن : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اپنی فلسفیانہ تحقیق کو لفظوں کا جامہ پہنایا ہے۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ جسے تم مادہ سمجھتے ہو

وہ بھی رُوح ہی کی ایک شکل ہے جو زمان و مکان کی
قید میں رہ کر اپنے مقصد کے حصول میں مصروف ہے
بنابریں جسم اور رُوح میں یہ ارتباط ہے کہ بدن کی اصل
مادّہ ہے جو خود رُوح ہی کی ایک شکل ہے لہٰذا ان
دونوں میں اصل کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں

(ض ک ، ۵۵)

جان و دِل سے (ـ ف ف ار) : کمال شوق سے، نہایت
خلوص اور ہمدردی کے ساتھ ؎
حاضر ہُوں مدد کو جان و دل سے

(ہمدردی ، ب د ، ۳۵)

جانا (ار)
: ایک جگہ سے دُوسری جگہ منتقل ہونا، منتقل ہونے
کے لیے چلنا، سفر کرنا ؎
یہ دیکھا کر میں جا رہی ہُوں کہیں

(ماں کا خواب ، ب د ، ۳۶)

: ختم ہونا، باقی نہ رہنا ؎
رُوح میں غم بن کے رہتا ہے مگر جاتا نہیں

(فلسفۂ غم ، ب د ، ۱۵۶)

: تنزّل سے دوچار ہونا، مصیبت میں پڑنا ؎
ہے جو رشی ان کو کہ کیسے کے نگہبان گئے

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۶)

بطور معاون فعل ؎
ہے دُور وصال بحر ابھی تُو دریا میں گھبرا بھی گئی

(غزلیات ، ب د ، ۲۷۷)

جاناں (ف) مذکر : (ان زائد) محبوب یا معشوق کی ج
جانانہ (ف ف) صفت ، جاناں + ہ (نسبت) : محبوب
یا معشوق کی ؎
فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزمِ جانانہ

(۲۸ ، ب ج ، ۵۱)

جانِب (ع) مؤنث : طرف ؎
بڑھا تسبیح خوانی کے بہانے عرش کی جانب

(محبت ، ب د ، ۱۱۱)

جان بُل (انگ) مذکر
: مراد امریکن (جیسے ہمارے ہاں "خوجی" ایک کیرکٹر
ہے اسی طرح جان بُل امریکہ کا قومی کیرکٹر ہے) ؎
جان بل ہانکتا ہے ایک ہی لاٹھی سے ہمیں

(ب ا ، ۴۶۸)

: باقیات میں ان الفاظ سے جو شعر شروع ہوتا ہے
وہ اُس نظم کا غیر مطبوعہ دسواں شعر ہے جو بانگِ درا
میں گاندھی اور اوٹ کے عنوان سے چھپی ہے

(ب ا ، ۴۶۸)

جانشینانِ پیمبر (ف ف ف ف) مذکر ، جا (= جگہ)
+ نشین (رک) + ان (لاحقۂ جمع) + پیمبر (= حضرت
رسالتمآب صلعم) : سلاطینِ بنی عباس جو خلافتِ رسولؐ کے
مدعی تھے ؎
جس نے دیکھے جانشینانِ پیمبرؐ کے قدم

(بلادِ اسلامیہ ، ب د ، ۱۴۲)

جاننا (ار)
: خیال کرنا ، (غلط فہمی کی بنا پر کوئی بات) سوچنا ؎
یہ جانتا ہے کہ اس دکھاوے سے دل جُبوں میں شمار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷ء ، ب د ، ۱۴۱)

: جان پہچان ہونا ، تعارف ہونا ، ملاقات ہونا ؎
جاننے والا چرخ پر میرا

(سیرِ فلک ، ب د ، ۱۷۵)

: (کسی بات کا) علم رکھنا ؎
آج ایشیا میں اس کو کوئی جانتا نہیں

(بلالؓ ، ب د ، ۱۴۱)

سمجھنا ، خیال کرنا ؎
وضعِ مشرق کو جانتے ہیں گناہ

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۳)

جانوَر (ف ف) مذکر ، جان (رُوح ، جیو) + وَر (لاحقۂ
فاعلی) : حیوان ، قوتِ گویائی نہ رکھنے والا جاندار ؎
بھلا پہاڑ کہاں جانور غریب کہاں

(ایک پہاڑ اور گلہری ، ب د ، ۳۱)

جاوِداں (ف) ہمیشہ ، سدا ؎
شعلے میں تیرے زندگی جاوداں ہے کیا

(شمع و پروانہ، ب د ، ۴۰)

جاوِدانہ (ع ف) صفت، جاوداں (رک) + ہ (لاحقۂ نسبت): جو ہمیشہ برقرار رہے گا

صلۂ شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ

(۱۱، ب ج ، ۱۵)

جاوید (ع) مذکر

: ڈاکٹر اقبال کے دوسرے بیٹے کا نام

(جاوید کے نام، ب ج ۱۱۵)

: جاودانی (رک) گا

مسکینی و محکومی و نومیدی جاوید

(ہندی اسلام، ض ک ، ۳۵)

جاوید سے: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اپنے دوسرے بیٹے جاوید کو چند نصیحتیں کی ہیں۔ ظاہرا یہ تخاطب جاوید سے ہے مگر پوری قوم کے بچوں کو ان سے سبق لینا چاہیے۔

(ض ک ، ۸۶)

جاوید کے نام: یہ بال جبریل میں اقبال کی دو نظموں کا عنوان ہے، جس میں سے پہلی نظم میں انھوں نے اپنے چھوٹے بیٹے جاوید کو معارف کا درس دیا ہے، نصیحتیں کی ہیں اور پھر دعا بھی دی ہے۔ ملحوظ رہے کہ اقبال نے اس بیٹے کی ولادت کے بعد فارسی و اردو کے چار مجموعے مرتب کیے — جاوید نامہ، بال جبریل، ضرب کلیم اور ارمغان حجاز — ان چاروں میں جاوید کا ذکر موجود ہے۔

(ب ج ، ۱۱۵)

دوسری نظم اُس خط کے جواب میں ہے جو جاوید میاں نے اپنے والد کو (جبکہ وہ لندن میں مقیم تھے) بھیجا تھا۔ اس نظم میں انھوں نے جاوید کو اپنی خودی بلند کرنے کی تاکید کی ہے۔ یاد رہے کہ بھارت میں یہ زمانہ وہ تھا جبکہ لوگ برطانیہ کے ہاتھ اپنی خودی بیچ رہے تھے

(ب ج ، ۱۴۷)

جاہ (ف) مذکر نیز مؤنث: ذاتی مرتبہ یا شان و شوکت گا

یہ بہرۂ خدمت دیں میں ہوس جاہ کا راز

(نصیحت، ب د ، ۱۶۷)

جاہے کہ بزرگ بایدت بود

فرزندی من ندارد ت سود

: جس جگہ تمھاری بزرگی کی ضرورت ہو وہاں تمھیں میری ابنیت فائدہ نہیں پہنچا سکتی

(جاوید سے[۳]، ض ک ، ۸۸)

جاہیئے (اردو): چلیے، زبان بند کیجیے (محبت میں اظہار خفگی کے موقع پر) گا

کہتے ہیں ہنس کے جاہیئے ہم سے نہ بولیے

(ب ا ، ۹۰ ، ۳)

جَب (ا ر) کلمۂ ظرفیت۔

یلی شب کھولتی ہے آکے جب زلف رسا

(ہمالہ، ب د ، ۲۳)

: اُس وقت، تب گا

مزا تو جب ہے کہ ہم خود دکھائیں کچھ کر کے

(فلاح قوم، ب ا ، تیسرا ایڈیشن ، ۳۰)

جَبّاری (ع) مؤنث: جبروت، دبدبہ، رعب و جلال گا

اسی نگاہ میں ہے قاہری و جباری

(نگاہ شوق، ض ک ، ۱۱۱)

جَبر (ع) مذکر، مجبور کرنے یا مجبور ہونے کی کیفیت گا

یہ جبر و قہر نہیں ہے یہ عشق و مستی ہے

(سلطانی، ض ک ، ۳۲)

جَبر قدر (ع ف ع) مذکر، جبر (= مجبور ہونے کی کیفیت) + قدر (= قدرت اور اختیار رکھنے کی صورت حال): یہ مسئلہ کہ انسان فاعل مجبور رہے یا فاعل مختار!

(پیر و مرید، ب ج ۱۳۸)

جَبرُوت[۱] (ع) مؤنث: عظمت[۲]، بزرگی گا

نا اہل کو حاصل ہے کبھی عظمت و جبروت

(تقدیر، ض ک ، ۲۴)

جَبرئیل (ع) مذکر: ایک فرشتے کا نام جو آنحضرت پر وحی

[۱] عربی میں جَبَرُوت ہے۔ [۲] عربی میں عظمت ہے۔

سے کر نازل ہوتا تھا، جبرئیل امین، روح الامین ؎

یا نمایاں بامِ گردوں سے جبینِ جبرئیل

(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۸)

جبرئیل آشوب (- ف) صفت، جبرئیل + آشوب (رک) : جبرئیل کو بھی بے چین کر دینے والا (نغمہ جس سے مراد ہیں رموزِ عشق جو دنیا والوں پر ظاہر نہیں کیے جا سکتے) ؎

مرے گلو میں ہے اک نغمہ جبرئیل آشوب

(۲۹ ب ج، ۵۰۰)

جبریل (ع) مذکر: جبرئیل (رک) کا دوسرا تلفظ ؎

محمد بھی ترا جبریل بھی قرآن بھی تیرا

(۲، ب ج، ۶)

: بطور مجاز مرسل نوعِ ملائکہ، کل فرشتے ؎

نہ کر تقلید اے جبریل میرے جذب و مستی کی

(۱، ب ج، ۲۳)

: آہ اے جبریل تو واقف نہیں اس راز سے

(جبریل و ابلیس، ب ج، ۱۳۰)

جبریلِ امین (- ع) مذکر، جبریل + اضافت + امین (= امانت دار) : جبرئیل علیہ السلام جو خدا کی وحی کے امانت دار ہیں ؎

ہر سینہ نشیمن نہیں جبریلِ امیں کا

(آزادیِ افکار، ب ج، ۱۶۸)

جبریل و ابلیس : یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو الیگوریکل انداز میں جبریل اور ابلیس کا مکالمہ ہے جس میں جبریل نے ابلیس کو توبہ کی ترغیب دی ہے اور اس نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ میری خودی کے منافی ہے

(ب ج، ۱۳۳)

جبل (ع) مذکر: پہاڑ ؎

نجد کے دشت و جبل میں رمِ آہو بھی وہی

(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

جبھی تک (ارار) : اُسی وقت تک ؎

میں جبھی تک تھا کہ تیری جلوہ پیرائی نہ تھی

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

جبین (ف) مونث

: ماتھا، پیشانی ؎

پھر آرکھوں قدم مادر و پدر پہ جبیں

(التجائے مسافر، ب د، ۹۰)

: کسی شے کا پورا وجود یا ہستی

رہبر ہے قافلوں کی تابِ جبیں تمھاری

(بزمِ انجم، ب د، ۱۷۴)

: اُوپر، بلندی ؎

آئی ہے ندی جبینِ کوہ سے گاتی ہوئی

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

جبیں سا (- ف) صفت، جبیں + سا، مصدر سائیدن (= رگڑنا، گھسنا) سے فعل امر: ماتھا رگڑنے والا یعنی جھکانے والا ؎

قیس کی صورت جبیں ساہی رہا محمل کے گرد

(ماہِ نو، ب ا، ۳۱۲)

جبیں سائی (- ف) مونث، جبیں سا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : ماتھا زمین پر رکھنا، سجدے کرنا ؎

شوق بر صدقے تمنائے جبیں سائی ہوئی

(ب ا، ۵۹۶)

جبینِ شب کی افشاں (- ف ار ف) مونث، جبین (= ماتھا، پیشانی) + اضافت + شب (= رات) + کی (رک) + افشاں (= گوٹے یا مقیش کی کترن جو دلہن وغیرہ کے ماتھے پر لگاتے ہیں) : رات کے ماتھے پر لگی ہوئی افشاں یعنی ستارے ؎

اُجالا جب ہوا رخصت جبینِ شب کی افشاں کا

(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

جبیں فرسا (- ف) صفت، جبیں + فرسا (رک زمیں فرسا) : ماتھا رگڑنے والا، مراد محنت کرنے والا ؎

تو کبھی ایک آستانے پر جبیں فرسا بھی ہے

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

جبیں گستر (- ف) صفت، جبیں + گستر، مصدر گستردن

(یہ بچھانا مراد رکھے رہنا) سے فعل امر، مانغا رکھے ہوئے کا

جن کے دروازوں پہ رہتا تھا جبیں گستر فلک

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۰)

جَبین نیاز (— ف) مونث، جبیں + اضافت + نیاز (رک)

: عاجزی سے جُھکا ہوا ماتھا، ایسی پیشانی جو عقیدتمندی یا تعظیم وغیرہ کی بنا پر جھک جائے (جو پیشانی معبود کے سجدے کے لیے جھکتی ہے، اسے جُبیں عبودیت کہتے ہیں حضرت آدم کے لیے جو فرشتوں کی جبینیں جُھکی تھیں اور سجدۂ تعظیمی بجالائی تھیں وہ جبیں نیاز تھیں) کا

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

(غزلیات، ب د، ۲۸۶)

یا کا

کل محراب ہر جبین نیاز

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۷۵)

جَبینوں میں: سجدہ کرنے والوں کی صف میں کا

تو سنگ آستان کعبہ جا ملتا جبینوں میں

(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

چَچّا (ار): نگاہ میں سمانا، وقعت ہونا کا

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

جُدا (ف): ایک دوسرے سے الگ کا

پستی عالم میں ملنے کو جدا ہوتے ہیں ہم

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

جِدار (ع) مونث، دیوار کا

ہے اقامت طلب جدار مری

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۷۰)

(قب، قوم ہو حضر اس مکاں کے لیے)

جُدائی (ف) مونث

: علیحدگی، (کسی سے) الگ ہو جانے کی کیفیت یا صورت حال کا

جدائی میں رہتی ہوں میں بے قرار

(ماں کا خواب، ب د، ۳۹)

: یہ بال جبریل میں اقبال کی ایک مختصر نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ کل کائنات میں انسان ایک ایسی ہستی ہے جو اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنی اصل (وجود مطلق) سے جدا ہو گیا ہے

(ب ج، ۱۹۱)

جِدَّت (ع) مونث

: تقلید چھوڑ کر اپنی طرف سے نئی بات پیدا کرنے کا نقطۂ نظر (جسے انگریزی میں ORIGNALITY کہتے ہیں)

(جدت، ض ک، ۱۲۲)

: تازگی، تازہ پن کا

ذوق جدت سے ہے ترکیب مزاج روزگار

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۱)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ اگر ہم تقلید کی بجائے جدت سے کام لیں تو ہمیں اس سے کیا فوائد پہنچیں گے

(ض ک، ۱۲۲)

جَدَل (ع) مونث، لڑائی کا

نہیں فردوس مقام جدل و قال اقول

(ملا اور بہشت، ب ج، ۱۱۷)

جِدَّہ (ع) مذکر: سعودی عرب کا ایک شہر جو مکۂ معظمہ کے لیے بندرگاہ ہے کا۔

کھلنے کو جدہ میں ہے شفاخانۂ حجاز

(شفاخانۂ حجاز، ب د، ۱۹۸)

جَدید (ع) صفت: نئی، عصر حاضر کی، مغربی قوموں کے اثر سے مغرب میں پھیلی ہوئی (تعلیم)

(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۱۴۲)

جَذب (ع) مذکر

وہ بیخودی کی حالت جو اللہ تعالیٰ کے فقیروں سے مخصوص ہے، عشق کی بیخودی جس میں خدا کے جذبے ہر

؎ کتاب میں قال و اقول چھپا ہوا ہے۔ اس میں و غلط ہے

وقت پیش نظر رہتے ہیں اور دنیا ، ہیچ نظر آتی ہے ؎

نہ کر تقلید اے جبریل میرے جذب و مستی کی

(ا، ب ج ، ۲۳)

: کشش (جو دو چیزوں کے مابین ہوتی ہے) ؎

قوسین میں نبوت ہے اسی جذب و شوق کا

(معراج، ب ا ، ۲۳۱)

جَذبِ باہَم/باہَمی (– ف ف) مذکر، جذب + اضافت + باہم (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : ایک دوسرے کی کشش جس سے دونوں کی حیات برقرار ہے (مسلّمہ مسئلہ ہے کہ اجرام فلکی کا نظام کشش باہمی کے اصول سے قائم ہے) ؎

ہیں جذب باہمی سے قائم نظام سارے

(بزم انجم ، ب د ، ۱۷۴)

جَذبِ حَرَم (– ع) جذب + اضافت + حرم (رک) : اسلام کا جذبہ ؎

جذب حرم سے ہے فروغ انجمن حجاز کا

(طلبہ علی گڑھ کالج کے نام ، ب د ، ۱۱۵)

جَذبِ خاک : خاک کے مادی اجزا کو خود میں کھینچنے کا عمل ؎

وجود جس کا نہیں جذب خاک سے آزاد

(پروانہ، ب ج ، ۱۶۳)

جَذبِ عَمَلِ بے بُنیاد (– ع ف ف) مذکر ، جذب (= جذبہ ، مقصد جو عمل کا محرک ہے) + اضافت + عمل (= کوئی نیک کام) + بے (رک) + بنیاد (= اساس ، غرض) : جو چیز عمل پر آمادہ کرتی ہے (یعنی ریت رسم ، بزرگوں کی نقالی یا اور کوئی ایسی ہی بات) وہ کسی ٹھوس بنیاد پر (یعنی خلوص اور عشق پر) قائم نہیں ہے ؎

نکر سے تو ترا جذب عمل بے بنیاد

(روشنی ، ض ک ، ۳۸)

جَذبِ مُسَلمانی (– ف ف) مذکر ، جذب + اضافت + مسلمان (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : عشق الٰہی میں استغراق اور ماسوا سے ترک تعلق ؎

اک فقر ہے سلمانی اک جذب مسلمانی

(۱۸، ب ج ، ۳۱)

جَذبِ مَہِ کامِل (ع ف ع) جذب (= کشش) + اضافت + مہ (= چاند، ماہ کی تخفیف) + اضافت + کامل (= پورا) : چودھویں رات کے چاند کی کشش جس سے سمندر میں جوار بھاٹا پیدا ہوتا ہے ؎

میں اچھلتی ہوں کبھی جذب مہ کامل سے

(موج دریا ، ب د ، ۲۲)

جَذبہ (ع) مذکر

: دل کا جوش ، ولولہ ؎

تخیل ملکوتی و جذبہ ہائے بلند

(سیاسی پیشوا، ض ک ، ۱۵۷)

: کشش ؎

نہ اٹھا جذبۂ خورشید سے اک برگ گل تک بھی

(تصویر درد، ب د ، ۷۴)

جَراحَت (ع) مونث : زخم ؎

تجھ کو اے شوق جراحت دیں تسلی کس طرح

(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۱۶)

جُرأَت (ع) مونث : دلیری ، ہمت ؎

جرأت ہے تو افکار کی دنیا سے گزر جا

(ماہر نفسیات سے ، ب ج ، ۱۶۷)

جُرأَت آفریں (– ف) صفت ، جرأت + آفریں (رک) : بیباکی اور جسارت پیدا کرنے والی ؎

تعلیم مغربی ہے بہت جرأت آفریں

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۴)

جُرأَت آموز (– ف) صفت ، جرأت + آموز (رک) : ہمت یا حوصلہ بڑھانے والی ؎

جرأت آموز مری تاب سخن ہے مجھ کو

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۳)

جُرأَتِ رِندانہ (– ف ف) مونث ، جرأت + رند (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت) : آزادوں کی سی جرأت ، عاشقوں کی سی جرأت جس میں کوئی دوسرا جذبہ چاہے کتنا ہی قوی ہو جرأت کو کم نہ کر سکے ؎

بے جرأتِ رندانہ ہر عشق ہے روباہی
(محرابِ گل افغان ۱۴، ض ک، ۱۴۷)

جَرَس[1] (ع) مذکر: گھنٹا جو قافلے والے کوچ کے وقت بجاتے ہیں (مثلِ جرس کی تشبیہ میں یہ لطف ہے کہ روح کی فریاد کہ جسے اس مادّی دنیا سے کوچ کا یقین ہے اور وہ کوچ کے لیے آمادہ بھی ہے کوچ کے وقت بجائے جانے والے گھنٹے کی آواز سے کامل مناسبت ہے) ۔

ورنہ اس صحرا میں کیوں نالاں ہے یہ مثلِ جرس
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

جُرم (ع) مذکر: گناہ، قصور ۔

ارتکابِ جرمِ الفت کے لیے بیتاب تھا
(وصال، ب د، ۱۲۰)

جُرمِ اُلفت (- ع) مذکر، جرم + اضافت + الفت (رک): محبت جو عام لوگوں کی نظر میں گناہ ہے یا یہ کہ محبت میں چونکہ وصال کی سعی اور جد و جہد میں قسم قسم کی تکلیفیں جھیلنا پڑتی ہیں اس لیے اسے گناہ سے تعبیر کیا (یہاں کنایۃً وصال یا دیدارِ محبوب مراد ہے) ۔

ارتکابِ جرمِ الفت کے لیے بیتاب تھا
(وصال، ب د، ۱۲۰)

جُرّہ (ع) مذکر: باز ۔

کہیں جرّہ شاہین سیماب رنگ
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۶)

جَڑ (ا) مونث: بیخ، بن بنیاد، اساس

جڑ کٹنا (ا) استیصال ہونا، نیست و نابود ہونا ۔

قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے
(وطنیت، ب د، ۱۶۱)

جُز (ف) کلمۂ استثنا: سوا، علاوہ ۔

سر میں جز ہمدردیِ انساں کوئی سودا نہ ہو
(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

جزا (ع) مونث: عمل کا نیک صلہ، عبادت کا اچھا پھل ۔

اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے
(غزلیات، ب د، ۱۰۸)

جَزْر (ع) مذکر: سمندر کے پانی کا اتار ۔

کیا خوب یہ عالم ہے ادھر مد ہے ادھر جزر
(دوالسلطنے کا دربار، ب ا، ۲۴۳)

جَزْر و مَد (ع ع ع) مذکر، جزر (= سمندر یا دریا کے پانی کا اتار) + و (عطف) + مد (= پانی کا چڑھاؤ): جوار بھاٹا، مراد ترقی و تنزل ۔

ہے قیامِ بحرِ ہستی جزر و مدِ اسلام کا
(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۶)

جُزْو (ع) مذکر: حصہ، کل میں سے ایک ٹکڑا ۔

ہے الم کا سورہ بھی جزوِ کتابِ زندگی
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۵)

جُزوِ غَیر (- ع) مذکر، جزو + اضافت + غیر (رک): غیروں میں شامل (تبدیلِ مذہب کرکے) ۔

پھر خاک میں ملیں گے تو کچھ ہونگے جزوِ غیر
(ب ا، ۲۶۵)

جُزوِ نبوّت (ع ع) مذکر، جزو (رک) + اضافت + نبوت (رک): نبوت یا رسالت کا حصہ، شاعری جزویست از پیغمبری (= یعنی شاعری بھی پیغمبری کا ایک حصہ ہوتی ہے) یعنی شاعر بھی بسا اوقات ایسی باتیں کردیتا ہے جو الہام کی طرح حق ہوتی ہیں ۔

لاج اس جزوِ نبوت کی ترے ہاتھوں میں ہے
(سید کی لوحِ تربت، ب ا، ۳۰۹)

جَزیرہ (ع) مذکر: وہ زمین کا خطہ جو سمندر کے بیچ میں واقع ہو جس زمین کے چاروں طرف سمندر ہو ۔

ہیں بحرِ خودی میں ابھی پوشیدہ جزیرے
(ماہرِ نفسیات، ب ج، ۱۶۷)

جزیرۂ سسلی: اٹلی کے جنوب میں ایک جزیرہ جسے عرب صقلیہ (رک) کہتے ہیں
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

جَزِیل (ع) صفت: بہت ۔

مرحوم کے نصیب ثوابِ جزیل ہو

[1] عربی میں بسکون را جرس (= آواز نرم) ہے

(آتشکِ خون، ب ا، ۹۲)

جِس (ار) : ضمیر موصول، جو کی جگہ ؏

یہ ہے اقبال فیض یادِ نامِ مرتضیٰ جس سے

(غزلیات، ب ا، ۴۴۸)

جس پہ خالق کو بھی ہے ناز : جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں افتخار کے طور پر "احسنِ تقویم" (= سب سے بہتر تشکیل) فرمایا ہے ؏

جس پہ خالق کو بھی ہے ناز وہ انساں ہوں میں

(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۳)

جس ساز کے نغموں سے : اس ٹکڑے میں "ساز" سے مذہب مراد ہے (ہندو کا بھی اور مسلمین کا بھی) ؏

جس ساز کے نغموں سے حرارت تھی دلوں میں

(شعاعِ امید، ض ک، ۱۰۹)

جس طَرَح (- ع) جس (ضمیر موصول) + طرح (= طریقہ) : جس طور سے، جیسے ؏

جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

(بچے کی دعا، ب د، ۳۴)

جس طرح ہو کوئی سرمستِ ادا مستِ خرام : اس مصرع میں "خرام" کی جگہ "خمار" پڑھیے

(تعیشِ جوانی، ب ا، ۵۱۹)

جس کو شہرت بھی الخ : جو غزل ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے اس کے سات شعر باقیات میں صفحہ ۴۳۹ و ۴۴۰ پر، اور آٹھ شعر صفحہ ۵۹۴ و ۵۹۵ پر نقل کیے گئے ہیں۔ پوری غزل پندرہ اشعار پر مشتمل ہے

(ب ا، ۴۳۹ و ۵۹۴)

جس کو کہتے ہیں (ار) : جس کا نام ہے، جس کو سابق لفظ (یعنی زندگانی) سے تعبیر کیا جاتا ہے ؏

زندگانی جس کو کہتے ہیں فراموشی ہے یہ

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

جس کے دم سے دلّی و لاہور ہم پہلو ہوئے : مراد مرزا ارشد گورگانی دہلوی جو دہلی سے آ کر لاہور میں رہے اور پھر جبز درزیر بائی اسکول میں ملازمت کر لی۔ ان کی وجہ سے لاہور میں شعر و سخن کا ذوق عام ہو گیا تھا۔ یہ شعر

اقبال نے ان کی وفات پر کہا تھا

(غزلیات، ب د، ۲۷۸)

جس گھڑی (- ار) ، جس + گھڑی (= ساعت، لمحہ) جس وقت، جب ؏

یورپ میں جس گھڑی حق و باطل کی چھڑ گئی

(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۶)

جس موت کا : یعنی جیسی موت کا (اشارہ ہے غلامی کی موت کی جانب جس میں خودی انسان کی زندگی میں بھی مردہ ہوتی ہے ؏

جس موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت

(مردہ، ا ح، ۱۹)

جَسارت (ع) مونث : دلیری، بیباکی ؏

اور مسلم کے تخیل میں جسارت اس سے ہے

(مسلم، ب د، ۱۹۶)

جَست (ف) مونث : چھلانگ ؏

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

(۱۴، ب ج، ۱۸)

جُستجو (ف ف) مونث، جست، مصدر جستن (= ڈھونڈھنا) سے فعل ماضی + جو، مصدر مذکور سے فعل امر = تلاشِ مقصود، تحقیق، تفتیش ؏

جستجو میں ہے وہاں بھی روح کو آرام کیا

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

: فکر، دھن ؏

خوب تر پیکر کی اس کو جستجو رہتی نہ ہو

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۲)

جَشنِ میاں شاہ دین ہمایوں : اس سرخی کے ذیل میں فارسی کا ایک شعر (بے مادۂ تاریخ) ایک شعر مع مادۂ تاریخ اور ایک قطعۂ تاریخ درج ہے، مشکل الفاظ اس فرہنگ کے حصہ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۲۸۸)

جَسَد (ع) مذکر، جسم ؏

روح سے تھا زندگی میں بھی تہی جن کا جسد

(صدائے غیب، ا ح، ۲۰)

جَسُور (ع) صفت : دلیر، بہادر ؎
بلند بال تھا لیکن نہ تھا جسور و غیور
(زہد و رندی، ب ج، ۱۶۴)

جَیسے (ار) جیس (رک) کی تخفیف۔
اے ہمالہ کوئی بازی گاہ ہے تو بھی جسے
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

جَفا (ف) مونث : ظلم، سختی ؎
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
(بلالؓ، ب د، ۸۰)

جَفا پیشہ (- ف) صفت، جفا + پیشہ (رک) ظالم، ستمگر ؎
ترکان جفا پیشہ کے پنجے سے نکل کر
(دام تہذیب، ض ک، ۱۵۳)

جَفا جُو (- ف) صفت، جفا، جُو (رک جُوئیدن) : سپاہی، نکال نکال کے ستانے والا ؎
رہیلہ کس قدر ظالم جفا جو کینہ پرور تھا
(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۷)

جَفا طلبی (- ع ف) مونث، جفا + طلب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : ظلم اور سختی کو دعوت دینے کا عمل، ایسا کام جس میں دلیری سے جور و جفا کا مقابلہ کیا جائے ؎
سرشت اس کی ہے مشکل کشی جفا طلبی
(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

جَفا کَش (- ف) صفت، جفا + کش (رک) : محنتی ؎
دنیا نہیں مردانِ جفا کش کے لیے تنگ
(۵۸، ب ج، ۷۶)

جَفا کشی : جفا کش (رک) کا اسمِ کیفیت ؎
جفا کشی کا خفر کیسے ان کسانوں کو
(ابر، ب ا، ۱۹۷)

جَکڑا ہونا (ار) : بندھا ہوا اور مقید ہونا ؎
ہم بند شب و روز میں جکڑے ہوئے بندے
(لینن، ب ج، ۱۰۶)

جَگانا (ار) : چونکانا، غفلت دور کرنا، بیدار کرنا، باعمل بنا دینا ؎
بیہوش جو پڑے ہیں شاید انھیں جگا دے
(ایک آرزو، ب د، ۴۸)

: مرے ہوئے کو زندہ کرنا، روزِ حشر مردوں کو قبروں سے اٹھانا۔
سُلا دوں گی جہاں کو خواب سے تم کو جگا دوں گی
(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

جگت اِیشور : (ار ار) مذکر، جگت (= سنسار، دنیا) + ایشور (= خدا) : ساری دنیا کا پیدا کرنے اور پالنے والا ؎
ایشور ہے تو ہر آتما کو پیت ہے تیری (غزل، ب ا، ۲۰۱)

جِگر (ف) مذکر، سینے کے اندر مشہور عضو جو اعضائے رئیسہ میں شمار ہوتا ہے، کلیجہ ؎
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پائے ہیں
(غزلیات، ب د، ۲۰۱)

جِگر پُر خُوں (- ف ف) : اس کا دل عاشقانہ اور لبریز عشقِ رسولؐ ہوتا ہے ؎
جگر پر خوں نفس روشن نگہ تیز
(رباعیات، ۲۰، ا ح، ۳۱۱)

جِگر تاب (- ف) صفت، جگر + تاب (رک) : دل کو تڑپانے والا (پرانی یادیں تصور میں لا کر) ؎
اس دشت جگر تاب کی خاموش فضا میں
(اہرامِ مصر، ض ک، ۱۱۶)

جِگر تابی (- ف) مونث + جگر + تاب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : دل کی تڑپ، باطن کی بے چینی ؎
نظر آتی ہے جس کو مردِ غازی کی جگر تابی
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۸)

جِگر چاکی (- ف ف) مونث، جگر + چاک (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : دل کا چاک چاک ہونا، مراد (غنچے کی) پنکھڑیوں کا بکھرنا ؎
ہنسی سمجھی گئی گلشن میں غنچوں کی جگر چاکی
(تہذیبِ حاضر، ب د، ۲۲۵)

جِگر دار (ف ف) صفت، جگر (= دل) + دار (رک)، مراد مضبوط و مستحکم ؎

عشق کی تیغ جگر دار اڑائی کس نے
(۸، ب ج، ۱۲۰)

جگر سوزی (- ف ف) مونث، جگر + سوز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)، آتشِ عشق سے دل جلنے کی کیفیت کو

وہ جگر سوزی نہیں وہ شعلہ آشامی نہیں
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۶)

جگر شگاف (- ف) صفت، جگر + شگاف، مصدر شگافیدن (= چیرنا) سے فعلِ امر، دل چیر دینے والی کو

تیغ جگر شگاف تری پاسبانِ ہند
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۶)

جگر شیشہ و پیمانہ و مینا (- ف ف ف)، جگر + اضافت + شیشہ + و (عطف) + پیمانہ + و + مینا (رک)، یہ سب شراب نوشی کے لوازم ہیں اور ان سے مراد پوری محفل ہے، یعنی کل شراب عشق پینے والوں کے دل کو

جگر شیشہ و پیمانہ و مینا کر دیں
(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

جگر گداز (- ف)، جگر + گداز، مصدر گداختن (= پگھلانا) سے فعل امر

: جگر کو خون کر کے بہا دینے والا کو

اشک جگر گداز نہ غماز ہو ترا
(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

: دل میں اثر کرنے والی، دل میں اتر جانے والی کو

ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز
(بلال، ب د، ۱۴۱)

جگرِ لالہ میں ٹھنڈک : داغدار دل کے لیے سکون کا باعث یعنی، غریبوں اور مصیبت زدوں کا ہمدرد کو

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
(مردِ مسلماں، ض ک، ۶۰)

جگمگانا (ار) : روشن ہونا، چمکنا کو

فروغِ شمع نو سے بزمِ مسلم جگمگا اٹھی
(تہذیبِ حاضر، ب د، ۲۲۵)

جگندر سنگھ : (قیب موٹر) امرتسر کے رہنے والے (نواب سر) ذوالفقار علی خاں (رک) کے دوست تھے نواب صاحب ہی نے ان کا علامہ سے تعارف کرایا تھا۔ علم و ادب کے دلدادہ تھے۔ نواب صاحب سے ملنے کے لیے اکثر لاہور آتے تھے تو علامہ کی خدمت میں بھی بہرہ یاب ہوتے تھے۔ امراؤ سنگھ (سکھ) کی طرح یہ بھی اقبال کے شیدائی تھے۔ انگریزی اور فارسی میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ علامہ کی مشہور مثنوی اسرارِ خودی پر انگریزی میں انھوں نے کئی قابلِ قدر مضامین لکھے جو موقر رسائل میں شائع ہوئے (قیب موٹر) کو

کیسی پتے کی بات جگندر نے کل کہی
(موٹر، ب د، ۱۷۷)

جگنو (ار) مذکر

: ایک چھوٹا سا کیڑا جس کا پچھلا حصہ رات میں اس طرح چمکتا ہے کہ چمکا پھر تاریک ہوگیا چمکا پھر تاریک ہوگیا، کرمکِ شب تاب کو

جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
(جگنو، ب د، ۵۴)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے میں خالق کا جلوہ مضمر ہے مگر ظاہر بیں نگاہیں اسے نہیں دیکھتیں اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کے سوا کسی کا وجود اصلی اور حقیقی نہیں اور یہ کائنات اسی کے نور کا مظہر ہے
(ب د، ۸۴)

: بانگِ درا کی چھپی ہوئی اس نظم میں مخزن (دسمبر ۱۹۰۴ء) کی اشاعت سے ایک شعر (دوسرے بند میں) کم ہے، جو باقیاتِ اقبال میں مخزن کے حوالے سے درج ہے

جلا (ع) مونث : چمک دمک کو

ذرے ذرے میں جلا ہے تری تکبیروں سے
(خطاب بہ مسلم، ب ا، ۲۲۲)

جلا بھنا (ار ار) صفت : جو غصے اور جھلاہٹ میں زبان سے نکلے کو

ایک فقرہ جلا بھنا ہے ترا

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۵)

جلّاد (ع) مذکر: جو عدالت وغیرہ کے حکم سے قتل کرنے پر مامور ہو ؎

کہا غریب نے جلاد سے دمِ تعزیر

(ذوقِ نظر، ض ک، ۱۳۲)

جلال (ع) مذکر، رعب و دبدبہ، شان و شوکت، طاقت و قوت ؎

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو

(۱۷، ب ج، ۴۰)

جلال و جمال: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ بغیر جلال کے جمال کافی نہیں میں زورِ حیدری کو ہر چیز پر ترجیح دیتا ہوں (زورِ حیدری کو سمجھنے کے لیے) دیکھیں حیدر یا حیدرِ کرار)

(ض ک، ۱۲۳)

جلالی (ع ف)، صفت، جلال (= رعب و دبدبہ، شان و شوکت، طاقت و قوت) + ی (لاحقۂ نسبت): مراد وہ اقدامات جن کا طاقت و قوت، دکھانے اور رعب و داب کا سکہ بٹھانے سے تعلق ہے (جو مسلمان فاتحوں کی قوتِ بازو سے ماضی میں ظہور پذیر ہوئے) ؎

ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظہور

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۳)

جلانا (ار) = آگ لگانا، (دل میں) ہمدردی کا سوز پیدا کرنا ؎

جلانا دل کا ہے گویا سراپا نور ہو جانا

(تصویرِ درد، ب د، ۶۷)

جل ترنگ (ار ار) مونث، جل (= پانی) + ترنگ (= اُمنگ، لہر، نشے کے عالم کا رقص): ایک باجے کا نام جو چھوٹے بڑے پیالوں میں پانی بھر کر تیلیوں سے بجایا جاتا ہے

(ناظرین سے، ض ک، ۹۰)

جلد (ع ف) = فوراً، بلا توقف ؎

کرے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد

(پنجابی مسلمان، ض ک، ۶۱)

جلدی (ف ع ف) مونث، جلد (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)، تیزی سے ؎

اتنی جلدی بحر میں تبدیلی نہ ہوتی آشکار

(کلاہِ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۲)

جل رہا ہوں: مبتلائے سوز ہوں، دل ہی دل میں کڑھ رہا ہوں ؎

جل رہا ہوں کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے

(صدائے درد، ب د، ۴۲)

جلسہ (ع) مذکر: چند ہم جنسوں کے مل بیٹھنے کی صورتِ حال، نشست، صحبت ؎

باغ میں خاموش جلسے گلستاں زادوں کے ہیں

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

جل مرنا (ار): جل کر مر جانا، خود کو جلا دینا ؎

واں بھی جل مرتا ہے سوزِ شمع پر پروانہ کیا

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۹۰)

جلنا (ار): روشن ہونا، روشنی دینا، مبتلائے سوز ہونا ؎

شمع کر جلنے سے کیا حاصل جو محفل میں نہ ہو

(صدائے درد، ب د، ۴۳)

: سوختہ ہو کر خاک ہو جانا (رک: تقدیر کا اختر جلنا) ؎

جل گیا پھر میری تقدیر کا اختر کیونکر

(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۵)

: فنا ہو جانا، فنا فی اللہ ہو جانا ؎

جل گیا مزرعِ ہستی تو اگا دانۂ دل

(دل، ب د، ۶۱)

جلوت (ع) مونث: انجمن، بزم، دنیا کی چہل پہل ؎

شرمائے جس سے جلوت خلوت میں وہ ادا ہو

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

جلوتی (ع ف) صفت، جلوت (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): دنیا کی چہل پہل اور رونق میں دلچسپی

لینے والے کا
جھونپڑیوں کے سبز خوشنتیوں کے کردگرد
(دعا، ب ج، ۹۲)

جُلُوس (ع) مذکر: بیٹھنے کا عمل، شاہی تخت پر بادشاہ کے جلوہ افروز ہونے کی صورت حال (اخترِ شام کے طلوع ہونے کی طرف اشارہ ہے) کا
ہے تختِ لعلِ شفق پر جلوس اخترِ شام
(فراق، ب د، ۱۳۱)

جَلوَہ (ع) مذکر: تجلّی، روشنی، نظر آنے کی کیفیت، دکھائی دینا کا
حسن کے اس عام جلوے میں بھی یہ بیتاب ہے
(بچّہ اور شمع، ب د، ۹۴)

جَلوَہ آرائی (— ف ف) مونث، جلوہ + آرا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت): جلوہ دکھانے کا عمل کا
شبِ غربت میں کی صبحِ وطن نے جلوہ آرائی
(مزدور کا خواب، ب ا، ۲۶۳)

جَلوَہ آشام (— ف) صفت، جلوہ + آشام (رک): جلووں کو پینے والی، مراد جلووں کی خواہشمند کا
جلوہ آشام ہے یہ صبح کے میخانے میں
(گل، ب د، ۱۸۶)

جَلوَہ آشامی (— ف ف) مونث، جلوہ + آشام، مصدر آشامیدن (= پینا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت): مراد جلووں کی پیاس کا
تو ذرا میری نظر کی جلوہ آشامی تو دیکھ
(عاشقِ ہرجائی، ب ا، ۲۴۸)

جَلوَہ پیرا (— ف) صفت، جلوہ + پیرا (رک): موجود، جلوہ گر کا
وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

جَلوَہ فرما (— ف) صفت، جلوہ + فرما (رک): جلوہ گری کرنے والا، چمک دمک دکھانے والا کا
کوئی دیکھے تو شوخی آفتاب جلوہ فرما کی
(تہذیبِ حاضر، ب د، ۲۲۵)

جَلوَہ فروش (— ف) صفت، جلوہ + فروش، مصدر فروشیدن (= بیچنا، گرم بازاری کرنا) سے فعل امر: جلوہ دکھانے والی، اپنے جلوے سے آنکھوں کو گرم کرنے والی کا
بے حجابانہ خورِ جلوہ فروش
(سیرِ فلک، ب د، ۱۷۵)

جَلوَہ گاہ (— ف) مونث، جلوہ + گاہ (= جگہ): وہ جگہ جہاں روشنی یا محبوب کا جمال نظر آئے کا
کرتا ہے یہ طواف تری جلوہ گاہ کا
(شمع و پروانہ، ب د، ۴۰)

جَلوَہ گر (— ف) صفت، جلوہ + گر (لاحقۂ صفت فاعلی): چمک دمک دکھانے والی، ظاہر، نمودار کا
پردۂ مشرق سے جس دم جلوہ گر ہوتی ہے صبح
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۵)

جَلوَہ گری (— ف ف) مونث، جلوہ + گر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): نمودار یا ظاہر ہونے کا عمل کا
ہر شئے کو تیری جلوہ گری سے ثبات ہے
(آفتاب، ب د، ۴۳)

جَلوَہ گُستَر (— ف) صفت، جلوہ + گستر، مصدر گستردن (= بچھانا) سے فعل امر: جلوہ پھیلانے والا، جلوہ گر (رک) کا
وہ حسنِ عالم آرا تیرے دل میں جلوہ گستر تھا
(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۶)

جَلوَہ گہ رک جلوہ گاہ کا
تاروں میں وہ ترمیں وہ جلوہ گہِ سحر ہیں وہ
(پیام، ب د، ۱۱۳)

جَلوَہ نُما (— ف) صفت، جلوہ + نما، مصدر نمودن (= دکھانا) سے فعل امر: اپنی چمک دمک ظاہر کرنے والی کا
گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما
(تعلیم اور اس کے نتائج، ب د، ۲۰۹)

جَلوَۂ خورشید (— ف ف) مذکر، جلوہ + ۂ (علامت اضافت) + خورشید (رک): اسلام کے سورج

کی روشنی ؎

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۵)

جَلوۂ تقدیر (۔ ف ع) مذکر، جلوہ + ۂ (علامت اضافت) + تقدیر (= احکام الٰہی) : احکام الٰہی کی تجلیات ؎

جلوۂ تقدیر میرے دل کے آئینے میں دیکھ

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۴)

جَلوۂ حُسن : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک مختصر نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ دنیا میں ہر نوجوان بہتر سے بھی بہتر حسن کو آغوشِ محبت میں لینا چاہتا ہے لیکن جسے وہ انتخاب کرتا ہے دراصل اُس سے بھی بہتر حسن کے پائے جانے کا امکان ہے افسوس کہ وہ حسنِ مطلق جسے ہر حسن پر فوقیت حاصل ہے دنیا میں کہیں نہیں ملتا

(ب د، ۱۲۷)

: باقیات میں بغیر کسی حوالے کے لکھا ہے کہ "بانگِ درا کی اس نظم میں دو شعر یہ بھی تھے" اس کے بعد دونوں شعر درج کیے ہیں

(ب ا، ۲۵۰)

جَلوۂ ذوقِ شعور (۔ ف ع ف ع) جلوہ + ۂ (علامت اضافت) + ذوق (= فطری مذاق سلیم) + اضافت + شعور (= جاننے اور سمجھنے کی صلاحیت) : اپنی اپنی سمجھنے کی صلاحیت کے مذاق سلیم کی چمک دمک، ہر شخص اپنی اپنی نظر کے مطابق دیکھتا اور سمجھتا ہے ؎

عالم تمام جلوۂ ذوقِ شعور ہے

(شمع، ب د، ۶۴)

جَلوۂ عام (۔ ف ع) مذکر : جلوہ آرائی جو سب کو نظر آئے ؎

کہتے ہیں بے قرار ہے جلوہ عام کے لیے

(کوشش ناتمام، ب د، ۱۲۴)

جَلی (ع) صفت، واضح، روشن ؎

افکار جوانوں کے خفی ہوں کہ جلی ہوں

(فلسفہ، ض ک، ۲۲۴)

جلیانوالہ باغ امرتسر : امرتسر (حال مشرقی پنجاب) کے جلیانوالہ باغ میں انگریز حکومت نے جب مظاہرین پر گولیاں برسائی تھیں اور ان سے متعدد اشخاص مقتول اور زخمی ہوئے تھے، اس وقت اقبال نے دو شعر کہے تھے جو مذکورہ بالا عنوان کے تحت باقیات میں درج ہیں

(ب ا، ۲۳۸)

جَلیل (ع) صفت : صاحب جلال و جلالت، بزرگ (خدائے تعالیٰ کی صفت) ؎

عرش ربِ جلیل کا ہوں میں

(عقل اور دل، ب د، ۴۴)

جَم (ف) مذکر

: قدیم ایران کا ایک عظیم بادشاہ جمشید جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں ساری دنیا نظر آتی تھی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ شراب بہت پیتا تھا اور وہی شرابِ انگور کا موجد ہے (یہ لفظ جب نگین اور جشن نوروز و پیالہ کے ساتھ ہو تو شاہ جمشید ایرانی ہے، اور جب آئینہ اور سد کے ساتھ ہو تو سکندر سے مراد ہوتی ہے) ؎

اور پہچانتے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

(۹، ب ج، ۲۳۱)

: اربابِ حکومت ؎

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور

(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

جَمادات (ع) مذکر : جماد (= پتھر) کی جمع

جَمادات و نَباتات (۔ ف ع) مذکر، جمادات + و (عطف) + نباتات (= پودے اور پیڑ) (اس مصرع میں مُلّا کو پتھر اور نباتات کا ہم سنگ ٹھہرایا ہے) ؎

یہ مذہبِ مُلّا و جمادات و نباتات

(قطعہ، ب ج، ۷۹)

جَماعت (ع) مونث

: گروہ، جتھا ؎

مجھے اس جماعت میں آیا نظر

(رام کا خواب، ب د، ۳۶)

: تعلیم کا ادارہ، درجہ ؎

ہوں جماعت میں شرارت کرنے والے بھی اگر

(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۵۴۴)

: جمعیتِ مسلمین، ملتِ اسلامیہ ؎

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا

(۶۱، ب ج، ۷۶)

جمال (ع) مذکر: حسن ؎

ہر شے میں ہے نمایاں یوں تو جمال اس کا

(سلیمی، ب د، ۱۲۱)

جمالی (ع ف، صفت، جمال (= حسن) + ی (لاحقۂ نسبت)

: مراد وہ اقدامات جن کا حسن اخلاق اور دوسروں میں اثر کرنے والے تدبر سے تعلق ہے (جو دورِ حاضر میں فتحیابی کا نہایت کامیاب حربہ ہیں) ؎

ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۳)

جمشید (ف): رک جم ؎

کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

(رباعیات، ب ج، ۸۶)

جمع کرنا (ع ا ر): اکٹھا کرنا، بٹورنا، ایک جگہ کرنا، ذخیرہ کرنا ؎

جمع کر خرمن تو پہلے دانہ دانہ چن کے تو

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

جمعیت (ع) مونث

: جمع رہنے کا عمل، مجتمع ہونے کی صورتِ حال ؎

: خاک ہوں منتشر شیرازۂ جمعیتِ اجزا

(گل خزاں دیدہ، ب ا، ۵۱۴)

: اطمینان، سکون (رک جمعیتِ خاطر)

: جماعت، مجمع، مراد وہ مسلمان جو پہلے یکجا موجود تھے مگر اب غدر (۱۸۵۷ء) میں مارے گئے یا انگریزوں نے انھیں قید کر لیا ؎

آہ جب گلشن کی جمعیت پریشان ہو چکی

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۵)

: اجتماعی شان ؎

اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیت بھی تھی

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۰)

جمعیتِ اقوام: لیگ آف نیشنز کا ترجمہ۔ یہ جماعت جنگِ عظیم (۱۹۱۸ء) کے بعد اقوامِ یورپ نے اپنے مفاد کی پوری دنیا میں حفاظت کرنے کے لیے قائم کی تھی (جیسی کہ آج کل یو این او ہے)، اس کا صدر مقام جنیوا میں تھا۔ اقبال نے جب یہ قطعہ کہا تب اس وقت یہ جماعت سارے مشرق میں بدنام ہو چکی تھی۔

(جمعیتِ اقوام، ض ک، ۱۵۶)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اس جمعیتِ اقوام پر طنز کیا ہے جو پہلی جنگِ عظیم کے بعد مغربی قوموں نے جنیوا میں قائم کی تھی جس زمانے میں اقبال نے یہ نظم کہی ہے اس وقت اپنی بد دیانتی کی وجہ سے اس جمعیت کی ساکھ دنیا سے اٹھ چکی تھی۔ اس نظم میں اقبال نے اس جمعیت کے متعلق جو پیش گوئی کی تھی وہ بہت جلد ظہور میں آگئی اور اس کی بجائے یو این او قائم ہو گئی

(ض ک، ۱۵۶)

جمعیتِ اقوامِ مشرق: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے بھوپال کے شیش محل میں کہی تھی۔ اس نظم کا خلاصہ یہ ہے کہ اقبال کے خیال میں اگر دنیا بھر کی مسلمان حکومتیں متحد ہو جائیں اور اپنی ایک جمعیت قائم کر کے طہران (ایران) کو وہی مرکزیت دیں جو اقوامِ مغرب نے جنیوا کو دی ہے تو وہ عظیم انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ واضح ہو کہ اقبال اُس وقت ۱۹۳۵ء میں طہران کا وہ انقلابی جذبہ دیکھ رہے تھے جو اب دو سال پہلے خمینی کی شکل میں رونما ہوا ہے

(ض ک، ۱۴۷)

جمعیتِ خاطر (- ع) جمعیت + اضافت + خاطر (= دل)

: باعثِ اطمینانِ قلب ؎

ہم کو جمعیتِ خاطر یہ پریشانی تھی

(شکوہ، ب د، ۱۲۳)

جمہور (ع) مذکر: عام لوگ، عوام ؎

سلطانیِ جمہور کا آتا ہے زمانہ
(فرمانِ خدا، ب ج، ۱۰۰)

جَمہُوری (ع ف) صفت، جمہور (= آدمیوں کا بھاری گروہ) + ی (لاحقۂ نسبت): وہ نظام جس کا بادشاہ مطلق العنان نہ ہو بلکہ تمام رعایا کے نمایندے انتخاب وغیرہ کے ذریعے شریکِ حکومت ہوں ۔
ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۱)

جمہوری تماشا (- ع) مذکر: عوام کی حکومت کا ڈھونگ ۔
جلالِ بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
(۱۷، ب ج، ۴۰)

جُمہُوریت (ع ف ع) مونث، جمہوری (رک) + ت (لاحقۂ کیفیت): عوام کے نمایندوں کی حکومت
(جمہوریت، ض ک، ۱۴۸)
: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ جمہوریت جس کے آج سارے دنیا والے گُن گا رہے ہیں دراصل بدترین نظامِ حکومت ہے، جیسا کہ اسٹنڈل نامی انگریز نے کہا ہے کہ اس طریقِ کار میں آدمیوں کی گنتی ہوتی ہے، (چاہے وہ جاہل یا گدھے ہی کیوں نہ ہوں) عقل و فہم والوں کو نظم و نسق کا موقع نہیں ملتا
(ض ک، ۱۴۸)

جَمِیل (ع) صفت
: حسین ۔
مجھے فریفتۂ ساقیِ جمیل نہ کر
(عشرتِ امروز، ب د، ۱۲۵)

: پسندیدہ ۔
ہاتھوں میں اپنے دامنِ صبرِ جمیل ہو
(اشکِ خوں، ب ا، ۹۲)

جمیل تر (- ف) صفت: بہت زیادہ حسین ۔
جمیل تر ہیں گل و لالہ فیض سے اس کے
(۹، ب ج، ۱۳)

جِن (ا) ضمیر: جس (رک) کی جمع ۔
جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۱)

جن نمازوں سے: جیسی نمازوں سے (مراد بزرگوں کی نمازیں) ۔
سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۷)

جَناب (ع) مونث
: بارگاہ، دربار ۔
بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا
(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)
: (مذکر) تعظیمی کلمہ جو بزرگوں کے نام کے ساتھ مستعمل ہے (طنزیہ) ۔
کہوں اسے جنابِ شیخ سنا آپ نے بھی کچھ
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

جنابِ امیر (- ع) مذکر جناب (رک) + اضافت: فارسی و اردو نیز کتبِ تاریخ و سوانح میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مخصوص لقب جس کو سنتے ہی ذہن آں حضرت کی طرف منتقل ہوتا ہے
(سپاس جناب امیر، ب، انیسر ایڈیشن، ۱۹۲)
نوٹ: فارسی زبان کی یہ نظم جنوری ۱۹۰۵ء کے مخزن میں چھپی تھی اور شیخ صاحب کے وظیفۂ سحرگاہی میں شامل تھی۔ اس کے الفاظ کا حل فرہنگ ہذا کے حصۂ فارسی میں دیکھیے ۔

جَنازَہ (ع) مذکر: مُردے کی کفن پوش لاش جو دفن کرنے کے لیے لے جاتے ہیں ۔
زینت تھی جس سے تجھ کو جنازہ اسی کا ہے
(اشکِ خوں، ب ا، ۹۰)

جِناں (ع) مونث: جنت، بہشت ۔
وہ گل زیبِ باغِ جناں ہو گیا
(ماتمِ پسر، ب ا، ۱۶۸)

جُنْباں (ف) صفت، مصدر جُنبیدن (= ہلنا) سے حالیہ ناتمام: ہلتا ہوا، حرکت کرتا ہوا، جھومتا ہوا

ہے

تھی کبھی موجِ صبا گہوارۂ جنباں ترا

(گلِ پژمردہ، ب د، ۵۱)

جُنبش (ف) مونث، مصدر جنبیدن (= ہلنا، حرکت کرنا) سے حاصل مصدر: ہلنے کی کیفیت ہے

ہاتھ کی جنبش میں طرزِ دید میں پوشیدہ ہے

(طفلِ شیر خوار، ب د، ۶۶)

جُنبش عیاں ہونا (- ع ا): مراد کائنات کے اجزا میں حرکت پیدا ہونا ہے

ہوئی جنبش عیاں ذرّوں نے لطفِ خواب کو چھوڑا

(محبت، ب د، ۱۱۲)

جُنبشِ نظر (- ع) مونث، جُنبش + نظر (رک): آنکھ سے اشارہ کرنا، اِدھر سے اُدھر دیکھنا، تیور بدلنا (جو سیاسی دنیا میں جرم کے برابر ہے) ہے

یہ رسم بزمِ فنا ہے اے دل گناہ ہے جنبشِ نظر بھی

(طارق ۱۹۰۸ء، ب د، ۱۴۱)

جنّت (ع) مونث: وہ روایتی باغ جو عالمِ بالا میں ہے اور نیکوں کو قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد اس میں جگہ ملے گی، بہشت (حضرت آدم کو اسی میں پیدا کیا گیا تھا) ہے

ملی نہ میری طبیعت ریاضِ جنّت میں

(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۹)

یہ جنّت مبارک رہے زاہدوں کو

(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

جنّت سے نکالا ہوا انساں: آدمی جس کے جدِّ اعلیٰ حضرت آدم (رک) کو جنّت سے زمین پر بھیج دیا گیا تھا ہے

مجھ کو جنّت سے نکالا ہوا انساں سمجھا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۱۹۹)

جنّتِ نظّارہ (- ع) مونث، جنّت + اضافت + نظّارہ (رک): نگاہوں کے لیے جنّت کے مناظر کی طرح پُرکیف یا پُرلطف ہے

جنّتِ نظّارہ ہے نقش ہوا بالائے آب

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۱)

جِنس (ع) مونث

= سودا، مال، سرمایہ، دولت وغیرہ ہے

نہیں جنسِ ثوابِ آخرت کی آرزو مجھ کو

(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

: غلّہ، اناج اور کھانے پینے کا دوسرا سامان ہے

ملکِ یمین و درہم و دینار و رخت و جنس

(صدیقؓ، ب د، ۲۳۴)

: (منطق) وہ کلّی جس کے تحت مختلف نوعیں ہوں۔ نوع وہ کلّی جس کے تحت اصناف (قسمیں) ہوں۔ صنف وہ جس کے تحت افراد ہوں مثلاً اختر، سعید، ناظم وغیرہ افراد ہیں یہ سب انسان ہیں لہٰذا انسان نوع ہے، گھوڑا وغیرہ سب حیوان ہیں، لہٰذا حیوان جنس ہے (رک ہم جنس)

جنسِ نایابِ محبّت (- ف ف ع) مونث، جنس + نایاب (رک) + محبّت (رک): محبّت کو جنسِ نایاب سے تعبیر کیا ہے ہے

جنسِ نایابِ محبّت کو پھر ارزاں کر دے

(شکوہ، ب د، ۱۹۹)

جَنگ (ف) مونث: لڑائی، دو فوجوں جماعتوں یا شخصوں کا مقابلہ۔

جنگ توز (- ف) صفت، جنگ + توز (رک): جنگ کا حق ادا کرنے والی ہے

بہروز جنگ توز جگر سوز سینہ در

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۶)

جنگِ دست بدست (- ف ف ف) مونث، جنگ + دست (رک) + ب (= سے، ساتھ) + دست: ہاتھوں ہاتھ لڑائی، مراد کلمۂ حق کہنے میں حکومت سے تصادم اور قید و بند یا جیل خانہ وغیرہ ہے

کر معرکے ہیں شریعت کے جنگِ دست بدست

(شکست، ض ک، ۳۸)

جنگِ زرگری (- ف) مونث: بناوٹی لڑائی، مصنوعی جنگ، جھوٹ موٹ کی لڑائی ہے۔

ہے زرگر سنار کو کہتے ہیں، سنار ایک چھوٹی سی ہتھوڑی یا نہایت نرم ہاتھ سے سونے پر چلاتا ہے اور یہ مار برائے نام ہوتی ہے اس مناسبت سے بناوٹی لڑائی کا یہ نام رکھا گیا۔

یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۱)

جنگ و جدل (– ف ع) مذکر نیز مؤنث : جنگ + و (عطف) + جدل (= جھگڑا فساد)، مراداً فرقہ وارانہ فساد کے
جنگ و جدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے
(دنیا شوالا، ب د، ۸۸)

جنگِ یرموک کا ایک واقعہ : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ایک صحابیِ رسولؐ (حضرت ابوعبیدہؓ) کے شوقِ شہادت کا حال نظم کیا ہے۔
یرموک اُردن کے علاقے میں دمشق سے کچھ فاصلے پر ایک میدان ہے جس میں حضرت عمر فاروقؓ کے دور (سن ۱۵ھ) میں بیس ہزار مسلمانوں نے دو لاکھ رومیوں کو شکست دی تھی۔ ان بیس ہزار مسلمانوں کے سالارِ لشکر حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح تھے جو تاریخ میں "فاتحِ شام" کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ نے سن ۱۸ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمرِ مبارک ۵۸ سال کی تھی۔
(ب د، ۲۴۷)

جنگاہ (ف ف) مؤنث، جنگ (رک) + گاہ (رک) : میدانِ جنگ؛ اپنی خواہش اور خدائے تعالیٰ کی مشیّت میں کشمکش کی منزل، جہادِ نفس کا مرحلہ کے
کہ اس جنگاہ سے میں بن کے تیغِ بے نیام آیا
(۳۵، ب ج، ۵۷)

جنود (ع) مذکر : جُند (= لشکر) کی جمع کے
عشق فقیہِ حرم عشق امیرِ جنود
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۵)

جنوں (ع) مذکر
: دُھن کے
دل کو اپنا ہے جنوں اور مجھے سودا اپنا
(دل، ب د، ۶۲)
: جوشش و خروش، ولولہ کے
ہے جنوں تیرا نیا پیدا نیا ویرانہ کر
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۱)
: عقل کے خلاف پاگل پن، احمقانہ فعل کے
مذہب ہے جس کا نام وہ ہے اک جنونِ خام
(مذہب، ب د، ۲۴۹)
: عشقِ حقیقی کے
اِک جنوں ہے کہ باشعور بھی ہے
(۲۰، ب ج، ۴۳)
: عشقِ مجازی کے
اک جنوں ہے کہ باشعور نہیں
(۲۰، ب ج، ۴۳)
: عشقِ الٰہی جو دلائلِ منطق سے ثابت ہو مگر جذبے اور جوش سے تعلق نہ رکھتا ہو کے
اگرچہ مغربیوں کا جنوں بھی تھا چالاک
(۴۵، ب ج، ۲۶)
: خودی کو مرتبۂ کمال پر پہنچانے کی جدوجہد کے
کسے خبر کہ جنوں میں کمال اور بھی ہیں
(جنوں، ض ک، ۱۱۱)
: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اپنی خودی کو مرتبۂ کمال تک پہنچانے کا شدید احساس اور جذبہ پیدا کرے
(ض ک، ۱۰۱)

جنوں پرور (– ف) صفت، جنوں + پرور، مصدر پروردن (= پرورش کرنا، تربیت دینا) سے فعلِ امر : دیوانگیِ عشقِ رسولؐ کا درس دینے والے (مدرسے اور خانقاہیں وغیرہ) کے
آج ہیں خاموش وہ دشتِ جنوں پرور جہاں
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۷)

جنونِ فتنہ ساماں (– ع ف) جنون (مراداً عشق) + اضافت + فتنہ (= شورش، دیوانگی) + ساماں (= سازوسامان) : شورشِ دل پیدا کرنے یا شورش کو بڑھانے والا عشق کے

اثر یہ بھی ہے اک میرے جنوں فتنہ ساماں کا

(تصویرِ درد ، ب د ، ۷۰)

جنوں کو سنبھالے : مُراد دیوانگیِ عشق اور ذوقِ معرفت کی تسکین کا سامان بہم پہنچا سکے (جسے یہ خطّہ (لندن) کسی طرح انجام نہیں دے سکتا کیونکہ یہ سراسر ایک مادّی دنیا ہے) ؎

مرے جنوں کو سنبھالے اگر یہ دِیوانہ

(۲۸، ب ج ، ۵۱)

جنھوں (ار) جن (ضمیر موصول جمع) کی مغیّرہ حالت ؎

کیا جنھوں نے محبّت کا راز داں مجھ کو

(التجائے مسافر، ب د ، ۹۷)

جنھوں نے میری زبانِ گویا : ان الفاظ سے شروع ہونے والے شعر کی زمین میں سترہ اشعار کی غزل بانگ درا میں درج ہے ۔ یہ اٹھارواں شعر ہے جو باقیات میں درج ہے ۔

(ب ا ، ۴۳۹ ، ب د ، ۱۴۰)

جُنَید : حضرت جُنَید البغدادی ، ایک خدا رسیدہ صُوفی تھے ۔ لقب سید الطائفہ یعنی گروہ صُوفیہ کے سردار حضرت شبلی اور حضرت منصور حلّاج انہیں کے شاگرد تھے ۔ نسل کی رُو سے ایرانی تھے ۔ تیسری صدی ہجری میں نہاوند میں پیدا ہوئے ۔ جوانی میں بغداد آ گئے یہاں مدّت تک اکابر صُوفیائے کرام کی صحبت اٹھائی ۔ علم و فضل و زہد و تقویٰ میں کمال پیدا کیا ۔ ابو العباس عطا نے آپ کو علمِ تصوّف میں اپنا امام اور مقتدا لکھا ہے ۔ سب سے پہلے آپ ہی نے تصوّف کو ایک فن کی حیثیت سے مدوّن کیا ۔ ۲۹۱ھ میں بمقام بغداد وفات پائی ؎

دلِ جُنید و نگاہِ غزالی و رازی

(۱۴، ا ح ، ۴۳)

جُنَیدی : جنید (رک) سے منسوب ، مراد دینی قیادت ؎

کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری

(دین و سیاست ، ب ج ، ۱۸۶)

جِنیوا : ۱۹۱۹ء کی جنگِ عظیم کے بعد مغربی ملکوں نے ایک انجمن بنام "مجلس اقوامِ عالم مقام" جنیوا (Geneva) میں قائم کی تھی جس کا مقصد یہ بتایا گیا تھا کہ یہ مجلس دنیا میں امن قائم کرے گی ، لیکن دراصل خفیہ مقصد یہ تھا کہ کمزور قوموں کو یورپ کا غلام بنایا جائے ۔ اقبال نے اس انجمن پر یہ تبصرہ کیا تھا ؎

من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزداں چند

بہرِ تقسیمِ قبور انجمنے ساختہ اند

یعنی میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ چند کفن چوروں نے قبریں (ایشیا کی مردہ قومیں) آپس میں بانٹنے کے لیے ایک انجمن بنائی ہے ۔ مکّہ اور جنیوا کی سرخی سے جو نظم ضربِ کلیم کے صفحہ ۷۵ پر درج ۔

یہ درج نہیں کہ مکّہ معظمہ کی سرزمین نے جنیوا ، کو یہ پیغام دیا مگر تیسرے شعر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ایک تمثیلی پیغام ہے

(مکّہ اور جنیوا ، ض ک ، ۷۵)

جُو (ف) مصدر جُستن (= ڈھونڈھنا) سے فعلِ امر ، ترکیبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک جستجو)

جُو (ف) مونّث

: ندی ، نالہ ، دریا وغیرہ سے نکالی ہوئی نہر یا نالی ، بہتا ہوا چشمہ ، جھیل وغیرہ ؎

سَیر کرتا ہوا جس دم لبِ جُو آتا ہوں

(ابرِ کوہسار ، ب د ، ۲۸)

: بحر کے مقابلے میں چھوٹی سی ندی ؎

بحر تھا صحرا میں تُو گلشن میں مثلِ جو ہوا

(شمع اور شاعر، شمع ، ب د ، ۱۸۹)

جُوئے خوں می چکد از سینۂ بے کینۂ ما

می تپد نالہ بہ نشتر کدۂ سینۂ ما

: ہمارے دل سے ، جو کہ ہر قسم کے کینے سے پاک صاف

ٹ اس جگہ بہ تشدید نون نظم کیا ہے ۔ شعر میں ایسا تصرّف درست ہے ۔

ہے، خون کی نہر جاری ہے اور فریاد میں ہمارے نشتروں سے گھایل سینے میں تڑپ رہی ہیں

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

جوئے شیر (ف ف ف، مونث، جو (= ندی یا نہر) + ے (علامت اضافت) + شیر (= دودھ): دودھ کی نہر جو فرہاد (رک) نے اپنی محبوبہ شیریں کے لیے کھودی تھی ؎

جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی

(خضر راہ، ب د، ۲۵۹)

جوئے مئے سخن (- ف ف ف)، جو + ے (علامت اضافت) + مے (رک) + اضافت + سخن (رک): شعر و سخن کو پُرکیف ہونے اور زندگی کی ایک تازہ رُوح پھونکنے میں شراب سے تشبیہ دی ہے ؎

گلشن دہر میں اگر جوئے مئے سخن نہ ہو

(شاعر، ب د، ۲۱۱)

جوئے نغمہ خواں (- ف ف ف)، مونث، جو + ے (علامت اضافت) + نغمہ خواں (رک): فیض رساں ؎

گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہوجا

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۴)

جو (ا ر)، ضمیر موصول ؎

خندہ زن ہے جو کلاہ مہر عالمتاب پر

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

: اگر ؎

ٹھہر دو جو مرے گھر میں تو ہے اس میں بُرا کیا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

: جب ؎

بقا کو جو دیکھا فنا ہو گئی وہ

(عشق اور موت، ب د، ۵۸)

جو اس سے نہ ہو سکا وہ تو کر: یعنی فطرت نے چیزوں کو استعمال کے قابل بنانے میں جو گنجائش چھوڑ دی ہے اس کی صلاحیت انسان کو دے دی ہے اس لیے انسان کو چاہیے کہ اپنی جدوجہد سے فائدہ اٹھائے

(۴۷۱ ب ج، ۵۹)

جو پیرہن اس کا ہے وہ ملت کا کفن ہے: جس لباس میں وطن کی عظمت کو پیش کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت پر بھی فوقیت رکھتا ہے اس لیے اس پیش کش کو قبول کرنے میں مذہب کو دفن کر دینا پڑے گا ؎

جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

جو ٹھہرے (- ا ر): جنھوں نے راہ ترقی میں قدم رکھ کر روکا ؎

جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں

(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۹)

جو سمجھوں اور کچھ الخ: اس شعر میں چونکہ علامہ "سونے والے" کہا ہے (سونے والوں نہیں کہا) اس لیے یہاں حضرت ختمی مرتبت کی ذات قدسی صفات مراد ہے اور "کچھ" سے اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ حضور کو بشر کی منزل سے بالاتر مخلوق سمجھوں تو بجا ہے ؎

جو سمجھوں اور کچھ خاک عرب میں سونے والے کو

(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۱)

جو شگفتہ تر ہے دم سے الخ: ان الفاظ سے جو غزل شروع ہوتی ہے وہ مخزن ۱۹۰۳ء میں چھپی تھی اور باقیات میں درج ہے۔

(ب ا، ۴۱۴)

جو مضموں زندگی میں: ان کلمات سے جو غزل شروع ہوئی ہے وہ سیالکوٹ کے ماہ نامہ "انکاشف" کے سب سے پہلے پرچے (اکتوبر ۱۹۱۲ء) میں شائع ہوئی تھی اس رسالے کے ایڈیٹر اور مالک قاضی حمید الدین تھے

(ب ا، ۴۲۵)

جو نکلی نالہ بن کر: باقیات میں جو غزل ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے اس کے آٹھ شعر بانگ درا میں درج ہیں ان کے علاوہ چار باقیات میں ہیں۔ اس حساب سے یہ بارہ شعروں کی غزل ہے۔

(ب ا، ۴۵، ب د، ۱۳۸)

ے یہ الفاظ روزگار فقیر، میں اس طرح ہیں۔ جو مضمون میرے دل سے

جُوا (ار) مذکر: روپے کی ہار جیت کا کھیل ہے
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جُوا ہے
(لینن، ب ج، ۱۰۷)

جَواب (ع) مذکر: وہ بات جو کسی کا سوال سن کر اس کے بالمقابل کہی جائے ہے
دیا اس نے منہ پھیر کر یوں جواب
(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

: مثل و نظیر ہے
منہ سے قمری نے کہا تم کو گل تر کا جواب
(ب ا، ۲۷۵)

: بدلہ ہے
اور کیا دیں اسے ستمگر تیری ٹھوکر کا جواب
(ب ا، ۲۷۵)

: مدمقابل ہے
مجھ سے بگڑے تو بنے وہ اپنے تیور کا جواب
(ب ا، ۲۷۵)

جَوابِ شکوہ: اقبال نے "شکوہ" کے عنوان سے جو نظم کہی تھی، اسے سن کر اکثر مسلمان برہم تھے، اس برہمی کو دور کرنے کے لیے، نیز تصنیف شکوہ کے مقصد کی تکمیل کے لیے علامہ نے خود اس نظم کا جواب (خدائے تعالیٰ کی زبان سے) کہا اور جنگ بلقان کے دوران (۱۹۱۳ء میں) موچی دروازہ باغ کے ایک جلسہ عام میں پڑھا، صاحب باقیات بغیر حوالہ رقمطراز ہیں، کہ بانگ درا میں اس نظم کے چار بند شامل نہیں کیے گئے باقیات میں یہ بند درج ہیں۔
(ب ا، ۲۲۶، ۳)

جَواب مِلتا ہے لَولاکَ لَما عَرَفنا کا: یعنی آں حضرت نے عاجزی سے فرمایا کہ ہم نے تجھکو اتنا نہیں پہچانا جتنا پہچانے کا حق ہے تو جواب ملا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا
(ب ا، ۲۴۴)

جَواز (ع) مذکر: جائز اور حلال ہونے کی صورت حال ہے
وا نفظ خوشت لائے جوہر کے جواز میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۸)

جَوان (ف) صفت
: تازہ، نیا ہے
تو جواں ہے گردش شام و سحر کے درمیاں
(ہمالہ، ب د، ۲۱)

: بالغ، سمجھدار مضبوط اور قوی ہے
ہوائے عیش میں پالا کیا جواں مجھ کو
(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

: نئی عمر کا، جو پختہ کار نہ ہوا ہو ہے
بے عمل تھے ہی جواں دین سے بدظن بھی ہوئے
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۴)

جَواں مَرد / جَوانمرد (۔ ف) صفت، جواں + مرد (رک)
: حق گوئی اور حق پرستی کی جرأت رکھنے والا ہے
آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
(۳۴، ب ج، ۵۰)

: بہادر، شجاع، دلیر ہے
جوانمرد کی ضربت غازیانہ
(شاہین، ب ج، ۱۶۵)

جَواں مَرگ / جَوانمَرگ (۔ ف) صفت، جواں + مرگ (رک): جسے جوانی میں موت آجائے (مراد یہ تہذیب مغرب جو شباب پر تھی اب مر رہی ہے) ہے
ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیب جوانمرگ
(یورپ اور یہود، ض ک، ۱۴۰)

جَوانی (ف) مونث: لڑکپن کے بعد سے بڑھاپے تک کی عمر، شباب ہے
بے داغ ہے مانند سحر اس کی جوانی
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

جَوانی کی اندھیری رات میں مستور ہونا: عالم شباب کی خواہش نفسانی اور جذبات میں نیک و بد کی تمیز نہ رہنا ہے
با جوانی کی اندھیری رات میں مستور ہو
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

جَواہِر : رک جَوہَر (= کان سے نکلا ہوا پتھر) جس کی یہ جمع ہے (رک سلکِ جواہر)

جوبن (ار) مذکر : حسن، حسنِ شباب، اٹھتی جوانی اور اس کا حسن و جمال ؎
روح کا جوبن نکھرتا ہے اسی تدبیر سے
(صدائے درد، ب ا، ۲۹۶)

: ابھری ہوئی چھاتیاں ؎
یہ قامت یہ عارض یہ سینہ یہ جوبن
(ہم بچھڑیں گے دامن، ب ا، ۹۳)

جوتنا (ار) : ہل چلانا، زمین کو کھدائی کر کے تیار کرنا ؎
خدا کی زمیں بھی مزار سا نے جوتی
(ب ا، ۴۶۲)

جَور (ع) مذکر : ظلم ؎
گلۂ جور نہ ہو شکوۂ بیداد نہ ہو
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۵)

جوشش (ف) مذکر
: زیادتی، شدت ؎
میں جوشش اضطراب سے سیماب وار بھی
(شمع، ب د، ۴۵)

: ولولہ، ہیجان، سرگرمی، جذبہ ؎
یکھ اس میں جوشش عاشق حسن قدیم ہے
(شمع و پروانہ، ب د، ۴۱)

: زیادتی کے ساتھ لپکنے اور بڑھنے کی کیفیت ؎
جوش میں سرکو ٹپکتی ہوں کبھی ساحل سے
(موج دریا، ب د، ۶۲)

جوشِش (ف) مونث : رک جوش ؎
جوشش مرمر سے ہے اے بحر جولانی تری
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۹)

جَولاں (ف) مذکر : گھوڑا دوڑانے کا عمل، دوڑنے والی ؎
بڑی تیز جولاں بڑی زود رس
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲)

جَولاں گاہ (ـ ف) : گھوڑے دوڑانے یعنی دخل دعمل کا میدان ؎
آخرت بھی زندگی کی ایک جولاں گاہ ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۶)

جَولاں گاہِ عالمگیر (ـ ف) : جولانگاہ + اضافت + عالمگیر (= مغل بادشاہ دہلی، شاہجہاں کے چھوٹے بیٹے اورنگ زیب کا نام) : گولکنڈے کا وہ مقام جہاں عالمگیر نے مشہور تاریخی قلعہ فتح کرنے کے لیے ۱۶۸۷ء میں جنگ کی تھی ؎
آہ جولانگاہ عالمگیر یعنی وہ حصار
(گورستان شاہی، ب د، ۱۴۹)

گولکنڈہ، حیدرآباد دکن سے سات میل کے فاصلے پر مغرب کی جانب واقع ہے، یہ ایک زمانے میں نہایت شاندار شہر تھا۔ یہاں پہاڑی پر ایک نہایت مستحکم قلعہ ہے جو ہندوستان کے ان گنے چنے قلعوں میں سے ایک ہے جو اس دور کے وسائل کے پیشِ نظر ناقابلِ تسخیر خیال کیے جاتے تھے۔ اس قلعے کا اور شہر کا آخری فرماں روا ابوالحسن تھا جس نے مرہٹوں سے ساز باز کر کے قوم سے غداری کرنے کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ اس لیے عالمگیر نے اس پر چڑھائی کی اور قلعے کو فتح کر کے اس غدار حکومت کا خاتمہ کر دیا
(ب د، گورستان شاہی، ۱۴۹)

جَولاں گیر : رک جولاں گاہ ؎
جولانگہ سکندرِ رومی تھا ایشیا
(بلالؓ، ب د، ۱۴۱)

جَولانی (ف ف) مونث : جولاں (رک) کا اسم کیفیت : تیزی کے ساتھ روانی ؎
جوشش مرمر سے ہے اے بحر جولانی تری
(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۹)

جُولائی (انگ) مذکر : شمسی سال کے ساتویں مہینے کا نام ؎
گرمی آفتاب جولائی
(خدا حافظ، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۴)

جُوں (ار) کلمۂ تشبیہ : جیسے، جس طرح ؎

جوں آنکھ میں سحر کی سرمہ لگا ہوا ہو
(ایک آرزو، ب ا، ۲۹۹)

جوہر (ف) مذکر
: آئینے کے وہ قدرتی خطوط و نقوش جن سے اس کی خوبی اور عمدگی و جلا ظاہر ہوتی ہے، چمک دمک، آب و تاب (آئینے یا تلوار کی) ؏
میرے آئینے سے یہ جوہر نکلتا کیوں نہیں
(صدائے درد، ب ا، ۴۳)
سبق آموز تابانی ہوں انجم جس کے جوہر سے
(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)
: خوبی ؏
تری حیات کا جوہر کمال تک پہنچا
(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)
: ہنر ؏
زندہ کر دے دل کو سوز جوہر گفتار سے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)
: لیاقت، استعداد، اہلیت
ہے خوار زمانے میں کبھی جوہر ذاتی
(تقدیر، ض ک، ۲۴)
: کان سے نکلا ہوا قیمتی پتھر جس میں لعل مروارید الماس زمرد یاقوت فیروزہ، مرجان نیلم اور عقیق آتے ہیں۔ اس کا استعمال واحد کی صورت میں اردو میں رائج نہیں (رک جواہر)
: وہ موجود جو قائم بالذات ہو (یعنی سرخی سبزی وغیرہ کی طرح نہ ہو جو پائے جانے کے لیے کسی جسم کی محتاج ہے)؛ تکمیل، کمال ؏
بشمشیر باطل پہ عیاں جوہر ایماں کر دے
(جوہر ایمان، ب ا، ۲۲۶)
: مراد نفس، روح اور دل ؏
جوہر میں ہو لا الٰہ تو کیا خوف
(جاوید سے، ض ک، ۸۷)

جوہر ادراک (ا۔ ع) مذکر، جوہر + اضافت + ادراک (رک معنی ۲) ؏
کھو یا گیا کس طرح ترا جوہر ادراک
(آواز غیب، ا ح، ۲۷)

جوہر قابل (ا۔ ع) مذکر، جوہر + اضافت + قابل (= قبول کرنے والا) : قبول کرنے کی صلاحیت، وہ مادہ جو (تربیت کو) قبول کرے اور اثر لے ؏
تربیت عام تو ہے جوہر قابل ہی نہیں
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۰)

جوہر اندیشہ (ا۔ ف) جوہر + اندیشہ (رک) : شاعر کی قوت متفکرہ جو مستقل وجود رکھتی ہے اور کسی کی محتاج نہیں (اندیشہ کو جوہر سے تشبیہ دی ہے) ؏
ہو عیاں جوہر اندیشہ سے پھر سوز حیات
(دکلی، ب د، ۱۱۸)

جوہر انساں (ا۔ ع) مذکر، جوہر + انساں (رک)، مراد روح ؏
جوہر انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۴۴)

جوہر آئینۂ ایام (ا۔ ف ع) مذکر، جوہر + اضافت + آئینہ (رک) + ایام (رک) : ہستی کے آئینے کی چمک دمک ؏
بے خبر! تو جوہر آئینۂ ایام ہے
(شمع اور شاعر، شمع، ۱۹۲)

جوہر آئینۂ لولاک : لولاک (رک) کے آئینے میں جوہر کی طرح چمک رہا ہے ؏
تیرا رتبہ جوہر آئینۂ لولاک ہے
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۴)

جوہر بیتاب ہیں : آب و تاب یا چمک دمک (جو دل میں ہے) وہ ظاہر ہونے کے لیے بے چین ہے ؏
کتنے بے تاب ہیں جوہر مرے آئینے میں
(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

جوہر پنہاں (ا۔ ف) مذکر : وہ جوہر یا چمکیلا پن جو آئینے میں ہوتا ہے اور دیکھنے میں حلقے سے مشابہ نظر آتا ہے ؏
حلقۂ زنجیر کا ہر جوہر پنہاں نکلا

؎ یہ ترکیب غالب کے ایک شعر سے ماخوذ ہے

(ب ا، ۵۸۰)

جوہرِ سیماب (ف) مذکر، جوہر + اضافت + سیماب (رک) : پارے کی دھات کو

آرام سے فارغ صفت جوہرِ سیماب

(شعاعِ اُمید، ض ک، ۱۰۸)

جوہرِ مضمر (- ع) مذکر، جوہر + اضافت + مضمر (رک) : نعمات الٰہی کی خفیہ دولتیں جو کائنات عالم میں مخفی ہیں اور تحقیق و جستجو سے انسان ان کا پتا چلاتا اور مستفید ہوتا ہے کو

جہاں کے جوہرِ مضمر کا گویا امتحاں تو ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۱)

جوہری (ع ف) صفت، جوہر (رک) + ی (لاحقہ نسبت) : جواہرات کی پرکھ رکھنے والا کو

تاروں کے موتیوں کا شاید ہے جوہری تو

(رات اور شاعر، ب د، ۱۷۲)

جوئبار (ف) مذکر : بڑی نہر، دریا کو

مخزنیت ہے منور جوئبار آئینہ ہے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

جویا (ف) مصدر جستن (= ڈھونڈھنا) سے صفت فاعلی : ڈھونڈھنے والی، جو تلاش میں رہے کو

جویا نہیں تری نگہ نارسیدہ دیکھ

(دردِ عشق، ب د، ۵۱)

جہاد (ع) مذکر : کافروں یا مشرکوں سے خدا کی راہ میں جنگ کو

یہ جہاد اللہ کے رستے میں، بے تیغ و سپر

(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۴)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ان ملاؤں سے جو انگریز حکمرانوں کی حمایت میں یہ تبلیغ کرتے تھے کہ اب اتحاد کی ضرورت ہے جہاد کی نہیں، یہ سوال کیا ہے کہ اگر جہاد بری چیز ہے تو یہ بات انگریزوں سے بھی تو کہو جنھوں نے مغرب میں فساد برپا کر رکھا ہے

(ض ک، ۲۸)

: جدوجہد اور کوشش (رک جہادِ زندگانی)

جہادِ زندگانی (- ف) مذکر، جہاد + اضافت + زندگانی (رک) : تنازع للبقا، وہ کشاکش جو زندہ رہنے کے لیے طلب حقوق میں کی جاتی ہے کو

جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۱)

جھاڑا ہوا (ار) : (کپڑے وغیرہ کو) جھٹک کر گرایا ہوا (گرد و غبار)، صاف کیا ہوا کو

کسی کے ہاتھ کا جھاڑا ہوا غبار ہوں میں

(ب ا، ۳۳۸)

جھاڑیاں (ار) مؤنث : جھاڑی (= چھوٹے خاردار اور گھنے پیڑ) کی جمع، مراد پیچیدہ اور تکلیف دہ مشکلات جو زندگی میں پیش آتی ہیں کو

جھاڑیاں جن کے قفس میں قید ہے بادِ خزاں

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۰)

جہاز (ف) مذکر : بڑی کشتی، کشتی کو

جہاز زندگی آدمی رواں ہے یونہیں

(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)

جہازِ بیاباں (- ف) مذکر، ریگستان کا جہاز، ریت میں سواریوں اور سامان کی آمد و رفت اور نقل و حرکت میں جہاز کی طرح مفید کو

مغرب میں ہے جہازِ بیاباں شتر کا نام

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

جہان (ف) مذکر : دنیا کو

سو کام خورشاد سے نکلتے ہیں جہاں میں

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

جہان آباد (- ف) مذکر : دلی کا قدیم نام جو شاہجہاں کے دور میں رکھا گیا تھا، شاہجہان آباد کی تخفیف کو

اے جہان آباد اے گہوارۂ علم و ہنر

(مرزا غالب، ب د، ۲۷)

جہاں آرا (- ف)، جہاں + آرا (رک) : دنیا پر حکومت کرنے والا کو

جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

(خطاب بہ جوانانِ اسلام، بانگِ درا، ۱۸۰)

جہاں باں، جہانبانی (رک) کی صفت ہے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا
(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

جہاں بانی/جہانبانی : (-ا ر) مونث = حکم رانی، حکومت، حکومت کرنے کا ڈھنگ ہے
جن کی تدبیرِ جہانبانی سے ڈرتا تھا زوال
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

جہاں بیں (- ف) صفت، جہاں + بیں (رک) : ساری دنیا کو دیکھے ہوئے ہے
اے تری چشمِ جہاں بیں پر وہ طوفاں آشکار
(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۶)

= پہچاننے والا ہے
نہ خودبیں نے خدابیں نے جہاں بیں
(رباعیات، ب ج، ۸۸)

جہاں بینی (- ف ف) مونث، جہاں + بیں (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)
: دنیا کو دیکھنا اور سمجھنا، معاملات، دنیوی اور وقت کے تقاضوں کو سمجھنا، دنیا کے معاملات کا تجربہ ہے
جہانبانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی
(طلوعِ اسلام، ب د، ۳۶۸)

: دنیا کو دیکھنے کی تمنا پر عمل ہے
جہاں بینی سے کیا گزری شرر پر
(تصویر و مصور، ا ح، ۱۱۷)

جہاں پیما (- ف) صفت، جہاں + پیما (رک) : دنیا کو ناپنے والا یعنی دنیا بھر میں گھومنے پھرنے والا ہے
دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پیکِ جہاں پیما خضر
(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۶)

جہاں تاب (- ف) صفت، جہاں + تاب (رک) = ساری دنیا پر چمکنے والا ہے
اے مہرِ جہاں تاب نہ کر ہم کو فراموش
(شعاعِ امید، ض ک، ۱۰۸)

جہانِ تازہ کا پیغام (- ف ا ر ف) : ایک نئی تہذیب اور نئی ثقافت یعنی اسلام کا پیام ہے
اک جہانِ تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

جہاں دار/جہاندار (- ف) مذکر، جہاں + دار، مصدر داشتن (= رکھنا) سے فعل امر : بادشاہ، حکمران ہے
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

جہاں داری : جہاں دار (رک) کا اسم کیفیت ہے
تمدن آفریں خلاقِ آئینِ جہاں داری
(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

جہان سحر و شام کے دور : روزمرہ کی زندگی کے حالات سے مطابقت ہے
نہ خودی ہے نہ جہانِ سحر و شام کے دور
(مخلوقاتِ ہنر، ض ک، ۱۱۷)

جہانِ گندم و جو (- ف ف ف) مذکر، جہاں + اضافت + گندم (= گیہوں) + و (عطف) + جو (= مشہور اناج، شعیر) = گیہوں اور جو کی دنیا، مراد مادیات کا جہان ہے
کہ ساز گار نہیں یہ جہانِ گندم و جو
(۵۵، ب ج، ۷۴)

جہاں گیر (- ف) صفت، جہاں + گیر (رک)
= جہان کو فتح کرنے والی ہے
کس کی شمشیر جہانگیر جہاندار ہوئی
(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

: نورالدین جہانگیر، دینِ الٰہی کے بانی اکبر اعظم کا بیٹا اور ہندوستان و کشمیر کا بادشاہ ہے
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
(پنجاب کے پیرزادوں سے، ب ج، ۱۵۸)

جہاں گیری (- ف ف) مونث، جہاں، گیر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : دنیا میں عام رواج ہونے کی صورت حال ہے
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

= دنیا پر قبضہ کرنے کی صورتِ حال ، دنیاوی حکومت ہے
یا سحر و ملغزل کا آئین جہانگیری
(۴۲، ب ج ، ۶۷)

جہاں نما (ـ ف) صفت ، جہاں + نما ، مصدر نمودن (= دکھانا) سے فعل امر : دنیا دکھانے والا ، جس میں دنیا نظر آئے (کہا جاتا ہے کہ جمشید (قدیم بادشاہ عجم) کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں کل دنیا نظر آتی تھی (اب جم) ہے
ساغر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نما ہو
(ایک آرزو ، ب د ، ۴۸)

جہاں ہے تیرے لیے : مراد کائنات اس لیے بنی ہے کہ تو اس کی قوتوں کو مسخر کرے اور انسانوں کو فائدہ پہنچائے ہے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے
(۲۲، ب ج ، ۳۹)

جہاں (ار) ظرف ، جس میں ، جن میں ہے
آج ہیں خاموش وہ دشتِ جنوں پرور جہاں
(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۸۷)

جہاں تک : جتنا زیادہ ممکن ہو
(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو ، ب ا ، ۵۲)

جہاں سے : مراد جس کے فیض سے جس کی تعلیم و تربیت سے ہے
جہاں سے پلتی تھی اقبال روح قنبر کی
(غزلیات ، ب ا ، ۲۵۵)

جھانکنا (ار) کسی چیز کی آڑ میں چھپ کر دیکھنا ، روزن سے دیکھنا ، دروازے وغیرہ سے ذرا سا منھ نکال کر دیکھنا ہے
جھانکتا ہے وہ درختوں کے پرے سے خورشید بھی
(ہمالہ ، ب ا ، ۲۷)

جھپٹنا (ار) = پنجے پھیلا کر تیزی کے ساتھ حملہ آور ہونا ہے
جو کبوتر پر جھپٹنے میں مزا ہے اے پسر
(نصیحت ، ب ج ، ۱۲۱)

: فراٹے کے ساتھ آگے بڑھنا ہے
جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
(شاہین ، ب ج ، ۱۶۵)

جھٹ (ار) متعلق فعل : فوراً ، نرت ، اسی دم ہے
یہ کہا اور جھٹ دکھا دی اک پرانی سی کتاب
(دین و دنیا ، ب ، ۱۰۱)

جھٹک (ار) مونث ، مصدر جھٹکنا (= جھٹکے کے ساتھ کھینچنے کا عمل) سے حاصل مصدر : سختی سے ساتھ کھینچنے کی کیفیت ہے
دستِ گلچیں کی جھٹک میں نے نہیں دیکھی کبھی
(ہمالہ ، ب د ، ۲۲)

جھٹکا (ار) مذکر : جانور کی گردن پر ایک ضرب مار کر گلا اڑا دینے کا عمل جو خاص کر سکھوں میں رائج ہے ہے
یا بحث میں اردو ہندی ہے یا قربانی یا جھٹکا ہے
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۵)

جھجکنا (ار) = تامل کرنا ، (ڈر وغیرہ کی وجہ سے) رکنا اور اقدام نہ کرنا ، بڑھتے ہوئے ڈرنا ہے
غرض مطلب سے جھجک جانا نہیں زیبا تجھے
(سید کی لوحِ تربت ، ب د ، ۵۲)

جھڑنا (ار) : اوپر سے گرنا ہے
پتیاں پھولوں کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں
(شکوہ ، ب د ، ۱۷۰)

جھک کر سلام کرنا : (ار ار ع ار) جھک ، مصدر جھکنا (= خم ہونا) سے فعل امر + کر (علامت فعل معطوف) + سلام (= تسلیم ، آداب ، کورنش) + کرنا (= عمل میں لانا) : ادب سے تسلیم بجا لانا ہے
پہلے جھک کر اسے سلام کیا
(ایک گائے اور بکری ، ب د ، ۳۲)

جھکنا (ار) : اوپر سے نیچے کی طرف ہو جانا ، عاجزی یا اعترافِ عظمت کرنا ہے
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں
(ہمالہ ، ب د ، ۲۱)

جہل (ع) مذکر : جہالت ، بے علمی ہے

پردۂ جہل اٹھا اپنی خودی سے غافل
(جواہر ابان، ب ا، ۲۲۴)

جَھلک (ار) مونّث: چمک دمک، روشنی کا پرتو ہے
نور ہے وہ ہے کہ ہر شے میں جھلک ہے اس کی
(... کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۱۷)

جَھلک دینا (- ار): ایک جھلکی دکھانا، لمحے بھر کے
لیے صورت دکھا کر جھٹ غائب ہو جانا ہے
رُدۓ تاباں کی جھلک دے کے حسیں چھپتے ہیں
(ابر کوہسار، ب ا، ۲۸۵)

جَھلکنا (ار) اندر سے کچھ کچھ چمک ظاہر ہونا ہے
جھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں
(حضور رسالتمآب میں، ب د، ۱۹۷)

جَھلکی (ار) مونّث: جھلکنا (رک) کا اسم کیفیت ہے
جھلکیاں امید کی آتی ہیں چہرے پر نظر
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۵)

جِھلمِلانا (ار): چراغ کا کم کم چمکنا، ٹمٹمانے میں ایسا لگنا جیسے
بجھا جاتا ہے ہے
اے شمعِ زندگانی کیوں جھلملا رہی ہے
(شمعِ زندگانی، ب ا، ۲۲۸)

جَہَنَّم (ع) مذکّر: (لفظاً) گہرا کنواں، (مراداً) وہ غیر فانی
آگ جس میں قیامت کے بعد گنہگار ہمیشہ ہمیشہ جلا کریں
گے، دوزخ، سقر، نار ہے
کیا جہنم معصیت سوزی کی اک ترکیب ہے
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۴۴)

جھُوٹ (ار) مذکّر: خلافِ واقعہ، غلط ہے
جھوٹ ہے عید کا ہلال ہے تو
(ریتم کا خطاب، ب ا، ۵۸)

جھُوٹا (ار) صفت: کھوٹا، نقلی

جھُوٹا نگ (ار ار، مذکّر، جھوٹا + نگ (رک نگینہ): وہ
نگینہ جو اصلی نہ ہو (اس جگہ تہذیبِ حاضر منتبہ ہے
مراد یہ ہے کہ یہ تہذیب ریاکاری پر مبنی ہے ہے
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۴)

جھُول (ار) مونّث: ہاتھی کے اوپر کا کپڑا، جاڑا گھوڑے
کا زین پوش ہے
زربفت کی جھُولوں سے ہے تم کو بھی سجانا
(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۵۰)

جھُولا (ار) مذکّر: درخت یا چھت وغیرہ میں پڑی ہوئی
رسی جس میں بیٹھ کر جھُولیں، پالنا، ہنڈولا ہے
بنا ہے باغ میں بلبل کے واسطے جھُولا
(ابر، ب ا، ۱۹۷)

جھولی (ار) مونّث، گود، دامن جو کسی کے سامنے
پھیلا ہوا ہو ہے
دیکھیے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ
(یورپ، ب ج، ۱۶۷)
: وہ کپڑا جس کے کونے ... وغیرہ کر دانے پر لٹکاتے ہیں
غزل میری نہیں ہے یہ کسی گلچیں کی جھولی ہے
(غزل، ب ا، ۴۰۶)

جھُومنا (ار): عالمِ وجد یا مستی میں سر اور بدن کو دودری
جنبش دینا ہے
ہے کیا فرطِ طرب میں جھومتا جاتا ہے ابر
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

جھونپڑا (ار) مذکّر: پھوس کا گھر، کچا مکان ہے
جھونپڑے دامن کہسار میں دہقانوں کے
(ابر کوہسار، ب د، ۲۸۶)

جھینپنا (ار): شرمسار ہونا ہے
آہ وہ جھینپی ہوئی نظریں وہ شرمیلی ادا
(تعیش جوانی، ب ا، ۵۲۱)

جی[۱] (ار) کلمۂ ایجاب: ہاں ہے
نوٹ ہے یہ ہنس کر کر جی جاننے ہیں
(ب ا، ۳۹۵)

جی[۲] (ار) مذکّر: دل ہے
اک آگ سی ہے اس نے مرے جی میں لگائی
(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۵)

جَیب (ع) مذکّر: گریبان

جیبِ خجلت (- ع) مذکّر، جیب + اضافت + خجلت

(= شرمندگی) : شرمندگی کو گریبان سے تشبیہ دی ہے (اس مناسبت سے کہ شرمسار شخص گریبان میں اپنا سر جھکا لیتا ہے)

: کیسہ، تھیلی کا

خالی ہے جیب گل زر کامل عیار سے

(دیو ستارہ، ب د، ۳۴۸)

جَیبِ غفلت سے سر باہر نہ نکلنا : (کنایۃً) سخت شرمندہ ہو رہ جانا کا

جَیب غفلت سے سر عُورت نہ باہر نکلے

(رباعیات، ب ا، ۳۴)

جَیب و آستین : مراد پورا لباس کا

مسافرات کے چاندی کی جَیب و آستیں والے

(مزدور کا خواب، ب ا، ۲۲۲)

جَیحُوں (ف) مذکر

: مقام بلخ کے قریب ایک مشہور دریا کا نام ہے

اچھل رہا ہے مثال تموّج جیحوں

(فلاح قوم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۰)

(مراد) علوم و معرفت کا دریا کا

اسی کے فیض سے میرے سبو میں ہے جیحوں

(۴۳، ب ج، ۲۸۷)

جَیسے (ار) کلمۂ تشبیہ

: جس طرح کا

جیسے ہو جاتا ہے گم نور کا لے کر آنچل

(حسن و عشق، ب د، ۱۴۶)

: ایسے، طرح کا کا

ترے جیسے کو کر ڈالا سخنداں بھی سخنور بھی

(ب ا، ۲۹۶)

جیل (انگ) مؤنث : قید خانہ (گاندھی جی جیل میں تھے جہاں سے انھوں نے ایک مضمون سیاسی مصلحت سے لکھ کر شائع کرایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ قرآن اور گیتا کی تعلیم یکساں ہے، اس کے بعد اقبال نے ایک قطعہ لکھا جس کا پہلا مصرع یہ ہے) کا

یہ آیۂ نَو جیل سے نازل ہوئی مجھ پر

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

جَیمسٹ جی : ایک پارسی کا نام جس کا نیلام گھر لاہور میں اس صدی کے آغاز میں بہت مشہور تھا (تقطیع میں جیمسٹ کی ٹ گرتی ہے) کا

آج سنتے ہیں کہ جیمسٹ جی کے ہاں نیلام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶)

جینا (ار) : زندگی، زندگی بسر کرتے کا عمل کا

جینا وہ کیا جو ہو نفس غیر پر مدار

(غزلیات، ب و، ۱۰۸)

: زندہ رہنا، زندگی گزارنا کا

شمع کی طرح جئیں بزم گہ عالم میں

(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

چ

چابک (ف) مذکر، نیز مونث: کوڑا، تازیانہ، ہنٹر ہے

لوہے کی لگامیں ہیں تو چمڑے کی ہے چابک

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۷)

چادر (ف) مونث: بڑا چوڑا اور قدرے موٹے تاگے کی گٹھیلی بناوٹ کا دوپٹا جسے بستر پر بچھاتے اور سوتے جاگتے میں اوڑھتے ہیں۔

چادرِ زہرا (ع) مونث، چادر + اضافت + زہرا (رک): بی بی فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی چادر، جسے چادرِ تطہیر (= خدا کی طرف سے عطا کی ہوئی پاکیزگی کی چادر) کہتے ہیں، اس جگہ عفت و عصمت مراد ہے ہے

گہیم بوذر و دلق اویس و چادرِ زہرا

(ا، ب ج، ۲۳۰)

چار (ار) صفت: ۴۔

چار آنسو گرانا (ار) کچھ دیر رونا ہے

اور اس بستی پہ چار آنسو گرانے دے مجھے

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۱)

چارسُو (ف ف) صفت

: چاروں طرف مراد مکان محدود ہے

اپنے لیے لامکاں میرے لیے چارسُو

(دعا، ب ج، ۹۲)

: مراد پورا ماحول ہے

عجب نہیں ہے کہ یہ چارسُو بدل جائے

(محراب گل افغان، ض ک، ۱۶۵)

چارہ[۱] (ار) مذکر: گھاس وغیرہ جو جانور کھاتے ہیں ہے

گرچہ کچھ پاس نہیں چارہ بھی کھاتے ہیں اُدھار

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

چارہ[۲] (ف): علاج، بچنے کی تدبیر ہے

نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا

(خطاب بہ جوانان اسلام، ب د، ۱۸۰)

چارہ سازی (ف ف) مونث، چارہ + ساز (رک) + ی (لاحقہ کیفیت): علاج، مصائب سے نجات دلانے کی تدبیر ہے

تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر

(۱۴، ب ج، ۳۸)

چارہ گر (ف ف) صفت، چارہ + گر (رک): طبیب، معالج ہے

چارہ گر دیوانہ ہے میں لادوا کیونکر ہوا

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

چارہ فرما (ف ف) صفت، چارہ + فرما (رک): چارہ گر (رک)

چاقو (ف) مذکر: لوہے کے پھل کا دستے دار قلم تراش، چھری ہے

میں نے چاقو تجھ سے چھینا ہے تو چلاتا ہے تو

(طفل شیر خوار، ب د، ۶۶)

چاک (ف) صف

: شق، شگافتہ، پارہ پارہ ہے

چاک اس بلبل تنہا کی نوا سے دل ہوں

(شکوہ، ب د، ۱۴۰)

: گریبان یا کسی اور جگہ کا) پھٹا ہوا حصہ ہے

دیکھ آکر کوچۂ چاک گریباں میں کبھی

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۲)

چاکِ دامن رفو ہونا: پھٹے ہوئے دامن کا سِل جانا، گناہ کی معافی ہونا ہے

کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاکِ دامن ہو رفو

(جبریل و ابلیس، ب ج، ۱۴۳)

چاک در چاک: جسے چاک کرنے کے بعد اور چاک کیا جائے، کسی راز کے پوشیدہ رہنے کی گنجائش نہ چھوڑی جائے، بال کی کھال نکالی جاتے ہے

پردے ہیں تمام چاک در چاک

(خاقانی، ض ک، ۱۲۰)

چاک کرنا (ف ار): کاٹنا، پھاڑنا، چیرنا، سخت اذیت پہنچانا ہے

دلوں کو چاک کرے مثلِ شانہ جس کا اثر

(التجائے مسافر، ب د، ۹۰)

چال (ار) مونث : دھوکا دہی، فریب، پھبتی کی بات ؎

بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں

(غزلیات، ب د، ۲۲)

چالاک (ف) صفت

: مکار، عیار، ؎

آہ یہ عقلِ زیاں اندیش کیا چالاک ہے

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۶۱)

: تیز، عقل کی رُو سے ظاہراً موثر ؎

اگرچہ مغربیوں کا جنوں بھی تھا چالاک

(۴۶، ب ج، ۲۲)

چالاکی (ف ف، مونث، چالاک (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)) : عیاری، فریب ؎

مناظر دکھا دکھلا گئی ساحر کی چالاکی

(تہذیبِ حاضر، ب د، ۲۲۵)

چاند (ار) مذکر

: وہ چمکتا ہوا گولا جو آسمان پر رات کے وقت تاروں کے بیچ میں نظر آتا ہے اور جو گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، چندا ماموں، ماہتاب

(چاند، ب د، ۷۸)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی دو نظموں کا عنوان ہے جن میں سے پہلی صفحہ ۷۹ پر اور دوسری صفحہ ۱۷۱ پر درج ہے۔ پہلی نظم انھوں نے ۱۹۰۴ میں تصنیف کی تھی اور ماہ نامۂ مخزن لاہور کے شمارہ ماہ مئی میں شائع ہوئی تھی۔ اس نظم میں انھوں نے چاند کی روشنی اور اس کی فیض رسانی کو تسلیم کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اس نور پاشی کے باوجود تو ذوقِ آگاہی کے نور سے کوسوں دور ہے۔ علامہ نے انسانوں کے لیے اپنی خودی کے بیدار کرنے کی یہ غیر شعوری صورت زیرِ نظر نظم میں اور دوسری نظموں میں جا بجا اختیار کی ہے۔ دوسری نظم رمزیہ ہے جس میں ہر پھیر کر ان کا مرکزی خیال یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا جلوہ کائنات کی ہر شے میں موجود اور مضمر ہے

(ب د، ۷۹، ۱۷۱)

: اس عنوان سے مخزن (جولائی ۱۹۰۴ء) میں جو نظم چھپی تھی، اب بانگِ درا میں اس کے چار شعر کم ہیں یہ اشعار باقیاتِ اقبال میں درج ہیں

(ب ا، ۳۳۴)

چاند اور ستارے : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اپنے مخصوص الیگوریکل انداز میں اس نکتے کو واضح کیا ہے کہ زندگی سانس چلتی رہنے کا نام نہیں بلکہ اس سے عملِ پیہم اور سعیِ مسلسل مراد ہے، جو فرد یا قوم ان دونوں سے بیگانہ ہے وہ زندہ نہیں رہ سکتا

(ب د، ۱۱۹)

چاند کی کھیتی (۔ ار ار) مونث : چاندنی ؎

میں تیرے چاند کی کھیتی میں گہر بوتا ہوں

(رات اور شاعر، ب د، ۱۴۳)

چاندنا (ال) مذکر، اُجالا، روشنی ؎

اس اندھیرے میں چاندنا ہوں میں

(خطِ منظوم، ب ا، ۱۲۵)

چاندنی (ار) مونث

: چاند کی ٹھنڈی روشنی ؎

عطا چاند کو چاندنی ہو رہی تھی

(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

: (صفت) چاند والی، جس میں چاند موجود ہو ؎

چاندنی رات میں مہتاب کا ہم رنگ کنول

(حسن و عشق، ب د، ۱۱۶)

چاندنی کا پھول (۔ ار ار) مذکر : ایک قسم کا پھول جو شبِ ماہ میں کھلتا ہے اور پھر رات بھر کھلا رہتا ہے ؎

چاندنی کے پھول پر ہے ماہِ کامل کا سماں

(دربارِ بہاولپور، ب ا، ۱۸۵)

چاندی (ار) مونث : ایک سفید رنگ قیمتی دھات جس کے زیور بعض عورتیں پہنتی ہیں (مثلاً پازیب، جھانور وغیرہ)

چاندی کے زیور: دن کی سفیدی اور روشنی کی جانب اشارہ ہے ؎
قدرت نے اپنے زیور چاندی کے سب اتارے
(بزمِ انجم، ب د، ۱۷۳)

چاندی کے طائر: مچھلیوں کو سفیدی کی مناسبت سے چاندی کا طائر کہا ہے ؎
یعنی وہ چاندی کے طائر ہے پر دیے آشیاں
(رخصت اے بزمِ جہاں، ب ا، ۳۱۵)

چاہ (ف) مونث: کنواں ؎
ہو اگر یوسف مرا زحمت کشِ چاہِ الم
(برگِ گل، ب ا، ۱۷۵)

چاہِ ذَقن (ف-ع) مونث مذکر، چاہ + ذقن (= ٹھوڑی): وہ گڑھا جو ٹھوڑی میں ہوتا ہے اور حسن سمجھا جاتا ہے ؎
آمد خط سے ہوا پوشیدہ کب چاہِ ذقن
(ب ا، ۳۸۱)

چاہتا ہوں (ا ر): فعل سابق سے مل کر عنقریب ظہور فعل کے معنی دیتا ہے (جیسے ذیل کے دو مصرع) ؎
سنبھالو مجھے میں گرا چاہتا ہوں
(ب ا، ۶ ۴۳)
سنبھل بیٹھ میں تو ہوا چاہتا ہوں
(ب ا، ۴۳۷)

چاہنا (ا ر)
: مستحق ہونا، سزاوار ہونا ؎
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں
(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

: خواہش یا ارادہ کرنا ؎
تو جو چاہے تو اٹھے سینۂ صحرا سے حباب
(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

: محبت کرنا ؎
ہنی اغیار کی اب چاہنے والی دنیا
(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

چاہنے والے بھی گئے (ا ر): ماضی کے وہ مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنی جانوں پر کھیل جاتے تھے وہ دنیا سے کوچ کر چکے اور اب زندہ نہیں ؎
تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

چاہیں اگر تو اپنا: ان الفاظ سے جو غزل شروع ہوتی ہے وہ مخزن (جنوری ۱۹۰۳ء) سے نقل کی گئی ہے
(ب ا، ۲۹۷)

چاہیے (ا ر): چاہنا سے مشتق ایک لگا بندھا کلمہ جس کے معنی ہیں: ضروری ہے ؎
ڈھونڈتا ہے جس کو آنکھیں وہ تماشا چاہیے
(آفتاب صبح، ب د، ۴۸)

: مناسب ہے، موزوں ہے ؎
اپنوں سے مگر چاہیے یوں کھنچ کے نہ رہنا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

چبھتا ہوا کانٹا (ا ر ا ر ا ر): ایک ایسا کانٹا جس کی ہر وقت خلش رہے، ایک ایسا خیال جس کی جستجو یا تصویر میں دل بے چین ہو ؎
موت اک چبھتا ہوا کانٹا دل انساں میں ہے
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۴۴)

چُبھنا (ا ر): تیز سرے یا نوک کی چیز کا جسم میں گڑنا ؎
چبھ نہ جائے دیکھنا باریک ہے نوک قلم
(طفل شیرخوار، ب د، ۶۶)

چُبھونا (ا ر): چبھنا (ر ک) کا تعدیہ ؎
چپکے چپکے چبھو رہا نشتر
(خدا حافظ، ب ا، ۵۳)

چُپ (ا ر) صفت: خاموش ؎
صدائے لن ترانی سن کے اے اقبال میں چپ ہوں
(غزلیات، ب د، ۳۸)

چُپ چاپ (ا ر) متعلق فعل: بالکل خاموش
وہ چپ چاپ تھے آگے پیچھے رواں

(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

چُپکے چُپکے (ار) متعلق فعل: آہستہ، خفیہ، پوشیدہ طور سے ؎

چپکے چپکے جسو دیا نشتر

(خدا حافظ، ب ا، ۵۳)

چُپ لگنا (ار): منہ سے کچھ نہ بولنا ؎

کیوں وصل کے جواب پہ چپ لگ گئی تمھیں

(ب ا، ۴۵۴)

چٹّا (ار) صفت: سفید ؎

پر آپ کے چٹّے ہیں کہ چاندی کا ہے گٹھا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب ا، ۵۵)

چٹان (ار) مونث: بڑا اور چوڑا پتھر ؎

موج رقصاں تیرے ساحل کی چٹانوں پر مدام

(صقلیہ، ب د، ۱۲۲)

چٹک (ار) مونث: چٹکنے اور کھلنے کی کیفیت، ہلکی سی غیر محسوس آواز ؎

انساں میں وہ سخن ہے غنچے میں جو چٹک ہے

(جگنو، ب د، ۸۵)

چٹکنا (ار): کھلنا، کلی کا شگفتہ ہونا ؎

چٹک او غنچۂ گل تُو موذن ہے گلستاں کا

(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

چٹّے بٹّے ایک ہی تھیلی کے: ایک ہی گھرانے کے ہیں، ایک سان ہیں، سب کی ایک اصلیت ہے ؎

چٹّے بٹّے ایک ہی تھیلی کے ہیں

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

چراغ رچراغ (ف) مذکر: دیا، جلائی ہوئی روشنی، ماحول کو منوّر کرنے کا ذریعہ، شمع وغیرہ جو رات کو تاریکی دور کرنے کے لیے جلاتے ہیں ؎

یہ جگر سوزی چراغ خانۂ حکمت نہ ہو

(گل رنگیں، ب د، ۲۴)

چراغِ حرم و دَیر بُجھا دو: مراد ریاکاری کی جس روش پر آج کل کعبے اور بتخانے والے چل رہے ہیں اُسے ختم کر دو ؎

(قرآن خدا، ب ج، ۱۱۰)

چراغِ خاموش (- ف) مذکر، چراغ + اضافت + خاموش (= بجھا ہوا): بجھا ہوا چراغ، وہ چراغ جو پہلے جلتا تھا اب بجھ گیا ہے، مراد جذبۂ جہاد ؎

پھر بھی ہو سکتا ہے روشن وہ چراغ خاموش

(محراب گل، ۱۱، ض ک، ۱۷۲)

چراغِ رُخِ زیبا (- ف ف) چراغ + رُخ (رک) + زیبا (رک): اپنے حسین اور پُر نور چہرے کا چراغ چونکہ صرف چراغ لے کر ڈھونڈ کہنے میں خدائے تعالیٰ کی طرف کسی دوسری چیز سے مدد لینے کا انتساب ہو جاتا اس لیے شاعر نے محاورے میں تصرّف کیا اور "چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈ" کہا جس سے خود اسی کی (یعنی خدا کی) تجلّی مراد ہے ؎

اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

(شکوہ، ب د، ۱۷۲)

چراغِ سحر (- ع) مذکر، چراغ + اضافت + سحر (= صبح): صبح کے وقت ٹمٹمانے والا چراغ جو بجھائے جانے کے وقت سے قریب تر ہوتا ہے، مراد وہ شخص جس کی زندگی کا دور قریب الختم ہو ؎

چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں

(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

چراغِ لالۂ صحرا (- ف ع) مذکر، چراغ + لالہ (رک) + صحرا (رک)، جنگل میں کھلے ہوئے لالے کا پھول جو چراغ کی شکل ہے اس کے سُرخ رنگ میں چراغ کی نعمگی سے مشابہ کیفیّت تو ہوتی ہے مگر سوز درُوں نہیں ہوتا ؎

شعلہ ہے مثل چراغ لالۂ صحرا ترا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۴)

چراغ لے کر ڈھونڈنا: کمال تجسّس اور محنت اور انہماک سے تلاش کرنا (اس موقع پر مستعمل جب چیز کے ملنے کا امکان نہ ہو)

چراغِ مصطفوی (- ع ع) مذکر، چراغ + مصطفیٰ (بحذف الف مقصورہ) + وی (لاحقۂ نسبت):

: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چراغ علم وحق ہے

چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

چراغاں (ف، مذکر: چراغ کی جمع، روشنی ہی روشنی، چاروں طرف روشنی ہے

تری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا

(تصویر درد، ب د، ۱۷)

چراکر پیچ کھاتا ہے: کنایۃً ان بزرگوں کے نام پر اپنی ملائیت، یا وعظ کی دوکان چمکا رہا ہے ہے

یہی شیخ حرم ہے جو چراکر بیچ کھاتا ہے

(ا ، ب ج ، ۲۳۶)

چراگاہ (ف، ف، مؤنث، چرا (= چرنے کا عمل) + گاہ (= جگہ) جانوروں کے چرنے کی جگہ، سبزہ زار، گھاس کا جنگل، ہے

اک چراگاہ ہری بھری تھی کہیں

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲۶)

(نوٹ) چراگاہ کی ہ، مصرع میں وزن سے گر گئی ہے۔ شاید مصنف نے چراگہ لکھا ہو جو بعد میں کاتبوں یا مؤلفوں کی تحریف سے چراگاہ، لکھا جانے لگا

چراگہ (ف، مؤنث، : رک: چراگاہ، جس کی یہ تخفیف ہے ہے

یہ چراگہ یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳۰)

چرانا (ار): دوسرے کی چیز بغیر اس کی اجازت کے چھپاکر لے لینا ہے

چرخ نے بالی چرا لی ہے عروس شام کی

(ماہ نو، ب د، ۵۳)

چرب دست (ف ف، صفت، چرب (= غالب، تیز) + دست (رک): دست کار، ہنر مند ہے

آہ یہ قوم نجیب و چرب دست و تر دماغ

(ملازادہ، ۳، ا ح، ۳۶)

چرچا (ار) مذکر: گفتگو، بات چیت، بحثیں وغیرہ

بہت مدت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں

(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

: شہرت ہے

شبنم افشاں تو کہ بزم گل میں ہو چرچا ترا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۴)

چرخ (ف، مذکر: آسمان۔

چرخِ بے انجم (ف ف ع)، چرخ + بے (رک) + انجم (رک): بغیر تاروں کا آسمان، جب آسمان پر تارے نہ ہوں یعنی دن میں ہے

چرخ بے انجم کی دہشتناک وسعت میں مگر

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۱)

چرخِ پیر (ف ف، مذکر، چرخ + اضافت + پیر (رک): بوڑھا آسمان، آسمان جو کہ ایک مدت طویل سے موجود ہے ہے

صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوش چرخ پیر

(جبریل، ب د، ۱۴۱)

چرخِ چنبری (ف ف ف، مذکر، چرخ + اضافت + چنبر (= حلقہ، گھیرا، محیط (آسمان کا) دور) + ی (لاحقۂ نسبت)، : آسمان جو (اہل زمین کو) گھیرے ہوئے ہے ہے

اے مسلماناں فغاں از دور چرخ چنبری

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۷)

چرخِ کج رو (ف ف ف، مذکر، چرخ + اضافت + کج (= ٹیڑھا) + رو (رک رو ۲): ٹیڑھی چال چلنے والا آسمان، اپنی رفتار سے آدمی کی مرضی اور خواہش کے مطابق روز و شب نہ پیدا کرنے والا فلک ہے

کیا چرخ کج رو کیا مہر کیا ماہ

(محراب گل افغان، ب ج، ۱۲۶)

چرخا (ار) مذکر: سوت کاتنے کا دیسی آلہ جس میں دائیں جانب دو پہئے اور کنارے کٹے ہوئے ہوتے ہیں ان پہیوں کے بیچ میں ایک دھرا ہوتا ہے جو انھیں ایک دوسرے سے الگ رکھتا ہے۔ کناروں کے ابھرے

ہوئے حصے میں سُتلی باندھ کر دونوں پہیے باہم کس
دیے جاتے ہیں۔ بائیں طرف تکلا ایک سوراخ دار لکڑی
میں پرویا ہوتا ہے۔ پہیوں کی ستلی کے اوپر تانت
وغیرہ کی مال چڑھا رکھتے ہیں۔ یہ مال ایک طرف پہیوں
کی ستلی پر اور دوسری طرف تکلے پر چڑھائی جاتی
ہے۔ پہیوں میں ایک ہینڈل لگا ہوتا ہے جسے گھماتے
ہیں تو تکلا بھی گھومتا ہے اور اس پر مقررہ طریقے سے سُوت
کاتا جاتا ہے۔

جہاں چرخے کی خواب اور صدا پردہ تھی آہوں کا

(مزدور کا خواب، ب ا، ۲۶۳)

چُرغ (ف، مذکر): باز اور شکرے کی نوع کا ایک شکاری
پرندہ جو اس پہاڑی علاقے میں بہت پایا جاتا ہے اور
چیل کے ساتھ ایسی بہادری سے لڑتا ہے جسے دیکھ
کر تماشائیوں کے دل میں جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ ان
علاقوں کے باشندے صبح و شام چیلوں اور چرغوں
کی یہ لڑائیاں دیکھتے رہتے ہیں۔ اقبال نے مخاطب
کو اس کا آنکھوں دیکھا منظر یاد دلا کر جھنجھوڑا ہے۔

روز ازل سے ہے تو منزلِ شاہین و چرغ

(محراب گل افغان، ا، ض ک، ۱۶۴)

چَرنا (ار): جانور کا گھاس چگنا۔

چرتے چرتے کہیں سے آنکلی

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

چِڑھ (ار) مؤنث: ناگوار خاطر بات، نفرت۔

چڑھ ہے یا غصہ ہے یا پیار کا انداز یہ ہے

(... کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)

چڑھانا (ار): مسلط کرنا، حواس کو مغلوب کرنا۔

حریف نے چڑھایا نشۂ خدمت سرکار

(پنجاب کے پیرزادوں سے، ب ج، ۱۵۹)

چڑھائی (ار) مؤنث: دھاوا، ہجوم۔

چڑھائی فوج الم کی ہوئی تھی کچھ ایسی

(فلاح قوم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۲۰)

چڑھنا (ار)
: نیچے سے اوپر جانا، زینے سے یا بغیر زینے کے بلندی
سے بلندی پر پہنچنا۔

مجھے درخت پہ چڑھنا سکھا دیا اس نے

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

: سورج کا بلند ہونا جس سے دن آگے کو بڑھتا ہے۔

دن ہی کے تو چڑھا تھا یہ ہو کر برس گیا

(اشک خون، ب ا، ۸۷)

چڑیا (ار) مؤنث: ہر قسم کا طائر خصوصاً چھوٹا پرندہ۔

لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہے میں

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

چسکا (ار) مذکر: ذوق وشوق، چاٹ، چٹورپن، وہ
مزہ جس کی عادت پڑ جائے۔

یا کھینچ کے لاتا ہے اسے سیر کا چسکا

(شہد کی مکھی، سا، ۵۵۲)

چشتی (ف) مذکر: حضرت خواجہ معین الدین حسن اجمیری
کا لقب جنھوں نے سلطان شمس الدین التمش کے عہد
میں ہندوستان کے اندر اسلام کی خدمات انجام
دیں۔

چشتی نے جس زمیں پہ پیغام حق سنایا

(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)

چشم (ف) مؤنث: آنکھ

چشمِ احمر (- ع) مؤنث، چشم + اضافت + احمر (= سرخ)
: وہ آنکھ جو غصے کی یا زیادہ جاگنے کی وجہ سے لال
ہو۔

تقاضا کر رہی تھی آنکھ گویا چشم احمر سے

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

چشمِ باطن (- ع) چشم + اضافت + باطن (= اندرون
روح، دل و دماغ): دل کی آنکھ، بصیرت۔

چشم باطن جس سے کھل جائے وہ جلوا چاہیے

(آفتاب صبح، ب د، ۳۸)

چشمِ بستہ (- ف) صفت، چشم + اضافت + بستہ
مصدر بستن (= بند ہونا، بندھنا) سے حالیہ تمام
: بند یا بندھی ہوئی آنکھ۔

چشم بستہ سرمہ گوہر تیرے انساں نے کیا

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب ا، ۲۹۰)

چشم بھر آنا (ار) : (آنکھ بھر آنا کی فارسی ترکیب) آنکھ میں آنسو امڈ آنا ہے۔

چشمِ احباب غم سے بھر آئی

(خدا حافظ، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۳)

چشم بر عہدِ کہن رہنا (ـ ف ع ف ار) ، چشم + بر (= پر) + عہد (رک) + اضافت + کہن (رک) + رہنا : پرانے زمانے پر نظر رکھنا۔

چشمِ بینا (ـ ف) مونث ، چشم + اضافت + بینا (رک) : علم و دانش اور بصیرت رکھنے والی آنکھ؛ دانا انسان ہے۔

گراں ہے چشمِ بینا دیدہ ور پر

(تصویر و مصور، ا ح، ۱۷۱)

چشمِ پرنم (ـ ف ف) مونث ، چشم + اضافت + پر (= بھری ہوئی) + نم (= تری ، آنسوؤں کی نمی) ، آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھ جو یادِ الٰہی میں روتی ہو ہے۔

دکھا وہ حسنِ عالم سوز اپنی چشمِ پرنم کو

(تصویرِ درد، ب د، [illegible])

چشمِ تر (ـ ف) مونث : آنسوؤں سے بھیگی ہوئی آنکھ؛ وہ آنکھ جس میں آنسو بھرے ہوں ہے۔

گریۂ پیہم سے بینا ہے ہماری چشمِ تر

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

چشمِ تماشا (ـ ع) مونث ، چشم + اضافت + تماشا (= دیکھنا) : دیکھنے والی نگاہ ہے۔

آرزو ہے کچھ اسی چشمِ تماشا کی مجھے

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۱)

چشمِ حیراں (ـ ع) مونث ، چشم + اضافت + حیراں (= دیکھ کر حیرت میں پڑ جانے والی آنکھ) : دنیا کا منافقانہ رنگ دیکھ کر حیران ہو جانے والی نگاہ ہے۔

چشمِ حیراں ڈھونڈتی اب اور نظارے کو ہے

(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۶۴)

چشمِ خاتم (ـ ع) مونث ، چشم + خاتم (رک) : انگوٹھی کی پیالی جس میں نگینہ جڑا جاتا ہے ہے۔

ہویدا تھی نگینے کی تمنا چشمِ خاتم سے

(محبت، ب د، ۱۱۱)

چشمِ خرد (ـ ف) مونث ، چشم + اضافت + خرد (= عقل) : عقل رکھنے والی نگاہ (بطور استعارہ بالکنایہ انسانِ عاقل مراد ہے) ہے۔

چشمِ خرد کو اپنی تجلی سے نور دے

(آفتاب، ب د، ۴۳)

چشم دید (ـ ف) صفت ، چشم + دید ، مصدر دیدن (= دیکھنا) سے فعل ماضی مطلق : آنکھ سے دیکھا ہوا ہے۔

ہے شنید آج چشم دید ہے کل

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۷)

چشمِ صورت بیں (ـ ع ف) چشم + اضافت + صورت (= ظاہری شکل (باطنی اوصاف سے قطع نظر کر کے) + بیں ، مصدر دیدن (= دیکھنا) سے فعل امر : ظاہری شکل و صورت کو دیکھنے والے شخص کی نگاہ ، ظاہر پرست انسان کی نظر جو حقیقت سے آشنا نہیں ہوتی ہے۔

یہ نظر غیر از نگاہِ چشمِ صورت بیں نہیں

(گلِ رنگیں، ب د، ۴۲)

چشمِ ظاہر (ـ ع) مونث ، چشم + اضافت + ظاہر (= یہ آنکھ جو ابرو کے نیچے نظر آتی ہے اور جس میں صرف بصارت ہے بصیرت نہیں) : سطح بینوں کی نظر ہے۔

کھولتی ہے چشمِ ظاہر کو ضیا تیری مگر

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۸)

چشمِ غزال (ـ ع) مونث ، چشم + اضافت + غزال (رک) : مراد بڑی بڑی آنکھیں ہے۔

آج بھی اس دیس میں عام ہے چشمِ غزال

(مسجدِ قرطبہ، بِ ج، ۹۹)

چشمِ غضب (ـ ع) چشم + اضافت + غضب (رک) : غصے اور خفگی کے تیور ہے۔

اپنے شیدائیوں پہ یہ چشمِ غضب کیا معنی

(شکوہ، ب د، ۱۹۸)

چشمِ غلط بیں (- ف) صفت، چشم + اضافت + غلط + بیں (رک): درست کو غلط دیکھنے والی آنکھ ع

ہے حقیقت یا مری چشمِ غلط بیں کا فساد

(مرزا بیدل، ض ک، ۱۲۲)

چشمِ غلط نگر (- ع ف) مؤنث، چشم + اضافت + غلط (= غیر صحیح، نادرست) + نگر، مصدر نگریستن (= دیکھنا) سے فعل امر: حقیقت کو نادرست سمجھنے والی آنکھ، غلط فہمی میں پڑ جانے والی نظر، کچھ کا کچھ دیکھنے والی نگاہ ع

... چشمِ غلط نگر کا یہ سارا قصور ہے

(شمع، ب د، ۴۶)

چشمِ فرانسیس بھی دیکھ چکی انقلاب: اس جگہ فرانس کا وہ انقلاب مراد ہے جو اٹھارھویں صدی میں آیا اور جس کی بدولت یورپ کی قومیں حریت، اخوت اور مساوات کے (سطحی) معانی سے روشناس ہوئیں (حقیقی معنی تو ان لفظوں کے وہی سمجھ سکتے ہیں جو توحید کے قائل ہیں)

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۹)

چشمِ گرداب (- ف) چشم + اضافت + گرداب (رک): بھنور کے حلقے کو آنکھ سے تشبیہ دی ہے ع

دریا کی تہ میں چشمِ گرداب سو گئی ہے

(رات اور شاعر، ب د، ۱۷۲)

چشمِ نیم باز (- ف ف) مؤنث، چشم + اضافت + نیم (رک) + باز (= وا): آدھی کھلی ہوئی آنکھ، چندھی ع

غلط نگر ہے تری چشمِ نیم باز اب تک

(رومی، ض ک، ۱۲۱)

چشمک (ف) مؤنث: اشارۂ چشم

چشمکِ پنہاں (- ف) مؤنث، چشمک + اضافت + پنہاں (= پوشیدہ): چھپ چھپ کر کن انکھیوں سے دیکھنے کا عمل ع

تو جو بجلی ہے تو یہ چشمک پنہاں کب تک

(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

چشمہ (ف) مذکر: پانی کا سوتا جو عموماً پہاڑی علاقے میں زمین یا پتھر کی چٹان سے ابلتا ہے۔

چشمۂ حیواں (- ف ع) مذکر، چشمہ + ء (علامت اضافت) + حیوان (= حیات، زندگی): اس پانی کا چشمہ جس کی بابت یہ مشہور ہے کہ اس کے پینے سے قیامت تک موت نہیں آتی، کہا جاتا ہے کہ بحرِ ظلمات میں ایک چشمے کا نام آبِ حیات ہے اور یہ بھی شہرت ہے کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر نے اس کے پینے سے عمرِ ابد حاصل کی اور یہ بھی مشہور ہے کہ سکندر اس چشمے سے محروم واپس آیا ع

پھر ان اجزا کو گھولا چشمۂ حیواں کے پانی میں

(محبت، ب د، ۱۱۱)

چشمۂ خورشید: اضافت تشبیہی ہے ع

دھوئے پانی چشمۂ خورشید سے کہ زمیں

چشمۂ دامن (ف ف) مذکر، چشمہ + ء (علامت اضافت) + دامن (= پہاڑی علاقے کی زمین یا نچلی سطح): پانی کا چشمہ جو اوپر سے گرتا اور وادی میں بہتا ہے ع

چشمۂ دامن ترا آئینۂ سیال ہے

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

چشمۂ کہسار (- ف ف) چشمہ + ء (علامت اضافت) + کہسار (رک) ع

چشمۂ کہسار میں دریا کی آزادی میں حسن

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

(دربارِ بہاولپور، ب ا، ۱۸۵)

چغتائی (ف ف) صفت، چغتا (= تاریخ کی مشہور شخصیت چنگیز خان کے بیٹے کا نام) + ئی (لاحقۂ نسبت): مغلوں کا وہ خاندان جو چغتا بن چنگیز خاں کی نسل سے منسوب ہے (رک شہسوارِ چغتائی)

چکا چوند (ار) مؤنث: سامنے تیز روشنی ہونے کے باعث آنکھ جھپکنے کی کیفیت، خیرگیِ چشم، کنایۃً تعجب اور حیرت ع

جس کی ضیا سے آنکھ چکا چوند تھی تری

(رنگِ خوں، ب ا، ۸۹)

چکر کھانا : گردش کرنا ، گھومنا ؎
جب تلک شل تمر کھاتی رہے چکر نہیں
(دربار بہاول پور ، ب ا ، ۱۶۰)

چکمہ (ت) ، مذکر : دھوکا ، فریب ؎
اب اور کوئی چاہیے دینا اسے چکمہ
(ایک مکڑا اور مکھی ، ب ا ، ۵۵۷)

چکور (ار) مذکر : تیتر کی قسم کا ایک نازک اور خوشنما پرند جس کی چونچ اور پنجے سرخ اور گلے میں طوق ہوتا ہے ؎
لہو سے چکوروں کے آلودہ چنگ
(ساقی نامہ ، ب ج ، ۱۲۶)

چگنا (ار) : پرندوں کا دانہ چن چن کر کھانا ؎
چگنا پھروں چمن میں دانے ذرا ذرا سے
(پرندے کی فریاد ، ب ا ، ۲۸۷)

چل (ار) : ہٹ جا ، جانے دے ؎
چل اے میری غریبی کا تماشا دیکھنے والے
(۳۵ ، ب ج ، ۵۷)

چل بسنا (ار) : مرجانا ؎
چل بسا داغ آہ میت اس کی زیبِ دوش ہے
(داغ ، ب د ، ۸۹)

چلانا (ار) : شور کرنا ، ناراضی سے چیخنا ، رونے کا غل مچانا ، رونا ؎
میں نے چاہا تو تجھ سے چھپنا ہے تو چلاتا ہے تو
(طفلِ شیرخوار ، ب د ، ۶۶)
: زور زور سے بولنا ، مراد باریک بینوں سے بحث کرنا ؎
خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۵)

چلا آنا (ار) چل کر آجانا ، آجانا ؎
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ
(تعلیم اور اس کے نتائج ، ب د ، ۲۰۹)

---

۱ چیختا۔

چلبلا (ار) مذکر : اضطراب ، بے چینی ؎
کچھ مرے پہلو میں لیکن چلبلا سا اور ہے
(ب ا ، ۵ ، ۵)

چلمن (ار) مونث : تیلیوں کا بنا ہوا پردہ ، چک۔

چلمن کی جھلک : محبوب کی وہ جھلک جو چلمن سے نظر آجائے
ہاں تو چلمن کی جھلک سے اور بڑھ جاتا ہے شوق
(خفتگانِ خاک سے استفسار ، ب ا ، ۲۹۱)

چلنا (ار)
: بطور معاون فعل دوسرے فعل کے ساتھ مستعمل : شروع کرنا ، آغاز کرنا ، کرنے لگنا ؎
جو پھول مہر کی گرمی سے سو چلے تھے اٹھے
(ابر ، ب د ، ۹۱)
: جاری رہنا ، ہوتے ہوئے ہیں کسی قسم کی رکاوٹ نہ پڑنا ؎
کام اپنا ہے صبح و شام چلنا
(چاند اور تارے ، ب د ، ۱۱۹)

چلنے والا (ار) : راستہ طے کرنے والا ، مراد طلب اور جستجو کی راہ طے کرنے والا ، ترقی کی طرف گامزن ہونے والا ؎
چلنے والے نکل گئے ہیں
(چاند اور تارے ، ب د ، ۱۱۹)

چلیپا (ف) مونث ، صلیب (= سولی کی شکل جو چاندی یا سونے وغیرہ سے بنا کر عیسائی اپنی گردن میں ڈالتے ہیں) کا مفرس
: مراد ناحق اور باطل ؎
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے
(تصویرِ درد ، ب د ، ۷۳)
: مراد عیسائیت (رک کسرِ چلیپا)

چمڑا (ار) مذکر : کھال ، جلد ، پوست ؎
لوہے کی نگاہیں ہیں تو چمڑے کی ہے چابک
(گھوڑوں کی مجلس ، ب ا ، ۵۴۶)

چمک (ار) مونث : روشنی ، جلوہ ؎
اور بے منت خورشید چمک ہے تیری

(انسان اور بزم قدرت، ب د، ۵۵)

چمک اُٹھا (ار): یکایک چمک گیا، پہلے سے کوئی خیال کیے بغیر روشن ہو گیا ہے

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا

(بلالؓ، ب د، ۲۰۰)

چمکانا (ار)

: چمک پیدا کرنا، روشن کر دینا، شہرت دینا ہے

پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے

(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)

: بڑھا دینا ہے

دردِ پنہاں کی خلش کو اور بھی چمکا دیا

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۰)

چمکتی ہوئی (ار) صفت مصدر چمکنا (= روشنی دینا، جگمگانا) سے حالیہ ناتمام: تارے یا جگنو کی طرح روشن جگمگ جگمگ کرتی ہوئی ہے

آنکھیں ہیں کہ ہیرے کی چمکتی ہوئی کنیاں

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

چمکنا (ار)

: جگمگانا، روشن ہونا، چمک دمک دکھانا ہے

قعر دریا میں چمکتا ہوا گوہر بنتا

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۵)

: روشنی دینا، علم و عمل اور تہذیب وغیرہ کے حلقے پھیلانا ہے

ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے

(بچے کی دعا، ب د، ۳۴)

چمن (ت) مذکر

: باغ، مراد دنیا جو باغ کی طرح آراستہ ہے ہے

اس چمن میں ہیں سراپا سوز و سازِ آرزو

(گل رنگین، ب د، ۲۴)

: اصل، اصلی مسکن، جنت یا شجر طور وغیرہ جو تجلیات ایزدی کے مرکز ہیں ہے

ہیں چمن سے دور ہوں تو بھی چمن سے دور ہے

(گل رنگین، ب د، ۲۴)

: دہلی یعنی لاہور (جسے چھوڑ کر اب مغربی ممالک میں تعلیم کے لیے جا رہے ہیں) ہے

چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثل نکہت گل

(التجائے مسافر، ب د، ۶۶)

چمن افروز (ـ ف) صفت: چمن + افروز۔ مصدر افروختن (= روشن کرنا) سے فعل امر: باغ کو (اپنے وجود سے) زینت بخشنے والا ہے

چمن افروز ہے صیاد میری خوشنوائی تک

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

چمن بندی (ـ ف ف) مؤنث، چمن + بند، مصدر بستن (= باندھنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت): باغبانی، باغ کی تربیت اور خدمت ہے

چل بسے یہ سیکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۵)

چمن ساماں (ـ ف) صفت، چمن + سامان (رک)

: باغ کی طرح پُربہار ہے

جس کے غنچے تھے چمن ساماں وہ گلشن ہے یہی

(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

چمنستاں (ـ ف) مذکر، چمن + ستان (لاحقۂ ظرف): باغ ہے

منظر چمنستاں کے زیبا ہوں کہ نازیبا

(انسان، ب د، ۱۷۹)

چمنستانی (ـ ف ف) صفت، چمنستان (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): باغ کی رہنے والی، یعنی حسن نزاکت اور کمزوری رکھنے والی (اسی لیے محض حسن و لطافت ہے شجاعت نہیں) ہے

بلبل چمنستانی شہباز بیابانی

(محراب گل افغان، ۲۰، ض ک، ۱۷۸)

چمن سے توڑ کر: یعنی ملت سے جدا کر کے ہے

نہیں یہ شان خودداری چمن سے توڑ کر تجھ کو

(پھول، ب د، ۲۵۰)

چمن کی حوریں: استعارۃً کھا ہے چمن، مراد باغ اسلام کے پھول یعنی مسلمان (جو غریبی اور مصائب و آلام میں

مبتلا ہیں ہے

عریاں ہیں ترے چمن کی حوریں

(۲۷، ب ج ۱۵۹)

چمنِ ہست و بُود (۔ ف ف) مذکر، چمن + ہست (= ہے مراد زمانۂ حال) + بُود (= تھا مراد زمانۂ ماضی) : موجودات کی دنیا جو باغ کی شکل ہے، دنیا کا باغ ہے

آئی نئی ہوا چمنِ ہست و بود میں

(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

چنار (ف) مذکر: ایک بڑا درخت جس کی پتیاں پنجۂ انسان سے مشابہ اور سرخ ہوتی ہیں۔ دور سے معلوم ہوتا ہے جیسے پیڑ میں آگ لگی ہوئی ہے، اس کے علاوہ اس کی لکڑی میں تیل ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ گیلی بھی ہو تو بہت جلد آگ پکڑ لیتی ہے۔ کشمیر میں اس کے درخت بکثرت پائے جاتے ہیں (آتشِ چنار سے عشقِ رسولؐ کا استعارہ کیا ہے) ہے

جس خاک کے ضمیر میں ہو آتشِ چنار

(ملّازادہ، ۸، ا ح، ۳۹)

چند (ف) صفت: کب تک (رک اے پورِ علی الخ)

چند: (ف) صفت: تھوڑی سی، جس کی گنتی محدود ہو

چند کلیوں پر (۔ ار ار): مراد تھوڑے سے ممالکِ عالم میں تبلیغ اسلام پر ہے

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

چندہ (ف) مذکر: وہ روپیہ پیسا جو کسی کام کے لیے مختلف آدمیوں سے لے کر جمع کیا جائے ہے

پر بجلیوں کے لیے چندہ بھی اک نیا نام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۱)

چندے (ف): کچھ دن ہے

اور نکالی مل کے چندے حسرت بوس و کنار

(تعیش جوانی، ب ا، ۵۲۲)

چنگ (ف) مذکر: ستار کی قسم کا ایک باجا ہے

نہ مے نہ شعر نہ ساقی نہ شورِ چنگ و رباب

(۹، ب ج، ۱۳)

چنگاری (ار) مونث

: آگ کا پھول، شرارہ، فاطمہ بنت عبداللہ مشنا رہا جو جنگ طرابلس میں زخمیوں کی سقائی اور خدمت کرتی ہوئی شہید ہوئی ہے

ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۴)

: معمولی سا پُرسوز فقرہ جو قوم کی ہمدردی میں زبان سے نکلتا تھا ہے

تیری چنگاری چراغِ انجمن افروز تھی

(ہمایوں، ب د، ۲۵۴)

چنگیز (ف) مذکر

: مشہور بادشاہ جس نے ہندوستان کے ظالم حکمرانوں کو تہ تیغ کرکے رعایا کے لیے امن و سکون کی راہ ہموار کی ہے

اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز

(۲، ب ج، ۲۶۶)

: کبھی اس کی خونریزیوں کی طرف بھی اشارہ کیا جاتا ہے جو اس نے ہندوستان میں بے دریغ کیں ہے

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں

(قوت اور دین، ض ک، ۲۹)

چنگیزی (ف ف) مونث، چنگیز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): خونریزی ہے

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

(۱۷، ب ج، ۴۰)

چننا (ار)

: ادھر ادھر سے تھوڑا تھوڑا تلاش کرکے لانا ہے

بنایا تھا جسے چن چن کے خار و خس میں نے

(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

: منتخب کرلینا، چھانٹ لینا ہے

چن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم ترا

(صقلیہ، ب د، ۱۳۴)

چوب (ف) مونث: عصا، لاٹھی

چوبِ کلیم (۔ ع) مونث، چوب + اضافت + کلیم

(حضرت موسیٰ علیہ السلام) : حضرت موسیٰ کا عصا جس نے کفار کے جادو کو اس طرح باطل کیا کہ جب انھوں نے اپنی رسیاں سانپ بنا دیں تو موسیٰؑ نے عصا کو اژدہا بنا دیا جو سانپوں کو نگل گیا، مراد اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا عمل، مقابل کے سامنے رعب و دبدبہ ہے

گزر اس دور میں ممکن نہیں بے چوبِ کلیم

(۱۳۱، ب ج، ۶۰۰)

چوبِ نے (ف، مونث، چوب + اضافت + نے (= نرکل)) : نرکل اور بانس وغیرہ کا جنگل جسے اٹلی کی حکومت نے کاٹ کر آباد کیا تھا ہے

آل سبزِ چوبِ نے کی آبیاری میں رہے

(مسولینی، ض ک، ۱۵۰)

چوٹ مضراب کی : رک مضراب کی چوٹ کھانا

چوٹی (ار) مونث

: جوڑا، وہ بالوں کا بٹا ہوا گچھا جو عورتیں سر کے بال بنا کر پس پشت ڈال لیتی ہیں ہے

کوئی حور چوٹی کو کھولے کھڑی تھی

(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

: پہاڑ یا کسی شے کی بلندی کا نقطہ، اوج، سب سے اونچی جگہ ہے

چوٹیاں تیری ثریا سے ہیں سرگرمِ سخن

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

چور (ار)

: نشے میں ڈوبا ہوا، دھت، بہت مست ہے

ہر دل مئے خیال کی مستی سے چور ہے

(دردِ عشق، ب د، ۵۱)

: پاش پاش، ریزہ ریزہ، قطرہ قطرہ ہو کر بکھرا ہوا ہے

گر کے وادی کی چٹانوں میں یہ ہو جاتا ہے چور

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

چورن (ار) مذکر : چند ہاضم دواؤں کا برادہ جو پیٹ کے درد میں یا ہاضمے کے لیے کھایا جاتا ہے ہے

کیا یہ چورن ہے پئے ہضمِ فلسطین و عراق

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

چوسنا (ار) : منھ لگا کر سانس کو کھینچنا اور عرق نکال لینا ہے

ہر پھول سے یہ چوستی پھرتی ہے اسی کو

(شہد کی مکھی، ب ا، ۵۵۳)

چوکھٹ (ار) مونث : آستانہ، دہلیز ہے

اقبال آ کے پھر اسی چوکھٹ پہ جھک پڑیں

(معراج، ب ا، ۲۲۵)

چومنا (ار) دونوں ہونٹ کسی چیز کو لگا کر اس کی بڑائی ماننا، محبت، عقیدت یا اعترافِ عظمت کے موقع پر بوسہ دینا ہے

چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

چوں دیدۂ راہ بیں نداری
قائد قرشی بہ از بخاری

: چونکہ تو راستے کو پہچاننے والی نگاہ نہیں رکھتا اس لیے کسی "بخاری" کو راہبر بنانے کی بجائے "قریشی" (یعنی آنحضرت صلعم) کو رہنما بنا (بخاری سے غیر قریشی مراد ہے)

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۹)

چوں زمینائے محبت خوردہ بودم بادۂ
تا ثریا رفت ایں قوم نہ خاک افتادہ

(دوسرے مصرع میں "نہ" کی جگہ "ز" پڑھیے)

: چونکہ میں نے دنیائے محبت کی کچھ شراب پی لی تھی اس لیے یہ پستی میں پڑی ہوئی قوم اوجِ ثریا تک بلند ہو گئی

(سید کی لوحِ تربت، ب ا، ۳۰۹)

چوہا (ار) مذکر : ایک کم و بیش گلہری کے سائز کا اور بغیر بالوں کی دم کا زمین پر رینگنے والا جانور جو زمین میں بھٹ بنا کر رہتا اور عموماً اناج کھاتا ہے۔ بلی اس کا شکار کرتی ہے ہے

بلی چوہے کو دیتی ہے پیغامِ اتحاد

(ب ا، ۴۵۹)

چھاپنا (ار) : چھپوانا (رک) کا متعدی، بیل بوٹے منقوش، طبع یا شائع کرنا ؏
چھاپ دینا نظم کا مجھ پہ گراں کرتی نہیں
(دین و دنیا، ب د ۱۰۸۶)

چھالا (ار) مذکر : آبلہ (تغزل میں) ان آبلے میں سے ہر ایک جو دیوانگئ عشق کی دشت پیمائی میں کانٹے چبھنے سے تلوؤں میں پڑ جاتے ہیں ؏
جو تھے چھالوں میں کانٹے نوکِ سوزن سے نکالے ہیں
(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

چھالیا (ار) مؤنث : سپاری، ڈلی (جو کتر کر پان میں کھاتے ہیں) ؏
یہ چھالیا ہی ذرا توڑ کر دکھا مجھ کو
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

چھانا (ار) : پھیلنا، مسلط ہونا، محیط ہونا ؏
ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا
(ہمدردی، ب د، ۳۵)

چھاننا (ار) : چھلنی میں ڈال کر ہلانا تاکہ باریک ذرے نیچے گر جائیں : (یہ لفظ ایسی جگہ استعمال ہوا ہے جہاں ابہام کے سوا کوئی اور خاص مفہوم نہیں پیدا ہوتا) چل کر اڑانا ؏
نہیں مشکل رہا اب چھاننا خاکِ بیاباں کا
(ب ا، ۳۸۴)

چھاؤں / چھانو (ار) مؤنث : سایہ جو گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے ؏
تن کی دنیا چھاؤں ہے، آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
(، ب ج، ۳۱)

چھاؤں میں تلواروں کی : اس جگہ چھاؤں "زد" کے معنی میں ہے کیونکہ تلواروں کا سایہ دوستوں کی طرف سے (حفاظت کے لیے) بھی ہو سکتا ہے اور دشمنوں کی طرف سے بھی ؏
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

؎ صحیح املا چھانو (دیکھو دیوانِ غالب اور کلیاتِ ظفر کی تقطیع وار)۔

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

چھب (ار) مؤنث : زیب و زینت، تناسبِ اعضا ؏
سندر ہو اس کی صورت چھب اس کی موہنی ہو
(نیا شوالا، ب ا، ۳۳۹)

چہ باید مرد را طبعِ بلندے مشربِ نابے
دلِ گرمے نگاہِ پاک بینے جانِ بیتابے

ہر مرد کو (جہاد راہِ خدا کے لیے) چند چیزیں چاہئیں: ایک یہ کہ اس کی فطرت بلند ہو اور وسیع النظر ہو، دوسرے یہ کہ شرابِ محبتِ الٰہی سے سرشار ہو، تیسرے یہ کہ اس کے دل میں جوش ہو، چوتھے اس کی نگاہ (خواہشِ دنیا سے) پاک ہو اور پانچویں اس کی روح میں تڑپ اور لگن ہو۔
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

چہ بے پروا گزشتند از نوائے صبحگاہِ من
کہ برد آں شورِ مستی از سیہ چشمانِ کشمیری

: میری نوائے صبحگاہی (یعنی پُر درد کلام) کو کیسی بے پروائی کے ساتھ (ان کشمیریوں نے) سنا اور عمل نہ کیا۔ آخر کشمیر کے ان حسینوں کی آنکھوں سے کس نے وہ جنونِ عشق چھین لیا (اس بات پر افسوس کر رہے ہیں کہ اس علاقے کے باشندوں نے میرے کلام سے مطلق سبق نہیں لیا)
(ملا زادہ، ، ا ح، ۳۰۸)

چھپا کر بیٹھ صبحِ عید میں شامِ محرم کو
: مراد یہ ہے کہ اگر تو عید بھی منائے تو اپنے دل میں یہ جذبہ رکھتے ہوئے کہ وقت آنے پر اسی طرح قربانیاں پیش کرے گا جس طرح امام حسین علیہ السلام نے اسلام کو بچانے کے لیے ہر قسم کی قربانی پیش کی تھی۔
(قبِ کربلا)
(ب ا، ۳۴۳)

چھپانا (ار) : پردے میں رکھنا، دیکھنے نہ دینا ؏

چھپایا حسن کو اپنے کلیم اللہ ّ سے جس نے
(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

چھپنا/چھُپنا (ار) : پوشیدہ ہونا، نظر نہ آنا، کسی آڑ کے باعث نگاہوں سے اوجھل ہونا ؎
نور تیرا چھپ گیا زیرِ نقاب آگہی
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

چھپوانا (ار) : خاص سانچے سے کتابت کی ہوئی کاپی کو مطبع میں مقررہ طریقے سے پلیٹ وغیرہ پر جموا کر پھر مشین پر گھوما کر مطلوبہ کاپیاں نکلوانا (جنھیں بعد میں سلوا کر کتاب وغیرہ کی شکل دیتے ہیں) ؎
نظم چھپوا نے جو صدیقی پریس میں ہیں گیا
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶)

چھتّا (ار) مذکر : شہد کی مکھیوں کے رہنے کا گھر جس میں وہ بہت سے خانے بناتی ہیں اور ہر مکھی ایک خانے میں رہتی ہے، وہ اپنے سارے گھر میں شہد جمع کرتی ہے ؎
مکھی اسے لے جاتی ہے چھتے میں اڑا کر
(شہد کی مکھی، ب ا، ۵۵۳)

چھتری (ار) مونث : بارش سے بچاؤ کے لیے لوہے کی کانپوں سے بنی ہوئی اور اوپر کی طرف کپڑے سے مڑھی ہوئی چیز جو دھوپ میں یا مینھ برستے میں سر پر لگا کے چلتے ہیں ؎
چھتریاں رومال مفلر پیرہن جاپان سے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

چھٹا (ار) صفت : جس کا نمبر پانچ کے بعد ہو،
چھٹا دریا : پانچ دریا جو پنجاب میں بہتے ہیں اور جن کے فیض سے یہ علاقہ سرسبز ہے ان کے علاوہ ایک اور دریائے فیض جس سے یہ کالج سیراب ہوگا ؎
اک چھٹا دریا رواں ہونے کو ہے پنجاب میں
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۶)

چھُٹنا (ار) آنکھوں سے دور ہونا، جدا ہونا ؎
جب سے چمن چھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے
(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۸)

چہچہا (ار) مذکر : خوش الحانی، خوش آوازی، پرندوں کے مست ہو کر سریلی آواز میں بولنے کی کیفیت ؎
لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہے میں
(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

چہچہانا (ار) : پرندوں کا بولنا ؎
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانا
(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۷)

چہرہ (ف) مذکر : صورت، شکل ؎
محفلِ نظمِ حکومت چہرۂ زیبائے قوم
(شاعر، ب د، ۹۱)

چہرۂ افکار سے پردہ اٹھانا (- ف ع ا رف ار) مذکر، چہرہ + ٔ (علامتِ اضافت) + افکار (= مراد تصورات) + سے + پردہ (رک) + اٹھانا (رک) : اپنے تصورات وضاحت کے ساتھ کھل کر بیان کرنا (یعنی مستقبل میں مسجد قرطبہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جانا) ؎
پردہ اٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۱۰۶)

چہ خوش (ف ف) کلمۂ طنز : کیا خوب، واہ کیا کہا! کیا بات ہے (تمسخر کے طور پر) ؎
بیچتے ہیں برف کی قلفی دسمبر میں چہ خوش
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶)

چھُڑانا (ار) : آزادی دلانا ؎
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

چھڑ جانا/چھڑنا (ار) : ذکر میں ذکر نکل آنا، معرضِ بیان میں آنا ؎
پھر چھڑ گئی باتوں باتوں میں وہی بات پرانی
(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

چھڑکنا (ار) : پانی یا کسی رقیق چیز کی چھینٹیں پھینکنا ؎
مہوش نے یہ پانی ہستی نو خیز پہ چھڑکا
(محبت، ب د، ۱۰۵)

چہک (ار) مونث : سریلی آواز میں چڑیوں کے ولنے

اور چہکنے کی کیفیت یا صلاحیت ؏
بخشے جس نے چہک گل کو مہک دی
(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۲۷۹)

چہکارنا (ار) : چہکنا، سریلی آواز میں (چڑیوں کا) بولنا ؏
چہکارتے پھرتے ہیں جو گلشن میں پرندے
(شہد کی مکھی، ب ا، ۵۵۱)

چہ کافرانہ قمارِ حیات می بازی
کہ با زمانہ بسازی بخود نمی سازی
: دنیا کافروں کا سا زندگی کا جوا کھیل رہا ہے کہ زمانے سے تو مطابقت و موافقت کرتا ہے (یعنی ابن الوقتی پر عمل کرتا ہے) اپنی خودی کے تقاضے پر عمل نہیں کرتا۔
(ملازادہ، ۱۴، ا ح، ۴۳)

چھلکنا (ار) : لبالب ہونے کی وجہ سے بہنا ؏
ساغرِ دیدۂ پرنم سے چھلک ہی جاؤں
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

چھلنی (ار) مونث : سوراخ دار لوہے یا جالی کا وہ ظرف جس میں آٹا وغیرہ چھانتے ہیں، یہاں اس سے مسولینی نے اقوامِ یورپ مراد لی ہیں (خود کو چھاج سے تشبیہ دے کر اقوامِ یورپ کو چھلنی سے تشبیہ دی ہے جو اسی کی برادری کی چیز ہے، اس سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ میں اور تم ایک ہی لادینی سیاست کے علمبردار ہیں) ؏
میں پھٹکتا ہوں تو چھلنی کو برا لگتا ہے کیوں
(مسولینی، ض ک، ۱۵۰)

چھلنی کرنا (ــ ار) : سیکڑوں سوراخ کر دینا ؏
جنوں تیر نگاہِ یار نے چھلنی کیا سینہ
(ب ا، ۳۸۴)

چھوت (ار) مونث : ناپاک آدمی کا سایہ، پلید شخص کا پرچھاواں

چھوت چھات (ــ ار) مونث ہندوؤں کی ایک مذہبی رسم جس میں ایک ذات کا آدمی دوسری ذات والے کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے ؏
پابند، یاں کے درست ہی ہیں چھوت چھات کے
(ب ا، ۴۰۱)

چھوٹا (ار) صفت مذکر : قد اور جسامت میں کم ؏
چھوٹا سا طور تو یہ ذرا سا کلیم ہے
(شمع و پروانہ، ب د، ۴۱)

چھوٹا سا فتنہ : مراد انسان (رک فتنہ) ؏
ہے نیند ہی اس چھوٹے سے فتنے کو سزاوار
(اذان، ب ج، ۱۴۵)

چھوٹنا (ار) : ترک ہوتا ؏
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی
(۱۷، ب ج، ۴۰)

چھوٹی (ار) صفت مونث : رتبے اور درجے میں پست ؏
یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۴)

چھوٹی سی (ــ ار)
: مختصر، ادنیٰ ؏
میری بربادی کی ہے، چھوٹی سی اک تصویر تو
(گلِ پژمردہ، ب د، ۵۱)
: بہت معمولی ؏
بات یہ چھوٹی سی ہے لیکن مروت کو تو دیکھ
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۸۱)

چھوٹی سی دُنیا (ــ ار ع) مونث، چھوٹی + سی + دُنیا (= جہان، عالم) : ایسی دنیا جو دیکھنے میں مختصر نظر آتی ہے، عالمِ صغیر، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس شعر سے ماخوذ ہے جس میں انھوں نے فرمایا ہے کہ اے انسان تو اپنے آپ کو چھوٹا سا جسم سمجھتا ہے حالانکہ تجھ میں ایک بہت بڑی دنیا مضمر ہے یعنی معرفت ایزدی کے مظاہر تیرے جسم کے ایک ذرے ذرے میں پوشیدہ ہیں ؏

میں وہ چھوٹی سی دنیا ہوں کہ آپ اپنی ولایت ہوں
(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

چھوڑنا (ار)
: اکیلا کر دینا ؎
مجھے چھوڑ کے آ گئے تم کہاں
(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)
: آزاد کرنا، رہا کرنا، قید سے نکالنا ؎
میں بے زباں ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے
(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۸)
: گرفت میں باقی نہ رکھنا، اپنی گرفت سے دوسرے کی گرفت میں دے دینا ؎
صنم چھوڑ دے ہم پکڑیں گے دامن
(ہم پکڑیں گے دامن، ب ا، ۹۳)
: مبتلا رکھنا، پڑا رہنے دینا ؎
واسطہ دوں گا اگر لختِ دلِ زہرا کا میں
غم میں کیونکر چھوڑ دیں گے شافعِ محشر مجھے
(برگِ گل، ب ا، ۱۷۶)

چھوڑی ہوئی منزل : وہ منزل جس سے مسافر گزر کر آیا ہے مراد وہ منزل جس میں سالک کو دورانِ سفر محبوب کی تجلیات نے گھیر لیا تھا اور وہ ان میں دیر تک رہا تھا ؎
کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو
(۲، ب ج، ۱۰)

چھونا (ار)
: ہاتھ لگانا، تصرف کرنا ؎
چھوتی نہ تھی یہود و نصاریٰ کا مال فوج
(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۷)
: بڑھ کر یا اٹھ کر پانا یا پکڑنا، رسائی حاصل کرنا ؎
ہاں جسے چھونا ہو دامانِ ثریا کو کبھی
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۲)

چھیڑ (ار) مونث : دل لگی، چھیڑنے کی بات ؎
ترے ثنا گر عروسِ رحمت سے چھیڑ کرتے ہیں روزِ محشر
(نعت، ب ا، ۳۰۱)

چھیڑ چھاڑ (ار) مونث : ہنسی مذاق، نوک جھونک ؎
اے مدِ مۂ فراق نہ کر ہم سے چھیڑ چھاڑ
(ب ا، ۳۹۷)

چھیڑنا (ار)
: ذکر نکالنا، تذکرہ شروع کرنا، بیان کرنے لگنا (ذکر وغیرہ کے ساتھ) ؎
محفل نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۲)
: چھیڑ دینا ؎
کمالِ وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوکِ نشتر سے تو جو چھیڑے
(غزلیات، ب د، ۱۳۷)
: ساز کے تار کو اس انداز سے چھونا یا حرکت دینا کہ اس میں نغمگی پیدا ہو جائے ؎
تو ذرا چھیڑ تو دے تشنۂ مضراب ہے ساز
(شکوہ، ب د، ۱۶۹)
: بیتاب و بیقرار کر دینا ؎
اشک آ آ کے چھیڑ جاتے ہیں
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۹)

چھیلا جانا (ار) : پوست اتاری جانا، کھرچا جانا (لکڑی وغیرہ کو) (رک چھیلے گئے ساتھ)
چھیلے گئے ساتھ : انگریزوں نے ہندوستانیوں کو مصنوعی آزادی دینے کے لیے جو کونسلیں وغیرہ بنائی تھیں انہیں کونسلوں نے ان پر وار کیے اور واقعی اصلی آزادی کے لیے جدوجہد شروع کر دی ؎
یہاں تجار بھی چھیلے گئے ساتھ
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

چھینٹا (ار) مذکر : پانی وغیرہ جو چلو میں سے کر پھینکیں اور اس میں کئی بوندیں ہوں۔
(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو، ب ا، ۵۳۹)

چھیننا (ار)
: کوئی چیز کسی سے اس کی مرضی کے بغیر زبردستی جھپٹ لینا ؎
میں نے جاتو تجھ سے چھینا ہے تو چلاتا ہے تو

(طفل شیر خوار، ب د، ۲۶)

: کسی کو اپنی طرف مائل کر کے اس کا دل اور اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لینا ؎

دکھا کر یہ کتاب سے بہا دل چھین لیتا ہوں

(ب ا، ۲۷۸)

چیتے کا جگر : چیتے کا سا حوصلہ (جو شیر کی قسم کا ایک مشہور درندہ ہے) ؎

چیتے کا جگر چاہیے شاہیں کا تجسس

(۵۸، ب ج ۶۱۰)

چیتے کی آنکھ : بہت دور تک اور گہرائی تک پہنچنے والی بصیرت جو چیتے کی ایسی دوربیں بصارت رکھتی ہو جو میلوں سے اپنے شکار کو تاڑ لیتا ہے ؎

اندھیری شب ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ

(غزل، ض ک، ۵۰۰)

چیرنا (ار) : شگافتہ کر دینا، بیچ میں دراڑ ڈال دینا، شق کر دینا ؎

آسماں چیر گیا نالۂ بیباک مرا

(جواب شکوہ، ب د، ۱۹۹)

چیرہ دستی (ف ف) صفت، چیرہ (= غالب ہونے یا غلبہ پانے کی کیفیت) + دست (رک) : غالب، زور آور، زبردست، زبردستی یا دھینگا مشتی سے کوئی کام نکالنے والا ؎

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۱)

چیز (ف) مونث

: سامان، کاریگری کی بات ؎

اس گھر میں کئی تم کو دکھانے کی ہیں چیزیں

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۹)

: بڑا، بزرگ، عزت دار ؎

خدا کی شان کہ ناچیز چیز بن بیٹھیں

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۴۱)

: شے، وجود، جماد و نبات و حیوان و انسان میں سے ہر ایک ؎

ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی

(جگنو، ب د، ۸۴)

چیز ہے کیا (ار) : کیا حقیقت ہے، کیا ذکر ہے ؎

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۸)

چین (ار) مذکر : ہندوستان کے شمال میں ایشیا کا ایک وسیع و عریض ملک جس میں مہاتما گوتم بدھ نے ہندوستان سے جا کر توحید کو رواج دیا تھا ؎

بسایا خطۂ جاپان و ملک چیں میں نے

(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

چین و جاپاں میں ثمر : پھل چین اور جاپان میں ہیں، یعنی بدھ مذہب کے ماننے والے ان دونوں ملکوں میں کثرت سے ہیں۔

(ہمالہ، ب ا، ۲۷۶)

چینی : چین کا باشندہ۔ جہاں ایک مدت سے ملوکیت کا قبضہ تھا ؎

گراں خواب چینی سنبھلنے لگے

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۳۰)

چینی کی بلی (ار ار) مونث، چینی (= ملک چین کی روغن دار مٹی جس کے برتن مشہور ہیں) + کی (رک) + بلی (= سفید سیاہ یا چتکبری نرم کھال کا ایک جانور جو گھروں میں رہتا اور چوہے پکڑ پکڑ کر کھاتا ہے) : چینی سے بنی ہوئی بلی کا کھلونا ؎

گیند ہے تیری کہاں چینی کی بلی ہے کہاں

(طفل شیر خوار، ب د، ۲۶)

چیونٹی (ار) مونث : ایک بہت چھوٹی سی کیڑی جو زمین پر رینگتی ہے اور اس کی قوت شامہ اتنی تیز کہ چینی وغیرہ پر چاہے کتنی ہی حفاظت سے رکھیں کسی نہ کسی طرح سینکڑوں کی تعداد میں پہنچ جاتی ہیں۔ چیونٹی

(چیونٹی اور عقاب، ب ج، ۱۶۹)

چیونٹی اور عقاب : یہ بال جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ جس کا ارادہ یہ نگاہ جتنا بلند ہوتا ہے وہ اتنی ہی ترقی کرتا ہے

(ب ج، ۱۰۰)

ح

حاجت (ع) مونث : خواہش ، ضرورت ، آرزو
امید ، مراد (رک قاضی الحاجات جس میں حاجات جمع ہے)۔

حاجی (ا) مذکر : حج کرنے والا ، جس نے بیت اللہ کا حج ادا کیا ہو۔
(ایک حاجی مدینے کے راستے میں ، ب ۱۶۱)

حادث (ع) صفت : خدائے تعالیٰ کے بعد پیدا ہونے والے مخلوق ، ممکنات میں شامل ؎
ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا قدیم
(ابلیس ، ۳۰ ، ا ح ، ۱۴)

حادثات (ع) مذکر : واقعۂ مصیبت ، زمانے کی گردشیں۔

حادثات غم (- ع) ، حادثات + اضافت + غم (رک)
: رنج و غم کے واقعات جو زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں (کہا یہ مقصود ہے کہ خوشی اور غم انسان کی فطرت کا جزو ہیں۔ لہٰذا غم نہ ہو تو فطرت ناقص رہے گی اور مکمل نہ ہوگی) ؎
حادثات غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال
(فلسفۂ غم ، ب د ، ۱۵۵)

حادثہ (ع) مذکر : واقعۂ مصیبت ؎
حادثہ وہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے
(۴۴ ، ب ج ، ۶۴)

حاشا (ع) اسم تنزیہ : انکار کے وقت بطور قسم مستعمل یعنی ہرگز نہیں ؎
تم ہنسی میں سچ سمجھ بیٹھے نہیں حاشا نہیں
(ب ا ، ۹۵)

حاصل (ع) صفت : باغ یا کھیتی (یا کسی بھی کام کا) ثمرہ ؎
صبر و استقلال کی کھیتی کا حاصل ہے یہی
(سید کی لوح تربت ، ب د ، ۵۲)
: میسر ، نصیب ؎

۱ عربی حاج سے بنایا ہوا۔

نااہل کو حاصل ہے کبھی قوت و جبروت
(تقدیر ، ض ک ، ۲۴)

حاصل سوز و ساز (- ف ف) ، حاصل + سوز و ساز (رک) : وہ جذبات و احساسات جو عشق حقیقی کی زندگی بسر کرنے سے پیدا ہوتے ہیں ؎
بزم کو مثل شمع بزم حاصل سوز و ساز دے
(پیام ، ب د ، ۱۱۳)

حاضر (ع) صفت
: موجود ، تیار ؎
مہمانوں کے آرام کو حاضر ہیں بچھونے
(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۳۰)

: رک ذوق حاضر۔
: موجودہ زمانے کا حال کا ؎
منظر عالم حاضر سے گریزاں ہونا
(جلوۂ حسن ، ب د ، ۱۲۶)
: وہ باطل جس کے موجود ہونے کا اس سے پہلے شعر میں استعارۃً ذکر کیا ہے (نب جلوۂ سینا) ؎
چھوڑ کر غائب کو تو حاضر کا شیدائی نہ بن
(کفر و اسلام ، ب د ، ۲۴۰)

حاضران از دور چوں حشر خروشم دیدہ اند
دیدہ ام باز است لیک از راہ گوشم دیدہ اند
: لوگوں نے دور سے میرا قیامت جیسا شور و غل سنا ہے ، اگرچہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں لیکن مجھے انھوں نے کانوں کی راہ سے دیکھا ہے (یعنی سنا ہے)
(نالۂ فراق ، ب ا ، ۲۳۱)

حاضر و موجود (- ف ع) صفت : مراد دنیا کی دلچسپیاں ؎
کہ مرد حق ہو گرفتار حاضر و موجود
(امید ، ض ک ، ۱۱۰)

حاضر و موجود سے بیزار : یعنی زمانہ موجودہ کی خرابیوں سے متنفر ؎
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

(امامت، ض ک، ۴۹)

حاضر ہونا (ـ ار) آنا ؎
حاضر ہوئے بوڑھے بھی بچھڑے بھی جواں بھی
(دکھ ڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۵)

حاضری (ع ف) مونث، حاضر (= موجود) + ی (لاحقۂ کیفیت): موجودگی۔

حاضری لینا (ـ ار): اسکولوں اور دفتروں وغیرہ کی اصطلاح ہے جس کے معنی ہیں نام یا نمبر پکار کر یہ نوٹ کرنا کہ کون آگیا ہے اور کون نہیں آیا، بالکل اسی طرح اس اخبار کو اپنے گھر یا دفتر میں پڑھیے تو جواب سلے گا کہ آگیا ؎
آٹھویں دن حاضری لے لیجیے
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

حافظ (ع) صفت
: حفاظت کرنے والا، نگہبان ؎
حق تو یہ ہے حافظ ناموس ہستی ہیں ہوا
(مسلم، ب د، ۱۹۶)
: شیراز کے ایک مشہور صوفی منش شاعر کا تخلص ؎
کیا ہے حافظ رنگیں نوا نے راز یہ فاش
(ایک خط کے جواب میں، ب د، ۲۳۹)

حافظِ شیرازی کی شاعری پر تنقید: یہ کسی نظم کی سرخی نہیں بلکہ تین صفحات کے شعروں کا خلاصہ مفہوم ہے جو صفحہ ۱۰۱ سے ۱۰۳ تک درج ہیں۔ ان کے مشکل لفظوں کا حل اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے
(ب ا، ۱۰۱)

حاکم (ع) مذکر: حکومت کرنے والا شخص ؎
تمیز حاکم و محکوم مٹ نہیں سکتی
(فرب سلطان، ب د، ۲۰۹)

حاکمی (ع ف) مونث، حاکم (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)
: حکومت (جو کہ پہلے کلیسا (رک) کی پالیسی کے مطابق نفاذِ احکام کی پابند تھی) ؎
ہوئی ہے قیدِ کلیسا سے حاکمی آزاد
(لادین سیاست، ض ک، ۱۵۳)

حال (ع) مذکر
: صورت، حالت ؎
جب سے چمن چھٹا ہے یہ حال ہوگیا ہے
(اپرندے کی فریاد، ب د، ۳۸)
: زمانۂ موجودہ ؎
سنے ہیں اہلِ عقل نے فسانے حال و ماضی کے
(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۳)
: (تصوف) وہ کیفیت جو سالک کی شخصیت میں اس طرح راسخ ہو جائے کہ کسی وقت اس سے جدا نہ ہو۔
(حال و مقام، ب ج، ۱۵۶)

حال مست (ـ ف) صفت: جو اپنے حال میں مست ہوں، جیسی پڑے ویسی خوشی سے جھیل جائیں ؎
تیرے امیر مال مست تیرے فقیر حال مست
(فرشتوں کا گیت، ب ج، ۱۰۹)

حال و مقام: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ قوم کی ترقی میں دل کی لگن اور ایک منزل پر پہنچ کر دوسری منزل کی طرف بڑھنے کے لیے جد و جہد کو بہت بڑا دخل ہے۔
(ب ج، ۱۵۶)

حالی (ع) مذکر: پانی پت کے ایک مشہور ادیب اور شاعر جو غالب کے شاگرد تھے اور جنھوں نے مسدس حالی، کی ایسی کار آمد اور مطابق حال نظم کہ کر مسلمانوں میں بیداری کی روح پھونک دی، یادگارِ غالب اور مقدمۂ شعر و شاعری وغیرہ بھی انھیں کی تصنیفات ہیں جو آج بھی اردو ادب کی جان سمجھی جاتی ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں وفات پائی ؎
حالی بھی ہوگیا سوے فردوس رہ نورد
(شبلی و حالی، ب د، ۲۲۲)

حامل (ع) مذکر: بوجھ اٹھانے والا، (کسی چیز کو) لیے ہوئے یا سر پر رکھے ہوئے ؎

ہم نشیں مسلم ہُوں میں توحید کا حامل ہُوں میں

(مسلم، ب د، ۱۹۶)

حاملِ خُلقِ عظیم (- ع ع) صفت، حامل + خُلق (= کردار نیک) + عظیم (= بڑا، صاحبِ عظمت) : نہایت اعلیٰ اخلاق والا (قرآن کریم میں حضورؐ کو صاحبِ خلقِ عظیم کہا گیا ہے۔ یہاں اُنہیں کے پیرو مراد ہیں)

حاملِ خلقِ عظیم، صاحبِ صدق و یقیں

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۸)

حاملِ قرآں : مراد جس کا قرآن پاک پر ایمان ہو (مراد ایسے مسلمان جو تعلیمات قرآنی کو بھول گئے ہیں)

جانتا ہُوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں

(ابلیس، ۲، ا ح، ۱۲)

حامی (ع) : حمایت کرنے والا، طرفدار

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

حائل (ع) صفت : رکاوٹ ڈالنے والا، ملنے مانع

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے

(فرمانِ خدا، ب ج، ۱۱۰)

حُبّ (ع) مونث : محبت

ہو شرابِ حبِ قومی سے اگر سرشار تو

(سید کی لوحِ تربت، ب ا، ۳۰۷)

حُبِّ وطن (ع ع) مونث۔ حُب (= محبت) + اضافت + وطن (رک) : اپنے وطن ملک یا قوم کی محبت

سُوئے میدان دغا حبِّ وطن سے مجبور

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

حَباب (ف) مذکر : پانی کا بُلبلہ (جو دم کے دم میں اُٹھتا اور ٹوٹ جاتا ہے)

نفس حباب کا تابندگی شرارے کی

(اخترِ صبح، ب د، ۱۱۵)

حبابِ آبِ جُو (ف ف ف) مذکر، حباب + اضافت + آب (= پانی) + اضافت + جُو (= ندی، نہر وغیرہ) : پانی میں اٹھنے والا بلبلا (جو اوندھے پیالے سے مشابہ ہوتا ہے)

تجھے بھی چاہیے مثلِ حبابِ آبِ جُو رہنا

(تصویرِ درد، ب د، ۵۷)

حباب آسا (- ف) صفت، حباب + آسا (= مثل، طرح) : بُلبلے کی طرح کا، عارضی اور وقتی، ناپائدار رہنے والا

واں کی عزت بھی حکومت بھی حباب آسا ہے کیا

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب ا، ۹۰)

حباب آسا ہر موجِ نفس : ان لفظوں سے باقیات میں غزل کے جو شعر درج ہیں یہ اور ان کے ساتھ مزید نو شعر مخزن (اکتوبر ۱۹۰۳ء) میں شائع ہوئے تھے جن میں سے بانگِ درا میں نو شعر شامل کیے گئے ہیں۔ باقی دس شعر باقیات میں ہیں

(ب ا، ۷۴، ۲ - ب د، ۱۰۲)

حبابِ زندگی (- ف) حباب + اضافت + زندگی (رک) : زندگی کو ناپائداری میں حباب سے تشبیہ دی ہے (اور یہ کہا ہے کہ زندگی بلبلے کی طرح غم کی موجوں پر انقلاب پذیر ہوتی رہتی ہے)

موجِ غم پر رقص کرتا ہے حبابِ زندگی

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۵)

حَبَش (ع) مذکر : حبشیوں کا ملک، زنگبار (افریقہ)، حبشہ جہاں کے لوگ سخت سیاہ فام ہوتے ہیں

حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا

(بلالؓ، ب د، ۸۰)

حَبَشی (ع ف) مذکر : باشندۂ حبش، مراد حضرت بلالؓ (رک)

رُومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

(بلال، ب د، ۲۴۱)

حَبَشی زادَہ (ع ف ف) مذکر، حبش (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) + زادہ، مصدر زادن (= جننا، پیدا کرنا) سے حالیہ تمام : حبش کا پیدا ہوا، جس کا وطن

ّ اضافت اور معطوف علیہ ہونے کی حالت میں ب مشدد۔

حبشی ہو، مراد حضرت بلالؓ (رک) ؏
لیکن بلالؓ وہ حبشی زادۂ حقیر
(بلالؓ، ب د، ۱۴۱)

حَبلُ الوَرِید (ع ع ع) مونث، حَبل (= رسی، رگ) + ال (سابقۂ تعریف یا معرفہ) + وَرِید (= وہ رگ جس میں خون جاری ہوتا اور اجزائے بدن کے ہر ہر جزو میں پہنچتا ہے): شہ رگ (اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ — ہم تم سے اتنے قریب ہیں کہ تمھاری شہ رگ بھی تم سے اتنی قریب نہیں) ؏
حبل الورید سے بھی نزدیک یوں ترسنا
(ب ا، ۵۸۹)

حَبیبِ خدا (ع ف) مذکر، حبیب (= محبوب) + اضافت + خدا (رک): اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ؏
ہر دو جہاں میں ذکر حبیب خدا ہے آج
(معراج، ب ا، ۲۲۴)

حَج (ع) مذکر: نویں اور دسویں ذی الحجہ کو کُل دنیا کے مسلمانوں کا مقررہ عبادات ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں جانے اور عبادتیں بجا لانے کا عمل ؏
تم دیدِ حج میں کوئی رسالہ رقم کریں
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

حَجِ اکبر (— ع) مذکر، حج + اضافت + اکبر (= بڑا) عوام کی نظر میں وہ حج جو جمعہ کے دن واقع ہو، شریعت میں محض حج جو عُمرہ کے مقابلے میں بڑا ہوتا ہے ؏
دید ہے کعبے کو تری حجِ اکبر سے سوا
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

حِجاب (ع) مذکر
: پردہ، جو کسی چیز کو دیکھنے میں آڑ کی طرح حائل و مانع ہو۔
: پردہ کرنے اور پردے میں رہنے کا عمل ؏
کس قدر اے مے تجھے رسمِ حجاب آئی پسند
(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

: وہ رکاوٹیں جو تجلی کے بے پردہ نظر آنے میں حائل ہیں ؏
کرتے ہیں خطاب آخر اٹھتے ہیں حجاب آخر
(۲۹، ب ج، ۵۲)

: حضوری سے محروم ؏
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۴)

حِجابِ آگہی (ع ف) حجاب + اضافت + آگہی (= واقفیت، معرفت) (رک زیرِ نقاب آگہی) ؏
ہے غبار دیدۂ بینا حجاب آگہی
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

حِجاب آمیز (ع ف) صفت، حجاب + آمیز (رک): در پردہ، مظاہرِ قدرت کے پردے میں چھپی ہوئی ؏
کہ پیدائی تری اب تک حجاب آمیز ہے ساقی
(۷، ب ج، ۱۱)

حِجابِ رُخِ لیلا (ع ف ع) مذکر، حجاب + اضافت + رخ (رک) + لیلا (رک): مراد لڑکیوں کے چہرے کا پردہ ؏
یہ ضروری ہے حجاب رخ لیلا نہ رہے
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۵)

حِجابِ مَحمِل (ع ع) مذکر، حجاب + اضافت + محمل (رک): مراد شعارِ اسلام ؏
عزت ہے محبت کی قائم اے قیس حجاب محمل سے
(غزلیات، ب د، ۱۷۷)

حِجابِ وُجُود (ع ع) مذکر، حجاب + اضافت + وجود (= پیدا ہونا، موجود ہونا): وہ پردہ جو مخلوق کے وجود میں آنے کے بعد خالق و مخلوق کے درمیان پڑ گیا ؏
مجھ سے خبر نہ پوچھ حجاب وجود کی
(شمع، ب د، ۴۵)

حِجاز (ع) مذکر
: عرب کا وہ علاقہ یا صوبہ جس میں مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ

واقع ہیں ہے

حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا

(بلالؓ، ب د، ۸۰)

: مجازاً وہ پیغام یا دین جو حجاز سے آغاز ہوا تھا یعنی اسلام ہے

قوم آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

حجاز کی خاموشی (ع ارف) حجاز (رک) + کی + خاموشی (رک): اسلام کی زبانِ حال ہے

سنا دیا گوشِ منتظر کو حجاز کی خامشی نے آخر

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

حجازی: حجاز (رک) سے منسوب ہے

جس نے حجازیوں سے ملکِ عرب چھڑایا

(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۸)

حُجّت (ع) مؤنث: دلیل ہے

یہ تو حجت ہے ہوا کی قوتِ تعمیر پر

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۲)

: بحث و تکرار، مبحث ہے

پستیٔ فطرت نے سکھلائی ہے یہ حجت اسے

(تقدیر، ض ک، ۴۷)

حُجّت خیز (- ف) صفت، حجت + خیز (رک): دلیل پیدا کرنے والی، مدلل ہے

کیسی حجت خیز ہے نعمت فروشی رات کی

(والدۂ مرحومہ کی یاد میں، ب ا، ۲۳۱)

حَجَر (ع) مذکر: پتھر ہے

تارے انساں شجر حجر سب ...

(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۹)

حُجرہ (ع) مذکر: کوٹھری، خلوت میں بیٹھنے کا چھوٹا سا کمرہ ہے

اب حجرۂ صوفی میں وہ فقر نہیں باقی

(۲، ب ج، ۲۶)

حَجلہ (ع) مذکر: دلہن کا چھپر کھٹ، سجا سجایا کمرہ جس میں دلہن کو بٹھاتے ہیں، جام کو حجلے سے تشبیہ دی ہے جس میں شراب دلہن کی طرح جلوہ آرا ہے

شاہدِ مے کے لیے حجلۂ جام آئینہ

(شیکسپیر، ب د، ۲۵۱)

حَدّ[1] (ع) مؤنث: رسائی کا آخری نقطہ، انتہا۔

حد سے باہر قدم دھرنا: اس کام کی تمنا کرنا جو اختیار میں نہ ہو، شرافت اور تہذیب، قول و قرار کے خلاف کوئی کام کرنا، اعتدال سے آگے قدم رکھنا ہے

مہذب ہے تو اے عاشق قدم باہر نہ دھر حد سے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

حد سے بڑھنا: رک حد سے باہر قدم دھرنا

بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے

(رباعیات، ب ج، ۸۸)

حد سے زیادہ (- ارف): اعتدال سے آگے بڑھ کر، غیر معمولی ہے

اس قدر حد سے زیادہ بھی نہ ذلت چاہیے

(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۵۴۴)

حد سے گزر جانا: بہت زیادہ بڑھ جانا ہے

یہ مانا درد ناکامی گیا تیرا گزر حد سے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

حدِّ نظر[2] (- ع) مؤنث، حد + نظر (رک): جہاں تک انسان کی نظر پہنچے ہے

نکل کے حلقۂ حدِّ نظر سے دور گئی

(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)

حد ہوگئی ہے قائم: مقدار مقرر ہوگئی ہے کہ اتنے ملازم ہوں گے جن میں اتنے ہندو ہوں گے اور اتنے مسلمان ہے

خفیہ پولس[3] میں جب سے حد ہوگئی ہے قائم

(ب ا، ۴۶۹)

حِدّت (ع) مؤنث: تپش، گرمی، نیز حرارت

حدّتِ دم (- ف) مؤنث، حدت + اضافت + دم

---

[1] عربی میں بہ تشدید دال ہے

[2] مجازاً آسمان۔ [3] دغیہ ملفوظ

(رک) : سانس کی گرمی، مراد کلام کی حرارت، شعلہ بیانی ﷺ

حدت دم سے اسی شعلے کو پیدا کر دیں

(عبدالقادر کے نام، ب ا، ۳۵۱)

حُدی (ع) مونث : وہ شعر جو قافلے میں ناقوں کے سامنے خاص لہجے میں پڑھتے ہیں جس سے اونٹ مست ہو کر تیز چلنے لگتے ہیں، مراد قوم کو ابھارنے والے اشعار۔

حُدی خواں ہونا (ـ ف ار) ، حُدی + خواں ، مصدر خواندن (= پڑھنا) سے فعل امر + ہونا : گرج کر باران رحمت کی رفتار اسی طرح تیز کرنے والا جس طرح حدی سن کر ناقے تیز ہو جاتے ہیں ﷺ

ناقۂ شاہد رحمت کا حدی خواں ہونا

(ابر کوہسار، ب د، ۲۷)

حُدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

: عجب تو یہ دیکھے کہ محمل میں زیادہ بوجھ ہے (جس کی وجہ سے ناقے سست چل رہے ہیں) تو "حُدی" کو تیز کر دے (یعنی اس نغمے کو جوش و خروش سے پڑھنے لگ جو اونٹوں کے سامنے انھیں مست کر کے تیز چلانے کے لیے پڑھا جاتا ہے)

(عرفی، ب د، ۲۳۸)

حَدیث (ع) مونث

: بیان، داستان ﷺ

میں حکایت غم آرزو تو حدیث ماتم دلبری

(میں اور تو، ب د، ۲۵۲)

: آنحضرتؐ کا ارشاد مبارک (نیز مجازاً کسی ولی یا امام کا قول) ﷺ

فقیہ شہر کہ ہے محرم حدیث و کتاب

(سرود حرام، ض ک، ۱۲۶)

حدیثِ بندۂ مومن (ـ ف ع) مونث ، حدیث + اضافت + بندہ + اضافت + مومن (رک) : با ایمان شخص یا مومن کی داستان زندگی یا اس کی شخصیت کا ذکر ﷺ

حدیث بندۂ مومن دلاویز

(رباعیات، ۲، ا ح، ۳۱)

حَذَر (ع) کلمۂ تحذیر

: ڈر و، خوف کرو، (اس اقدام سے) دور رہو، بچو ﷺ

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۱)

: نفرت، دوری ﷺ

مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر

(اشاعت امید، ض ک، ۱۰۹)

مذکر : پرہیز ﷺ

جنبش مژگاں سے ہے چشم تماشا کو حذر

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۰)

حُر (ع) صفت : آزاد ﷺ

کہ دنیا میں فقط مردان حر کی آنکھ ہے بینا

(ا، ب ج، ۲۴)

حَرارت (ع) مونث : گرمی، تاثیر ﷺ

حرارت لی نفسہائے مسیح ابن مریم سے

(محبت، ب د، ۱۱۱)

: اشتعال دلانے اور ابھارنے کی کیفیت ﷺ

آب و گل تیری حرارت سے جہان سوز و ساز

(پانچواں مشیر، ا ح، ۱۰)

حرارتِ سوزِ دُروں (ع ف ف) مونث ، حرارت (= سوزش) + اضافت + سوز (= جلن، آگ) + اضافت + دروں (= باطن، دل) : دل میں بھڑکتی ہوئی آگ یا آتش شوق کی گرمی ﷺ

دی عشق نے حرارت سوز دروں تجھے

(شمع، ب د، ۴۴)

حَرام (ع) صفت : وہ چیز جس کا کھانا پینا یا استعمال کرنا جائز نہ ہو، ناجائز، غیر مباح ﷺ

حلال چیز کو گویا حرام کرتے ہیں

(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

حَرب (ع) مونث : جنگ، باہم تصادم، لڑائی ﷺ

تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے

(نکتۂ توحید، ض ک، ۵۳)

حَرْف (ع) مذکر: کلمہ، بات۔

حَرْفِ بے مَطْلَب (- ف ع) حرف + بے (کلمۂ نفی) + مطلب (= مفہوم و معنیٰ): بے معنی بات، وہ بات جس سے کوئی مطلب سمجھ میں نہ آئے (جیسے بچّے کے ادھورے بول) ہے

حرف بے مطلب تھی خود میری زباں میرے لیے

(عہدِ طفلی، ب د، ۳۵)

حَرْفِ پریشاں (- ف) مذکر، حرف + اضافت + پریشاں (رک): اِدھر اُدھر کی مہمل گفتگو، بے تکی بات، خلافِ تہذیب بات چیت ہے

حرفِ پریشاں نہ کر اہلِ نظر کے حضور

(غزل، ض ک، ۵۲)

حَرْفِ رازی (رک رازی) مراد منطقیانہ گفتگو، عقلی استدلال، عقل ہے

زوالِ عشق و مستی عقلِ رازی

(رباعیات، ب ج، ۸۳)

حرفِ زیرِ لَب (- ف ف) حرف + اضافت + زیر (= نیچے) + اضافت + لب (= ہونٹ): وہ بات جو ابھی منھ سے نکلی ہو ہے

میں حرفِ زیرِ لب شرمندۂ گوشِ سماعت ہوں

(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

حَرْفِ غَلَط: وہ حرف جو تحریر میں غلط لکھا گیا ہو اور اسے کاٹ دیا جائے۔

حَرْفِ غَلَط بَنْنا: کٹ جانا، مٹ جانا، محو ہو جانا ہے

حرفِ غلط بن گئی عصمتِ پیرِ کنشت

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۹)

حَرْفِ غَیر (ع ع) مذکر: حرف + اضافت + غیر (= اپنی قوم سے خارج لوگ): غیروں کے علوم و فنون ہے

مانندِ خامہ تیری زباں پر ہے حرفِ غیر

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

حَرْفِ مَعْذوری (- ع ف) مذکر، حرف + معذور (= مجبور) + ی (لاحقۂ کیفیت): مجبوری کی بات ہے

عیارِ گرمیِ صحبت ہے حرفِ معذوری

(۱۹، ب ج، ۴۲)

حَرَکَت[1] (ع) مؤنث: بڑھنے اور ابھرنے کی صورتِ حال ہے

حرکت آدمی ہے اور حرکت جام اور ہے

(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۵۶)

: اپنی جگہ سے سرکنے کی کیفیت ہے

لیلیٰ کے ناقے کو حرکت ساربان نہ ہو

(ب ا، ۵۸۳)

حَرَم (ع) مذکر

: کعبۃ اللہ کے چار جانب مقررہ حد جہاں شکار حرام ہے، کعبہ، مراداً اسلام (کفر کے مقابل) ہے

میں امتیازِ دیر و حرم میں پھنسا ہوا

(شمع، ب د، ۴۴)

: مسلک ہے

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور

(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

: (کسی کی) خواتین و ناموس ہے

دیا اہلِ حرم کو رقص کا فرماں ستمگر نے

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۶)

: معتقدینِ حرم، مسلمان ہے

حرم کے دل میں سوزِ آرزو پیدا نہیں ہوتا

(۷، ب ج، ۱۱)

حَرَم خود چراغِ حَرَم کا پَروانہ ہے: کعبہ یعنی صاحبِ کعبہ (خدائے تعالیٰ) خود کعبے کے چراغ یعنی مسلمان سے محبت رکھتا ہے (ضرورت صرف اتنی سی ہے کہ مسلمان خدا اور رسولؐ سے عشق رکھے) ہے

کہ خود حرم ہے چراغِ حرم کا پروانہ

(ملّازادہ، ا ح، ۳۱)

---

[1] عربی میں حرکت ہے۔ فارسی میں بہ سکون (بھی مستعمل) اقبال نے پہلی مثال میں حرکت نظم کیا ہے اور دوسری میں حرکت

: متبرک مقام ہے

گوتم کا جو وطن ہے جاپان کا حرم ہے

(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب ا، ۲۳۸)

حَرَم رُسوا ہوا : یہاں حرم سے، عرب، مراد ہیں جنھوں نے جنگِ بلقان و ترکی میں ترکوں سے بے وفائی کی تھی

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

حَرَم کا دَرد : مراد اسلام اور مسلمانوں کے مصائب ہے

حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(تصوف، ض ک، ۳۴)

حَرَمِ کَعبہ نُما : مراد آج کل کے مسلمان جس مکان کی طرف جھکتے ہیں مثلاً حکام کا دربار، اہلِ دولت کی دہلیز وغیرہ، وہ کعبۃ اللہ سے مختلف ہے ہے

حرم کعبہ نما بت بھی نئے تم بھی نئے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

حَرَمِ مَغرِبی : مراد وہ مسجد جو حکومتِ فرانس نے پیرس میں مسلمانوں کو مائل کرنے کے لیے بنوائی اور جس کی تعمیر میں خلوص کو دخل نہیں ہے

کہ حق سے یہ حرمِ مغربی ہے بیگانہ

(پیرس کی مسجد، ض ک، ۱۰۲)

حَرَم نَشِیں (ع-ف) حرم + نشیں، مصدر نشستن (= بیٹھنا) سے فعلِ امر : جو کعبے میں یا اس کے آس پاس ہو ہے

کبھی بتوں کو بنایا حرم نشیں ہم نے

(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۲)

حِرمان (ع) مذکر : محرومی، ناکامی ہے

یہ وہ جادو ہے کہ جس سے دیوِ حرماں دور ہو

(نالۂ یتیم، ب ا، ۹۴)

حِرمانِ نَصِیبی (ع-ف) مونث، حرمان + نصیب (= قسمت) + ی (لاحقۂ کیفیت) : نامرادی اور ناکامی (ان خفتگان خاک کی جو نعمتِ حیات و دنیا وی سے محروم ہو گئے) ہے

منظرِ حرماں نصیبی کا تماشائی ہوں میں

(خفتگانِ خاک سے استفسار، د، ۳۹)

حُرمَت (ع) مونث : عزت، عظمت۔

حُرمَت پر کَٹ مَرنا (ار) وقار برقرار رکھنے اور عظمت بڑھانے کے لیے لڑنا اور جان دے دینا ہے

اے ارضِ پاک تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم

(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

حُرُوف (ع) مذکر : حرف (= لفظ) کی جمع

حُرُوفِ جَلی (ع-ع) مذکر، حروف + اضافت + جلی (= موٹے جن سے سرخی وغیرہ لکھی جاتی ہے) : روشن اور نمایاں الفاظ ہے

امت کا جس نبی کی حروفِ جلی میں نام

(محاصرۂ ادرنہ، ب ا، ۲۷۰)

حُرِّیَّت (ع) مونث : جسم اور دماغ دونوں کی آزادی ہے

عالمِ حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۶)

حَرِیر (ع) مذکر : ریشم، ریشمی لباس ہے

شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۳)

حَرِیرِ دو رَنگ (ع-ف ف) مذکر : دو رنگے ریشم کا تاگا ہے

سلسلۂ روز و شب تارِ حریرِ دو رنگ

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۳)

حَرِیری (ع ف) صفت، حریر (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : ریشم کی سی کیفیت، یعنی نرمی ہے

پیدا ہو اگر اس کی طبیعت میں حریری

(محرابِ گل افغان ۱۵، ض ک، ۱۷۴)

حَرِیف (ع) صفت : مدِ مقابل، دشمن ہے

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی نہ حریف پنجہ فگن نئے

(میں اور تو، ب د، ۲۵۳)

ے دونوں مصرعوں میں دو واقعات ہیں جن میں مقدم واقعہ دوسرے مصرع میں اور موخر واقعہ پہلے مصرع میں ضرورت شعر کی بنا پر نظم کیا گیا ہے۔

: ہم پیشہ، ساتھی، رفیق ہے ~
حریفِ نکتۂ توحید ہو سکا نہ حکیم
(حکیم نطشہ، ض ک، ۸۳)
: مراد بھارت کی غیر مسلم اقوام، جنہیں مسلمانوں نے تہذیب سکھائی

حریفِ بے زباں (۔ ف ف)، حریف + اضافت + بے زباں (رک) : وہ غیر مسلم قومیں جنہیں بولنے تک کا سلیقہ نہیں تھا ہے
اس حریفِ بے زباں کی گرم گفتاری کو دیکھ
(غرّۂ شوال، ب د، ۱۹۲)

حریفانہ (ع ف) صفت، حریف (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت) : دشمنوں کی سی ہے
افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاکش
(مومن، ض ک، ۴۵)

حریفانہ کشاکش (۔ ف) مؤنث، حریفانہ + کشاکش (رک) : کوئی ایسی صورتِ حال جس سے فرقہ وارانہ کاوش کی بنیاد پر مراعات سے بازرہی سے محروم کر دیا جائے ہے
دل لرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے ترا
(مدرسہ، ض ک، ۸۳)

حریفانہ کشاکش سے نجات (۔ ف ارع) مؤنث، حریفانہ + کشاکش (رک) + سے (رک) + نجات (رک) : مراد یہ کہ دوسرا اہلِ ہنر دیکھے تو باہم پیشہ ورانہ مقابلے کا کوئی جذبہ پیدا نہ ہو یعنی بنانے والے نے کوئی ایسا کمال نہیں دکھایا جسے دیکھ کر مسابقت کا جذبہ پیدا ہو ہے
زندگانی کی حریفانہ کشاکش سے نجات
(ملفوظاتِ ہنر، ض ک، ۱۱۷)

حریم (ع) مذکر : گھر کی چار دیواری، وہ محفوظ مقام جہاں ہر کسی لوگوں کی رسائی یا غیر کا گزر نہ ہو،

حریم تیرا خودی غیر کی : مراد وہ آئیڈیلنگ جو تھیٹر میں کی جاتی ہے اور جس میں انسان اپنے غیر کی تمثیل پیش کرتا ہے گویا دوبارہ لات و منات (مشہور بتوں) کی پرستش کا نمونہ پیش کرتا ہے ہے
حریم تیرا خودی غیر کی معاذ اللہ
(تیاتر، ض ک، ۱۰۲)

حریمِ ذات (۔ ع) مذکر، حریم + اضافت + ذات (رک) : باری تعالیٰ کی منزلِ الوہیت جو فہمِ انسانی سے ماورا ہے اور جس کے لیے خود حضورؐ نے بھی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ما عرفناک حق معرفتک یعنی ہم نے تجکو اس حد تک نہیں پہچانا جو تیری معرفت کا حق ہے ہے
میری نوائے شوق سے شور حریمِ ذات میں
(ب ج، ۵۱)

حریمِ قدس (۔ ع) مذکر، حریم + اضافت + قدس (رک) : پاکیزگی اور تقدس کے عالم دو عالمِ بالا جو فرشتوں کا مقام ہے
حاضر حریمِ قدس کے سب نغمہ سنج ہیں
(معراج، ب د، ۲۲۵)

حزیں (ع) صفت : غمگین، ملول ہے
تنہائی شب میں ہے حزیں کیا
(تنہائی، ب د، ۱۲۹)

حساب (ع) مذکر : شمار ہے
تیری قدرت تو وہ ہے جس کی نہ حد ہے نہ حساب
(شکوہ، ب د، ۱۶۷)
: جانچ پڑتال، محاسبہ، جائزہ لینے کا عمل کہ کیا کرنا تھا اور کیا کیا کر لیا اور کیا ابھی اور کرنا باقی ہے ہے
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۱۰۱)

حسرت (ع) مؤنث : افسوس، تاسف ہے
خارِ حسرت غیرت نوک سناں ہونے لگا
(نالۂ یتیم، ب، ایڈیشن اول، ۳۵)

حسرت بھری (ع ار) صفت، حسرت + بھری

~ عربی میں حریف لفظِ اضداد میں سے ہے اور دوست دشمن دونوں معنی دیتا ہے

(= پُر) : حسرت اور افسوس سے پُر، قابلِ تاسف

سراپا درد ہوں حسرت بھری ہے داستاں میری

(تصویرِ درد، ب د، ۲۸۰)

حسرت فزا (- ف)، صفت، حسرت + فزا (رک)

خوابگہ شاہوں کی ہے یہ منزلِ حسرت فزا

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

حُسن (ع) مذکر

: محبوبِ حقیقی کا جلوہ (جو مخلوقِ اول کو خود میں نظر آیا)

صبحِ ازل جو حسن ہوا دلستانِ عشق

(شمع، ب د، ۴۵)

: مراداً مسلمان

حسن ہو کیا خود نما جب کوئی مائل ہی نہ ہو

(صدائے درد، ب د، ۴۲)

: خوبصورتی، خوشنمائی، جمال (جو اشیا میں جاننے والے کے حسنِ مطلق کا پرتو ہے)

چشمۂ کہسار میں دریا کی آزادی میں حسن

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

حُسنِ اخلاق : اچھے برتاؤ کی خوبی

حسنِ اخلاق سے کافر کو مسلماں کر دے

(جوہرِ ایمان، ب ا، ۲۲۲)

حُسنِ ادا (- ف) مذکر، حسن + ادا (رک) : بیان کی خوبی

شکر شکوے کو کیا حسنِ ادا سے تو نے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

حُسنِ ازل (- ع) مذکر، حسن + اضافت + ازل (رک)

: وہ حسن جو ہمیشہ سے ہے، قدرت کا حسن و جمال جو مخلوق میں نظر آتا ہے، ازلی حسن

یا رخِ بے پردۂ حسنِ ازل کا نام ہے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

حُسنِ بے پروا (- ف ف) مذکر، حسن + بے پروا (رک) : بے نیاز حسن، ذاتِ باری تعالیٰ کی تجلی

حسنِ بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے

(۷، ب ج، ۳۱)

حُسن فروش (- ف) حسن + فروش، مصدر فروختن (= بیچنا) سے فعلِ امر : حسن کا سودا کرنے والا، بازاری حسین

کچھ عار اسے حسن فروشوں سے نہیں ہے

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

حُسنِ طبیعت (- ع) مذکر، حسن + اضافت + طبیعت (رک) : ذہن کا فطری خوبصورتی کو پسند کرنے کا ذوق

عجم کا حسنِ طبیعت عرب کا ذوقِ جمال

(مدنیتِ اسلام، ض ک، ۳۹)

حُسنِ قدیم (- ع) مذکر، حسن + اضافت + قدیم (= پرانا) : ازلی حسن، خدائے تعالیٰ کا جلوہ

کچھ اس میں جوشِ عاشقِ حسنِ قدیم ہے

(شمع و پروانہ، ب د، ۴۱)

حُسن کا احساس (- ا ع) حسن + کا + احساس (رک) : خوبصورتی کو محسوس کرنا، خوبصورت کی خوشنمائی کو جاننا اور پرکھنا

خاص انسان سے کچھ حسن کا احساس نہیں

(... کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)

حُسن کا طوفان بپا ہونا : حسن کے دریا ابلنا، ہر طرف حسن ہی حسن چھایا ہونا

ذرّے ذرّے میں ہے اک حسن کا طوفاں بپا

(ب ا، ۲۷۰)

حُسنِ کامل (- ع) مذکر، حسن + اضافت + کامل (= جو ہر اعتبار سے مکمل ہو) : حسن کی جملہ صفات کمال سے متصف حسن

حسن کامل ہی نہ ہو اس بے حجابی کا سبب

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

حُسنِ کلام (- ع) مذکر، حسن + اضافت + کلام (رک) : شعر کی خوبصورتی اور دلکشی

دلِ انساں کو ترا حسنِ کلام آئینہ

(شیکسپیئر، ب د، ۲۵۱)

حُسن کی بزم (۔ اف) مؤنث ، حسن + کی (رک) + بزم (= انجمن ، محفل) : خوبصورتی کی انجمن ، حسن وجمال کا ماحول ؎

حسن کی بزم کا دیا ہوں میں
(عقل و دل ، ب د ، ۴۲)

حُسن کے اس عام جلوے میں (۔ ا ار ا ر ۔ ا ر) : حُسن (رک) + کے (رک) + اس (رک) عام (= جو بغیر خصوصیت کے ہر چیز میں ہے) + جلوے (= نظارے ، دیدار ، نمود و نمائش ہ) + میں (رک) : دنیا کی ہر چیز میں نظر آنے والے حسن کا نظارہ کرنے کے باوجود (جو حسن مطلق یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کا پرتو ہے حسن مطلق کو پانے کے لیے بیتاب ہے) ؎

حسن کے اس عام جلوے میں بھی یہ بیتاب ہے
(بچہ اور شمع ، ب د ، ۹۴)

حُسنِ معنیٰ (۔ ۔) مذکر ، حُسن (رک) + اضافت + معنیٰ (رک) مضمون کی خوبصورتی یا آراستگی ؎

مری مشاطگی کی کیا ضرورت حسنِ معنیٰ کو
(۱۰ ، ب ج ، ۱۴)

حُسن و عشق ، یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو ظاہرا خالصتہً رومانی شاعری نظر آتی ہے ، مگر درحقیقت انھوں نے اس نظریۂ تصوّف کی تبلیغ کی ہے کہ محبت ہی تخلیقِ عالم کی علتِ غائی اور اصلِ کائنات ہے (رک محبت) ، مغربی ادب کے علماء کا خیال ہے کہ علامہ نے اس نظم میں محبت کے جو خصوصیات اور مضمرات بیان کیے ہیں وہ "شیلے" اور "کیٹس" کے خیالات سے ہم آہنگ ہیں
(ب د ، ۱۱۶)

حَسِین (۔ ۔) صفت
: خوبصورت ، معشوق ، محبوب ؎

جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو
(ایک آرزو ، ب د ، ۴۷)

: آنحضرتؐ کی طرف اشارہ جو حسنِ ازل سے آراستہ ہیں ؎

بھلا آئے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۵)

: حسن رکھنے والا ؎

وہی حسیں ہے حقیقت زوال ہے جس کی
(حقیقتِ حسن ، ب د ، ۱۲۱)

حُسینؑ (۔ ۔) مذکر : رسولِ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چھوٹے نواسے کا نام ۔ آپ کے زمانے میں (یعنی جب امام حسنؑ کے بعد آپ عہدۂ امامت پر فائز ہوئے ، شام و کوفہ وغیرہ میں یزید کی حکومت تھی جس نے علیٰ الاعلان دینِ رسول کے اصول میں تحریف شروع کر دی تھی اور جو بندۂ اللہ منہیات کے رواج کی مخالفت کرتا تھا اس کی گردن اڑا دی جاتی تھی ۔ فسق و فجور کا کوفہ و شام میں عام رواج ہو گیا تھا ۔ اس وقت اہلِ کوفہ نے خطوط لکھ کر امام حسینؑ کو اپنی ہدایت کے لیے مدینہ منورہ سے بلوایا ۔ آپ روضۂ رسول سے رخصت ہو کر چلے اور اہلِ حرم کو ساتھ لیا تاکہ کوئی یہ شک نہ کرے کہ آپ نے جنگ کے لیے یہ سفر کیا ہے ۔ اوّل حج کے لیے مکہ معظمہ پہنچے تو وہاں یہ اندازہ ہوا کہ اگر آپ حج کے دن وہاں ٹھہرے تو طواف کے موقع پر آپ کو یزید شہید کرا دے گا اور کعبۃ اللہ کی بے حرمتی ہوگی ۔ چنانچہ حج کو عمرے سے بدل کر کوفہ کا رخ کیا ۔ راستے میں یزیدی فوج نے کوفہ کا راستہ روک دیا اور آپ عراق کی طرف جانے پر مجبور ہو گئے ۔ جب آپ کربلائے معلیٰ میں پہنچے تو وہاں نہر فرات کے کنارے قیام فرمایا ۔ یزیدی فوج آپ کے تعاقب میں آپہنچی اور خیمے نہر سے اکھڑوا کر دور خشکی میں آپ کو ٹھہرا دیا ۔ فوج پر فوج کوفہ و شام سے آنے لگی ۔ چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا گیا ۔ یہ محرم ۶۱ھ کے پہلے ہفتے کے واقعات ہیں ۔ آٹھویں محرم سے آپ پر اور آپ کے ننھے ننھے بچوں اور بچیوں پر پانی بند کر دیا گیا ۔ دسویں محرم کی صبح کو فجر کی نماز جماعت میں تیروں کی بارش کر دی جس سے کئی نمازی مصلے ہی پر شہید ہو گئے ۔ آج آپ کے ساتھ کل بہتر ساتھی تھے جن میں ایک ۶ مہینے کا بچہ بھی تھا ۔ یہ سب کے سب

صبح سے عصر تک تین دن کی بھوک پیاس میں شہید کر دیے گئے۔ یزید چاہتا تھا کہ امام حسینؓ اس کی بیعت کرلیں۔ آپ انکار فرماتے تھے کہ میں ایک فاسق و فاجر کی جو نانا کے دین میں تحریف کر رہا ہے ہرگز بیعت نہیں کروں گا، چنانچہ اپنی اور اپنے عزیزوں دوستوں اور بیٹوں کی شہادت قبول کرلی لیکن بیعت کے لیے ہاتھ نہ بڑھایا ـــ اقبال نے جس شعر میں "ایک حسینؓ بھی نہیں" کہا ہے اس کا خلاصہ مفہوم یہی ہے کہ دبدبہ و ثروت ہیچ و تاب میں ہیں کیونکہ کفر اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ ابھر رہا ہے لیکن کوئی ایک فرد بھی مسلمانوں میں ایسا نہیں ہے جو حسینؓ کی طرح قربانی پیش کرے اور اسلام کو بچائے گا

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں

(ذوق و شوق، ب ج ۱۱۲)

حُسین اَحمد : یہ ارمغان حجاز میں اقبال کی ایک فارسی نظم کا عنوان ہے اس کا حالہ و ماعلیہ فرہنگ اقبال حصہ فارسی میں دیکھیے۔

حَشر (ع) مذکر: قیامت

حَشر کا وَعدہ (- ا ر ع) مذکر، حشر + کا (رک) + وعدہ (= قول و قرار) : محبوب (خدائے تعالیٰ) کا قیامت کے دن دیدار کا وعدہ جو بعض مسلمانوں کا عقیدہ ہے گا

پھر یہ وعدہ حشر کا صبر آزما کیونکر ہوا

(غزلیات، ب د ۱۰۰)

حَشر ڈھانا (ار) : آفت برپا کرنا، دل کو پامال کر دینا گا

حشر ڈھاتی ہے یہ آہستہ خرامی کی ادا

(ابر کوہسار، ب ا ۲۸۴)

حَشَم (ع) مذکر: شان شوکت اور دبدبہ (رک کیواں حشم)

حِصار (ع) مذکر: قلعہ گا

لشکری حصار درنہ میں محصور ہوگیا

(محاصرۂ ادرنہ، ب د ۲۱۶)

حِصارِ غم (ع ع) مذکر، حصار + اضافت + غم (= رنج) : غم جو انسان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے اسے قلعے سے تشبیہ دی ہے گا

آدمی واں بھی حصار غم میں ہے محصور کیا

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د ۴۹)

حِصارِ ملت (- ع) مذکر، حصار + اضافت + ملت (رک) : قوم کا قلعہ، قوم کو قلعے سے تشبیہ دی ہے گا

بنا ہمارے حصار ملت کی اتحاد وطن نہیں ہے

(غزلیات، ب د ۱۳۶)

حِصن (ع) مذکر: قلعہ گا

کہ حصن قوم ہر اک شر سے ہوگیا مصئون

(فلاح قوم، ب ا ۳۰)

حُصُول (ع) مذکر : حاصل کرنے کی صورت، حال گا

مگر غرض جو حصول رضائے حاکم ہو

(قرب سلطان، ب د ۲۰۹)

حَضَر (ع) مذکر : (سفر کے مقابلے میں) کسی ایک جگہ کا قیام، اپنے بار لے یا مقررہ میدان یا جنگل میں بسیرا گا

وہ حضر بے برگ و ساماں وہ سفر بے سنگ و میل

(خضر راہ، ب د ۲۵۸)

حَضرت (ع)

: آپ، انھوں (تعظیم کے موقع پر بطور ضمیر مستعمل) گا

حضرت نے مرے ایک شناسا سے یہ پوچھا

(زہد اور رندی، ب د ۵۹)

: جناب (تعظیم کے موقع پر بطور القاب) گا

اک دن جو سر راہ ملے حضرت واعظ

(زہد اور رندی، ب د ۶۰)

: حضوری، بارگاہ گا

چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال

(۱۶، ب ج ۲۱)

: طنزیہ گا

حضرت کسی نادان کو دیجے گا یہ دھوکا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د ۰۹)

حَضرتِ انسان : یہ ارمغان حجاز میں اقبال کی ایک نظم کا

عنوان ہے جس میں علامہ نے یہ بتایا ہے کہ انسان کا مرتبہ مخلوقاتِ الٰہی میں اتنا عظیم ہے کہ خدائے تعالیٰ نے خود اسے اپنے خلیفہ "فی الارض" کا خطاب دیا ہے۔

(اح، ۵۰)

حضرتِ محبوبِ الٰہی : بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم "التجائے مسافر" ہے جس میں حضرت محبوب الٰہی سے انھوں نے امداد کی درخواست کی ہے (رک التجائے مسافر)۔ حضرت محبوب الٰہی تیرھویں صدی عیسوی میں ایک بہت بڑے ولی گزرے ہیں جن کا مزار مبارک دہلی میں ہے۔ آپ حسینی سید ہیں۔ ۶۳۴ھ میں بمقام بدایوں (یوپی) پیدا ہوئے۔ ماں باپ نے آپ کا نام محمد رکھا۔ بدایوں میں درس نظامی کی تکمیل کے بعد مزید تعلیم کے لیے دہلی گئے اور یہاں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے ملے۔ دل میں اجودھن (پاک پٹن) جانے اور بابا کی زیارت کرنے کی تمنا پیدا ہوئی۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد دعا کی اور پیدل چل کھڑے ہوئے۔ جب حضرت بابا کی خدمت میں باریاب ہوئے تو حضرت نے بہ یک نظر دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ میرے عشق میں سرشار ہے۔ چندے حضرت کی خدمت سے بہرہ اندوز ہوئے پھر حضرت نے آپ کو سلطان السلاطین اور محبوب الٰہی کے القاب سے سرافراز فرما کے حکم دیا کہ دہلی جائیں اور اسے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا ہیڈ کوارٹر بنائیں، چنانچہ آپ وہاں تشریف لے گئے اور ۶۵۲ھ سے ۷۲۵ھ تک زندگی بھر تبلیغ فرماتے رہے۔ ہزارہا کفار کو مسلمان بنایا۔ صدہا مسلمانوں کو روحانی فیض پہنچا کر اقصائے ہند میں جابجا تبلیغ کے لیے بھیجا اور کتنے ہی مسلمانوں کو تعلیمِ حق اور نگاہ فیض سے مومن بنا دیا۔ حضرت شیخ نصیر الدین جو چراغ دہلی کے نام سے مشہور ہیں آپ کے مسند نشین اور خلیفہ ہوئے۔ حضرت محبوب الٰہی نے ستر برس کی عمر میں سات بادشاہوں کا زمانہ دیکھا مگر نہ کبھی خود کسی بادشاہ کے پاس گئے اور نہ کسی کو اپنی بارگاہ میں حاضری کی اجازت دی (التجائے مسافر)

(ب د، ۹۲)

حُضُور (ع) مذکر

: بارگاہ، انجمن، مجلس، سامنے ؎

گرنا ترے حضور میں اس کی نماز ہے

(شمع و پروانہ، ب د، ۱۱۴)

: جناب، آپ ؎

اوروں کو دیں حضور یہ پیغامِ زندگی

(شفاخانۂ حجاز، ب د، ۱۸۶)

تجلیاتِ الٰہی کے پیشِ نظر ہونے کی صورت جسے حضوری بھی کہتے ہیں ؎

اک اضطرابِ مسلسل غیاب ہو کہ حضور

(۱۵، ب ج، ۳۹)

: سامنے ؎

تھی خوب حضورِ علما باب کی تقریر

(محمد علی باب، ض ک، ۴۶)

حضورِ رسالتمآب میں : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے، جو انھوں نے ۶ راکتوبر ۱۹۱۱ء کو اس وقت کہی اور پڑھی تھی جب جنگ بلقان کے سلسلے میں ترکوں کی مالی امداد کے لیے مولانا ظفر علی خاں نے شاہی مسجد لاہور میں جلسہ منعقد کیا تھا۔ یہ رقم اس میڈیکل مشن کی وساطت سے بھیجی گئی تھی جو زیر قیادت ڈاکٹر مختار احمد انصاری زخمیوں کی خدمت کے لیے قسطنطنیہ گیا تھا۔ سب سے پہلے یہ نظم روزنامۂ زمیندار لاہور میں بتاریخ ۱۰ راکتوبر، پھر اسی مہینے کے ماہنامۂ مخزن لاہور میں اور تیسری بار نومبر ۱۹۱۱ء کے کشمیری میگزین میں شائع ہوئی۔ اس کے پہلے بند کا ایک شعر بانگِ درا میں نہیں ہے جسے صاحب باقیات نے صفحہ ۳۶۵ پر درج کیا ہے۔

حضوری : حضور (رک) کا اسم کیفیت ؎

نوری حضوری تیرے سپاہی

(۳۰، ب ج، ۵۳)

حِفاظت (ع) مونث : نگرانی، پاسبانی

(عورت کی حفاظت، ض ک، ۹۵)

حِفظ (ع) مذکر: محافظت ۔
ذوقِ حفظ زندگی ہر چیز کی فطرت میں ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۱)

حق (ع) مذکر
: خدائے تعالیٰ ۔
چشتی نے جس زمیں پہ پیغامِ حق سنایا
(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)
: سچ، صداقت ۔
کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۶)
: اپنی غیر مملوکہ چیزوں کے استعمال کی وہ آسانی جو کسی جگہ رہنے کی وجہ سے وہاں کے سب باشندوں کو حاصل ہو، پیدائشی دعویٰ یا استحقاق (رک حقوق جو اس کی جمع ہے)
: وہ اجازت وغیرہ جو قانون یا اخلاق کی رو سے حاصل ہو، دعویٰ، استحقاق ۔
یہ آپ کا حق تھا زرہ قربِ مکانی
(زہد اور رندی، ب د، ۲۰)

حق ادا نہ ہوا: کوئی کام پوری طرح جیسا کہ چاہیے تھا کر لیا نہ ہو سکا، فرض پورا نہ ہوا ۔
کہ حق ادا نہ ہوا مجھ سے آشنائی کا
(ب ا، ۵۳۳)

حق اندیش (— ف) صفت، حق + اندیش، مصدر اندیشیدن (= سوچنا) سے فعل امر: حق و صداقت کی سوچ رکھنے والا ۔
مشکل ہے کہ اک بندۂ حق بین و حق اندیش
(۱۶، ب ج، ۲۱)

حق بین (— ف) صفت، حق + بین (رک)، حق و انصاف کو دیکھنے والا ۔
مشکل ہے کہ اک بندۂ حق بین و حق اندیش
(۱۶، ب ج، ۲۱)

حق ترا چشمے عطا کرد است غافل در نگر: اے غافل (مسلمان) اللہ تعالیٰ نے تجھے آنکھ دی ہے (اس سے) دیکھ اور غور کر۔

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۵)

حق تو یہ ہے (— ار ار ار): سچی بات یہی ہے، سچ پوچھو تو یہی بجا ہے ۔
حق تو یہ ہے حافظِ ناموسِ ہستی میں ہوا
(مسلم، ب د، ۱۹۲)

حق دار (— ف) حق + دار (رک): حق رکھنے والا، مستحق ۔
اس کرامت کا مگر حق دار ہے بغداد بھی
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۵)

حق رابسجود ے: یہ ایک نامکمل فقرہ ہے جس کا مفہوم سیاق و سباق سے پورا ہوتا ہے، مدعا یہ ہے کہ "اللہ کو ایک سجدہ کر کے" یہ لوگ (ملا وغیرہ) لوگوں کو فریب دیتے ہیں ۔
حق رابسجودے صنماں رابطوافے
(فرمانِ خدا، ب ج، ۱۱۰)

حق شناس (— ف) صفت، حق + شناس، مصدر شناختن (= پہچاننا) سے فعل امر: حق اور صداقت کو پہچاننے والا، سچی بات کہنے والا ۔
لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے
(ہلالؒ، ب د، ۱۴۱)

حق گزار (— ف) صفت، حق + گزار، مصدر گزاردن (= ادا کرنا) سے فعل امر: حق ادا کرنے والا ۔
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار
(صدیقؓ، ب د، ۲۲۴)

حق گوئی (— ف ف) مونث، حق + گو (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): ہر حال میں سچ کہنا چاہے نفع ہو یا نقصان ۔
آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
(۳۴، ب ج، ۵۷)

حق میں (— ار) حق (= باب، معاملہ) + میں (رک) : معاملے میں، واسطے، بدلے ۔
مہر کا پرتو ترے حق میں ہے پیغامِ اجل
(چاند، ب د، ۷۹)

حق نما (ـ ف) صفت، حق + نما، مصدر نمودن (= دکھانا) سے فعل امر: راہِ حق دکھانے والا (رک۔ اصول حق نما)

حق نیوش (ـ ف) صفت، حق + نیوش، مصدر نیوشیدن (= سننا) سے فعل امر: حق بات سننے والا ؎

سن لے اگر ہے گوش مسلماں کا حق نیوش

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

حق و باطل کی چھڑ گئی (ـ ف ع ارار)، حق (رک، مراد ترک جو حق پر تھے کیونکہ دشمنوں نے بلاوجہ ان پر حملہ کیا تھا) + و (عطف) + باطل (بلقان کی ریاستیں جو بلغاریہ، سرویہ، رومانیہ اور یونان پر مشتمل تھیں اور بلاوجہ حملہ کرنے کے باعث باطل پر گامزن تھیں) + کی (یعنی حق و باطل کی جنگ) + چھڑ گئی (= لڑائی شروع ہوگئی): ترکی اور بلقان محاذ آرا ہوگئے ؎

یورپ میں جس گھڑی حق و باطل کی چھڑ گئی

(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۲)

حق یہ ہے: سچی بات تو یہ ہے ؎

حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات

(لینن، ب ج، ۱۰۷)

حقا (ع): خدا کی قسم ؎

حقا بہ نظم موج شراب طہور ہے

(ب ا، ۲۸۲)

حقارت (ع) مؤنث: خفت، سبکی، اہانت، ذلت ؎

نہیں کسی کو حقارت سے دیکھنا اچھا

(گلہری، ب ا، ۷۴۱)

حقائق (ع) مذکر: حقیقت (رک) کی جمع ؎

حقائق ابدی پر اساس ہے اس کی

(مدنیت اسلام، ض ک، ۴۹)

حقوق (ع) مذکر: (حق کی جمع) پیدائشی استحقاق جو کسی جگہ کے کل باشندوں کو یکساں طور پر حاصل ہوتے ہیں (رک حق) ؎

مجلس آئین و اصلاح و رعایات حقوق

(خضر راہ، ب د، ۲۶۱)

حقیر (ع) صفت: چھوٹا سا، معمولی ؎

لیکن بلالؓ وہ حبشی زادۂ حقیر

(بلالؓ، ب د، ۱۴۱)

حقیقت (ع) مؤنث

: اصلیت، باطن کی صورت حال ؎

اس شخص کی ہم پر تو حقیقت نہیں کھلتی

(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

: اصل کائنات کی تحقیق ؎

لبریز ہے شراب حقیقت سے جام ہند

(رام، ب د، ۱۷۷)

: وہ اوصاف یا صلاحیت جو نفس الامر میں پائے جاتے ہوں ؎

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا

(شمع اور شاعر، ب د، ۱۹۲)

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں

(غزلیات، ب د، ۲۸۰)

حقیقتِ ابدی (ـ ع ف) مؤنث، حقیقت + ابد (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): عشقِ الٰہی کا اصلی اور مبنی بر صداقت نمونہ جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا اور کبھی فنا نہ ہو سکے گا ؎

حقیقتِ ابدی ہے مقام شبیری

(۵۴، ب ج، ۷۳)

حقیقت ایک ہے: یعنی تمام اشیا (خاکی ہوں یا نوری) مخلوق ہیں اور سب خالق کی حمد میں سرشار اور اس کی عبادت میں تسبیح خواں۔ آیۂ ان من شیٔ الخ کی رو سے کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی تسبیح نہ پڑھتی ہو ؎

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۱)

حقیقتِ حسن: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے کہانی کی صورت میں (یا تمثیلی انداز سے) اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے کہ دنیا اور اس

کی تمام چیزیں جن میں حسن بھی شامل ہے تغیر پذیر ہیں
اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو تغیر پذیر ہو وہ حادث
ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حسن بھی حادث ہے جس میں کسی
قسم کی پائداری یا دوام نہیں
(ب د، ۱۱۲)

حقیقتِ مُنتَظَر (ـ ع) مونث، حقیقت + اضافت
+ منتظر (= جس کا انتظار کیا جائے)، سب علی العموم جس
کی آمد اور وُرود کے منتظر ہوں : مراد امام غائب
حضرت مہدی علیہ السلام جن کا ورود آخر الزمان میں
حقیقت ثابتہ ہے اور پوری دنیائے اسلام ان کے ظاہر
ہونے یا پیدا ہونے کی قائل ہے۔ اقبال ان کے ظہور
کے قائل ہیں جیسا کہ ان کے کلیات میں کئی جگہ یہ ذکر
آیا ہے [1]

بعض احباب نے مراد قائل سے منہ
موڑ کر اپنے ذاتی عقیدت کو اس کلمے کی تشریح میں دخل
دیتے ہوئے کہا کہ اس جگہ حقیقت منتظر سے خدائے تعالیٰ
مراد ہے۔ میرے نزدیک (اور اقبال کے نزدیک بھی)
خدائے تعالیٰ مراد نہیں کیونکہ سب مسلمان خدائے تعالیٰ
کو بغیر دیکھے ہی سجدہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ
رکھتا ہو کہ جب خدا کو دیکھ لوں گا تب سجدہ کروں گا۔ اور
اس بنا پر سجدہ نہ کرے تو وہ خارج از اسلام ہے۔ اقبال
کی طرف ایسے غیر اسلامی عقیدے کا انتساب جرم عظیم
ہے کیونکہ وہ ایک سچے مسلمان اور مسلمانوں کے رہنما تھے
(اس کی مزید وضاحت کے لیے دیکھیے لباس مجاز، جبین
نیاز اور سجدے تڑپنا) ؎

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
(غزلیات، ب د، ۲۸۰)

حقیقی (ع) صفت: جو حقیقت پر مبنی ہو، جس میں اصلیت
ہو، مجاز کے مقابل حقیقت سے تعلق رکھنے والا، اصلی،
واقعی ؎

لذت قرب حقیقی پر مٹا جاتا ہوں میں
(صدائے درد، ب د، ۴۲)

حُکّام (ع) مذکر، حاکم (= حکومت کرنے والا، سردار،
افسر) کی جمع ؎

در حکام بھی ہے تجھ کو مقام محمود
(غنیمت، ب د، ۲۷۱)

حکایت (ع) مونث: بیان، ذکر، واقعات، رُوداد
؎

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
(جواب شکوہ، ب د، ۲۴۱)

حُکم (ع) مذکر: فرمان، فیصلہ ؎

چمن میں حکم نشاط مدام لائی ہے
(ابر، ب د، ۹۱)

حُکم برداری (ـ ف ف) مونث، حکم + بردار، مصدر
برداشتن (= اٹھانا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت)
: ایک سیاسی اصطلاح جس کا مطلب ہے مجلس اقوام
کی طرف سے کسی یورپین طاقت کو کسی ایشیائی ملک
پر حکومت کرنے کا اختیار دیے جانے کا اقدام،
(عربی) انتداب ؎

حکم برداری کے معدے میں ہے درد لایطاق
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

حُکم راں (ـ ف) صفت، حکم + راں، مصدر راندن
(= ہانکنا، چلانا) سے فعل امر: حکومت کرنے والا، امیر
، بادشاہ ؎

پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری
(خضر راہ، ب د، ۲۰۰)

حُکَما (ع) مذکر: حکیم (رک) کی جمع ؎ [2]

شاعر بھی ہیں پیدا علما بھی حکما بھی
(نفسیات غلامی، ض ک، ۱۴۰)

حِکمت (ع) مونث

: فلسفیانہ سوچ ؎

---

[1] دیکھیے آئے وہ کہ تو مہدی کے تخیل سے ہے بیزار + نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو (مہدی، ض ک، ۵۱)

[2] عربی میں حکماء۔

کام مجھ کو دیدۂ حکمت کے الجھیڑوں سے کیا
(گل رنگیں، ب د، ۴۴)

: عقل و دانش، سائنس کو
یہ جگرسوزی چراغ خانۂ حکمت نہ ہو
(گل رنگیں، ب د، ۴۴)

: مصلحت، دانائی،
کوئی بڑا کوئی چھوٹا یہ اس کی حکمت ہے
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

: تدبیر و سیاست کو
تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود
(مکہ اور جینوا، ض ک، ۸۰)

حکمت آفریں (- ف)، صفت : حکمت + آفریں (رک) : فلسفی، حکیم، دانا کو
ہے تو حکمت آفریں لیکن تجھے سودا بھی ہے
(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

حکمت پسند (- ف) صفت، حکمت + پسند مصدر پسندیدن (= انتخاب کرنا) سے فعل امر : فلسفے کو پسند (اور عشق کو ناپسند) کرنے والا ہے
حیرت میں چھوڑ دیدۂ حکمت پسند کو
(درد عشق، ب د، ۵۱)

حکمت دیں (- ع) مونث، حکمت (مراد اسرار) + اضافت + دیں (رک) : دین کے بھید، اسلام کے فوائد اور مضمرات کو
ہند میں حکمت دیں کوئی کہاں سے سیکھے
(اجتہاد، ض ک، ۲۲)

حکومت (ع) مونث : حکمرانی، سلطنت، بادشاہت کو
نظم عالم کا رہا جن کی حکومت پر مدار
(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۵)
: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انہوں نے استعارہ و مجاز کے پردے میں حصول حکومت کا طریقہ بتایا ہے۔ یہ نظم انھوں نے ریاض منزل (مکان راس مسعود) بھوپال میں کہی تھی۔

(ض ک، ۷۷)

حکیم (ع) صفت : علوم حکمت (منطق و فلسفہ وغیرہ) کا عالم، منطقی، فلسفی (جو ظنیات میں مبتلا ہے اور کسی بات کا یقین نہیں رکھتا ہے
نہ دیا نشان منزل مجھے اے حکیم تو نے
(۲۳، ب ج، ۴۵۰)

حکیم سر بہ جیب (- ف ف ع) مذکر، حکیم + اضافت + سر (رک) + بہ (= میں) + جیب (رک) = ایسا فلسفی جو ہر وقت سر جھکائے ہوئے مسائل پر غور و فکر کرتا رہے کو
لاکھ حکیم سر بہ جیب ایک کلیم سر بکف

حکیم سنائی : فارسی کے مشہور شاعر اور مثنوی حدیقۃ الحقیقۃ (تصوف) کے مصنف ابوالمجد سنائی غزنوی۔ پانچویں صدی ہجری میں سلطان بہرام شاہ غزنوی کے درباری شاعر تھے۔ یکایک قسمت جاگ اٹھی اور دربار سے قطع تعلق کر کے شیخ ابو یوسف ہمدانی کے ہاتھ پر بیعت کر لی جس کے بعد تصوف میں یہ بلند مقام حاصل ہوا کہ اقبال نے بھی ان کے مزار مقدس پر سر جھکایا۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ جب نومبر ۱۹۳۳ء میں اقبال ان کی زیارت کو گئے تو مزار پر نظر پڑتے ہی بیساختہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اقبال نے بیان تصوف کے موقع پر چار بزرگوں سے اکتساب فیض کیا ہے، سنائی انھیں میں سے ایک ہیں۔ باقی بزرگ عطار، جامی اور رومی ہیں
(اسلام، ب ج، ۲۲)

حکیم قاآنی : متاخرین عجم میں قصیدے کا ایک مشہور شاعر قاآنی تخلص اور حکیم لقب ہے
کہ گیا ہے حکیم قاآنی
(شیخ مکتب، ض ک، ۱۶۴)

حکیم معاش (- ع)، مذکر، حکیم + اضافت + معاش (رک) : معاشیات کے فلسفے کو جاننے اور سمجھنے والا۔ (معاشیات میں سرمایہ کمانے اور اپنے ملک کو خوشحال بنانے کا نقطۂ نظر سامنے رکھ کے خرچ کرنے کے اصول بنائے جاتے ہیں)

؎ تری کتابوں میں اے حکیم معاش رکھا ہی کیا ہے آخر
(کارل مارکس کی آواز، ض ک، ۱۳۷)

حکیم نطشہ : رک: نیٹشا
(حکیم نطشہ، ض ک، ۸۳)
: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے جرمنی فلسفی نطشے کو اس کی فلسفہ دانی کی بنا پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ کاش اسے کسی مرشدِ کامل کی صحبت مل جاتی تو وہ خداپرست ہوتا۔
(ض ک، ۸۳)

حکیمانہ (ع ف) صفت، حکیم (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت) : فلسفیوں کی سی ؎
خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ
(۲۸، ب ج، ۵۱)

حکیمی (ع ف) مؤنث، حکیم (= فلسفی، منطقی) + ی (لاحقۂ کیفیت) : فلسفہ و منطق کی بحث جس کا سراسر تعلق عقل سے ہے، عقل ؎
حکیمی نامسلمانی خودی کی
(رباعیات، ب ج، ۸۹)

حل (ع) مذکر (نہ سلجھنے والی بات کو) سلجھا دینے یا (مشکل کو) آسان کرنے کا عمل ؎
ہے تری ذات مبارک حلِ مشکل کے لیے
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۲)

حلاج (ع) مذکر : مشہور صوفی اور ولی اللہ حضرت حسین بن منصور کا لقب (رک دار و رسن) حلاج کے معنی ہیں دھنیا۔ انھیں حلاج اس لیے کہتے ہیں کہ ایک دن انھوں نے کسی دھنیے سے ایک کام کے لیے کہا۔ اس نے عذر کیا کہ مجھے بہت سی روئی دھننا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ روئی کی فکر نہ کر۔ میرا کام کر دے۔ روئی خود دھنی جائے گی۔ وہ چلا گیا۔ جب واپس آیا تو دیکھا کہ جتنی روئی وہ دھنتا اس سے بہت زیادہ دھنی ہوئی پڑی ہے

اس دن سے آپ حلاج کے لقب سے مشہور ہو گئے (رک انا الحق، نیز منصور) ؎
کہ وہ حلاج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا
(۱، ب ج، ۲۳)

حلال (ع) صفت : وہ چیز جس کا کھانا پینا جائز ہو ؎
حلال چیز کو گویا حرام کرتے ہیں
(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

حلب (ع) مذکر : ملک شام کے ایک شہر کا نام جہاں کا آئینہ اور شیشہ دنیا بھر میں مشہور ہے ؎
پر ہے مئے گل رنگ سے ہر شیشہ حلب کا
(شام و فلسطین، ض ک، ۱۵۶)

حلقہ (ع) مذکر
: دائرہ، گولائی میں مقید حد ؎
ایک حلقے پر اگر قائم تری رفتار ہے
(چاند، ب د، ۷۹)
: لوہے وغیرہ کا بنا ہوا گھیرا (رک، حلقۂ گردن)

حلقہ بگوش (ع ف ف) صفت، حلقہ + ب (= میں) + گوش (= کان) : کان میں حلقہ پہنے ہوئے جس سے غلامی کی طرف اشارہ ہے، مراد تابع، مطیع ؎
ہند و یونان ہیں جس کے حلقہ بگوش
(ایک سوال، ض ک، ۱۲۶)

حلقۂ زنجیر کا الخ : ان الفاظ سے شروع ہونے والی غزل کے شعر "آئینہ مشاعرہ" یعنی مشاعرۂ بھوپال منعقدہ ۲ شعبان المعظم ۱۳۲۸ھ (مطابق ۱۸ اگست ۱۹۱۰ء) مرتبہ سرور قادری مطبوعہ عزیزی پریس آگرہ سے لیے گئے ہیں
(ب ا، ۸۰-۵)
: مخصوص و محدود جماعت یا گروہ ؎
اے حلقۂ درویشاں وہ مردِ خدا کیسا
(۲، ب ج، ۲۶)

حلقہ کمیٹی (ع ا) مؤنث : وہ سرکاری (یا نجی) انجمن جو اپنی سکونت کے آس پاس کے علاقے کے خاص خاص انتظامات کے لیے بنائی گئی ہو ؎
مبہر ہے حلقہ کمیٹی میں کچھ کہیں ہم بھی

؎ ترکیب کی حالت میں ق مشدد

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۷)

حَلقۂ دامِ تمنّا (-ف ف ع) حلقہ + ۂ (اضافت) + دام (= جال) + تمنّا (= آرزو) : وہ خواہشیں جن میں انسان پھنسا رہتا ہے ؎

حلقۂ دامِ تمنّا میں الجھنے والے

(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۵)

حَلقۂ دامِ ستم (ع ف ف) مذکر، حلقہ + ۂ (علامت اضافت) + دام (= جال) + اضافت + ستم (= ظلم) : ظلم کے جال کا حلقہ (جس میں مُرغ کو پھنسایا گیا ہے ؎

صیّاد آپ حلقۂ دامِ ستم بھی آپ

(شمع، ب د، ۴۶)

حَلقۂ شام و سَحَر (-ف ف ع) مذکر، حلقہ + اضافت + شام (رک) + و (عطف) + سحر (رک) : زمان و مکان اور قوم و ملک وغیرہ ہر قسم کے امتیازات کی قید ؎

نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہو جا

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۳)

حَلقۂ گرداب (ع ف) مذکر، حلقہ + ۂ (علامت اضافت) + گرداب (= بھنور) : وہ گھیرا جو پانی میں بھنور پڑنے کے وقت پیدا ہوتا اور ایسا نظر آتا ہے جیسے اس نے اپنی حد میں ہر چیز کو قید کر لیا ہے ؎

ہو نہ زنجیر کبھی حلقۂ گرداب مجھے

(موجِ دریا، ب د، ۶۲)

حَلقۂ گَردَن (-ف ف) مذکر، حلقہ + ۂ (علامت اضافت) + گردن (رک) غلامی کا حلقہ جو گردن میں پڑا ہو ؎

دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۱)

حِمار (ع) مذکر : گدھا ؎

اسپ قمر سُم و شتر و قاطر و حمار

(صدیق، ب د، ۲۲۴)

حَمام (ع) مذکر : کبوتر، نیز فاختہ ؎

حمام و کبوتر کا بھوکا نہیں میں

(شاہین، ب د، ۱۶۵)

حِمایَت (ع) مونث : مدد، طرفداری، حفاظت ؎

ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا

(بچے کی دعا، ب د، ۳۴)

حَمد (ع) مونث : خدائے تعالیٰ کی تعریف، شکر ؎

خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سن لے

(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

حَمِیَّت (ع) مونث : غیرت، شرم، ننگ ؎

یوں ہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیّت ہے بھی

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۴)

حِنّا (ع) مونث : مہندی جس کی پتیاں سبز ہوتی ہیں مگر جب پیس کر ہتیلی وغیرہ پر لگاتے ہیں تو مہندی لگی ہوئی جگہ خون کی طرح سُرخ ہو جاتی ہے، مُراد خون یعنی آغازِ جنگ ؎

تھی منتظر حنا کی عروسِ زمینِ شام

(جنگِ یرموک، ب د، ۲۴۷)

حنا باندھنا، رک کفِ آئینہ پر حنا باندھنا

حِنابَند (-ف) مذکر، حنا + بند (رک بند ۲) ہتھیلیوں پر حنا لگانے کے بعد جس کپڑے سے مٹھیوں کو کسا جائے ؎

مشاطہ باندھ کس کے حنا بند اس قدر

(ب ا، ۵۸۲)

حِنابندِ عُروسِ لالہ (-ف ع ف) حنا + بند، مصدر بستن (= باندھنا) سے فعل امر + اضافت + عروس (رک) + اضافت + لالہ (رک) : گلزارِ عالم کی دلھن کو آراستہ کرنے والا اور اس کے مہندی لگانے والا ؎

حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۹)

حِنابَندی (-ف ف) مونث، حنا + بند، مصدر بستن (= باندھنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) : مہندی لگانے کا عمل ؎

---

۱ عربی میں حِنّا (بہ تشدید نون) ہے۔

کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنا بندی

(۱۰، ب ج، ۱۴۲)

حنا مالیدہ (— ف) صفت، حنا + مالیدہ، مصدر مالیدن (= ملنا) سے حالیہ تمام؛ جو مہندی لگانے سے رچے ہوئے ہیں ؏

زینت دست حنا مالیدۂ جاناں ہوئی

(شکریۂ انگشتری، ب ا، ۱۳۲)

حنائی (ع ف) صفت، حنا (= مہندی) + ئی (لاحقۂ نسبت): سرخ رنگ کا، شفقی، خونیں (جذبۂ جہاد پیدا کرنے سے کنایہ ہے اور خورشید کا مستعار لہٗ وہی مردِ مومن ہے جس کا ذکر اس سے پہلے شعر میں ہے) ؏

پہنا مرے کہسار کو ملبوس حنائی

(محراب گل افغان، ۱۶، ض ک، ۱۷۵)

: مہندی سے رچے ہوئے ؏

جو دست حنائی سے دامن نچوڑا

(ہم نچوڑیں گے دامن، ب ا، ۹۳)

حنظل (ع) مذکر: اندرائن کا پھل جو نہایت تلخ ہوتا ہے ؏

کچے حنظل کی طرح یہ بھی خیال خام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۴۷)

حوادث (ع) مذکر: حادثہ (= مصیبت) کی جمع (رک بارشِ سنگِ حوادث)

حوالی (ع) مذکر: مضافات، اطراف، آس پاس ؏

دار الشفا حوالیِ بطحا میں چاہیے

(شفا خانۂ حجاز، ب د، ۱۹۰)

حور (ع) مونث

: سیاہ پتلیاں اور کالے بال والی گوری چٹی جنت کی روایتی عورتیں (جن کا قرآن پاک میں ذکر آیا ہے) ؏

امید حور نے سب کچھ سکھا رکھا ہے واعظ کو

(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

: عشق کی مستی ؏

یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں

(۲۰، ب ج، ۴۳)

(نوٹ) عربی میں حوراء واحد اور حور جمع ہے)

حورِ صحرائی، حور (رک) + صحرائی (رک): جنگل کی حور مراد فاطمہ بنت عبداللہ (رک) ؏

یہ سعادت حور صحرائی تری قسمت میں تھی

(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۴)

حورِ غرب (— ع) مونث، حور + غرب (رک): مغرب کی عورت، فرنگن ؏

حور جنت سے ہے خوشتر حورِ غرب

(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۵)

حور و قصور (— ف ع) حور + و (عطف) + قصور (رک): دنیا کی حسین عورتیں اور عالی شان بنگلے (جو اس وقت غیر مسلم اقوامِ ہند کے پاس تھے اور مسلمان اپنی بے عملی کے باعث ان سے محروم تھے) ؏

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور

(شکوہ، ب د، ۱۲۷)

حوریان (ع ف) مونث: حوریہ (= حور) کی جمع (رک حور)

حوریانِ فرنگی: مراد ہسپانیہ کی حسین عورتیں (جن میں عرب خون کی آمیزش سے بہت دلکشی پیدا ہو گئی ہے) ؏

یہ حوریانِ فرنگی دل و نظر کا حجاب

(۱۳، ب ج، ۳۶)

حوصلہ (ع) مذکر: ہمت اور ولولہ ؏

جو کچھ حوصلہ پا کے آگے بڑھی

(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

حوصلہ نکلنا (— ار) ہمت کے مطابق مل جانا، ارمان پورا ہونا ؏

شوقِ آزادی کے دنیا میں نہ نکلے حوصلے

(آفتاب صبح، ب د، ۴۸)

حوصلۂ نظر نہ تھا: نگاہیں چار کرنے کی ہمت نہ تھی (تاکہ

ے عربی میں حنا ہے۔

لذّت طلب برقرار رہے) ؎
لیکن وصال میں مجھے حوصلۂ نظر نہ تھا
(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۴)

حویلی (ع) مونث: چار دیواری کا مکان، بڑا اور پختہ مکان، محل سرا ؎
لیٹے یہ حویلی میں ہے گرم رضائی
(... کی مجلس، ب د، ۵۴)

حیا (ع) مونث: شرم، حجاب ؎
اُن نگاہوں کو حیا طاقتِ گویائی ہے
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

حیا سے بیزاری (ع۔ ف) مونث، حیا + سے (رک) + بیزاری (رک): بے شرمی اور بے حیائی
(مدنیتِ اسلام، ض ک، ۴۹)

حیات (ع) مونث: زندگی، باعثِ زندگی ؎
ترا یہ سوز و ساز سراپا حیات ہے
(آفتاب، ب د، ۳۰۳)

حیاتِ ابدی (ع۔ ف) مذکر، حیات + اضافت + ابد (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): دائمی زندگی، ایسی زندگی جسے فنا نہ ہو
(حیاتِ ابدی، ض ک، ۴۱)
: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کی سُرخی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنی خودی کو مستحکم کرلے تو پھر وہ مر کر بھی نہیں مرتا
(... ض ک، ۴۱)

حیات است در آتش خود طپیدن
خوشا آں دم کہ ایں نکتہ را باز یابی
: زندگی درحقیقت اپنی آگ میں جلنے کا (یعنی ہر وقت جدوجہد میں مصروف رہنے کا) نام ہے۔ جس وقت تمہاری سمجھ میں یہ نکتہ آئے گا وہ وقت بڑا ہی مبارک ہوگا
(ملّا زادہ، ۹، ار ح، ۴۰)

حیاتِ جاوداں (ع۔ ف) مونث، حیات، اضافت، جاوداں (= ہمیشہ، سدا): دائمی زندگی، ایسی زندگی جو کبھی فنا نہ ہو ؎
حیاتِ جاوداں میری، نہ مرگِ ناگہاں میری
(تصویرِ درد، ب د، ۶۸)

حیدرآباد دکن: یہ اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء میں سفرِ حیدرآباد دکن کی یادگار کے طور پر کہی گئی اور مخزن میں "شکریہ" کے زیرِ عنوان شائع ہوئی تھی۔ اس نظم کے ۷ شعر "گورستانِ شاہی" کے عنوان سے بانگِ درا میں درج ہیں۔ حیدرآباد بھارت کے جنوبی علاقے میں واقع ہے جسے اس وقت ریاست کی حیثیت حاصل تھی دکن، سمتِ جنوب کو کہتے ہیں۔
(حیدرآباد دکن، ب د، ۱۹۹)

حیدرِ کرّار (ع) مذکر، لفظی معنی شیر اور بڑھ بڑھ کے حملہ کرنے والا بہادر۔ ان دو لفظوں میں "حیدر" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام ہے۔ وجہِ تسمیہ یہ کہ آپ کی والدہ[^1] بیت اللہ کے طواف کو گئی تھیں۔ وہیں وضع حمل کے آثار پیدا ہوئے۔ دروازہ مقفل تھا آپ کی والدہ نے حلّالِ مشکلات کی بارگاہ میں رجوع قلب سے التجا کی اور کعبے کا پردہ تھام کر بڑے خضوع و خشوع سے کہا کہ الٰہی میری مدد کر اور مجھے پناہ دے۔ فوراً پشت سے دیوار شق ہوئی، آپ کی مادرِ گرامی اندر تشریف لے گئیں اور بیت اللہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ کعبۃ اللہ میں ایک اژدہا رہتا تھا، وہ اتفاق سے اپنے مسکن سے نکل کر آپ کی طرف بڑھا۔ آپ نے ننھے ننھے ہاتھوں سے اس موذی کے کلّے چیر دیے اور اس طرح کعبے کے طواف کو آنے والے اربابِ ایمان نے اس کے ضرر سے نجات پائی۔ ماں نے بچے کا یہ زورِ بازو دیکھ کر دہیں آپ کا نام "حیدر" رکھ دیا۔ دوسرے لفظ "کرّار" کی وضاحت کے لیے دیکھیے "خیبر" ؎
اس زمانے میں کوئی حیدرِ کرّار بھی ہے

ا؎ حوالی کا امالہ یا بگاڑ

[^1]: جن کا نام فاطمہ بنت اسد تھا

(۴۳، ب ج، ۶۴)

: زیرِ نظر مصرع سے متعلق یہ بات یاد رکھیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا۔ لَو کُشِفَ الغِطاءُ لَمَا ازْدَدْتُ یَقِیناً یعنی اگر کُل پردے اٹھا دیے جائیں تب بھی میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا۔ (کیونکہ اب بھی اتنا ہی یقین ہے جتنا آنکھ سے دیکھنے کے بعد ہوتا ہے) ؎

ہو یقیں زندہ تو ہے حیدرِ کرار ہے تُو

(خطاب بہ مسلم، ب ا، ۲۲۳)

حَیدَری (ع ف) صفت، حیدر (= شیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لقب) + ی (لاحقۂ نسبت) : حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا (رعب و دبدبہ، یا جرأت و ہمت و شجاعت یا اخلاق حسنہ)

حَیدَری فقر (- ع) مذکر، حیدری + فقر (= تنگدستی) : حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تنگدستی اور اس میں جو کچھ میسر آئے اس پر قناعت ؎

حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۴)

حَیراں (ع) صفت : پریشان، متعجب ؎

دل مرا حیراں نہیں گریاں نہیں خنداں نہیں

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۷)

حَیراں ہے بُو علی : بُو علی سینا (رک) مراد فلسفی یہ سوچتا ہے کہ میں کہاں سے اس دنیا میں آیا یعنی انسان کی اصل و حقیقت پر غور کر رہا ہے ؎

حیراں ہے بُو علی کہ میں آیا کہاں سے ہُوں

(فلسفہ و مذہب، ب ج، ۱۴۸)

حَیرانی (ع ف) مونث، حیران (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : حیران ہونے کی کیفیت، تعجب سے دیکھنے کی مُدرِنہ حال ؎

کیسی حیرانی ہے یہ اے طفلک پر وانہ خو

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

حَیرَت (ع) مونث : حیرانی، تعجب ؎

اور وہ حیرت دروغ مصلحت آمیز پر

(عہد طفلی، ب د، ۲۵)

: (معرفت میں) وہ وجد اور محویت کی کیفیت جو موجوداتِ عالم میں جلوۂ ایزدی نظر آنے سے پیدا ہوتی ہے اور انسان معرفت کی دولت سے بہرہ یاب ہوتا ہے ؎

حیرت آغاز و انتہا ہے

(انسان، ب د، ۱۲۶)

حَیرَت آشنا (- ف)، حیرت + آشنا (= واقف) : حیران (جس کی حیرت عجائبات قدرت میں غور و خوض کی محرک ہو)، متجسس، طالبِ حقیقت ؎

کیا بیرُونِ محفل سے نہ حیرت آشنا تُو نے

(تصویرِ درد، ب د، ۷۲)

حَیرَت آفرِیں (- ف) صفت، حیرت + آفریں (رک) : حیران کرنے والی، تعجب میں ڈالنے والی ؎

وہ صداقت جس کی بیباکی تھی حیرت آفریں

(تضمین بر شعر ابو طالب کلیم، ب د، ۲۲۱)

حَیرَت خانہ (- ف) مذکر، حیرت + خانہ (رک) : تعجب میں ڈالنے والی چیزوں کا گھر، مراد علوم فلسفہ کا خیالی محل جو بُو علی سینا اور ابُو نصر فارابی نے تعمیر کیا ؎

تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی

(عرفی، ب د، ۲۳۸)

حَیرَت خانۂ اِمروز و فَردا (- ف ف ف ف)، مذکر حیرت + خانہ (= گھر) + ۂ (علامت اضافت) + امروز (= آج یعنی زمانۂ حال) + و (عطف) + فردا (= آنے والی کل یعنی مستقبل) : حال و مستقبل کے حیرت انگیز عجائبات کا گھر، ایسا مقام جس کی ہر ساعت گزراں اور تعجب میں ڈالنے والی ہے اور کسی کو بقا نہیں ؎

وہ بھی حیرت خانۂ امروز و فردا ہے کوئی

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

حَیرَتِ عِلم آفرِیدَہ (- ع ف) حیرت + اضافت + علم (= معلومات) + آفریدہ، مصدر آفریدن (= پیدا کرنا) سے حالیۂ تمام : وہ حیرانی جو معلومات حاصل ہونے کے بعد بنا بر علم پیدا ہو ؎

غافل ہے تجھ سے حیرت علم آفریدہ دیکھ

(دردِ عشق، ب د، ۵۱)

حیرتِ فارابی (ــ ف) مؤنث، حیرت + اضافت + فارابی (رک) : فارابی کی ذہنی تلاش اور کشمکش جو حکمت کے مسائل کا فیصلہ کرنے میں پیش آتی تھی، علمی تحقیق و کاوش ہے

یا حیرتِ فارابی یا تاب و تبِ رومی

(۴۷، ب ج، ۶۷)

حیرت فروش (ــ ف) صفت، حیرت + فروش، مصدر فروختن (= بیچنا) سے فعل امر؛ حیرت کرنے والا، حیران ہے

رک علم موسیٰ

حیرتی (ع ف) صفت، حیرت (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : حیران، متحیر ہے

حیرتی ہوں میں تری تصویر کے اعجاز کا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲)

حیف (ع) کلمۂ تأسف : افسوس ہے

سکندر! حیف تو اس کو جوانمردی سمجھتا ہے

(ایک بحری قزاق اور سکندر، ض ک، ۱۵۵)

حیلہ (ع) مذکر

مکر، فریب (رک حیلہ گر)

: ذریعہ اور واسطہ ہے

گاہ بحیلہ می برد گاہ بزور می کشد

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۴)

حیلہ گر (ــ ف) صفت، حیلہ + گر (رک) : مکر و فریب سے کام نکالنے والا، (مزدور کو) دھوکا دینے والا ہے

نسلِ کو تیز کر کھا گیا سرمایہ دار حیلہ گر

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۲)

خ

خاتمِ دستِ سلیماں (ع ف ع) مونث، خاتم (= انگوٹھی) + اضافت + دست (= ہاتھ، انگلی) + اضافت + سلیمان (ایک نبی کا نام جن کی روایتی انگوٹھی کی برکت سے تمام جن و انس اور مور و ملخ اور ہوا ان کے تابع فرمان تھے) حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہے۔

خاتمِ دستِ سلیماں کا نگیں بن کے رہا

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

خاتمِ ہستی (- ف) خاتم + ہستی (رک): دنیا کو انگوٹھی سے تشبیہ دی ہے

خاتمِ ہستی میں تو تاباں ہے مانندِ نگیں

(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

خاتِم (ع) صفت: ختم کرنے والی، خاتمے کی آخری حد ہے

خاتمِ آرزوئے دیدہ و گوش

(سیرِ فلک، ب د، ۱۷۵)

خاتُون (ع) مونث: عورت شریف اور حسبِ عزت ہے

ہر زخمِ دل کو ماتمِ خاتون دہر میں

(اشکِ خوں، ب ا، ۸۵)

خاتونِ فلک (- ع) مونث، خاتون + اضافت + فلک (رک): آسمان کی حسینہ مراد عروسِ قمر ہے

ہو گیا عارض خاتونِ فلک بے پردا

(ابرِ کوہسار، ب ا، ۲۸۵)

خار (ف) مذکر: کانٹا ہے

اس گلستاں میں بھی کیا ایسے نکیلے خار ہیں

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

خارِ حسرت (- ع) خار + اضافت + حسرت (= آرزو، تمنا، خواہش): تمنائے دل کو کانٹے سے تشبیہ دی ہے

خارِ حسرت کی خلش رکھتی ہے اب بیکل مجھے

(ماہِ نو، ب د، ۵۴)

خار خار: کانٹوں سے بھرا ہوا ہے

چمن خار خار ہے دنیا

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۶)

خارزار (- ف) خار + زار (= کسی شے کی کثرت کی جگہ): کانٹوں سے بھرا ہوا میدان، مراد جدوجہد اور مشقت کا محاذ ہے

برہنہ پائی وہی رہے گی مگر نیا خارزار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

خارِ صحرا: مراد مشکلات جو زندگی میں پیش آتی ہیں ہے

ہیں عقدہ کشا یہ خارِ صحرا

(۳۱، ب ج، ۵۲۱)

خارِ ماہی (ف ف) مذکر، خار (= کانٹا) + ماہی (مچھلی): مچھلی کا کانٹا جو موج کے راستے میں حائل ہو سکتا ہے ہے

خارِ ماہی سے نہ اٹکا کبھی دامن میرا

(موجِ دریا، ب د، ۶۲)

خار و خس (ف ف ف) مذکر، خار (= کانٹا) + و (عطف) + خس (= تنکا): کوڑا کرکٹ، مراد گھر بنانے کا معمولی سامان ہے

بنایا تھا جسے چن چن کے خار و خس میں نے

(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

: مراد مادی دنیا

وہ خار و خس کے لیے ہے یہ نیستاں کے لیے

(۲۹، ب ج، ۴۹۱)

خارا / خارہ (ف) مذکر: سخت پتھر ہے

مری اکسیر نے شیشے کو بخشی سختی خارا

(۱، ب ج، ۲۵۱)

خارا حریفِ سعیِ ضعیفاں نمی شود

صد کوچہ ایست در بنِ دنداں خلال را

: پتھر کمزوروں کی کوشش کا مدِ مقابل نہیں۔ لیکن دانتوں کی جڑوں میں خلال کو سیکڑوں راستے ہیں

(ب ا، ۲۶۶)

خاراشکنی (- ف ف) مونث، خارا+ شکن (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : پہاڑ کاٹنا ؎

فرہاد کی خاراشکنی زندہ ہے اب تک

(سلطانی جاوید، ض ک، ۱۴۸)

خاراشگاف (- ف) صفت، مصدر شگافتن (= چیرنا، توڑنا) سے فعل امر : مراد جفاکش اور محنتی ؎

نہ کر خاراشگافوں سے تقاضا شیشہ سازی کا

(۸، ب ج، ۳۲)

خارا شگافی (- ف ف) مونث، خاراشگاف (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) پتھر توڑنا، پہاڑ کاٹ کے پھینک دینا، جفاکشی اور محنت ؎

تو ان کو سکھا خاراشگافی کے طریقے

(اُسے پیرِ حرم، ض ک، ۵۸)

خاراگدازی (- ف) مونث، خارا+ گداز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) = پتھر کو پگھلا دینے کا عمل ؎

کارِ خلیلاں خاراگدازی

(۵۲، ب ج، ۲)

خارجی (ع ف) مذکر، خارج (= کسی خاص دائرے وغیرہ سے نکلا ہوا) + ی (لاحقۂ نسبت) : مسلمانوں کا ایک فرقہ جو اصحاب ثلاثہ کو پیشوا مانتا ہے اور حضرت علیؓ کو برا کہتا ہے۔ (اسی فرقے کے نزدیک وہ خارجی کہلاتا ہے) ؎

بعض اصحاب ثلاثہ سے نہیں اقبال کو
دق مگر اک خارجی سے آکے مولائی ہوا

(ظریفانہ، ب ا، ۲۹۴)

خاشاک (ف) مذکر : تنکے وغیرہ، کوڑا کرکٹ، مراد روس کے ملاحدہ جو ترکستان پر قابض ہو گئے تھے ؎

نکھا جائے کہیں شعلے کو خاشاک

(تاتاری کا خواب، ب ج، ۱۵۵)

خاشاک سوزی کوڑے کرکٹ کو جلا دینا، مراد راہِ عشق میں موانع کو دور کر دینا ؎

مری تقدیر ہے خاشاک سوزی

(رباعیات، ب ج، ۸۴)

خاشاکِ غیرُ اللّٰہ (- ع ع) مذکر، خاشاک + اضافت + غیر اللہ (رک) : کل ممکنات عالم کو کوڑے اور تنکے سے تشبیہ دی ہے ؎

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۲)

خاص (ع) صفت : مخصوص، مختص، جو کسی ایک میں ہو اور دوسرے میں نہ پایا جائے ؎

خاص انسان سے کچھ حسن کا احساس نہیں

(۔۔۔کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)

خاص سومناتی (- ار) خاص + سومنات (رک، مشہور مندر) + ی (لاحقۂ نسبت) : بتوں کا مخصوص پجاری یعنی (ذات کا) برہمن (جو خاص طور سے بتوں کا متولی اور نگراں ہوتا ہے) ؎

ہیں اصل کا خاص سومناتی

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۹)

خاصا (ار) صفت : کھلا ہوا، صاف، بہت عمدہ ؎

کا بیان کیوں نہ ہو حضرت یہ خاصا رام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۵)

خاصیت (ع) صفت : خصوصی اثر ؎

اک فقر ہے مٹی میں خاصیت اکسیری

(فقر، ب ج، ۱۹۰)

خاطر (ع) مونث

۱ : توضیح، آؤ بھگت ؎

منظور تمہاری مجھے خاطر تھی وگرنہ

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۱)

۲ : دل (رک خاطرِ گرداب)

۳ : لیے، واسطے، غرض سے ؎

آتی ہے صبا واں سے پلٹ جانے کی خاطر

(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۵)

خاطرِ گرداب (ع ف) مونث، خاطر + گرداب (رک) : گرداب کا درمیانی حصہ جو گرہ سا نظر آتا ہے اسے دل سے تشبیہ دی ہے ؎

خ

خاتمِ دستِ سُلیماں (ع ا ف ع) مونث، خاتم (= انگوٹھی) + اضافت + دست (= ہاتھ، انگلی) + اضافت + سُلیمان (ایک نبی کا نام جن کی روایتی انگوٹھی کی برکت سے تمام جن و انس اور چرند پرند اور ہوا ان کے تابع فرمان تھے) حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہے۔

خاتم دست سلیماں کا نگیں بن کے رہا
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

خاتمِ ہستی (- ف)، خاتم + ہستی (رک)، دنیا کو انگوٹھی سے تشبیہ دی ہے ہے

خاتم ہستی میں تو تاباں ہے مانند نگیں
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

خاتم (ع) صفت، ختم کرنے والی، خاتمے کی آخری حد ہے
خاتم آرزوئے دیدہ و گوش
(سیرِ فلک، ب د، ۱۷۵)

خاتون (ع) مونث، عورت، شریف اور حسین عورت ہے

ہر زخم دل کو ماتم خاتونِ دہر میں
(اشکِ خون، ب ا، ۸۵)

خاتونِ فلک (- ع) مونث، خاتون + اضافت + فلک (رک) : آسمان کی حسینہ مراد عروس قمر ہے
ہو گیا عارض خاتون فلک بے پردا
(ابرِ کوہسار، ب ا، ۲۸۵)

خار (ف)، مذکر، کانٹا ہے
اس گلستاں میں بھی کیا ایسے نکیلے خار ہیں
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

خارِ حسرت (- ع) خار + اضافت + حسرت (= آرزو، تمنا، خواہش) : تمنا سے دل کو کانٹے سے تشبیہ دی ہے ہے
خار حسرت کی خلش رکھتی ہے اب بیکل مجھے
(ماہِ نو، ب د، ۵۴)

خار خار، کانٹوں سے بھرا ہوا ہے
چمن خار خار ہے دنیا
(رہنیم کا خطاب، ب ز، ۶۶)

خارزار (- ف) خار + زار (= کسی شئے کی کثرت کی جگہ) : کانٹوں سے بھرا ہوا میدان، مراد جدّوجہد اور مشقت کا محاذ ہے
برہنہ پائی وہی رہے گی مگر نیا خار زار ہوگا
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

خارِ صحرا: مراد مشکلات جو زندگی میں پیش آتی ہیں ہے
ہیں عقدہ کشا یہ خار صحرا
(۳۱، ب ج، ۵۴)

خارِ ماہی (ف ف) مذکر، خار (= کانٹا) + ماہی (= مچھلی) : مچھلی کا کانٹا جو موج کے راستے میں حائل ہو سکتا ہے ہے

خار ماہی سے نہ اٹکا کبھی دامن میرا
(موجِ دریا، ب د، ۶۲)

خار و خس (ف ف ف) مذکر، خار (= کانٹا) + و (عطف) + خس (= تنکا) : کوڑا کرکٹ، مراد گھر بنانے کا معمولی سامان ہے
بنایا تھا جسے چن چن کے خار و خس میں نے
(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

: مراد مادّی دنیا
وہ خار و خس کے لیے ہے یہ نیستاں کے لیے
(۲۶، ب ج، ۴۹)

خارا / خارہ (ف) مذکر : سخت پتھر ہے
مری اکسیر نے شیشے کو بخشی سختی خارا
(ا، ب ج، ۲۵)

خارا حریفِ سعیِ ضعیفاں نمی شود
صد کوچہ ایست در بُنِ دنداں خلال را

: پتھر کمزوروں کی کوشش کا مدِّ مقابل نہیں۔ لیکن دانتوں کی ریخوں میں خلال کو سیکڑوں راستے ہیں

(ب ا، ۲۶۶)

خاراشکنی (- ف ف) مونث، خارا+ شکن (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): پہاڑ کاٹنا ؎
فرہاد کی خاراشکنی زندہ ہے اب تک
(سلطانی جاوید، ض ک، ۱۴۸)

خاراشگاف (- ف) صفت، مصدر شگافتن (= چیرنا، توڑنا) سے فعل امر: مراد جفاکش اور محنتی ؎
نہ کر خاراشگافوں سے تقاضا شیشہ سازی کا
(۸، ب ج، ۳۲)

خاراشگافی (- ف ف) مونث، خاراشگاف (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) پتھر توڑنا، پہاڑ کاٹ کے پھینک دینا، جفاکشی اور محنت ؎
توران کو سکھا خاراشگافی کے طریقے
(اے پیر حرم، ض ک، ۵۸)

خاراگدازی (- ف) مونث، خارا+ گداز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): پتھر کو پگھلا دینے کا عمل ؎
کار خلیلاں خاراگدازی
(۵۲، ب ج، ۲۱)

خارجی (ع ف) مذکر، خارج (= کسی خاص دائرے وغیرہ سے نکلا ہوا) + ی (لاحقۂ نسبت): مسلمانوں کا ایک فرقہ جو اصحاب ثلاثہ کو پیشوا مانتا ہے اور حضرت علیؓ کو برا کہتا ہے۔ (جعفری فرقے کے نزدیک وہ خارجی کہلاتا ہے) ؎
بعض اصحاب ثلاثہ سے نہیں اقبال کو
دق مگر اک خارجی سے آ کے مولائی ہوا
(غزلیات، ب ا، ۳۹۴)

خاشاک (ف) مذکر: تنکے وغیرہ، کوڑا کرکٹ، مراد روس کے علاوہ جو ترکستان پر قابض ہو گئے تھے ؎
نہ کھا جائے کہیں شعلے کو خاشاک
(تاتاری کا خواب، ب ج، ۱۵۵)

خاشاک سوزی، کوڑے کرکٹ کو جلا دینا، مراد راہ عشق میں موانع کو دور کر دینا ؎
مری تقدیر ہے خاشاک سوزی

(رباعیات، ب ج، ۸۴)

خاشاک غیر اللہ (- ع ع) مذکر، خاشاک + اضافت + غیر اللہ (رک): کل ممکنات عالم کو کوڑے اور تنکے سے تشبیہ دی ہے ؎
شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللہ کو
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۲)

خاص (ع) صفت: مخصوص، مختص، جو کسی ایک میں ہو اور دوسرے میں نہ پایا جائے ؎
خاص انسان سے کچھ حسن کا احساس نہیں
(...کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۱۱)

خاص سومناتی (- ارار) خاص+ سومنات (رک، مشہور مندر) + ی (لاحقۂ نسبت): بتوں کا مخصوص پجاری یعنی (ذات کا) برہمن (جو خاص طور سے بتوں کا متولی اور نگراں ہوتا ہے) ؎
ہیں اصل کا خاص سومناتی
(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۹)

خاصا (ار) صفت: کھلا ہوا، صاف، بہت عمدہ ؎
کا بہانہ کیوں نہ ہو عشرت پہ خاصا رام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۵)

خاصیت (ع) صفت: خصوصی اثر ؎
اک فقر ہے مٹی میں خاصیت اکسیری
(فقر، ب ج، ۱۹۰)

خاطر (ع) مونث
: ترانہ، آؤ بھگت ؎
منظور تمہاری مجھے خاطر تھی وگرنہ
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)
: دل (رک خاطر گرداب)
: لیے، واسطے، غرض سے ؎
آتی ہے صبا واں سے پلٹ جانے کی خاطر
(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۵)

خاطر گرداب (ع ف) مونث، خاطر+ گرداب (رک): گرداب کا درمیانی حصہ جو گرہ سا نظر آتا ہے اسے دل سے تشبیہ دی ہے ؎

کہ عقدۂ خاطرِ گرداب کا آبِ رواں تک ہے
(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

خاقان (ت) مذکر: سلطان، پہلے ترکستان کے بادشاہوں کے لیے کُل خطاب تھا، اب مطلق بادشاہ کے معنی میں مستعمل ہے۔
نے کوئی فغفور و خاقاں نے فقیرِ رہ نشیں
(ابلیس، ۱،۲، ح، ۱۳۰)

خاقانی: ایران کا مشہور شاعر افضل الدین خاقانی، اس کے قصائد کو خاص شہرت اور مقبولیت عام حاصل ہے، اقبال نے اس کے دو شعروں پر ضربِ کلیم میں تضمین کی ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ وہ بھی خاقانی کو مانتے تھے۔
(خاقانی، ض ک، ۱۲۰)
: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے صاحبِ عنوان کا ایک شعر تضمین کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ خاقانی پر اس شعر میں وہ قانونِ مکافات واضح ہو گیا تھا جو دنیا میں جاری ہے۔
(ض ک، ۱۲۰)

خاک (ف) مونث
: زمین، مٹی، قبر۔
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب، ۳۸)
• مراد مشتِ خاک، انسان ہے۔
پا گئی آسودگی کوئے محبت میں وہ خاک
(غزلیات، ب د، ۱۳۹)
: غبار، گرد ہے۔
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف
(۱۶، ب ج، ۴۰)
: سرزمین، بستی ہے۔
ہوں مریدِ خاندانِ خفتۂ خاکِ نجف
(برگِ گل، ب ا، ۱۷۶)

خاک اُڑانی (ف ار) : رسوائی کرنا، ذلیل کرنا ہے۔
مقصود ہے مذہب کی مگر خاک اُڑانی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

خاک باز (– ف) صفت، خاک + باز، مصدر باختن (= کھیلنا) سے فعلِ امر
: مٹی کا کھیل کھیلنے والا ہے۔
ہزاروں برس سے ہے تو خاک باز
(پنجاب کے دہقان سے، ب ج، ۱۵۲)
: مادہ پرست ہے۔
یہ خاک باز ہیں رکھتے ہیں خاک سے پیوند
(سیاسی پیشوا، ض ک، ۱۵۷)

خاکِ بازی (– ف) مونث: خاک باز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): مٹی کا کھیل، گرد اُڑا دینے کا عمل، مراد، بہت معمولی اور حقیر بات ہے۔
خاک بازی وسعتِ دنیا کا ہے منظر اسے
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۴۹)

خاکِ پا (– ف) مونث: پاؤں کی گرد (کیمیا گر انسان سے قدرت کا استعارہ کرنے کے بعد بطور استعارہ بالکنایہ خاکِ پا کا ذکر کیا، جس سے مراد قدرت کا ادنیٰ قدم یا اقدام ہے) ہے۔
صفا تھی جس کی خاکِ پا میں بڑھ کر ساغرِ جم سے
(محبت، ب د، ۱۱)

خاکِ پُراسرار (– ف ع) صفت، خاک + اضافت + پُر (رک) + اسرار (رک): قدرتِ الٰہی کے رموز یعنی صلاحیتوں اور طاقتوں کا مجموعہ، مراد انسان ہے۔
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پُراسرار
(اذان، ب ج، ۱۴۵)

خاکِ تیرہ کا فانوس (– ف ار ف) خاک + تیرہ (رک) + کا (رک) + فانوس (رک): جسمِ خاکی جس کے غلاف میں نورِ الٰہی کی شمع روشن اور چھپی ہوئی ہے۔
تجھ کو خاکِ تیرہ کے فانوس میں پنہاں کیا
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

خاک دان / خاکدان (– ف) ظرف، مذکر
: کوڑا پھینکنے کی جگہ، مراد دنیا ہے۔
زندگی سے یہ پرانا خاکداں معمور ہے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

خاک سے آزاد : جو نہ دنیا پرست ہو نہ مادہ پرست ؎

خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن

(مومن، ض ک، ۴۵)

خاکِ سیہ کا آئینہ ہونا (۔ ف ارف ار) : جسم کا مادیت اور کثافت سے پاک ہو جانا ؎

غازۂ الفت سے یہ خاکِ سیہ آئینہ ہے

(وصال، ب د، ۱۲۰)

خاکِ صحرا (۔ ع) خاک + صحرا (رک) : مراد اجڑی ہوئی سرزمین (جو ہماری غفلت سے اپنی رونق کھو چکی ہے) ؎

وادیٔ گل خاکِ صحرا کو بنا سکتا ہے یہ

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۳)

خاک کا ڈھیر (۔ ارار) خاک + کا (رک) + ڈھیر (= تودہ) : (بطور مجاز مرسل) انسان جسے مشتِ خاک کہا جاتا ہے

خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنا دیتی ہے

(دل، ب د، ۶۲)

خاک کا ہر ذرہ : جسمِ خاکی کا رواں رواں ؎

ہوتا ہے تیری خاک کا ہر ذرہ بیقرار

(شفاخانۂ حجاز، ب د، ۱۹۸)

خاک کی چٹکی (۔ ار ار) مؤنث، خاک + کی (رک) + چٹکی (= ہاتھ کے انگوٹھے اور اس کے برابر کی انگلی میں دب جانے بھر چیز) : ناچیز انسان ؎

آ گئی خاک کی چٹکی کو بھی پرواز ہے کیا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۱۹۹)

خاک کے آغوش میں : یعنی زمین پر، بستی میں رہ کر ؎

یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات

(قطعہ، ب ج، ۹)

خاکِ مشرق (۔ ع) مؤنث، خاک + مشرق (رک) : ایشیا کی سرزمین ؎

خاکِ مشرق پر چمک جائے مثالِ آفتاب

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۰)

خاک میں ملانا : نام و نشان مٹانا، مار ڈالنا ؎

کیوں خاک میں ابھی سے مجھ کو ملا رہی ہے

(شمعِ زندگانی، ب ا، ۲۲۸)

خاک میں ملنا (۔ ارار) : مرجانا، مٹی میں دفن ہو جانا ؎

خاک میں مل کے حیاتِ ابدی پا جاؤں

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

خاک نشینانِ کوئے یار (۔ ف ف ف ف) صفت، خاک + نشیں (رک) + ان (لاحقۂ جمع) + کو (رک) + ے (علامتِ اضافت) + یار (رک) : محبوب کی گلی میں خاک پر بیٹھے ہوئے لوگ ؎

فغانِ خاک نشینانِ کوئے یار ہوں میں

(ب ا، ۲۳۸)

خاک ہونا (۔ ار) : بالکل نہ ہونا، کچھ نہ ہونا ؎

خاک محنت ہو سکے گی جب نہ ہو ہاتھوں میں زور

(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۲۴۲)

خاکِستر (ف) مؤنث

: جلی یا جلسی ہوئی چیز کی راکھ ؎

وہ اثر رکھتی ہے خاکسترِ پروانۂ دل

(دل، ب د، ۶۲)

: دورِ ماضی کے دلیر اور مجاہد غازیوں کی موجودہ نسل جو جمود و غفلت کا شکار ہے ؎

ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۴)

خاکِستری (ف ف) صفت، خاکستر (= جلی ہوئی چیز کی راکھ) + ی (لاحقۂ نسبت) : خاکستر کے رنگ کا (سینما کی تصویروں کا رنگ عموماً خاکستری ہوتا ہے) (نیز دوزخ کی مٹی) ؎

وہ بتخانہ خاکی یہ خاکستری ہے

(سینما، ب ج، ۱۵۸)

خاکم بدہن (ف ف ف ف) خاک (رک) + م (= ضمیر واحد متکلم) + ب (= میں) + دہن (= منھ) ہمیرے

منھ میں خاک (بزرگ کی شان میں بے ادبی یا گستاخی کا لفظ منھ سے ادا کرتے وقت مستعمل) سے
شکوہ اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھ کو
(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

خاکی (ف ف) صفت، خاک (رک) + ی (لاحقۂ نسبت)
: خاک سے بنا ہوا سے
جسے سمجھتے تھے جسم خاکی غبار تھا کوئے آرزو کا
(غزلیات، ب د، ۱۲۷)

خاکی شبستان (ـ ف) مذکر، خاکی + شبستان (رک)
: قبر سے
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۶)

خال (ف) مذکر، وہ تل جو گال پر ہوتا اور نہایت خوشنما لگتا ہے (سمندر کو گال سے اور جزیرے کو خال سے تشبیہ دی ہے) سے
زیب تیرے خال سے رخسار دریا کو رہے
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

خال خال : اکا دکا، کہیں کہیں، شاذ نادر سے
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
(ابلیس، ا ح، ۱۲)

خالدؓ : صحابیوں میں سے ایک جانباز صحابی کا نام جو مکے کے رہنے والے تھے اور فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے تھے۔ ان کی دلیری کے کارنامے مشہور ہیں سے
یا خالد جاں باز ہے یا حیدر کرار
(آزادیِ شمشیر کے اعلان پر، ض ک، ۶۰)

خالصہ جی (پن ار) مذکر، خالصہ (سکھ، ذی عزت، سردار) + جی (کلمۂ تعظیم)، سکھ لیڈر سے
خوب تھا یہ خالصہ جی کا بیان
(ب ا، ۲۶۴)

خالق (ع) مذکر، پیدا کرنے والا (اللہ تعالیٰ) سے
شوخ وبے پروا ہے کتنا خالق تقدیر بھی
(قید خانے میں معتمد کی فریاد، ب ج، ۱۰۱)

خالی (ع) صفت
: تہی، کھوکھلا، بھرا ہوا کی ضد سے
خالی شراب عشق سے لالے کا جام ہے
(درد عشق، ب د، ۵۰)

: پاک، صاف و شفاف سے
خس وخاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۵)

: وہ سطح وغیرہ جس پر کوئی خط یا لکیر یا نشان وغیرہ نہ ہو سے
خالی رکھی ہے خامۂ حق نے تری جبیں
(محراب گل افغان ۱۷، ض ک، ۱۶۹)

خالی رکھی ہے خامۂ حق نے تری جبیں : اس امر کی طرف کنایہ ہے کہ خداے تعالیٰ نے انسان کو فاعل مختار بنا کر پیدا کیا ہے وہ خود اپنی تقدیر بناتا اور بگاڑتا ہے، اگر فعال اور جدوجہد وجہاد میں مشغول ہے تو وہ اپنی تقدیر بنا لیتا ہے اور اگر بے عمل ہے تو اس نے خود اپنی قسمت پھوڑ لی۔
(محراب گل الخ، ۱۷، ض ک، ۱۶۹)

خام (ف) صفت
: ناپائدار، کچا، غلط سے
دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا
(ہلال، ب د، ۱۴۱)

: جس نے اپنی عملی قوتوں کی تربیت نہ کی ہو، جو تجربے اور سرگرمی عمل سے محروم ہو سے
خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
(خضر راہ، ب د، ۲۵۹)

: ناقص سے
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
(غزلیات، ب د، ۲۷۸)

خام فکری (ـ ع ف) مونث، خام + فکر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : فکر کا نقص، سوچ کی ناپختگی سے
خام فکری سے شفق خون سحر سمجھی گئی
(والدۂ مرحومہ کی یاد میں، ب د، ۲۳۰)

خامشی (ف) مونث : خاموشی (رک) کی تخفیف سے

یوں زباں برگ سے گویا ہے تیری خامشی
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

خاموش (ف) صفت
: جو چپ ہو، جس کی آواز سنائی نہ دے ؎
ہیں سراپا نالۂ خاموش تیرے بام و در
(مرزا غالب، ب د، ۲۷)
: (متعلق فعل) چپکے سے، بغیر کہے ہوئے، بغیر بولے ہوئے ؎
کسی بستی سے جو خاموش گزر جاتا ہوں
(ابر کوہسار، ب د، ۲۸)
: چپ رہنے کی حالت، چپ ؎
کہ رہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

خاموشی (ف) مونث : خاموش (رک) کا اسم کیفیت
سناٹا، چپ رہنے کی صورت حال ؎
حسن کوہستاں کی ہیبت ناک خاموشی میں ہے
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

خامہ (ف) مذکر: قلم جس سے لکھتے ہیں ؎
مانند خامہ تیری زباں پر ہے حرف غیر
(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

خامۂ معجز رقم (ف ع ع) مذکر، خامہ (= قلم) + ۂ (علامت اضافت) + معجز (= اعجاز دکھانے والا، دوسروں کو مثال لانے سے عاجز کرنے والا) + رقم (= تحریر)
: ایسا قلم جس کی تحریر کا جواب لانے سے لوگ عاجز ہو جائیں ؎
ہو اگر ہاتھوں میں تیرے خامۂ معجز رقم
(سید کی لوح تربت، ب د، ۵۳)
(نوٹ) خامہ ایک ہاتھ میں ہوتا ہے، ہاتھوں میں نہیں ہوتا، شاعر نے وزن کی مجبوری میں ہاتھ کی بجائے ہاتھوں نظم کیا ہے۔

خاندان (ف) مذکر: گھرانا، نسل، قبیلہ، ذریت ؎
ہوں مرید خاندان خفتۂ خاک نجف
(برگ گل، ب ا، ۱۰۶)

خانزادگانِ کبیر (ف ف ف ع) مذکر، خان (سرحد کے پٹھان) + زادہ، مصدر زادن (= جننا) سے حالیہ تمام + اضافت + کبیر (= بڑے): بڑے اور ذی اثر خان قبیلوں کی اولاد کے لوگ ؎
سنیں گے میری صدا خانزادگان کبیر
(محراب گل افغان، ۱۹، ض ک، ۱۷۸)

خانقاہ (ف) مونث: درویشوں اور مشائخ کے رہنے کی جگہ (دہلی میں نظام الدین اولیا وغیرہ کی مسندیں تھیں) ؎
خانقاہ عظمت اسلام ہے یہ سرزمیں
(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۵)
: یہ بال جبریل میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ خانقاہیں اب اس مقصد کو پورا نہیں کرتیں جس کے لیے انھیں بزرگوں نے قائم کیا تھا۔
(ب ج، ۱۶۲)

خانقہی (ف ف) صفت، خانقہ (رک خانقاہ) + ی (لاحقۂ نسبت)

خانقہی سلسلہ : پیران طریقت کا شجرہ، ان کی مسند نشینی کا رواج ؎
تیرے موافق نہیں خانقہی سلسلہ
(۵۳، ب ج، ۷۲)

خانماں برباد (ف ف ف) مذکر، خان (= خانہ = گھر کی تخفیف) + و (بدل واو عطف) + مان (= اسباب) + برباد (رک): جس کا گھر اجڑ گیا ہو ؎
نہ پوچھو مجھ سے لذت خانماں برباد رہنے کی
(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

خانہ (ف) مذکر: گھر

خانہ جنگی (- ف ف) مونث، خانہ + جنگ (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): گھر میں ایک دوسرے سے لڑنے کا عمل، مراد ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے فروعی عقائد کے اختلاف پر دست و گریباں ہونے کی کیفیت ؎

خانہ جنگی کو سمجھتے ہیں بنائے ایماں
(فریاد امت، ب ا، ۱۵۶)

خانۂ خراب (- ع) صفت، خانہ + خراب (= ویران) : گھر کو ویران کرنے والا ہے
مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں
(غزلیات، ب د، ۲۸۱)

خانہ ساز (ف) صفت، خانہ + ساز، مصدر ساختن (= بنانا) سے فعل امر : گھر کی بنائی ہوئی (ساقی سے رسول صلعم مراد ہیں اور ان کے گھر کی بنائی ہوئی شراب سے ان کے ارشادات اور لوازم اسلام) ہے
پھر یہ غوغا ہے کہ لا ساقی شراب خانہ ساز
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)
: مراد اسلامی تہذیب و علوم (کی شراب) ہے
اس میں وہ کیفیت غم نہیں مجھ کو تو خانہ ساز دے
(پیام، ب د، ۱۱۳)

خانہ سوزیِ دل (- ف ف ف) مونث، خانہ + سوز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) + اضافت + دل (رک) : دل کا گھر جلا دینے کا عمل ہے
پیغام خانہ سوزیِ دل بار بار دے
(اشک خون، ب ا، ۹۰)

خانۂ پَرورَدِ محنت (- ف ف ع) مذکر، خانہ + ء (علامت اضافت) + پرورد، مصدر پروردن (= پرورش پانا یا کرنا) سے فعل ماضی + اضافت + محنت (رک) محنت کے پرورش کرنے کا گھر، محنت و مشقت کا پرورش خانہ (یعنی جو ملتا اس پر قناعت کرتا جس سے جذبہ محنت اور پرورش پاتا تھا) ہے
قناعت خانۂ پرورد محنت ہو کے رہتی تھی
(مزدور کا خواب، ب ا، ۲۶۳)

خانۂ دِل (ف ف) مذکر، خانہ + ء (علامت اضافت) + دل (رک) : دل کو گھر سے تشبیہ دی ہے ہے
تڑپایا خانۂ دل میں اسے مکیں میں نے
(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

خاوَر کے ثَوابِت[1] (- ا ع) مذکر، خاور + کے (رک) + ثوابت (= وہ ستارے جو اپنی جگہ کیل کی طرح قائم ہیں اور کسی قسم کی گردش یا حرکت نہیں کرتے)، مراد مشرق کی سرزمین کے بے عمل لوگ جو اپنی اپنی جگہ پر جامد ہیں اور سعی و طلب سے محروم ہے
خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سیار
(اہدی رحیق، ض ک، ۴۴)

خاوَراں (ف ف) صفت، خاور (= مشرق) + اں (لاحقۂ نسبت)
: رک خاور ہے
روشن تجلیوں سے تری خاوران ہند
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۶)
: مشرق والے، مراد مسلمان ہے
ہے نگاہ خاوراں مسحور رنگ غرب
(پیر و مرید، ب ج، ۱۲۵)

خاوَری (ف ف) صفت، خاور (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : مشرق کا ہے
اے چراغ دودمان آفتاب خاوری
(ماہ نو، ب ا، ۳۱۱)

خَبَر (ع) مونث : وہ معلومات جو حواس خمسہ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اور عقل اس میں تصرفات کرکے کچھ نتیجہ نکالتی ہے مگر وہ نتیجہ ظنی ہوتا ہے جس کی حقیقت سے وہ خود آگاہ نہیں ہوتی ہے
خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
(۲۴، ب ج، ۴۷)
: حال ہے
مجھ سے خبر نہ پوچھ حجاب وجود کی
(شمع، ب د، ۴۵)
: احساس، علم، آگاہی، واقفیت ہے
تو جل رہی ہے اور تجھے کچھ خبر نہیں
(شمع، ب د، ۴۵)

---

[1] ثابت کی جمع

= اللہ کے رسولؐ کا فرمایا ہوا (جس پر قناعت کر لینا اور ان کے فرمودہ کی روشنی میں تجلیات ایزدی دیکھنے کی تمنا نہ کرنا عقل کی کمزوری کی دلیل ہے) (نقب نظر) گ

خبر عقل و خرد کی ناتوانی

(تصویر و مصوّر، اح، ۱۸)

خَبَردار (ساف) صفت، خبر (= اطلاع) + دار، مصدر داشتن (= رکھنا) سے فعل امر: خبر رکھنے والا، باخبر، واقف گ

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار نہیں

(انسان اور بزمِ قدرت، ب، ۵۵)

خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں: مراد ترکوں پر حملہ کرنے والی وہ یونانی فوج جو تار اور ٹیلی فون وغیرہ کے نظام سے لیس تھی گ

خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

خبر لگنا (-ار): پتا چلنا، حال احوال معلوم ہونا گ

تیری خبر نہیں جو تہ اُسے بے وفا لگی

(ب ۱، ۵۸۶)

خبر ملنا (-ار): اطلاع حاصل ہونا، آگاہی پانا گ

نور سے جس کے ملے رازِ حقیقت کی خبر

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

خبر نہیں (-ار ار) روزمرہ: معلوم نہیں، احساس نہیں، محویت کی طرف اشارہ ہے گ

خبر نہیں مجھے لیکن کہاں کھڑا ہوں میں

(کنارِ راوی، ب د، ۹۴)

خبر نہیں کیا سکھا سکھا کر (تجاہلِ عارفانہ) یہ سکھا سکھا کر اسے جو نکا دے گ

کہ شورِ محشر کو بھیجتی ہے خبر نہیں کیا سکھا سکھا کر

(نعت، ب ا، ۴۰۰)

خَبِیر (ع) صفت: خبر رکھنے والا، باخبر گ

خدا نے مجھکو دیا ہے دلِ خبیر و بصیر

(لادین سیاست، ض ک، ۱۵۲)

خَتم (ع) مذکر: تمام، اتمام یا خاتمے کو پہنچا ہوا گ

ہوگا کبھی ختم یہ سفر کیا

(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۹)

خَتمُ الرُّسُل (- ع ع) مذکر، ختم + ال (سابقہ تعریف یا معرفہ) + رُسُل: رک ختم رسل گ

وہ دانائے سبل ختمُ الرُّسل مولائے کل جس نے

(۱، ب ح، ۲۵)

ختم بھی ہوگی کبھی کشمکش کائنات: اگرچہ یہ ایک سوالیہ مصرع ہے مگر اس میں شاعر کی یہ تمنا مضمر ہے کہ اب اس کشمکش کی جگہ حکومت الٰہی قائم ہونا چاہیے

(زمین، اح، ۲۱)

ختمِ رُسُل (- ع) مذکر، ختم + رُسُل، رسول (رک) کی جمع: آخری رسول یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گ

ملتِ ختمِ رسل شعلہ بہ پیراہن ہے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۵)

خُتَن (ت) مذکر: ترکستان کے علاقے کا ایک مقام جہاں کے ہرن کی ناف کے خون کا قطرہ جمنے کے بعد مشک کہلاتا ہے اور اس کی نہایت تیز اور عمدہ خوشبو ہوتی ہے۔ ذیل کے مصرعے میں اس سے ساری دنیا مراد ہے جس میں امام مہدیؑ کی تعلیمات سے امن و امان اور عدل و انصاف کی خوشبوئیں چاروں طرف مہکنے لگیں گی گ

نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو

(مہدی، ض ک، ۵۹)

خجالت (ع) مونث: شرمندگی گ

تنگ بختی کو استغنا سے پیغام خجالت دے

(پھول، ب د، ۲۵۰)

خُجَستہ / خُجِستہ (ف) صفت: مبارک، برکت والا ہو گ

خُجستہ پا (- ف) صفت: جس کا قدم یا آنا باعث برکت گ

مثل خضر خجستہ پا ہوں میں

(عقل و دل، ب د، ۲۱۴)

خجستہ پے (ف) صفت، خجستہ + پے (= قدم) : مبارک قدم، جس کا آنا یا وجود باعث برکت ہو ؎

الٰہی عقل خجستہ پے کو ذرا سی دیوانگی سکھا دے

(غزلیات، ب د، ۱۳۵)

خجستہ گام : رک خجستہ پا ؎

راز حیات پوچھ لے خضر خجستہ گام سے

(کوشش ناتمام، ب د، ۱۲۴)

خجل (ع) صفت : شرمندہ ؎

کیوں مسلماں نہ خجل ہو تری سنگینی سے

(مسجد قوت الاسلام، ض ک، ۱۰۵)

خدا (ف) مذکر : اللہ تعالیٰ جو خالقِ کائنات ہے، مراداً خدا کی پرستش یا خدا کا عقیدہ ؎[*]

جنگ و جدل سکھا یا واعظ کو بھی خدا نے

(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

خدا اندیش (- ف) صفت، خدا + اندیش، مصدر اندیشیدن (= سوچنا) سے فعل امر : خدا کی باتیں سوچنے والا، خدا کے خیال میں محو رہنے والا ؎

ہو نہ روشن اس خدا اندیش کی تاریک رات

(ابلیس، ۳، اح، ۱۴)

خدا آگاہ (ف) صفت، خدا + آگاہ (رک) : خدائے تعالیٰ سے واقفیت رکھنے والا، شناسائے باری ؎

کھل گئے عقدے جہاں میں ہر خدا آگاہ کے

(برگ گل، ب ا، ۱۷۲)

خدا بخشے : اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کرے۔ (مرحوم لوگوں کا ذکر آنے کے بعد جملۂ معترضہ کے طور پر مستعمل ہے) ؎

میرزا غالب خدا بخشے بجا فرما گئے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

خدا بیں (- ف) صفت، خدا + بیں (رک) : خدا کا شناسا ؎

نہ خود بیں نے خدا بیں نے جہاں بیں

(رباعیات، ب ح، ۸۸)

خدا جانے (- ار) : نہ جانے، اللہ ہی کو خبر ہے ہمیں معلوم نہیں (کسی امر سے واقفیت نہ ہونے کے موقع پر مستعمل) ؎

اُڑتی ہوئی آئی ہو خدا جانے کہاں سے

(ایک مکڑا اور مکھی، ۳۹)

خدا جُو (- ف) خدا + جو، مصدر جُستن (= ڈھونڈھنا) سے فعل امر : خدا کی جستجو کرنے والا ؎

نہ خدا جُو نہ خدا نما ہوں میں

(عقل و دل، ب د، ۲۳)

خدا حافظ (- ع) الوداعی کلمہ، خدا + حافظ (رک) : خدا کی حفاظت میں دیا، اللہ تعالیٰ تمھاری حفاظت کرے۔ یہ ایک نظم کی سرخی ہے جو منشی محبوب عالم مالک پیسہ اخبار لاہور کے سفر نامے سے لی گئی تھی اور جو اقبال نے اس جلسے میں پڑھی تھی جو بتاریخ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء روز جمعہ منشی صاحب موصوف کے یورپ جانے کی تقریب الوداع میں منعقد کیا گیا تھا

(ب ا، ۵۲)

خداداد (- ف) صفت، خدا + داد، مصدر دادن (= دینا) سے فعل ماضی (= حاصلِ تمام) : خدا کی عطا کی ہوئی ؎

گر فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ

(آزادیِ افکار، ب ج، ۱۶۸)

خدا رکھے (- ار) : چشم بد دور، نام خدا، اللہ برقرار رکھے، جیتے رہیں ؎

گھر میں بیٹھے ہیں خدا رکھے کہ باہر ہیں کہیں

(ب ا، ۴۲۲)

خدا فریبی (- ف ف) مونث : خدا کو دھوکا دینے کا عمل ؎

خبر نہیں نام کیا ہے اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی

(ملازادہ، ۱۵، اح، ۴۵)

خدا کا ترجمان (- ار ع) صفت، خدا + کا (رک) + ترجمان (رک) : خدا کی معرفت حاصل کر کے اس

---

[*] نیز مالک، آقا۔

کی تفسیر و تشریح کرنے والا جس جگہ یہ لفظ آیا ہے وہاں یہ کہنا مقصود ہے کہ خودی ہی کی معرفت سے خدا کی معرفت حاصل ہوگی (جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہٗ : جو اپنے نفس کو پہچان لے گا اُسے خدائے تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے گی ؎

خودی کا رازداں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا

(طلوعِ اسلام ، ب د ، ۳۰۷)

خدا کا حکم : مفتی کا فتویٰ جو اس نے احکام الٰہی کے مطابق دیا ؎

مسلم خدا کے حکم سے مجبور ہو گیا

(محاصرۂ ادرنہ ، ب د ، ۲۱۷)

خدا کی بستی (– ارار) مونث ، خدا + کی بستی (رک) : مراد دنیا ؎

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے

(مارچ ۱۹۰۷ء ، ب د ، ۱۴۱)

خدا کی تقدیر : اللہ تعالیٰ کی مشیئت (مصرع میں یہ مراد ہے کہ حسن نیت کی بدولت اللہ ان کے دل میں وہی بلند ارادے پیدا کرتا تھا جو اس کی مشیئت ہوتی تھی) ؎

تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر

(تن بہ تقدیر ، ض ک ، ۱۶)

خدا کی زمین : عورت کا اندام نہانی مستعارلہٗ ؎

خدا کی زمیں تھی مزار سانے جوتی

(ب ا ، ۴۶۲)

خدا کی شان ہے (– ارع ار) روزمرہ۔ جب کوئی اپنی حیثیت سے بڑھ کے دعویٰ یا کام کرے اس وقت مستعمل ، مترادف : عجیب انقلاب ہے ؎

خدا کی شان ہے ناچیز چیز بن بیٹھیں

(ایک پہاڑ اور گلہری ، ب د ، ۳۱)

خدا کے حضور میں : یعنی مرنے کے بعد خدا کے دربار میں (کہ وہاں لینن اپنی آنکھوں سے دوسرا عالم دیکھ کر اس بات کا قائل ہوا ہے کہ خدا موجود ہے اور مرنے کے بعد کی دنیا ایک حقیقت ہے۔ اس نے زندگی بھر خدا کا انکار کیا اور دوزخ و جنت اور جزا و سزا وغیرہ پر ایمان نہ لایا ، مگر اب یہ دنیا دیکھی تو سب باتیں ماننا پڑیں۔

(لینن ، ب ج ، ۱۰۶)

خدا کے سامنے گویا نہ تھا میں : یعنی روز قیامت خدا کے سامنے پہنچا تو خودی کی خلوت (رک) میں ایسا محو تھا جیسے خدا کے سامنے تھا ہی نہیں

(رباعیات ، ب ج ، ۸۱)

خدا کے واسطے (ار) : برائے خدا ، للہ ؎

اب نہ خدا کے واسطے ان کو مئے مجاز دے

(پیام ، ب د ، ۱۱۳)

خدا لگتی (– ار) ، مونث ، انصاف کی بات ؎

میں کہوں گی مگر خدا لگتی

(ایک گائے اور بکری ، ب د ، ۳۳)

خدامست (– ف) صفت ، خدا + مست (رک) : خدا کی محبت میں مست رہنے والے ؎

وہ مذہب مردانِ خود آگاہ و خدا مست

(قطعہ ، ب ج ، ۹۷)

خدا نما (– ف) خدا + نما ، مصدر نمودن (= دکھانا) سے فعل امر : خدا کا دکھانے والا ، خدا تک پہنچانے والا۔

(نیز) خدا + نُما (= مشابہ) : خدا سے مشابہ ، اسی کے اوصاف کا پرتو ؎

تو خدا جو خدا نما ہوں میں

(عقل و دل ، ب د ، ۴۲)

خدا نہ کرے (– ارار) : اللہ کرے کہ ایسا نہ ہو ، خدا وہ دن نہ لائے ؎

اس سے پالا پڑے خدا نہ کرے

(ایک گائے اور بکری ، ب د ، ۳۴)

خداوند (ف) صفت ، خدا + وند (کلمۂ تشبیہ و نسبت) : مالک ؎

دعا یہ کہ کر خداوند آسمان و زمیں

(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)
: مہتمم، کسی ادارے کو چلانے والا ؏
شکایت ہے مجھے یارب خداوندانِ مکتب سے
(۸، ب ج، ۳۲)

خُداوَندا (ف ف) منادیٰ، خُداوند (رک) + ا (حرفِ ندا) : اے خدا! ؏
خداوندا خدائی دردِ سر ہے
(رباعیات، ب ج، ۸۸)

خُدائے زِندہ (- ف ف) مذکر، خدا + ے (علامت اضافت) + زندہ (رک) : حَیّ و قیّوم کا ترجمہ، وہ خدا جسے کبھی فنا نہیں ؏
خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے
(رباعیات، ب ج، ۹۰)

خُدایا (ف) خدا + یا (حرفِ ندا) : اے خدا ؏
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
(بچے کی دعا، ب د، ۳۴)

خُدایان (ف ف) مذکر، خدا + ی (اتصال) + ان (لاحقۂ جمع) : جو مالک ہیں۔

خُدایانِ بَحر و بَر (ف ع ف ف) مذکر، خدایان + اضافت + بحر (رک) + و (عطف) + بر (= خشکی) : سمندر اور روئے زمین کا علم رکھنے والے اقتدار و قدر کے کارکن فرشتے ؏
خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے
(۴۷، ب ج، ۶۹)

خُدایانِ ہِمالہ (- ف ف) مذکر، خدایان (رک) + اضافت + ہمالہ (رک) : ہمالیہ پہاڑ کی وادیوں میں رہنے والے ہندو سادھو، مراد ہندو دھرم کے فلسفی، رشی، منی ؏
دیتے ہیں یہ پیغام خدایانِ ہمالہ
(ملازادہ، ۱۶، اح، ۴۵)

خُدائی (ف ف) مونث، خدا + ئی (لاحقۂ کیفیت) : خدا ہونے کا منصب، الوہیت ؏
تیری خدائی سے ہے میرے جنوں کو گلہ
(دعا، ب ج، ۹۲)

: خدا بنانے کا عمل، ایسا کام جس سے کسی کو خدا ٹھہرا دیا جائے ؏
گو اس کی خدائی میں مہاجن کا بھی ہے ہاتھ
(۱۰، ب ج، ۲۰)

: (ئی لاحقۂ نسبت) خدا کا ؏
روحِ مسلماں میں ہے آج وہی اضطراب
رازِ خدائی ہے یہ کہہ نہیں سکتی زباں
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۱۰۰)

خُدائی کی زَکات (- ار ع) مونث : حکومت کا عطیہ، ریاست کی طرف سے امداد ؏
جب کہا اس نے یہ ہے میری خدائی کی زکات
(سر اکبر حیدری، اح، ۲۸۵)

خِدمَت (ع) مونث
: کسی کے سامنے سر جھکا کر اس کے احکام بجا لانے کا عمل مراد فیض صحبت حاصل کرنے کی صورتِ حال ؏
تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

کسی کو فائدہ پہنچانے کے لیے کوئی کام کرنا ؏
بیتے وہ بھی دن کہ خدمت استاد کے عوض
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

: غلامی و بندگی ؏
طرّوں نے چڑھایا نشۂ خدمتِ سرکار
(پنجاب کے پیرزادوں سے، ب ج، ۱۵۹)

خِدمَت گار (- ف) صفت، خدمت + گار (رک) : خدمت کرنے والا، خادم ؏
تابع فرمان خدمتگار ہے
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

خِدمَت گَر (- ف) صفت، خدمت + گر (لاحقۂ صفت) : خدمت کرنے والی، مصروفِ خدمت ؏
عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۹)

خدنگ (ف) مذکر: تیر

خدنگِ سینۂ گردوں: آسمان کا سینہ چیر کر اس پار جانے والا تیر یعنی عالمِ بالا کی حقیقت تلاش کرنے والا ع

خدنگِ سینۂ گردوں ہے اس کا فکرِ بلند

(حکیم نطشہ، ض ک، ۸۴)

خدنگِ جستہ (ف ف) مذکر، خدنگ (= تیر) + اضافت + جستہ، مصدر جستن (= کودنا) سے حالیہ تمام: وہ تیر جو کمان سے نکلا ہے (یعنی کمانِ قدرت سے نکل کر دنیا میں آیا ہے) ع

خدنگ جستہ ہے لیکن کماں سے دور نہیں

(۲۷، ب ج، ۵۰)

خر (ف) مذکر: گدھا

خرِ لنگ (ف) مذکر، خر + اضافت + لنگ (= لنگڑا): لنگڑا گدھا ع

گوسفند و شتر و گاو و پلنگ و خرِ لنگ

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

خراب (ف) صفت: بے راہ رو، تباہ و برباد، گمراہ ع

فقیہ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب

(۱۳، ب ج، ۳۶)

خرابہ (ف) مذکر: ویرانہ، وہ جنت جو حضرت آدم (رک) کے نکلنے کے بعد اب تک انسانوں سے آباد نہیں ع

ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد

(۴، ب ج، ۸)

خرابی (ع ف) مونث، خراب (= تباہ، برباد) + ی (لاحقۂ کیفیت): تباہی، بربادی، نقص یا عیب ع

نہ نہنگ ہے نہ طوفاں نہ خرابی کنارہ

(غزل، ض ک، ۲۶)

خراج (ع) مذکر، محصول، واجب الادا ٹیکس، مالیہ وغیرہ جو حکومت وصول کرتی ہے۔

خراجِ اشک گلگوں کرادا: بطور خراج اشک خونیں پیش کر، خون کے آنسو ٹپکا جو تیرا فرض ہے ع

دیدۂ عبرت خراجِ اشکِ گلگوں کر ادا

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

خراش (ف): مصدر خراشیدن (= کھرچنا، کھجانا، چھیلنا، نوچنا وغیرہ) سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے۔ (رک سینہ خراش)

خرافات (ع) مونث: بیہودہ اور لغو باتیں ع

میں جس کو سمجھتا تھا کلیسا کی خرافات

(قب، خدا کے حضور میں)

(لینن، ب ج، ۱۰۶)

خرام (ف) مذکر

: حرکت، مراد جدوجہد اور سعی پیہم ع

کہتا تھا مورِ ناتواں لطفِ خرام اور ہے

(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

: رفتار (عموماً معشوقانہ) ع

مست نے خرام کا سن تو ذرا پیام تو

(شاعر، ب د، ۲۱۰)

: روانی، تیزی سے چلنے کی کیفیت ع

مہر کا وہ خرام پانی پر

(خدا حافظ، ب ا، ۵۳)

خرام آشنا (- ف) صفت، خرام + آشنا (رک): چلنے اور دور کرتے رہنے کا شغل رکھنے والا ع

لیکن مزاج جام خرام آشنا خموش

(موٹر، ب د، ۱۷۸)

خرام آموز (- ف) صفت، خرام + آموز، مصدر آموختن (= سکھانا) سے فعل امر: رفتار سکھانے والا، آگے بڑھانے والا ع

توسنِ ادراک انساں کو خرام آموز ہے

(گل رنگین، ب د، ۲۵)

خرامِ سکوں نما (- ع ف) مذکر، خرام + اضافت + سکوں (رک) + نما (رک): ایسی چال جو دیکھنے

میں سکون معلوم ہوتی ہے ؎

جو دیکھتا ہوں خرام سکون نما ان کا

(ابر، ب ا، ۱۹۷)

خرامِ ناز (- ف) : مستانہ چال یعنی جھوم جھوم کر چلنے کا عمل، اشارہ ہے اپنی دَوری حرکت کے ساتھ ساتھ دُوسرے کروں کے چاروں طرف حرکت کی کیفیت سے ؎

خرام ناز پایا آفتابوں نے ستاروں نے

(محبت، ب د، ۱۱۲)

خِرَد (ف) مونث : عقل، دانائی ؎

کیا خرد سے جہاں کو تہِ نگیں میں نے

(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

خِرَد کے نظریات (- ا ر ع ا ع) مذکر، خرد + کے (رک) + نظر (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) + ات (لاحقۂ جمع) : عقل کے استدلال، دلائل عقلی ؎

ہر دم متغیر تھے خرد کے نظریات

(لینن، ب ج، ۱۰۶)

خِرَدمَندان (- ف ف) صفت، خرد + مند (لاحقۂ صفت) + ان (لاحقۂ جمع) : عقلمند لوگ، مراد سائنس داں ؎

وہ حکمت ناز تھا جس پر خردمندان مغرب کو

(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۴)

خِرقہ (ع) مذکر

: فقیر کی گدڑی، اہل اللہ کی پھٹی ہوئی کملی، درویشوں کا لباس ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

: عبا، قبا، لبادہ یا لباس، جامہ ؎

ہو رہا ہے ایشیا کا خرقۂ دیرینہ چاک

(خضر راہ، ب د، ۲۵۶)

خرقۂ دیرینہ چاک ہونا : مراد اپنے قدیم خصوصیات اور شعار کو ترک کرنا

(رک خرقہ معنی ۲)

خِرقۂ سالوس (- ت ف) مذکر، خرقہ + ۂ (علامت اضافت) + سالوس (= مکر و فریب) : مکاری کا لباس، دکھاوے کی عبا قبا ؎

ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن

(رباعی مرید، ب ج، ۱۶۶)

خَرگاہی (ف ف ف) صفت، خَر (= بڑا) + گاہ (مراد خیمہ) + ی (لاحقۂ نسبت) : شاہی خیمے کا ؎

ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر

(خضر راہ، ب د، ۲۶۵)

خُرَّم (ف) صفت : شاداں، خوشحال ؎

ہر حال میں میرا دل بے قید ہے خرم

(۱۶، ب ج، ۲۱)

خرما نتواں یافت ازاں خار کہ کشتیم

دیبا نتواں بافت ازاں پشم کہ رشتیم

: ہم نے جو کانٹے بوئے ہیں ان سے کھجور کا پھل نہیں پا سکتے (اسی طرح) ہم نے جو اُون کاتا ہے اس سے ریشم اور مخمل نہیں بن سکتے

(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۴۵)

خِرمَن (ف) مذکر، خَر (جو کثرت استعمال سے خِر ہو گیا = بڑا) + آمن (جس کی تخفیف "من" ہے = تودہ) : غلّے کا ڈھیر، کھلیان (جس پر عموماً بجلی گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے) ؎

کیا وہاں بجلی بھی ہے دہقاں بھی ہے خرمن بھی ہے

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

: مراد کمالات ؎

جمع کر خرمن تو پہلے دانہ دانہ چن کے تو

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

خُرّمی : خرم (رک) کا اسم کیفیت ؎

کہ جس کو سن کے ہوا خرمی سے دل مشحون

(فلاحِ قوم، ب ا، ۲۸)

خُروش (ف) مذکر

شور و غل، ہُو حق، جوش میں بھر کر محبت رسول کی شراب طلب کرنے کی آوازیں ؎

پھر سلیمیٰ کی نظر دیتی ہے پیغام خروش
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)

: دھوم مچا دینے کا عمل، جذباتِ عشق کو علی الاعلان بیان کرنے کی صورتِ حال ؎

طرب آشنائے خروش ہو تو نوا ہے محرم گوش ہو
(غزلیات، ب د، ۲۸۰)

: جو کچھ دل میں ہے اس کا زبان سے اظہار ؎

مگر خروش پہ مائل ہے تو تو بسم اللہ
(قرب سلطان، ب د، ۲۱۰)

: مراد کشاکش اور کشمکش، آویزش ؎

اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خروش
(خضر راہ، ب د، ۲۵۶)

: چہل پہل، رونق ؎

خروش میکدۂ شوق ہے ترے دم سے
(التجائے مسافر، ب ا، ۲۴۶)

خروشش آموزِ بُلبُل (- ف ف) صفت، خروشش + آموز (رک) + اضافت + بُلبُل (رک): بُلبُلوں کو اپنے دل کی بات یعنی پیغامِ حق یا پیغامِ محبت سکھانے والا، بلبلوں کا مستعار لۂ مسلمان ہیں ؎

خروش آموزِ بلبل ہو گرہ غنچے کی وا کر دے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۴)

خَرِید (ف) مونث: خریدا ہوا، مول لیا ہوا ؎

گزر بر عیش کی خرید ہے کل
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۷)

خَرِیدار (ف) صفت

: خریدنے والا، گاہک ؎

تو جنس محبت کا خریدار ازل سے
(روح ارضی الخ، ب ج، ۱۳۳)

: ہمدرد ؎

ہر ملتِ مظلوم کا یورپ ہے خریدار
(دام تہذیب، ض ک، ۱۵۳)

خَرِیدار ہی فَقَط (ف ا ع) خریدار (= خریدنے والا، گاہک) + ہی (کلمۂ حصر) + فقط (= صرف): صرف خریدنے والے (جو خود کسی تجارت یا صنعت کی صلاحیت یا عادت نہیں رکھتے) ؎

بستے ہیں ہند میں جو خریدار ہی فقط
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

خَرِیدنا (ا ر): مول لینا ؎

انتہا بھی اس کی ہے آخر خریدیں کب تلک
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

خَرِیدۂ کافِری (ف ع ف) صفت، خریدہ، مصدر خریدن (= مول لینا) سے حالیۂ تمام + ۂ (علامت اضافت) + کافر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): کفر کے ہاتھ بکا ہوا ؎

ترا دل حرم گرو عجم ترا دیں خریدۂ کافری
(میں اور تو، ب د، ۲۵۲)

خَزاں (ف) مونث: پت جھڑ، بہار اجڑنے کے باعث بے رونقی کے دن ؎

وہ گل ہوں میں خزاں ہر گل کی ہے گویا خزاں میری
(تصویرِ درد، ب د، ۶۸)

(نوٹ) بعض لغات نے خزاں لکھا ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ اس کی اصل یہ ہے "خز" (= جامۂ پشمیں) + ان (لاحقۂ نسبت): وہ موسم جس میں جامۂ پشمیں استعمال کرتے ہیں یعنی موسم سرما۔

خزاں دیدَہ (- ف) صفت، خزاں + دیدہ، مصدر دیدن (= دیکھنا) سے حالیۂ تمام: جس نے باغ اجڑنے کا حال دیکھا ہو، جس کا باغ اجڑ گیا ہو ؎

اور محروم ثمر بھی ہیں خزاں دیدہ بھی ہیں
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۵)

خزاں مَنظَر (- ع) صفت، خزاں + منظر (رک): جس میں خزاں کا سماں نظر آئے، جو اجڑ رہا ہو ؎

یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۴)

خزاں نا آشنا (- ف) صفت، خزاں + نا آشنا (رک)

: خزاں سے دور یا محفوظ ہے
اگر منظور ہو تجھ کو خزاں نا آشنا رہنا
(پھول ، ب د ، ۲۵۰)

خزانہ (ع) مذکر : مال و دولت کے ذخیرے رکھنے کی جگہ ہے
یہ شکایت نہیں ہیں ان کے خزانے معمور
(شکوہ ، ب د ، ۱۶۶)

خزف (ع) مذکر : سنگریزہ ، پتھر یا کنکر کا ٹکڑا

خزف چین (۔ ف) صفت ، خزف + چین ، مصدر چیدن (= چننا) سے فعل امر : کنکریاں اور سنگریزے چننے والا ، موتیوں سے محروم ہے
وائے محرومی خزف چین لب ساحل ہوں میں
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۷)

خزف ریزہ (۔ ف) مذکر ، خزف + ریزہ (= چھوٹا سا ذرہ) : ٹھیکری کا چھوٹا سا ذرہ ہے
یہ خاک کہ جس کا ہے خزف ریزہ دُرناب
(شعاعِ امید ۳، ض ک ، ۱۰۹)

خزینہ (ع) مذکر : خزانہ ، اسٹور ہے
جہاں سے پلتی تھی اقبال رُوح قنبر کی
مجھے بھی ملتی ہے روزی اُسی خزینے سے
(غزلیات ، ب ا ، ۴۵۵)

: خزانہ ، دولت اور سرمایہ ذخیرہ ہے
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۴)

خس (ف) مذکر : کوڑا کرکٹ ، سوکھی گھاس کا تنکا

خسِ آتش سوار (۔ ف ف) ، خس + اضافت + آتش + سوار (رک) : وہ تنکا جو آگ کے اوپر جا پڑے ہے
یہ شرارے کا تبسم یہ خس آتش سوار
(گورستانِ شاہی ، ب د ، ۱۵۱)

خس و خاشاک (۔ ف ف) مذکر ، خس + و (عطف) + خاشاک (= کوڑا) : کوڑا کرکٹ یعنی وہ آثار جنھوں نے گلشن سسلی کو بے رونق بنا دیا ہے ہے
خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی
(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۵)

: مراد فرنگی (جن کی تعلیم مسلم نوجوانوں کے ذہنوں کو مسموم کر رہی تھی) ہے
وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے
(۱ ، ب ج ، ۲۵۰)

خسارہ (ع) مذکر : نقصان ، زیان ، ٹوٹا ، جس قیمت کی جنس دی جائے اس سے کم قیمت وصول ہونے کی صورتِ حال ، جنس دینے اور قیمت کچھ نہ ملنے کی کیفیت (ذیل کے مصرع میں خسارے سے اس امر کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جنس اطاعت بارگاہ احدیت میں اس لیے پیش نہیں کی کہ اس کی جزا لی جائے بلکہ یہ کام محض اس کی خوشنودی کے لیے اس بنا پر کیا گیا ہے کہ وہ اطاعت کیے جانے کا اہل ہے) ہے
وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں
(غزلیات ، ب د ، ۱۳۸)

خسرو (ف) مذکر
: قدیم شاہانِ ایران میں سیاوش بن کیکاؤس کے بیٹے کا نام جو کیانی خاندان کے سلاطین میں بہت بڑا صاحب اقبال بادشاہ گزرا ہے (رک خسروانہ)
: پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں جو شیریں پر عاشق تھا (رقیب فرہاد)
: امیر خسرو مشہور شاعر دہلی (رک خسرو ملک سخن)

خسروانہ (۔ ف) صفت ، خسرو + انہ (لاحقۂ نسبت) : شاہانہ ، بادشاہوں کے سے ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں اندازِ خسروانہ
(زمانہ ، ب ج ، ۱۴۰)

خسروِ ملکِ سخن (۔ ع ف) ، مذکر ، خسرو + اضافت + ملک (رک) + سخن (رک) : شعر و شاعری کے ملک کا بادشاہ ، ملک الشعراء ہے
اک نظر میں خسروِ ملکِ سخن خسرو ہوا
(برگِ گل ، ب ا ، ۱۷۳)

خسروی (۔ ف) مؤنث ، خسرو (ایران کے مشہور

بادشاہ سیاوخش بن کیکاؤس کا نام جو کیانی خاندان میں بڑا صاحبِ اقبال بادشاہ گزرا ہے + ی (لاحقۂ کیفیت) : بادشاہانہ شان و شوکت ؎

امارت کیا شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل

(ایک نوجوان کے نام، ب ج، ۱۴۰)

خِشت (ف) مونث : اینٹ (رک) ؎

لگائی ہے مگر اس گھر کو خشت نقش پا تو نے

(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۷)

خِشتِ کلیسا (- ف)، خشت + کلیس، کلیسا (= گرجا گھر کی تخفیف + یا (لاحقۂ نسبت) : نصرانیت کا پردہ، انگریزی تمدن جو غیر منقسم ہند میں عموماً مسلمانوں میں رائج تھا ؎

رہنے دو خم کے سر پہ تم خشتِ کلیسا ابھی

(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

خِشت و گِل (ف ف ف) مونث، خشت + و (عطف) + گل (= مٹی، گارا) : بنیادی ضرورت کا سامان ؎

خشت و گل کی فکر ہوتی ہے مکاں کے واسطے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۷۰)

خُشک (ف) صفت : سوکھا ہوا، جس میں تری یا نمی نہ ہو ؎

خشک ہو جاتا ہے دل میں اشک کا سیلِ رواں

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۶)

: روکھا پھیکا، بے کیف، بے حس ؎

خشک ہے اس کو غریقِ خمِ صہبا کر دیں

(عبد القادر کے نام، ب ا، ۳۵۱)

خشک مغز و خشک تار و خشک پوست

از کجا می آید این آواز دوست

(ستار یا رباب کے پاس) دماغ نہیں، چند سوکھے ہوئے تار ہیں اور (تونبے وغیرہ پر مڑھی ہوئی) سوکھی ہوئی کھال ہے (پھر) کہاں سے یہ محبوب کی آواز (اس میں سے) آ رہی ہے۔

(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۴)

خُشک و تَر (- ف ف) مذکر، خشک + و (عطف) + تر (= تری) : بحر و بر، تمام خشکی اور پانی کا علاقہ ؎

خدائی اہتمامِ خشک و تر ہے

(رباعیات، ب ج، ۸۸)

خُشکی (ف) مونث : وہ زمین جہاں ندی اور دریا وغیرہ نہ ہو، میدان ؎

خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

خُصُوصِیَت[1] (ع) صفت : خاص بات، تخصیص ؎

خصوصیت نہیں کچھ اس میں اے کلیم تری

(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

خُصُومَت (ع) مونث : دشمنی، بیر ؎

خصومت تھی سلطانی و راہبی میں

(دین و سیاست، ب ج، ۱۱۸)

خِضر / خَضِر (ع) مذکر : ایک مشہور ولی اللہ جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ انھوں نے آبِ بقا پیا ہے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے، کسی کو نظر نہیں آتے مگر ہر وقت گرم سفر رہتے ہیں اور کسی نہ کسی شکل میں بھولے بھٹکے شخص کی رہ نمائی ان کا کام ہے اور کل خشکی میں عمل دخل رکھتے ہیں (قب قوم ہو خضر اس مکاں کے لیے) ؎

مثلِ خضرِ خجستہ پا ہوں میں

(عقل و دل، ب د، ۴۱)

: خضر کے لغوی معنی ہیں سبزی، اس مناسبت سے سبزے کے ذکر میں یہ لفظ بطور مراعاۃ النظیر لاتے ہیں ؎

آمد خط سے ہوا پوشیدہ کب چاہِ ذقن

خضر نے اک چشمۂ حیواں چھپا کر رکھ دیا

(ب ا، ۳۸۱)

خِضرِ راہ : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان

---

[1] اصل لفظ خصوصیّت (بہ تشدید ی) ہے۔

ہے جو انھوں نے ۱۹۲۱ء میں کہی تھی اور ۱۹۲۲ء میں انجمن حمایت الاسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں پڑھی گئی۔ لاہور کے بعض معتبر لوگوں سے جو اس جلسے میں شریک تھے، یا جنھوں نے اس کے حالات صاحبِ اعتبار بزرگوں سے سنے ہیں مجھے اپنے اسی قیام لاہور کے دوران جس کا ذکر میں نے لفظ "مسلم" کے تحت کیا ہے، یہ معلوم ہوا کہ جب اقبال یہ نظم پڑھ رہے تھے تو بار بار ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے تھے، ایک جگہ پہنچ کر اتنا روئے کہ آواز گلوگیر ہو گئی، ہچکی بندھ گئی، سامعین کا بھی عالم تھا، ایک بار تو سننے والوں کی آوازیں اتنی بلند ہو گئیں کہ مجلس ماہ محرم کا سا سماں بندھ گیا۔ ساری نظم سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی ہے۔ یہ پہلی نظم ہے جس میں اقبال محنت کش غریب مفلس ننگے اور بھوکے مزدوروں کے نمائندے بن کر قوم کے سامنے آئے ہیں۔ مذکورہ بالا تاثر اس نظم میں کیوں پیدا ہوئی! اس سوال کا جواب ذہن نشین ہونے کے لیے موضوع نظم کے ساتھ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ یہ نظم کس ماحول میں کہی گئی اور وہ کیا وجوہ و اسباب تھے جن کے باعث لوگوں کے دل اتنے نرم ہو گئے تھے کہ غریب اور بیکس طبقے کے ذکر نے انھیں زار و قطار رلا دیا۔

یہ زمانہ مسلمانوں کے لیے سخت امتحان کا زمانہ تھا۔ وہ دس بارہ سال سے مسلسل آفتوں کا شکار ہو رہے تھے۔ ابھی کچھ دن پہلے ۱۹۱۹ء میں انگریزوں کی بے وفائی سے خلافت کا نام و نشان مٹ چکا تھا (رک: درگزرہ خلافت) عربوں نے انگریزوں کے فریب میں آ کر ترکوں سے کھلی غداری کی تھی۔ بیت المقدس پر صلیبی پرچم لہرا دیا گیا تھا۔ دمشق اور بغداد پر غیروں نے قبضہ جما لیا تھا۔ حجاز کا حاکم انگریزوں کے اشارے پر ناچنے لگا تھا اور ان کا وظیفہ خوار بن گیا تھا۔ مراقش، الجیریا، تونیشیا، طرابلس، مصر، شام، فلسطین، عراق اور ہندوستان کے کل مسلمان عیسائیوں کے غلام ہو گئے تھے۔ ان سب حادثات کی وجہ سے کل مسلمانوں کے دلوں پر رنج و غم کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ زیرِ نظر نظم میں ان سب واقعات کی طرف پے در پے اشارے آتے چلے جا رہے تھے جنھوں نے دکھتے ہوئے دلوں پر نشتر کا کام کیا اور لوگ بے اختیار رونے لگے۔ ایسے عالم میں شاعر نے خضر سے یہ سوالات کیے تم صحرا نوردی کیوں کرتے ہو؟ مزدور کا خون کیوں اس قدر ارزاں ہے؟ مسلمانوں پر پے در پے مصائب کا نزول کیوں ہے؟ کیا پھر کوئی نیا امتحان مقصود ہے؟ ان سب باتوں نے مل جل کر لوگوں کے دل تڑپا دیے۔ آج بھی ان سب حالات کو سامنے رکھ کر اس نظم کو پڑھا جائے تو ایک سچے مسلمان کے دل پر اس کے یہی اثرات مترتب ہوتے ہیں

(ب د، ۲۵۵)

خضر صورت: حضرت خضر کی سی صورت والا، ریش دراز اور ڈھیلے ڈھالے لمبے اور چوڑے دامن کے لحاظ سے نیکوں پارساؤں کی سی شکل رکھنے والا ؎

خضر صورت مولوی صاحب کھڑے تھے اک وہاں

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۳)

خضر کا سودا (- ا ر س ا) خضر + کا + سودا (= دُھن، تلاش): راستہ دکھانے کے لیے خضر کی تلاش، خضر کا سہارا (یعنی خرد کے بھروسے پر کام کرے) ؎

رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

خضر ہمت (- س) مذکر، خضر + اضافت + ہمت (= بلند حوصلہ، جرأت، بلند ارادہ): ہمت کو خضر سے تشبیہ دی ہے جو مشکلات میں انسان کی رہبر ہوتی ہے ؎

خضر ہمت ہو گیا ہو آرزو سے گوشہ گیر

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

خطِ (ف) مذکر

: وہ تحریر جو کسی کو قاصد یا ڈاک کے ذریعے بھیجی جاتی ہے، نامہ، مکتوب

(ایک خط کے جواب میں، ب د، ۲۳۸)

: نیا سبزہ جو انسان کے چہرے پر کنپٹی سے ٹھوڑی تک رخساروں کے گرد اور ناک کے نیچے ہونٹ پر نمودار ہوتا ہے اور یہ جوانی کے آنے کی علامت ہے ؎

آمد خطش سے ہوا پر شبدہ کب چاہِ ذقن

(ب ا، ۳۸۱)

خطِّ۲ (ع) مذکر: لکیر (رک خطِ پیمانۂ دل)

: تحریر، نوشتہ (رک خطِ پیشانی)

خطِّ پیشانی (ع - ف) مذکر، خط + اضافت + پیشانی (رک): قسمت کی تحریر، نوشتۂ قسمت ؎

خطِ پیشانی مرا گویا خطِ پیمانہ ہے

(ب ا، ۵۶۹)

خطِ پیمانۂ دل (ع ا ف ف ف) مذکر، خط (= وہ لکیر جو شراب کی مقدار کا اندازہ کرنے کے لیے پیمانے میں بنی ہوتی ہے) + اضافت + پیمانہ (= شراب کا پیالہ) + ۂ (علامتِ اضافت) + دل (رک): وہ لکیریں جو دل کے پیمانے میں بنی ہوئی ہیں یعنی دل کی رگیں (انھیں رگوں میں خون کی روانی ہوتی ہے جو عاشق کو ملکِ بقا میں پہنچانے کا راستہ طے کرتی ہے) ؎

جادۂ راہِ بقا ہے خطِ پیمانۂ دل

(دل، ب د، ۷۱)

خطا (ع) مونث

: غلطی، قصور ؎

خطا اس میں بندے کی سرکار کیا تھی

(غزلیات، ب د، ۹۸)

خطا بیں (ف) صفت، خطا + بیں (رک): ایک دوسرے کی غلطی نکالنے والا ؎

تم خطا کار و خطا بیں وہ خطا پوش و کریم

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۴)

خطا پوش (ع - ف) صفت، خطا + پوش (رک): ایک دوسرے کی غلطی پر پردہ ڈالنے والا ؎

خطا کار (ع - ف) صفت، خطا + کار (لاحقۂ صفت فاعلی) : غلطی کرنے والا ؎

تم خطا کار و خطا بیں وہ خطا پوش و کریم

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۴)

خطا کاری: خطا کار (رک) کا اسم کیفیت ؎

ہو خطا کاری کا ڈر ایسے مدبر کو کہاں

(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۵)

: غلطی سے بھرا ہوا، غلط ؎

تمام مضمون مرے پرانے کلام میرا خطا سراپا

(غزلیات، ب د، ۱۳۷)

خِطاب (ع) مذکر

: لقب، وصفی نام، نام ؎

ہے حسینوں میں وفا ناآشنا تیرا خطاب

(عاشق ہرجائی، ب ا، ۱۲۲)

: رُو برُو متوجہ ہو کر کلام یا گفتگو

(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

: کسی کے رُو برُو متوجہ ہو کر کلام کرنے کی کیفیت، تخاطب، گفتگو

(یتیم کا خطاب ہلالِ عید سے، ب ا، ۵۶)

خطاب بہ جوانانِ اسلام: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں علامہ نے مسلم نوجوانوں کو اپنے اسلاف کے سوانح اور حالات سے اپنی حالت کا موازنہ و مقابلہ کرنے کی دعوت دی ہے جو غیر شعوری طور پر عزم و عمل کی تحریک کے مترادف ہے

(ب د، ۱۸۰)

خطاب بہ شریفِ حرم: اس عنوان کے تحت جو فارسی اشعار کتاب درج ہیں ان کے مشکل لفظوں کا حل اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۲۵۷)

خطابیّہ (ع ع ع) صفت، خطاب (= مخاطب کرنے کی کیفیت) + ی (لاحقۂ نسبت) + ہ (لاحقۂ تانیث، اس جگہ زائد): جس میں مخاطب بن کے

ہ اضافت یا معطوف علیہ ہونے کی حالت میں مشدّد، بلا تشدید بھی جائز ہے

کلام کیا جائے گا ؎

وہ سراپا نور اک مطلع خطابیہ پڑھوں

(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۸۷)

خَطائی (ع ف) صفت، خطا (= غلطی، قصور) + ئی (لاحقۂ صفت): قصور وار، خطا کرنے والی (اس لفظ کے استعمال میں اس جگہ یہ لطف ہے کہ خطائی ایک قسم کا میٹھا بسکٹ بھی ہوتا ہے جسے نان خطائی بھی کہتے ہیں) ؎

پڑی رُدپ بسکٹ کا دھارے خطائی

(ب ا، ۴۶۲)

خُطبَہ (ع) مذکر: وہ حمد و نعت بالتعریف یا وعظ و نصیحت جو لوگوں کو مخاطب کرکے سنائی جائے

خُطبۂ نامِ سَعید (- ف ف ع) مذکر، خطبہ + ۂ (علامت اضافت) + نام (رک) + سعید (= نیک، مبارک): مبارک نام کا خطبہ، وہ خطبہ جس میں بادشاہ وقت کے نام کا اعلان کیا جاتا ہے ؎

لے کے آئی ہے برائے خطبۂ نام سعید

(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۸۷)

خَطَر (ع) مذکر: رک خطرہ۔

اسی کی بنا سب بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ

(زمانہ، ب ج، ۱۳۰)

خَطَر پَسَند (- ف) صفت، خطر + پسند (رک): جس کو خطرات کا مقابلہ کرنے میں لطف آئے (انسان کو فطرۃً مصائب سے ٹکرانے کی عادت ہوتی ہے) ؎

خطر پسند طبیعت کو ساز گار نہیں

(۴۷، ب ج، ۸)

خَطَرہ (ع) مذکر، خَطَر (رک) ؎

قمر کا خوف کہ ہے خطرۂ سحر تجھ کو

(ستارہ، ب د، ۱۴۷)

خُطُوط (ع) مذکر، خط (= لکیر) کی جمع۔

خُطُوطِ خَمدار (- ف ف) مذکر، خطوط + خم (= ٹیڑھ) + دار (رک): ٹیڑھے میڑھے خطوط، مراد وہ نقشے جو دفاتر علم کی ترقی کے سلسلے میں بناتے ہیں ؎

خطوطِ خمدار کی نمائش مریز و کجدار کی نمائش

(کارل مارکس کی آواز، ض ب، ۱۴۷)

خِطّہ (ع) مذکر: زمین کا محدود حصہ، علاقہ، سرزمین ؎

بسایا خطۂ جاپان و ملک چین میں نے

(سرگزشت آدم، ب د، ۸۳)

خِطّۂ گُل (- ف ف) مذکر، خطہ + ۂ (علامت اضافت) + گل (رک): مراد وادی کشمیر ؎

حاجت نہیں اے خطۂ گل شرح و بیاں کی

(ملا زادہ، ۱۶، ا ح، ۴۵)

خَطیب (ع) مذکر: مسجد وغیرہ میں خطبہ دینے والا، وعظ کہنے والا، مولوی اور ملا ؎

مسائل نظری میں الجھ گیا ہے خطیب

(۶۱، ب ج، ۷۹)

خُفّاش (ع) مذکر: چمگادڑ (جس کی صفت یہ ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں نکلتی ہے اور دن بھر آنکھ نہیں کھولتی) ؎

تم نمایاں ہو کے برق دیدۂ خفاش ہو

(نوید صبح، ب د، ۲۱۲)

خُفتَگان (ف) صفت، خُفتہ، مصدر خُفتن (= سونا) سے حالیہ تمام + گان (لاحقۂ جمع): سوئے ہوئے، زمین میں گڑے ہوئے، قبر میں مدفون ؎

ہم نشین خفتگان کنج تنہائی ہوں میں

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

خُفتگانِ خاک سے اِستِفسار: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ۱۹۰۲ء میں تصنیف کی تھی اور ماہ فروری کے ماہنامہ مخزن لاہور میں شائع ہوئی تھی اس نظم میں انھوں نے استفسار کے پردے میں یہ حقیقت واضح کی ہے کہ انسان کے لیے موت ایک پہیلی ہے جسے آج تک کوئی نہیں بوجھ سکا، اس امر کی جانب اشارہ مقصود ہے کہ یہ ایسی چیز ہے جو انسان کے قبضۂ قدرت سے باہر ہے اور یہیں سے خدائے حیّ و لایموت کے وجود کا پتا چلتا ہے۔ اس ضمن میں مصنف نے دنیاوی زندگی کے حالات کی

افسانۂ رنگ میں تصویر یہ کھینچ دی ہے

(ب د، ۳۸)

: اس عنوان کے تحت بانگ درا میں جو نظم چھپی ہے وہ تین بند پر مشتمل ہے، مگر ان بندوں میں اکثر وہ اشعار نہیں ہیں جو مخزن (فروری ۱۹۰۲ء) میں چھپے تھے بعض شعر نئے ہیں جو مخزن میں شائع ہونے کے بعد اضافہ کیے گئے۔ مخزن میں چھپے ہوئے جو شعر بانگِ درا میں نہیں ہیں وہ باقیات اقبال میں درج ہیں

(ب ا، ۲۸۸)

خُفتہ (ف) صفت، مصدر خفتن (= سونا) سے حالیہ تمام: سویا ہوا ہے

دستِ طفلِ خفتہ سے رنگیں کھلونے جس طرح

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۲)

: مراد مقید ہے

خفتہ خاک پے سپر میں ہے شرار اپنا تو کیا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۱)

خفتۂ خاکِ نجف (ف ف ع) مذکر، خفتہ + ۂ (علامت اضافت) + خاک (= سرزمین) + نجف (= عراق کا مشہور شہر جو کربلائے معلیٰ سے تھوڑے فاصلے پر ہے اور جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار ہے): حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہے

ہوں مرید خاندانِ خفتۂ خاکِ نجف

(برگ گل، ب ا، ۱۷۶)

خَفَقانی (ع ف) صفت، خفقان (= دل دھڑکنے کی بیماری، مالیخولیا) + ی (لاحقۂ نسبت): مالیخولیا کے مرض میں مبتلا ہے

دل وفورِ حکمت سے ہے طبیعت خفقانی

(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

خَفی (ع) صفت: پوشیدہ ہے

افکار جوانوں کے خفی ہوں کہ جلی ہوں

(فلسفہ، ض ک، ۴۲)

خُلاصَہ (ع) مذکر: اختصار، ماحصل ہے

یہ ہے خلاصۂ علمِ قلندری کہ حیات

(۲۷، ب ج، ۵۱)

خِلافِ معنیِ تعلیمِ اہلِ دیں (ع ع ع ع ع) خلاف (= برعکس) + اضافت + معنی (= مفہوم، مقصد) + اضافت + تعلیم (= سکھانا) + اضافت + اہل (= خداوند، والا) + اضافت + دین (= مذہب): دینداروں کی تعلیمات کے برعکس ہے

خلافِ معنیِ تعلیمِ اہلِ دیں میں نے

(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

خِلافَت (ع) مونث: مسلمانوں کی حکومت ہے

کوکبِ قسمت امکاں ہے خلافت تیری

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۶)

خلافت اور ترک و عرب: یہ چند فارسی اشعار کا عنوان ہے جو اقبال نے حضرت گرامی کی غزل کا ایک مصرع (مطبوعہ "معارف" فروری ۱۹۲۳ء) تضمین کرنے کی غرض سے کہے تھے۔ یہ مصرع اقبال کو بہت پسند آیا تھا جس کے بعد اقبال نے اپنے ایک خط میں مولانا سلیمان ندوی کو لکھا کہ "اس تضمین کو "پیام مشرق" میں اس لیے شامل نہ کیا کہ اس کے اشعار کی بندش کچھ زیادہ پسند نہ آئی، اگر آپ کو پسند ہو تو مجھے اشاعت میں عذر نہیں"، مولانا نے جواب دیا "یہ سچ ہے کہ پیام مشرق کے ساز میں یہ لحن شیرازی کچھ زیادہ سامعہ نواز نہ ہو تو بھی اس سے الگ اقبال کی صدا کا ہر حرف گوشوارۂ حقیقت ہے"۔ اس تضمین کے مشکل الفاظ کی شرح فرہنگ ہذا کے حصۂ فارسی میں دیکھیے۔

(ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۲۳۶)

خَلّاق (ع) مذکر: پیدا کرنے والا (خالق کا صیغۂ مبالغہ) ہے

تمدن آفریں خلاقِ آئینِ جہاں داری

(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

خَلّاقی (ع ف) مونث: خلاق (پیدا کرنے والا) + ی (لاحقۂ کیفیت): دل سے پیدا کی ہوئی بات، گڑھی ہوئی بات ہے

حقیقت ہے نہیں میرے تخیل کی یہ خلاقی

(۳۶، ب ج، ۵۹)

خُلد (ع) مونث : جنت ، بہشت ؎

گل و گلزار ترے خلد کی تصویریں ہیں

(انسان اور بزمِ قدرت ، ب د، ۵۴)

خَلِش (ف) مونث : کھٹک ، چبھن ؎

خارِ حسرت کی خلش رکھتی ہے اب بیکل مجھے

(ماہِ نو ، ب د، ۵۴)

خُلعَت (ع) مذکر : عمدہ اور اعلیٰ قسم کا لباس ؎

ابھی یہ خلعتِ افغانیت سے ہیں عاری

(محرابِ گل افغان ۱۸، ض ک، ۱۷۷)

خلعتِ شرافت کا (رک شرافت کا خلعت)

خَلق (ع) مونث : مخلوق ، خلقت ، خدا کی پیدا کی ہوئی ہر چیز۔

خلقُ اللہ (- ع) مونث : اللہ کے بندے ؎

اپنی خدمت کی ہے خلق اللہ کی

(ب ا، ۲۶۶)

خُلق (ع) مذکر : (لفظاً) عادت ، خصلت ، (مراد) اچھی عادت ، خوش مزاجی ، ملنساری۔

خُلقِ عظیم (- ع) مذکر ، خُلق + اضافت + عظیم (= بڑا) : نہایت عمدہ اخلاق (قرآن پاک میں حضورؐ کے لیے آیا ہے - اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلقٍ عظیم = یعنی تو بے شک بڑے اچھے اخلاق کا حامل ہے) ؎

دنیا میں جس کی مشعل خلقِ عظیم سے

(محاصرۂ ادرنہ ، ب ا، ۲۷۰)

خِلقَت (ع) مونث : پیدائش ، مراد فطرت ؎

جب سے ئے درد سے ہو خلقتِ شاعر مدہوش

(جوابِ شکوہ ، ب ا، ۲۶۶)

خَلَل (ع) مذکر : بگاڑ ، فتور ؎

جس طرح سونے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں

(والدۂ مرحومہ ، ب د، ۲۳۱)

: مقررہ نظام میں ابتری ، (رک خلل تیری تجلیات میں)

خَلَل تیری تجلیات میں : تجلیات اور مظاہرِ قدرت کا نظام یہ ہے کہ ان کے ذریعے نگاہ غور خالق تک رسا ہو جائے مگر جب نگاہ براہِ راست خالق تک رسا ہوئی تو تجلیات اور مظاہرِ قدرت کا کوئی مقصد باقی نہ رہا ؎

میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں

(۱، ب ج، ۵)

خَلوَت (ع) مونث : تنہائی (جس میں آدمی کی توجہ اسی ایک کام کی طرف مرکوز ہوتی ہے جس کے لیے وہ تنہائی میں بیٹھتا ہے) ؎

اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ زبورِ عجم

(۱۵، ب ج، ۳۹)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ روح کی تربیت خلوت گزینی سے ہوتی ہے مگر آج کل مرد و عورت سب نمود و نمائش کے وبال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس لیے خلوت گزینی اور اس کے فوائد کا حصول ناممکن ہو گیا ہے۔

(ض ک، ۹۳)

خلوت از اغیار باید نے زیار
پوستیں   آمد نے بہار

: غیروں کی صحبت چھوڑ کر تنہائی میں بیٹھنا ضروری ہے لیکن ہم خیالوں کی صحبت میں قباحت نہیں جس طرح کہ اونی لباس سردی کے موسم کے لیے ضروری ہے نہ کہ بہار کے لیے

(پیر و مرید ، ب ج، ۱۴۲)

خلوتِ اوراق (- ع) مونث ، خلوت + اوراق (رک) : پنکھڑیوں کی تنہائی ، (جہاں پنکھڑیاں تھیں اور طیور تھے ، کوئی اور نہ تھا) ؎

جو نغمہ زن تھے خلوتِ اوراق میں طیور

(بزمِ ستارہ ، ب د، ۲۴۸)

خلوت سرا (- ف) مونث ، خلوت + سرا (= مکان ، مقام ، جگہ) تنہائی کا مقام ، جہاں ایک کے علاوہ دوسرا نہ ہو۔

خلوت سرائے راز (ع ف ف) مونث ، خلوت سرا + ے (علامت اضافت) + راز (بھید ، قدرت

کے اسرار) : حقیقتِ کائنات کی منزل جو قیاسات سے خالی ہے ؎

مقصد تری نگاہ کا خلوت سرائے راز

(وردِ عشق، بِ د، ۵۱)

خَلوَتِ سَرائے لامکاں (- ف ف ـًا) مونث : خلوت + سرا (رک) + ے (علامت اضافت) + لامکاں (رک) : عالم قدس جہاں تجلیاتِ ایزدی کے سوا ملک تک کی رسائی نہیں ؎

یہ ہے اقبال فیضِ یادِ نامِ مرتضیٰ جس سے
نگاہِ فکر میں خلوت سرائے لامکاں تک ہے

(ب ا، ۲۲۸)

خَلوَت گاہ (- ف) : تنہائی کی جگہ جہاں کوئی دوسرا نہ ہو (رک خلوت گاہ دل وغیرہ)

خَلوَت گاہِ دِل (- ف ف) مونث، خلوت گاہ + اضافت + دل (= من، جی) : وہ جگہ جہاں دل ایک تصور اور خیال کے سوا اور باتوں سے خالی ہو، خلوت میں غور و فکر کا مقام ؎

سوئے خلوت گاہِ دل دامن کشِ انساں ہے تو

(ہمالہ، بِ د، ۲۲)

خَلوَت گاہِ مِینا (- ف ف) مونث، خلوت گاہ + اضافت + مینا (رک) صراحی کا شکم جہاں شراب کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا ؎

جیسے خلوت گاہِ مینا میں شرابِ خوشگوار

(نمودِ صبح، بِ ا، ۱۵۴)

خَلوَت گُزِیں (- ف) صفت، خلوت + گزیں، مصدر گزیدن (= اختیار کرنا) سے فعل امر : گوشۂ تنہائی کو پسند کرنے والا ؎

وہ رونق انجمن کی ہے انھیں خلوت گزینوں میں

(غزلیات، بِ د، ۱۰۴)

خَلوَت نَشِیں (- ف) صفت، خلوت + نشیں، مصدر نشستن (بیٹھنا) سے فعل امر : مراد مخفی ؎

مگر عین محفل میں خلوت نشیں

(ساقی نامہ، بِ ج، ۱۲۶)

: تنہائی میں بیٹھا ہوا، بطور کنایہ لازم معنی مراد ہے، یعنی جو تنہائی میں بیٹھا رہے گا اس کا تعارف مشکل یا ناممکن ہوگا، یہاں (مغرب میں) بھی تعارف مشکل ہے کیونکہ بال، گال، لباس اور چال ڈھال، سب مرد و عورت نوجوانوں کی یکساں ہے اور کسی کی شخصیت آسانی سے متعین نہیں ہوتی کہ یہ مرد ہے، یا عورت ؎

یہ خلوت نشیں ہے وہ خلوت نشیں ہے

(پردہ، ضِ ک، ۹۳)

خَلوَتی (ع ف) صفت، خلوت (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : گوشۂ عزلت یا خانقاہ تصوف کے مکین ؎

جلوتیوں کے سبو خلوتیوں کے کدو

(دعا، بِ ج، ۹۲)

خَلِیق (ع) صفت : خوش اخلاق ؎

فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

(۱۱، بِ ج، ۳۴)

خَلِیل (ع) مذکر : (خدا کا) دوست، حضرت ابراہیم (رک) کا لقب ؎

شانِ خلیل ہوتی ہے اس کے کلام سے عیاں

(شاعر، بِ د، ۲۱۱)

خَلِیلُ اللہ (ع ع) مذکر، خلیل (رک) + اللہ (رک) : حضرت ابراہیم علیہ السلام ؎

پھول لا دے مجھ کو گلزارِ خلیل اللہ کے

(برگِ گل، بِ ا، ۱۴۱)

خَلِیل کا دریا : اسلام، مسلمان (جو خلیل اللہ کے پوتے حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ریاضت کا ثمرہ ہیں ؎

خلیل اللہ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا

(طلوعِ اسلام، بِ د، ۲۶۸)

خَلِیلاں : خلیل (رک) کی جمع، مراد وہ لوگ جو خلیل کی تاسی کریں ؎

کارِ خلیلاں خارا گدازی

(۵۲، ب ج، ۲۷)

خَم (ف) صفت
: جھکا ہوا ؎
خم ہے سرِ تسلیم مرا آپ کے آگے
(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)
: بل جو بالوں میں ہوتے ہیں ؎
نہ وہ غزنوی میں مذاق ہے نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں
(غزلیات، ب د، ۲۸۱)

خَم سے ناآشنا ہونا: مڑنے یا منھ موڑنے سے ناواقف ہونا (عروسِ شب کی زلفیں خم سے ناآشنا ہونے سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ رات کی سیاہی مستقل تھی اور اس کے منھ موڑنے پر دن نہیں نکلتا تھا۔ یعنی ابھی سلسلہ روز و شب شروع نہیں ہوا تھا) ؎
عروسِ شب کی زلفیں تھیں ابھی ناآشنا خم سے
(محبت، ب د، ۱۱۱)

خَم کھانا (-ار): جھک جانا ؎
عینِ طفلی میں ہلال آسا کر خم کھا گئی
(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۹)

خَم و پیچ (-ف ف) مذکر، خم + و (عطف) + پیچ (رک): بل کھاتی ہوئی ٹیڑھی سیدھی چال ؎
مرے خم و پیچ کو نجومی کی آنکھ پہچانتی نہیں ہے
(زمانہ، ب ج، ۱۴۰)

خُم (ف) مذکر: مٹکا، شراب کا مٹکا، شراب، مراد اسلامی شراب، وہ رسم و رواج و آئین جو مسلمانوں میں رائج ہیں ؎
رہنے دو خم کے سر پہ خشتِ کلیسا ابھی
(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

خُم بھی نئے: رک بادہ نیا ؎
بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

خُم خانہ (-ف) مذکر، خم + خانہ (رک) ؎
خم خانۂ دہر کی مئے ناب
(تنہائی، ب ا، ۳۵۰)

خُم شام (-ف) مذکر، خم + شام (= سورج ڈوبنے کا وقت)
مے گلرنگ خمِ شام میں تو نے پی ہے
(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۴)
(شام کہ جس پر شفق کی سرخی وغیرہ محیط ہوتی ہے، شراب کے مٹکے سے تشبیہ دی ہے)

خُم کدہ (-ف) مذکر، خم + کدہ (رک) ؎
جام شراب کوہ کے خم کدے سے اڑاتی ہے
(شاعر، ب د، ۲۱۰)

خُمار (ع) مذکر: نشہ اترنے کی کیفیت جس میں اضمحلال ہوتا ہے ؎
کیا شکستِ خمار ہے دنیا
(شبنم کا خطاب، ب ا، ۶۶)

خُمستان (ف ف) مذکر، خم (= شراب کا مٹکا) + ستان (لاحقۂ ظرف): شراب کے مٹکے لنڈھائے جانے کی جگہ (رک پیمانہ بردار خمستان حجاز)

خموشی: خاموشی (رک) کی تخفیف ؎
وہ خموشی شام کی جس پر تکلم بھی فدا
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

خَنجر (ف) مذکر، تلوار ؎
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۱)

خنجر آزمائی (-ف) مونث، خنجر + آزمائی (رک): میدانِ جنگ میں خنجر کی دھار آزمانا، جنگ کرنا ؎
حق خنجر آزمائی پہ مجبور ہو گیا
(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۹)

خنجر کرن کا (-ار ار) مذکر، خنجر + کرن (رک) + کا (رک): نورِ اسلام کی تلوار جس سے تعلیماتِ اسلامیہ مراد ہیں ؎
کھینچ کر خنجر کرن کا پھر ہو سرگرمِ ستیز
(نوید صبح، ب د، ۲۱۲)

خنجرِ ہلال کا (ف ع ار) مذکر، خنجر (= خمدار تلوار سے

مشابہ مگر اس سے چھوٹا ایک ہتھیار) + ہلال (= پہلی رات کا چاند جو تلوار کی طرح خمدار ہوتا ہے)+ کا (رک، : ہلال ہو کر خنجر سے مشابہ ہے (یہ ہمارے پرچم پر بنا رہتا ہے اور ہمارے جہاد کی طرف اشارہ کرتا ہے) ؏

خنجرِ ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

(ترانۂ ملی ، ب د ، ۱۵۹)

خَنداں (ف) صفت ، مصدر خندیدن سے صفت فاعلی : ہنسنے والا ، خوش ؏

تیری صورت گاہ خنداں گاہ گریاں میں بھی ہوں

(طفلِ شیر خوار ، ب د ، ۶۷)

خَندہ (ف) مذکر ، ہنسی

خندہ پیشانی (-ف) صفت ، خندہ + پیشانی (رک) : ہنس مکھ (وہ کیفیت جو پانی پر سورج کی شعاعیں پڑنے سے پیدا ہوتی ہے اُسے مسکراہٹ سے تشبیہ دی ہے) ؏

اور شعاعِ مہر سے ہے خندہ پیشانی تری

(نالۂ یتیم ، ب ا ، ۳۹)

خَندہ زَن (ف ف) صفت ، خندہ (= ہنسی) + زن ، مصدر زدن (= مارنا) سے فعل امر : ہنسنے والی ، ہنسی اُڑانے والی (سورج پر برف کی خندہ زنی سے اس کی وہ حالت نظروں میں پھر جاتی ہے جو برف جابجا پگھلنے سے کھلے ہوئے دانتوں کی سی صورت پیدا کر دیتی ہے) ؏

خندہ زن ہے جو کلاہِ مہرِ عالمتاب پر

(ہمالہ ، ب د ، ۲۲)

: ہنسنے بولنے والا ؏

بے تکلف خندہ زن ہیں فکر سے آزاد ہیں

(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۲۸)

خندۂ صبحِ تمنائے براہیم استی

چہرہ پرداز بجیرت کدۂ میم استی

: (آں حضرت صلعم سے مخاطب ہیں) آپ ہی تمنائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صبح کی مسکراہٹ (یعنی بہار) ہیں اور آپ ہی اس مقام و منزل کی زیب و زینت ہیں جہاں "احمد"، اور "احد" میں م کا فرق دیکھ کر عقل انسانی حیرت میں مبتلا ہو جاتی ہے

(زیادامت ، ب ا ، ۱۴۹)

خُنُک (ف) صفت : ٹھنڈا ؏

خنک آیا کہ جس سے شرماکر

(سیرِ فلک ، ب د ، ۱۷۵)

خُنُک دلے کہ تپید و دمے نیارامید : وہ دل ہمیشہ خوش ہے جو (عشقِ رسولؐ میں) تڑپتا ہی رہا اور دم بھر بھی اس کی تڑپ نہ رکی

(بلالؓ ، ب د ، ۸۱)

خُو (ف) مونث : عادت

خُوگَردہ (- ف) صفت ، خُو + کردہ ، مصدر کردن (= کرنا) سے حالیہ تمام : عادی

قابل عشرت دلِ خوگردۂ حسرت نہیں

(نالۂ یتیم ، ب ا ، ۳۶)

خُوگَر (- ف) صفت ، خُو + گر (رک گر ۱) کسی کام کی عادت رکھنے والا ، عادی ؏

اس قدر قوموں کی بربادی سے ہے خوگر جہاں

(گورستانِ شاہی ، ب د ، ۱۵۱)

خَواب (ف) مذکر

: سونے اور نیند لینے کی صورتِ حال ، سو جانے کا عمل ، مراداً بے خبری اور غفلت ؏

خواب ہے غفلت ہے سرمستی ہے بیہوشی ہے یہ

(بچّہ اور شمع ، ب د ، ۹۳)

~ شاید میرے دو مصرعوں سے اس شعر کی وضاحت میں مدد ملے۔ ایک جگہ کہا ہے ؏ احمد احمد ہے میم شیئت لیے ہوئے + دوسری جگہ کہا ہے:

احمد تو فقط نام کو ہے عینِ احد ہے

میم اس میں جو ہے ممکن و واجب کی یہ حد ہے

: زندگی اور اس میں انسان کی تمنائیں ۔

قسمت ہر شاہ و گدا ہے خواب کی تعبیر ہے

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۱)

: وہ کیفیات اور حالات جو سوتے میں انسان کو دکھائی دیتے ہیں۔ (دیکھئے خوابِ پریشان)

خواب آور (- ف) صفت، خواب + آور (رک): نیند لانے والی، ایسی سہانی جسے سن کر نیند آجائے۔

جہاں چرخے کی خواب آور صدا پردہ تھی آہوں کا

(مزدور کا خواب، ب ا، ۲۶۳)

خواب آوری (- ف ف) مونث، خواب + آور، مصدر آوردن (= لانا) سے فعل امر + ی (لاحقہ کیفیت) : سلا دینے کی کیفیت، نیند لانے کا عمل۔

مست مغرب میں مزے بیٹھے اثر خواب آوری

(خضر راہ، ب د، ۲۶۱)

خواب پا (- ف) مذکر، پاؤں کے سوجانے کی کیفیت جس میں انسان چلنے پھرنے سے مجبور ہو جاتا ہے، یہاں غفلت، جمود اور سکون کی صورت حال مراد ہے جس میں آدمی جدّ و جہد اور سعی سے غافل رہتا ہے۔

نہ سیکھا موج دریا سے علاج خواب پا تو نے

(تصویر درد، ب ا، ۳۲۷)

خواب پریشاں (- ف) خواب + اضافت + پریشاں (= پراگندہ، جس سے دماغ منتشر ہو) : ہزارہا مخلوقات عالم میں رنگ رنگ سے حسن قدرت کے مناظر جو خواب پریشان کی طرح منتشر اور متعدد و مختلف ہیں۔

ایک آنکھ سے کے خواب پریشاں ہزار دیکھ

(شمع، ب د، ۴۵)

خواب دیکھا تھا : منصوبہ بنایا تھا۔

عالم حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے

(خضر راہ، ب د، ۲۶۶)

خواب دیکھنا (- ار): (سوتے میں) کچھ حالات اور کیفیات نظر آنا۔

میں سوئی جو اک شب تو دیکھا یہ خواب

(ماں کا خواب، ب د، ۳۲)

: (جاگتے میں) تصور کرنا، خیال میں لانا (ایسے مستقبل کا تصور جس میں پھر مسلمانوں کا مسجد قرطبہ میں عمل دخل ہو گا)۔

دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۱۰۰)

خواب کا پانی (- ار) مذکر، نیند کو پانی سے تشبیہ دی ہے کیونکہ اس کے بعد وہ اشتعال سرد ہو گیا جو اس سے پہلے تھا اور نیند نے پانی کا کام کیا۔

بجھائے خواب کے پانی نے اخگر اس کی آنکھوں کے

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

خواب کی مے (ف ار ف) مونث، خواب + کی (رک) + مے (= شراب) : نیند جو کہ شراب کی طرح غافل بنا دیتی ہے۔

آنکھ سے اڑتا ہے یک دم خواب کی مے کا اثر

(آفتاب صبح، ب د، ۴۸)

خواب گاہ (- ف) ظرف، مونث، خواب + گاہ (= جگہ) : سونے کی جگہ، قبر، مزار۔

کل ایک شوریدہ خواب گاہ نبیؐ پہ رو رو کے کہ رہا تھا

(قطعہ، ب د، ۱۲۲)

خوابِ گراں (- ف) مذکر، خواب + اضافت + گراں (رک) : گہری نیند۔

عین بیداری ہے ہر خواب گراں اہل درد

(اہل درد، ب ا، ۲۰۸)

خواب گہ (گاہ) (- ف) خواب + گہ (گاہ) (= جگہ) : موت کی نیند سونے کی جگہ، مقبرہ۔

منار خواب گہ شہسوار چغتائی

(کنار راوی، ب د، ۹۵)

خواب ہے (- ار) : فرضی خیال ہے، بے وجود تصور ہے۔

ہے خواب ثبات آشنائی

(دو ستارے، ب د، ۱۴۸)

خوابیدگان (ف) صفت، خوابیدہ، مصدر خوابیدن

(= سونا) سے حالیہ تمام + گان (لاحقۂ جمع): سوئے ہوئے ؎

پڑے ہیں خوابیدگان دیر پر افسونِ بیداری

(پیامِ صبح، ب د ۵۹)

خوابیدہ (ف)

مصدر خوابیدن (= سونا) سے حالیہ تمام: قبر میں مدفون ؎

گلشن ویمر میں تیرا ہم نوا خوابیدہ ہے

(مرزا غالب، ب د ۲۶)

: غافل ؎

کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار

(ہنرورانِ ہند، ض ک ۱۲۹)

: سویا ہوا ؎

خوابیدہ ہیں نجوم اذاں کی صدا سے تو

(سکوتِ شام، ب د ۱۷۱)

: مضمر، راز کے طور پر پنہاں ؎

خوابیدہ اس شرر میں ہیں آتشکدے ہزار

(شمع، ب د ۴۵)

: سویا ہوا، سوئی ہوئی، مراد بے حس و حرکت اور شور و غل سے پاک ؎

خوابیدہ زمیں جہان خاموش

(تنہائی، ب د ۱۲۹)

خواتین (ع)، مونث: خاتون (= عورت) کی جمع ؎

ہو سوگوار آج خواتینِ ہند تم

(اشکِ خوں، ب ا ۸۱)

خواجگی (ف)، مونث: آقائیت، مخدوم ہونے کی صورتِ حال ؎

خواجگی نے خوب چن چن کے بنائے مسکرات

(خضرِ راہ، ب د ۲۶۲)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ آقائی اور غلامی کی جو رسم قدیم زمانے میں رائج تھی وہ آج بھی موجود ہے صرف طریقہ بدلا ہوا ہے۔

(ض ک ۱۴۳)

خواجہ (ف)، مذکر

: دولتمند، سرمایہ دار ؎

بندہ ہے کوچہ گرد ابھی خواجہ بلند بام ابھی

(فرشتوں کا گیت، ب ج ۱۰۹)

: سردار، آقا ؎

جہاں میں خواجہ پرستی ہے بندگی کا کمال

(قربِ سلطان، ب د ۲۰۹)

خواجہ پرستی (- ف) مونث: خواجہ + پرست (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): آقا کی پرستش کرنا، مالک کی ہاں میں ہاں ملانا ؎

جہاں میں خواجہ پرستی ہے بندگی کا کمال

(قربِ سلطان، ب د ۲۰۹)

خوار۱ (ف) مصدر خوردن (= کھانا پینا) سے فعل امر، ترکیبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک بادہ خوار)

خوار۲ (ف): ذلیل، رسوا ؎

تو پیر میخانہ سن کے کہنے لگا کہ منہ پھٹ ہے خوار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د ۱۴۰)

خواری (ف) مونث: خوار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)

: ذلت، بے عزتی ؎

کیا ترے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے

(شکوہ، ب د ۱۶۷)

خواں۱ (ف) مصدر خواندن (= پڑھنا) سے فعل امر، ترکیبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر پڑھنے والا کے معنی دیتا ہے (رک نوحہ خواں)

خوان۲ (ف) مذکر: کھانے کا طبق یا پلیٹ وغیرہ ؎

یہ خوان تر و تازہ معری نے جو دیکھا

(ابو العلا معری، ب ج ۱۵۷)

خوانی (ف ف)، خواں (رک خواں ۱) + ی (لاحقۂ کیفیت) (رک کتاب خوانی)

خواہ (ف): مصدر خواستن (= چاہنا) سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت فاعلی

کے معنی دیتا ہے (رک ہمت خواہ)

خواہاں (ف) صفت، مصدر خواستن (= چاہنا) سے صفت فاعلی: چاہنے والا، طالب ؎

ارشد[1] و رافت سے ہُوں اقبال میں خواہاں داد

(ب ا، ۵۷۶)

خُوب (ف) صفت: اچھا

: عجیب و غریب، غیر منطقی (طنز و تحقیر کے موقع پر مستعمل) ؎

تھی خُوب حضور علما یاب کی تقریر

(محمد علی باب، ض ک، ۶۲)

خُوب تر (- ف) صفت تفضیلی: اچھے سے اچھا

خُوب تر پیکر (- ف) مذکر: اعلیٰ سے اعلیٰ جسم (پیدا کرنے کا عمل) ؎

خُوب تر پیکر کی اس کو جستجو رہتی نہ ہو

(والدہ مرحومہ، ب د، ۲۳۲)

خُوب و زِشت: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ بُرے اور بھلے کو پرکھنے کا معیار کیا ہے

(ض ک، ۹۷)

خُوب ہے (- ار) (طنزیہ) بالکل نہیں، مطلق نہیں ؎

خُوب ہے تجھ کو شعارِ صاحبِ یثرب کا پاس

(تضمین بر شعر ابو طالب کلیم، ب د، ۲۲۱)

خُوبی (ف) مونث، خُوب (= اچھا) + ی (لاحقۂ کیفیت)

: حسن، اچھائی، دلکشی ؎

نظارۂ شفق کی خُوبی زوال میں تھی

(جگنو، ب د، ۵۴)

خُوبیِ قسمت (- ع) مونث، خُوبی + قسمت (رک)

: خوش قسمتی ؎

خُوبیِ قسمت سے آخر مل گیا وہ گل مجھے

(وصال، ب د، ۱۲۰)

خُود (ف) ضمیر: اپنے آپ، آپ ؎

حرف بے مطلب تھی خود میری زباں میرے لیے

(عہد طفلی، ب د، ۲۵)

خود افزائی (- ف ف) مونث: خود + افزا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت): اپنے آپ کو ترقی دینا، اپنی حیثیت میں اضافہ کرنا، ترقی، ارتقا ؎

جہاں ہر شے ہو محرومِ تقاضائے خود افزائی

(تضمین بر شعر صائب، ب د، ۲۴۴)

خود افروز (- ف) صفت، خود + افروز، مصدر افروختن (= روشن کرنا) سے فعل امر: خود اپنی خودی کو روشن کرنے والا، خودی کو بلند کرنے میں کوشاں ؎

جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے

(آج اور کل، ض ک، ۱۴۱)

خود افروزی (- ف ف) مونث، خود افروز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)، خود کو اپنے آپ روشن کرنا، اپنی خودی کو آپ بلند کرنا، اپنی ذات میں شمع کی تجلی پیدا کرنا، اپنی ہستی کو تجلیاتِ محبوبِ حقیقی کا آئینہ بنانا ؎

اپنے پروانوں کو پھر ذوقِ خود افروزی دے

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

خود افشانی (- ف) مونث، خود + افشانی (رک)

: اپنی پوری صلاحیت کو عمل سے ظاہر کرنے کی کیفیت ؎

اور عریاں ہو کے لازم ہے خود افشانی تجھے

(نوید صبح، ب د، ۲۱۲)

خود آرا (ف ف) صفت، خود + آرا، مصدر آراستن (= سجانا) سے فعل امر: خود نمائی کرنے والا، متکبر، مغرور ؎

مدتوں تیرے خود آراؤں سے ہم صحبت رہا

(رخصت اے بزم جہاں، ب د، ۴۳)

خود آگاہ (- ف) صفت، خود + آگاہ (رک): اپنے نفس کو پہچاننے والے

(قطعہ، ب ج، ۷۹)

خود آگاہی (- ف ف) مونث، خود + آگاہی (رک)

: اپنے نفس کی معرفت جو خدا کی معرفت حاصل ہونے کا زینہ ہے (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشہور ارشاد

[1] میرزا ارشد گورگانی و رافت بھوپالی

کی طرف اشارہ کہ جو اپنے نفس کو پہچان لے گا وہ خدا کو پہچان لے گا) ہے

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی

(۴۴، ب ج، ۵۶)

نفس کی معرفت کے ذریعے خدا کی معرفت کا حصول اور بعد ازاں عبادتِ الٰہی میں اس کی محویت کا وہ مقام جہاں پہنچ کر انسان اپنی ہستی سے سرتا صدی غافل ہو جاتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاؤں میں ایک جہاد کے دوران تیر گڑ گیا تھا۔ جسے نکالنے میں سخت تکلیف ہوتی تھی۔ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب علی نماز پڑھتے ہوں اس وقت یہ تیر کھینچ لو، چنانچہ ایک صحابی نے وہ تیر اس وقت کھینچ لیا جب حضرت علیؑ نوافل میں محو تھے اور آپ کو خبر تک نہ ہوئی کہ کیا ہوا ہے۔ اس کو تن فراموشی کہتے ہیں ہے

خرد آگاہی نے سکھلا دی ہے جس کو تن فراموشی

(ملازادہ، ۱۱، ۱۴، ح، ۴۶)

خود آگہاں کہ ازیں خاک داں بروں جستند
طلسمِ مہر و سپہر و ستارہ بشکستند

: جو خود شناس لوگ اس نظامِ خاکی سے بالاتر رسا ہوتے ہیں وہ سورج آسمان اور ستاروں کے طلسم کو توڑ پھوڑ دیتے ہیں یعنی خود شناسی کی بدولت انہیں خدا شناسی کی دولت ملتی ہے جس کے بعد مقامِ قدس تک پہنچ جاتے ہیں۔

(مسعود مرحوم، ا ح، ۲۶)

خود بخود (- ف ف) متعلق فعل، خود + ب (الصاق) + خود : آپ ہی آپ، بغیر کسی تحریک کے یا بغیر کہے ہے

خود بخود کوئی سمجھ جائے کہ کیا کہنے کو ہیں

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۶۰)

خود بوسے چنیں جہاں تواں برد
کابلیس بماند و بوالبشر مرد

: ایسی دنیا (کے اسرار) سے ضرور واقفیت حاصل کرنا چاہیے جس میں شیطنت رہ گئی اور آدمیت فنا ہو گئی (یعنی دنیا عجیب پُراسرار مقام ہے جس میں آدم کی اولاد نے اپنے باپ کی پیروی چھوڑ کر شیطان کی اتنی پیروی کی کہ اب شیطان ہی شیطان باقی ہے اور انسان کا کہیں وجود نہیں ملتا

(خاقانی، ض ک، ۱۲۱)

خود بیں (- ف)، خود + بیں (رک) : مغرور، متکبر ہے

غضب ہیں یہ مرشدانِ خود بیں خدا تری قوم کو بچائے

(قطعہ، ب د، ۱۹۲۰)

: اپنی ذات کو دیکھنے اور پہچاننے والا، اپنے نفس کی معرفت رکھنے والا ہے

نہ خود بیں نے خدا بیں نے جہاں بیں

(رباعیات، ب ج، ۸۸)

خود بینی : خود بیں (رک) کا اسم کیفیت ہے

یوں بگڑنا میری خود بینی پہ اب زیبا نہیں

(غزل، ب ا، ۲۱۸)

خود دار (- ف) صفت، خود + دار (رک) : ہر عمل میں اپنی عزتِ نفس کو ملحوظ و محفوظ رکھنے والا، متین، سنجیدہ ہے

پہلے خود دار تو مانندِ سکندر ہو لے

(غزلیات، ب د، ۲۷۱)

خودداری (ف ف ف) مؤنث، خوددار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : خود کو لغو حرکات سے محفوظ رکھنے کا عمل، اپنی عزت خود برقرار رکھنے کا لحاظ، متانت، سنجیدگی، اپنے وقار کو آپ سنبھالنے کا کام ہے

اور جو بے آبرو تھے ان کی خودداری بھی دیکھ

(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۴)

خودداریِ ساحل (- ف ف) مؤنث، خودداری (رک) + اضافت + ساحل (رک) : ایسی خودداری جیسی دریا کے کنارے میں ہوتی ہے کہ دریا جب چاہتا ہے اسے کاٹ دیتا ہے مگر وہ دریا سے رحم کی التجا نہیں کرتا ہے

خودداریِ ساحل دے آزادیِ دریا دے

(دعا، ب د، ۲۱۲)

خود دکھائیں کچھ کر کے : اپنی قوّت بازو سے کوئی کارنامہ انجام دیں ؎

مزا تو جب ہے کہ ہم خود دکھائیں کچھ کر کے

(فلاح قوم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۰)

خود رُو (ـ ف) صفت، خود + رُو، مصدر رُوئیدن (= اُگنا) سے فعل امر : بغیر کسی کاشت کے خود اُگنے والا، جسے خود رَو بھی کہتے ہیں ؎

سکوت کوہ و لب جو و لالۂ خود رُو

(۹، ب ج، ۱۳)

خود شکن (ـ ف) صفت، خود + شکن (رک) : اپنی ہستی کو مٹانے اور فنا کرنے والا ؎

مثال موج جہاں میں ہو خود شکن پہلے

(ب ا، ۵۳۳)

خود شکنی (ـ ف ف) مونّث، خود + شکن (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : اپنے عیوب کی اصلاح ؎

دے ان کو سبق خود شکنی خود نگری کا

(اے پیر حرم، ض ک، ۵۸)

خود شناس (ـ ف) صفت، خود + شناس، مصدر شناسیدن (= پہچاننا) سے فعل امر : اپنی ہستی کو پہچاننے والا ؎

جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر

(پہلا مشیر، ا ح، ۷)

خود فراموشی (ـ ف ف) مونّث، خود + فراموش (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : اپنی ہستی کی خبر نہ لینے کی صورتِ حال، اپنی فلاح و بہبود سے غافل رہنے کی کیفیت (وہی پنپ سکتا ہے جو اپنی مدد آپ کرے) ؎

جاگ اٹھ تو بھی کہ فردِ خود فراموشی گیا

(شعاعِ آفتاب، ب ا، ۳۷۴)

خود فروشی (ـ ف ف) مونّث، خود + فروش (رک فروش) + ی (لاحقۂ کیفیت) : اپنی عزّت کا پاس و لحاظ نہ کرنے کا عمل ؎

رقابت خود فروشی ناشکیبائی ہوسناکی

(تہذیب حاضر، ب د، ۲۲۵)

خود فریبی (ـ ف ب) مونّث : اپنے آپ کو فریب میں مبتلا کرنا، یعنی خود کسی بات کو نہ سمجھنا اور بنا بریں دھوکے میں پڑ جانا ؎

خبر نہیں نام کیا ہے اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی

(ملّازادہ، ۱۵، ا ح، ۴۵)

خود فزائی (ـ ف ف) مونّث، خود + فزا، مصدر فزودن (= بڑھانا) سے فعل امر + ئی (لاحقۂ کیفیت) : اپنے وجود کو بڑھانے کا عمل ؎

خود نمائی خود فزائی کے لیے مجبور ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۳)

خود کشی (ـ ف) مونّث، خود + کُشی، کُش، مصدر کُشتن (= مار ڈالنا) + ی (لاحقۂ کیفیت) : خود کو مار ڈالنے کا عمل، (مثلاً) زہر کھا کے مر جانا ؎

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خود کشی

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

: اپنے ہاتھوں خود کو تباہ کرنا ؎

خود کشی شیوہ تمہارا وہ غیور و خود دار

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۴)

خود کو جو جان گیا سمجھو خدا یاب ہوا : حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے اس قول سے ماخوذ کہ مَن عرف نفسہٗ فقد عرف ربّہٗ یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس کو خدا کی معرفت حاصل ہو جائے گی :

(ب ا، ۴۲۰)

خود گدازی نم کیفیّت صہبایش بُود

خالی از خویش شدن صورتِ مینایش بُود

= (اسلام یا مسلمان کے لیے) اپنے آپ کو پگھلا دینا اس (یعنی مسلمان) کے لیے شراب کی تری کی مثل تھا (یعنی ایثار میں اسے لطف آتا تھا) اور اس کے مینا کی صورت یہ تھی کہ وہ خود غرضی سے خالی تھا

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۳)

خود گر (ـ ف) صفت، خود + گر (رک گر ملا) : خود ہی

سے اس صورت میں 'رو' مصدر رفتن (= چلنا) مشتق ہے۔

اپنی تربیت و اصلاح کرنے والی ، دُوسروں کے اصولِ زندگی سے بے نیاز ہے

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی

(حیاتِ ابدی ، ض ک ، ۳۱)

خود گزینی (- ف ف) مونث ، خود + گزیں ، مصدر گزیدن (= چُننا ، منتخب کرلینا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) ، خود کو عشقِ الٰہی کے لیے چن لینا ، مختص کر دینا ہے

یقیں اللہ مستی خود گزینی

(رباعیات ، ب ج ، ۸۱)

خود گیر (- ف) صفت ، خود + گیر (رک) : اپنی تربیت میں مشغول ہے

خلوت میں خودی ہوتی ہے خود گیر ولیکن

(خلوت ، ض ک ، ۹۴)

: خود اپنی حفاظت پر قادر ، ہر بات میں خود کفیل ہے

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی

(حیاتِ ابدی ، ض ک ، ۳۱)

خود گیری (- ف ف) مونث : خود گیر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : خود گیر (رک) کا اسم کیفیت ہے

خود گیری و خود داری و گلبانگ انا الحق

(ملا زادہ ، ۶ ، ا ح ، ۳۸)

خود نگر (- ف) صفت ، خود + نگر ، مصدر نگریستن (= دیکھنا) سے فعل امر : اپنی ذات کی معرفت حاصل کرنے والی جس میں ماحول و گرد و پیش کا عرفان بھی شامل ہے

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی

(حیاتِ ابدی ، ض ک ، ۳۱)

خود نگہ داری (- ف ف ف) مونث ، خود + نگہ (= نگاہ) + دار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : اپنے وجود پر نظر رکھنے کی صورتِ حال ، عشقِ الٰہی کے مراحل میں اپنی ذات کا تصور یعنی عدم محویت کا ملکہ ہے

یہ میری خود نگہ داری مرا ساحل نہ بن جائے

(۶ ، ب ج ، ۱۰)

خود نما (- ف) صفت ، خود + نما ، مصدر نمودن (= دکھانا) سے فعل امر : اپنے آپ کو ظاہر کرنے والا ، اپنی خوبی اور کمال دکھانے والا ہے

حسن ہو کیا خود نما جب کوئی مائل ہی نہ ہو

(امیدلیے درد ، ب د ، ۴۳)

خود نمائی (- ف ف) خود نما (رک) + ئی (لاحقۂ مصدر) : اپنی ہستی یا شان و شوکت کو نمایاں کرنا ہے

ان خود نمائیوں کی تجھے جستجو نہ ہو

(دردِ عشق ، ب د ، ۵۰)

خودی (ف) مونث : اپنی شخصیت ، اپنے وجود کا احساس ہے

خودی تشنہ کام مئے بیخودی تھی

(عشق اور موت ، ب د ، ۵۷)

: خود شناسی ، اپنے نفس کو پہچاننے کی کیفیت (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس قول سے ماخوذ کہ جس نے خود کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا) ہے

خودی سے اس طلسمِ رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں

(۱ ، ب ج ، ۲۲۶)

: ذاتی یا شخصی کمال ہے

نہ خودی ہے نہ جہانِ سحر و شام کے دور

(مخلوقاتِ ہنر ، ض ک ، ۱۱۷)

: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے فردوسی کا ایک شعر تضمین کیا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس دولت سے جو اپنی خودی بیچ کر حاصل ہو غریبی اور مفلسی بدرجہا بہتر ہے۔

(ب ج ، ۱۲۰)

خودی آشکار ہونا : خودی کی آنا ہے

کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار

(ساقی نامہ ، ب ج ، ۱۶۹)

خودی را سوز و تابے دیگرے دہ
جہاں را انقلابے دیگرے دہ

: (خودی سے یہاں اپنی ہستی اور اپنی زندگی مراد ہے)

: اپنی ہستی کو جلا دو اور اسے ایک نئی حرارت دو (یعنی اتحاد سے مضبوط کر دو) تو دنیا میں تم ایک انقلاب لا سکتے ہو

(تاتاری کا خواب، ب ج، ۱۵۵)

خودی کا حضور (۔ ا ر ع) مذکر، خودی + کا (رک) + حضور (رک): اللہ تعالیٰ کی طرف خودی کے متوجہ ہونے کی حالت ۔

تری خودی کا حضور عالم شعر و سرود

(اہل ہنر سے، ض ک، ۱۱۲)

خودی کا غیاب (۔ ا ر ع) مذکر، خودی + کا (رک) + غیاب (رک): کائنات کی طرف خودی کے متوجہ ہونے کی حالت ۔

تری خودی کا غیاب معرکۂ ذکر و فکر

(اہل ہنر سے، ض ک، ۱۱۲)

خودی کا مسلمان ہونا: شریعت ظاہر کی پابندی کے ساتھ دل کا عشق رسولؐ سے پُر اور نفس امارہ کا منہیات سے دور ہونا ۔

خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے

(رباعیات، ۲، ا ح، ۳۲)

خودی کو بلند کرنا: اپنی ہستی کو اس منزل پر پہنچا دینا کہ بندہ مشیت کے سامنے اس طرح جھک جائے کہ اسے خدا کی مرضی معلوم ہو اور ہر حکم کی تعمیل میں ایسی لذت محسوس ہو جیسے وہ حکم خود اس نے جاری کیا ہے اس منزل پر پہنچنے کے بعد اللہ بندے پر اتنا مہربان ہو جاتا ہے کہ اس کی مشیت مرد مومن کی خوشنودی کے مطابق ہو جاتی ہے ۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

(۴۳، ب ج، ۵۵)

خودی کی تربیت:

: خدا و رسولؐ کی محبت صادق کے ساتھ خالصتاً لوجہ اللہ احکام اسلام کا اتباع ۔

(خودی کی تربیت، ض ک، ۵۷)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کی سرخی ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ خودی کی تربیت سے انسان کے دل میں عشق کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں

(ض ک، ۵۷)

خودی کی خلوت: یعنی معرفت نفس کی وہ منزل جہاں نفس ہو اور دنیا و مافیہا کا کوئی تصور باقی نہ رہا ہو ۔

خودی کی خلوتوں میں گم رہا میں

(رباعیات، ب ج ۸۱)

خودی کی زندگی: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ اگر خودی زندہ ہو جائے تو انسان کی زندگی میں کیا تغیر رونما ہو جاتا ہے ۔

(ض ک، ۶۷)

خودی کی عریانی (۔ ا ر ع ف) مؤنث، خودی + کی (رک) + عریان (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): خودی کے محاسن مجسم تصویر کے روپ میں منظر عام پر لانے کا عمل ۔

کہ ہے نہایت مومن خودی کی عریانی

(فقر و راہبی، ض ک، ۵۰)

خودی کی موت: خودی کا فنا ہو جانا، جب خودی نہ ہو گی تو انسان خود شناسی سے محروم رہے گا اور جب خود شناسی نہ ہو گی تو خدا شناسی بھی ممکن نہیں (کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرما گئے ہیں کہ جو خود کو پہچان لے گا وہ خدا کو بھی پہچان لے گا) ایسی صورت میں خودی کی موت کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ انسان اللہ کی نافرمانی کرنے لگے گا ۔

خودی کی موت سے مغرب کا اندروں بے نور

(مرگ خودی، ض ک، ۸۰)

خودی میں ڈوبنا: خودی یعنی اپنی شخصیت کی پوری طرح معرفت حاصل کر لینا ۔

خودی میں ڈوب جا غافل یہ سر زندگانی ہے

(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۳)

خورد (ف) صفت: چھوٹا، کم عمر کا۔

خوردسال (- ف) صفت: کم سن کے
سب جسیں خوردہ سال ہوتے ہیں
(ب ا، ۴۲۴)

خورد و نوش (ف ف ف) مونث، خورد، مصدر خوردن (= کھانا) کا حاصل مصدر + و (عطف) + نوش، مصدر نوشیدن (= پینا) سے فعل امر: کھانا اور پینا کے
پابند ہو تجارت سامان خورد و نوش
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۷)

خورسند (ف) صفت: خوش، اپنے حال میں مگن، راضی برضا کے
آزاد و گرفتار و تہی کیسہ و خورسند
(۱۶، ب ج، ۲۱)

خورشید (ف) مذکر
: سورج کے
محفل قدرت تھی خورشید کے ماتم میں ہے
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)
: کنایتہً محبوب کے
مٹ سے اس خورشید کی اختر مرا تابندہ ہے
(وصال، ب د، ۱۲۰)

خورشید آشنا (ف ف) خورشید (= سورج) + آشنا (= واقف) : نور علم سے منور کے
ذرہ میرے دل کا خورشید آشنا ہونے کو تھا
(نالۂ فراق، ب د، ۷۷)

خورشید زرد ہونا: کنایتہً سورج ڈوبنا (کیونکہ ڈوبتے وقت سورج کا رنگ زرد ہو جاتا ہے) کے
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد
(عورت کی حفاظت، ض ک، ۹۶)

خورشید قیامت (- ع) مذکر، خورشید + اضافت + قیامت (رک) : قیامت کے دن کا سورج جو سوا نیزے پر ہونے کے باعث ہر دن سے زیادہ حرارت اور حدت رکھتا ہوگا کے
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں
(طلوع اسلام، ب د، ۱۰۴)

خورشید کی کشتی (- ا ف) خورشید + کی (رک) + کشتی (= لکڑی کا بنا ہوا چھوٹا سا جہاز جسے دریا میں چلاتے ہیں) (سورج کو کشتی سے تشبیہ دی ہے) کے
ٹوٹ کر خورشید کی کشتی ہوئی غرقاب نیل
(ماہ نو، ب د، ۵۳)

خوش (ف) صفت: دلشاد، مسرور کے
گانا اسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سننے والے
(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۸)

خوش آمدید (- ف) کلمۂ تحسین و ترحیب: (لفظاً) اچھے آئے، خوب آئے، (مراداً) کسی مہمان وغیرہ کی آمد کے موقع پر اس کے استقبال کے لیے یہ کلمات مستعمل ہیں، پذیرائی اور خیر مقدم کا فقرہ کے
حوریں خوش آمدید پکاریں بہشت میں
(سورج، ب ا، ۲۲۵)

خوش آنا (- ا ر) : بھلی لگنا کے
کیا تجکو خوش آتی ہے آدم کی یہ ارزانی
(۱۵، ب ج، ۱۹)

خوش آہنگ (- ف) صفت، خوش + آہنگ (رک) : اچھی فکر والا شاعر کے
ہے یاد مجھے نکتۂ سلمان خوش آہنگ
(۵۸، ب ج، ۷۶)

خوش تر (- ف) صفت: مقابلے میں زیادہ اچھی کے
محبت میں ہے منزل سے بھی خوشتر جادہ پیمائی
(تضمین بر شعر انیسی، ب د، ۱۵۴)
: مناسب، موزوں کے
تو سراپا نور ہے خوشتر ہے عریانی تجھے
(نمود صبح، ب د، ۲۱۲)

خوش خرام (- ف) صفت، خوش + خرام (رک) : دلکش رفتار رکھنے والی (رک دختر خوش خرام ابر)

خوش دل : اچھے مزاج والا کے
خوش دل و گرم اختلاط سادہ و روشن جبیں
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۵)

خوش رنگ (- ف) صفت: خوش + رنگ (رک) : اچھے

اور دلکش رنگ کا ہے
مرا زیور خوش رنگ پیارا ہے پیارا ہے
(تنہائی، ب د، ۱۲۹)

خوش قد (- ع) صفت: خوبصورت قد و قامت والا معشوق ہے
قمریوں نے باغ میں دیکھا ہے اس خوش قد کو کیا
(غزل، ب ا، ۳۷۹)

خوش گوار / خوشگوار (- ف): مزیدار، دل پسند ہے
جیسے خلوت گاہ مینا میں شراب خوشگوار
(نمود صبح، ب د، ۱۵۴)

خوش نما / خوشنما (- ف) صفت، خوش + نما، مصدر نمودن (= دکھانا) سے فعل امر: دیدہ زیب، اچھا اور بھلا لگنے والا، خوبصورت ہے
خوشنما لگتا ہے یہ غازہ ترے رخسار پر
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

خوش نوا / خوشنوا (- ف ف) صفت، خوش + نوا (رک) ، سریلی آواز والا، نغز حق گو ہے
کہ خوشنواؤں کو پابند دام کرتے ہیں
(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

خوش نوائی / خوشنوائی (- ف ف ف) مونث، خوش + نوا + ئی (لاحقہ کیفیت): نغمہ سرائی، نغز حق گوئی ہے
چمن افسردہ ہے صیاد میری خوشنوائی تک
(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

خوشا (ف) کلمۂ تحسین: بہت اچھا (تھا یا ہے)، کیا خوب (تھا یا ہے) ہے
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
(بلالؓ، ب د، ۸۱)

خوشا نصیب (- ع) کلمۂ تحسین و آفرین، خوشا + نصیب (رک): کیا اچھی قسمت ہے، یہ خوش بختی کی بات ہے ہے
خوشا نصیب وہ گوہر ہے آج زینت بزم

(خیر مقدم، ب ا، ۹۹)

خوشامد (ف) مونث: چاپلوسی، لو لو پو، جھوٹی تعریف ہے
سو کام خوشامد سے نکلتے ہیں جہاں میں
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

٭ یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے اُس وقت کہی تھی جب ۱۹۳۵ء میں ہندوستانیوں کو صوبہ وار آزادی حاصل ہوئی تھی۔ اس زمانے میں بہت سے لوگ نئے وزرا کی خوشامد میں لگے ہوئے تھے۔ اس نظم میں اقبال نے ان پر طنز کیا ہے اور کہا ہے کہ خوشامد بھی ایک فن ہے جو ہر شخص کو نہیں آتا

(ض ک، ۱۳۸)

خوشامد کا بندہ (- ا ف): خوشامدی ہے
دیکھو جسے دنیا میں خوشامد کا ہے بندہ
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

خوشحال خاں: پشتو کا مشہور وطن دوست شاعر جس نے افغانستان کو مغلوں سے آزاد کرانے کے لیے سرحد کے افغانی قبائل کی ایک جمعیت قائم کی تھی۔ قبائل میں صرف آفریدیوں نے آخر دم تک اس کا ساتھ دیا اس کی تقریباً ایک سو نظموں کا انگریزی ترجمہ ۱۸۶۲ء میں لندن سے شائع ہوا تھا۔ اس کا پورا نام خوشحال خاں خٹک ہے۔
(خوشحال خاں کی وصیت، ب ج، ۱۵۴)

خوشحال خاں کی وصیت: یہ بال جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے صوبۂ سرحد کے مشہور اور مایۂ ناز (پشتو کے) شاعر خوشحال خاں کی ایک وصیت کا اردو میں ترجمہ کیا ہے

(ب ج، ۱۵۴)

خوشہ (ف) مذکر: نباتات کی بالی۔

خوشہ چیں (- ف) صفت، خوشہ + چیں، مصدر چیدن (= چننا) سے فعل امر: بالیاں چننے والا، مراد فیض حاصل کرنے والا (تارے جو کہ نور آفتاب سے مستفیض ہوتے ہیں رات ہی میں چمکتے ہیں۔ اس لیے

ب اضافت اور معطوف علیہ ہونے کی حالت میں "و" مشدد۔

انھیں مزرعِ شب کا خوشہ چین کہا ہے ؎
اے مزرعِ شب کے خوشہ چینو
(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۹)

خوشی (ف) مؤنث
: سرور، انبساط، نشاط، شادی ؎
خوشی روتی ہے جس کو بس وہ محرومِ مسرت ہوں
(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)
: خوش ہونے کی بات، فرحت بخش سماں یا ماحول ؎
ایسی خوشیاں ہیں نصیب کہاں
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۴)
: خوشی (رک) ہونے کی کیفیت، مرضی، خواہش ؎
اپنی خوشی سے آنا اپنی خوشی سے جانا
(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۷)

خوشی سے آکے خدا جانے کیا کہا اس نے : (معنی ظاہر نہیں)، مصرع اس طرح درست ہے — خوشی نے آکے خدا جانے کیا کہا اس سے
(فلاحِ قوم، ب ا، ۳۰۱)

خوف (ع) مذکر : ڈر ؎
قمر کا خوف کہ ہے خطرۂ سحر تجھ کو
(ستارہ، ب د، ۱۴۷)

خون (ف) مذکر : سرخ گاڑھا پانی سا جو رگوں میں دوڑتا اور کھال پھٹنے پر جسم سے نکلتا ہے، لہو ؎
بوند اک خون کی ہے تو لیکن
(عقل و دل، ب د، ۱۴۱)

خوں بار/خونبار (ف، امذ صفت، خون + بار (رک ۳) : خون کے آنسو رونے والی آنکھ ؎
دیدۂ خونبار ہو محنت کشِ گلزار کیوں
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۸)

خوں بہا/خونبہا (ف، مذکر، خون + بہا (رک) : خون کی قیمت، معاوضۂ جان ؎
گنا ہگار ہے کون اور خوں بہا کیا ہے
(مسعود مرحوم، ا ح، ۲۵۰)

خونِ جگر (- ف) مذکر : جدوجہد، حسنِ عمل، عشقِ الٰہی میں جذبۂ جہاد (جس سے انسان اسی دنیا کو جنت کا نمونہ بنا سکتا ہے) ؎
جنت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں
(روحِ ارضی، ب ج، ۱۳۴)

خونِ جگر پینا (- ف ار) : اپنے دل کا خون پینا، کلیجہ مسوس کے رہ جانا، کڑھنا، صبر کرنا ؎
کچھ مزہ ہے تو یہی خونِ جگر پینے میں
(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

خون جوش میں آجانا : غیرت وغیرہ کے باعث غیظ آنا، رگوں میں عزم و عمل کا خون جولاں ہونا ؎
خونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۱)

خوں خوار/خونخوار (ف، صفت، خوں + خوار (رک) : خون پی جانے والی ؎
خونخوار لالہ بار جگردار برق تاب
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۸)

خون دینا (- ار) محاورہ : خون سے سینچنا، خونِ جگر پلا کر پرورش کرنا، پرورش میں بہت محنت اور جاں فشانی کرنا ؎
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پائے ہیں
(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

خون رُلوانا (ف ار) خون کے آنسو آنکھوں سے گروانا، بہت ستانا اور دل دکھانا ؎
آرزو کو خون رلواتی ہے بیدادِ اجل
(داغ، ب د، ۹۰)

خون رونا (- ار) : خون کے آنسو بہانا، بہت درد ناکی کے ساتھ رونا ؎
اے ہوس خوں رو کہ ہے یہ زندگی بے اعتبار
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

خون ہونا (- ار) : رنجیدہ ہونا، جاں بلب ہونا ؎
خوں ہو رہی ہے باغِ جہاں میں بہار آج
(اشکِ خوں، ب ا، ۲۷۷)

(نوٹ) شاید اقبال نے "خوں رو رہی" کہا ہو جو کتابت کی تحریف سے "خوں ہو رہی" بن گیا۔

خوں ریز/خونریز (۔ ف) صفت، خوں + ریز (رک) = مراد عاشقوں کا خون بہانے والا ہے

یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خونریز ہے ساقی

(۷، ب ج ۱۱)

= مراد کفار اور اصنام کی ہستی مٹانے والا، مجاہد ہے

محنت کش و خونریز و کم آزار ازل سے

(روح ارضی الخ، ب ج، ۱۳۲)

= اپنے کلام کے اثر سے دل کو خوں کر دینے والا ہے

یہ کافر ہندی ہے بے تیغ و سناں خونریز

(۲، ب ج، ۷۶)

خوں ریزیاں/خونریزیاں (۔ ف ف ا) مونث، خوں ریز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) + اں (لاحقۂ جمع) خون بہانے کے عمل ہے

ہوس کی خوں ریزیاں چھپاتی ہے عقل عیار کی نمائش

(کارل مارکس کی آواز، ض ک، ۱۴۷)

خونِ صد ہزار انجم ہیکڑوں ستاروں کا خون یا موت یعنی تاروں کا چھپ جانا ہے

کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

(طلوع اسلام، ب د، ۲۶۸)

خوں فشاں (۔ ف) صفت، خوں + فشاں، مصدر فشاندن (= بکھیرنا، چھڑکنا) سے فعل امر: آنکھوں سے خون بہانے والی، خون برسانے والی، خون میں آلودہ ہے

چشم شفق ہے خوں فشاں اختر شام کے لیے

(کوشش ناتمام، ب د، ۱۲۴)

خوں گرفتہ (۔ ف) صفت، خوں + گرفتہ، مصدر گرفتن (= پکڑنا) سے حالیہ تمام: خون جس کی گردن دبائے ہوئے ہو، جو قتل کیا جانے والا ہو ہے

خودی بلند تھی اس خوں گرفتہ چینی کی

(ذوق نظر، ض ک، ۱۳۲)

خوں گشتہ (۔ ف) صفت، خوں + گشتہ، مصدر گشتن (= ہونا) سے حالیہ تمام: جن کا خون بہ چکا ہے، جو مر چکی ہیں ہے

سیکڑوں خوں گشتہ تہذیبوں کا مدفن ہے زمیں

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۰)

خونِ ناب (۔ ف) خون + اضافت + ناب (= خالص) = گاڑھا گاڑھا سرخ خون (شفق کو خون ناب سے تشبیہ دی ہے) ہے

طشت گردوں سے ٹپکتا ہے شفق کا خون ناب

(ماہ نو، ب د، ۵۳)

خوں نابہ بار (۔ ف ف) صفت، خوں + نابہ (= خالص) + بار (رک): خون کے آنسو بہانے والا ہے

رو لے اب دل کھول کر اے دیدۂ خوں نابہ بار

(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

خونیں (ف ف) صفت، خوں (رک) + یں (لاحقۂ نسبت): خون میں ڈوبا ہوا یعنی سرخ

خونیں کفن (۔ ع) صفت، خونیں + کفن (رک) مراد لباس ہے

شہید ازل لالہ خونیں کفن

(ساقی نامہ، ب ج ۱۲۲)

خونیں نوا (۔ ف) صفت: جس کی آواز (یعنی چہک) سے دل خون ہو جاتے ہیں ہے

کہ تو اس باغ میں خاموش بھی خونیں نوا بھی ہے

(ب ا، ۵۰۳)

خونیں نوائی (۔ ف ف) مونث، خونیں + نوا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت): خون میں ڈوبے ہوئے نغمے گانا، ایسے نغمے گانا جن کی تاثیر سے دل خون ہو جائے، مراد خون دل میں ڈوبے ہوئے نغموں کا مجسم ترجمان یعنی پھول کا تحفہ جو عشق کی علامت ہے ہے

یہ میرے ہاتھ میں خونیں نوائیاں کیسی

(پھول کا تحفہ عطا ہونے پر، ب ا، ۳۵۷)

خویش (ف) ضمیر: رشتہ دار، اپنا، عزیز ہے

مسلم ہے اپنا خویش و اقارب کا حق گزار

(صدیق، ب د، ۲۲۴)

خویش را مسلم ہمی گویند و با ما کار نیست
رشتۂ تسبیح شاں جز رشتۂ زُنّار نیست

: (یہ لوگ جن کی طرف اُوپر اشارہ کیا گیا) خود کو مسلمان کہتے ہیں حالانکہ انھیں مسلمانوں سے کچھ مطلب نہیں ان کی تسبیح کے ڈورے کو جنیؤ کا ڈورا سمجھ (یہ دنیادار اور رنگے سیار ہیں)

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۷)

خویشتن (ف) ضمیر: اپنے آپ، خود

خویشتن بینی: خود بینی (رک) ؎

محبت خویشتن بینی محبت خویشتن داری

(۱، ب ج، ۲۵)

خویشتن داری: خود داری (رک) ؎

محبت خویشتن بینی محبت خویشتن داری

(۱، ب ج، ۲۵)

خویشی (ف ف) مونث، خویش (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): اپنائیت (کیونکہ اس دردِ لبشی کا فیض انسان کو عالمِ ملکوت میں پہنچا دیتا ہے) ؎

کہ جبریل سے ہے اس کو نسبت خویشی

(۵، ب ج، ۲۹)

خیابان (ف) مذکر: باغ کی کیاریوں کے بیچ کا راستہ، روِش ؎

پنپ سکا نہ خیاباں میں لالۂ دل سوز

(۵۵، ب ج، ۷۲)

: باغ، گلستاں ؎

اقبال نے کل اہلِ خیاباں کو سنایا

(قطعہ، ب ج، ۹۰)

خیابانی (ف ف) صفت، خیاباں (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): باغ میں رہنے والا ؎

خیابانیوں سے ہے پرہیز لازم

(شاہین، ب ج، ۱۶۵)

خیال (ع) مذکر
: تصوّر، دھیان، گمان، سوچ، سوچنے کی قوت (رک خیال بلند)

: نصب العین ؎

اس کا مقام بلند اس کا خیال عظیم

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۷)

خیالِ بلند (ع ف) خیال (= تخیل، سوچ) + بلند (= عالی، اونچا): منطقی یا فلسفی کا تخیل ؎

رہنے دے جستجو میں خیالِ بلند کو

(دردِ عشق، ب د، ۵۱)

خیالِ فطرتِ انساں: انسان کی فطرت کا پاس و لحاظ، مدعا یہ ہے کہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ مصیبت میں دُوسرے کی مدد کرتا ہے ؎

لیکن خیالِ فطرتِ انساں ضرور ہے

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۹)

خیالِ فلک نشیں (ع ع ف) مذکر، خیال + اضافت + فلک (= آسمان) + نشیں، مصدر نشستن سے فعل امر: آسمان کی بلندی تک پرواز کرنے والا خیال، اعلیٰ تخیل ؎

دکھایا اوجِ خیالِ فلک نشیں میں نے

(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

خیالِ ہمہ دانی (ع ف ف) مذکر، خیال + اضافت + ہمہ (= سب کچھ) + داں، مصدر دانستن (= جاننا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت): سب کچھ جانتے اور علامہ ہونے کا غرّہ ؎

تھی نہ میں گرد در خیالِ ہمہ دانی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

خیالی (ع ف) صفت، خیال (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): تصوّراتی، فرضی، جس کا محسوسات میں وجود نہ ہو ؎

رہ گئی اپنے لیے ایک خیالی دنیا

(شکوہ، ب د، ۱۲۷)

خیالی دیوتا (ع ف ا) مذکر، خیال (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) + دیوتا (قابلِ پرستش بُت): خیال اور وہم کے پیدا کیے ہوئے تعصّبات (جن کا اس سے پہلے شعر میں تذکرہ ہے) ؎

کرٹ مراناداں مثالی دیوتاؤں کے لیے
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۸)

خیام : خیمہ (رک) کی جمع، مراد جنت کے مکانات (سورۂ الرحمان کی آیت "حورٌ مقصوراتٌ فی الخیام" سے ماخوذ) ؎

حور و خیام سے گزر بادہ و جام سے گزر
(۵، ب ج، ۲۹)

خَیبر (ع) مذکر ۷ھ میں یہودیوں نے مدینۂ منورہ پر فیصلہ کن حملے کی تیاری کی تھی اور وہ مدینے سے کچھ فاصلے پر نہایت مضبوط اور ناقابلِ تسخیر قلعے میں قلعہ بند تھے۔ آنحضرت ؐ نے خبر پا کر ان کی سرکوبی کا عزم فرمایا۔ مسلمانوں کے لشکر نے چالیس دن کوشش کی مگر ان کا ایک قلعہ "قموص" کسی طرح فتح نہ ہوا۔ حضور ؐ نے وحی الٰہی کے مطابق ایک دن شام کو اعلان فرمایا کہ "کل لشکر کا علم ایک ایسے مجاہد کو دیا جائے گا جو مردِ میداں بھی ہے اور کرّارِ غیر فرّار (= بڑھ بڑھ کے حملہ کرنے والا اور کبھی منہ نہ موڑنے والا) بھی، وہ بھی خدا و رسول ؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول ؐ بھی اسے دوست رکھتے ہیں" صبح ہوئی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے حضور ؐ نے اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں پر ملا اور علمِ لشکر انھیں عطا فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑی بے جگری سے قلعے پر حملہ کیا اس کا فولادی دروازہ بہت وزنی تھا اور بہت گہرا اور چوڑا خندق پار کرنے کے بعد اس کے پاس پہنچا جا سکتا تھا۔ آپ نے ایک جست میں خندق پار کر لیا اور اپنے زورِ خداداد سے دروازے میں انگلیاں گاڑ کر اس کی چولیں ہلا دیں۔ پھر ایک کواڑ اکھاڑ کر خندق پر پل بنا دیا۔ اسلامی فوج اس پل سے قلعے میں داخل ہو گئی۔ مرحب اور عنتر نامی پہلوان جو تنہا ہزاروں کا مقابلہ کرتے تھے آپ کی ایک ایک ضرب میں واصلِ جہنم ہوئے اور دیکھتے دیکھتے قلعہ فتح ہو گیا۔ اس جنگ کی فتح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بڑا کارنامہ ہے جس کے بعد یہودیوں کا زور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس جنگ کے ہیرو ہیں اور ان کی جدوجہد اور شجاعت کی بدولت مسلمانوں کو مدینۂ منورہ میں آرام کی زندگی نصیب ہوئی ؎

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین و وطن
(۴۳، ب ج، ۶۴)

خیبر شکن (- ف) صفت، خیبر + شکن، مصدر شکستن (= توڑنا) سے فعلِ امر، قلعۂ خیبر کا دروازہ اکھاڑنے والے (لقب حیدر) ؎

کبھی مولا علی خیبر شکن عشق
(رباعیات، ب ج، ۸۲)

خَیر (ع) مونث
: بہتری، بھلائی، خیریت ؎

نہ ہو اپنوں سے بے پروا اسی میں خیر ہے تیری
(تصویرِ درد، ب د، ۷۵)

: نیکی، بدی کی ضد (رک خیر و شر)

: (متعلق فعل) : بہتر، ہاں، بہر حال، شکر ہے ؎

گائے بولی کہ خیر اچھے ہیں
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

: اچھا یوں ہی سہی، مانا ؎

عشق کی خیر وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی
(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

: ٹھیک، بجا، درست (طنزیہ) ؎

مکھی نے کہا خیر یہ سب ٹھیک ہے لیکن
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

: (دعائیہ کلمہ) خیریت سے رکھے، (خدا) خیریت سے رکھے) خیریت سے رہیں ؎

زمینوں کے شبِ زندہ داروں کی خیر
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۴۴)

: کوئی پروا نہیں، کچھ فکر کی بات نہیں ؎

لفظِ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
(اسلام، ض ک، ۳۱)

خیرُ الاُمَم (ع ع ع) صفت، خیر (= بہتر) + ال (= عربی میں علامتِ معرفہ) + اُمَم (= امت (گروہ مسلمین) کی

جمع = امت مسلمہ جسے قرآن پاک میں تمام سابق امتوں سے بہتر کہا گیا ہے)

خیرالاُمم کے تاجدار (۔ ار ع ف) ، خیرالامم + کے + تاج (= کلاہ شاہی) + دار (رک) : بہترین امت (یعنی مسلمین) کے بادشاہ (کیونکہ دہلی میں مغل بادشاہوں اور دوسرے سلاطین مسلم کے مقبرے ہیں گ
سوتے ہیں اس خاک میں خیرالامم کے تاجدار
(بلاد اسلامیہ ، ب د ، ۱۴۵)

خیرُالقُرُون (۔ ع ع) صفت ، خیر + ال (علامت تعریف یا معرفہ) + قرون (قرن (= تیس سال کا زمانہ) کی جمع) : آں حضرت صلعم کا زمانہ جس میں سارے کلمہ گو بھائی بھائی کی طرح رہتے سہتے تھے گ
نقشۂ خیرالقرون آنکھوں کو دکھلائے کوئی
(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۲۵)

خیر سے (ار) : (طنزیہ) ماشاءاللہ گ
خیر سے گھر بھی ہمارا رشک صد ویرانہ ہے
(ب ا ، ۶۹ ، ۵)

خیرِ مقدم : پیشوائی یا استقبال — یہ اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ۲۲ رفروری کو انجمن حمایت الاسلام لاہور کے سترھویں سالانہ اجلاس میں پڑھی تھی ۔ یہ جلسے ۲۱ / ۲۲ / ۲۳ رفروری کو اسلامیہ کالج لاہور کے وسیع صحن میں منعقد ہوئے تھے ۔ ۲۲ / فروری کا جلسہ خان محمد برکت علی خاں پنشنر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں صوبۂ پنجاب کے لفٹیننٹ گورنر ہز آنر سر میکورتھ ینگ بھی تشریف لائے ، سررشتۂ تعلیم پنجاب کے ڈائرکٹر ڈبلیو بل بھی ان کے ہمرکاب تھے
(خیر مقدم ، ب ا ، ۹۷)

خیر و شر (۔ ف ع) خیر + و (عطف) + شر (= فتنہ وفساد ، برائی)
: حق و باطل گ
دامن دل بن گیا ہو رزم گاہ خیر و شر
(فلسفۂ غم ، ب د ، ۱۵۷)

خیرہ (ف) صفت : تاریک

خیرہ کرنا (۔ ار) : چوندھیا دینا ، جھپکا دینا گ
نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
(طلوع اسلام ، ب د ، ۲۷۴)

خیز (ف) مصدر خاستن (= اٹھنا ، اٹھانا) سے فعل امر ، ترکیبات میں مستعمل ہے اور کلمہ سابق سے مل کر صفت کے معنی دیتا ہے (رک زرخیز)

خَیمہ (ع) مذکر : ڈیرا ، تنبو گ
عجیب خیمہ ہے کہسار کے نہالوں کا
(ابر ، ب د ، ۹۱)

خیمۂ افلاک کا (۔ ع ار) مذکر ، خیمہ + افلاک (رک) + کا (رک) : آسمان جو کہ تنبو کی طرح زمین کے اوپر قائم ہیں (اس حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے جس میں باری تعالیٰ نے (آنحضرت ؐ سے فرمایا کہ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ = اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا)
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
(جواب شکوہ ، ب د ، ۲۰۷)

خیمہ زن (۔ ف) صفت ، خیمہ + زن ، مصدر زدن (= مارنا) سے فعل امر : ڈیرا ڈالنے والا ، ڈیرا ڈالے ہوئے مقیم گ
وادیوں میں ہیں تری کالی گھٹائیں خیمہ زن
(ہمالہ ، ب د ، ۲۲)

خیمہ لگانا (۔ ار) : موجود اور مسلط ہونا گ
لگائے خیمہ تھے واں رنج کے جنود و فتوں
(فلاح قوم ، ب ا ، ۲۷۰)

خیمۂ گردُوں (ع ف) ، مذکر خیمہ + ۂ (علامت اضافت) + گردوں (= آسمان) : آسمان جو کہ تنبو کی طرح سروں پر چھایا ہوا ہے گ
ہے ترے خیمۂ گردوں کی طلائی جھالر
(انسان اور بزم قدرت ، ب د ، ۵۳)

خیمۂ گُل (۔ ف ف) مذکر ، خیمہ + ۂ (علامت اضافت) + گل (رک) : پھول کو خیمے سے تشبیہ دی ہے ۔
(۳ ، ب ج ، ۸)

د

داتا (ار) صفت : دینے والا، سخی کو

تا بشیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

(دعا، ب د، ۲۱۳)

داخل (ع) صفت

: شامل کو

سمجھا ہے کہ ہے راگ عبادات میں داخل

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

داخل ہونا (- ار) : اندر آنا کو

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو

(خضرِ راہ، ب د، ۳۶۵)

داد (ف) مونث : انصاف کو

غضب ہے داد کو سمجھا ہوا ہے تو بیداد

(پرواز، ب ج، ۱۶۳)

:تعریف، شعر کی تعریف (رک دادِ سخن)

دادِ سخن (- ف) مونث، (داد + اضافت + سخن (رک): اشعار کی تعریف۔

دادِ سخن دینا : اچھے شعر پر واہ وا کرنا یا کہنا کو

یوں دادِ سخن مجھکو دیتے ہیں عراق و پارس

(۲، ب ج، ۲۶۷)

دادگر (- ف) صفت، داد + گر (رک گر ۲)

: انصاف کرنے والا (بادشاہ) کو

اس شان کا ملا ہے تجھے دادگر کہیں

(اشکِ خون، ب ا، ۸۹)

دار[۱] (ف) مصدر داشتن (= رکھنا) سے فعل امر، ترکیبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک دست رعشہ دار)

دار[۲] (ف) مونث، سُولی، وہ لکڑی جسے زمین میں میخ کی طرح گاڑ کر مجرم کو اس میں باندھتے تھے اور اس کی جان لیا کرتے تھے۔ اب اس کی جگہ پھانسی دی جاتی ہے۔

دار پر چڑھنا نہ تھا معراج تھا منصور کو

(دیگر، ب ا، ۲۱۱)

دار[۳] (ع) مذکر : گھر

دارالشفا (ع ع ع) مذکر، دار + ال (علامت تعریف یا معرفہ) + شفا (= صحت و تندرستی) : شفا خانہ، ہسپتال کو

دارالشفا حوالیِ بطحا میں چاہیے

(شفاخانۂ حجاز، ب د، ۱۹۸)

دارا (ف) مذکر

: قدیم فارس (ایران) کے ایک مشہور بادشاہ کا نام جسے سکندر رومی نے شکست دی تھی (قب سکندر) کو

دلی کیا جو پرس و دارا نے خام تھا

(بلال[۲]، ب د، ۱۴۱)

: بادشاہ کو

انساں نے سیکڑوں جم و دارا کیے پسند

(ب ا، ۴۷)

دارا و اسکندر (- ف ف) مذکر، دارا (رک) + و (عطفیہ) + اسکندر (روم کے ایک مشہور بادشاہ کا نام جس نے دارا کو شکست دے کر فارس کو فتح کیا تھا) : بڑی شان و شوکت رکھنے والے بادشاہ اور امیر کو

خندہ زن ہوں مسندِ دارا و اسکندر پہ میں

(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۶۵)

دارائی (ف ف) صفت، دارا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت)

بادشاہت کو

پھر جہاں میں ہوس شوکتِ دارائی کر

(ظریفانہ، ب د، ۲۷۹)

دارو (ف) مونث نیز مذکر

: شراب (رک جوش کا دارو) : دوا، علاج کو

دارو ہے ضعیفوں کا لا غالب الا ہو

(محراب گل افغان ۱۲، ض ک، ۱۴۲)

دار و رسن (ف ف ف) مونث، دار (= سُولی) + و (عطف) + رسن (= ریسمان، رسی) : وہ رسی اور سُولی جو حضرت حسین بن منصور حلاج (صوفی) کو اس جرم کی سزا دینے کے موقع پر استعمال کی گئی تھی کہ وہ وحدت وجود کے نشے میں 'انا الحق' کے نعرے لگاتے تھے کو

قصۂ دار و رسن بازیِ طفلانۂ دل

(دل، ب د، ۹۱)

داستان (ف) مونث: سرگزشت، واقعہ، کہانی ؎
اے ہمالہ داستاں اس وقت کی کوئی سنا
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

داستانِ عرب (- ع) مونث: آن حضرتؐ کی یتیمی مراد ہے جس کا ذکر اس نظم کے آغاز میں آیا ہے ؎
داستان عرب سُنا کے مجھے
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۸۹)

داشتہ (ف) مونث: وہ عورت جو بغیر نکاح کے گھر میں ڈال لی جائے (تحقیراً داشتہ سے تشبیہ دی ہے) ؎
ممکن ہے کہ یہ داشتۂ پیرک افرنگ
(جمعیت اقوام، ض ک، ۱۵۶)

داغ (ف) مذکر
: دھبا ؎
صفحۂ ایام سے داغ مداد شب مٹا
(آفتاب صبح، ب د، ۴۸)
: محبت یا عشق کا زخم یا سوز جو دل میں ہوتا ہے مراد عشق رسالتمآبؐ ؎
گرم رکھتا تھا ہمیں سردی مغرب میں جو داغ
(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)
: عیب ؎
داغ جس پر غازۂ رنگ تکلف کا نہ تھا
(ہمالہ، ب د، ۲۳)
: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے دہلی بلکہ کل ہند کے مشہور شاعر داغ کی وفات سے متاثر ہو کر کہی تھی اور اپریل ۱۹۰۵ء کے ماہنامۂ مخزن لاہور میں چھپی تھی۔
نواب مرزا خاں نام، داغ تخلص۔ دہلی میں قلعۂ معلی (شاہی قلعے) کے آخری شاعر تھے۔ ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے چھ برس کے تھے کہ یتیم ہو گئے۔ والدہ نے مرزا فتح الملک ملقب بہ مرزا فخرو ولیعہد بہادر شاہ ثانی سے عقد ثانی کر لیا۔ اس طرح شاہی خاندان میں داغ نے پرورش پائی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان میں وہ حلاوت اور فصاحت پیدا ہو گئی جو انھیں معاصر شاعروں سے ممتاز کرتی ہے۔ ۱۸۵۵ء میں مرزا فخرو کا انتقال ہو گیا۔ ۱۸۵۷ء میں غدر کا ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا اور داغ وطن کو خیرباد کہہ کر ریاست رام پور چلے گئے۔ وہاں سے ۲۵ روپے ماہانہ تنخواہ ملنے لگی جو مصارف کے لیے ناکافی تھی۔ اس لیے جی نہ لگا اور اجمیر شریف کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتی کی درگاہ میں ایک ستون سے لپٹ کر فریادی نظم پڑھی۔ اس وقت داغ کے بھی آنسو جاری تھے اور سامعین بھی رو رہے تھے۔ دوسرے دن اجمیر ہی میں تھے کہ نظام محبوب علی خاں والیِ دکن کی جانب سے طلبی کا پروانہ ملا۔ پندرہ سو روپے تنخواہ مقرر ہوئی۔ خدا کا شکر کیا اور دکن چلے گئے۔ نظام نے بہت قدردانی کی اور آرام سے بسر ہونے لگی۔ ۱۹۰۵ء میں وفات پائی اور چار دیوان اپنی یادگار چھوڑے۔ گلزار داغ، آفتاب داغ، مہتاب داغ اور یادگار داغ۔ حق یہ ہے کہ غزل میں واردات عشق کو سلیس اور شیریں زبان میں اور دلکش اور دلدوز اسلوب بیان میں کہنے والا کوئی شاعر ان کے بعد پیدا نہیں ہو سکا اس لیے اقبال کا یہ مصرع — اٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دل پر تیر کون — شاعرانہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے — اقبال ان کے شاگرد تھے اس لیے ان کا فرض تھا کہ داغ کی رحلت کے بعد ان کا مرثیہ کہیں۔ یہ نظم دراصل داغ کا مرثیہ ہے جس کو پڑھنے سے داغ کے حسب ذیل خصوصیات کلام کا پتا چلتا ہے — واردات عشق کی تصویر کشی، بانکپن، دلکشی اور جاذبیت، شوخی، نہایت شیریں اور دلکش زبان اور دلنشین اسلوب بیان میں مطلب و مضمون کی ادائی، ان خوبیوں کے علاوہ بندش کی چستی، مضمون آفرینی اور استادانہ مہارت ان کے عام خصوصیات ہیں۔

(ب د، ۸۹)
: یہ نظم مخزن (اپریل ۱۹۰۵ء) کے یادگار داغ نمبر میں شائع ہوئی تھی۔ بانگ درا کی ترتیب میں اس کے آخری بند کو دو حصوں میں تقسیم کر کے چار بند کے پانچ

بند بنا دیے گئے ہیں۔ شعر بالکل حذف کر دیے گئے جو باقیاتِ اقبال میں درج ہیں

(ب ا، ۳۴۱)

داغِ جگر (- ف) مذکر: دل کے بیچ کا سیاہ نقطہ، وہ کالا دھبا جو چاند کے درمیان نظر آتا ہے

چمک تارے سے مانگی چاند سے داغِ جگر مانگا

(محبت، ب د، ۱۱۱)

داغِ جستجو (- ف) مذکر، داغ + اضافت + جستجو (رک) : تلاشِ محبوب کا داغ

قلبِ حزیں سے مانگ کے لائی ہے داغِ جستجو

(کوششِ ناتمام، ب ا، ۳۴۹)

داغ روبا خون کے آنسو: داغ نے مرثیہ کہا

داغ رو یا خون کے آنسو جہاں آباد پر

(حقیقت، ب د، ۱۳۴)

داغِ سحاب (- ع) مذکر، داغ + اضافت + سحاب (رک) : بادل کا دھبا، مراد بادل کی تاریکی کے آثار

دامنِ گردوں سے ناپیدا ہوں یہ داغِ سحاب

(نویدِ صبح، ب د، ۲۱۲)

داغِ عشق (- ع) داغ + اضافت + عشق (= والہانہ محبت)

دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغِ عشقِ اہلِ بیت

(برگِ گل، ب ا، ۱۱، ۱۷)

داغِ منتِ خورشید (ف ع ف) مذکر، داغ + اضافت + منت (= احسان) + اضافت + خورشید (= سورج) : سورج کے اس احسان کا داغ کہ وہ تجھے روشنی دیتا ہے

تو سراپا سوز داغِ منتِ خورشید سے

(چاند، ب د، ۹۱)

دام (ف) مذکر: پھندا، جال

عشق کے دام میں پھنس کر یہ رہا ہوتا ہے

(دل، ب د، ۶۲)

دامِ تمنا (- ع) مذکر: آرزو کا جال، خواہشِ نفسانی کا اظہار یا پھندا

مرغِ دل دامِ تمنا سے رہا کیونکر ہوا

(عزلیات، ب د، ۱۰۰)

دامِ تہذیب: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے طنزیہ لہجے میں عربوں کی اس حماقت پر تبصرہ کیا ہے کہ یہ لوگ یورپ کی تہذیب کے جال میں پھنس کر ترکی سے غداری کر بیٹھے جس کے نتیجے آج بھگت رہے ہیں (راقم الحروف کے نزدیک اس وقت بھی اسرائیل کا فتنہ اسی غداری کا نتیجہ ہے)

(ض ک، ۱۵۲)

دامِ سیمینِ تخیل (- ف ف ع) مذکر، دام + اضافت + سیمین (رک) + اضافت + تخیل (رک) : لفظاً خیالات کا وہ جال جو چاندی کے تاروں سے بنا گیا ہو، مراد دلکش

دامِ سیمینِ تخیل ہے مرا آفاق گیر

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۵)

دامان (ف) مذکر: قمیص یا کرتے وغیرہ کا نچلا لٹکا ہوا حصہ، دامن (رک دامانِ نظر)

دامانِ نظر (- ع) دامان + اضافت + نظر (= قوتِ دید آنکھ، نگاہ) : نظر کو وسعت میں دامان سے تشبیہ دی ہے۔

نور سے معمور ہو جاتا ہے دامانِ نظر

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۸)

دامن (ف) مذکر: رک دامان جو اسی کا مزید عکیہ ہے۔ : پہاڑ سے ملی ہوئی زمین

دبلے بیٹھا ہوں دامن کے دشت و صحرا کر

(پہاڑ، ب ا، ۵۲۰)

: سایۂ سرپرستی

ڈھونڈتا پھرتا ہے ظلِ دامنِ حیدر مجھے

(برگِ گل، ب ا، ۲۷۷)

دامن بچانا (ار) : کسی فعل میں ملوث یا آلودہ ہونے سے گریز کرنا، سازش سے بچنا (جو ہندو مسلمانوں کے خلاف کر رہے تھے)

بچا کے دامن بتوں سے اپنا غبارِ راہِ حجاز ہو جا

(پیامِ عشق، ب د، ۱۳۰)

دامنِ تر (- ف، مذکر، دامن + تر (= بھیگا ہوا مراد آلودہ) : گناہوں میں آلودہ دامن، مراد یہ ہے کہ دامن تر میں منھ لپٹنے سے دامن کی تری گناہوں کا راز فاش کر دیتی ہے ؎
رہبر کے محشر میں بیٹھ جاتا ہوں دامن تر میں منھ چھپا کر
(نعت، ب ا، ۳۰۲)

دامنِ دراز (- ف) دامن + دراز (= طویل) : طویل و وسیع دامن والا ؎
دور گل ہے اگر چمن میں تو آدمی دامن دراز ہو جا
(پیام عشق، ب د، ۱۳۰)

دامنِ دل کھینچنا (- ف ار) دامن + اضافت + دل (رک) + کھینچنا (= اپنی طرف گھسیٹنا) دل بلکہ نیز دل کی توجہ اپنی طرف مائل کرنا ؎
دامنِ دل کھینچتی ہے آبشاروں کی صدا
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

دامنِ شام (- ف، مذکر، دامن + اضافت + شام (رک)، چاروں طرف پھیلی ہوئی شام کو دامن سے تشبیہ دی ہے ؎
شراب سرخ سے رنگیں ہوا ہے دامن شام
(گنار راوی، ب د، ۹۴)

دامنِ صد چاک (- ف ف، مذکر، دامن + اضافت + صد (= سو، سیکڑوں) + چاک (= پھٹا ہوا، چیرا ہوا) ایسا دامن جو پارہ پارہ ہو (صبح کے وقت سیکڑوں جگہ سے تاریک چیزوں کے درمیان روشنی کے نشانات ہوتے ہیں جس کو چاک سے استعارہ کیا ہے) ؎
صبح کا دامن صد چاک کفن ہے میرا
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۵)

دامنِ فریاد : فریاد کو دامن سے تشبیہ دی ہے (کیونکہ دل کی حسرت اسی میں چھپی ہوئی یا مضمر ہے) ؎
حسرت دل پہ ہے پردہ دامن فریاد کا
(غزل، ب ا، ۳۷۹)

دامن کش (ف ف) صفت، دامن + کش، مصدر کشیدن (= کھینچنا) سے فعل امر : دامن کو اپنی طرف گھسیٹنے والا، مائل کرنے والا، کھینچ آنے کی دعوت دینے والا ؎
سوئے خلوت گاہِ دل دامن کش انساں ہے تو
(ب د، ۲۲۴)

دامنِ کہسار (- ف، مذکر، دامن (= پہاڑ کی وادی) + اضافت + کہ، کوہ (= پہاڑ) کی تخفیف + سار (= جگہ) : پہاڑی علاقہ، پہاڑ کی تہ میں ہموار زمین ؎
جھونپڑے سے دامن کہسار میں دہقانوں کے
(ابر کہسار، ب د، ۲۲۰)

دامن کھینچنا (- ار) : بچنا، پرہیز کرنا، دور رہنا ؎
کف دریا سے دامن کھینچتا جا
(رباعیات، ب ج، ۸۵)

دامن گیر (- ف) صفت، دامن + گیر (رک) : دامن پکڑنے والی ؎
خطۂ جنت فضا جس کی ہے دامنگیر دل
(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۳)

دامنِ موجِ ہوا (- ع ع) مذکر : دامن + اضافت + موج (= لہر) + ہوا (رک) : ہوا کی لہر جو اس دامن کی طرح حرکت کرتی رہتی ہے جسے مسلسل ہلایا جاتا ہے (موج ہوا کو دامن سے تشبیہ دی ہے) ؎
دامن موج ہوا جس کے لیے رومال ہے
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

دامنِ یوسف : یوسف (رک) کا دامن جس سے متعلق واقعہ ہے کہ جب زلیخا نے حضرت یوسف سے اپنی خواہش کا خلوت میں اظہار کیا اور اصرار کرنے لگی تو یوسف اس جگہ سے بھاگے۔ زلیخا نے دوڑ کر ان کا دامن پکڑا تو وہ پیچھے سے چاک ہو گیا۔ اس کے بعد جب زلیخا نے یوسف پر الزام لگایا تو ان کے بے قصور ہونے میں یہی بات پیش کی گئی کہ اگر یوسف کا دامن آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یقیناً انھوں نے (نعوذ باللہ) اقدام جرم کیا ہے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو وہ بچ کر بھاگے ہیں اور زلیخا قصوروار ہے ؎
یہی کہتا ہے چاک دامن یوسف زلیخا کو
(ب ا، ۳۸۴)

داں (ف) : مصدر دانستن (= جاننا) سے فعل امر : ترکیبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت فاعلی

۱۔ کے معنی دیتا ہے (رک مزاج داں)

دانا[۱] (ف ف) صفت، داں، مصدر دانستن (= جاننا) سے فعلِ امر + ا (لاحقۂ صفتِ فاعلی)
: عقلمند ؎
اتنی نادانی جہاں کے سارے داناؤں میں تھی
(غزلیات، ب د، ۱۳۹)
: جاننے والا ؎
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز
(خضرِ راہ، ب ا، ۲۶۴)

دانائے دیں (- ف ع) صفت : جو دینی کاموں میں دانا اور ذی فہم ہو ؎
اہلِ دنیا ہے کیوں دانائے دیں
(پیر و مرید، ب ج، ۱۴۱)

دانائے سُبُل (- ف ع) صفت، دانا + ے (علامت اضافت) + سُبُل (سبیل = راستہ کی جمع) : تمام راستوں کا جاننے والا، صراطِ مستقیم سے واقف یعنی حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ؎
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
(ا، ب ج، ۲۵)

دانائے کار (- ف ف) صفت، دانا + ے (علامت اضافت) + کار (رک) : کام کے جاننے اور سمجھنے والے، تجربہ کار ؎
اہلِ جنّت تری تعلیم سے دانائے کار
(پانچواں مشیر، ا ح، ۱۰۶)

دانائے نباتات (- ف ع ع) صفت، دانا + ے (علامت اضافت) + نبات (= اگنے والی چیز) + ات (لاحقۂ جمع) : نباتات کا علم رکھنے والا، مراد سائنس داں ؎
بینائے کواکب ہو کہ دانائے نباتات (فب خدا کے حضور میں)
(لینن، ب ج، ۱۰۶)

دانا[۲] : رک دانہ۔
دیتا ہے طویلوں میں تمھیں وقت پہ دانا
(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۹)

دانِش (ف) مؤنث، مصدر دانِشتن (= جاننا) کا حاصل مصدر : علم، جاننے اور سمجھنے کی صلاحیت، عقل، دانائی ؎
متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
(۲، ب ج، ۱۱)

دانشِ بُرہانی (- ع ف) مؤنث، دانش + بُرہان (= منطقی دلیل) + ی (لاحقۂ نسبت) : دلیل سے تعلق رکھنے والی سمجھ، مراد عقل ؎
اک دانشِ نورانی اک دانشِ برہانی
(۱۵، ب ج، ۱۹)

دانشِ حاضر (- ع) مؤنث، دانش + حاضر (= موجودہ) : مغرب کے جدید علوم ؎
تازہ پھر دانشِ حاضر نے کیا سحرِ قدیم
(۳۹، ب ج، ۶۰)

دانشِ نورانی (- ع ف ف) مؤنث، دانش + نور (رک) + ا (لاحقۂ اتصال) + نی (لاحقۂ نسبت) : نور سے تعلق رکھنے والی سمجھ، مراد عشق ؎
اک دانشِ نورانی اک دانشِ برہانی
(۱۵، ب ج، ۱۹)

دانش و فرہنگ (- ف ف) : مراد منطق و فلسفہ دانی ؎
جی سکتے ہیں بے روشنی دانش و فرہنگ
(۵۸، ب ج، ۷۶)

دانہ (ف) مذکر : اناج کا ہر بیج (رک دانہ دانہ کرکے)؛ روش، غذا (رک دانۂ عصفور)

دانہ باشی مرغکانت برچنند
غنچہ باشی کودکانت برکنند

: اگر تو دانہ بن جائے گا (یعنی بالکل افتادگی پیدا کرے گا) تو تجھے چھوٹی چھوٹی چڑیاں چگ جائیں گی اور اگر کلی بن جائے گا (یعنی نزاکت پیدا کرے گا) تو بچے بھی تجھے توڑ لیں گے (قب دانہ پنہاں الخ)
(پیر و مرید، ب ج، ۱۴۰)

دانہ پنہاں کن سراپا دام شو
غنچہ پنہاں کن گیاہ بام شو

: تو دانے کو چھپا لے (یعنی افتادگی اور عجز کو دل میں

پوشیدہ رکھ اور دیکھنے میں) سراپا جال بن جا (تاکہ لوگ ڈریں) اسی طرح 'کلی' کو بھی پوشیدہ کرے اور کوٹھے پر اُگی ہوئی گھاس بن جا (تاکہ ہر کسی کا ہاتھ تجھ تک نہ پہنچ سکے

(پیر و مرید ، ب ج ، ۱۴۱)

دانۂ خرمن نما (ف ف ف) دانہ + ۂ (علامت اضافت) + خرمن (= کھلیان) + نما ، مصدر نمودن (= دکھانا) سے فعل امر: ایسا دانہ جسے دیکھ کر پُورے کھلیان کا اندازہ ہو جائے ، ایسا آئینہ جس میں پُورا منظر نظر آئے (دانے سے شاعر کی ذات اور خرمن سے قوم مراد ہے) ؎

دانۂ خرمن نما ہے شاعرِ معجز بیاں

(صدائے درد ، ب د ، ۴۳)

دانہ دانہ : ایک ایک دانہ کرکے ؎

مَیں اپنی تسبیحِ روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

(زمانہ ، ب ج ، ۱۲۹)

دانہ دانہ کرکے (ار) : جگہ جگہ سے ایک ایک دانہ حاصل کرکے (دانے سے کمال کا استعارہ کیا ہے) ؎

جمع کر خرمن تو پہلے دانہ دانہ کرکے تُو

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۰)

دانۂ دل (ف ف) دانہ + ۂ (علامت اضافت) + دل (رک) : دل کو دانے سے تشبیہ دی ہے ؎

جل گیا مزرعِ ہستی تو اُگا دانۂ دل

(دل ، ب د ، ۶۱)

دانۂ سپند (۔ ف ف) مذکر ، دانہ + سپند (= اسپند ایک قسم کا بیج جو آگ پر ڈالنے سے چٹختا ہے (رک صفت دانۂ اسپند)

دانۂ عصفور (۔ ف ع) مذکر ، دانہ + ۂ (علامت اضافت) + عُصفور (رک) : مراد بلقانیوں کا غلّہ اور رسد وغیرہ ؎

شاہیں گدائے دانۂ عصفور ہو گیا

(محاصرۂ ادرنہ ، ب د ، ۲۱۷)

دانہہائے : دانہ (رک) کی جمع ؎

ریزشِ دانہائے اختر کر

(یتیم کا خطاب ، ب ا ، ۶۱)

داور (ف) مذکر : منصف عادل اور حاکم خدا۔

داورِ محشر (۔ ع) مذکر : قیامت کے دن فیصلے اور انصاف کرنے والا خداوند عالم ؎

کرے گی داورِ محشر کو شرمسار اک روز

(۴۵ ، ب ج ، ۲۵)

دائم (ع) صفت : ہمیشہ ، ہر وقت ، ہمہ دم ؎

تشنۂ دائم ہوں آتش زیرِ پا رکھتا ہوں میں

(عاشقِ ہرجائی ، ب د ، ۱۲۳)

دائیں (ار) ظرف : سیدھے یا اپنے ہاتھ کی جانب ؎

دائیں بائیں گھُورنے سے آنکھ کو کیا کام ہے

(دین و دنیا ، ب ا ، ۹ ۰ م)

دبانا (ار) : (دو) عضووں کے بیچ میں رکھ کر) بھینچنا ، دبوچنا ؎

اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۶)

دبدبہ (ف) مذکر : کر و فر ، رعب داب ، شان و شوکت ؎

کیا دبدبۂ نادر کیا شوکتِ تیموری

(۲۹ ، ب ج ، ۵۲۱)

دبستان (ف ف) مذکر ، دب (= ادب (رک) کی تخفیف) + ستان (لاحقۂ ظرف) : مکتب ، مدرسہ ، تعلیم گاہ ؎

خالی ان سے ہوا دبستاں

(جاوید سے ، ض ک ، ۸۷)

دبکنا (ار) : سمٹ کر یا دب کر چھپ جانا ؎

ڈر کر امید گوشۂ دل میں دبک گئی

(اشکِ خوں ، ب ا ، ۸۳۴)

دُبلی (ار) صفت مونث : کمزور اور لاغر ؎

ہوں جو دبلی تو بیچ کھانا ہے

(ایک گائے اور بکری ، ب د ، ۳۳)

دبنا (ار) : مرعوب ہونا ، ڈرنا اور خوف کرنا ، ہار ماننا ؎

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم

(ترانۂ ملّی ، ب د ، ۱۵۹)

: چھپا ہونا ؎

آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۸)

: کسی چیز کے پیچھے چھپائے جانے کے بعد ختم ہو جانا، مدفون ہونا ہے

دبے اسی میں غم درنج صورتِ بارود

(فلاحِ قوم، ب ا، ۲۸)

دِجلہ (ع، مذکر): ایک دریا جس کے کنارے عراق کا مشہور شہر بغداد آباد ہے۔ جو دورِ عباسیہ میں دارالخلافہ اور بہت ترقی پر تھا ہے

اے موجِ دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو

(ترانۂ مِلّی، ب د، ۱۵۱)

دِجلہ ریزی (ـ ف ف، مونث، دجلہ (= مراد دریا) + ریز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): آنکھوں سے دریا بہانے کی کیفیت ہے

دجلہ ریزی کر رہا ہے دیدۂ پُر خوں مرا

(نالۂ فراق، ب ا، ۲۳۱)

دجلہ و دینوب و نیل (ـ انگ و ع) مذکر، دجلہ (عراق کا مشہور دریا + و (عطف) + دینوب (ڈینیوب کا مفرس جو یورپ کا ایک دریا ہے) + و (عطف) + نیل (مصر کا مشہور دریا) : اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت جبکہ یہ مسجد بنی عثمانی ترکوں کی خاص کر سلیمان اعظم کی حکومت اسپین، عراق، یورپ اور شام تک پھیلی ہوئی تھی ہے

اس کے سمندر کی موج دجلہ و دینوب و نیل

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۶)

دُخان (ع، مذکر: دھنواں ہے

ہے دخان شمع محفل سرمۂ تسخیر آج

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۴۰)

دُختر (ف) مونث: بیٹی، لڑکی

دُختران مادرِ ایام (ـ ف ع) مونث، دختر + ان (لاحقۂ جمع) + اضافت + مادر (رک) + اضافت + ایام (رک): ایام (یعنی گردش زمانہ) سے ماں کا استعارہ کیا ہے اور انقلابات جو پیدا ہوتے ہیں انھیں دختران سے تعبیر کیا ہے ہے

کیسی کیسی دختران مادرِ ایام ہیں

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۰)

دُخترِ خوش خرامِ ابر (ـ ف ف ف) مونث، دختر + خوش خرام (رک) + ابر (رک): بادل کو ایک مستانہ چال چلنے والی لڑکی سے تشبیہ دی ہے ہے

پھرتی ہے وادیوں میں کیا دخترِ خوش خرام ابر

(شاعر، ب د، ۲۱۰)

دُخترِ دوشیزۂ لیل و نہار (ـ ف ع ف ع) دختر + اضافت + دوشیزہ (رک) + ۂ (علامتِ اضافت) + لیل (= رات) + و (عطف) + نہار (= دن): رات اور دن کی اچھوتی اور کنواری بیٹی۔ چونکہ رات اور دن کے ملنے سے صبح پیدا ہوتی ہے اس لیے اس کا لیل و نہار کی دختر سے استعارہ کیا اور لیل و نہار کو والدین فرض کیا ہے ہے

صبح یعنی دخترِ دوشیزۂ لیل و نہار

(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۳)

دَخل (ع) مذکر: رسائی، پہنچ، گزر ہے

بھلا جنت میں واعظ دخل کیا سامان عشرت کا

(ب ا، ۱۸۵)

دَر (ف) مذکر: دروازہ، کواڑ۔

دَربان (ـ ف) صفت، در + بان (= محافظ، نگہبان) ہے

ہوں جو منصور سے دربان در خانۂ دل

(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۴)

درِ خیبر (ـ ع) در + اضافت + خیبر (= اوائل اسلام میں مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر یہودیوں کا ایک محکم قلعہ، جس میں یہودی قلعہ بند تھے اور آنحضرتؐ نے اس کا محاصرہ فرمایا تھا۔ اس قلعے کا محکم دروازہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اکھاڑ کر لشکر اسلام کو اس کے اندر جانے کی راہ نکالی تھی (رک حیدرِ کرار و خیبر) ہے

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے

(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

دُر (ع) مذکر، موتی

دُرافشاں ہونا (ع ف ف ا)، دُر (= موتی) + افشاں، مصدر افشاندن (= جھاڑنا) سے فعل امر + ہونا (رک): موتی بکھیرنا، موتی لٹانا، بارش کے قطرے گرانا جو موتیوں کی مثل ہیں ہے

مجھ کو قدرت نے سکھایا ہے درافشاں ہونا

(ابرِ کوہسار، ب د، ۳۷)

دُرِ تابندہ (- ف) مذکر، دُر + تابندہ، مصدر تابیدن (چمکنا) سے صفت مشتق فاعلی: چمکتا ہوا موتی ۔

اے درِ تابندہ اے پروردۂ آغوشِ موج

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۵)

دُرِ گوشِ عروسِ صبح (ع ف ع ع) مذکر، دُر + اضافت + گوش (= کان) + اضافت + عروس (= دلہن) + اضافت + صبح (سحر کا وقت): صبح جو دلہن کی طرح آراستہ ہے اس کے کان کا گوشوارہ ۔

ہو درِ گوشِ عروسِ صبح وہ گوہر ہے تُو

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۸)

دُرِ مقصد (- ع) مذکر، دُر + اضافت + مقصد (= مراد): مراد کو موتی سے تشبیہ دی ہے ۔

رونے والا ہوں شہیدِ کربلا کے غم میں میں
کیا درِ مقصد نہ دیں گے ساقیِ کوثر مجھے

(برگِ گل، ب د، ۱۷۷)

دُرِ مکنون (- ع) مذکر، دُر + اضافت + مکنون (= مخفی): چھپا ہوا موتی ۔

کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درِ مکنون

(عورت، ض ک، ۹۴)

دُرِ ناب (- ف) مذکر، دُر + اضافت + ناب (= خالص): کھرا موتی ۔

قیمت میں یہ معنی ہے درِ ناب سے دہ چند

(قطعہ، ب ج، ۱۷۰)

درا (ف) گھنٹا، گھڑیال (گھنٹا یا پیتل کا گول لوٹا جو قافلے میں روانگی کے وقت بجایا جاتا ہے ۔

ہاں مگر اک دور سے آتی ہے آوازِ درا

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

درائے کاروانِ خفتہ پا (- ف ف ف ف) مذکر، درا + ے (علامتِ اضافت) + کاروان (درک) + اضافت + خفتہ (درک) + پا (درک): جس قافلے کے پاؤں سو گئے ہیں اس کا گھنٹا، غافل پڑے ہوئے مسلمانوں کے قافلے کا گھنٹا جس کے بجنے کا امکان نہیں ۔

اے درائے کاروانِ خفتہ پا خاموش رہ

(مسلم، ب د، ۱۹۶)

دُرّاج (ف) مذکر: تیتر ۔

پُرسوز اگر ہو نفسِ سینۂ دراج

(معراج، ض ک، ۱۱)

دُرّاج کی پرواز میں شوکتِ شاہین (درک دراج، پرواز اور شاہین) ۱۹۳۱ء کی اس جدوجہد کی جانب اشارہ ہے جو اس وقت کشمیری مسلمان کر رہے تھے اور اس غریب قوم کے نوجوانوں میں شاہین کی سی طاقت اور دھن پیدا ہو گئی تھی (صیاد سے حکمران مراد ہے) ۔

دراج کی پرواز میں ہے شوکتِ شاہین

(ملازادہ ۱۰۵، ارح، ۳۷)

دراز (ف) صفت: طویل، بہت لمبی ۔

شبِ درازِ عدم کا فسانہ ہے دنیا

(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۱۲)

دراز کرنا (ار): پھیلانا ۔

کوئی جو عجز کے دامن یہاں دراز کرے

(ب ا، ۲۴۴)

دربار (ف) مذکر: بادشاہ کے دیوانِ عام یا دیوانِ خاص کے لیے بیٹھنے کی جگہ ۔

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے

(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

دربارِ بہاول پور: یہ ایک قصیدے کی سرخی ہے جو علامہ اقبال نے اپنے مزاج اور اپنی مشق سے بالکل ہٹ کر نومبر ۱۹۰۳ء میں کہا تھا۔ یہ قصیدہ مخزن میں شائع ہوا تھا اور ایڈیٹر نے اس پر یہ نوٹ لکھا تھا: "ماہِ رواں میں چند روز سرزمین بہاول پور نے ایسے دیکھے ہیں جن پر وہ تا دیر ناز کرے گی۔ رعایا ے بہاول پور کی مخلصانہ دعائیں کامیاب ہوئیں، نخلِ تمنا ہرا ہوا اور شاخِ آرزو پھل لائی یعنی حضور پُرنور رکن الدولہ نصرت جنگ مخلص الدولہ حافظ الملک ہز ہائینس نواب محمد بہاول خاں پنجم عباسی کو ہز ایکسیلنسی وائسرائے و گورنر جنرل بہادر کشورِ ہند نے خود اپنے ہاتھوں سے مسندِ سلطنت پر بٹھایا اور زمامِ اختیارات ان کے ہاتھ میں دی۔ اس خوشی کی تقریب میں جو جشن ریاست میں منایا گیا وہ مدتوں یادگار رہے گا۔

زمین بہاول پور ۱۲ نومبر کی شام کو کثرت چراغاں سے رشک آسمان بن رہی تھی اور سارا شہر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ایک سجی ہوئی دلھن۔ ہجوم خلائق ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آبادی کہیں گرد و نواح میں باقی ہی نہیں رہی، سب کھینچ کر بہاول پور میں آ گئی ہے۔ رؤسائے عالی تبار اور راجگان ذیشان کے علاوہ دیگر معزز مہمان جو ہر فرقے اور ہر طبقے کے منتخب لوگوں میں سے تھے اور ملک کے ہر گوشے سے آئے ہوئے تھے زینت تقریب کو دوبالا کر رہے تھے۔ انگریز حکام کی بھی ایک معقول تعداد رونق بخش جلسہ تھی۔ اس مبارک تقریب میں شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے سے ایک قصیدہ کہنے کی فرمائش کی گئی تھی اور انھیں مدعو بھی کیا گیا تھا۔ مگر فرض منصبی سے رخصت نہ ملنے کی وجہ سے وہ جانے سے معذور رہے اور قلت فرصت سے قصیدہ بھی بعد میں مکمل ہوا اس لیے ہم اسے ان ناچیز اوراق کے ذریعے سے بندگان عالی تک پہنچاتے ہیں۔ صاحبان فن دیکھیں گے کہ قصیدے کی زمین کس قدر مشکل تھی مگر اس میں کیسے کیسے شعر طبع خداداد کے زور سے شاعر نے نکالے ہیں اور پرانے اور نئے رنگ کو کس خوبی سے ملایا ہے۔[1] چونکہ اب کے حصۂ نظم پہلے لکھا جا چکا ہے اور ادھر نثر میں چند صفحوں کی گنجائش ہے اور اس قصیدے کا اسی مہینے شائع ہونا موزوں معلوم ہوتا ہے اس لیے نثر کے حصے میں اس قصیدے کو جگہ دیتے ہیں۔ عبدالقادر

(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۸۱)

دربارِ دو عالم را ایں است شہنشاہی: تو دنیا اور عقبیٰ دونوں کے دروازے کھول تو سمجھ لے گا کہ تجھے شہنشاہی حاصل ہو گئی۔ یعنی انسانوں کے تعلقات ملحوظ رکھ کے حق العباد بھی ادا کر اور عقبیٰ کے خیال سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھی رجوع قلب رکھ تو گویا تیری خودی کامل ہے

(محراب گل افغان کے افکار، ۱۴، ض ک، ۱۷۴)

دریا بانِ طلب الخ: ہم جستجو کے صحرا میں ہمیشہ کوشش کرتے ہیں (اور) دریا کی موج کی مثل ہیں (جو مسلسل بڑھتی ہے اور ہر بار کنارے سے سر ٹکرا کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح) ہم بھی اپنی شکست اپنے کندھے پر ہر وقت رکھے ہوئے ہیں۔

(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

درپردہ: کسی چیز کے پردے یا آڑ میں۔ جس شعر میں یہ لفظ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دنیا میں جو تلاطم برپا کرتا ہے اس سے لوگوں کی کاربرآری مقصود ہوتی ہے؎

درپردہ تمام کارسازی

(جاوید سے[2]، ض ک، ۱۹۸)

دُرْج (ع) مذکر: زیور اور جواہرات رکھنے کی ڈبیا ؎

کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درِ مکنون

(عورت، ض ک، ۹۴)

دَرَجَہ (ع) مذکر: حد، حد تک ؎

ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

(اجتہاد، ض ک، ۲۲)

در جہاں مثل چراغ لالۂ صحراستم
نے نصیب محفلے نے قسمت کاشانۂ

: میں دنیا میں جنگل میں کھلے ہوئے لالے کے چراغ کی مثل ہوں جو نہ کسی محفل میں لے جایا جاتا ہے اور نہ کسی گھر کے حصے میں آتا ہے (جنگل میں کھلتا اور وہیں مرجھا کر بکھر جاتا ہے)

(شمع اور شاعر، شاعر، ب د، ۱۸۳)

دَرَخْت (ف) مذکر: پیڑ ؎

مجھے درخت پہ چڑھنا سکھا دیا اس نے

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

درختِ صحرا (ف - ع) مذکر، درخت + صحرا (رک): جنگل کا پیڑ جس کی کوئی دیکھ بھال نہیں کرتا (غریب گھرانے کا فرد ہونے کی طرف اشارہ ہے) ؎

نظر ہے ابر کرم پر درخت صحرا ہوں

(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

درختِ طور (ف - ع) مذکر: رک طور سینا ؎

اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف

(۱۲، ب ج، ۴۰۶)

---

[1] قصیدے میں نیا رنگ کسی مقام پر نہیں۔ کلیتہً قدیم رنگ ہے۔

دُرَخشاں (ف) صفت، مصدر دُرَخشیدن (= چمکنا) سے صفت فاعل: چمکتا ہوا، چمکیلا ؎

صبح خورشیدِ درخشاں کو جو دیکھا میں نے

(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۴)

دُرَخشانی (ف ف) مونّث، دُرَخشاں (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): چمک دمک، آب و تاب ؎

رہی زیرِ سے ستاروں میں وہ درخشانی

(سلطانی، ض ک، ۳۲)

دُرَخشِندہ (ف) صفت، مصدر دُرَخشیدن (= چمکنا) سے حالیۂ تمام۔

دُرَخشِندہ فلزات (ف ع ع) مذکّر، درخشندہ + فلز (کان سے نکلی ہوئی دھات) + ات (لاحقۂ جمع): چمکتے ہوئے سونے چاندی کے سکّے ؎

مغرب کے خداوند درخشندہ فلزات

(لینن، ب ج، ۱۰۷)

دَرخُور (ف) صفت: لائق، قابل ؎

درخورِ بزمِ طرب شمعِ سرِ تربت نہیں

(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۶)

دَرخُورِ محفل (ف ع) درخور + اضافت + محفل (= انجمن): انجمن میں بیٹھنے کے قابل (کیونکہ افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را) ؎

بسکہ میں افسردہ دل ہوں درخورِ محفل نہیں

(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۶۳)

دَرد (ف) مذکّر: تکلیف، ایذا، خلش۔

دردِ اِستفہام (ف ع) درد (میٹھی میٹھی خلش کی لذّت) + اِستفہام (= سوال): ذوقِ جستجو کی خلش ؎

دردِ استفہام سے واقف ترا پہلو نہیں

(آفتابِ صبح، ب د، ۵۰)

درد آشنا (ف ف) صفت، درد + آشنا (رک): درد کے مزے سے واقف، دردِ عشق سے لطف اندوز ہونے والا ؎

اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۴)

درد انجامی (ف ف ف) مونّث، درد + انجام (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): درد اور ناکامی پر خاتمہ ہونے کی صورتِ حال ؎

زندگی الفت کی درد انجامیوں سے ہے مری

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

درد انگیز (ف ف) صفت، درد + انگیز (رک): دل دکھانے والا، دل میں درد پیدا کرنے والا ؎

مرے ٹوٹے ہوئے دل کے یہ درد انگیز نالے ہیں

(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

دردِ پہلو (ف ف) مذکّر، درد + اضافت + پہلو (= مراد دل): عشق ؎

سن اے طلبگارِ دردِ پہلو میں ناز ہوں تو نیاز ہو جا

(پیامِ عشق، ب د، ۱۲۹)

دردِ پیغمبر: دردِ پیغمبر سے آں حضرتؐ کی بیٹی کی طرف اشارہ مطلوب ہے ؎

میری امّت کا شریکِ دردِ پیغمبر نہیں

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۸)

دردِ دل (ف ف) مذکّر، درد + اضافت + دل (رک): ہمدردی کا جذبہ ؎

اس جہاں کی طرح واں بھی دردِ دل ہوتا نہیں

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

٭ مراد عشقِ الٰہی ؎

تمنّا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی

(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

دردِ سر (ف ف) مذکّر: باعثِ رنج و تکلیف ؎

خداوندا خدائی دردِ سر ہے

(رباعیات، ب ج، ۸۸)

دردِ عشق (ف ع) مذکّر، درد (= میٹھی میٹھی خلش) + اضافت + عشق (= والہانہ محبت): وہ مزہ جو عاشق کو محبت میں آتا ہے ؎

اے دردِ عشق ہے گہرِ آب دار تو

(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

٭ یہ بانگِ درا میں ایک نظم کی سرخی ہے جس میں علامہ

نے یہ ظاہر کیا ہے کہ مروّجہ تعلیم نے انسان کو عشقِ حقیقی
سے دُور کر دیا ہے، سب ظاہر پرست ہیں اور اس
تجلّی کی لگن کسی ایک فرد میں بھی نہیں پائی جاتی جس کی تلاش
میں حضرت موسیٰ کوہِ طور پر گئے تھے
(ب د، ۵۰)

دَرد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا: یہ غالب کا پرانا مصرع اقبال
نے تضمین کیا ہے
(موجِ دریا، ب ا، ۳۰۵)

دَردِ لایُطاق (د۔ ع) مذکر، درد + لایُطاق (= جو برداشت
نہ کیا جا سکے) = شدید درد ؎
حکم برداری کے معنے میں ہے دردِ لایطاق
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

دَردِ لیلیٰ بھی وہی۔ جادُو بھی وہی اس بند کے ابتدائی تین
مصرعوں میں "دردِ لیلیٰ" سے محبوب یعنی خدائے تعالیٰ کی
یاد "قیس کے پہلو" سے عاشقانِ الٰہی کا دل۔ "نجد کے
صحراؤں میں رم آہو" سے عاشقانِ الٰہی کی صحرانوردی "عشق"
سے مردِ مومن اور "حُسن کے جادُو" سے اسلام کی دلکشی
مراد ہے ؎
دردِ لیلیٰ بھی وہی قیس کا پہلو بھی وہی
(شکوہ، ب د، ۱۶۷/۱۶۸)

دَردمَند (د۔ ف) صفت، درد + مَند (= والا) = درد
رکھنے والا، جو تکلیف میں مبتلا ہو ؎
دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا
(بچے کی دعا، ب د، ۳۴)

دَردمَندان (د۔ ف ف) درد + مَند (رک دردمند) + ان
(لاحقۂ جمع) ؎
دردمندانِ جہاں کا نالۂ شبگیر کیا
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

دَردمَندی (د۔ ف) مونث، دردمند (رک) کا اسمِ کیفیت
؎
ہم اپنی دردمندی کا فسانہ
(غزلیات، ب د، ۹۹)

دَردِ نہاں (ف ف) درد + اضافت + نہاں (= پوشیدہ)
= وہ تکلیف اور اذیت جو دل کو ہے ؎
معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا
(ترانۂ ہندی، ب د، ۸۳)

دُرد (ف) مونث، تلچھٹ، گاد، مراد پست اور گندہ
(خیال) ؎
مَی تو ہیں مگر دُردِ خیال ہمہ دانی
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

دَرس (ع) مذکر، سبق ؎
ہر لحظہ ذکر و فکر میں درسِ بقا ہے آج
(معراج، ب ا، ۲۲۴)

دَرس گاہ (ع ف) مونث، درس (= سبق) + گاہ
(= جگہ) = مدرسہ، تعلیم کی جگہ ؎
یہ درس گاہ یہ محفل یہ شان یہ تعمیر
(خیر مقدم، ب ا، ۱۰۰)

دَرشَن (ہ) مذکر = دیدار، زیارت ؎
پہلو کو پھیر ڈالیں درشن ہو عام اس کا
(نیا شوالا، ب ا، ۳۴۰)

درشن عام ہونا = مراد سب ہندو مسلم ایک دُوسرے کی
محبت پر اتنا اعتماد رکھتے ہوں جیسے ہر ایک اپنی آنکھوں سے دُوسرے
کا دل دیکھ رہا ہے — یا یہ کہ جس دیوتا (اتحاد) کا "اُوپر
ذکر کیا ہے اس کے دیدار اور زیارت سے ہر ایک
مستفیض ہو ؎
پہلو کو پھیر ڈالیں درشن ہو عام اس کا
(نیا شوالا، ب ا، ۳۴۰)

درغمِ دیگر بسوز و دیگران را ہم بسوز
گفتمت روشن حدیثے گر توانی دار گوش
= فکرِ ملت کی آگ اپنے دل میں بھی جلا دے اور دُوسروں
کے دل میں بھی بھڑکا دے۔ میں یہ ایک روشن بات تجھ
سے کہہ رہا ہوں اگر ہو سکے تو اسے سن اور یاد رکھ
(شمع اور شاعر، شمع، ۱۸۹)

دَرکنار (ف ف) کلمۂ استثنا = علیحدہ، جدا، ایک طرف
(اس کا) کیا ذکر ؎

جاناں تو درکنار اگر قتل ہوں وہاں

(ب ا، ۸۳)

دَرْگاہ (ف) مونث: چوکھٹ، آستانہ، دربار ؎

عطا مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۹۷)

دَرگُزَر (ف) مونث: معافی، چھوٹ ؎

اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر

(جہاد، ض ک، ۲۹۰)

: (فعل) نظر انداز کر دے، اعتبار نہ کر ؎

فرد فال محمود سے درگزر

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۳۸)

دَرگَہ: درگاہ (رک) کی تخفیف ؎

میرا نشیمن نہیں درگہ میر و وزیر

(دعا، ب ج، ۹۱)

دِرَم (ف) مذکر: دو ماشے اور ڈیڑھ رتی وزن کا ایک چھوٹا سا سکہ (ادبیات میں داغ کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں) ؎

خانۂ دل دے دیا ہے داغ الفت کے عوض
رہن جس نے اک درم پر آج یہ گھر رکھ دیا

(ب ا، ۳۸۲)

دَرمان (ف) مذکر: علاج ؎

پھرا کرتے نہیں مجروح الفت فکر درماں میں

(تصویرِ درد، ب د، ۴۷)

دَرْماندہ (ف): تھکا ہوا، پستی میں پڑا ہوا (کارواں)، مراد دورِ حاضر کے مسلمان جو بہت پس افتادہ اور درماندہ ہیں ؎

نیر ظلمت شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۳۲)

در محفلے کہ یاراں شرب مدام کردند
چوں نوبتے بما شد آتش بجام کردند

: جس انجمن میں (اگلے) دوستوں نے ہمیشہ (مل جل کر) جام پیے اس میں جب ہماری باری آئی تو جام میں (شراب کی بجائے) آگ ڈال دی گئی (فرقہ وارانہ اشتعال کی طرف اشارہ ہے)

(ب ا، ۳۰۰)

درمعرکہ بے سوز تو ذوقے نتواں یافت
اے بندۂ مومن تو کجائی تو کجائی

: معرکۂ جہد و جہاد میں تیرے سوز دروں یا جذبۂ باطنی کے بغیر (مجاہدوں میں) ذوق و شوق نہیں پیدا ہو سکتا اے مومن بندے تو کہاں ہے تو کہاں ہے (مراد یہ ہے کہ خدا کرے کوئی بندہ مومن پیدا ہو جائے) ؎

(محراب گل افغان، ۱۶، ض ک، ۱۷۵)

دَرمِیاں (ف) مذکر: بیچ، وسط، مابین، اندر ؎

تو جواں ہے گردش شام و سحر کے درمیاں

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

درنہ ... مذکر: درنہ (رک) کی تخفیف، قلعے کا نام ؎

لشکری حصار درنہ میں محصور ہو گیا

(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۶)

دَرِندوں: درندہ (= پھاڑ کھانے والا جانور) کی جمع، یہاں مغربی تہذیب مراد ہے جو شعار مسلم کے حق میں درندے کا حکم رکھتی ہے ؎

تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا

(بڈھے بلوچ کی نصیحت، ا ح، ۱۶)

دَرْوازہ (ف) مذکر: گھر اور کمرے وغیرہ میں داخلے کا مقررہ راستہ جس میں عموماً کواڑ ہوتے ہیں ؎

کھلے ہوئے دروازوں پہ باریک ہیں پردے

(ایک مکالمہ اور بھی، ب د، ۲۹)

دَرَد/دِرَوَد (ف) مذکر، مصدر درودن (= فصل وغیرہ کاٹنا) کا حاصل مصدر (درود کے لیے دیکھیے درود فصل انجم) ؎

دوپہر کی آگ میں وقت درود دہقاں پر

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۵)

دِرَوِدِ فصلِ انجم (- - ع ع) درود + اضافت + فصل (= کھیت وغیرہ کی پیداوار) + اضافت + انجم (رک) بستہ روں

؎ درودن (رک درود) سے ماضی مطلق

کی فصل کی کٹائی (ستارے دانے سے مشابہ ہوتے ہیں اس لیے انھیں فصل سے تشبیہ دی ہے) ہے
پا چکا فرصت دِرَود فصلِ انجم سے سپہر
(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۳)

دُرُود (ف) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آلِ پاک کے لیے طلبِ رحمت کے مقرر کلمات جو یہ ہیں —
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّد — ہے
ہے تب و تابِ درُوں میری صلوٰت اور دُرُود
(مسجد قوت الاسلام، ض ک، ۱۰۵)

دَرُوغِ مَصْلَحَت آمیز (ف ع ف) مذکر، دروغ (= جھوٹ) + مَصلَحَت (= بہتری، بھلائی جو دانائی پر مبنی ہو) + آمیز، مصدر آمیختن (= ملنا ملانا، مخلوط ہونا یا کرنا) سے فعلِ امر: وہ جھوٹ جس میں کوئی بھلائی مضمر ہو، کسی حکمت پر مبنی خلافِ واقعہ بات ہے
اور وہ حیرت دروغِ مصلحت آمیز پر
(عہدِ طفلی، ب د، ۲۵)

دَرُون (ف) ظرف: اندر، باطن، دل
ترا اے قیس کیونکر ہو گیا سوزِ درُوں ٹھنڈا
(تضمین بر شعرِ انیسی، ب د، ۱۵۴)

دَرُونِ سِینَہ (ف ف) ظرف، دَرُون + اضافت + سینہ (= ہنسلی کے نیچے سامنے کا حصہ جو پسلیوں سے ڈھکا ہوتا ہے) مراد دل کے اندر ہے
پنہاں درونِ سینہ کہیں راز ہو ترا
(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

دَرْوِیش (ف) مذکر: فقیر ہے
با لوچی درویش ہوں میں ہو چکا آٹا مرا
(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۰)

دَرْوِیشِ خُدامَسْت (ف ف ف) مذکر، درویش + اضافت + خدا (رک) + مَسْت (رک): خدا کی محبت میں مست رہنے والا فقیر ہے
درویشِ خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی
(۱۶، ب ج، ۲۱)

دَرْوِیش خُو (ف ف) صفت، درویش + خُو (رک): فقیرانہ عادات رکھنے والا ہے
مردِ میداں گاندھی درویش خو
(ب ا، ۴۶۷)

دَرْوِیشی: درویش (رک) کا اسمِ کیفیت ہے
امین راز ہے مردانِ حُر کی درویشی
(۶، ب ج، ۲۹)

دِرْہَم (ع) مذکر: رک: درم جو اسی کی تخفیف ہے۔
اس رہ زن کے پاس تھے درہم کئی ہزار
(صدیقؓ، ب د، ۲۳۴)

دَرْیا (ف) مذکر
: سمندر، ندی
: ذاتِ الٰہی جس کے مقابل انسان کا قطرے سے استعارہ کیا جاتا ہے ہے
ہم بغل دریا سے ہے اے قطرۂ بیتاب تو
(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۱۴)

دَرْیا بار (ف ف) صفت، دریا + بار (رک بار ۴) = دریا کے دریا برسانے والا ہے
مزرعِ ذرخیز میں تم ابرِ دریا بار ہو
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۷)

دَرْیا سے مِثْلِ مَوج اُبھرنا اور دَرْیا کے سِینے میں اُتَرنا: مراد ہے کائنات کی حقیقت پر غور اور فطرت کا نگاہِ عمیق سے مطالعہ کرنا ہے
کبھی دریا سے مثلِ موج ابھر کر
(رباعیات، ۲۶، ا ح، ۳۳)

دَرْیا طَلَب (ف ع) صفت: دریا + طلب (رک): دریا کا خواہشمند، حسنِ مطلق کا طلبگار
(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۴)

دَرْیا کی آزادی (ف ا ف) دریا + کی (رک) + آزادی (رک): دریا کا بے روک ٹوک آزادانہ طور پر بہنا ہے
چشمۂ کہسار میں دریا کی آزادی میں حسن
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

دَرْیا میں طُوفان: استعارۃً دل میں جذبۂ جہاد ہے
ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے

(رباعیات، ۲، ۱ ح، ۳۲۶)

دریاے بے پایانِ حُسن (ف ف ع) مذکر، دریا + ے (علامتِ اضافت) + بے پایاں (رک) + اضافت + حُسن (= جلوۂ قدرت): خدا کی تجلیوں کا اتھاہ سمندر ؎

محفلِ قدرت ہے اک دریاے بے پایانِ حسن

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

دریاے خاموشی (ف ف) مذکر، دریا (= سمندر) + ے (علامتِ اضافت) + خاموشی (رک): موجودہ خاموشی جو کہ سمندر کی طرح اتھاہ ہے، بے انتہا سکوت اور سناٹا (جو اکثر رات کے وقت ہوتا ہے) ؎

غوطہ زن دریاے خاموشی میں ہے موجِ ہوا

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

دریاے نیکر (- ف ج) مذکر، دریا + ے (علامتِ اضافت) + نیکر : جرمنی کے ایک دریا کا نام (جو وہاں کے شہر ہائیڈل برگ کے کنارے واقع ہے۔ اور شہر کی مشہور یونیورسٹی کے کتب خانے میں پانچ لاکھ سے زیادہ کتابیں ہیں) ؎

(ایک شام، ب د، ۱۲۸)

دریائی (ف ف) صفت، دریا + ئی (لاحقۂ نسبت): دریا میں اپنا کام کرنے والا، دریا کا ؎

کہ ہم قزاق ہیں دونوں تو میدانی میں دریائی

(ایک بحری قزاق اور سکندر، ض ک، ۱۵۵)

دریدہ (ف) صفت، مصدر دریدن (= پھٹنا) سے حالیہ تمام: پھٹا ہوا، چاک چاک ؎

آے دامنِ دریدۂ پیراہنِ حیات

(اشکِ خوں، ب ا، ۲۷۳)

دریغ آمدم زاں ہمہ بوستاں
تہی دست رفتن سوے دوستاں[1]

: ان باغوں (یعنی ہسپانیہ و فلسطین وغیرہ) سے دوستوں کے پاس خالی واپس آنا مجھے برا معلوم ہوا اور پسند نہ آیا (اس سے یہ نظم بطور تحفہ احباب کے لیے لایا ہوں۔ یہ نظم اقبال نے مدینۂ منورہ کے تصور میں کہی ہے جیسا کہ اس کے اکثر اشعار سے ظاہر ہے)

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۱)

دریں حسرت سرا عمریست افسونِ جرس دارم
ز فیضِ دل طپیدن ہا خروشِ بے نفس دارم

اس دنیا میں جو کہ حسرتوں کا گھر ہے میں ایک مدت سے گھنٹے کی سی کیفیت رکھتا ہوں کیونکہ دل کے تڑپنے کی آوازوں سے مسلسل شور و غل مچا رہا ہوں

(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

دریوزہ (ف) مذکر: مراد بھیک ؎

آسماں دریوزۂ ظلمت کو نکلا دیکھنا

(ماہِ نو، ب ا، ۳۱۱)

دریوزہ گر (- ف) صفت، دریوزہ + گر (لاحقۂ صفت): بھیک مانگنے والا) ؎

دریوزہ گرِ آتشِ بیگانہ نہیں ہیں

(پروانہ اور جگنو، ب ج، ۱۱۵)

دریوزہ گری (- ف ف) مؤنث، دریوزہ + گر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): بھیک مانگنے کا عمل ؎

کب تلک طور پہ دریوزہ گری مثلِ کلیم

(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

دریوزۂ خلافت: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے، جس کے معنی ہیں "خلافت کی بھیک،" لیکن جب تک اس کا پس منظر پیشِ نظر نہ ہو نہ سرخی واضح ہو سکتی ہے نہ اس کا مفہوم و مصداق۔

صورتِ واقعہ یہ ہے کہ پہلی جنگِ عظیم (سن ۱۹۱۴ تا ۱۹۱۸ء) میں ترکوں کو عربوں کی غداری کی بدولت جب شکست فاش نصیب ہوئی اور مسلمانانِ عالم کے سب سے بڑے دشمن یعنی انگریز کی دلی تمنا پوری ہو گئی تو انگلستان کے وزیر اعظم نے فاتحِ فلسطین جنرل کے سینے پر "ہلال پر صلیب کی فتح" کا تمغا لگایا اور کہا کہ سلطان صلاح الدین نے ہمیں جو شکست دی تھی، موجودہ فتح اس کا انتقام ہے۔ اس اقدام

[1] یہ سعدی کا شعر ہے جو اقبال نے اپنی نظم کے عنوان میں لکھا ہے۔

سے مسلمانوں میں اشتعال پھیلا۔ پھر اس جنگ میں انگریزوں نے مسلمانانِ ہند سے جو وعدے کیے تھے ان میں سب سے اہم یہ تھا کہ فتح کے بعد ترکی کے حصے بخرے نہیں کیے جائیں گے، اس کے برخلاف ۱۹۱۹ء میں انھوں نے ترکی کے خاتمے کا فیصلہ کر لیا۔ اس خبر سے کہ حکومت ترکی (یعنی خلافت اسلامیہ) کا اب وجود ہی باقی نہ رہے گا پورے اقصائے ہند کے مسلمانوں میں غم و غصّہ کی شدید لہر دوڑ گئی۔ ہندو لیڈر یعنی گاندھی جی نے جب یہ دیکھا تو وہ بھی مسلمانوں کے ہم آہنگ ہو گئے اور بڑے جوش و خروش سے تمام مقامات پر خلافت کمیٹیاں قائم ہو گئیں جن کے زیرِ اہتمام عظیم الشان جلسے منعقد ہونے اور جلوس نکالے جانے لگے۔ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی (علی برادران) اس تحریک کے ارکان اعظم قرار پائے۔ دسمبر ۱۹۱۹ء میں بمقام امرتسر خلافت کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ اور اس میں طے پایا کہ جنوری ۱۹۲۰ء میں ایک وفد انگلستان بھیجا جائے اور وہ حکومت برطانیہ پر زور دے کہ "خلافت" کا خاتمہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ یہ وفد گیا اور آٹھ مہینے انگلستان میں مقیم رہا۔ جس پر ایک رقم خطیر خرچ بھی ہوئی مگر نتیجہ ناکامی کے سوا کچھ نہ نکلا۔ علامۂ اقبال نے پہلے ہی محسوس کر لیا تھا کہ حکومت برطانیہ جو زوالِ خلافت کی آرزومند اور مسلمانوں کی سخت ترین دشمن ہے کبھی اس مطالبے کا مثبت جواب نہیں دے گی۔ چنانچہ اپنے اس نظریے کا اظہار کرنے کے لیے انھوں نے یہ نظم کہی

(ب د، ۲۵۴)

دُزدِیدہ نگاہی (ف ف ف) مونث، دُزدِیدہ، مصدر دزدیدن (= چرانا) سے حالیۂ تمام: گوشۂ چشم سے کسی کو دیکھنا، بار بار کنکھیوں سے دیکھنا (جو محبت کی علامت ہے) ؎

تجھ کو دزدیدہ نگاہی یہ سکھا دی کس نے

(... کی گود میں بلّی دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)

دَست (ف) مذکر: ہاتھ، ؏

ہے دلبری دستِ اربابِ سیاست کا عصا

(سیّد کی لوحِ تربت، ب د، ۵۳)

دَست آموز (- ف) صفت، دست + آموز (رک): ہلایا ہوا، پالتو ؎

چمن کا میرے دست آموز اک مرغِ غزل خواں تھا

(گلِ خزاں دیدہ، ب ا، ۵۱۳۱)

دَست بُرد / دَستبُرد (- ف) مونث، دست + بُرد، مصدر بُردن (= لے جانا) سے فعل ماضی (= حالیۂ تمام): لوٹ مار ؎

اماں کبھی نہ ملی دست برد دوراں سے

(ب ا، ۵۳۴)

: تفوّذ ؏

آزاد دستبردِ بقا و فنا ہوں میں

(شمع، ب ا، ۲۹۸)

دَست پَروَرد (- ف) صفت، دست + پرورد، مصدر پروردن (= پالنا) سے فعل ماضی مطلق: ہاتھ کا پالا ہوا، کنایۃً جس نے رقمیں اور نذرانے لیے ہوں ؏

دست پرورد ترے ملک کے اخبار بھی ہیں

(نصیحت، ب د، ۱۷۶)

دَستِ جَفا جُو (- ع ف) مذکر، دست + جفا (= ظلم) + جُو، مصدر جُستن (= ڈھونڈھنا) سے فعل امر: ظالم گلچیں کا ہاتھ ؏

آہ یہ دستِ جفا جُو اے گلِ رنگیں نہیں

(گلِ رنگیں، ب د، ۲۴)

دَست دَرازی (- ف ف) مونث، دست + دراز (= لمبا، حد سے بڑھا ہوا) + ی (لاحقۂ کیفیت): بیباکی، زیادتی، ظلم ؏

کی ذرا دست درازی جو ہوا نے مجھ پر

(ابرِ کہسار، ب ا، ۵۶ ۲۸)

دَستِ دَولَت آفریں (- ع ف) مذکر، دست + اضافت + دولت + آفریں (رک): کمائی کرنے والا ہاتھ، مزدور ؏

دستِ دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۲)

دستِ رَعشَہ دار (- ع ف) مذکر، دست + اضافت + رَعشَہ (= تھرتھری، کپکپی) + دار (رک): سورج کو

دستِ رعشہ دار سے تشبیہ دی ہے کیونکہ جب شام کے وقت اُسے دیکھیں تو لرزتا ہوا نظر آتا ہے ؎

لیے ہے پیرِ فلک دستِ رعشہ دار میں جام

(کنارِ راوی، ب د، ۹۴)

دستِ فطرت کا گریبانوں کو چاک کرنا : فطری طور پر کسی بات کا جنون اور سودا دماغ میں سمانا، مراد نسلی جغرافیائی اور طبقاتی قسم کے تعصبات کا پیدا ہونا ؎

دستِ فطرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو چاک

(ابلیس، ا ح، ۱۱)

دستِ قدرت (- ع) مذکر، دست + اضافت + قدرت (= طاقت اور اقتدار) : اللہ کی طاقت اور اقتدار ؎

دستِ قدرت نے بنایا ہے عناصر کے لیے

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

دستکار (- ف) صفت، دست + کار (رک) : صنعتی کام کرنے والا، ہاتھ کا کاریگر ؎

پرانے جھونپڑوں میں ہے ٹھکانا دستکاروں کا

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

دستِ کرم کشادہ کرے (- ع ف ار)، دست + اضافت + کرم (= مہربانی، بخشش) + کشادہ، مصدر کشادن (= کھولنا) سے حالیہ تمام + کرے، مصدر کرنا سے فعل مضارع : بخشش کا ہاتھ کھول دے، مہربانی پر مائل ہو ؎

کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے

(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

دستِ گل چیں (- ف ف) مذکر، دست + اضافت + گل (= پھول) + چیں، مصدر چیدن (= چننا) سے فعل امر : پھول توڑنے والے کا ہاتھ ؎

دستِ گل چیں کی جھٹک میں نے نہیں دیکھی کبھی

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

دستِ موسیٰ (- ع) مذکر، دست + اضافت + موسیٰ (= بنی اسرائیل کے مشہور نبی جن پر توریت نازل ہوئی تھی) : حضرت موسیٰ کی ہتھیلی جو بغل میں ڈال کر نکالی جانے کے بعد شمع کی مثل روشنی دیتی تھی۔ یہ ان کا معجزہ تھا جسے یدِ بیضا (= روشن ہاتھ، سفید ہاتھ) کہتے ہیں ؎

گر خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰ پر

(بلال، ب د، ۸۱)

دست و پائے قوم (- ف ف ع) مذکر، دست + و (عطف) + پا (= پاؤں) + ے (علامت اضافت) + قوم (رک) : قوم یا جماعت کا ہاتھ پاؤں یعنی وہ افراد جن کے بل پر جماعتی کام سرانجام پاتا ہے ؎

منزلِ صنعت کے رہ پیما ہیں دست و پائے قوم

(شاعر، ب د، ۶۱)

دستِ وحشت (- ع) مذکر، دست + اضافت + وحشت (= جنونِ عشق) : جنونِ شوق کا ہاتھ یعنی شوق کی دیوانگی ؎

کھول دے گا دستِ وحشت عقدۂ تقدیر کو

(نالۂ فراق، ب د، ۷۸)

دست ہر نا اہل بیمارت کند

سوئے مادر آ کہ تیمارت کند

: ہر نا اہل طبیعت کا ہاتھ (یعنی علاج) تجھے مزید بیمار کر دے گا اس لیے اپنی ماں کے پاس آ تا کہ وہ، تیرا علاج صحیح طریقے پر کر سکے (مراد یہ ہے کہ اطمینانِ قلب فقط پڑھنے لکھنے سے نہیں بلکہ عشقِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی سے حاصل ہو سکتا ہے

(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۵)

دستار (ف) مونث : پگڑی، صافا، سر سے باندھنے کا دوپٹا ؎

کوئی دستار میں رکھ لے کوئی زیبِ گلو کر لے

(پھول، ب د، ۲۵۰)

دستارِ فضیلت (ف ع) مونث، دستار (= پگڑی، عمامہ) + اضافت + فضیلت (= بزرگی) : وہ پگڑی جو کسی کی فضیلت تسلیم کرنے کے لیے اس کے سر پر باندھی جائے جس کا قدیم الایام میں عام دستور تھا ؎

برف نے باندھی ہے دستارِ فضیلت تیرے سر

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

دستاویز (ف ف) صفت، دست (رک) + آویز، مصدر آویختن (= لٹکنا) سے فعل امر: ہاتھ میں لٹکا ہوا، قبضے میں (یہاں دستاویز سند کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بنابریں اس سے پہلے کا لفظ "کی" نہیں بلکہ "کے" پڑھنا چاہیے) ؎

ہے خون دل شیراں ہے جس فقر کے دستاویز

دستور¹ (ف) مذکر

۱: طریقہ، اصول، ڈھنگ، رسم ؎

تو طلب خو ہے تو میرا بھی یہی دستور ہے

(چاند، ب د، ۷۹)

۲: قانون (یہ اس وقت کا شعر ہے جب ۱۹۳۵ء میں اہل ہند کو صوبہ وار داخلی آزادی ملی تھی) ؎

دستور نیا اور نئے دور کا آغاز

(خوشامد، ض ک، ۱۳۸)

۳: رواج ؎

قید دستور سے بالا ہے مگر دل میرا

(جواب شکوہ، ب ا، ۲۶۶)

دسمبر (انگ) مذکر: شمسی سال کا بارھواں مہینہ جو اکتیس دن کا ہوتا ہے اور اس میں سخت سردی پڑتی ہے ؎

بیچتے ہیں برف کی قلفی دسمبر میں جو عرس

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۲)

دشت (ف) مذکر: جنگل، صحرا ؎

یہ چاند یہ دشت و در یہ کہسار

(تنہائی، ب د، ۱۲۹)

دشت پیما (- ف) صفت، دشت + پیما (رک): راستے طے کرنے والا، مسافر ؎

خوف جاں رکھتا نہیں کچھ دشت پیمائے حجاز

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۴۱)

دشت پیمائی (- ف ف) مونث، دشت + پیما (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت): جنگل طے کرنا، مراد جد و جہد ؎

سکھا رہا ہے رہ و رسم دشت پیمائی

(نگاہ شوق، ض ک، ۱۱۰)

دشت غربت (ف ع) مذکر، دشت + اضافت + غربت (= مسافرت): مسافرت کا جنگل (اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ بنی نوع انسان سے محبت کرنے والے کا کوئی وطن نہیں اور ہر جگہ وطن ہے) ؎

بیابان محبت دشت غربت بھی وطن بھی ہے

(تصویر درد، ب د، ۷۵)

دشت و در (- ف ف) دشت + و (عطف) + در (= بیابان): جنگل اور بیابان ؎

یہ چاند یہ دشت و در یہ کہسار

(تنہائی، ب د، ۱۲۹)

دشت عرب چھڑایا (- ع ا): دشت + اضافت + عرب + چھڑایا (= جدا کیا): چونکہ عرب کا بیشتر حصہ ریگستان ہے اور خصوصیت کے ساتھ حجاز کی ریت بیشتر سرخ رنگ ہوتی ہے — اور شاعر کو یہ بھی معلوم ہے کہ قدیم الایام میں شیشے کی گھڑی اہل عرب استعمال کرتے تھے — اس کے علاوہ یہ کہ اسے حجاز و عرب سے خاص عقیدت ہے اس لیے اسے شیشۂ ساعت میں ریگ سرخ دیکھ کر اپنی محبوب سرزمین یاد آگئی اور یہ فقرہ کہنے پر مجبور کر دیا ؎

کس فتنہ خو نے تجھ سے دشت عرب چھڑایا

(شیشۂ ساعت کی ریگ، ب ا، ۱۷۸)

دشمن (ف) صفت: بغض، عداوت، کینہ یا کپٹ رکھنے والا، مخالف، حریف، عدو ؎

شمشاد گل کا تیری گل یاسمن کا دشمن

(ایک آرزو، ب ا، ۳۰)

دشمن شب فراق الخ: ان الفاظ سے غزل کے جو تین شعر شروع ہوئے ہیں وہ "روزگار فقیر" حصہ دوم سے لیے گئے ہیں اور باقیات میں درج ہیں۔

(ب ا، ۲۹۷)

دشمن کہیں بیمار نہ ہو جائیں: یہ دوستوں اور عزیزوں سے گفتگو کا اسلوب بیان ہے۔ جب یہ کہنا ہو کہ آپ بیمار نہ ہو جائیں تو بدشگونی کے خیال سے اس جگہ "آپ" نہیں

---

¹ عربی میں دستور معرب ہے۔

کہتے ۔ بلکہ "آپ کے دشمن" کہتے ہیں اور مراد "آپ" سے ہوتی ہے

ڈرتا ہوں کہ دشمن کہیں بیمار نہ ہو جائیں

(ایک مکڑا اور مکھی، ب ا، ۵۵۶)

دُشنام (ف) مونث : گالی

یہ وہ تلخی ہے کہ مثلِ تلخیِ دشنام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۷)

دُشنَہ (ف) مذکر : کٹاری، خنجر

ہم سفر میرے شکارِ دشنۂ رہزن ہوئے

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۶۱)

دُشوار (ف) صفت : مشکل

جہانبانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۸)

دُعا (ع) مونث : وہ التجا جو خدائے تعالیٰ سے کی جائے، پروردگارِ عالم سے مانگنے کا عمل (رک دعا کرنا) : وہ ماثور کلمات جو کسی کام کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے لیے قرآن پاک میں آئے یا رسول یا امام یا ولی نے بتائے ہیں

ہاں اے شافعِ محشر وہ دعا کون سی ہے

(فریادِ امت، ب ا، ۱۶۱)

: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے ۔ یہ نظم اقبال نے اس زمانے میں کہی تھی جب ایران اور ترک مصائب میں مبتلا تھے اور دنیا کے دیگر مسلم ممالک نصاریٰ سے ساز باز کر رہے تھے ۔ اقبال کا دل اس افراتفری اور برادر کشی کو دیکھ کر خون کے آنسو بہا رہا تھا ۔ جب ان کا اضطراب حد سے بڑھ گیا اور اصلاحِ حال کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو انھوں نے بے چین ہو کر یہ دعا مانگی

(ب د، ۲۱۲)

: یہ بالِ جبریل میں علامہ کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے اسپین کی مسجدِ قرطبہ (رک) میں بیٹھ کر کہی تھی یہ دعا تمہید سے لے کر آخر تک ایمائی انداز سے بھرپور ہے

ے گلے بندھے فقرے جو روایت میں منقول ہیں ۔

(ب ج، ۹۱)

دُعا بن کے (- ار) : مصدر بننا (= ہونا، صورت اختیار کرنا) سے فعل معطوف : دعا کی صورت میں، دعا کے پیرایے میں

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری

(بچے کی دعا، ب د، ۳۴)

دُعا کرنا (- ار) : اللہ تعالیٰ سے (دل ہی دل میں یا زبان سے) کچھ مانگنا

دعا یہ کر کہ خداوندِ آسمان و زمین

(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

دُعا لینا (ار) : کسی کو خوش کر کے یا اس کی مدد کر کے اس کی نیک دعاؤں کا مستحق بننا

میں بے زبان ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے

(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۸)

دُعائے طِفلکِ گفتار آزما (ع ف ف ف) ، دعا (رک) + ئے (علامت اضافت) + طفلک (رک) + گفتار (رک) + آزما (رک) : جو ننھا سا بچہ بولنے کی کوشش کر رہا ہو اس کی دعا (جو ادھورے بولوں کی شکل میں ہوتی ہے) ، یہ مشبہ بہ ہے شکستہ گیت (رک) کا

دعائے طفلکِ گفتار آزما کی مثال

(فراق، ب د، ۱۳۱)

دُعائیں دینا : احسان ماننا

مری جفا طلبی کو دعائیں دیتا ہے

(۴، ب ج، ۸)

دَعوَت (ع) مونث : طلبی، بلاوا ۔

دَعوَتِ دِیدار (- ف) مونث ، دعوت + اضافت + دیدار (رک) اس بات کا تقاضا کہ (انسان) مشاہدہ کرے اور دیکھے

یہ دنیا دعوتِ دیدار ہے فرزندِ آدم کو

(حضرتِ انسان، ا ح، ۵۰)

دَعویٰ (ع) مذکر : اپنی زبان سے کسی بات کے حقیقت ہونے کا پُر زور لفظوں میں اظہار

زمیں کو تھا دعویٰ کہ مَیں آسماں ہُوں

(عشق اَور موت، ب د، ۱۰۰)

دَفتر (ع) مذکّر: کاغذوں کا مجلّد، کتاب

دفترِ حِکمَت (ع ع) مذکّر، دفتر+ اضافت +حِکمت (= دانائی، فلسفہ و منطق وغیرہ): دانائی کی باتوں کا خزانہ یا مجموعہ ہے

دل دفترِ حکمت ہے طبیعت خَفقانی

(زہد اَور رندی، ب د، ۶۰)

دَفترِ عَمَل (- ع) مذکّر، دفتر+ اضافت+ عمل (رک): نامۂ اعمال ہے

روزِ حساب جب مرا پیش ہو دفترِ عمل

(۴، ب ج، ۷)

دفترِ کَون و مَکاں (- ع ف ع) مذکّر، دفتر+ اضافت+ کَون و مکاں (= کائنات): کائنات کو کتاب سے تشبیہ دی ہے جس طرح کتاب کے بہت سے اَوراق ہوتے ہیں اسی طرح کائنات بھی بہت سے اجزاء پر مشتمل ہے

شیرازہ بند دفترِ کَون و مکاں ہے تُو

(آفتاب، ب د، ۴۳)

دفترِ مَن و تُو جلا دینا: من و تُو (رک) کا احساس بالکل ختم کر دینا، غیریت کا احساس ذرّہ بھر نہ ہونے دینا ہے

جلا کے جس کی محبّت نے دفترِ من و تُو

(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

دفترِ ہَستی (- ف) مذکّر، دفتر+ اضافت + ہستی (رک): موجودات کی فہرست، جو چیزیں اب موجود ہیں ہے

دفترِ ہستی میں ان کی داستاں تک بھی نہیں

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

دَفع (ع) مذکّر: دُور کرنے یا دُور ہونے کی صُورتِ حال ہے

دفعِ مرض کے واسطے پِل پیش کیجیے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

دَفعَۃً (ع): یکایک، ایک دم سے ہے

دفعۃً جس سے بدل جاتی ہے تقدیرِ امم

(اہلِ مصر سے، ض ک، ۱۴۲)

دَفن (ع) مذکّر: مُردے کو زمین میں گاڑنے کا عمل، مراد (بطور مجازِ مرسل) مدفُون، قبر میں گڑا ہُوا ہے

دفن تجھ میں کوئی فخرِ روزگار ایسا بھی ہے

(مرزا غالب، ب د، ۲۷)

دِق (ع) صفت: عاجز، ناخوش

دِق آنا: تنگ آنا، عاجز و مجبُور ہو جانا، کسی ناگوار بات سے ناک میں دم ہونا ہے

دق مگر اک خارجی سے آ کے مولائی ہوا

(ظریفانہ، ب د، ۳۹۴)

دَقیق (ع) صفت: باریک، نازک، کٹھن، حکیمانہ (مضمون) ہے

غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق

(۱۱، ب ج، ۳۴)

دُکان (ف) مونّث: وہ کمرہ وغیرہ جس میں بیٹھ کر سامان فروخت کیا جائے، تجارت گاہ ہے

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۱)

دَکَن کی خاک (ا ار ف) مونّث، دکن (= جنُوب، وہ علاقہ جو جنُوب میں واقع ہے)+ کی (رک) + خاک (= سرزمین): جنُوبی ہند کا علاقہ، حیدرآباد دکن (جہاں داغ کی وفات ہوئی اور وہیں مدفُون ہوئے) ہے

وہ مہِ کامل ہوا پنہاں دکن کی خاک میں

(داغ، ب د، ۹۰)

دُکھ (ا) مذکّر: تکلیف، آزار، مرض ہے

دوا ہر دکھ کی ہے مجرُوح تیغِ آرزُو ہوتا

(تصویرِ درد، ب د، ۷۴)

دُکھ دَرد کا مارا (ا ا ر ف ا ا ر)، دُکھ+ دَرد (رک)+ کا (رک)+ مارا (= ستایا ہوا): مصیبت زدہ ہے

کسی دکھ درد کے مارے کا اشک آتشیں بن کر

(پھُولوں کی شہزادی، ب د، ۲۴۳)

دِکھا کر (ا ر): سامنے لا کر، آگے بڑھا کر ہے

دیا پھر دکھا کر یہ کہنے لگا

(ماں کا خواب، ب د، ۳۷)

دکھا کر یہ کتاب بے بہا دل چھین لیتا ہوں : اس مصرعے سے لے کر — "جزاک اللہ لکھا ہے رسالہ مختصر کیسا" تک چاروں مصرعوں کا حل یہ ہے — فصاحت بلاغت لیاقت ذہانت کا دل یعنی درمیان کا حرف الف ہے، چار الفوں کے عدد بھی چار ہوتے ہیں۔ اس کے بعد شاعر نے کہا کر "ا د ب" کے ساتھ کہتا ہوں : اب ان چار اعداد میں ا د ب، کے سات عدد ملا دیئے۔ بعدازاں آخری مصرعے کے عدد اس قاعدے سے نکالیے جو "اعداد" کے تحت درج کیا گیا ہے۔ اس مصرعے کے اعداد ۱۸۸۵ ہوتے ہیں۔ اب ان سب کو جوڑ لیجیے :- ۴ + ۷ + ۱۸۸۵ = ۱۸۹۶ء یہ اس کتاب کا سنہ اشاعت ہے۔ اس طرح آخری مصرعے کے علاوہ اور مصرعوں کے عدد جوڑ کر تاریخ نکالنے کو "تعمیہ" کہتے ہیں جو فن تاریخ میں ایک خوبی سمجھی جاتی ہے بشرطیکہ دوسرے کسی مصرعے کے عدد شامل کرنے کی طرف کوئی لطیف اشارہ شاعر نے کر دیا ہو

(ب ا، ۳۷۸)

دکھانا (ار)

: اپنے ... سے مدد ... کرنا ہے

دکھایا اوجِ خیالِ فلک نشیں میں نے

(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۲)

: نظروں کے سامنے لانا، تصور میں پیش کرنا ہے

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: (اپنا) دیدار کرانا ہے

کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طور پر

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

دکھاوا (ار) مذکر : نمائشی بات، ریاکاری ہے

یہ جانتا ہے کہ اس دکھاوے سے دل جلوں میں شمار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۱)

دکھا ہوا (ار) صفت، مصدر دکھنا (تکلیف پانا، اذیت جھیلنا) سے حالیہ تمام ہے

دکھے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے

(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۸)

دکھڑا (ار) مذکر : رنج و غم کا بیان، درد انگیز بپتی

دکھڑا رونا (— ار) مصیبت بیان کرنا ہے

روئے کوئی اس قوم کے دکھڑے کو کہاں تک

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۷)

دکھلانا (ار) : تصور میں نظر کے سامنے لانا، پیش آنے والی صورت کا نقشہ دل و دماغ کے سامنے پیش کرنا ہے

یاس و امید کا نظارہ جو دکھلاتی ہو

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۱)

(نوٹ) دکھلاتی ہو کا فاعل "خاموشی" ہے۔

دکھنا (ار) : تکلیف پانا، صدمے سے آزار پہنچنا ہے

دیکھ کوئی دل نہ دکھ جائے تری تقریر سے

(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۳)

دگر بمدرسہ ہائے حرم نمی بینم
دلِ جنید و نگاہ غزالی و رازی

: مسلمانوں کے مدرسوں پر میں نگاہ ڈالتا ہوں تو اب دوبارہ حضرت جنید بغدادی جیسا عارف اور امام غزالی اور امام رازی جیسا عالم اور حکیم ان میں نہیں پیدا ہوتا

(ملا زادہ، ۱۴، ۱، ح، ۴۳)

دگر شاخِ خلیل از خونِ ما نمناک می گردد
بہ بازارِ محبت نقدِ ما کامل عیار آمد

: (اب) پھر گلزار ابراہیمی ہمارے خون سے تر ہونے والا ہے (یعنی ہم اس کے تحفظ کی خاطر جان دینے پر آمادہ ہیں، دریں صورت) ہمارا نقد جان محبت کے بازار میں کھرا نکلا

(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۵)

دِگرگُوں (ف ف) صفت، دِگر (= دوسرا) + گُوں (= رنگ) : متغیر، انقلاب سے دوچار ہے

دِگرگُوں ہے جہاں تاروں کی گردش تیز ہے ساقی

(۷، ب ج، ۱۱)

دِل (ف) مذکر : صنوبری شکل کا ایک عضو جو پہلو میں بائیں جانب ہوتا ہے اور جذبہ و احساس وغیرہ کا مرکز ہے

اَے مسافر دل سمجھتا ہے تری آواز کو

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ انسان کا دل (جس سے ان کی مراد گوشت کا ٹکڑا نہیں بلکہ عشق و محبت کا مسکن مراد ہے) مادیت سے تعلق نہیں رکھتا اس لیے اس پر مادی دنیا کے اصول اور رسم و رواج منطبق نہیں کیے جا سکتے. وہ ایک نورانی مخلوق ہے جو عقلِ مادی سے بدرجہا بالاتر ہے

(ب د، ۶۱)

دِلْ اَفروز (ـ ف) صفت، دل + افروز، مصدر افروختن (= روشن کرنا) سے فعل امر: دل کو روشن کرنے والا ؎

سن مجھ سے یہ نکتۂ دل افروز

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۸۱)

دِل اگر می داشت وسعت بے نشاں بود ایں چمن

رنگِ مے بیروں نشست از بسکہ مینا تنگ بود

: اگر دل وسیع ہوتا تو یہ باغِ دنیا وجود ہی میں نہ آتا (دل ہی میں سما جاتا) لیکن چونکہ صراحی (یعنی دل) تنگ تھی اس لیے شراب کا رنگ (یعنی مظاہر تجلیات) خارج میں جلوہ گر ہو گیا.

(مرزا بیدل، ض ک، ۱۲۳)

دِلِ اِنساں (ـ ع) مذکر، دل + اضافت + انسان (رک) : مراد فطرتِ انسانی اور وہ واردات جو انسان کے دل پر گزرتے ہیں ؎

دل انساں کو ترا حسنِ کلام آئینہ

(شیکسپیئر، ب د، ۲۵۱)

دِل آجانا (ـ ار) : عاشق ہو جانا ؎

یہ ساری اَے ستمگر دل کے آجانے کی باتیں ہیں

(ب ا، ۸۰۵)

دِل آزار (ـ ف) صفت، دل + آزار (رک) : دل دکھانے والی ؎

یوں کہنے لگا سن کے یہ گفتار دل آزار

(ایک مکالمہ، ب د، ۲۱۹)

دِل آزاری (ـ ف) مونث، دل + آزار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : دل دکھانا ؎

تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۲)

دِل آسائی / دلاسائی (ف ف ف) مونث، دل + آسا، مصدر آسودن (= آرام پانا) سے فعل امر + ئی (لاحقۂ کیفیت) : سکونِ دل، آسودگیِ دل ؎

آگہی ہے یہ دلاسائی فراموشی نہیں

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۵)

دِلِ آگاہ (ـ ف) مذکر : اس شخص کا دل جو کائنات کی حقیقت سے آگاہ ہے، وہ دل جو علم و حکمت کی بنا پر حقائق و اسباب سے باخبر ہے ؎

نفیِ ہستی اک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا

(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۱۴)

دِل آویز (ـ ف) صفت، دل + آویز، مصدر آویختن (= لٹکنا) سے فعل امر : دلکش ؎

ہے شعرِ عجم گرچہ طربناک و دلآویز

(شعرِ عجم، ض ک، ۱۲۸)

دِل آویزی (ـ ف ف) مونث، دل آویز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : دلکشی ؎

وہی عبرت وہی عظمت وہی شانِ دلآویزی

(۱۷، ب ج، ۴۱)

دِل بُجھنا (ـ ار) : امنگ باقی نہ رہنا، دل میں افسردگی پیدا ہونا ؎

کیا لطفِ انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

(ایک آرزو، ب د، ۴۶)

دِل بَر / دِلبَر (ـ ف) مذکر، دل + بر، مصدر بُردن (= لے جانا) سے فعل امر : دل چھین لینے والا، محبوب (رک دلبرانہ)

دِل بَرانہ / دِلبرانہ (ـ ف ف) صفت، دلبر (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت) : حسینوں اور محبوبوں کی سی ؎

گفتار دلبرانہ کردار قاہرانہ

(۳۲، ب ج، ۵۴)

دِل بَری/دِلبَری (ـ ف ف) مونث، دل بر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)
: دل چھین لینے کی صلاحیت، حسن ؎
ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی
(جگنو، ب د، ۳۸)
: محبوب ہونے کی صورت حال، معشوق پن ؎
دیکھیں ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری
(خضر راہ، ب د، ۲۶۱)

دِل بَستہ (ف ف) صفت، دل + بَستہ، مصدر بستن (= باندھنا) سے حالیۂ تمام : گرویدہ، فریفتہ ؎
رہا دل بستۂ محفل مگر اپنی نگاہوں کو
(تصویر درد، ب د، ۷۲)

دِل بہ ریزشِ طوفاں نہادَہ (ـ ف ف ئ ف) صفت، دل + بہ (= پر) + ریزش (رک) + طوفان (رک) + نہادہ، مصدر نہادن (= رکھنا) سے حالیۂ تمام : وہ دل جو طوفانی مینھ برسنے یا طوفان اٹھانے پر آمادہ ہو
(اشک خوں، ب ا، ۸۴)

دِلِ بیدار (ـ ف) مذکر، دل + اضافت + بیدار (رک) : وہ دل جو عشق محمدی کی برکت سے زندہ ہو اور جو کتا بھی یعنی با عمل اور بیباک ؎
دل بیدار فاروقی دل بیدار کراری
(۱۴، ب ج، ۳۷)

دِل پَذیر (ـ ف) صفت، دل + پذیر (رک) : دل چسپ، جسے دل قبول کرے، دل لگتا ؎
نکتۂ دل پذیر تیرے لیے
(شیخ مکتب سے، ب ج، ۱۲۴)

دِل پَر چوٹ لگنا (ـ ار ار ار) صدمہ ہونا، سخت رنج ہونا، دل دکھنا ؎
لگتی ہے چوٹ دل پہ آتا ہے یاد جس دم
(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۷)

دِل پہلو سے نکل جانا (ـ ف ار ار ار) : دل کا قابو میں نہ رہنا، دل تڑپ جانا، دل کا بے چین ہو جانا ؎
ہاں تڑاک مصرع میں پہلو سے نکل جاتا ہے دل
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۲۹)

دِل توڑنا (ار) : امیدوار کو مایوس کرنا، خاطر شکنی کرنا ؎
سچ یہ ہے کہ دل توڑنا اچھا نہیں ہوتا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

دِل تھام کر : صبر و سکون کے ساتھ ؎
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ
(خضر راہ، ب د ۲۶۶)

دل جب تک نہ گواہی نہ دے : یعنی دل بھی تصدیق کرے (کہ منہ سے لا الٰہ الا درست کہا ہے) ؎
لغت غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی
(۲۲، ب ج، ۴۵)

دل جَلا (ـ ار) صفت : جس کا دل غم و رنج کی آگ نے جلا دیا ہو، دل پر صدمات کے داغ رکھنے والا ؎
یہ جانتا ہے کہ اس دکھا دے سے دل جلوں میں شمار ہوگا
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۱)

دِل جُو/دِلجُو (ـ ف) صفت، دل + جُو (رک جُوما) : دل کو ڈھونڈھنے والا، دل میں بیٹھا یا گڑا ہوا، دل کو راحت پہنچانے والا، دلجوئی کرنے والا ؎
عشق کے اک ناوک دل جو سے دو سینے فگار
(تفتیش جوانی، ب ا، ۱۲۵)

دِل چیر کے رکھ دینا (ار) کلی کے کھلنے کا دل چیرنے سے استعارہ کیا ہے۔
(کلی، ب د، ۱۱۸)

دِل خَراش (ـ ف) صفت، دل + خراش (رک) : دل کو نوچنے والی، تکلیف دہ ؎
پیر کلیسا یہ حقیقت ہے دل خراش
(ابی سینیا، ض ک، ۱۴۵)

دِل خُون ہونا (ـ ف ار) محاورہ : غم و غصے میں مبتلا ہونا، بہت رنج ہونا ؎
کلی کا ننھا سا دل خون ہو گیا غم سے
(حقیقت حسن، ب د، ۱۱۲)

دِل دادَہ (ـ ف) صفت، دل + دادہ، مصدر دادن (= دینا) سے حالیۂ تمام، جس نے کسی کو دل دے دیا

ہو، عاشق، فریفتہ کے

اپنے ستان کہن کی خاک کا دلدادہ ہے

(گورستان شاہی، ب د، ۱۴۹)

دِل دار/دِلدار (- ف) صفت، دل + دار، مصدر داشتن (= رکھنا) سے فعل امر: تسلی دینے والا، دل دہی کرنے والا، تسکین اور دلاسا دینے والا، دل ہاتھوں میں لینے والا کے

ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں

(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

دِل دَر سخنِ محمّدی بند

= حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد سے دل لگا (ہیگل اور برگساں کے فلسفے سے درگزر (یہ خاقانی کی تحفۃ العراقین سے اقتباس ہے)

(ایک فلسفہ زدہ سیّد زادے کے نام، ض ک، ۱۸)

دِل دُکھنا (ار) دل کو رنج یا صدمہ پہنچنا کے

مری زبان قلم سے کسی کا دل نہ دکھے

(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

دِل دینا (- ار): محبوب کی محبت میں سرشار رہنا، معشوق پر اپنی محبت کا سکہ جمانا کے

دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے

(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

دِل رُبا/دِلرُبا (ف) صفت، دل + رُبا، مصدر رُبودن (= اچک لینا) سے فعل امر: دل لُبھانے والی کے

تجھے اس نے صدا سے دلربا دی

(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۹۲)

دِل رُبائی/دِلرُبائی: دل ربا (رک) کا اسم کیفیت کے

دل ربائی میں مثال خندۂ مادر ہے تو

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۴)

دِل رُبایانہ = دل لبھانے والوں کی سی کے

زندگی تیری جہاں میں دلبرایانہ تو ہو

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۸)

دِل زِندہ ہونا: مراد اطاعت احکام الٰہی کی بدولت خودی کا مرتبۂ کمال پر فائز ہونا کے

اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے

(موت، ض ک، ۶۴)

دِل ستاں (- ف) دل + ستاں، مصدر ستاندن (= لینا) سے فعل امر: دل لینے والا، دل چھین لینے والا، دل میں عشق پیدا کرنے والا کے

صبح ازل جو حسن ہوا دلستانِ عشق

(شمع، ب د، ۴۵)

دِل سے نکلتی ہے: دل سے زبان پر آتی ہے کے

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

(جواب شکوہ، ب د، ۱۹۹)

دِل سوختہ (ف) صفت، دل + سوختہ، مصدر سوختن (= جلنا) سے حالیۂ تمام = جس کا دل جلا ہوا ہو کے

دل سوختۂ گرمی فریاد ہے شمشاد

(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۹)

دِل سوزی (- ف ف) مونث، دل + سوز، مصدر سوختن (= جلنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت): دل جلنے کی کیفیت، محبت، شفقت، ہمدردی کے

شمع یہ سودائی دل سوزی پروانہ ہے

(مرزا غالب، ب د، ۲۷)

دِل سے نکالنا (- ار ار): کسی بات کو دل میں جگہ نہ دینا، خیال میں نہ لانا، یقین نہ کرنا کے

یہ کچی باتیں ہیں دل سے انہیں نکال ذرا

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

دِل طورِ سینا و فاراں: اس سے بطور مجاز مرسل مراد ہیں کل ممالک عرب کے

دل طور سینا و فاراں دو نیم

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

دِل فَریب (- ف) صفت، دل + فریب، مصدر فریبیدن (= لبھانا) سے فعل امر: دل کو لبھانے والا، دلکش کے

ہو دل فریب ایسا کہسار کا نظارہ

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

سے دل ربایاں، دل ربا کی جمع ہے اور "ہ" برائے نسبت

دِل فروز (ـ ف) صفت، دل + فروز (رک افروز جو اصل ہے)
= دل کو روشن کرنے والی ؎
تیری فضا دل فروز میری نوا سینہ سوز
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۵)

دلِ فطرت شناس (ـ ع ف) مذکر: ایسا دل اور ایسی نظر جو
فطری مناظر اور کیفیات پر غور کر کے اُن کی حقیقت سے
آشنا ہو جائے ؎
خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو
(جاوید کے نام، ب ج، ۱۴۷)

دل کا بخار نکالنا: اندرونی رنج کو دفع کرنا (ردکر) ؎
دل کا بخار کچھ تو مجھ کو نکالنے دے
(شمع زندگانی، ب ا، ۲۲۸)

دل کا لُٹ جانا (ـ ار ار): دل کا تمام سرمایہ یعنی دنیا کے
ہر قسم کے خیالات چھن جانا، ہر خیال اور تصور سے دل کا
خالی ہو جانا جو کسی کے عشق کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے ؎
دل کے لٹ جانے سے میرے گھر کی آبادی ہوئی
(وصال، ب د، ۱۲۰)

دل کش (ـ ف) صفت، دل + کش، مصدر کشیدن
(= کھینچنا) سے فعل امر: دل کو لبھانے والا ؎
کہ ہم سے بھی اس کشورِ دلکش کا فسانہ
(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۵)

دل کُشا / دلکشا (ـ ف) صفت، دل + کُشا (رک) دل کو
خوش کرنے والا، دلچسپ، دل لبھانے والا ؎
مناظر دلکشا دکھلا گئی ساحر کی چالاکی
(تہذیب حاضر، ب د، ۲۲۵)

دل کون و مکاں کا رازِ مضمر (ـ ع ف ع ار ف ع) دل
+ اضافت + کون و مکاں (رک) + کا + راز (رک) +
اضافت + مضمر (رک): وہ بھید جو کائنات کے وجود میں
مضمر ہے، مراد مسلمان جس کے وجود کی غرض دنیا بھر میں تبلیغ
اسلام ہے ؎
اے دلِ کون و مکاں کے رازِ مضمر فاش ہو
(نوید صبح، ب د، ۲۱۲)

دل کو ہے اندر ہی اندر: یہ اقبال کی اس غزل کا آغاز ہے جو
روزگار فقیر حصہ دوم میں درج ہے۔ دراصل یہ اسی غزل کے
باقی شعر ہیں جو ماہ نامہ خدنگ نظر ۱۹۰۲ء کے حوالے سے ...
ہے۔ باقیات میں یہ دونوں درج ہیں
صاحب باقیات نے "خدنگ نظر" سے جو اشعار نقل کیے
ہیں ان کی تعداد ۱۵ (پندرہ) ہے۔ جو شعر "روزگار فقیر" سے
نقل کیے گئے ہیں ان کی تعداد ۶ (چھے) ہے۔
(ب ا، ۴۱۷ تا ۴۲۰)

دل کھول کر رونا (ار) = خوب رونا ؎
رو لے اب دل کھول کر اے دیدۂ خوں نابہ بار
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

دل کی نیستی الخ: ان الفاظ سے شروع ہونے والی غزل مخزن
(مارچ ۱۹۰۲ء) سے نقل کی گئی ہے
(ب ا، ۳۹۲)

دل کی خرابی: مراد عشق کی دنیا کے لیے بربادی اور تباہی ؎
فرنگ دل کی خرابی خرد کی معموری
(۱۹، ب ج، ۴۳۰)

دل کی کُشاد (ـ ار، ف) مونث، دل + کی (رک) + کُشاد
(رک): وہ بات جس سے دل شگفتہ ہو جائے، مراد عشق
و تصوف اور شہود و غیب کی باتیں (جو فقیہ کے یہاں
نہیں اس لیے میں اس کی خدمت میں حاضری سے گریز
کرتا ہوں) ؎
مگر یہ بات کہ میں ڈھونڈتا ہوں دل کی کشاد
(۵۰، ب ج، ۰۰)

دل کی کلی (ـ ار ار): دل کو کلی سے تشبیہ دی ہے ؎
شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

دل کے ہنگامے (ـ ار ف): دل کا جوش و خروش ؎
دل کے ہنگامے مئے مغرب نے کر ڈالے ہیں خموش
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)

دل گھبرانا (ـ ار): وحشت زدہ ہونا، دق ہونا، پریشان
ہونا ؎
واں بھی موجوں کی کشاکش سے جو گھبراتا ہے دل
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۲)

دِلِ گرم (ــ ف) مذکر، دل + اضافت + گرم (رک) : مراد شوق، ولولے اور جذبات ترقی سے بھرا ہوا دل ہے

سینے میں اگر نہ ہو دلِ گرم

(جاوید سے[۲]، ض ک، ۸۷)

دِل گیر (ــ ف) صفت، دل + گیر (رک) : رنجیدہ، جس کا دل رنج و غم کے باعث بند ہو اور اس میں کشادگی نہ ہو ہے

لب کشا ہونے کو ہے اک غنچۂ دلگیر آج

(اسلامیہ کالج سے خطاب، ب ا، ۱۱۳)

دِل گیری (ــ ف ف) مونث، دل + گیر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : رنج و غم، دل پر صدمہ ہونے کی کیفیت ہے

اک فقر ہے قوموں کی مسکینی و دلگیری

(فقر، ب ج، ۱۶۰)

دِل لگی (ــ ا) مونث : ہنسی، مزاح، مذاق ہے

قیامت کو اک دل لگی جانتے ہیں

(ب ا، ۲۹۴)

دِل لینا (ــ ا) روزمرہ : مائل کرنا، شیفتہ و فریفتہ بنا لینا ہے

اک اشارے میں ہزاروں کے لیے دل تو نے

(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

دِلِ مُردہ (ــ ف) مذکر، دل + مُردہ (= بے آرزو) : ایسا دل جو روحانیت اور جوشش و آرزو سے خالی ہو ہے

دلِ مردہ، دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ

(غزل، ض ک، ۳۶)

دِل میں سمانا (ا) : دل میں کسی کام کا خیال جمنا ہے

اک روز کسی گھوڑے کے دل میں یہ سمائی

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۵)

دِل میں کیا آئی : کیا خیال دل میں سمایا، عجیب بات سوچی جس پر حیرت ہے ہے

دل میں کیا آئی کہ پابندِ نشیمن ہو گئیں

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۸)

دِل میں گھر کرنا (ا) : دل میں جمنا، دل میں بیٹھ جانا ہے

شوقِ گلزارِ مدینہ دل میں گھر کرنے لگا

(ب ا، ۵۹۶)

دِل نواز (ــ ف) صفت، دل + نواز، مصدر نواختن (= نوازنا، مہربانی کرنا) سے فعل امر : دلوں کو غفلت سے چونکانے والا جو اُن پر ایک قسم کی نوازش ہے ہے

شاعرِ دل نواز بھی بات کہے اگر کھری

(شاعر، ب د، ۲۱۱)

: پیاری، حسین، آرامِ جان وغیرہ ہے

یہ تیغ دل نواز اگر بے نیام ہو

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۸)

دِل نوازی (ــ ف ف) مونث، دل نواز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : حسنِ سلوک سے پیش آنے کی کیفیت ہے

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا

(۸، ب ج، ۳۱)

دلِ وجود چیرنا : وجود کے دل میں اتر کر اس کی حقیقت سے آگاہی حاصل کر لینا ہے

گاہ مری نگاہ تیز چیر گئی دلِ وجود

(۱، ب ج، ۵۰)

دل و نظر کا حجاب : مراد جن کے حسن نے دل اور نظر دونوں پر ایسا پردہ ڈالا ہے کہ اب ان کے حسن کے سوا اور کوئی چیز نگاہوں پر نہیں چڑھتی ہے

یہ حوریانِ فرنگی دل و نظر کا حجاب

(۱۳، ب ج، ۳۲۶)

دلاسائی : رک دل آسائی ۔

دَلق (ع) مونث : گدڑی جو فقرائے الٰہی کا خاص لباس ہے۔

دَلقِ اُوَیس (ــ ع) مونث، دلق + اضافت + اُوَیس (رک) : آں حضرت ﷺ کے خاص صحابی حضرت اُوَیس کا جامۂ فقر ہے

گلیم بوذر و دلقِ اویس و چادر زہرا

(۱، ب ج، ۲۳)

دلق حافظ بچہ ارزد بہ مئیش رنگین کن

وانگہش مست و خراب از رہ بازار بیار

؛حافظ کی گدڑی کتنے میں بکے گی (البتہ) اسے شراب سے رنگ دو پھر اسے (حافظ کو) دیوانگی اور مدہوشی کی حالت میں بازار لے جاؤ۔

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

دِلکم (ف ف ف) مذکر، دل + ک (لاحقۂ تصغیر) + م (ضمیر متکلم) : میرا چھوٹا سا یا کمزور دل ہے

سکیں دلکم ماندہ دریں کشمکش اندر

(ہندی مسلمان، ض ک، ۲۷)

دِلوانا (ار) : دینا ہے

کہا میں نے کہ اے جانِ جہاں کچھ نقد دلوا دو

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

دِلّی (ار) دہلی کا مخفف، ایک بلادِ اسلامیہ جس کے نخست یہ درج ہے ہے

اس دشت سے بہتر ہے نہ دلّی نہ بخارا

(بڈھے بلوچ کی نصیحت، ا ح، ۱۵۰)

دلیری (ف) مونث : بہادری، شجاعت، نڈر ہونے کی صورت یا حال ہے

ہے دلیری دستِ اربابِ سیاست کا عصا

(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۳)

دلے کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است

زعشق تا بہ صبوری ہزار فرسنگ است

؛جو دل عاشق ہوتے ہوئے صبر کرے وہ یقیناً پتھر ہے اس لیے کہ عشق سے صبر تک ہزاروں کوس کا فاصلہ ہے۔

(مسعود مرحوم، ا ح، ۲۴۲)

دَلیل (ع) مونث : وہ منطقی فقرے جن سے کوئی بات ثابت کی جائے، ثبوت ہے

ہے مری ذلت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

دَم (ف) مذکر

لمحہ، وقت کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ ہے

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے

(بلالؓ، ب د، ۸۰)

؛وجود، ہستی ہے

ہوئی ہے زندہ دم آفتاب سے ہر شے

(اخترِ صبح، ب د، ۱۱۵)

؛سانس ہے

زندگی انسان کی اک دم کے سوا کچھ بھی نہیں

(غزلیات، ب د، ۱۳۵)

؛وقت ہے

دم تقریر تھی مسلم کی صداقت بیباک

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۳)

؛تلوار کی دھار، باڑھ (ایک دو دم)

؛بیک وقت سانس اور باڑھ دونوں بطور ایہام (جو قدماء کا خاصّہ ہے) ہے

تیغِ ستم سے بڑھ کے رہیں تیری تیزیاں

ہم اپنے لب سے مانگ کے دیتے ہیں دم تجھے

(اشکِ خوں، ب ا، ۷۵)

دَم بھر (— ار) ظرف : ذرا سی دیر ہے

فاتحہ خوانی کو یہ ٹھہرا ہے دم بھر کے لیے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۴۹)

دَمِ خنجر میں الخ : وہی وحدت الوجود کا مسئلہ ہے جس کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جو اس خنجر کی آب کا وجود ہے وہی میرے گلے کا وجود ہے اور ان دونوں کا مرکز وہی ایک وجود ہے جس کے پرتو کائنات کے ذرّے ذرّے کی ہستیاں ہیں ہے

(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۶)

دَم دینا (ار) محاورہ : دھوکا دینا ہے

دم دے نہ جائے ہستیِ ناپائدار دیکھ

(غزلیات، ب د، ۹۰)

دَمِ زندگی رمِ زندگی (ف ف ف ف) ، دم (= سانس) + زندگی (ا ک) + رم (ا ک) + زندگی (ا ک) : زندگی کی ہر سانس پر زندگی بھاگتی چلی جاتی ہے ہے

ﮯ مشہور شاعر فارسی۔

دم زندگی رم زندگی غم زندگی سم زندگی
(میں اور تو، ب د، ۲۵۲)

دم سے (ا ر) : بدولت، وجہ سے ے
یہ مزے آدمی کے دم سے ہیں
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۲۳)

دمِ شمشیر (- ف) مذکر، دم + اضافت + شمشیر (رک) : تلوار کی دھار ے
خموشی ہے عمل مثلِ دمِ شمشیر ہوتی ہے
(تصویرِ درد، ب ا، ۲۲۳)

دم قدم (- ع) مذکر : زندگی، سلامتی، ہستی، وجود، ذات ے

دم قدم سے : بدولت، طفیل، صدقے میں ے
تیرے ہی دم قدم سے چمکا نصیب ورنہ
(ب ا، ۵۸۱)

دم کرنا (- ار) : پڑھ کر (کسی پر) پھونکنا ے
پڑھ کر کرے گی سورۂ والحشر دم مجھے
(اشکِ خوں، ب ا، ۵۷۵)

دم لینا (- ار) : کام کرتے میں یا راستے میں رک کر سانس کو قابو میں کرنا یا تھوڑی دیر آرام کرنا ے
رہنما ہوتے ہیں جو رستے میں دم لیتے نہیں
(سید کی لوحِ تربت، ب ا، ۳۰۷)

دمِ نیم سوز (- ف ف) مذکر، دم + نیم (رک) + سوز (رک) : ایسی سانس یا ایسی ذات جو ناکامی کے سوز سے آدھی جل چکی ہے، دل جلا ے
اس دمِ نیم سوز کو طائرکِ بہار کر
(۳، ب ج، ۷)

دُم (ف) مؤنث : وہ گول اور جانور کی جسامت کے لحاظ سے چھوٹی یا بڑی چیز جو اس کی پچھاڑی میں گوبر کرنے کی جگہ کے اوپر لٹکتی رہتی ہے یا رینگنے والے جانوروں کی پچھاڑی کے بعد زمین پر پھیلی رہتی ہے، دنبالہ، پونچھ ے
قلم بنا کے نہ لاتا اگر مری دُم کا
(دگہری، ب ا، ۵۶۱)

دمادم (ف ب ب) متعلق فعل، دم (= لمحہ) + ا (اتصال) + دم : پے در پے، مسلسل ے
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون
(۳، ب ج، ۲۸)

دماغ (ع) مذکر : عقل، سمجھ، ہوش، حواس، مراد آرزو، شوق ے
پھر سبب کیا ہے نہیں تجھ کو دماغِ پرواز
(نصیحت، ب د، ۱۰۶)

دماغِ سکندری (ع ف ف) مذکر، دماغ (رک) + سکندر (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : سکندر بادشاہ کا سا دماغ، فاتحانہ ولولہ اور جذبہ ے
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنھیں دماغِ سکندری
(میں اور تو، ب د، ۲۵۲)

دماوند (ف) مذکر : ایران کا ایک پہاڑ جو ہمدان کے علاقے میں ہے ے
خاشاک کے تودے کو کہے کوہِ دماوند
(۱۶، ب ج، ۲۱)

دمبدم (ف ف ف) صفت، دم (= لمحہ) + ب (الصاق) + دم : مسلسل، پے در پے ے
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دمبدم
(۸، ب ج، ۳۲)

دمکنا (ار) : چمکنا ے
چاکِ دامن سے دمکتے نظر آئے اختر
(ابرِ کوہسار، ب ا، ۲۸۵)

دمن (ع) مذکر : دشت و در ے
پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
(۷، ب ج، ۳۰)

دمید (ف) مؤنث، مصدر دمیدن (= اگنا، پھوٹنا) سے فعل ماضی مطلق بمعنی حالیۂ تمام : اگا، پہلی سبزی جو بوئے ہوئے دانے سے برآمد ہو، اکھوا ے
سبزۂ عیش کی دمید ہے گل
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۰۷)

دن (ار) مذکر : سورج نکلنے کے وقت سے ڈوبنے

تک کا وقت ، روز .

: زمانہ ؎

خوشا وہ دن کہ تیں آرائش صحن گلستاں تھا

(گل خزاں دیدہ ، ب ا ، ۵۱۳)

دن بن کے تو چڑھا تھا یہ ہو کر برس گیا : اس مصرع میں "برس" سال (۳۶۰ یا ۳۶۵ دن) کے معنی میں ہے اور "گیا" اس سے الگ فعل ہے معنی یہ ہیں کہ غم کی وجہ سے ایک دن ایک سال کے برابر کٹھن اور بھاری ہو گیا

(اشک خون ، ب ا ، ۸۷)

دن پھرنا (ـ ار) : قسمت کھلنا ، نصیب کا اوج پر آنا ؎

پھر دن پھریں ہمارے پھر سبز ہو وطن کی

(پرندے کی فریاد ، ب ا ، ۲۸۷)

دن دہاڑے (ـ ار) : دن میں ، سب کے سامنے ، کھلے خزانے ؎

لٹا دن دہاڑے خزینہ مرا

(رماں کا خواب ، ب ا ، ۵۶۳)

دن گزارنا (ار) : زندگی کاٹنا ، رات اور دن بسر کرنا ؎

آزاد فکر سے ہوں عزلت میں دن گزاروں

(ایک آرزو ، ب د ، ۴۷)

دن گزرنا : عمر بسر ہونا ، زندگی بسر ہونا ؎

تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں

(۱۱ ، ب ج ، ۱۵)

دنبالہ (ف) مذکر . وہ چیز جو دم سے مشابہ ہو سرمے کی لکیر جو آنکھ کے کویے سے باہر نکل جائے .

دنبالہ دار (ـ ف) صفت ، دنبالہ + دار (رک) : (وہ سرمہ) جو آنکھ کے کوینے سے باہر نکلا ہوا ہو . (یہ بھی اضافہ حسن کی ایک چیز ہے) ؎

پوچھیں گے آج سرمۂ دنبالہ دار سے

(ب ا ، ۳۹۷)

دنبالۂ محمل (ف ع) مذکر ، دنبالہ (= دم ، پچھلا حصہ) + اضافت + محمل (رک) : محمل کا پچھلا یا ضمیمہ ، اس تعبیر سے یہ واقعہ تعلق رکھتا ہے کہ ایک دفعہ مجنوں نے لیلا کو خط بھیجا اور خود نامہ بر کے پیچھے فرماتشیں کرتا ہوا چلتا رہا کہ لیلا سے یہ کہنا اور وہ کہنا ، یہاں تک کہ اسی محویت میں دیار لیلا تک جا پہنچا ؎

وہی افسانۂ دنبالۂ محمل نہ بن جائے

(۲ ، ب ج ، ۱۰۷)

دنیا (ع) مونث : جہان ، عالم ، ساری کائنات ؎

دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے

(بچے کی دعا ، ب د ، ۳۴)

؛ یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ دنیا میں انسان کے علاوہ سب کا وجود غیر حقیقی ہے . صرف انسان یعنی اس کی خودی حقیقی وجود رکھتی ہے

(ض ک ، ۳۷)

دنیا طلبی (ـ ع ف) مونث ، دنیا + طلبی (رک) : دنیا داری ، دنیا کی ہوس ؎

ان کے ہر کام میں دنیا طلبی کا سودا

(فریاد امت ، ب ا ، ۱۵۵)

دنیا کے غم کا کانٹا (ـ ار ع ار ار) دنیا + کے (رک) + غم (= فکر ، یاد) + کا (رک) + کانٹا (= خلش ، چبھن) : ہر قسم کے غم ، فکر ، تعلقات دنیاوی ، قرابت داری وغیرہ کا دھیان اور ان کے تفکرات ؎

دنیا کے غم کا کانٹا دل سے نکل گیا ہو

(ایک آرزو ، ب د ، ۴۷)

دنیوی (ع) : دنیا سے تعلق رکھنے والا ، دنیا کا ؎

دنیوی اعزاز کی شوکت جوانی کا غرور

(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۲۸)

دو (ار) صفت ، ایک اور ایک کا مجموعہ ، ۲ .

دو پیکر (ـ ف) صفت ، دو + پیکر (رک) : دو رُخ ، دو دَم ؎

برّاں صفت تیغ دو پیکر نظر اس کی

(نقد ب ، ض ک ، ۲۵

دو جہاں سے بے نیازی : دونوں جہان (یعنی کل اقوامِ عالم) سے بے نیاز رہنے کی حالت (یعنی آفاقیت سب کو یکساں اور ہر قسم کے امتیاز سے بالاتر ہونے کی کیفیت) ؎

کہ خودی سے ہیں نے سیکھی دو جہاں سے بے نیازی
(غزل، من ک، ۲۳)

دو چار (ارار ار) صفت : چند، تھوڑے سے ؎

دو چار دن جو میری تمنا کرے کوئی
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

دو حرفِ لَا اِلٰہ : لَا اِلٰہ (= اللہ نہیں ہے) کے دو حرف جن کا مفہوم انکار باری تعالیٰ پر مشتمل ہے، مراد کفر و الحاد کی باتیں۔

دو دَم (ف ف) صفت، دو + دم (رک)، دو بار ھوں والی، جس کے دونوں طرف باڑھ یا دھار ہو ؎

جو مری تیغ دو دم تھی اب مری زنجیر ہے
(قید خانے میں معتمد کی فریاد، ب ج، ۱۰۱)

دو رکعت کے امام : دو رکعتیں پڑھا دینے والے پیش نماز (دو رکعت کی تخصیص نہیں محض مسجد کا پیش نماز مراد ہے چاہے دو رکعتیں پڑھائے چاہے تین چاہے چار) ؎

اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام
(توحید، من ک، ۲۵)

دو ستارے : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ستاروں کے قِران (= ایک برج میں اجتماع) کی مثال سے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک شئے دوسری شئے کے ساتھ ہمیشہ وابستہ نہیں رہ سکتی۔ اگر دو انسان ایک جگہ جمع ہو جائیں تو آخری انجام جدائی ہے جس سے مفر نہیں
(ب د، ۱۴۸)

دو شالہ (ف ف) مذکر، دو (د غیر ملفوظ) + شال (ترپٹ) + ہ (لاحقۂ نسبت) : دو پرت کی اونی چادر ؎

دیتا ہے ہنر جس کا امیروں کو دو شالہ
(ملازادہ ...، ض ... ۱۲۰، ا ح، ۵۴)

دو صد ہزار : دو سو ہزار (= دو لاکھ) یعنی ہزارہا، بے شمار ؎

دو صد ہزار تجلی تلافی مافات
(مسعود مرحوم، ا ح، ۲۶)

دو صدیوں کی غلامی : مراد دو سو برس سے ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت اور اس میں مسلمانوں کی غلامانہ زندگی ؎

دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی
(اے پیر حرم، من ک، ۵۸)

دو عالم (ف ع) : دونوں جہان، دنیا و عقبیٰ یا عالم پست و عالم بالا ؎

مجھے راز دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
(تصویر درد، ب د، ۷۰)

دو عملی (ـ ع ف) مونث، دو + عمل (= کام) + ی (لاحقۂ کیفیت) : دو حکومتیں، دو انتظام، بد انتظامی ؎

دو عملی میں ہمارا آشیاں ہے
(ر ب ا، ۶۶ ۳)

دو قدم : مراد بہت نزدیک ؎

شبانی سے کلیمی دو قدم ہے
(رباعیات، ب ج، ۸۸)

دو قدم پر (ـ ع ار) دو + قدم (= پاؤں، ڈگ) + پر (رک) : تھوڑی دور پر، تھوڑے فاصلے پر، ذرا آگے بڑھ کر ؎

دو قدم پر پھر وہی جوئے مثل تارِ سیم ہے
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۰)

دو کفِ جَو (ـ ف ف) صفت، دو + کف (= مراد مٹھی) + اضافت + جو (مشہور غلہ) : مراد تھوڑی سی روزی ؎

جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جَو
(محراب گل افغان ...، ض ک، ۱۴۹)

دو گھڑی (ـ ار) ذرا سی دیر، لمحہ بھر ؎

فرصت نہ دو گھڑی نفسِ شعلہ بار دے
(اشک خون، ب ا، ۱۰۹)

ع ؎ نیز دو جہاں (د غیر ملفوظ)　　ع ؎ د غیر ملفوظ

دونیم (ف ف) صفت : دو ٹکڑے سے [1]
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
(طارق کی دعا ، ب ج ، ۱۰۵)

دوا (ع) مونث : علاج [1]
دوا ہر دکھ کی ہے مجروح تیغ آرزو ہونا
(تصویرِ درد ، ب د ، ۴۷)

دوام (ع) مذکر : ہمیشگی ، مراد ہمیشہ زندہ رہنا [1]
غم کدۂ نمود میں شرطِ دوام اور ہے
(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام ، ب د ، ۱۱۵)

دواں (ف) صفت ، مصدر دویدن (= دوڑنا) سے
حالیۂ ناتمام : دوڑنے والی [1]
جاوداں پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی
(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۵۹)

دوپٹّا (ار) مذکر : باریک کپڑے کی چادر جو عورتیں سر سے کمر تک اوڑھتی اور اس کے دونوں پٹ اِدھر اُدھر شانوں پر ڈال لیتی ہیں [1]
چلتے نہیں وہ اپنا دوپٹا سنبھال کے
(ب ا ، ۳۹۰)

دُود (ف) مذکر : دھواں [1]
کر شعلے میں پوشیدہ ہے موجِ دود
(ساقی نامہ ، ب ج ، ۱۲۵)

دُودِ سیاہ (ف ف) مذکر ، دُود + اضافت + سیاہ (= کالا) : کالا دھواں جو شمع کی لَو سے اٹھتا ہے ، جیسے عاشق کے دل سے آہ اٹھتی ہے [1]
ہے نشان آہ کی تیرے دُودِ سیاہ میں
(شمع ، ب د ، ۴۴)

دُودمان (ف) مذکر : خاندان ، گھرانا [1]
اے چراغِ دُودمانِ آفتاب خاوری
(ماہِ نو ، ب ا ، ۳۱۱)

دُودَہ (ف) مذکر : اس کے اصلی معنی کاجل کے ہیں ، یہاں اقبال نے بمعنی دودمان (خاندان) استعمال کیا ہے [2]
اے غم گشانِ دُودۂ شاہی خدا تجھیں
(اشکِ خوں ، ب ا ، ۹۱)

دُودھ (ار) مذکر : گاڑھا سفید پانی سا جو گائے بھینس وغیرہ کے تھن سے نکلتا ہے ، شیر [1]

دودھ دینا (ار) دوہے جانے کے وقت جانور کا اپنے تھنوں سے دودھ نکالنا [1]
دودھ کم دوں تو بڑبڑاتا ہے
(ایک گائے اور بکری ، ب د ، ۳۳)

دَور (ع) مذکر
: زمانہ ، عہد [1]
دورِ طفلی میں اگر کوئی رلاتا تھا مجھے
(عہدِ طفلی ، ب د ، ۲۵)

: گردش ، چکر [1]
تری مراد پہ ہے دورِ آسماں پھر کیا؟
(میں اور تو ، ب د ، ۲۵۰)

: گردش
(رک دورِ زماں)

: موافق زمانہ ، مراد اثر ، رسوخ ، فروغ ، ترقی [1]
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے
(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۶۳)

دورِ حاضر مستِ چنگ و بے سرور
بے ثبات و بے یقین و بے حضور
: عہدِ نو کا آدمی (یعنی مغربی مادّہ پرست) چنگ کی آواز سن کر مست ہوتا ہے مگر سرورِ عشقِ الٰہی اس پر طاری نہیں ہوتا ، نہ اس میں ثباتِ قدم پیدا ہوتا ہے نہ یقینِ محکم اور نہ حضورِ قلب
(پیر و مرید ، ب ج ، ۱۳۴)

دورِ زماں (ع ع) مذکر ، دور (= گردش) + اضافت + زماں (= زمانہ) : زمانے کی گردش (اُن حلوف اور خانہ جنگیوں کی طرف اشارہ ہے جو بھارت میں

---

[1] غیر ملفوظ واو

[2] کلیاتِ اقبال میں پہلا لفظ "دود" چھپا ہوا ہے۔ جو کاتب کی تحریف معلوم ہوتا ہے۔

قدیم الایام سے ہوتی رہیں گے
صدیوں رہا ہے دشمن دَور زماں ہمارا
(ترانۂ ہندی، ب د، ۸۳)

دُور (ف)
: جدا کے
جلتی ہے مُڑ کر برقِ تجلّی سے دُور ہے
(شمع، ب د، ۴۵)
: زائل، کافور
دُور دُنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے
(بچے کی دعا، ب د، ۴۵)
: فاصلے پر، بہت آگے کے
نکل کے حلقۂ حدِ نظر سے دُور گئی
(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)

دُور سے (ـــ ار) اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب دل میں محبوب کا پرتو نظر آئے گا تو گو کہ محبوب دل میں نہ ہو گا مگر پرتو میں دُور ہی سے اس کا جمال نظر آجائے گا کے
اپنے محبوب کا نظارہ کروں دُور سے میں
(گل، ب د، ۱۱۸)

دَوراں (ع) مذکر: آسمان اور زمانہ جو شب و روز گردش میں ہے کے
تلخی دَوراں کے نقشے کھینچ کر رلوائیں گے
(داغ، ب د، ۱۵)
: زمانہ، لیل و نہار کا چکر کے
گردش دَوراں کا ہے جس کی زباں پر گلہ
(۵۳، ب ج، ۷۲)

دَورہ (ع) مذکر: گردش، چکر کے
دَورۂ عمر کی گردش کو مٹاتا ہے خیال
(جلوۂ حسن، ب ا، ۳۵۰)

دُوری (ف ف) مونث، دُور (= بعید، فاصلے پر) + ی (لاحقۂ کیفیت): جدا یا فاصلے پر ہونے کی کیفیت؛ فرقت، ہجر کے
سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے دُوری
(۳۸، ب ج، ۶۰)

دُوری جنّت (ف ع) مونث، دُوری + اضافت + جنّت (= بہشت): بہشت اعلیٰ سے دُور ہو کر دنیائے پست میں آجانے کی صورتِ حال (رک آدم) مراد ہے سابق ناکامی اور زبوں حالی چشمِ آدم" کا استعارہ ہے دورِ حاضر کا مزدور کے
دُوری جنّت سے روتی چشمِ آدم کب تلک
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۳)

دَوڑ (ار)، مصدر دوڑنا (= تیزی کے ساتھ بھاگ کر چلنا) کا حاصل مصدر: مقابلہ کے
جو دَوڑ سے پہلے میدانِ علم میں جائیں
(فلاحِ قوم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۲۰۰)

دَوڑنا (ار) تیزی سے چلنا کے
دَوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تُو
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

دوزخ کی مٹّی (ف ار ار) مونث، دوزخ (رک جہنّم) + کی (رک) + مٹّی (رک): وہ مٹّی جو دوزخ میں جلنے کے بعد راکھ ہو گئی ہے اور اس سے سینما کی تصویروں کا رنگ، خاکستری، بنایا گیا ہے (رک خاکستری) کے
وہ دُنیا کی مٹّی یہ دوزخ کی مٹّی
(سینما، ب ج، ۱۵۸)

دوزخی (ف ف) صفت، دوزخ (= جہنّم رک) + ی (لاحقۂ نسبت): جو دوزخ کا سزاوار ہو یا دوزخ میں ہو۔
(دوزخی کی مناجات، ا ح، ۲۳)

دوزخی کی مناجات: یہ ارمغان حجاز میں اقبال کی ایک تمثیلی نظم کا عنوان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دوزخی نے کہا مغرب کی قوموں کے باہمی رشک و حسد نے دُنیا کو دُوزخ سے بدتر بنا دیا ہے، ان کے زیر فرمان رہنے سے یہاں دوزخ میں رہنا زیادہ بہتر ہے اور وہاں کے مقابلے میں یہاں آرام ہے
(ا ح، ۲۳)

دوستی از کس نمی بینیم یاراں را چہ شد
دوستی کو آخر آمد دوستداراں را چہ شد

: آخر یاروں کو کیا ہو گیا کہ ان میں سے کوئی دوستی کا برتاؤ نہیں کرتا، دوستی اور محبت نے دم توڑ دیا اور دوست بیٹھے دیکھتے رہے۔

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۷)

دُوسرا (ار) صفت: جو اپنی ذات کے علاوہ ہو، غیر ؎

آتے ہیں جو کام دُوسروں کے

(ہمدردی، ب د، ۳۵)

دوش¹ (ف) مذکر: کندھا مراد (اپنی) ہستی، (اپنی) ذات ؎

دوش پر اپنے اٹھائے سیکڑوں صدیوں کا بار

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۴۹)

دوش بہ دوش (ف ف ف)، دوش (= شانہ، کندھا) + بہ (= سے) + دوش: کندھے سے کندھا ملائے ہوئے، ہمسر ؎

اس کی تاریکیوں سے دوش بدوش

(تسخیرِ فلک، ب د، ۱۰۵)

دوش² (ف) مونث: گزری ہوئی رات ؎

فکرِ فردا کروں محوِ غمِ دوش رہوں

(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

دوش می گفتم بہ شمعِ منزلِ ویرانِ خویش

گیسوے تو از پرِ پروانہ دارد شانۂ

: کل رات میں نے اپنے اجڑے ہوئے گھر میں جلنے والی شمع سے کہا کہ تیرے گیسوؤں میں (یعنی ان تیلوں میں جو شمع کی لَو میں ہوا کا رُخ ادلتے بدلتے رہنے سے پڑتے ہیں) پروانہ اپنے پروں سے کنگھی کرتا ہے (شمع کی لَو پر پروانے کے ٹکرانے کو اس کے کنگھی کرنے سے تشبیہ دی ہے)

(شمع اور شاعر، شاعر، ب د، ۱۸۳)

دوشیزہ (ف) مونث: کنواری (رک دخترِ دوشیزۂ لیل و نہار)

دوشینہ (ف ف) صفت، دوش (رک ۲) + ینہ (لاحقۂ نسبت): کل کی گزری ہوئی رات کا ؎

شمع سے روشن شبِ دوشینہ ہو سکتی نہیں

(اسلام، ب د، ۱۹۶)

دَولت (ع) مونث

: مال و متاع، سرمایہ، خزانہ ؎

کسی کو کیا خبر ہے میں کہاں ہوں کس کی دَولت ہوں

(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

: حکومت ؎

قبائے ملک و دَولت چاک در چاک

(تاتاری کا خواب، ب ج، ۱۵۵)

دَولتِ پرویز (ع ف) مونث، دولت + اضافت + پرویز) ایران کے خاندانِ کیانی کا ایک جلیل القدر بادشاہ کیخسرو جس کا طلائے زرافشار بہت مشہور ہے ؎

بہا میری نوا کی دَولتِ پرویز ہے ساقی

(۷، ب ج، ۱۱)

دَولتِ زیرِ مار (ع ف ف) مونث، دَولت + اضافت + زیر (رک) + اضافت + مار (رکھو): سانپ کے نیچے دبی ہوئی دَولت (پرانے زمانے میں جب خزانہ زمین میں گاڑتے تھے تو اس کے اوپر ایک مصنوعی سانپ بٹھا دیتے تھے) ؎

دَولت زیرِ مار ہے دنیا

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۲۷)

دَولتِ سلمانی (ع ع ف) مونث، دَولت + اضافت + سلمانؓ (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): حضرت سلمانؓ فارسی کی پاکیزگی اور زہد و تقویٰ ؎

رہی نہ دَولتِ سلمانی و سلیمانی

(فقر و راہبی، ض ک، ۵۱)

دَولتِ سلیمانی (ع ع ف) مونث، دَولت + اضافت + سلیمان (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): حضرت سلیمان کی دَولت یعنی حکومتِ دنیا ؎

رہی نہ دَولتِ سلمانی و سلیمانی

(فقر و راہبی، ض ک، ۵۱)

دَولتِ غرناطہ (ع مع) مونث، دَولت (= حکومت)

+ اضافت + غرناطہ (= عَلَم) : غرناطہ کی مسلم حکومت ؏
آسماں نے دَولت غرناطہ جب برباد کی
(صقلیہ ، ب د ، ۱۳۴)

دَولَت کی آلُودگی (-ارف) مونث ، دَولت + کی (رک) + آلُودگی (نجاست اور گندگی) : مال و دَولت کی نجاست ، جس سے مراد ہے کسبِ حرام یا وہ مال جس سے زکات وخمس نہ نکالے جائیں۔ یا جس میں کسی کا حق شامل ہو وغیرہ ؏
کرتا ہے دَولت کو ہر آلُودگی سے پاک و صاف
(ابلیس ، ۲ ، ۱ح ، ۱۳۲)

دُولھا (ار) مذکر : وہ شخص جسے اس کی شادی کے موقع پر آراستہ کر کے اس کے سر پر سہرا باندھا جاتا ہے ؏
دُولھا ہے تو انجم کی محفل برات ہے
(چاند اور شاعر ، ب ا ، ۲۶۵)

دُوں (ع) صفت : ادنیٰ ، ہیچ ، کمینہ ؏
دنیا ہے دُوں کی کب تک غلامی
(۳۰ ، ب ج ، ۵۳۲)

دُوں شِعار (-ع) صفت ، دُوں + شِعار (رک) : کمینی چال چلنے والا ؏
رنگ لایا آہ آخر آسماں دُوں شعار
(تعیش جوانی ، ب د ، ۵۲۲)

دُونی[۱] (ع ف) مونث ، دُون (= پست) + ی (لاحقۂ کیفیت) : پستی ، ادنی ہونے کی کیفیت ؏
جو دُونی فطرت سے نہیں لائقِ پرواز
(آزادی افکار ، ب ج ، ۱۶۸)

دُونی[۲] (ار) صفت : دوچند ، دوگنا ؏
دونی تھی جن کی شان سے ہیروں کی آبرو
(اشک خوں ، ب ا ، ۸۹)

دوئی (ف ف) مونث
: دو (= ۲) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : دو ہو جانے کی صورت حال ، یعنی مذہب اور سیاست ایک دوسرے سے جدا ہونے کی حالت (دین و سیاست) ؏
دوئی ملک و دیں کے لیے نامرادی
(دین و سیاست ، ب ج ، ۱۱۸)
؛ خدا کے ساتھ طاقت ور انسان کی اطاعت کا شمول ؏
باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
(سلطان ٹیپو کی وصیت ، ض ک ، ۱۳)

دھات (ار) مونث : وہ کان سے نکلنے والا جوہر جس میں پگھلنے کی صلاحیت ہو جیسے لوہا وغیرہ ؏
ہو سکے اور دھات کے وہ اور دھات کے
(ب ا ، ۷۰ ، ۴)

دِہاتی (ف ع ف) صفت ، دِہ (= گانو) + ات (لاحقۂ جمع عربی جو نقد فارسی دِہ پر لگانے کا رواج ہو گیا ہے ، اصولاً غلط ہے) + ی (لاحقۂ نسبت) : گانو کا باشندہ ؏
شہری ہو دہاتی ہو مسلمان ہے سادہ
(باغی مرید ، ب ج ، ۱۶۶)

دھار (ار) مونث : باڑھ (تلوار وغیرہ کی) ؏
خودی کیا ہے تلوار کی دھار ہے
(ساقی نامہ ، ب ج ، ۱۴۷)

دِہاڑے (ار) مذکر : دن ؏
زندگی چار دہاڑے ہے تو اس کی خاطر
(ب ا ، ۳۸۸)

دَہان (ف) مذکر : منھ ؏
عقدے کھل جانے کو ہیں مثل دہان روزہ دار
(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۴۴)

دُہائی (ار) مونث : فریاد ، داد خواہی
دُہائی دینا (-ار) : کسی کا نام لے کر داد فریاد کرنا ، انصاف کے لیے شور و غل مچانا ؏
دیتے ہوئے انسان کی سختی کی دہائی
(گھوڑوں کی مجلس ، ب ا ، ۵۴۵)

دہائی ہے (ار) : فریاد ہے ، الحفیظ ، الامان ؏
میرے اللہ تری دہائی ہے
(ایک گائے اور بکری ، ب د ، ۳۴)

دَہ چَند (ف ف) صفت : دہ (= ۱۰) + چند (= مقدار

کے لیے مستعمل) ؛ دس گنا ہے

قیمت میں یہ معنی ہے درِ ناب سے دہ چند

(قطعہ ، ب ج ، ۱۷۰)

دِہ خُدایا (ف ف) منادیٰ ، دِہ (= گاؤں) + خدا (= مالک) + یا (= اے) : اے زمیندار

دہ خدایا یہ زمیں تیری نہیں تیری نہیں

(الارض للہ ، ب ج ، ۱۱۹)

دَہر (ع) مذکر : دنیا

ایسی چیزوں کا مگر دَہر میں ہے کام شکست

(صبح کا ستارہ ، ب د ، ۸۶)

دَہر آشوبی (ف ف ف) مونث ، دہر + آشوب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : دُنیا میں انقلاب لانے کا عمل

شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی

(غزلیات ، ب د ، ۲۷۹)

دَہر کا آئینہ خانہ (ا ر ف ف) دَہر + کا (رک) + آئینہ خانہ (رک) : دُنیا جو ازروے فطرت آئینہ خانے کی طرح تعصبات اور ہر قسم کی بداخلاقی کے گرد وغبار سے پاک وصاف ہے

تعصب چھوڑ ناداں دَہر کے آئینہ خانے میں

(تصویرِ درد ، ب د ، ۷۲)

دَھرا کیا ہے (ار)

؛ کون سا افادیت کا پہلو ہے ، فائدے کی کون سی صورت ہے

دھرا کیا ہے بھلا عہدِ کہن کی داستانوں میں

(تصویرِ درد ، ب د ، ۷۱)

؛ کچھ نہیں ہے

مسجد میں دھرا کیا ہے بجز موعظہ و پند

(۱۲ ، ب ج ، ۲۰)

دَھرتی (ار) مونث : زمین

دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے

(نیا شوالا ، ب د ، ۸۸)

دَھرم (ار) مذکر : مذہب (جس سے فرقہ واریت پیدا ہوتی ہے)

دھرموں کے یہ بکھیڑے سب آگ میں ملا دیں

(نیا شوالا ، ب ا ، ۳۴۰)

دَھرم پتنی (ار) بیوی

پردھان ہو سبھا کی بنسی کی دَھرم پتنی

(ب ا ، ۴۲۹)

دَھرنا (ار) : رکھنا (رک)

مہذب ہے تو اے عاشق قدم باہر نہ دھر حد سے

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۹)

دَہریا (ع ف) مذکر ، دَہر (رک) + یا (لاحقۂ صفت نائی) : دہر کو قدیم کہنے والا اور خدا کا منکر (جو نافہم لوگ اقبال کے خیالات کو سمجھنے سے قاصر تھے وہ انھیں شروع شروع میں دہریا کہا کرتے تھے)

قیامت ہے کہ اوروں کو سمجھا دہریا تو نے

(تصویرِ درد ، ب ا ، ۳۲۷)

دَہریت[1] (ع ف ع) مونث ، دہر (= زمانہ) + ی (لاحقۂ نسبت) + ت (لاحقۂ کیفیت) : زمانے کو قدیم کہنے اور وجودِ باری تعالیٰ کو نہ ماننے کا مسلک

یہ وحی دہریت رُوس پر ہوئی نازل

(بلشویک رُوس ، ض ک ، ۱۴۱)

دَھڑکا (ار) مذکر : اندیشہ

رہتا ہے ہر گھڑی اسے دھڑکا زوال کا

(چاند ، ب ا ، ۲۶۷)

دَہشت (ف) مونث : ڈر ، خوف

قدم کا تھا دہشت سے اٹھنا محال

(رام کا خواب ، ب د ، ۳۶)

دَہشت ناک (ف ف) صفت ، دہشت + ناک (لاحقۂ صفت) : جسے دیکھ کر ڈر لگے ، ڈراونی

چرخِ بے انجم کی دہشت ناک وسعت میں مگر

(گورستانِ شاہی ، ب د ، ۱۵۱)

---

[1] عربی میں دہریّت ۔

دُہقان (معرّب) مذکّر
: کسان، کھیتی باڑی کرنے والا
غم زدا ہے دل افسردۂ دہقاں ہونا
(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۸)
: قوم کے باغ کی آبیاری کرنے والا، باہمت اور باعمل فرد
خواب سے امید دہقاں کو جگا سکتا ہے یہ
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۳)
: دنیا میں آخرت کے لیے اعمال کی کھیتی کرنے والا
آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۲)

دُہقانِ گردُوں (ر۔ ف) دہقان + اضافت + گردُوں (رک): آسمان کو کھیتی کرنے والے شخص سے تشبیہ دی ہے (جس نے تاروں کی چنگاریوں کے دانے اپنے کھیت میں لیے بٹنے) ہیں
بوئے بھنے دہقانِ گردُوں نے جو تاروں کے شرار
(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۳)

دِہلی : رک. بلادِ اسلامیہ جس کے تحت یہ درج ہے
(ب د، ۱۴۵)

دِہلی دَروازہ : لاہور میں کشمیری بازار سے اسٹیشن جاتے ہوئے اوّل مسجد وزیر خاں آتی ہے پھر یہ دروازہ جس سے سیدھا دہلی کو راستہ چلا جاتا ہے
دہلی دروازے کی جانب ایک دن جانا ہوا
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۳)

دَہلیز (ف) مونث : آستانہ، چوکھٹ، در، دربار
دہلیز جس کی عید جبینوں کی تھی، گئی
(اشکِ خوں، ب ا، ۸۲)

دَھن (ار) مذکّر : دولت، مال
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
(۷، ب ج، ۳۱)

سہ فارسی میں دہگان۔

دھندا (ار) مذکّر : کاروبار، کام کاج
کہ دل سے فکر رخصت ہو گئی دنیا کے دھندوں کی
(ب د، ۵۸۲)

دُھندلا (ار) صفت : مذموم، جس کی روشنی ہلکی ہو
عمر نورات ہے دھندلا سا ستارا تو ہے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۶)

دُھندلی سی : ہلکی سی جو پوری طرح واضح اور روشن نہیں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۶)

دُھنی : رک. تلوار کا دھنی.

دُھواں (ار) مذکّر : وہ گاڑھے بخارات جو کسی چیز کے جلتے پر رنگ سیاہ یا نیلگوں اوپر کی طرف چڑھتے یا ادھر اُدھر پھیلتے ہیں.

دُھواں دھار (ا۔ ار) صفت، متعلق فعل : نہایت سیاہ تیرہ و تار، نہایت کالا، جو شش سے بھرا ہوا
اب جو ہے ابرِ مصیبت کا دھواں دھار آیا
(فریادِ امت، ب ا، ۱۶۰)

دھوتی (ار) مونث : وہ کپڑا جسے عموماً ہندو پاجامے کی بجائے باندھتے ہیں، لنگی، تہ بند
مل گئی بابو کو دھوتی اور پگڑی چھن گئی
(ب ا، ۲۶۳)

دھوکا (ار) مذکّر.
: خیال، شک، گمان
عرش کا ہے کبھی کعبے کا ہے دھوکا اس پر
(دل، ب د، ۶۱)

دھوکا دینا (ار) غلط فہمی یا فریب میں مبتلا کرنا، غلطی میں ڈالنا
اندازِ گفتگو نے دھوکے دیے ہیں ورنہ
(جگنو، ب د، ۸۵)

دُھوم (ار) مونث : شان و شوکت
ہونے لگا گھوڑوں کا بڑی دھوم سے جلسہ
(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۲)

دِھیمی (ار) صفت مونث : بہت ہلکی، بہت خفیف

(جسے میں محسوس کرتا ہوں دوسرے محسوس نہیں کرتے) ؎

نغمۂ یاس کی دھیمی سی صدا اٹھتی ہے
(نوائے غم، ب د، ۱۱۸)

دے (ار) : دینا مصدر کا مادہ، معاون فعل کے طور پر مستعمل۔

دے پٹکنا (ار) : بلندی سے نیچے گرا دینا، زمین پر اوندھا گرا دینا ؎
گردوں نے کتنی بلندی سے ان قوموں کو دے پٹکا ہے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

دے مارنا (ار) : گرا دینا، پٹک دینا ؎
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

دِیا (ار) مذکر [illegible]
: چھوٹا سا ٹمٹماتا ہوا چراغ ؎
اور دیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۹)
: چمک سے راستے کو منور کرنے والی چیز ؎
چمکا کے مجھے دیا بنایا
(ہمدردی، ب د، ۳۵)

دِیار (ع) مذکر : دار (= گھر) کی جمع : شہر و ملک۔

دیارِ مغرب (— ع) مذکر، دیار + مغرب (= پچھم) : یورپ ؎
دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۱)

دیارِ عشق (— ع) مذکر : مراد عشقِ خدا و رسولؐ کی دنیا ؎
دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
(جاوید کے نام، ب ج، ۱۴۷)

دیارِ نو (— ف) دیار + اضافت + نو (= نیا) : نئی بستی، نیا ملک، نامانوس جگہ ؎
تھے دیارِ نو زمین و آسماں میرے لیے
(عہدِ طفلی، ب د، ۲۵)

دیارِ ہند (— ع) مذکر، دیار + اضافت + ہند (= ہندوستان) : ہندوستان کے باشندے ؎
دیارِ ہند نے جس دم مری صدا نہ سنی
(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۲)

دیباچہ (ف) مذکر : کتاب کا مقدمہ، کتاب کا مقدمہ ؎
شام نے آکر پڑھا دیباچۂ مضمون نیا
([illegible]، ب د، ۳۱۱)

دِیَت (ع) مونث : خون کا بدلہ ؎
ان شہیدوں کی دیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ
(لاہور و کراچی، ض ک، ۵۵)

دیتے ہیں شرابِ آخر : جب دل مسخر کر چکتے ہیں تو غافل بنا کر گردن میں طوقِ غلامی ڈال دیتے ہیں (رقب لاتے ہیں سرورِ اوّل) ؎
لاتے ہیں سرورِ اوّل دیتے ہیں شرابِ آخر
(۲۹، ب ج، ۵۲)

دَیجُور (ع) صفت : تاریک، بالکل سیاہ ؎
صبح میری آئینہ دارِ شبِ دیجور تھی
(وصال، ب د، ۱۲۰)

دِید (ف) مونث
: دیکھنے یا نظارہ کرنے کا عمل ؎
نہیں آنکھ کو دید تیری گوارا
(عشق اور موت، ب د، ۵۸)
: محبوبِ حقیقی یا حسنِ ازل کا دیدار ؎
دید سے تسکین پاتا ہے دلِ مہجور بھی
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

دِیدار (ف) مذکر : جلوہ، نظارہ، دیکھنے یا زیارت کرنے کا عمل ؎
کشش تیری اے شوقِ دیدار کیا تھی
(عزلیات، ب د، ۹۹)

دیدار طلب (— ع) صفت، دیدار + طلب (رک) : دیکھنے کا آرزومند ؎
تجھ کو جب دیدۂ دیدار طلب نے ڈھونڈا
(شیکسپیر، ب د، ۲۵۱)

دِیدہ (ف) مذکر : آنکھ (رک دیدۂ دیدار طلب)

دیدہ وَر (– ف) صفت، دیدہ + وَر (لاحقۂ صفت فاعلی): صاحبِ نظر ؎
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۸)
: طالبِ دیدار ؎
گراں ہے چشمِ بینا دیدہ ور پر
(تصویرِ مصور، ا ح، ۱۷۰)

دیدۂ اُمّید (– ف ف) مذکر، دیدہ + ۂ (علامتِ اضافت) + اُمّید (= تمنا، آس): آسرا رکھنے والی نگاہیں ؎
دُور سے دیدۂ امید کو ترساتا ہوں
(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۸)

دیدۂ باطن (– ف ع) مذکر، دیدہ + ۂ (علامتِ اضافت) + باطن (= دل، فکر و غور): چشمِ بصیرت ؎
دیدۂ باطن پہ رازِ نظمِ قدرت ہو عیاں
(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

دیدۂ بیدار (– ف ف) مذکر، دیدہ + ۂ (علامتِ اضافت) + بیدار (= جاگنے والا): وہ آنکھ جو ہنوز جاگ رہی ہے ؎
ساحرِ شب کی نظر ہے دیدۂ بیدار پر
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

دیدۂ بینا (– ف ف) مذکر، دیدہ + ۂ (علامتِ اضافت) + بینا، مصدر دیدن (= دیکھنا) سے صفتِ فاعلی : بصیرت رکھنے والی نگاہ ؎
شاعرِ رنگیں نوا ہے دیدۂ بینائے قوم
(شاعر، ب د، ۶۱)

دیدۂ پُرنم (– ف ف) مذکر، دیدہ + ۂ (علامتِ اضافت) + پُر (= بھرا ہوا) + نم (= تری): آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھ، چشمِ گریاں ؎
ہاں ڈبو دے اسے محیطِ دیدۂ پُرنم مجھے
(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۸)

دیدۂ تر (– ف ف) مذکر، دیدہ + ۂ (علامتِ اضافت) + تر (رک وار): بھیگی ہوئی آنکھ، آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھ ؎
رواں دریا ہے خوں شہزادیوں کے دیدۂ تر سے
(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

دیدۂ جوہر (– ف ع) مذکر، دیدہ + ۂ (علامتِ اضافت) + جوہر (رک). چونکہ جوہر میں چمک اور روشنی ہوتی ہے اس مناسبت سے آنکھ کو جوہر سے تشبیہ دی ہے ؎
دل کے آئینے سے لائی دیدۂ جوہر زمیں
(دربارِ بہاولپور، ب ا، ۱۸۶)

دیدۂ حیراں کی زنجیریں بنانا: مسلسل حیرت سے دیکھتے رہنے کا دیدۂ حیراں کی زنجیر بنانے سے استعارہ کیا ہے ؎
بناتیں چارہ گر نے دیدۂ حیراں کی زنجیریں
(ب ا، ۲۴۷)

دیدۂ دل (– ف ف): رک دیدۂ باطن ؎
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

دیدۂ سوزن (– ف) مذکر: سوئی کا ناکا جس میں تاگا پروتے ہیں ؎
دیدۂ سوزن سے بھی رکھتے ہیں یہ پنہاں اسے
(اہلِ درد، ب ا، ۲۱۲)

دیدۂ عبرت (– ف ع) مذکر، دیدہ + ۂ (علامتِ اضافت) + عبرت (رک): (تغیرات اور انقلابات سے) نصیحت حاصل کرنے والی نگاہ ؎
تو نے دیکھا ہے کبھی اے دیدۂ عبرت کہ گل
(غزلیات، ب ا، ۱۰۰)

دے دینا (ا) رک دینا۔
تازیانہ دے دیا برقِ سرِ کہسار نے
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

دَیر (ف) مذکر
: بتکدہ، گرجا گھر ؎
پڑھا خوابیدگانِ دیر پر افسونِ بیداری
(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)
: (مجازاً) شراب خانہ جبکہ اس کے ساتھ مے و مینا کے لوازمات

مذکور رہوں . گا

ہے در دَیر مغاں ناصیہ کو یاں ہوگا

(ب ا ، ۲۸۷)

دَیر و حَرَم : مراد ہندو مُسلمان گا

سامانِ صلح دَیر و حرم ہے اگر یہاں

(پنجاب کا جواب ، ب ا ، ۲۱۰)

دَیر و حَرَم کا اِحسان (ف ف ع ا رع) مذکر ، دَیر + و (عطف) + حرم (کعبہ ، مسجد) + کا (رک) + اِحسان (= منّت ، بارِ منّت): بتخانے یا مسجد وغیرہ کا احسان (ان کے گھنٹے یا اذان کی آواز سن کر مجھے صبح نمودار ہونے کا حال معلوم نہ ہو (بلکہ مجھے اپنے جھونپڑے کے سُوراخوں سے ہی نظر آجائے کہ اب صبح ہو رہی ہے) گا

کانوں پہ ہو نہ میرے دَیر و حرم کا احسان

(ایک آرزو ، ب د ، ۴۳)

دیر (ف) کلمۂ ظرفیت : وقفہ ، عرصہ ، مدت گا

یہ کہ کر وہ کچھ دیر تک چپ رہا

(ماں کا خواب ، ب د ، ۳۷)

دیر پیوندی (ـ ف ف) مونث ، دیر + پیوند (= ملنا ، مانوس ہونا) + ی (لاحقۂ کیفیت) : دیر میں وصل یا ملاقات گا

مری آتش کو بھڑکاتی ہے تیری دیر پیوندی

(۱۰ ، ب ج ، ۱۴)

دیر گیر (ـ ف) صفت ، دیر + گیر (رک) : دیر میں بازپرس کرنے والا ، محاسبے میں ڈھیل دینے والا گا

ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر

(ملازادہ ، ۳ ، اح ، ۳۶)

دیرینہ (ف ف) صفت : دیر (رک) + ینہ (لاحقۂ نسبت) : دیر سے منسوب ، پُرانا ، قدیم ، کہنہ

پُوچھ ان سے جو چمن کے ہیں دیرینہ راز دار

(شبلی و حالی ، ب د ، ۲۳۲)

دیرینہ بیماری (ـ ف ف) مونث ، دیرینہ + بیمار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : پُرانا مرض یعنی مسلمان ہونے کے باوجود وہم اور شک یا عقائد میں ناپختگی گا

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی

(۷ ، ب ج ، ۱۱)

دیرینہ روزی (ف ف) مونث ، دیرینہ + روز (= دن ، زمانہ) + ی (لاحقۂ کیفیت)

: پُرانا پن ، کہنگی گا

تجھ میں کچھ ظاہر نہیں دیرینہ روزی کے نشان

(ہمالہ ، ب د ، ۲۱)

دیس (ار) مذکر

: ملک ، وطن ، ولایت گا

ہے وطن تیرا کدھر کس دیس کو جاتا ہے تُو

(ماہِ نو ، ب د ، ۵۴)

: وطن گا

آہ یثرب دیس ہے مسلم کا تُو ماویٰ ہے تُو

(بلادِ اسلامیہ ، ب د ، ۱۴۶)

دیکھ (ار) ، مصدر دیکھنا سے فعل امر

کلمۂ تنبیہ کے طور پر گا

نامحرموں میں دیکھ نہ ہو آشکار تُو

(دردِ عشق ، ب د ، ۵۰)

: نظر ڈال ، نظارہ کر گا

از رہ بہت دل کو نہ بیگانہ وار دیکھ

(غزلیات ، ب د ، ۹۸)

: غور کر ، سوچ اور سمجھ گا

آیا ہے تُو جہاں میں مثالِ شرار دیکھ

(غزلیات ، ب د ، ۹۸)

: ہوشیار رہ گا

دم دے نہ جائے ہستیِ ناپائدار دیکھ

(غزلیات ، ب د ، ۹۸)

: محسوس اور معلوم کر گا

ہر رہگزر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

(غزلیات ، ب د ، ۹۸)

دیکھ لیتا ہُوں جہاں الخ : ان لفظوں سے جو غزل شروع ہوتی ہے یہ اقبال نے میاں محمد شاہ دین ہمایوں بیرسٹر ایٹ لا کو سنانے کے لیے لکھی تھی اس کے کُل بارہ شعر ہیں۔

مخزن (نومبر ۱۹۱۰ء) میں شائع ہوئی تھی اور صاحب باقیات نے اس کے صرف چھ شعر نقل کیے ہیں
(ب ا ، ۳۹۱)

دیکھتا کیا ہوں (ار) : (روزمرّہ) یہ دیکھتا ہے
دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پیکِ جہاں پیما خضر
(خضر راہ ، ب د ، ۲۵۶)

دیکھتے رہنا : مسلسل یا لگاتار دیکھنا ہے
شمع کے شعلوں کو گھڑیوں دیکھتا رہتا ہے تو
(بچہ اور شمع ، ب د ، ۱۳۰)

دیکھنا (ار)
: کسی چیز پر نظر ڈالنا ، ٹکٹکی باندھنا ، نگاہ کسی طرف اٹھانا ہے
پھر اور کس طرح انھیں دیکھا کرے کوئی (غزلیات ، ب د ، ۱۱۲)
: تلاش کرنا ، ڈھونڈنا ہے
ڈھونڈ چکا میں موج موج دیکھ چکا صدف صدف
(۱۲ ، ب ج ، ۳۹)
: ہوشیار رہنا ، دیکھ بھال کر چھونا ہے
چبھ نہ جائے دیکھنا باریک ہے نوکِ قلم
(طفلِ شیرخوار ، ب د ، ۶۶)
: ہاں ذرا توجہ سے سن اور یاد رکھ ہے
دیکھنا تو مری صورت پہ نہ جانا گلچیں
(فریادِ امت ، ب ا ، ۱۴۱)
: برداشت کرنا ، جھیلنا ، سہنا ، کسی حالت سے دوچار ہونا یا سابقہ پڑنا ہے
دستِ گلچیں کی جھٹک میں نے نہیں دیکھی کبھی
(ہمالہ ، ب د ، ۲۳)
: دیدار کرنا ہے
کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طور پر
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۰)
: نظارہ کرکے حقیقت کو سمجھنا ، جاننا اور پہچانتا ہے
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۲)
: پانا ہے
وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں
(غزلیات ، ب د ، ۱۳۸)
: محسوس کرنا ہے
دیکھ لیتا ہوں جہاں تنکا کوئی چبھتا ہوا
(ب ا ، ۳۹۱)
: دیکھو ، دیکھیے ہے
گرمیِ فریاد کی آتش گدازی دیکھنا
(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۱۴)

دیکھنے کو (ار) : ظاہر میں ، بظاہر ہے
دیکھنے کو نوجوان ہوں طفلِ ناداں میں بھی ہوں
(طفلِ شیرخوار ، ب د ، ۶۷)

دیکھنے کی چیز (ار ار ف) : غور کرنے کے قابل شے ، ایسی چیز جس کی حقیقت کو سمجھنے کے دوران ان اسرار کا انکشاف ہو جو اس کی خلقت یا صنعت میں مضمر ہیں ہے
ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ
(غزلیات ، ب د ، ۹۸)

دیکھی ہوئی (ار) مصدر دیکھنا سے حالیۂ تمام ، مؤنث : جسے پہلے کبھی دیکھا جا چکا ہے (مراداً جلوۂ قدرت جسے عالمِ ارواح میں دیکھا تھا) ہے
یہ کسی دیکھی ہوئی شے کی مگر پہچان ہے
(بچہ اور شمع ، ب د ، ۹۳)

دیکھیے (اور) پہچانیے : میرے نزدیک قافیہ درست نہیں دونوں کے آخر میں .... ے ، مضارع کی ہے جس کے بعد "ا" اور "ھ" رہ جاتے ہیں جو قافیہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔
(گلِ پژمردہ ، ب ا ، ۳۰۰)

دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی : جو مجھے دیکھے گا اسے تیری تجلی نظر آجائے گی کیونکہ انتہائے عشقِ الٰہی میں اس کے صفات و اخلاق کا پرتو عاشق میں پیدا ہو جاتا ہے ۔
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۲)

دیکھیے (ار) : نہ جانے ، خدا جانے ، پتا نہیں ہے
دیکھیے ہوتا ہے کس کس کی تمناؤں کا خون

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۶)

دِین (ع) مذکر : اسلام ، مذہب اور اس کے متعلقات ؎

مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیمِ دیں

(سید کی لوحِ تربت ، ب د ، ۵۲)

دِین داری (ـ ف ف ، مونث ، دین + دار ، مصدر داشتن (= رکھنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) اسلام کے احکام کی پابندی ، دل میں ایمان رکھنے کا عمل ؎

عجب واعظ کی دینداری ہے یا رب

(غزلیات ، ب د ، ۹۹)

دِینِ مسیحی (ـ ع ف) مذکر ، دین + اضافت + مسیح (= حضرت عیسیٰؑ) + ی (لاحقۂ نسبت) : عیسائیت ؎

قبول دینِ مسیحی سے برہمن کا مقام

(اشاعتِ اسلام فرنگستان میں ، ض ک ، ۶۲)

دین و تعلیم : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ پوری قوم یہاں تک کہ دینی تعلیم کے معلم بھی خلوص سے خالی ہیں ، یہ گناہ شخصی نہیں جماعتی ہے اس لیے فطرت اسے کبھی معاف نہیں کر سکتی

(ض ک ، ۸۶)

دین و دنیا : یہ ایک نظم کی سرخی ہے جو اقبال نے انجمن حمایت الاسلام لاہور کے سہ روزہ اجلاس منعقدہ ۲۱/ ۲۲/ ۲۳/ فروری کو شب کے وقت پڑھی ۔ اس اجلاس کے صدر خان بہادر شیخ حاجی خدا بخش ڈسٹرکٹ جج گورداسپور تھے ۔ اس نظم سے بعض احباب کو کچھ بدگمانی اور غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی مگر اقبال نے ۲۳/ فروری کے اجلاس کی نظم میں اس کا ازالہ کر دیا ۔

(ب ، ۱۰۳)

نوٹ رقیب خبر مقدم ، ب (۱۰۷ ، ۹)

دین و دولت قماربازی : دنیا میں لوگ (عوام بھی اور علمائے ظاہر بھی) دین اور دولت دونوں کو داؤ پر لگا دیتے ہیں (اور حصولِ دنیا میں کسی بات سے نہیں چوکتے)

(جاوید سے ۳ ، ض ک ، ۸۹)

دِین و سیاست : یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ مذہب میں اسلام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں دین اور سیاست دو جدا جدا چیزیں نہیں ہیں

(ب ج ، ۱۸)

دین و ہنر : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ ادب اور آرٹ کو اگر دین کی قید سے آزاد کر دیا جائے تو یہ دونوں بیکار ہیں ، دوسرے لفظوں میں "فن برائے فن" کا نظریہ غلط ہے ۔

(ض ک ، ۱۰۰)

دین ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت : (غالباً) اس صورتِ حال کی طرف اشارہ ہے جو ہندوستان کے مسلمانوں کو علامہ کے زمانے میں درپیش تھی یعنی ہنود کے تعاون سے انھیں انگریزوں کی غلامی سے جلد آزادی مل سکتی تھی مگر ہنود سے تعاون کے دوران بہت سی غیر اسلامی باتیں بچوں اور نوجوانوں کی سرشت میں شامل ہو جانے کا یقین تھا (یہ اس زمانے کی نظم ہے جب علامہ ہند و مسلم اتحاد کے نظریے سے دست بردار ہو کر ایک جداگانہ مسلم حکومت قائم ہونے اور برصغیر کی تقسیم پر یقین رکھتے تھے)

(بڈھے بلوچ کی نصیحت ، ا ح ، ۱۶)

دین (ار) مونث : عطیہ ، انعام ؎

خدا کی دین ہے سرمایۂ غم فرہاد

(ب ج ، ۵۰ ، ۷۰)

دینا (ار) : (کوئی چیز) عطا کرنا ، مرحمت کرنا ، حوالے کرنا ؎

سایہ دیا شجر کو پرواز دی ہوا کو

(جگنو ، ب د ، ۸۴)

: لگانا ؎

چشمِ نظارہ میں نہ تو سرمۂ امتیاز دے

(پیام ، ض ک ، ۱۱۳)

: چھوڑنا ؎

خودی کو نہ دے سیم و زر کے عوض
(خودی ، ب ج ، ۱۹۰)

دینار (ع) مذکر: اُس وقت کے حجاز میں ایک سونے کا سکہ جو اُس زمانے میں ہمارے ڈھائی روپے کے برابر ہوتا تھا ؎

ملک یمین و درہم و دینار و رخت و جنس
(صدیقؓ ، ب د ، ۲۳۴)

دیو (ف) مذکر: جن، قوی ہیکل اور سرکش بھوت پریت، شیطان (جو ظالم و سفاک اور خونخوار ہوتا ہے)

دیو استبداد (- ع) مذکر، دیو + استبداد (رک): ظلم و جبر کا بھوت، (استبداد کو دیو سے تشبیہ دی ہے) ؎

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
(خضر راہ ، ب د ، ۲۶۱)

دیو بے زنجیر (- ف ف) مذکر: ایسا سرکش اور فریبی جن جو زنجیروں میں جکڑا ہوا نہ ہو (اور بلا وجہ لوگوں کو ستائے) ؎

فرنگیوں کی سیاست ہے دیو بے زنجیر
(لادین سیاست ، ض ک ، ۱۵۳)

دیو حرماں: حرماں (رک) کو دیو سے تشبیہ دی ہے ؎
یہ وہ جادو ہے کہ جس سے دیو حرماں دور ہو
(نالۂ یتیم ، ب ا ، ۳۹)

دیوار (ف) مونث
: مٹی یا اینٹوں یا کسی اور چیز کی بنائی ہوئی اوٹ جو زمین کے کسی حصے کو محدود کرنے اور بیرونی مداخلت کو روکنے کے لیے بنائی جاتی ہے ؎
دیواروں کو آئینوں سے ہے میں نے سجایا
(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۲۹)

: فصیل ۔
پاسباں اپنا ہے تو دیوار ہندوستاں ہے تو
(ہمالہ ، ب د ، ۲۲)

دیوارِ یتیم: رک کشتیِ مسکین ۔

دیوان (ع) مذکر: شاعر کے شعروں کا مرتب مجموعہ یا دفتر ؎
مطلع اول فلک جس کا ہے وہ دیواں ہے تو
(ہمالہ ، ب د ، ۲۲)

دیوانِ جز و کل (- ع ف ع) مذکر، دیوان + جز (= کل کا ایک حصہ) + و (عطف) + کل (= تمام): کائنات عالم کی کتاب ؎
دیوان جز و کل میں ہے تیرا وجود فرد
(شبلی و حالی ، ب د ، ۲۲۲)

دیوانِ ہست و بود (ع ف ف) مذکر، دیوان + اضافت + ہست و بود (رک) کائنات عالم کو ایک دیوان اشعار سے تشبیہ دی ہے جس طرح دیوان مختلف شعروں پر مشتمل ہوتا ہے اسی طرح کائنات بھی مختلف اشیا پر مشتمل ہے (خرد کو سر فہرست قرار دیا ہے)

؎
تحریر کردیا سر دیوان ہست و بود
(شمع ، ب د ، ۴۶)

دیوانگی (ف) مونث: عشق کی مستی یا محویت ؎
الٰہی عقل خجستہ پے کو ذرا سی دیوانگی سکھا دے
(غزلیات ، ب د ، ۱۳۵)

دیوانہ (ف) صفت
: سودائی، فریفتہ، عاشق ؎
دل کسی اور کا دیوانہ میں دیوانۂ دل
(دل ، ب د ، ۶۲)

: پاگل، سڑی ؎
چارہ گر دیوانہ ہے میں لا دوا کیونکر ہوا
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۰)

دیوانہ پن (- ار) مذکر، دیوانہ + پن (لاحقۂ کیفیت): دیوانگی، جنون، پاگل ہو جانے کی بات ؎
علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن
(علم و عشق ، ض ک ، ۲۰)

دیوانۂ غائب (- ف ع) مذکر: دیوانہ + ۂ (علامت اضافت) + غائب (رک): امام غائب کے عشق میں سرشار ؎

ہے اگر دیوانۂ غائب تو کچھ پروا نہ کر

(کفر و اسلام، ب د، ۲۴۰)

دیوانۂ نظارۂ محمل (ـ ف ع ع) دیوانہ + ء (علامت اضافت) + نظارہ (رک) + محمل (رک): لیلیٰ کی محمل کو دیکھنے کے لیے سودائی بنا ہوا یعنی خدائے تعالیٰ کے مظاہر اور اس کے حبیب کے آثار کا شیدائی ہے

ع

قیس دیوانۂ نظارۂ محمل نہ رہا

(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

دیوانی (ا ر) صفت مونث: دیوانہ (رک) کی تانیث

ع

ورنہ امت ترے محبوب کی دیوانی تھی

(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

دیوتا (ا ر) مذکر: بزرگ، مقدس، فرشتہ، اوتار

ع

خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

(نیا شوالہ، ب د، ۸۸)

ڈ ذ

ڈالنا (ار) : مراد پیدا کرنا ہے
غضب کا تفرقہ ڈالا ترے خرمن کے دانوں میں
(تصویرِ درد ، ب ا ، ۳۲۴)

ڈالی (ار) مونث : شاخ ہے
میں نے جس ڈالی کو تاڑا آشیانے کے لیے
(غزلیات ، ب د ، ۹۹)

ڈالیاں پیرہن برگ سے عریاں بھی ہوئیں (ار رف ار رع ار ار)
ڈالیاں + پیرہن (رک) + اضافت + برگ (= پتا) + سے (رک) + عریاں (رک) + بھی (رک) + ہوئیں = ہونا (رک) سے ، ڈالیاں پتوں کا جو لباس پہنے ہوئے تھیں وہ اتر گیا یعنی مسلمان علوم و معارف اور اخلاق و عقائد سے عاری ہوگئے
(شکوہ ، ب د ، ۱۷۰)

ڈالیوں میں آشیاں ہونا : کنایۃً کسی سرزمین پر رہنا سہنا اور اسے آباد کرنا ہے
تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا
(ترانۂ ملی ، ب د ، ۱۵۹)

ڈبونا (ار) : غرق کر دینا ، پانی کی تہ میں بٹھا دینا ہے
ہاں ڈبو دے اے محیطِ آبِ گنگا تو مجھے
(صدائے درد ، ب د ، ۴۲)

ڈر (ار) مذکر : خوف ، اندیشہ ، دہشت ہے
لرزتا تھا ڈر سے مرا بال بال
(ماں کا خواب ، ب د ، ۳۶)

ڈراما (انگ) مذکر : وہ تماشا جو اسٹیج پر پردے اٹھا کر دکھایا جاتا ہے ، ناٹک ، کرتب (طنزیہ) ہے
یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۳)

ڈرتے ڈرتے (ار ار) متعلق فعل : خائف ہو ہو کر (کہ کہیں صبح نہ ہو جائے اور ان کی موت نہ آ جائے) ہے
ڈرتے ڈرتے دمِ سحر سے
(چاند اور تارے ، ب د ، ۱۱۹)

ڈرنا (ار) : خوف کرنا ، کسی چیز کو اپنے لیے مضر یا نقصان دہ سمجھ کر اس سے بچنا اور گریز کرنا ہے
آئین نو سے ڈرنا طرزِ کہن پہ اڑنا
(بزمِ انجم ، ب د ، ۱۷۴)

ڈسنا (ار) : (سانپ کے) کاٹنے کا عمل ہے
دل کو جگر کو سینے کو پہلو کو ڈس گیا
(اشکِ خوں ، ب ا ، ۸۷)

ڈگری (انگ) مونث : کامیابی کی سند ہے
ڈگری ولا کے دین سے بیگانہ کر دیا
(ب ا ، ۴۲۸)
: روپے زمین جائداد یا کسی اور حق کے حاصل کرنے کا سرکاری حکم ہے
میں نے یہ سمجھا کوئی ڈگری ہے یا اشٹام ہے
(دین و دنیا ، ب ا ، ۱۱۰)

ڈنڈا (ار) مذکر : ہاتھ میں رکھنے کا سونٹا جس سے بہ وقت ضرورت کسی کو مارتے ہیں ، لاٹھی ہے
میں ڈنڈے پہ شاکر تو انڈے پہ راضی
(ب ا ، ۴۶۱)

ڈوبنا (ار)
: پانی میں نیچے بیٹھ جانا ، غرق ہو جانا ، مراد فنا فی اللہ ہو جانا ہے
کہ جن کو ڈوبنا ہو ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۴)
: چھپ جانا ہے
ستارے شام کے خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے
(طلوعِ اسلام ، ب د ، ۲۷۲)
: غرق ، غور اور مستغرق ہونا ، خوب غور و خوض کرنا ہے
اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
(۷ ، ب ج ، ۳۱)

ڈولی (ار) مونث : موٹے بانس میں بندھی ایک محافہ نما سواری جس میں پردہ نشین عورتیں بیٹھتی ہیں اور جسے کہار اٹھاتے ہیں .

(غزل ، ب ا ، ۲۰۵)

ڈھب (ار) مذکر : طور ، طریقہ ، ڈھنگ ، روِش ، اسلوب ؏
ڈھب مجھے قوم فروشی کا نہیں یاد کوئی
(نصیحت ، ب ا ، ۲۶۲)

ڈھب کی (- ار) : پسندیدہ ؏
یوں نہ کہہ کھیلو مری جاں ڈھب کی شوخی چاہیے
(ب ا ، ۵۹۵)

ڈھلنا (ار) : گرنا ؏
اشکِ غم ڈھلنے لگے پابوسِ داماں کے لیے
(نالۂ یتیم ، ب ا ، ۳۵)

ڈھونڈھنا (ار) : تلاش کرنا ؏
محبت کے لیے دل ڈھونڈھ کوئی ٹوٹنے والا
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۴)

ڈھیلا ہاتھ (ار) مذکر : جس ہاتھ میں کڑا پن نہ ہو ، جو آہستہ اور دھیرے سے چلایا جائے (جیسے فقط دکھانے کے لیے چل رہا ہے) ؏
ہائے وہ مار ڈھیلے ہاتھوں کی
(ب ا ، ۴۲۴)

ڈھیر (ار) مذکر : انبار ؏
لعلِ بدخشاں کے ڈھیر چھوڑ گیا آفتاب
(مسجد قرطبہ ، ب ج ، ۱۰۰)

ڈیلی (انگ) صفت : روزانہ ؏
جو ہو اخبار روزانہ تو کہتے ہیں کہ ڈیلی ہے
(ب ا ، ۴۶۹)

ڈینگ (ار) مونث شیخی ، لاف و گزاف ۔
ڈینگ مارنا (- ار) : اترانا ، شیخی بگھارنا ؏
پہلا سبق ہے بیٹھ کے کالج میں مار ڈینگ
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۴)

ذات (ع) مونث
: جنس ، وہ نوع جس کا یہ ایک فرد ہے ؏
یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی
(ایک گائے اور بکری ، ب د ، ۲۴)
: قوم ، گوت ، جات ؏
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۴۲)
: ہستی ، وجود ؏
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار
(صدیق ، ب د ، ۲۲۴)
: باری تعالیٰ کی ہستی جو تمام صفاتِ کمالیہ کی حقیقتِ واحدہ ہے اور جس تک عقلِ انسانی کی رسائی ممکن نہیں کیونکہ ممکن واجب کی ماہیت کو کما ہی نہیں سمجھ سکتا ؏
میری نوا سے شوق سے شورِ حریمِ ذات میں
(ا ، ب ج ، ۵۰)

ذاتی (ع ف) صفت : جو خود اپنی ذات میں ہو ، جو ذات سے تعلق رکھتا ہو ؏
ہے ہزار زمانے میں کبھی جوہرِ ذاتی
(تقدیر ، ض ک ، ۲۴)

ذٰلکَ الکِتاب : وہ کتاب ۔ قرآن پاک کے پارہ الم کے آغاز کا دوسرا اور تیسرا لفظ ، اس جگہ بطور مجازِ مرسل قرآن پاک مراد ہے (شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے ہلال تو پر طاؤس کے حلقے کی مثل ہے اور اس قابل ہے کہ تجھے قرآن پاک میں نشانی کے طور پر رکھا جائے) ؏
قابلِ ذٰلکَ الکتاب ہے تو
(یتیم کا خطاب ، ب ا ، ۵۲)

ذَبح کرنا (ع ار) : گلے پر چھری پھیرنا ؏
کرنے تھے ذبح طائرِ بامِ حرم تجھے
(اشکِ خوں ، ب ا ، ۷۵)

ذخّار : اس کا املا کتاب میں "ذ" سے غلط ہے "ز" میں دیکھیے ؏
نقشہ ہر صدفِ قلزمِ ذخّار ہوں میں
(ابرِ کہسار ، ب ا ، ۲۸۵)

ذخیرہ (ع) مذکر : سامانِ رسد ؏
مسلم سپاہیوں کے ذخیرے ہوئے تمام
(محاصرۂ ادرنہ ، ب د ، ۲۱۶)
: وہ سامان جو کسی اور وقت کام آنے کے لیے جمع کر کے رکھ لیا جائے ، خزانہ ، گودام ؏

ہو گھاس تو پیدا تو یہ رکھتا ہے ذخیرا

(گھوڑوں کی مجلس ، ب ا ، ۵۵۰)

ذرا (ا ر) صفت

: کم سے کم ؎

یہ چھپالیا ہی ذرا تو ڈر کر دکھا مجھ کو

(ایک پہاڑ اور گلہری ، ب د ، ۳۱)

: تاکید اور حسنِ کلام کے لیے ؎

یہ کچی باتیں ہیں دل سے انھیں نکال ذرا

(ایک پہاڑ اور گلہری ، ب د ، ۳۱)

: تنبیہ کے محل پر ؎

کہا یہ سن کے گلہری نے منہ سنبھال ذرا

(ایک پہاڑ اور گلہری ، ب د ، ۳۱)

: مطلق ، ذرّہ بھر ، تھوڑی سی بھی ؎

قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں

(ایک پہاڑ اور گلہری ، ب د ، ۳۲)

ذرا سا (۔ ا ر) چھوٹا سا ، تھوڑا سا ؎

اک ذرا سا ابر کا ٹکڑا ہے جو مہتاب تھا

(گورستانِ شاہی ، ب د ، ۱۵۱)

ذرا سا تو دل ہوں: ان الفاظ سے باقیات میں جو غزل شروع ہوتی ہے اس کے دس شعر باقیات میں اور چھ بانگِ درا میں ہیں اس طرح یہ کُل سولہ شعر کی غزل ہے

(ب ا ، ۴۳۶ - ب د ، ۱۰۵)

ذرا سی (۔ ا ر) تھوڑی سی ؎

ذرا سی پھر ربوبیت سے شان بے نیازی لی

(محبت ، ب د ، ۱۱۱)

ذرا سی بات: مسئلۂ توحید و دیگر اسلامی تعلیمات کی طرف اشارہ ہے (جو فطرتِ انسانی سے قریب تر ہیں) ؎

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے

(۲۶ ، ب ج ، ۴۹)

ذرا نم ہو: مراد یہ ہے کہ تھوڑا سا تیری رحمت کا بادل برس جائے ؎

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

(۷ ، ب ج ، ۱۱)

ذرّوں: ذرّہ (ر ک) کی مغیرہ صورت نیز جمع .

ذرّوں کی ترکیب (ا ر ا ر ع) مونث ، ذرّوں ، ذرّہ (عربی) کی اردو جمع + کی (ر ک) + ترکیب (= ملنا یا مخلوط ہونا)

: ذرّاتِ مادّی کا باہم ملنا اور مرکب ہونا (فلسفی دیمقراطیس کے نظریے کی طرف اشارہ جس نے حضرت عیسیٰ سے چار سَو برس پہلے یہ کہا تھا کہ کائنات مادّے کے ذرّوں سے مل کر بنی ہے اور اس کا کوئی پیدا کرنے والا (خدا) نہیں ہے) ؎

بنایا ذرّوں کی ترکیب سے کبھی عالم

(سرگزشتِ آدم ، ب د ، ۸۴)

ذرّوں نے لطفِ خواب کو چھوڑا: ذرّوں میں جان پڑ گئی اور وہ اپنے عمل کے لیے بیدار ہو گئے ؎

ہوئی جنبش عیاں ذرّوں نے لطفِ خواب کو چھوڑا

(محبت ، ب د ، ۱۱۲)

ذرّہ (ع) مذکر

: چھوٹے سے چھوٹا جزو ، خاک کا ناچیز ریزہ ، بال کی نوک کے برابر چیز ؎

باطن ہر ذرّۂ عالم سراپا درد ہے

(گورستانِ شاہی ، ب د ، ۱۴۹)

: دل کو ذرّے سے تشبیہ دی ہے ، مراد ننھا سا دل ؎

ذرّہ میرے دل کا خورشید آشنا ہونے کو ہے

(نالۂ فراق ، ب د ، ۷۷)

: انسان مستعار لہٗ ہے ؎

اس ذرّہ کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم

(انسان ، ب د ، ۱۷۹)

: کمزور اور ناطاقت چیز ؎

کر سکتا ہے وہ ذرّہ مہ و مہر کو تاراج

(معراج ، ض ک ، ۱۷)

ذرّہ ذرّہ (۔ ع) مذکر : زمین کا چپّہ چپّہ ؎

ذرّے ذرّے میں ترے خوابیدہ ہیں شمس و قمر

(مرزا غالب ، ب د ، ۲۷)

ذکاوت (ع) مونث : دانائی ، ہوشیاری ، عقلمندی ؎

نیلی آنکھوں سے ٹپکتی ہے ذکاوت کیسی

(... کی گود میں پلی کر دیکھو کر، ب د، ۱۱۷)

ذکاء (ع) مونث، رک ذکاوت ؎
دکھائیں فہم و ذکا دہر پہ اوروں کا
(فلاحِ قوم، ب ا، ۱۳۱)

ذکر (ع) مذکر
: بیان، تذکرہ، یاد ؎
کہیں ذکر رہتا ہے اقبال تیرا
(غزلیات، ب د، ۹۹)
: یادِ الٰہی، دعا و وظیفہ و تذکرۂ رسول ؎
تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ
(ا، ب ج، ۲۳)
: (تصوف) رک معرکۂ ذکر و فکر.

ذکر و فکر: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ اسلام ذکر اور فکر کی حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے اور بتایا ہے کہ یہ دونوں ہی اسلام کے اجزائے مزکرتیہ ہیں۔
رومی: رک پیر رومی (تحقیق الفاظ)
بوعلی سینا: رک عرفی
عطار: مولانا فرید الدین عطار جو مثنوی منطق الطیر کے مصنف تھے اور بہت بڑے صوفی شاعر گزرے ہیں
(ض ک، ۲۳)

ذلت (ع) مونث: پستی، پستی میں ورود (حضرت آدم کے جنت سے زمین پر تشریف لانے کی طرف اشارہ) ؎
ہے مری ذلت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل
(غزلیات، ب د، ۱۰۷)
: رسوائی ؎
کہ شاہیں کے لیے ذلت ہے کار آشیاں بندی
(۱۰، ب ج، ۱۴۲)

ذمی (ع) صفت: وہ غیر مسلم جو مسلم حکومت کو جزیہ دیتا ہو ؎
ذمی کا مال لشکرِ مسلم پہ ہے حرام
(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۷)

ذوالفقار علی خاں: پورا نام مع خطابات نواب سر ذوالفقار علی خاں ریاست مالیر کوٹلہ کے رہنے والے اور وہاں کے شاہی خاندان کے ایک فرد تھے۔ ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۲ء میں گورنمنٹ کالج سے بی اے کیا۔ ۱۸۹۲ء سے ۱۸۹۶ء تک کیمبرج اور پیرس میں رہے۔ ۱۹۱۱ء میں سی ایس آئی کا اور ۱۹۱۹ء میں "سر" کا خطاب ملا۔ ۱۹۲۰ء میں کونسل آف اسٹیٹ کے اور ۱۹۲۶ء میں مشرقی پنجاب کی مرکزی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۲۲ مئی ۱۹۳۳ء کو دہرہ دون میں وفات پائی۔ مرحوم، مسلمانوں کے سچے ہمدرد تھے۔ علامہ جب ۱۹۰۸ء میں یورپ سے واپس آئے تو سر عبدالقادر نے نواب صاحب کا ان سے تعارف کرایا۔ ۱۹۱۰ء میں نواب صاحب نے کوئنز روڈ لاہور میں اپنی کوٹھی بنوائی تو اقبال ہی نے اس کا نام "ذرافشاں" رکھا۔ اقبال کی شاعری پر انگریزی میں سب سے پہلی کتاب نواب صاحب ہی نے ۱۹۲۱ء میں لکھی۔ جس کا نام تھا ــــ مشرق سے ایک آواز اور نواب صاحب ہی کی کوشش سے ۱۹۲۳ء میں اقبال کو "سر" کا خطاب ملا
(موٹر، ب د، ۱۷۸)

ذوالفقار گنج: اس عنوان سے اقبال نے اپنے دوست نواب سر ذوالفقار علی خاں رئیس مالیر کوٹلہ کی تعمیر کردہ سرائے ذوالفقار گنج کی تاریخ فارسی میں کہی ہے۔ مشکل لفظوں کا حل اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے
(ب ا، ۳۹۰)

ذوق (ع) مذکر
شوق، دلچسپی، معاملات کو سمجھنے کی قدرتی صلاحیت، قدرتی دلچسپی، مزہ، چاشنی، لطف، لذت۔
: (تصوف) حق و باطل میں امتیاز کرنے کا ملکہ
بادہ ہے نیم رس ابھی ذوق ہے نارسا ابھی
(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

ذوقِ استفسار (- ع) مذکر، ذوق (= قدرتی دلچسپی) + اضافت + استفسار (= دریافت کرنا، نامعلوم باتوں کا حال پوچھنا) ؎
دل نہ تھا میرا سراپا ذوقِ استفسار تھا
(عہدِ طفلی، ب د، ۲۵)

ذوقِ استفہام (- ع) مذکر، ذوق + اضافت + استفہام

(= دریافت کرنا، سوال کرنا، پوچھنا) : جستجو اور تلاش کا قدرتی رجحان یا ذوق و شوق ۔

واں بھی انساں ہے قتیلِ ذوقِ استفہام کیا

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۰)

ذوقِ آگہی (ـ ف) مذکر، ذوق + اضافت + آگہی (= آگاہی، معرفت) کی تخفیف: معرفتِ الٰہی کا ذوق و شوق ۔

سیکڑوں منزل ہے ذوقِ آگہی سے دور تو

(چاند، ب د، ۸۰)

ذوقِ تقاضا (ـ ع) مذکر، ذوق + اضافت + تقاضا (رک) : خدائے تعالیٰ کے جلووں سے فیضیابی کی تمنا اور طلب ۔

پھر شوقِ تماشا دے پھر ذوقِ تقاضا دے

(دعا، ب د، ۲۱۲)

ذوقِ تکلّم (ـ ع) مذکر، ذوق + اضافت + تکلّم (= گفتگو کرنا) : کلام کرنے کا شوق، خدائے تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کی خواہش (حضرت موسیٰ اور کوہِ طور کے واقعے کی طرف اشارہ ہے جہاں خدائے تعالیٰ نے اُن سے باتیں کرنے کے لیے ایک درخت میں قوتِ تکلّم پیدا کر دی تھی) ۔

کبھی میں ذوقِ تکلّم میں طور پر پہنچا

(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۷)

: شعر میں مضمون ادا کرنے کا اسلوب ۔

شریعت کیوں گریباں گیر ہو ذوقِ تکلّم کی

(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

ذوقِ تماشا (ـ ع) مذکر، ذوق + اضافت + تماشا (= دیکھنا) : نظارگی کا ذوق و شوق ۔

پروانہ اور ذوقِ تماشائے روشنی

(شمع و پروانہ، ب د، ۳۱)

ذوقِ حاضر (ـ ع) مذکر، ذوق + حاضر (= آنکھوں کے سامنے موجود) : مراد دنیا کے کاروبار جس کے لیے اسی باطل سے قدم قدم پر سابقہ پڑے گا جو آج کی دنیا میں ہے (اور جسے بت سمجھ کر توڑنے کے لیے "خلیل اللہ" کے سے پختہ ایمان کی ضرورت ہے) ۔

ذوقِ حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیل

(کفر و اسلام، ب د، ۲۴۰)

ذوقِ خراش (ـ ف) مذکر، ذوق + اضافت + خراش، مصدر خراشیدن (= چھیلنا) سے فعلِ امر: مصائب برداشت کرنے کی لذّت ۔

زندگی موت ہے، کھو دیتی ہے جب ذوقِ خراش

(مدرسہ، ض ک، ۸۳)

ذوقِ سفر (ـ ع) مذکر، ذوق + اضافت + سفر: جدّوجہد اور طلب کا شوق ۔

حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

(۴۲، ب ج، ۴۲)

ذوقِ طلب (ـ ع) مذکر، ذوق + اضافت + طلب (= جستجو، تلاش) : وہ لطف اور حظ جو طالبِ حقیقت کو طلب میں آتا ہے ۔

شوقِ نظر کبھی کبھی ذوقِ طلب بنی

(شمع، ب د، ۴۵)

: عشقِ الٰہی، عشقِ رسول ۔

موت ہے عیشِ جاوداں ذوقِ طلب اگر نہ ہو

(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

ذوقِ لطیف (ـ ع) مذکر، ذوق + لطیف : مقتضائے حال کے مطابق پسندیدہ اور ناپسندیدہ میں تمیز کرنے کا مادّہ ۔ قوم کے حق میں ایسے پروگرام بنانے والی صلاحیت جو مفید ہوں ۔

ضمیر پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

(مغربی تہذیب، ض ک، ۷۱)

ذوقِ نظر (ـ ع) مذکر، ذوق (رک) + اضافت + نظر (رک) : سیر تماشے کا مذاقِ فطری ۔

کھینچ کر سوئے گلستاں لے گیا ذوقِ نظر

(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۱)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے تمثیلی انداز میں یہ بتایا ہے کہ جس شخص کی خودی بلند ہو وہ موت میں بھی حسنِ فطرت کے مشاہدے کا مذاقِ سلیم رکھتا ہے

(ض ک، ۱۳۲)

ذوقِ نمود : وہ دلی لگن یا جذبۂ خلوص جس کی تاثیر زندگی کے افعال میں نظر آئے ۔

لا اگر مردہ و افسردہ و بے ذوق نمود

(مسجد قوت الاسلام، ض ک، ۱۰۵)

ذوق و شوق : یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے، دراصل یہ سرورِ کونین کی نعت ہے جس کے اکثر اشعار اقبال نے سیاحتِ فلسطین کے دوران کہے ہیں ظاہر ہے کہ حضورؐ کے روضۂ مقدس کے پڑوس میں پہنچ کر ہر وقت انہیں اسی دیارِ محبوب کی زیارت کا خیال رہتا ہوگا اس لیے انہوں نے یہ عنوان اختیار کیا

(ب ج، ۱۱۱)

ذوقِ یقیں (ع ع) مذکر، ذوق + اضافت + یقیں (رک) = مراد ایمانِ محکم ہے

جب ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۱)

ذہن (ع) مذکر: سمجھ کی قوّت، زیرکی، دانائی ہے

شجرہ ترکمانی ذہن ہندی نطق اعرابی

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

ذہانت (ع) مؤنث : ذہن کی تیزی ہے

فصاحت ہ بلاغت کا لیاقت کا ذہانت کا

(ب [illegible])

ذی (ع) سابقۂ صفت : والا، صاحب، رکھنے والا۔

ذی جاہ (ع ف) صفت، ذی + جاہ (رک) : مرتبے والا، عالی مرتبہ ہے

اے شہ ذی جاہ تو واقف ہے ان اسرار سے

(برگ گل، ب ۱، ۳۰۱)

ذی رُوح (ع ع) صفت، ذی + رُوح (رک) : جان رکھنے والا ہے

گرچہ ہر ذی رُوح کی منزل ہے آغوشِ لحد

(صدائے غیب، ب ح، ۲۰۰)

ر

رابطہ (ع) مذکر : ربط ضبط، اتحاد، اشتراکِ عمل، تعلق ہے
ملت سے کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
(پیوستہ، ب د، ۲۴۹)

رات (ار) مونث : سورج ڈوبنے کے وقت سے لے کر دوسرا دن نکلنے کے وقت تک کا وقفہ جس میں اندھیرا ہوتا ہے ہے
کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی
(ہمدردی، ب د، ۳۵)

رات اور شاعر : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں "چاند" (رک) کی طرح انھوں نے رمز و کنایہ سے کام لیا ہے۔ ماحصل یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں ساری دنیا پڑی سو رہی ہے صرف میں اس غرض سے جاگ رہا ہوں کہ رات میں خدائے تعالٰی کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں لیکن افسوس کہ میری قوم ان برکتوں سے محروم ہے۔
(ب د، ۱۴۲)

راتیں گزارنا (ار) راتوں میں مسلسل جاگنا، مراداً ساری عمر ریاضت میں بسر کر دینا (اٹلی کے ہیئت دان "گلیلیو" کی طرف اشارہ ہے جس نے ستاروں اور سیاروں کی تحقیقات میں اپنی زندگی ختم کر دی تھی) ہے
اسی خیال میں راتیں گزار دیں میں نے
(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

راج (ار) مذکر : حکومت ہے
من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج
(، ب ج، ۱۳۱)

راج دھانی/راجدھانی (- ہ) مونث : وہ شہر جہاں راج گدی ہو، دارالسلطنت (راج، راجا اور اس لفظ کے استعمال سے ہندوستان کی حکومت، مراد ہے جس کی راجدھانی یعنی دہلی موجود ہے مگر اصلی حکمراں اور ان کی حکومت باقی نہیں، کیونکہ اسے "فرنگیوں نے چھین لیا)
راج دھانی ہے تو ہے مگر باقی نہ راجا ہے نہ راج
(مسولینی، ض ک، ۱۵۰)

راجا/راجہ (ار) مذکر : بادشاہ، حکمراں (رک راجدھانی)۔
ارتیں ہے یہ خطاب ملا ہو، تعلقہ دار یا وزیر ہے
سند آرائے وزارت راجہ کیواں حشم
(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۴)

راحت (ع) مونث : آرام، سکون

راحت ملی (- ار) : مکہ معظمہ سے ہجرت کے بعد سکون نصیب ہوا ہے
تجھ میں راحت اس شہنشاہ معظم کو ملی
(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

راحلہ (ع) مذکر : سواری، جس پر سوار ہوں ہے
ہے گراں سیر غم راحلہ و زاد سے تو
(۳۱، ب ج، ۶۱)

راز (ف) مذکر : پوشیدہ بات، بھید ہے
موت کہتے ہیں جسے اہل زمیں کیا راز ہے
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

راز جو (- ف) صفت، راز + جو، مصدر جستن (= ڈھونڈھنا) سے فعل امر: قدرت کے بھید کا تجسس کرنے والا ہے
انسان کو راز جو بنایا
(انسان، ب د، ۱۲۶)

رازِ حقیقت (- ع) راز + اضافت + حقیقت (= اصلیت، وہ اصل بات جو کسی وجود میں مضمر ہو) : مراداً تخلیق عالم کا اصلی بھید یعنی باہمی محبت اور ہمدردی ہے
نور سے جس کے ملے رازِ حقیقت کی خبر
(آفتاب صبح، ب د، ۴۹)

رازِ حیات (- ع) مونث : مراد زندگی کا مقصد ہے
آتی تھی کوہ سے صدا رازِ حیات ہے سکوں
(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

راز دار (- ف) صفت، راز + دار (رک)

: بھیدوں سے واقف ، (ذیل کے مصرع میں خود اقبال مراد ہیں) ؎

تو غنچے کہنے لگے ہمارے چمن کا یہ رازدار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د ۱۴۱)

: قوم کے غمگسار رہنا ؎

پوچھ ان سے جو چمن کے ہیں دیرینہ رازدار

(شبلی و حالی ، ب د ، ۲۲۲)

رازداں (ف ف) صفت ، راز + داں ، مصدر دانستن (= جاننا) سے فعل امر : بھیدوں سے واقف ؎

مرا آئینہ دل ہے قضا کے رازدانوں میں

(تصویرِ درد ، ب د ، ۷۰)

رازِ کہن (- ف) مذکر ، راز + اضافت + کہن (= پرانا) : پرانا بھید ، مراداً انا الحق کا نعرہ (منصور حلاج مشہور صوفی کے واقعے کی جانب اشارہ ہے کہ انھوں نے وحدت وجود کے عقیدے کی بنا پر اپنے سے خدا کو اور خدا سے اپنے کو جدا نہ سمجھ کر انا الحق (= میں حق ہوں) کا نعرہ مارا تھا جس پر انھیں رسن میں باندھ کر سُولی دے دی گئی تھی) رک دار و رسن ؎

ہاں آشنائے لب ہو نہ رازِ کہن کہیں

(شمع ، ب د ، ۴۶)

راز کی بات (- ارار) : وصالِ محبوب کے دن قریب ہونے کا تذکرہ ؎

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی

(متفرقات ، ب د ، ۱۰۶)

رازِ نظمِ قدرت (- ع ع) مذکر ، راز + اضافت + نظم (= انتظام) + اضافت + قدرت (= خدائے تعالیٰ) : ازلی و ابدی انتظامِ عالم کی حقیقت ؎

دیدۂ باطن پہ رازِ نظمِ قدرت ہو عیاں

(آفتابِ صبح ، ب د ، ۴۹)

رازق (ع) مذکر : روزی دینے والا (خداوند عالم) ؎

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک

(۹ ، ب ج ، ۳۳)

رازی : جو امام رازی کہلاتے ہیں اور تصوف میں امام غزالی (رک غزالی) سے کمتر اور منطق و فلسفہ میں ان سے زیادہ ہیں۔ ۵۴۴ھ میں بمقام رے پیدا ہوئے اور اسی تعلق سے رازی کہلائے ، اصلی نام شیخ فخر الدین تھا۔ آپ کی درس و تدریس کا سلسلہ اتنا عام تھا کہ جب گھر سے نکلتے تو تین سو شاگردوں کے جلوس میں نکلتے تھے۔ تصانیف میں مباحث شرقیہ ، شرح اشارات اور تفسیر کبیر کو شہرت حاصل ہے۔ ۶۰۶ھ میں وفات پائی ؎

دل جنید و نگاہ غزالی و رازی

(۴ ، ا ع ، ۴۳)

راس (ار) صفت : سزاوار ، موافق ، مزاج کے مطابق ؎

عہدِ حاضر کی ہوا راس نہیں ہے اس کو

(رات اور شاعر ، ب د ، ۱۳۰)

راضی (ع) صفت : رضامند ، خوش ، تیار ؎

تیری اگر خوشی ہو مرنے پہ میں ہوں راضی

(شمع زندگانی ، ب ، ۲۲۹)

رافت (ع) مذکر : ریاست بھوپال (انڈیا) کے ایک شاعر جو رافت بھوپالی کے نام سے مشہور ہیں ؎

از رشد و رافت ہے ہوں اقبال میں خواہان داد

(ب ، ۵۷۲)

راکب (ع) صفت : جو گھوڑے یا کسی اور سواری پر سوار ہو ، سوار ؎

کسی کا راکب کسی کا مرکب کسی کو عبرت کا تازیانہ

(زمانہ ، ب ج ، ۱۲۹)

راکبِ تقدیرِ جہاں (- ع ف) صفت ، راکب + اضافت + تقدیر (رک) + جہاں (رک) : کائنات کی تقدیر پر حکمراں ؎

ہے راکبِ تقدیرِ جہاں تیری رضا دیکھ

(روحِ ارضی ، ب ج ، ۱۳۳)

راکھ کا ڈھیر (ارارار) مونث : جلے ہوئے اپلوں یا لکڑی کی خاک ، مراد بے حس ؎

مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

(پیغامِ سروش، ب ا، ۵۳۵)

راگ (ار) مذکر : گانا، گیت ؎

سمجھا ہے کہ ہے راگ عبادات میں داخل

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

رام : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اجودھیا (یوپی، ہندوستان) کے مشہور قدیمی اوتار شری رام چندر جی کو سراہا ہے جنھیں سناتن دھرمی ہندو شری کرشن جی سے بھی زیادہ قابلِ احترام سمجھتے ہیں۔ رام چندر جی، راجا دسرتھ کے چشم و چراغ اور تخت و تاج کے وارث تھے۔ رام چندر جی کی سوتیلی ماں نے ایک دن راجا دسرتھ سے یہ زبان لی تھی کہ جو کچھ وہ کہے گی راجا دسرتھ اس پر عمل کریں گے جس کے بعد رانی نے راجا سے یہ کہا کہ رام چندر کو چودہ برس کا بن باس دے اور انھیں اجودھیا سے نکال دے، راجا زبان دے چکا تھا۔ اسے اس فرمائش کو پورا کرنا پڑا۔ رام چندر جی، اپنی پتنی سیتا جی اور اپنے بھائی لچھمن کے ساتھ چودہ برس کے لیے دیس سے نکل گئے اور جنگلوں میں بود و باش اختیار کر لی، آج یہاں تو کل وہاں۔ چودہ برس کے بعد جب اجودھیا میں واپس آئے تو وہاں بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ راجا کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور شری رام چندر جی کی کھڑاؤں بن راج گدی پر رکھی تھی۔ اب وہ کھڑاؤں ہٹائی گئیں اور رام چندر جی باپ کی گدی پر بیٹھے۔ دسہرے کا تیوہار اسی خوشی میں منایا جاتا ہے۔ رام چندر جی کا نام ماں باپ کی اطاعت میں آج تک مشہور ہے۔

(ب د، ۱۷۷)

رام رام کرنا : توبہ کرنا، توبہ توبہ کہنا ؎

عجب تماشا ہے مجھ کا فرِ محبت کا
حرمِ نجی سن کے جسے رام رام کرتے ہیں (ب ا، ۳۵۱)

رام[۲] (ف) صفت : مطیع، تابع، مراد رہا ماننے والا ؎

سب فلسفی ہیں خطۂ مغرب کے رام ہند

(رام، ب د، ۱۷۷)

رام کرنا (ار) مطیع بنانا، قابو میں لانا، مسخر کر لینا، انگلیوں پر نچانا ؎

کن فریبوں سے رام کرتا ہے

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

راوی (ار) مونث : دریا کا نام جس کے کنارے لاہور آباد ہے، مراد برصغیر کا محدود مقام ؎

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک

(۲۶، ب ج، ۳۹)

راہ (ف) مونث : روِش، چلن، طرزِ عمل ؎

نیک جو راہ ہو اس رہ پہ چلانا مجھ کو

(بچے کی دعا، ب د، ۲۴)

: راستہ ؎

راہ دکھلائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

: طریقہ ؎

ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

راہ بَر / راہبر (ـ ف) صفت، راہ + بَر، مصدر بُردن (لے جانا) سے فعل امر : راستہ دکھانے والا ؎

جرس بھی کارواں بھی راہ بہ بھی راہزن بھی ہے

(تصویرِ درد، ب د، ۵۷)

راہ بیں (ـ ف) صفت، راہ + بیں (رک) : راستہ دکھانے والی ؎

ظلمتِ یورپ میں تھی جن کی نظر راہ بیں

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۸)

راہ پر آنا : سیدھے اور سچے طریقے پر عمل کرنا، صدق اور حق سے کام لینا ؎

یہ اگر راہ پر آجائیں تو پھر کیا کہنا

(فریادِ امت، ب ا، ۱۵۸)

: موافق ہونا، موافقت پر آمادہ ہونا ؎

یقیں ہے راہ پر آئے گا طالع واژوں

(فلاحِ قوم، ب ا، ۲۸)

سہ کیا عجب ہے کہ اقبال نے یوں کہا ہو ؎
نیک جو راہ ہو اس راہ چلانا مجھ کو

راہ پر لانا: سدھارنا، سیدھا راستہ دکھانا، گمراہی سے نکالنا ۔

اٹھا کر اسے قوم کو نصا راہ پہ لانا

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۳۸)

راہ پیمائی (– ف) مونث، راہ + پیمائی (رک): راستہ چلنا ۔

نہ ہو جب راہ پیمائی کی طاقت ناتوانوں میں

(تصویر درد، ب ا، ۳۲۵)

راہ داں/راہداں (– ف) صفت، راہ + داں، مصدر دانستن (= جاننا) سے فعل امر؛ راستے کا جاننے والا رہ نما، قائد، لیڈر ۔

ترس گئے ہیں کسی مرد راہ داں کے لیے

(۲۶، ب ج، ۴۹)

راہ دیکھنا (– ار): انتظار کرنا، (دیکھیں ۷) منتظر رہنا ۔

اس طرح راہ آنکھ دیکھے گی

(خدا حافظ، ب ا، ضمیر ایڈیشن، ۵۳)

(نوٹ) غالباً علامہ نے اس طرح کہا ہوگا ۔ اس طرح آنکھ راہ دیکھے گی ۔

راہ رو: رک رہرو ۔

سب راہرو ہیں وا ماندۂ راہ

(محراب گل افغان، ض ک، ۱۶۶)

راہ رواں/راہرواں (رک م) + ان (لاحقۂ جمع): مراد راہ عشق الٰہی کا سفر طے کرنے والے ۔

منزل راہرواں دور بھی دشوار بھی ہے

(۳۳، ب ج، ۶۴)

راہ زن/راہزن: راہزن (رک)

جرس بھی کارواں بھی راہبر بھی راہزن بھی ہے

(تصویر درد، ب د، ۵)

راہ سپر (– ف) صفت، راہ + سپر، مصدر سپردن (= طے کرنا) سے فعل امر: راستہ طے کرنے والا جانے والا ۔

سوئے یورپ ہوئے وہ راہ سپر

(خدا حافظ، ب ا، ۵۲)

راہ عمل میں گام زن/گامزن (– ع ا رف ف) صفت، راہ + اضافت + عمل (= کام، محنت مشقت) + میں (رک) + گام (= قدم) + زن مصدر زدن (= مارنا) سے فعل امر: کام کرنے والا، بیکار نہ بیٹھنے والا، کمائی کرنے والا، کاسب ۔

جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے

(تصویر درد، ب د، ۱۷)

راہ کرنا: حالات و واردات میں دخل دینا، نیز رسائی حاصل کرنا ۔

آسماں میں راہ کرتی ہے خودی

(پیر و مرید، ب ج، ۱۴۰)

راہ نما: رہ نما (رک).

راہ نمائی (– ف ف) مونث: راہ نما (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت) ۔

سب نے یہ کہا آپ کریں راہ نمائی

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۶)

راہ نموں: رک راہ نما جس کی جمع کے طور پر یہ مستعمل ہوا ہے ۔

خدا کا شکر ہے جس نے دیے یہ راہ نموں

(فلاح قوم، ب ا، ۲۹)

راہ و رسم (– ف ع) مونث: طریقہ اور دستور، رواج ۔

عشق کی راہ و رسم الٹی ہے

(ب ا، ۴۲۵)

راہب (ع) مذکر: جو ترک دنیا کر کے تجرد کی زندگی بسر کرے، عیسائیوں کا پادری ۔

راہب خود بیں (– ف ف) مذکر: راہب + خود بیں (رک): مغرور راہب جو پوری قوم پر اپنا حکم چلاتے تھے ۔ چنانچہ آج تک عیسائی حکومتیں اکثر جگہ (چاہے برائے نام ہی سہی مگر) گرجے کے تحت ہیں ۔

گردن انساں سے طوق راہب خود بیں گرا

(بلاد اسلامیہ، ب ا، ۳۵۴)

راہبانہ (ع ف) صفت، راہب (رک) + انہ (لاحقۂ

نسبت) : ترکِ دنیا کرنے والے نصرانی زاہدوں کا سا ۔

منبرِ مغرب ہے تاجرانہ، منبرِ مشرق ہے راہبانہ
(ملا زادہ، ۱۵، اح، ۴۴۲)

راہبی (ع ف) مونث، راہب + ی (لاحقۂ کیفیت) : دنیا کو چھوڑ کے گرجے میں بیٹھ جانا (نہ بیاہ کرنا نہ اور کچھ) ۔

یا راہبی کر یا بادشاہی
(۳۰، ب ج، ۵۳)

راہوار (ف) مذکر : گھوڑا ۔

بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار
(صدیقؓ، ب د، ۲۲۴)

راہی (ع) مذکر : راستہ طے کرنے والا، مسافر، سالک ۔

کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو
(۹، ب ج، ۱۰)

رائج (ع، صفت : وہ بات یا چیز جس کا کسی جگہ کا رواج ہو ۔

رائجِ سکّہ (ف) مذکر، رائج + سکّہ (رک سکہ جس کی یہ جمع ہے) : رواجی روپے ۔

تین رائج سکے قیمت سال کی
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

رائی (ار) مونث : ایک قسم کی سرسوں جس کا دانہ بہت چھوٹا سا ہوتا ہے ۔

رائی زورِ خودی سے پربت
(۱۳، ب ج، ۵۳)

رائے (ع) مونث : مشورہ، صلاح، خیال ۔

ہے مدلّل رائے اس اخبار کی
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

رائے زن (ف) صفت، رائے + زن (رک زن ۲) : رائے دینے والا، کسی معاملے پر تبصرہ کرنے والا وغیرہ ۔

رائے زن اس سے نہیں بڑھ کر کوئی
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

رائے پتھورا : رک مسجد قوت الاسلام (جس کے تحت یہ درج ہے)

رایت (ع) مذکر : جھنڈا، علم ۔

تیری قسمت میں ہم آغوشی اسی رایت کی ہے
(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۱)

رَبّ (ع) مذکر : پالنے والا، خدائے تعالیٰ [1]

ربِّ جلیل (ـ ع) مذکر، رب + اضافت + جلیل (= بزرگ) : خدائے بزرگ و برتر ۔

عرش ربِّ جلیل کا ہوں میں
(عقل و دل، ب د، ۴۲)

رُبا (ف) : مصدر ربودن (= اچک لینا، لے جانا) سے فعل امر مرکبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک ظلمت ربا)

رَباب (ع) مذکر : ایک قسم کی سارنگی [2]

زندگانی ہے مری مثلِ ربابِ خاموش
(نوائے غم، ب د، ۱۲۴)

ربابِ ہستی (ـ ف)، رباب + اضافت + ہستی : زندگی کو رباب سے تشبیہ دی ہے ۔

خاموش ہو گیا ہے تارِ ربابِ ہستی
(رات اور شاعر، ب د، ۱۲۷)

رُباعیات (ع) مونث : رُباعی کی جمع، وہ چار مصرعوں کی نظم جس کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرع میں لازمی طور پر قافیہ ہو، یہ صرف بحرِ ہزج کے چوبیس مقرر اوزان میں کہی جاتی ہے۔ اس بحر کے علاوہ کوئی اور نظم چار مصرعوں کی ہو تو اسے رباعی نہیں کہتے ۔

: بالِ جبریل میں صفحہ ۸۰ سے صفحہ ۹۰ (تصرف) تک چار چار مصرعوں کے ۳۹ قطعات ہیں، جنھیں عروضی تسامح کی بنا پر رباعی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لیکن اس قسم کی غلط فہمی سے قطعہ، رباعی نہیں بن سکتا۔ بہرحال یہ قطعات ہیں جن میں علامہ نے مختلف مضامین نظم کیے ہیں ۔

---

[1] عربی میں ربّ ۔
[2] عربی میں ی مشدّد ہے ۔

(ب ج ، ۸۰)

: ارمغانِ حجاز میں، صفحہ ۱۲ سے ۳۳ تک یہی صورت ہے۔

: باقیاتِ اقبال میں صفحہ ۳۲ و ۳۳ کے چو مصرعے بھی قطعات ہیں جو اقبال نے انجمن کشمیری مسلمانان کے ایک اجلاس میں پڑھے تھے اور کشمیری گزٹ (۱۹۰۱ء) میں شائع ہوئے تھے۔

رَبط (ع) مذکر : تعلق ، لگاؤ۔

رَبطِ ملّت (— ع) مذکر ، ربط + اضافت + ملّت (رک، : قوم کا میل ملاپ اور اتحاد ؏

فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے تنہا کچھ نہیں

(شمع اور شاعر، شمع ، ب د ، ۱۱۰)

رَبط و ضَبط (— ف ع) مذکر ، ربط + و (علامت) + ضبط (رک) : میل جول ، اتحاد ؏

ربط و ضبطِ ملّتِ بیضا ہے مشرق کی نجات

(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۶۵)

رُبُوبِیّت (ع) مؤنث : رب (= پالنے والا ، خدا) ہونے کی صفت ؏

ذرا سی پھر ربوبیت سے شانِ بے نیازی لی

(محبت ، ب د ، ۱۱۱)

ربُود آں تُرکِ شیرازی دلِ تبریز و کابل را

: مصطفیٰ کمال پاشا نے تمام دنیائے اسلام کے دلوں کو (اپنی سرگرمیوں کی بدولت) قابو میں کر لیا ہے

(طلوعِ اسلام ، ب د ، ۲۹۸)

رُتبہ (ع) مذکر : مرتبہ ، درجہ ؏

رتبہ تیرا ہے بڑا شان بڑی تیری ہے

(انسان اور بزمِ قدرت ، ب د ، ۵۴)

رَحم (ع) مذکر : ترس کھانے کی کیفیت ، مہربانی ؏

پڑا رہنا مرا گلشن میں رحمِ باغباں تک ہے

(ب ا ، ۴۴۸)

رَحمت (ع) مؤنث : (خدائے تعالیٰ کی) مہربانی ، کرم ، نوازش ؏

جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۶)

رَحیق (ع) مذکر : افشردہ خالص و تیز ، شرابِ عشق کا مظہر جو بہت زود اثر ہوتا ہے ؏

بادہ ہے اس کا رحیق تیغ ہے اس کی اصیل

(مسجدِ قرطبہ ، ب ج ، ۹۷)

رَحیل (ع) مذکر : کوچ کرنے کا عمل ، کوچ ، روانگی ؏

یہ خاموشی مری وقتِ رحیل کارواں تک ہے

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۲)

: مراد سفرِ آخرت ، وقتِ رحلت ؏

ہارون نے کہا وقتِ رحیل اپنے پسر سے

(ہارون کی آخری نصیحت ، ب ج ، ۱۶۲)

رَحیم (ع) صفت : رحم کرنے والا ، مہربان ؏

تم ہو آپس میں غضبناک وہ آپس میں رحیم

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۴)

رُخ (ف) مذکر ، چہرہ ، صورت ؏

نہاں ہوا جو رخِ مہر زیرِ دامنِ ابر

(ابر ، ب د ، ۹۱)

رُخ بدل ڈالا : رک وقت کی پرواز کا رخ بدل ڈالا

رُخِ سَعدیٰ و سَلمیٰ (— ع ع) رخ + سعدیٰ و سلمیٰ (= عرب کی حسیناؤں کے نام) مراد عربی تمدن و تہذیب کے محاسن ؏

سب کو مخمورِ رخِ سعدیٰ و سلمیٰ کر دیں

(عبدالقادر کے نام ، ب د ، ۱۳۲)

رُخِ ہستی (— ف) مذکر ، رخ + اضافت + ہستی (= دنیا) : فضائے عالم (جس میں بادل ادھر اُدھر بکھرے ہوئے اسی طرح حسین معلوم ہوتے ہیں جیسے کسی حسین کے چہرے پر بکھرے ہوئے بال) ؏

بن کے گیسوئے رخِ ہستی پہ بکھر جاتا ہوں

(ابرِ کوہسار ، ب د ، ۲۸)

رَخت (ف) مذکر ، : لباس ، جامہ ؏

چمن میں رختِ گل شبنم سے تر ہے

(رباعیات ، ب ج ، ۸۵)

: ساز و سامان اسباب .

رَخت بَر دوش (ــ ف ف) صفت ارخت + بر (=پر) + دوش (رک ا) : کندھے پر سامان رکھے ہوئے ، سامان سفر کندھے پر ڈالے ہوئے ؎

رخت بر دوش ہوائے چمنستاں ہو جا

(جواب شکوہ ، ب د ، ۲۰۶)

رَخت جاں (ــ ف) رخت + جان و دل کو ساز و سامان سے تشبیہ دی ہے ؎

رخت جاں بتکدۂ چیں سے اٹھا لیں اپنا

(عبدالقادر کے نام ، ب د ، ۱۳۲)

رَخت ہستی (ــ ف) مذکر ، رَخت + اضافت + ہستی (= زندگی ، وجود) : زندگی کو جامے سے تشبیہ دی ہے ؎

اڑاتی ہوں مَیں رخت ہستی کے پرزے

(عشق اور موت ، ب د ، ۵۸)

رَخت سفر اٹھانا (ــ ع ا) مذکر ، رخت + اضافت + سفر (رک) + اٹھانا : بوریا بستر باندھ کر چل دینا ؎

گیا ہے تقلید کا زمانہ مجاز رخت سفر اٹھائے

(غزلیات ، ب د ، ۱۳۸)

رَخت سفر باندھنا : رک رخت سفر اٹھانا .

رُخسار (ف) مذکر : گال ، چہرہ ، کسی شَے کی سطح ؎

خوشنما لگتا ہے یہ غازہ ترے رخسار پر

(ہمالہ ، ب د ، ۲۳)

زیب تیرے خال سے رخسار دریا کو رہے

(صقلیہ ، ب د ، ۱۳۳)

رُخسارہ : رخسار ، گال ، عارض .

رُخسارۂ راحت (ــ ف ع) مذکر ، رخسارہ + ۂ (علامت اضافت) + راحت (رک) ، اضافت تشبیہی ؎

غیر حسرت غازۂ رخسارۂ راحت نہیں

(نالۂ یتیم ، ب ا ، نیسرا ایڈیشن ۲۶۶)

رُخصَت (ع) مونث

: الوداع ، آخری سلام ؎

رخصت اَے بزم جہاں سوُے وطن جاتا ہوں مَیں

(رخصت اَے بزم جہاں ، ب د ، ۶۳)

: مر جانا ؎

رخصت محبوب کا مقصد فنا ہوتا اگر

(فلسفۂ غم ، ب د ، ۱۵۶)

: بر طرف ، روانہ ؎

اجالا جب ہوا رخصت جبین شب کی افشاں کا

(پیام صبح ، ب د ، ۵۲)

: اجازت ؎

اَے تو عنبدہ رخصت پیکار دے مجھے

(جنگ یرموک ، ب د ، ۲۴۷)

رُخصَت اَے بزم جہاں : یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو ایمرسن کی ایک نظم سے ماخوذ ہے (ایمرسن کے تعارف کے لیے دیکھیے ایک پہاڑ اور گلہری) . نظم کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر انسان کائنات عالم کی حقیقت اور ان افعال کو جو کائنات کی مختلف چیزوں سے بغیر کسی ظاہری محرک اور فاعل کے ظہور میں آتے ہیں غور سے دیکھے اور سمجھے تو اس کی عقل یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ اتنے بڑے کارخانے کا ایک خالق ضرور ہے . تخلیق عالم اور زندگی کا یہ بھید فلسفے سے نہیں بلکہ مطالعۂ فطرت سے معلوم ہو سکتا ہے

(ب د ، ۶۳)

: اس عنوان سے جو نظم بانگ درا میں شائع ہوئی ہے اس میں چھ شعر کم ہیں جو مخزن (مارچ ۱۹۰۴ء) میں چھپے تھے اور اب باقیات میں درج ہیں .

(ب ا ، ۳۱۵)

رُخصَت تنویر (ــ ع) مونث ، رخصت + اضافت + تنویر (= روشن کرنا) : روشن کرنے کی اجازت ؎

بولی کہ مجھے رخصت تنویر عطا ہو

(شعاع امید ۳ ، ض ک ، ۱۰۸)

رُخصَت ہو گئے : وہ مسلمان مراد ہیں جو ہندوستان کے ۱۸۵۷ء کے غدر میں انگریزوں کے ہاتھوں مارے گئے ، یا وہ جو اس ہنگامے میں توبیح رہے تھے .

مگر بعد میں کسی نہ کسی جرم کے بہانے پکڑ دھکڑ کے خصوصاً مقدمۂ سازش پٹنہ میں گرفتار کر کے بطور سزا انھیں کالے پانی بھیجدیا گیا۔

تھی جنھیں ذوقِ تماشا وہ تو رخصت ہو گئے
(شمع اور شاعر، شع، ۱۸۵)

رُخصت ہونا (ف۔ ار) چلا جانا، مٹ جانا ہے

آہ مسلم بھی زمانے سے یونہی رُخصت ہوا
(گورستانِ شاہی، ب ۲، ۱۵۲)

رَد (ع) مذکر نیز مونث: غلط یا باطل ٹھہرانے کا عمل، تردید ہے

رَدِّ جہاد (۔ ع) مذکر نیز مونث، رد + اضافت + جہاد (= راہِ خدا میں کفار مشرکین یا منافقین سے جنگ): کفار وغیرہ سے جنگ کرنے کی تردید (جو اس وقت ایک صاحب نے کئی رسالوں میں کی تھی اور حکومتِ وقت نے جو غیر مسلم تھی انھیں کافی انعام و اکرام دیا تھا) ہے

ردِ جہاد میں تو بہت کچھ لکھا گیا
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

رَدِّ عمل (۔ ع) مذکر: کسی اقدام کے بعد اچھا یا برا اثر جو اس کے کرنے والے پر مترتب ہوتا ہے ہے

ہر عمل کے لیے ہے ردِ عمل
(مکافاتِ عمل، ب ا، ۲۲۰)

رِدا (ع) مونث: چادر ہے

ردائے دین و ملت پارہ پارہ
(تاتاری کا خواب، ب ج ۱۵۵)

ردائے نیلگوں (۔ ف ف ف) مونث، ردا + ے (علامتِ اضافت) + نیل (رک) + گوں (= رنگ): نیلی چادر (جو آسمان کی شکل میں سروں پر تنی ہوئی نظر آتی ہے) ہے

اک ردائے نیلگوں کو آسماں سمجھا تھا میں
(۱۴، ب ج ۱۸۰)

رَدّی (ع) صفت: خراب، ناقص، نکما، بیکار ہے

کیا تماشا ہے ردی کاغذ سے بن جاتا ہے نوٹ
(طفل شیرخوار، ب د ۲۷۰)
(نوٹ: اردو میں ردّی بھی مستعمل ہے نیز عربی میں ردی ہے)

رَزّاقی (ع ف) مونث، رزّاق (= بہت روزی دینے والا) + ی (لاحقۂ کیفیت): جی کھول کر روزی دینا ہے

بخیل ہے یہ رزاقی نہیں ہے
(۲، ب ج ۶۰)

رِزق (ع) مذکر: روزی، مراد ہر وہ راحت جو مادّی ہو ہے

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
(۴۴، ب ج، ۵۲)

رَزم (ف) مونث: معرکۂ جنگ ہے

رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز
(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۷)

رزم آرائی (ف ف ف) مونث، رزم + آرا، مصدر آراستن (= سجانا) سے فعل امر + ئی (لاحقۂ کیفیت): باہم لڑائی جھگڑے ہے

تری قسمت سے رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں
(تصویرِ درد، ب د، ۷۰)

رزمِ حیات (۔ ع) مونث، رزم + اضافت حیات (رک): تنازع للبقا ہے

آہ یہ مرگِ دوام آہ یہ رزمِ حیات
(زمین، ا ح، ۲۱)

رزم گاہ (۔ ف) مونث: رزم + گاہ (= جگہ): میدانِ جنگ ہے

دامنِ دل بن گیا ہو رزم گاہِ خیر و شر
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

رَس (ار) مذکر: شیرہ ہے

کہتے ہیں جسے شہد وہ اک طرح کا رس ہے
(شہد کی مکھی، ب ا، ۵۵۳)

رَسا (ف) صفت، مصدر رسیدن (= پہنچنا) سے صفت فاعلی: پہنچنے والا، منزلِ مقصود پر پہنچ جانے والا ہے

دیکھ تو کس قدر رساہوں میں
(عقل و دل ، ب د ، ۴۱)

رِسالت (ع) مونث : خدائے تعالیٰ کے پیغام بندوں تک پہنچانے کا عہدہ اور منصب جو انسان کو دیا جاتا ہے۔

رِسالت پناہ (ــ ف) مذکر ، رسالت + پناہ (= جائے پناہ ، مرجع) : حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

جاتا ہوں میں حضور رسالت پناہ میں
(جنگِ یرموک ، ب د ، ۲۴۷)

رِسالت مآب (ــ ع) مذکر ، رسالت + مآب (= جائے پناہ ، مرجع) : حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
(حضور رسالتمآبؐ میں ، ب د ، ۱۹۷)

رِسالہ (ع) مذکر : چھوٹی سی کتاب کا۔
تردیدِ حج میں کوئی رسالہ رقم کریں
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۴)

رَسائی (ف) مونث : پہنچ ، باریابی کا۔
کیا تجکو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی
(جدت ، ض ک ، ۱۲۲)

رُستاخیز (ف ف ف) مونث ، رست (رک رستخیز) + ا (لاحقۂ اتصال) + خیز (رک رستخیز) : قیامت کا۔
دل ہر ذرہ میں غوغائے رُستاخیز ہے ساقی
(؟ ، ب ج ، ۱۱۰)

رُستخیز (ف ف) مونث ، رُست ، مصدر رُستن (= اُگنا) سے فعل امر + خیز ، مصدر خاستن (= اٹھنا) سے فعل امر : اُگنے اور اٹھنے کا ہنگامہ ، قیامت کا۔

دل نہیں شاعر کا ہے کیفیتوں کا رستخیز
(عاشقِ ہرجائی ، ب د ، ۱۲۳)

رُستہ (ف) مذکر : راستہ ، راہ ، مراد سرگرمی عمل کے دوران کا۔
اُسے رہبرِ فرزانہ رستے میں اگر تیرے
(غزلیات ، ب د ، ۲۸۰)

رَسم (ع) مونث : رواج ، چلن جس پر سب لوگ عمل کرتے ہوں کا۔
ہے عاشقی میں رسم الگ سب سے بیٹھنا
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۸)

رَسمِ شبیری (ع ع ف) مونث ، رسم + اضافت + شبیر (= امام حسین علیہ السلام جو حضورؐ کے چھوٹے نواسے تھے اور یزید کی بیعت یعنی قبول باطل سے انکار کر دینے کے جرم میں تین دن کے بھوکے پیاسے کربلا کی جلتی ہوئی ریت پر مع اعزہ وانصار (جن کی تعداد کل ۷۲ تھی اور جن میں ایک چھ ماہ کا بچہ بھی شامل تھا) شہید کر دیے گئے اور ان کے اہل و عیال اور بی بیوں اور بچوں کو رسن بستہ دربار یزید میں حاضر کیا گیا ، مگر ان کے یا ان کے ساتھیوں میں سے کسی کے صبر و استقلال میں ذرہ بھر فرق نہ آیا (رک شبیری) ، یہاں مراد یہ ہے کہ آسے صوفی اب باطل کے مقابلے میں مثل شبیر صف آرا ہو جا کا۔
نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
(ملا زادہ ، ا ح ، ۲۸۱)

رَسم و راہ (ــ ف ف) مونث ، رسم + و (عطف) + راہ (= راستہ) : ڈھنگ ، دستور ، طور طریق کا۔
مختلف ہر منزلِ ہستی کی رسم و راہ ہے
(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۳۵)

رَسم و رَہ (ــ ف ف) مونث ، رسم + و + رَہ (راہ کی تخفیف) : رک رسم و راہ کا۔
عشق بلند بال ہے رسم و رہ نیاز سے
(پیام ، ب د ، ۱۱۳)

رُسوا (ف) صفت : بدنام ، رسوائی (رک) کی صفت کا۔
اے تلون کیش تو مشہور بھی رسوا بھی ہے
(عاشقِ ہرجائی ، ب د ، ۱۲۲)

رُسوائی (ف) مونث : ذلت ، تشہیر کا۔
پرسشِ اعمال سے مقصد تھا رسوائی مری
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۰)

رَسول (ع) مذکر : پیغمبر (رک)۔

رسولِ عَرَبی (ــ ع ف) مذکر ، رسول + اضافت + عرب (= مشہور ملک جس میں مکۂ معظمہ و مدینۂ منورہ ہیں) + ی (لاحقۂ نسبت) : حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ؎

تجھ کو چھوڑا کہ رسولِ عربی کو چھوڑا

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۸)

رسولِ مختار (ــ ع) مذکر : رسولِ کریم جو کل باتوں کا اختیار رکھتے ہیں ؎

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۲)

رُسُوم (ع) مونث : رسم (رک) کی جمع ؎

رسومِ کہن کے سلاسل کو توڑ

(پنجاب کے دہقان سے ، ب ج ، ۱۵۲)

رسی توڑ کے (ار) : بغاوت پر مبنی آزادی اور آزادخیالی کی طرف اشارہ ہے جو ہندوؤں نے ہندوستان سے انگریز حکمرانوں کو نکال لینے کے لیے شروع کی تھی ؎

میں تو آزاد ہوئی توڑ کے رسی اپنی

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۸)

رِشتَہ (ف) مذکر

: دھاگا ، سلسلہ ، رابطہ ؎

: قرابت ، قربت (رک رشتہ و پیوند)

رِشتَہ بَہ پا (ــ ف ف) صفت ، رشتہ + بہ (= میں) + پا (= پاؤں) : جس کے پاؤں میں دھاگا بندھا ہوا ہو ، مقید ، جو محدود حد میں اڑ سکے ؎

تو زمان و مکاں سے رشتہ بپا

(عقل و دل ، ب د ، ۴۲)

رِشتَہ و پیوَند (ف ف ف) مذکر ، رشتہ + و (عطف) + پیوند (= جوڑ ، تعلق) : تعلقات اور رشتہ داریاں ؎

رشتہ و پیوند یاں کے جان کا آزار ہیں

(خفتگانِ خاک سے استفسار ، ب د ، ۳۹)

رَشک (ف) مذکر : دوسرے کی خوبی خود میں بھی پیدا ہونے کی خواہش (اس شرط کے ساتھ کہ دوسرے میں بھی یہ خوبی رہے مگر خود کو بھی مل جائے) ، مراداً جس پر رشک آئے ، جس کی خوبی دیکھ کر خود میں ویسی خوبی پیدا ہونے کو جی چاہے ؛ (روزمرہ میں) ویسی ہی دوسری چیز سے بہتر ، اعلیٰ ، افضل ؎

گو شعر میں ہے رشکِ کلیم ہمدانی

(زہد اور رندی ، ب د ، ۵۹)

رَشکِ جِناں (ــ ع) رشک + اضافت + جناں (= جنت) : جس کی خوبی دیکھ کر جنت بھی ویسی ہی خوبی کی خواہش کرے ، جنت سے بہتر ؎

گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا

(ترانۂ ہندی ، ب د ، ۸۳)

رَشکِ صَد سِجدَہ (ــ ف ع) رشک + اضافت + صد (= سو ، سیکڑوں) + سجدہ (= بارگاہِ ایزدی میں مقررہ طریقے سے سر جھکانا) : سیکڑوں سجدوں سے افضل ؎

رشکِ صد سجدہ ہے اک لغزشِ مستانۂ دل

(دل ، ب د ، ۶۲)

رِشی (ھ) مذکر : دیوتا ، مراد گاندھی جی جو بھارت کی جدوجہد آزادی کے لیڈر اور کانگریس کے بڑے سرگرم نمایندے تھے اور بات بات پر بھوک ہڑتال کرنے اور اس طرح اپنا مطالبہ منوانے کی عادت رکھتے تھے ؎

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم

(۵۰ ، ب ج ، ۷۰)

رِضا[1] (ع) مونث

: خوشی ، خوشنودی ، مرضی ؎

یہ معاملے ہیں نازک جو تری رضا ہو تو کر

(۲۲ ، ب ج ، ۴۵)

رِضا شاہ : رضا شاہ پہلوی جس نے ایرانیوں کو مغرب کی غلامی سے آزاد کرنے کی کوشش کی (لیکن وہ ناقص تھی کیونکہ اس نے جسم کو آزاد کرایا مگر تمدن کی اصلاح

---

[1] رَضا (بفتح ر) کے معنی ہیں خوش ہونا

نہیں کی تھی اس لیے قوم کی روح جوں کی توں رہی)

دمصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
(مشرق، ص ک، ۱۴۳۲)

رِضامَنْد (— ف) صفت، رضا + مند (رک) : راضی، خوش ۔
عبس ویس کے بندے ہیں غلامی پہ رضامند
(شکوہ و شکایت، ص ک، ۲۴)

رضائے خواجہ طلب کن قبائے رنگیں پوش:
مراد جو مالک کی خوشنودی حاصل کرلے گا وہ بڑی رنگ رلیوں اور عیش سے زندگی بسر کرے گا
(قرب سلطان، ب د، ۲۰۹)

رَضائی (ار) مونث : رنگے ہوئے کپڑے کی روئی دار دلائی جو سردی سے بچنے کے لیے اوڑھی جاتی ہے۔
لپیٹے یہ حریلی بیں لیے گرم رضائی
(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴)

رِضوان (ع) مذکر : داروغۂ جنّت کا نام ۔
کچھ جو سمجھا مرے شکوے کو تو رضواں سمجھا
(جواب شکوہ، ب د، ۱۹۹)

رُطَب (ع) مذکر : کھجور کا پھل (رک نخیل بے رطب)

رِعایات (ع) مونث : رعایت (= پاس و لحاظ، مہربانی) کی جمع، خضر راہ، میں جہاں یہ لفظ آیا ہے وہاں اس سے اقلیتوں کو مراعات دینے کی تحریکیں مراد ہیں ۔
مجلس آئین واصلاح و رعایات و حقوق
(خضر راہ، ب د، ۲۶۱)

رُعب (ع) مذکر، شان وشوکت ۔
رعب فغفوری ہو دنیا میں کہ شانِ قیصری
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۰)

رَعشَہ (ع) مذکر : کسی عضو کی مسلسل بے اختیاری حرکت، تھرتھری کپکپی (عموماً خوف، ہیبت یا سردی وغیرہ کے باعث)

آہ دنیا جاتی ہے رعشۂ پیری اسے
(ب ا، ۵۹۳)

رَعشہ دار : رک دست رعشہ دار.

رَعنا (ع) صفت : حسین، دلکش ۔
اگر ہو صلح تو رعنا غزال تاتاری
(محراب گل افغان، ۱۰، ض ک، ۱۷۱)

رَعنائی (ف) مونث : خود کو سجانا، زیبائی ۔
یہ رعنائی یہ بیداری یہ آزادی یہ بیباکی
(تہذیب حاضر، ب د، ۲۳۵)

: حسن وجمال ۔
نازبھی کر تو بہ اندازۂ رعنائی کر
(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

رُعُونَت (ع) مونث : غرور، گھمنڈ ۔
رعونت کہیں مانع بندگی تھی
(عشق اور موت، ب ا، ۳۱۴)

رِفاقَت (ع) مونث : دوستی، ساتھ دینے کا جذبہ ۔
ہوائے دشت سے بوئے رفاقت آتی ہے
(تخلیق، ض ک، ۱۰۱)

رَفتار (ف) مونث : چلنا، چال ۔
کیا عروج رفتار کے اس دیس میں پرواز ہے
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

رَفتگاں : رفتہ (رک) کی جمع ۔
اے فراق رفتگاں یہ تو نے کیا دکھلا دیا
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۰)

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر :
(میں قافلے سے نکل کر ایک کنارے پر) اس لیے گیا کہ پاؤں سے کانٹا نکالوں (اتنی دیر میں) محبوب کا محمل آنکھوں سے غائب ہوگیا.
(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۲)

رَفت و بُود (ف ف) مونث، رفت، مصدر رفتن

ے رضا نام شخص کی پہلے پہل بنائی ہوئی دُلائی۔

(= جانا) سے فعل ماضی + د (عطف) + بُود، مصدر بُودن (= ہونا) سے فعل ماضی: گیا اور تھا، مراد فنا ہے
عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت و بُود
(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۵)

رَفتہ (ف) صفت، مصدر رفتن (= جانا) سے حالیہ تمام: گئی ہوئی (جیسے جانِ رفتہ) ہے
سینۂ ویراں میں جانِ رفتہ آ سکتی نہیں
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)
: گزرا ہوا، ماضی ہے
گوش آوازِ سرودِ رفتہ کا جویا ترا
(مسلم، ب د، ۱۹۵)

رَفتہ رَفتہ (ف ف) متعلق فعل: چلتے چلتے، دھیرے دھیرے ہے
مگر رفتہ رفتہ قریب آ گئی
(ماں کا خواب، ب د، ۵۶۳)

رِفعت (ع) مؤنث: بلندی (ظاہری اور ذہنی دونوں طرح کی) ہے
جس طرح رفعتِ شبنم ہے مذاقِ رم سے
(نوائے غم، ب د، ۱۲۵)

رِفعتِ پَرواز (ع ف) مؤنث، رفعت + اضافت + پرواز (= اڑانا): قوتِ تخیل کی بلند پروازی ہے
محوِ حیرت ہے ثریا رفعتِ پرواز پر
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

رَفَعنالَكَ ذِكرَك: تیسویں پارے میں سورۂ الم نشرح کی ایک آیت جس کا ترجمہ یہ ہے کہ (اے رسولؐ) ہم نے تیری خوشی کے لیے تیرے ذکر کو بلند کیا ہے
رفعتِ شانِ رفعنالک ذکرک دیکھے
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۷)

رُفقا (ع) مذکر: رفیق (رک) کی جمع ہے
تو بھی سرشار ہو تیرے رفقا بھی سرشار
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

رَفو (ع) مذکر: پھٹے ہوئے کپڑے میں تاگے بھرنے کا عمل ہے
تو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے
(ر جگنو، ب د، ۲۴۹)

رَفو کرنا: سینا ہے
چاکِ گل و لالہ کو رفو کر
(۲۷، ب ج، ۵۹)

رَفیق (ع) صفت: دوست، ساتھی
یہ سوچ کے جنگل کے رفیقوں کو بلایا
(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۵)

رَفیقِ راہِ مَنزل (ع ف ع)، رفیق + اضافت + راہ + اضافت + منزل (رک): فنا یا عدم کی منزل کے راستے کا ساتھی یعنی انسان جس کی زندگی ناپائداری میں شرر سے مشابہ ہے) ہے
نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے
(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

رَقابت (ع) مؤنث
: دشمنی جو کسی معاملت میں شرکت کی وجہ سے ہو، حسد، کینہ ہے
رقابت خود فروشی ناشکیبائی ہوسناکی
(تہذیبِ حاضر، ب د، ۳۳۵)
: ضدّین سمجھنے کی صورتِ حال ہے
رقابت علم و عرفاں میں غلط فہمی ہے منبر کی
(۱، ب ج، ۲۳)

رَقص (ع) مذکر
: ناچ (رقص و موسیقی، ض ک، ۱۳۳)
: تحریک، حرکت، گردش ہے
قلبِ انسانی میں رقصِ عیش و غم رہتا نہیں
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۶)
: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ جسمانی رقص سے جسم مختلف اوضاع پیدا کر لیتا ہے مگر روح رقص میں آ جائے تو انسان کو وہ فقر میسر آتا ہے جسے شہنشاہی

سے تعبیر کرتے ہیں
(ضں ک ، ۱۳۴)

رقصِ بدن کے خم و پیچ (۔ف ا رف ف ف) مذکر، رقص + اضافت + بدن (رک) + کے (رک) + خم و پیچ (= چک پھیریاں) : جسم کے ناچ کی چک پھیریاں ہے

چھوڑ یورپ کے لیے رقصِ بدن کے خم و پیچ
(رقص ، ضں ک ، ۱۴۴)

رقص کرنا (۔ ار) ناچنا ، ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر جانا آنا ہے

موجِ غم پر رقص کرتا ہے حبابِ زندگی
(فلسفۂ غم ، ب د ، ۱۵۵)

رقص میں رہنا (۔ ار ار) : حرکت کرتے رہنا، اشاعتِ دین کی مشق اور عملی تبلیغ کرتے رہنا ہے

رقص میں لیلیٰ رہی لیلیٰ کے دیوانے رہے
(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۸۷)

رقص و موسیقی : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ایک چینی کا یہ خیال نظم کیا ہے کہ اگر موسیقی کو ایک انسان فرض کیا جائے تو شاعری اس کی روح ہے اور رقص اس کا بدن
(ضں ک ، ۱۲۳)

رقصاں (ف) صفت : رقص کرنے والی ، ناچنے والی ہے

موج رقصاں تیرے ساحل کی چٹانوں پر مدام
(صقلیہ ، ب د ، ۱۳۳)

رقم کرنا (ع ار) : رقم (= تحریر) + کرنا (رک) : تصنیف یا تالیف کرنا ہے

تردیدِ حج میں کوئی رسالہ رقم کریں
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۴)

رقیب (ع) صفت
: حریف ، ہم پیشہ ، اُن دو شخصوں میں سے ہر ایک جو ایک ہی چیز کو پسند کرتے ہوں ، مراد دوسرے پھول ہے

تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب ترے
(پھول کا تحفہ ، ب د ، ۱۵۸)

: دشمن ، مخالف ہے

نہ غدار ہاں صنم رہے نہ رقیبِ دیر و حرم رہے
(غزلیات ، ب د ، ۲۸۲)

: ایک معشوق کے دو عاشقوں میں سے ہر ایک (دوسرے کے مقابل) ہے

ہنس کے پوچھا اس صنم نے کون ہے نیاز رقیب
(ب ا ، ۳۸۲)

رکعت (ع) مونث : ہر نماز کا قیام کی ابتدا سے لے کر دوسرے سجدے کے تمام ہونے تک کا حصّہ ہے

اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام
(ترجیع ، ضں ک ، ۲۵)

رکنا (ار) روکا جانا ہے

رکتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا
(ترانۂ ملی ، ب د ، ۱۵۹)

رکوع (ع) مذکر : نماز میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کے جھکنے کی صورتِ حال جس میں "سبحان ربی العظیم" پڑھتے ہیں۔

رکوعِ سورۂ نور : قرآن پاک میں ایک سورت کا نام ہے۔ سورۂ نور، جس کے لفظی معنی ہیں روشنی کی سورت ، وہ سورت جس میں روشنی کا بھی بیان ہے۔ ذیل کے مصرع میں ہلال کے خم کو "نور کی سورت کے رکوع" سے تشبیہ دی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہلال جو کہ روشن ہے اپنے جھکے ہونے کے باعث ایسا لگ رہا ہے جیسے نور کی سورت رکوع بجا لا رہی ہے (یہ بھی لطف سے خالی نہیں کہ قرآن پاک میں چند آیتوں کے بعد ایک رکوع کا نشان ہوتا ہے ، مگر یہ سب خوبیاں ایہام کے طور پر ہیں کوئی معنوی حسن نہیں) ہے

اے نشان رکوعِ سورۂ نور
(ہلال کا خطاب ، ب ا ، ۵۶)

رکھا ہوا ہے کیا : کیا فرق پڑتا ہے، اس کی پابندی کی کیا خاص ضرورت ہے۔ معنی اور مقصد کے لحاظ سے یہ کوئی خاص ضروری بات نہیں ہے

صُورت دیکھیے نام میں رکھا ہوا ہے کیا
(اشکِ خوں، ب ا، ۵۶)

رکھنا (ار)
: خود کسی خاصیت کا مالک ہونا ؎
لیتا زیرِ شجر رکھتا ہے جادو کا اثر
(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۶۵)
: برقرار رہنے دینا، مقیم یا ساکن کرنا، ٹھہرانا ؎
پردۂ دل میں محبت کو ابھی مستور رکھ
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۰)
: (اپنے پاس) جمع کرنا، اکٹھا کرنا، قبضے یا دسترس میں پہلے سے موجود ہونا ؎
مشتِ خاک ایسی نہاں زیرِ قبا رکھتا ہوں مَیں
(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۳)
: معاون فعل اور حسبِ عمل اُس فعل کی تاثیر کے معنی میں مستعمل ؎
قدسیُ الاصل ہے گردوں پہ گزر رکھتی ہے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۱۹۹)

رکھی ہوئی: (وہ چیز) جو حفاظت سے رکھ دی گئی کہ شاید کسی وقت کام آجائے ؎
رکھی ہوئی کام آ ہی جاتی ہے جنسِ عصیاں عجیب شے ہے
(نعت، ب ا، ۴۰)

رگ (ف) مونث: جسم میں لمبے تاگے سے مشابہ نالیاں جن میں خون دوڑتا ہے ؎
جسمِ خورشید ہے خوں رگِ مہتاب ہے عشق
(... کی گود میں بلّی دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)

رگِ تاکِ یقیں: یقین (ر ک) کو تاک (ر ک) سے تشبیہ دی ہے اور چونکہ تاک (= بیل) میں رگیں ہوتی ہیں جن کے ذریعے وہ غذا جذب کر کے سرسبز رہتی ہے اس لیے یہ اسلوب اختیار کر کے اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ حضورؐ کے فیض سے یقین معرفت کا پودا سرسبز رہتا ہے ؎
فیض سے تیرے رگِ تاکِ یقیں نمناک ہے
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۴)

رگِ جاں (ف ف) مونث، رگ + اضافت + جاں (ر ک): شہرگ یعنی حیات، زندگی (اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ فرنگی یہود کے خلاف نہیں جاسکتا جو فلسطین پر قبضے کا منصوبہ بنا چکے ہیں) ؎
فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے
(فلسطینی عرب سے، ض ک، ۱۶۰)

رگِ گُل ہے مثلِ تارِ نفس: پھول کی رگ تارِ نفس کی طرح ہو گئی ہے، یعنی پھول میں جان پڑ گئی ہے ؎
وہ ابر جس سے رگِ گُل ہے مثلِ تارِ نفس
(نادر شاہ افغان، ب ج، ۱۵۳)

رگِ ملت سے لہو لینا: مراد قوم کی شہرگ سے وہ خون لینا جو اسلامی جذبے کا سرچشمہ ہے ؎
میرا سرجن رگِ ملت سے لہو لیتا ہے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

رگ و پے (ف ف ف) مذکر، رگ + و (عطف) + پے (= پٹھا): جسم کی رگیں اور پٹھے، جسم کا رواں رواں، نس نس ؎
جرس ہوں نالہ خوابیدہ ہے میرے ہر رگ و پے میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

رُلانا (ار) آنسو بہانے پر مجبور یا آمادہ کرنا ؎
رلاتی ہے تجھ کو جدائی مری
(ماں کا خواب، ب د، ۳۷)

رَم (ف) مذکر مصدر رمیدن (= بھاگنا) سے حاصل مصدر
: بھاگنے یا فرار کرنے کی صورتِ حال، نمودار ہو کر غائب ہونے کا عمل (= ستاروں کے رم سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ابھی گردش کا نظام قائم نہیں ہوا تھا) ؎
ستارے آسماں کے بے خبر تھے لذتِ رم سے
(محبت، ب د، ۱۱۱)
: اوپر سے نیچے آنے یعنی خاکساری کی صورتِ حال ؎
جس طرح رفعتِ شبنم ہے مذاقِ رم سے

ے دراصل عالمِ بالا سے تعلق رکھنے والی چیز

(نوائے غم، ب د، ۱۲۵)

رمِ آہو (— ف) رم + اضافت + آہو (= ہرن)
: مراد عاشقانِ الٰہی کی صحرا نوردی ہے۔
نجد کے دشت و جبل میں رمِ آہو بھی وہی
(شکوہ، ب د، ۱۶۷)
: ہرن کے چوکڑی بھرنے کی کیفیت، آہو کا فرار ہے۔
بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رمِ آہو
(نفسیاتِ غلامی، ض ک، ۱۴۰)
: مراد بچپن کی عمر میں تیز رفتاری سے گزر جانے کی کیفیت ہے۔
ابلقِ گردوں نہ ہو محرمِ آہو ذرا
(عہدِ طفلی، ب ا، ۲۸۰)

رمِ شبنم (— ف) مذکر، رم + اضافت + شبنم (رک)
: اوس کے قطروں کا نیچے گرنا (جس کی آواز کسی کو سنائی نہیں دیتی) ہے۔
کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم ہے تو
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۱)

رمز (ع) مذکر نیز مونث: بھید، راز ہے۔
کھلی رمزِ پنہانی خودی کی
(رباعیات، ب ج، ۸۹)
: مراد طور، طریقہ ہے۔
رمزِ آغازِ محبت کی سکھا دی کس نے
(... کی گود میں بلی کو دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)
: اشارے اشارے میں کسی مخفی بات کا اظہار جسے سب نہ سمجھیں (رک رمز و ایما)

رمز و ایما (— ف ع) مونث، رمز + و (عطف) + ایما (رک)
: اشارے کنایے استعارے یا مجاز میں اسرار کا اظہار ہے۔
رمز و ایما اس زمانے کے لیے موزوں نہیں
(خانقاہ، ب ج، ۱۲۱)

رمزیں: رمز (رک) کی جمع ہے۔
رمزیں ہیں محبت کی گستاخی و بیباکی
(۱۸، ب ج، ۴۱)

رَمَضان (ع) مذکر: چاند کا نواں مہینہ جس میں ہر روز مسلمان روزہ رکھتے ہیں ہے۔
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۱)

رُمُوز (ع) مذکر: رمز (رک) کی جمع ہے۔
عالمِ کیف ہے دانائے رموزِ کم ہے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

رمیدہ بُو (ف ف) صفت، رمیدہ، مصدر رمیدن (= بھاگ جانا) سے حالیۂ تمام + بو (رک): جس کی مہک رخصت ہو چکی ہو، یعنی مرجھایا ہوا، شدت رنج و غم مراد ہے۔
ہیں نوائے سوختہ در گلو تو پریدہ رنگ و رمیدہ بو
(میں اور تو، ب د، ۲۵۲)

رنج (ف): تکلیف، زحمت، صعوبت۔

رنجِ رہِ منزل (ف ف ع) مذکر، رنج + اضافت + رہ (رک) + اضافت + منزل (رک): اپنی منزل کا راستہ طے کرنے کی کلفت ہے۔
زرد رو شاید ہوا رنجِ رہِ منزل سے تو
(چاند، ب د، ۸۷)

رنجوری (ف ف) مونث: رنجور (= بیمار) + ی (لاحقۂ کیفیت): بیماری، مرض ہے۔
جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رنجوری
(مشرق و مغرب، ض ک، ۱۶)

رِند (ف) صفت
: جو کسی اصول یا شرع وغیرہ کا پابند نہ ہو، آزاد، شرابی، دنیا دار ہے۔
تھی رند سے زاہد کی ملاقات پرانی
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)
: شرابِ عشقِ رسولؐ کا میکش، مراد مسلمان ہے۔
بعد مدت کے ترے رندوں کو پھر آیا ہے ہوش
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۸)
: شرابِ عشق پینے والا، مراد عاشق ہے۔
مری نگاہ میں وہ رند ہی نہیں ساقی

(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

رِندانِ فرانسیس: ملک فرانس کے شرابی (= اس زمانے کا قطعہ ہے جب حکومت فرانس نے برطانیہ سے ساز باز کرکے شام پر قبضہ جمایا تھا اور وہاں مغربی تہذیب کی خاص خاص باتیں مثلاً شراب نوشی عام کردی تھی) ؎

رندانِ فرانسیس کا میخانہ سلامت

(شام و فلسطین، ض ک، ۱۵۶)

رِندانہ (ف ف) صفت، رِند (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت): عاشقوں کا، شراب محبت پینے والوں کا ؎

ہو نہیں سکتا کبھی شیوۂ رندانہ عام

(ام، ب ج، ۶۲)

رِندِلَم یَزَل (ــ ع) مذکر: دائمی شرابی، ہمیشہ شراب پینے والا، مراد فرانس (ترکوں کو شکست دینے کے بعد ۱۹۱۹ء میں انگریزوں نے شریف مکہ کے بیٹے امیر فیصل کو شام کا بادشاہ بنا دیا تھا اور عراق و فلسطین کو اپنے زیر اثر رکھنے کے لیے فرانس کے سپرد کر دیا تھا شامیوں نے فرانس کے خلاف جنگ شروع کر دی جس کے نتیجے میں ۱۹۲۵ء میں فرانس نے کلیتہً ان علاقوں کو آزاد تسلیم کر لیا، اس موقع پر اقبال نے یہ قطعہ کہا) ع

شام کی سرحد سے رخصت ہے وہ رندِ لم یزل

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

رِندی (ف ف) مؤنث، رِند (= آزاد، بے قید، لامذہب) + ی (لاحقۂ کیفیت): لامذہبیت، دہریت ؎

رندی سے بھی آگاہ شریعت سے بھی واقف

(زہد اور رندی، ب د، ۶۵)

: خودی کی یا عشق کی مدہوشی ؎

کامل وہی ہے رندی کے فن میں

(غزل، ض ک، ۱۱۳)

رَنْدا (ا ر) مذکر: بڑھئی کا ایک اوزار جس سے وہ لکڑی کو صاف، ہموار اور چکنا کرتا ہے ؎

نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

رَنگ (ف) مذکر

: رنگت، سیاہی سفیدی سرخی وغیرہ ؎

کانپتا پھرتا ہے کیا رنگِ شفق کہسار پر

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: شان، حالت ؎

نہاں ہے تیری محبت میں رنگِ محبوبی

(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

: طرح ؎

جس کی ہر رنگ ــ کہ نغموں سے ہے لبریز آغوش

(نوائے غم، ب د، ۱۲۴)

: انسان کا گورا یا کالا چمڑا جو اس کی جائے سکونت کی گرمی و سردی وغیرہ کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے (اور جس کا احساس عام لوگوں میں پیدا کرکے انہیں کے سانچے میں ڈھالا جاتا ہے) ؎

نسل قومیت کلیسا سلطنت تہذیب رنگ

(خضر راہ، ب د، ۲۶۲)

رَنگ بَدَلنا (ــ ار): ایک حالت ہٹ کر دوسری حالت کا پیدا کرنا، انقلاب لانا ؎

رنگ اک پل میں بدل جاتا ہے یہ نیلی رواق

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

رَنگ بَرَنگ: رنگ رنگ کی، مختلف رنگوں کی جو سورج کی شعاعوں سے پیدا ہو رہے تھے ؎

کوہِ اِضَم کو دے گیا رنگ برنگ بدلیاں

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۱)

رَنگ بھَرنا (تصویر میں) (ار): ہلکے نشانات کو رنگ سے اجاگر کرنا، پورا نقشہ پیش کر دینا ؎

رنگ تصویرِ کہن میں بھر کے دکھلا دے مجھے

(اسفلیہ، ب د، ۱۳۴)

رَنگ پہ آنا (ار) مقبول ہونا، پسندیدہ ہونا، رونق پذیر ہونا، مفید ہونا ؎

رنگ پر جو اب نہ آئیں ان فسانوں کو نہ چھیڑ

(سیّد کی لوحِ تربت، ب د، ۵۲)

رَنگِ تَغَیُّر (ــ ع) مذکر، رنگ (= مراد عارضی حالت)

+ تغیر: عارضی حالت جو ادلتی بدلتی رہتی ہے ؎
ہوتی ہے رنگ تغیر سے جب نمود اس کی
(حقیقت حسن، ب د، ۱۱۲)

رنگ جمانا
: اثر قائم کرنا، اثر و رسوخ پیدا کرنا، قابو یافتہ ہونا ؎
رنگ کچھ شہر خموشاں میں جما سکتی نہیں
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۱)

رنگِ حجاز نواؤں میں ہونا: گفتگو میں حجازی لہجہ پایا جانا ؎
رنگ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۹)

رنگ رفتہ (ـ ف) مذکر، رنگ + اضافت + رفتہ، مصدر رفتن (= جانا) سے حالیہ تمام: چہرے کا اڑا ہوا رنگ (جو مدفون کے رعب و جلال اور اپنے معاصی کے تصور سے اڑ گیا تھا) ؎
چڑھا کے پھول مرے رنگ رفتہ کے سر قبر
(التجائے مسافر، ب ا، ۳۴۶)

رنگ لانا (ـ ا ر) رنگ پکڑنا، رنگ کا تیز ہو جانا ؎
کس غضب کا رنگ لائی ہے سیہ کاری مری
(ب ا، ۴۲۰)
: صورت اختیار کرلینا ؎
رنگ لائی ہیں عبادت کا مری بے خواریاں
(ب ا، ۵۶۹)
: برا نتیجہ پیدا کرنا ؎
نہ رنگ لائے کہیں تیرے ہاتھ کی خامی
(۵۴، ب ج، ۳۰)

رنگ محبوبی (ـ ع ف) مذکر، رنگ + اضافت + محبوب (= جس سے محبت کی جائے) + ی (لاحقۂ کیفیت): محبوب ہونے کی شان، (خدائے تعالیٰ سے محبت کرنے کے باعث) خدا کا محبوب بن جانے کی صورت حال (اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری (رسول کی) پیروی کرو تو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا) ؎
نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی
(التجائے مسافر، ب د، ۹۲)

رنگ مشرب مینا (ـ ع ف) مذکر، رنگ + اضافت + مشرب (رک) + مینا (رک): مینائے شراب کے مذہب کا انداز، شراب نوشی کا طریقہ ؎
کچھ ترے مسلک میں رنگ مشرب مینا بھی ہے
(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

رنگ میں ڈوب کر: (خودی) مختلف قسم کی تمام صورتوں میں پائی جانے کے باوجود (قب بے رنگ) ؎
یہ بے رنگ ہے ڈوب کر رنگ میں
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۷)

رنگ و آب (ـ ف ف) مذکر: رونق، زیب و زیبائش، سجاوٹ کا سامان ؎
رنگ و آب زندگی سے گل بدامن ہے زمیں
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۰)

رنگ و بو (ـ ف ف) مذکر، رنگ + و (عطف) + بو (= خوشبو): مراد کائنات ؎
آہ کھولا کس ادا سے تو نے راز رنگ و بو
(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۴۴)
: خوبیاں، محاسن ؎
مذاق خو، گلچیں ہو تو پیدا رنگ و بو کر لے
(پھول، ب د، ۲۵۰)
: رنگ سے نظر فریبی اور بو سے دماغ کو اپنی طرف مائل کرلینے کی کیفیت مراد ہے یعنی دھوکے سے نظروں کو اور دل و دماغ کو قابو میں کر لینے کا عمل ؎
اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
(خضر راہ، ب د، ۲۶۱)

رنگ و بو کی طغیانی (ـ ف ف ف ع ف) مؤنث، رنگ + و (عطف) + بو (رک) + کی (رک) + طغیان (= زیادتی) + ی (لاحقۂ کیفیت): رنگ و بو کا ابال جو عارضی اور ناپائدار ہوتا ہے ؎
جہاں ہے یار فقط رنگ و بو کی طغیانی

(فقر و راہبی، ض ک، ۱۰۵)

رنگ و نسب: رک امتیاز رنگ و خون۔

رنگ ہائے رفتہ (۔ ف ف ف) مذکر، رنگ + ہا (لاحقۂ جمع) + ئے (علامت اضافت) + رفتہ، مصدر رفتن (= جانا) سے حالیۂ تمام: وہ حالتیں یا چیزیں جو فنا ہو چکیں ہیں۔

رنگ ہائے رفتہ کی تصویر ہے ان کی بہار

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۱)

رنگت (ار) مونث: رنگ (رک) ہے۔

شب دلوں کی کیا ہے صبح و شام کی رنگت ہے کیا

(خفتگان خاک سے استفسار، ب ا، ۶۹)

رنگین (ف ف) صفت، رنگ (رک) + ین (لاحقۂ صفت): رنگ کیا ہوا، رنگ دار، رنگ والا ہے۔

شراب سرخ سے رنگیں ہوا ہے دامن شام

(کنار راوی، ب د، ۹۴)

: شوخ، دل بہلانے والا، دلکش (کلام) ہے۔

لیجیے حاضر ہے مطلع رنگیں

(خدا حافظ، ب ا، ۵۲)

رنگیں قبا (ف ف ع) صفت، رنگیں + قبا (رک): رنگ برنگا اور شوخ لباس پہننے والا (مصرع کا مفہوم یہ ہے کہ گل قدرت الٰہی سے رنگیں قبا ہوا ہے) ہے۔

ہو کے پیدا خاک سے رنگیں قبا کیونکر ہوا

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

: خون کے رنگ کا لباس پہننے والا ہے۔

دشمنوں کے خون سے رنگیں قبا ہوتے تھے ہم

(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۱)

رنگیں نوا (ف ف ف) صفت، رنگ (= مراد جاذبیت) + ین + نوا (= نرم) آواز): جاذبیت رکھنے والی آواز کا، سریلی آواز والا ہے۔

رنگیں نوا بنایا مرغان بے زباں کو

(جگنو، ب د، ۸۴)

: دلکش شعر کہنے والا ہے۔

کیا ہے حافظ رنگیں نوا نے راز یہ فاش

(ایک خط کے جواب میں، ب د، ۲۳۹)

رنگیں نوائی: رنگیں نوا (رک) کا اسم کیفیت ہے۔

پریشاں تر مری رنگیں نوائی

(رباعیات، ب ج، ۸۱)

رَو (ف) مونث: مصدر رفتن (= چلنا) کا حاصل مصدر: بہاؤ، بہنا، موج ہے۔

ایک زمانے کی رو جس میں نہ دن ہے نہ رات

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۳)

: مصدر رفتن (= چلنا، جانا) سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت کے معنی دیتا ہے (رک تندرو)

رُو (ف) مذکر
: چہرہ، صورت (رک نقاب روئے شام)۔
: پر، اوپر (رک روئے آب نیل)۔
: لحاظ، حیثیت (رک از روئے سیاست)۔

رُوبرُو (۔ ف ف) صفت، رو + بہ (رک) + رو: سامنے، مقابل ہے۔

فطرت کو خرد کے روبرو کر

(۳۷، ب ج، ۵۹)

رُوپوش (۔ ف) صفت، رو + پوش، مصدر پوشیدن (= چھپنا چھپانا) سے فعل امر: منہ چھپانے والا ہے۔

کرۂ زمہریر ہو رو پوش

(سیر فلک، ب د، ۱۷۵)

رُوداد (۔ ف) مونث، رو + داد، مصدر دادن (= دینا) سے فعل ماضی مطلق (= حالیۂ تمام): (دل پر) گزری ہوئی حالت ہے۔

داستان عشق محو داد دل امیدوار

(تقلیش عراقی، ب ا، ۵۲)

رُوسیاہی (۔ ف ف) مونث، رو + سیاہ (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): ذلت اور رسوائی ہے۔

جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

(۲۲، ب ج، ۴۵)

رُوشناس (ـ ف) صفت، رُو + شناس، مصدر شناختن (= پہچاننا) سے فعل امر: جان پہچان، واقف، مراد ر ۱ دیکھ
نالۂ دل روشناس آسماں ہونے لگا
(نالۂ یتیم، ب ۱، ۳۵)

رُوکش (ـ ف) رُو + کش (رک): منھ موڑ دینے والی، شرمندہ کرنے والی، حریف، مقابل دیکھ
کیوں نہ اس کشور کی نکہت رُوکش تاتار ہو
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ۱، ۱۱۸)

رُومال (ف) مذکر، رُو (= چہرہ) + مال، مصدر مالیدن (= ملنا، پونچھنا) سے فعل امر: منھ پونچھنے کا پارچہ دیکھ
دامن موج ہوا جس کے لیے رُومال ہے
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

رُوئے آبِ نیل (ـ ف ف) رُو + ے (علامت اضافت) + آب (رک) + اضافت + نیل (= مصر کا مشہور دریا جس میں فرعون کا لشکر غرق ہوا تھا جو موسیٰؑ کے تعاقب میں جا رہا تھا) دریائے نیل کی سطح پر، آسمان کا آبِ نیل سے استعارہ کیا ہے دیکھ
ایک ٹکڑا اُبھرتا جاتا ہے رُوئے آبِ نیل
(ماہِ نو، ب د، ۵۳)

رُوئے شام (ـ ف) مذکر: رک نقاب رُوئے شام۔

رُوئے ہوا: یعنی ہوا دیکھ
بادل سے گر کے روئے ہوا پر سنبھل گیا
(مدینے کی خاک، ب ۱، ۲۷۰)

رَوا (ف) مذکر: جائز، مباح دیکھ
اس کو تقاضا روا مجھ کو تقاضا حرام
(اہم، ب ج، ۶۲)

رَوارَوی (ف ف ف ف) رَو، مصدر رفتن (= چلنا) سے فعل امر + ا (لاحقۂ اتصال) + رَو + ی (لاحقۂ کیفیت): پے در پے تیز رفتاری کے ساتھ چلنے کی صورت حال، مراد دوسری قوموں کے ہنگامہ خیز انقلاب کی رفتار جو پیچھے پڑی ہوئی قوموں کو پامال کرتی ہوئی آگے بڑھ جاتی ہیں دیکھ
قومیں کچل گئی ہیں جس کی روارَوی میں
(بزمِ انجم، ب د، ۱۷۴)

رَواں (ف) صفت، مصدر رفتن (= جانا، چلنا) سے صفت فاعلی: جانے والا یا جانے والے دیکھ
وہ چپ چاپ بہتے آگے پیچھے رواں
(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

: بہتا ہوا، جاری دیکھ
جُوئے سیماب رواں پھٹ کر پریشاں ہو گئی
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

: تیز (چاقو وغیرہ کی دھار کے لیے) دیکھ
کی رواں آبِ غنچۂ غم ہے
(یتیم کا خطاب، ب ۱، ۶۴)

: سخن میں اعلیٰ معانی اور موزوں تر الفاظ تک رسا دیکھ
ہر سخنور کی یہاں طبع رواں جاتی ہے رک
(ب ۱، ۴۶۱)

رواں ہونا (ـ ار) جانا، چلا جانا دیکھ
جس کا شوہر ہو رواں ہو کے زرہ میں مستور
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

رُواں (ف) مذکر: نفس ناطقہ جگہ
وضعداری بس کہ ہے رُوح و رُوانِ زندگی
(کلاہ لالہ رنگ، ب ۱، ۲۳۱)

رَوانی (ف) مونث: جاری ہونے یا بہنے کی کیفیت، بہاؤ۔
پانی کو دی روانی موجوں کو بے کلی دی
(جگنو، ب د، ۸۴)

روانی سوز (ـ ف) صفت، روانی + سوز (رک سوز معنی نمبر ۲)
: بہاؤ کو جلا دینے یا ختم کر دینے والی دیکھ
مری حیرت روانی سوز ہے اس درجہ اے ساقی
(تصویرِ درد، ب ۱، ۳۱۹)

رِوایات (ع) مونث: (روایت کی جمع) وہ باتیں جو مسلمانوں میں سینہ بسینہ چلی آتی ہیں اور

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ اُمّت روایات میں کھو گئی
(ساقی نامہ، ب ج ۱۳۴)

روایات کے پھندے : مراد تحقیقِ حق سے دُوری اور غیر مسلم فلسفیوں سے سنی سنائی باتیں یا ان کی کتابوں سے اخذ کیے ہوئے مسائل ؎
دُنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار
(اساتذہ، ض ک ۴۸)

روایاتی (ع ف) صفت، روایات (= وہ تعلقات اور رسُوم اور طور طریقے جو دنیا میں رائج ہیں) + ی (لاحقۂ نسبت) : (دُنیا ہے روایاتی کا مطلب یہ ہے کہ دنیا) عباد اللہ کے میل جول اور تعلقات کو ملحوظ رکھنے کی رعایت کا نام ہے) ؎
دنیا ہے روایاتی عقبیٰ ہے مناجاتی
(محراب گل الخ، ض ک ۱۴۰)

روایت (ع) مونث: بیان ؎
علاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر
(اقبال، ض ک ۱۸۰)

روباہی (ف ف) مونث: روباہ (= لومڑی) + ی (لاحقۂ کیفیت) : بزدلی ؎
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی
(۳۴، ب ج ۵۷)
: چالاکی ؎
جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زورِ پلنگ
(یورپ، ب ج ۱۶۷)

رُوپ دھارنا (اردو) : اپنی اصلی صُورت یا وضع کے خلاف دُوسری شکل یا وضع بنالینا ؎
پڑھی رُوپ بسکٹ کا دھارے مٹھائی
(ب ا، ۲۶۲)

روتی ہے (اردو) : (تجلیات جو میرے سینے میں ہیں کہ اس بات پر آنسو بہا رہی ہیں کہ کوئی ان کا دیکھنے والا نہیں اور سب پڑے سو رہے ہیں ؎
برقِ ایمن مرے سینے میں پڑی روتی ہے
(رات اور شاعر، ب د، ۱۲۳)

رونے آئے تھے : روتے ہوئے پیدا ہوئے تھے (ہر بچہ روتا ہوا پیدا ہوتا ہے) ؎
روتے آئے تھے روتے جائیں گے
(یتیم کا خطاب، ب د ۹۴)

رُوح (ع) مونث: جان، انسان کا باطن جو دل دماغ، نفس، ضمیر اور دورانِ خون کی ملی جلی کیفیت کا نام ہے ؎
رُوح کو لیکن کسی گم گشتہ شے کی ہے تلاش
(بچہ اور شمع، ب د ۹۴)
: جان جو باعثِ حیات ہے (رک رُوحِ زمیں)

رُوحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے : (رک آدم) یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو دراصل اس نظم کا تتمہ ہے جس میں "فرشتے جنت سے آدم کو رخصت کرتے ہیں" اس نظم میں اقبال نے کائنات ارضی کی زبان سے یہ بات کہلوائی ہے کہ "فرشتوں" نے رخصت کرتے وقت "آدم" کی جن صلاحیتوں کا ذکر کیا ہے اگر آدمی ان صلاحیتوں سے کام لینا چاہے تو زمین پر اُن کو بروئے کار لانے کا سارا سامان اور مواد موجود ہے
(ب ج ۱۳۲)

رُوح الذّہب (ع ع ع) مونث، رُوح + ال (= علامت تعریف یا معرفہ) + ذہب (= سونا) : سونے کی رُوح، یہ ایک دوا کا نام ہے جو حکیم نابینا دہلوی نے اقبال کی آخری علالت میں ان کے لیے تجویز کی تھی۔ حکیم نابینا شروع میں حیدرآباد دکن میں رہتے تھے۔ پھر وہاں سے دہلی منتقل ہو گئے تھے جہاں ان کا مطب بہت مشہور ہوا اور دنیا نے انھیں اپنے فن میں یکتائے روزگار مان لیا۔ آخری علالت میں علامہ نے ان کی طرف رجوع کیا تو انھوں نے اپنی شہرۂ آفاق دوا "روح الذہب" علامہ کے لیے تجویز فرمائی۔ اس دوا سے علامہ کو بہت افاقہ ہوا۔ چنانچہ اس کے زُودِ اثر ہونے کا ذکر علامہ نے ایک قطعے میں فرمایا اور وہ

قطعہ جناب نذیر نیازی کو ایک خط میں لکھ کر دلی بھیج دیا تاکہ حکیم صاحب کو سنا دیں۔ جناب نذیر نیازی نے اس واقعے کا ذکر اپنے ایک مضمون "اقبال کی آخری علالت" میں کیا ہے

(قطعہ، ب ا، ۲۵۲)

رُوح القُدُس کا ذوقِ جمال (- ع ع ا ر ع ع ع) مذکر، رُوح + ال (علامت تعریف یا معرفہ) + قُدُس (= پاکیزگی) (= جبرئیل فرشتہ) + کا (رک) + ذوق (رک) + جمال (رک): جبرئیل فرشتے کی طرح نیکی اور پاکیزگی کا ذوق و شوق

(مدنیّت اسلام، ض ک ۴۹۰)

رُوح پرور (- ف) صفت، رُوح + پرور، مصدر پروردن (= پالنا)، پرورش کرنا) سے فعل امر: رُوح کو بالیدہ کرنے والی، باطن میں فرحت اور تازگی پیدا کرنے والی ہے

شراب رُوح پرور ہے محبت نوعِ انساں کی

(تصویرِ درد، ب د، ۵۱)

رُوح پلنا (ار): رُوحانی غذا ملنا، معرفت الٰہی کے سبق حاصل ہونا ہے

جہاں سے پلتی تھی اقبال رُوح قنبر کی

(ب ا، ۴۵۵)

رُوحِ زمین (- ف) مونث، روح (رک) + اضافت + زمین: اگرچہ رُوحِ زمین سے خود زمین مراد ہے لیکن اس کا ایک پہلو یہ بھی کہ زمین کی سطح سے پاتال تک جو کچھ خزانے مخفی ہیں وہ زمین کی رُوح ہیں، مراد یہ ہے کہ اوپر سے لے کر نیچے تک پُورا کرۂ ارض ہے

وہ سجدے رُوح زمیں جن سے کانپ جاتی تھی

(۱۳، ب ج، ۳۶)

رُوح کی پیاس: رُوحانی فیض حاصل ہونے کی خواہش ہے

کہ پیاس رُوح کی بجھتی ہے اس نگینے سے

(ب ا، ۴۵۵)

رُوحِ محمدؐ (- ع) مونث: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی تعلیمات کا اثر ہے

رُوحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

(ابلیس کا فرمان الخ، ض ک، ۱۴۶)

رُوح و رَوان (ع ف ف) مونث، رُوح + و (حرف عطف) + رَوان (= نفسِ ناطقہ): جان اور نفسِ ناطقہ، جان اور حیاتِ انسانی کا دار و مدار ہے

اے آفتاب رُوح و روانِ جہاں ہے تُو

(آفتاب، ب د، ۴۳)

رُوحانی (ع ف) صفت، رُوح (رک) + انی (لاحقۂ نسبت): رُوح یا باطن سے تعلق رکھنے والی ہے

تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ رُوحانی ہے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۴)

رُوحانیّت، رُوحانی (رک) کا اسم کیفیت ہے

مذہبیّت چھوڑ دی رُوحانیّت کا نور ہے

(کلاہ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۲)

رُود (ف) مونث: ندی (رک رُودِ گنگا)

رُود بار (- ف) مونث: وہ جگہ جہاں بہت سی نہریں جاری ہوں، مراد دریا ہے

خفتگانِ لالہ زار و کوہسار و رُود بار

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۵)

رُودِ گنگا (ف ار) مونث، رُود (= ندی، دریا) + اضافت + گنگا (= ہندوؤں کا مقدس ترین دریا جو ہمالیہ میں مقام گنگوتری سے نکلا اور خلیج بنگال میں جا کر گرگیا، مسلمانوں کا قافلہ عرب سے ہندوستان آکر اسی کے کنارے پر مقیم ہوا تھا) ہے

اے آبِ رُودِ گنگا وہ دن ہیں یاد تجھ کو

(ترانۂ ہندی، ب د، ۸۳)

روز (ف) مذکر

دن، ہر دن، روزانہ ہے

اس راہ سے ہوتا ہے گزر روز تمہارا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

: بار، دفعہ ہے

خدا لے حسن نے اک روز یہ سوال کیا

(ضربِ کلیم، ب د ۲۱۲)

روز افزُوں (۔ ۔ ف) صفت : روز + افزُوں (رک) : روز بروز بڑھنے والا (حسن) (ہلال کے بدر ہونے تک کی روز افزونی کی جانب اشارہ) ؎
حسن روز افزوں سے تیرے آبروِ ملت کی ہے
(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۱)

روزِ تیز گام (۔ ف ف) مذکر : روز + اضافت + تیز (رک) + گام (رک) : جلدی جلدی قدم اٹھانے والا، بہت سرعت سے گزر جانے والا ؎
عدم کو قافلۂ روزِ تیز گام چلا
(کنار راوی، ب د، ۹۵)

روزِ حساب (۔ ع) مذکر، روز + اضافت + حساب (= محاسبہ، باز پرس) : قیامت کا دن جس میں اعمال کی باز پرس ہوگی (اسی طرح "کارل مارکس" نے بھی سرمایہ داروں کا خوب محاسبہ کیا ہے) ؎
مشرق و مغرب کی قوموں کے لیے روزِ حساب
(دنیسرا بشیر، ا ع، ۸)

روز و شب (۔ ف ف)، روز + و (عطف) + شب (= رات) : مراد زندگی ؎
کلفتِ غم گرچہ اس کے روز و شب سے دُور ہے
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

روز و شب کی بیتابی : کنایۃً عشق ؎
عطا ہوئی ہے تجھے روز و شب کی بیتابی
(فرشتے آدم کو الخ، ب ج، ۱۳۱)

روزگار (ف) مذکر
: زندگی ؎
کیا تلخ ہے روزگارِ انساں
(انسان، ب د، ۱۲۷)

: دنیا ؎
مری فطرت آئینۂ روزگار
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۵)

روزن (ف) مذکر : سوراخ، شگاف ؎
روزن ہی جھونپڑے کا مجھ کو سحر نما ہو

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

روزہ (ف) : ماہِ رمضان میں یا اس کے علاوہ نیت باندھ کے صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور تمام اُن باتوں سے پرہیز کرنا جن کا شریعت نے حکم دیا ہے
: صوم
نماز و روزہ و قربانی و حج
(رباعیات، ب ج، ۸۹)

روزہ دار (۔ ف) صفت، روزہ + دار (رک) وہ مسلمان جو روزہ رکھے ہوئے ہو ؎
غرۂ شوال اے نورِ نگاہِ روزہ دار
(غرۂ شوال، ب د، ۱۹)

روزی (ف) مونث : کھانے پینے کا سامان، غذا ؎
جس کھیت سے دہقاں کو میسّر نہیں روزی
(فرمانِ خدا، ب ج، ۱۱۰)

: جسم یا رُوح میں توانائی پیدا کرنے والی چیز جس سے کسی قسم کی طلب پیدا ہو جاتی ہے ؎
جہاں سے ملتی ہے اقبال روحِ قنبر کی
مجھے بھی ملتی ہے روزی اسی خزینے سے
(غزلیات، ب ا، ۴۵۵)

: مراد رُوحانی فیضان، روحانیت، معرفت (جس شعر میں یہ لفظ آیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے در کا غلام ہونے کے باعث رُوحانی رزق پاتا ہوں، جو کچھ استعداد مجھے حاصل ہے وہ سب حضرت کا فیض ہے) ؎
مجھے بھی ملتی ہے روزی اسی خزینے سے
(ب ا، ۴۵۵)

رُوس : ایشیا کا ایک بڑا ملک جو شمال میں واقع ہے اور اس کا کچھ حصہ یورپ میں شامل ہے ؎
بے سُود نہیں رُوس کی یہ گرمی رفتار
(اشتراکیت، ض ک، ۱۳۶)

رَوِش (ف) مونث، مصدر رفتن (= چلنا، جانا) کا

حاصل مصدر : رفتار، چال، طریقہ ؎
تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

روشن (ف) صفت
: واضح، ظاہر ؎
فکرِ انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

: چمکتا ہوا ؎
آ ئیں تجھے دکھاؤں رخسارِ روشن اس کا
(چاند، ب د، ۱۷۱)

: پُر رونق، پُر بہار ؎
پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
(، ب ج، ۳۰۱)

روشن از نورم سحر شبستانِ من است
کاں دُرِ گم گشتہ مومن بدامانِ من است

: میری انجمن شبِ علم و حکمت کے چاند کی روشنی سے منور ہے اس لیے کہ وہ موتی (یعنی علم) جو مومن نے کھو دیا ہے میرے دامن میں موجود ہے۔
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۵)

روشن بصر (ـ ع) صفت، روشن + بصر (= آنکھ)
: جس کی آنکھ روشن ہو، جو نظر آنے والی چیز کو دیکھ سکے ؎
خرد سے راہرو روشن بصر ہے
(رباعیات، ب ج، ۵۵)

روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیل : حضرت ابراہیمؑ کی دنیا بھر پر نظر رکھنے والی آنکھ اور زیادہ روشن ہو گئی۔ شعر کے اس ٹکڑے میں جس واقعے کی طرف اشارہ ہے اس کی صورت قرآن پاک میں بیان کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ شام کو جب ستارہ نکلا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔ پھر جب چاند کو دیکھا تو کہنے لگے۔ یہ میرا رب ہے کیونکہ اس (ستارے) سے روشن تر ہے۔ پھر جب وہ بھی ڈوب گیا اور سورج نکلا تو کہا شاید یہ میرا رب ہے کیونکہ یہ سب سے بڑا ہے لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو فرمایا، میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا، میں تو اسے اپنا رب مانتا ہوں جو کبھی غروب نہیں ہوتا (اس تمام گفتگو کی یہ وجہ نہ تھی کہ حضرت ابراہیمؑ (نعوذ باللہ) خدائے تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ آپ نے دوسروں کو توحید سمجھانے کا یہ لطیف اور دلکش طریقہ اختیار فرمایا تھا) ؎
جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیل
(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۸)

روشن جبیں (ـ ف) صفت، روشن + جبیں (= ماتھا) جس کا ماتھا چمکتا ہو، مراد جبین کا ؎
خوش دل و گرم اختلاط و سادہ و روشن جبیں
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۸)

روشن ضمیری (ـ ع ف) مونث، روشن + ضمیر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : دل نورانی ہونے کی شان ؎
رہا صوفی گئی روشن ضمیری
(رباعیات، ب ج، ۸۳)

روشن گر (ـ ف) صفت، روشن + گر (رک گر۲)
: جلا دینے والی ؎
بن گئی آپ اپنے آئینے کی روشن گر زمیں
(دربارِ بہاول پور، ب ا، ۱۸۴)

روشنائی (ف ف) مونث، روشن + ا (اتصال) + ئی (لاحقۂ نسبت) : روشنی، نور ؎
تو آپ ہے اپنی روشنائی
(۳۱، ب ج، ۵۴)

روشنی (ف) مونث : نور، چمک ؎
روشنی سے کیا بغل گیری ہے تیرا مدعا
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

رُوما (ع) مذکر : روم کی مشرقی سلطنت (قسطنطنیہ) کی طرف اشارہ ہے جس کے عیسائی فرماں روا خصوصیت

---

[1] سورۂ انعام آیت ۷۴، تا ۸۷۔

کے ساتھ ہارون، مامون اور متوکّل کی صولت و شوکت سے معمور آتے تھے، رُومۃُ الکبریٰ ع

کانپتا تھا جن سے رُوما ان کا مدفن ہے یہی

(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

رُومَۃُ الکُبریٰ: رُوما (رک) کی سب سے قدیم سلطنت جو حضرت عیسیٰ سے پہلے دنیا کی سب سے بڑی سلطنت تھی اس کے حدود تبریز سے لے کر مراکز تک اور رمارک سے لے کر بغداد تک پھیلے ہوئے تھے۔

رُومۃُ الکبریٰ کے ایوان: سلطنت رُوم کے محل جہاں مسولینی (رک) جو فاشزم کا بانی ہے اطالیہ کا آمر مطلق بن گیا ہے اور اپنی جارحانہ سرگرمیوں سے بحیرہ رُوم میں مکمل اقتدار قائم کرنے کے لیے کوشاں ہے ع

زلزلہ اس کا رُومۃُ الکبریٰ کے ایوانوں میں ہے

(چرخِ مشیر، اح، ۹۱)

رُومی (ع ف) مذکر: باشندۂ رُوم مراد سکندر بادشاہ (رک) ع

رُومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

(بلالؓ، ب د، ۲۴۱)

: رک پیرِ رُومی۔

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ہمیں پیرِ رُومی مصنفِ مثنوی مولانا رُوم کے مرتبے سے آگاہ کر کے رومی کی خدمت میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ اقبال خود کو رُومی کا معنوی شاگرد کہتے تھے اور کلامِ الٰہی اور حدیثِ شریف کے بعد مثنوی مولانا رُوم سے استفادہ کرتے تھے

(ض ک، ۱۲۱)

رُومی نژاد (ـ ف) صفت، رُومی (= ملک رُوم کی) + نژاد (= نسل): اطالوی قوم ع

ملّتِ رُومی نژاد کہنہ پرستی سے پیر

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۹)

رُومی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں: رُومی (رک) مراد صُوفی اس خیال میں ہے کہ بُوعلی کی طرح عقل کو کیوں زحمت میں مبتلا کروں کیونکہ وہ توجہ

نتیجہ نکالے گی وہ ظن اور گمان ہو گا لہٰذا اپنی حقیقت پر غور کرنے کی بجائے یہ طے کرنا چاہیے کہ عشق کس سے کیا جائے تاکہ منزل متعین ہو

(فلسفہ و مذہب، ب ج، ۱۴۸)

رونا (ا ر) مذکر

: گریہ وزاری، نوحہ و ماتم، ذکرِ مصیبت، فریاد ع

مرا رونا نہیں رونا ہے یہ سارے گلستاں کا

(تصویرِ درد، ب د، ۶۸)

: قطرے ٹپکانا ع

فرشتے سکھاتے تھے شبنم کو رونا

(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

: افسوس کرنا، تأسف کرنا ع

جس کی غفلت کو ملک روتے ہیں وہ غافل ہوں میں

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

: آنسو بہانا ع

چمن سے روتا ہوا موسمِ بہار گیا

(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۱۲)

: دکھڑا ع

ہے ابھی امّتِ مرحُوم کا رونا باقی

(فریادِ امّت، ب ا، ۱۵۳)

: شکایت ع

ہر کسی کو بزمِ ہستی میں ہے رونا موت کا

(ب ا، ۴۲۰)

: مصیبت، اندیشہ ع

اس نگر کی طرح کیا واں بھی ہے رونا موت کا

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب ا، ۲۹۰)

رَونَق (ف) مونث

: چہل پہل مراد کامیابی ع

مرے بازار کی رونق ہی سودائے زیاں تک ہے

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

: (صفت) زیب و زینت دینے والا، باعثِ تزئین ع

وہ میرا رونقِ محفل کہاں ہے

(رباعیات، ب ج، ۸۴)

رونق بخش (ــ ف) صفت، رونق + بخش (رک)
: زیب و زینت دینے والا ؎
علم کا محبوب رونق بخش کاشانہ تو ہو
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۷)

رونقِ ہنگامۂ محفل الخ : مراد اپنے اشعار سے محفل کی رونق بھی بڑھاتا ہے اور فکرِ سخن میں خلوت پسند ہے ؎
رونقِ ہنگامۂ محفل بھی ہے تنہا بھی ہے
(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۳۲)

رونے والا : ذکرِ شہادتِ حسین علیہ السلام سن کر ان کے غم میں آنسو بہانے والا، عزادار ؎
رونے والا ہوں شہیدِ کربلا کے غم میں میں
(برگِ گل، ب ا، ۱۷۷)

روئداد (ف) مونث : ماجرا، احوال، سرگزشت ؎
پیرِ حرم نے کہا سن کے مری روئداد
(۴۰، ب ج، ۶۲۲)

روئی (ار) مونث : پنبہ (پنبہ)، صاف کی ہوئی کپاس۔

روئی کا گالا (ــ ار ار) مذکر : دھنکی ہوئی روئی کی بکٹ بھر جمع کی ہوئی مقدار ؎
دیا ہوا سے پریشاں ہیں روئی کے گالے
(ابر، ب ا، ۱۹۷)

رَہ (ف) مونث، راہ (= راستہ) کی تخفیف ؎
سنگِ رہ سے گاہ بچتی گاہ ٹکراتی ہوئی
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

رہ بر/رہبر (ــ ف) رہبری (رک) کی صفت ؎
راہ تو رہرو بھی تو رہبر بھی تو منزل بھی تو
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۲)

رہ بری/رہبری (ــ ف ف) مونث، رہ + بر، مصدر بُردن (= لے جانا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت)
: راستہ دکھانا، راستے پر لے جانا ؎
کام دنیا میں رہبری ہے مرا
(عقل و دل، ب د، ۱۴)

رہ پیما (ــ ف) رہ + پیما، مصدر پیمودن (= ناپنا، طے کرنا) سے فعل امر : راستہ چلنے والا ؎
منزلِ صنعت کے رہ پیما ہیں دست و پائے قوم
(شاعر، ب د، ۲۱۱)

رہ پیمائیِ صحرائے علم (ــ ف ف ع ف ع) مونث، رہ + پیما، مصدر پیمودن (= ناپنا) سے فعل امر + ئی (لاحقۂ کیفیت) + اضافت + صحرا (= وسیع جنگل) + ے (علامتِ اضافت) علم (= حکمت) : علم کے وسیع میدان کا راستہ طے کرنا، علوم میں مشغولیت ؎
اب کہاں وہ شوق رہ پیمائیِ صحرائے علم
(نالۂ فراق، ب د، ۷۸)

رہ رو/رہرو (ف) صفت، رہ + رَو، مصدر رفتن (= جانا، چلنا) سے فعل امر : راستہ چلنے والا، مسافر ؎
ہوں وہ رہرو کہ محبت ہے مجھے منزل سے
(موجِ دریا، ب د، ۶۲)

رہ زن/رہزن (ــ ف) صفت، رہ + زن، مصدر زدن (= مارنا) سے فعل امر : راستے میں لوٹنے والا، ڈاکو ؎
قافلے والے بھی ہیں اندیشۂ رہزن بھی ہے
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۱)

رہ زنی/رہزنی (ــ ف ف) مونث، رہ زن (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : لوٹ مار ؎
کہ تیری رہزنی سے تنگ ہے دریا کی پہنائی
(ایک بحری قزاق اور سکندر، ض ک، ۱۵۵)

رہ زنِ ہمت (ــ ف ع) صفت، رہزن (رک) + اضافت + ہمت (رک) : ارادے، حوصلے اور جرأت کو تباہ کر دینے والا ؎
رہزنِ ہمت ہوا ذوقِ تن آسانی ترا
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)

رَہ گزار (ــ ف) مونث : رک رہ گزر۔

رہ گزر (ــ ف) مونث، رہ + گزر (= گزرنے کا عمل) : جادہ، راستہ، ہر ذرۂ کائنات (جو حصولِ معرفت کی رہگزر ہے) ؎

ہر رہگزر میں نقش کفِ پائے یار دیکھ
(غزلیات ، ب د ، ۹۸)

رہ نشیں (ـ ف) صفت ، رہ + نشیں ، مصدر نشستن (= بیٹھنا) سے فعل امر
ایسا راہی جس کا منزل کے راستے میں پڑاؤ ہو گا
مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے تُو نہ رہ نشیں نہ راہی
(۳۲ ، ب ج ، ۴۵)
: راستے میں بیٹھا ہوا (خصوصاً گداگری کے لیے) گا
نے کوئی فغفور و خاقاں نے گدائے رہ نشیں
(ابلیس ، ۲ ، ا ح ، ۱۳)

رہ نما / رہنما (ـ ف) صفت ، رہ + نما ، مصدر نمودن (= دکھانا) سے فعل امر ، راستہ دکھلانے والا ، رہبر گا
بھٹکے ہوئے کی رہ نما ہوں میں
(عقل و دل ، ب د ، ۱۴)

رہ نورد (ـ ف) صفت ، رہ + نورد ، مصدر نوردیدن (= طے کرنا ، لپیٹنا) سے فعل امر : راستہ طے کرنے والا یعنی روانہ گا
حالی بھی ہو گیا سوئے فردوس رہ نورد
(شبلی و حالی ، ب د ، ۲۲۲)

رہ و رسم (ـ ف ع) مونث ، رہ + و (عطف) + رسم (رک) ، طور طریقہ گا
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی
(۱۳ ، ب ج ، ۱۷)

رہا (ار) : اب یہ رہ گیا تو اس کا حال مستقبل گا
رہا صوفی ، گئی روشن ضمیری
(رباعیات ، ب ج ، ۸۳)

رہا (ف) صفت
: آزاد ، چھوٹا ہوا ، نجات یافتہ ، گرفتار کی ضد گا
عشق کے دام میں پھنس کر یہ رہا ہوتا ہے
(دل ، ب د ، ۶۲)
: قید تعینات سے باہر گا
جس سے ہوتی ہے رہا روح گرفتار حیات
(نوائے غم ، ب د ، ۱۲۵)

رہائش (ار) مونث : بود و باش ، رہنا سہنا ، سکونت گا [1]
جنگل کی رہائش میں ہے سو طرح کا کھٹکا
گھوڑوں کی مجلس ، ب ا ، ۵۴۹)

رہائی (ف) مونث ، رہا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : نجات ، آزادی ، چھٹکارا گا
ہوتی مری رہائی اے کاش میرے بس میں
(پرندے کی فریاد ، ب د ، ۳۷)

رُہبانی (ع ف) صفت ، رُہبان (= قوم نصاریٰ کا عابد و زاہد) + ی (لاحقۂ نسبت) ؛ عابد نصرانی کا (چونکہ عموماً عیسائی زاہد ترک دنیا کر کے بیابانوں میں بیٹھتے تھے اس لیے ان کے چراغ سے مرد مسلماں کے یقین کو تشبیہ دے دی ہے ، اگرچہ وجہ شبہ روشنی ہے تاہم کسی اور چیز سے تشبیہ دی جاتی تو بہتر ہوتا کیونکہ اس تشبیہ میں مشبہ حق ہے اور مشبہ بہ باطل) گا
بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی
(طلوع اسلام ، ب د ، ۲۷۰)

رُہبانیت (ع) مونث
: عابد نصرانی کا عمل ، ترک دنیا گا
کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی
(دین و سیاست ، ب ج ، ۱۱۸)
: معاملات قومی میں حصہ نہ لینے اور گوشہ نشین ہو جانے کا عمل (جیسا کہ آج کل فقیہوں کا دستور ہے) گا
فقیہ شہر بھی رہبانیت پہ ہے مجبور
(شکست ، ض ک ، ۳۸)

رہ جانا (ار) جب یہ سوالیہ جملے میں استعمال ہو تو "جب پہنچ جگہ ملتا ، کہیں اور جگہ نہ ملنا" کے معنی دیتا ہے گا
ان سے پوچھو ہند ہی کیا رہ گیا تھا آپ کو
(دین و دنیا ، ب ا ، ۱۰۵)

---

[1] عوام نے رہنا ، مصدر سے بقاعدہ فارسی بنالیا ہے ، اصولاً غلط ہے مگر رائج ہو چکا ہے اس لیے زبان کا جزو ہے ۔

رہ رہ کر (ار) : بار بار کے۔
شام کے تارے پہ جب پڑتی ہے رہ رہ کر نظر
(رخصت اے بزم جہاں ، ب د ، ۶۵)

رہن (ع) مذکر : وہ مال جو گروی ہو یا گروی رکھا جائے۔

رہنِ بیاں (ـ ع) صفت ، رہن + اضافت + بیان (رک) : جس پر بیان کا قابو چل سکے ، جو بیان کیا جا سکے۔
کون وہ آفت ہے جو رہنِ بیاں ہوتی نہیں
(نالۂ یتیم ، ب ا ، تیسرا ایڈیشن ، ۴۲)

رہن رکھنا (ـ ار) : کسی سے کچھ رقم قرض لے کر اس کے پاس اپنی کوئی چیز گروی رکھ دینا۔
رہن میں نے اک درم پر آج یہ گھر رکھ دیا
(ب ا ، ۲۸۸)

رہنِ غمِ پنہاں (ـ ع ف) صفت ، رہن + اضافت + غم + اضافت + پنہاں (رک) : دل میں چھپے ہوئے غم کے قابو میں ، ہمہ وقت مبتلائے غم۔
کیوں نظر آتا ہے تو رہنِ غمِ پنہاں مجھے
(نالۂ یتیم ، ب ا ، ۴۸)

رہنا (ار)
سکونت اختیار کرنا ، گھر بنا کر مقیم ہونا۔
چمن میں آہ کیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا
(تصویرِ درد ، ب د ، ۷۵)
ہونا ، بار بار ہونا ، مسلسل جاری ہونا۔
کہیں ذکر رہتا ہے اقبال تیرا
(غزلیات ، ب د ، ۹۹)
: معاون فعل جو استمرار کے معنی دیتا ہے۔
لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۳)
: بعض مشتقات فعل معروف کے طور پر استعمال ہو کر کام کے ضرور واقع ہونے کے معنی دیتے ہیں۔
سبھوں سے بڑھ کے رہے ان کے فہم کا گلگوں
(فلاح قوم ، ب ا ، ۳۱)

رہنے دینا (ار) : مشغلے کو جاری رکھنے کا موقع دینا ، کوئی کام کرتے دیکھ کر اس سے نہ روکنا۔
مجھے اے ہمنشیں رہنے دے شغلِ سینہ کاوی میں
(تصویرِ درد ، ب د ، ۷۲)

رہوار (ف) مذکر : راہ وار (رک) کی تخفیف۔

رہوارِ ہوا (ف ع) مذکر ، رہوار + اضافت + ہوا (رک) : ہوا کو سرعتِ رفتار میں گھوڑے سے تشبیہ دی ہے۔
ابر کے ہاتھوں میں رہوارِ ہوا کے واسطے
(ہمالہ ، ب د ، ۲۲)

رہی (ار) روزمرہ : (اس فعل کے بعد ذکر کی جانے والی شے کا) ذکر باقی رہا ، اس کی حقیقت یہ ہے کہ۔
رہی بجلی کی بیتابی سو میرے آشیاں تک ہے
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۲)

رہیلہ (ار) مذکر : نواب نجیب الدولہ کی گوت۔
رہیلہ کس قدر ظالم جفا جو کینہ پرور تھا
(غلام قادر رہیلہ ، ب د ، ۲۷)

رہین (ع) صفت : گروی ، جسے گروی رکھ دیا جائے۔

رہینِ شکوۂ ایام (ـ ع ع) صفت : ہر وقت زمانے کی شکایت کے لیے وقف۔
رہینِ شکوۂ ایام ہے زباں مری
(زہد اور رندی ، ب د ، ۴۲)

رئیس (ع) صفت : دولتمند ، سرمایہ دار۔
مگر نہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس
(سیاست افرنگ ، ض ک ، ۱۴۲)

رے (ع) مذکر : قدیم حکومت کے زمانے کی ایک ریاست جو ۵۶ھ میں شام کے زیر نگین تھی۔
بچتی نہیں ہے سلطنتِ روم و شام و رے
(سرود ، ض ک ، ۱۱۵)

ریا (ع) مونث : دکھاوا ، دنیا سازی ، سیاسی بناوٹ۔
بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے
(سید کی لوحِ تربت ، ب د ، ۵۳)

ریاض (ع) مذکر : باغ (روضہ کی جمع)۔

ریاضِ دہر (ـ ع) مذکر ، ریاض + اضافت + دہر (= دنیا) : دنیا کو باغ سے تشبیہ دی ہے۔

ریاضِ دہر میں نا آشنائے بزمِ عشرت ہوں
(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

ریاضِ طُور (ع ع) مذکر، ریاض + اضافت + طُور (= وہ پہاڑ جس پر حضرت موسیٰؑ کو خدا کا جلوہ نظر آیا تھا اور ان سے باتیں کرنے کے لیے خدائے تعالیٰ نے ایک درخت میں آواز پیدا کر دی تھی) کوہِ طُور کے درخت جیسے درختوں کا باغ جس کے ہر درخت میں خدا کا جلوہ نظر آئے اور خدا انسان سے ہمکلام ہو سکے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طُور ہوتا ہے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۴)

ریاضت (ع) مونث: زہد، پرہیزگاری اور نفس کُشی
پہلے مل جاتا تھا ریاضت سے
(ب ا، ۵۸۲)

ریت (ار) مونث: رسم، روایت
ہے ریت عاشقوں کی تن من نثار کرنا
(نیا شوالا، ب ا، ۳۴۰)

ریت (ار) مذکر: بالو، ریگ
ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پروا خرام
(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۸)

رَیحان (ع) مذکر: ایک خوشبو پودے کا نام، نازبو
بہار سبزہ و گل تھی ہجومِ سرو و ریحاں تھا
(گلِ خزاں دیدہ، ب ا، ۵۱۴)

ریز (ف)، مصدر ریختن (= گرانا، ٹپکانا) سے فعل امر، ترکیبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر اُس کے مفہوم کی فاعلیت کے معنی دیتا ہے (رک نوا ریز)

ریزش (ف) مونث، مصدر ریختن (= بکھیرنا) کا حاصل مصدر: بکھیر، اِدھر اُدھر ڈالنے اور پھیلانے کا عمل
ریزشِ دانہائے اختر کو
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۱۰)

ریزہ (ف) مذکر: کسی چیز کا بہت چھوٹا سا ذرہ جو ٹوٹ کر گرے

ریزہ ریزہ ٹوٹ کر الخ: تارے جو نور کے ریزے تھے ٹوٹ ٹوٹ کر یک جا ہونے تو سورج کا پیالہ بن گیا
ریزہ ریزہ ٹوٹ کر پیمانۂ خورشید ہے
(گورستانِ شاہی، ب ا، ۲۵۶)

ریزہ کار (- ف) لاحقۂ صفت فاعلی: دقیقہ سنج، نکتہ بیں، باریک اور دقیق مضمون باندھنے اور سمجھنے والی
ہزار شکر طبیعت ہے ریزہ کار مری
(ایک خط کے جواب میں، ب د، ۲۳۹)

ریزہ کاری (- ف): چھوٹے چھوٹے ریزوں کو جوڑ کر ایک نگینہ وغیرہ بنا دینا
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۳)

ریزی (ف) مونث، ریز (رک) سے اسم کیفیت مرکبات میں مستعمل ہے اور برسانے یا بہانے کا عمل کے معنی دیتا ہے
ساماں بحر ریزیٔ طوفاں کیے ہوئے
(اشکِ خوں، ب ا، ۸۶)

ریشہ (ف) مذکر: رگ

ریشہ ریشہ (ف ف) مذکر: رگ رگ، روئیں روئیں
آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
(۸، ب ج، ۳۲)

ریشہ ہائے دل (- ف ف ف) مذکر، ریشہ + ہا (لاحقۂ جمع) + ے (علامت اضافت) + دل (رک): دل کی رگیں
پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں
(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۸)

ریشۂ معنیٰ (- ف ع) مذکر، ریشہ + ۂ (علامت اضافت) + معنیٰ (رک): (بطور استعارہ یا کنایہ) شاہدِ مضمون کا رگ و ریشہ
اسی سے ریشۂ معنیٰ میں نم ہے

(رباعیات، ب ج ۸۸)

ریگ (ف) مذکر: ریت ؎

ریگِ نواحِ کاظمہ نرم ہے مثلِ پرنیاں

(ذوق و شوق، ب ج ۱۱۱)

ریل (انگ) مونث: کئی بڑے بڑے ڈبوں کی گاڑی جو قطار میں آگے پیچھے جُڑے ہوتے ہیں اور جنھیں انجن لوہے کی بچھی ہوئی پٹریوں پر کھینچتا ہے، ریل گاڑی ؎

ریل چلنے سے مگر دشتِ عرب ہیں بیکار

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

رینگنا (ار): بہت آہستہ آہستہ چلنا جیسے چھوٹے کیڑے مکوڑے چلتے ہیں (خوشامدی جب کسی کے پاس جاتا ہے تو اس کی رفتار بھی ایسی ہی ہوتی ہے) ؎

اُن کا یہ حکم دیکھ مرے فرش پر نہ رینگ

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

ز

ز (ف) حرف جار: از (= سے) کی تخفیف ہے
زخاکِ تیرہ درون تا بہ شیشۂ حلبی
(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

زبہر درم تند و بدخو مباش
تو باید کہ باشی درم گو مباش

: (فردوسی کا شعر ہے جو اقبال نے تضمین کیا ہے) روپے پیسے کے لیے ناک بھوں نہ چڑھا کیونکہ تیری سیرت کردار اور خودی کا باقی رکھنا ضروری ہے روپیہ پیسہ اگر نہ رہے تو غم نہیں
(خودی، ب ج، ۱۶۰)

زرہِ قربِ مکانی (ف ف ع ع) متعلق فعل، از (= سے) + رہ (= وجہ، بنا) + اضافت + قرب (= قریب ہونا) + اضافت + مکان (= گھر)، رہنے کی جگہ) + ی (لاحقۂ نسبت): مکان قریب ہونے کی وجہ سے، پڑوس میں رہنے کی بنا پر ہے
یہ آپ کا حق ہے زرہِ قربِ مکانی
(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

زاد (ف) مذکر: توشہ، کھانے پینے کا سامان ہے
ہے گراں سیر غم راحلہ و زاد سے تو
(۳۹، ب ج، ۶۱)

زادِ عمل (- ع) مذکر: نیک کاموں کا توشہ، نیک کام جو راہِ آخرت میں انسان کا توشہ ہوتے ہیں ہے
بغل میں زادِ عمل نہیں ہے سلامی نعت کا عطا کر
(نعت، ب ا، ۳۰۲)

زادہ (ف) صفت، مصدر زادن (= جننا، پیدا کرنا) سے حالیہ تمام ہے
زادۂ بحر تھوں پر ذرہ خورشید ہوں میں
(ابر کہسار، ب د، ۲۸)

زار[1] (ف) صفت، کمزور، ناتوان۔

زار و زبوں (- ف ف) صفت، زار + و (عطف)

زبوں (= رسوا): ذلیل و خوار ہے
علم حاضر سے ہے دیں زار و زبوں
(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۴)

زار[2] (ف): ظرف کی علامت (رک گلزار)

زاغ (ف) مذکر، کوا ہے
ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
(جاوید کے نام، ب ج، ۱۱۴)

زاغِ دشتی (- ف ف) مذکر، زاغ + دشت (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): جنگل کا کوا، مراد مزدور ہے
زاغِ دشتی ہو رہا ہے ہمسر شاہین و چرغ
(پانچواں مشیر، اح، ۱۰۰)

زانو (ف) مذکر، جانگھ، گھٹنا، ران، پہلو۔

زانو بدلنا (- ار) بیٹھے ہونے کی حالت میں نیچے کا زانو اوپر اور اوپر کا نیچے رکھنا ہے
اس نے زانو بدلا تعظیم کو اٹھنے لگا
(ب ا، ۵۷۰)

زاہد (ع) صفت
: پرہیزگار، جو تھوڑے پر قناعت کرے اور عبادت گزار ہو، مراد وہ شخص جو احکام پر تو عمل کرے مگر محبت و عشق الٰہی کی قدر و قیمت سے ناواقف ہو ہے
یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو
(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

زاہدانہ (ع ف) صفت، زاہد (= قانع) + انہ (لاحقۂ نسبت): تھوڑے پر قناعت کرنے والے پرہیزگار کی سی ہے
کہ ہے زندگی باز کی زاہدانہ
(شاہین، ب ج، ۱۶۵)

زائر (ع) صفت: زیارت کرنے والا، زیارت کے لیے جانے یا آنے والا (کعبے کا زائر): حاجی ہے
زائران کعبہ سے اقبال یہ پوچھے کوئی
(غزلیات، ب د، ۱۳۵)

زائران (ع ف) مذکر، زائر (= زیارت کرنے والا) + ان (لاحقۂ جمع)۔

زائرانِ حَریمِ مغرب (ـ ـ ـ) ، زائران + اضافت + حریم (= چار دیواری ، گھر) + اضافت + مغرب (= یورپ) : یورپ کی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کرنے والے اور یورپ کے سیاح ؎

یہ زائرانِ حریمِ مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے

(قطعہ ، ب د ، ۱۹۲)

زائیدگان (ف) صفت ، زائیدہ کی جمع جو مصدر زائیدن (= جننا ، پیدا کرنا) سے حالیہ تمام ہے ۔ جنے ہوئے ، پیدا کیے ہوئے ۔

زائیدگانِ نُور (ـ ـ) ، زائیدگان + نور (ر ک) : "دیوتا ، سنسکرت میں لفظ دیوتا کے معنی زائیدہ نور کے ہیں ، یعنی ایسی ہستی جس کی پیدائش نور سے ہوئی ہو (اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دیوتاؤں کو دیگر مخلوقات کی طرح مخلوق ہی تصور کرتے تھے ، ازلی نہیں سمجھتے تھے ، غالباً ان کا مفہوم وہی ہوگا جن کو ہم فرشتہ سے تعبیر کرتے ہیں ، کیونکہ فرشتوں کا وجود بھی نوری تسلیم کیا گیا ہے ، اگرچہ ان کو مخلوق مانا گیا ہے ، پس ہندو مذہب کو شرک کا مجرم گردانا میرے نزدیک صحیح معلوم نہیں ہوتا" (اقبال) ؎

زَبان (ف) مونث : منہ کے اندر وہ عضو جس سے بولنے کا اور غذاؤں کا مزہ لیتے ہیں ؎

یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

(تصویر درد ، ب د ، ۶۸)

= بولی ، بول چال ؎

حرف بے مطلب تھی خود میری زباں میرے لیے

(عہد طفلی ، ب د ، ۲۵)

: لب و لہجہ ؎

زباں بیٹھی ہے لب بنتے ہیں پیاری پیاری بول ہے

(غزل ، ب ا ، ۳۰۴)

زَبانِ بَرگ (ف ف) مونث ، زبان + اضافت + برگ (= پتی) : پتی کو زبان سے تشبیہ دی ہے ؎

یوں زبانِ برگ سے گویا ہے اس کی خامشی

(ہمالہ ، ب د ، ۲۲)

زبان دَراز (ـ ف) صفت ، زبان + دراز (ر ک) : منہ پھٹ ، گستاخ ؎

ہے شیخ کم زبان برہمن زباں دراز

(ب ا ، ۲۷۱)

زَبان دراز کرنا (ـ ف ار) ، زبان + دراز (= لمبی) + کرنا : زبان سے برا بھلا کہنا ؎

کہ بندگانِ خدا پر زباں دراز کرے

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۲)

زَبانِ قَلَم (ـ ع) مونث ، زبان + اضافت + قلم (ر ک) : قلم کی نوک ، قلم ؎

مری زبانِ قلم سے کسی کا دل نہ دکھے

(التجائے مسافر ، ب د ، ۹۲)

زَبان کھولنا (ـ ار) : شعر کہنا ؎

کب زباں کھولی ہماری لذت گفتار نے

(صدائے درد ، ب د ، ۴۳)

زَبان میں (ـ ار) : بول چال میں ، روزمرہ میں ، اصطلاح میں ، (جس پر جیسی بیتتی ہے اسی کے پیش نظر مظاہر و مناظر کو مختلف غم انگیز چیزوں سے تعبیر کرتا ہے ، اسی تعبیر کو "زبان میں" کہتے ہیں) ؎

تارے شرر آہ ہیں انساں کی زباں میں

(شبنم اور ستارے ، ب د ، ۲۱۶)

زَبان والے : زبان جن کے گھر کی ہو ، اہل زبان ، جن کی گفتگو سند ہو ، جن کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ صحیح اور غلط کا معیار ہوں ؎

دلی والے زبان والے ہیں

(ب ا ، ۳۹۲)

زَبانی (ف) : کسی دوسرے کی زبان سے ؎

تفصیل ملی ہم نے سنی اس کی زبانی

(زہد اور رندی ، ب د ، ۵۱)

زُبدۂ عالَم ظہیر دِہلوی (مذکر) ، زبدہ (= چیدہ برگزیدہ) + ء (علامت اضافت) + ظہیر (= تخلص) + دہلوی (= دہلی کا رہنے والا) : یہ شیخ ابراہیم ذوق کے شاگرد رشید سید ظہیر الدین حسین ظہیر کی تاریخ وفات ہے جنھوں نے ۱۲۹۱ھ میں وفات پائی ، مصرع تاریخ کے

؎ زائیدگانِ نور کا ہے تاجدار تو (ب ا ، ۱۳۸ مع حاشیہ)

عدد اس قاعدے سے نکال لیجیے جو "اعداد" کے تحت فرہنگ میں درج ہے (باقیات نے ان کا سنہ وفات اور تاریخ کے اعداد ۱۳۲۹ لکھے ہیں جو درست نہیں)

(ظہیر دہلوی، ب ا، ۴۸۶)

زِلبس (ف ف) صفت، ز، از (= سے) کی تخفیف + بس، بسا (= بہت) کی تخفیف : بے انتہا ؏

ظلِ دامانِ پدر کا ہے زلبس ماتم مجھے

(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۸)

زِبسکہ (ف ف ف) کلمۂ سبب، ز (= سے) + بس (= بہت) + کہ (رک) : چونکہ ؏

زبسکہ غم نے پریشاں کیا ہوا تھا مجھے

(فلاحِ قوم، ب ا، ۲۸)

زَبُورِ عَجَم (ع ع) مونث، زبور (= حضرت داؤد علیہ السلام کا صحیفۂ آسمانی) + عجم (= ایران) : اقبال کی ایک تصنیف کا نام جس میں انھوں نے فلسفہ و حکمت اور تصوف و معرفت کے بہت سے اسرار بیان کیے ہیں ؏

اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ زبورِ عجم

(۱۵، ب ج، ۳۹)

زَبُوں (ف) صفت، نحس، منحوس (رک زبوں بختی) : خراب و خستہ و لاغر ؏

بدن میں جان تھی جیسے قفس میں صید زبوں

(فلاحِ قوم، ب ا، ۲۷)

زَبُوں بَختی (- ف ف) مونث، زبوں + بخت (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : قسمت کے منحوس ہونے کی صورتِ حال، بدقسمتی ؏

لیکن نگاہ نکتہ بیں دیکھے زبوں بختی مری

(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۲)

زُجاج (ع) مذکر : شیشہ ؏

زجاج کی یہ عمارت ہے سنگِ خارہ نہیں

(۲۱، ب ج، ۴۴)

زُجاج گَر (- ف) صفت، زجاج + گر (لاحقۂ صفت) : شیشہ بنانے والا، شیشے کے آلات بنانے والا ؏

زجاج گر کی دکاں شاعری و ملائی

(جنوں، ض ک، ۱۰۱)

زَحمَت (ع) مونث : تکلیف، کلفت (رک زحمت کش) : محنت و مشقت ؏

اور یہ بسوہ دار بے زحمت

(غزلیانہ، ب د، ۲۸۹)

زَحمَتِ تَنگیِ دَریا (- ف ف) مونث، زحمت + اضافت + تنگی (= طول و عرض وغیرہ کی کمی) + اضافت + دریا (= سمندر) لفظاً وہ تکلیف جو سمندر کے کم طول و عرض میں پہنچ کر بسر کرنے سے دل پر گزرتی ہے، مراداً (وحدت الوجود کے نظریے کے مطابق) وجود ذات کے وسیع سمندر سے جدا ہو کر دنیا کے تنگ اور محدود دائرے میں آ جانے کی کلفت ؏

زحمتِ تنگیِ دریا سے گریزاں ہوں میں

(موجِ دریا، ب د، ۶۲)

زَحمَت کَش (- ف) صفت، زحمت + کش (رک) : تکلیف جھیلنے والا، مصیبت اٹھانے والا ؏

تو اگر زحمت کشِ ہنگامۂ عالم نہیں

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۱)

زَخّار (ع) صفت، موجیں مارنے والا، ابلتا ہوا ؏

مقصد ہر صدف تلاطمِ زخار ہوں میں

(ابرِ کوہسار، ب ا، ۲۸۵)

زَخم (ع) مذکر : چوٹ، درد ؏

زخمِ فرقت وقت کے مرہم سے پاتا ہے شفا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۴)

زَخمِ پِنہاں (ع ف) مذکر، زخم + اضافت + پنہاں (= چھپا ہوا) : دل میں چھپا ہوا درد ؏

ہرنیا آج اپنے زخمِ پنہاں کر کے چھوڑوں گا

(تصویرِ درد، ب د، ۷۱)

زَخمِ گُل (- ف) مذکر، زخم + اضافت + گل (رک) : گل سے مرد درد کا استعارہ کیا ہے ؏

زخمِ گل کے واسطے تدبیرِ مرہم کب تلک

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۳)

زَخمہ (ع) مذکر : ہر وہ چیز جس سے ساز بجاتے ہیں، مضراب،

، چوب وغیرہ ہے

دیں زخمہ ہے جمعیت ملت ہے اگر ساز

(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۴۵)

زَخْمَہ وَر (۔ ف) صفت، زخمہ + ور (لاحقۂ صفت فاعلی)
: ستار بجانے والا
: یہاں یورپ کے اہل سیاست مراد ہیں ہے

دبا رکھا ہے اس کو زخمہ ور کی تیز دستی نے

(۱، ب ج، ۲۴)

: اس جگہ مسولینی مراد ہے ہے

زخمہ ور کا منتظر تھا تیری فطرت کا رباب

(مسولینی، ب ج، ۱۵۱)

زَخْمی (ف) صفت: چوٹ کھایا ہوا، بسمل ہے

زخمی شمشیر ذوق جستجو رہتا ہوں میں

(گل رنگیں، ب د، ۴۴)

زَد (ف) مونث: نشانہ۔

زد میں ہونا: قابو میں ہونا، مسخر ہونا ہے

کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

(۳، ب ج، ۷۷)

زَدگان (ف) صفت، زدہ (رک) کی جمع ہے

کہ سنا قصۂ ستم زدگاں

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۸)

زَدَہ (ف) صفت، مصدر زدن (= مارنا) سے حالیہ تمام
: مارا ہوا (رک فلسفہ زدہ)

زَر (ف) مذکر: سونا جو سنہرے رنگ کی سب سے اعلیٰ دھات ہے (ستارہ مستعار لہٗ) ہے

مثال ماہ اڑھائی قبا سے زر تجھ کو

(ستارہ، ب د، ۱۴۷)

زَرافشاں (۔ ف) صفت، زر + افشاں (رک افشاں ۲)
: سونے کا، سنہرا ہے

خوشا وہ دن کہ میرے فرق پر تاج زرافشاں تھا

(گل خزاں دیدہ، ب ا، ۱۳۵)

زَرْبفت (۔ ف) مذکر، زر + بفت (بافت کی تخفیف)، مصدر بافتن سے ماضی مطلق (= حالیہ تمام) زری کا کپڑا ہے

زربفت کی جوڑوں سے تجھے تم کو بھی سجاتا

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۵۰)

زرخیز (۔ ف) صفت، زر + خیز (رک): سونا اگلنے والی، نشوونما کی صلاحیت اعتدال سے زیادہ رکھنے والی ہے

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

(۷، ب ج، ۱۱)

زرِ کامل عیار (۔ ع ع) مذکر، زر + اضافت + کامل (رک) + عیار (= کسوٹی): وہ سونا جو کسوٹی پر کسے جانے کے بعد خالص اور بے میل نکلے، مراد ایمان ہے

خالی ہے جیب گل زر کامل عیار سے

(پیوستہ رہ، ب د، ۲۴۸)

زرِ کم عیار (۔ ف ع) مذکر، زر + کم (رک) + عیار (= رک زر کامل) وہ سونا جو کسوٹی پر کسے جانے کے وقت گھٹیا نکلے (اس جگہ مغربی تمدن و تہذیب مستعار لہٗ ہے) ہے

کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زر کم عیار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۱)

زرنگار (۔ ف) صفت، زر + نگار (= بیل بوٹے): سونے کے بیل بوٹوں سے مرصع ہے

فقط نیام ہے تو زرنگار و بے شمشیر

(افرنگ زدہ، ض ک، ۳۳)

زَر و مال (۔ ف ع) زر + و (عطف) + مال (= دولت)

زر و مالِ جہاں (۔ ف ع ف) زر و مال (رک) + اضافت + جہاں (= دنیا): دنیاوی مال و اسباب، مادی مفاد (دین و دولت کے مقابلے میں) ہے

قوم اپنی جو زر و مال جہاں پر مرتی

(شکوہ، ب د، ۱۹۴)

زِراعَت (ع) مونث: کھیتی کا کام ہے

کہتا تھا وہ کرے جو زراعت اسی کا کھیت

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

زرّاقی (ع ف) صفت، زرّاق (= مکار، عیار) + ی (لاحقۂ کیفیت): مکاری اور عیاری، دھوکا ہے

فغاں کہ تخت مصلیٰ کمال زرّاقی

(۴۵، ب ج، ۲۵)

زرد (ار) صفت: پیلا، زعفرانی رنگ کا، مرجھایا ہوا ؎

اوراق ہو گئے شجرِ زندگی کے زرد

(شبلی و حالی، ب د، ۲۲۲)

زرد رُو (ف ف) صفت، زرد (رک) + رُو (چہرہ، منہ) جس کا چہرہ پیلا پڑ گیا ہو جس کے رخسار زعفرانی ہو گئے ہوں، جس کے رُخ کے رنگ سے مایوسی اور اضمحلال ظاہر ہوتا ہو جس کے اُترے ہوئے چہرے سے تھکن یا بیماری کا پتا چلتا ہو، جس کی شکل دیکھ کر پتا چل جائے کہ اس کی زندگی بے کیف ہے؛ جس کا مفہوم ہو ؎

یہ پچھلے پہر کا زرد رُو چاند
بے راز و نیازِ آشنائی

(۳۱، ب ج، ۵۳)

زرد ہو جانا (ار)، چہرے وغیرہ کے پیلے رنگ سے مایوسی، اضمحلال اور دل کا صدمہ ظاہر ہونا ؎

زرد رخصت کی گھڑی عارض گلگوں ہو جائے
کشش حسن غمِ ہجر سے افزوں ہو جائے

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

زِرہ (ف) مونث، فولاد کا حلقہ دار کرتا جو دشمن کے اسلحہ سے بچنے کے لیے لڑائی میں پہنا جاتا ہے. مراد ڈھال، سپر ؎

زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا

(ا، ب ج، ۲۳)

زِرہ پوش (ـ ف) صفت، زرہ + پوش (رک)، زرہ بکتر پہنے ہوئے ؎

کبھی میداں میں آتا ہے زرہ پوش

(رباعیات، ب ج، ۸۷)

زِرہ پوشی: زرہ پوش (رک) کا اسم کیفیت (مونث)

حرام آئی ہے اس مردِ مجاہد پر زرہ پوشی

(ملا زادہ، ۱۷، ا ح، ۴۶)

زرہ میں ڈوبنا کنایۃً آمادۂ جنگ ہونا حملے اور لڑائی کے لیے تیاریاں کرنا ؎

یورپ زرہ میں ڈوب گیا سر سے تا کمر

(جہاد، ض ک، ۲۸)

زرّیں (ف ف) صفت، زر (= سونا) + یں (لاحقۂ نسبت)، زر سے بھرا ہوا، سنہرا، کلی کے اندر جو زرد زرد ریشے (سونے کے رنگ سے مشابہ ہوتے ہیں ان سے پُر ؎

کھول دیتی ہے کلی سینۂ زرّیں اپنا

(کلی، ب د، ۱۱۸)

زِشت (ف) صفت، برا، بد، بدنما ؎

تو ہے فاتح عالم خوب و زشت

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۹)

زِشت رُوئی (ـ ف ف) مونث، زشت + رُو (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت): بدصورتی مراد بداعمالی ؎

زشت رُوئی سے تری آئینہ ہے رسوا تیرا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۴)

زکات (ع) مونث، پیداوار وغیرہ میں اسلام کا مقرر کیا ہوا غریبوں کا حق، خیرات ؎

اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۲)

زُلال (ع) مذکر، شیریں و صاف (یہ ایک کیڑا ہے جو برف میں پیدا ہوتا ہے عرب اس برف کو نچوڑ کر صاف ٹھنڈا پانی پیتے ہیں جو شیریں ہوتا ہے) ؎

پانی پیا کیا مری چشمِ زلال سے

(ب ا، ۵۰۱)

زَلزلہ (ع) مذکر: زمین کانپنے اور بھونچال آنے کی کیفیت ؎

ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار

(مہدیِ برحق، ض ک، ۴۴)

زُلف (ف) مونث: سر کے لمبے لمبے بال، گیسو (اکثر گہری سیاہی سے استعارۃً ہوتی ہے) ؎

عروسِ شب کی زلفیں تھیں ابھی ناآشنا خم سے

(محبت، ب د، ۱۱۱)

زُلفِ ایاز (ـ ف) مونث، زلف + ایاز (رک): محمود غزنوی کے غلام کا نام جسے محمود بہت دوست رکھتا تھا اور اس کی زلفیں نہایت خم دار اور حسین تھیں ؎

نہ وہ غزنوی میں مذاق ہے نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں
(غزلیات، ب د، ۲۸۱)

زُلفِ رَسا (— ف) مونث: زلف + رسا (= طویل):
: لمبے لمبے اور گھنے گیسو ؎
لیلیٰ شب کھولتی ہے آ کے جب زلفِ رسا
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

زُلفِ رہِ شکر: شکر الٰہی کے راستے کو زلف سے تشبیہ دی ہے (اس مناسبت سے کہ مصرع اوّل میں "شانہ" زبانوں کا مشتبہ بہ ہے) ؎
نسطہ ہر زلفِ رہِ شکر ایزدے چوں
(فلاحِ قوم، ب ا، ۲۹)

زُلیخا (ع) مونث: عزیزِ مصر کی بیوی جو حضرت یوسف پر عاشق ہو گئی تھی (قب یوسف)
(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

زَم: زمستان (= سرما، جاڑے کا موسم) کی تخفیف

زِمام (ع) مونث: باگ، عنان، لگام۔

زِمامِ کار (— ف) مونث: کاموں کی باگ مراد حکومت کی باگ ڈور ؎
زمامِ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا
(۱۷، ب ج، ۴۰۰)

زَمان (ع): زمانہ (رک)
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں
(۴۰، ب ج، ۷۱)

زَمانِ سَلَف (— ع) مذکر، زمان + سلف (رک): زمانۂ ماضی ؎
کوئی زمانِ سلف کی کتاب ہے یہ محل
(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)

زَمان و مَکاں (— ع ع) مذکر، زمان (= زمانہ، وقت) + و (عطف) + مکاں (= جگہ، مقام): فلسفے کا یہ اصول کہ ہر مادّی چیز کے لیے زمانہ اور مقام ضروری ہے اور ان کے بغیر کوئی مادّہ نہیں پایا جاتا ؎
یہ سلسلہ زمان و مکاں کا کمند ہے
(شمع، ب د، ۴۹)

زَمانہ (ف) مذکر
: وقت، دن، روزگار ؎
آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
(پرندے کی فریاد، ب د، ۴۷)

: دنیا ؎
گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامۂ زمانہ ہوا
(حضور رسالتمآب میں، ب د، ۱۹۷)

: وقت، ماحول کے لوگ، لوگ ؎
زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۶)

: ایک ادبی ماہنامے کا نام جو اقبال کے زمانے میں کانپور (بھارت) سے پنڈت دیانرائن نگم کے زیرِ ادارت شائع ہوتا تھا
(زمانہ کانپور، اپریل ۱۹۱۱، ب ا، ۲۶۱)

: زمانۂ مرورِ خالص (Pure duration) جو خارج میں نہیں پایا جاتا بلکہ انسان کی روح میں پوشیدہ ہے اور اسے صرف عارف کی نگاہ ہی دیکھ سکتی ہے۔ یہ مجرّد عن المادہ ایک حقیقت ہے۔ جو اسی طرح روحِ انسانی کے وجود سے پیدا ہوتی ہے جس طرح موتی صدف سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی طرح یہ حقیقت روحِ انسان میں مخفی ہے جیسے موتی صدف میں پنہاں رہتا ہے۔ اگر اسے کوئی سمجھنا چاہے تو اپنی حقیقت کو اور اپنے نفس کو سمجھے پھر اسے بھی سمجھ لے گا۔ اقبال نے نظم کے عنوان میں جو لفظ "زمانہ" لکھا ہے اس سے یہی معنی مراد ہیں
(زمانہ، ب ج، ۱۲۹)

: ساری خدائی، سب دنیا والے ؎
قریب تر ہے نمود جس کی اسی کا مشتاق ہے زمانہ
(زمانہ، ب ج، ۱۲۹)

: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے، جس میں انھوں نے فلسفیانہ زاویۂ نگاہ سے اوّل زمانے کی حقیقت واضح کی ہے پھر موجودہ زمانے کی حالت پر سیاسی حیثیت سے تبصرہ کیا ہے اور ضمن میں بعض ایسی پیش گوئیاں بھی کی ہیں جو شاعر عالمِ وجدان میں کیا کرتا ہے اور موتی صورت

نکلتی ہیں ۔ اس نظم میں فلسفہ ، سیاست ، زندگی اور اس کے معنرات اور انقلاب کا پیغام غرضکہ وہ سب کچھ ہے جس کی عصرِ حاضر میں ضرورت ہے ۔

(ب ج ، ۱۲۹)

زمانہ با اُمم ایشیا چہ کرد و کند

کسے نبود کہ ایں داستاں فرو خواند

: دنیا نے ایشیا میں بسنے والی قوموں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور آئندہ کیا سلوک کرے گا ۔ (اب سے پہلے) کوئی انسان نہ تھا جو اس داستان کو پڑھے اور سنائے

(اعلیٰحضرت نواب سراج ، ض ک ، ۹)

زمانہ با تو نسازد تو بازمانہ ستیز : اگر زمانہ اور ماحول تیرے سانچے میں نہ ڈھلے تو پھر تُو اس سے لڑ جا

(۱۲ ، ب ج ، ۱۶۰)

زمانہ پیشِ نگاہم : یہ ایک قطعے کے ابتدائی تین لفظ ہیں ۔ ان کے مشکل لفظوں کا حل اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا ، ۶۰۵)

زمانہ ساز (ـــ ف) صفت ، زمانہ + ساز (رک) : مصلحت وقت کے مطابق قدم اٹھانے والی (حق ہو یا ناحق) ؎

سبب یہ ہے کہ محبت زمانہ ساز نہیں

(۱۵ ، ب ج ، ۲۸)

زمانہ نہیں دیکھا (ار) : دنیا کا تجربہ حاصل نہیں ؎

بچہ ہے ابھی اس نے زمانہ نہیں دیکھا

(گھوڑوں کی مجلس ، ب ا ، ۵۴۹)

زمانۂ حاضر کا انسان : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ اس دور میں انسان کی عقل کافی روشن ہوئی ہے لیکن روحانی حیثیت بہت پست ہے

(ض ک ، ۶۹)

زمانے کو خوب پہچانا : یعنی اس بات کو سمجھ گیا کہ اس زمانے میں چاکِ گریبانی کو (جو عاشقوں کی پہچان ہے) معاشرے میں کوئی مقام حاصل نہیں ، اس لیے باوجود عشق میں نے گریبان کو چاک نہیں کیا ہے تاکہ لوگ میری بات سنیں ؎

مرے جنوں نے زمانے کو خوب پہچانا

(۲۱ ، ب ج ، ۴۴)

زُمُرُّد (ف) مذکر : ایک سبز رنگ قیمتی پتھر جو جواہرات کی قسمِ اعلیٰ میں شمار ہوتا ہے ۔

زُمُرُّد کا گلوبند (ـــ ا ف) مذکر ، زمرد + کا (رک) + گلوبند (رک) : زمرد کا جڑاؤ زیور جو گلے میں باندھا جاتا ہے ، چونکہ یہ پٹے سے مشابہ ہوتا ہے اس لیے قید اور پابندی کی طرف اس سے بلیغ اشارہ ہو گیا ہے ۔ اس جگہ گلوبند سے بطورِ مجازِ مرسل قیمتی زیورات مراد ہیں ، اشارہ اس امر کی جانب ہے کہ آزادی بے پردہ پھرنے کی متقاضی ہے اور قیمتی زیورات حفاظت کے ساتھ گھر میں استعمال کیے جانے کے متقاضی ہیں کیونکہ گھر سے باہر ان کے لٹ جانے کا قوی اندیشہ ہے ؎

آزادیِ نسواں کہ زمرد کا گلوبند

(آزادیِ نسواں ، ض ک ، ۹۵)

زُمْرَہ (ع) مذکر : جماعت ، گروہ ؎

شریکِ زمرۂ لا یحزنون کر

(رباعیات ، ب ج ، ۸۰)

زَمْزَم (ع) مذکر : وہ چشمہ جو کعبۃ اللہ اور صفا و مروہ کے درمیان اس وقت پیدا ہوا تھا جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شیر خواری کے عالم میں پیاس سے بے چین ہو کر وہاں اپنی ایڑیاں رگڑنے لگے تھے اور ہاجرہ بی بی اِدھر اُدھر پانی کی تلاش میں سرگرداں تھیں ۔ یہاں ملت کی تعلیم و تلقین کا زمزم سے استعارہ کیا ہے ؎

پانی نہ ملا زمزمِ ملت سے جو اس کو

(فردوس میں ایک مکالمہ ، ب د ، ۲۴۵)

زَمْزَمَہ عہ (ف) مذکر ، نغمہ ، سرود

زَمْزَمَہ پردازِ چمن (ـــ ف ف) زمزمہ + پرداز ، مصدر پرداختن (مشغول ہونا) سے فعل امر + اضافت + چمن (رک) : باغ میں گیت گانے والے ، مراد وہ مسلمان جو اسلام

عہ عربی میں اس کے معنی دُور سے آنے والی آواز کے ہیں ۔

کی بہار اور رونق بڑھانے کا دم بھرتے تھے ؎
اڑ گئے ڈالیوں سے زمزمہ پرداز چمن
(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

زَمزَمہ سَنج (ـ ف) صفت، زمزمہ + سنج، مصدر سنجیدن (= تولنا) سے فعل امر، گانے والا، نغمے سنانے والا ؎
حرم کے پاس کوئی اعجمی ہے زمزمہ سنج
(۵۴، ب ج، ۳۱)

زَمزَمۂ لاموجُود (ـ ف ع) مذکّر، زمزمہ + ۂ (علامت اضافت) + لاموجود (= لاموجود الاّ اللہ کی تخفیف) "اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے" کا ترانہ، گیت یا نعرہ ؎
تو رہے اور ترا زمزمۂ لاموجود
(سرودِ حلال، ض ک، ۱۲۵)

زِمِستانی (ف ف ف) صفت، زم (رک) + ستان (لاحقۂ ظرف) + ی (لاحقۂ نسبت) سردی کی، سردی کے موسم کی ؎
زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
(۱۷، ب ج، ۴۰)

زَمیں (ف) مونث : رک شعر کی زمیں
(ب ا، ۳۲۲، ۵)

: کرۂ ارض، کرۂ خاک مٹّی کی یہ سطح اور اس کا عمق اور تہ جس پر ہم چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے ہیں (رک سرزمین)
(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

: کھیت اور باغ وغیرہ ؎
دونوں پہ کڑ رہے تھے مرا مال ہے زمیں

زمیں بوس ہونا (ـ ف ار) زمیں + بوس، مصدر بوسیدن (= چومنا) سے فعل امر + ہونا (رک) : زمین کو چومنا، مراداً سجدہ بجا لانا ؎
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

زمیں تاز (ـ ف) صفت، زمیں + تاز، مصدر تاختن (= دوڑنا) سے فعل امر، زمین میں یعنی مادّی فوائد کے سلسلے میں جدّوجہد کرنے والی ؎
فطرت ہے جوانوں کی زمیں گیر زمیں تاز

(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۴۵)

زمیں خراش ہوں میں ناخنِ خجالت سے : زمیں + خراش (= مصدر خراشیدن (= چھیلنا، کھودنا) سے فعل امر + ہوں (مصدر ہونا سے) + میں (رک) + ناخن (رک) + خجالت (رک) + سے (رک) : شرمساری کی حالت میں زمین کو ناخن سے کھود رہا ہوں، یعنی شرمسار ہوں
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

زمینِ شور (ـ ف) مونث، زمین + اضافت + شور (= نمک) : نمک ملی ہوئی مٹی کی زمین، بنجر مراد بے حس دل ؎
دخمِ لاالٰہ تیری زمینِ شور سے پھوٹا
(تضمین بر شعر انیسی، ب د، ۱۵۴)

زمیں فرسا (ـ ف) صفت، زمیں + فرسا، مصدر فرسودن (= گھسنا) سے فعل امر، زمین پہ چلنے والا، زمین کا باشندہ ؎
ارے زمیں فرسا قدم تیرا فلک پیما بھی ہے

زمین کی گود میں : سطح زمین پر، زمین کے فرش پر (بغیر بستر کے) ؎
زمین کی گود میں جو پڑ کے سو رہے تھے اٹھے
(ابر، ب د، ۹۱)

زمیں گیر (ـ ف) صفت، زمیں + گیر (رک) : زمین کو پکڑنے والی یعنی پست ؎
فطرت ہے جوانوں کی زمیں گیر زمیں تاز
(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۴۵)

: تمام رُوئے ارض کو اپنی لپیٹ میں لے لینے والی ؎
اس سیلِ سبک سیر و زمیں گیر کے آگے
(قوّت اور دین، ض ک، ۲۹)

زمین و آسمان : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ حالات اور نئے بدلتے رہتے ہیں اس لیے انسان کو کسی راہ پر جم کر جدّوجہد ترک نہیں کرنا چاہیے
(ض ک، ۱۹)

زمینی (ف ف) صفت : زمین سے تعلق رکھنے والا، زمین کا ؎

بولا مہ کامل کہ وہ کوکب ہے زمینی
(افلاک، ب ج ۱۴۵)

زن۱ (ف) مؤنث
: عورت، صنفِ نازک ؎
مگر یہ مسئلۂ زن رہا وہیں کا وہیں
(مردِ فرنگ، ض ک، ۹۲)
: زنانہ، جس میں مردانہ صفات شجاعت وجوانمردی وغیرہ نہ ہوں ؎
پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

: بیوی ؎
کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
(صدیق، ب د، ۲۲۴)

زن شناس (ـ ـ ف) صفت، زن + شناس، مصدر شناختن (= پہچاننا) سے فعلِ امر: عورت کی حیثیت اور حقیقت کو پہچاننے والا (یعنی یہ کہ عورت صنفِ نازک ہے اور اُسے اپنی حفاظت کے لیے مرد کی ضرورت ہے، اسی طرح بچے پیدا کرنے اور انھیں پالنے کے لیے اس کا ایک خاص دائرۂ عمل مقرر ہے مثلاً یہ کہ وہ میدانِ جنگ میں لڑنے کے لیے نہیں بنی۔ اس لیے اسلام نے اس کے اور مرد کے حقوق و فرائض جدا جدا مقرر کیے ہیں اور دونوں کو مغرب کی طرح یکسانیت اور مساوات نہیں دی) ؎
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں
(مردِ فرنگ، ض ک، ۹۲)

زن۲ (ف) مصدر زدن (= مارنا) سے فعلِ امر۔ مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے۔ (رک آتش زن)

زنّار (ع) مؤنث، نیز مذکر: وہ تاگا جو ہندو گلے میں ڈالے رہتے ہیں اور جو بتوں کے پجاری کی علامت ہے۔

زنّار پرستش (ـ ـ ف) صفت، زنّار + پرستش، مصدر پوشیدن (= پہننا) سے فعلِ امر: زنّار باندھے ہوئے، مراد بعض غیر اسلامی رسوم میں ملوث ؎
مگر دل ابھی تک ہے زنّار پوش
(ساقی نامہ، ب ج ۱۲۳)

زنّاری (ع ف) صفت، زنّار (رک) + ی (لاحقۂ نسبت)
: مراد کفّار سے تعلق رکھنے والا، یعنی کافروں کے رسم و رواج وغیرہ کا پابند ؎
مری دانش ہے افرنگی مرا ایمان زنّاری
(۱۴، ب ج ۳۸)

: پوجا کرنے والی ؎
خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زنّاری
(لا الٰہ الا اللہ، ض ک، ۱۵)

: دنیا پرست ؎
یہ تیرے مومن و کافر تمام زنّاری
(مردانِ خدا، ض ک، ۴۳)

زنّاریِ بُت خانۂ ایّام (ـ ف ف ع) زنّاری + اضافت + بت خانہ (رک) + اضافت + ایّام (رک): دنیا کے بت کدے میں پوجا پاٹ کرنے والا (یعنی دنیا میں کسی قسم کا انقلاب لانے سے کوسوں دور) ؎
تو ہے زنّاریِ بت خانۂ ایّام ابھی
(غزلیات، ب د، ۳۲۹)

زنّاریوں کو دیرِ کہن سے نکالنا: برہمنوں اور صنم پرستوں کو اپنے بتخانوں اور معبدوں کی طرف سے غافل بنا دینا (رک زنّاری) ؎
زنّاریوں کو دیرِ کہن سے نکال دو
(ابلیس کا فرمان الخ، ض ک، ۱۴۶)

زنانِ بازاری (ف ف ف ف) مؤنث، زن (رک) + ان (لاحقۂ جمع) + بازار (رک) + ی (لاحقۂ نسبت)
: بازار میں اپنی عصمت بیچنے والی عورتیں، رنڈیاں ؎
ہے دفار و ہجومِ زنانِ بازاری
(یورپ اور سوریا، ض ک، ۱۴۹)

زنجیر (ف) مؤنث، بیڑی، رکاوٹ، مانع ؎
ہو نہ زنجیر کہیں حلقۂ گرداب مجھے
(موجِ دریا، ب د، ۶۲)

ـــ یہ اکبر الہ آبادی کا مصرع ہے جو اقبال نے تضمین کیا ہے۔

: (مراد زنجیر کے) گلے کا ہار، وبال جان ہے
تو رج معتدل کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ
(خضر راہ، ب د، ۲۶۶)

زنجیرِ پا (– ف) مونث، زنجیر + پا (= پاؤں) : پاؤں میں پڑی ہوئی بیڑی، وبال جان ہے
تو رج معتدل ہی اسے زنجیر پا ہو جائے گی
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۴)

زنجیرِ توہّم (– ع) مونث، زنجیر + اضافت + توہّم (رک) : (یقین اور علم کی جگہ) وہم پرستی کی بیڑی (توہّم کو زنجیر سے تشبیہ دی ہے جس میں اُس وقت کے انسانوں کے دل ودماغ جکڑے ہوئے تھے)
آدمی آزاد زنجیر توہّم سے ہوا
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

زنجیرِ صبح وشام : گردشِ لیل ونہار کے اثر سے پیدا ہونے والی تبدیلیوں کی پابندی یا قید ہے
دل مگر زنجیر صبح وشام سے آزاد ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۴)

زنجیرِ طلائی کا اسیر (ف ع ار ع) زنجیر + اضافت + طلا (= سونا) + ئی (لاحقۂ نسبت) + کا (رک) اسیر (= قیدی) : سونے کی زنجیر میں پھنسا ہوا، مراداً نوابوں اور بادشاہوں کے دربار کی پابندیوں میں گرفتار ہے
توڑ کر نکلے گا زنجیر طلائی کا اسیر
(رخصت اے بزم جہاں، ب د، ۶۳)

زنجیری (ف ف) صفت، زنجیر (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : قید میں گرفتار، دلچسپی میں پھنسا ہوا ہے
اور آبادی میں تو زنجیری کشت ونخیل
(خضر راہ، ب د، ۲۵۸)

زِندان (ف) مذکر
: قید خانہ ہے
سب اپنے بنائے ہوئے زنداں میں ہیں محبوس
(مہدی برحق، ض ک، ۱۴۴)
: مستعاراً ہندوستان جہاں دورِ برطانیہ میں (قبل تقسیم ہند) ہندیوں کو آزادی نصیب نہیں تھی ہے

نہیں ہے وجہِ وحشت میں اُڑانا خاک زنداں کا
(تصویر درد، ب ا، ۳۲۵)

زندانِ فلک (– ع) زندان + اضافت + فلک (رک) : آسمان کو (جہاں تارے اپنی اپنی حد کے اندر رہنے پر مجبور ہیں) زندان سے تشبیہ دی ہے ہے
زندان فلک میں پابہ زنجیر
(انسان، ب د، ۱۲۶)

زِندانی (ف ف) صفت، زندان (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : قید میں پھنسا ہوا اپنی جگہ پر جیسے بندھا ہوا، مقیّد (کہ حرکت تک نہیں کرسکتا) ہے
زندانی ہے اور نام کو آزاد ہے شمشاد
(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۶)

زندانی تقدیر (– ع) صفت، زندانی + اضافت + تقدیر (رک) : اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہے
ذرّہ ذرّہ دہر کا زندانی تقدیر ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۱)

زندانی نزدیک ودور ودیر وزود (– ف ف ف ف ف ف) صفت، زندانی + اضافت + نزدیک ودور (= قرب وبعد یعنی مکان) + و (عطف) + دیر و زود (تاخیر اور جلدی مراد زمان) : زمان ومکان کی قید میں پھنسا ہوا (جس مصرع میں یہ الفاظ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ زمان ومکان کی قید میں گرفتار تھا اور اس قابل ہی نہ تھا کہ اس سے دشمنی رکھی جاسکے) ہے
آہ وہ زندانی نزدیک ودور ودیر وزود
(تقدیر، ض ک، ۴۶)

زندگانی (ف) مونث، زندگی، جیون ہے
اور تیری زندگانی بے گداز آرزو
(گل رنگیں، ب د، ۲۴)

زندگانی در جگر خار است ودر پا سوزن است
تانفس باقی است در پیراہن ما سوزن است

: زندگی دل میں کانٹا اور پاؤں میں سوئی بنی ہوئی ہے (اور) جب تک سانس باقی ہے ہمارے لباس سے یہ

سے کوئی نکل نہیں سکتی۔
(تصویرِ درد، ب ا، ۳۳۲)

زِندگی (ف) مونث
: جان، جیون، حیات ؎
ہے بیعت میں زندگی اپنی
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)
: امنگ، ولولہ، قوتِ عمل کی بیداری وغیرہ ؎
تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

زِندہ (ف) صفت
: جس میں جان ہو، جاندار ؎
ہوئی ہے زندہ دمِ آفتاب سے ہر شے
(اخترِ صبح، ب د، ۱۱۵)
: باقی ؎
زندہ ہے ملّت بیضا غرباکے دم سے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۲)
: صاحبِ احساس اور باعمل۔
مردہ عالم زندہ جن کی شورشِ قُم سے ہوا
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)
: موثر، خوشگوار اثر رکھنے والی ؎
جس کے دم سے زندہ ہے گویا ہوائے گلستاں
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

زِندہ باشِش (— ف) دعائیہ کلمہ: جیو، جیتے رہو، شاباش ؎
قانون میں ہر اک کے لیے زندہ باشش ہے
(ب ا، ۲۴۴)

زِندہ باشی (— ف): تو زندہ رہے، خدا تجھے جیتا رکھے
(نعت، ب ا، ۲۰۱)

زِندہ تمنّا (— ع) مونث، زندہ + تمنا (ترک): جیتی جاگتی اور ہر وقت عمل کے لیے مضطرب رکھنے والی خواہش ؎
یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
(دعا، ب د، ۲۱۲)

زِندہ دِل (— ف) صفت، زندہ + دل (ترک): جس کے دل میں زندگی پائی جائے یعنی جس کی خودی بیدار ہو ؎
زندہ دل سے نہیں پوشیدہ ضمیرِ تقدیر
(عالمِ نو، ض ک، ۱۳۰)

زِندہ قُوّت: ایسی قوت جس کے اثر سے تمام عالمِ مادّی پر تسلط اور غلبہ حاصل ہو (انسان میں اس قسم کی قوت علم اور عمل سے پیدا ہوتی ہے) ؎
زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
(توحید، ض ک، ۲۵)

زِندہ قَوم: وہ قوم جو علوم حاصل کرنے کے بعد تسخیرِ کائنات اور حکومت کے لیے جدوجہد کرے ؎
بڑے معرکے زندہ قوموں نے مارے
(ملا زادہ، ۱۲، ا خ، ۴۲۶)

زِندۂ جاوید (— ف ف)، زندہ + ۂ (علامتِ اضافت) + جاوید (= سدا): ہمیشہ زندہ رہنے والا ؎
عقلِ انسانی ہے فانی زندۂ جاوید عشق
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

زِندیق: رک زندیقی جس کی یہ صفت ہے ؎
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق
(۱۱، ب ج، ۳۵)

زِندیقی (مع ف) مونث، زندیق (= کافر، وجودِ الٰہی کا منکر) + ی (لاحقۂ کیفیت): کفر والی ؎
مجھ کو زندیقی سکھا دی ہے افرنگ نے زندیقی
(۱۵، ب ج، ۱۹)

زَنگ (ف) مذکر
: میل، گرد و غبار ؎
زنگ افکارِ جہاں سے شیشۂ دل تھا صفا
(عہدِ طفلی، ب ا، ۲۸)

زَوجۂ اقبال: اس عنوان کے تحت علامہ نے اپنی اہلیہ مرحومہ کی تاریخِ وفات فارسی میں کہی ہے جن کا نام مختار بیگم تھا اور جو زچگی کی حالت میں رحلت کر گئی تھیں اور لدھیانہ میں مدفون ہوئیں۔ مشکل لفظوں کا حل اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے۔
(ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۹۲)

زِنہار (ف) کلمۂ تاکید نفی : انکار، یعنی بات کرنے یا میل جول کرنے سے انکار ہے۔

مٹی ٹھکتے ہوئے ہونٹوں پہ صدائے زنہار

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

زَوال (ع) مذکر

: کمی، گھٹاؤ، اُتار (جس کے لیے تغیرِ حال لازم ہے) ہے۔

وہی حسین ہے حقیقت زوال ہے جس کی

(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۱۲)

: پستی ہے۔

نہ ہو ذَہین، تو میدی زوالِ علم و عرفاں ہے

(ایک نوجوان کے نام، ب ج، ۱۴۰)

: پستی، تنزّل ہے۔

جن کی تدبیرِ جہاں بانی سے ڈرتا تھا زوال

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

زَوج (ع) مذکر : جوڑا یعنی نرمادہ ہے۔

مذاق دوئی سے بنی زوج زوج

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۷)

زُود (ف) صفت : جلد

زُودرَس (ف ف) صفت، زُود + رَس، مصدر رسیدن (= پہنچنا) سے فعل امر : جلد پہنچنے والی ہے۔

بڑی تیز جولاں بڑی زُود رس

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۷)

زور (ف) مذکر : طاقت، قوّت ہے۔

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

: شجاعت، دلیری، تہوّر، نصرتِ خدا و رسول میں پہاڑ سے ٹکرا جانے کا جذبہ (رک زورِ حیدر)

: جذبہ ہے۔

گاہ بحیلہ می برد گاہ بہ زوری کشد

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۴)

زور چلنا (ف ار) : بس چلنا، قابو چلنا، طاقت کا کارگر ہونا ہے۔

زور چلتا نہیں غریبوں کا

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

زورِ حَیدَر (- ع) مذکر، زور + حَیدَر (= شیر، حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کا نام جو اُن کی والدہ نے اس وقت رکھا تھا. جب اس تین دن کی ننھی سی جان (حضرت علیؓ مولودِ کعبہ) نے کعبۃ اللہ میں رہنے والے اژدہے کے کلّے اپنے نازک و نرم پنجوں سے چیر دیے تھے) ہے۔

وہ کیا تھا زورِ حیدر فقرِ بوذر صدقِ سلمانی

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

زورِ حَیدَری (- ع ف) مذکر، زور + اضافت + حیدر (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : جنابِ علی مرتضیٰ حیدرِ کرّار سے تعلق رکھنے والی طاقت، ایمان، ایقان اور تائیدِ ایزدی کی طاقت ہے۔

مرے لیے ہے فقط زورِ حیدری کافی

(جلال و جمال، ض ک، ۱۲۴)

زورِ نَفَس (- ع) مذکر، زور + اضافت + نَفَس (= مراد پھونک) : زوردار پھونک (جس سے کلی کی پنکھڑیاں بکھر سکیں) ہے۔

کلی زورِ نفس سے بھی وہاں گل ہو نہیں سکتی

(تضمین بر شعرِ صائب، ب د، ۲۴۴)

زُہد (ع) مذکر : پرہیزگاری، تقویٰ ہے۔

لبریز مئے زہد سے تھی دل کی صراحی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۱)

زُہد اور رِندی : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم ہے جس کا مرکزی خیال دو حدیثیں ہیں، ایک آنحضرتؐ کا یہ ارشاد کہ ماعرفناک حق معرفتک (= ہم نے تجھکو اتنا نہیں پہچانا جتنا کہ پہچاننے کا حق ہے)، دوسرا حضرت علیؓ کا یہ قول مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (= جو اپنے نفس کو پہچان لے وہ خدا کو بھی پہچان لے گا) ضمنی طور پر اس نظم میں علامہ نے اپنی زندگی کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، جن میں ایک اہم پہلو ان کا مسلک اور عقیدہ ہے۔ انھوں نے انتہائی اخلاقی جرأت کے ساتھ کہا ہے کہ میں علیؓ کو (غالباً ان کے علم کی بنا پر) سب صحابیوں سے افضل سمجھتا ہوں۔

(ب د، ۵۹)

: اس عنوان کے تحت جو نظم بانگ درا میں چھپی ہوئی ہے، جب وہ دسمبر ۱۹۰۵ء کے مخزن میں چھپی اس وقت اس میں مزید تین شعر شامل تھے جو باقیات میں مخزن کے حوالے سے درج ہیں

(ب ا، ۳۱۴)

زہر (ف) مذکر، سم جس کے کھانے سے آدمی مرجاتا ہے مراد مہلک، قاتل، آزار رساں ہے

کس سے کہوں کہ زہر ہے میرے لیے مئے حیات

(ذوق و شوق، ب ج ۱۲۰)

زہراب (ف ف) مذکر، زہر + آب: زہر میں ملا ہوا پانی ہے

موت کے زہراب میں پائی ہے اس نے زندگی

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۶۱)

زہر آلود (– ف) صفت، زہر + آلود، مصدر آلودن (= بھرنا) سے فعل ماضی (= حالیہ تمام): زہر میں بھرا ہوا ہے

تو اکو کرتا ہے موج نفس سے زہر آلود

(موسیقی، من ک، ۱۳۱)

زہر بھی تریاک ہے: یعنی قتل و خون بھی مفید ہے ہے

ہو دین کی حفاظت میں تو ہے زہر بھی تریاک

(قوت اور دین، من ک، ۲۹)

زہر کھانا: حسد سے جلنا ہے

اہل بھی کہتی ہے زندہ باشی ہمارے مرنے پہ زہر کھا کر

(نعت، ب ا، ۴۰۱)

زہر محبت (– ع) مذکر: محبت کو زہر سے تشبیہ دی ہے وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح زہر انسان کو مار دیتا ہے اسی طرح مخلوق عالم سے محبت کرنے والا بھی دوسروں کی بھلائی کی خاطر اپنی جان پر کھیل جاتا ہے ہے

تلاش شعر کب تک تشنۂ زہر محبت کر

(تصویر درد، ب ا، ۳۲۹)

زہرناک (– ف) صفت، زہر + ناک (لاحقۂ صفت): زہر میں بھری ہوئی، یعنی ایسے برے سیاسی اثرات رکھنے والی کہ جو کھائے گا وہ مرجائے گا (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کے کچھ وقفے کے بعد ہی جنگ عظیم شروع ہو گئی اور حملہ آور مسولینی کتے کی موت مارا گیا۔ ہے

ہے کتنی زہرناک ابی سینیا کی لاش

(ابی سینیا، ض ک، ۱۴۵)

زہر ہلاہل (– ع) مذکر، زہر + اضافت + ہلاہل: ہلاک کر دینے والا زہر، زہر قاتل ہے

میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

(۱۶، ب ج، ۲۱)

زہرا (ع) مونث، حضور کی صاحبزادی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زوجہ اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی والدہ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا جن کی شان میں حضور نے برسر منبر ارشاد فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کا دل دکھایا اس نے میرا دل دکھایا جس نے میرا دل دکھایا اس نے اللہ کو اذیت دی۔ تمام نسوان عالم میں آپ کا لقب بتول (= لوازم نسائیت سے پاک) ہے اور عصمت و عفت ضرب المثل کے طور پر مشہور ہے

واسطہ دوں گا اگر لعنت میں زہرا کا میں

(برگ گل، ب ا، ۱۷۲)

زہرہ: ایک سیارے کا نام ہے رقاصۂ فلک بھی کہتے ہیں اور جو تیسرے آسمان پر ہے ہے

زہرہ نے کہا اور کوئی بات نہیں کیا

(اذان، ب ج، ۱۴۵)

زہے (ف) کلمۂ تحسین و آفرین

زہے نصیب (– ع): کیا اچھی قسمت ہے، خوشی اقبال کی بات ہے ہے

تجھے وہ شاخ سے توڑیں زہے نصیب ترے

(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

زیاد (ع) صفت: زیادہ، بڑھا ہوا، بلند ہے

انھیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

(۴، ب ج، ۸)

زیارت (ع) مونث، کسی متبرک مقام کو جا کر دیکھنے کا عمل ہے

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی

(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

زیارت گاہ (- ف) مونث، دیدار مزارات وغیرہ کے لیے زائروں کے آنے کی جگہ ہے۔

ہے زیارت گاہ مسلم گو جہاں آباد بھی

(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۵)

زیاں (ف) مذکر: نقصان ہے

مرے بازار کی رونق ہی سودائے زیاں تک ہے

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

زیاں اندیش (- ف) زیاں + اندیش، مصدر اندیشیدن (= سوچنا) سے فعل امر: نقصان کی بات سوچنے والی (یعنی انسان کو منزل محبوب میں جان دینے سے روکنے والی) عقل ہے

آہ یہ عقل زیاں اندیش کیا چالاک ہے

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۶۱)

زیاں خانہ (- ف) مذکر، زیاں + خانہ (رک): نقصان کا گھر، ایسی جگہ جہاں قوت عمل سے کام نہ لیا جائے تو کل فطری قوتیں نقصان پذیر ہو جاتی ہیں ہے

اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

(خضر راہ، ب د، ۲۵۹)

زیاں کار (- ف) زیاں + کار (= کام): وہ شخص جو خود اپنے نقصان کا کام کرے ہے

کیوں زیاں کار بنوں سود فراموش رہوں

(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

زیب (ف) مونث

زینت، آرائش، رونق، خوشنمائی (رک زیب داستاں) :(صفت) زیبا، موزوں ہے

اے ضیائے چشم ایماں زیب ہر مدحت ہے تو

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۳)

زیب داستاں (- ف) صفت، زیب + اضافت + داستاں (رک) جو کہانی کی زینت یا دلچسپی ہو، مراد بات کو بلا وجہ طول دینا، اپنا مطلب نکالنے کے لیے معاملے کو الجھانا یا بڑھانا ہے

بڑھا دیا ہے فقط زیب داستاں کے لیے

(۲۶، ب ج، ۴۹)

زیب درخت طور آشیانہ ہونا (- ف ع ف ار) کوہ طور کا مشہور درخت جہاں حضرت موسیٰ کو برق تجلی نظر آئی تھی اس پر گھونسلا ہونا یعنی وجود ظاہری سے پہلے تجلی الٰہی کے ساتھ ہونا (وحدت وجود کی طرف اشارہ ہے) ہے

زیب درخت طور مرا آشیانہ تھا

(شمع، ب د، ۴۵)

زیب دوش، صفت (- ف) زیب + اضافت + دوش (= کاندھا): کاندھے پر رکھی ہوئی ہے

چل بسا داغ آہ میت اس کی زیب دوش ہے

(داغ، ب د، ۸۹)

زیب دہ (- ف) صفت، زیب + دہ، مصدر دادن (= دینا) سے فعل امر: زینت دینے والا ہے

وہ کون زیب دہ تخت صوبۂ پنجاب

(خیر مقدم، ب ا، ۹۹)

زیب گلو (- ف) صفت، زیب + اضافت + گلو (= گلا): جو گلے کی زینت ہو، مراد گلے میں پہننے کا زیور ہے

چھوڑ کر بحر کہیں زیب گلو ہو جاتا

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۲)

زیب محفل (- ع) مونث، زیب + اضافت + محفل (= انجمن): انجمن کی زیبائش بڑھا دینے والا ہے

زیب محفل ہے شریک شورش محفل نہیں

(گل رنگین، ب د، ۲۴)

زیب محفل بھی رہا محفل سے پنہاں بھی رہا (ف، ع، ار اور ع ار ف ار ار): محفل شعر و سخن میں موجود ہونے کے باوجود غالب اس طرح اہل محفل کی نگاہوں سے مخفی رہے جس طرح روح سامنے کے جسم میں ہونے کے باوجود نظر نہیں آتی۔ اس امر کی جانب اشارہ مقصود ہے کہ غالب سب کو نظر آئے مگر ان کے تخیل کی بلندی اور کلام بلند کے معانی و مطالب سے عام نگاہیں بے بہرہ تھیں

(مرزا غالب، ب د، ۲۶).

زیبا (ف) صفت

مناسب، موزوں کہ
ہم کو زیبا نہیں گُر اس کا
(ایک گائے اَور بکری، ب د، ۳۳)
۲: حسین، خوبصورت کہ
اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر
(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

زیبائی: زیبا (رک) کا اسم کیفیت کہ
غلامی کیا ہے ذوقِ حسن و زیبائی سے محرومی
(ا، ب ج، ۲۴)

زیبندہ (ف) صفت: مصدر زیبیدن (= زیب دینا) سے صفت فاعلی مشتق کہ
خانداں تیرا رہے زیبندۂ تاج و سریر
(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۹۰)

زیر (ف) ظرف: نیچے، تلے کہ
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے
(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

زیرِ آسماں (- ف) ظرف، زیر + اضافت + آسماں (رک) : زمین پر، دنیا میں کہ
مزا تو یہ ہے کہ یُوں زیرِ آسماں رہیے
(قرب سلطان، ب د، ۲۱۰)

زیرِ تربیت (- ع) صفت: سیکھنے میں مشغول (میرے کلام سے وہ مسلم جو دنیا پر حکومت کر چکے ہیں مگر اب حکمراں نہیں ہیں حکومت کرنے کا طریقہ از سرِ نو سیکھ رہے ہیں جس کے بعد اُس پر عمل کر کے پھر حکومت حاصل کر لیں گے) کہ
مرے حلقۂ سخن میں ابھی زیرِ تربیت ہیں
(۲۲، ب ج، ۴۵)

زیرِ دامانِ اُفق (- ف ع) زیر + اضافت + دامان (رک مراد وسعت) + افق (رک) : کنارۂ آسمان کو دامن سے تشبیہ دی (جس کے نیچے سے صبح طلوع ہو رہی ہے) کہ
ہو رہی ہے زیرِ دامانِ افق سے آشکار
(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۳)

زیرِ دریا تیرنے والے: آبدوز کشتیوں میں چلنے والا (یونانی جو آبدوز کشتیوں میں ترکوں کو نقصان پہنچانے کے لیے گئے تھے اور جن کی کشتیاں ترکوں نے ڈبو دی تھیں) کہ
ہوئے مدفونِ دریا زیرِ دریا تیرنے والے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

زیرِ شجر (ف ع) متعلق فعل، زیر (= نیچے) + اضافت + شجر (= درخت) : پیڑ کے سایے میں کہ
لیٹنا زیرِ شجر رکھتا ہے جادو کا اثر
(رخصت اے بزم جہاں، ب د، ۶۵)

زیرِ گردوں (- ف) متعلق فعل، زیر + گردوں : مراد دنیا میں کہ
نہیں ہے وابستہ زیرِ گردوں کمال شانِ سکندری سے
(پیام عشق، ب د، ۱۳۰)

زیرِ نقابِ آگہی (- ع ف) متعلق فعل، زیر + اضافت + نقاب (رک) + آگہی (= معرفت) : معرفت کے حجاب میں (یعنی یہ کہ تجھے نُورِ حقیقی کی معرفت حاصل ہے اس لیے جانتا ہے کہ وہ ان آنکھوں سے نظر نہیں آسکتا) کہ
نُور تیرا چھپ گیا زیرِ نقابِ آگہی
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

زیر و زبر (- ف ف) صفت، زیر + و (عطف) + زبر (= اُوپر) : الٹ پلٹ، مضطرب کہ
افکار جوانوں کے ہوے زیر و زبر کیا
(محراب گل افغان، ۱۳، ض ک، ۱۷۳)

زیرک (ف) صفت: دانا، عقلمند کہ
فرسُودہ ہے پھندا ترا زیرک ہے مرغِ تیز پر
(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۲)

زیرکی بفروش و حیرانی بخر
زیرکی ظن است و حیرانی نظر
: زیرکی یعنی عقل کو بیچ ڈالو اور (جلدوں پر) حیران ہونے کی صفت یعنی عشق خرید لو کیونکہ عقل کی بدولت گمان اور عشق کے طفیل معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے
(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۸)

زیر و بَم (ف ف ف) مذکر، زیر (= مدھم سُر) + و (اعطف) + بَم (= اُونچا سُر) : نیچی اور اُونچی (یعنی کہیں نیچی اور کہیں اُونچی آواز)، مراد پانی کی روانی کی ہلکی اور تیز آوازیں (جن میں خدا کی شان نظر آتی ہے) اس کے استعارات مختلف مقامات پر مختلف ہوتے ہیں۔ ؎

پیام سجدے کا یہ زیر و بم ہوا مجھ کو
(کنارِ راوی، بد، ۹۴)

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
(۹ ، بج ، ۳۲)

زیر و بمِ مُمکنات (ف ع ع) مذکر، زیر و بم + ممکنات (رک) : مراد ممکنات کا رفتہ رفتہ ظہور ؎

جس سے دکھاتی ہے ذات زیر و بمِ ممکنات
(مسجد قرطبہ، بج، ۹۳)

زینَت (ع) مؤنث: سجاوٹ یا آرائش کا عمل ؎

محوِ زینت ہے صنوبر، جوئبار آئینہ ہے
(گورستانِ شاہی، بد، ۱۵۲)

زینَہ (ف) مذکر: سیڑھی جس کے ذریعے اوپر چڑھتے ہیں ؎

رفعت ہے جس زمیں کی بامِ فلک کا زینا
(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، بد، ۸۷)

زیوَر (ف) مذکر: سونے چاندی یا جواہرات کا سامانِ زینت جو عموماً عورتیں پہنتی ہیں، مراد آراستہ کرنے والی چیز ؎

کہا یہ میں نے کہ اے زیورِ جبینِ سحر
(اخترِ صبح، بد، ۱۱۵)

س

سا¹ (ا ر)

: کلمۂ تشبیہ ، جیسا ، جیسے ، کی طرح ۔

تم سا کوئی نادان زمانے میں نہ ہوگا

(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۲۹)

: اظہارِ کثرت یا شدت کے لیے ، بہت وغیرہ ۔

اس نظارے سے ترا ننھا سا دل حیران ہے

(بچہ اور شمع ، ب د ، ۹۳)

سا² (ف) مصدر سائیدن (= رگڑ کھانا) سے فعل امر ہے اور مرکبات میں اسم سابق سے مل کر ٹکرانے والا وغیرہ کے معنی دیتا ہے (دیکھو آسماں سا)

ساتگیں (ف) مذکر : شراب کا پیالہ ۔

کہ بزمِ خاوراں میں لے کے آتے ساتگیں خالی

(تعلیمِ قوم ، ض ک ، ۱۷)

ساتھ (ا ر) مذکر

: ہمراہ ۔

لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ

(تعلیم اور اس کے نتائج ، ب د ، ۲۰۹)

: رفاقت ، ہمراہی ۔

اس میں کسی کے ساتھ کی پروا نہ چاہیے

(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو ، ب ا ، ۵۳۹)

ساتھی (ا ر) صفت : ساتھ کے رہنے والے ، دوست ، رُفقا ۔

ساتھی تو ہیں وطن میں میں قید میں پڑا ہوں

(پرندے کی فریاد ، ب د ، ۳۷)

ساحِرہ (ع) صفت : جادوگر (مراد تہذیبِ حاضر جس کا جادو نوجوانوں پر چل گیا ہے) ۔

مناظرِ دلکشا دکھلا گئی ساحر کی چالاکی

(تہذیبِ حاضر ، ب د ، ۲۲۵)

: سیاست کا طلسم دکھانے والے ، بڑے بڑے سیاسی رہنما ۔

گرچہ ہیں تیرے مرید افرنگ کے ساحر تمام

(پانچواں مشیر ، ا ح ، ۱۰۰)

ساحِرِ اَلمُوط : الموط (رک) کا جادوگر (جو جادوگر تو نہ تھا مگر جادوگری کے کام کرتا تھا) ؛ اس جگہ کنایۃً سرمایہ دار مراد ہے الخ

ساحرِ الموط نے تجھ کو دیا برگِ حشیش

(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۶۲)

ساحِرِ اَیّام (ـ ع) مذکر ، ساحر + اضافت + ایام (رک)

: ایام یعنی روز و شب کو ساحر سے تشبیہ دی ہے ۔

ہاں اٹھا اے ساحرِ ایام یہ جادو ذرا

(عہدِ طفلی ، ب ا ، ۲۸۰)

ساحِرِ شَب (ع ف) صفت ، ساحر (= جادوگر) + اضافت + شب (= رات) رات کو جادوگر سے تشبیہ دی ہے جو لوگوں کو ایک نظر دیکھتی ہے اور فوراً ان کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں ۔

ساحرِ شب کی نظر ہے دیدۂ بیدار پر

(خفتگانِ خاک سے استفسار ، ب د ، ۳۸)

ساحِرانَہ (ع ف) صفت ، ساحر (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت)

: جادوگروں کے سے ۔

سکندری ہو قلندری ہو یہ سب طریقے ہیں ساحرانہ

(ملا زادہ ، ۱۵ ، ا ح ، ۴۴)

ساحِری (ع ف) مؤنث ، ساحر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)

: جادو ، مراد سیاسی چال ۔

پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۹۰)

: مراد عیاری اور فریب ۔

لیکن یہ فقر ساحری ہے

(جاوید سے ، ض ک ، ۸۲)

ساحِل (ع) مذکر

: کنارہ ، ندی وغیرہ کا کنارہ ۔

اور پھر افتادہ مثلِ ساحلِ دریا بھی ہے

(عاشقِ ہرجائی ، ب د ، ۱۲۲)

: مراداً جائے سکون ۔

آرزو ساحل کی مجھ طوفان کے مارے کو ہے
(رخصت اے بزم جہاں، ب د، ۴۴)

: مراد مادی علوم ؎
ہم خوگر محسوس ہیں ساحل کے خریدار
(یورپ سے ایک خط، ب ج، ۱۴۸)

: مراد مقام نجات ؎
ہوں مرید خاندانِ خفتۂ خاکِ نجف
موج دریا آپ ملے جائے گی ساحل پر مجھے
(برگ گل، ب ا، ۱۷۶)

ساحل آشنا: کنارے کا رفیق، کنارے سے واقف ؎
بہ رنگ بحر ساحل آشنا رہ
(رباعیات، ب ج، ۸۵)

ساحل سے کنارا کرنا: مراد آگے بڑھ کر دریا میں غوطے لگانا، کود پڑنا ؎
کرتا نہیں جو صحبت ساحل سے کنارا
(بڈھے بلوچ کی نصیحت، ا ح، ۱۹۰)

ساختہ (ف) صفت، مصدر ساختن (= بنانا) سے حالیۂ تمام
: بنایا ہوا، بنائے ہوئے (قوانین مراد ہیں) ؎
پیمانہ ہائے ساختۂ شاہ وقت پر
(ب ا، ۳۶۴)

سادگی (ف) مؤنث: بھولاپن، ناسمجھی ؎
مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

سادہ (ف) صفت
: معمولی، خالص ؎
صحبت مادر میں طفل سادہ رہ جاتے ہیں ہم
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۵)

: لکھائی یا نقوش وغیرہ سے خالی ؎
کتاب صوفی و ملا کی سادہ اوراقی
(۴۵، ب ج، ۶۵)

: بے تصنع، جس میں بناوٹ نہ ہو ؎
خوش دل و گرم اختلاط سادہ و روشن جبیں
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۸)

: نادان، احمق، بے وقوف ؎
شہری ہو دہاتی ہو مسلمان ہے سادہ
(رباعی مرید، ب ج، ۱۶۶)

: بھولا بھالا، نادان، ناسمجھ ؎
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں
(مرد فرنگ، ض ک، ۹۲)

سادہ اوراقی (- ت ف) مؤنث، سادہ + اوراق (= ورق، صفحے) + ی (لاحقۂ کیفیت): ورقوں اور صفحوں کا لکھائی سے خالی ہونا، مراد زندگی کا عمل سے محروم ہونا ؎
کتاب صوفی و ملا کی سادہ اوراقی
(۴۵، ب ج، ۶۵)

سادہ دِل (- ف) صفت: جن کے دل میں سادگی کے سوا کوئی چالاکی اور سیاست نہیں ؎
سادہ دل بندوں میں جو مشہور ہے پروردگار
(پا نچواں مشیر، ا ح، ۱۰)

سادہ لوح (- ع) صفت، سادہ + لوح (= تختی جس پر بچے لکھتے ہیں، مراد دل جس کے صفحے پر ہزاروں باتیں درج ہیں): بھولا بھالا (اس شعر میں "لوح" کے لفظ سے شاعرانہ لطافت بڑھ گئی ہے کیونکہ عرش وکرسی کا ذکر پہلے مصرع میں ہے جن پر وہ "لوح" محفوظ بتائی گئی ہے جس پر مقدرات درج ہیں، بنابریں اس لفظ کے استعمال سے اس جگہ ایہام تناسب کی صنعت پیدا ہوگئی) ؎
وہ سادہ لوح ہوں میں کر لیا یقیں میں نے
(سرگزشت آدم، ب ا، ۳۳۵)

سارا (ار): کل، تمام ؎
سن کے بکری یہ ماجرا سارا
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۴)

سارے (ار) سارا (رک) کی جمع نیز امالہ ؎
سارے پجاریوں کو مے پیت کی پلا دیں
(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

سارے زمانے کا بُرا (ار): سب سے بُرا، (محبوب کے نزدیک) تمام عاشقوں میں سب سے حقیر ؎
جائے حیرت ہے برا سارے زمانے کا ہوں میں

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

ساز (ف) مذکر
: باجا ؎
دیا ہے سوز مجھ کو ساز تجھ کو
(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۹۲)

: مقام تشبیہ میں دل۔
مدام گوش بہ دل رہ یہ ساز ہے ایسا
(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

: کامیابی کا سامان ؎
شمع سحر یہ کہ گئی سوز ہے زندگی کا ساز
(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب ا، ۱۵۱)

: اسباب، سامان ؎
کہیں سامان مسرت کہیں ساز غم ہے
(... کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۱۱)

: مراد ضربات جنگ در سد وغیرہ ؎
فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے
(فقر و ملوکیت، ض ک، ۲۰)

: بنانے کا عمل ؎
موج شکستہ نے کیا ساز عمارت حباب
(ب ا، ۲۰۵)

ساز چھیڑنا (ار) : باجا بجانا شروع کرنا، باجے میں سے آواز نکالنے والے پرزے کو حسب قاعدہ مقررہ حرکت دینا ؎
چھیڑتی جا اس عراق دلنشیں کے ساز کو
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

سازِ ہستی کے لیے مضراب (- ف ار ار ع)، ساز + اضافت + ہستی + کے لیے (رک) + مضراب (رک) : مراد زندگی ایک باجے کی مثل ہے جو انسان کے وجود کی بدولت بج رہا ہے یعنی دنیا کی رونق انسان کے وجود پر منحصر ہے (رک ناخن) ؎
جس کا ناخن ساز ہستی کے لیے مضراب ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۳)

ساز (ف)، مصدر ساختن (= بنانا) سے فعل امر۔ مرکبات میں مستعمل ہے اور بصفت فاعلی یا مفعولی کے معنی دیتا ہے

(رک خانہ ساز)

سازش (ف) مونث : چند آدمیوں کا خفیہ گٹھ جوڑ جو کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے کیا جائے (مراد برطانیہ کی سازش جو برصغیر میں حکمران تھا) ؎
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف
(دین و تعلیم، ض ک، ۸۶)

سازگار (ف) صفت : موافقت کرنے والی، موافق ؎
سازگار آب و ہوا تخم عمل کے واسطے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۶)

ساسانی (ف) قدیم الایام میں ایران کے ایک مشہور حکمران خاندان کا نام ؎
اہل چیں چین میں ایران میں ساسانی بھی
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

ساعت (ع) مونث : گھڑی، لمحہ ؎
سرگزشت نوع انساں ایک ساعت ان کی ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۲)

ساعد (ع) مونث : کلائی۔

ساعدِ سیمیں (- ف) مونث، ساعد + اضافت + سیمیں (رک) : گوری گوری کلائی ؎
ساعد سیمیں میں پھولوں کے وہ گجرے خوشنما
(تعلیم جوانی، ب ا، ۱۸۵)

ساغر (ف) مذکر : پیالہ، شراب کا پیالہ (مستعار لہ، پھول) ؎
ساغر ذرا سا مجھ کو گویا جہاں نما ہو
(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

ساغرِ جم رک جام جم ؎
صفا تھی جس کی خاک پا میں بڑھ کر ساغر جم سے
(محبت، ب د، ۱۱۱)

ساقی (ع) مذکر
: شراب پلانے والا، اہل انجمن کو شراب تقسیم کرنے والا ؎
نہ صہبا ہوں نہ ساقی ہوں نہ مستی ہوں نہ پیمانہ
(تصویر درد، ب د، ۶۹)

: مراد محبوب (جس کا کل سے بھی استعارہ کیا ہے) ؎

ہوا ہے گُل فراق ساقی نا مہرباں تک سے
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۲)

: مراد قائدِ قوم ، لیڈر ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی
(ساقی ، ب د ، ۲۰۸)

: مے حسن عطا کرنے والا ، خدا ے تعالیٰ ہے
فیض ساقی شبنم آسا ظرف دل دریا طلب
(عاشق ہرجائی ، ب د ، ۱۲۳)

: علماء اور واعظین مراد ہیں جو اب تک چھپ چھپ کر شراب اسلام پلاتے تھے مگر آئندہ کے لیے اقبال انھیں آزادی کا احساس دلا کر علانیہ تبلیغ کی ترغیب دے رہے ہیں ہے
گزر گیا اب وہ دَور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے
(مارچ ۱۹۰۷ء ، ب د ، ۱۴۰)

: ارباب حکومت جو اپنی پالیسی کے تحت شراب سیاست سے لوگوں کو سرشار کرتے ہیں ہے
ساقی نے بنا کی روش لطف و ستم اَور
(وطنیت ، ب د ، ۱۶۰)

: رہنماے قوم ہے
سوچ تو دل میں لقب ساقی کا زیبا ہے تجھے
(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۸۴)

: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک مختصر نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ساقی کے پردے میں مسلمین قوم سے خطاب کیا ہے اور انھیں یہ نصیحت کی ہے کہ قوم کو پستیوں کے غار میں بہت کچھ دھکیل چکے اب خدا کا خوف کرو اور ایسے کام انجام دو جو موجب حیات ہوں
(ب د ، ۲۰۸)

ساقی اَرباب ذَوق : عشق خدا و رسولؐ رکھنے والوں کو شراب محبت پلانے والے یعنی مسلمان ہے
ساقی ارباب ذوق فارس میدان شوق
(مسجد قرطبہ ، ب ج ، ۹۷)

ساقی جمیل (ـ ـَ) مذکر ، ساقی + اضافت + جمیل (رک)
: جنت کا حسین ساقی ہے
مجھے فریفتۂ ساقی جمیل نہ کر

(عشرت امروز ، ب د ، ۱۲۵)

ساقی کوثر (ـ ـَ) مذکر ، ساقی + اضافت + کوثر (رک)
: روز قیامت جنتیوں کو جنّت کی مشہور نہر ، کوثر ، کی شراب پلانے والا ، مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو مالک کوثر یعنی آں حضرت صلعم کے حکم سے بہشت کے مستحق مومنین کو کوثر کی شراب تقسیم کریں گے ہے
رونے والا ہُوں شہید کربلا کے غم میں مَیں
کیا دُرِ مقصد نہ دیں گے ساقی کوثر مجھے
(برگ گل ، ب د ، ۱۰۷)

ساقی موت (ـ ـَ) مذکر ، ساقی + اضافت + موت (= مرگ ، قضا) : اضافت تشبیہی ہے ہے
ساقی موت کے ہاتھوں سے صبوحی پینا
(صبح کا ستارہ ، ب د ، ۸۵)

ساقی نامہ (ـ ـ ف) مذکر ، ساقی (= شراب پلانے والا) + نامہ (= تحریر) : وہ اشعار جن میں ساقی سے خطاب کر کے جذبات کا اظہار کیا جائے

(ب ج ، ۱۲۲)

: یہ بال جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے لوازم میخانہ کے ذکر سے دلچسپی پیدا کر کے "حیات" اور "خودی" کے مسائل کو آسان ترین انداز میں بیان کیا ہے :

(ب ج ، ۱۲۲)

ساقی نہ رہے جام رہے : ساقی سے مسلمانوں کا اور جام سے اسلام کا استعارہ کیا ہے (یہ خیال ان لفظوں سے ماخوذ ہے جو حضورؐ نے جنگ بدر کے موقع پر رب العزت سے عرض کیے تھے کہ یا اللہ اگر آج یہ جماعت مسلین فنا ہو گئی تو پھر قیامت تک تیری پرستش نہ ہو سکے گی) ہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے
(شکوہ ، ب د ، ۱۶۷)

ساقیا (ـ ـ ف) انشائیہ ، ساقی (رک) + ا (کلمۂ ندا) : اے شراب پلانے والے ، منادیٰ خود اقبال جو امت موجودہ کو عشق محمدی کی شراب پلانے کے لیے آئے ہوئے ہیں ہے

ساقیا عقل میں تو آتش بجام آیا تھا
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۵)

ساقیان (ع ف)، ساقی (رک) + ان: شراب طہور پلانے والے ؎

ساقیان جمیل جام بدست
(سیر فلک، ب د، ۱۷۵)

: مراد مصلیین قوم ؎

مَیں ہُوں نومید تیرے ساقیان سامری فن سے
(مصلحین مشرق، ض ک، ۱۷)

ساکن (ع) صفت: رہنے والا، باشندہ ؎

جو تیرے کوچے کے ساکنوں کا فضا سے جنت میں دل نہ بہلا
(نعت، ب ا، ۴۰۰)

ساکنان (ع ف) صفت: ساکن (= رہنے والا، بود و باش رکھنے والا) + ان (لاحقۂ جمع) ؎

بزدانِ ساکنان نشیب و فراز تو
(آفتاب، ب د، ۴۴۰)

ساکنانِ صحنِ گلشن (- ع، ف) مذکر، ساکنان + اضافت + صحن (= آنگن، رقبہ) + اضافت + گلشن (رک): باغ کے علاقے میں رہنے والے پرند اور چڑیاں ؎

ساکنان صحن گلشن کی ہم آوازی میں ہے
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

سال (ف) مذکر: برس (= ۱۲ مہینے)

سال خوردہ (ف ف) صفت، سال + خوردہ، مصدر خوردن (= کھانا) سے فعل ماضی مطلق (= حالیۂ تمام): بوڑھا، تجربہ کار ؎

بچۂ شاہیں سے کہتا تھا عقاب سال خوردہ
(نصیحت، ب ج، ۱۲۰)

سالار (ف) مذکر: سردار ؎

سالار کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

سالک (ع) صفت: چلنے والا، مسافر ؎

سالک رہ ہوشیار سخت ہے یہ مرحلہ
(۵۳، ب ج، ۷۲)

سامان (ف) مذکر: اسباب ؎

ہر شخص کو ساماں یہ میسر نہیں ہوتا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

: دنیاوی مال و متاع، تعلقات دنیاوی ؎

ساماں کی محبت میں مضمر ہے تن آسانی
(غزلیات، ب د، ۲۸۰)

: تمہید، آثار، علامت ؎

یہ پریشانی مری سامان جمعیت نہ ہو
(گل رنگین، ب د، ۴۶)

: ذریعہ، سبب، محرک ؎

اضطراب دل کا ساماں یاں کی ہست و بود ہے
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

سامان شیون (- ف)، سامان + اضافت + شیون (رک): موت یا فنا ہو جانے کا ذریعہ (جس شعر میں یہ لفظیں استعمال ہوئی ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ موج جب اپنی حد سے آگے بڑھتی ہے تو کنارے سے ٹکرا کر فنا ہو جاتی ہے) ؎

موج کو آزادیاں سامان شیون ہو گئیں
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۰)

سامان طراز (- ف)، صفت، ساماں + طراز، مصدر طرازیدن (= آراستہ کرنا) سے فعل امر: سامان بہم پہنچانے والا، منتظم ؎

ہے محفل وجود کا ساماں طراز تو
(آفتاب، ب د، ۴۴)

(نوٹ) تیراز معرب۔

سامانِ ناز (- ف) مذکر: فخر کرنے کا باعث، وہ بات جس پر کوئی ناز کرے ؎

یہ چمن وہ ہے کہ تھا جس کے لیے سامان ناز
(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۵)

سامری (ع) مذکر: ایک شخص کا نام جس نے حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں سونے کا بچھڑا بنا کے بنی اسرائیل سے اس کی پرستش کرائی تھی اور جادو سے اس بچھڑے میں بولنے کی صفت پیدا کر دی تھی (رک ہلاک جادو سے سامری)۔

سامری فن (- ع) صفت، سامری + فن (رک)
: سامری کی طرح (قوم پر) جادو کرنے والے (مطلع پابیدار) کہ
میں ہوں نومید تیرے ساقیان سامری فن سے
(طلوع مشرق، ص ک، ۱۰۷)

: مطلق جادوگر کہ
بجا ہے جو کہیں تجھے سامری فن
(ہم بچوڑیں گے دامن، ب ا، ۹۳)

سامنا (ار) مذکر: روبرو ہونے کی صورت حال، دیدار کہ
کیا بتاؤں ان کا میرا سامنا کیونکر ہوا
(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

سامنے (ار) متعلق فعل
: پیش نگاہ، اشارہ کی ہوئی جگہ کی طرف، آگے، روبرو کہ
وہ سامنے سیڑھی ہے جو منظور ہوا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

: مقابلے میں کہ
ہوتے ہیں ان کے سامنے شیروں کے رنگ زرد
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱)

سان (ار) مونث: تلوار وغیرہ پر باڑھ رکھنے کا پتھر
سان پر چڑھنا: دھار تیز کی جانا کہ
پرکھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغ خودی
(۵، ب ج، ۷۷)

سال (ف) کلمۂ تشبیہ: طرح کہ
غنچہ سال غافل نہ رہ دامن میں شبنم کب تلک
(خضر راہ، ب د، ۲۶۳)

ساہوکاری (ہ رف ف) مونث، ساہو (= مہاجن، تاجر) + کار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): مہاجن کا پیشہ، بنیئے کا کاروبار کہ
ساہوکاری بشوہ داری سلطنت
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

سائر (ع) صفت: سیر کرنے والا، چلنے والا کہ
خوں فرسائر ہے قلب آسمان اہل درد

(دیگر، ب ا، ۳۱۰)

سائل (ع) صفت، سوال کرنے والا، مانگنے والا کہ
ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۰)

سائن کمیشن: یہ فارسی کے پانچ شعروں کی سرخی ہے جو رام پور کے ایک غیر مشہور شخص، ریاست حسین خاں کی بیاض سے دستیاب ہوئے اور کراچی کے عابد رضا بیدار صاحب نے ماہ نامہ ہم قلم کراچی (دسمبر ۱۹۶۲) میں اس کی نشان دہی کی۔ مشکل الفاظ کا حل فرہنگ ہذا کے حصۂ فارسی میں دیکھیے۔

(ب ا، ۲۴۰)

سائی[۱] (ار) مونث، وہ روپیہ پیسہ جو کسی چیز کی اجرت (یا قیمت) میں پیشگی دے دیا جائے، بیعانہ کہ
بھیج دی ہے جہاز کو سائی
(خدا حافظ، ب ا، ۵۴)

سائی[۲] (ف): سا، مصدر سائیدن (= رگڑنا، گھسنا) سے فعل امر + ئی (لاحقۂ تانیث): مرکبات میں مستعمل اور کلمۂ سابق سے مل کر اسم کیفیت کے معنی دیتا ہے
(رک جبیں سائی)

سایہ (ف) مذکر
: چھاؤں، دھوپ کی ضد
سایہ دیا شجر کو پرواز دی ہوا کو
(جگنو، ب د، ۸۴)

: پرچھائیں، پرتو کہ
اور نور نگہ پرستش تھا سایا تیرا
(فریاد امت، ب ا، ۱۵۳)

سایہ دار (ف ف) صفت، سایہ + دار، مصدر داشتن (= رکھنا) سے فعل امر: گھنے پتوں کا جس کی چھاؤں میں لوگ بیٹھے اٹھتے ہیں کہ

ف۵ - اس مطلب کی مزید وضاحت کے لیے میرا ایک شعر ہے
الفت کی حد ہے یہ کہ وفا کا لحاظ و پاس
حضرت ہمارے پاس ہیں سایہ خدا کے پاس

اور پیپل کے سایہ دار درخت

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

: مراد وہ قوم و ملت جس کے سائے میں لوگ بیٹھیں، مراد قوم ہے۔

رخصت ہوئے ترے شجرِ سایہ دار سے

(پیوستہ رہ، ب د، ۲۴۸)

سَب (ار): تمام، کُل، مراد سارا بیان ہے۔

مکھی نے کہا خیر یہ سب ٹھیک ہے لیکن

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

سب آشنا ہیں یہاں ایک میں ہوں بیگانہ: میں سب کی حقیقت سے واقف ہوں کہ وہ انسان اور اشرف المخلوقات ہیں مگر مجھ سے کوئی واقف نہیں یعنی جو رموزِ عشق میرے دل میں پنہاں ہیں انھیں کوئی نہیں جانتا

(۲۸، ب ج، ۵۱)

سب سے جدا سب کا رفیق: سب سے جدا اس لحاظ سے ہے کہ ہر وقت وہ کام کرتا ہے جو اللہ کی محبت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو اور سب کا رفیق اس لحاظ سے ہے کہ سب کو اللہ کا بندہ سمجھ کر اپنی ذات سے فائدہ پہنچاتا ہے۔

شمعِ محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق

(مردِ بزرگ، ض ک، ۱۲۹)

سَبَب (ع) مذکر

: وجہ، ذریعہ ہے۔

حسن کامل ہی نہ ہو اس بے حجابی کا سبب

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

: وجہ سے ہے۔

فرمایا شکایت وہ محبت کے سبب تھی

(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

سُبحانَ رَبِّیَ الأعلیٰ: "میرا پالنے والا تمام عیوب و نقائص سے مبرا اور سب سے بلند مرتبہ ہے"، یہ فقرہ سجدے میں پڑھا جاتا ہے اس سے سجدہ مراد ہے۔

مقام ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ

(ذکر و فکر، ض ک، ۲۳)

سَبز (ف) صفت: ہرا، ہرے رنگ کا۔

سبز پوش (صفت) سبز + پوش (رک): سبز لباس پہننے والے یعنی درخت اور پودے ہے۔

کہسار کے سبز پوش خاموش

(ایک شام، ب د، ۱۲۸)

سَبزہ (ف) مذکر: ہری بھری گھاس، سرسبز مقام جہاں نباتات ہوں ہے۔

سبزۂ کوہ ہے مخمل کا بچھونا جو کو

(ابرِ کہسار، ب د، ۲۷)

سبزہ وار (ف ف) متعلق فعل: سبزہ + وار (= طرح، مثل): کھیتی یا گھاس وغیرہ کی طرح نباتات کے ساتھ ہے۔

تیری کشتِ فکر سے اگتے ہیں عالم سبزہ وار

(مرزا غالب، ب د، ۳۶)

سَبَق (ع) مذکر: تعلیم دینے اور سکھانے کا عمل، درس ہے۔

اس چمن کو سبق آئینِ نمو کا دے کر

(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

سَبَق اَندوز (– ف) صفت، سبق + اندوز (رک): سبق لینے والا، عبرت حاصل کرنے والا ہے۔

شاخِ بریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تو

(پیوستہ رہ، ب د، ۲۴۹)

سَبَق آموز (– ف) صفت، سبق + آموز، مصدر آموختن (= سیکھنا) سے فعل امر: درس لینے والا، کوئی نئی بات یا مضمون سیکھنے والا ہے۔

سبق آموز تابانی ہوں انجم جس کے جوہر سے

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

سَبَق پھر پڑھ: پھر از سرِ نو ان تعلیماتِ اسلامی کو دوہرا، یعنی اپنے عمل سے ان محاسن کا نمونہ پیش کر ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

سُبُک (ف) صفت

: ہلکا، دلکشی کا باعث ہے۔

ہو سُبک چشمِ مسافر پہ ترا منظر مدام

(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

سُبُک رَفتار (– ف) صفت، سبک + رفتار (رک): نرم

اُور تیز چال سے چلنے والا، سریع السّیر ۔

چشمِ باطن کی نظر بھی کیا سبک رفتار ہے

(نالۂ یتیم، ب ۱، ۳۱)

: نرم اُور تیز (رفتار)

سُبک رَوی (ـ ف ف) مونث، سبک + رَو، مصدر رفتن (= چلنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) : نرم اُور تیز رفتار ۔

سبک روی میں ہے مثلِ نگاہ یہ کشتی

(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)

سُبک سَیر (ـ ع) صفت، سُبک + سَیر (رک) : تیز رفتار ۔

تند و سُبک سَیر ہے گرچہ زمانے کی رَو

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۴)

سُبک گامِ عَمَل (ف ف ع) صفت، سُبک (= نرم) + گام (رک) + اضافت + عمل (رک) : راہِ عمل میں تیز رفتاری سے چلنے والا ۔

عشق فرسودہ قاصد سے سُبک گامِ عمل

(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

سُبُو (ف) مذکر

: گھڑا، مٹکا، ٹھلیا (پھول کی پیالی کا سبو سے استعارہ کیا ہے ۔

تری نگاہوں میں ہے تبسّم شکستہ ہونا مرے سبو کا

(غزلیات، ب د، ۱۳۷)

: شراب ۔

سکھایا اس نے مجھ کو مست بے جام و سبو رہنا

(تصویرِ درد، ب د، ۵۰)

سُبُوچہ (ـ ف) مذکر، سبو (رک) + چہ (لاحقۂ تصغیر) : چھوٹی سی ٹھلیا، شراب بھرنے کا چھوٹا سا ظرف، اپنی غزل اُور اپنی تبلیغ کو ازراہ انکسار سبوچہ سے تشبیہ دی ہے ۔

مرا سبوچہ غنیمت ہے اس زمانے میں

(۹، ب ج، ۱۲۰)

سَبھا (ار) مونث، جلسہ، نیز انجمن ۔

پر دھان ہو سبھا کی بنسی کی دھرم پتنی

(ب ۱، ۲۶۸)

سبھی (ار) : سب ہی ۔

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

(شکوہ، ب د، ۱۹۵)

سبھی کچھ (ار ار) روزمرّہ : ایک ایک بات ۔

ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ کیا ہوا کیونکر ہوا

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

سِپاس (ف) مذکر : شکر گزاری ۔

سپاس شرطِ ادب ہے ورنہ کرم ترا ہے ستم سے بڑھ کر

(غزلیات، ب د، ۱۳۰)

: زبان و دل اُور قلم کے ہر فعل کو ممدوح سمجھنے کا عمل، مراداً تعریف، منقبت، مدح و ثنا

(سپاسِ جنابِ امیر، ب ۱، ۱۹۲)

سِپاہ (ف) مونث : فوج (رک انجم سپاہ)

سِپاہی (ف ف) مذکر، سپاہ (فوج) + ی (لاحقۂ نسبت) : فوج کا ہر فرد، فوج کا جوان ۔

مسلم سپاہیوں کے ذخیرے ہوئے تمام

(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۹)

سِپَر (ف) مونث

: گینڈے کی کھال وغیرہ سے بنا ہوا گول محدب آلۂ جنگ جس پر تلوار وغیرہ کا وار روکتے ہیں، ڈھال، پھری ۔

یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر

(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۴)

: رک راہ سپر۔

سُپُردِ قلم (ف ع) صفت، سپرد (= کسی کے قبضے میں دیا ہوا، سونپا ہوا) + قلم (وغیرہ جس سے لکھتے ہیں، خامہ، کلک) ۔

سپردِ قلم کیے گئے (ـ ار) : لکھے گئے۔

(ابلیس، ب ج، ۲۲)

سِپَند (ف) مذکر، اسفند کا دانہ جو آگ پر ڈالنے سے چٹختا ہے اُور حرارت پانے سے پہلے اس کی آواز اسی میں بند رہتی ہے ۔

ایک فریاد ہے مانند سپند اپنی بساط
(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

سپند آسا (ـ ف) سپند + آسا (رک): اسپند کے دانے کی طرح ۔
سپند آسا گرہ میں باندھ رکھی ہے صدا تو نے
(تصویر درد، ب د، ۷۳)

سپنوزا: رک مقصود جس کے تحت یہ درج ہے
(سپنوزا، ض ک، ۶۸)

سپہ (ف) مونث
: سپاہ (رک) کی تخفیف ۔
یہ سپہ کی تیغ بازی وہ نظر کی تیغ بازی
(۱۳، ب ج، ۱۷)
: جماعت، ملت، مسلمانوں کا گروہ ۔
میں نے اے میر سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
(توحید، ض ک، ۲۵)

سپہ سالار (ـ ف) مذکر، سپہ + سالار (= سردار): فوج کا سردار ۔
تم بھی اک فوج ہلالی کے سپہ سالار ہو
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۷)

سپہر (ف) مذکر: آسمان ۔
پا چکا فرصت درود فصل انجم سے سپہر
(نمود صبح، ب د، ۱۵۳)

سپید (ف) صفت، چٹا، گورا ۔
تنگ ہے تیرے لیے سرخ و سپید و کبود
(اہل ہنر سے، ض ک، ۱۱۲)

ست (ہ) مذکر: سچ، سچائی ۔
جان جاتے ہاتھ سے جاتے نہ ست
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

ستارگاں: ستارہ (رک) کی جمع ۔
ستارگان فضا ہائے نیلگوں کی طرح
(خوب و زشت، ض ک، ۷۹)

ستاروں: ستارہ (رک) کی جمع ۔

ستاروں پر کمند ڈالنا: بلند ارادہ اور ہمت عالی رکھنا ۔
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند
(خوشحال خاں کی وصیت، ب ج، ۱۵۴)

ستاروں سے آگے الخ: زندگی صرف زمین تک یا ان ستاروں تک جو نظر آتے ہیں محدود نہیں بلکہ موجودات اور کائنات کا ایک سلسلہ ہے جو کہیں ختم نہیں ہوتا۔ انسان کو ان سب دنیاؤں کے مسخر کرنے کا عزم رکھنا اور اس کی جد و جہد کرنا چاہیے ۔
ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
(۴۰، ب ج، ۶۱)

ستاروں کے جگر چاک ہونا: ستاروں کی حقیقت اور ان کے اندرونی رازوں کا علم حاصل ہونا ۔
ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک
(آواز غیب، ا ح، ۲۷)

ستارہ (ف) مذکر: رک تارا
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۵)
: طالع، قسمت (رک ستارہ بلندی پر ہونا)
: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے، جس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دنیا میں سکون ممکن نہیں اس کے ضمیر میں انقلاب اور تغیر شامل ہے، اور یہ ایسا قانون فطری ہے جس سے مفر نہیں۔ اس لیے ہمیں بھی اس قانون کی پابندی سے نہیں گھبرانا چاہیے ۔
(ب د، ۱۴۷)

ستارہ بلندی پر ہونا: تقدیر کھلنا، اچھے دن آنا، قسمت چمکنا ۔
بلندی پر ستارہ ہے شب تاریک ہجراں کا
(ب ا، ۳۸۲)

ستارہ بیں (ـ ف) مذکر: ستارہ + بیں (رک): نجومی، جوتشی، ستاروں کی گردش کے حساب سے حقائق کا (جو دراصل گمان ہوتے ہیں) پتا چلانے والا ۔
جس کی نمود دیکھی چشم ستارہ بیں نے
(سلیمیٰ، ب د، ۱۲۱)

ستارہ شناس (ـ ف) صفت، ستارہ + شناس

، مصدر شناختن (= پہچاننا) سے فعل امر؛ ستاروں کی رفتار پہچاننے والا، نجومی

(آگاہی، ض ک، ...)

ستارے (مذکر): ستارہ (رک کی جمع)۔

ستارے شام کے الخ: ترک جنھیں یونان کے لشکر کی آندھی نے اس طرح چھپا دیا تھا جیسے شام کے وقت تارے شفق کی سرخی میں چھپے ہوتے ہیں اور پھر شفق کے دور ہوتے ہی چمکنے لگتے ہیں ؎

ستارے شام کے خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

ستارے عشق کے (ف ع ا) مذکر، ستارے، ستارہ کی جمع) + عشق (رک) + کے (رک)، بطور استعارہ یا کنایہ وہ عشاق جو عشقِ الٰہی میں نمایاں مرتبہ رکھتے ہیں ؎

ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم

(التجائے مسافر، ب د، ۹۲)

ستارے کا پیغام: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک مختصر ایمائی نظم (یا قطعہ) کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کو دوسرے کے سہارے پر زندگی بسر نہیں کرنا چاہیے

(ب ج، ۱۴۶)

ستاں (ف) مصدر ستاندن (= لینا) سے فعل امر مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمہ سابق سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے ؎

اس تیغِ جاں ستاں کی نہیں ہے سپر کہیں

(اشکِ خون، ب ا، ۸۹)

ستم (ف) مذکر

: ظلم: مراد کافر آقا کا ظلم ؎

کسی کے عشق میں تو نے مزے ستم کے لیے

(بلالؓ، ب د، ۸۰)

: (ہمارے زاویۂ نگاہ سے) ناگوار بات، غضب کی بات ؎

قدرت کا عجیب یہ ستم ہے

(انسان، ب د، ۱۲۶)

ستمِ انقلاب (ــ ع) مذکر، ستم + اضافت + انقلاب (رک): گردشِ روزگار یا نیرنگیٔ زمانہ کا ظلم (کہ اس نے مغلیہ خاندان کے حکمرانوں کی وہ شان و شوکت ختم کر کے انھیں مقبروں میں دفن کر دیا) ؎

فسانۂ ستمِ انقلاب ہے یہ محل

(کنارِ راوی، ب د، ۱۵۰)

ستم پر آفریں کہنا: ظلم کے باوجود ظالم کے لیے دعا کرنا۔ اس جذبے کی طرف اشارہ ہے جو کربلا میں اپنا گھر بار اور اہل و عیال سب کچھ شہادت کے لیے پیش کر دینے کے موقع پر امام حسین علیہ السّلام کے دل میں کارفرما تھا، یعنی خوشنودیٔ باری تعالیٰ کا جذبہ (رک کربلا) اس مصرع میں کسی کا مرجع ظالم یزید ہے) ؎

کبھی کسی کو ستم پر بھی آفریں کہتے

(سرگزشتِ آدم، ب ا، ۲۳۵)

ستم کش (ــ ف ع) ستم + کش، مصدر کشیدن (= کھینچنا، جھیلنا) سے فعل امر: تکلیفت میں مبتلا ؎

ستم کش تپش نا تمام کرتے ہیں

(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

ستم گر (ــ ف) صفت: ظالم، (ہمارے نقطۂ نگاہ سے) ایسا سلوک کرنے والا جو ناگوار گزرے ؎

اس ستم گر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

ستم ہے شوق کی الخ: یعنی ظلم و ستم آتشِ عشق کو اس طرح بڑھا دیتا ہے جس طرح ہوا شعلے کو تیز کر دیتی ہے ؎

ستم ہے شوق کی آتش کو مثلِ موج ہوا

(بلالؓ، ب ا، ۳۲۴)

ستون (ف) مذکر: پیلپایہ، رکن، کھمبا ؎

تیری بنا پائدار تیرے ستون بے شمار

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۲)

ستیز / ستیزہ (ف) مونث: لڑائی جھگڑا، جنگ، جہاد ؎

کھینچ کر خنجر کرن کا پھر ہو سرگرمِ ستیز

(نوید صبح، ب د، ۲۱۲)

ستیزہ کار (ــ ف) صفت، ستیزہ + کار (رک)

لڑنے جھگڑنے والا ؏

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

ستیزہ گاہ (ــ ف) مونث، ستیزہ + گاہ (رک) : میدان جنگ ؏

ستیزہ گاہ جہاں نئی نہ حریف پنجہ فگن نئے

(میں اور تو، ب د، ۲۵۳)

سٹلمنٹ آفس : معنی ظاہر ہیں (انگریزی تلفظ میں پڑھا جائے تو شعر کا وزن ٹوٹ جائے گا۔ اسے "فاعلاتن فا" کے وزن پر اس طرح پڑھنا چاہیے "سٹل من" فاعلا کے وزن پر "ٹا" تن کے وزن پر "فس" فا کے وزن پر۔ پورے مصرع کا وزن یہ ہے "فاعلاتن فاعلاتن فاعلان" جو بعض مصرعوں میں فاعلن ہو گیا ہے)

(پنجۂ فولاد، ب ا، ۱۵۹)

سٹیج (انگ) مذکر : جلسے وغیرہ میں وہ اونچی جگہ جہاں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر تقریر وغیرہ کرتے ہیں ؏

پنجابی گھر میں لے لیے ارشد سٹیج پر

(ب ا، ۴۶۶)

سجّادہ (ع) مذکر : صوفیوں اور پیروں کی مسند

اہل سجّادہ ہیں یا اہل سیاست ہیں امام

(خواجگی، ض ک، ۱۴۳)

سجّادہ و عمامہ رہزن (ــ ف ع ف) مذکر، سجّادہ + و (عطف) + عمامہ (= علماء کی پگڑی) + رہزن (رک) : یعنی صوفیوں اور عالموں نے مل کر اس طرح رہزنی کی کہ قوم سے بے وفائی کر کے روسیوں سے مل گئے اور باشندگان ترکستان کو مصیبتوں میں مبتلا کر دیا ؏

کہیں سجّادہ و عمامہ رہزن

(تاتاری کا خواب، ب ج، ۱۵۵)

سجانا (ار) آراستہ کرنا، سجاوٹ کا سامان لگانا

دیواروں کو آئینوں سے ہے میں نے سجایا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

سجدہ (ع) مذکر

: خدا کے سامنے مقررہ طریقے سے سر جھکانے اور ماتھا زمین پر یا مصلے وغیرہ پر رکھنے کی صورتِ حال، عبادت اور ذکر ؏

پیام سجدے کا یہ زیر و بم ہوا مجھ کو

(کنارِ راوی، ب د، ۹۴)

: مراد نماز با جماعت، جامع قرطبہ کی جماعت جس میں ہزارہا سرفروش مسلمان شرکت کرتے تھے (جہاں اقبال نے یہ نظم کہی جس کا ایک مصرع یہ ہے) ؏

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی

(۱۳، ب ج، ۳۶)

سجدہ ریز (ــ ف) صفت، سجدہ + ریز، مصدر ریختن (= گرانا، بکھیرنا) : سجدہ ادا کرنے والا ؏

عین مے نوشی میں پیشانی ہے تیری سجدہ ریز

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

سجدہ کرتی ہے : اعتراف عظمت سے سر جھکاتی ہے ؏

سجدہ کرتی ہے سحر جس کو وہ ہے آج کی رات

(شب معراج، ب د، ۲۴۹)

سجدے : سجدہ (رک) کی جمع

سجدے تڑپنا (ــ ار) : سجدوں کا ادا ہونے کے لیے بے چین ہونا (مراد سجدۂ تعظیمی جیسا کہ فرشتوں نے حضرت آدم کو کیا تھا کیونکہ حضوری کے موقع پر تعظیماً وہی ادا کیا جاتا ہے، رہا سجدۂ واجب تو اس کا ادا کرنا ہر حال میں واجب و لازم ہے چاہے حضوری ہو یا غیبت) (مزید وضاحت کے لیے دیکھیے حقیقتِ منتظر، لباس مجاز اور جبین نیاز) ؏

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

(غزلیات، ب د، ۲۸۰)

سجود (ع) مذکر

: سجدہ (رک) کرنا ؏

پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۴)

: سر جھکانے کی صورتِ حال، غلامی ؏

ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدر میں سجود

(پہلا سیپارہ، ا ج، ۹۶)

سچ (ا ر) مذکر: حق بات، ٹھیک ٹھیک، حقیقت کے مطابق ۔

سچ کہہ دوں اے برہمن گر تو برا نہ مانے

(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

سچی (ا ر) صفت: جو سچ ہو، ٹھیک ہو، حقیقت پر مبنی ہو ۔

بات سچی ہے بے مزہ لگتی

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۴۳)

سحاب (ع) مذکر: بادل ۔

اشک بھی رکھتا ہے دامن میں سحابِ زندگی

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۵)

سحر (ع) مونث: صبح کا وقت ۔

گاتا جو ہے شب کو تو سحر کو ہے تلاوت

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

سحر خند (- ف) صفت، سحر + خند، مصدر خندیدن (= ہنسنا) سے فعلِ امر: صبح کی طرح مسکرانے والی (جس کی طبیعت پر جنگ بار نہیں ہوتی بلکہ مسکراتی رہتی ہے، تلوار کے جوہر کے لیے خوب استعارہ ہے) ۔

دلبند ارجمند سحر خند سیم ناب

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۸)

سحر خیز (- ف) صفت، سحر + خیز (رک): صبح سویرے اٹھنے کی عادت رکھنے والا، ہمہ دم بولنے یا چہکنے والا ۔

بہتر ہے کہ خاموش رہے مرغِ سحر خیز

(شعرِ عجم، ض ک، ۱۲۸)

سحر خیزی (- ف ف) مونث، سحر خیز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)

نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی

(۱۷، ب ج، ۴۰۱)

سحر کا آسماں (- ا ر ف): ایسا آسمان جس پر صبح کا نور پھیلا ہوا ہے، مراد عاشقانِ رسولؐ یا اسلام ۔

ہے سحر کا آسماں خورشید سے مینا بدوش

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)

سحر کی اذاں ہو گئی اب تو جاگ: کنایۃً غفلت کی تاریکی میں رہنے کے دن ختم ہوئے اب ترقی کی صبح ہونے والی ہے

(پنجاب کے دہقان سے، ب ج، ۱۵۲)

سحر کے نور سے آئینہ پوش: صبح کی روشنی یعنی نورِ اسلام سے آئینے کا لباس پہنے ہوئے، نورِ اسلام سے منور ۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۲۰۴)

سحرگاہی (- ف ف) صفت، سحر + گاہ (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): صبح کے وقت کا ۔

سکوتِ شام سے تا نغمۂ سحرگاہی

(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

سحر نما (- ف) صفت، سحر + نما، مصدر نمودن (= دکھانا) سے فعلِ امر: صبح کا دکھانے والا، یہ ظاہر کرنے والا کہ صبح ہو گئی ہے ۔

روزن ہی جھونپڑی کا مجھ کو سحر نما ہو

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

سحری (ع ف) صفت، سحر (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): صبح کا، صبح کے وقت کا ۔

وہی گریۂ سحری رہا وہی آہِ نیم شبی رہی

(غزلیات، ب د، ۲۸۱)

سِحر (ع) مذکر: جادو ۔

الٰہی سحر ہے پیرانِ خرقہ پوش میں کیا

(غزلیات، ب د، ۱۲۹)

سحرِ قدیم (- ع) مذکر، سحر + قدیم (= پرانا): جادو جس کا قدیم زمانے میں بہت رواج تھا ۔

تازہ پھر دانشِ حاضر نے کیا سحرِ قدیم

(۲۱، ب ج، ۶۰)

سخا (ع) مونث، سخاوت، بخشش ۔

ہم تجھے ابرِ سخا، بحرِ عطا کہتے کہ ہیں

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۲)

سخاوت (ع) مونث: بخشش، مال و دولت عطا کرنے کی صورتِ حال ۔

مل کے اک دریا سخاوت کا بہانا چاہیے

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۰)

سَخْت (ف) صفت:
۱: نہایت، بہت (ذیل کے مصرع میں دوسرا سخت) ؎
سخت ہے میری مصیبت سخت گھبرایا ہوں میں
(برگِ گل، ب ا، ۱۰۵)
۲: جس کا تحمل دشوار یا مشکل ہو (مذکورہ بالا مصرع میں پہلا سخت)

سَخْت جان (ـ ف) صفت، سخت + جان (رک)
۱: کمال جفا کش، حصولِ مقصد کی کوشش میں اپنی جان کو جان نہ سمجھنے والا ؎
عشق بلاخیز کا قافلۂ سخت جاں
(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۹)
۲: جس کی جان مشکل سے نکلے ؎
سخت جاں شرمندۂ ذوقِ شہادت کیوں نہ ہوں
(ب ا، ۹۹)

سَخْت کوش (ـ ف) صفت، سخت + کوش، مصدر کوشیدن (= کوشش کرنا) سے فعل امر: بہت محنتی ؎
کفارِ ہند کے ہیں تجارت میں سخت کوش
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۷)
۲: جیوٹ، مشکل مہم انجام دینے والا، بہادر ؎
خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش
(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۷)

سَخْت کوشی (ـ ف) مونث: سخت کوش (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): سخت محنت و جانفشانی ؎
سخت کوشی سے ہے تلخِ زندگانی انگبیں
(نصیحت، ب ج، ۱۲۱)

سَخْتی (ف ف) مونث، سُخت (= کڑا، مضبوط، جو توڑے نہ ٹوٹے) + ی (لاحقۂ کیفیت) ؎
مری اکسیر نے شیشے کو بخشی سختیِ خارا
(ا، ب ج، ۳۵)
۲: دباؤ اور تشدد سے روک تھام یا ممانعت، (دل کو) برائیوں سے روکنے میں شدت برتنے کا عمل ؎
سختیاں کرتا ہوں دل پر غیر سے غافل ہوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

سُخُن (ف) مذکر: بات (رک ہم سخن وغیرہ)
۲: نثر و نظم، شعر و شاعری (رک سخنداں وغیرہ)

سُخُنِ خوب: مثنوی "عقدِ گوہر" کی تاریخ ہے جو اقبال نے کہی تھی۔ اُس قاعدے کے مطابق جو اس فرہنگ میں اعداد کی سرخی سے درج کیا گیا ہے، ان کلمات سے ۱۳۱۸ عدد نکلتے ہیں ؎
بہر تاریخِ اشاعت "سخنِ خوب" لکھا
(داغ، ب ا، ۳۸۳)

سُخُن داں (ـ ف) صفت، سخن + داں (رک): شعر کی اچھائی اور برائی کو جاننے والا، شعر سمجھنے والا ؎
ترے جینے کو کر ڈالا سخنداں بھی سخنور بھی
(ب ا، ۳۹۶)

سُخُن دانان (ـ ف ف) صفت، سخن + داں، مصدر دانستن (= جاننا) سے فعل امر + ان (لاحقۂ جمع): شعرا ؎
نورِ معنی سے دل افروزِ سخندانان ہے تو
(مرزا غالب، ب ا، ۲۸۲)

سُخُن رس (ـ ف) صفت، سخن + رس، مصدر رسیدن (= پہنچنا) سے فعل امر: شعر کو سمجھنے والا اور اس کی تہ تک پہنچنے والا ؎
سنا ہے میں نے سخن رس ہے ترکِ عثمانی
(۶۱، ب ج، ۷۹)

سُخُن ساز (ـ ف) صفت، سخن + ساز (رک): باتیں بنانے والا، باتونی ؎
پر کار و سخن ساز ہے نمناک نہیں ہے
(۱۰، ب ج، ۳۳)

سُخُن سازی (ـ ف ف) مونث، سخن + ساز (رک ۲) + ی (لاحقۂ کیفیت): باتیں بنانا ؎
اور آتا بھی نہیں مجھ کو سخن سازی کا فن
(خانقاہ، ب ج، ۱۶۱)

سُخُن گُستَر (ـ ف) صفت، سخن + گستر، مصدر گستردن (= بچھانا، پھیلانا) سے فعل امر: بات کرنے والا، مخاطب، گویا ؎
میں شہیدِ جستجو تھا یوں سخن گستر ہوا

(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۶)

سُخَن وَر/سُخنوَر (- ف) صفت سخن + ور (لاحقۂ صفتِ فاعلی)
: شعر کہنے والا، شاعر ؎
ترے جیسے کر کرڈالا سخنداں بھی سخنور بھی
(ب ا، ۳۹۶)

سُخَن وَری/سُخنوَری (- ف ف) مونث سخن + ور (لاحقۂ صفتِ فاعلی) + ی (لاحقۂ کیفیت) : شعر و شاعری ؎
خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخنوری
(شاعر، ب در، ۲۱۱)

سَدّ رَہ (ع ف) صفت، سد (= رکاوٹ) + اضافت + رہ (رک) : راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے والی ؎
سدرہ گرچہ تھی صعوبت راہ
(ب ا، ۴۴۹)

سَدّ رَہ آشنا (ع ف) صفت (رک طائر سدرہ آشنا)

سَر (ف) مذکر: کھوپڑی ؎
سر آپ کا اللہ نے کلغی سے سجایا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)
: پہاڑ کی چوٹی ؎
سر فاراں پہ کیا دین کو کامل تو نے
(شکوہ، ب د، ۱۶۸)
: اوپر، پر ؎
تحریر کر دیا سرِ دیوان ہست و بود
(شمع، ب د، ۴۹)
: فکر، نیز پرواہ ؎
اسے ہے سودائے پختہ کاری مجھے سر پیرہن نہیں ہے
(غزلیات، ب د، ۱۳۵)
: کنارہ ؎
پاک ہے گرد وطن سے سرِ داماں تیرا
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۵)
: میل، رغبت، توجہ (رک سردکار)
: اسباب (رک سرو سامان)

سَراپا (ف ف ف) متعلق فعل، سر + ا (لاحقۂ اتصال) + پا (= پاؤں) : سر سے پاؤں تک، مجسم ؎
اس چمن میں ہیں سراپا سوز و سازِ آرزو
(گل رنگیں، ب د، ۴۴)

سَراپا نَماز : شمع (موم بتی) کے پگھل کر بہنے کا دنو سے استعارہ ہے۔ اس کے قیام کو اور پگھلے ہوئے موم سے رکوع میں جھکنے کی شکل پیدا ہونے کو نماز سے تشبیہ دی ہے ؎
کیا دنو ہے یہ کہ سراپا نماز ہے
(شمع، ب ا، ۲۹)

سَرافگندگی (- ف ف) مونث، سر + افگند، مصدر افگندن (= ڈالنا) سے فعل ماضی (= حالیۂ تمام) + گی (لاحقۂ کیفیت)
: سر ڈالے رہنے کی کیفیت ؎
فتادگی و سرافگندگی تری معراج
(امتحان، ض ک، ۸۲)

سَربالیں (- ف) ظرف، سرھانے، تکیے کے نیچے ؎
سر بالیں لباس طفلی ہے
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۸)

سَر باندھنا (ار) : کسی کے سر پر رکھنا یا پہننا (مشہور محاورے "سر ہے" یا "سر رہا" سے ماخوذ، جائز، فصیح) ؎
برف نے باندھی ہے دستارِ فضیلت تیرے سر
(ہمالہ، ب د، ۲۶)

سَربَستَہ (- ف) صفت، سر + بستہ، مصدر بستن (= بندھا ہونا، باندھنا) سے حالیۂ تمام : مخفی، چھپا ہوا ؎
راز سربستہ تھا سفر میرا
(سیرِ فلک، ب د، ۱۷۵)

سَربُلَندی (- ف ف) مونث، سر + بلند (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : سر ابھارنے یا اونچا کرنے کی کیفیت ؎
کہ وہ سربلندی ہے یہ سربزیری
(دین و سیاست، ب ج، ۱۱۸)

سَر بہ خاک : سر پر خاک ڈالے ہوئے ؎
تو آج سر بہ خاک ہو سیارۂ زمیں
(اشک خوں، ب ا، ۸۲)

سَر بہ زانو (- ف ف) صفت، سر + بہ (رک) + زانو (= گھٹنا

ران) : زانو پر سر رکھے ہوئے، فکر و غور میں مشغول گ
مثل جس سے سر بزانو ہے وہ مدت ان کی ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۲)

سر بہ زیری (- ف ف ف) مونث، سر + بہ (= طرف، جانب) + زیر (= نیچے) + ی (لاحقۂ کیفیت): سر جھکانے یا سجدے میں گرنے کی کیفیت گ
کہ وہ سربلندی ہے یہ سربزیری
(دین و سیاست، ب ج، ۱۸۱)

سر بہ سجدہ (- ف ع) صفت، سر + بہ (= میں) + سجدہ (رک): سجدے میں سر جھکانے والا گ
جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
(غزلیات، ب د، ۲۸۱)

سر بکف (- ف ف) صفت، سر + بہ (= پر) + کف (= ہتھیلی): ہتھیلی پر سر رکھے ہوئے، مارنے مرنے پر تیار گ
سر بکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لیے
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

سر بہ گریباں ہونا (ار): گریبان میں سر ڈال کر بیٹھے رہنا۔ فکر اندیشے یا تصور میں محو رہنا گ
یہ سکھاتا ہے ہمیں سر بہ گریباں ہونا
(جلوۂ حسن، ب د، ۱۲۷)

سر پٹکنا: رک سر کو پٹکنا گ
ادھر سر حبابوں نے ساحل سے پٹکے
(ہم بحر میں گے دامن، ب ا، ۹۳)

سر پر (پہ) (- ار): اوپر گ
کوہ کے سر پر مثال پاسباں استادہ ہے
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۴۹)

سر پر (پہ) آجانا (ار): یکایک نازل ہونا، ایک دم سے آپڑنا گ
سر پہ آجاتی ہے جب کوئی مصیبت ناگہاں
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۴)

لہ صحیح یائے مجہول سے ہے مگر اردو میں معروف سے فصیح ہے۔

: قریب آنا گ
کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی
(ہمدردی، ب د، ۳۵)

سر پہ (پہ) کھڑے ہونا (ار) (کسی کے) قریب جانا اور ٹھہرنا گ
سر پہ سبزے کے کھڑے ہو کے کہا قُم میں نے
(ابر کوہسار، ب د، ۲۸)

سر تاج (- ع) مذکر، سر + تاج (رک): آقا، مالک گ
لاکھ سرتاجِ سخن ناظم شروان[۲] ہو گا
(ب ا، ۳۸۷)

سر تسلیم خم ہے (- ع ف از) سر + اضافت + تسلیم (= رضامندی) + خم (= جھکا ہوا) + ہے: راضی بہ رضا ہوں، جو آپ کی مرضی ہو میں اسی میں خوش ہوں گ
خم ہے سرِ تسلیم مرا آپ کے آگے
(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

سر چڑھا جانا (ار): گستاخ ہونا، نڈر ہونا، احسان جتانا گ
سر چڑھا جاتا ہے میرے چھوٹ کر چھالا مرا
(ب ا، ۵۷۴)

سر خار (- ف) مذکر: کانٹے کی نوک گ
کرتا ہوں سرِ خار کو سوزن کی طرح تیز
(قطعہ، ب ج، ۱۷۰)

سر خاکِ شہیدے برگ ہائے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہال ملت ما سازگار آمد
: میں اس شہید کی خاک پر لالے کے پھول چڑھاتا ہوں جس کے خون نے ہماری ملت کے درخت کو سرسبز کر دیا (حسین ابن علی کے خون کی طرف اشارہ ہے جس نے مرد مسلم کو حق طلبی کے لیے جان دینا سکھا دیا)
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۶)

سر خوش (- ف) صفت: مست، خوشحال، مسرور گ
ہمیشہ سرخوش جام ولا ہے دل تیرا
(حضور رسالتمآب میں، ب د، ۱۹۷)

۲ہ فارسی کا مشہور شاعر خاقانی جو شروان کا باشندہ تھا۔

سرِ دامن چاک ہونا: کنایۃً دل میں عشقِ خدا و رسول ہونا ہے
ان کا سرِ دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے
(۱۰، ب ج، ۳۳)

سرِ دوش (ـ ف) متعلق فعل، سر + دوش (= شانہ، کاندھا): کاندھے پر ہے
میں تو اس بارِ امانت کو اٹھاتا سرِ دوش
(سر اکبر حیدری، ا ج، ۴۸)

سرِ راہ (ـ ف) متعلق فعل، سر + راہ (= راستہ): راستے میں آتے جاتے ہے
اک دن جو سرِ راہ ملے حضرتِ زاہد
(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

سرِ رہ گزار / رہگزار (ـ ف ف)، سر + رہ گزار (رک): راستے کے کنارے پر، لوگوں کی گزرگاہ میں ہے
کہیں سرِ رہگزار بیٹھا ستم کشِ انتظار ہوگا
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۴)

سرزمین (ف) مونث، سر + زمین، علاقہ ہے
پسند کی کبھی یوناں کی سرزمیں میں نے
(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۲)

سرسبز (ـ ف)، پُر بہار، ہرا بھرا ہے
تجھ سے سرسبز ہوئے میری امیدوں کے نہال
(حسن و عشق، ب د، ۱۱۶)

سرشار (ـ ف) صفت: مست، بیخود، دُھت (رک سرشار) ہے
ہو شرابِ حبِ قومی میں اگر سرشار تو
(سید کی لوحِ تربت، ب ا، ۴۷)

سرِ شام (ف) متعلق فعل، سر + شام (= سورج ڈوبنے کا وقت): شام کے وقت، غروب کے وقت ہے
سرِ شام ایک مرغِ نغمہ پیرا
(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۹۲)

سرفرازی (ـ ف ف) مونث، سر + فراز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): سربلند ہونے کی صورت حال، سربلندی، عزت اور کامرانی ہے
سرفرازی چاہیے بدلہ مری افتاد کا
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۲)

سرِ فلک: صاحبِ باقیات نے بلا حوالہ یہ لکھا ہے کہ اس نظم کے دوسرے بند کا پانچواں شعر یہ تھا جو بانگِ درا میں شامل نہیں کیا گیا ہے
ظلمت افزا تھا اس قدر وہ مقام
چاند چھپے وہاں تو ہو بے ہوش
(ب ا، ۳۶۰)

سر کرنا (ـ ار): فتح کرنا ہے
شہرِ قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے
(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

سرکش (ـ ف) صفت، سر + کش، مصدر کشیدن (= کھینچنا) سے فعل امر: انحراف کرنے والا، مقابلے پر سینہ تان کر آنے والا، نڈر ہے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

سرکشی باہر کہ کرد ی رام او باید شدن
شعلہ ساں از ہر کجا برخاستی انجا نشیں
جس سے تو نے سرکشی کی ہے (یعنی اللہ و رسولؐ) اس کا مطیع ہو جانا چاہیے (اور) شعلے کی طرح تو جس جگہ سے اٹھا ہے وہیں بیٹھ جا (شعلہ جس لکڑی وغیرہ سے اٹھتا ہے بجھتے وقت اسی میں بیٹھ جاتا ہے)
(تضمین بر شعرِ ابوطالب کلیم، ب د، ۲۲۱)

سر کو پٹکنا (ـ ار ار): ٹکرانا، تیزی کے ساتھ حائل دماغ (کنارے) سے متصادم ہونا ہے
جوش میں سر کو پٹکتی ہوں کبھی ساحل سے
(موجِ دریا، ب د، ۶۲)

سر کے بل: سر کے سہارے، سر کو زمین پر رکھ کر، یعنی نہایت ادب سے ہے
خورشید بھی گیا تو وہاں سر کے بل گیا
(مدینے کی خاک، ب ا، ۲۷۰)

سرگرداں (ف) صفت: جس کا سر گھومتا ہو، حیران و پریشان ہے
زندگی کی رہ میں سرگرداں ہے تو حیراں ہوں میں
(چاند، ب د، ۷۱)

سَرگرم (ـ ف) صفت، سر + گرم (رک، مشغول، (کام میں) منہمک ؎

انسان کی ہر قوت سرگرم تقاضا ہے

(انسان، ب د، ۱۷۹)

سَرگُزشت (ـ ف) مونث، سر + گزشت، مصدر گزشتن (گزرنا) سے فعل ماضی، گزرا ہوا حال، واقعہ، ماجرا، حادثہ (سرگزشت آدم، ب د ۱۸۱) نیز ؎

سرگزشت جہاں کا سرِّ خفی

(مکافات عمل، ب ا ۲۲۰۱)

سَرگُزشتِ آدم : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ۱۹۰۴ میں لکھی تھی اور ماہنامہ مخزن لاہور کے شمارہ ماہ ستمبر میں شائع ہوئی تھی۔ سرخی سے یہ خیال ہوتا ہے کہ انھوں نے اس نظم میں حضرت آدم علیہ السلام کے حالات نظم کیے ہوں گے مگر دراصل اس عنوان کے تحت حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد کے تمام اہم حالات نظم کیے ہیں۔ بنابریں یہ نظم تلمیحات کا ایک دفتر بن گئی ہے

(ب د، ۸۱)

: یہ نظم اول مخزن (ستمبر ۱۹۰۴ء) میں شائع ہوئی تھی، اور اس میں دس شعر بانگ درا سے زیادہ تھے۔ یہ اشعار باقیات اقبال میں درج ہیں

(سرگزشت آدم، ب ا، ۳۳۵)

سَرگراں (ـ ف) صفت، سر + گراں (= بھاری) : ناراض، خفا ؎

سرگراں سی اب شعاع مہر تاباں تجھ سے ہے

(گل پژمردہ، ب ا، ۲۰۳)

سَرگوشی (ـ ف ف) مونث، سر + گوشش (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : چپکے چپکے کان میں کوئی بات کہنے کا عمل، کانا پھوسی ؎

چاندنی کرتی ہے میناروں سے کیا سرگوشیاں

(گورستان شاہی، ب ا، ۳۵۵)

سرِمژگاں (ـ ف) مذکر : سر + اضافت + مژگاں (= پلک) : پلکوں کا کنارہ ؎

اشک بن کر سرِ مژگاں سے اٹک جاؤں گا

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

سَرمَست (ـ ف) صفت، سر + مست (= محبت یا اور کسی کیفیت کے جوش میں بیخود) : جو ہمہ وقت سراپا نشے میں مخمور اور بیخودی میں غرق رہے ؎

اے مئے غفلت کے سرمستو کہاں رہتے ہو تم

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۱)

سرمست کر جانا : مراد خودی کو جھنجوڑ دینا ؎

کر گیا سرمست مجھ کو ٹوٹ کر میرا سبو

(جبریل و ابلیس، ب ج، ۱۴۳۰)

سَرمَستی (ـ ف) مونث : سرمست (رک) کا اسم کیفیت ؎

خواب ہے غفلت ہے سرمستی ہے بیہوشی ہے یہ

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

سرِ موجِ نفس محمل باندھنا : اس کا مستعارلہٗ محبوب کا وہ جلوہ ہے جو ہر سانس لیتے ہیں عارف کو نظر آتا ہے ؎

حباب آسا سرِ موجِ نفس باندھا ہے محمل کو

(ب ا، ۴۴۷)

سر میں سودا ہونا (ا ر) دھن ہونا، کسی کام کا ہر وقت خیال اور اس کو انجام دینے کی فکر رہنا ؎

سر میں جز ہمدردیِ انساں کوئی سودا نہیں

(آفتاب صبح، ب د، ۴۹)

سَرنَوِشت (ـ ف) مونث، سر + نوشت، مصدر نوشتن (= لکھنا) سے فعل ماضی (= حاشیۂ تمام) : خط پیشانی ؎

تجھے کیا بتاؤں تری سرنوشت

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۹)

سَرنگوں (ـ ف) صفت، سر + نگوں (= اوندھا) : اوندھے منہ، سر کے بل، شرمندہ، خجل ؎

کون کر سکتا ہے اس نخل کہن کو سرنگوں

(ابلیس کی مجلس شوریٰ، ا ح، ۶)

سَروساماں (ـ ف ف) مذکر، سر (= اسباب) + ساماں (= چیز بست وغیرہ) (جس شعر میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ جتنی مادیت کم ہوگی اتنی ہی جلد وصال حقیقی کی منزل تک انسان پہنچ جائے گا) ؎

لاکھ سامان ہے اک بے سروساماں ہونا

(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۸)

سروکار (- ف ف) مذکر، سر + و (علطف) + کار (رک)
: واسطہ، تعلق ہے
تو خاک نشین انہیں گردوں سے سروکار

(ایک مکالمہ، ب د، ۲۱۹)

سَرے گردم تو ہم قانونِ پیشیں سازدہ ساقی

کہ خیلِ نغمہ پردازی قطار اندر قطار آمد

: اے ساقی (یعنی جذبۂ اسلامی) میں تجھ پر قربان ہو جاؤں (اب) تو بھی وہی پرانا (یعنی اگلے مجاہدوں کا) ساز چھیڑ کیونکہ (آج کے) نغمے سنانے والوں کی جماعت پرے باندھے کھڑی ہوئی ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۵۷)

سَر[2] (انگ) مذکر.
: ایک خطاب جو حکومت برطانیہ کے دور میں برصغیر کے پسندیدہ لوگوں کو (جو تعلیم یافتہ ہوتے تھے) حکومت کی طرف سے اعزاز کے طور پر دیا جاتا تھا

(اعلیٰحضرت نواب سرالم، ص ک، ۹)

سر اکبر حیدری صدرِ اعظم حیدر آباد دکن کے نام: یہ ارمغان حجاز میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ یہ نظم اقبال نے اس وقت کہی تھی جب یومِ اقبال کے موقع پر (ان کی وفات سے ۳ ماہ پہلے ۹ جنوری ۱۹۳۸ء کو) نظام دکن کے توشہ خانے سے جو صدر اعظم کے ماتحت تھا ایک ہزار روپے کا چیک بطور تواضع وصول ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں یہ لکھا تھا کہ یہ رقم اگرچہ شاہی توشہ خانے کی طرف سے بھیجی گئی ہے مگر اس کی منظوری میں میری (صدر اعظم کی) کوشش کو بڑا دخل ہے۔ علامہ کی غیرتِ فقر پر اس چیک نے اور اس کے ساتھ صدر اعظم کے خط نے تازیانے کا کام کیا۔ انھوں نے چیک واپس کیا اور یہ اشعار بھی کہے جو طنز سے بھرپور ہیں خصوصاً یہ

مصرع جو خط سے متعلق طنز ہے ہے
جب کہا اس نے یہ ہے میری خدائی کی زکات

(سر اکبر حیدری الخ، ا ح، ۴۸)

سر آغا خان، مذکر، سر (= انگریزوں کی طرف سے دیا ہوا خطاب) + آغا خان (اسم خاص): فرقۂ اسمٰعیلیہ کے مشہور مذہبی پیشوا کا نام جنھیں اسمٰعیلی خوجے امام حاضر خیال کرتے ہیں ہے
وفد ہندستان سے کرتے ہیں سر آغا خاں طلب

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

سِرّ (ع) مذکر: بھید ہے
کہ ہے یہ سترِ نہاں خانۂ ضمیر سروش

(قربِ سلطان، ب د، ۲۱۰)

سِرِّ آدم (- ع) مذکر: انسان کا بھید ہے
سترِ آدم سے مجھے آگاہ کر

(پیرومرید، ب ج، ۱۳۲)

سرِّ خفی (- ع) مذکر، سر + اضافت + خفی (= چھپا ہوا)
: پوشیدہ راز ہے
سرگزشت جہاں کا سترِ خفی

(مکافاتِ عمل، ب ا، ۲۲۰)

سرِّ مقامِ مرگ و عشق (- ع ف ف ع) مذکر، سر + اضافت + مقام (رک) + اضافت + مرگ (رک) + و (عطف) + عشق (رک): موت اور عشقِ رسولؐ کے مرتبے کی حقیقت ہے
کس سے کیا بیاں کروں سترِ مقام مرگ و عشق

(۱۶، ب ج، ۳۹)

سَرا (ف) مؤنث، گھر ہے
بیاباں ہماری سرا بن گئی

(ماتمِ پسر، ب ا، ۱۶۷)

سرا پردہ: (ف ف) مذکر: وہ قناتیں جو گھر کے چاروں طرف لگا دی جائیں، مراد اندرون خانہ

سرا پردۂ جاں: روح انسانی کے اندرون خانہ، روح کا باطن

سہ عربی میں بہ تشدید (سِرّ) ہے

(اس مصرع میں تطہیرِ باطن کی طرف اشارہ ہے ؎
ہے ستر سراپردہ و جاں نکتۂ معراج
(معراج، ض ک، ۱۷)

سَراب (ف) مونث نیز مذکر: ریتلی زمین جو چاند سورج کی چمک سے پانی کا دھوکا دیتی ہے، یہاں حکومت کی سیاسی چال اور فریب دہی مراد ہے ؎
اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۴)

سَراسَر (ف) متعلق فعل: "کلیتہً"، بالکل، ہر اعتبار سے ؎
ہے قید میں انسان کی راحت ہی سراسر
(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۵۰)

سُراغ (ف) مذکر: پتا، نشان ؎
اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
(۷، ب ج، ۳۱)

سَرافیل: رک اسرافیل ؎
جبریل و سرافیل کا صیاد ہے مومن
(مومن، ض ک، ۵۰)

سَراہنا (ار): تعریف کرنا ؎
ہر گھوڑے نے مجلس میں دلیلوں کو سراہا
(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۸)

سَربَن (ار) مذکر: ایبٹ آباد کے مشرق میں پہاڑ کی چوٹی کا نام جو تقریباً چھ ہزار دو سو تینتالیس فٹ بلند ہے ؎
سیاہ پوشش ہوا پھر پہاڑ سربن کا
(ابر، ب د، ۹۱)

سَرجَن (انگ) مذکر: ڈاکٹر (چیر پھاڑ کا کام کرنے والا) ؎
میرا سرجن رگ ملت سے لہو لیتا ہے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

سَرحَد (ف) مذکر: پاکستان کے ایک صوبے کا نام جس میں پشاور ہے اور جو افغانستان سے متصل ہے ؎
کہا یہ پرسنگا لوں گا کوئی افغان سرحد سے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

سُرخ (ف) صفت: لال، گلابی ؎
سرخ پوشاک ہے پھولوں کی، درختوں کی ہری
(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۴)

سُرخیِ اَفسانہ (ف ف) مونث، سُرخی (= عنوان، تمہید) + اضافت + افسانہ (= داستان، کہانی): داستانِ دل یعنی عشق کا آغاز ؎
التجائے ارنی سرخیِ افسانۂ دل
(دل، ب د، ۶۱)

سَرد (ف) صفت: ٹھنڈک لیے ہوئے، خنک ؎
ہوا سے سرد بھی آئی سوارِ توسنِ ابر
(ابر، ب د، ۹۱)

: ٹھنڈا، خاموش، جامد، منجمد ؎
کہ ہے مرد مسلماں کا لہو سرد
(رباعیات، ۲، ا ح، ۳۱)

سَردی (ف ف) مونث، سرد (= ٹھنڈا، خنک) + ی (لاحقۂ کیفیت): ٹھنڈک، خنکی ؎
سردیِ مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۴)

: جامد ہونے کی کیفیت، جمود ؎
وہ نغمہ سردیِ خونِ غزل سرا کی دلیل
(موسیقی، ض ک، ۱۳۱)

سَردیِ مَغرِب (ف، ع) مونث، سردی (= ٹھنڈک، خنکی، انجماد و بے حسی) + مغرب (= یورپ): مراد یورپ کی بے کیف زندگی جس میں عشقِ رسول کا کوئی نام بھی نہیں لیتا ؎
گرم رکھتا تھا ہمیں سردیِ مغرب میں جو داغ
(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

سَرسام (ف) مذکر: ایک مرض جس میں انسان کے دماغ پر ورم آجاتا ہے، مراد سخت بیماری ؎
پر بجلیوں کے لیے چندہ بھی اک سرسام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۱)

سَرشار (ف) صفت: نشے میں چور، مست، بے خود ؎
برہمن سرشار ہے اب تک مئے پندار میں
(ترانک، ب د، ۲۳۹)

: وہ کیفیت جو صورت سے چھلکے، اُبلے ؎

تمھارے گلستاں کی کیفیت سرشار ہے ایسی
(پھولوں کی شہزادی، ب د، ۲۴۳)

سِرِشت (ف) مونث، فطرت، خمیر
اس دیس میں ہوتے ہیں ہزاروں ملک سرشت
(۱۱، ب د، ۱۷۷)

سِرِشک آباد (ف ف) صفت، سرشک (= آنسو) + آباد (= بستی): آنسوؤں سے بھری ہوئی، آنسوؤں سے تر
آنکھ میری اور کے غم میں سرشک آباد ہو
(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

: وہ جگہ جو آنسوؤں سے آباد ہو، غم زدہ شخص کی آنکھیں
خونِ دل بہتا ہے آنکھوں کے سرشک آباد سے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۴)

سرشکِ دیدۂ نادر بہ داغِ لالہ فشاں
چناں کہ آتشِ اوراد گر فرو نہ نشاں

: نادر (شاہ افغان) کی آنکھوں کے آنسو (جو وطن کی محبت میں نکلے ہیں) انھیں گلِ لالہ کے داغوں پر اس طرح چھڑک دے کہ پھر اس کی آگ کبھی ٹھنڈی نہ ہو سکے
(نادر شاہ افغان، ب ج، ۱۵۲)

سُرعت (ع) مونث: تیزی، تیز رفتار
جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز
(۲، ب ج، ۲۶۶)

سَرکار (ف)
: (کلمۂ تخاطب) حضور، جناب، کنایۃً محبوب سے تخاطب کا کلمہ
خطا کس میں بندے کی سرکار کیا تھی
(غزلیات، ب د، ۹۸)

: (مونث) حضوری، دربار، خدمت، بارگاہ
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے
(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

: حکومتِ وقت مراد انگریز جو اس وقت غیر منقسم ہند کے حکمراں تھے
ختم تقریر تری مدحتِ سرکار پہ ہے
(نصیحت، ب د، ۱۷۶)

سَرَکنا (ا): جگہ سے ہٹنا
چلتے ہوئے کسی کا جو آنچل سرک گیا
(ب ا، ۳۹۱)

سَرگرمِ سُخَنے (ف ف) صفت، سرگرم (= مشغول) + سخن (= بات، گفتگو): باتیں کرنے میں مشغول (ثریا کے قریب ہونے کی طرف کنایہ ہے)
چوٹیاں تیری ثریا سے ہیں سرگرمِ سخن
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

سَرمایہ (ف) مذکر
: پونجی، مال و دولت
اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خروش
(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۶)

: بڑا وسیلہ یا ذریعہ
سرمایۂ گداز تھی جن کی صدا سے درد
(شبلی و حالی، ب د، ۲۲۲)

: مراد سرمایہ دار
محنت و سرمایہ دنیا میں صف آرا ہو گئے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

سَرمایۂ بزمِ سُخَن (ف ف ف) مذکر، سرمایہ + ۂ (علامت اضافت) + بزم (= محفل، انجمن) + اضافت + سخن (= شعر و شاعری کا مرکز): جہاں بہت سے شاعر ہوں اور شاعری کی قدر دانی ہوتی ہو
اے جہان آباد اے سرمایۂ بزمِ سخن
(داغ، ب د، ۱۰۲)

سَرمایہ پَرَستی (- ف ف) مونث، سرمایہ + پرست (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): خالق اور معبود کی طرح مال و دولت کی قدر و منزلت کرنے کی صورتِ حال
کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ

ے فارسی میں اصل لفظ سُخُن ہے۔

(لینن، ب ج، ۱۰۸)

سرمایہ دار (ف) صفت، سرمایہ + دار، مصدر داشتن (= رکھنا) سے فعل امر
۱۔ کوئی شے وافر مقدار میں رکھنے والا، کسی چیز سے مالا مال ؎
محفل ہستی تری بربط سے ہے سرمایہ دار
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

۲۔ دولتمند، امیر ؎
تمہیں ہند سرمایہ دار و مبارک

(ب ا، ۴۶۱)

سرمایہ داری (ــ ف ف) مونث، سرمایہ دار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : سرمایہ دار (رک) کا اسم کیفیت ؎
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے
(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۴)

سرمایۂ قوت (ف) مذکر، سرمایہ + ۂ (علامت اضافت) + قوت (= طاقت، ہر قسم کا مادی اور ذہنی زور) : ہر گونہ طاقت کا سامان مہیا کرنے کا ذریعہ، محرک ؎
ناتوانی ہی مری سرمایۂ قوت نہ ہو
(گل رنگین، ب د، ۲۴)

سرمایہ و محنت (ــ ف ع) مذکر، سرمایہ + و (عطف) + محنت (رک) : سرمایہ دار اور مزدور ؎
اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خروش
(خضر راہ، ب د، ۲۵۲)

سرمایۂ ملت کا نگہبان : اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے اکبر اعظم کے فتنۂ دین الٰہی کا استیصال کر کے ملت اسلام کو الحاد و ارتداد سے بچا لیا اور ملت کی نگہبانی فرمائی ؎
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
(پنجاب کے پیرزادوں سے، ب ج، ۱۵۹)

سُرمہ (ف) مذکر: سیاہ رنگ کا بہت باریک پسا ہوا ایک خاص قسم کا پتھر جو آنکھوں میں روشنی بڑھنے کے لیے سلائی سے لگاتے ہیں ؎
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف
(۱۶، ب ج، ۴۰)

سرمۂ چشم دشت میں الخ : مصرع کا مفہوم یہ ہے کہ ہرن کے بھاگنے سے جو گرد اٹھی اس نے صحرا کی آنکھ کو سرمے کی طرح روشن کر دیا۔ یہ مضمون پہلے مصرعے کی تمثیل کے طور پر کہا گیا ہے ؎
سرمۂ چشم دشت میں گرد رم آہو ہوا
(شمع اور شاعر، ب ا، ۲۶۴)

سُرمہ سا (ــ ف) صفت، سرمہ + سا، مصدر سائیدن (= پیسنا، پلسنا) سے فعل امر : (آنکھ کی صفت) وہ آنکھ جس میں سرمہ لگا ہوا ہو، سرمگیں آنکھ ؎
نہ پوچھ اے ہمنشیں مجھ سے وہ چشم سرمہ سا کیا ہے
(۳۳، ب ج، ۵۵)

سرمۂ امتیاز دینا (ــ ف ع) سرمہ + ۂ (علامت اضافت) + امتیاز (رک) + دینا (رک) : چیزوں کو دیکھتے وقت فرق کرنا کہ یہ حسین ہے یہ بد صورت ہے، یہ پھول ہے یہ کانٹا ہے ؎
چشم نظارہ میں نہ تو سرمۂ امتیاز دے
(پیام، ب د، ۱۱۳)

سرمۂ آواز (ــ ف ف) مذکر، سرمہ + ۂ (علامت اضافت) + آواز (رک) : آواز کو بند کر دینے والی (کوئی شخص سرمہ کھا لے تو پھر اس کی آواز نہیں نکلتی) ؎
ہوئی ہے سرمۂ آواز گو لذت خموشی کی
(تصویر درد، ب ا، ۳۱۹)

سرمۂ بوعلی و رازی : (رک بوعلی، رک رازی) مراد بوعلی سینا اور امام رازی کا فلسفہ ؎
ہے سرمۂ بوعلی و رازی
(جاوید سے، ۱۳، ض ک، ۸۹)

سرمۂ تسخیر (ــ ف ع) مذکر، سرمہ + ۂ (علامت اضافت) + تسخیر (رک) : مخلوق کے دلوں کو قابو میں کرنے کا سرمہ (جس میں جادو وغیرہ سے یہ تاثیر پیدا ہوتی ہے) ؎
ہے دھواں شمع محفل سرمۂ تسخیر آج
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۴)

سرمۂ گوہر (ــ ف ف) مذکر، سرمہ + ۂ (علامت

اضافت + گوہر (رک) : موتیوں کا سُرمہ (جو آنکھ کی بصارت کے لیے بہت مفید کہا جاتا ہے) ؎
چشم بستہ سرمۂ گوہر سے انساں ہے کیا
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب ا، ۲۹۰)

سُرمۂ مازاغ (ـ ع ع) مذکر، سرمہ + ما (= نہیں) + زاغ (= پھری) ، اس آنکھ کا سُرمہ جو نہیں پھری۔ یہ اس ترکیب کے معنی ہیں۔ اقبال نے یہ الفاظ اپنی اہلیہ مرحومہ (والدۂ جاوید) کی تاریخ وفات میں لکھے ہیں۔

عدد نکالنے کا جو حساب فرہنگ میں اعداد کے تحت درج ہے اس کے حساب سے عدد نکالیے تو ۱۳۵۳ نکلتے ہیں جو مرحومہ کا سال وفات ہے۔ ؎
اقبال نے تاریخ کہی "سُرمۂ مازاغ"
(والدۂ جاوید اقبال، ب ا، ۴۹۵)

سَرو (ف) مذکر : ایک بغیر پھل کا بالکل سیدھا درخت جس پر بہار اور خزاں اثر نہیں کرتی اس لیے یہ آزاد کہلاتا ہے اس سے قامت کو تشبیہ دیتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ قمری اس پر عاشق ہے۔

سرو با یک مصرع از قیدِ خزاں آزاد شد

زندۂ جاوید می گردی اگر موزوں شوی

: (مطلب سے پہلے تمہیداً دو باتیں یاد رکھیے (۱) سرو کا نیچے سے اوپر تک ایک تنہ ہوتا ہے۔ اور اس میں اوپر جاکر ادھر اُدھر شاخیں پھوٹتی ہیں اس تنے کو ایک مصرع سے تشبیہ دی ہے۔ (۲) موزوں کے دو معنی ہیں اور یہاں ایہام کے طور پر دونوں مطلوب ہیں) سرو ایک مصرع ہونے کے باعث خزاں کی قید سے آزاد رہا، اگر تُو بھی موزوں ہو جائے تو پھر زندۂ جاوید (رک) ہو جائے گا
(مذہب، ب ا، ۳۴۶)

سَروِ کنارِ جُو (ـ ف ف) مذکر، سَرو + اضافت + کنار (رک) + جُو (رک) : ندی کے کنارے اگا ہوا سرو کا درخت ؎

ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سروِ کنارِ جُو کا
(غزلیات، ب د، ۱۳۶)

سُرود (ف) مذکر
نغمہ، راگ، گیت، موسیقی ؎
لذّت سُرود کی ہو چڑیوں کے چہچہے میں
(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

: پانی کے بہنے کی پُرکیف اور دلکش آواز ؎
سکوتِ شام میں محوِ سرود ہے راوی
(کنارِ راوی، ب د، ۹۴)

سُرودِ رَبّانی (ف ع ع) مذکر، سُرود (= کرشن جی کی بانسری کا گیت) + اضافت + رب (= پالنے والا، پروردگار) + انی (لاحقۂ نسبت)، نغمۂ توحید
سنایا ہند میں آکر سُرودِ ربّانی
(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۲)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ جس نغمے سے دل بیدار ہو جائے وہ کامیاب ترین سُرود ہے۔
(ض ک، ۱۱۴)

سُرود آفریں (ـ ف) صفت، سُرود + آفریں (رک) : نغمے کی سی آواز پیدا کرنے والی ؎
جب سرود آفریں آتی ہے کوہسار سے
(شاعر، ب د، ۱۰۰)

سُرودِ بَربطِ عالَم (ـ ف ع) مذکر، سُرود + اضافت + بربط (رک) + اضافت + عالم (رک)، عالمگیر اسلام کی دلکش آواز ؎
لب کشا ہو جا سُرودِ بربطِ عالم ہے تُو
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۱)

سرودے بر سرِ منبر کہ ملّت از وطن است

چہ بے خبر ز مقامِ محمّدؐ عربی است

: اس نے (حسین احمد نے) منبرِ (رسولؐ) پر یہ کہا کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔ یہ شخص محمدؐ عربی کے مقام و منزل سے کتنا ناواقف ہے!

ــــ یہ کلمات ذکر معراج میں آئے ہیں اور مراد یہ ہے کہ تجلیات الٰہی سے حضور کی آنکھ نہیں جھپکی

(حسین احمد، ا ح، ۴۱)

سرودِ حرام (– ع) مذکر، سرود + اضافت + حرام (= جو شریعت میں جائز نہ ہو) : ایسا گانا جو شریعت میں جائز نہیں

(سرودِ حرام، ض ک، ۱۲۶)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ جس نغمے کا سُر قوّتِ عمل کو مردہ یا افسردہ کر دے میرے نزدیک وہ جائز نہیں

(ض ک، ۱۲۶)

سرودِ حلال (– ع) مذکر، سرود + اضافت + حلال (= جائز) : وُہ موسیقی جو مردِ مومن کے لیے جائز ہے

(سرودِ حلال، ض ک، ۱۲۵)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خودی کا فقیہ (مفتی) اس نغمے کو جائز سمجھتا ہے جو رُوحانیت کو ابھارے

(ض ک، ۱۲۵)

سرودِ خموش (– ف) مذکر، سرود + خموش (= جو سنائی نہ دے) : جو چپ چاپ ہونے کے باوجود کسی نغمے یا گیت کی طرح حالات کو دلنشین کر رہا ہے

مقام کیا ہے سرودِ خموش ہے گویا

(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)

سرودِ دوش (– ف) مذکر، سرود (رک) + دوش (رک) : ماضی کی مسرتیں اور وہ غیبی تائیدیں جو اللہ تعالیٰ نے زمانۂ گزشتہ میں مسلمانوں پر کی تھیں

شورشِ امروز میں محوِ سرودِ دوش رہ

(غرّۂ شوال، ب د، ۱۸۲)

سرودِ رفتہ (– ف) مذکر، سرود + رفتہ (رک) : ماضی کا گیت، مسلمانوں کی عظمتِ ماضی کی داستان

گوش آواز سرودِ رفتہ کا جویا ترا

(مسلم، ب د، ۱۹۵)

: مسلمانوں کے علوم و فنون

تیرے سرودِ رفتہ کے نغمے علوم تو

(شبلی و حالی، ب د، ۲۲۲)

سرور (ف) مذکر، سردار، افسر، حاکم۔

سرورِ عالم (– ع) مذکر، سرور + اضافت + عالم (رک) : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

پوچھا حضور سرورِ عالم نے اے عمرؓ

(صدیقؓ، ب د، ۲۲۴)

سُرور (ع) مذکر
: خوشی، مسرت

نہ مجھ سے کہہ کہ اجل ہے پیامِ عیش و سرور

(عشرتِ امروز، ب د، ۱۲۵)

: رُوحانی کیف اور لطف جو معارفِ الٰہیہ سے حاصل ہوتا ہے

صحبتِ اہلِ صفا نور و حضور و سرور

(دُعا، ب ج، ۹۱)

: نشے کی کیفیت، مستی

مَے ازل کی پی تھی اب تک سرور کیوں ہے

(ب ا، ۵۸۹)

سروری (ف ف) مؤنث، سرور (= سردار) + ی (لاحقۂ کیفیت) : سرداری، افسری، بادشاہت

کسے نہیں ہے تمنائے سروری لیکن

(۲۵، ب ج، ۴۸)

سروش (ف) مذکر : فرشتۂ غیبی، فرشتہ

حیرت انگیز تھا جواب سروش

(سیرِ فلک، ب د، ۱۷۵)

: مراد کشف و الہام

گاہے گاہے غلط آہنگ بھی ہوتا ہے سروش

(۵، ب ج، ۷۵)

سروکار (ف) مذکر : رک سر + و + کار۔

اس کرگسِ شب کور سے کیا ہم کو سروکار

(اذان، ب ج، ۱۴۵)

سریر (ع) مذکر : تخت، مسندِ شاہی

تختِ فغفور بھی ان کا تھا سریرِ کَے بھی

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۴)

سَربَر آرا (ـ ف) صفت: سریر + آرا (رک) تخت حکومت کو زینت دینے والی، ملکہ ؎

گل بری سریر آرا ہماری ہے وہ شہزادی

(پھولوں کی شہزادی، ب د، ۲۴۳)

سرھانا (ار) مذکر: تکیہ جس پر سر رکھ کر سوتے ہیں ؎

ہو ہاتھ کا سرھانا سبزے کا ہو بچھونا

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

سزا (ار) مونث: جرم کا بدلہ جس سے مجرم کو تکلیف ہو ؎

بے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

(اقوامِ اسلامی، ب ج، ۱۵۷)

سزاوار (ف) صفت: لائق، شایانِ شان ؎

شکارِ مُردہ سزاوارِ شاہباز نہیں

(۱۵، ب ج، ۳۸)

: مستحق ؎ سزاوارِ حدیث لن ترانی

(تصویر و مصوّر، ا ح، ۱۸۰)

: اہل ؎

ہوئے جہاں میں سزاوار کارفرمائی

(نگاہِ شوق، ض ک، ۱۱۱)

سَستی (ار) مونث: ارزاں، کم قیمت میں مل جانے والی چیز ؎

پھر بھی یہ شئے غضب کی سستی ہے

(ب ا، ۲۹۲)

سِسلی: رک جزیرۂ سسلی

آہ اے سسلی! سمندر کی ہے تجھ سے آبرو

(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

سَطر (ع) مونث: وہ حرفوں یا لفظوں کا سلسلہ جو ایک صف میں ہو۔

سطر سطر: ہر سطر ؎

سطر سطر اس کی مفید ملک و قوم

(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۴)

سطرِ قرآں (ـ ع)، مونث: سطر + اضافت + قرآن (= کتاب اللہ جو رسولؐ پاک پر نازل ہوئی): قرآن پاک کی تحریر جو ایک سطر میں ہو (صفتہ بر کی مناسبت سے ایک سطر کی قید لگائی گئی) ؎

غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے

(تصویرِ درد، ب د، ۷۴)

(نوٹ) سُطر سَطر بھی درست ہے

سَطوت (ع) مونث: دبدبہ، شان و شوکت ؎

مہدی امت کی سطوت کا نشان پائدار

(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

سَطوَتِ رفتارِ دَریا (ـ ف ف) مونث: سطوت + رفتار (رک) + دریا (رک): امواجِ طوفانی کی پرشکوہ روانی یعنی طاقت ور مخالفین اسلام کی خوفناک ریشہ دوانیاں ؎

دیکھ لوگے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۴)

سَعادَت (ع) مونث: خوش قسمتی، نیک بختی ؎

یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی

(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۴)

سَعادَت پَروَری (ـ ف ف) مونث: سعادت + پرور (رک) + ی (لاحقہ کیفیت): نیک بختوں کی پرورش، نیکوں پر مہربانی کا عمل ؎

اے فلک تجھ سے تمنّا ہے سعادت پروری

(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۷)

سَعْدی (ف) مذکر: شیراز کے مشہور شاعر شیخ سعدی جو فارسی کی گلستاں (نثر) اور بوستاں (نظم) کے مصنف ہیں۔ ان کی نظم اور نثر میں بڑے دور رس نتائج پر مشتمل نصائح ہوتی ہیں اور ان کی کتابیں پڑھ کر طالب علم میں علمی ذوق پیدا ہو جاتا ہے ؎

حالی سے مخاطب ہوئے یوں سعدی شیراز

(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۴۴)

سَعْی (ع) مونث: کوشش، دوڑ دھوپ۔

سعیِ بے حاصل (ع ف ع) مونث: سعی + بے حاصل (رک): ایسی کوشش جو بے سود ہو ؎

لطفِ صد حاصل ہماری سعی بے حاصل میں ہے

(آفتابِ صبح، ب د، ۵۰)

سعیِ پیہم (ـ ف) مونث: سعی + اضافت + پیہم (رک)

: پے در پے اور لگاتار کوشش ۔
تمنائے دل آخر برآئی سعیِ پیہم سے
(محبت ، ب د ، ۱۱۱)

سَعید (ع) صفت : مبارک ، نیک ۔
اس روزِ سعید کی یادگاریں سپردِ قلم کیے گئے
(۱، ب ج ، ۲۲)

سفّاکی (ع ف) مونث ، سفّاک (= خون بہانے والا) + ی (لاحقۂ کیفیت) خونریزی ، خون بہانا ۔
نہ اندیشہ ہے سفّاکی مرا پیشہ ہے سفّاکی
(ایک بحری قزاق اور سکندر ، ض ک ، ۱۵۵)

سِفال (ع) مونث : مٹی ،

سفالِ ہند (ـ ف) مونث : ہندوستانی مٹی ، مراد ہندوستان کی تعلیم و تہذیب (اس جگہ جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے مینا و جام سے مذہبی اور سیاسی و ملی شعور مراد ہے) ۔
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر
(جاوید کے نام ، ب ج ، ۱۴۷)

سَفَر (ع) مذکر : ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کا عمل ۔
وہ چلے بادل میں بے آوازِ پا اس کا سفر
(عہدِ طفلی ، ب د ، ۲۵)
: راہِ طلب میں عشق کی پرواز ، جدّ و جہد اور طلبِ مطلوب کا شوقِ مسلسل ۔
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں
(۲۴ ، ب ج ، ۴۷۷)

سفر آمادہ (ـ ف) صفت ، سفر + آمادہ (رک) : جو سفر کے لیے تیار بیٹھا ہو ۔
سفر آمادہ نہیں منتظرِ بانگِ رحیل
(محرابِ گل افغان ، ۹ ، ض ک ، ۱۰۷)

سفر کر جانا (ـ ا) : ختم ہو جانا ، باقی نہ رہنا ۔
جو شِشِ الفت بھی دلِ عاشق سے کر جاتا سفر
(فلسفۂ غم ، ب د ، ۱۵۶)

سُفیدانِ فرنگی (ف ف ف ف) مذکر ، سُفید (= چِٹا) + ان (لاحقۂ جمع) + اضافت + فرنگی (رک) : یورپ کی سفید فام قوم ۔
مشرق کے خداوند سفیدانِ فرنگی
(لینن ، ب ج ، ۱۰۷)

سَفیر (ع) مذکر : پیغام لانے والا ، ایلچی ، حکومت کا نمائندہ ۔
یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا
(جگنو ، ب د ، ۸۴)
: مراد پادری (جو بطور آلۂ کار استعمال ہوتے ہیں) ۔
تو ہیں ہر اوّل لشکرِ کلیسا کے سفیر
(لادین سیاست ، ض ک ، ۱۵۳)

سَفینہ (ع) مذکر : کشتی ۔
نوحِ نبی کا ٹھہرا آکر جہاں سفینہ
(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت ، ب د ، ۷۲)

سفینۂ برگِ گل (ف ف) مذکر ، سفینہ + ء (علامتِ اضافت) + برگ (= پتی ، پنکھڑی) + اضافت + گل (رک) : پھول کی پنکھڑی کی کشتی ، مراد بچاؤ کا معمولی ساز و سامان جو میسّر ہو ۔
سفینۂ برگِ گل بنا لے گا قافلہ مورِ ناتواں کا
(مارچ ۱۹۰۷ء ، ب د ، ۱۴۱)

سَقّائی (ع ف) مونث ، سقّا (= پانی پلانے کا پیشہ کرنے والا) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : پانی پلانے کی خدمت ۔
غازیان دیں کی سقّائی تری قسمت میں تھی
(فاطمہ بنت عبداللہ ، ب د ، ۲۱۴)

سُکّان (ع) مذکر : ساکن (= باشندہ) کی جمع ۔
غافل آداب سے سکّانِ زمیں کیسے ہیں
(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۱۹۹)

سُکر (ع) مذکر : نشہ ۔
سُکر کی لذّت میں تو لٹوا گیا نقدِ حیات
(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۶۲)

سِکندر (یو) مذکر : یونان کے بادشاہ فیلقوس کا بیٹا جس نے ایران و چین تک فتوحات حاصل کی تھیں اور

؎ عربی میں سُفال ہے ۔

(ایران میں دارا کو اور ہندوستان میں راجا پورس کو شکست دی تھی۔ اس نے لوہے کو جلا دے کر آئینہ بنایا تھا، مراداً آئینہ گر، مخلوقِ عالم جو تجلیات کا آئینہ ہے اس کا بنانے والا ؏

سکندر ہوں کہ آئینہ ہوں یا گردِ کدورت ہوں

(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

سکندرِ رومی (– ـ ف) سکندر + اضافت + رُوم (۔ مشہور ملک کا نام) + ی (لاحقۂ نسبت)؛ سکندر جو کہ رُوم کا باشندہ اور بادشاہ تھا ؏

جولاں گہِ سکندرِ رومی تھا ایشیا

(بلالؓ، ب د، ۱۲۱)

سکندری: (ترکیب) صفت، سکندر (رک) + ی (لاحقۂ نسبت)؛ سکندر کی ایسی (شان)، مراد صاحبِ اقتدار یا دولت مند اور طاقتور ہونے کی حالت، بادشاہت ؏

نہیں ہے وابستہ زیرِ گردوں کمالِ شانِ سکندری سے

(پیامِ عشق، ب د، ۱۳۰)

سکوت (ع) مذکر

: خاموشی، سناٹا ؏

سکوتِ شام میں محوِ سرود ہے راوی

(کنارِ راوی، ب د، ۹۴)

: مراد زبانِ حال ؏

اب تلک شاہد ہے جس پر کوہِ فاراں کا سکوت

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

سکوت افزا (– ف) صفت، سکوت + افزا (رک)

: سناٹا بڑھانے والی ؏

شب سکوت افزا، ہوا آسودہ، دریا نرم سیر

(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۵)

سکوت آموز (ع ف) صفت، سکوت + آموز، مصدر آموختن (= سیکھنا سکھانا) سے فعل امر؛ خاموشی کا سبق دینے والا۔

سکوت آموز طولِ داستانِ درد ہے ورنہ

(تصویرِ درد، ب د، ۷۶)

سکوت سے کلام پیدا کرنا: کسی چیز کے خاموش یا بے زبان ہونے کی حالت میں اس کی زبانِ حال سے اسرارِ قدرت کا پتا چلانا ؏

سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر

(جاوید کے نام، ب ج، ۱۴۷)

سکون (ع) مذکر

: ٹھہرنے کا عمل، توقف، اطمینان، حرکت کی ضد ؏

سکوں دل سے سامانِ کشودِ کار پیدا کر

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

: دنیا و مافیہا کے خیال سے بالکل ہٹ کر محوِ الٰہی ہو جانے کی کیفیت مراد ہے (تصوف یا ویدانت کی تعلیم کے مطابق کی بنا پر انسان کی نجات معرفتِ الٰہی پر، پھر معرفت مراقبے اور دھیان گیان پر اور دھیان گیان سکون پر منحصر ہے) ؏

آتی تھی کوہ سے صدا رازِ حیات ہے سکوں

(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

سکوں ناآشنا (– ف ف) صفت، سکون + ناآشنا (رک)؛ جو سکون سے قطعاً واقف نہ ہو، ہر وقت مضطرب رہے ؏

مضطرب ہوں دل سکوں ناآشنا رکھتا ہوں میں

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

سکّہ (ف) مذکر: منقش ٹھپا جس سے روپے اشرفی پیسے وغیرہ پر مہر کرتے ہیں، ٹھپا: مراد دھات کی وہ نقدی جس پر حکومتِ وقت کی مہر ہو (رک رائج سکے)

سکھا رکھا ہے (ار ار ار): پہلے ہی سے بتا دیا ہے، پڑھا دیا ہے، آگاہ کر دیا ہے ؏

امیدِ حور نے سب کچھ سکھا رکھا ہے واعظ کو

(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

سکھانا (ار) بتانا، تعلیم دینا ؏

مجھ کو قدرت نے سکھایا ہے دُرافشاں ہونا

(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۷)

سکھلانا (ار) رک سکھانا ؏

آسماں کے طائروں کو نغمہ سکھلاتی ہوئی

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

سِل (ار) مونث : پتھر ؎
قطرۂ خونِ جگر سِل کو بناتا ہے دل
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۱۵۰)

سَلاسِل (ع) مونث : زنجیر، بیڑی (سلسلہ کی جمع)۔ اردو میں بطور واحد بھی مستعمل ؎
رسومِ کہن کی سلاسل کو توڑ
(پنجاب کے دہقان سے، ب ج، ۱۵۲)

سَلاطین (ع) مذکر : سلطان (رک) کی جمع ؎
ہوا ہے بزمِ سلاطین دلیل مردہ دلی
(ایک خط کے جواب میں، ب د، ۲۳۹)

سَلام (ع) مذکر: تسلیم، بندگی، مجرا، کورنش، آداب (عموماً کسی کے پاس آنے کے وقت یا رخصت کے موقع پر سلام کیا جاتا ہے۔ اکثر سلامٌ علیکم یا السلامُ علیکم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جس کے جواب میں دوسرا شخص وعلیکم السلام کہتا ہے۔ اکثر وفات یافتہ بزرگوں کی روح کو بھی سلام کرتے ہیں جس کے لیے سلام یا السلام کے الفاظ کے ساتھ اس بزرگ کا نام لیتے ہیں) ؎
پہلے جھک کر اسے سلام کیا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۲)

سلامِ آخری : آخری بار کا سلام جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اب ہم آپ سے جدا ہو رہے ہیں ؎
ہاں سلامِ آخری اے مولدِ گوتم تجھے
(صدائے درد، ب ا، ۲۹۴)

سَلامَت (ع) مونث : سلامتی، حفاظت ؎
گو سلامت محملِ شامی کی ہمراہی میں ہے
(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۶۱)

سَلامت رہنا (ـ ار) : صحیح سالم رہنا ؎
خدا کا شکر سلامت رہا حرم کا غلاف
(۶۰، ب ج، ۷۸)

سِلانا (ار) : سُوئی سے ٹانکے بھروانا ؎
اب ترے چاک پھر سِلائیں گے
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۴)

سُلانا (ار) : مار دینا، فنا کرنا، قیامت میں موت دینا ؎
سلاؤں گی جہاں کو خواب سے تم کو جگاؤں گی
(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

: غافل بنا دینا ؎
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۰)

سَلجُوق (ت) مذکر : ترکوں کے ایک مشہور قبیلے کا نام ؎
بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

سُلجھانا (ار) : باریک اور پیچیدہ معاملے کا فیصلہ کرنا ؎
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
(رباعیات، ب ج، ۸۷)

سُلجھنا (ار) : سلجھانا (رک) کا لازم ؎
بیاں اس کا منطق سے سلجھا ہوا
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۴)

سَلسَبیل (ع) مونث : جنّت کی ایک نہر کا نام جس سے روزِ قیامت نیکوکار سیراب ہوں گے ؎
بیانِ حور نہ کر ذکرِ سلسبیل نہ کر
(عشرتِ امروز، ب د، ۱۲۵)

سِلسِلہ (ع) مذکر : کسی شے کے لگاتار ہونے کی کیفیت، تسلسل، مسلسل یا لگاتار ہونا ؎
یہ سلسلۂ زمان و مکاں کا کمند ہے
(شمع، ب د، ۴۶)

: پہاڑوں کی قطار یا ان کا تسلسل ؎
وہ حصارِ عافیت وہ سلسلہ فاران کا
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۵)

سُلطان (ع) مذکر : بادشاہ
(قربِ سلطان، ب د، ۲۰۹)

سُلطان اسماعیل جان : لاہور میں شاہ ابوالمعالی کے مزار کے متصل سر راہ ایک پرانی چار دیواری کے اندر کابل کے ایک شاہی خاندان کی قبریں ہیں۔ ان میں ایک قبر سلطان اسماعیل جان کی ہے جس کی لوح پر اقبال کا ایک قطعۂ تاریخ

فارسی کندہ ہے۔ مشکل لفظوں کا حل اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے۔

(ب ا، ۴۸۷)

سُلطانِ ٹیپو کی وصیت : یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے سلطان شہید کی سیرت بیان کر دی ہے۔

سلطان شہید یا سلطان ٹیپو کا اصلی نام فتح خان تھا۔ باپ کا نام حیدر علی ۱۷۵۰ء میں پیدا ہوا دلیری اور جان بازی اس کی سرشت میں داخل تھیں، ۱۷۶۶ء میں باپ نے اپنی فوج میں ایک رجمنٹ کا افسر بنا دیا اور اس مرد دلیر نے ۱۷۶۷ء میں جبکہ اس کی عمر صرف سولہ سال کی تھی مرہٹوں کو شکست دی۔ وہ انگریزوں کا جانی دشمن تھا اور انگریز بھی اس سے بید کی طرح کانپتے تھے۔ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو میر صادق اور دوسرے غداران وطن کی بدولت میدان جنگ میں جام شہادت نوش کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کی سطوت کا خاتمہ ہوگیا اس کی سرفروشی اور بہادری کا ادنیٰ اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جب تک وہ زندہ رہا انگریز اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے مگر اس کی وفات کے بعد صرف ایک سال کے اندر انگریز پورے دکن پر قابض ہو گئے۔ شمشیر گم شد (= ۱۲۱۴ھ) تاریخ وفات ہوتی۔

(ض ک، ۷۶)

سُلطان و فقیر : یہ اقبال کے ایک فارسی قطعے کا عنوان ہے دوبہ تصنیف یہ تھی کہ انھوں نے اپنی طویل نظم "شمع اور شاعر" ۱۹۱۲ء میں انجمن حمایت الاسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں پڑھی تھی۔ چونکہ نظم طویل تھی اس لیے دو نشستوں میں پڑھی جا سکی۔ پہلی نشست کے صدر فقیر سید افتخار الدین تھے اور دوسری نشست کی صدارت مرزا سلطان احمد نے کی تھی۔ مرزا صاحب نے اقبال پر فقرہ چست کر دیا کہ "یہ بھی عجب ہر جائی ہیں، کبھی میرے پہلو میں ہیں اور کبھی فقیر افتخار الدین کے پہلو میں" اقبال نے اس فقرے کا جواب اس قطعے میں دیا، مشکل الفاظ کے معانی فرہنگ ہٰذا کے حصۂ فارسی میں درج ہیں۔

(ب ا، ۲۰۸)

سُلطانہ : سلطان (رک) کی تانیث ؎

اے شمع بزم ماتم سلطانۂ جہاں

(اشک خوں، ب ا، ۸۳)

سُلطانی (ع ف) مونث، سُلطان (= تسلط، غلبہ) + ی (لاحقۂ کیفیت)

: بادشاہت، حکومت ؎

سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ

(فرمان خدا، ب ج، ۱۱۰)

: (تصوف) وہ منزل فقر جہاں پہنچ کر مسلمان کی خودی اپنی اندرونی طاقتوں سے باخبر ہو جاتی ہے جو خدا نے اس کو عطا فرمائی ہیں۔

(سلطانی، ض ک، ۳۱)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ریاض منزل (مکان سر راس مسعود) بھوپال میں لکھی تھی۔ ان شعروں میں انھوں نے سلطانی کا حقیقی مفہوم واضح کیا ہے

(ض ک، ۳۱)

سُلطانیِ جاوید : یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ شخصی حکومت چند روزہ ہوتی ہے، ہمیشہ باقی نہیں رہا کرتی۔

(ض ک، ۱۴۸)

سَلطَنَت (ع) مونث

: حکومت، حکمرانی ؎

یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا

(جگنو، ب د، ۸۴)

: آمریت

(خضر راہ، ب د، ۲۶۰)

سَلَف (ع) صفت : گزرا ہوا، ماضی کا ؎

یادِ ایام سلف سے دل کو تڑپاتا ہوں میں

(نالۂ فراق، ب د، ۷۷)

: مملکت، ملک (جس کا اختلاف عوام کے دل میں بٹھا کر تعصب پیدا کرایا جاتا ہے) ؎

نسل قومیت کلیسا، سلطنت، تہذیب رنگ

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۲)

سَلَف (ع) صفت: گزشتہ کا، پہلے کا، اگلا ہے

قصۂ ایامِ سلف کا کہ کے تڑپا دے مجھے

(صقلیہ، ب د، ۱۳۴)

سِلک (ع) مونث: لڑی، ہار

سِلکِ جواہر (-ع) مونث، سلک + اضافت + جواہر (رک) : قیمتی پتھر کا ہار ہے

رسالہ آپ کا سلکِ جواہر بن گیا گویا

(ب ا، ۴۷۷)

سلمانؓ (ع) مذکر: آنحضرت صلعم کے محبوب ترین صحابی جو ایران کے باشندے تھے اور سلمانِ فارسی کے نام سے موسوم ہیں، آپ کا فقر و استغنا مشہور ہے ہے

نظر تھی صورتِ سلمان ادا شناس تری

(بلالؓ، ب د، ۸۰)

: مسعود سعد سلمان زبان فارسی کا مشہور شاعر تھا یہ پانچویں صدی ہجری کے نصف اول میں بمقام لاہور پیدا ہوا تھا جہاں اس کے اسلاف ہمدان سے آ کر آباد ہو گئے تھے اس وقت لاہور حکومت غزنوی کا ایک صوبہ تھا ہے

ہے یاد مجھے نکتۂ سلمان خوش آہنگ

(۵۸، ب ج، ۷۶)

سلمانی:

سلمانؓ (رکؓ) سے منسوب ہے

نہ زورِ حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی

(ایک نوجوان کے نام، ب ج، ۱۴۰)

: سلمانؓ کی سیرت اور ان کی شان فقر و قناعت ہے

ملتی ہے بیاباں میں فائدہ قی فرسلمانی

(محرابِ گل افغان ۲۰، ض ک، ۱۷۹)

سلوک (ع) مذکر: برتاؤ ہے

دیکھیے کیا سلوک ہو اقبال

(ب ا، ۲۹۳)

سَلیس (ع) صفت: وہ عبارت جس میں ثقیل الفاظ نہ ہوں اور بہ آسانی روانی کے ساتھ بولی یا لکھی یا پڑھی جائے،

سَلیقہ (ع) مذکر: تمیز، شعور ہے

بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

: شایانِ شان طور پر کام کی انجام دہی، مہذب لوگوں کے دستور یا اصول کے مطابق عمل ہے

پھر سلیقہ سے یوں کلام کیا

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

: مادہ، ذوق ہے

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا

(۸، ب ج، ۳۱)

سلیقۂ کلیم کا : مراد شوقِ دیدارِ الٰہی جو کلیم (رک) کے دل میں تھا ہے

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا

(میں اور تو، ب د، ۲۵۲)

سَلیم (ع) صفت: سلامت روی سے چلنے والا حلیم، بردبار ہے

پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۴)

: راہِ راست یعنی صراطِ مستقیم پر ثابت قدم، محبتِ خدا و رسولؐ میں پامردی دکھانے والا ہے

ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہے قلبِ سلیم

(فقر و ملوکیت، ض ک، ۳۰)

: (مذکر) سلطان سلیم اول جو سلطنت عثمانیہ کا پہلا پر جلال بادشاہ (۱۵۱۲ء) تھا اور شام، مصر، حجاز، دیار بکر، آرمینیہ اور کردستان اس کے زیر نگین تھے، اسے سب سے پہلے خارج حرمین شریفین کا لقب دیا گیا ہے

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۴)

سُلیماں (ع) مذکر

: ایک پیغمبر کا نام جنہیں اللہ نے نبوت بھی عطا کی تھی اور حکومت بھی۔ تمام جن و انس وحوش و طیور ان کے تابع تھے اور ان سے ہم کلام ہوتے تھے۔ وہ سب کی بولی سمجھتے تھے، ایک چیونٹی سے ان کے گفتگو کرنے کا ذکر قرآن پاک

میں آیا ہے۔ ان کا تخت ہوا پر اڑتا تھا (یہ بھی قرآن میں ہے۔ کہا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس پر اسمِ اعظم کندہ تھا اس کی برکت سے انہیں یہ سب نعمتیں حاصل ہوئی تھیں) ؎

مور بے مایہ کو ہم دوشِ سلیماں کر دے

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

: مراد مسلمان جو قدیم زمانے میں دنیا پر حکمران تھا ؎

اے سلیماں تیری غفلت نے گنوایا وہ نگیں

(تضمین بر شعرِ ابوطالب کلیم، ب د، ۲۲۱)

سَلیمیٰ: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ جستجو کے بعد بھی یہ پتا نہ چل سکا کہ سلیمیٰ کون تھی اور اس کا حدود اربعہ کیا تھا، وہ اقبال کی اصلی محبوبہ ہو یا مفروضہ دونوں حال میں نظم کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام اعضائے جسم میں دلکشی اور حسنِ حقیقی کی ترجمانی کے نقطۂ نگاہ سے جو مرتبہ آنکھ کو حاصل ہے وہ کسی اور عضو کو میسر نہیں

(ب د، ۱۲۱)

سَلیمیٰ کی نظر (ـ ا ر ع) مونث، سَلیمیٰ (= محبوبہ یعنی شریعتِ اسلامیہ، چونکہ اوپر کے مصرع میں ماہ سیمایانِ ہند کا ذکر ہے اور اس کے بالمقابل سلیمیٰ دوسرے مصرعے میں لایا گیا ہے اس لیے اس سے اسلامی اصول مراد ہیں) ؎

پھر سلیمیٰ کی نظر دیتی ہے پیغامِ خروش

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)

سَم (ع) مذکر: زہر ؎

مرا عیش غم مرا شہد سم مری بود ہم نفسِ عدم

(میں اور تو، ب د، ۲۵۲)

سَمِ اَفرنگ: انگریزوں کا دیا ہوا زہر، وہ مہلک معاشرت اور تعلیم جو ہندوستان کی انگریز حکومت نے مسلم نوجوانوں کو دی ہے ؎

میں ڈھونڈ رہا ہوں سمِ افرنگ کا تریاق

(کافر و مومن، ض ک، ۳۴)

سَماسکانہ دو عالم میں: دونوں جہان میں سے کسی خاص مقام سے بہ اعتبار سکونت وابستہ نہ ہو سکا کیونکہ ہر مقام مردِ مسلم کا وطن ہے ؎

سما سکا نہ دو عالم میں مردِ آفاقی

(۴۵، ب ج، ۹۹)

سَماں (ا ر) مذکر: منظر، نقشہ، کیفیت ؎

کیا سماں اس بہار کا ہو بیاں

(ایک گائے اور بکری، ۳۲)

سَمانا (ا ر)

: اندر پہنچنا، گھر کرنا، جگہ پانا ؎

سرمہ بن کر چشمِ عالم میں سما جاؤں گی میں

(شعاعِ آفتاب، ب د، ۲۳۷)

: رگ و پے میں اتر جانا، جسم میں حلول کر لینا ؎

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق

(۸، ب ج، ۳۲)

سَماوات (ع) مذکر، سَما (= آسمان) کی جمع ؎

وہ آدم خاکی کہ جو ہے زیرِ سماوات

(لینن، ب ج، ۱۰۷)

سَماوی (ع ع) صفت، سَما (= آسمان) + وی (لاحقۂ نسبت)

: آسمانوں سے آیا ہوا، عالمِ بالا کا، مراد الٰہی ؎

وہ قوم جو فیضانِ سماوی سے ہے محروم

(لینن، ب ج، ۱۰۸)

سَماؤں اور چمکوں: دونوں لفظوں کے آخر میں "وں" علامتِ جمع ہے۔ جسے الگ کرنے کے بعد ان سے پہلے "سما" اور "چمک" رہ جاتا ہے جسے قافیہ نہیں بنا سکتے، بنا بریں یہ قافیہ درست نہیں "آؤں یا جاؤں" قافیے میں درست ہو سکتے ہیں۔ شاید اقبال نے ایسا ہی کوئی لفظ قافیے میں کہا ہو گا جو کتابت کی غلطی سے "چمکوں" بن گیا

(چاند اور شاعر، ب ا، ۲۶۹)

سَمت (ع) مونث: جانب، طرف ؎

سمت گردوں سے ہوائے نفسِ حور کبھی

(نوائے غم، ب د، ۱۲۵)

؎ سلیمیٰ کے معنی ہیں سالم رہنے والی عورت۔ شاید اپنی محبوبہ کا یہ نام تفاؤل کے طور پر رکھ لیا ہو۔

سمٹنا (ار) : ادھر اُدھر کے پھیلاو کا سکڑ کر مختصر ہو جانا، ایک جگہ اکٹھا ہو جانا ؎
یہ ذرّہ نہیں شاید سمٹا ہوا صحرا ہے
(انسان، ب د، ۱۷۹)

سمجھ (ار) مونث، فہم و دانش، عقل ؎
یہ عقل اور یہ سمجھ یہ شعور کیا کہنا
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

سمجھانا (ار) : یقین دلانا، عقل میں ڈالنا، باور کرانا ؎
کس طرح تجھ کو یہ سمجھاؤں کہ میں گل چیں نہیں
(گل رنگیں، ب د، ۲۴)

سمجھنا (ار)
: معنی اور مفہوم سے آگاہ ہوتا ؎
اے مسافر دل سمجھتا ہے تری آواز کو
(ہمالہ، ب د، ۲۳)
: خیال کرنا ؎
سنتا ہوں کہ کافر نہیں ہندو کو سمجھتا
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)
: اندازے اور قیاس سے معلوم کرنا، سوجھ بوجھ اور دانست سے کسی امر کے بارے میں رائے قائم کرنا ؎
راز ہستی کو تو سمجھتا ہے
(عقل و دل، ب د، ۴۱)
: خیال میں لانا، (غلط فہمی سے) جاننا ؎
صدا کو اپنی سمجھتا ہے غیر کی آواز
(فراق، ب د، ۱۳۱)

سمرقند (ف) مذکر : ایران کا ایک مشہور شہر ؎
کہ میرا نہ دلّی نہ صفاہاں نہ سمرقند
(۱۶، ب ج، ۳۱)

سمن (ف) مونث : چنبیلی ؎
سمن ہے سبزہ ہے بادِ سحر ہے
(رباعیات، ب ج، ۸۵)

سمن بر (ف ف) صفت : سمن + بَر (رک) : چنبیلی کا سا نازک اور گورا چٹا جسم رکھنے والی ؎
شہنشاہی حرم کی نازنینان سمن بر سے
(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۷)

سمند (ف) مذکر : گھوڑا ؎
مثلِ شہسواروں کی گردِ سمند
(خوشحال خان کی وصیت، ب ج، ۱۵۴)

سمندر۱ (ار) مذکر : دریائے اعظم جس میں بڑے بڑے جہاز چلتے ہیں، قلزم، بحر
: خدائے تعالیٰ مستعاراً جس کا کرم سمندر سے بھی کہیں زیادہ وسیع ہے ؎
سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
(۲، ب ج، ۶)

سمندر۲ (ف) مذکر : چوہے کی شکل کا ایک جانور جو آتشکدے میں پیدا ہوتا ہے اگر باہر نکلے تو فوراً مر جاتا ہے ؎
آنکھ میں ہے جوشِ اشک اور سینے میں سوزاں ہے دل
یاں سمندر رکھ دیا اور واں سمندر رکھ دیا
(ب ا، ۳۸۱)

سمندری (ف ت) صفت : سمندر (رک) + ی (لاحقہ نسبت)
: مراد گرمیِ عشق ؎
کہ ترے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشت سمندری
(میں اور تو، ب د، ۲۵۲)

سموم (ع) مونث : گرم ہوا جو قاتل ہو ؎
مثلِ سموم تھی یہ خبر کس کی موت کی
(اشکِ خوں، ب ا، ۷۷)

سمے (ار) : رک سماں ؎
کوئی اس سمے کا بیاں کیا کرے
(ماں کا خواب، ب ا، ۶۲)

سنا کرنا (ار) اکثر سنتے رہنا ؎
سنا کرتے ہیں اپنے رازداں سے
(غزلیات، ب د، ۹۹)

سناں (ف) مونث
: نیزہ ؎
یہ کافر ہندی ہے بے تیغ و سناں خوں ریز
(۲، ب ج، ۲۷)

سنانا (ار) : بیان کرنا ؎

آسے ہمالہ داستاں اس وقت کی کوئی سنا
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

سُنا ہے (ار): لوگوں سے معلوم ہوا ہے، لوگ کہتے ہیں، مشہور ہے، تواتر کے ساتھ سُننے میں آیا ہے ؎
سُنا ہے صورتِ مینا بخف میں بھی اقبال
(غزلیات، ب ا، ۵۸۸)
: بزرگوں نے بیان کیا ہے، اس کی کہانی اس طرح ہے، باخبر لوگوں نے کہا ہے ؎
سنا ہے عالم بالا میں کوئی کیمیا گر تھا
(محبت، ب د، ۱۱۱)

سَنائی: رک حکیم سنائی ؎
فردوس میں رُومی سے یہ کہتا تھا سنائی
(اقبال، ض ک، ۱۱۸)

سَنائی کے اَدب سے: یعنی اس خیال سے کہ اس زمین میں حکیم سنائی کا مشہور قصیدہ پہلے سے موجود ہے ؎
سنائی کے ادب سے میں نے غوّاصی نہ کی ورنہ
(۱، ب ج، ۶۶)

سُنبُل (ف) مذکر: ایک خوشبودار گھاس کا نام، (اکثر شعرا معشوقوں کے گیسو اور زلف سے تشبیہ دیتے ہیں) ؎
ادھر سنبل کرتا تھا ناز اپنے گیسوے مسلسل پر
(گل پژمردہ، ب ا، ۱۴۵)

سَنبھالنا (ار)
لینا اور اپنے کام میں لانا ؎
ہم تو رخصت ہوئے اوروں نے سنبھالی دنیا
(شکوہ، ب د، ۱۶۷)
: ہر قدم احتیاط برتنا، پھونک پھونک کر قدم رکھنا ؎
دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا
(۱۳، ب ج، ۳۶)

سَنبھلنا (ار): ٹکراتے یا گرنے سے بچنا ؎
اچھلتی پھسلتی سنبھلتی ہوئی
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)
: نادانی یا غفلت سے جو نقصان کا کام کیا ہے اسے ترک کرنا اور ہوش سے کام لینا ؎
پھر سنبھلتی کاش تو اے حکمت عالی تبار
(کلاہ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۲)
: مرتے مرتے بچ جانا ؎
ابلیس کے تعویذ سے کچھ روز سنبھل جائے
(جمعیت اقوام، ض ک، ۱۵۶)

سُنّت (ع) مونث: وہ طریقہ جو حضور نے پسند کیا ؎
ہے ترکِ وطن سنت محبوبِ الٰہی
(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

سَنتری (ار) مذکر: چوکیدار، نگہبان، سپاہی (جو حملہ آور کے لیے قدرتی رکاوٹ ہے) ؎
وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا
(ترانۂ ہندی، ب د، ۸۳)

سَنجَر (ف) مذکر: سلطان سنجر مشرق میں ایک ایسا بادشاہ گزرا ہے جس کی شان و شوکت اور دربار کا رعب و جلال اتنا تھا کہ جب امام غزالی اس کے دربار میں داخل ہوئے تو ہیبت سے ان کے جسم پر رعشہ طاری ہو گیا۔ اگرچہ سلطان نے خود اٹھ کر ان کا استقبال کیا مگر ان کی یہ کیفیت دور نہ ہوئی تب انھوں نے اپنے قاری سے کہا کہ کلام پاک کی آیت پڑھو۔ قاری نے یہ آیت پڑھی اَلَیسَ اللّٰہُ بِکافٍ عَبدَہٗ (= کیا خدا اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے) اس کے بعد ان کی حالت تبدیل ہوئی ؎
یا سنجر و طغرل کا آئینِ جہانگیری
(۴۷، ب ج، ۶۷)

سَنجیدنِ پر (ف ف) سنجیدن (= تولنا) + اضافت + پر (= شہپر، بازو): پروں کو تولنا، عالم بالا میں جانے کے لیے تیار ہونا ؎
حرکت اس گلشن میں جز سنجیدنِ پر کچھ نہیں
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۴۴)

سَنجیدہ (ف) صفت، مصدر سنجیدن (= تلا تُلا ہونا، متین ہونا) سے حالیہ تمام

سنجیدہ گفتاری (- ف ف) سنجیدہ + گفتار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): سوچ سمجھ کر منہ سے بات نکالنے کی خو، گفتگو میں متانت اور تدبر گانہ انداز ؎

علم کی سنجیدہ گفتاری بڑھاپے کا شعور
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۸)

سَنَد (ع) مونث: کارگزاری کا پروانہ، سرٹیفکٹ کا
سند تو لیجیے لڑکوں کے کام آئے گی
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

سُندَر (ہ) صفت: حسین، خوبصورت کا
سندر ہو اس کی صورت جب اس کی موہنی ہو
(نیا شوالا، ب ا، ۲۲۹)

سَنسار (ہ) مذکر: دنیا کا
کھڑا ہے یہ سنسار محنت کی کل پر
(محنت، ب ا، ۲۶۱)

سُنسان (ہ) صفت: اجاڑ، غیر آباد، جہاں سناٹا ہو کا
زندگی سے تھا کبھی معمور اب سنسان ہے
(گورستان شاہی، ب د، ۱۴۱)

سَنکھیا (ہ) مونث: ایک قسم کا زہر، سم الفار کا
سنکھیا بادام ہے: یعنی بادام (گھوڑے کے لیے) سنکھیا کے برابر ہے کا
جس طرح گھوڑے کے حق میں سنکھیا بادام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶)

سَنگ (ف) مذکر: پتھر

سَنگِ اَسْوَد (ف ع) مذکر، سنگ + اضافت + اسود (سیاہ): وہ سیاہ پتھر جو کعبۃ اللہ کی دیوار میں نصب ہے اور جس کو مقدس سمجھ کر حج میں بوسہ دیتے ہیں کا
سنگ اسود تھا مگر سنگ فسان تیغ عشق
(برگ گل، ب ا، ۱۷۱)

سَنگِ آستانِ کعبہ (ف ف) سنگ + آستاں (= چوکھٹ) + اضافت + کعبہ (رک): کعبے یعنی محبوب کی چوکھٹ کا پتھر جس پر عشاق کی جبینیں سجدے کے لیے جھکی رہتی ہیں کا
تو سنگ آستان کعبہ جا ملتا جبینوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

سَنگِ تُربت (ف ع) مذکر، سنگ + اضافت + تربت (= قبر): وہ پتھر جو مزار پر نصب ہو کا
سنگ تربت ہے مرا گرویدۂ تقریر دیکھ
(سید کی لوح تربت، ب د، ۵۲)

سنگِ خارہ (ف ف) مذکر، ایک قسم کا نیلگوں سخت پتھر کا
زجاج کی یہ عمارت ہے سنگ خارہ نہیں
(۲۱، ب ج، ۴۴)

سنگ رس (ف ف) صفت، سنگ + رس، مصدر رسیدن (= پہنچنا) سے فعل امر: جس تک پتھر پہنچ سکے کا
سنگ رس شاخ چمن ہم نے نشیمن کے لیے
(عبد القادر کے نام، ب ا، ۲۵۱)

سنگِ رہ (ف ف) مذکر، سنگ + اضافت + رہ (= راہ کی تخفیف) راستہ: وہ پتھر جو راستے میں حائل ہو کا
سنگ رہ سے گاہ بچتی گاہ ٹکراتی ہوئی
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

سنگِ فَسان (ف ف) مذکر، سنگ + اضافت + فسان (= سان) وہ پتھر جس پر تلوار وغیرہ رگڑ کر اس کی دھار تیز کرتے ہیں کا
سنگ رہزن تھا مگر سنگ فسان تیغ عشق
(برگ گل، ب ا، ۱۷۱)

سنگِ گراں (ف ف) مذکر، سنگ + گراں (رک): بھاری پتھر، مراد بیستوں پہاڑ (رک بیستوں) کا
جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی
(خضر راہ، ب د، ۲۵۹)

سنگِ مَرمَر (ف یو) مذکر، سنگ + مرمر (= ایک قسم کا سفید چکنا پتھر (جو رخساروں کی طرح چکنا ہوتا ہے) کا
کشتۂ رخسار کا ظاہر نشاں ہو اس لیے
قبر پر اس نے ہماری سنگ مرمر رکھ دیا
(ب ا، ۳۸۲)

سنگ و میل (ف ف ف) مذکر، سنگ (پتھر) + میل (= کوس یا میل (۶۰ ۱۷ گز) کا نشان): مسافت کا تعین کا
وہ خضر بے برگ و ساماں وہ سفر بے سنگ و میل
(خضر راہ، ب د، ۲۵۸)

سنگھار (ار) مذکّر نیز مونّث : زیب و زینت ، سجاوٹ کا
جہاں کے باغ کی گویا سنگھار ہے ہر چیز
(گلہری ، ب ا ، ۵۶۱)

سَنگین دِل (ف ف ف) صفت ، سنگ (= پتھر) + ین (لاحقۂ نسبت) + دل (رک) : پتھر کا دل رکھنے والا کا
حاکمیّت کا بتِ سنگیں دل و آئینہ رُو
(ملّا زادہ ، ۴۰ ، ا ح ، ۲۷)

سَنگینی (ف ف ف) مونّث ، سنگ (رک) + ین (لاحقۂ نسبت) + ی (لاحقۂ کیفیّت) : پختگی اور استحکام کا
کیوں مسلماں نہ خجل ہو تری سنگینی سے
(مسجد قوّت الاسلام ، ض ک ، ۱۰۵)

سُننا (ار) : کان میں آواز پہنچنا ، کان میں پہنچی ہوئی آواز کو سمجھنا کا
مکھی نے سنی بات جو مکڑے کی تو بولی
(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۲۹)

سَنوارنا (ار) : سنورنا (رک) کا تعدیہ کا
اس خاک کے پتلے کو سنوارا تھے اسی نے
(شہد کی مکھی ، ب ا ، ۵۵۵)

سَنوَرنا (ار) آراستہ ہونا ، درست و ہموار ہونا ، بکھرے ہوئے کا یکجا ہو کر قرینے سے سمٹ جانا کا
شانۂ موجۂ صرصر سے سنور جاتا ہوں
(ابرِ کوہسار ، ب د ، ۲۸)

سنوسی (ا بل) مذکّر ، سید محمد ادریس السنوسی جو تنظیم سنوسیہ کے ایک بزرگ تھے ۔ انھوں نے ترکوں کے ساتھ مل کر اطالیہ کا مقابلہ کرنے کے لیے ۱۹۱۱ء میں اپنے مریدوں کی ایک فوج بنائی تھی ۔ سنوسیہ ایک رضاکارانہ خدمت کا ادارہ تھا جس کی بنیاد حضرت سید محمد بن علی نے ڈالی تھی جو الجریا کے مسلمان تھے کا
فی عرب امیر فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۹۱)

سُنہری (ار) صفت مونّث : سونے کے رنگ کی کا
سرخی پہ سنہری ہر پھول کی قبا ہو
(ایک آرزو ، ب د ، ۴۷)

سینما (انگ) مذکّر : پردے پر بجلی کے آلات کی مدد سے چلتی پھرتی اور بولتی چالتی تصویریں دکھانے کا کھیل کا
سینما ہے یا صنعت آزری ہے
(سینما ، ب ج ، ۱۵۸)

سُنی نہ مصر و فلسطین میں وہ اذاں میں نے : یعنی جن عربوں نے مصر اور فلسطین فتح کیا تھا اُن کی سی دل دہلا دینے والی اذان کہنے والا اس وقت کوئی نہ تھا کیونکہ وہ جذبہ اب فنا ہو چکا ہے کا
سُنی نہ مصر و فلسطین میں وہ اذاں میں نے
(۱۳ ، ب ج ، ۳۷)

سَو (ار) صفت عددی ، نوّے اور دس کا مجموعہ ، (ہندسوں میں) ۱۰۰ ، کثرت کے ساتھ ، کثیر ، سیکڑوں ، بہت زیادہ کا
سَو زبانوں پر بھی خاموشی تجھے منظور ہے
(گلِ رنگیں ، ب د ، ۲۴)

سَو بات کی ایک بات : سیکڑوں باتوں سے بڑھی ہوئی اور افضل بات کا
تم اگر سمجھو تو یہ سَو بات کی اک بات ہے
(نالۂ یتیم ، ب ا ، ۵۱)

سَو بار (ار ، ار) سیکڑوں دفعہ ، یعنی جہاد کے تمام اسلامی معرکوں میں جو بدر سے شروع ہوئے تھے کا
سَو بار کر چکا ہے تُو امتحاں ہمارا
(ترانۂ ملّی ، ب د ، ۱۵۹)

سَو امید بندھتی ہے : ان لفظوں سے باقیات میں جو غزل شروع ہوتی ہے اس کے سترہ شعر مخزن (اپریل ۱۹۰۳ء) میں شائع ہوئے تھے ۔ جن میں سے نو شعر بانگِ درا میں موجود ہیں
(ب ا ، ۳۴۴ ، ب د ، ۱۰۲)

سَو شُکر : بہت بہت شکر کا
اللہ کا سَو شکر کہ پروانہ نہیں میں

(پروانہ اور جگنو، ب ج، ۱۱۵)

سُو کی ایک : سَو کاموں یا باتوں سے بڑھ کر موثر ایک کام یا بات ؎

سَو تدابیر کی اے قوم یہ ہے اک تدبیر

(رباعیات، ب ا، ۳۲)

سُو (ف) ظرف: طرف، سمت، جگہ ؎

جب آسماں پہ ہر سُو بادل گھرا ہوا ہو

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

سُوئے (۔ ف) ظرف، سُو + ے (علامتِ اضافت): (کسی چیز وغیرہ) کی طرف ؎

سُوئے گورِ غریباں جب گئی زندوں کی بستی سے

(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

سو (ار) کلمۂ جزا: تو وہ، تو یہ ؎

رہی بجلی کی بیتابی سو میرے آشیاں تک ہے

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

سوا (ع) کلمۂ استثنا: علاوہ، بجز ؎

زندگی انساں کی اک دم کے سوا کچھ بھی نہیں

(غزلیات، ب د، ۱۳۵)

سَواد (ع) مذکر: سرحد، علاقہ

سَوادِ حرم (۔ ع) مذکر، سواد + اضافت + حرم (رک): کعبۃ اللہ کا علاقہ جو ہر اس شخص کو جو وہاں پہنچے سجدے اور ذکرِ خدا کی دعوت دیتا ہے ؎

جہاں تمام سوادِ حرم ہوا مجھ کو

(کنارِ راوی، ب د، ۹۴)

سَوادِ رُومۃ الکبریٰ (۔ ع) اٹلی کا پایۂ تخت رُومۃ الکبریٰ جو قدیم الایام میں (دلی کی طرح) ایک بڑا شہر اور دار السلطنت رہا ہے (رک بہ رومۃ الکبریٰ) ؎

سوادِ رومۃ الکبریٰ میں دلی یاد آتی ہے

(۱۷، ب ج، ۱۴۱)

سَوار (ف) صفت: (اصلی معنی) جو گھوڑے یا گاڑی یا اور کسی حرکت کرنے والی چیز میں بیٹھ کر چلے، (مراد) مسلط ؎

ہو روح پھر اک بار سوار بدنِ زار

(مردہ، ا ج، ۲۰)

سَواری آنا: کسی کا سوار ہو کر آنا، (مجازاً) کسی کا تشریف لانا (چاہے سواری پر ہو یا بغیر سواری کے) ؎

میری میّت اٹھی اُدھر ان کی سواری آئی

(ب ا، ۹۱)

سُوال (ع) مذکر: التماس، درخواست، پوچھنے یا مانگنے کا عمل ؎

خدا سے حسن نے اک روز یہ سوال کیا

(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۱۲)

: بھیک مانگنے کا عمل، وہ بات جو کونسل کے جلسے میں حکومت سے جواب طلب کرنے کے لیے کہی جائے (ذیل کے شعر میں دونوں معنی مراد ہیں) ؎

ہم تو فقیر تھے ہی ہمارا تو کام تھا
سیکھے سلیقہ اب امرا بھی سوال کا

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

: یہ بالِ جبریل میں اقبال کے ایک قطعے کی سرخی ہے جس میں انھوں نے خدا تعالیٰ سے ایک ایسا سوال کیا ہے جو کمزور عقیدے والے انسان کے دل میں ابھرتا ہے اور اس سوال کو بغیر جواب دیے چھوڑ دیا ہے جس سے صاف اس امر کی جانب اشارہ مقصود ہے کہ یہ مشیتِ ایزدی میں دخل دینے کے مترادف ہے جو پختہ عقائد کے شایان شان نہیں

(ب ج، ۱۵۱)

سوالِ مکرّر (۔ ع) مذکر، سوال + اضافت + مکرر (رک): دوبارہ مانگنا، مانگنے کے بعد تقاضا ؎

شوخی سی ہے سوالِ مکرر میں اے کلیم

(غزلیات، ب د، ۱۰۸)

سوامی رام تیرتھ: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم ہے جو انھوں نے سوامی جی کی رحلت کے بعد اُن کی یاد میں کہی تھی۔ اگرچہ اقبال مسلمان اور سوامی جی ہندو تھے مگر دونوں میں نقطۂ اجتماع یہ تھا کہ یہ دونوں ہی مسلکِ محبت کے سالک تھے۔ سوامی جی کہتے تھے کہ ایشور بھگتی سے مل سکتا ہے، اقبال کہتے تھے کہ اللہ محبت سے مل سکتا ہے۔

سوامی جی کا اصلی نام تیرتھ رام تھا۔ ۱۸۷۳ء میں ضلع گوجرانوالہ کے ایک دیہات میں پیدا ہوئے۔ والدین کی غربت کے باوجود بڑی محنت سے ریاضی میں ایم اے پاس کیا اور مشن کالج لاہور میں پروفیسری کی جگہ مل گئی۔ ویدانت کے اثرات فطرۃً ان کی طبیعت پر غالب تھے۔ رام کی محبت کے جذبے میں ہفتوں دریائے راوی کے کنارے مراقبے میں بیٹھے رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کی رام بھگتی کا شہرہ دور دور جا پہنچا اور بڑے بڑے دولت مند ان کی خاکِ قدم کو آنکھوں سے لگانے لگے ہردوار (ضلع سہارن پور) ہیں فطری مناظر کا مرکز اور گیان دھیان میں بیٹھنے والوں کی مخصوص زیارت گاہ ہے۔ سوامی جی ہر سال تعطیلات میں وہاں جاتے اور دریائے گنگا کے کنارے مراقبے اور محویت میں بسر کرتے تھے۔ ۱۹۰۶ء کی تعطیلات میں وہ اپنی عادت کے مطابق ہردوار میں دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے ویدانت کے خیالات میں مستغرق تھے یکایک گنگا کی ایک لہر میں کچھ ایسی تجلیاں نظر آئیں کہ اشنان کے لیے دریا میں کود پڑے، دور تک بہتے ہوئے چلے گئے، دریا کے بیچوں بیچ ایک غوطہ لگایا اور تیز بہتی ہوئی لہروں کے دامن میں لپٹی ہوئی تجلیات نے انھیں اپنے دامن میں چھپا لیا، تیسرے دن ان کی نعش خود بخود کنارے سے آ لگی۔ زیرِ نظر نظم اقبال نے ان واقعات کے بعد ان کی رام بھگتی کے اعتراف میں کہی ہے۔

(ب د، ۱۱۴)

: مخزن (جنوری ۱۹۰۷ء) میں اس نظم کے جو اشعار چھپے تھے ان میں سے ایک شعر بانگِ درا میں کم ہے، جو باقیات میں درج ہے۔

(ب ا، ۳۱۰)

سوتا (ار)، مصدر سونا (= نیند لینا) سے حالیۂ ناتمام: جو سو رہا ہو، مراد مردہ ؎

اب کوئی آواز سوتوں کو جگا سکتی نہیں

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

سوتوں (ار) مذکر، سوت (= وہ پانی جو زمین سے جوش مار کر نکلے اور جگہ ملے تو بہتا رہے، پانی زمین سے نکلنے کی جگہ، پانی کا چشمہ) کی جمع بہ قاعدۂ اردو ؎

سوتوں کو ندیوں کا شوق بحر کا ندیوں کو عشق

(کوششِ ناتمام، ب د، ۱۲۴)

سو جانا (ار): نیند لینا، آرام کرنا، جاگنا کا نقیض۔

مرا مسند پہ سو جانا بناوٹ تھی تکلف تھا

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۳۱۸)

سوجھنا (ار): کوئی بات ذہن میں آنا، سمجھ میں آنا ؎

واہ کیا سوجھا مجھے اللہ اکبر کا جواب

(ب ا، ۵۷۵)

: خیال آنا، فکر ہونا ؎

اب مری شہرت کی سوجھی ہے انھیں دیکھے کوئی

(ب ا، ۳۹۴)

سوچ (ار) مذکر: فکر، خیال ؎

اسی سوچ میں تھی کہ میرا پسر

(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

سوچنا (ار): خیال کرنا، رائے قائم کرنا ؎

یہ سوچ کے مکھی سے کہا اس نے بڑی بی

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

سوختہ (ف) صفت، مصدر سوختن (= جلنا) سے حالیۂ تمام: جلا ہوا۔

سوختہ ساماں (ـ ف) صفت، سوختہ + سامان (= اسباب): جس کی جان مال دل اور روح سب کچھ آتشِ عشق کی نذر ہو گیا ہو ؎

ہم وہی سوختہ ساماں ہیں تجھے یاد نہیں

(شکوہ، ب د، ۱۹۸)

سوختہ طبعی (ـ ع ف) مونث، سوختہ + طبع (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): طبیعت کا جلا ہوا ہونا، ایسی طبیعت جس میں کسی قسم کی روح نہ ہو اور جلی ہوئی شے کی طرح بیکار ہو ؎

زاہدِ شہر کہ ہے سوختہ طبعی میں مثال

(عبدالقادر کے نام، ب ا، ۳۵۱)

سوختۂ عشق: عشق کی آگ کا جلایا ہوا ؎

مزرعِ سوختۂ عشق ہے حاصل میرا

(فریاد امت ، ب ا ، ۱۴۳)

سُود (ف) مذکر
۱ وہ نفع جو قرض دیئے ہوئے روپئے پر مہاجن وصول کرتا ہے (ہر وہ رقم جو اس طرح زبردستی وصول کی جائے جیسے مہاجن اپنا سود وصول کرتا ہے) ؎
نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
(باغی مرید ، ب ج ، ۱۶۶)

۲ نفع ، فائدہ ، زیاں کی ضد ؎
فریب سود و زیاں لاالٰہ الااللہ
(لاالٰہ الااللہ ، ض ک ، ۱۵)

سُود خوار : سود کھانے والا ، سود کا بیوپار کرنے والا ؎
تاک میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سود خوار
(یورپ ، ب ج ، ۱۹۷)

سُود فراموش (ـ ف) سود + فراموش (= یاد سے اترا ہوا ، بھولا ہوا) ، نفع کو بھلا دینے والا ، فائدے کو نظر انداز کرنے والا ؎
کیوں زیاں کار بنوں سود فراموش رہوں
(شکوہ ، ب د ، ۱۶۳)

سَودا (ف) مذکر
۱ خرید و فروخت ، معاملت ، لین دین (رک سودائے زیاں)
۲ جنون ، دیوانگی ، عشق کی مستی یا محویت ؎
ہے زعکست آفریں لیکن مجھے سودا بھی ہے
(عاشق ہرجائی ، ب د ، ۱۲۲)

۳ دھن ، فکر ؎
اسے ہے سودائے بخیہ کاری مجھے سر پیرہن نہیں ہے
(غزلیات ، ب د ، ۱۳۵)

سَوداگر (ف) صفت ، سودا + گر (رک) :
سوداگری (رک) کی صفت ؎
وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں
(غزلیات ، ب د ، ۱۳۸)

سَوداگرِ یورپ : مراد برطانیہ ، انگریز ؎
سوداگر یورپ کی غلامی سے ہے آزاد
(دوزخی کی مناجات ، ا ح ، ۲۳)

سَوداگرانہ[1] (ف ف) صفت ، سوداگر (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت) : تاجروں اور سوداگروں کی سی
(رباعیات ، ب ج ، ۸۰)

سَوداگری (ف ف ف) مونث ، سودا (= تجارت) + گر (لاحقۂ صفت) + ی (لاحقۂ کیفیت) ، تجارت کا پیشہ ، سودا بیچنے کا شغل ؎
سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۸)

سَودائے خام (ـ ف ف) مذکر ، سودا + ے (علامت اضافت) + خام (رک) ، غلط خیال ، بیکار بات ؎
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر
(مسجد قرطبہ ، ب ج ، ۱۴۱)

سَودائے زیاں (ـ ف ف) مذکر ، سودا + ے (علامت اضافت) + زیاں (= نقصان) : دل دے کر عاشقی کی مرت قیمت میں لینے کا عمل جو مسلک عشق میں کامیابی کے مترادف ہے ؎
مرے بازار کی رونق ہی سودائے زیاں تک ہے
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۲)

سَودائی (ف) صفت ، سودا (= عشق) + ئی (لاحقۂ صفت) مشتاق ، عاشق ، دھن رکھنے والا ؎
شمع یہ سودائی دل سوزی پروانہ ہے
(مرزا غالب ، ب د ، ۶۷)

سَودائیِ نظارہ (ـ ع) صفت : دیکھنے میں محو ؎
صبح جب میری نظر سودائی نظارہ تھی
(شعاع آفتاب ، ب د ، ۲۳۷)

سوڈے کی بوتل (انگ[2] ار) مونث : اس پانی کی بوتل جو سوڈے کی لاگ سے بنایا جاتا ہے اور جس بوتل میں بند کیا جاتا ہے جب اس کی ڈاٹ کھولتے ہیں تو بھق سے آواز نکلتی ہے اور پانی کے جھاگ ابل پڑتے ہیں ؎

---

[1] ناصرانہ کے ساتھ قافیے میں سوداگرانہ لانے سے ایطائے جلی پیدا ہوگیا۔
[2] انگریزی یا ملی سے بنایا گیا

جو رستش میں کیتا آئے اک سوڑے کی بوتل کُھل گئی

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶)

سُوراج (دَرحدُودِ سَلطَنَت) : پیر رومی کے شعر پہ فارسی کی یہ تضمین اخبارِ تنظیم (امرتسر) کے شمارہ نمبر ۵۵ بابت ماہ اپریل ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی تھی جس کے مشکل الفاظ کا حل فرہنگ ہٰذا کے حصۂ فارسی میں درج ہے۔

(ب د، ۲۴۲)

سُورَہ (ع) مذکر : قرآن پاک کے ۱۱۴ بابوں میں سے ہر ایک باب

سُورۂ قرآنِ فَیض : فَیض (= بخشش) کو قرآن سے اور فیض پہنچانے والے کو سُورے سے تشبیہ دی ہے اور یہ تشبیہ دُوسرے مصرع کے مضمون کے پیشِ نظر دی گئی ہے ؏

تو سراپا آیتے از سُورۂ قرآن فیض

(شکریۂ انگشتری، ب ا، ۱۳۲)

سُورَۂ وَالحَشر (ـ ف، ع ع ع) مذکر، سُورہ + ء (علامت اضافت) + و (= قسم) + ال (علامت تعریف یا معرفہ) + حشر (= قیامت) : وہ سُورت جو حشر یا قیامت کے ذکر سے آغاز ہوئی ہے (اس سُورت کا نام سورۂ والحشر نہیں بلکہ سورۂ حشر ہے، نیز اس میں کسی جگہ "وَالحشر" کا لفظ نہیں آیا) ؏

پڑھ کر کرے گی سُورۂ والحشر دم تجھے

(اشک خوں، ب ا، ۷۵) [سلہ]

سُورَۂ وَالنّور (ـ ف ع) مذکر، سُورہ + النّور (= اللہ کا نور) (قرآن پاک کا ۲۴ واں سُورہ) : آفتاب کا سُورۂ النور سے استعارہ کیا ہے کیونکہ اس کا نور بھی آیاتِ الٰہی میں سے ہے ؏

طلسمِ ظلمتِ شب سُورۂ النور نے توڑا

(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

سُورَۂ رَحمان (ـ ع) مذکر، سُورہ + رحمان (= قرآن کے ایک سُورے کا نام جو ستائیسویں پارے میں ہے اور الرّحمٰن سے شروع ہوتا ہے) اس جگہ اس سُورے کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جو بار بار آتی ہے یعنی فَبِاَیِّ آلاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَان، اس آیت کے بار بار آنے سے پُورے سُورے کی آہنگ میں دلکشی پیدا ہو گئی ہے ؏

آہنگ میں یکتا صفت سُورۂ رحمان

(مرد مسلمان، ض ک، ۲۰)

سُورَۂ وَالشَّمس (ـ ف ع) مذکر، سُورہ + ء (اضافت) + وَالشّمس (= قسم ہے سُورج کی) : قرآن پاک کا وہ سُورہ جو (تیسویں پارے میں) لفظ "وَالشّمس" سے شروع ہوتا ہے (خدائے پاک نے سُورج کی قسم اس کی اسی عظمت کی وجہ سے کھائی ہے کہ تمام رنگ اور گل و گلزار اور موجودات اسی کی روشنی کے عکس سے پیدا اور تغیّر پذیر ہوتے ہیں) ؏

یہ بھی سُورۂ والشّمس کی تفسیریں ہیں

(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۴)

سُوریا : ملکِ شام جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے تھے

(یورپ اور سُوریا، ض ک، ۱۴۹)

سوز (ف) مذکر
مصدر سوختن (= جلنا) سے حاصل مصدر : جلنے کی کیفیت، حرارت، آگ، درد (میٹھا میٹھا یا پُر محبّت) ؏

واں بھی جل مرتا ہے سوزِ شمع پر پروانہ کیا

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

: عشق ؏

شمعِ سحر یہ کہ گئی سوز ہے سازِ زندگی

(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

: آگ پر رکھ کر حرارت پہنچاتے یا پہنچنے کا عمل ؎

مقام بست و شکست و فشار و سوز و کشید
میانِ قطرۂ نیسان و آتشِ عنبی

(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

: جذبہ، عشق کا جذبہ ؏

سلہ قرآن پاک میں سُورۂ النّور ہے نہ کہ وَالنّور، کتاب میں والنّور کی جگہ النّور بنا لیجیے یہی لفظ باقیاتِ اقبال (محاصرۂ اوّل) صفحہ ۳۷۰ میں آیا ہے۔ وہاں بھی درست کر لیجیے۔

حرم کے دل میں سوزِ آرزو پیدا نہیں ہوتا

(۷، ب ج، ۱۱)

: مصدر سوختن سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور صفت کے معنی دیتا ہے جیسے دل سوز (رک)۔

سوزِ اشتیاقِ دید (ـ ع ف) مذکر، سوز + اضافت + اشتیاق (= شوق) + اضافت + دید (= دیدار، نظارہ) : محبوب کو دیکھنے کے شوق کی آگ، شعلۂ اشتیاق ہے

آہ میں جلتا ہوں سوزِ اشتیاقِ دید سے

(چاند، ب د، ۷۹)

سوزِ پنہاں (ـ ف) مذکر، سوز + اضافت + پنہاں (= دل میں پوشیدہ) : اپنے دل میں لگی ہوئی آگ ہے

جلاتا ہے مجھے ہر شمعِ دل کو سوزِ پنہاں سے

(تصویرِ درد، ب د، ۷۱)

سوزِ تمام (ـ ع) مذکر، سوز + اضافت + تمام (= کامل) : کامل عشق ہے

اب کوئی سودائی سوزِ تمام آیا تو کیا

(شمع اور پروانہ، شمع، ب د، ۱۸۶)

سوزِ جگر (ـ ف) مذکر : دل کی روشنی، یعنی عشق و معرفت کا حصول ہے

زندگی سوزِ جگر ہے علم ہے سوزِ دماغ

(تربیت، ض ک، ۹۷)

سوزِ جوہرِ گفتار (ـ ع ف) مذکر، سوز + اضافت + جوہر (رک) + اضافت + گفتار (رک) : کمال شاعری کی تاثیر ہے

زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)

سوزِ حیات (ـ ع) مذکر، سوز + اضافت + حیات : (روح میں) زندگی کی حرارت (جو محبوب کا جمال دیکھنے کے اثر سے پیدا ہوگی) ہے

ہو عیاں جوہرِ اندیشہ میں پھر سوزِ حیات

(گل، ب د، ۱۱۸)

سوزِ درونِ کائنات (ـ ف ع) مذکر، سوز + درون (رک) + اضافت + کائنات (رک) : عالم رنگ و بو والوں کے دل میں سوز و گداز کا رنگ اور اس کے نتیجے میں عشق کی کیفیت ہے

جس کی نومیدی سے ہو سوزِ درونِ کائنات

(جبریل و ابلیس، ب ج، ۱۴۴)

سوزِ دماغ (ـ ع) مذکر، دماغ کی روشنی ہے

(تربیت، ض ک، ۹۷)

سوزِ زندگی (ـ ف) مذکر، سوز + اضافت + زندگی (= حیات) : حیات کی حرارت اور گرمی جس سے سرگرمی پیدا ہوتی ہے ہے

ہے کے سوزِ زندگی ہر شے میں جو مستور ہے

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

سوزِ کہن (ـ ف) مذکر، سوز + کہن (رک) : پرانا جلوہ، مراد امام غائب کی تجلی (چونکہ اقبال حضرت موسیٰ سے مخاطب ہیں اس لیے جلوۂ امام کا "سوزِ کہن" یعنی پرانی تجلی سے استعارہ کیا ہے ہے

ہو گیا آنکھوں سے پنہاں کیوں ترا سوزِ کہن

(کفر و اسلام، ب د، ۲۴۰)

سوزِ نفس (ـ ع) مذکر، سوز + نفس (سانس) : کلام کا درد اور تاثیر ہے

یہی سوزِ نفس ہے اور میری کیمیا کیا ہے

(۳۳، ب ج، ۵۵)

سوز و ساز (ـ ف ف) مذکر، سوز + و (عطف) + ساز، مصدر ساختن (= بنانا، بنا بنا مراد لطف اندوز ہونا) سے فعل امر : عاشقانہ زندگی ہے

شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۴)

: غصہ اور میل جول ہے

آب و گل تیری حرارت سے جہانِ سوز و ساز

(پانچویں مشیر، ا ح، ۱۰۶)

سوز و سازِ آرزو (ـ ف ف) مذکر، سوز و ساز (رک) + اضافت + آرزو (= تمنائے عشق) : سوزشِ عشق اور اس کی لذت، عاشقانہ زندگی کا مزہ ہے

اس چمن میں میں سراپا سوز و سازِ آرزو

(گل رنگیں، ب د، ۲۴)

سوز و سازِ رومی: مراد رومی (رک) کا عشق ہے
کبھی سوز و سازِ رومی کبھی پیچ و تابِ رازی
(۱۳۱، ب ج، ۱۷)

سوز و گداز (ف ف) مذکر، سوز + و (عطف) + گداز، مصدر گداختن (= پگھلنا) سے فعل امر؛ عشق کی آگ سے جلنے اور دل پانی ہو جانے کی کیفیت (جس میں عشق کا لطف آتا ہے) ہے
تجھے سے دل میں لذت سوز و گداز ہے
(شمع و پروانہ، ب د، ۴۱)

سوزِ یقین (ـ ع) مذکر، یقین کی آگ، اس بات کا یقین محکم کہ وہ جد و جہد کریں گے تو ضرور کامیابی ہو گی ہے
گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے
(فرمانِ خدا، ب ج، ۱۱۰)

سوزاں (ف) صفت، مصدر سوختن (= جلنا، جلانا) سے صفت فاعلی، جلنے والا، جلتا ہوا ہے
یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمعِ انجمن بھی ہے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۶)

سوزن (ف) مونث، سوئی جس سے سیتے ہیں ہے
جو ہتے چھالوں میں کانٹے نوکِ سوزن سے نکالے ہیں
(عزیزیات، ب د، ۱۰۱)

سوزن با پیراہن (ـ ف ف) صفت، سوزن + بہ (= میں) + پیراہن (رک): اپنی قمیص میں سوئی رکھے ہوئے (اس خیال سے کہ وقت آئے تو پیراہن کو سییں۔ پھول میں کانٹوں کا اچھے اسلوب سے استعارہ کیا ہے) ہے
پھول فرقت میں ترے سوزن بہ پیراہن رہے
(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۲)

سوزی (ف ف) سوز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)، مرکبات میں مستعمل ہے اور سابق کے سلسلے سے مل کر جلنا یا جلانا کے معنی دیتا ہے ہے
برق دیرینہ کو فرمان جگر سوزی دے
(شکوہ، ب د، ۱۲۹)

سوسن (ف) مونث: ایک نیلگوں پھول جسے عموماً زبان سے تشبیہ دیتے ہیں ہے
گل و نرگس و سوسن و نسترن
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۲)

سوغات (ف) مونث: تحفہ، ہدیہ ہے
ساحل کی سوغات؟ خار و خس و خاک!
(غزل، ض ک، ۱۱۳)

سوگوار (ف) صفت: مغموم، رنجیدہ، ماتم کرنے والا، غم میں مبتلا ہے
شباب سیر کو آیا تھا سوگوار گیا
(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۱۲)

سولی (ار) مونث: رک دار ہے
تھی وہ سولی درحقیقت نردبانِ اہلِ درد
(ریزہ، ب ا، ۲۱۲)

سومنات (ھ) مذکر، گجرات کے مشہور بت خانے میں سونے کے ایک بت کا نام جسے محمود غزنوی نے توڑا تھا، بتخانہ،
: مراد دنیا بھر کے بتخانے ہے
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہلِ حرم کے سومنات
(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۲)

سومناتِ دل (ـ ف) مذکر، سومنات + اضافت + دل (رک)، دل کو سومنات سے تشبیہ دی ہے، جس طرح سومنات کے مندر میں بہت سے بت تھے اسی طرح دل میں بھی مادیت کے بت بھرے پڑے ہیں جو پروردگارِ عالم کی سچی محبت سے روکتے ہیں ہے
میں غزنوی سومناتِ دل کا ہوں تو سراپا ایاز ہو جا
(پیامِ عشق، ب د، ۱۲۹)

سومناتی: رک خاص سومناتی

سونا علا (ار) فعل
: آرام کرنا، لیٹ کر آنکھیں بند کرنا اور نیند لینا، رات کو مقیم ہونا ہے
کسی وادی میں جو منظور ہو سونا مجھ کو
(ابرِ کہسار، ب د، ۲۷)

: سر نیہوڑا کر لیٹ جانا، بے جان کی طرح پڑا ہونا ؎
آغوشِ میں زمیں کی سویا ہوا ہو سبزہ
(ایک آرزو، ب د، ۴۷)
: مرجھا کر سر جھکا لینا (جیسے غنودگی میں ہیں) ؎
جو پھول مہر کی گرمی سے سو چلے تھے اٹھے
(ابر، ب د ۹۷)

سونا۲ (ار) مذکر: سنہرے رنگ کی ایک دھات جو نرم اور سب دھاتوں سے بیش قیمت ہوتی ہے (اس کے زیور عورتیں پہنتی ہیں) ؎
پہنا دیا شفق نے سونے کا سارا زیور
(بزمِ انجم، ب د، ۱۷۳)

سونی (ار) مونث: اجڑی ہوئی، برباد، سنسان ؎
سونی پڑی ہوئی ہے مدت سے دل کی بستی
(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

سونے: سونا۲ کی مغیرہ حالت نیز جمع۔

سونے کا سارا زیور: رات کا زیور تارے اور چاند ہیں جن کا رنگ سونے سے مشابہ ہوتا ہے۔ بطور ایہام سونے (یعنی خواب) کی جانب بھی اشارہ ہے جو رات کی اصل غرض و غایت اور اس کی زینت ہوتی ہے ؎
پہنا دیا شفق نے سونے کا سارا زیور
(بزمِ انجم، ب د، ۱۷۳)

سونے کی کان: پہاڑ وغیرہ کے اندر وہ کان یا ذخیرہ جس میں سے سونا (عٹ) برآمد ہوتا ہے ؎
جو سمجھیں تو سونے کی ہے کان محنت
(محنت، ب ا، ۲۶۰)

سونے کی مورتی (ار ار ار) مونث، سونے (= زر) + کی + مورتی (= مجسمہ) قیمتی مجسمہ، مراد اتحاد، ہندو مسلم اتحاد ؎
پھر اک انوپ ایسی سونے کی مورتی ہو
(نیا شوالا، ب ا، ۳۳۹)

سونے والا (ار م): جس پر نیند غالب ہو، غافل اور بے حس انسان ؎
سونے والوں کو جگا دے شعر کے اعجاز سے

(اسپید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۳)

سُوَیدا (ع) مذکر: وہ سیاہ نقطہ جو دل پر ہوتا ہے ؎
سمٹ کر تشنگی دل سے سویدا بن گیا آخر
(ب ا ۳۸۵)

سہ (ف) صفت: تین ؎
پس از سہ سال ہوا گم شدہ نجیب پیدا
(ب ا، ۴۴۱)

سہارا (ار) مذکر: جس پر ہر کام میں مدد کرنے کا بھروسا ہو، آسرا، تکیہ، توقع، توانائی ؎
کرتی رہبری اس کی سب کا سہارا
(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

سہانی (ار) صفت: دل پر پُرکیف اثر کرنے والی، خوشگوار ؎
سہانی نمودِ جہاں کی گھڑی تھی
(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

سہل (ع) صفت: آسان
(تمہید ۱۰، ض ک، ۱۱)

سہمنا (ار): ڈر کر سمٹنا، خوف زدہ ہونا ؎
کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
(شکوہ، ب د، ۱۹۵)

سہنا (ار): برداشت کرنا، جھیلنا ؎
دلیل مہر و وفا اس سے بڑھ کے کیا ہوگی
(غزلیات، ب د، ۲۸۷)

سہی (ار): تاکید فعل کے لیے ؎
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے
(۲۵، ب ج، ۴۸)

سہیلی (ار) مونث: ساتھ رہنے والی یا دوست لڑکی ؎
بلبلوں نے جب سنی یہ سہیلی کی گفتگو
(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو، ب ا، ۵۳۸)

سی (ار) تشبیہ مونث کے لیے مستعمل، مترادف: کچھ ایسی، جیسے ؎
شوخی سی ہے سوال مکرر میں اے کلیم
(غزلیات، ب د، ۱۰۸)

سے (ار) کلمۂ ربط

: ابتدا یا مبدء کار کے معنی میں ہے

اڑتی ہوئی آئی ہو خدا جانے کہاں سے

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

: علامت مفعول ہے

چوٹیاں تیری ثریّا سے ہیں سرگرم سخن

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

: بدولت ہے

نمائش ہے مری تیرے ہنر سے

(تصویر و مصوّر، ا ح، ۱۷)

: کے باعث، کی وجہ سے ہے

ہے بلندی سے فلک بوس نشیمن میرا

(ابر کوہسار، ب د، ۲۷)

: کی ہے

ہے سحر کا آسماں خورشید سے مینا بدوش

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)

: ساکر ہے

آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)

: مثل، طرح (سا کا امالہ) ہے

پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے

(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)

: کی بجائے ہے

گل سے رشک گل آفتاب مجھ کو کرے

(جگنو کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

: مقابلے میں ہے

تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

: کے ساتھ ہے

بغض اصحاب ثلاثہ سے نہیں اقبال کو

(غزلیات، ب د، ۲۹۴)

: سا (= افراط و کثرت) کا امالہ: بہت، بے حد ہے

نغمے سے دل میں لذت سوز و گداز ہے

(شمع و پروانہ، ب د، ۴۱)

سیادت (ع) مونث: اصلی معنی سرداری، سیّد ہونے کی صفت، اس جگہ سرپرستی مراد ہے ہے

جس جہاں کا ہے فقط تیری سیادت پہ مدار

(پانچواں مشیر، ا ح، ۱۱)

سیّار: رک سیّارہ ہے

گھر جائیں گے افلاک کے سب ثابت و سیّار

(اذان، ب ج، ۱۴۵)

سیّارہ (ع) مذکر: وہ ستارہ جو گردش کرتا رہتا ہے مراد باعمل اور متحرک انسان ہے

کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیّارا

(خطاب بہ جوانان اسلام، ب د، ۱۸۰)

سیّارۂ ثابت نما (ع ع ف) مذکر، سیّارہ (= گردش کرنے والا ستارہ) + ء (علامت اضافت) + ثابت (= وہ ستارہ جو اپنی جگہ پر قائم ہے) + نُما، مصدر نمودن (= دکھانا، دکھائی دینا) سے فعل امر: ایسا گھومنے والا جرم آسمان جو دیکھنے میں نہ گھومنے والا نظر آئے ہے

ساتھ اُسے سیارۂ ثابت نما لے چل جے

(ماہ نو، ب د، ۵۴)

سیّارۂ زمیں: زمین کو یہاں وجہ سیّارہ (رک) سے تعبیر کیا ہے کہ یہ بھی گردش کرتی ہے ہے

تو آج سر بہ خاک ہو سیّارۂ زمیں

(اشک خوں، ب ا، ۸۲)

سیاست (ع) مونث

: ملکی انتظام، مصلحت وقت کے مطابق نظم و نسق ہے

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے

(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

: ابن الوقتی، وقت کی رفتار دیکھ کر ایسی گفتگو یا رویّہ اختیار کرنے کا طریقہ جس سے اپنا مطلب نکلے (رک اہل سیاست)

: یہ بال جبریل میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ سیاست میں کوئی اپنے

دل کی بات اپنے بڑے سے بڑے رفیق کو بھی نہیں
بتاتا اور منافقت برتتا ہے

(ب ج ، ۱۵۹)

سیاستِ افرنگ : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ فرنگیوں کی سیاست ابلیسی کاروبار ہے

(ض ک ، ۱۴۲)

سیاست گر (ع - ف) صفت ، سیاست + گر (لاحقۂ صفت) : سیاسی چالیں چلنے والا ۔

سیاست گری (ع - ف ف) مؤنث ، سیاست گر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) ، سیاسی چال ، مکاری ۔

پرانی سیاست گری خوار ہے

(ساقی نامہ ، ب ج ، ۱۲۳)

سیاسی (ف) صفت : سیاست کے کاموں میں حصہ لینے والا

(سیاسی پیشوا ، ض ک ، ۱۵۰)

سیاسی پیشوا : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم ہے جس میں انھوں نے سیاسی لیڈروں کے لیے ، چاہے مشرق کے ہوں یا مغرب کے ، یہ بتایا ہے کہ یہ لوگ قیادت کے اہل نہیں کیونکہ ان کی نظر میں صرف مادی فلاح و بہبود ہے ۔

(ض ک ، ۱۵۰)

سیاہ (ف) صفت : کالا ۔

سیاہ پوش (ف) صفت ، سیاہ + پوش ، مصدر پوشیدن (= پہننا) سے فعل امر : کالے کپڑے پہنے ہوئے (کالی گھٹا اٹھنے کی طرف اشارہ) ۔

سیاہ پوش ہوا پھر پہاڑ سرن کا

(ابر ، ب د ، ۹۱)

سیاہی (ف) مؤنث : کالا رنگ ، کالی روشنائی ، مراد رات کی تاریکی جس کا سیاہی سے استعارہ کیا ہے ۔

جب سیاہی گر چکی قطر زن سیاہی پر گرا

(راہ گم ، ب ا ، ۳۱۱)

سی آئی ڈی : خفیہ پولیس ۔

مضمون نگار بیوی کا سی آئی ڈی کا ڈر

(ب ا ، ۴۶۷)

سیپارا (ف ف) صفت ، سی (= تیس) + پارا (= ٹکڑا) : ٹکڑے ٹکڑے ، پاش پاش ۔

جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

(خطاب بہ جوانانِ اسلام ، ب د ، ۱۸۰)

سیٹھ (ار) مذکر : دولتمند ، مالدار ۔

بڑے سیٹھ ہیں قوم کے یہ بھکاری

(غریبوں کا الخ ، ب ا ، ۵۳۶)

سیحون (ف) مذکر ، مقام تاتار کے ایک مشہور دریا کا نام ، مطلق دریا ۔

اڑ گیا مری آنکھوں سے خون کا سیحون

(فلاح قوم ، ب ا ، ۲۸)

سیّد (ع) مذکر : سردار (رک سیدِ لولاک) : آنحضرتؐ کی پارۂ جگر جناب فاطمہؓ کی اولاد جو آلِ رسولؐ کہلاتی ہے ۔

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۳)

سیّد زادہ (ع - ف) صفت ، سیّد + زادہ ، مصدر زادن (جننا) سے حالیہ تمام : سادات کی اولاد

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام ، ض ک ، ۱۸)

سیّد کی لوحِ تربت : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کی سرخی ہے جو انھوں نے بیسویں صدی شروع ہوتے ہی تصنیف کی تھی اور جنوری سن ۳ کے ماہنامہ مخزن لاہور میں چھپی تھی ۔ اس نظم میں اقبال نے سرسید کی تعلیمات کو اُن کی لوحِ تربت کی زبان سے اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے ۔ لوح علما سے یہ کہتی ہے کہ دینی تعلیم کے ساتھ قوم کو دنیا کی تعلیم حاصل کرنے کی بھی ترغیب دو ۔ فرقہ بندی سے قوم کو دور رکھو اور اس تباہی سے بچاؤ جو پھوٹ پڑنے سے ہوتی ہے ، قلم کو دل آزار نشتروں سے محفوظ رکھو اور گئی گزری باتوں (غالباً خلافت کے جھگڑوں) کا اعادہ نہ کرو ۔ لیڈروں سے لوح کہتی ہے کہ سچے مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ وہ بزدل نہیں ہوتا ۔ ہر جگہ اخلاقی جرأت سے کام

لیتا ہے اور ریاکاری و نفاق سے کوسوں دور رہتا ہے۔
شاعروں سے توقع یہ کہتی ہے کہ اپنی زبان ہجو اور بدگوئی
سے پاک رکھو، لوگوں کے جھوٹے قصیدے مت کہو
اور قوم کی اصلاح کے لیے اپنی شاعری کو وقف کر دو۔
سرسیّد کا پورا نام سیّد احمد خاں تھا انھوں نے ۱۸۵۷ء
کے غدر میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے بعد ان کی سیاسی
رہ نمائی کی اور علی گڑھ (یو پی) میں ان کی اعلیٰ تعلیم کے لیے
کالج قائم کیا جو آج مسلم یونیورسٹی کے نام سے موسوم ہے
معاشیات اور ہر شعبۂ زندگی میں قوم کی ترقی و اصلاح کے
لیے صدہا مضامین لکھے جو ماہ نامۂ "تہذیب الاخلاق" میں
شائع ہوتے رہے۔ حالی سے مسدس "مدّ و جزرِ اسلام"
لکھا کر سوئی ہوئی قوم کو جھنجھوڑا۔ غرضیکہ طرح طرح سے مسلمانوں
کی فلاح و بہبود کے سامان پیدا کیے اور حق یہ ہے کہ
برِصغیر میں آج مسلمانوں کا وجود بہت کچھ اُن کی مساعیِ
جمیلہ کا مرہونِ منت ہے۔ سن ۱۹۱۰ میں وفات پائی
(ب د، ۵۲)

: اس عنوان کے تحت مخزن (جنوری ۱۹۰۳ء) میں چھپے
ہوئے بائیس شعر بانگِ درا میں درج نہیں جو باقیاتِ
اقبال میں نقل کیے گئے ہیں۔

(ب د، ۳۰۶)

سیّدِ لولاک : وہ سردار جن کی شان میں لولاک (رک)
نازل ہوا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ؎
مَیں مخاطب ہوں جنابِ سیّدِ لولاک کا

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۶)

سیّد نادر حسین تحصیلدار : مرحوم کسی سازش میں شہید کر
دیے گئے تھے ان کا قطعۂ تاریخ اقبال نے فارسی
میں کہا ہے اور مادّے کو اپنے ایک خط مورخہ ۷ فروری
۱۹۱۱ء میں الہامی قرار دیا ہے۔ مشکل الفاظ کا حل
اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، ۳۸۹)

سیدھا (ار) : جس میں خم یا بل نہ ہو، ہموار، راست ؎
مدّت سے آرزو تھی کہ سیدھا کرے کوئی

(ب ا، ۳۴۵)

سیدھا سادہ (ار ار) صفت مذکر : جو شخص دیکھنے میں
بہت مسکین اور صاف طبیعت کا نظر آئے ؎
یہ حضرت دیکھنے میں سیدھے سادے بھولے بھالے ہیں

(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

سیدھی سادی (ار) صفت مونث : صاف، بے عیب
جس میں کسی قسم کا تکلّف نہ ہو اور سراسر فطرت کے تقاضوں
کے مطابق ہو ؎
کچھ بتا اس سیدھی سادی زندگی کا ماجرا

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

سَیر (ع) مونث
: چلنے پھرنے کا عمل یا کیفیت جس میں مختلف مقامات
سے گزر ہو، تفریح، گشت ؎
سَیر کرتا ہوا جس دم لبِ جُو آتا ہوں

(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۴)

: تماشا ؎
عشق کی راہ میں اک سَیر تھی ہر منزل پر

(فریادِ امّت، ب ا، ۱۵۰)

سَیرِ دریا : مراد سمندر کے جہاز کا سفر
سیرِ دریا میں ہیں ہزار مزے

(خدا حافظ، ۵۳)

سیرِ فلک : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے
دراصل یہ ایک الیگریکل نظم ہے جس میں علامہ نے
سورۂ توبہ کی چونتیسویں آیت کی اپنے لفظوں میں تفسیر کی ہے
اس آیت میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ "جن لوگوں نے سونا چاندی
جمع کیا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز کی قیامت
کے دن ان کی پیشانی، پہلو اور پشت کو اُنہی (گرم
کیے ہوئے) سونے چاندی سے داغا جائے گا اور
فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم نے جو دولت جمع کی تھی
اب اس کا مزہ چکھو"۔ اقبال نے اس بات کو اس طرح
کہا ہے کہ دوزخ بجائے خود گرم نہیں بلکہ جب گناہگار
اپنی بد اعمالیوں کے ساتھ وہاں پہنچتے ہیں تو وہ بداعمالیاں
ہی شعلہ اور انگارا بن کر انھیں جلاتی ہیں۔

(ب د، ۱۶۵)

سیر گاہِ شیخ شیراز (— ف ف) مونث ، سیر + گاہ (= جگہ) + شیخ شیراز (= ایران کے مشہور شہر شیراز کے شیخ سعدی جو ہندوستان میں سیاحت کے لیے آئے تھے) ؎
اڑ جا اے سیر گاہِ شیخ شیراز اڑ جا
(صدائے درد ، ب ا ، ۲۹۲)

سیراب (ف ف) صفت ، سیر (= پُر) + آب (= پانی) : تر و تازہ ، شاداب ؎
اقبال کے اشکوں سے یہی خاک ہے سیراب
(شعاعِ امید ، ض ک ، ۱۰۹)

سیراب ہے پرویز جگر تشنہ ہے فرہاد : پرویز (= سرمایہ دار) ، فرہاد (= مزدور)
(دوزخی کی مناجات ، ا ح ، ۲۳)

سیرابی (ف ف ف) مونث ، سیر (= بقدر ضرورت غذا پاکر پیٹ بھرنے کا عمل) + آب (= پانی) + ی (لاحقۂ کیفیت) : پیاس بجھ جانا (قب گوہر کی سیرابی)
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
(طلوعِ اسلام ، ب د ، ۲۶۷)

سیرت (ع) مونث ، عادت ، طبیعت ، وصف ؎
مسافتِ زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر
(طلوعِ اسلام ، ب د ، ۲۷۳)

سیڑھی (ار) مونث ، زینہ ؎
وہ سامنے سیڑھی ہے جو منظور ہو آنا
(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۲۹)

سیزر (لیو) مذکر : قیصر ، شاہان روم کا لقب تھا .
سیزر کا خواب : مراد قیصر روم بننے کا منصوبہ ؎
آل سیزر کو دکھایا ہم نے پھر سیزر کا خواب
(خضرِ راہ ، ب د ، ۱۹)

سیکڑوں (ار) صفت ، سیکڑا (= ایک سَو) کی جمع ، بہت سے سیکڑے ، بے شمار وغیرہ ؎
نشیمن سیکڑوں میں نے بنا کر پھونک ڈالے ہیں
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۱)

سیکڑوں صدیوں (ف ار) صدی (= ایک سَو برس) + وں (لاحقۂ جمع) ، لاکھوں ، بے شمار ؎
سیکڑوں صدیوں کی کشت و خوں کا حاصل ہے یہ شہر
(بلادِ اسلامیہ ، ب د ، ۱۴۶)
(نوٹ) کئی سَو کو کئی سَو میں ضرب دے کر اس کا حاصل ضرب لاکھوں سے متجاوز ہو جاتا ہے حالانکہ اسلام کی کل عمر اقبال کے دور میں تیرہ سَو برس کی تھی۔ پھر یہ شہر کیسے لاکھوں برس کی خونریزی کا حاصل ہو سکتا ہے بنا بریں اس مصرعے میں شاعر سے یا کاتب و ناشر تک کسی نہ کسی سے ضرور سہو ہوا ہے . ہو سکتا ہے کہ اس معنی میں اقبال نے وضع کر لیا ہو . چنانچہ دوسری جگہ کہتے ہیں ؎
پھل ہے یہ سیکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا
(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۵)

سیکڑوں منزل (ار ع) متعلق فعل ، سیکڑوں + منزل (= سات کوس یا کم و بیش مسافت جو ایک پڑاؤ سے دوسرے پڑاؤ تک ہوتی ہے) : بہت بہت فاصلے پر ، نہایت درجہ بعید ؎
سیکڑوں منزل ہے ذوقِ آگہی سے دور تو
(چاند ، ب د ، ۸۰)

سیل (ع) مذکر ، بعض مونث : پانی کی رَو ، طغیانی ، بہیا ؎
ہے ترے سیل محبت میں یونہی دل میرا
(حسن و عشق ، ب د ، ۱۱۹)

سیل بے پناہ (— ف ف) مذکر ، سیل + بے پناہ (مرکب) : ایسا طوفان جس سے بچنے کی جگہ نہ ملے ، جنگ عظیم کی طرف اشارہ ہے جو کچھ مدت کے بعد پیش آئی ؎
فرنگ رہ گزر سیل بے پناہ میں ہے
(۴۸ ، ب ج ، ۲۹)

سیلِ رواں ہمارا (— ف ار) ، سیل (مرکب) + رواں (مرکب) + ہمارا (مرکب) : مراد طوفان کی طرح بڑھتا ہوا لشکر ؎

- اقبال نے "بیسیوں صدیوں " یا "سیکڑوں برسوں " کی جگہ شاید یہ استعمال ایک بڑی مدت کے لیے وضع کر لیا ہو

رکتا نہ تھا کسی سے سَیل رواں ہمارا

(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

سَیلِ ہمہ گیر (— ف ف) مذکر: سَیل + اضافت + ہمہ (= سب) + گیر (رک): چاروں طرف پھیل جانے والا جنگ کا سیلاب جو چین اور آبنائے باسفورس تک جا پہنچا تھا ؎

جوشش کردار سے تیمور کا سَیلِ ہمہ گیر

(نپولین، ب ج، ۱۴۹)

سیلی (ف) مونث: طمانچہ، تھپڑ۔

سیلی خوردہ (— ف) صفت، سیلی + خوردہ، مصدر خوردن (= کھانا) سے حالیہ تمام: طمانچہ کھائے ہوئے ؎

زمیں پر یوں نہ سیلی خوردہ ریگ بیاباں تھا

(گل خزاں دیدہ، ب ا، ۵۱۵)

سیلی زدۂ موجِ سراب (— ف ف ع ف، سیلی + زدہ، مصدر زدن (= مارنا) سے حالیہ تمام + ۂ (علامت اضافت) + موج (رک) + سراب (= وہ ریت جو سورج کی چمک میں دور سے بہتا ہوا پانی معلوم ہو): جیسے ریت کی لہریں ابلتے ہوئے پانی کی طرح تھپیڑے لگائیں (تپ سینۂ صحرا سے حباب اٹھنا) ؎

رہرو دشت ہو سیلی زدۂ موجِ سراب

(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

سیم (ف) مونث: چاندی (مشہور سفید دھات) ؎

سیمِ خام (— ف) مونث، سیم + اضافت + خام (= کچی): کچی چاندی جو بہت سفید اور منجمد ہوتی ہے ؎

نیل کے پانی میں یا مچھلی ہے سیمِ خام کی

(ماہِ نو، ب د، ۵۴)

سیمِ سیّال (ف ع) مونث، سیم + اضافت + سیّال (= بہتی ہوئی): بہتی ہوئی چاندی (پانی سورج کے عکس سے اسی طرح چمکتا ہے جیسے چاندی بہ رہی ہے) ؎

سیمِ سیّال ہے پانی ترے دریاؤں کا

(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۶۴)

سیم تاب (— ف) صفت، سیم + تاب (رک): چاندی کی طرح سفید براق چمکدار ؎

دلبند ارجمند سحر خند سیم تاب

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۸)

سیما (ع) مونث: پیشانی ؎

ظاہر تری تقدیر ہو سیمائے قمر سے

(حضورت، ض ک، ۱۲۲)

سیمائے افق (ع ف ع) مونث، سیما (= پیشانی) + ئے (علامت اضافت) + افق (رک): افق کو پیشانی سے تشبیہ دی ہے ؎

جس پہ سیمائے افق نازاں ہو وہ زیور ہے تو

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۸)

سیماب (ف ف) مذکر، سیم (= چاندی) + آب (= پانی): پارہ جو ہر وقت متحرک رہتا ہے۔

تھم گئی جس دم تڑپ سیماب سیمِ خام ہے

(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۱۴)

سیماب پا (— ف) صفت، سیماب + پا (= پاؤں): جس کے پاؤں کو پارے کی طرح دم بھر قرار نہ ہو، (ایک جگہ) نہ ٹھہرنے والا۔

طفلک سیماب پا ہوں مکتبِ ہستی میں مَیں

(ماہِ نو، ب د، ۵۴)

سیمابِ پریشاں انجم گردوں فروز: انجم گردوں فروز کو سیمابِ پریشاں سے تشبیہ دی ہے ؎

آہ سیمابِ پریشاں انجم گردوں فروز

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۲)

سیماب رنگ (— ف) صفت، سیماب + رنگ (رک): پارے کی طرح تیزی سے اڑنے والا ؎

کہیں جرّہ شاہینِ سیماب رنگ

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۶)

سیماب وار (ف) متعلق فعل، سیماب + وار (= مثل، طرح): پارے کی طرح مضطرب ؎

سیماب وار رکھتی ہے تیری ادا اسے

(شمع و پروانہ، ب د، ۴۰)

سیمابی (ف ف) صفت: سیماب (رک) سے منسوب۔ پارے کے رنگ کی

، سفید براق ـــ
پہنے سیمابی قبا محوِ خرامِ ناز ہے
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)
، پارے کے اوصاف کی یعنی بے قراری، بے چینی اور اضطراب کی ـــ
کہ رخصت ہوگئی دنیا سے کیفیت وہ سیمابی
(عرفی، ب د، ۲۳۸)

سیمیا (ع) مونث، علمِ طلسم جس کے ذریعے سے ایک روح کو دوسرے جسم میں منتقل کرسکتے ہیں اور ایسی اشیا جن کا وجود نہیں لوگوں کو دکھا سکتے ہیں۔ ـــ
کسے خبر کہ یہ نیرنگ و سیمیا کیا ہے
(مسعود مرحوم، ا ح، ۲۵)

سیمیائی (ع ف) صفت، سیمیا (رک) + ئی (لاحقہٴ نسبت)، مو ہوم باتیں ـــ
باقی ہے نمودِ سیمیائی
(۳۱، ب ج، ۵۳)

سیمین (ف ف) صفت: سیم (رک) + ین (لاحقہٴ نسبت): چاند کو چاندی کی کشتی سے تشبیہ دینے کے موقع پر یہ لفظ صرف ہوا ہے ـــ
جس طرح ڈوبتی ہے کشتیِ سیمینِ قمر
(حسن و عشق، ب د، ۱۱۲)

سین (انگ) مذکر: منظر، سماں ـــ
یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

سینا: بوعلی سینا، رک عرفی (تحت الفاظ) ـــ
تصدق جس پہ حیرت خانہٴ سینا و فارابی
(عرفی، ب د، ۲۳۸)

، طورِ سینا (قب)، شام کے ملک میں ایک پہاڑ جسے طورِ سینا اور (قرآن پاک میں) طورِ سینین کہتے ہیں۔ اسی پہاڑ پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو برقِ تجلی نظر آئی تھی جسے دیکھ کر حضرت موسیٰ بیہوش ہوگئے تھے۔ جبکہ وہ حضرت شعیب کی بکریاں چرانے کے دوران سردی کے باعث آگ کی تلاش میں پھر رہے تھے۔ اسی مقام پر خدا نے تعالیٰ ایک درخت میں آواز پیدا کرکے ان سے ہمکلام ہوا تھا اور یہیں یہودیوں کی ہدایت کے واسطے انہیں دس احکام دیے گئے تھے ـــ
سنا ہے صورتِ سینا نجف میں بھی اُسے دل
کوئی مقام ہے غش کھا کے گرنے والوں کا
(غزلیات، ب ا، ۵۸۸)

سینائی (ع ف) صفت، سینا (رک طورِ سینا) + ئی (لاحقہٴ نسبت): طورِ سینا سے تعلق رکھنے والا، وہ تجلی ایزدی جو حضرت موسیٰ کو کوہِ طور پر نظر آئی تھی ـــ
اپنی ہستی سے عیاں شعلہٴ سینائی کر
(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

سینچا جانا (ار): سینچنا (رک) کا فعل مجہول ـــ
سینچا گیا ہے خونِ شہیداں سے اس کا تخم
(جلیانوالہ باغ امرتسر، ب ا، ۸ ۲۳)

سینچنا (ار): کھیت میں پانی دینا ـــ
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان
(ضربِ کلیم، ۷، حن ک، ۱۹۹)

سینسر (انگ) مونث: مردم شماری ـــ
سینسر کے کاغذات میں ہندی لکھا ہے
(ب ا، ۴۶۹)

سینگ (ار) مذکر: اکثر چوپایوں کے سر کی شاخ جو عموماً دماغ کے آگے دو ہوتی ہیں ـــ
اچھی ہے گائے رکھتی ہے کیا نوکدار سینگ
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

سینما: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سینما ہو یا بت تراشی اور بت پرستی دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔
(ب ج، ۱۵۸)

سینوں سے لگانا (ار): عزیز اور قابلِ نگہداشت سمجھنا، اولاد کی طرح پیارا سمجھنا ـــ
تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے
(شکوہ، ب د، ۱۶۲)

سینہ (ف) مذکر: چھاتی مراد دل ـــ

جب سے آباد ترا عشق ہوا سینے میں
(حسن و عشق، ب د، ۱۱۶)

سینہ تاب (ـ ف) صفت: جس کے سینے میں یعنی دل میں تڑپ ہو۔
ترجمان تیرے ہیں سوز آرزو سے سینہ تاب
(مسولینی، ب ج، ۱۵۱)

سینہ چاکانِ چمن (ـ ف ف ف) صفت، سینہ + چاک (رک) + ان (لاحقۂ جمع) + چمن (رک): باغ میں کھلے ہوئے پھول مراد عشق رسولؐ رکھنے والے دل (دوسرے سینہ چاک سے اس مصرع میں وہ لوگ مراد ہیں جو تازہ اسلام لانے والے ہوں گے)۔
آملیں گے سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۴)

سینہ روشن ہو: دل میں ایمان اور خلوص ہو۔
سینہ روشن ہو تو ہے سوز سخن عین حیات
(۸، ب ج، ۱۲۰)

سینہ شگافی (ـ ف) مونث، سینہ + شگاف، مصدر شگافیدن (= چیرنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت): سینے کو چیر دینا، شگفتہ ہونا، کھل جانا۔
کس قدر سینہ شگافی کے مزے لیتی ہے
(کلی، ب د، ۱۱۸)

سینہ کاوی (ـ ف) مونث: سینے کو کسی دھاردار ہتھیار سے کھرچنے کا عمل۔
سینہ کاوی کو ناخن غم ہے
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۴)

سینۂ افلاک میں پنہاں ہے: یعنی (وہ ترا) وجود میں نہیں، کہیں دیکھی سنی نہیں گئی۔
ہے ابھی سینۂ افلاک میں پنہاں وہ نوا
(سرود حلال، ض ک، ۱۲۵)

سینۂ دریا (ـ ف ف) مذکر، سینہ + ۂ (علامت اضافت) + دریا (رک): دریا کی سطح۔
رواں ہے سینۂ دریا پہ اک سفینۂ تیز
(کنار راوی، ب د، ۹۵)

سینۂ صحرا سے حباب اٹھنا: ریگ بیاباں سے چشمے ابل پڑنا، ناممکن کام ہو جانا۔
تو جو چاہے تو اٹھے سینۂ صحرا سے حباب
(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

سینۂ ویراں (ـ ف ف) مذکر، سینہ + ۂ (علامت اضافت) + ویراں (= اجڑا ہوا): مراد مردہ انسان کا جسم ہے۔
سینۂ ویراں میں جان رفتہ آسکتی نہیں
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۰)

سیہ (ف) صفت: سیاہ (رک) کی تخفیف۔

سیہ بخت (ـ ف) صفت، سیہ + بخت (= قسمت): بدنصیب۔
کیوں سیہ بخت سیہ روز سیہ کار رہوں
(انسان اور بزم قدرت، ب د، ۵۵)

سیہ پوش (ـ ف) صفت، سیہ + پوش (رک): سیاہ لباس پہننے والا، ماتمی کپڑوں میں ملبوس۔
روز طرب جہاں میں سیہ پوش ہوگیا
(اشک خوں، ب ا، ۸۲)

سیہ روز (ـ ف) صفت، سیہ + روز (= دن): مصیبت زدہ (رک سیہ بخت)۔

سیہ پوشی (ـ ف ف) مونث، سیہ + پوش، مصدر پوشیدن (= پہننا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت): کالا لباس پہننے کا عمل جو اہل ماتم ہونے کی علامت ہے۔
یہ سیہ پوشی کی تیاری کسی کے غم میں ہے
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

سیہ قبا (ـ ع) صفت، سیہ + قبا (رک): کالا لباس پہننے والی (رات) (تاریکی شب کی طرف اشارہ ہے)۔
سورج نے جاتے جاتے شام سیہ قبا کو
(بزم انجم، ب د، ۱۷۳)

سیہ کار (ـ ف) صفت، سیہ + کار (= کام): بداعمال۔

سیہ کاری (ـ ف ف) مونث، سیہ + کار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): بداعمالی، گناہوں کے اعمال کا مرتکب ہونے کی کیفیت۔
سیہ کاری مری زاہد سے کہتی ہے یہ محشر میں (تصویر درد، ب ا، ۲۰۰۲)

شاخ (ف) مونث۔
: ٹہنی ۔
کسی شاخ ہستی کو لگتے تھے پتّے
(عشق اور موت، ب د، ۵۷)
: سینگ (رک شاخ آہو پر برات)

شاخ آہو پر برات : جھوٹے وعدے حیلے حوالے اور ٹال مٹول (فارسی کے محاورے "برات عاشقاں بر شاخ آہو" سے ماخوذ ہے۔ برات کے معنی ہیں ہنڈی۔ اگر ہنڈی بینک کی بجائے "ہرن کے سینگ" پر بھیجی جائے تو یہ ایک لغو بات ہے جس کے بعد کوئی رقم وصول نہیں ہو سکتی) ۔
شاخ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات
(خضر راہ، ب د، ۲۲۲)

شاخِ صنوبر (ــ ف) مونث، شاخ + اضافت + صنوبر (رک) : بطور مجاز مرسل جزو بول کر کل مراد لیا ہے یعنی شاخ صنوبر سے گلزار اسلام مراد ہے ۔
قمریاں شاخ صنوبر سے گریزاں بھی ہوئیں
(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

شاخِ گل پر چہکنا : مراد دنیاوی دلچسپیوں میں حصہ لینا ۔
شاخِ گل پر چہک ولیکن
(جاوید سے ملا، ض ک، ۸۷)

شاخِ نبات (ــ ف) مونث، شاخ + اضافت + نبات (= مصری) : مصری کے کوزے، وہ لکڑی جو کوزہ بنانے کے واسطے اس کے آبخورے میں لگا دیتے ہیں مراد نبات کا شربت شیریں ۔
اور تو نے بے خبر سمجھا اسے شاخ نبات
(خضر راہ، ب د، ۲۶۲)

شاخِ نشیمن سے اترنا : خود جال میں پھنس جانا، مراد ایمان لے آنا ۔
یہ شاخِ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد
(پنجابی مسلمان، ض ک، ۶۱)

شاخسار (ف ف) مونث، شاخ (رک) + سار (علامت ظرف) وہ جگہ جہاں کثرت سے شاخ والے درخت ہوں، مراد شاخ ۔
تڑپ صحن چمن میں آشیاں میں شاخساروں میں
(طلوع اسلام، ب د، ۲۹۷)

شاخیں ہیں خموش : استعارۃً شاخوں میں حرکت نہ ہونا اور ہوا نہ چلنا مراد ہے ۔
شاخیں ہیں خموش ہر شجر کی
(ایک شام، ب د، ۱۲۸)

شاداب (ف ف) صفت، شاد (= خوش) + آب (= پانی) : پانی سے سینچا ہوا، سرسبز ۔
گلشن دہر ترے حسن سے شاداب ہوا
(ب ا، ۴۳۰)

شادابی (ف ف ف) مونث، شاداب (رک) + ی (لاحقہ کیفیت) : پانی سے سینچائی ہونے کی کیفیت یا آثار (رک شبنم کی شادابی)

شادماں (ف) صفت، خوش ۔
کرے پھر اس کی زیارت سے شادماں مجھ کو
(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

شادی (ف) مونث : خوشی، خوشی کی تقریب ۔
یہ خوشی پہلی مرے غم سے کہ شادی مرگ ہیں
(برگ گل، ب ا، ۱۶۹)

شارِح (ع) صفت : شرح یا وضاحت کرنے والا، مشکل یا مبہم امر کو واضح اور روشن کرنے والا۔

شاطِر (ع) صفت : شطرنج کھیلنے والا، مراد کھلاڑی ۔
تدبیر کو تقدیر کے شاطر نے کیا مات
(لینن، ب ج، ۱۰۸)
: شوخ، بیباک ۔
شاید کہ وہ شاطر اسی ترکیب سے ہو مات
(ابو العلا معرّی، ب ج، ۱۵۷)

شاعِر (ع) صفت : شعر کہنے والا، کسی مضمون کو نظم کرنے والا۔
(شاعر، ب د، ۹۱)

یہ بانگِ درا میں اقبال کی دو نظموں کا عنوان ہے جن میں پہلی صفحہ ۹۱ پر ہے اور دوسری صفحہ ۲۱۰ پر۔ پہلی نظم میں انھوں نے کہا ہے کہ قوم ایک جسم کی مثل ہے جس کے افراد اس کے اعضا ہیں، انتظام حکومت اس جسم کا چہرہ ہے اور شاعر اس جسم میں آنکھ کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر آنکھ نہ ہو تو انسان کچھ نہیں دیکھ سکتا اور زندگی کا لطف نہیں اٹھا سکتا اسی طرح شاعر نہ ہو تو قوم نعمات قدرت سے لذت اندوز نہیں ہو سکتی۔ دوسری نظم کا ماحصل یہ ہے کہ شاعری تفریح طبع کے لیے نہیں بلکہ اصلاح قوم کے لیے کرنا چاہیے اور اس میں ہمیشہ صداقت اور اخلاقی جرأت کو ملحوظ رکھنا چاہیے

(ب د، ۹۱، ۲۱۰)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے شاعر کو یہ مشورہ دیا ہے کہ ایسا شعر کہنا چاہیے جس کا مضمون حوصلہ افزا ہو اور قوت عمل کو تیز کر دے۔

(ض ک، ۱۲۷)

شاعرِ رنگیں بیاں (ــ ف ع) : شاعر + رنگیں بیاں (رک رنگیں نوا) : وہ شاعر جو بڑے رنگین شعر کہے ؎

گویا زبان شاعر رنگیں بیاں نہ ہو

(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

شاعری (ع ف) مونث، شاعر (رک) + ی (لاحقہ کیفیت) شعر کہنے کا کام (رک شاعری جزویست الخ)

: دلچسپی کا مشغلہ، مبالغہ ؎

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ

(ب ج، ۲۸، ۵۱)

شاعری جزویست از پیغمبری : (مولانا روم نے فرمایا ہے کہ) شاعری کو بھی پیغمبری کا ایک جزو سمجھو (کیونکہ شاعر اکثر ایسی باتیں کہتا ہے جو پیغمبروں کے نصائح وغیرہ سے ملتی جلتی ہوتی ہیں ؎

کہ گئے ہیں شاعری جزویست از پیغمبری

(شمع اور شاعر، شمع، ب ا، ۱۸۹)

شافع (ع) صفت، سفارش کرنے والا

شافعِ حشر (ــ ع) مذکر : قیامت کے دن بخشش امت کی سفارش کرنے والے رسول (آں حضرت صلعم) ؎

تیرے بیماروں کا جو یہ حال ہوا اے شافع حشر

(فریاد امت، ب ا، ۱۵۶)

شافعِ محشر (ــ ع) صفت، شافع + اضافت + محشر (= روز قیامت) : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو روز قیامت اپنی امت کے گنہگاروں کی بخشش کے لیے سفارش فرمائیں گے ؎

غم میں کیونکر چھوڑ دیں گے شافع محشر مجھے

(برگ گل، ب ا، ۱۶۷)

شاکر (ع) صفت شکر کرنے والا، مراد قانع ؎

ظلمت کدۂ خاک پہ شاکر نہیں رہتا

(تسلیم و رضا، ض ک، ۵۲)

شالامار : لاہور کے ایک مشہور باغ کا نام جو ۱۶۴۲ء میں شاہجہاں کے حکم سے تیار کیا گیا تھا، اور جو اب تک مسلم حکومت کی عظمت کی یادگار ہے

(عید پر شعر لکھنے الخ، ب د، ۲۱۳)

: یہ منشی محمد دین فوق مدیر اخبار کشمیری لاہور کی ایک کتاب کا نام ہے جس کا قطعۂ تاریخ بزبان فارسی اقبال نے کہا تھا۔ مشکل لفظوں کی تشریح اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے۔

(ب ا، ۲۸۴)

شام (ف) مونث : سورج ڈوبنے کا وقت، رات ؎

وہ خموشی شام کی جس پر تکلم بھی فدا

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

شامِ زندگی (ف ف) مونث، شام (رک) + اضافت + زندگی (رک) : زندگی کی شام یعنی خاتمے کا وقت ؎

ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

(ہمایوں، ب د، ۲۵۷)

شامِ فراق (ف ع) مونث، شام + اضافت + فراق (= محبوب کی جدائی) : شب فراق کی طرح تاریک (جس شعر میں استعمال ہوا اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے حجاب وجود کی خبر نہ پوچھو کیونکہ میری نمود یا وجود کی صبح

بھی محبوب کے فراق میں شبِ تاریک کی شکل تھی) ؎
شامِ فراق صبح تھی میری نمود کی

(شمع، ب د، ۴۵)

شام۲ (ع) مذکر: عرب میں ایک ملک کا نام جس کے مشہور شہر حلب اور دمشق ہیں ؎
تھی منتظر حنا کی عروسِ زمینِ شام

(جنگ یرموک، ب د، ۲۴۷)

شام و فلسطین: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے انگریزوں کی سیاست کا پردہ چاک کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اگر انگریز یہودیوں کو فلسطین کا حقدار بتاتا ہے تو پھر بھی اس دلیل سے وہ عربوں کو ہسپانیہ کا حقدار کیوں نہیں کہتا

(ض ک، ۱۵۲)

شان (ع) مؤنث: حال، شوکت، دبدبہ ؎
مظہرِ شانِ کبریا ہوں میں

(عقل و دل، ب د، ۴۱)

شانِ محبوبی ہوئی ہے پردہ دارِ شانِ عشق: یعنی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے عشق کیا اور اس قدر کیا کہ اب مرکر اس کے محبوب بن گئے۔ اس عشق کو اس محبوبیت نے لوگوں کی نگاہوں سے مخفی کر دیا ہے

(برگِ گل، ب ا، ۱۷۱)

شانتی (ا ر) مؤنث: امن و امان، سکون و اطمینان ؎
شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے

(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

شانہ (ف) مذکر
: کنگھی ؎
شانہ اس کی زلفِ پیچاں کا پر پروانہ ہے

(ب ا، ۵۶۸)

: کندھا ؎
شانۂ روزگار پہ بارِ گراں ہے تو کہ میں

(۴، ب ج، ۲۸۷)

شانہ ہلانا (ف ا ر): کندھا ہلا کے جگانا ؎
کنارے کھیت کے شانہ ہلایا اس نے دہقاں کا

(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

شانۂ موجۂ صرصر (ف ع ع) مذکر، شانہ + موجہ (= موج، لہر) + صرصر (= بادِ تند، تیز ہوا): تیز ہوا کی لہر جو اسی طرح بادلوں کو یکجا کر دیتی ہے جس طرح کنگھی بالوں کو ؎
شانۂ موجۂ صرصر سے سنور جاتا ہوں

(ابرِ کوہسار، ب د، ۳۸)

شانۂ ہستی (ف ف) مذکر، شانہ + ۂ (علامتِ اضافت) + ہستی (= وجود، موجودات): زمین اور فضا سے عالم کا سراپا جو وجود کے کندھے پر سوار ہے یعنی کل مخلوقاتِ عالم ؎
شانۂ ہستی پہ ہے بکھرا ہوا گیسوئے شام

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

شاہ (ف)
: رک بادشاہ ؎
خوابگہ شاہوں کی ہے یہ منزلِ حسرت فزا

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

: ملکہ ؎
میت اٹھی ہے شاہ کی تعظیم کے لیے

(اشکِ خون، ب ا، ۲۷۳)

شاہ باز: رک شاہباز۔
شاہ بازی: رک شاہبازی۔
شاہِ تیموری (- ف ف) مذکر، شاہ + اضافت + تیمور (امیر تیمور لنگ) + ی (لاحقۂ نسبت): مراد شاہ عالم ثانی جو ۱۷۵۹ء میں تخت پر بیٹھا تھا اور ایک مدت تک طرح طرح کے مصائب برداشت کرنے کے بعد انیسویں صدی کے آغاز میں انگریزوں کا وظیفہ خوار بن گیا تھا ؎
نکالیں شاہِ تیموری کی آنکھیں نوکِ خنجر سے

(غلام قادر روہیلہ، ب د، ۲۱۷)

شاہ زادی: رک شاہزادی۔
شاہِ شہاں (- ف ف) مذکر، شاہ + شہ (رک) + اں (لاحقۂ جمع): بادشاہوں کا بھی بادشاہ یعنی شہنشاہ ؎
کبھی شاہِ شہاں نوشیرواں عشق

(رباعیات، ب ج، ۸۷)

شاہ کار: (رک شہ کار (ذیل کے مصرع میں اسے شہ کار ہی پڑھیے ورنہ مصرع ناموزوں ہو جائے گا) ؎
دستِ قدرت کا بنایا ہوا شہکار ہے تو
(خطاب بہ مسلم، ب ا، ۲۲۲)

شاہِ لافتیٰ (۔ ع ع) مذکر، شاہ + لا (= نہیں) + فتیٰ (= جوان) حضرت علی کرم اللہ وجہہ جن کی شان میں جبرئیل نے (جنگِ احد کی ضربیں اور ان ضربوں کی بدولت حضور صلعم کی حفاظت کرنے کی لگن دیکھ کر) فضا میں یہ آواز بلند کی تھی — لافتیٰ الاّ علی لاسیف الا ذوالفقار — یعنی علی ہی بہادر جوان ہیں اور ذوالفقار ہی بے مثل تلوار ہے ؎
بندہ شاہِ لافتیٰ ہوں میں
(خط منظوم، ب ا ۱۹۶)

شاہ نواز: میاں شاہ نواز بیرسٹرایٹ لا لاہور ؎
سن کر یہ بات خوب کہا شاہ نواز نے
(ب ا، ۲۵۹)
(نوٹ) مصرع بحر سے خارج ہے۔ شہ نواز پڑھیں تو موزوں ہو جائے گا مگر نام میں اس قسم کا تصرف درست نہیں۔

شاہوار / شاہوار (۔ ف) صفت، شاہ + وار (لاحقہ صفت) بادشاہ کے لائق، بادشاہ پسند، (خدائے تعالیٰ سے مخاطبے میں) اپنی بارگاہ میں مقبول ؎
میں ہوں خزف تو تو مجھے گوہرِ شاہوار کر
(۳، ب ج، ۷)

شاہِ ولایت (۔ ع) مذکر، شاہ + اضافت + ولایت (رک) اولیاء اللہ کے سرگروہ یا بادشاہ، مراد حضرت علی علیہ السلام ؎
میں بندہ اور کا ہوں امتِ شاہِ ولایت ہوں
(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۱)

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را: (یہ حافظ شیرازی کی غزل کا مشہور مصرع ہے جو اقبال نے اس جگہ تضمین کیا ہے) بادشاہ (یعنی بزرگانِ دین) اگر غریبوں پر نوازش کریں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے
(بڈھے بلوچ کی نصیحت، ۱۶)

شاہانہ (ف ف ف) صفت، شاہ (رک) + ا (الحاق) + نہ (لاحقہ نسبت)، بادشاہوں کی سی ؎
شان شاہانہ نہ ہو مری امیرانہ تو ہو
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۸)

شاہباز (ف ف) مذکر، شاہ (رک) + باز (یہ مشہور شکاری پرندہ جو آسمان کی خبر لاتا ہے اور اپنے سے بڑے پرند کو فضا میں شکار کر لیتا ہے، نگاہ بہت تیز ہوتی ہے) بڑا باز۔

شاہبازی (ف ف ف) مونث: بڑے بڑے پرندوں کو دلیری اور جرأت کے ساتھ شکار کرنے کی صورت حال مراد بلند پروازی، دلیری ؎
کہ ہیں نے فاش کر ڈالا طریقہ شاہبازی کا
(۸، ب ج، ۲۲)

شاہد (ع) مذکر
محبوب، معشوق، حسین (رک شاہدِ رحمت)
(صفت) گواہ، گواہی دینے والا ؎
اب تلک شاہد ہے جس پر کوہِ فاراں کا سکوت
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

شاہدِ رحمت (۔ ع) مذکر، شاہد + اضافت + رحمت (= پروردگار کا کرم، مراد ابرِ باراں): بارش جو عموماً نباتات، حیوان و انسان سب کے حق میں اللہ کی رحمت ہے اور بنا بریں سب کو محبوب ہے (رک ناقۂ شاہدِ رحمت) ؎
ناقۂ شاہدِ رحمت کا حدی خواں ہونا
(ابرِ کوہسار، ب د، ۴۷)

شاہدِ شانِ کریمی: کریمی (رک) کی شان دکھانے والا محبوب، یعنی خدائے تعالیٰ ؎
شاہدِ شانِ کریمی سے گلے ملوائے گی
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۹)

شاہدِ عادل (۔ ع) صفت، شاہد + اضافت + عادل (= جو احکامِ شرع سے عدول نہ کرے، حق پسند، انصاف پسند) ایسا گواہ جو ہمیشہ انصاف کی بات کہے ؎

ــــــہ فارسیوں نے اس معنی میں استعمال کیا ہے عربی میں یہ معنی مستعمل نہیں۔

اس صداقت پر ازل سے شاہدِ عادل ہوں میں
(مسلم، ب د، ۱۹۲)

شاہدِ قُدرت (ف ع) مذکر، شاہد + اضافت + قُدرت (= فطرت)
: قدرتی حسن رکھنے والے معشوق، مناظرِ فطرت، حسین و خوشنما اشجار و نباتات وغیرہ کا
آئنہ سا شاہدِ قدرت کو دکھلاتی ہوئی
(ہمالہ، ب د، ۲۳)
: ذاتِ باری تعالیٰ جس کی قدرت محبوب ہے کا
شاہدِ قدرت کا آئینہ ہو دل میرا نہ ہو
(آفتابِ صبح، ب د، ۲۹)

شاہدِ لیلیٰ (- ع) مذکر، شاہد + لیلیٰ (رک): مرادِ حضرت رسالتمآب صلعم کی محبت کا
اس محمل خالی کو پھر شاہدِ لیلیٰ دے
(دعا، ب د، ۲۱۲)

شاہدِ مستُور کی: یعنی شاہدِ مستُور کی خبر یا کوئی راز کی بات کا
کیا کہوں زندوں سے میں اس شاہدِ مستُور کی
(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۳۱۰)

شاہدِ مضمُون (- ع) شاہد + مضمُون (= مطلب، مفہوم): اپنے حسن کی بنا پر معشوق کی طرح دلکش مطلب یا مفہوم (جو شعر میں نظم ہوا ہو) کا
شاہدِ مضمُون تصدق ہے ترے انداز پر
(مرزا غالب، ب د، ۳۶)

شاہدِ مے (- ف) مذکر، شاہد + اضافت + مے (رک)
: شراب کو شاہد سے تشبیہ دی ہے کا
شاہدِ مے کے لیے حجلۂ جامِ آئینہ
(شیکسپیر، ب د، ۲۵۱)

شاہزادی (ف ا) مونث، شاہ + زادی، زادہ (= جنا ہوا، پیدا کیا ہوا) کی تانیث: بادشاہ کی بیٹی کا
پہنچ سکتی ہے تو لیکن ہماری شاہزادی تک
(پھولوں کی شہزادی، ب د، ۲۴۳)

شاہنشاہ رک شہنشاہ کا
نام لیوا جس کے شاہنشاہِ عالم کے ہوئے
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

شاہنشہ: رک شہنشاہ کا
محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر
(بلالؓ، ب د، ۱۴۱)

شاہنشہی: شاہنشہ (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): معنی ظاہر کا
شاہنشہی پہ شانِ غریبی نظر میں ہو
(اشکِ خوں: ب ا، ۷۸)

شاہی (ف): بادشاہت، حکومت کا
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی
(۱۲، ب ج، ۳۵)

شاہین (ف) مذکر: ایک سفید رنگ کا شکاری پرند جو بہت طاقتور ہوتا ہے، مرادِ بزرگوں کا لشکر کا
شاہیں گدا سے دانۂ عصفور ہو گیا
(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۷)
: یہ بالِ جبریل میں علامہ کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے شاہین کے وہ خصوصیات بیان کیے ہیں جو اسلامی فقر سے مشابہت رکھتے ہیں
(ب ج، ۱۶۵)

شاہین بچہ[1] (- ف) مذکر: شاہین کا بچہ، مرادِ مسلم نوجوان طالبِ علم کا
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا
(۸، ب ج، ۳۲)

شاہین کا زیرِ دام آنا: مردِ کار کا دُوسروں کی فلاح و بہبود کے کام انجام دینا کا
بڑی مدت کے بعد آخر وہ شاہیں زیرِ دام آیا
(۳۵، ب ج، ۵۷)

شاہینِ کافُوری (- ع ف) مذکر، شاہین + کافُور (ایک نہایت تیز خوشبو اور تلخ ذائقے کا سفید مادہ جو درخت سے نکلتا ہے) + ی (لاحقۂ نسبت): سفید رنگ کا شاہین جو نایاب ہے اور بادشاہوں تک کو نصیب نہیں ہوتا کا
میسّر مردِ سلطاں کو نہیں شاہینِ کافوری

---

[1] بلا تشدید چ بھی ملفوظ ہوتا ہے

(۳۸، ب ج، ۲۰)

شاہینی (ف ف، صفت، شاہین (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : شاہین کی ایسی، مراد دلیرانہ، حاکمانہ، علوپسند، بلند پروازی کی طرف مائل ؎

یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری

(رباعیات، ب ج، ۸۲)

شایاں (ف) صفت : مناسب، شان کے لائق ؎

میرے لیے شایاں خس وخاشاک نہیں ہے

(۱۰، ب ج، ۳۴)

شاید (ف)

: یقین نہیں امید ہے، ہوسکتا ہے کہ ؎

بیہوش جو پڑے ہیں شاید انھیں جگا دے

(ایک آرزو، ب د، ۴۸)

: غالباً، یقیناً ؎

پوشیدہ ہے وہ شاید غوغائے زندگی میں

(چاند، ب د، ۱۷۱)

شاید سنیں صدائیں : صدائیں، صدا (رک) کی اردو جمع ہے مگر اس جگہ پیغام یا نصیحت وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوئی ہے ؎

شاید سنیں صدائیں اہلِ زمیں تمھاری

(بزم انجم، ب د، ۱۷۴)

شاید کسی حرم کا : مراد حریم عشق کا ؎

شاید کسی حرم کا تو بھی ہے آستانہ

(۳۲، ب ج، ۵۴)

شب (ف) مونث : رات، سورج ڈوبنے کے بعد اس کے نکلنے تک کا وقت جس میں تاریکی پھیلی ہوتی ہے ؎

صفحۂ ایام سے داغ مدادِ شب مٹا

(آفتابِ صبح، ب د، ۲۸)

: مراد باطل کی تاریکی ؎

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۵)

شب بخیر (ـ ف ف) فقرۂ معترضہ، شب + ب (کلمۂ جار) + خیر (رک) : جب رات میں کسی امر کو کل صبح انجام دینے کا قصد ہوتا ہے تو یہ کلمہ بطور دعا بولتے ہیں بمعنی رات خیر سے گزرے ؎

لو میاں شب بخیر عید ہے کل

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۸)

شب پرست (ـ ف) صفت، شب + پرست (رک) : رات کو آنکھوں پر بٹھانے والا، یعنی رات بھر آرام کرنے اور سونے والا، مراد غافل ؎

گراں ہے شب پرستوں پر سحر کی آسماں تابی

(عرفی، ب د، ۲۳)

شبِ تار (ـ ف) مونث، شب + اضافت + تار (رک تار۲) : اندھیری رات ؎

بختِ مسلم کی شبِ تار سے ڈرتی ہے سحر

(...، ب ا، ۲۶۰)

شب زندہ دار (ـ ف ف) صفت، شب + زندہ (رک) + دار (رک) : رات بھر جاگنے اور عبادت کرنے والا ؎

زمینوں کے شب زندہ داروں کی خیر

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۴)

شب کا لہو (ـ ا ر ا ر) مذکر، شب + کا (رک) + لہو (رک) : استعارہ بالکنایہ کے طور پر پھولوں کی سرخی کا لہو سے استعارہ کیا ہے ؎

گل بدامن ہے مری شب کے لہو سے میری صبح

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۴)

شب کی خاموشی میں جز ہنگامۂ فردا نہیں : رات کے سناٹے کے بعد دن کی چہل پہل ضروری ہے (اسی طرح دانا کو یہ یقین ہے کہ انسان کو موت کے بعد دوبارہ زندگی ملے گی۔

(ہمالہ، ب د، ۲۵۴)

شبِ ماہتاب (ـ ف) مونث، شب + اضافت + ماہتاب (= چاند) : چاندنی رات ؎

محفل میں شغل مے ہو شبِ ماہتاب ہو

(ب ا، ۴۴۴)

شبِ معراج (ـ ع) مونث، شب + اضافت + معراج (= انتہائی عروج) : انوارِ الٰہی اور آیاتِ خداوندی کی زیارت

اور دیدار کے لیے آں حضرت کے عالمِ ملکوت کی طرف
اسی مادّی جسم کے ساتھ سفر کرنے کی رات ۲۶/اور ۲۷/
رجب کی درمیانی رات جس میں جبرئیل حضورؐ کو طلب کرنے کے
لیے حاضر ہوئے۔ اُس وقت آں حضرت مکۂ معظمہ میں اُمّ ہانی
کے ہاں مصروفِ خواب تھے۔ جبرئیل اپنا رخسارہ جو کا فورِ جنّت
کا بنا ہوا تھا حضورؐ کے شانہ کے قریب لے گئے جس کی خوشبو
سے آپ کی آنکھ کھلی، تب جبرئیل بُراق فلک سیر پر (جو خدائے تعالیٰ
کی بھیجی ہوئی سواری تھی) حضورؐ کو سوار کرائے عالمِ بالا کی جانب
لے چلے اور سدرۃُ المنتہیٰ تک ہمرکاب رہے۔ اُس وقت
خدائے تعالیٰ نے آپ کی سواری کے لیے رف رف بھیجدیا
جس پر بیٹھ کر آپ تنہا عالمِ قدس کی طرف چلے اور حجابِ قدس
تک تمام اجرامِ سماوی اور اللہ تعالیٰ کی دوسری نشانیوں کو دیکھ
کر پھر مکۂ معظمہ میں تشریف لے آئے۔ یہ بھی آیا ہے کہ عالمِ بالا
میں حضورؐ پر براہِ راست وحی ہوئی جسے اللہ تعالیٰ اور اس
کے حبیبؐ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ قرآن پاک نے صرف
اتنا کہا ہے کہ اَوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اَوحیٰ یعنی اللہ تعالیٰ نے
اپنے بندے پر وحی نازل کی جو کچھ بھی کی۔ معراج کا ذکر قرآن
پاک میں یہ اِن الفاظ کیا گیا ہے ـــ سبحان الذی اسریٰ
بعبدہٖ لیلاً من المسجدالحرام اِلَی المسجدالاقصیٰ الذی
بارکنا حولہٗ لنریہٗ من آیاتنا۔ یعنی وہ اللہ پاک قابلِ تسبیح
ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجدالحرام (یعنی مکۂ معظمہ)
سے مسجد اقصیٰ تک (جو کہ بیت المقدس کے مقابل آسمانوں
کے اوپر واقع ہے اور) جو برکتوں سے گھری ہوئی ہے،
لے گیا تاکہ اس (بندے) کو اپنی نشانیاں دکھا دے

(شبِ معراج، ب د، ۲۴۹)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک مختصر نظم کا عنوان ہے
جس سے اس امر کی جانب اشارہ مقصود ہے کہ مسلمان
کو ہمت بلند رکھنا چاہیے۔

(ب د، ۲۴۹)

شَباب (ع) مذکر: جوانی ؎
شباب سیر کو آیا تھا سوگوار گیا

(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۱۲)

شَباب کا گلشن (ـ ا ف): جوانی کی رونق اور بہار ؎
مرے شباب کے گلشن کو ناز ہے جس پہ

(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

شَباب کے لیے موزوں الخ: جوانی کے لیے حوروں کا
وعدہ اور سلسبیل کی توقع کا پیغام مناسب نہیں کیونکہ جوان
آدمی کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ان نعمات کا انتظار
نہیں کر سکتا بلکہ اسے "عشرتِ امروز" چاہیے ؎
شباب کے لیے موزوں ترا پیام نہیں

(عشرتِ امروز، ب د، ۱۲۵)

شَبان (ف) مذکر: چرواہا
شَبان زادَہ (ـ ف) مذکر: شبان + زادہ، مصدر زادن
(= جننا) سے حالیۂ تمام: چرواہے کا بیٹا، چرواہے کی
اولاد ؎
وادی کہسار میں نعرے شباں زادوں کے ہیں

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

شَبانَہ (ف ف) صفت، شب (رک) + انہ (لاحقۂ
نسبت): رات کی، رات کے وقت کی بجی ہوئی ؎
مرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

(زمانہ، ب ج، ۱۳۰)

شَبانی (ف ف) مونث، شبان (= چرواہا) + ی (لاحقۂ
کیفیت): چرواہے کا کام، گلہ بانی، جانور چرانے کا پیشہ

(۵۷، ب ج، ۵۰)

شَبانیِ شَب و روز: رات دن گلہ بانی، مراد شب و روز
مرشد یا رہبر کی خدمت (جس طرح کہ موسیٰؑ حضرت شعیب
کی گلہ بانی کیا کرتے تھے) ؎
ہوائے دشت و شعیب و شبانیِ شب و روز

(خودی کی تربیت، ض ک، ۵۷)

شَبِستاں (ف ف) مذکر، شب (= رات) + ستان (لاحقۂ
ظرف): سلاطین و امرا کی خواب گاہ، رات کے وقت سجائی
ہوئی انجمن ؎
اندھیرے میں اڑایا تاجِ زر شمعِ شبستاں کا

(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

شَبِستانِ کُہن: پرانی تیرہ و تار انجمن (چونکہ مردہ سو برس
سے اسی اندھیری قبر میں ہے اس لیے اسے شبستانِ کہن

سے تعبیر کیا ہے گ
اَے مِرے شبستان کہن کیا ہے قیامت
(مردہ اپنی قبر سے، ا ح، ۱۹)

شَبِسْتَانِ مَحَبَّت (۔ ۔ ع) مذکر، شبستان + اضافت + محبت (ر ک) : اخوت اور برادری کی محفل، مسلمانان عالم کی بزم محبت گ
شبستان محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا
(طلوع اسلام، ب د، ۳، ۲)

شِبْلی و حالی : یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اردو کے مشہور ادیب و مورخ مولانا شبلی اور مایۂ ناز شاعر اور نقاد مولانا حالی کی وفات پر رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ پہلے شبلی دنیا سے رخصت ہوئے اور پھر ڈیڑھ مہینے کے بعد مولانا حالی نے کوچ کیا،

مولانا شبلی ۱۸۵۷ میں بمقام اعظم گڑھ (یو پی) پیدا ہوئے اور ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ کو ۵۷ برس کی عمر میں وفات پائی۔ آپ عربی کے جملہ متداول علوم کے جید عالم تھے۔ ادب، کلام، تاریخ اور تاریخ ادب فارسی و اردو کی بہت سی کتابیں آپ نے تصنیف کیں۔ شعر العجم ۵ جلد، سیرۃ النبی ۲ جلد، الکلام، المامون، امام اعظم، الفاروق اور ایسی ہی متعدد کتابیں آپ کی زندہ جاوید یادگاریں ہیں۔ آپ اہل قلم ہونے کے علاوہ شاعر اور خطیب بھی تھے۔ لکھنؤ میں ندوۃ العلماء (درس گاہ) کا قیام آپ ہی کا ممنون منت ہے۔ حکومت نے آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔

مولانا حالی ۱۸۳۷ میں بمقام پانی پت پیدا ہوئے اور ۳۰ دسمبر ۱۹۱۴ کو ستتر برس کی عمر میں وفات پائی۔ غالب اور نواب شیفتہ کی صحبت میں شعر و سخن کے ذوق کی تکمیل کی۔ اردو شاعری کو جدید مفید مطلب مضامین سے روشناس کرانے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ تنقید سخن میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مقدمہ شعر و شاعری، یادگار غالب اور دیگر کتابیں آپ کی غیر فانی یادگار ہیں۔

۱۸۷۹ میں سر سید کی فرمائش سے مسدس مدو جزر اسلام تصنیف کیا جس کی تعریف میں صرف یہ لکھ دینا کافی ہے کہ جب یہ مسدس مکمل ہوا تو سر سید نے کہا کہ روز حشر جب مجھ سے پوچھا جائے گا کہ تو دنیا سے کیا توشۂ آخرت لایا تو جواب دوں گا کہ حالی سے مسدس لکھا لایا ہوں۔ یہ بھی کچھ کم شرف نہیں کہ حالی اقبال کے بھی پیش رو ہیں۔

شَبْنَم (ف ف) مونث، شب (= رات) + نم (= تری) : اوس، پانی کے قطرے جو رات کے وقت فضا سے ٹپکتے ہیں گ
یہ رخصت کی تمنا ہے کہ لے اڑتی ہے شبنم کو
(تصویر درد، ب د، ۴۲)

: مراد بوند بھر، ذرا سا گ
سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
(۲، ب ج، ۲)

: آنسو گ
تجھ پہ برساتا ہے شبنم دیدۂ گریاں مرا
(گل پژمردہ، ب د، ۵۱)

شَبْنَم اَفْشَاں (۔ ف) صفت، شبنم + افشاں ۲ (ر ک) : شبنم کی طرح آنسو بہانے والا گ
شبنم افشاں تو کہ بزم گل میں ہو چرچا ترا
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۴)

شَبْنَم اَفْشَانی (۔ ف ف) مونث، شبنم + افشاں (ر ک ۲) + ی (لاحقۂ کیفیت) : آنسو بہانا، پر اثر شعر گ
شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۴)

شَبْنَم اور سِتَارے : یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے، یہ نظم ایک طرح کی بات چیت ہے جس میں تاروں نے شبنم کو یہ سمجھ کر کہ یہ زمین کی آنے جانے والی ہے دنیا کے حالات دریافت کیے ہیں اور ان حالات کے لیے "دلکش" کا لفظ کہ کر اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہاں کے حالات بڑے خوشگوار ہونگے۔ شبنم نے تاروں کی امید کے خلاف دنیا کا پوست کندہ حال سنایا ہے جو مایوسی اور محرومی سے پر ہے۔
(ب د، ۲۱۵)

شَبْنَم آسَا (۔ ف) شبنم + آسا (ر ک) : کنایۃً مختصر، حسن تقید

کے نظارے تک محدود ہے

یعنی ساقی شبنم آسا ظرف دل دریا طلب

(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

شبنمستاں / شبنمستاں (۔ ف) ظرف، شبنم + ستاں (لاحقۂ ظرفیت) : شبنم سے آنسوؤں کا استعارہ کیا ہے اور شبنمستاں سے وہ جگہ مراد لی ہے جو آنسوؤں سے پُر ہو ہے

کر ہیں سارے چمن کو شبنمستاں کر کے چھوڑوں گا

(تصویر درد، ب ا، ۳۲۶)

شبنم فریب (۔ ف) صفت، شبنم + فریب (رک فریب ۲) : شبنم کو لبھانے والا (نرگس کا پھول پھیلا ہوا ہوتا ہے اس لیے اس پر شبنم کے قطرے صاف بھرے ہوئے نظر آتے ہیں) ہے

پوچھتی تھی روز مجھ سے نرگس شبنم فریب

(حیدر آباد دکن، ب ا، ۲۰۱)

شبنم فریبی (۔ ف ف) مونث، شبنم + فریب (= لبھانے کی کیفیت) + ی (لاحقۂ کیفیت) : شبنم کو لبھانے کی صورت حال ہے

تری شبنم فریبی کیوں بہار بوستاں تک ہے

(ب ا، ۴۴۸)

شبنم کی آرسی (۔ ا ر ا) مونث، شبنم + کی (رک) + آرسی (= انگوٹھی سے بڑا ایک زیور جس میں منہ دیکھنے کے لیے چھوٹا سا شیشہ جڑا ہوتا ہے اور عورتیں انگوٹھے میں پہنتی ہیں) شبنم کے قطروں کو آرسی سے تشبیہ دی ہے جن میں شفق وغیرہ کا عکس نظر آتا ہے ہے

پہنا کے لال جوڑا شبنم کی آرسی دی

(جگنو، ب د، ۸۴)

شبنم کی شادابی (۔ ا ر ف ف) مونث، شبنم + کی (رک) + شادابی (رک) : شبنم کی تری کے آثار نہیں، اس جگہ شبنم کا استعارۂ آنسو ہیں (مراد یہ ہے کہ میں نے آنسو نہیں بہائے) ہے

گرچہ میرے باغ میں شبنم کی شادابی نہیں

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۷)

شبیری (ع ا ف) صفت، شبیر (رسول اسلام کے چھوٹے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام جنھوں نے تین دن کا بھوکا اور پیاسا رہ کر اپنے، اپنے رفقا کی اور بال بچوں کی جن میں ایک ۶ مہینے کا بچہ بھی شامل تھا، شہادت قبول کی لیکن یزید کی بیعت کر کے باطل کے سامنے سر جھکانا گوارا نہ کیا اور اسی ثبات و استقامت کی وجہ سے آج تک ان کا نام سربلند ہے) + ی (لاحقۂ نسبت) : امام حسینؑ کی سیرت اور اس کی ناستی ہے

اک فقر ہے شبیری اس فقر میں ہے میری

(فقر، ب ج، ۱۲۰)

شبینوں : شبینہ (= محفل شب) کی اردو جمع ہے

جو داستاں تمھارے شبینوں کی تھی گئی

(اشک خوں، ب ا، ۸۱)

شپرک (ف) مونث : چمگادڑ جسے دن میں کچھ نظر نہیں آتا اس لیے رات میں نکلتی اور اڑتی ہے ہے

شپرک کہتی ہے تجھ کو کور چشم و بے ہنر

(محراب گل افغان، ۸، ض ک، ۱۷۰)

شُتُر (ف) مذکر : اونٹ ہے

اسپ قرسم و شتر و قاطر و حمار

(صدیقؓ، ب د، ۲۲۴)

شتربان (۔ ف) مذکر، شتر + بان (لاحقۂ صفت) : اونٹ ہنکانے والا ہے

وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارا

(خطاب بہ جوانان اسلام، ب د، ۱۸۰)

شجاعت (ع) مونث : بہادری، دلیری ہے

تلوار کا دھنی تھا شجاعت میں مرد تھا

(رام، ب د، ۱۷۷)

شجر (ع) مذکر : درخت، پیڑ ہے

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا

(ہمدردی، ب د، ۳۵)

شخص (ع) مذکر : آدمی، انسان ہے

ہر شخص کو ساماں بہ میسر نہیں ہوتا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

شر (ع) مذکر : شرارت، فتنہ فساد ہے

دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزم خیر و شر

(جبریل وابلیس، ب ج، ۱۴۴)

شراب : (ع) مونث : انگور وغیرہ کا وہ شربت جسے پی کر آدمی مدہوش ہو جاتا ہے۔
: رنگِ سخن ؎
تیری پینائے سخن میں ہے شراب شیراز

(نصیحت، ب د، ۱۷۶)

شرابِ اَلَست (- ع ع)، شراب + اضافت + ا (= کیا، آیا؟) + لَست (= میں تمہیں ہوں) : اَلَستُ بِرَبِّکُم کا فقرہ عالمِ ذر میں خدا نے تعالیٰ نے روحوں سے مخاطب ہو کر کہا تھا جس کے معنی ہیں کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، روحوں نے اس کے جواب میں اقرارِ عبودیت کیا تھا (اب صوفی اسے بہانہ بنا کر کہ ہم اقرارِ عبودیت کر چکے ہیں دنیا و مافیہا سے غافل ہو کر مست پڑے رہتے ہیں) ؎
بہانہ بےعملی کا بنی شرابِ الست

(شکست، ض ک، ۳۸)

شرابِ بیخودی (- ف) مونث، بیخودی (رک) کو مدہوشی کی تاثیر میں شراب سے تشبیہ دی ہے ؎
شرابِ بیخودی سے تا فلک پرواز ہے میری

(تصویرِ درد، ب د، ۴۷)

شرابِ حقیقت (- ع) مونث، شراب + اضافت + حقیقت (رک) : فلسفۂ کائنات کی تحقیق کو شراب سے تشبیہ دی ہے ؎
لبریز ہے شرابِ حقیقت سے جامِ ہند

(رام، ب د، ۱۷۷)

شرابِ دید (- ف) مونث، شراب + اضافت + دید، مصدر دیدن (= دیکھنا) سے حاصل مصدر : دیدار، نظارہ، آنحضرتؐ کے دیدارِ مبارک کو شراب سے تشبیہ دی ہے ؎
شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری

(بلالؓ، ب د، ۸۰)

شرابِ طہور (- ع) مونث : شراب + طہور (= پاک و پاکیزہ) : جنت کی پاک و پاکیزہ شراب ؎
بنہ کھینچ نغمۂ کیفیت شرابِ طہور

(عشرت امروز، ب د، ۱۲۵)

شرابِ شیراز (- ف) شراب + اضافت + شیراز (= ایران کا ایک شہر جو فارسی کے مشہور شاعر حافظ کا مسکن ہے) : حافظ شیرازی کا رنگِ سخن، کلامِ حافظ کی سی دلکشی ؎
تیری پینائے سخن میں ہے شرابِ شیراز

(نصیحت، ب د، ۱۷۶)

شرابِ عشق (ع ع) مونث، شراب + اضافت + عشق (= والہانہ محبت) : عشق کو شراب سے تشبیہ دی ہے ؎
خالی شرابِ عشق سے لالے کا جام ہے

(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

شرابِ علم (- ع) مونث، شراب + علم (رک) : علم و حکمت کو کیف اور لطف میں شراب سے تشبیہ دی ہے ؎
شرابِ علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو

(التجائے مسافر، ب د، ۹۲)

شرابِ کُہن (- ف) مونث، شراب + اضافت + کہن (رک) : قدیمی شراب، شرابِ عشقِ خدا و رسولؐ ؎
پھر وہ شرابِ کہن مجھ کو عطا کر کہ میں

(دعا، ب ج، ۱۲)

شرار (ع) مذکر
چنگاری (جو لمحے بھر کے لیے آتی اور فوراً بجھ جاتی ہے یعنی بالکل ناپائدار ہے) ؎
آیا ہے تو جہاں میں مثالِ شرار دیکھ

(غزلیات، ب د، ۹۸)

: مراد روح ؎
خفتۂ خاک پئے سپر میں ہے شرار اپنا تو کیا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۱)

شرارِ بُولَہَبی (- ع ف) مذکر، شرار + اضافت + بولہب (= حضورؐ کا چچا جس کی ہجو میں سورۂ تبت یدا نازل ہوا اور جو باطل کا سب سے بڑا علمبردار تھا) + ی (لاحقۂ نسبت) : ابولہب کی لگائی ہوئی آگ یعنی جہل اور باطل ؎
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

شرارا (ت) مذکر

: آگ کی چنگاری ، شرر (رک) (زندگی کو ناپائداری میں شرارے سے تشبیہ دی ہے) ہے

بجھاتی ہوں میں زندگی کا شرارا

(عشق اور موت ، ب د ، ۸۵)

: رک پانی کا شرارا ۔

شَرارَت (ع) مونث : (دوسرے کے ساتھ) بدی ، ایذارسانی ، شوخی ، بیباکی ، بدزبانی وغیرہ ہے

ہوں جماعت میں شرارت کرنے والے بھی اگر

(بچوں کے لیے چند نصیحتیں ، ب ا ، ۵۴۴)

شَرارے : شرارہ (رک) کی جمع

: مراداً ایسے شعر کہنا جن سے دلوں میں گرمی اور جوش پیدا ہو جائے ہے

شرارے وادی ایمن کے تو بوتا تو ہے لیکن

(تضمین بر شعر صائب ، ب د ، ۲۴۴)

شَرارے دینا : چنگاریاں دینا تاکہ آگ جل اٹھے ، مراد داستان عشق کی تمہید کے لیے دل میں اشتعال پیدا کرنا ، ابھارنا ہے

شرارے دے پئے تمہید داستاں مجھ کو

(التجائے مسافر ، ب ا ، ۳۴۷)

شَرافَت (ع) مونث : اشرفیت کی صفت بھلمناہٹ کے ساتھ بزرگی ، اشرف المخلوق ہونے کا وصف (جو انسان کو حضرت آدم کے جنت سے دنیا میں آنے کے بعد ملا) ہے

ہے مری ذلت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۷)

شَرافَت کا خُلعَت (ع ف ع) مذکر ، شرافت + کا (رک) + خلعت (= لباسِ انعامی) : طنزاً وہ خطاب جس کا پہلے مصرع میں ذکر ہے ہے

مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۰)

شَرح (ع) مونث : تفصیل کے ساتھ واضح طور پہ اظہار ، تفسیر ہے

حاجت نہیں اے خطۂ گل شرح و بیاں کی

(ملا زادہ ، ۱۶ ، ۱۷ ، ض ک ، ۱۵۴)

شَرَر (ع) مذکر

: آگ کی چنگاری ہے

دل میں ہو سوز محبت کا وہ چھوٹا سا شرر

(آفتاب صبح ، ب د ، ۴۹)

: کلام اور اشعار مستعاراً ہیں ہے

میرے شرر میں بجلی کے جوہر

(غزل ، من ک ، ۱۱۳)

: مراد عشق کی چنگاری ، عشق رسول کی حرارت ہے

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر

(زمیں اور نور ، ب ج ، ۲۵۲)

شَرَر آباد (ـ ف) ، شرر + آباد (= بسا ہوا ، بھرا ہوا) : حرارت عشق سے پُر یا معمور ہے

آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۸)

شَرَر فِشاں (ـ ف) صفت ، شرر + فشاں (رک)

: چنگاریاں اڑانے والا ، (دلوں میں) عشق اسلام کا سوز پیدا کرنے والا ہے

شرر فشاں ہو گی آہ میری مرا نفس شعلہ بار ہو گا

(مارچ ۱۹۰۷ء ، ب د ، ۱۴۴)

شَرط (ع) مونث : وہ بات جو کسی بات کے لیے لازم ہو جس پر کسی بات کا انحصار ہو ہے

شرط رضا یہ ہے کہ تقاضا بھی چھوڑ دے

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۸)

شَرطِ انصاف ہے : رک انصاف شرط ہے ،

شَرطِ دَوام (ـ ع) شرط + اضافت + دوام (رک) : ہمیشہ زندہ رہنے کی شرط ہے

غم کدۂ نمود میں شرط دوام اور ہے

(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام ، ب د ، ۱۱۵)

شَرع (ع) مونث : شریعت ، قانونِ محمدی ، واجبات و سنن اور محرمات و مکروہات کے احکام ہے

اک شرع مسلمانی اک جذب مسلمانی

(۱۸ ، ب ج ، ۳۱۶)

شَرقی (ع ف) صفت ، شرق (= مشرق) + ی ، لاحقہ

نسبت : مشرق کا، یورپ کے علاقے ۲: ایشیا کا ہے

درویش خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی

(۱۶، ب ج، ۲۱)

شِرکَت (ع) مونث : کسی کام یا مقصد میں شریک ہونے کی صورتِ حال ہے

شرکت غم سے وہ الفت اور محکم ہوگئی

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۹)

شَرم (ف) مونث : غیرت، حیا ہے

بجھے ہو شرم تو پانی میں جل کے ڈوب مرے

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

شَرمسار (ـ ف) صفت، شرم + سار (لاحقۂ صفت) : شرمندہ ہے

آپ بھی شرمسار ہو مجکو بھی شرمسار کر

(۳، ب ج، ۷)

شَرمانا (ار) (شرم سے بنایا ہوا مصدر) وضعی : شرمندہ کرنا ہے

کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: شرمندہ ہونا، جھینپنا، مقابلے میں اپنے اوصاف کی کمی پر خجل ہونا ہے

شرمائے جس سے جلوت خلوت میں وہ مزا ہو

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

شَرمِندہ (ف) صفت : نادم، شرمسار، شرم سے منھ چھپانے والا، خجل ہے

چاندنی جس کے غبار راہ سے شرمندہ ہے

(وصال، ب د، ۱۲۰)

: محروم یا عاجز (جس کا لازمی نتیجہ شرمندگی ہے) ہے

درد کے عرفاں سے عقل سنگدل شرمندہ ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۷)

شَرمَندۂ ساحِل (ـ ف ع) صفت، شرمندہ + ۶ (علامت اضافت) + ساحل (رک) : جس نے خود کو محدود کر لیا ہے ہے

تو اُسے شرمندۂ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

شَرمَندۂ شَوقِ شہادَت (ـ ف ع ع) صفت، شرمندہ + ۶ (علامت اضافت) + شوق (رک + اضافت + شہادت (رک) : شوقِ شہادت سے شرمسار (کیونکہ سخت جان ہونے کے باعث جان نہیں نکلتی) ہے

سخت جاں شرمندۂ شوقِ شہادت کیوں نہ ہوں

(ب ا، ۶، ۵۱۹)

شَرمَندۂ گوشِ سَماعَت (ف ف ع) شرمندہ (= خجل، نادم) + ۶ (علامت اضافت) + گوش (= کان جن سے سنتے ہیں) + اضافت + سماعت (= سننے کا عمل یا کیفیت) : وہ بات جو سننے والے کانوں سے شرمندہ ہو کہ وہ ہونٹوں سے ہی بلند نہ ہوئی جس کے باعث کان اُسے نہ سن سکے ہے

میں حرف زیر لب شرمندۂ گوش سماعت ہوں

(تصویر درد، ب د، ۶۹)

شَرمیلی (ار) صفت : شرم سے بھری ہوئی، شرمگیں ہے

آہ وہ جھینپی ہوئی نظریں وہ شرمیلی ادا

(تعیش جوانی، ب ا، ۶، ۵۲۱)

شَرِیعَت (ع) مونث : شرع، شرعِ محمدی، اسلام کے فروعی و اصولی مسائل ہے

کہتے تھے کہ پنہاں ہے تصوف میں شریعت

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

: وہ رسمیں جنھیں اکثر جاہل مسلمان شریعت خیال کرتے اور ان پر مذہب کے نام سے عمل کرتے ہیں حالانکہ دراصل وہ غیر اسلامی رسوم ہیں ہے

تمدن تصوف شریعت تمام

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۴۰)

شَرِیف (ع) مذکر : شریفِ مکہ جس کا خاندان موجودہ حکومت نیز ترک حکومت سے پہلے حجاز پر حکمراں تھا ہے

کیسے کہ پھر شریف نے بتخانہ کردیا

(ب ا، ۶، ۳۶۸)

شریک (ع) صفت ، شامل ، حصہ دار ، حصہ لینے والا ؎
تجھ کو لازم ہے کہ ہر اُٹھ کے شریکِ تگ و تاز
(نصیحت ، ب د ، ۱۷۷)

شریکِ شورشِ پنہاں (ـــ ف ف) صفت ، شریک + اضافت + شورش (رک) + اضافت + پنہاں (رک) ، عاشق کی کیفیات اور حالات میں حصہ دار ؎
شریک شورشِ پنہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
(تصوف ، ض ک ، ۳۳)

شریکِ مستیِ خاصانِ بدر (ع ف ف ع) صفت ، شریک (= شامل) + اضافت + مستی (= عشق) + اضافت + خاص (= بندۂ خاص) + ان (لاحقۂ جمع) + بدر (= جنگِ بدر) : جو جنگ بدر کے شہدا کے عشق میں شریک ہو ، جس کا عشق اس منزل پر ہو جو بدر میں شہادت پانے والوں کے عشق کی منزل تھی ، مراد پیر رومی ؎
اے شریکِ مستی خاصانِ بدر
(پیر و مرید ، ب ج ، ۱۳۸)

شستہ (ف) صفت ، مصدر شستن (= دھونا) سے حالیہ تمام : پاک وصاف ، صیقل کی ہوئی اور منجھی ہوئی (تقریر یا بات چیت وغیرہ) ؎
شستہ ہے زبان جملہ مضامین ہیں عالی
(کلام فوقی ، ب ا ، ۴۸۵)

شش جہات (ف ع) مؤنث ، شش (= ۶) + جہات (= جہت = سمت) کی جمع
: چھ سمتوں والا ، اوپر نیچے داہنے بائیں آگے پیچھے ؎
یہ عالم یہ بتخانۂ شش جہات
(ساقی نامہ ، ب ج ، ۱۲۵)
: ساری کائنات ؎
توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسم شش جہات
(ابلیس ، ۳ ، ا ح ، ۱۳)

ششدر (ف) صفت : حیران (رک مہرۂ ششدر)

شعار (ع) مذکر : طور ، طریقہ ، چال ، روش . (رک قناعت شعار گل ہیں)

شعاع (ع) مؤنث : کرن ، نور کی باریک باریک لکیروں میں سے ہر ایک جو روشنی کے چاروں طرف پھوٹتی ہیں ؎
نقطۂ جاذب تاثر کی شعاعوں کا ہے تو
(بلاد اسلامیہ ، ب د ، ۱۴۷)

شعاعِ اُمید : یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک تمثیلی نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ہندی مسلمانوں کو (قبل تقسیم ہند) رجائیت کی تلقین کی ہے اور بتایا ہے کہ مایوسی ابھی سے کھلی ہوئی ناکامی ہے ، اس کے برخلاف امید جدّ و جہد پر ابھارتی ہے اور کامیابی کی منزل کی رہبر ہے
(ض ک ، ۱۰۷)

شعاعِ آفتاب : پہلی جنگ یورپ میں اتحادیوں کی فتح کے موقع پر لاہور میں بتاریخ ۱۵ دسمبر ۱۹۱۸ء ایک سرکاری مشاعرہ منعقد ہوا تھا جس میں سر مائیکل اوڈ وائر گورنر پنجاب کی فرمائش پر علامہ نے یہ نظم کہہ کر پڑھی تھی ۔ اس کے بعد یکم فروری ۱۹۱۹ کو "حق" اخبار میں شائع ہوئی ۔ بانگ درا کی اشاعت کے موقع پر ایک شعر حذف کر دیا گیا جو باقیات میں درج ہے ۔
(ب ا ، ۳۷۴)
: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے مسلمانوں کو سحر خیزی کا درس دیا ہے
(ب د ، ۲۳۴)

شعاعوں کو اسیر کرنا (ع ا ع ا ر) ، شعاعوں (کرنوں) + کو (رک) + اسیر (= قبضہ میں) + کرنا (= عمل میں لانا) : نامعلوم شعاعوں کو دریافت کرنا . ڈاکٹر رونٹیبن کی دریافت کی جانب اشارہ ہے جس نے ایک برقی تجربے کے دوران نامعلوم شعاعیں (ایکس ریز) دریافت کیں اور اب ان سے اندرونِ جسم کا فوٹو لیا جاتا ہے ؎
کیا اسیر شعاعوں کو برق مضطر کی
(سرگزشت آدم ، ب د ، ۸۲)

شعبدہ[1] (ف) مذکر ، سحر و جادو یا مکر و فن کا کرشمہ ، نظر بندی ، دھوکا

---

[1] عربی میں شُعبَدہ ہے ۔

شعبدہ بازی (ـ ف) مونث ، شعبدہ + بازی (رک)
: جادوگری ، نظر بندی ، دھوکے کا کھیل ؎
ہرچند کہ یہ شعبدہ بازی ہے دلآویز
(سلطانی جاوید ، ض ک ، ۱۴۸)

شعر (ع) مذکر ، کلام منظوم ، شاعری ؎
گر شعر میں ہے رشک کلیم ہمدانی
(زہد اور رندی ، ب د ، ۵۹)
: یہ ضرب کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے
جس کا ماحصل یہ ہے کہ شعر وہ ہے جس سے دل میں پاک
خیالات پیدا ہوں اور انقلاب صالح برپا ہو جائے
(ض ک ، ۱۳۲)

شعر عجم : (فارسی کا یا ایران کا شاعر) : یہ ضرب کلیم میں اقبال
کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے عام ایرانی
شاعری پر تنقید کی ہے کہ اس نے مسلمانوں کی عملی قوت کو
مضمحل کر دیا ہے۔
(ض ک ، ۱۲۸)

شعر کی زمیں : وہ طرح جس میں شعر کہا جائے ؎
عرش تک پہنچی ہے جس کے شعر کی اڑکر زمیں
(دربار بہاول پور ، ب ا ، ۱۹۰)

شعر کی گرمی (ع ارف) مونث ، شعر + کی (رک) + گرمی
(= حرارت) : جذبات میں ابھار احساس میں شدت اور
خون میں جوش پیدا کرنے کی تاثیر جو ایک اچھے شعر میں
ہوتی ہے ؎
شعر کی گرمی سے کیا واں بھی پگھل جاتا ہے دل
(خفتگان خاک سے استفسار ، ب د ، ۲۹)

شعر گوئی (ـ ف) مونث ، شعر کہنا ؎
توبہ کرلی ہے شعر گوئی نے
(خدا حافظ ، ب ا ، تیسرا ایڈیشن ، ۵۵)

شعر لکھنا (ـ ار) : شعر کہنا ، شعر تصنیف کرنا ۔
(ایک پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں)
، ب د ، ۲۱۳)

شعرا (ع) مذکر : شاعر (رک) کی جمع ؎
عادت یہ ہمارے شعرا کی ہے پرانی
(زہد اور رندی ، ب د ، ۵۹)

شعلہ (ع)
: لپٹ ، آنچ ، بھڑکتی ہوئی آگ کی سوزش اور حدت
؎
آگ کے شعلوں میں پنہاں مقصد تادیب ہے
(خفتگان خاک سے استفسار ، ب د ، ۳۰)
: چراغ کی لو ؎
شمع کے شعلوں کو گھڑیوں دیکھتا رہتا ہے تو
(بچہ اور شمع ، ب د ، ۱۸۶)
: سوز عشق ، عشق کی لگن ؎
بجھ گیا وہ شعلہ جو مقصود ہر پروانہ تھا
(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۸۹)
: اسلام کا جوش جو شعلے کی طرح دل میں گرمی اور عمل میں
سرگرمی پیدا کرتا ہے ؎
نہ کھا جائے کہیں شعلے کو خاشاک
(تاتاری کا خواب ، ب ج ، ۱۵۵)
: مراد شاعر (اقبال) کا دل پرسوز ؎
شعلے سے ٹوٹ کے مثل شرر آوارہ نہ رہ
(اپنے شعر سے ، ض ک ، ۱۰۲)

شعلہ آشام (ـ ف) صفت ، شعلہ + آشام ، مصدر آشامیدن
(= پینا) سے فعل امر : ایسی پرجوش شراب پینے والا
جس سے دل میں عشق کی آگ بھڑک اٹھے ؎
انجمن سے وہ پرانے شعلہ آشام اٹھ گئے
(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۸۵)

شعلہ آشامی (ـ ف ف) مونث ، شعلہ آشام (رک) + ی
(لاحقۂ کیفیت) : ایسی شراب پینے کا مائل جس سے دل میں
عشق کی آگ بھڑک اٹھے ؎
وہ جگر سوزی نہیں وہ شعلہ آشامی نہیں
(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۸۹)

شعلہ بار (ـ ف) شعلہ + بار (رک) آگ بھڑکانے والا ،
جذبات کو مشتعل کرنے یا ابھارنے والا ؎
شرر فشاں ہوگی آہ میری نفس مرا شعلہ بار ہوگا
(مارچ ۱۹۰۷ء ، ب د ، ۱۴۳)

شعلہ بہ پیراہن (ـ ف ف) صفت، شعلہ + بہ (= میں) + پیراہن (رک): جس کے کرتے میں آگ لگ گئی ہو، جو جل کر خاک ہو جانے سے قریب تر ہو، مراد نئی تہذیب کی آگ میں جلنے والی ملّت

ملّتِ ختمِ رسل شعلہ بہ پیراہن ہے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۵)

شعلہ بجام (ـ ف ف) صفت، شعلہ + بہ (= میں) + جام (رک): جس کے پیالے میں آگ بھری ہوئی ہے (لالے کا پھول انگارے کی طرح سرخ ہوتا ہے) لالہ

بادِ بہار لالۂ شعلہ بجام کے لیے

(کوشش ناتمام، ب ا، ۱۴۹ ۳)

شعلہ پوش (ـ ف) صفت، شعلہ + پوش (رک) شعلے کے رنگ کا لال بھبوکا لباس پہننے والے لالے

کس سے کہتے راز اپنا لالہ ہائے شعلہ پوش

(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۱)

شعلہ رو (ـ ف) صفت، شعلہ + رو (= چہرہ): جس کا چہرہ تابشِ حسن سے شعلے کی طرح سرخ اور چمکیلا ہو لالہ

کس شعلہ رو کا دل میں میرے گزر ہوا ہے

(ب ا، ۵۸۹)

شعلہ مزاج (ـ ع) صفت، شعلہ + مزاج (رک): آگ کی سی طبیعت اور فطرت رکھنے والی یعنی ہر وقت سرگرمِ عمل حیات

حیات شعلہ مزاج و غیور و شور انگیز

(ارتقا، ب د، ۲۲۲)

شعلہ مقالی (ـ ع ف) مونث، شعلہ + مقال (= گفتگو، بات، قول) + ی (لاحقۂ کیفیت): گفتگو میں شعلے کی سی کیفیت، دلوں کو گرما دینے والی تقریر لالہ

برقِ طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۲)

شعلہ نوائی (ـ ف) مونث، شعلہ + نوا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت): ایسا نغمہ سنانے کا عمل جو لوگوں کے دل پگھلا دے اور قوم میں سرگرمیِ عمل کی آگ لگا دے لالہ

بزم میں شعلہ نوائی سے اجالا کر دیں

(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

شعلہ ور (ـ ف) صفت، شعلہ + ور (رک): شعلے برسانے والی، بھڑکنے والی تیغ

بہر درِ جنگ توز جگر سوز شعلہ ور

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۶۰)

شعلۂ آواز (ع ف) مذکر، شعلہ + ۂ (علامتِ اضافت) + آواز (رک): نغمے کی حرارت یا پُر زور آواز کا وہ اثر جس سے دل پگھل جائے یا جس کا دل پر اثر ہو لالہ

خرمنِ باطل جلا دے شعلۂ آواز سے

(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۳)

شعلۂ بے سوزِ گل: گلاب جو بھڑکتے شعلے کی طرح سرخ ہے مگر اس شعلے میں سوزش نہیں لالہ

اگنے لگی شاخِ چمن سے شعلۂ بے سوزِ گل

(گورستانِ شاہی، ب ا، ۳۵۶)

شعلۂ تحقیق (ـ ف ع) مذکر، شعلہ + ۂ (علامتِ اضافت) + تحقیق (رک): حقیقت کی تلاش جو غیر حقیقی خیالات کو آگ کی طرح جلا کر فنا کر دیتی ہے لالہ

شعلۂ تحقیق کو غارت گرِ کاشانہ کر

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۰)

شعلۂ خورشید (ـ ف ف) شعلہ + ۂ (علامتِ اضافت) + خورشید (رک): صبح کے سورج کو جو شفق میں سرخ نظر آتا ہے شعلے سے تشبیہ دی ہے لالہ

شعلۂ خورشید گویا حاصل اس کھیتی کا ہے

(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۳)

شعلۂ روشن ترا: تیرا چمکتا ہوا نور یعنی عربی فارسی اور مشرقی علوم کی تعلیم لالہ

وہ شعلۂ روشن ترا ظلمت گریزاں جس سے تھی

(مسلمان اور تعلیمِ جدید، ب د، ۲۴۲)

شعلۂ نم خوردہ (ـ ف ف ف) مذکر، شعلہ + ۂ (علامتِ اضافت) + نم (= تری) + خوردہ، مصدر خوردن (= کھانا) سے حالیۂ تمام: سیلا ہوا شعلہ (جب وہ خود ہی پوری گرمی نہیں رکھتا تو دوسرے کو کیا جلائے گا) لالہ

اس شعلۂ نم خوردہ سے ٹوٹے گا شرر کیا

(ضربِ کلیم، ۱۳۱، ض ک، ۱۴۲)

شعلۂ نمرود : رک آتشِ نمرود۔

شعلہ یہ (– ار) : انسان مراد ہے ؎

شعلہ یہ کمتر ہے گردوں کے شراروں سے بھی کیا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۴)

شُعُوب (ع) مذکر : شَعب (= قبیلہ، خاندان) کی جمع ؎

بتانِ شعوب و قبائل کو توڑ

(پنجاب کے دہقان سے، ب ج، ۱۵۲)

شُعُور (ع) مذکر

: دانائی، واقفیت، تمیز، پہچان، جاننے اور سمجھنے کی صلاحیت ؎

یہ عقل اور یہ سمجھ یہ شعور کیا کہنا

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

: اہلیت، لیاقت، سلیقہ ؎

نہیں محفل میں جنھیں بات بھی کرنے کا شعور

(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

شعور کا جامِ آتشیں (ع ار ف ف) مذکر، شعور (رک) + کا (رک) + جام (رک) + اضافت + آتشیں (= سرخ) : عقل و فہم کی اعلیٰ درجے کی شرابِ سرخ (اضافت تشبیہی ہے) ؎

پیا شعور کا جب جامِ آتشیں میں نے

(سرگزشت آدم، ب د، ۸۱)

(نوٹ) اس شعر سے نظم کے آخر تک "میں" کی ضمیر کا مرجع آدمی ہے نہ کہ آدمؑ۔

شُعَیب (ع) مذکر

: ایک نبی تھے، جناب موسیٰؑ انھیں کے یہاں گلہ بانی کیا کرتے تھے (قب : موسیٰؑ نیز کلیم طورِ سینا) مراد مرشدِ کامل رہنما ؎

اگر کوئی شعیب آئے میسر

(رباعیات، ب ج، ۸۸)

شِغال (ف) مذکر : گیدڑ ؎

ستی شغال و گرگ سے جنبش ہوئی اگر

(ب ا، ۴۶۴)

شُغْل[1] (ع) مذکر : مشغلہ، مشغول ہونے کی کیفیت، مشغولیت ؎

میں شغلِ مے میں پیشانی ہے تری سجدہ ریز

(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

شغلِ سینہ کاوی (ع ف ف) مذکر، شغل (= مشغلہ، کام) + اضافت + سینہ (= دل) + کاوی، مصدر کاویدن (= کھودنا) سے حاصل مصدر : دل کو نوچنے اور کھرچنے کا مشغلہ، دشواریوں میں کلیجہ مسوس کر زندگی گزارنے کا عمل ؎

مجھے اے ہم نشیں رہنے دے شغلِ سینہ کاوی میں

(تصویرِ درد، ب د، ۷۲)

شِفا (ع) مونث : صحت، تندرستی

شفاخانہ (– ف) مذکر، شفا + خانہ (رک) : اسپتال

(شفاخانۂ حجاز، ب د، ۱۹۸)

شفاخانۂ حجاز : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو حجاز کے بندرگاہ یعنی جدّہ میں، ایک شفاخانہ کھلنے کے موقع پر اقبال نے کہی تھی۔ یہ بندرگاہ مکۂ معظمہ سے ۵۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

(ب د، ۱۹۸)

شَفاعَت (ع) مونث : (بارگاہِ الٰہی میں) گناہ معاف ہونے کی سفارش (شعر کا خلاصہ یہ ہے کہ مومنین حضورؐ سے درخواست کریں یا نہ کریں وہ خود ہی ان کے گناہوں کی سفارش فرمائیں گے) ؎

حشر میں ابرِ شفاعت کا شرربار آیا

(فریادِ امت، ب ا، ۱۳۹)

شَفّاف (ع) صفت : نہایت صاف جس میں آر پار نظر آئے ؎

جس کے فیض پا سے ہے شفاف مثلِ آئنہ

(دربارِ بہاول پور، ب ا، ۱۸۶)

شَفَق (ع) مونث : سرخی جو غروبِ آفتاب (نیز طلوع کا) کے وقت افق پر نظر آتی ہے ؎

کانپتا پھرتا ہے کیا رنگِ شفق کہسار پہ

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

شفق آمیز (– ف) صفت، شفق + آمیز (رک) : سرخی لیے ہوئے ؎

شفق آمیز تھی اس کی سفیدی

---

[1] بضم شین بھی درست ہے۔

(تاتاری کا خواب، ب ج، ۱۵۵)

شفق کی گل فروشی (ع ا ر ف ف) شفق (رک)+ کی (رک) + گل فروشی (رک): شفق کی سرخی ؎

شام کی ظلمت شفق کی گل فروشی میں ہے یہ

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

شفیق (ع) صفت: شفقت کرنے والا، مہربانی کرنے والا ؎

قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق

(مرد بزرگ، ض ک، ۱۲۹)

شک (ع) مذکر: کسی بات کے سچ اور جھوٹ میں تذبذب کی کیفیت، شبہ ؎

کچھ شک نہیں پرواز میں آزاد ہے تو بھی

(ایک مکالمہ، ب د، ۲۱۹)

شکار (ف) مذکر

: کسی اسلحے وغیرہ سے مارا ہوا جانور وغیرہ ؎

قضا تھی شکار قضا ہو گئی وہ

(عشق اور موت، ب د، ۵۸)

: (مجازاً) دابی ہوئی، قبضے میں پنجے میں، دبی ہوئی ؎

شکار خوف رسوائی ہے میری ذوقِ گرفتاری

(تصویر درد، ب ا، ۳۲۰)

شکاری (ف) صفت، شکار کرنے والا ؎

قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۳)

شکایت (ع) مونث: کسی کی جو بات ناگوار گزری ہے اس کا خود اس کے یا کسی کے سامنے اعادہ، شکوہ، گلہ ؎

فرمایا شکایت وہ محبت کے سبب تھی

(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

شکتی (ا ر) مونث: طاقت، قوت ؎

شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے

(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

شکر (ف) مونث: چینی، گنے کے رس وغیرہ سے بنا ہوا مٹھاس کا برادہ، بورا

شکر پارہ (ـ ف) مذکر، شکر + پارہ (= ٹکڑا): شکر کی بنائی ہوئی ایک مٹھائی۔

شکر پارہ فروش، صفت، شکر پارہ (رک) + فروش (رک): شکر پارے کی مٹھائی بیچنے والے (جو مٹھائی دکھا کر سیدھے سادے اور بھولے بھالے بچوں کو بڑی آسانی سے بہلا لیتے ہیں) ؎

اور عیار ہیں یورپ کے شکر پارہ فروش

(محراب گل افغان ۱۱، ض ک، ۱۷۲)

شکر خائی (ـ ف) مونث، شکر + خائی، مصدر خائیدن (چبانا) سے فعل امر (عموماً طوطی کے لیے مستعمل) + ئی (لاحقہ نسبت): شیریں کلامی ؎

نوا گر کے لیے زہراب ہوتی ہے شکر خائی

(تضمین بر شعر صائب، ب د، ۲۴۴)

شکر خند (ـ ف) مذکر، شکر + خند (= خندہ، ہنسی): میٹھی ہنسی، تبسم، دلکش مسکراہٹ ؎

کیا چھینے گا غنچے سے کوئی ذوقِ شکر خند

(۱۲، ب ج، ۲۱)

شکر خوابی (ـ ف ف) مونث، شکر + خواب (رک) + ی (لاحقہ کیفیت): خوابِ شیریں، میٹھی نیند سونے کی کیفیت ؎

ہزار ہوش سے خوشتر تری شکر خوابی

(فرشتے آدم کو الخ، ب ج، ۱۳۱)

شکر (ع) مذکر: خدائے تعالیٰ کی نعمت پر احسان مندی کا اظہار ؎

شکر شکوے کو کیا حسن ادا سے تو نے

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۰)

شکر و شکایت: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے "شکر" اور "شکایت" کے پردے میں اپنے درد دل کا اظہار کیا ہے۔

(ض ک، ۲۲)

شکری (انگ) مذکر، جنرل شکری جو ترکوں کے خلاف حملہ کرنے والی بلقانی فوج کا سپہ سالار تھا ؎

شکری حصار درنہ میں محصور ہو گیا

(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۶)

شُکرِیہ[1] (ع) مذکر: وہ الفاظ جو کسی کے احسان کا تعریف کے ساتھ اظہار کرنے میں کہے جائیں گ

شکریہ احساں کا اسے اقبال لازم تھا مجھے

(حیدر آباد دکن، ب ا، ۲۰۵)

شُکریۂ انگشتری[2]: یہ ایک نظم کا عنوان ہے جو مؤلف باقیاتِ اقبال نے منشی سراج الدین میر منشی ریزیڈنسی کشمیر کی بیاض سے نقل کی ہے۔ یہ نظم جو ۱۹۰۲ء کی تصنیف کردہ ہے ان کی بیاض میں خود علامہ کے قلم کی لکھی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ایک خط بھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ڈیئر سراج! دو تین روز سے طبیعت بسبب دورۂ درد کے علیل ہے۔ یہ چند شعر قلم برداشتہ آپ کے شکریہ میں عرض کرتا ہوں۔ میرا ارمغان یہی ہے۔ اسی کو قبول کرکے مجھے مشکور کیجیے۔ چاہیں تو پیشانی پر چند اردو سطور لکھ کر مخزن میں بھیج دیجیے۔ والسلام آپ کا اقبال از لاہور

(ب ا، ۱۳۱)

شِکَست (ف) مؤنث، مصدر شکستن (= ٹوٹنا) سے حاصل مصدر: ٹوٹنے کا عمل، ٹوٹ پھوٹ گ

ایسی چیزوں کا مگر دہر میں ہے کام شکست

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

: توڑے جانے کا عمل (مراد پیڑ سے پھل توڑے جانے کی صورتِ حال)

مقام بست و شکست و فشار و سوز و کشید
میانِ قطرۂ نیساں و آتشِ عنبی

(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

: ٹوٹنے کی کیفیت، ٹوٹنے کا صدمہ یا تکلیف گ

کوئی گرے شکست کسی کی کمر میں ہو

(اشکِ خوں، ب ا، ۷۹)

: میدانِ جنگ میں ہار جانے کی صورتِ حال، ہار

(شکست، ض ک، ۳۸)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں علامہ نے یہ بتایا ہے کہ شکست کا اصلی مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے ہنگاموں سے گریز کی جائے اور آدمی ہمت ہار کر بیٹھ جائے۔ یہ شعر علامہ نے ریاض منزل (مکان راس مسعود) میں بمقام بھوپال کہے تھے۔

(ض ک، ۳۸)

شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ (ــ ف ع ع) شکست + رشتہ (= دھاگا) + ۂ (علامتِ اضافت) + تسبیح (رک) + اضافت + شیخ (= پیر، مرشد، مراد مسلمان): مسلمانوں کا شیرازۂ ملّی بکھر جانے کی صورتِ حال گ

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ

(غرّۂ شوّال، ب د، ۱۸۲)

شکستِ رنگ (ــ ف) مؤنث، شکست + رنگ (= سرخی، سبزی وغیرہ): رنگ اڑ جانا گ

شکستِ رنگ سے سیکھا ہے میں نے بن کے بو رہنا

(تصویرِ درد، ب د، ۴۲)

شکستہ (ف) صفت، مصدر شکستن (= ٹوٹنا) سے حالیہ تمام

: صدمۂ عشق سے متأثر گ

جو ہو شکستہ تو پیدا نوائے راز کرے

(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

: ٹوٹا اور بکھرا ہوا، غیر منظم، منتشر گ

رہیں سپاہ نا سزا لشکریاں شکستہ صف

(۱۶، ب ج، ۳۹)

شکستہ بال (ــ ف) صفت، شکستہ + بال (رک): وہ پرندہ جس کے پر نچے ہوئے ہوں جس کے باعث وہ اڑنے سے معذور ہو، مراد غلامی کی زندگی کے باعث کسی قسم کی بھی ترقی کرنے سے محروم گ

بدن عراق و عجم کا ہے بے عروق و عظام
خودی کی موت سے ہندی شکستہ بالوں پر

(مرگِ خودی، ض ک، ۸۰)

شکستہ پا (ــ ف) صفت، شکستہ + پا (رک): جس

---

[1] عربی میں بہ تشدید یا (شکریّہ)
[2] اس کی جگہ تشکّر صحیح ہے

کے پاؤں ٹوٹے ہوئے ہوں، جو چلنے سے معذور ہو
(کنایہ چاہتے ہیں کہ وادیوں میں شفق کی سرخی حسنِ وادی
پر فریفتہ ہو کر اس طرح جم جائے جیسے اب اس میں آگے
قدم اٹھانے کی طاقت نہیں رہی ہے
جیسے کسی گل میں کوئی شکستہ پا ہو
(ایک آرزو، ب ا، ۲۹۹)

شکستہ پائی (ــ ف ف) مونث، شکستہ + پا (رک) + ئی
(لاحقۂ کیفیت)؛ پاؤں ٹوٹے ہونا، مراد وہ مجبوریاں جو اپنی
جگہ سے حرکت کرکے وہاں پہنچنے میں حائل ہیں ہے
ترے نصیب کا اپنی شکستہ پائی کا
(ب ا، ۵۳۲)

شکستہ پر: رک شکستہ بال ہے
ترا نالہ مرغِ شکستہ پر نہیں زندگی کا پیام اگر
(بلبل اور تو، ب ا، ۵۶۶)

شکستہ گیت (ــ ا ر) شکستہ + گیت (رک)؛ ٹوٹا ہوا
گیت، پہاڑ کے پتھروں سے تھوڑے تھوڑے توقف
کے بعد ٹکرا ٹکرا کر پانی کے گرنے کی آواز کو ٹوٹے ہوئے
گیت سے تشبیہ دی ہے ہے
شکستہ گیت میں چشموں کے دلبری ہے کمال
(فراق، ب د، ۱۳۱)

شکستہ ہونا (ف ا ر)، شکستہ، مصدر شکستن (= ٹوٹنا) سے
حالیہ تمام + ہونا
؛ ٹوٹ جانا ہے
تری نگاہوں میں ہے تبسم شکستہ ہونا مرے سبو کا
(غزلیات، ب د، ۱۲۷)
؛ مراد، عشق کی چوٹ کھانا ہے
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں
(غزلیات، ب د، ۲۸۱)

شکم (ف) مذکر، پیٹ ہے
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم
(۹، ب ج، ۳۳)

شکن (ف)، مصدر شکستن (= توڑنا) سے فعل امر،
ترکیبات میں مستعمل ہے اور ماقبل کلمے سے مل کر صفت
فاعل کے معنی دیتا ہے (رک کوہ شکن)

شکوہ (ف) مذکر: دبدبہ، رعب داب، جلال، شان
و شوکت۔

شکوہِ ترکمان (ــ ف) مذکر، شکوہ + اضافت + ترکمان
(رک)؛ ترکوں کا سا دبدبہ ہے
شکوہ ترکمانی ذہن ہندی نطق اعرابی
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۷)

شکوہِ پرویز: (رک پرویز) بادشاہی حکم، نواب حیدر آباد
کا حکم ہے
تھا یہ اللہ کا فرماں کہ شکوہِ پرویز
(سر اکبر حیدری، ا ح، ۴۸۶)

شکوہِ محمود: مراد بت شکنی (رک محمود)

شکوہ[1] (ف) مذکر؛ شکایت، گلہ ہے
آواز نے میں شکوۂ فرقت نہاں نہ ہو
(دردِ عشق، ب د، ۵۰)
: بانگِ درا میں یہ اقبال کی مشہور ترین معرکہ آرا نظم
کا عنوان ہے، جو انھوں نے انجمن حمایتِ اسلام لاہور
کے سالانہ اجلاس میں پڑھی تھی جو اپریل ۱۹۰۹ میں منعقد
ہوا تھا۔ میرے نزدیک ان کی وہ لاجواب اور بے مثال
نظم ہے جس کا جواب مشرقی ادب کی کسی زبان میں نہیں
ملتا۔ پست سے پست تر سیاسی اور گمراہی کے غار میں
دھنسی ہوئی قوم کو اپنے ابھرنے کا احساس دلانے کے لیے
اقبال نے وہ نادر طریقہ اختیار کیا جو آپ ہی اپنی مثال ہے
جس زمانے میں اقبال نے یہ نظم کہی وہ رجعت پسند مسلمانوں
کا تاریخِ ماضی و حال میں واحد دور تھا، لوگ خدا و رسول کے
احکام پر عمل کرنے سے سو فی صدی غافل تھے، مگر ظاہری طور
پر خدا اور رسول کے خلاف ایک کلمہ بھی کسی کی زبان سے
نکلے تو اسے مرنے کو اپنی زندگی جانتے تھے، یہی وجہ
تھی کہ اس نظم کے شائع ہوتے ہی ملاؤں کی طرف سے
اس کے خلاف بہت آوازیں بلند ہوئیں، مگر صاحبِ فہم
لوگوں کے لیے لمحۂ فکریہ پیدا ہوا اور انھوں نے سوچا کہ اتنی

---

[1] عربی میں شکوی۔

اخلاقی جرأت ایک مسلمان میں کیوں اور کیونکر پیدا ہو گئی کہ بالکل بیباک اور نڈر ہو کر خدائے تعالیٰ سے شکوہ کر رہا ہے چنانچہ ادنیٰ غور کرنے پر مسلمان یہ سمجھ گئے کہ وہ احکام الہٰی سے غفلت برتنے کے باعث اس پستی کے غار میں پڑے ہوئے ہیں، ابھی لوگ چونک رہے تھے کہ اتنے میں اقبال کا جوابِ شکوہ سامنے آیا اور اس کے شائع ہوتے ہی یکایک مسلمانوں کی ذہنیت میں انقلاب آیا اور کچھ ہی مدت میں ترقی کی راہیں کھلنے لگیں

(ب د، ۱۶۳)

شکوۂ بیداد (ـــ ف ف) مذکر، شکوہ + ۂ (علامت اضافت) + بیداد (رک) : رک گلۂ جور ؎

گلۂ جور نہ ہو شکوۂ بیداد نہ ہو

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۵)

شکیب (ف) مذکر : صبر ؎

یوں نہیں تیں دل کو پیامِ شکیب دیتا ہوں

(فراق، ب د، ۱۳۱)

شکیبائی (ف ف) مونث، شکیب (رک) + ائی (لاحقۂ کیفیت) : صبر و تحمل ؎

آدمی تابِ شکیبائی سے گر محروم ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۴)

شگافِ در (ف ف) مذکر، شگاف (= چیرا، درز، جھری وغیرہ) + اضافت + در (رک) : وہ جھری جو دروازے کے دو تختوں کے درمیاں ہوتی ہے، مراد دور سے چھپ چھپ کر، یعنی ابھی اسلام تو نہیں لائے مگر بڑے شوق اور غور سے دیکھ رہے ہیں ؎

تماشائی شگافِ در سے ہیں صدیوں کے زندانی

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

شگفتہ (ف) صفت، مصدر شگفتن (= کھلنا، خوش ہونا) سے حالیۂ تمام : کھلا ہوا، پھولا ہوا، خوش ؎

شگفتہ کر نہ سکے گی کبھی بہار اسے

(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

شگفتہ ہونا (ـــ ار) : کھلنا، کھل جانا ؎

شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے

(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

شمار (ف) مذکر : گنتی، شمولیت ؎

ہے ترے چاہنے والوں میں ہمارا بھی شمار

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

شمس (ع) مذکر : سورج

شمس العلما (ـــ ع ع) مذکر، شمس + ال (سابقۂ تعریف یا معرفہ) + عُلَما، عالم (رک) کی جمع : (لفظاً) عالموں کا سورج، (مراداً) ایک خطاب جو اعزازی طور پر حکومت برطانیۂ بھارت کے عالموں کو دیا کرتی تھی ؎

بن کے شمس العلما چمکے ہیں جگنو کی طرح

(ب ا، ۴۶۰)

شمس و قمر (ع ف ع) مذکر، شمس (= سورج) + و (عطف) + قمر (= چاند) : چاند سورج ؎

لطفِ ہمسایگیِ شمس و قمر کو چھوڑوں

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۵)

: باکمال لوگ ؎

ذرے ذرے میں ترے خوابیدہ ہیں شمس و قمر

(مرزا غالب، ب د، ۲۷)

شمشاد (ف) مذکر : ایک خوش قد درخت جو سرو سے مشابہ ہوتا ہے اور اس سے معشوق کے قد کو تشبیہ دیتے ہیں۔ سرو کی طرح یہ بھی بہار و خزاں سے آزاد ہوتا ہے۔ قمری اکثر اس درخت پر بیٹھ کر بولتی ہے اور اس کی آواز کو نالۂ عشق سے تعبیر کیا جاتا ہے ؎

دل سوختۂ گرمیِ فریاد ہے شمشاد

(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۶)

شمشادِ معانی (ـــ ع) رک : قمریِ شمشادِ معانی۔

شمشیر (ف ف) مونث، شم (= ناخن) + شیر (رک) : شیر کا ناخن مراد تلوار جو کہ ناخنِ شیر سے مشابہ ہوتی ہے (اصل تلفظ یائے مجہول سے ہے مگر ایرانیوں کے لہجے کی ناسی کرتے ہوئے اردو میں یائے معروف سے مروج ہے) ؎

کس کی شمشیر جہانگیر جہاندار ہوئی

(شکوہ، ب د، ۱۲۵)

شمشیرِ ذوقِ جستجو : ذوقِ جستجو کو شمشیر سے تشبیہ دی ہے ع

زخمی شمشیرِ ذوقِ جستجو رہتا ہوں میں

(گل رنگیں، ب ا، ۷۹)

شمع (ع) مونث : چراغ، موم بتی

: اس عنوان کے تحت بانگ درا میں جو نظم چھپی ہے اس کے دس اور اشعار صاحب باقیات نے درج کیے ہیں جو مخزن (دسمبر ۱۹۰۲ء) میں شائع ہوئے تھے

(ب ا، ۲۹)

: یہ بانگِ درا کی ایک نظم کا عنوان ہے جو ۱۹۰۲ء میں علامہ نے تصنیف کی تھی اور ماہنامہ مخزن (دسمبر) میں شائع ہوئی تھی۔ اس نظم میں اقبال نے ”وحدت الوجود“ کے مسئلے پر روشنی ڈالی ہے اور اس کی وہ تعبیرات پیش کی ہیں جو ابن عربی (حضرت شیخ اکبر) کے یہاں پائی جاتی ہیں، یعنی یہ کہ حسن و عشق (یعنی خالق و مخلوق) اور ناز و نیاز میں کوئی امتیاز نہیں۔ اقبال کا یہ تصور بال جبریل میں بدل گیا ہے اور وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرح اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ ان دونوں میں امتیاز تو ہے لیکن عشق (یعنی مخلوق) حسن (یعنی خالق) کا ظل اور سایہ ہے جس کا وجود بے وجود ہوتا ہے۔ اس نظم میں وہ وحدت الوجود کے اس نظریے سے متفق ہیں جو انا الحق کے نعرے کو درست سمجھتا ہے، جیسا کہ انھوں نے نظم کے آخری شعر میں اس کی جانب اشارہ کر دیا ہے

(ب د، ۴۴)

شمع اور شاعر : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے فروری ۱۹۱۲ء میں تصنیف کی تھی اور ۱۶ اپریل ۱۹۱۲ء کو انجمن حمایت الاسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں پڑھی تھی۔ اس نظم میں اقبال نے قوم کو عشقِ رسولؐ کا پیغام دیا ہے۔ عشق اس شعلے کا نام ہے جو دل میں بھڑکتا اور انسان کو محبوب کا وصال حاصل کرنے پر ہر سانس پر ابھارتا ہے۔ خارج میں شمع بھی دل کے سوز کا آئینہ ہوتی ہے اسی لیے شمع کو انھوں نے اپنے بیان سوز کی زبان بنایا ہے۔

اقبال کی شاعری میں ”شمع“ کو ایک علامت ۵ ”(SYMBOL)“ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے انھوں نے جابجا اس قسم کے خیالات، جیسے کہ اس نظم میں ہیں، ادا کرنے کے لیے شمع کو واسطہ قرار دیا ہے۔ آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اگر مسلمان کے دل میں رسولؐ کا عشق صادق ہو اور اس کی لگن میں وہ تبلیغ حق پر کمر بستہ ہو جائے تو موجودہ کل مصائب کے خاتمے پر آئندہ ہر قسم کی فلاح و بہبود میسر آ سکتی ہے

(ب د، ۱۸۴)

: صاحب باقیات (بغیر حوالہ) درج کرتے ہیں کہ بانگِ درا میں ساتویں بند کا ایک شعر چھوڑ دیا گیا ہے۔

(ب ا، ۳۶۴)

شمعِ بارگہِ خاندانِ مرتضوی (ـ ف ف ع) : شمع (رک) + اضافت + بارگہ (رک) + اضافت + خاندان (رک) + مرتضوی (رک) : علی بن ابی طالب کی نسل کے دربار کا چراغ، مراد شمس العلماء مولانا سیالکوٹی (جن کے فیض تربیت سے اقبال کو علوم و معارف میں دستگاہ حاصل ہوئی) ع

وہ شمع بارگہ خاندان مرتضوی

(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

شمعِ بزمِ اہلِ ملت را چراغِ طور کن
یعنی ظلمت خانۂ ما را سراپا نور کن

: اربابِ ملت کی شمع عقل کو چراغ طور بنا دے یعنی ہمارے تاریک گھر کو منور کر دے۔

(قطعہ، ب ا، ۱۹۸)

شمع پروانہ را بسوخت و لے
زود بریاں شود بروغن خویش

---

۵ دوسرا سمبل ”لالہ“ ہے

: شمع پروانے کو تو جلا دیتی ہے لیکن خود بھی بہت جلد اپنے روغن میں جل جاتی ہے

(مکافاتِ عمل، ب ا، ۲۲۰)

شمعِ تخیّل کا دُھواں (س ا ر ار) مونث، شمع + اضافت + تخیّل (مراد: خیالات) + کا (رک) + دُھواں (= جو آگ جلنے سے اٹھتا ہے) : روشن خیالات کی لو کا

ہو شناسائے فلک شمعِ تخیّل کا دھواں

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

شمعِ جہاں افروز (ــ ف ف) صفت، شمع + اضافت + جہاں (= دنیا) + افروز، مصدر افروختن (= روشن کرنا) سے فعل امر: دنیا میں روشنی پھیلانے والا چراغ کا

یہ تلاشِ متصل شمعِ جہاں افروز ہے

(رنگِ رنگیں، ب د، ۷۵)

شمع خود را می گداز و درمیانِ انجمن

: شمع انجمن میں اپنی ہستی کو پگھلا پگھلا کر فنا کر دیتی ہے مگر روشنی پہنچانا ترک نہیں کرتی (اسی طرح تو بھی شعلۂ نمرود (یعنی کفر) سے نہ ڈر بلکہ اپنا کام کرتا رہ یعنی نورِ اسلام پہنچاتا رہ)۔

(کفر و اسلام، ب د، ۲۴۰)

شمعِ کُشتہ (ــ ف) مونث، شمع + اضافت + کُشتہ (رک) : بجھا ہوا چراغ کا

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی

(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

شمع کی صورت (س ار س) ، شمع + کی (رک) + صورت (= مثل، طرح) : موم بتی کی طرح (کہ وہ ماحول کو روشن کرنے کے لیے خود پگھل پگھل کر اپنی ہستی کو فنا کر دیتی ہے) کا

زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

(بچے کی دعا، ب د، ۳۴)

شمعِ محفل (ــ س) مونث، شمع + اضافت + محفل (رک) : محفل کو رونق دینے والا یعنی رہنمائے قوم کا

شمعِ محفل ہو کے تو جب سوز سے خالی رہا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۲)

شمعِ نَو (ــ ف) مونث، شمع + نو (رک) : نیا چراغ مراد نئی تہذیب، نیا تمدن، لڑکیوں اور لڑکوں کی جدید تعلیم کا

فروغِ شمعِ نو سے بزمِ مسلم جگمگا اٹھی (طنزیہ)

(تہذیبِ حاضر، ب د، ۲۲۵)

شمع و پروانہ : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو پہلی بار ماہنامۂ مخزن لاہور، اپریل ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس نظم میں انھوں نے کیفیات و واردات عشق کو نہایت دلکش اور دلدوز انداز میں نظم کر دیا ہے

(ب د، ۴۰)

: یہ اقبال کی جس نظم کا عنوان ہے اس کے آٹھ شعر بانگِ درا میں درج ہیں۔ مخزن میں اس کے بارہ اشعار شائع ہوئے تھے۔ جو چار شعر بانگِ درا میں نہیں وہ باقیاتِ اقبال میں موجود ہیں

(ب ا، ۲۹۲)

شَمیم (ع) مونث، خوشبو، مہک کا

موجِ نکہت گلزار میں غنچے کی شمیم

(حسن و عشق، ب د، ۱۱۲)

شمیم پریشاں نہ تھی : صفات کا اظہار نہیں ہوا تھا کا

پھول تھا زیبِ چمن پر نہ پریشاں تھی شمیم

(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

شناسا (ف) صفت، جاننے پہچاننے والا، دوست کا

حضرت نے مرے ایک شناسا سے یہ پوچھا

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

شناسائے فلک (ف ف ع) صفت، شناسا + ے (لاحقۂ اضافت) + فلک (= آسمان) : آسمان تک پہنچ کر اس کی حقیقتوں سے واقف کا

ہو شناسائے فلک شمعِ تخیّل کا دھواں

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

شناسائی (ف) مونث، شناسا (رک) کا اسم کیفیت : واقفیت کا

بے حجابانہ مرے دل سے شناسائی کر

(غزلیات، ب د، ۲۰۹)

شناوری (ف ف ف) مونث، شنا (= پیرنے کی کیفیت) + ور (لاحقۂ صفت) + ی (لاحقۂ کیفیت)
: پیرنے کا عمل ہے
ہمت کو شناوری مبارک
(عبدالرحمٰن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت، ب ج، ۱۰۳)

شنکر : پنڈت دیا شنکر نسیم جن کی مثنوی گلزارِ نسیم
انیسویں صدی کی یادگار تصنیف ہے ہے
رخصت اے آرام گاہ شنکر کا دورِ رقم
(صدائے درد، ب ا، ۲۹۴)

شنید (ف) مونث، مصدر شنیدن (= سننا) سے
فعل ماضی مطلق بمعنی حاصلِ تمام: سنا سنایا ہے
ہے شنید آج چشم دید ہے کل
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۷)

شنیدن (ف) مصدر، سننا ہے
بار ہوں طاقت شنیدن پر
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۹)

شو (ف) مذکر: شوہر ہے
تفاوت نہ دیکھا زن و شو میں میں نے
(پردہ، ض ک، ۹۳)

شوال (ع) مذکر: قمری سال کا دسواں مہینہ جس کی پہلی کو عید الفطر ہوتی ہے. (رک ہلالِ شوال)

شوالا (ا) مذکر، مہادیو جی کا استھان، شیو جی کا مندر، مراداً ہندو مسلم اتحاد کا مرکز ہے
آ اک نیا شوالا اس دیس میں بنا دیں
(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

شوخ (ف) صفت
: شریر، بیباک، بات چیت کا لطف اٹھانے کے لیے چھیڑ چھاڑ کرنے والا ہے
ذرا سا تو دل ہوں مگر شوخ اتنا
([illegible]، ب د، ۱۰۵)
: دلکش ہے
خامۂ قدرت کی کیسی شوخ یہ تحریر ہے
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

شوخ نگاہی (ـ ف ف) مونث، شوخ + نگاہ (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): شوخی کے ساتھ دیکھنے کی کیفیت ہے
تمھاری شوخ نگاہی نے پڑھ کے کیا پھونکا
(ب ا، ۳۳۸)

شوخی (ف) مونث
: چلبلاپن، ایسی حسین ادا جو دوسرے کے لیے دلپسند ہو، وہ لطیف بات جس میں لطف آئے ہے
اب کہاں وہ بانکپن وہ شوخیِ طرزِ بیاں
(داغ، ب د، ۸۹)
: شرارت، نظروں کو دھوکا دینے کی ترکیب ہے
کوئی دیکھے تو شوخی آفتاب جلوہ فرما کی
(تہذیبِ حاضر، ب د، ۲۲۵)
: تیزی، شدت کے ساتھ احساس ہے
خودی کی شوخی و تندی میں کبر و ناز نہیں
(۱۵)، ب ج، ۳۸)
: جدت، تجدد، قدیم روش کو چھوڑ کر جدید روش اختیار کرنے کا اصول ہے
اندیشہ ہوا شوخیِ رفتار پہ مجبور
(اشتراکیت، ض ک، ۱۳۶)

شوخیِ تحریر (ـ ع) شوخی + اضافت + تحریر (= نثر و نظم): اشعار اور عبارت میں شگفتگی جس سے تاثیر پیدا ہو گئی ہے اور جو دل کو ابھارتی ہے اور مایوسی سے دوچار نہیں ہونے دیتی ہے
زندگی مضمر ہے تیری شوخیِ تحریر میں
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

شوخیِ گفتار (ـ ف) مونث، شوخی (رک) + گفتار (= کلام، شعر) اشعروں کی دلکشی ہے
اور اب چرچے ہیں جس کی شوخیِ گفتار کے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۸)

شوخیِ نظارہ (ـ ع) مونث، شوخی + اضافت + نظارہ (رک) قوتِ نظر کی تیزی جس سے تجھے یہ نظر آجائے

کہ حور و جبریل اور جنت میں جو کیف ہو سکتا ہے
ویسا کیف اور لطف ایک عاشق کو عشقِ رسولؐ میں بھی
آجاتا ہے) ؎
تری نگاہ میں ابھی شوخیِ نظارہ نہیں
(ا ا ، ب ج ، ۲۴۴)

شُودُر (ار) مذکر: ہندوؤں کی چوتھی اور سب سے گھٹیا
ذات جس کی نسبت کہتے ہیں کہ برہما کے پاؤں سے پیدا
ہوئی ہے، خدمتی لوگ۔ (جو اپنے سے بالا ذات کے
ساتھ ایک پلنگ پر بھی نہیں بیٹھ سکتے) ؎
آہ شودر کے لیے ہندوستان غم خانہ ہے
(نانک ، ب د ، ۲۵۰)

شور (ف) مذکر
: غل (رک شورِ سلاسل)
: چرچا ؎
شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۲)
: عشق، جنون، ولولہ (رک شور انگیز)
: صفت، نامبارک (رک شور بختی)

شور انگیز (– ف) صفت، شور + انگیز (رک): ولولہ
پیدا کرنے والی، قوتِ عمل کو جوش میں لانے والی ؎
حیات شعلہ مزاج و غیور و شور انگیز
(ارتقا ، ب د ، ۲۲۳)

شور الیسا ہے: ان الفاظ سے جو شعر شروع ہوتا ہے وہ
اقبال نے فی البدیہہ لاہور کی اس مجلس استقبالیہ میں پڑھا
تھا جو یہاں مشہور ڈراما نویس آغا حشر کاشمیری کے خیر مقدم
میں منعقد کی گئی تھی۔ موصوف کو آنے میں کچھ دیر ہوئی تو
مقررہ وقت پر حاضرین نے شور مچایا "آغا حشر کو بلاؤ"
اُس وقت اقبال نے اٹھ کر یہ شعر پڑھا
(ب ا ، ۲ ، ۴)

شور بختی (– ف ف) مونث، شور + بخت (= قسمت)
+ ی (لاحقہ کیفیت): بدنصیبی ؎
ہماری شور بختی کا اثر اتنا تو ہو یارب
نہ ہو زخمِ جگر محتاج قاتل کے نمکداں کا

(نوٹ) مزہ یہ ہے کہ شور کھارا یا نمک کو بھی کہتے ہیں۔

شورِ سلاسل (– ع) شور + اضافت + سلاسل،
سلسلہ (= زنجیر، بیڑی) کی جمع: دیوانوں کی بیڑیوں
کا شور و غل، مراد دیوانگانِ عشق کا ہجوم ؎
وادیِ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا
(شکوہ ، ب د ، ۱۶۸)

شورِش (ف) مونث
: شور و غل، نعرہ، اونچی آواز ؎
شورشِ زنجیرِ در میں لطف آتا تھا مجھے
(عہدِ طفلی ، ب د ، ۳۵)
: ہنگامہ، چہل پہل، لوگوں کی موجودگی اور آمد و رفت ؎
دن کی شورش میں نکلتے ہوئے شرماتے ہیں
(رات اور شاعر ، ب د ، ۱۲۳)

شورشِ امروز (– ف) مونث، شورش + اضافت
+ امروز (= آج): ۱۹۱۱ء کے فتنے جن میں ایران اور
ترکی بلکہ تمام ممالکِ اسلامی اندرونی و بیرونی خلفشار
کا شکار رہتے)

شورشِ میخانۂ انساں (– ف ع) مونث، شورش +
میخانہ (رک) + انساں (رک): انسانوں کی ہو حق کا ہنگامہ
، یہ مستوں کی دنیا جس میں انسان بستے ہیں ؎
شورشِ میخانۂ انساں سے بالاتر ہے تو
(آفتابِ صبح ، ب د ، ۴۸)

شوریٰ (ع) مذکر: مشورہ
(ابلیس کی مجلسِ شوریٰ ، ا ج ، ۵)

شوریدہ (ف) صفت، مصدر شوریدن (= حیران و پریشان
یا مجنون ہونا) سے حالیہ تمام: دیوانہ، سودائی ؎
دل شوریدہ ہے لیکن صنم خانے کا سودائی
(تضمین بر شعر انیسی ، ب د ، ۱۵۵)

شوریدہ حال (– ع) صفت: پریشان حالت والا ؎
مالک ہے یا مزارع شوریدہ حال ہے
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۹۰)

شوریدہ سر (– ف) صفت، شوریدہ + سر (رک): جس کا
دماغ حیرانی اور پریشانی کے باعث معطل سا ہو، دیوانہ

ہے
کعبہ پہلو میں ہے اور سودائی بتخانہ ہے
کس قدر شوریدہ سر ہے شوق، بے پروا ترا
(شمع اور شاعر، شمع، ۱۸۵)

شوق (ع) مذکر: خواہش، آرزو، تمنا، اشتیاق ؎
شوق آزادی کے دنیا میں نہ نکلے حوصلے
زندگی بھر قیدِ زنجیرِ تعلق میں رہے
(آفتابِ صبح، ب د، ۴۸)

شوقِ تماشا (ع ع) مذکر، شوق + تماشا (رک) اسلام کی روحانی تجلیات کے مشاہدے کی آرزو ؎
پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے پھر ذوقِ تقاضا دے
(دعا، ب د، ۲۱۲)

شوقِ نظر (ع ع) مذکر، شوق (= اشتیاق، تمنا) + اضافت + نظر (= فکر و جستجو): فکر و نظر کا ذوق و شوق ؎
شوقِ نظر کبھی کبھی ذوقِ طلب بنی
(شمع، ب د، ۴۵)

شوقِ نیم جامہ (ع ف ف) مذکر، شوق + اضافت + نیم (رک) + جامہ (رک): نیم برہنہ یا عریاں شوق (تہذیب کے دائرے میں ایک سنجیدہ شاعر کچھ اتنا ہی کہہ سکتا ہے) ؎
چند ہم آغوشی، شوقِ نیم جامہ کو ادھر
(تعیشِ حیرانی، ب ا، ۵۲۰)

شوکت (ع) مونث: جاہ و جلال، دبدبہ ؎
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

شوہر (ف) مذکر: (عورت کا) میاں، مرد، پتی، جس مرد سے نکاح ہوا ہو ؎
جس کا شوہر ہو رواں ہو کے زرہ میں مستور
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

شہ (ف) مذکر
: شاہ (رک) کی تخفیف (= بادشاہ) (رک تولاک)
: کسی بھی قوم میں، دوسروں پر فوقیت رکھنے والا، ماہرِ فن؛
(رک شہ سوار)
: سب سے بڑا (رک شہپر)

شہِ ابرار (ف ع) مذکر، شہ + ابرار، بَر (= نیک) کی جمع: نیکوں کے بادشاہ، مراد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ؎
سامنے اک دم میں درگاہِ شہِ ابرار ہے
(نالۂ یتیم، ب ا، ۱۴۱)

شہ باز / شہباز
: رک شاہباز۔
: مراد کائنات اور کل زمان و مکان جو انسان کے مقابل بہت طاقتور ہیں (ممولے سے شہباز کو لڑانے کا یہ مطلب ہے کہ انسان کو اتنی طاقت عطا کر دو کہ کل کائنات کو مسخر کر لے) ؎
لڑا دے ممولے کو شہباز سے
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

شہ پر / شہپر: پرندے کا سب سے بڑا بازو، وہ دونوں بازو جن سے پرندہ اڑتا ہے ؎
طائرِ دل کے لیے غم شہپرِ پرواز ہے
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

شہ پرِ زاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست
ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند
: کوے اور چیل کے شہپر قید اور شکار کی بندش سے آزاد ہیں، یہ سعادت صرف باز اور شاہین کا حصہ ہے۔
(اسیری، ب د، ۲۵۳)

شہِ خاور (ف ف) مذکر، شہ + اضافت + خاور (رک): مشرق کا بادشاہ یعنی سورج ؎
ہو گئی آزاد احسانِ شہِ خاور زمیں
(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۸۵)

شہ سوار / شہسوار (ف ف) صفت، شہ + سوار: گھوڑے کے فن کا ماہر، مراد مشہور مغل بادشاہ جہانگیر جو اکبر اعظم کا بیٹا اور شاہجہاں کا باپ تھا (چونکہ ندیم الایام میں

بادشاہ کے لیے سواری کے فن کی مہارت جزوِ سلطنت
تھی اس لیے بادشاہ کے واسطے یہ استعارہ عام ہو گیا)
مذ

منار خواب گر شہسوار چغتائی
(کنار راوی، ب د، ۹۵)

: بہادر سوار اور مجاہد مذ

آہ وہ مردانِ حق وہ عربی شہ سوار
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۸)

شہ کار (۔ ف) صفت، شہ + کار (رک): بہت بڑا کام
، کارنامہ، شاہکار مذ

یہی شہکار ہے تیرے ہنر کا
(رباعیات، ب ج، ۸۸)

شہِ لولاک (ف ع) مذکر، شہ (= سلطان) + لولاک
(حدیثِ قدسی کا ایک جزو ہے، پوری حدیث یہ ہے
لولاک لما خلقت الافلاک = (اے محبوب) اگر تو نہ ہوتا
تو میں افلاک (یعنی کائنات) کو پیدا نہ کرتا): وہ سلطان
جن کی شان میں حدیث لولاک نازل ہوئی یعنی آنحضرت
صلعم مذ

آستان مسند آرائے شہ لولاک ہے
(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۲)

شہِ یثرب (۔ ع) مذکر، شہ + اضافت + یثرب
(= مدینۂ منورہ کا نام): آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مذ

یہ ذکر حضورِ شہ یثرب میں نہ کرنا
(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۴۵)

شہادت (ع) مونث: دین کی حمایت اور خدمت
کے دوران دشمن کے ہاتھ سے جاں بحق ہونے کی
صورت حال مذ

ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
(بنت عبد اللہ، ب د، ۲۱۴)

شہادت گہ (۔ ف) ظرف، شہادت + گہ (= جگہ): مقتل مذ

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۸)

شہد (ع) مذکر: وہ میٹھا شیرہ جو شہد کی مکھیاں جمع کرتی
ہیں مذ

مرا عیش غم، مرا شہد سم، مری بود ہم نفسِ عدم
(میں اور تو، ب د، ۲۵۲)

: اس کے متعلق قرآن پاک میں آیا ہے۔ فیہ شفاءٌ
للناس، یعنی اس میں انسانوں کے لیے شفا ہی شفا ہے مذ

قوت ہے اگر اس میں تو ہے اس میں شفا بھی
(شہد کی مکھی، ب ا، ۵۵۴)

شہد کی مکھی (۔ ارار) مونث: وہ مکھی جو شہد نکالتی
ہے اور چھتا بنا کر عموماً پھول کے درختوں سے قریب
رہتی ہے (رک شہد) مذ

بتلاؤں تو کیا ڈھونڈتی ہے شہد کی مکھی
(شہد کی مکھی، ب ا، ۵۵۱)

شہدا (ع) مذکر: دین و ملت کی راہ میں جان دینے والے
، شہید واحد (وہ لوگ مراد ہیں جو ماضی میں اسلام کے
لیے شہید ہوئے) مذ

گل برانداز ہے خونِ شہدا کی لالی
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۵)

شہدا پالنے والی (۔ ارار) صفت، شہدا (مراد وہ
لوگ جو اوّل مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے حبشے میں گئے
اور انہیں حبش کی سرزمین نے پناہ دی۔ پھر وہاں سے
مدینے آئے تو آنحضرت کے زیرِ قیادت جہادوں میں
شہید ہوئے مذ

وہ تمھارے شہدا پالنے والی دنیا
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۵)

شہر (ف) مذکر: بڑی آبادی کی جگہ، آباد مقام مذ

شہر و ویرانہ مرا، بحر مرا، بن میرا
(ابر کوہسار، ب د، ۲۷)

: ہول آبادی (گاؤں قصبہ یا بڑی بستی جسے شہر کہتے ہیں) مذ

" آئینِ جنگ شہر کا دستور ہو گیا
(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۶)

شہر چھوڑنا (ف ار): بستی چھوڑ کر صحراؤں میں (لیلیٰ
کی تلاش کے لیے) چلا گیا مذ

مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

شہرِ خموشاں (ـ ف ف) مذکر، شہر + اضافت + خموش (= چپ) + ان (لاحقۂ جمع): خاموش لوگوں کی بستی، قبرستان ہے
مہدیٔ مجروح ہے شہرِ خموشاں کا مکیں
(داغ، ب د، ۸۹)

شہر کا دستور ہو گیا (ـ ا ر ع) مذکر، شہر + کا (رک) + دستور (رک) + ہو گیا (رک، ہونا): شہر کا قانون بن گیا، بستی میں نافذ ہو گیا ہے
آئینِ جنگ شہر کا دستور ہو گیا
(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۶)

شہر یار (ف) مذکر: بادشاہ
پنجاب ہے مخاطبِ پیغامِ شہریار
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۰)

شہریاری (ف ف) مونث، شہر + یار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): ملوکیت، امارت، بادشاہت ہے
ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہریاری ہے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۳)

شُہرہ (ع) مذکر: شہرت، چرچا ہے
شہرہ تھا بہت آپ کی صوفی منشی کا
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

شہری (ف ف) صفت، شہر (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): شہر کا باشندہ ہے
شہری ہو دہاتی ہو مسلمان ہے سادہ
(ملا مرید، ب ج، ۱۶۶)

شہزادی (ف ا) مونث، شہ (شاہ (رک)، کی تخفیف) + زادی، زادہ (مصدر زادن (= جننا) سے حالیہ تمام) کی تانیث: بادشاہ کی بہو بیٹی ہے
رواں دریا ہے خوں شہزادیوں کے دیدۂ تر سے
(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

شہنشاہ (ف) مذکر، شاہانِ شاہ (= بادشاہوں کا بادشاہ) کی تخفیف: وہ بڑے بادشاہ کہ دوسرے چھوٹے بادشاہ جن کے باج گزار ہوں ہے
(زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
(صقلیہ، ب د، ۱۴۳)

شہنشاہِ معظم (ف ع) مذکر، شہنشاہ، شاہانِ شاہ (= سب بادشاہوں کا بادشاہ) کی تخفیف + معظم (= صاحبِ عظمت): تمام دنیاوی بادشاہوں کے بادشاہ جو صاحبِ عظمت ہیں، یعنی آنحضرت صلعم ہے
تجھ میں راحت اس شہنشاہِ معظم کو ملی
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۲)

شہنشاہی (ف ف) صفت، شہنشاہ (مراد مغل بادشاہ) + ی (لاحقۂ نسبت): بادشاہ سے منسوب، مراد شاہ عالم ثانی سے نسبت رکھنے والے ہے
شہنشاہی حرم کی نازنینانِ سمن برسے
(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۷)

شہنشاہی کر: یعنی مزے اڑا ہے
مجھ سے فرمایا کہ لے اور شہنشاہی کر
(سرِ اکبر حیدری، ا ح، ۴۸۶)

شہنشہ: شہنشاہ (رک) کی تخفیف ہے
دنیا کے اس شہنشۂ انجم سپاہ کو
(ہلالِ عید، ب د، ۱۴۱)

شہی (ف ف) مونث، شہ (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت یا نسبت): بادشاہت ہے
فرماں نہ ہو دلوں پہ تو شانِ شہی نہیں
(اشکِ خوں، ب ا، ۷۸)
: بادشاہ سے منسوب (رک کرسی طلائے شہی)

شہید (ع) مذکر
: (رک قتیل ہے
اہلِ گلشن کو شہیدِ نغمۂ مستانہ کر
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۱)
: جو خدا کی راہ میں مارا جائے ہے
صلۂ شہید کیا ہے تب و تابِ جاودانہ
(۱۱، ب ج، ۱۵)

شَہیدِ اَزَل (۔ ۔ ع) صفت، شہید + اضافت + ازل (رک): جو ہمیشہ سے شہیدوں کے (سرخ) رنگ میں ڈوبا ہوا ہے
شہید ازل لالۂ خونیں کفن
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۲)

شَہیدِ آرزو (۔ ف) صفت: اپنی تمنا پر جان دینے والی، اپنے ارادے اور خواہش کے پورا ہونے کی متمنی (اس جگہ آرزو سے مراد بہتر سے بہتر تخلیق ہے)
فطرتِ ہستی شہید آرزو رہتی نہ ہو
(والدہ مرحومہ، ب د، ۲۳۲)

شَہیدِ جُستجُو (۔ ف) صفت، شہید + اضافت + جستجو (رک): تلاش و تحقیق پر جان دینے والا، حقیقتِ حال معلوم ہونے کا دلدادہ
ہیں شہید جستجو تھا یوں سخن گستر ہوا
(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۶)

شَہیدِ کربلا (۔ ع) مذکر، شہید + اضافت + کربلا (= عراق کی سرزمین پر ایک مشہور مقام جہاں کوفہ و شام کی فوجوں نے یزید (امیرِ شام) کے حکم سے امام حسین علیہ السلام کو مع انصار و اعزہ تین دن کا بھوکا پیاسا (۶۱ھ میں روزِ عاشورۂ محرم) شہید کردیا تھا): مراد امام حسین علیہ السلام جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، حضرت بی بی فاطمہ زہرا کے نورِ نظر اور حضرت علی کے لختِ جگر تھے۔ آپ نے بھوکا پیاسا شہید ہوجانا اور کل رفیقوں اور عزیزوں کے ساتھ اپنے کڑیل جوان بیٹے شبیہ پیغمبر کا اور چھ مہینے کے بچے علی اصغر تک کا شہید ہوجانا گوارا کیا اور پھر خود بھی عصر کے سجدۂ شکر میں شہید کر دیے گئے مگر یزید کی بیعت کر کے تمام مسلمانوں کو گمراہی میں ڈالنا گوارا نہ کیا۔ کیونکہ اگر آپ یزید کی بیعت کرلیتے جو کھلم کھلا منہیات و محرمات میں مشغول رہتا تھا تو فرزندِ رسول ہونے کی وجہ سے کل امت آپ کے اتباع میں یزید کو خلیفۂ رسول مان لیتی اور آج اسلام کی شکل بالکل بدلی ہوئی ہوتی۔ سبب وہ چیزیں جائز ہوجاتیں جن کا یزید مرتکب ہوتا تھا اور تمام وہ باتیں حرام ہوجاتیں جو یزید نے اپنے حکم سے ناجائز کردی تھیں
رونے والا ہوں شہید کربلا کے غم میں میں
(برگ گل، ب د، ۱۷۷)

شَے (ع) مونث: چیز، وجود یا موجود
ہر شے میں زندگی کا تقاضا تجھی سے ہے
(آفتاب، ب د، ۲۴۳)

شَیاطینِ مُلوکیّت: شہنشاہی اور حکمرانی کے شیطان، حکومت کے علمبردار (جو ماتحت کرنے کے ایسے حربے استعمال کرتے ہیں جو دیکھنے میں اتنے خوشنما ہیں کر خود شکاران کے جال میں پھنس جاتا ہے)
شیاطین ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
(ملا زادہ، ۷، اح، ۳۸)

شَیخ (ع) مذکر: پیر مرشد، مراد ہر مسلمان
ہے شیخ بھی مثال برہمن صنم تراش
(مذہب، ب د، ۲۴۶)
: ملا، خود غرض واعظ
شیخ کہتا ہے کہ یہ بھی ہے حرام اے ساقی
(۸، ب ج، ۱۲)

شَیخ جی: رک شیخ صاحب
قانون وقف کے لیے لڑتے تھے شیخ جی
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

شَیخِ حَرَم (۔ ع) مذکر، شیخ + حرم (= کعبہ): کعبے کا مرد بزرگ، مراد علما و صاحبان منبر
یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
(۱، ب ج، ۲۳)

شَیخ صاحِب[1] (۔ ع) مذکر (طنزیہ): جناب شیخ، شیخ جی
شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

---

[1] اصل لفظ صاحِب ہے مگر اردو میں اسی طرح مستعمل ہے۔

شیخ عبدالحق : شیخ صاحب کا قطعۂ تاریخ وفات ہے،
مشکل لفظ اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے
(ب ا، ۴۸۶)

شیخِ مُجدّد : حضرت مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی جو عارفانہ مذاق اور تصوّف کے روحانی کمالات کے بزرگ تھے اور مقام سرہند (پنجاب) میں مدفون ہیں ۱۰۳۴ھ میں رحلت پائی ؎
حاضر ہوا میں شیخ مجدّد کی لحد پر
(پنجاب کے پیرزادوں سے، ب ج، ۱۵۸)

شیخ مکتب (ـ ـ) مذکر، شیخ + مکتب (= درس گاہ کا معلّم) : اسکول کالج یا یونیورسٹی کا مدرّس، لکچرر یا پروفیسر ؎
شیخ مکتب ہے اک عمارت گر
(شیخ مکتب سے، ب ج، ۱۶۴)

شیخ مکتب سے : یہ بال جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے فارسی کے مشہور شاعر قاآنی کا شعر تضمین کرکے یہ بتایا ہے کہ استاد اپنے شاگرد کو جیسے سانچے میں ڈھالتا ہے وہ ویسا ہی بن جاتا ہے
(ب ج، ۱۶۴)

شیخ و برہمن (ـ ف ف) مذکر، شیخ + و (عطف) + برہمن (رک) : مراد مسلمان اور ہندو ؎
اے شیخ و برہمن سنتے ہو کیا اہل بصیرت کہتے ہیں
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

شیدا (ف) صفت : عشق رکھنے والا، محبت کرنے والا ؎
اپنے شیداؤں پہ یہ چشم غضب کیا معنی
(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

شیدائی (ف) صفت، عشق رکھنے والا، فریفتہ، شیفتہ ؎
عارضی لذت کا شیدائی ہوں چلاتا ہوں میں
(طفل شیر خوار، ب د، ۶۷)

شیر (ف) مذکر
: ایک نہایت دلیر درندہ جس سے جیالے آدمی کو تشبیہ دیتے ہیں، بہادر، اس جگہ مراد دورِ حاضر کا بہادر مجاہد ؎
سُنتا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

: بہادر دشمن ؎
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

شیر اور خچّر : یہ بال جبریل میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ جس کی ددھیال میں کھوٹ ہوتی ہے وہ ننھیال کی طرف خود کو نسبت دیتا ہے۔ یہ خیال جرمن سے ماخوذ ہے
(ب ج، ۱۶۸)

شیر شاہ سُوری : سولھویں صدی کے آغاز میں ہندوستان پر حکمران تھا اس نے پٹھانوں سے یہ اپیل کی تھی کہ وہ چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں بٹے ہوئے ہونے کی بجائے خود کو صرف افغان کہیں تو پھر انھیں کوئی طاقت محکوم نہیں بنا سکتی۔ یہ حکمراں ہونے کے علاوہ ایک دیندار اور درویش صفت انسان تھا اور علم کی قدر کرتا تھا۔ یہ ہمیشہ مسلمانوں کو وحدت ملّی کا درس دیتا رہا ؎
یہ نکتہ خوب کہا شیر شاہ سوری نے
(محراب گل افغان ۱۸، ض ک، ۱۷۷)

شیر مرد (ـ ف) مذکر : بہادر لوگ جو تحقیق حق کے لیے ہر قسم کی صعوبتیں جھیلتے تھے ؎
شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی
(۸، ب ج، ۱۲)

شیراز (ف) مذکر : ایران کا مشہور شہر جو وہاں کے مشہور شعرا حافظ اور سعدی کا مسکن تھا (رک گل شیراز) ؎
خندہ زن ہے گلشن دلّی گل شیراز پر
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

شیراز کا بُلبُل (ف ا ع) شیراز (= ایران کا ایک شہر جو کئی مشہور شاعروں کا وطن تھا) + کا + بلبل (= مراد شاعر) : سعدی شیرازی جنھوں نے زوال بغداد کا مرثیہ کہا جو بنی عباس کا دارالسلطنت تھا ؎
نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر
(صقلیہ، ب د، ۱۳۴)

شیرازہ (ف) مذکر
: وہ فیتہ جو کتاب کی جزو بندی کے بعد پشتے کے دونوں طرف لگا دیتے ہیں، کنایۃً انتظام، بندش، بندوبست، جلد بنانے والا
یہ اجرت ہے کتابِ عشق کے شیرازہ بندوں کی
(ب ا ، ۱۸۵)

شیرازہ بند (- ف) شیرازہ + بند، مصدر بستن (= باندھنا) سے فعلِ امر؛ انتظام کو محکم و مستحکم کرنے والا، اجزا کو انتشار سے محفوظ کرنے اور مرتب رکھنے والا
شیرازہ بندِ دفترِ کون و مکاں ہے تو
(آفتاب، ب د، ۴۳)

شیرازہ بندی (مونث)، شیرازہ بند (رک) کا اسم کیفیت: مراد اتحاد اور تنظیم ملتِ اسلامیہ
کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۸)

شیری (ف ف) مونث، شیر (رک) + ی (لاحقہ کیفیت)؛ شیر بنانے کا عمل، شیر اور دلیر بننے کی تربیت
تھا جہاں مدرسۂ شیری و شاہنشاہی
(۵، ب ج، ۵۷)

شیریں (ف) مونث
: فرہاد (رک) کی معشوقہ کا نام جس کے لیے فرہاد نے بیستوں، پہاڑ کاٹ کر دودھ کی نہر بنائی تھی
یہ شیریں بھی ہے گویا بیستوں بھی کوہکن بھی ہے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۶)

: استعارۃً دولت مراد ہے
گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما
(تعلیم اور اس کے نتائج، ب د، ۲۹۰)

: (صفت) میٹھا
دلربائی میں مثالِ خندۂ مادر ہے تو
مثلِ آوازِ پدر شیریں تر از کوثر ہے تو
(والدۂ مرحومہ، ب ا، ۳۴۴)

شیریں بیاں (- ع) صفت، شیریں + بیان (رک)
جس کے بیان میں بڑی مٹھاس ہے
اُڑ دا غ اُسے سرزمینِ نانک شیریں بیاں
(صدائے درد، ب ا، ۲۹۴)

شیریں ترجماں (- ع) صفت، شیریں + ترجمان (رک)
: میٹھے بیان والا، فصیح و بلیغ
مگر یہ حرفِ شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا
(۲، ب ج، ۶)

شیرینی (ف) مونث: مٹھاس
غافل اپنے پھل کی شیرینی سے ہوتا ہے شجر
(نانک، ب د، ۲۳۹)

شیشہ (ف) مذکر: آئینہ

شیشہ باز (ف) صفت، شیشہ + باز، مصدر باختن (= کھیلنا) سے فعلِ امر: شعبدہ یا نظربندی کا کھیل تماشا دکھلانے والا، یہاں سیاسی چال چلنے والے انگریز مراد ہیں
کہ حیرت میں ہے شیشہ بازِ فرنگ
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

شیشہ بازی (ف ف) مونث، شیشہ باز (رک) + ی (لاحقہ کیفیت)؛ تماشا، شعبدہ گری
شاہی نہیں ہے بے شیشہ بازی
(۵۶، ب ج، ۷۱)

شیشہ سازی (- ف ف) مونث، شیشہ + ساز، مصدر ساختن (= بنانا) سے فعلِ امر + ی (لاحقہ کیفیت)؛ شیشہ بنانا
نہ کر خارا شگافوں سے تقاضا شیشہ سازی کا
(۸، ب ج، ۳۲)

شیشہ گرانِ فرنگ (- ف ف ف) صفت، شیشہ + گر (لاحقہ صفت) + ان (لاحقہ جمع) + فرنگ (رک)
: مراد انگریز (کیونکہ اُس وقت یہاں انگریزوں کی حکومت تھی اور لوگ ان کی باتیں سیکھنا فخر سمجھتے تھے) جن کے اصول شیشے کی طرح ناپائدار ہیں
اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں
(جاوید کے نام، ب ج، ۱۴۷)

شیشہ گر (ـ ف) صفت، شیشہ + گر (لاحقۂ صفت) : شیشہ بنانے والا، مراد سائنسی آلات کا کاریگر ؎

فرنگی شیشہ گر کے فن سے پتھر ہو گئے پانی

(ا، ب ج، ۲۵۰)

شیشہ گری (ـ ف ف) مونث، شیشہ + گر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : مراد بناؤ سنگھار، ظاہری زیبائش و آرائش ؎

مغرب نے سکھایا انھیں فن شیشہ گری کا

(ایسے پیر حرم، ض ک، ۵۸۰)

شیشۂ حلبی (ـ ف ع ف) مذکر، شیشہ + ۂ (علامت اضافت) + حلب (ملک شام کا ایک شہر جہاں کی مٹی سے عمل کیمیاوی کے ذریعے شیشہ بنایا جاتا تھا) + ی (لاحقۂ نسبت) : شہر حلب کی مٹی سے بنا ہوا آئینہ ؎

ز خاک تیرہ درُوں تا بہ شیشۂ حلبی

(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

شیشۂ دل (ف ف) مذکر، شیشہ + ۂ (علامت اضافت) + دل (رک) : دل کو صفائی اور جلا میں آئینے سے تشبیہ دی ہے ؎

شیشۂ دل ہو اگر تیرا مثال جام جم

(سید کی لوح تربت، ب د، ۵۳)

شیشۂ دہر (ف ع) شیشہ (= شیشے کا وہ ظرف جس میں شراب رکھی جاتی ہے) + ۂ (علامت اضافت) + دہر (رک) : دہر کو شیشۂ شراب سے تشبیہ دی ہے ؎

شیشۂ دہر میں مانند مئے ناب ہے عشق

(... کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)

شیشۂ ساعت کی ریگ (ـ ف ع ا ف) مونث، شیشہ + ۂ (علامت اضافت + ساعت (= گھڑی، گھنٹا) + کی (رک) + ریگ (= ریت) : دونوں طرف دو شیشے کی کپیاں، بیچ میں نلی جڑی ہوتی ہے۔ ایک طرف ریت بھری ہوتی ہے جو ایک باریک سوراخ سے ذرا ذرا کر کے ایک گھنٹے میں گر جاتی ہے، اس سے گھنٹے کا حساب کرتے ہیں۔ اردو میں اسے بالو کی گھڑی کہتے ہیں۔ اس جگہ یہ ایک نظم کی سرخی ہے جس میں اقبال نے اس گھڑی کا ذکر کیا ہے۔ یہ نظم خدنگ نظر، بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی۔

(شیشۂ ساعت کی ریگ، ب ا، ۱۸۴)

شیکسپیئر : یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے انگلستان کے مشہور تر ڈراما نویس شاعر کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ شیکسپیئر کو انگریزی ادب میں وہ مقام حاصل ہے کہ اس کے ادیبوں نے اکثر یہ کہا ہے کہ "اگر ہمیں سلطنت انگلشیہ اور شیکسپیئر دونوں میں سے ایک چیز کے انتخاب پر مجبور کیا جائے تو ہم شیکسپیئر کے انتخاب کو ترجیح دیں گے۔ شیکسپیئر ۱۵۶۴ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۶۱۶ء میں فوت ہوا۔ ۱۵۸۲ء میں اس کے والدین نے اس کی شادی ایک ایسی لڑکی سے کر دی جو عمر میں اس سے آٹھ سال بڑی تھی۔ پانچ برس وہ اس لڑکی کے ساتھ گزار کر قسمت آزمائی کے لیے لندن چلا گیا اور یہاں ایک تھیٹریکل کمپنی سے رابطہ قائم کر لیا۔ اس نے پہلا ڈراما ۱۵۹۴ء میں لکھا جو بہت مقبول ہوا۔ یہ سلسلہ ۱۶۱۱ء تک جاری رہا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے ڈراموں کا پہلا مجموعہ ۱۶۲۳ء میں شائع ہوا جس میں ۳۶ ڈرامے شامل تھے۔ شیکسپیئر اپنے ڈراموں میں انسان کی فطرت کے تمام پہلو کسی نہ کسی طرح اجاگر کر دیتا ہے۔ وہ فطرت کا بڑا نباض اور ماہر تھا، جیسے اردو شعرا میں میر انیس۔

(شیکسپیئر، ب د، ۲۵۱)

شیوخ (ع) مذکر : شیخ (رک) کی جمع ؎

دین شیری میں غلاموں کے امام اور شیوخ

(نفسیات غلامی، ض ک، ۱۵۸)

شیون (ف) مذکر : نوحہ، نالہ و فریاد، مجازاً موت (رک سامان شیون)

شیوہ (ف) مذکر : عادت ؎

ہے بجا شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم

(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

شیوہ ہائے خانقہی (ف ف ف)، مذکر، شیوہ + ہا (لاحقۂ جمع) + ے (اضافت) + خانقہ (خانقاہ (رک) کی تخفیف) + ی (لاحقۂ نسبت) : خانقاہ میں بیٹھنے والوں کی عادتیں یعنی جدوجہد اور جہاد کا ترک جو سکھا دیتے ہیں ایسے شیوہ ہائے خانقہی

(۱۴۳، ب ج، ۳۶)

ص

صاحِب (ع) صفت : مالک ، خداوند ؎
وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے
(۱، ب ج ، ۲۴)
۲ : والا ، رکھنے والا (رک صاحبِ اعجاز)
۳ : دوست ، محبت کرنے والا ؎
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے
(۱۰، ب ج ، ۳۴۴)
۴ : یورپین شخص ، کسی دفتر کا بڑا افسر ، پیش خدمتوں کی زبان میں گھر کے مالک کا عام لقب ؎
نہیں بار صاحب؎ کے پہلو پہ اس کو
(ب ا ، ۲۶۲)

صاحِبِ اعجاز (ع ع) مذکر ، صاحب + اضافت + اعجاز (= معجزہ) : معجزہ دکھانے والا ، معجز بیان ؎
سیکڑوں ساحر بھی ہوں گے صاحبِ اعجاز بھی
(داغ ، ب د ، ۱۰۷)

صاحِبِ اَلطافِ عَمیم (- ع ع) صاحب + اضافت + الطاف (= مہربانیاں) + عمیم (= عام ، سب پر حاوی) : جس کی مہربانی کسی سے خاص نہ ہو اور ہر شخص کے لیے عام ہو ؎
شرط انصاف ہے اے صاحبِ الطافِ عمیم
(شکوہ ، ب د ، ۱۹۳)

صاحِبِ اَوصافِ حِجازی (- ع ع ف) مذکر ، صاحب + اضافت + اوصاف (رک) + اضافت + حجازی (رک) : اسلامی شعار رکھنے والے ؎
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے
(جواب شکوہ ، ب د ، ۲۰۳)

صاحِبِ آفاق (- ع) مذکر ، صاحب + اضافت + آفاق (رک) : آفاق کا حاکم ، زمان و مکان پر حکمران ؎
تو بندۂ آفاق ہے وہ صاحبِ آفاق

(بیداری ، ض ک ، ۴۷)

صاحِبِ تَصدیق (- ع) صفت ، صاحب + اضافت + تصدیق (= دل سے تائید) : مراد زبان سے کلمہ پڑھنے کے بعد دل سے اس کی تصدیق کرنا کہ میں نے جو کچھ اقرار کیا وہ ٹھیک ہے ، (مومن ہونے کی تین منزلیں ہیں (۱) اقرار باللسان (رک) (۲) تصدیق بالجنان (= دل سے اس کی تصدیق کرنا) (۳) عمل بالارکان (= احکام اسلام کے مطابق عمل کرنا) ؎
ہزار شکر کہ ملا ہیں صاحبِ تصدیق
(۱۱، ب ج ، ۳۵)

صاحِبِ ساز (- ف) صفت ، صاحب + اضافت + ساز (رک) : باجے والا ، مراد وہ عاشق جو یادِ الٰہی میں نوائے نیم شبی کی ریاضت کر رہا ہو ؎
صاحبِ ساز کو لازم ہے کہ غافل نہ رہے
(۵۶، ب ج ، ۵۷)

صاحِبِ سُرُور (- ع) مذکر : علم یا عشق سے روحانی کیفیت حاصل کرنے والا ، دل اور رگ و پے میں علم یا عشق کی تاثیر سے حظ اٹھانے والا ؎
ایک بھی صاحبِ سرور نہیں
(۲۰، ب ج ، ۴۳)

صاحِبِ سینا : موسیٰ کلیم اللہ (رک) ؎
تھا جواب صاحبِ سینا کہ مسلم ہے اگر
(کفر و اسلام ، ب د ، ۲۴۰)

صاحَبِ سَلامَت؎ (ع ع) : رسمی ملاقات ؎
دور کی ان سے فقط صاحب سلامت چاہیے
(بچوں کے لیے چند نصیحتیں ، ب ا ، ۴۴)

صاحِبِ فُروغ : ترقی پذیر ؎
مرد خدا کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ
(مسجد قرطبہ ، ب ج ، ۹۴)

صاحِبِ فَن (- ع) صفت ، صاحب + اضافت + فن (رک) : ہاتھ کا ہنر رکھنے والا ، کوئی فن جاننے والا

؎ اردو میں اسی طرح بولا جاتا ہے۔

؎ اس معنی میں ح پر زبر بولتے ہیں۔

جاننے والا ہے۔

وہ صاحب فن چاہے تو فن کی برکت سے
(محراب گل افغان ۵، من ک، ۱۶۷)

صاحبِ کتاب (۔ ع) صفت، مراد جو آسمان سے اتری ہوئی کتاب پر ایمان رکھتا ہو یا اس کے دل میں کتاب اللہ کے مطالب کی کوئی جگہ ہو (''کتاب'' توریت وانجیل وزبور بھی ہیں، لیکن قرآن پاک مراد ہے جو سب سے آخری کتاب ہے)

(طالب علم، من ک ۱۴۰)

صاحبِ کشّاف (۔ ع) مذکر، کشاف، عربی زبان کی ایک تفسیر قرآن کا نام ہے جو حضرت ابوالقاسم زمخشری کی لکھی ہوئی ہے، آپ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کے بہت بڑے عالم تھے اور تفسیر وحدیث وکلام وقواعد ومعانی وبیان سب پر عبور رکھتے تھے۔

صاحبِ کلاہ (۔ ف) صفت، صاحب + اضافت + کلاہ (رک): ٹوپی پہننے والا، امیر کبیر یا بادشاہ ہے۔

گلیم پوش ہوں میں صاحب کلاہ نہیں
(محراب گل افغان ۱۹، من ک، ۱۷۸)

صاحبِ مازاغ (۔ ع ع) مذکر، صاحب + ما (= نہیں) + زاغ (= بہکی): جن کی نگاہ کی شان میں ''ما زاغ'' آیا ہے یعنی سرکار دو عالم صلعم (اس کی تفصیل یہ ہے کہ معراج شریف میں حضورؐ نے عالم بالا میں آیات الٰہی کا معاینہ فرمایا۔ اس موقع پر سرکار دو عالم کی نگاہ کی تعریف خدائے تعالیٰ نے ان لفظوں میں فرمائی ہے — ''ما زاغ البصر وما طغیٰ'' — یعنی نہ حضورؐ کی آنکھ بہکی اور نہ حد سے تجاوز ہوئی ان حدود میں رہی جو خدائے تعالیٰ نے مقرر کر دی تھیں۔ ہے۔

تری نظر کا نگہباں ہو صاحب مازاغ
(غزل، من ک، ۸۵)

صاحبِ منزل (۔ ع) مذکر، صاحب + منزل رک: منزل پر پہنچا ہوا، مراد اسلام وایمان کی منزل پر فائز ہے۔

تو صاحب منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی
(۱۲، ب ج، ۳۵۰)

صاحبِ نظراں (ع ع ف) صاحب (بہ تکیہ اضافت) + نظر (رک) + اں (لاحقۂ جمع): اے دیدۂ بینا رکھنے والو ہے۔

صاحب نظراں نشۂ قوت ہے خطرناک
(قوت اور دین، من ک، ۲۹)

صاحبِ یثرب (۔ ع) مذکر، صاحب (رک) + اضافت + یثرب (رک): حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

خوب ہے تجھ کو شعار صاحب یثرب کا پاس
(تضمین بر شعر ابوطالب کلیم، ب د، ۲۲۱)

صاحبِ یقیں (۔ ع) صفت، صاحب + اضافت + یقین (رک): خودی پر اعتماد رکھنے والا بندۂ مومن ہے۔

لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحب یقیں
(محراب گل افغان ۱۷، من ک، ۱۷۶)

صادق (ع) صفت: سچّی ہے۔

طلب صادق نہ ہو تیری تو پھر کیا شکوۂ ساقی
(۳۶، ب ج، ۵۸)

صاعقہ (ع) مذکر: بجلی ہے۔

گر گیا کے مثل صاعقہ طور ہو گیا
(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۷)

صاف (ع) صفت، اشتقاق، آئینے کی طرح آبدار ہے۔

ہر طرف صاف ندیاں تھیں رواں
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

صاف صاف (ع) متعلق فعل، کھلم کھلا، واضح طور پر ہے۔

وعظ میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

صائب: رک تضمین بر شعر صائب۔

صبا (ع) مونث

: صبح کی ہوا ہے۔

نکہت کا کارواں ہے مثالِ صبا خموش

(موٹر، ب د، ۱۷۸)

: مراد مظاہرِ قدرت جو ساری فضا میں پھیلے ہوئے ہیں ۔

صبا سے بھی نہ ملا تجکو بوئے گل کا سراغ

(غزل، ض ک ۸۵۰)

صبا رفتار (ـ ف) صفت، صبا + رفتار (رک): ہوا کی طرح تیز دوڑنے والا ۔

وہ صبا رفتار شاہی اصطبل کی آبرو

(شیر اور خچر، ب ج ۱۹۱)

صُبح (ع) مونث: تڑکا، پچھلے پہر اذان کا وقت، سورج نکلنے سے پہلے کا وقت

(پیامِ صبح، ب د، ۹۶)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی پہلی نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ صبح جس کی آمد سے دنیا کا شب اٹھتی ہے، بندۂ مومن کی اذان سے پیدا ہوتی ہے ۔

(ض ک ۱۴)

صُبحِ اَزَل (ع) مونث، صُبح + اضافت + ازل (= وہ (خیالی اور ذہنی) زمانہ جس کا وقت معلوم نہیں، ابتدا سے آفرینش سے قبل، نیز ابتدائے آفرینش کا لمحہ جس میں عدم کی تاریکی دور ہو کر وجود کا سپیدہ نمودار ہوا۔ قب الست) ۔

صُبح ازل جو حسن ہوا دلستانِ عشق

(شمع، ب د، ۴۵)

صُبحِ اَلَست: رک اَلَست ۔

صبحِ پیری کی: پیری (= بڑھاپے) کو سفیدی میں صبح سے تشبیہ دی ہے (کیونکہ بڑھاپے میں سب بال سفید ہو جاتے ہیں) ۔

صبح پیری کی مگر بن کر بیتی آگئی

(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۹)

صُبحِ چمن: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے پھول، شبنم اور صبح کی زبان سے

یہ بات واضح کی ہے کہ اگر انسان ہمت سے کام لے تو اس سے اس کا اصلی وطن یعنی آسمان دور نہیں ہے ۔

(ض ک، ۱۱۹)

صُبح دَر آستیں (ـ ف ف) صفت، صُبح + در (= میں) + آستین (رک): صُبح کو آستین میں چھپائے ہوئے یا اپنے ساتھ لیے ہوئے ۔

صُبح در آستیں ہے تو شاید

(رنیم کا خطاب، ب ا، ۶۲)

صُبح دَم (ـ ف) صُبح + دَم (رک): صُبح کے وقت، مراد اُس وقت جبکہ انگریزوں کے ظلم سے مسلمان مارے جا چکے تھے اور گویا شبِ ظلم کی صُبح ہو گئی تھی اور اس وقت آنا نہ آنا برابر تھا ۔

صُبحدم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۶)

صُبحِ صادِق (ـ ع) مونث، صُبح + صادق (= سچی): نور کا تڑکا جبکہ رات کی تاریکی کے بعد سورج نکلنے سے پہلے روشنی پھیلنا شروع ہو جاتی ہے ۔

صُبح صادق سو رہی ہے رات کی آغوش میں

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۴۹)

صُبحِ صادق سو رہی ہے: کنایۃً صُبح ہونے میں کچھ دیر ہے، (رک صبحِ صادق)

صُبحِ قیامت (ـ ع) مونث، صُبح + اضافت + قیامت: روزِ محشر کی صُبح جس میں ہر شخص مضطرب الحال اور پریشان ہو کر نفسی نفسی پکارتا ہوگا اور سب اس فکر میں مبتلا ہوں گے کہ دیکھیے اب (حساب و کتاب کے موقع پر) کیا انجام ہوتا ہے ۔

ہر سینے میں اک صبحِ قیامت ہے نمودار

(محرابِ گل افغان ۱۳، ض ک، ۱۷۳)

صُبح کا سِتارَہ (ع ا ف) مذکر، صُبح + کا (رک) + ستارہ (= تارا)

: صُبح کے وقت طلوع ہونے والا تارہ، زہرہ ستارہ جو اکثر صُبح کو نظر آتا اور بہت روشن ہوتا ہے ۔

(صبح کا ستارہ ، ۸۵)

صبح کا ستارہ : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو فروری ۱۹۰۴ء کے ماہنامہ مخزن لاہور میں شائع ہوئی تھی اور جس میں انھوں نے صبح کے ستارے کی زبان سے (جو صبح صادق کو نکلتا اور سب ستاروں سے زیادہ روشن ہوتا ہے) یہ کہلایا ہے کہ جس انسان کو زندگی جاوداں پانے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ اپنے دل میں عشق کا سوز پیدا کرے

(ب د ، ۸۵)

: اس نظم کے جتنے اشعار مخزن (فروری ۱۹۰۴ء) میں چھپے تھے ان میں سے پہلے بند کا دوسرا اور دوسرے بند کا آٹھواں شعر بانگِ درا میں نہیں اور باقیاتِ اقبال میں درج ہے، نیز یہ کہ بانگِ درا میں اس کی کتابت اس انداز سے ہوئی ہے کہ یہ تین بند پر مشتمل معلوم ہوتی ہے۔ حقیقت میں یہ دو بند کی نظم ہے پہلا بند "لطف ہمسایگی شمس و قمر کو چھوڑوں" سے شروع اور "کیوں نہ گر جاؤں کسی پھول پہ شبنم ہو کر" پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے بند کے شعر ہیں۔

(ب ا ، ۳۳۷)

صبح کے اشک (- ا ف)، صبح + کے (رک) + اشک (رک) : شبنم کے قطروں کا صبح کے آنسوؤں سے استعارہ کیا ہے ؎

ہے رگِ گل صبح کے اشکوں سے موتی کی لڑی

(گورستانِ شاہی، ب د ، ۱۵۲)

صبح گاہی (- ف ف) صفت ، صبح + گاہ (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : صبح کے وقت کی ؎

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی

(۲۴ ، ب ج ، ۴۵)

صبح و شام (ع ف ف) : دن اور رات مراد زمانہ، ماحول، سماں ؎

ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو

(ہمالہ ، ب د ، ۲۳)

صبح و مسا (- ف ع) ظرف ، صبح + و (عطف) + مسا (رک) : ہر وقت ؎

صبر سے ناآشنا صبح و مسا روتا ہے وہ

(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۴۱)

صَبر (ع) مذکر : قوتِ برداشت (ذیل کے مصرع میں صبر سے اس تحمل کی جانب اشارہ ہے جو وطن سے ممالک مغرب میں (برائے تعلیم) جانے پر والدین اور وطن کی جدائی میں کرنا پڑے گا) ؎

ہوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجھ کو

(التجائے مسافر، ب د ، ۹۶)

صبر آزما (ع ف) صفت ، صبر + آزما (رک) : تکلیف دہ ؎

پھر یہ وعدہ حشر کا صبر آزما کیونکر ہوا

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۰)

صبرِ حسین : رسولِ اسلام کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کا صبر جنہیں کربلا (رک) کی سر زمین پر کوفہ و شام کی فوجوں نے تین دن کا بھوکا اور پیاسا شہید کر دیا اور اُن کی آنکھوں کے سامنے ان کے تمام انصار، اعزہ، بھائی، جوان بیٹا اور شش ماہہ بچہ تک قتل کر دیا گیا مگر انھوں نے دینِ الٰہی کو بچانے کی خاطر صبر و سکون کے ساتھ ان مصیبتوں کو برداشت کیا اور مرتے مرتے شکرِ الٰہی ادا کرتے رہے یہاں تک کہ عصر کے وقت سجدۂ شکر میں خود بھی ذبح کر دیے گئے ؎

صدقِ خلیل بھی ہے عشق صبرِ حسین بھی ہے عشق

(ذوق و شوق ، ب ج ، ۱۱۲)

صبر را از منزلِ دل پا بجولاں کردہ ام

گیسوئے مقصود را آخر پریشاں کردہ ام

: میں نے دل کی منزل سے صبر کو رخصت کر دیا ہے اور مقصود آرزو کی زلفیں بکھیر دی ہیں۔

(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۱۵)

صبر و سکوں کا جام لبریز ہو گیا: تو قف کی تاب باقی نہیں رہی تھی۔

لبریز ہو گیا مرے صبر و سکوں کا جام

(جنگ یرموک، ب د، ۲۴۷)

صبوحی (ع) مونث، صبح کے وقت پینے کی شراب تھی۔

ساقی موت کے ہاتھوں سے صبوحی پینا

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۵)

صُحبت (ع) مونث

: مراد: خدمت، حضوری تھی۔

صحبت مادر میں طفل سادہ رہ جاتے ہیں ہم

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۸)

: تصانیف کا مطالعہ جو مصنف کی صحبت کے برابر ہے

صحبت پیر رُوم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش

(۱۹، ب ج، ۳۹)

: جلسہ، انجمن تھی۔

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام

(مکہ اور جنیوا، ض ک، ۵۷)

صحرا (ع) مذکر

: جنگل، بیابان تھی۔

پوچھتا رہ رہ کے اس کے کوہ و صحرا کی خبر

(عہد طفلی، ب د، ۳۵)

: یعنی دنیا جو اس لحاظ سے کہ اس میں حسن مطلق کہیں نظر نہیں آتا جنگل کی طرح بالکل اجاڑ ہے تھی۔

ورنہ اس صحرا میں کیوں نالاں ہے مانند جرس

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

: ماسوی اللہ تھی۔

مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

: غیر محدود وسعت رکھنے والا تھی۔

عشق کی آشفتگی نے کر دیا صحرا جسے

(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

صحرا گرد (— ف) صفت، صحرا + گرد، مصدر گردیدن (= گھومنا، پھرنا) سے فعل امر) جنگلوں میں گھومنے پھرنے والا تھی۔

لازم ہے صحرا گرد پہ تعمیل فرمان خضر

(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۳)

صحرا میں: یعنی صحرا نوردی (رک) کے دور میں، اس زمانے میں جبکہ تیرا وقت سیر و سیاحت اور فتوحات میں گزرتا تھا تھی۔

بحر تھا صحرا میں تو گلشن میں مثل جو ہوا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)

صحرا نشین (— ف) صحرا + نشین، مصدر نشستن (= بیٹھنا) سے فعل امر:

: جنگلوں جنگلوں پھرنے والے اور حجاز کے صحراؤں میں رہنے والے عرب تھی۔

تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی

(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

: مراد صحرائے عرب کا باشندہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی۔

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا

(دین و سیاست، ب ج، ۱۱۸)

: افریقہ کی قوم میں تھی۔

تم نے لوٹے بے نوا صحرا نشینوں کے خیام

(مسولینی، ض ک، ۱۵۰)

صحرا نورد (— ف) صفت، صحرا + نورد (رک)، جنگل طے کرنے والا، دشت و بیابان میں پھرتے والا تھی۔

چھوڑ کر آبادیاں رہتا ہے تو صحرا نورد

(خضر راہ، ب د، ۲۵۶)

صحرا نوردی (— ف ف) مونث، صحرا نورد (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): جیسے معلوب ہیں، جنگلوں جنگلوں پھرنا، عاشق کا صحرا میں جا کر تنہائی کی زندگی بسر کرنا تھی۔

گئے وہ ایام اب زمانہ نہیں ہے صحرا نوردیوں کا

(پیام عشق، ب د، ۱۲۰)

صحرائی (ف ف) صفت، صحرا (رک) + ئی (لاحقۂ نسبت)

: مراد عرب کے بدّو، عرب ؎
جو سبد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا پھر استوار ہو گا
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

صَحن (ع) مذکر، آنگن، رقبہ، مراد میدان وسیع، وہ تمام علاقہ جس میں مسلمان موجود ہیں ؎
تڑپ صحن چمن میں آشیاں میں شاخساروں میں
(طلوع اسلام، ب د، ۲۶۷)

صَحنِ سَرا (ع۔ف) مذکر، صحن + سرا (رک): گھر کا آنگن، محدود مقام (فضائے عالم کے مقابلے میں) ؎
وہ پر شکستہ کہ صحن سرا میں تھے خورسند
(تمہید ۲۰، ض ک، ۱۲)

صَحیح (ع) صفت: درست ؎
یہ مسئلہ صحیح ہے کہ دل خراش ہے
(ب ا، ۴۶۵)

صَحیفہ (ع) مذکر: آسمانی کتاب، کتاب ؎
عشق کا نسخہ ہے صحیفہ تری تفسیر ہوں میں
(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۵)

صَد (ف) صفت: سَو (ہندسوں میں ۱۰۰)، (کسی چیز کی کثرت دکھانے کے لیے اس کے ساتھ سیکڑوں کے معنی میں مستعمل) (رک صد حاصل)

صَد انوری و ہزار جامی: سیکڑوں انوری کے ایسے اور ہزاروں جامی کے ایسے شاعر ہوئے اور ہو سکتے ہیں (رہا میں میں شاعری کو اپنے لیے کوئی فخر کی بات نہیں سمجھتا)
(چار بد ہے (۲)، ض ب، ۸۸)

صَد چاک (ف۔ف) صفت، صد + چاک (رک): جس میں سیکڑوں شگاف پڑ گئے ہوں، چاک چاک ؎
تجھے کیوں فکر ہے اے گل دل صد چاک بلبل کی
(پھول، ب د، ۲۴۹)

صَد حاصِل (ف ع) صفت، صد (رک) + حاصل (نتیجہ): سیکڑوں نتیجے، بے شمار فائدے ؎
لطفِ صد حاصل ہماری سعیِ بے حاصل میں ہے
(آفتابِ صبح، ب د، ۵۰)

صَد سالہ: سو برس کا
اے مردۂ صد سالہ تجھے کیا نہیں معلوم
(قبر، اح، ۱۹)

صَدہا (ف ف) متعلق فعل، صد + ہا (لاحقۂ جمع) سیکڑوں

صَدہا گُہَر (۔ف) صدہا + گہر (رک): سیکڑوں باہمت مسلمان جو اب ہیں یا آئندہ پیدا ہوں گے ؎
ہیں ابھی صدہا گہر اس ابر کی آغوش میں
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۳)

صَدا (ف) مؤنث
: آواز ؎
دامن دل کھینچتی ہے آبشاروں کی صدا
(ہمالہ، ب د، ۲۳)
: اذان ؎
محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر
(بلال، ب د، ۲۱۷)

صدائے تیشہ کہ بر سنگ میخورد دگر است
خبر بگیر کہ آواز تیشہ و جگر است ؎

پتھر پر تیشہ مارنے سے جو آواز آتی ہے وہ اور ہوتی ہے تم اس آواز کو دیکھو جو دل پر تیشہ پڑنے سے نکلتی ہے، مراد یہ ہے کہ فرہاد نے پتھر پر تیشہ چلایا تھا اور میں اپنے دل پر تیشہ مار رہا ہوں۔
(ملازادہ ۱۹۶، اح، ۴۷)

صَدائے دَرد: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے، جو پروفیسر سلیم چشتی کے بیان کے مطابق ۱۹۰۴ کی، اور سید عبدالواحد معینی (ایم اے آکسن) اور محمد عبداللہ قریشی کی تحقیق کے مطابق ۱۹۰۲ کی تصنیف ہے، ماہ جون کے ماہنامہ مخزن لاہور میں چھپی تھی۔ دونوں مؤرخوں میں اس نظم سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اقبال

؎ یہ مرزا جان جاناں مظہر (متوفی ۱۱۹۵ھ) کا شعر ہے جو اقبال نے تضمین کیا ہے۔

۱۹۰۲ یا ۱۹۰۴ میں ہندوؤں کی ذہنیت کو سمجھ گئے تھے اور ۱۹۰۵ میں تقسیم بنگال سے پہلے انھوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ ہندو کسی علاقے میں مسلمانوں کی اکثریت برداشت نہیں کر سکتے. اگرچہ اقبال نے اس نظم میں ہنود اور مسلمین ہند کو ایک خرمن کے دو دانوں سے تعبیر کیا ہے مگر وہ اس وقت ہندوؤں کے برتاوے اس درجہ مایوس تھے کہ ہندوستان کو ترک کرکے کسی اور جگہ چلے جانے کو ترجیح دیتے تھے، جیسا کہ ان چار الوداعی شعروں سے ظاہر ہے جو باقیات اقبال کے صفحہ ۲۹۴ پہ درج ہیں.

(ب د، ۴۲، ب ا، ۲۹۴)

(یہ نظم جب جون ۱۹۰۳ء میں ماہ نامہ مخزن لاہور میں چھپی تھی اس وقت ۸۹ شعروں پر مشتمل تھی. اب بانگِ درا میں اس کے ۶۹ شعر درج ہیں. باقی اشعار باقیاتِ اقبال میں صفحہ ۲۹۳ پہ دیکھیے.

صدائے لیگ (ع ف انگ) مونث، صدا (ک) + ے (علامت اضافت) + لیگ (مراد مسلم لیگ) : ۱۹۲۱ء میں جب سر آغا خان اور مشیر حسین قدوائی خلافت کمیٹی کی حمایت میں بیان دے رہے تھے تو اقبال نے یہ چند اشعار کہے جو ۹ نومبر ۱۹۲۱ء کے روزنامہ زمیندار (لاہور) میں چھپے. اس وقت اقبال نہ تو مسلم لیگ کی مصلحت کوشی کو پسند کرتے تھے اور نہ قائد اعظم کی ان کوششوں کو جو وہ لندن سے واپس آکر مسلم لیگ میں دوبارہ جان ڈالنے کے لیے کر رہے تھے، کیونکہ ان کے خیال میں مسلم لیگ کو کانگرس کا دم چھلا بنانا اور مکمل آزادی کی بجائے محض آئینی مراعات کا مطالبہ کرنا مسلمانوں کی قومی ہستی کو گم کر دینے اور انگریز کی حکومانہ سیاست کو قبول کر لینے کے مترادف تھا

(ب ا، صدائے لیگ، ۵۳۶)

صدارت (ع) مونث : کسی انجمن وغیرہ کے صدر کا عہدہ

ہے

الکشن ممبری کونسل صدارت

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

صداقت (ع) مونث

: سچائی، راست بازی، حق اور حقیقت ہونے کی کیفیت ہے

دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

(وطنیت، ب د، ۱۲۰)

: سچی بات، مراد توحید ہے

اس صداقت پر ازل سے شاہد عادل ہوں میں

(مسلم، ب د، ۱۹۶)

صداقت کے لیے : مراد سچائی یعنی توحید و اسلام ثابت کرنے کے لیے ہے

جس کی نادانی صداقت کے لیے بیتاب ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۳)

: سچی بات ہے

آگیا آج اس صداقت کا مرے دل کو یقیں

(نالۂ فراق، ب د، ۷۷)

صدر (ع) صفت : بالانشین، میر مجلس ہے

جس طرح گردوں پہ صدر محفل اختر قمر

(قطعہ، ب ا، ۱۹۸)

صدف (ع) مونث، سیپی جس کے پیٹ میں قطرۂ نیساں موتی بنتا ہے.

صدف صدف : ایک ایک سیپی، تمام سیپیاں (جس شعر میں یہ لفظ آیا ہے اس میں "تیرے" کے مخاطب مسلمان ہیں) ہے

ڈھونڈ چکا میں موج موج تول چکا صدف صدف

(۱۶، ب ج، ۳۹)

صدف کو توڑ دیا : یعنی (موتی) صدف کو توڑ کر باہر آیا تاکہ اپنا کمال دنیا پر ظاہر کرے ہے

گہر نے صدف کو توڑ دیا

(۲۰، ب ج، ۴۳)

صدف نشینی (— ف ف) مونث، صدف + نشین

ہے یہ جماعت ترکوں کی حمایت کی غرض سے بنی تھی جن سے (ہندوستان کے حکمراں) انگریز بر سر پیکار تھے.

(رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : صدف کے شکم میں گوشہ نشین ہونا ؎

گہر یہ بولا صدف نشینی ہے مجھ کو سامان آبرو کا

(غزلیات، ب د، ۱۳۶)

صِدق (ع) مذکر : سچائی، صداقت ؎

مائل خُلقِ عظیم و صاحب صدق و یقیں

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۸)

صِدقِ خلیل : حضرت ابراہیم (رک) خلیل اللہ کی سچائی کہ نمرود نے آپ کو بھڑکتی ہوئی آگ میں پھنکوا دیا مگر آپ نے کلمۂ حق سے انحراف نہ کیا (یہی آپ کی صداقت تھی جس کی کرامت سے وہ آگ آپ کے لیے گلزار بن گئی) ؎

صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق صبرِ حسینؑ بھی ہے عشق

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۲۱)

صِدقِ سلمانؓ (ــ ع) مذکر : پورا نام حضرت سلمان فارسی علیہ السلام، آپ حضورؐ کے قریب ترین صحابی تھے، اتنے قریب کہ حضورؐ نے ایک دن فرمایا سلمانُ مِنّا اہلَ البیت (= سلمانؓ ہمارے "اہل بیت" میں شامل ہیں)، آپ کی سچائی پر حضورؐ کو بڑا اعتماد تھا۔ یہ اعتماد اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ جب تک کسی پر اعتماد نہ ہو اسے اپنے اہلِ بیت میں شامل نہیں کیا جا سکتا ؎

وہ کیا تھا زورِ حیدرؓ فقر بوذرؓ صدقِ سلمانیؓ

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

صَدَقہ (ع) مذکر

: مراد بھیک، خیرات ؎

مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج

(گدائی، ب ج، ۱۱۷)

: فیض، طفیل ؎

یہ گل دگلزار صدقہ امی یثرب کا ہے

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۶)

صَدقے[1] (ار) قربان، نچھاور، واری (طنزیہ) ؎

تیری بیتابی کے صدقے ہے عجب بیتاب تو

(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

صَدقے جاؤں : اے میں قربان ہو جاؤں (طنزیہ)

صدقے جاؤں فہم پر دنیا نہیں دیں سے الگ

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۵)

صَدقے نہ ہو گیا ہو دعا پر اثر کہیں : یعنی "اثر" اس "دعا" پر صدقے ہو کر کہیں ختم اور فنا نہ ہو گیا ہو۔

(اشک خوں، ب ا، ۸۸)

صَدمہ (ع) مذکر : چوٹ، ٹھیس ؎

صدمہ آ جائے ہوا سے گل کی پتی کو اگر

(آفتاب صبح، ب د، ۴۹)

صِدّیقؓ (ع) مذکر، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب جو رسول صلعم کے پہلے خلیفہ مانے گئے ہیں (لفظی معنی بہت سچ بولنے والا) ؎

دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے ضرور

(صدیق، ب د، ۲۲۴)

(یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اسلام کی مدد کے لیے حضرت ابوبکرؓ کے ایثار کا ایک واقعہ نظم کیا ہے جس میں یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ اس موقع پر حضرت عمرؓ ان سے بڑھ چڑھ کر اسلام کی خدمت کا ارادہ کر رہے تھے چنانچہ انھوں نے اثاث البیت کا آدھا حصہ خدمتِ رسولؐ میں پیش کر دیا تھا مگر حضرت ابوبکرؓ ان پر بھی فوقیت لے گئے اور اپنا کل اثاثہ خدمت میں پیش کر دیا۔

(ب د، ۲۲۴)

صِدّیقی پریس (ع ار انگ) مذکر، صدیق (= کسی کا نام) + ی (لاحقۂ نسبت) + پریس (= چھاپا خانہ) لاہور کے ایک مطبع کا نام ؎

نظم چھپوا اسے جو صدیقی پریس میں بن گیا

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶)

صَدیوں (ار) متعلق فعل، صَدی (ف = سو برس کا زمانہ) + وں (علامتِ جمع اردو) = سیکڑوں برس ؎

صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

(ترانۂ ہندی، ب د، ۸۳)

صدیوں کا بار (- ا ر ف) مذکر: مراد صدیوں کی تاریخ ہے

دوش پر اپنے اٹھائے سیکڑوں صدیوں کا بار

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۴۹)

صراحی (ف) مونث: شراب رکھنے کا ایک خاص وضع کا اونچا اور ہینڈل والا بڑی ٹونٹی کا برتن ہے

لبریز مئے زہد سے تھی دل کی صراحی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

صرصر (ف) مونث: آندھی، مراد وہ گرد ہے جو آندھی داآندھی کی طرح چلنے والے مسلمان فاتح مجاہدوں کے مسافتیں طے کرنے کے دوران اڑتی تھی ہے

صرصر کے دوش پر تو اڑتی پھری ہے صدیوں

(شیشۂ ساعت کی ریگ، ب ا، ۱۶۸)

صرصر کی راہ گزار: اس کی جگہ صرصر کی "رہ گزار" پڑھیے تاکہ مصرع موزوں ہو

(ب ا، ۲۶۶)

صرف (ع) مذکر: خرچ کرنے کا عمل
: معروف ہے

صرفِ بکا ہے جانِ سلاطینِ روزگار

(اشک خوں، ب ا، ۸۲)

صرفِ تعمیرِ سحر (- ع ع)، صرف + اضافت + تعمیر (ع) + سحر (ع): صبح یعنی روشنی کی عمارت بنانے میں خرچ کرنے کی صورتِ حال ہے

صرفِ تعمیرِ سحر خاکسترِ پروانہ کر

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۱)

صریر (ع) مونث: قلم کے چلنے کی آواز ہے

ہم صریرِ خامہ کو بانگِ درا کہتے ہیں

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۶)

صعوبت (ع) مونث: سختی، دشواری ہے

ستارہ گرچہ تھی صعوبتِ راہ

(ب ا، ۲۴۴)

صغیر (ع) صفت: چھوٹا، کم سن ہے

طفلِ صغیر بھی مری جنگاہ میں ہیں مرد

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۷)

صف (ع) مونث: قطار، پرا (جیسے نماز جماعت میں) ہے

صف باندھے دونوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

صف آرا (- ف) صفت، صف + آرا (ع): جنگ کے لیے آمنے سامنے کھڑے ہوئے، دست و گریباں، مقابلے پر تیار ہے

محنت و سرمایہ دنیا میں صف آرا ہو گئے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

صف آرایانِ لشکر (- ف ف ف) مذکر، صف آرا (ع) + ے (لاحقۂ اتصال) + ان (لاحقۂ جمع) + لشکر (ع): فوج کی صف کشی کرنے والا ہے

کہ غفلت دور ہے شانِ صف آرایانِ لشکر سے

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

صف بستہ (- ف) صفت، صف + بستہ، مصدر بستن (= باندھنا) سے حالیۂ تمام: قطاریں باندھے ہوئے، صفیں جمائے ہوئے ہے

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند

(جنگِ یرموک، ب د، ۲۴۷)

صفا (ع) مونث
: صفائی اور شفافی، چمک دمک، نورانیت ہے

صفا تھی جس کی خاکِ پا میں بڑھ کر ساغرِ جم سے

(جنت، ب د، ۱۱۱)

: دنیا و مافیہا سے دل کے پاک و صاف ہونے کی کیفیت (ع اہلِ صفا): صاف صاف، بغیر کسی لاگ لپیٹ کے ہے

صنعت آئنہ جو کچھ ہے صفا کہتے ہیں

(فریاد امت، ب ا، ۱۵۵)

صفا کیش (- ف) صفت: صفا + کیش (مذہب و مسلک): دل میں صفائی رکھنے والا، جس کا دل پاک و صاف ہے ہے

کیوں خوار ہیں مردانِ صفا کیش و ہنرمند

(۱۶ ، ب ج ، ۲۰)

صفائے پاکیِ طینت (ـ ف ف ف ع) مونث ، صفا (رک) + ے (علامت اضافت) + پاک (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) + طینت (= سرشت ، خو) : ضمیر پاک ہونے کی آب و تاب ؎

صفائے پاکیِ طینت سے ہے گہر کا وضو

(۹ ، ب ج ، ۱۳)

صفائے دل (ـ ف ف) مونث ، صفا + ے (علامت اضافت) + دل (رک) خبثِ باطن سے دل کے صاف و شفاف ہونے کی کیفیت ؎

صفائے دل کو کیا آئینۂ رنگ تعلق سے

(تصویر درد ، ب د ، ۴۳)

صفات (ع) مونث : باری تعالی کی صفتیں (خلق و رحم و کرم و عفو و جلال وغیرہ) جو کائنات کے ذرے ذرے میں بکھری ہوئی ہیں اور طالب کو اس وقت نظر آتی ہیں جب اس کی نظر اشیائے کائنات کے حسن ظاہری میں نہ الجھے اور ان کی حقیقت پر غور کرے ؎

غلغلہ ہائے الاماں بتکدۂ صفات میں

(۱ ، ب ج ، ۵)

صفاہان (ف) مذکر : ایران کا مشہور شہر ، اصفہان ؎

گھر میرا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند

(۱۶ ، ب ج ، ۲۱)

صفائی (ار) مونث

، صاف شفاف ہونے کی صورت حال ، ستھرا پن ؎

یہ حسن یہ پوشاک یہ خوبی یہ صفائی

(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۳۰)

: سلاست ، روانی ، (روزمرہ کی) بے تکلفی ؎

تھی گھوڑے کی باتوں میں قیامت کی صفائی

(گھوڑوں کی مجلس ، ب ا ، ۲۷۵)

صفت (ع) مونث

: طرح ، مثل (رک صفت دانۂ سپند)

صفتِ دانۂ سپند ، صفت + دانۂ سپند (رک) : اسپند کے دانے کی طرح کہ جیسے وہ آنچ پاتے ہی چیخ اٹھتا ہے ، اسی طرح میں ہوں کہ ذرا سی ٹھیس لگتے ہی تڑپ اٹھتا ہوں ؎

فریاد در گرہ صفت دانۂ سپند

(شمع ، ب د ، ۴۴)

: تعریف و توصیف ؎

صفت ہے جس کی زبان قلم میں بے تاثیر

(خیر مقدم ، ب ا ، ۹۸)

صفتِ جام پھرے ، اس طرح گردش کی جس طرح ساغرِ شراب (محفل میں) گردش کرتا ہے ؎

محفل کون و مکاں میں صفتِ جام پھرے

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۵)

صفتِ عاشقانِ راز (ع ع ف ف) متعلق فعل ، صفت (= طرح) + اضافت + عاشق (= عشق کرنے والا) + ان (لاحقۂ جمع) + راز (= بھید) : اسرارِ قدرت کے عاشقوں کی طرح کہ جس چیز کو دیکھتے ہیں اسی نظر سے دیکھتے ہیں کہ اس میں اسرار قدرت کا مشاہدہ کریں ؎

یک بیں تری نظر صفتِ عاشقانِ راز

(شمع ، ب د ، ۴۴)

صفتِ عالمِ لاہوت ہے خاموش : یعنی جس طرح عالم لاہوت (رک) میں سناٹا ہی سناٹا ہے اسی طرح مشرق والے بے عملی اور بے حسی کے عالم میں ہیں ؎

مشرق صفت عالم لاہوت ہے خاموش

(شعاع امید ۲ ، ض ک ، ۱۰۸)

صفحہ (ع) مذکر : کاغذ کے ورق کی ایک جانب ، مراد سطح (کسی بھی چیز کی ہو)

صفحۂ ایام (ـ ف ع) مذکر ، صفحہ + ۂ (علامت اضافت) + ایام (رک) : روز و شب کو ایک صفحے سے تشبیہ دی ہے ؎

صفحۂ ایام سے داغ مداد شب مٹا

(آفتاب صبح ، ب د ، ۴۸)

صفحۂ دہر (ـ ف ع) مذکر ، صفحہ + ۂ (علامت اضافت)

+ دہر (رک) : زمانے کو ایک منفی سے تشبیہ دی ہے ؎
صفۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

صَقَلِیَہ (جزیرۂ سسلی) : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ یہ نظم علامہ نے ۱۹۰۸ء میں یورپ سے واپسی کے بعد کہی تھی اور اسی سال اگست کے ماہنامۂ مخزن میں شائع ہوئی تھی۔ اس نظم کو جب ان کی پچھلی نظموں کے ساتھ رکھ کر پڑھا جاتا ہے تو صاف اندازہ ہو جاتا ہے کہ یورپ کے قیام کا ان کی شعر گوئی پر کیا اثر پڑا۔

صقلیہ جسے جزیرۂ سسلی بھی کہتے ہیں اطالیہ کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً دس ہزار مربع میل ہے اور آبادی اُس وقت چالیس لاکھ تھی۔ عربوں نے ۸۷۸ء میں اسے فتح کر کے تقریباً ۱۹۴ سال حکومت کی۔ اور اس مدّت میں اُسے ہر قسم کے علوم اور تہذیب و تمدن سے آراستہ کر دیا، لیکن اس سفر میں جب اقبال نے اسے دیکھا تو حالات بالکل بدل چکے تھے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اسے اپنی نظم میں "تہذیبِ حجازی کے مزار" سے تعبیر کیا ہے
(ب د، ۱۳۳)

: یہ نظم بانگِ درا میں جس طرح شائع ہوئی ہے مخزن (اگست ۱۹۰۸ء) میں شعر ۲-۳-۴ اور ۵ کے الفاظ اس سے مختلف تھے، نیز تیسرے بند کا آخری شعر موجودہ بانگِ درا کے شعر سے مختلف تھا۔ مخزن میں شائع شدہ اشعار باقیات میں درج ہیں
(ب ا ۲۷۵)

صَلاح (ع) مونث : بہتری، بھلائی، اصلاحِ حال کی کیفیت (رک صلاحِ کار) ؎

صَلاحِ کار (ف) مونث : بگڑا کام بننے کی صورت حال ؎
یہی ہے تیرے لیے اب صلاحِ کار کی راہ
(۲۳، ب ج، ۴۹)

صُلح (ع) مونث : میل ملاپ، جنگ کی ضد ؎
اگر ہے صلح تو رعنا غزالِ تاتاری
(محرابِ گل افغان ۱۰، ض ک، ۱۷۱)

صُلَحا (ع) مذکر : صالح (= نیک، پارسا) کی جمع ؎
ایسے بندوں کو یہ بندے صلحا کہتے ہیں
(فرمانِ امانت، ب ا، ۱۵۷)

صَلِّ عَلیٰ : اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحمّدٍ وآلہٖ کی تخفیف جس کے معنی ہیں — اے اللہ تو حضرت محمدؐ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائے ؎
ہر ذرّے کی زبان پہ صلِّ علیٰ ہے آج
(معراج، ب ا، ۲۲۴)

صَلوٰۃ (ع) مونث
: درود شریف یعنی اللّٰھم صلِّ علیٰ محمّدٍ و آلِ محمّد (= اے اللہ تو محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر اپنی رحمت نازل فرما) ؎
دل میں صلوٰۃ و درود لب پہ صلوات و درود
(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۶)

: نماز ؎
بے تب و تاب دروں میری صلوٰۃ اور درود
(مسجدِ قوت الاسلام، ض ک، ۱۰۵)

صِلَہ (ع) مذکر : عوض، انعام۔

صِلَہ لے بھی گئے : (محبت کا) یہ صلہ پا کر زندۂ جاوید ہو گئے ؎
دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے
(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

صَنْدَلی (معرف) صفت : صندل کے رنگ کا ؎
ہلکا ہلکا اک دوپٹا صندلی زیبِ بدن
(تعیشِ جوانی، ب ا، ۵۱۸)

صَلیب (ع) مونث
: سُولی (حضرت عیسیٰؑ کے واقعے کی طرف اشارہ ہے جنھیں ان کے شاگردوں نے یہودیوں سے مل کر اپنے خیال میں سُولی پر چڑھوا دیا تھا مگر وہ آسمان پر اٹھا لیے

؎ بروزن صلات۔

گئے ہیں گے

کبھی صلیب پہ اپنوں نے مجھ کو لٹکایا

(سرگزشت آدم، ب د ۸۲)

صَنَّاعی (ع) مونث، کاریگری گے

یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

(طلوعِ اسلام، ب د ۲۷۳)

صَنْعَت (ع) مونث: دستکاری، کاریگری گے

وہ صنعت نہ تھی شیوۂ کافری تھا

(سپنیا، ب ج ۱۵۸)

: کلام نثر و نظم کی لفظی یا معنوی خوبی

صَنْعَتِ اِیہام (ـ ع) مونث: کلام میں ایسے لفظ کا استعمال جس کے دو معنی ہوں اور اس جگہ دونوں مراد لیے جاسکتے ہوں گے

میرے ہر مصرع میں مخفی صنعتِ ایہام ہے

(دین و دنیا، ب ا ۱۰۹)

صَنَم (ع) مذکر.

: بت، ماسوی اللہ (رک صنم آشنا)

: مراد بت پرست گے

جس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے

(شکوہ، ب د ۱۶۵)

: مراد مخلوقات ہنر گے

آہ وہ کافر بے چارہ کہ ہیں اس کے صنم

(مخلوقاتِ ہنر، ض ک ۱۱۷)

: محبوب، معشوق، حسین گے

گذر کس صنم کا ہوا بت کدے میں

(ب ا ۵۷)

صَنَم آشنا (ـ ف) صفت، صنم + آشنا (رک)

: بتوں سے آشنائی رکھنے والا، ماسوی اللہ کی محبت میں آلودہ گے

ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

(غزلیات، ب د ۲۸۱)

صَنَم تراش (ـ ف) صفت، صنم + تراش، مصدر تراشیدن (= تراشنا، گھڑنا) سے فعل امر:

بت بنانے والا گے

ہے شیخ بھی مثال برہمن صنم تراش

(مذہب، ب د ۲۴۶)

صَنَم خانہ (ـ ف) مذکر، صنم + خانہ (= گھر): بتخانہ، مندر گے

دل شوریدہ ہے لیکن صنم خانے کا سودائی

(تضمین بر شعر انیسی، ب د ۱۵۵)

صَنَم خانۂ اَمیر: امیروں اور دولتمندوں کی بارگاہ جس کی دلچسپیاں انسان کو خدا پرستی سے روکتی ہیں اور اپنی طرف راغب کرتی ہیں اس لیے صنم خانے کے برابر ہیں گے

عجیب شے ہے صنم خانۂ امیر اقبال

(سرگزشت آدم، ب ا ۳۳۶)

صَنَم خانے: مراد وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ کے عشقِ صادق سے روکتی ہیں، مثلاً زر، زن، زمین یا اولاد وغیرہ گے

تیرے بھی صنم خانے میرے بھی صنم خانے

(۱۵، ب ج ۱۹)

صَنَم کَدَہ (ع ف) مذکر، صنم + کدہ (= جگہ، گھر): بتخانہ، مندر گے

تیرے صنم کدوں کے بت ہو گئے پرانے

(نیا شوالا، ب د ۸۸)

صَنَمانِ رالطواف: یہ ایک نامکمل فقرہ ہے جس کا مفہوم سیاق و سباق سے پورا ہوتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ "بتوں کو ایک دفعہ طواف کر کے یہ لوگ (پنڈت وغیرہ) لوگوں کو فریب دیتے ہیں گے

حق را بسجودے صنمان را بطوافے

(فرمان خدا، ب ج ۱۱۰)

صَنَوبَر (ف) مذکر

: ایک قسم کا سرو جو بہار و خزاں کی قید سے آزاد ہوتا ہے اور جس سے معشوق کی قامت کو تشبیہ دیتے ہیں گے

محو زینت ہے صنوبر جوئبار آئینہ ہے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

صُوبَہ (ع) مذکر: مُلک کا ایک وسیع حصّہ جو جغرافیائی یا اور کسی قسم کی حیثیت سے آس پاس کے علاقوں سے متمایز اور کئی ضلعوں پر مشتمل ہو ؎

وہ کون زیب دہ تختِ صوبۂ پنجاب

(خیرِ مقدم، ب ا، ۹۱)

صَوت (ع) مؤنث: آواز ؎

جہاں صوت و صدا میں سما نہیں سکتی

(۱۳، ب ج، ۳۶)

صُور (ع) مذکر: نرسنگا، تُرہی، بِگل.

صُور پھُونکنا: تُرہی یا بِگل بجانا (رک اسرافیل، نیز صور اسرافیل)

صُورِ اسرافیل (ع ع) مذکر، صور (= تُرہی یا بگل جو قیامت کے دن پھونکا جائے گا اور اس کی آواز سے سب مر جائیں گے، پھر دوبارہ پھونکا جائے گا جس سے سب زندہ ہوں گے اور میدانِ حشر میں آ جائیں گے) + اضافت + اسرافیل (رک اسرافیل): اسرافیل (فرشتہ) کے دُوسرے صُور کی آواز مراد ہے جس سے لوگ زندہ ہوں گے (اقبال نے اپنے کلام کو دُوسرے صُور سے تشبیہ دی ہے مُراد یہ ہے کہ جس طرح دُوسرے صُور سے انسان زندہ ہوں گے اسی طرح میرے کلام سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں) ؎

صدائے صُورِ سرافیل دل نواز نہیں

(۱۵، ب ج، ۳۸)

صُور کا غوغا حلال، حشر کی لذّت حرام: مراد مدارس میں بیٹھ کر فضول کی علمی بحثیں، جن میں پڑ کر نوجوان عمل اور جہد و جہاد سے غافل ہو جاتے ہیں، درست ہیں اور روا ہیں ــ لیکن "مالک یوم الدین" کی حکومت کا نعرہ لگانا (جو اس ملوکیت کی جڑیں اکھاڑ دے گا جس کی طرف سے یہ مدارس قائم ہیں) حرام ہے.

(ملّا زادہ الخ، ا ح، ۳۵)

صُورَت (ع) مؤنث
: شکل، چہرہ ؎

مانوس اس قدر ہو صورت سے میری بلبل

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

: طریقہ، ڈھنگ، انداز ؎

نصیحت بھی تری صورت ہے اک افسانہ خوانی کی

(تصویرِ درد، ب د، ۷۳)

: حالت ؎

ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

: کلمۂ تشبیہ، طرح، مثل ؎

سنا ہے صورتِ سینا نجف میں بھی اقبال

(غزلیات، ب ا، ۵۸۸)

صُورت آشنا (ـ ف) صفت، صورت + آشنا (رک)، جان پہچان، دوست ؎

یہ کوئی صورت آشنا ہے ترا

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۵)

صُورَت پذیر (ـ ف) صفت، صورت + پذیر، مصدر پذیرفتن (= قبول کرنا) سے فعل امر: صورت کو قبول کرنے والی، یعنی شامل ؎

ہوئی خاک آدم میں صورت پذیر

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۸)

صُورتِ سینا نجف میں: کوہ طور کی طرح عراق کے مقام نجف میں جہاں حضرت علی بن ابی طالب کرّم اللہ وجہہ کا مزار شریف ہے (مراد یہ ہے کہ مزارِ علیؓ پر اگر کوئی خلوص اور محبت سے نگاہ ڈالے تو یہاں بھی اُسے اللہ تعالیٰ کے جلوے نظر آتے ہیں) ؎

سُنا ہے صورتِ سینا نجف میں بھی اے دل
کوئی مقام ہے غش کھا کے گرنے والوں کا

(ب ا، ۵۸۸)

صُورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں: موت کے ہاتھ میں تلوار ہونے کی مثل ہے ؎

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۱۰۱)

صُورت گر (ـ ف) صفت، صورت + گر (رک)

: تشکیل دینے والی ۔

یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملت ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

: مصور ۔

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس

(ہنروران ہند، ض ک، ۱۲۱)

صورت گرِ ہستی (- ف ف) مذکر، صورت گر (رک) + ہستی (رک): موجودات کی صورتیں بنانے والا، خالقِ عالم ۔

چاند جو صورت گرِ ہستی کا اک اعجاز ہے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

صورت گری (- ف ف) مونث، صورت + گر (لاحقۂ صفت) + ی (لاحقۂ کیفیت): مصوری ۔

موسیقی و صورت گری و علمِ نباتات

(ہندی مکتب، ض ک، ۸۲)

صورتِ گل صد زبان ہونا: پھول کی طرح سو زبانیں رکھنا، پھول کی ہر پنکھڑی کو اس کی ایک زبان سے تعبیر کیا ہے ۔

مزہ دیتا نہیں کچھ صورتِ گل سو زباں ہونا

(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۴)

صوفا (ا ر) مذکر: گدے دار بنچ اور کرسیوں کا سٹ (جس میں ایک بنچ ہوتی ہے اور دو کرسیاں) ۔

ترے صوفے ہیں افرنگی ترے قالیں ہیں ایرانی

(ایک نوجوان کے نام، ب ج، ۱۱۹)

صوفی (ع) مذکر: غیر اللہ سے دل کو پاک و صاف کر کے وجد و مراقبہ میں مخمور رہنے والا درویش ۔

صوفی نے جس کو دل کے ظلمت کدے میں پایا

(سلیمی، ب د، ۱۳۱)

صوفی سے: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے گوشہ نشین اور بے عمل صوفیوں سے خطاب کیا ہے جو علومِ دنیا سے بالکل بے خبر ہیں

(ض ک، ۳۳)

صوفی منشی (ع ف ف) مونث: صوفی + منش (= طبیعت، مزاج) + ی، لاحقۂ مصدری: فقیرانہ خو ہونے کی کیفیت، تصوف کے مسلک پر چلنے کی صورت حال ۔

شہرہ تھا بہت آپ کی صوفی منشی کا

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

صوم (ع) مذکر: روزہ (جو عموماً ماہِ رمضان میں رکھتے ہیں) ۔

طاعتِ صوم کا ثواب ہے تو

(شبنم کا خطاب، ب ا، ۵۷۶)

صہبا (ع) مونث

: شراب سرخ، شراب ۔

نہ صہبا ہوں نہ ساقی ہوں نہ مستی ہوں نہ پیمانہ

(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

: محبت، محبتِ رسول ۔

انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا ترا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۴)

: علم و عرفاں ۔

یہاں ساقی نہیں پیدا وہاں بے ذوق ہے صہبا

(ا، ب ج، ۲۳)

صہبائے مسلمانی (- ف ف ف) مونث، صہبا + ے (علامتِ اضافت) + مسلمان (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) اسلام کے جذبہ و جوش کی مستی (جذبہ و جوش کو شراب سے تشبیہ دی ہے) ۔

تُموا ہے تیری [illegible] میں صہبائے مسلمانی

(محرابِ گل افغان ۲۰، ض ک، ۱۶۱)

صہیل (ع) مونث: ہنہنانے کی آواز ۔

کیوں ہراساں ہے صہیلِ فرسِ اعدا سے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۲)

صیاد (ع) مذکر

: شکار کرنے والا ۔

صیاد آپ حلقۂ دامِ ستم بھی آپ

(شمع، ب د، ۶۲)

: مراداً معشوق ۔

پاس تھا ناکامیِ صیاد کا اے ہم صفیر
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

: حکومت ؎
غمِ صیاد نہیں اور پر و بال بھی ہیں
(نصیحت، ب د، ۱۷۷)

: دشمنانِ اسلام ؎
نالۂ صیاد سے ہوں گے نوا ساماں طیور
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۵)

: مراد پیر مرشد یا علما وغیرہ ؎
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
(پنجابی مسلمان، ض ک، ۶۱)

صَیّادِ اَجَل (ا ـ ع) مذکر، صیاد (= شکار کرنے والا، شکاری) + اضافت + اجل (= موت): اضافت تشبیہی ہے۔
مارتا ہے تیرِ تاریکی میں صیادِ اجل
(والدۂ مرحومہ..، ب د، ۲۰۰)

صَیّادِ مَعانی (ا ـ ع) صفت، صیاد + اضافت + معانی (رک): حقائق کو شکار کرنے والا، حقیقتوں کا جویا اور طالب ؎
صیادِ معانی کو یورپ سے ہے نومیدی
(محراب گل افغان کے افکار، ۱۲، ض ک، ۱۴۲)

صَیّاد ہونا (کسی کا): کسی پر حکمراں ہونا ؎
جبریل و مسرافیل کا صیاد ہے مومن
(مومن، ض ک، ۵۷)

صَیدِ زَبُوں (ع ـ ف) صفت، صید (= شکار) + زبوں (رک): ذلیل و رسوا اور خستہ حال شکار، تابع فرمان ؎
ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہریاری ہے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۴)

صَیرَفی (ع) صفت: کسوٹی پر کس کر کھوٹا کھرا پرکھنے والا صراف۔

صَیرَفیِ کائِنات: اضافت تشبیہی ہے اور کائنات کو صراف سے تشبیہ دی ہے ؎
سلسلۂ روز و شب صیرفیِ کائنات
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۳)

صِیغَہ (ع) مذکر: وہ فعل یا اسم مشتق جو مصدر سے ایک مقررہ قاعدے کے مطابق (اور کبھی خلاف قاعدہ بھی) بنایا جاتا ہے، مراد یہ ہے کہ زمین اس قدر لقعۂ نور بنی ہوئی ہے جس کے سامنے مہر و ماہ و مشتری ایسے معلوم ہو رہے ہیں جیسے یہ سب زمین سے بنے ہیں ؎
مہر و ماہ و مشتری صیغے ہیں اور مصدر زمیں
(دربار بہاولپور، ب ا، ۱۸۳)

صَیقَل (ع) مذکر، نیز مونث: لوہے وغیرہ سے زنگ دور کرنے کا عمل، جلا، صفائی؛
وہ خاک کہ ہے جس کا جنوں صیقلِ ادراک
(۳۱، ب ج، ۲۹)

صَیقَل زَدَہ (ع ـ ف) صفت، صیقل + زدہ، مصدر زدن (= مارنا) سے حالیہ تمام: جلا کیا ہوا، صاف شفاف ؎
تیزہ و صیقل زدہ و درخشن و براق
(کافر و مومن، ض ک، ۴۴)

صَیقَلِ عِشق (ع ـ ع) صیقل + اضافت + عشق (رک): مراد وہ جلا جو عشقِ رسولؐ سے دل میں آجاتی ہے ؎
اہل محفل کو دکھا دیں اثر صیقلِ عشق
(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

ض

ضامِن (ع) صفت : ذمّہ دار، جو کسی کی یا کسی بات کی ضمانت کرے۔

ضامِنِ صحّت (- ع) صفت، ضامن + اضافت + صحّت (= تندرستی) : یہ اخبار پنجۂ فولاد، (رک) کے ایک مستقل کالم کا عنوان ہے ؏
ضامن صحت کا ایسا ہے عمل
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۴)

ضَبط (ع) مذکّر
جذبے احساس اور خواہش کو دبانے اور ظاہر نہ ہونے دینے کا عمل، تحمّل، برداشت، صبر و سکون سے دلی کیفیّت کا اخفا ؏
لاکھ وہ ضبط کرے پر میں ٹپک ہی جاؤں
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)
: ایک ضابطے اور اصول کے تحت کوئی کام کرنے کی کیفیّت (رک ضبط سخن)
: یہ ضرب کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ واضح کیا ہے کہ جو شخص تکلیف کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے وہ شیر اور دلیر ہے اور جو بے چین ہو جائے وہ بزدل ہے۔
(ض ک، ۱۴۳)

ضَبطِ سُخَن (- ف) مذکّر، ضبط + اضافت + سخن (رک) : ضابطۂ ادب کے اندر رہ کر گفتگو ؏
فیض نظر چاہیے ضبط سخن کے لیے
(غزل، ض ک، ۵۲)

ضَبطِ فُغاں (- ف) مذکّر، ضبط + اضافت + فغاں (رک) : گریہ و زاری کو روکنے کا عمل ؏
تھی فغاں وہ بھی جسے ضبط فغاں سمجھا تھا میں
(۱۴، ب ج، ۱۸)

ضَبط کی : یعنی فریاد کو یا گریے کو روکنے کی نصیحت ؏
ضبط کی جا کے سنا اور کسی کو ناصح
(فریادِ امّت، ب ا، ۱۴۲)

ضَبطِ نَفَس (- ع) مذکّر، ضبط + اضافت + نفس (رک) : اس جذبے کو روکنا جو اشعار کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے ؏
عشق و مستی نے کیا ضبطِ نفس مجھ پہ حرام
(فقر و ملوکیت، ض ک، ۳۰)

ضِد[1] (ع) مونّث : ہٹ، اڑ ؏
اقبال کو یہ ضد ہے کہ پینا بھی چھوڑ دے
(غزلیات، ب د، ۱۰۸)
: مخالفت ؏
ضد سے قمری نے کہا تم کو گل تر کا جواب
(ب د، ۲۷۴)

ضِدّی (ع ف) صفت، ضد (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : اپنی ضد یا ہٹ پر اڑا ہوا ؏
مسجد سے نکلتا نہیں ضدی ہے مسیتا
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

ضَرب (ع) مونّث : مار، چوٹ، (تلوار کا) وار ؏
کرہ شگاف تیری ضرب تجھ سے کشا د شرق و غرب
(۵، ب ج، ۲۹)

ضَربِ کاری ہونا : کافر کے لیے أَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفّار[2] کا مصداق ہونا (نہ یہ کہ عام مقولے اَلْحَرْبُ[3] خَدِیْعَۃٌ پر عمل کرنا)

ضَربِ کَلیمی (- ع ف) مونّث، ضرب + اضافت + کلیم (حضرت موسیٰ علیہ السّلام، رک کلیم) + ی (لاحقۂ نسبت) : حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے عصا کی چوٹ جس سے دریائے نیل دو ٹکڑے ہو گیا تھا، اور جس نے اعجاز موسیٰؑ سے اژدہا بن کر جادوگروں کے سانپوں کو فرعون بادشاہ کے دربار میں نگل لیا تھا، مراد

---

[1] عربی میں بہ تشدید دال (ضدّ) ہے۔
[2] کافروں کی رو رعایت نہ کرنے والے۔
[3] لڑائی اس دھوکے کا نام ہے جو دشمن کو دورانِ جنگ دیا جائے۔

معجزانہ طاقت، خدائی طاقت ہے
جب تک تُو اسے ضربِ کلیمی سے نہ چیرے
(ماہرِ نفسیات سے، ب ج، ۱۶۷)

ضَرْبَت (ع) مونث، ضرب (رک)
جوانمرد کی ضربتِ غازیانہ
(شاہین، ب ج، ۱۶۵)

ضِرغام (ع) مذکر ضرغام (رخ سے) غلط چھپا ہے، صحیح لفظ ضِرغام ہے) بشیر (جس کا ناخن بچوں کے گلے میں نذر گزر آدی آفات وغیرہ سے بچانے کے لیے اکثر لوگ ڈال دیتے ہیں) ہے
جیسے بچے کے گلے میں ناخن ضرغام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۱)

ضَرَر (ع) مذکر: نقصان، نفع کی ضد ہے
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
(زمانۂ حاضر کا انسان، ض ک، ۹۹)

ضَرُور (ع) متعلق فعل، یقیناً، لازمی طور پر ہے
دل میں یہ کہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے ضرور
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار
(صدیقؓ، ب د، ۲۴۴)

ضرور ہے: یعنی ضرور ملنا چاہیے، لازم ہے کہ ملے ہے
اقبال شعر کے لیے فرصت ضرور ہے
(ب ا، ۳۹۸)

ضَرُوری (ع) صفت: لازمی ہے
اس کھیل میں تعیین مراتب ہے ضروری
(سیاست، ب ج، ۱۵۹)

ضُعْف (ع) مذکر: کمزوری۔

ضُعْفِ یقیں (۔ ع) مذکر، ضعف + اضافت + یقین (رک): عقائد کی کمزوری، ضعیف الاعتقادی ہے
علاج ضعف یقیں ان سے ہو نہیں سکتا
(۱۱، ب ج، ۴۲)

ضَعِیف (ع) صفت: کمزور، ناتوان، جو کسی بنا پر طاقت سے محروم ہو، جو ناطاقتی سے مجبور ہو ہے
دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا۔

(بچے کی دعا، ب د، ۳۴)

ضَعِیفی (ع ف) مونث: ضعیف (رک) کا اسم کیفیت ہے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات
(ابوالعلامعری، ب ج، ۱۵۷)

ضَمانَت (ع) مونث: کسی شخص یا کام کی ذمہ داری اپنے سر لینے کا عمل ہے
وہ ضمانت کے لیے تیار ہے
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۴)

ضَمِیر (ع) مذکر
: وہ باطنی طاقت جو انسان کو برائی پر ٹوکتی ہے اور ہمیشہ مائل بہ انصاف رہتی ہے، دل ہے
مگر جب عاجز ہو اور خاموش آوازِ ضمیر
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

: ذہنیت، افتادِ طبع ہے
ضمیرِ مغرب ہے تاجرانہ ضمیرِ مشرق ہے راہبانہ
(علا زادہ، ۱۵، ا ح، ۴۴)

ضمیر پر نزولِ کتاب ہونا: قرآن پاک کی آیتوں کے مطالب کا قلب و ضمیر میں اترنا اور راسخ ہو جانا جو بغیر توفیقِ الٰہی کے ممکن نہیں اور توفیق اس وقت شامل حال ہوتی ہے جب دل میں عشق صادق ہو۔ (رک نزول کتاب) ہے
ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
(۶۰، ب ج، ۸۰)

ضَمِیرِ فَلک (۔ ع) مذکر، ضمیر + اضافت + فلک (رک)، مراد آسمانی کتابوں کی تعلیمات ہے
فاش ہے مجھ پہ ضمیرِ فلکِ نیلی فام
(نبوت، ض ک، ۵۲)

ضَمِیرِ کُن فَکاں (۔ ع ع) مذکر، ضمیر + اضافت + کُن (= پیدا ہو جا، یہ کلمہ خدائے تعالیٰ نے تخلیق عالم کے وقت فرمایا جس کے بعد فوراً) + فکاں (= پس (عالم) پیدا ہو گیا): تخلیق کی باطنی قوت (جو خدا کے ہاتھ میں ہے اور انسان کو اس کی عملی سرگرمی کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے نصیب ہو جاتی ہے) ہے

سرِّ آدم ہے ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی

(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۵۹)

ضَو (ع) مونث : چمک دمک ، جلوہ ؎

ضَو سے اس خورشید کی اختر مرا تابندہ ہے

(وصال ، ب د ، ۱۲۰)

ضَو گُستَری (- ف) ضَو + گُستَر ، مصدر گُستَردن (= بچھانا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) : روشنی پھیلانا ؎

مہر کی ضَو گُستَری شب کی سیہ پوشی میں ہے

(بچّہ اور شمع ، ب د ، ۹۳)

ضِیا (ع) مونث : روشنی ، چمک ، اُجالا ، نُور ؎

غم خانۂ جہاں میں جو تیری ضیا نہ ہو

(شمع و پروانہ ، ب د ، ۳۱)

ضِیا گُستَر (- ف) صفت ، ضیا + گُستَر ، مصدر گُستَردن (= بچھانا ، پھیلانا) سے فعل امر : روشنی کی چاندنی بچھانے والا (چاند) ؎

وہ ضیا گستر عالم وہ عروسِ زیبا

(ابرِ کوہسار ، ب ا ، ۲۸۴)

ط

طارق (ع) مذکر: طارق ابن زیاد جنھوں نے ۹۲ھ میں اندلس پر چڑھائی کی اور اسے فتح کرلیا۔ انھیں موسیٰ بن نصیر والی افریقہ نے سات ہزار فوج کے ساتھ اس مہم پر بھیجا تھا۔ یہ آبنائے عبور کرکے ایک پہاڑی پر ٹھہرے جو اس وقت تک جبل طارق یا جبرالٹر کے نام سے مشہور ہے۔ انھوں نے اول گرد و نواح کے علاقے کو زیر کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے بعد موسیٰ نے مزید پانچ ہزار فوج بھیجدی اور یہ رمضان ۹۲ھ میں دریائے لکہ کے کنارے راڈرک شاہ اسپین کی ایک لاکھ فوج سے معرکہ آرا ہوئے اور اسے شکست دے کر اسپین میں مسلمانوں کا جھنڈا لہرا دیا۔

(طارق کی دعا، ب ج، ۱۰۵)

طارق کی دعا: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اپنے الفاظ میں ان جذبات کی عکاسی کی ہے جو اندلس کے میدان میں آغاز جنگ سے پہلے طارق بن زیاد کے دل میں پیدا ہوئے ہونگے ان اشعار سے انیس کی طرح اقبال کی مہارت نفسیات کا اندازہ ہوتا ہے۔

(ب ج، ۱۰۵)

طاری (ع) صفت: چھایا ہوا، غالب ؎

اس کی اک ضرب سے ہے زلزلہ طاری ہر سُو

(ب ا، ۳۱ ۳)

طاعت (ع) مونث: عبادت ؎

طاعت صوم کا ثواب ہے تو

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۶)

: حکم ماننے کا جذبہ مراد انضباط، ڈسپلن، اطاعت ؎

جو بزم اپنی ہے طاعت کے رنگ میں رنگین

(خیر مقدم، ب ا، ۱۰۰)

طاعون (ع) مذکر: ایک مشہور متعدی مرض جس کا مریض بیشتر ہلاک ہی ہوجاتا ہے اور جب یہ بیماری شروع ہوتی ہے تو ایک سے دوسرے کو اور دوسرے سے تیسرے کو لگ کر پوری بستی میں پھیل جاتی ہے، پلیگ۔

طاعون کا ٹیکا: وہ ٹیکا جو اس بیماری سے محفوظ رہنے کے لیے سوئی سے لگایا جاتا ہے اور عام انجکشن سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے ؎

نظم ہے آخر کوئی طاعون کا ٹیکا نہیں

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۸)

طاق (ع) مذکر: محراب دار ڈاٹ جو دیوار میں سامان رکھنے کے لیے بنا دیتے ہیں۔

طاقِ آتشگہِ عذاب (ع ف ف ع) مذکر، طاق + اضافت + آتش (رک) + گہ (= جگہ) + اضافت + عذاب (رک): ایسا طاق جس میں عذاب کی آگ دہک رہی ہے (ہلال کو طاق سے تشبیہ دی ہے اور چونکہ عید کے ہلال نے یتیم کے دل میں باپ کی یاد کی آگ بھڑکا دی ہے اس لیے ہلال کی چمک کو آگ سے مشابہ بنایا ہے) ؎

طاق آتشگہ عذاب بنا

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۹۸)

طاقت (ع) مونث: توانائی، قوت، سکت، صلاحیت ؎

قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا مجھ میں

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

طاقتِ دیدار (ع ف) مونث، طاقت + اضافت + دیدار مصدر دیدن (= دیکھنا) سے حاصل مصدر: زیارت، بینائی جس سے زیارت کرسکے ؎

اویس طاقت دیدار کو ترستا تھا

(بلالؓ، ب د، ۸۱)

طالب (ع) صفت: خواہاں، آرزومند، طلبگار ؎

نور کا طالب ہوں گھبراتا ہوں اس بستی سے میں

(ماہ نو، ب د، ۴۵)

: عاشق ہے۔

نقشِ تسخیر پئے طالب و مطلوب لکھا

(ب ا، ۴۸۲)

طالبِ دل باش و در پیکار باش: دل کی تلاش کر اور اس میں کوئی رکاوٹ ڈالے تو اس کا مقابلہ کر۔

(پیر و مرید، ب ج، ۱۴۱)

طالبِ عِلم: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کی سرخی ہے جس میں انھوں نے طالب علم سے یہ کہا ہے کہ خدا کرے تیرے دل میں تڑپ اور جذبہ پیدا ہو جائے

(ض ک، ۸۲)

طالِبین: طالب (رک) کی جمع ہے۔

محدود طالبین کی فکرِ معاش ہے۔

(ب ا، ۴۶۴)

طالِع (ع) مذکر: مقدر کا ستارہ، مقدر، قسمت۔

طالِعِ قیس (- ع) طالع + قیس (رک)، قیس کے نصیبے کی طرح سیاہ۔ ہے

طالع قیس و گیسوئے لیلیٰ

(سیرِ فلک، ب د، ۱۷۵)

طاہا (ع) مذکر: رک لیٰسین (تقطیع ی سیں)

طائِر (ع) مذکر: پرند، چڑیا، اڑنے والا جانور ہے۔

طائروں کی صدائیں آتی تھیں

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲۷)

طائرِ بام (- ف)، طائر + اضافت + بام (= کوٹھا): بلندی میں پرواز کرنے والا طائر، مراد مردِ مومن ہے۔

یہ بھی سنو کہ نالۂ طائرِ بام اور ہے

(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۴۳)

طائرِ بامِ حَرَم (- ف ع) مذکر، طائر + اضافت + بام (کوٹھا) + اضافت + حرم (کعبہ، مسجد الحرام اور حرمِ رسولؐ جہاں ذبیحہ اور شکار حرام ہے): کعبے وغیرہ کے کوٹھے پر بیٹھا ہوا پرند، یہاں ہر ذی قدر و ذی مرتبت مراد ہے (ملکہ وکٹوریا کا طائرِ بام حرم سے استعارہ کیا ہے جو پسندیدہ نہیں) ہے

کرنے نِئے ذبح طائرِ بامِ حرم تجھے

(اشکِ خوں، ب ا، ۷۵)

طائرِ چَمَن (- ف) مذکر: باغ کا پرندہ، مراد ملتِ مسلمہ کا نوجوان (جو برابر میرا کلام پڑھتا ہے مگر میرے مقصد کو نہیں سمجھ پاتا) ہے۔

مری نوا میں نہیں طائرِ چمن کا نصیب

(۶۱، ب ج، ۷۹)

طائرِ دیں کر گیا پرواز (- ع ا ر ف)، طائر + دین (رک) + کر گیا (رک کرنا) + پرواز (= اڑنے کی کیفیت): دین اڑ گیا یعنی رخصت ہو گیا (رخصت ہونے کا استعارہ پرواز سے کیا ہے اور اسی مناسبت سے دین کو طائر سے تشبیہ دی ہے) ہے۔

دُنیا تو ملی طائرِ دیں کر گیا پرواز

(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۴۵)

طائرِ رنگِ حِنا: حنا (= مہندی) کے رنگ (= رجاد) کو طائر سے تشبیہ دی ہے کیونکہ یہ بھی اڑ جاتا ہے ہے

ہو نہ برق افگن کہیں اسے طائرِ رنگِ حنا

(شکریۂ انگشتری، ب ا، ۱۳۶)

طائرِ زیرِ دام (- ف ف) طائر + اضافت + زیر (= نیچے) + اضافت + دام (= جال): جال میں پھنسا ہوا پرند، مراد وہ شخص جو عقل کے پنجے میں گرفتار ہے اور عشق سے محروم ہے۔

طائرِ زیرِ دام کے نالے تو سن چکے ہو تم

(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۴)

طائرِ سِدرَہ (- ع) مذکر، طائر + اضافت + سدرہ (= بیری کا درخت جو روایتی طور پر عرشِ الٰہی سے پہلے جبرئیلؑ فرشتے کی پرواز کے لیے آخری حد بتایا گیا ہے اور جس سے آگے وہ بڑھیں تو تجلیاتِ ایزدی سے ان کے پر جل جائیں)، حضرت جبرئیل علیہ السلام

ترنم ریز تھا شاخوں پہ میری طائرِ سدرہ

(گلِ خزاں دیدہ، ب ا، ۵۱۴)

طائرِ سِدرَہ آشنا (- ع ف) مذکر، طائر سدرہ (رک)

+ آشنا (= واقف) : ایسا پرندہ جو سدرہ تک پرواز کر سکے ، جو جبریل کا ہم پرواز ہو ؎

طائرِ سدرہ آشنا ہُوں میں

(عقل و دل ، ب د ، ۴۳)

طائرِ فردوس (- ع) مذکر ، طائر + اضافت + فردوس (رک) : فرشتے ؎

ہر فکر نہیں طائرِ فردوس کا صیاد

(آزادیِ افکار ، ب ج ۱۶۸)

طائرک (ع ف) مذکر ، طائر (رک) + ک (تصغیر) : چھوٹی سی چڑیا۔

طائرکِ بہار (- ف) مذکر ، طائرک + اضافت + بہار (رک) : وہ چھوٹی سی چڑیا جس کی قوتِ احساس بہت تیز ہوتی ہے اور وہ آمدِ فصلِ بہار کو فضا سے محسوس کر کے اڑتی چہچہاتی اور بہار کا مژدہ سناتی ہے اور پھر غائب ہو جاتی ہے (اقبال یہ کہنا چاہتے ہیں کہ الٰہی اگر مسلمانوں کا عروج دیکھنا میری قسمت میں نہیں ہے تو کم سے کم مجھے ان کی اقبال مندی کی بشارت سنانے والا قرار دے دے) ؎

اس دمِ نیم سوز کو طائرکِ بہار کر

(۳ ، ب ج ، ۷)

طاؤس (ع) مذکر ، ایک رنگ برنگے پَروں کا پرند جو مرغ سے کچھ بڑا ہوتا ہے اور برسات میں مست ہو کر ناچنے لگتا ہے اور جب دُم کے پَروں کو پھیلاتا ہے تو پنکھیا کی شکل بن جاتی ہے ، مور ؎

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ

(۵۸ ، ب ج ، ۶۷)

: ایک ایرانی باجے کا نام جس کی شکل مور کی سی ہوتی ہے

طاؤس و رباب (- ف ع) مذکر ، طاؤس + و (عطف) + رباب (رک) : مراد عیش و عشرت ؎

شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

(۲۹ ، ب ج ، ۵۲)

طب (ع) مؤنث : حکمت ، ڈاکٹری ، طریقِ علاج ؎

طبِ مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری

طبع (ع) مؤنث : طبیعت (رک) ؎

طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۱)

طبلۂ عطّار (ف ع) مذکر ، طبلہ (= ڈبّا) + ۂ (علامتِ اضافت) + عطّار (= عطر فروش) : عطر فروش کی دکان یا صندوقچی ؎

باغ تیرے دم سے گویا طبلۂ عطار تھا

(گلِ پژمردہ ، ب د ، ۵۱)

طبیعت (ع) ، مؤنث

: مزاج ، فطرت ، خمیر ؎

ہے اس کی طبیعت میں تشیّع بھی ذرا سا

(زہد اور رندی ، ب د ، ۵۹)

: ذہن ، فکر کی قدرتی قوت ؎

تیزی نہیں منظور طبیعت کی دکھانی

(زہد اور رندی ، ب د ، ۵۹)

طبیعت آزاد رہنا (ع ف ار) : (ماحول یا وقت کی ہوا کا) بالکل اثر نہ لینا ، اپنی روش پر قائم رہنا ؎

قیدِ موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی

(شکوہ ، ب د ، ۱۷۰)

طبیعت کا تقاضا (- ار ع) مذکر ، طبیعت + کا (رک) + تقاضا (= خواہش ، رجحان) : فطرت کی خواہش ، دلوں کا رجحان ؎

زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

(تصویرِ درد ، ب د ، ۷۲)

طبیعت لگنا (ع ار) : کوئی کام رغبت سے کرنے کو جی چاہنا ، دلچسپی ہونا ، طبیعت کا متوجہ ہونا ؎

لگی نہ میری طبیعت ریاضِ جنّت میں

(سرگزشتِ آدم ، ب د ، ۸۱)

طرابلس (ت) مذکر : ترکی کا ایک مشہور مقام جس پر اٹلی نے ۱۹۱۱ء میں حملہ کر کے برطانیہ کی مدد سے فتح کر لیا تھا۔ اس جنگ میں بہت سے ترک مارے گئے تھے ؎

طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

(حضور رسالتمآب میں ، ب د ، ۱۹۷)

طِراز (ع) مذکر : نقش و نگار ، زینت ۔
بزمِ عالم میں طرازِ مسندِ عظمت ہے تو
(نالۂ یتیم ، ب ا، ۴۳)
: مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر آراستہ کرنے والا اور زینت دینے والا کے معنی دیتا ہے ۔
(رک سامان طراز)

طَرَب (ع) مونث
: خوشی ، انبساط (رک طرب اندوز)
، عیش و عشرت ۔
بنایا آہ سامانِ طرب بے درد نے ان کو
(غلام قادر رہیلہ ، ب د ، ۲۱۷)

طَرَب اَندوز (- ف) طرب + اندوز ، مصدر اندوختن (= ذخیرہ کرنا ، حاصل کرنا) : لذت یا سرور حاصل کرنے والا

طَرَب اندوزِ حیات (- ف ع) طرب + اندوز + حیات (رک) : زندگی کی لذت اٹھانے والا ، زندگی کی مسرتیں حاصل کرنے والا ۔
ذرہ ذرہ ہو مرا پھر طرب اندوزِ حیات
(کلی ، ب د ، ۱۱۸)

طَرَب آشنائے خروش (- ف ف ف) صفت ، طرب + آشنا (رک) + ے (علامت اضافت) + خروش (رک) : (جذبۂ عشق کی) دھوم مچا دینے کی لذت سے واقف ۔
طرب آشنائے خروش ہو تو نوا ہے محرم گوش ہو
(غزلیات ، ب د ، ۲۸۰)

طَرَب ناک (- ف) صفت ، طرب + ناک (لاحقۂ صفت) : خوشی اور انبساط سے بھرا ہوا ۔
یہ شعر نشاط آور و پر سوز و طرب ناک
(قطعہ ، ب ح ، ۹۰)

طَرز (ع) مذکر نیز مونث : ڈھنگ ، انداز ، طور ، طریقہ

طَرزِ دید (ع ف) مذکر نیز مونث ، طرز + اضافت + دید ، مصدر دیدن (= دیکھنا) سے حاصل مصدر : دیکھنے کا انداز ، تیور ۔
آنکھ کی جنبش میں طرزِ دید میں پوشیدہ ہے
(طفلِ شیرخوار ، ب د ، ۶۲)

طَرزِ فغاں (- ف) مذکر نیز مونث : نوحہ خوانی اور فریاد کا انداز ۔
چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرزِ فغاں میری
(تصویرِ درد ، ب د ، ۶۸)

طَرزِ کُہن (- ف) مذکر ، طرز + کہن (= قدیم ، پرانا) : قدیم قانون و دستور ، رسم و رواج ، معاشرہ اور تہذیب وغیرہ جس سے قومی زندگی پرانی روش پر برقرار رہے ۔
آئینِ نو سے ڈرنا طرزِ کہن پہ اڑنا
(بزمِ انجم ، ب د ، ۱۷۴)

طَرَف (ع) مونث : کنارہ ، سمت ، جانب ۔
ہر طرف صاف ندیاں نہیں رواں
(ایک گائے اور بکری ، ب د ، ۳۲)

طُرّہ (ع) مذکر
: انوکھی بات ، مستزاد ۔
اس پہ طرہ ہے کہ تو شعر بھی کہہ سکتا ہے ۔
(نصیحت ، ب د ، ۱۷۶)
: مقیش کے تاروں کا گچھا جو پگڑی پر لگاتے ہیں اور عموماً امیروں اور شاہوں کی وضع ہے ۔

طُرّۂ دستار (- ف ف) مذکر ، طرہ + ۂ (علامت اضافت) + دستار (= پگڑی) : مراد شاہانہ وضع قطع ۔
پیدا کلہ فقر سے ہو طرۂ دستار
(پنجاب کے پیرزادوں سے ، ب ج ، ۱۵۱)

طَرِیق (ع) مذکر : طریقہ ، ڈھنگ ، اصول ۔
فرما رہے تھے شیخ طریقِ عمل پہ وعظ
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۷)
: رک طریقت ۔
اس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق
(مرد بزرگ ، ض ک ، ۱۳۰)

طَرِیقَت (ع) مونث : (تصوف) تزکیۂ نفس کا مسلک اور اس کے اصول ۔

۱۔ یہ تراز (فارسی) کا معرب ہے ۔

صوفی کی طریقت میں فقط مستیِ احوال

(مستی کردار، ض ک، ۹۱)

طَشْت (فارسی تشت کا معرّب) مذکّر: سینی، تھالی، ناشلا، طاس، تسلا، تھال، لگن (رک طشتِ گردوں)

طَشْت از بام (۔ ف ف) صفت، طشت + از (= سے) + بام (= کوٹھا) : (کنایۃً) ظاہر، آشکارا، مشہور، فاش ہے

آپ کی دینداریوں کا راز طشت ازبام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۲۴۰ ا)

طَشْتِ اُفُق (۔ ع)، طشت + اضافت + افق (رک)، آسمان کے ان کناروں کو جن پر شام کے وقت سرخی ہوتی ہے ایک تھال سے تشبیہ دی ہے ہے

طشتِ افق سے لے کر لالے کے پھول مارے

(بزمِ انجم، ب د، ۱۷۳)

طَشْتِ گَرْدُوں (۔ ف)، طشت + اضافت + گردوں (= آسمان) جو کہ لگن کی شکل ہے ہے

طشتِ گردوں میں ٹپکتا ہے شفق کا خونِ ناب

(بزمِ انجم، ب د، ۱۷۳)

طَعْن (ع) مذکّر: ملامت، طعنے تشنے، طنز ہے

طعنِ اغیار ہے رسوائی ہے ناداری ہے

(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

طَعْنہ (ع)، مذکّر
: نشانہ ہے

تیر کی صورت نہیں ہیں طعنۂ اغیار کیا

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۲)

طَعْنہ زَن (ع ف) صفت، طعنہ + زن، مصدر زدن (= مارنا) سے فعل امر : طعنے مہنے دینے والا، آوازے کسنے والا ہے

طعنہ زن ہے تو کہ شیدا کنجِ عزلت کا ہوں میں

(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۶۵)

طُغْرُل (ت) مذکر، خاندان سلجوق میں سے پہلے بادشاہ کا نام جو سلطان مسعود بن سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں خراسان پر قابض ہو گیا تھا ہے

یا سنجر و طغرل کا آئینِ جہانگیری

(۲۷، ب ج، ۹۷)

طُغْیان (ع) مذکّر : زیادتی، جوش .

طُغْیانِ مُشْتاقی (۔ ع ف) مذکّر، طغیان + اضافت + مشتاق (= عاشق) + ی (لاحقہ کیفیت): وفورِ عاشقی، جذباتِ عشق کا جوش جو اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہ کا مصداق ہو ہے

نہ ہو طغیانِ مشتاقی تو میں رہتا نہیں باقی

(۳۶، ب ج، ۵۸)

طُغْیانی (ع ف) مؤنث، طغیان (رک) + ی (لاحقہ کیفیت) : جوش و خروش، پانی کے موجیں مارنے کی کیفیت (جو پورے چاند کی کشش سے سمندر میں پیدا ہوتی ہے) ہے

اور قمر کے دم سے ہے ساری یہ طغیانی تری

(نالۂ یتیم، ب ا، تضمین بر شعر ابو طالب کلیم، ۴۹) — [as printed: (نالۂ یتیم، ب ا، تضمینِ الذکرِ قیس، ۴۹)]

طِفْل (ع) (لفظاً) مذکّر : بچّہ (لڑکا ہو یا لڑکی) ہے

دستِ طفلِ خفتہ سے رنگیں کھلونے جس طرح

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

طِفْلِ شِیر خوار (ع ف ف) مذکّر، طفل + اضافت + شیر (= دودھ) + خوار، مصدر خوردن (= کھانا، پینا) سے فعل امر : دودھ پیتا بچّہ

(طفلِ شیر خوار، ب د، ۶۶)

: یہ بانگِ درا کی ایک نظم کا عنوان ہے جو ماہنامہ مخزن فروری ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس نظم میں علامہ نے طفلِ شیرخوار کی فطری سادگی بیان کرنے کے علاوہ اس کے تلوّنِ مزاج کا ذکر کیا ہے اور پھر یہ بتایا کہ اس میں نوجوان اور بوڑھے بھی بچّوں سے کم نہیں وہ بھی اطفال کی طرح عارضی اور ظاہری حسن پر جان دیتے ہیں اور حقائق اشیا سے غافل ہیں۔

(ب د، ۶۶)

: یہ نظم بانگِ درا سے پہلے مخزن (فروری ۱۹۰۴ء) میں چھپی تھی اور اس میں نو شعر مزید تھے جو باقیاتِ اقبال میں درج ہیں .

(ب ا ، ۷ ، ۱۳۱)

طفلانہ (ع ف) صفت ، طفل (رک) + انہ (لاحقۂ صفت) : بچوں کی ایسی ، لڑکپن کی سی ، بھولی بھولی ، سیدھی سادی ہے

مجھ کو ڈر ہے کہ ہے طفلانہ طبیعت تیری

(محراب گل افغان ، ض ک ، ۲ ، ۷ ، ۱)

طِفلک (ع ف) مذکر ، طفل (= بچہ) + ک (لاحقۂ تصغیر) : ننھا سا بچہ ہے

طفلک سیماب پا ہوں مکتب ہستی میں ہیں

(ماہِ نو ، ب د ، ۵۴)

طفلکِ شش روزۂ کون و مکاں (ـ ف ف ع ف ع) مذکر ، طفلک + شش (= چھ) + روزہ (= دن کا) + کون و مکاں (رک) : کون و مکاں کو طفلک سے تشبیہ دی ہے اور چونکہ تخلیق عالم کے لیے قرآن پاک میں "فی ستۃ ایام (چھ دن میں) کہا گیا ہے اس لیے طفلک کی صفت شش روزہ بیان کی ہے ہے

طفلک شش روزۂ کون و مکاں خاموش ہے

(والدۂ مرحومہ کی یاد میں ، ب ا ، ۳۷۳)

طفلی (ع ف) مونث ، طفل (= بچہ) + ی (لاحقۂ کیفیت) : بچپن (لڑکپن سے پہلے) ہے

دورِ طفلی میں اگر کوئی رلاتا تھا مجھے

(عہد طفلی ، ب د ، ۲۵)

(نوٹ) کتاب میں پہلا لفظ "درد" چھپا ہوا ہے جو یقیناً کاتب کا تسامح ہے۔

طُفیل (ف) مذکر : واسطہ ، ذریعہ ، وسیلہ ، تصدق۔
طفیل سے (ـ ا) : بدولت ہے

مرے طفیل سے پانی ملا ہے دریا کو

(سپاہی ، ب ا ، ۵۲۰)

طلائی جھالر (ع ف ا) مونث ، طلا (= سونا) + ئی (لاحقۂ نسبت) (یعنی سونے کے رنگ کی سنہری) + جھالر (= ابریشم یا منقش وغیرہ کا حاشیہ جو لٹکتا رہتا ہے) : بدلیاں جو اگلے مصرع میں ہے اس کا مشبہ بہ ہے

ہے ترے خیمۂ گردوں کی طلائی جھالر

(انسان اور بزمِ قدرت ، ب د ، ۵۴)

طَلَب (ع) مونث : مانگ ، خواہش ، جستجو ہے

ہے طلب بے مدعا ہونے کی بھی اک مدعا

(عزلیات ، ب د ، ۱۰۰)

طلب خو (ع ف) صفت ، طلب + خو (= عادت) : جس کو مانگنے کی حاجت اور ضرورت ہو ، حاجت مند حصول مطلوب ومحبوب میں سعی کرنے والا ہے

تو طلب خو ہے تو میرا بھی یہی دستور ہے

(چاند ، ب د ، ۹۱)

طلب کا تازیانہ (ـ ا ر ف) مذکر : خواہش کا کوڑا (خواہش کو کوڑے سے تشبیہ دی ہے جو انسان کو اسی طرح دوڑاتی ہے جس طرح گھوڑا کوڑا کھا کر دوڑتا ہے) ہے

کھا کھا کے طلب کا تازیانہ

(چاند اور تارے ، ب د ، ۱۱۹)

طلب کرنا (ـ ا ر) : بلانا ہے

وفد ہندستاں سے کرتے ہیں سر آغا خاں طلب

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۹۰)

طلب گار (ـ ف) صفت ، طلب + گار (لاحقۂ صفت فاعلی) : مانگنے والا ، طلب کرنے والا ، خواہشمند (عشق ، عاشق سے طلبگار در پہلو کہہ کر مخاطب ہے) ہے

سن اے طلبگار درد پہلو میں ناز ہوں تو نیاز ہو جا

(پیام عشق ، ب د ، ۱۲۹)

طَلَبَہ (ع) مذکر : طالب (رک) کی جمع ، طالب علموں کے لیے مستعمل۔

طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام : یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ۱۹۰۷ء میں کہی تھی۔

ے عربی میں طلا مالش کی جانے والی چیز کے معنی میں ہے۔ مذکورۂ بالا معانی میں پہلے فارسی والوں نے اور پھر اہل اردو نے استعمال کیا ہے۔

یہ زمانہ وہ تھا کہ پورے برصغیر میں اور خصوصیت
کے ساتھ بنگال میں سیاسی شورشیں برپا تھیں اور اس
پُر آشوب دور میں مسلمانانِ ہند کے سامنے کوئی نصب العین
نہ تھا۔ ایسے عالم میں اقبال نے اس نظم کے ذریعے مسلم
نوجوانوں کو عشقِ خدا و رسول اور عملی جدّ و جہد کا پیغام دیا
اور انھیں آگاہ کیا کہ اربابِ سیاست کی عقل کے طوفان
میں بہے چلے جانے کی بجائے عشقِ حقیقی کو رہبر بناؤ
(ب د، ۶۱۴)

: بانگِ درا میں اس نظم کے پانچ شعر حذف کر دیے
گئے ہیں، جو باقیات میں درج ہیں۔ مگر تیسرا، چوتھا،
پانچواں، چھٹا، نواں اور دسواں مصرع ناموزوں ہیں۔ خدا
جانے کاتب کی غلطی ہے یا پروف ریڈر کی!
(ب ا، ۵۶۵)

طَلَبی (ع ف)، طَلَب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)
: طلب کرنے کا عمل (رک دنیا طلبی)

طِلِسْم (معرّب[1])، مذکّر۔
۱ جادو (رک طلسم توڑنا)
۲ معرّوضہ بات ؎
کیوں گرفتارِ طلسمِ ہیچ مقداری ہے تو
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

طِلِسْمِ اَفلاطُون (ـ معرّب) مذکّر، طلسم + اضافت + افلاطون
(رک): افلاطون (رک) کی طرح زندگی اور کائنات
کو محض ایک جادو یعنی غیر حقیقی سمجھنے کا فلسفہ ؎
یہ زندگی ہے، نہیں ہے طلسمِ افلاطون
(مدنیتِ اسلام، ض ک، ۴۹)

طِلِسْمِ بُود و عَدَم (ـ ف ف ع) مذکّر، طلسم + اضافت +
بُود (= ہستی) + عدم (= نیستی): ایسا طلسم (رک)
جس میں ایک پہلو وجود کا ہے اور دوسرا عدم کا یعنی جو
ظاہرا موجود ہے مگر ممکن الوجود ہونے کے اعتبار سے
اس کا انجام عدم ہے ؎
طلسمِ بود و عدم جس کا نام ہے آدم
(آدم، ض ک، ۵۷)

طِلِسْمِ بے خبری کافری الخ: مراد یہ ہے کہ ایک کو کافر
بنا دینا اور دوسرے کو دیندار کر دینا یہ صرف ملاؤں
کی بے خبری کی وجہ سے ہے۔ یہ ظاہر کو دیکھتے ہیں
عشق کو نہیں دیکھتے ؎
طلسمِ بے خبری کافری و دینداری
(ملّا زادہ، ۱۱، ا ح، ۴۱)

طِلِسْم توڑنا (ا ر)، طلسم + توڑنا (= اثر زائل کرنا): جادو
کے اثرات کو (دعا یا منتر وغیرہ سے) ختم کرنا ؎
طلسمِ ظلمتِ شب سورۂ والنّور[2] سے توڑا
(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

طِلِسْم ٹوٹنا (ا ر)، طلسم توڑنا (رک) کا لازم ؎
ٹوٹنے کو ہے طلسمِ ماہ سیمایانِ ہند
(شمع اور شاعر، شمع، ۱۸۹)

طِلِسْمِ دوش و فردا (ـ ف ف ف) مذکّر، طلسم
+ اضافت + دوش (رک) + و (عطف) + فردا
(رک)، گردشِ ایام کا جادو، انقلابِ لیل و نہار ؎
آدمی ہے کس طلسمِ دوش و فردا میں اسیر
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۹)

طِلِسْمِ رنگ و بُو (ـ ف ف ف) مذکّر، طلسم + اضافت
+ رنگ (رک) + و (عطف) + بُو (رک): دنیائے
موجودات جو رنگ و بو کا ایک جادو (اور بے حقیقت)
ہے۔

طِلِسْمِ زمان و مکاں توڑنا: زمانہ اور مکان جو کہ مادی
ہیں ان سے بالاتر ہو کر روحانیت کی منزل میں قدم
رکھنا جہاں پہنچ کر سالک نہ زمانے کا پابند رہتا ہے
نہ جگہ کا ؎
طلسمِ زمان و مکاں توڑ کر
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۸)

طِلِسْمِ سامری توڑنا (ـ ع ا ر)، طلسم + اضافت +
سامری (رک) + توڑنا (رک): مراد مکاری اور
ملوکیت کو چور چور کر دینا ؎

---

[1] یونانی طلسما سے۔ [2] والنور کوئی سورہ نہیں بلکہ النور ہے۔

توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۱)

طلسم کو توڑ سکتے ہیں : دنیا کے وجود کو عدم بنا سکتے ہیں (یعنی معرفت الٰہی کے بعد یہ دنیا سالک کی نگاہ میں عدم ہو جاتی ہے) ؎

خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں

(ا، ب ج، ۲۲)

طلسمِ نوا (- ف) مذکر، طلسم + اضافت + نوا (رک): آواز کا جادو۔

وہ طائر کہاں ہے اِک طلسم نوا ہے تو (سکوت شام، ب ا، ۲۷۱)

طلوع (ع) مذکر: سورج نکلنے کی کیفیت ؎

ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۳)

طلوعِ اسلام (- ع) مذکر، طلوع + اسلام (رک): مسلمانوں میں عزم و عمل کی روشنی پھیلنے کو طلوع اسلام سے تعبیر کیا ہے (یہ وقت وہ ہے جب کل دنیائے مسلمین غفلت میں پڑی سو رہی تھی۔ یکایک مصطفیٰ کمال ترک کمر کس کے اٹھا اور ساری دنیا کے مسلمانوں کی ہمتیں بندھ گئیں)

(طلوع اسلام، ب د، ۲۶۷)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے شمع اور شاعر، اور خضرِ راہ کے پُریاس لہجے کے بعد نہایت پُرامید لہجے میں یہ نظم کہی ہے۔ اور گزشتہ یاسیت کا تدارک حالیہ رجائیت سے کر دیا ہے۔ انھیں یقین ہے کہ اگر مسلمان جوشش ایمانی سے کام لے تو وہ پھر ساری دنیا کو فتح کر سکتا ہے۔ اس نظم کا پس منظر ۱۹۳۲ء کا یہ واقعہ ہے کہ مصطفیٰ کمال پاشا نے ستاریہ کی جنگ میں یونانیوں کو شکست دی اور ایک بار پھر ساری دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ ترک اب بھی زندہ ہیں، اور دوسری طرف سمرنا فتح کر کے مسٹر گلیڈسٹن کے خاندان میں صفِ ماتم بچھا دی۔ غرضکہ یہ نظم انھوں نے اس وقت کہی جبکہ ترکوں کی کامیابی سے ان کے دل میں مسرت کی بے پناہ لہریں دوڑ رہی تھیں۔

(ب د، ۳۶۷)

طلوع ہے صفتِ آفتاب اُس کا غروب : مراد ترقی و تنزل (یعنی جدّ و جہد و طلب) کا ایک سلسلہ کہ سورج کی طرح اِدھر نکلا اُدھر ڈوبا پھر اِدھر نکلا وغیرہ

(مدنیت اسلام، ض ک، ۴۹)

طناب (ع) مونث: رسّی، ڈوری (ان قافلوں کے خیموں کی ٹوٹی ہوئی رسّیاں جو ادھر سے تلاشِ محبوب میں مجھ سے پہلے گزرے ہیں) ؎

آگ بجھی ہوئی اِدھر ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۱)

طنبور[1] (ع) مذکر: ایک قسم کا باجا جس میں ستار کی طرح کا ایک تار لگا ہوتا ہے اور تونبے میں کھونٹی لگا کر یہ تار اس میں لگایا جاتا ہے۔ صاحب فرہنگ رشیدی کی رائے یہ ہے کہ یہ لفظ دُنب برہ (= دنبے کی دم) سے بنایا گیا ہے کیونکہ اس کی شکل اسی سے مشابہ ہوتی ہے ؎

سر کہسار سے طنبور بجاتے آنا

(ابر کوہسار، ب ا، ۲۸۴)

طواف (ع) مذکر: اعترافِ عظمت یا قربانی کے ارادے سے کسی کے چاروں طرف گھومنے کا عمل ؎

کرتا ہے یہ طواف تری جلوہ گاہ کا

(شمع و پروانہ، ب د، ۴۰)

: حج یا عمرے میں کعبۃ اللہ کے چاروں طرف مقررہ طریقے سے سات دفعہ چکر لگانے کا عمل ؎

تن آساں عرشیوں کا ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ

(ا، ب ج، ۲۳)

طواف پیشہ (- ف) صفت، طواف + پیشہ (رک): جس کا کام ہی یہ ہے کہ گھومتا رہے ؎

آئی صدا یہ چاند کی بزم طواف پیشہ سے

(کوشش ناتمام، ب ا، ۳۴۹)

---

[1] فارسی تنبور۔

طُوبیٰ (ع) مذکر: جنت کا ایک روایتی درخت جس کی مہک نہایت دلکش اور جس کی شاخوں کا سایہ بہشت کے تمام گھروں کو محیط ہے ۔

شاخِ طوبیٰ پہ نغمہ ریز طیور

(سبزۂ فلک، ب د، ۱۷۵)

طُور (ع) مذکر

: ملکِ شام کے ایک پہاڑ کا نام جہاں حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کے اصرار پر خدائے تعالیٰ سے یہ خواہش کی تھی کہ تو مجھے اپنا جلوہ دکھا دے (رک ارنی) جس کا جواب یہ ملا تھا کہ لن ترانی (تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا) پھر ایک بجلی چمکی تھی جس کی تجلی سے حضرت موسیٰؑ بیہوش ہو گئے تھے اور پہاڑ کا کچھ حصہ اور ان کی قوم کے کچھ آدمی جل کر خاک ہو گئے تھے ۔

کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طور پر

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

: مسلمان کا دل (جو نورِ ایزدی کی جلوہ گاہ ہے) ۔

طور مضطر ہے اسی آگ میں جلنے کے لیے

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

طُور افروزی (- ف) صفت، طور + افروزی (رک)

: طور کی طرح جلوے دکھانے کی کیفیت ۔

جس کی طور افروزیوں پر دیدۂ موسیٰ نثار

(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۳)

طُور اُگتے ہیں زمینوں میں: یعنی زمین سے جو روئیدگی نکلتی ہے اس میں تجلی الٰہی نظر آتی ہے ۔

جہاں سبزے کی صورت طور اگتے ہیں زمینوں میں

(ب ا، ۲۴۳)

طُور پر تو نے جو اے الخ: صاحب باقیات نے ان الفاظ سے شروع ہونے والی ایک غزل درج کی ہے یہ سب اشعار فریاد امت، میں آ چکے ہیں۔

(ب ا، ۴۵۳)

طُور در آغوش: گود میں کوہ طور کی تجلیاں لیے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے جلووں سے معمور ۔

طور در آغوش ہیں ذرّے تری درگاہ کے

(برگ گل، ب ا، ۱۰۰)

طُور سوزی (- ف ف) مونث، طور + سوز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): کوہِ طور پر بجلی گرا کے اسے جلا دینے کا عمل (رک طور) ۔

لن ترانی بھی طور سوزی بھی

(ب ا، ۵۷۳)

طُورِ سینا (ع ع) مذکر، طور + اضافت + سینا (یا سینین) (= وہ مقام جہاں یہ پہاڑ واقع ہے) اس پہاڑ پر حضرت موسیٰؑ کو ایک بجلی کے پردے میں خدائے تعالیٰ کا جلوہ نظر آیا تھا (رک ارنی) اور یہیں ایک درخت کے ذریعے خدائے تعالیٰ ان سے ہمکلام ہوا تھا ۔

ایک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لیے

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

طُورِ معنیٰ (- ع) مذکر، طور + اضافت + معنیٰ (= حقیقت)

: حق گوئی کی روشن بلندی ۔

نغمہ زن ہے طور معنیٰ پر کلیم نکتہ بیں

(تضمین بر شعر کلیم، ب د، ۲۲۱)

طُوسی (ع ف) صفت، طوس (= ایران کا مشہور شہر جو علماء کا مرکز تھا) + ی (لاحقۂ نسبت): طوس کا باشندہ، مراد محقق طوسی جو بہت بڑے فلسفی اور عالم تھے ۔

طوسی و رازی و سینا و غزالی و ظہیر

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۹)

طُوطی (معرب) مذکر نیز مونث: ایک خوش آواز چڑیا جو گرمی کے موسم میں اکثر دکھائی دیتی ہے اور شہتوت سے بہت رغبت رکھتی ہے ۔

اڑالی قمریوں نے طوطیوں نے عندلیبوں نے

(تصویر درد، ب د، ۶۸)

طَوف (ع) مذکر، رک طواف کسی کے چاروں طرف گھومنے کا عمل ۔

؎ توسی (ف) کا معرب ہے۔

مثال پر تو ہے طوفِ جام کرتے ہیں

(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

طَوفِ حَرِیمِ خاکی (۔ ع ف ف)، طَوف + اضافت + حَرِیم (= چار دیواری) + اضافت + خاک (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : کرۂ ارض کے چاروں طرف گردش کرنے کا عمل ہے

طوفِ حریمِ خاکی تیری قدیم خُو ہے

(چاند، ب د، ۱۷۱)

طُوفان (ع) مذکر : سر سے اُونچا پانی کا سیلاب، کسی بھی چیز کا حد سے زیادہ وفور ہے

نورِ خورشید کے طُوفان میں ہنگامِ سحر

(حسن و عشق، ب د، ۱۱۶)

طُوفانِ حُسن (۔ ع) مذکر، طُوفان + حُسن (= جلوۂ قدرت) : جلوؤں کے سیلاب اپنے انتہا عروج ہے

آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے میں ہے طُوفانِ حُسن

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

طُوفان کا مارا (ع ا ر ا) صفت، طُوفان + کا (رک) + مارا (= تھپیڑوں پر تھپیڑے کھایا ہوا) : جس نے اِدھر اُدھر سب طرف تلاشِ مدعا میں ٹھوکریں کھائیں اور ناکام رہا ہے

آرزو ساحل کی مجھ طُوفان کے مارے کو ہے

(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۶۴)

طُوفان کے طَمانچے کھانا : طُوفان کے تھپیڑوں کا مقابلہ کرنا (جس طرح شیطان کہ اس پر لعنتوں پر لعنتیں برس رہی ہیں مگر وہ اپنے کام سے یعنی بنی آدم کو بہکانے سے ذرا بھی غفلت نہیں برتتا) ہے

کون طُوفاں کے طمانچے کھا رہا ہے میں کہ تُو

(جبریل اور ابلیس، ب ج، ۱۴۴)

طُوفانِ مَغرِب (ع ع) مذکر، طُوفان (رک) + مغرب (رک) : یورپ کے طُوفان سے ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم مُراد ہے جس کے انجام نے مُسلمانانِ عالم میں یہ روح پھونک دی کہ ہم نے سعی و طلب اور جد و جہد سے مزید غفلت برتی تو اس کا انجام فنا کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا ہے

مسلماں کو مسلماں کر دیا طُوفانِ مغرب نے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۷)

طُوفانی (ع ف) صفت، طُوفان (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : طُوفان میں پھنسی ہوئی ہے

ناؤ طُوفانی ہے لیکن صُورتِ گردشِ صدف

(عاشقِ ہرجائی، ب ا، ۳۴۸)

طَوق (ع) مذکر

: لوہے کا بھاری اور خاردار حلقہ جو قیدی کے گلے میں ڈالتے ہیں تاکہ گردن نہ اٹھا سکے ہے

زندگانی کیا ہے اک طَوقِ گلو افشار ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۰)

: پکیر کا حلقہ جو قمری (رک) کے گلے میں ہوتا ہے، نیز لوہے کا حلقہ جو غلاموں کی گردن میں ڈالتے ہیں، اور وہ اس کے غلام ہونے کی علامت ہوتا ہے ہے

جو قمری کو ملتا تھا طَوقِ غلامی

(عشق اور موت، ب ا، ۲۱۳)

طَوقِ گُلُوئے حُسنِ تماشا پسند (۔ ف ف ع ع ف) مذکر، طَوق (= فولادی حلقہ جو مجرم کے گلے میں ڈالا جاتا ہے) + اضافت + گلو (= گلا) + ے (علامتِ اضافت) + حُسن (= محبوبِ حقیقی کا جلوہ) + تماشا (= دیکھنا) + پسند (= مرغوب) : حسن جس کو موجودات میں اپنا جلوہ دیکھنے کا شوق ہے (قیدِ زمان و مکان) اس کا بنایا ہوا ایک طَوق ہے جو مخلوق کی گردن میں پڑا ہوا ہے (اور اپنے اس دائرے سے باہر نہیں نکلنے دیتا) ہے

طَوقِ گلوئے حسنِ تماشا پسند ہے

(شمع، ب د، ۴۶)

طُول (ع) مذکر : درازی یا لمبائی کی صُورتِ حال، بڑھ جانے یا بڑھنے کی کیفیت، عرض (= چوڑائی) کی ضد۔

طُولِ داستانِ دَرد (۔ ف ف) مذکر، طُول + اضافت + داستان (= کہانی، روداد) + اضافت + درد (= رنج و غم) : (اس) غم انگیز صُورتِ حال کے رُونما ہونے کی کیفیت ہے

سکوت آموز طول داستان درد ہے ورنہ
(تصویر درد، ب د، ۷۲)

طول دینا (ـ ار) : بڑھانا، طویل کرنا، ضرورت سے زیادہ کہنا یا کرنا ع
القصہ بہت طول دیا وعظ کو اپنے
(زہد اور رندی، ب د، ۲۰۲)

طولانی (ع ف) صفت، طول (رک) + ا (اتصال) + نی (لاحقۂ نسبت) : طویل ع
زنجیر محبت کا قصہ نہیں طولانی
(۱۸، ب ج، ۴۱)

طویل (ع) صفت : طولانی، لمبا۔

طویل سجدہ (ـ ع) صفت، طویل + سجدہ (رک) : طولانی سجدہ کرنے والے، سجدے میں دیر تک دعا وغیرہ پڑھنے والے ع
طویل سجدہ ہیں کیوں اس قدر تمھارے امام
(غلاموں کی نماز، ض ک، ۱۵۸)

طویلہ (ف) مذکر : گھوڑوں کا تھان، اصطبل ع
سردی سے رہیں ہم تو طویلوں میں ٹھٹھرتے
(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۲۴۵)

طہارت (ع) مونث : پاک کرنے کا عمل، وضو وغیرہ ع
ان اشک باریوں میں طہارت کا راز ہے
(شمع، ب ا، ۲۹)

طہران (ف) مذکر : ایران کا دارالسلطنت ع
طہران ہو گر عالم مشرق کا جنیوا
(جمعیت اقوام مشرق، ض ک، ۱۴۷)

طہور (ع) صفت : جس میں انتہائی پاکیزگی ہو، شراب جنت کی صفت ع
ذکر جام طہور کا واعظ
(ب ا، ۳۹۲)

طے (ع) مذکر : قطع مسافت، راستہ عبور کرنے کا عمل ع
پست و بلند کر کے طے کھیتوں کو جا پلاتی ہے
(شاعر، ب د، ۲۱۰)

طے کر دیا قصہ تمام : زمین سے عالم قدس تک کے سفر کا تمام معاملہ ختم کر دیا (شاید معراج شریف کی طرف اشارہ ہے جس میں آنحضرتؐ چشم زدن میں زمین سے لامکان پر تشریف لے گئے) ع
عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
(۱۴، ب ج، ۱۸)

طے ہونا (ار) : ختم ہونا، فیصل ہونا ع
سمجھو تمام مرحلہ ہائے ہنر ہیں طے
(سرود، ض ک، ۱۱۵)
: چلنے سے پوری مسافت کا ختم ہونا، بستر لپیٹا جانا ع
نہ طے ہو زلف رہ شکر ایزدی چوں
(فلاح قوم، ب ا، ۲۹)

طیارہ (ع) مذکر : ہوائی جہاز ع
ہوا میں تیرتے پھرتے ہیں تیرے طیارے
(میں اور تو، ب د، ۲۲۰)

طیر (ع) مذکر : طائر، پرندہ ع
تو پر طیر آشیاں رو کو
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۷۱)

طیلسان (معرب) مونث : چادر جو عرب عموماً کاندھے پر ڈالتے ہیں ع
کوہ اضم کو دے گیا رنگ برنگ طیلساں
(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۱)

طینت (ع) مونث : سرشت، خمیر، فطرت ع
اگرچہ پاک ہے طینت میں راہبی اُس کی
(حکیم نطشہ، ض ک، ۸۴)

طیور (ع) مذکر : طائر (= پرند) کی جمع ع
شاخ طوبیٰ پہ نغمہ ریز طیور
(سیر فلک، ب د، ۱۷۵)

~ عربی میں یائے معروف سے ہے۔

: مراد ماضی کے مسلمان جن کے عزم و عمل سے باغِ اسلام میں رونق تھی ؎

جو نغمہ زن تھے خلوت اوراق میں طیوُر
(بانگِ درا، ب د، ۲۴۸)

ظ

ظالِم (ع) صفت : ظُلم کرنے والی یا والا ، ستانے والی یا والا ہے۔

بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے

(رباعیات ، ب ج ، ۸۸)

: مُراد ہوشیار اور دانا جو قائل کے نظریات سے متفق نہیں ہے۔

کرتے ہیں اشک سحرگاہی سے جو ظالم وضو

(ابلیس ، ا ح ، ۱۲)

: (کنایۃً) محبُوب ہے۔

کتنے دلکش آہ ظالم تھے ترے لیل و نہار

(عیش جوانی ، ب ا ، ۱۷۱ ، ۵)

ظاہِر (ع) صفت : کھلا ہوا ، واضح ، سب کو معلوم ہے۔

ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ کیا ہوا کیونکر ہوا

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۰)

: جو دیکھنے میں آئے ، جو آنکھوں کے سامنے ہو ، باطن کی ضد (رک ظاہرش را الخ)۔

ظاہِر پَرَست (ع ف) صفت ، ظاہر (مراداً مادّہ و مادّیت) + پَرَست ، مصدر پرستیدن (= پوجنا ، ماننا اور معتقد ہونا) سے فعل امر : مادّے اور مادّیات پر یقین رکھنے والا اور رُوحانیت کا منکر ہے۔

ظاہر پرست محفل نَو کی نگاہ ہے

(دردِ عشق ، ب د ، ۵۰)

ظاہرش را پشۂ آرد بچرخ

باطنش آمد محیطِ ہفت چرخ

: ظاہراً انسان کی حقیقت یہ ہے کہ ایک مچھر اُسے گھما کے رکھ دیتا ہے (یا ہلاک کر دیتا ہے) مگر باطنی طور پر اس کی ہستی ساتوں آسمانوں پر غالب ہے (اگر وہ اپنے نفس کی معرفت کے بعد خدائے تعالیٰ کی معرفت کے درجے پر فائز ہو جائے تو پھر کائنات الٰہی اس کے قبضے میں ہوگی)۔

(پیر و مرید ، ب ج ، ۱۳۷)

ظاہِر کی آنکھ (ـــ اسار) مونث : دیدۂ باطن (رک) کی ضد ، چشمِ بصارت ہے۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۲)

ظاہِرِ نُقرہ گر اسپید است و نَو

دست و جامہ ہم سیہ گردد ازو

: چاندی بظاہر سفید اور نئی ہے لیکن اس کو چھونے سے ہاتھ اور کپڑے دونوں ہی کالے ہو جاتے ہیں۔ (یہی صورت مغربی عورتوں کی ہے جو ظاہراً حور نظر آتی ہیں)۔

(پیر و مرید ، ب ج ، ۱۳۶)

ظاہر و باطن کی خِلافت : دنیاوی حکومت اور علمی لیاقت دونوں میں پرتوِ جلال و جمال ایزدی ہونے کی کیفیت ہے۔

تو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزاوار

(آوازِ غیب ، ا ح ، ۳۷)

ظاہِری (ع ف) صفت ، ظاہر (= ظاہراً دکھائی دینے والا ، باطن کی ضد) + ی (لاحقۂ نسبت) : آنکھوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے والا ہے۔

میری آنکھوں کو لبھا لیتا ہے حسن ظاہری

(طفلِ شیر خوار ، ب د ، ۶۷)

ظَرف (ع) مذکر : برتن (دل کو ظرف سے تشبیہ دی ہے جو محبت کی شراب کا ظرف ہے) مراداً حوصلہ ، استعداد ، صلاحیت ، گنجائش ، سمائی ہے۔

فیض ساقی شبنم آسا ظرفِ دل دریا طلب

(عاشقِ ہرجائی ، ب د ، ۱۲۳)

ظَرفِ حَیدرؑ (رک حیدر) : حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا حوصلہ ، معیارِ نظر اور عشقِ الٰہی میں آپ کی محویت جس کا یہ عالم تھا کہ

ایک دفعہ جنگ میں کفار کا ایک تیر آپ کے پاؤں میں گڑ گیا تھا۔ اس کے نکالنے کی کوشش کی گئی تو سخت تکلیف ہوئی، رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرے رہو جب علی (کرم اللہ وجہہ) نماز پڑھیں تو یہ تیر کھینچ لینا، چنانچہ جب آپ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور تیر کھینچا گیا تو آپ کو پتا بھی نہ چلا کیونکہ آپ اس وقت اللہ تعالیٰ کی حضوری میں تھے اور محویت کا عالم تھا۔ حوصلہ اتنا بلند تھا کہ جب آپ کا قاتل یعنی ابن ملجم سامنے لایا گیا تو آپ نے محسوس کیا کہ وہ پیاسا ہے، سب سے پہلے آپ نے اسے پانی پلوایا۔ پھر اس کے ہاتھوں کی رسّن کھلوا دی ؎

کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدر

(رباعیات، ب ج، ۸۳)

ظَرِیفانہ (ع ف) صفت، ظریف (= خوش طبع، دل لگی باز، ہنسی دل لگی کرنے والا، لطیفہ گر) + انہ (لاحقۂ نسبت): ظرافت کا، دل لگی کا (کلام)

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

ظَفَر (ع) مونث: کامیابی، فتحمندی ؎

رایت تری سپاہ کا سرمایۂ ظفر

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۶)

ظَفَریاب (ع ف) صفت، ظفر + یاب (رک) کامیاب، فتحمند ؎

عشق میدان میں آیا تو ظفریاب ہوا

(ب ا، ۲۳۰)

ظِلّ (ع) مذکر: سایہ۔

ظِلِّ دامنِ حیدرؓ[1] (ع ف ف ع) مذکر، ظل + اضافت + دامن (رک) + اضافت + حیدر (رک): حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دامن کا سایہ، مراد سرپرستی اور تائید ؎

ڈھونڈتا پھرتا ہے ظلِّ دامنِ حیدر مجھے

(برگ گل، ب ا، ۱۷۷)

ظِلِّ سُبحانی (ع ع ف) مذکر، ظل + سبحان (= خدائے تعالیٰ جو مستحقِ تسبیح ہے) + ی (لاحقۂ نسبت): خدائے تعالیٰ کا سایہ، انوارِ الٰہی کا پرتو ؎

اسی مقام سے آدم ہے ظلِّ سبحانی

(سلطانی، ض ک، ۳۲۰)

ظَلام (ع) مذکر: تاریکی، اندھیرا (مخاطب موج ہے جس سے مراد مسلمان ہیں جو دریائے عشق میں موج کی طرح بہ رہے ہیں) ؎

ظلام بحر میں کھو کر سنبھل جا

(رباعیات، ب ج، ۸۰)

ظُلُمات (ع) مونث، ظلمت (= تاریکی) کی جمع اور بطور واحد مستعمل، اندھیرے ؎

مرنے والوں کی جبیں روشن ہے اس ظلمات میں

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

: وہ سمندر جس میں سکندر کو آبِ حیات کی تلاش میں ایک جگہ بہت تاریکی ملی تھی (رک: چشمۂ حیواں) اکثر بطور ایہام مذکورہ بالا اور زیرِ قلم دونوں معنی مراد ہوتے ہیں) ؎

حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات

(لینن، ب ج، ۱۰۷)

ظُلمَت (ع) مونث

: تاریکی، سیاہی، بلالؓ کے جسمانی رنگ کی سیاہی ؎

کہ خندہ زن تری ظلمت ہے دستِ موسیٰ پر

(بلالؓ، ب د، ۸۱)

: تاریکی، اندھیرا ؎

شام کی ظلمت شفق کی گل فروشی ہے یہ

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

ظُلمت افزا (ع ف) صفت، ظلمت + افزا (رک): تاریکی کو بڑھانے والا یعنی بہت بہت تاریک ؎

ظلمت افزا تھا اس قدر وہ مقام

(سیرِ فلک، ب ا، ۳۶۰)

ظُلمت خانہ (ع ف) مذکر: تاریکیوں کا گھر، وہ جگہ جہاں تاریکیاں ہی تاریکیاں ہوں (مصرع میں دل کی

---

[1] عربی میں بہ تشدید بدلام۔ اردو میں علامتِ اضافت کی حالت میں مشدّد۔

صفت ہے) ؎
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

ظُلمت خانۂ ایّام (ــ ف ع) مذکر، ظلمت + خانہ (رک) + ایام (رک)؛ موجودہ زمانے کی تاریکیاں ؎
جو ابھی ابھرے ہیں ظلمت خانۂ ایام سے
(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۵)

ظُلمت رات کی (ــ اردو): مراد باطل کی تاریکی ؎
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۴)

ظُلمت رُبا (ــ ف) صفت، ظلمت + رُبا (رک): تاریکی کو دور کرنے والا ؎
کسی کا شعلۂ فریاد ہو ظلمت ربا کیونکر
(عرفی، ب د، ۲۳۸)

ظُلمت شَب (ــ ف) مونث، ظلمت + اضافت + شب (= رات): مراد تاریک ماحول، ناموافق حالات ؎
میں ظلمت شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۳)

ظُلمت کَدہ (ــ ف) ظلمت + کدہ (رک): رک: ظلمت خانہ ؎
صوفی نے جس کو دل کے ظلمت کدے میں پایا
(سلیمی، ب د، ۱۲۱)

ظَن (ع) مذکر: گمان، یقین اور شک کے درمیان کی حالت ؎
ظن و تخمیں سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری
(۱۴، ب ج، ۳۷)

ظُہُور (ع) مذکر
: ظاہر ہونے کی کیفیت، وجود، قرار و ثبات ؎
ظہور اوج و پستی ہے انھیں سے
(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۹۲)
: تجلی نظر آنے کی کیفیت ؎
حکیم و عارف و صوفی تمام مست ظہور
(۱۹، ب ج، ۳۲۰)

ظَہیر: مشہور فارسی شاعر ظہیر فاریابی ؎
طوسی و رازی و سینا و غزالی و ظہیر
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۹)

عابد (ع) صفت: عبادت کرنے والا، عبادت گزار۔
عابدِ سحر خیز (ع ف) عابد + سحر (رک) + خیز (رک) : صبح سویرے اٹھ بیٹھنے والا عبادت گزار (سورج کو عابدِ سحر خیز سے تشبیہ دی ہے)۔
خورشید وہ عابد سحر خیز
(انسان، ب د، ۱۲۷)

عابدِ شب زندہ دار (ف ف ف) عابد + اضافت + شب (رک) + زندہ (رک) + دار (رک) : رات کو زندہ رکھنے والا یعنی رات بھر (برائے عبادت) جاگنے والا۔
سب سے پیچھے جاتے کوئی عابدِ شب زندہ دار
(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۳)

عاجز (ع) صفت: مجبور، قاصر (کچھ کرنے سے)۔
فکر جب عاجز ہو اور خاموش آوازِ ضمیر
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۷)

عاجزی (ع ا) مونث، عاجز (= مجبور، محتاج) + ی (لاحقۂ کیفیت) : مجبور اور محتاج ہونے کی صورتِ حال۔
نیازمند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے
(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

عادت (ع) مونث: جس بات کا طبیعت کو عادت ہو جائے۔ روزمرہ کا مشغلہ، لت، خو، خصلت۔
عادت یہ ہمارے شعرا کی ہے پرانی
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

عادل (ع) صفت: انصاف کرنے والا۔
تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
(لینن، ب ج، ۱۰۸)

عار (ع) مونث: شرم، عیب، حیا۔
کچھ عار اسے حسن فروشوں سے نہیں ہے

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

عارض (ع) مذکر: رخسار، گال، چہرہ۔
جب دکھاتی ہے سحر عارض رنگیں اپنا
(گلِ پژمردہ، ب د، ۱۱۸)

عارضِ گلگوں (ع ف ف) مذکر، عارض (= رخسار، گال) + گل (= گلاب) + گوں (= مثل، طرح) : گلاب کے رنگ کا سرخ رخسار۔
زرد رخصت کی گھڑی عارضِ گلگوں ہو جائے
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۲)

عارضی (ع) صفت: وقتی، غیر مستقل، ناپائدار۔
عارضی لذت کا شیدائی ہوں چلاتا ہوں میں
(طفلِ شیرخوار، ب د، ۶۲)

عارف (ع) صفت: خدا کی معرفت رکھنے والا۔
حکیم و عارف و صوفی تمام مستِ ظہور
(۱)، ب ج، ۴۲)
: الہ آباد کے ایک شاعر کا تخلص جنھوں نے اس زمانے میں جبکہ آزادی ہند کی تحریک بڑے زور شور سے چل رہی تھی اور حکومت برطانیہ علما کو رشوتیں دے دے کر اپنی بقا کے لیے اُن سے ہر قسم کے تائیدی مضامین لکھوا رہی تھی، یہاں تک کر ایک شخص سے دعوائے نبوت بھی کرادیا تھا جو جہاد کے خلاف تبلیغ کرتا تھا، یہ شعر کہے تھے۔
گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ + گلے میں جو آئیں وہ تانیں اڑاؤ
کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسر + انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ
(نبوت، ض ک، ۵۶)

عارفانہ (ع ف) صفت، عارف (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت) : حقیقت کو پہچاننے والے کی سی۔
ہدف سے بیگانہ تیر اس کا نظر نہیں جس کی عارفانہ
(زمانہ، ب ج، ۱۳۰)

عاری (ع) صفت: خالی۔
وہ سرزمیں مدنیت سے ہے ابھی عاری
(انتداب، ض ک، ۱۵۲)

عاشق (ع) صفت، عشق رکھنے والا، محبت کرنے والا،

(کسی کا) دیوانہ ؎
کچھ اس میں جوشش عاشقِ حسنِ قدیم ہے
(شمع و پروانہ، ب د، ۱۴۱)

عاشقِ دیدار تخشر کا الخ: یہ ایک غزل کے مطلع کے ابتدائی لفظ ہیں جو مخزن (اکتوبر ۱۹۰۲ء) سے صاحب باقیات نے نقل کی ہے۔
(ب ا، ۹۳)

عاشق مزاج (- ع) صفت: جس کی طبیعت اور سرشت میں عشق شامل ہے، جو ہر کسی پر عاشق ہو جاتا ہے ؎
ہم پوچھتے ہیں مسلم عاشق مزاج سے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

عاشقِ ہرجائی: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ سرخی سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس نظم میں عامیانہ عشق و عاشقی کا بیان ہوگا۔ مگر اقبال نے ایک اعلیٰ سطح کے موضوع (عشقِ حقیقی) کے بیان میں یہ سرخی بالقصد اختیار کی ہے تاکہ عام لوگوں کی توجہ ادھر مبذول ہو جائے اور وہ تصوف کے اس اہم مسئلے کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کی گفتگو ہے منظوم کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ معشوق کو مٹھی میں بند کر کے اپنے دل کے اندر بٹھا لینا چاہتا ہے۔ بس یہی کیفیت عشقِ حقیقی میں ایک صوفی پر گزرتی ہے کہ وہ حسنِ حقیقی کی جستجوئے مسلسل سے اپنے محبوبِ حقیقی سے قریب تر ہونا چاہتا ہے۔ وہ ذرے ذرے میں اور ہر جگہ اسے تلاش کرتا ہے اور اپنے اندر زیادہ سے زیادہ اس کا رنگ پیدا کرتے کرتے اس منزل پر پہنچتا ہے جہاں حسن کی تجلیاں اس کی ذات میں سما جاتی ہیں۔ یہ تجلیاں غیر محدود ہوتی ہیں کیونکہ حسنِ حقیقی غیر محدود ہے۔ اب عاشق "زمان و مکان" کی قید سے بالاتر ہو جاتا ہے کیونکہ زمان و مکان محدود ہیں۔ چونکہ یہ مقام ہر ذرے میں اور ہر جگہ محبوب کی تلاش کے بعد حاصل ہوتا ہے اس لیے عاشق کو "ہرجائی" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔
(ب د، ۱۲۲)

اس عنوان کے تحت بانگِ درا میں جو نظم شامل ہے اس کے متعلق بلاحوالہ صاحبِ باقیات نے لکھا ہے کہ اس نظم میں چار شعر اور تھے اور وہ چاروں شعر نقل بھی کیے ہیں۔
(ب ا، ۳۴۸)

عاشقانہ (ع ف) صفت، عاشق (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت): عاشقوں کا سا، عاشقوں کی طرح کا ؎
بیماری نغمۂ عاشقانہ
(شاہین، ب ج، ۱۶۵)

عاشقی (ع ا) مونث، عاشق (= عشق کرنے والا) + ی (لاحقۂ کیفیت): عشق کرنے کا عمل، کیفیتِ عشق ؎
ہے عاشقی میں رسم الگ سب سے بیٹھنا
(غزلیات، ب د، ۱۰۸)

عاصی (ع) صفت: گنہگار ؎
وہ عاصی ہوں کریں اپنے گناہوں کی ندامت ہوں
(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۰)

عافیت (ع) مونث: سلامتی، آرام، خیریت ؎
اگر تمنا ہو عافیت کی خدا سے بیگانگی نہ کرتا
(ب ا، ۵۹۸)

عاقبت (ع) مونث: انجام

عاقبت اندیش (- ف) صفت، عاقبت + اندیش (رک): انجام کو سوچنے والا ؎
چاہیے پیرا دماغ عاقبت اندیش کا
(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۹۰)

عاقبت بینی (- ف ف) مونث، عاقبت + بیں (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): انجام اور نتیجے کو سوچنا سمجھنا یعنی فرنگیوں سے صاف صاف (مسولینی کا) یہ کہہ دینا کہ تم بھی کمزور قوموں کو غلام بنا رہے ہو اور میں بھی یہی کر رہا ہوں تو پھر مجھ پر کیوں معترض ہوتے ہو۔ ظاہر ہے کہ اس طرح فرنگی سیاست بے نقاب ہوئی تو لوگ اشتراکیت کو اختیار کر لیں گے اور (فرنگیوں کی) ملوکیت اور (مسولینی) کا فاشزم ناکام ہو جائے گا ؎

ہیں تو اس کی عاقبت بینی کا کچھ قائل نہیں
(تیسرا مشیر، ا ح ، ۹۷)

عاقبت منزل ما وادی خاموشان است
حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز

ہر ہر کے ہیں قبرستان کو اپنی منزل بنانا ہے (بہتر ہے کہ) اب (مرنے سے پہلے) گنبدِ افلاک میں (اپنے نعروں سے) گونج پیدا کر دیں یعنی اس زندگی میں ہنگامے برپا کر دیں۔
(نصیحت، ب د، ۱۷۷)

عالَم (ع) مذکر : دنیا، جہان ؎
بنا یا ذرّوں کی ترکیب سے کبھی عالم
(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

عالَمِ اَسباب (ع ع) مذکر، عالم + اضافت + اسباب (سبب (رک) کی جمع) : دنیا جس میں ہر کام اور ہر شئے کسی نہ کسی سبب کا نتیجہ ہوتا ہے ؎
پھر تدبیر عیاں عالم اسباب ہوا
(ب ا ، ۴۳۰)

عالَم آرا (ع ف) عالم + آرا، مصدر آراستن (= سنوارنا) سے فعل امر، دُنیا کو سجانے والا ؎
اپنے حسن عالم آرا سے جو تُو محرم نہیں
(آفتابِ صبح، ب د، ۱۵۴)

عالَمِ آزاد (ع ف) مذکر، عالم + اضافت + آزاد (رک) : ایسی دُنیا جسے خود سب کچھ کرنے کی قوّت اور طاقت اور اختیار حاصل ہو ؎
وہ عالم مجبور ہے تُو عالم آزاد
(اسرار پیدا، ض ک ، ۶۷)

عالَم آشوب (ع ف) صفت، عالم + آشوب، اضافت مقلوب بزنکت اضافت : دُنیا میں تلاطم برپا کرنے والی ؎
ہے اس کی نگاہ عالم آشوب
(جاوید سے ۳، ض ک، ۸۹)

عالَمِ بالا (ع ف) عالم + اضافت + بالا : اُوپر کی دنیا، آسمانی دنیا، غیر مادّی یا ملکوتی دنیا، رُوحوں کی دنیا جہاں جسم مادّی کا گزر نہیں ؎
سنا ہے عالم بالا میں کوئی کیمیاگر تھا
(محبت، ب د، ۱۱۱)

عالَمِ برزخ : یہ ارمغان حجاز میں اقبال کی ایک تمثیلی نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے عالم برزخ میں قبر اور مردے کے درمیان گفتگو نظم کی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ دُنیا میں غلامی کی بدولت اپنی خودی کو مردہ کر کے یہاں آئے ہیں وہ دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتے۔ اس گفتگو کے درمیان توقع سے مبنی آوازیں بھی آتی ہیں اور آخر میں زمین نے اللہ والوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ اس غلامی کے نظام کو دنیا سے مٹا دیں اور اللہ کا نظام قائم کریں۔
(ا ح ، ۱۹)

عالَمِ بے رنگ و بُو : وہ دُنیا جو رنگ و بُو کی قید سے مبرا ہے یعنی محبوب حقیقی کی دنیا جو اس دنیائے فانی سے مختلف اور ماورا ہے ؎
کہیں اُس عالم بے رنگ و بُو میں بھی طلب میری
(۹، ب ج ، ۱۰)

عالَم تاب (ع ف) صفت، عالم + تاب (رک) : دُنیا کو روشن کر دینے والا، دُنیا پر چمکنے والا ؎
مہر عالم تاب کا پیغام بیداری ہوں میں
(شعاع آفتاب، ب د، ۲۳۷)

عالَم سوز (ع ف) صفت، عالم + سوز، مصدر سوختن (= جلانا، جلنا) سے فعل امر : ساری دُنیا کے دل میں آتش شوق بھڑکا دینے والا ؎
دکھا وہ حسن عالم سوز اپنی چشم پرنم کو
(تصویر درد، ب د، ۶۳)
: جس کے مقابل دنیا جل کر خاک سیاہ معلوم ہو ؎
حسن عالم سوز تیرا آتش نظارہ تھا
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

عالَمِ کردار (ع ف) مذکر، عالم + اضافت + کردار (= عمل، جہد و جہاد) ؎

تم اسے بیگانہ رکھو عالمِ کردار سے
(ابلیس، ۳، اح ۵، ۱۴۰)

عالم گیر (ع ف) صفت، عالم + گیر، مصدر گرفتن (= لینا، پکڑنا) سے فعل امر
: دُنیا میں ہر ایک فرد پر یکساں چلایا جانے والا ہے
ایک ہی قانونِ عالمگیر کے ہیں سب اثر
(داغ، ب د ۹۰)
: سب میں پایا جانے والا ہے
مروت حسنِ عالمگیر ہے مردانِ غازی کا
(۱۸، ب ح ۲۱۶)

عالمِ مجبور (۔ ع) مذکر، عالم + اضافت + مجبور (رک) : یہی دُنیا جو خود کچھ نہ کر سکے مشین کی طرح اسے جس کام میں لگا دیا جائے اسی میں لگی رہے ہے
وہ عالمِ مجبور ہے تو عالمِ آزاد
(اسرارِ پیدا، ض ک ۲۰)

عالمِ معنیٰ (۔ ع) مذکر، عالم + اضافت + معنیٰ (رک) : حقیقی زندگی کی دنیا ہے
مرنے کیا شے ہے؟ فقط عالمِ معنیٰ کا سفر
(لاہور و کراچی، ض ک ۵۵)

عالمِ نو : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ "نئی دنیا" کیسے پیدا ہوتی ہے اور اس کے خمیر میں کیا کیا چیزیں شامل کی جاتی ہیں
(ض ک ۱۳۰)

عالم (ع) صفت : علم رکھنے والا، جاننے والا ہے
عالمِ کیف ہے دانائے رموزِ کم ہے
(جوابِ شکوہ، ب د ۲۰۰)

عالی (ع) صفت، بلند

عالی جاہ (۔ ف) صفت، عالی + جاہ (رک) : بلند مرتبے والا ہے
واہ کیا رتبے ہیں اس سرکارِ عالی جاہ کے
(برگِ گل، ب ا ۱۷۱)

عالی نگاہی (۔ ف ف) مونث، عالی + نگاہ (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : بلند نگاہ ہونے اور سطح میں نہ ہونے کی کیفیت ہے
ہم صفیر و تم مری عالی نگاہی دیکھنا
(ب ا ۳۹۱)

عام (ع) صفت : جو سب کے لیے یکساں ہو، سب کو دکھائی دے یا سب میں پایا جائے ہے
حسن کے اس عام جلوے میں بھی یہ بیتاب ہے
(بچہ اور شمع، ب د ۹۴)

عام دیدارِ یار ہوگا (ع ف ف ار)، عام (= منظرِ عام پر بغیر کسی جھجک کے) + دیدار (= حقائقِ اسلام کا مشاہدہ) + یار (= اسلام) + ہوگا (= عمل میں آئے گا) : علیٰ الاعلان اصولِ اسلام کو (جو اب تک چھپ چھپ کر اور دب دب کر بیان کیے جاتے تھے) بیان کیا جائے گا ہے
زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدارِ یار ہوگا
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د ۱۴۰)

عام کرنا (۔ ار) : اپنوں تک محدود نہ رکھنا اور غیروں کو بھی اپنوں کی طرح مستفیض کرنا ہے
کریم کو رسمِ محبت کو عام کرتے ہیں
(غزلیات، ب د ۱۴۱)

عام ہونا (۔ ار) : سب تک پہنچ جانا، سب کو ملنا، سب کو معلوم ہونا ہے
فلک پہ عام ہوئی اخترِ سحر نے سنی
(حقیقتِ حسن، ب د ۱۱۳)

عامل (ع) صفت : عمل کرنے والا ہے
عامل روزہ ہے تو اور نہ پابندِ نماز
(نصیحت، ب د ۱۷۶)

عامی (ع) صفت، جاہل، غیر عارف ہے
مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی
(۴۴، ب ج ۷۳)

عبادات (ع) مونث : عبادت (= خدا کی پرستش) کی جمع ہے
سمجھا ہے کہ ہے راگ عبادات میں شامل
(زہد اور رندی، ب د ۵۱)

عِبادَت (ع) مونث : بندگی، نماز و دعا وغیرہ ؏
سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
(غزلیات، ب د ۱۰۸)

عِبادَت خانَہ (ع ـ ف) مذکر، عبادت + خانہ (= گھر) : وہ جگہ جہاں لوگ عبادت بجالاتے ہیں، مسجد وغیرہ ؏
ہے رواں نجم سحر، جیسے عبادت خانے سے
(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۴)

عِبادَت میں زاہد کو الخ : ان الفاظ سے جو غزل شروع ہوئی ہے وہ مخزن (اگست ۱۹۰۳ء) میں شائع ہوئی تھی اور بہارِ گلشن جلد دوم میں بھی چھپی ہے مطبوعہ کلیات میں موجود نہیں
(ب ا، ۴۲۱)

عَبدُالرَّحمٰن اَوّل : پہلا عبدالرحمٰن جس نے مسجد قرطبہ (رک) کی تعمیر شروع کرائی تھی (عبدالرحمٰن دوم نے اس میں ترمیم کی اور عبدالرحمٰن سوم نے اس کی تزئین کرائی)
(عبدالرحمٰن اول کا بویا ہوا کھجور کا درخت، ب ج ۱۰۲)

عَبدُالرَّحمٰن کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت : یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا سبب تصنیف یہ ہے کہ عبدالرحمٰن اول نے جو اندلس کا پہلا مسلم فرمانروا تھا مسجد قرطبہ کے ساتھ اپنے لیے ایک عالی شان قصر تعمیر کیا تھا، اور اس کے پائیں باغ میں ملک شام کی گٹھلی سے کھجور کا ایک درخت لگایا تھا۔ ایک دن شام کے وقت سلطان حسبِ معمول پائیں باغ میں ٹہل رہا تھا۔ اس وقت وہ اپنے عزیزوں اور رفیقوں کی غداری اور بے وفائی سے بہت آزردہ خاطر تھا۔ اس عالم میں اس کی نظر کھجور کے اس درخت پر پڑی جس نے یکایک وطن کی یاد تازہ کردی۔ اس کا دل بھر آیا اور بے اختیار چند اشعار اس کی زبان پر جاری ہوئے جن کا ترجمہ علامہ نے اپنے لفظوں میں میں کیا ہے۔
(ب ج ۱۰۲)

عبدُالقادِر کے نام : یہ بانگِ درا میں علامہ کی ایک نظم کا عنوان ہے یہ نظم انھوں نے غالباً ۱۹۰۸ میں اپنے دوست شیخ سر عبدالقادر کے نام لکھی تھی جو ۱۹۰۷ میں علامہ کے ساتھ انگلستان میں مقیم تھے۔ اس نظم میں اقبال نے سر عبدالقادر کو اپنے ان ارادوں سے مطلع کیا ہے جو مستقبل کے لیے ان کے ذہن میں تھے اور جن کو وہ مرتے دم تک جامۂ عمل پہناتے رہے، یہی وہ مختصر خاکہ ہے جس کی تفصیلی شکل خضرِ راہ اور طلوعِ اسلام (رک) میں اقبال نے بیان کی ہے۔

سر شیخ عبدالقادر اردو زبان کے بڑے محسن تھے انھوں نے ۱۹۰۱ میں اردو کی خدمت کا بیڑا اٹھایا اور ۱۹۵۰ء تک بڑی سرگرمی سے اسی راستے پر گامزن رہے شیخ صاحب اردو کی ترویج و اشاعت کے کام میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ اس کے علاوہ ہر ضرورتمند کی بے لوث امداد کرتے تھے اور ہر معاملے میں اللہ کی مصلحت پر بھروسا اور ایمان رکھتے تھے۔
(ب د، ۱۳۲)

: اس نظم کے پانچ مزید شعر باقیات میں درج ہیں (ان شعروں کا کوئی حوالہ درج نہیں)
(ب ا، ۲۵۱)

عِبرَت (ع) مونث : ایک خاص حالت میں غفلت سے آگاہی کی طرف جانے کا عمل، نصیحت اور تنبیہ پکڑنے کی کیفیت ؏
وہی عبرت وہی عظمت وہی شان دل آویزی
(۱۷، ب ج ، ۴۱)

عِبرَت خیز (ع ف) صفت، عبرت (= ایک خاص حالت میں غفلت سے آگاہی کی طرف جانے کا عمل، نصیحت اور تنبیہ پکڑنے کی کیفیت) + خیز، مصدر خاستن (= اٹھانا، اٹھنا) سے فعل امر : نصیحت اور انتباہ پکڑنے کا حسرتناک محرک ؏
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں
(تصویرِ درد، ب د، ۷۰)

عِبرَت کوش (ع ـ ف) عبرت + کوش، مصدر کوشیدن (= کوشش کرنا) سے فعل امر : نصیحت

حاصل کرنے والا، انجام بد سے سبق لینے والا ؎
جس سے لرزاں ہے مردِ عبرت کوش
(سیرِ فلک، ب د، ۱۴۲)

عَبَث (ع) صفت: بیکار، فضول، بے فائدہ ؎
میں نے اُسے اقبال یورپ میں اسے ڈھونڈا عبث
(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

عُبُودِیّت (ع) مونث: بندگی، بندہ ہونے کی صورت حال ؎
تاب تو ہیں بھی دعویٰ بھی عبودیت کا
(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۹)

عِتاب (ع) مذکر، غصہ، غیظ و جلال ؎
اسی سبب سے عتاب ملوک ہے مجھ پر
(۲۵، ب ج، ۴۸)

عَتِیق (ع) صفت: پرانا، قدیم ؎
بغل میں اس کی ہیں اب تک بتان عہد عتیق
(۱۱، ب ج، ۵۰)

عُثمانی (ع ف) صفت، عثمان (حضرت عثمان غنیؓ خلیفۂ سوم) + ی (لاحقۂ نسبت)، حضرت عثمان غنیؓ کا (مال و متاع) ؎
حیدری فقر ہے نے دولت عثمانی ہے
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۴)
: مراد ترک (جن کے مورث اعلیٰ کا نام عثمان تھا) ؎
اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۸)

عَجَب (ع) مذکر
عجیب (رک) ؎
عجیب واعظ کی دینداری ہے یارب
(غزلیات، ب د، ۹۹)
: تعجب کی بات ؎
پھر عجب یہ ہے کہ تیرا عشق بے پروا بھی ہے
(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۲)
: بہت کے معنی میں ؎
تیری بیتابی کے صدقے ہے عجب بیتاب تو
(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

عجب تماشا ہے: ان لفظوں سے باقیات کی جو غزل شروع ہوتی ہے اس کے چھ شعر باقیات میں اور دس شعر بانگ درا میں درج ہیں۔ یہ ابتدائی ماہ نامہ دکن ریویو (نمبر ۱۹۰۵ء) میں چھپی تھی
(ب ا، ۴۵۱ — ب د، ۱۳۹)

عجب کیا: یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ؎
عجب کیا آہ تیری نارسا ہے
(رباعیات، ب ج، ۱۰)

عجب مزہ ہے: بڑے تعجب کی بات ہے ؎
عجب مزہ ہے مجھے لذت خودی دے کر
(۳، ب ج، ۷۷)

عِجز (ع) مذکر
: عاجزی، خاکساری ؎
ہاں مگر عجز کے اسرار سے نامحرم ہے
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۰)
: معذور رہنے کی کیفیت، مجبوری ؎
عجز گویائی ہے گویا حکم قید خامشی
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۷)

عجزِ خوشامد زادہ (ع ف ف) مذکر، عجز + اضافت + خوشامد (رک) + زادہ (رک): وہ عاجزی جو خوشامد نے پیدا کی ہو، خوشامد کرنے کے لیے اظہار عاجزی ؎
ہے ترے عجز خوشامد زادہ سے نفرت مجھے
(رخصت اے بزم جہاں، ب ا، ۳۱۵)

عَجَم (ع) صفت: جو عرب سے باہر کا ہو (علاقہ یا شخص) ؎
بادہ گردان عجم وہ، عربی میری شراب
(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

عجم کے میکدوں میں: مراد غیر اسلامی ملکوں کی درسگاہوں میں ؎
کہ عجم کے میکدوں میں نہ رہی مے مغانہ
(۱۱، ب ج، ۱۵)

: ایران سے
عجم کا حُسنِ طبیعت عرب کا ذوقِ جمال
(مدنیت اسلام، ض ک، ۴۹)

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں، ورنہ

ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

: عجمی مسلمان ابھی تک دین کے بھیدوں کو نہیں سمجھتے ورنہ دیوبند کے حسین احمد نے یہ کیا کہ دیا جس پر سخت تعجب ہے
(حسین احمد، ا ح، ۴۹)

عَجَمی (ع ف) صفت، عجم (رک) + ی (لاحقۂ نسبت)
: عرب سے خارج علاقے کا باشندہ سے
عجمی خم ہے تو کیا مے تو حجازی ہے مری
(شکوہ، ب د، ۱۰۰)

: عرب سے باہر کی کوئی چیز سے
کوئی دلکشا صدا ہو عجمی ہو یا کہ تازی
(۱۳، ب ج، ۱۷)

عَجَمی تخیّلات (- ع ا) مذکر، عجمی + تخیّل (رک) + ات (عربی کے ڈھنگ پر اردو والوں کی اضافہ کی ہوئی علامت جمع) : علوم و فنون، مراد فکر و نظر سے
نے عربی مشاہدات نے عجمی تخیلات
(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۲)

عَجَمی لَے : مراد شعر و سخن میں ایرانی شاعری کا تتبّع یعنی حسن و عشق اور ہجر و وصال کے فرضی افسانے سے
اچھی نہیں اس قوم کے حق میں عجمی لَے
(شاعر، ض ک، ۱۲۷)

عَجیب (ع) صفت۔
: طُرفہ، انوکھا (اظہارِ تعجب کے محل پر)
عجیب میکدہ ہے خروش ہے یہ گھٹا
(ابر، ب د، ۹۱)

: نہایت عمدہ، نہایت خوب (تحسین کے محل پر)
عجیب خیمہ ہے کہسار کے نہالوں کا
(ابر، ب د، ۹۱)

عَدالَت (ع) مؤنث : انصاف سے
سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا، شجاعت کا
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

عَداوَت (ع) مؤنث : دشمنی، کینہ، بغض، مخالفت سے
عداوت ہے اسے سارے جہاں سے
(غزلیات، ب د، ۹۹)

عَدل (ع) مذکر : انصاف سے
عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۱)

عَدَم (ع) مذکر : اصلی معنی نہ ہونا، نیستی، مراداً فنا (کیونکہ آفتاب عدم کا باعث نہیں، فنا کا باعث ہے) سے
باعث ہے تو وجود و عدم کی نمود کا
(آفتاب، ب د، ۴۳)

عَدَم آباد (ع ف) مذکر، عدم (= نیستی، فنا) + آباد (= آبادی، بستی) : نیستی اور فنا کی دنیا سے
آسماں کیا عدم آباد وطن ہے میرا
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۵)

عَدَم ناآشنا (- ف ف) صفت، عدم (= نیستی، نیست ہونا، معدوم ہو جانا) + ناآشنا (رک) : نیستی سے کوسوں دور سے
زندگانی ہے عدم ناآشنا محبوب کی
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

عَدَن (ع) مذکر، حدودِ یمن میں ایک جزیرے کا نام جس کے سمندر سے گراں بہا موتی نکلتے ہیں سے
موتی عدن سے لعل ہوا ہے یمن سے دور
(رباعیات، ب ا، ۳۳)

عَدُو (ع) صفت : دشمن، مخالف، حریف سے
دیکھ اے چشمِ عدو مجھ کو حقارت سے نہ دیکھ
(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۴)

عَدیل (ع) صفت، مثل، ہمسر سے
یہ وہ ہیں وہ ہیں جن کا نہیں عدیل و نظیر
(خیرمقدم، ب ا، ۱۰۱)

عذاب (ع) مذکر: وہ دکھ جو کسی عمل کے انجام میں ہو۔ اذیت، وبال ہے
عذاب دانش حاضر سے باخبر ہوں میں
(۴۲، ب ج، ۶۳)

عذر (ع) مذکر: حیلہ، بہانہ، معذرت (جو کسی اقدام پر مجبور ہو جانے کی صورت میں وقوع پذیر ہو)

عذر آفرینِ جرمِ محبّت (ـ ف ع ع) عذر + آفرین، مصدر آفریدن (= پیدا کرنا) سے فعل امر + اضافت + جرم (= گناہ) + محبّت (رک): محبّت کرنے کے گناہ کا (جائز) عذر پیدا کرنے والا (اگر محبت گناہ ہے تو اس گناہ کے ارتکاب کا عذر یا اس ارتکاب پر معذور و مجبور ہونے کی معذرت خود حسن ہے۔ حسن ایسا ہوتا نہ یہ گناہ سرزد ہوتا) ہے
عذر آفرین جرم محبت ہے حسن دوست
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

عذرِ پرہیز (ـ ف) مذکر، عذر (= بہانہ) + اضافت + پرہیز (= منع کی ہوئی چیز سے بچنے کا عمل): شراب عشق پینے میں یہ عذر کہ ہم اس سے پرہیز کرتے ہیں ہے
عذر پرہیز پہ کہتا ہے بگڑ کر ساقی
(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

عراق (ع) مذکر: عرب کے ایک ملک کا نام جس میں کربلا و نجف اور بغداد واقع ہیں (رک عراق و پارس) موسیقی کا ایک راگ جو چاشت کے وقت گایا جاتا ہے (رک عراق دل نشیں)

عراقِ دلنشیں (ـ ف ف) مذکر، عراق + اضافت + دل (رک) + نشیں، مصدر نشستن (= بیٹھنا) سے فعل امر: دل میں اثر کرنے والا نغمہ ہے
چھیڑتی جا اس عراق دلنشیں کے ساز کو
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

عراق و پارس (ع ف ف) عراق + و (عطف) + پارس (ایران): مراد ممالک اسلامیہ ہے
یوں دلا دستی مجھکو دیتے ہیں عراق و پارس

(۲، ب ج، ۲۷)

عَرَب (ع) مذکر: مشہور ملک جس کے صوبہ حجاز میں بانی اسلام متولد ہوئے اور وہیں سے ساری دنیا میں دین پھیلایا ہے
چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)
ملک عرب کی رہنے والی عرب لڑکی
(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۴)

عرب کا معمار (ع ا ر ع) مذکر، عرب (= مشہور ملک) + کا + معمار (= عمارت اٹھانے والا کاریگر): آنحضرت صلعم جنہوں نے قصر اسلام کی بنا ڈالی ہے
نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا
(غزلیات، ب د، ۱۳۵)

عربستان: عرب کی سرزمین ہے
ہمہ تن شوق ہوا سے عربستاں ہونا
(فریادامت، ب د، ۱۶۱)

عربی (ع ف) صفت، عرب (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): عرب کی بنی ہوئی، عرب سے منسوب ہے
بادہ گردان عجم وہ، عربی میری شراب
(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

عربی مشاہدات (ـ ع) مذکر: عرب کی آنکھوں دیکھی باتیں، یعنی رسالتمآب صلعم کی سرگزشت اور ان کا ذکر ہے
نے عربی مشاہدات نے عجمی تخیلات
(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۲)

عرش (ع) مذکر: تخت، آسمانوں کی بلندیوں سے بھی بالا، خیال کی پرواز تک یا اس سے بھی صدہا ہزار درجے بلندی تک جسے سمجھنے سمجھانے کے لیے مجازاً خدائے تعالیٰ کے تخت سے تعبیر کیا جاتا ہے، عرش اعظم عرش معلیٰ اور عرش الٰہی وغیرہ اس کے نام ہیں (یہ محض عالم انوار ہے جسے خدائے تعالیٰ کی عظمت اور شہنشاہیت

کی بنا پر تخت سے تعبیر کرتے ہیں) ؎
عرش کا ہے کبھی کعبے کا ہے دھوکا اس پر
(دل، ب د، ۶۱)

عرشِ بریں (۔ ف ف) مذکر، عرش + بر (= بلندی) + یں (لاحقۂ نسبت): بلندی سے نسبت رکھنے والا یعنی بلند (اور مجازاً عالی مرتبہ) ؎
عرشِ بریں سے آئی آواز اک ملک کی
(بزم انجم، ب د، ۱۷۴)

عرش کا پایہ (۔ ا ف) مذکر، عرش + کا + پایہ (تخت یا پلنگ وغیرہ کے اُن ڈنڈوں میں سے ہر ایک جن پر وہ قائم ہے)، مراد عرش کی بلندی، عرش ؎
لکھا تھا عرش کے پائے پہ یہ اکسیر کا نسخہ
(محبت، ب د، ۱۱۱)

عرشی (ع ف) صفت، عرش (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): عرش کا رہنے والا، فرشتہ ؎
تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ
(۱، ب ج، ۲۳)

عرشی، اقبال اور ظفر علی خاں: اس عنوان کے تحت عرشی امرت سری کا ایک پیام بنام اقبال اور ان کا جواب فارسی اشعار میں درج کتاب ہے۔ اقبال نے اپنے جواب کی تاریخ ۲۲ مئی ۱۹۲۲ء لکھی ہے۔ مشکل الفاظ کا حل اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے۔
(ب ا، ۲۴۴)

عرصہ (ع) مذکر: میدان (جیسے لڑائی کا میدان) ؎
عرصۂ پیکار میں ہنگامۂ شمشیر کیا
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۰)

عرض (ع) مونث: زبان سے پیش کرنے کا عمل، التماس، درخواست، گزارش ؎
کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
(صدیق، ب د، ۲۲۴)

عرضِ مطلب (ع ع) مذکر، عرض + اضافت + مطلب (= مقصد، خواہش): جو کچھ مطلوب ہو اسے بیان کرنے کا عمل ؎
عرضِ مطلب سے جھجک جانا نہیں زیبا مجھے
(سید کی لوح تربت، ب د، ۵۲)

عرضداشت (ف) مونث: عرضی، گزارش
(ابلیس کی عرضداشت، ب ج، ۱۶۲)

عرفان (ع) مذکر
۱: پہچاننا، حقیقت کو سمجھنا ؎
درد کے عرفاں سے عقل سنگدل شرمندہ ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۷)
۲: معرفت الٰہی ؎
نہ ہو نومید نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے
(ایک نوجوان کے نام، ب ج، ۱۲۰)

عرفی: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے عرفی کا ایک مشہور شعر تضمین کیا ہے اور اس ضمن میں اُس کی تعریف و تحسین بھی کی ہے۔

عرفی فارسی کا ایک مشہور شاعر تھا۔ جدت آفرینی، بلند خیالی اور اسلوب بیان کے زور میں دو ایک کو چھوڑ کر فارسی کا کوئی اور شاعر اس کا مقابلہ نہیں کرتا انسانی تخیل کی معراج میں خود اقبال نے اس کو بوعلی سینا اور حکیم فارابی کا ہمسر قرار دیا ہے۔ ۱۵۵۶ء میں پیدا ہوا۔ اکبر اعظم کے عہد میں ہندوستان آیا اور ۳۶ سال کی عمر پا کر ۱۵۹۲ میں فوت ہو گیا۔ دیوان عرفی اور قصائد عرفی دو مجموعے یادگار چھوڑے۔

سینا، پورا نام حکیم ابو علی بن سینا، جو طب، ریاضی، منطق، فلسفہ اور کلام میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ اکثر و بیشتر علما کی رائے یہ ہے کہ وہ سب سے بڑا فلسفی تھا۔ ۹۸۰ء میں بخارا کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوا اور ۱۰۳۷ء میں وفات پائی۔ اس کی تصانیف میں اشارات (فلسفہ)، شفا اور قانون (طب) بہت مشہور ہیں۔

فارابی، پورا نام محمد بن طرخان ابونصر فارابی تھا۔ ابن خلکان کے نزدیک کوئی مسلمان فلسفی اس کا ہم پایہ نہیں گزرا۔ ۸۷۰ء میں بمقام فاراب (ترکستان) پیدا ہوا اور

۹۵۰ء میں بمقام دمشق وفات پائی۔ اس نے تمام علوم و فنون میں کتابیں لکھی ہیں۔ ابن سینا نے ارسطو کی مابعد الطبیعیات کے مطالب اسی کی لکھی ہوئی شرح سے اخذ کیے۔ یہی وجہ ہے کہ علم کی دنیا میں ارسطو کو معلمِ اوّل اور فارابی کو معلمِ ثانی کہا جاتا ہے۔

عَرَق (ع) مذکر: پسینہ۔

عرقِ شرم: وہ پسینہ جو شرمسار ہونے کے وقت آ جاتا ہے ؎

عرقِ شرم میں ڈوبا جو گنہگار آیا

(فریادِ امت، ب ا، ۱۵۰)

عرق ناک (ع ـ ف) صفت، عرق + ناک (لاحقۂ صفت): پسینے میں غرق، پسینے پسینے، کنایۃً شرمندہ ؎

کرتی ہے چمک جن کی ستاروں کو عرقناک

(۴۹، ب ج، ۶۹)

عُرُوج (ع) مذکر: چڑھاؤ، ترقی، بلندی ؎

تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۶)

عُرُوس (ع) مونث: دلھن۔

عروسِ رحمت: رحمت الٰہی کو عروس سے تشبیہ دی ہے

(النعت، ب ا، ۴۰۱)

عروسِ شام (ع) مونث، عروس + اضافت + شام (= سورج ڈوبنے کا وقت): شام کو شفق کی سرخی کے پیشِ نظر دلھن سے تشبیہ دی ہے ؎

چرخ نے بالی چرا لی ہے عروسِ شام کی

(ماہِ نو، ب د، ۵۳)

عروسِ شب (ع ـ ف) مونث، عروس + اضافت + شب، رات کی سیاہی کا زلفوں سے استعارہ کر کے رات کو دلھن سے تشبیہ دی ہے ؎

عروسِ شب کی زلفیں تھیں ابھی ناآشنا خم سے

(محبت، ب د، ۱۱۱)

عروسِ شب کے موتی (ع ـ ف اردو) عروسِ شب + موتی (= مراد تارے): تاروں کا موتی سے استعارہ کیا ہے ؎

چمکے عروسِ شب کے موتی وہ پیارے پیارے

(بزمِ انجم، ب د، ۱۷۴)

عروسِ لالہ (ع ـ ف) مونث، عروس + اضافت + لالہ (رک): لالے کے پھول کو اس کے رنگ اور دلکشی کے باعث دلھن سے تشبیہ دی ہے ؎

عروسِ لالہ مناسب نہیں ہے مجھ سے حجاب

(۲۳، ب ج، ۴۶)

عروسِ ہند: اضافتِ تشبیہی ہے (عروسِ ہند کے ساتھ "آبرو گئی" کے الفاظ سے ذم کا پہلو متبادر ہوتا ہے جو شاعر کا مقصود نہیں) ؎

اے عروسِ ہند تری آبرو گئی

(اشکِ خوں، ب ا، ۸۵)

عُرُوق (ع) مونث: رگیں (عرق کی جمع) ؎

عروقِ مردۂ مشرق میں خونِ زندگی دوڑا

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۷)

عروق و عظام (ع ـ ف ع) مونث، عروق + و (عطف) + عظام (عَظم (= استخوان، ہڈی) کی جمع) "بے عروق و عظام" وہ جسم جس میں نہ رگیں ہوں نہ پٹھے اور نہ ہڈیاں (ظاہر ہے ایسا جسم چند لمحے بھی زندہ نہیں رہ سکتا) ؎

بدن عراق و عجم کا ہے بے عروق و عظام

(مرگِ خودی، ض ک، ۸۰)

عُریاں (ع) صفت: برہنہ، بغیر کسی پردے کے، کھلم کھلا نمایاں اور ظاہر ؎

آہ اس محفل میں تو عریاں ہے پر مستور ہے

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

عریاں تنی (ع ـ ف ف) مونث، عریاں + تن (= جسم) + ی (لاحقۂ کیفیت): برہنگی، جسم ڈھانکنے کے لیے کپڑا نہ ہونے کی صورتِ حال ؎

ترے عزیزوں کو عریاں تنی کا غم ہے وہی

(ب ا، ۵۳۲)

عُریانی (ع) مونث: جسم کپڑے سے خالی ہونے کی صورتِ حال، برہنگی، مراد تہذیب سے محروم ہونے کی کیفیت ؎

تیری ہستی پیرہن عریانیِ عالم کی ہے

(مسلم، ب د، ۱۹۶)

: ہر پردے کو ہٹا کر نورانی حیثیت میں سامنے آجانے کا عمل جس کے بعد لوگ نور سے استفادہ کریں، مکمل تعلیم اسلام دینے سے مراد ہے

تو سراپا نور ہے خوشتر ہے عریانی تجھے

(نوید صبح، ب د، ۲۱۲)

عَزازِیل (ع) مذکر : ابلیس (رک) کا نام ہے

کہتا تھا عزازیل خداوند جہاں سے

(ابلیس کی عرضداشت، ب ج، ۱۶۲)

عَزائِم (ع) مذکر : عزیمت (= بلند ارادہ) کی جمع ہے

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے

(طارق کی دعا، ب ج، ۱۰۵)

عِزّت (ع) مونث : آبرو، بڑائی ہے

آؤ جو مرے گھر میں تو عزت ہے یہ میری

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

عزّت بنانا (ـ ار) : عام لوگوں کی یا حکومت کی نظر میں اعزاز اور مقبولیت بڑھانا، نام چمکانا، شہرت حاصل کرنا، محترم بننا ہے

بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

(قطعہ، ب د، ۱۶۲)

عُزلَت (ع) مونث : تنہائی، گوشہ نشینی، اپنے خیالات میں مگن سب سے الگ تھلگ رہنے کی صورتِ حال ہے

آزاد فکر سے ہوں عزلت میں دن گزاروں

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

عُزلَت خانہ (ـ ف) مذکر، عزلت + خانہ (رک) : گوشۂ تنہائی ہے

چشم انساں سے نہاں پتوں کے عزلت خانے میں

+ امروز (رک) : آج کا عیش و آرام، وقتی راحت و سکون ہے

عقیدہ عشرتِ امروز ہے جوانی کا

(عشرت امروز، ب د، ۱۲۶)

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۲)

عَزم (ع) مذکر : ارادہ (رک اہل عزم و ہمت)

عَزِیز (ع) صفت

: پیارا، محبوب، پسندیدہ ہے

عزیز ہے انھیں نام وزیری و محمود

(محراب گل افغان، ۱۸، ض ک، ۱۷۰)

: رشتہ دار، کنبے کے لوگ ہے

جو گھر سے اقبال دور ہوں میں تو ہوں نہ محزوں عزیز میرے

(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

عَزِیز تَر (ـ ف) صفت، عزیز + تر (= زیادہ (مقابلے میں)) ہے

کہ ہے عزیز تر از جاں وہ جانِ جاں مجھ کو

(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

عَساکِر (ع) مذکر : عسکر (= لشکر) کی جمع ہے

آکر ہوا امیر عساکر سے ہمکلام

(جنگ یرموک، ب د، ۲۴۷)

عِشا (ع) مونث : رات، مراد مادی تاریکیاں ہے

دنیا کی عشا ہو جس سے اشراق

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۸)

عُشّاق (ع) مذکر : عاشق (رک) کی جمع ہے

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر

(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

عِشرَت (ع) مونث : خوشی اور عیش و نشاط ہے

میں ان کی محفل عشرت سے کانپ جاتا ہوں

(غزلیات، ب د، ۱۲۹)

اِمروز (ع ف) مونث، عشرت + اضافت

: یہ بانگ درا کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جوان "کل" کی امید پر قانع نہیں ہوتا بلکہ اس کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ "آج" (اپنی قوت بازو سے) سامان عشرت فراہم کرے، گویا یہ نظم قوت عمل کو حرکت میں لانے کی ایک غیر شعوری تحریک ہے۔

(ب د، ۱۲۵)

عشرتِ پرویز (ـ ف) مونث، عشرت + اضافت + پرویز (رک، پرویز کی) عیش
خرید سکتے ہیں دنیا میں عشرتِ پرویز
(۵۰، ب ج، ۷۰)

عشرت خانہ (ـ ف) مذکر، عشرت + خانہ (رک): جائے آرام عیش
دل نہیں پہلو میں تیرے غم کا عشرت خانہ ہے
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۷)

عشق (ع) مذکر
: محبت، والہانہ محبت۔ وہ محبت جس میں تکلیف بھی لذت آمیز ہو،
: عشق حقیقی، ماسوی اللہ کا عشق عیش
شان کرم پہ ہے مدار عشق گرہ کشاے کا
(پیام، ب د، ۱۱۳)

: مجاز مرسل کے طور پر عاشق
صبح ازل جو حسن ہوا دل ستان عشق
(شمع، ب د، ۵۴)

: حضرت ابراہیم علیہ السلام جو محبت الٰہی میں سراپا عشق تھے عیش
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
(غزلیات، ب د، ۲۷۸)

عشق اپنا آپ سودائی ہوا: جس شعر کا یہ اقتباس ہے اس میں وحدت وجود کے مسئلے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے
(ب ا، ۳۹۴)

عشق انگیز (ـ ف) عشق + انگیز، مصدر انگیختن (= اٹھانا، اٹھنا) سے فعل امر: محبت پیدا کرنے والا عیش
حسن عشق انگیز ہر شے میں نظر آئے مجھے
(آفتاب صبح، ب د، ۴۹)

عشق اور موت: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انگلستان کے مشہور شاعر ملک الشعرا ٹینی سن کی ایک نظم سے ماخوذ ہے۔ یہ ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۹۲ میں وفات پائی۔ ۱۸۵۰ میں ورڈ ذورتھ کی رحلت کے بعد حکومت نے اسے ملک الشعراء کا خطاب دیا۔ ۱۸۸۳ میں حکومت نے اسے لارڈ کا خطاب دیا
(ب د، ۷۰۵)

: اس عنوان سے جتنے شعر مخزن (نومبر ۱۹۰۳ء) میں شائع ہوئے تھے ان میں سے چھ شعر بانگ درا میں کم درج ہیں اور باقیات میں مخزن کے حوالے سے نقل کیے گئے ہیں۔
(ب ا، ۳۱۴)

عشق بازی (ـ ف) مونث، عشق + بازی (رک) عشق و محبت کا کھیل، عاشق مزاجی، عشق کے مزے اڑانے کی صورت حال عیش
نہیں عشق بازی تو یہ کیا ہے زاہد
(ب ا، ۴۲۱)

عشقِ حسینؓ حجاز (ـ ع ع) مذکر، عشق + اضافت + حسین (رک) + اضافت + حجاز (رک) (اس ترکیب میں حجاز کا لفظ امام حسینؓ کے تعارف کے لیے نہیں بلکہ قافیے کی پابندی میں لایا گیا ہے): امام حسین علیہ السلام کا عشق جو خدائے تعالیٰ اور دین اسلام سے تھا اور جس کے جذبے میں انھوں نے اپنا گھر، زر، سر، پسر اور سب کچھ کربلا میں روز عاشورہ محرم ۶۱ھ میں قربان کر دیا مگر ایک دشمن خدا و اسلام یعنی یزید کے سامنے سر جھکانا گوارا نہ کیا عیش
نماز عشق حسینؓ حجاز ہے گویا
(بلالؓ، ب ا، ۲۳۴)

عشق کا حاصل (ـ ا ر ع) عشق + کا + حاصل (رک)
: عشق میں منزل کمال پر پہنچا ہوا عیش
حسن کی برق ہے تو عشق کا حاصل ہوں میں
(حسن و عشق، ب د، ۱۱۶)

عشقِ گرہ کشاے (ـ ف ف) مذکر، عشق + گرہ کشاے (رک) ماسوی اللہ کا عشق جس سے بے شمار مشکلات حل ہو جاتی ہیں عیش
شان کرم پہ ہے مدار عشق گرہ کشاے کا
(پیام، ب د، ۱۱۳)

عشق ناپید و خرد می گزدش صورت مار

: عشق سے محروم ہے اور عقل اسے سانپ کی طرح ڈس رہی ہے۔

(زمانۂ حاضر کا انسان، ض ک، ۶۹)

عصا (ع) مذکر: لاٹھی، سہارا جس کے بل پر انسان چلتا ہے ؎

ہے دلیری دست ارباب سیاست کا عصا

(سید کی لوح تربت، ب د، ۵۳)

عصر (ع) مذکر: زمانہ:

عصرِ حاضر (ع-ع) مذکر، عصر + اضافت + حاضر (= موجودہ): زمانۂ حال.

(ض ک، ۸۱)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے غیر اسلامی نظام اور نصاب تعلیم پر تنقید کی ہے

(ض ک، ۸۱)

عصرِ کہن (ع ف) مذکر، پرانا زمانہ، اسلام سے پہلے کا زمانۂ جاہلیت ؎

کھا گئی عصر کہن کو جن کی تیغ ناصبور

(صقلیہ، ب د، ۱۴۲)

عصفور (ع) مونث: چڑیا، مراد بلقانی فوج جو ترکوں سے محاذ آرا تھی ؎

شاہیں گدا سے دانۂ عصفور ہو گیا

(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۷)

عصمت (ع) مونث: بیگناہی، معصومیت ؎

حرف غلط بن گئی عصمت پیر کنشت

(مسجد قرطبہ، ب ج ۹۹)

عصیاں (ع) مذکر: گناہ ؎

یہ وہ نسخہ ہے کہ جس سے درد عصیاں دور ہو

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن ۴۹)

عطا (ع) مونث: بخشش، فیض (دیکھ عطا ہونا)

عطا کرنا (-ار): بخشش کے طور پر دینا ؎

عطا فلک نے کیا تجھ کو آشیاں مجھ کو

(میں اور تو، ب د، ۲۲۰)

عطا کیونکر ہوا (-ار ار) کس طرح دیا گیا، کس وجہ سے بخشا گیا (اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ محبت کے نفسیات کا یہی اصول ہے کہ محبوب جس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں اس پر زیادہ برہمی کا اظہار کیا کرتے ہیں ؎

مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

عطا ہونا (ع ار): دیا جانا، بلا معاوضہ بخشش کیا جانا، کوئی چیز بے منت ملنا ؎

عطا چاند کو چاندنی ہو رہی تھی

(عشق اور موت، ب د، ۵۰)

عطائے شعلہ الخ: جو خود سوز عشق رکھتا ہے وہ جب کسی کو کچھ دے گا تو سوز عشق ہی دے گا ؎

عطائے شعلہ شرر کے سوا کچھ اور نہیں

(۲۴، ب ج، ۴۷)

عطار: پورا نام خواجہ فرید الدین ابو حامد محمد بن ابوبکر ابراہیم بن اسحاق نیشاپوری ہے ان کے والد کا نام عطار تھا مگر یہ خود اپنے پدر بزرگوار کے نام سے مشہور ہو گئے. فارسی زبان کے مشہور صوفی شاعر تھے جنھیں رومی نے بھی اپنا پیشرو تسلیم کیا ہے. چھٹی صدی ہجری کے نصف اول میں پیدا ہوئے اور ساتویں صدی کے ربع اول میں وفات پائی ؎

ما از پس سنائی و عطار آمدیم

(۱، ب ج ۲۲۴)

عطر (ع) مذکر: خوشبودار چیز کا جوہر (جس کی ایک بوند لباس پر مل لی جائے تو کئی دن مہک باقی رہتی ہے)

عطر آگیں (-ف): عطر کی مہک سے بسی ہوئی ؎

صبا تھی عطر آگیں ابر رحمت گوہر افشاں تھا

(گل خزاں دیدہ، ب ا، ۵۱۴)

عظمت[1] (ع) مونث: بزرگی، بڑائی، عظیم ہونے کی کیفیت بزرگی ؎

اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لیے

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

---

[1] عربی میں عَظَمَت ہے۔

عظمتِ دیرینہ کے مٹتے ہوئے آثار (ع ف پ ار ا ر ع) مذکر، عظمت (= بزرگی، بڑائی، شان شوکت) + دیر (= قدیم) + ین یا ینہ (کلمۂ نسبت) + کے (رک) مٹتے ہوئے، مصدر مٹنا سے حالیہ ناتمام (= جن کے مٹنے کا عمل جاری ہے) + آثار (= نشانات): قدیم (بزرگوں یا سلطنتوں) کی شان و شوکت کے نشانات یعنی پرانی عمارات وغیرہ کے کھنڈر جنہیں دیکھ کر زمانۂ قدیم کے بزرگوں کے جاہ و جلال کا پتا چلتا ہے۔

عظمتِ دیرینہ کے مٹتے ہوئے آثار میں

(بچہ اور شمع، ب د، ۳۰۹)

عظمت طراز (– ع) صفت، عظمت + طراز (رک): عظمت کو آراستہ کرنے یا بڑھانے والا۔

رہیں جہاں میں عظمت طراز تاج و سریر

(خیر مقدم، ب ا، ۱۰۱)

عظمتِ غالب (– ع) مونث، عظمت + اضافت + غالب (دہلی کا مشہور شاعر، وفات ۱۸۶۹ء): مرزا غالب کی عظیم شخصیت۔

عظمتِ غالب ہے اک مدت سے پیوندِ زمیں

(داغ، ب د، ۸۹)

عظمت فزائے تنہائی (– ت ف) صفت، عظمت + فزا (رک) + ے (علامت اضافت) + تنہائی (رک): تنہائی کی شان بڑھانے والے، جنھوں نے تنہائی اور سناٹے میں انسان کے لیے دلچسپی بہم پہنچا دی ہے۔

کھڑے ہیں دور وہ عظمت فزائے تنہائی

(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)

عظیم (ع) صفت، پر عظمت، اعلیٰ اور بلند۔

اس کا مقام بلند اس کا خیال عظیم

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۷)

عفت (ع) مونث: پرہیزگاری، پارسائی، پاک دامنی۔

فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ

(۵۹، ب ج، ۷۷)

عفو (ع) مذکر: معافی، درگزر، بخشش۔

مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

(غزلیات، ب د، ۲۸۱)

عفیف (ع) صفت، پارسا

کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

(مغربی تہذیب، ض ک، ۱۷)

عقابی (ع ف) صفت، عقاب (= ایک طاقتور شکاری پرندہ جو بہت بلند اڑتا ہے) + ی (لاحقۂ نسبت)

عقابی روح (– ع) مونث، عقابی + روح (رک): بلند پروازی کا جذبہ۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں

(ایک نوجوان کے نام، ب ج، ۱۲۰)

عقابی شان (– ع) مونث، عقابی + شان (رک): بڑے رعب دبدبے اور طمطراق کے ساتھ (یونانیوں نے ترکوں پر برطانیہ کی شہ سے جو زور دار حملہ کیا تھا اسے عقابی شان سے تشبیہ دی ہے)۔

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو بے بال و پر نکلے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

عقائد (ع) مذکر: عقیدہ (رک) کی جمع۔

اس دور میں ہے شیشۂ عقائد کا پاش پاش

(مذہب، ب د، ۲۴۹)

عقبیٰ (ع) مونث: آخرت، حساب کتاب جنت اور حور و قصور کا خیال۔

عقبیٰ بھی چھوڑ دے: جنت کی نعمتوں اور حوروں کا لالچ بھی نہ کر (بلکہ خلوص سے اس بنا پر خالق کی عبادت اور محبت کر کہ وہ اس کا مستحق ہے)۔

دنیا جو ترک کی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

عقدِ گوہر: رک مثنوی عقدِ گوہر

(ر ب ا، ۳۸۱)

عُقدہ (ع) مذکر

: گرہ گتھی، الجھن، پیچیدہ بات جو حل نہ ہوتی ہو۔ (گرداب کے بیچ میں جو پانی کا چکر پڑتا ہے اسے بھی گرہ سے تشبیہ

دیتے ہیں) کا

کہ عقدہ خاطرِ گرداب کا آبِ رواں تک ہے

(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

: راز، بھید کا

معراج مصطفیٰ سے کھلا عقدۂ حیات

(معراج، ب ا، ۲۲۴)

عُقدَہ کُشا (- ف) صفت، عقدہ + کشا (رک): گرہ کھول لینے والا، مشکل کو حل کرنے والا، مراد جدّوجہد اور مشکلات سے بچنے کی کوشش کو تیز کرنے والا کا

ہیں عقدہ کشا یہ خارِ صحرا

(۱۳، ب ج، ۵۴)

عُقدَۂ اَضداد کی کاوِش (- ف ع ا ر ف) عقدہ + ۂ (علامت اضافت) + اضداد (= جو باہم ایک دوسرے کی ضد یا نقیض ہوں) + کی (رک) + کاوش (= دشمنی، باہم مخالفت): دنیا والوں کے اختلاف باہمی اور امتیازات کی الجھنیں کا

عقدۂ اضداد کی کاوش نہ تڑپائے مجھے

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

عُقدۂ بُت خانہ (- ف ف) مذکر، عقدہ + ۂ (علامت اضافت) + بت خانہ (رک): صنم خانوں کی گتھی، یہ بات کہ ان میں ماسوی اللہ ہے یا اللہ (زبان تک پہنچتے پہنچتے میرا مطلب دل بھی ایسی ہی لاحل گتھی بن کر رہ گیا) کا

زباں تک عقدۂ بت خانہ بن کر رہ گیا مطلب

(ب ا، ۴۴۸)

عُقدۂ تَقدِیر (ع ع) مذکر، عقدہ + ۂ (علامت اضافت) + تقدیر (= قسمت): وہ گرہ اور رکاوٹ جو قسمت میں لکھی ہے اور جس کی وجہ سے فراق کا دن دیکھنا پڑا، بدقسمتی، بدنصیبی کا

کھول دے گا دستِ وحشت عقدۂ تقدیر کو

(نالۂ فراق، ب د، ۷۸)

عُقدۂ مُشکِل (- ف ع) مذکر، عقدہ + ۂ (علامت اضافت) + مشکل (= دشوار): پیچیدہ مسئلہ کا

نہیں ممکن مگر اس عقدۂ مشکل کی کشود

(عورت، ض ک، ۹۷)

عَقل (ع) مونث

: فہم، ادراک، دانائی کا

یہ عقل اور یہ سمجھ یہ شعور کیا کہنا

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

: وہ انسانی بصیرت یا شعور جسے نقل یعنی شریعت اور احکام سے کوئی تعلق نہ ہو (جو عشق کی ضد ہے) کا

عشق تمام مصطفیٰ عقل تمام بو لہب

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۴)

عَقل ٹھکانے نہیں: بے عقل ہو گیا ہے کا

کہتا تھا یہ کہ عقل ٹھکانے تری نہیں

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

عَقلِ سَنگدِل (- ف ف) مونث، عقل + اضافت + سنگ (رک) + دل (رک): عقل جو کہ پتھر کا دل رکھتی ہے (اور محبت پروردنے سے رد کرتی ہے) کا

درد کے عرفاں سے عقل سنگ دل شرمندہ ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۷)

عَقلِ کُل (- ع) مذکر، عقل + اضافت + کل (= مجسم، سراپا): فلسفے کی اصطلاح ہیں اس کے کئی معنی ہیں جن میں سے پہلا فرشتہ (جبرئیل) زیادہ مشہور ہیں اور وہی یہاں مراد ہیں (باقی معانی جو اس جگہ مطلوب نہیں رسول کریم کا نور اور عرش ہیں) (رک عندلیب عقل کل)

عَقل و دِل: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے، جو انھوں نے اپنی خودی کا فلسفہ محکم طور پر مرتب کرنے سے پہلے اپنے ابتدائی دور میں کہی تھی۔ اس جگہ "دل" سے عشق مراد ہے۔ گویا انھوں نے عقل اور عشق کا مقابلہ کیا ہے جو آگے چل کر ان کی شاعری کا موضوعِ اصلی قرار پایا۔ ماحصل نظم کا یہ ہے کہ عشق کو عقل پر برتری حاصل ہے۔ عقل کے ذریعے انسان نئی نئی باتیں دریافت کرتا ہے اور عشق کے ذریعے ان

ان حقائق کا یقین اور عقیدہ حاصل کرتا ہے جن تک
عقل اور حواس خمسہ کی رسائی نہیں ہوتی جیسے وجود باری تعالیٰ
وغیرہ
(ب د، ۲۱۴)
: یہ ضرب کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کی سرخی ہے
جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ساری دنیا عقل کی غلام بنی ہوئی
ہے لیکن عشق اس کی غلامی کو تسلیم نہیں کرتا۔
(ض ک، ۳۹)

عقیدت (ع) مؤنث : ارادت مندی ؎

تخت شہنشہی سے عقیدت بھی بے غرض
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۸)

عقیدہ (ع) مذکر : اعتقاد، اسلامی اصول و فروع کا یقین،
مذہبی خیال یا مسلک ؎

ہے ایسا عقیدہ اثر فلسفہ دانی
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

عکس (ع) مذکر : تصویر ؎

مثال عکس بے تار نفس ہے زندگی میری
(ب ا، ۴۴۸)

علاج (ع) مذکر
: مرض یا تکلیف دور کرنے کی دوا یا تدبیر ؎

علاج درد میں بھی درد کی لذت پہ مرتا ہوں
(غزلیات، ب د، ۱۰۱)
: تدارک، چارۂ کار ؎

ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

علاج تنگی داماں (ع ف ف) مذکر، علاج + تنگی (=
وسعت نہ ہونا، محدود ہونا) + داماں (رک) : دامن
تنگ اور محدود ہونے کا تدارک، یعنی خدمت
اسلام کو وسعت دینے پر قدرت نہ ہونے کی صورت
میں صرف اتنا عمل جتنا ممکن ہو (لا یکلف اللہ نفسا
الا وسعہا (= خدائے تعالیٰ نے ہر انسان پر اتنا ہی
فرض کیا ہے جتنے پر وہ قادر ہو) کی طرف اشارہ ہے)
؎

ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

علاج گردش چرخ کہن (ع ف ف ف) مذکر،
علاج + اضافت + گردش (= چکر) + اضافت +
چرخ (= آسمان) + اضافت + کہن (= پرانا) : آسمان
کی گردشوں کا علاج، مصائب و حوادث کے دور کرنے
کی تدبیر (یہ کہن کا لفظ اگرچہ قافیے کی پابندی میں
استعمال ہوا ہے مگر اس سے یہ اشارہ خود بخود پیدا
ہوتا ہے کہ یہ گردش آسمان کا قدیم دستور ہے)
؎

چھپا اس میں علاج گردش چرخ کہن بھی ہے
(تصویر درد، ب د، ۷۶)

علت (ع) مؤنث : مرض ؎

علت حرمان نصیبی کا مداوا اور ہے
(نالۂ یتیم، ب ا، ۵۰)

عَلَم (ع) مذکر : جھنڈا ؎

جس علم کے سائے میں تیغ آزما ہوتے تھے ہم
(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۱)

علمبردار (ع ف) صفت، علم + بردار، مصدر
برداشتن (= اٹھانا) سے فعل امر : علم اٹھانے والا،
جھنڈا اونچا کرنے والا یعنی مدعی ؎

تم اسی امی کی امت کے علمبردار ہو
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۷۰)

عِلم (ع) مذکر
: حکمت و فلسفہ وغیرہ، معلومات ؎

علم انساں اس ولایت میں بھی کیا محدود ہے
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)
: وحی یا الہام یا تعلیم رسول کے ذریعے چیزوں کی
حقیقت سے آگاہی ؎

ولایت پادشاہی علم اشیا کی جہانگیری
(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۱)
: شریعت (طریقت کے مقابلے میں)، مذہب
(تصوف کے مقابلے میں) ؎

رقابت علم و عرفاں میں غلط فہمی ہے منبر کی

(ا، ب ج ، ۲۴)

علم اور دین: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ صحیح علم وہ ہے جس کی تصدیق قرآن و حدیث سے ہو جائے

(ض ک ، ۲۶)

علم را بر تن زنی مارے بود

علم را بر دل زنی یارے بود

(علم کو اگر تن پروری کے لیے حاصل کرو گے تو وہ سانپ بن کر ڈس لے گا (یعنی روحانی موت واقع ہو جائے گی) اور اگر علم کو باطن کی اصلاح کے لیے سیکھو گے تو وہ عمر بھر رفاقت کرتا رہے گا

(پیر و مرید، ب ج ، ۱۳۴)

علم کا حیرت کدہ (ع ا ع ف) مذکر، علم (= حکمت و فلسفہ) + کا (رک) + حیرت (= حیرانی جو کسی چیز کو نہ سمجھ سکنے کی بنا پر ہو) + کدہ (= مکان): فلسفہ جو عقلیات پر مبنی ہے اس کی بدولت انسان موجودات کے مشاہدے سے ان کی صنعتگری پر حیران تو ہو جاتا ہے مگر ان کا اصلی راز نہیں پاتا ہے

علم کے حیرت کدے میں ہے کہاں اس کی نمود

(رخصت اے بزم جہاں، ب د، ۶۵)

علم کا موجود اور فقر کا موجود اور: مراد یہ ہے کہ علم، وجود خدا کا اس نظر سے قائل ہے کہ وہ خالق کائنات ہے اور اس طرح کائنات کا وجود حقیقی سمجھتا ہے لیکن فقر اور تصوف وجود خدا کا اس نظر سے قائل ہے کہ دراصل موجود ذات خداوندی ہے اور کائنات اسی کا ظل یا سایہ ہے کوئی وجود حقیقی نہیں رکھتی۔ دونوں اشہد ان لا الہ کہتے ہیں مگر معنی و مفہوم میں مذکورہ فرق ہوتا ہے

(۵۹ ، ب ج ، ۱۱۱)

علم کتابی (ع ف) مذکر: وہ علم جو کتابیں پڑھ کر حاصل کیا ہے (اس مصرع میں "نہ کام آیا" سے اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ کتابی علم نے مطالعۂ فطرت اور مشاہدۂ قدرت میں کچھ مدد نہ کی اس لیے ملا خیالات کی وسعت اور معرفت سے محروم رہ گیا) ہے

نہ کام آیا ملا کے علم کتابی

(ملا زادہ، ۹۱، ا ح ، ۳۹)

علم کلام (ع ع) مذکر، علم + اضافت + کلام (= فلسفۂ عقائد): وہ علم جس میں اسلام کے عقائد دلائل سے ثابت کیے جاتے ہیں ہے

آج کیا ہے فقط اک مسئلۂ علم کلام

(توحید، ض ک ، ۲۵)

علم کی شمع (ع ا ع): علم کو چراغ سے تشبیہ دی ہے ہے

علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یا رب

(بچے کی دعا، ب د، ۴۴)

علم کے موتی: باپ دادا کے کتب خانے جو غیر منقسم ہندوستان سے انگریزوں کی حکومت کے دوران یورپ میں منتقل ہو گئے اور اب ان کی کثیر تعداد لندن کی انڈیا آفس لائبریری اور برٹش میوزیم میں محفوظ ہے ہے

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی

(خطاب بہ جوانان اسلام، ب د، ۱۸۰)

علم مذہبی (ع ع ف) مذکر، علم + اضافت + مذہب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): مذہب سے تعلق رکھنے والے علوم، دینیات، اسلامی علم ہے

بے علم مذہبی کے ہیں اخلاق نادرست

(ب ا ، ۱۵ ، ۴۷۶)

علم موسیٰ: رک کشتی مسکین

علم نباتات (ع ع) مذکر، علم + اضافت + نباتات (= سبزی اور پودے جو زمین سے اگتے ہیں): اگنے والی چیزوں کا علم، باٹنی، اس جگہ سائنس مراد ہے ہے

موسیقی و صورت گری و علم نباتات

(ہندی مکتب، ض ک ، ۷۸)

علم و حکمت (ع ف ع) مذکر، علم + و (عطف)

+ حکمت (ع ک) : علم اور فلسفۂ مطلق (جو اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ انسان مشیّتِ ایزدی کے سامنے مجبور ہے لہٰذا قسمت پر رونے دھونے سے کیا حاصل ہے۔

علم و حکمت رہزنِ سامانِ اشک و آہ ہے

(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۲۷)

عِلم و حکمت زاید از نانِ حلال
عشق و رقّت آید از نانِ حلال

: علم و حکمت حلال روزی سے پیدا ہوتے ہیں ، اسی طرح عشق اور دل میں انفعالی صلاحیت بھی رزقِ حلال سے میسر آتی ہے (جب کسبِ حلال نہ ہوگا تو نہ علم و حکمت ملیں گے اور نہ عشق اور تاثر)

(پیر و مرید ، ب ج ، ۱۴۲)

عِلم و حکمت کے مدینے کی کشش : آں حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ "میں علم کا مدینہ (= شہر) ہوں اور علی (کرّم اللہ وجہہ) اس کا دروازہ ہیں" اس حدیث کے پیشِ نظر علم و حکمت کے مدینے سے حضور صلعم کی ذاتِ گرامی مراد ہے ۔ مدعا یہ ہے کہ مجھے اپنے نادان اور بے علم ہونے میں بھی لطف آتا ہے کیونکہ اس احساس کی بنا پر کہ میں جاہل ہوں ، علم و حکمت کے مدینے کی طرف خود بخود کھنچتا چلا جا رہا ہوں گا۔

علم و حکمت کے مدینے کی کشش ہے مجھ کو

(فریادِ اُمّت ، ب ا ، ۱۴۸)

عِلم و عشق : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ مصرع ہے — عشق سراپا حضور علم سراپا حجاب ۔

(ض ک ، ۲۰)

عُلَما~ (ع) مذکر : عالم (= علمِ دین (فقہ ، حدیث ، تفسیر و کلام وغیرہ جاننے والا) : مجتہد اور فقیہ ، علمِ فقہ جاننے والے اور مسائلِ شرعیہ میں اجتہاد کر کے فتویٰ دینے والے حضرات ہے۔

اس کی غلطی پر عُلما تھے متبسّم

(محمد علی باب ، ض ک ، ۶۲)

عُلَمائے حَرَم : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے بے سواد ملّاؤں پر طنز کیا ہے۔

(ض ک ، ۲۴)

عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ : (ع فقرہ) : اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو "اسماء" سکھا دیے ، اس سے مراد محمدؐ و آلِ محمدؐ کے اسمائے گرامی ہیں جو سرچشمۂ علوم ہیں اور جن کا عشق فتحِ باب ہے۔

وہ جس کی شان میں آیا ہے عَلّم الاسما

(ذکر و فکر ، ض ک ، ۲۳)

عُلُوم (ع) مذکر : علم (ع ک) کی جمع ہے۔

ترے سرودِ رفتہ کے نغمے علومِ نو

(شبلی و حالی ، ب د ، ۲۲۲)

عَلی (ع) مذکر : حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد ، جنھیں سوادِ اعظم حضورؐ کا چوتھا خلیفہ کہتا ہے اور جعفری ، بوہرے اور اسماعیلی فرقے کے لوگ پہلا امام اور خلیفہ مانتے ہیں (لقب حیدر ، کرّار) پورا نام حضرت علی بن ابی طالب ہے۔

ہمیشہ وردِ زباں ہے علی کا نام اقبال

(ب ا ، ۳۵۵)

عَلی کے سینے کا راز : آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے وصال کے بعد پیش آنے والے واقعات (تا معرکۂ کربلا) جو حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو بتائے تھے ، ان اسرار سے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے حضرت بلالؓ کو بھی آگاہ فرمایا تھا جو رازداری اور قرب کی علامت ہے۔

علی کے سینے میں جو راز تھا کھلا تجھ پر

(بلال ۲ ، ب ا ، ۳۳۴)

~ عربی میں عُلماء

عَمّ (ع) مذکر : چچا۔

عَمِّ پیغمبر (ع ف) مذکر، عم + اضافت + پیغمبر (رک) : آں حضرت صلعم کے چچا عباس جن کی نسل عباسی کہلاتی ہے

پائے تخت یادگار عم پیغمبر ہیں

(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۸۵)

عِمارَت (ع) مونث : بنایا ہوا مکان وغیرہ، تعمیر۔

عِمارَت گَر (ع ف) صفت، عمارت + گر (رک) : عمارت بنانے والا، دوسروں کو اپنی تہذیب و معاشرت کے سانچے میں ڈھالنے والا

کر تو وہاں کے عمارت گروں کی ہے تعمیر

(افرنگ زدہ، ض ک، ۳۴)

عَمّاری (ع) مونث : محمل (رک)

عَمّارِیِ شب : رات کو اونٹ کے محمل سے تشبیہ دی ہے

سفر عروس قمر کا عماری شب میں

(نگاہ، ض ک، ۱۰۴)

عَمّامَہ (ع) مذکر : وہ عربی پگڑی جو ہمارے ہاں عموماً علمائے دین باندھتے یا پہنتے ہیں (عربی میں عِمامَہ ہے۔ اردو میں بیشتر لوگ عمامہ بولتے ہیں)

مندسے عمامے کو واعظ نے کیا غرق شراب

(ب ا، ۵۷۵)

عُمَرؓ : رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دوسرے خلیفہ کا اسم گرامی جنہیں مسلمان حضرت عمر فاروقؓ کے نام سے یاد کرتے ہیں، آپ حضورؐ کے خسر معظم اور امّ المومنین حفصہ کے پدر بزرگوار تھے

پوچھا حضورِ سرورِ عالم نے اے عمرؓ

(صدیق، ب د، ۲۲۴)

عُمْر (ع) مونث : زندگی یا وجود کے سن و سال۔

عُمْرِ رَفْتَہ (ع ف) مونث، عمر + اضافت + رفتہ، مصدر رفتن (= جانا) سے حالیہ تمام : بسر کی ہوئی زندگی، قدامت کے طویل سن و سال

تیری عمر رفتہ کی اک آن ہے عہد کہن

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

عُمْر گُزارنا (ع ار) : زندگی بسر کرنا، اب تک کی ساری عمر ختم کرنا

گزاری عمر پستی میں مثال نقش پا تو نے

(تصویر درد، ب د، ۷۲)

عَمَل (ع) مذکر

: کام، اقدام

مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۲)

: نیک کام، فلاح و بہبود کا کام

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۴)

عَمَل مَسْت (ع ف) صفت، عمل + مست (رک) : عمل میں مست رہنے والا، مراد مرد مجاہد

ناپید ہے بندۂ عمل مست

(جاوید سے ۳، ض ک، ۸۸)

عَمِیق (ع) صفت : گہرا (رک افکار عمیق)

: مراد شدید

اس کی نفرت بھی عمیق اس کی محبت بھی عمیق

(مرد بزرگ، ض ک، ۱۲۹)

: فکرمند

بدن میں گرچہ ہے اک روح ناشکیب و عمیق

(انتداب، ض ک، ۱۵۴)

عُنّابی (ع ف) صفت، عناب (= ایک نہایت سرخ رنگ میوہ) + ی (لاحقۂ نسبت) : سرخ، شفقی

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۵)

عِناد (ع) مذکر : دشمنی، کینہ

ہم کو نہیں ہے مذہب اسلام سے عناد

(ب ا، ۳۵۹)

اضافت وصلت میں م مشدد۔

عنادِل (ع) مذکر : عَنْدَلیب (= بلبل) کی جمع ؛ باغ ہند کے بلبل یعنی ہندو مسلم ہے

عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

(تصویرِ درد ، ب د ۱۰۰)

عَناصِر (ع) مذکر : عُنصُر (رک) کی جمع ہے

دست قدرت نے بنایا ہے عناصر کے لیے

(ہمالہ ، ب د ، ۲۲)

: اجزا ہے

عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال

(مدنیتِ اسلام ، ض ک ، ۴۹)

عِنان (ع) مونث : گھوڑے کی باگ .

عِنان تاب (ع ـ ف) صفت ، عِناں + تاب ، مصدر تابیدن (= موڑنا) سے فعل امر : باگ موڑنے والی ، رُخ کرنے والی ، متوجہ ہے

رَم آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۹)

عِنایات (ع) مونث : عنایت (رک) کی جمع ہے

اب وہ الطاف نہیں ہم پہ عنایات نہیں

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۷)

عِنایت (ع) مونث

: مہربانی ہے

آج یہ کیا ہے کہ ہم پر ہے عنایت اتنی

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۸)

: عطا ہے

اے بادِ بیابانی مجکو بھی عنایت ہو

(لالۂ صحرا ، ب ج ، ۱۲۲)

عَنبَر (ع) مذکر : سیاہ رنگ کی ایک مقبول ترین خوشبو کا نام جو آگ پر موم کی طرح پگھل جاتی ہے .

عنبر بار (ع ـ ف) صفت ، عنبر + بار (رک بار۲) : عنبر کی سی خوشبو پھیلانے والی ، مہکتی ہوئی ہے

سن کے کیا کہتی ہے دیکھیں بادِ عنبر بار صبح

(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۱۳)

عنبرِیں (ع ـ ف) صفت ، عنبر (رک) + یں (لاحقۂ نسبت) عنبر کی طرح مہکتی ہوئی ہے

خاک تیری عنبریں آب ترا تابناک

(محرابِ گل الخ ۱۰ ، ض ک ، ۱۴۴)

عَنتَری (ع ف) مونث ، عنتر (ایک یہودی پہلوان جو جنگِ خیبر میں اپنے بھائی مرحب کا انتقام لینے کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابل آیا اور آپ کے ہاتھ سے مارا گیا) + ی (لاحقۂ نسبت) : مراد عنتر پہلوان کی سی شرارت اور کفر ہے

وہی فطرت اسد اللّٰہی وہی مرحبی وہی عنتری

(میں اور تو ، ب د ، ۲۵۳)

عَندَلیب (ع) مذکر : بلبل (عنادل جمع) ہے

اڑالی قمریوں نے طوطیوں نے عندلیبوں نے

(تصویر درد ، ب د ، ۶۸)

عَندَلیبِ عقلِ کُل (ع ـ ع ع) مذکر ، عندلیب + اضافت[1] + عقلِ کُل (رک) : وہ بلبل جسے عقل کل کہتے ہیں یعنی بلبل سدرہ ، جبرئیل ہے

جس کے بلبل عندلیب عقل کل کے ہم صفیر

(حیدر آباد دکن ، ب ا ، ۲۰۳)

عُنصُر (ع) مذکر : آگ[2] پانی مٹی ہوا ہیں سے ہر ایک جن سے جسم مادی ترکیب پاتا ہے ، وہ بسیط شے جو دوسری چیزوں کی اصل بنیاد ہو ، مادہ ہے

یاس کے عنصر سے ہے آزاد میرا روزگار

(مسلم ، ب د ، ۱۹۶)

عُنصُروں کا تماشا (ع ا ع) مذکر ، عنصر + وں (لاحقۂ جمع) + کا (رک) + تماشا (= مراد مناظر) : عنصروں کی ترکیب سے مختلف اور ہزار ہا قسم کے اجسام کی تخلیق ہے

قائم یہ عنصروں کا تماشا تجھی سے ہے

(آفتاب ، ب د ، ۴۳)

---

[1] یہ اضافت بدلی ہے اور وصفی بھی ہو سکتی ہے .

[2] قدیم تحقیق کے مطابق یہ چار اور جدید سائنس کی رو سے ۹۲ عنصر ہوتے ہیں .

عُنفُوان (ع) مذکر: جوانی کا آغاز ۔

عنفوان حسن کا کم کم وہ سینے پر ابھار

(تغیش، ب ۱، ۵۱۹)

عَنکبُوت (ع) مونث: مکڑی (جو نہایت کمزور جالی بنتی ہے) ۔

جہاں میں ہے صفت عنکبوت ان کی کمند

(سیاسی پیشوا، ض ک، ۱۵۷)

عوام (ع) مذکر: (عام کی جمع) عام لوگ، جمہور، کل مسلمان، پبلک ۔

سیکڑوں[1] صدیوں سے خوگر ہیں غلامی کے عوام

(خواجگی، ض ک، ۱۴۳)

عُود (ف) مذکر: ایک قسم کا باجا، بربط ۔

شورش بزم طرب کیا عود کی تقریر کیا

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۰)

عَورَت (ع) مونث: (انسانوں میں) صنفِ نازک، مرد کی ضد

(عورت، ض ک، ۹۱)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی دو نظموں کا عنوان ہے۔ پہلی صفحہ ۹۴ پر ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ عورت کے وجود کو بڑی اہمیت حاصل ہے کہ تمام منطقی فلسفی اور انبیاء و حکماء اس کی گود میں پرورش پاتے رہے ہیں۔ دوسری صفحہ ۹۷ پر ہے جس میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ تخلیق عورت کا اصلی جوہر ہے مگر وہ اس فعل کے اظہار میں مرد کی محتاج ہے۔

(ض ک، ۹۴، ۹۷)

عورت اور تعلیم : یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ مغربی تعلیم نے عورت کی زندگی پر کیا اثر ڈالا ہے اور اسے کیسی تعلیم کی ضرورت ہے

(ض ک، ۹۶)

عورت کی حفاظت : یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے کمزور بنایا ہے اس لیے وہ اپنی حفاظت کے لیے مرد کی محتاج ہے

(ض ک، ۹۵)

عِوَض (ع) بدلے میں، بجائے ۔

کیا عوض رفتار کے اس دیس میں پرواز ہے

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

عوضِ یک دو نفس قبر (ع ف ف ع) مذکر، عوض (رک) + اضافت + یک (=۱) + دو (=۲) + نفس (رک) + قبر (رک): مراد ذراسی دیر کی غفلت کے بعد قبر (ہے) ۔

عوض یک دو نفس قبر کی شب ہاے دراز

(نپولین، ب ج، ۱۵۰)

عَہد (ع) مذکر

: زمانہ

عہدِ طفلی (عہد طفلی، ب د، ۲۵)

: وعدہ، قول وقرار (رک عہد باندھا جانا)

عہد باندھا جانا (ع ار ار)، عہد (= وعدہ) + باندھا جانا (= کیا جانا)، مراد نزولِ رحمت کا قول وقرار ہونے کی طرف اشارہ ہے جو قبولِ اسلام کے موقع پر عربوں سے کیا گیا تھا ۔

جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا پھر استوار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷، ب د، ۱۴۰)

عہدِ حاضر (ـ ع) مذکر، عہد + اضافت + حاضر (= جو موجود ہے): موجودہ زمانہ، نیا زمانہ ۔

عہد حاضر کی ہوا راس نہیں ہے اس کو

(رات اور شاعر، ب د، ۱۳۷)

عہدِ حاضر کی ہوا (ـ ع ار ع): نئی دنیا کے خیالات اور نظریات جو مادہ پرستی کی طرف مائل ہیں ۔

عہد حاضر کی ہوا راس نہیں ہے اس کو

(رات اور شاعر، ب د، ۱۳۷)

عہدِ رفتہ (ـ ف) مذکر، عہد + اضافت + رفتہ، مصدر

[1] یہاں بھی سیکڑوں شاید بیسیوں کے معنی میں ہو کیونکہ سیکڑوں صدی کے معنی ہیں دس ہزار برس جو مسلمانوں کی عمر سے بہت زیادہ ہیں۔

رفتن (= جانا) سے حالیہ تمام: گیا ہوا یا گزرا ہوا زمانہ ہے

دل ہمارے یادِ عہدِ رفتہ سے خالی نہیں
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۳)

عہدِ طفلی: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو پہلی بار جولائی ۱۹۰۵ء کے ماہنامہ مخزن لاہور میں شائع ہوئی تھی۔ اس نظم میں انھوں نے بچوں کے نفسیات کی دلکش تصویر کھینچی ہے اور آخر میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ دنیا اور اس کی مصیبتیں طفلی کی معصوم زندگی اور قدرتی حسن کو طرح طرح کی برائیوں سے بدل دیتی ہیں۔ دیکھو آخری بند مطبوعہ باقیاتِ اقبال۔
(ب د، ۲۵ / ب ا، ۲۸)

؛ اس نظم کی پہلی اشاعت (مخزن لاہور) میں تین بند اور تھے جو اب بانگِ درا میں شامل نہیں، باقیاتِ اقبال میں درج ہیں۔
(ب ا، ۲۸۰)

عہدِ غلامی کرنا (ــ ع ف ار) عہد + غلامی (رک) کرنا (رک): اپنا آقا بنا لینا، مراد (خدا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو خدا بنا لینا) ہے

کسی یکجائی سے تم عہدِ غلامی کر لو
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۱)

عہدِ کہن (ــ ف) مذکر، عہد + کہن (= پرانا): زمانۂ قدیم ہے

تیری عمرِ رفتہ کی اک آن ہے عہدِ کہن
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

عہدِ کہن کو پیامِ رحیل دینا: مراد نئے نئے علوم و فنون اور تہذیب کی ترویج سے عہدِ قدیم کو رخصت کرکے نئے دور کا آغاز کرنا ہے

عہدِ کہن کو دیا اس نے پیامِ رحیل
(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۶)

عہدِ کہن کی داستاں (ــ ف ارف) مونث، عہد (= زمانہ) + اضافت + کہن (= پرانی، قدیم) + کی (رک) + داستان (= قصہ ہر گزشت): پرانے زمانے کی باتیں اور روایتیں (کہ یہ ہندو ہے اور وہ مسلمان) ہے

دھرا کیا ہے بھلا عہدِ کہن کی داستانوں میں
(تصویرِ درد، ب د، ۷۱)

عہدِ گل (ــ ف) مذکر، عہد + اضافت + گل (= مراد بہار): قوم کے ترقی پر ہونے کا زمانہ ہے

عہدِ گل ختم ہوا ٹوٹ گیا سازِ چمن
(شکوہ، ب د، ۱۶۰)

عہدِ نو (ــ ف) مذکر، عہد + نو (رک): عصرِ حاضر، موجودہ تہذیب کا دور ہے

عہدِ نو برق ہے آتش زنِ ہر خرمن ہے
(جواب ، ب د، ۲۰۵)

عہدِ وصل باندھنا: مل کر رہنے کا عہد و پیمان کرنا، یہ قول و قرار دینا کہ جدا نہیں ہوں گے ہے

جس نے عہدِ وصل باندھا مدتِ دوراں کے ساتھ
(بلادِ اسلامیہ، ب ا، ۳۵۳)

عہدِ وفا باندھنا: وفاداری کا عہد و پیمان کرنا ہے

اسی سے عہدِ وفا ہندیوں نے باندھا ہے
(ہمارا تاجدار، ب ا، ۲۰۶)

عیار (ع[1]) مذکر: معیار، کسوٹی ہے

عیارِ گرمیِ صحبت (ــ ف ع) مذکر، عیار + گرمیِ صحبت (رک گرمیِ محفل): (جب محبوب کی توجہ اور التفات میں مجبوری کی بات آ پڑے تو آتشِ شوق اور بھڑکتی ہے اور) یہ مجبوری جذبۂ اشتیاق کے تیز ہونے کی کسوٹی بن جاتی ہے ہے

عیارِ گرمیِ صحبت ہے حرفِ معذوری
(۱۹، ب ج، ۴۲)

عیّار (ف) صفت، چالاک ہے

ہوس کی خونریزیاں چھپاتی ہے عقلِ عیار کی نمائش

---

[1] اس معنی میں فارسی ہے عربی میں متحرک کے معنی دیتا ہے۔

(کارل مارکس کی آواز، من ک، ۱۳۷)

عیّاری (ف) مونث: چالاکی، فریب ؎

سادگیٔ مسلم کی دیکھ اوروں کی عیّاری کو دیکھ

(عزم شوال، ب د، ۱۸۲)

عیال (ع) مذکر: زن و فرزند، بال بچے ؎

رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟

(صدیقؓ، ب د، ۲۲۴)

عیاں (ع) صفت: ظاہر

دیدۂ باطن پہ راز نظم قدرت ہو عیاں

(آفتاب صبح، ب د، ۴۹)

عیاں ستارے: ان الفاظ سے جو غزل شروع ہوتی ہے اس کے سات شعر باقیات میں صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۴ پر اور باقی چھ شعر صفحہ ۵۹۷ پر درج ہیں۔ اس طرح یہ کل ۱۳ شعر کی غزل ہے

(ب ا، ۱۴۰، ۱۴۴ و ۵۹۷)

عیب (ع) مذکر: برائی، خرابی، نقص ؎

عیب جو (ع - ف) صفت، عیب + جو (رک) نقائص تلاش کرنے والا، نکتہ چینی کرنے والا

ہنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں تو عیب ہے میرے عیب جو کا

(غزلیات، ب د، ۱۳۷)

عید (ع) مونث

: ماہ رمضان کے بعد پہلی شوال کا جشن مسرت جو بڑی خوشی سے منایا جاتا ہے اور جس میں لوگ نئے لباس پہن کر دوگانہ ادا کرتے ہیں ؎

خنجر رہزن اسے گویا ہلال عید تھا

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۱۷)

: خوشی ؎

دہلیز جس کی عید جبینوں کی تھی گئی

(اشک خوں، ب ا، ۸۲)

عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ وجہ تصنیف یہ کہ مولوی نظام الدین حسین نظامی مالک نظامی پریس و ایڈیٹر ذوالقرنین بدایوں (یوپی) نے اگست ۱۹۱۵ء میں اقبال سے فرمائش کی کہ عید کے شمارے کے لیے چند شعر کہہ دیں۔ چونکہ اقبال اس زمانے میں ترکوں کی زبوں حالی سے بہت مغموم تھے اس لیے انھوں نے مقتضائے حال کے مطابق اپنے دل کی ترجمانی کرتے ہوئے شگفتہ نظم کی بجائے قوم کا یہ مرثیہ کہہ دیا جو ۱۱ر اگست کے ذوالقرنین میں شائع ہوا۔

(ب د، ۲۱۳)

عید کا چاند ہو جانا: کبھی کبھی آنا، مدت کے بعد آنا ؎

عید کا چاند ہو گیا تو بھی

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۸)

عیسیٰ (ع) مذکر: حضرت مسیح (رک)، مراد معالج، طبیب، ڈاکٹر ؎

نبض مریض پنجۂ عیسیٰ میں چاہیے

(شفا خانۂ حجاز، ب د، ۱۹۸)

عیسیٰ نشان (ع - ف) صفت، عیسیٰ + نشان (رک)، حضرت عیسیٰ کے سے آثار رکھنے والے، مردوں میں جان ڈالنے والے ؎

رخصت اے آرام گاہ چشتی عیسیٰ نشان

(صدائے درد، ب ا، ۲۹۴)

عیش (ع) مذکر: آرام کی زندگی، راحت اور لطف کے ساتھ بسر ہونے کی کیفیت ؎

منزل عیش کی جا نام ہو زنداں میرا

(انسان اور بزم قدرت، ب د، ۵۵)

عیش جوانی: جس نظم کا یہ عنوان ہے وہ نیچرل شاعری مرتبۂ صفدر مرزاپوری سے نقل کی گئی ہے۔

(عیش جوانی، ب ا، ۵۱۷)

عیش کا پتلا (ع - ا - ا) مذکر، عیش + کا (رک) + پتلا: عیاش، عیش پسند، راحت و آسائش میں زندگی بسر کرنے کا عادی ؎

؎ عربی میں بکسر عین (= آنکھ سے دیکھنے کا عمل) ہے

عیش کا پتلا ہے محنت ہے اسے ناساز گار
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۹۱)

عیشِ نیام (س ف) مذکر ، عیش + اضافت + نیام (درک) : تلوار کا میان کے اندر بے عملی کی زندگی راحت و آرام سے بسر کرنا ؎
تیغ ہلال کی طرح عیشِ نیام سے گزر
(۵ ، ب ج ، ۲۹)

عین (ع) متعلق فعل
: ٹھیک ، ٹھیک ٹھیک ، بالکل اسی وقت یا اسی حالت میں ؎
عین شغل مے میں پیشانی ہے تیری سجدہ ریز
(عاشق ہرجائی ، ب د ، ۱۲۲)

: آنکھ ؎
گر نمین محفل میں خلوت نشیں
(ساقی نامہ ، ب ج ، ۱۲۶)

: اردو کے حروف تہجی کا تیئیسواں حرف (ع) ؎
زینت افزائے عین جبیں ہے تو
(یتیم کا خطاب ، ب ا ، ۵۷)

عینِ حیات (س ع) صفت ، عین + اضافت + حیات (= زندگی) : سراپا اور مکمل زندگی ؎
سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عینِ حیات
(۸ ، ب ج ، ۱۲)

عینِ ذات : خدائے تعالیٰ کی صفات کے متعلق فلسفے میں ایک طویل بحث ہے کہ وہ صفتیں اس کی ذات سے جدا ہیں یا عینِ ذات ہیں۔ دونوں فریقوں نے اپنی اپنی دلیلیں بیان کی ہیں۔ حریف نے اس کا رد کیا ہے پھر جواب الجواب کا سلسلہ لا متناہی سا ہو کر رہ گیا ہے ، بہر حال یہ ایسا موضوع ہے جس میں انسان کی فکر الجھ کر رہ جاتی ہے اور دوسری طرف توجہ کرنے کا اسے موقع نہیں ملتا ؎
ہیں صفات ذات حق اس سے جدا یا عینِ ذات
(ابلیس ، ۳ ، ا ح ، ۱۴)

عینِ وصال و سوزِ جدائی : (پروانہ) سراپا وصال نصیب ہونے کے باوجود جدائی کی آگ میں جل مرتا ہے ؎
عینِ وصال و سوزِ جدائی غضب ہے یہ
(شمع و پروانہ ، ب ا ، ۲۹۲)

عینِ ہستی (ع ف) عین (= اصل) + ہستی (= زندگی) : دراصل زندگی ، زندگی کا مترادف ، مقصود حیات ؎
عینِ ہستی ہے تڑپ صورت سیماب مجھے
(موجِ دریا ، ب د ، ۲۲)

عینِ ہستی ہوا ہستی کا فنا ہو جانا : صوفیوں کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ انسان وجود ظاہری کو بے حقیقت سمجھ کر فنا فی اللہ ہو جائے تو اسے وحدت الوجود کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس مصرع میں اسی مسئلے کی طرف اشارہ کیا ہے۔
(فریادِ امت ، ب ا ، ۱۴۶)

غ

غاب (ع) مذکر : بیشہ ، کچھار ۔
اگر ہے جنگ تو شیران غاب سے بڑھ کر
(محراب گل افغان ، ۱۰ ، ض ک ، ۱۷۱)

غار (ف) مونث نیز مذکر : گہرا گڑھا ۔
مدت سے ہے آوارۂ افلاک مرا فکر
کر دے اسے اب چاند کی غاروں میں نظر بند
(۱۲ ، ب ج ۲۰۰)

: پہاڑ کی کھوہ ۔
جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد
(ہندی اسلام ، ض ک ، ۳۵)

غارِ حرا (ع ع) مذکر ، غار (= پہاڑ کی کھوہ) + اضافت + حرا (= مکۂ معظمہ میں ایک پہاڑی کا علاقہ جس میں حضور قبل بعثت چھپ چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے ۔
کبھی تیں غار حرا میں چھپا رہا برسوں
(سرگزشت آدم ، ب د ، ۸۲)

غارت (ع) مونث : لوٹ کھسوٹ ، تباہی ، بربادی

غارت گر (- ف) ، غارت + گر (لاحقۂ صفت فاعلی) : برباد کر دینے والی ۔
غارت گر کاشانۂ دین نبوی ہے
(وطنیت ، ب د ، ۱۶۰)

غارت گر کاشانہ (- ف ف) صفت ، غارت گر + اضافت + کاشانہ (رک) : موجودہ (قیاس و وہم پر مبنی) خیالات کے گھر کو ویران کرنے والا ۔
شعلۂ تحقیق کو غارت گر کاشانہ کر
(شمع اور شاعر ، ب د ، ۱۹۰)

غازہ (ف) مذکر : گلگونہ ، منھ پر سرخی پیدا کرنے کے لیے ملنے کا خوشبودار بُرادہ ۔
خوشنما لگتا ہے یہ غازہ ترے رخسار پر
(ہمالہ ، ب د ، ۲۳)

غازی (ع) مذکر
: نصرت اسلام کے لیے جنگ کرنے والا سپاہی ۔
نظر آتی ہے جس کو مرد غازی کی جگر تابی
(طلوع اسلام ، ب د ، ۲۶۸)

: مراد مرد مسلمان ، مرد مومن ۔
مروت حسن عالمگیر ہے مردان غازی کا
(۸ ، ب ج ، ۱۳۱)

غازیان (ع ف) مذکر ، غازی (رک) + ان (لاحقۂ جمع) : جہاد کرنے والے بہادر ۔
غازیان دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی
(فاطمہ بنت عبداللہ ، ب د ، ۲۱۴)

غازیانہ (ع ف) صفت ، غازی (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت) : شجاعوں کی سی ، بے جگری سے جنگ میں گرد پڑنے والے دلیر کی سی ۔
جوانمرد کی ضربت غازیانہ
(شاہین ، ب ج ، ۱۶۵)

غافل (ع) صفت : کام سے یا فرض سے غفلت برتنے والا ، بے خبر . (رک غفلت) ۔
جس کی غفلت کو ملک روتے ہیں وہ غافل ہوں میں
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۷)

غافل منشیں نہ وقت بازی ست
وقت ہنر است و کار سازی ست

: (یہ کسی اور شاعر کا شعر ہے جو اقبال نے تضمین کیا ہے) غافل ہو کر مت بیٹھ ، یہ (زندگی) کھیل کا وقت نہیں ہے بلکہ ہنر اور قوت عمل سے کام لینے کا وقت ہے
(جاوید سے ، ۱۳ ، ض ک ، ۸۷)

غالب (ع) صفت
: جو قبضہ جمائے ہوئے ہو ، مسلط ، چھایا ہوا ۔
غالب ہے اب اقوام پہ معبود حاضر کا اثر
(مسلمان اور تعلیم جدید ، ب د ، ۲۴۲)

: اردو کے ایک مشہور شاعر مرزا اسد اللہ خاں کا تخلص
مرزا غالب (مرزا غالب ، ب د ، ۲۶)

: فتحمند ۔

غالب جہاں میں سطوت شاہی کا زور ہو
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۷)

غالب آنا (ع ا ر) : قابو پانا، مغلوب کرنا ؎
حسن کی تاثیر پر غالب نہ آسکتا تھا علم
(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

غائب (ع) صفت
: پوشیدہ، نظر نہ آنے والا ؎
آنکھوں سے ہیں ہماری غائب ہزاروں انجم
(بزمِ انجم، ب د، ۱۷۴)
: امام مہدی جو نگاہوں سے غائب ہیں ؎
چھوڑ کر غائب کو تو حاضر کا شیدائی نہ بن
(کفر و اسلام، ب د، ۲۴۰)
: خدائے تعالیٰ جو جسم و جسمانیت سے پاک ہے اور اس لیے نظر نہیں آسکتا ؎
ناداں ہیں جن کو ہستی غائب کی ہے تلاش
(مذہب، ب د، ۲۴۶)

غایت (ع) مونث : غرض، مقصد ؎
غایتِ آدم خبر ہے یا نظر
(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۷)

غُبار (ع)، مذکر
: گرد، خاک، دھول (رک غبار راہ)
: دھند، تکدر ؎
عمل پرواز شب باندھا سر دوش غبار
(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۳)
: رنج و ملال ؎
نہ رہا آئینۂ دل میں وہ دیرینہ غبار
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

غُبار آلودۂ رنگ و نسب (ـ ف ف ف ع) صفت
: غبار (رک) + آلودہ (مصدر آلودن (= بھرنا، لتھڑانا) سے حالیۂ تمام) + رنگ و نسب (رک): قومیت اور وطنیت کا فرق کرنے کو غبار سے تشبیہ دی ہے ؎
غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۳)

غُبارِ دیدۂ بینا (ـ ف ف) مذکر، غبار + دیدۂ بینا (رک) : بصیرت (یا معرفت) رکھنے والی آنکھ پر پردے کی طرح حائل (رک زیر نقاب آگہی) ؎
ہے غبار دیدۂ بینا حجاب آگہی
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۲)

غُبارِ راہ (ـ ف) مذکر
: چلتے وقت راستے میں اڑنے والی گرد ؎
چاندنی جس کے غبار راہ سے شرمندہ ہے
(وصال، ب د، ۱۲۰)
: ایک مشت خاک یعنی انسان ؎
غبار راہ کو بخشا فروغ وادیِ سینا
(۱۱، ب ج، ۲۵)

غُبارِ راہِ حجاز ہو جا (ـ ف ع ا ر) غبار + راہ (رک) حجاز (رک) + ہو جا (= بن جا) : عشق محمدی کے راستے میں غبار کی طرح چاروں طرف پھیل جا، یا عشق محمدی میں خود کو فنا کر دے ؎
بچا کے دامن بتوں سے اپنا غبار راہ حجاز ہو جا
(پیامِ عشق، ب د، ۱۳۰)

غُبارِ رہِ حجاز : رک غبار راہ حجاز ؎
اڑا کے مجھ کو غبار رہِ حجاز کرے
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

غدّار (ع) صفت : بے وفا، وفاداری نہ کرنے والا۔

غدّارِ وطن (ـ ع) صفت : وطن یعنی ہندوستان سے وفاداری نہ کرنے والا ؎
غدار وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن
(ہندی مسلمان، ض ک، ۲۶)

غُربا (ع) مذکر : غریب (رک) کی جمع ؎
زندہ ہے ملتِ بیضا غربا کے دم سے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۲)

غُربت (ع) مونث
: سفر، مسافرت (امیر مینائی (رک مینا) سے امیر کی موت گھر سے دور حیدرآباد دکن میں ہوئی تھی)

ٹوٹ ڈالی موت نے غربت میں بینائے امیر
(داغ، ب د، ۸۹)

: جنت کو چھوڑ کر زمین پر آنے اور اس کے بعد جگہ جگہ بسنے کی کیفیت کے۔
سنے کوئی مری غربت کی داستاں مجھ سے
(سرگزشت آدم، ب د، ۸۱)

غربی (ع ف) صفت، غرب (= مغرب، پچھم کے ممالک) + ی (لاحقۂ نسبت) : مغرب کا، پچھم کے علاقے کا، یورپ کا کے۔
درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
(۱۹، ب ج، ۲۱)

غرض (ع) متعلق فعل۔
: خلاصہ کلام یہ کہ، ازبسکہ کے۔
غرض اس قدر یہ نظارا تھا پیارا
(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

مونث
: مقصد کے۔
غرض ہے پیکار زندگی سے کمال پائے ہلال تیرا
(پیامِ عشق، ب د، ۱۳۰)

غرض کہ (ع ار) : خلاصہ یہ ہے، حاصل کلام یہ ہے کے
لائے غرض کہ مال رسولِ امیں کے پاس
(صدیق، ب د، ۲۲۴)

غرق (ع) مذکر
: پانی میں ڈوبنے کا عمل یا کیفیت کے۔
ہو جاتے ہیں سب دفتر غرق مے ناب آخر
(۲۹، ب ج، ۵۲)

: مراد فنا فی اللہ ہو جانے کی کیفیت کے
مجھے روکے گا تو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے
(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

غرقابِ نیل (ع ف ف) صفت، غرق (= ڈوبا ہوا) + آب (= پانی) + اضافت + نیل (= نیلگوں آسمان کا دریا) : نیلے آسمان کے دریا میں غرق کے۔
ٹوٹ کر خورشید کی کشتی ہوئی غرقابِ نیل[۱]

(راہ نورد، ب د، ۵۳)

غرناطہ (ع) مذکر : ہسپانیہ کی ایک ریاست جو مسلمانوں کی عظمت ماضیہ کی آخری یادگار تھی اور جس کے فتح کیے جانے کے بعد مسلمان اس علاقے سے ہمیشہ کے لیے نکل گئے کے۔
غرناطہ بھی دیکھا مری آنکھوں نے ولیکن
(ہسپانیہ، ب ج، ۱۰۴)

غروب (ع) مذکر : (آفتاب وغیرہ) ڈوبنے کی صورت حال کے
وہ سکوت شام صحرا میں غروب آفتاب
(خضر راہ، ب د، ۲۵۸)

غرور (ع) مذکر : گھمنڈ، تکبر، شیخی کے
ذرا سی چیز ہے اس پر غرور کیا کہنا
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

غرورِ زہد (ـ ع) غرور + اضافت + زہد (= پرہیزگاری، عبادت) : وہ گھمنڈ جو پرہیزگاری اور عبادت الٰہی کی وجہ سے بعض لوگوں میں پیدا ہو جاتا ہے کے۔
غرورِ زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو
(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

غرّہ (ع) مذکر : چاند رات کے۔
غرۂ شوال اے نورِ نگاہِ روزہ دار
(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۱)

غرۂ شوال یا ہلالِ عید : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے اگرچہ بظاہر ان کا مخاطب ہلال عید ہے لیکن دراصل انھوں نے "ہلال" کے پردے میں مسلم نوجوانوں سے یہ خطاب کیا ہے۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جبکہ پوری قوم مصائب میں مبتلا تھی۔ ایران اور ترکی داخلی اور خارجی فتنوں کا شکار تھے مسلمانوں کی آپس کی پھوٹ نے ہر اسلامی ملک کو مصیبت میں مبتلا کر رکھا تھا اور ان مصائب کو دور کرنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تھی۔ چنانچہ علامہ نے اس نظم میں صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کو ان مصائب کے دفعیہ کا آخری علاج تجویز کیا ہے۔ نظم کی درد انگیز تاثیر کا اندازہ

---

[۱] بطور ایہام دریائے نیل اور اس میں لشکر فرعون کے غرق ہونے کی طرف اشارہ۔

اس بات سے ہو سکتا ہے کہ یہ نظم پڑھ کر اکبر الٰہ آبادی نے علامہ کو خط لکھا جس میں دو شعروں کی بہت تعریف کی۔

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ
بتکدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ
کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظارہ کر
اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ

اقبال کی اس نظم کو اگر وہ الہام قرار دیا جائے جو ہر پُر خلوص شاعر پر ہوتا ہے تو یہ بات یقیناً حق بجانب ہوگی۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ترکوں نے "خلافت کی قبا" ۱۹۲۴ء میں چاک کی، مگر اقبال نے اس نظم میں اس کی پیش گوئی کر دی تھی۔

(ب د، ۱۸۱)

: یہ نظم مخزن (اکتوبر ۱۹۱۱ء) میں شائع ہوئی تھی۔ بانگِ درا میں اس کے تین شعر حذف کر دیے گئے جو صاحب باقیات نے درج کیے ہیں۔

(ب ا، ۳۶۳)

غریب (ع) صفت۔
: جو محتاج اور کمزور ہو (نہ مال و دولت رکھتا ہو نہ طاقت و اقتدار) ؎
زور چلتا نہیں غریبوں کا
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)
: بیچارہ، ناچیز، ادنیٰ ؎
بھلا پہاڑ کہاں جانور غریب کہاں
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)
: مسافر، جو اپنے وطن میں نہ ہو (رک: غریب الدیار)
: عجیب، نادر ؎
غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق
(۱۱، ب ج، ۳۴)

غریب الدیار (- ع ع) صفت، غریب + ال (علامت تعریف یا معرفہ) + دیار (رک): جو اپنا گھر چھوڑ کر سفر میں ہو، مسافر، پردیسی (جس مصرع میں یہ لفظ آیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں اس مادی دنیا کا رہنے والا ہوں یا عالم بالا کا ساکن ہوں جو استعارۃً طور پر دنیا میں آگیا ہے) ؎
اپنے وطن میں ہوں کہ غریب الدیار ہوں
(فلسفہ و مذہب، ب ج، ۱۴۸)

غریب شہر (- ف) صفت، وہ شخص جو کسی شہر میں مسافر کی حیثیت رکھتا ہو، مراد بے عملوں کی سوسائٹی میں بیگانہ مبلّغِ عمل ؎
غریب شہر ہوں میں سن تو لے مری فریاد
(ملا زادہ، ۱۹، اح، ۴۶)

غریباں (ع ف) صفت، غریب (رک) + اں (لاحقہ جمع): نادار اور مفلس لوگ، بیچارے ؎
اے مددگارِ[1] غریباں اے پناہ بے کساں
(بلال نالۂ یتیم، ب ا، ۴۲)

غریبوں کا دنیا میں اللہ والی: اس عنوان سے شروع ہونے والے شعر اس زمانے کے ہیں جب ۱۹۲۸ء میں علامہ اقبال اپنے مدراس والے چھ مشہور لیکچر تیار کر رہے تھے جو بعد میں "تشکیل جدید الٰہیات" کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس کے علاوہ پنجاب کونسل، رائل کمیشن اور دیگر قومی معاملات میں مصروف رہنے کے باعث اردو شاعری کی طرف بڑی مشکل ہی سے توجہ کرتے تھے۔

(ب ا، ۵۳۶)

غریبی (ع ف) مونث، غریب (رک) + ی (لاحقہ کیفیت): مراد بے کسی اور بے بسی، بیچارگی، حسرت اور ناکامی ؎
چل اے میری غریبی کا تماشا دیکھنے والے
(۳۵، ب ج، ۵۷)

غریق (ع) صفت: ڈوبا ہوا، غرق ؎
خشک ہے اس کو غریقِ نمِ صہبا کر دیں
(عبدالقادر کے نام، ب ا، ۲۵۱)

غزال/غزالہ (ع) مذکر: ہرن، آہو ؎

[1] مددگار، سرپرست۔

آج بھی اس دیس میں عام ہے چشمِ غزال

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۱)

دم اس کی طبیعت میں ہے مانندِ غزالہ

(ملّا زادہ، ۱۶، ا ح، ۴۸)

غزالِ تاتاری: ترکستان کے مقام تاتار کا شہرۂ آفاق ہرن جس کی ناف کا خون جمنے کے بعد مشک، کہلاتا ہے اور اس کی خوشبو سے فضائیں معطر ہو جاتی ہیں ؎

اگر ہے صلح تو رعنا غزالِ تاتاری

(محرابِ گل ا۱۶/۱۰۰، ض ک، ۱۷۱)

غزالِ شادی: اس خوشی کو جو لمحے بھر کے لیے ہو ہرن سے تشبیہ دی ہے ؎

تو کمند غزالِ شادی ہے

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۷)

غزالانِ افکار (ـ ف ک س) مذکر، غزال + ان (الحاقِ جمع) + افکار (= خیالات)، خیالات کو ہرن سے تشبیہ دی ہے ؎

غزالانِ افکار کا مرغزار

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۵)

غزالی: جو امام غزالی کہلاتے ہیں اور علم و فضل، خصوصاً علومِ حکمیہ اور تصوف میں اتنا بلند درجہ رکھتے ہیں کہ ابن رشد اور دوسرے علماء ان کے سامنے طفلِ مکتب نظر آتے ہیں، اگر کوئی ان کا مقابل ہو سکتا ہے تو وہ فارابی (رک) ہے۔ ۴۵۰ھ میں بمقام طوس (خراسان) پیدا ہوئے نیشاپور میں تعلیم حاصل کی جو اس زمانے میں علم و فضل کا بڑا مرکز تھا۔ ۴۸۴ھ میں بغداد تشریف لائے۔ یہاں مدرسۂ نظامیہ میں درس کا سلسلہ شروع کیا اور معلم کی حیثیت سے بڑی شہرت حاصل کی۔ یکایک منطق و فلسفہ و کلام سے دل اچاٹ ہو گیا۔ حج کے لیے چلے گئے پھر دمشق کے مضافات میں خلوت اختیار کی اور مجاہدہ و مراقبہ کا سلسلہ شروع کیا جب مومنانہ فراست پیدا ہو گئی تو احیاء العلوم تصنیف کی جو اسلام کی غیر فانی کتاب ہے۔ ۴۹۴ھ میں پھر بغداد آئے اور پھر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ چند سال کے بعد وطن چلے گئے اور ۵۰۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف ستر سے زیادہ ہیں ؎

دل جنید و نگاہِ غزالی و رازی

(۱۴، ا ح، ۴۳)

غزل (ع) مونث: ہم قافیہ و ہم ردیف (اگر ردیف ہو تو) اشعار جن میں حسن و عشق وصال و فراق اور واردات و معاملاتِ عشق کے مضامین نرم اور گداز لہجے میں نظم کیے جائیں

(غزل، ض ک، ۳۶)

ضربِ کلیم میں یہ سرخی پانچ نظموں کے آغاز میں درج ہے چونکہ ہر جگہ خیالات مسلسل نظم ہوئے ہیں اس لیے ان پانچوں غزلوں کو پانچ نظمیں کہا جا سکتا ہے۔ البتہ یہ سب اس لحاظ سے غزل ہیں کہ ان کے ہر شعر میں جداجدا مضامین ہیں اور کوئی شعر چھوڑ دیا جائے تو تسلسل نہیں ٹوٹتا۔

پہلی غزل صفحہ ۳۶ پر ہے جس میں علامہ نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے مردہ دل کو سابق کی طرح پھر زندہ کریں اور ان کے (علامہ کے) کلام کو خود انہیں کے زاویۂ نگاہ سے پڑھ کر سبق اندوز ہوں۔

دوسری غزل صفحہ ۵۱ پر ہے اس کا مرکزی خیال یہ ہے کہ میں مخاطب کو رسمی طور پر مسلمان کہہ کر مخاطب کر رہا ہوں مگر دراصل یہ مسلمان نہیں کیونکہ مسلمان کا دل سوزشِ عشق سے بھرپور ہوتا ہے

تیسری غزل صفحہ ۷۳ پر ہے، جس کا مفہوم یہ کہ میری خودی نے مجھے دو جہان سے بے نیاز کر دیا مگر تجھ میں یہ صفت نہیں پائی جاتی۔

چوتھی غزل صفحہ ۸۵ پر ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ بندۂ حر عشق کی بدولت معارف و حقائق پر عبور حاصل کر لیتا ہے، یہ بات ملّا کو کتابوں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

پانچویں غزل صفحہ ۱۱۳ پر ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ عشق سے ادراک خود بخود روشن ہو جاتا ہے لیکن یہ کیفیت اہل یورپ کو نصیب نہیں کیونکہ انھوں نے عشق سے اپنے باطن کو طاہر نہیں کیا۔

غزل آشنا (۔ ف) صفت، غزل + آشنا (رک) : گیت گانے والا، نغمے سنانے والا ؏

تہ دام بھی غزل آشنا رہے طائران چمن تو کیا

(غزلیات، ب د، ۲۸۱)

غزل خواں (۔ ف) صفت، غزل + خواں (رک) : غزل پڑھنے یا سنانے والا ؏

پھر بادبہار آئی اقبال غزل خواں ہو

(غزلیات، ب د، ۲۸۰)

غزل خوانی (رک ف) مونث، غزل خواں (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : غزل پڑھنا، واردات عشق بیان کرنا ؏

اہل گلشن پر گراں میری غزل خوانی نہیں

(وصال، ب د، ۱۲۰)

: مراد آہ و فغاں ؏

تو نے ہی سکھائی تھی مجکو یہ غزل خوانی

(۱۵، ب ج ۱۹۱)

غزلیات (رک ع) غزل (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) + ات (لاحقۂ جمع) : تغزل سے تعلق رکھنے والے اشعار۔

(غزلیات، ب د، ۹۸)

غزنوی (ف م)

: محمود غزنوی جس نے بھارت کی تاریخ کا مشہور قلعہ "سومنات" فتح کیا تھا جس میں بڑے بڑے سونے کے بت تھے (دیکھیے محمود) ؏

میں غزنوی سومنات دل کا ہوں تو سراپا ایاز ہو جا

(پیام عشق، ب د، ۱۲۹)

: مراد شاہانہ ؏

طبیعت غزنوی قسمت ایازی

(رباعیات، ب ج، ۸۲)

غزنی : افغانستان کا ایک مشہور شہر ؏

ہرات و کابل و غزنی کا سبزۂ نورس

(نادر شاہ افغان، ب ج ۱۵۳)

غسّال (رک) مذکر، مردے کو غسل دینے والا ؏

آئیں گے غسّال کابل سے کفن جاپان سے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

غش[1] (ف) مذکر، بیہوشی۔

غش کردہ (۔ ف) صفت، غش + کردہ۔ مصدر کردن (یعنی کرنا) سے حالیہ تمام، غش کھائے ہوئے (ہوا کے ساکن ہونے اور اس میں کسی قسم کی حرکت نہ ہونے کا بیہوشی سے استعارہ کیا ہے) ؏

آب دریا غفلۂ ہے موج ہوا غش کردہ ہے

(والدہ مرحومہ کی یاد میں، ب ا، ۲۴۴)

غش کھانا (۔ ار) : ہوش میں نہ رہنا، بیہوش ہو جانا ؏

شناسائے صورت سینا نجف میں بھی اقبال
کوئی مقام ہے غش کھاکے گرنے والوں کا

(غزلیات، ب ا، ۵۸۸)

غصّہ (ع) مذکر : تیہا، قہر و غضب، جلال ؏

جلد آجاتا ہے غصہ جلد من جاتا ہوں میں

(طفل شیر خوار، ب د، ۲۷)

غضب (رک) مذکر : غصہ، ناراضی ؏

رکھے تھے ہم نے گناہ اپنے ترے غضب سے چھپا چھپا کر

(النعت، ب ا، ۳۰۱)

غضب کی : بہت زیادہ، بے حد و انتہا ؏

غضب کی آگ تھی پانی کے چھوٹے سے شرارے میں

(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

غضب کیا : بے موقع کام کر کے آفت برپا کر دی، دنیا میں ہنگامہ برپا کر دیا (جو صرف انسان کی قوت گویائی اور عقل کی بدولت ہے، اگر یہ پیدا نہ ہوتا تو سب کائنات سکون سے رہتی) ؏

---

[1] عربی میں غشی۔

تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا
(۱ اب ج، ۵)

غَضَب ناک (ع ف) صفت، غضب + ناک (لاحقۂ صفت) ایک دوسرے پر بگڑنے والے، غصّہ کرنے والے، مراد لڑنے والے ہے

تم ہوا آپس میں غضبناک وہ آپس میں رحیم
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۴)

غَضَب ہے (ع ا ر) روزمرّہ: قیامت کی بات ہے، کتنی بُری بات ہے، اندھیر ہے ہے

غضب ہے سطر قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۳)

غَضَب ہیں (ع ا ر): بڑے عیار شریر اور چالاک ہیں ہے

غضب ہیں یہ مرشدانِ خود بیں خدا تری قوم کو بچائے
(قطعہ، ب د، ۱۹۳)

غفّاری (ع ف) مونث، غفار (= معاف کرنے والا) + ی (لاحقۂ کیفیّت): قصور داروں کو معاف کرنے کی عادت ہے

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
(مردِ مسلمان، ض ک، ۰۰۲)

غُفران (ع) مونث، معری (ر ک) کی ایک کتاب کا نام رسالۃ الغفران ہے

کہنے لگا وہ صاحبِ غفران و لزومیات
(ابوالعلا معری، ب ج، ۱۵۷)

غفلت (ع) مونث
: بے خبری، بیہوشی، گرد و پیش یا حقیقتِ امر کے متعلق غور نہ کرنے کی صورتِ حال ہے

ہائے غفلت کہ تری آنکھ ہے پابندِ مجاز
(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۵)

: حضرت آدمؑ کے گندم نوش فرمانے کی طرف اشارہ جس کے باعث وہ جنت سے زمین پر آئے اور ملائکہ سے جدا ہوئے ہے

جس کی غفلت کو ملک روتے ہیں وہ غافل ہوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

غفُور (ع) صفت: مغفرت کرنے والا، بخشنے والا ہے

ہم پہ کرم کیا ہے خدائے غفور نے
(جنگِ یرموک، ب د، ۲۴۴)

غِلاف (ع) مذکر: وہ سیاہ پوشش جو ہر سال کعبے پر چڑھائی جاتی ہے ہے

خدا اکا تنکر سلامت رہا حرم کا غلاف
(۶۰، ب ج، ۲۸۶)

غُلام (ع) مذکر: زر خرید بندہ، خدمتگار و مطیع ہے

ہتھکنڈوں سے غلام کرتا ہے
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۴)

: مراد عقیدتمند جو خود کو کسی کے بندۂ زر خرید کی طرح سمجھے ہے

مرید پیرِ نجف ہے غلام ہے تیرا
(التجائے مسافر، ب د، ۲۴۶)

: آدمی کے نام کا جزو

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۷)

غُلام قادر رُہیلہ: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ غلام قادر خان نواب ضابطہ خاں کا بیٹا اور امیر الامراء نواب نجیب الدولہ کا پوتا تھا، جس نے مرہٹوں کا اقتدار ختم کرنے کے لیے احمد شاہ ابدالی سے کمک لی تھی۔ چنانچہ پانی پت کی تیسری لڑائی (۱۷۶۱ء) کے بعد بھارت میں مرہٹوں کا اقتدار بالکل ختم ہو گیا تھا۔ جب تک نواب نجیب الدولہ زندہ رہے مرہٹوں کو سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ ۱۷۷۰ء میں ان کا انتقال ہوا تو مرہٹوں نے اول شاہ عالم ثانی کے وزیر نجف علی خاں کو اپنی طرف ملایا، پھر شاہ عالم کو ہموار کر لیا چنانچہ ۱۷۷۲ء میں مرہٹوں کا آلۂ کار بن کر شاہ عالم ثانی نے روہیلوں پر حملہ کر دیا اور پتھر گڑھ کے قلعے کا اتنا سخت محاصرہ کیا کہ آخر روہیلوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ اب مرہٹے اور شاہ عالم کی فوج کے سپاہی روہیلہ عورتوں کو گھسیٹ کر اپنے خیموں میں لے گئے اور جی کھول کر ان کی بے حرمتی کی۔ غلام قادر خاں نے جو ۱۲ – ۱۳ سال

کا تھا اپنی ماؤں بہنوں کی بے عزتی اپنی آنکھ سے دیکھی
مگر بچہ تھا کچھ نہ کر سکا۔ مگر انتقام کے لیے موقع کا منتظر
رہا ۱۸۶۶ء میں قدرت نے جب اسے موقع دیا تو اس
نے شاہ عالم کی آنکھیں تو نکال لیں مگر اس کی کنبے کی عورتوں
کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی

(ب د، ۲۱۷)

غُلامانہ (ع ف) صفت، غلام + انہ: غلامی کی خو لیے
ہوئے، غلاموں کی سی ؎
تری نگاہ غلامانہ ہو تو کیا کیجے

(نکتۂ توحید، ض ک، ۵۲)

غُلاموں کی نماز: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم
کا عنوان ہے۔ یہ نظم انھوں نے ۱۹۳۵ء کے آغاز میں
اُس وقت کہی تھی جب ترکی وفد ہلال احمر لاہور میں
آیا تھا اور شاہی مسجد میں جلسہ منعقد ہوا تھا۔ اس جلسے
میں بعد نماز یہ نظم پڑھی تھی۔ رئیس الوفد نے اپنے
افتتاحیے میں امام مسجد کے طولِ قرات و سجدہ
پر اظہارِ تعجب کیا تھا، علامہ بڑے ذکی الحس تھے
انھوں نے اپنی نظم میں اس کے متعلق اپنے خیال کا
اظہار نظم میں فرما دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ غلام کی زندگی
میں سکون و جمود ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی نماز بھی
جامد و ساکن ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ وقت کی قدر و
قیمت نہیں سمجھ سکتا۔

(ض ک، ۱۵۸)

غُلاموں کے لیے: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا
عنوان ہے۔ جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ
جس قوم کا عقیدہ پختہ ہو وہ کسی کی غلام نہیں بن سکتی

(ض ک، ۱۴۴)

غُلامی (ف) مؤنث
: غلام ہونے کی صورتِ حال (حضرت بلالؓ جس وقت
آنحضرتؐ کی خدمت سے مشرف ہوئے اس وقت
عرب کے دستور کے مطابق ایک کافر آقا کے غلام
تھے ؎
تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

(بالِ جبریلؓ، ب د، ۸۰)

: غلام ہونے کی علامت، غلام قوم ہونے کا ثبوت (جو
قوم آزاد ہوتی ہے وہ پورے ملک کے ہر فرد کو اپنی قوم
کا فرد اور اپنا بھائی تصور کرتی ہے اور مذہب و
مسلک وغیرہ کی بنیاد پر امتیازات نہیں برتتی) ؎
غلامی ہے اسیرِ امتیازِ ما و تو ہونا

(تصویرِ درد، ب د، ۵۰)

: بندگی، اطاعت، فرماں برداری ؎
عقل کرتی ہے تاثر کی غلامی جس سے

(جلوۂ حسن، ب د، ۲۲۷)

غُلامی سے چھڑانا: الحکم للہ (= حکومت کا حق اللہ کو حاصل
ہے) کا سبق دینے کہ اس تصور اور رواج سے نجات
دلانا کہ انسانوں پر انسان حکومت کرے (الا یہ کہ خدا
تعالیٰ کا حکم نافذ ہونے کی نگرانی کرتا رہے) ؎
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے

(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

غَلَط (ع) مذکر: غیر صحیح، نادرست۔

غَلَط آہنگ (- ف) صفت، غلط + آہنگ (رک)
: غلط سُر نکالنے والا ؎
گاہے گاہے غلط آہنگ بھی ہوتا ہے سروش

(۵۶، ب ج، ۷۵)

غَلَط شنو (- ف) صفت، غلط + شنو، مصدر شنودن
(= سننا) سے فعلِ امر: غلط سننے والا ؎
گوشِ غلط شنو میں جو نالۂ عاشقانہ ہے

(دوسرا بند، ب ا، ۵۹)

غَلَط فہمی (- ف ف) مؤنث، غلط + فہم (= سمجھنا) + ی
(لاحقۂ کیفیت): غلط سمجھنے کی کیفیت، غلط بینی ؎
رقابت علم و عرفاں میں غلط فہمی ہے منبر کی

(۱، ب ج، ۲۳)

غَلَط نگر (- ف) صفت، غلط + نگر، مصدر نگریستن
(= دیکھنا) سے فعلِ امر: غلط دیکھنے والی، درست
کو اپنی نگاہ کے تصور سے غلط سمجھنے والی ؎
غلط نگر ہے تری چشمِ نیم باز اب تک

(رُومی ، ض ک ، ۱۲۱)

غلطی (ا ر) مونث : بھول چوک ، نادرستی ہے

اس کی غلطی پر عُلما تھے مبتسم

(محمد علی باب ، ض ک ، ۳۰۶)

غُلغُلَہ (ف) مذکر ، شور و غل ، گونج ہے

غلغلوں سے جس کے لذّت گیر اب تک گوش ہے

(صقلیّہ ، ب د ، ۱۳۳)

غُلغُلَہ ہائے اَلاماں الخ : یعنی بتکدۂ صفات میں میری پُرشوق فریاد کی رسائی کا ان لفظوں میں معترف ہے کہ الامان اور الحفیظ! : یہ شخص کتنا بے پناہ جذبۂ عشق رکھتا ہے جو بارگاہ احدیّت میں رسا ہو گیا اور جب یہ براہِ راست وہاں تک جا پہنچا جہاں تک پہنچنے کا ذریعہ ہم ہیں (یعنی عالم صفات) تو پھر اب ہمارا وجود بیکار ہے اور عند العقل بیکار چیز کو فنا کر دینا ضروری ہے۔

غلغلہ ہائے الامان بتکدۂ صفات میں

(۱ ، ب ج ، ۵)

غَم (ع) مذکر

: پریشانی ، تشویش ہے

سیتا غم ہے جو رات ہے اندھیری

(ہمدردی ، ب د ، ۳۷۵)

: اندیشہ ہے

غم فنا ہے تجھے گنبد فلک سے اتر

(اختر صبح ، ب د ، ۱۱۵)

: فکر ہے

ہے گراں بار غم راحلہ و زاد سے تو

(۳۹ ، ب ج ، ۶۱)

غمِ بہار (ـ ف) مذکر ، غم + اضافت + بہار (رک) : بہار کا موسم گزر جانے کا غم ، مراد مسلمانوں کے عُروج کا زمانہ باقی نہ رہنے کا افسوس ہے

چمن میں آ کے سراپا غم بہار ہوں میں

(عید پر شعر لکھنے الخ ، ب د ، ۲۱۳)

غم خانہ (ـ ف) مذکر : وہ مقام جہاں آدمی کے لیے طرح طرح کے غم ہوں ، غم کا گھر ، ماتم کدہ ہے

غم خانۂ جہاں میں جو تیری ضیا نہ ہو

(شمع و پروانہ ، ب د ، ۱۳۲)

غم دِیدَہ (ـ ف) صفت : غم + دیدہ ، مصدر دیدن (= دیکھنا) سے حالیۂ تمام : جو غم دیکھے ہوئے ہے ، غمگین ہے

سرزمین دلی کی مسجودِ دلِ غم دیدہ ہے

(بلاد اسلامیّہ ، ب د ، ۱۴۵)

غم زُدا (ـ ف) صفت ، غم + زدا ، مصدر زدودن (= صاف کرنا ، دُور کرنا) سے فعل امر : دل سے فکر کو دُور کرنے والا ، خوش اور بشاش کرنے والا ہے

غم زدائے دل افسردۂ دہقاں ہونا

(ابر کہسار ، ب د ، ۲۸)

غم زَدَہ (ـ ف) صفت ، غم + زدہ ، مصدر زدن (= مارنا) سے حالیۂ تمام ، غم کا مارا ہوا ، رنج اور صدمات کا ستایا ہوا ہے

بنا دیتی ہے گوہر غمزدوں کے اشکِ بیہم کو

(پھولوں کی شہزادی ، ب د ، ۲۴۴)

غمِ صَیّاد (ـ ع) غم + اضافت + صیّاد (رک) : حکومت کی طرف سے کسی بات کا ڈر (کیونکہ تو حکام رس ہے) ع

غم صیّاد نہیں اور پر و بال بھی ہیں

(نصیحت ، ب د ، ۲۷۱)

غم کَدَہ (ـ ف) مذکر ، غم + کدہ (= گھر ، مقام)

: غم و رنج کا گھر ، مراد دل ہے

ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی

(بلال ، ب د ، ۸۰)

: دنیا جو رنج و غم کا گھر ہے ع

غمکدۂ نمود میں شرط دوام اور ہے

(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام ، ب د ، ۱۱۵)

غم کُشاں (ـ ف ف) صفت ، غم + کش (رک) + ان (لاحقۂ جمع) : غم منانے والے لوگ ہے

اے غم کشاں دُردۂ شاہی خدا نہیں

(اشک خون ، ب ا ، ۹۱)

غم گُسار (ـ ف) غم + گسار : مرکبات میں مستعمل ہے اور

دُور کرنے والا یا کھانے پینے والا کے معنی دیتا ہے:
غم خوار: غم مٹانے والا، سچا دوست ؎
کوئی نہیں غم گسارِ انساں
(انساں، ب د، ۱۲۷)

غم ناک (ـ ف) صفت، غم + ناک (لاحقۂ صفت)
: رنجیدہ دل ؎
اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
(۲۳، ب ج، ۳۶)

غم نصیب (ـ ع) غم + نصیب (= حصہ): جس کی قسمت
میں غم و رنج ہو، رنجیدہ دل ؎
غم نصیب اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا
(صقلیہ، ب د، ۱۲۴)

غمّاز (ع) صفت، چغلی کھانے والا، بھید کو ظاہر کر دینے
والا ؎
اشکِ جگر گداز نہ غمّاز ہو ترا
(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

غمزہ (ع) مذکر: ناز نخرا ؎
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی
(۷، ب ج، ۱۱)

غمزۂ اُشتر (ع ف ف) مذکر، غمزہ (= ناز نخرہ) + ۂ
(علامت اضافت) + اشتر (= اونٹ): اونٹ
کی چالاکی اور فریب ؎
رشکِ صد غمزۂ اشتر ہے تری ایک کلیل
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

غمیں (ف ف) صفت، غم + یں (لاحقۂ نسبت):
غمگین، رنجیدہ ؎
دلِ غمیں کے موافق نہیں ہے موسمِ گل
(۱۲، ب ج، ۱۶)

غمیں مشو کہ بہ بندِ جہاں گرفتاریم
طلسمہا شکند آں دلے کہ ما داریم
اس کا غم نہ کر کہ ہم دنیا کی قید میں پھنسے ہیں۔ اس لیے
کہ جو دل (یعنی خودی کا پہچاننے والا دل) ہم رکھتے ہیں
وہ تمام طلسموں کو توڑ دینے پر قدرت رکھتا ہے
(مسعود مرحوم، ا ح، ۲۵)

غنا (ع) مونث: دولتمندی ؎
تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
(می اور تُو، ب ر، ۲۵۲)

غنچوں کی جگر چاکی: مراد عزیزوں قریبوں اور دوستوں کی
دلسوزی پر مبنی نصیحت ؎
ہنسی سمجھی گئی گلشن میں غنچوں کی جگر چاکی
(تہذیبِ حاضر، ب د، ۲۲۵)

غنچہ (ف) مذکر
: بے کھلی اور گُنجان پنکھڑیاں، ناشگفتہ
کہ غنچوں کی صورت ہوں دل درد آشنا پیدا
(تصویرِ درد، ب د، ۷۱)
: استعارۃً گلدستۂ احباب ؎
کہ گرہ غنچے کی کھلتی نہیں بے موجِ نسیم
(فقر و ملوکیت، ض ک، ۳۰۰)

غنچۂ آب میں گلشن کی تماشائی: مراد پانی کے ایک قطرے
میں بحر یعنی وجودِ مطلق کا جلوہ دیکھنے والی
(موجِ دریا، باب ا، ۳۰۵)

غنچۂ دلی (ـ ف ا) غنچہ + ۂ (علامت اضافت) + دلی
(= دہلی، بھارت کا مشہور شہر جو غالب کا مسکن
تھا اور جہاں انھوں نے وفات پائی): دہلی کی کلی سے
غالب کا کلام مراد ہے جو ابھی ناشگفتہ کلی کی طرح تازہ
ہے اور جس کی مہک ابھی دنیا میں نہیں پھیلی ؎
خندہ زن ہے غنچۂ دلی گلِ شیراز پر
(مرزا غالب، ب د، ۲۹)

غنچۂ گل (ـ ف ف) مذکر: غنچہ + ۂ (علامت
اضافت) + گل (پھول، گلاب): پھول کی ناشگفتہ
پنکھڑیاں ؎
غنچۂ گل کو دیا ذوقِ تبسم میں نے
(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۸۶)

غنچۂ منقار (ف ع) مذکر، غنچہ + ۂ (علامت اضافت)
+ منقار (ع ک): منقار کے بند ہونے اور کلی کی ڈنڈی

سے مشابہ ہونے کی بنا پر غنچے سے تشبیہ دی ہے ؎
جو نکلی نالہ بن کر غنچۂ منقار بلبل سے
(ب ا، ۴۵)

غَنی (ع) صفت ، دولتمند ؎
بندۂ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
(شکوہ ، ب د ، ۱۵۷)

غنی روزِ سیاہ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

: اے غنی ! حضرت یعقوب علیہ السلام کی یہ سیاہ بختی تو دیکھ کر ان کے نورِ چشم (یوسف ؑ) نے زلیخا کی آنکھوں کو روشن کر دیا (اور وہ خود نابینا ہو گئے ، بالکل ایسی ہی صورت ہمارے بزرگوں کے کتب خانوں کی ہوئی کہ ہم اس نادر ذخیرے سے محروم ہو گئے اور لندن کا کتب خانہ اس کا سرمایہ دار بن بیٹھا)
(خطاب بہ جوانانِ اسلام ، ب د ، ۱۸۰)

غَنیم (ع) مذکر ، دشمن ، مقابل لشکر ؎

غَنیمِ مَوت (ع – ع) غنیم + اضافت + موت (ع) ، موت کو غنیم سے تشبیہ دی ہے ؎
مل نہیں سکتی غنیمِ موت کی یورش کبھی
(گورستانِ شاہی ، ب د ، ۱۵۰)

غَنیمت (ع) مونث
کچھ نہ ہونے سے جس کا ہونا بہتر ہو ، قدر کے قابل ؎
مرا سبو چہ غنیمت ہے اس زمانے میں
(۹، ب ج ، ۱۳)
: منتوح فوج کا سامان جو فاتح کو لوٹ میں ملے ؎
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی
(طارق کی دعا ، ب ج ، ۱۰۵)

غَوّاص (ع) صفت : غوطہ لگانے والا ، زیرِ نظر مصرع میں محبت کو غواص سے تشبیہ دی ہے ۔
غواصِ محبت کا اللہ نگہباں ہو
(لالۂ صحرا ، ب ج ، ۱۲۲)

غَوّاصِ مَعانی (ع – ع) صفت ، غواص + اضافت + معانی (= مطالب و مضامین) : مطالب و مضامین کے سمندر میں غوطے لگانے والے ، اعلیٰ درجے کے مصنف اور شاعر ؎
اس خاک سے اٹھے ہیں وہ غواصِ معانی
(شعاع امید ۳ ، ض ک ، ۱۹۰)

غَوّاصی (ع) مونث : غوطے لگانے کا عمل ، مراد زیرِ نظر زمین میں مزید شعروں کی تصنیف ؎
سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ
(۲، ب ج ، ۲۲)

غَور (ع) مذکر نیز مونث : (مسئلے کی) گہرائی تک پہنچنے کی صورتِ حال ، توجہ خاص ، فکر و تامل ؎
جیتے ہیں ہم عصر و بجیں غور سے
(پنجۂ فولاد ، ب ا ، ۱۵۹)

غور کرنا (ع – ا) : سوچنا ، فکر کرنا ؎
پئے سالِ اشاعت غور کی اقبال نے جس دم
(ب ا ، ۸۴)

غوری (ف) مذکر : سلطان شہاب الدین غوری ہندوستان کا پہلا مسلم بادشاہ جس نے بارھویں صدی عیسوی کے آخر میں ترائن ضلع کرنال کے نزدیک پرتھوی راج کو شکست دے کر بھارت میں مسلمان حکومت قائم کی ۔ ۱۲۰۶ء باطنی فرقے کے ایک پیرو نے دھوکے سے قتل کر دیا ؎
رہے نہ ایبک و غوری کے معرکے باقی
(۵۵، ب ج ، ۴۷)

غوطہ زَن (ع – ف) صفت ، غوطہ (= پانی میں پاؤں سے سر تک ڈوبنے کا عمل ، ڈبکی) + زن ، مصدر زدن (= مارنا) سے فعل امر
ڈبکی لگانے والا ، ڈوبنے والا ، غرقاب ؎
غوطہ زن دریائے خاموشی میں ہے موجِ ہوا
(خفتگانِ خاک سے استفسار ، ب د ، ۲۸)

۱؎ غنی کاشمیری ۱۲ ۔

: غور و فکر کرنے والا ہے

قرآں میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں

(اشتراکیت ، ض ک ، ۱۳۶)

: ڈوب کر ابھر آنے والا ہے

علم کے دریا سے نکلے غوطہ زن گوہر بدست

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۷)

غوغا (ع) مذکر ، شور و غل ، ہنگامہ ہے

مٹ کے غوغا زندگی کا شورشِ محشر بنا

(سوامی رام تیرتھ ، ب د ، ۱۴۴)

غوغائے رَوارَو (- ف ف ف ف) مذکر ، غوغا + ے (علامت اضافت) + رَو (رک رَوِش) + ا (اتصال) + رَو : دوڑ دھوپ کا شور و غل (جو اسکولوں یا کالجوں کے کھیل میں ہوتی ہے) ہے

یہ مدرسہ یہ کھیل یہ غوغائے روارو

(محراب گل افغان ، ض ک ، ۱۶۷)

غوغائے زندگی (- ف ف) غوغا + ے (علامت اضافت) + زندگی (رک) : زندگی کے ہنگامے ، عالم موجودات کی رونق اور چہل پہل (جو جلوۂ قدرت کا آئینہ ہے) ہے

پوشیدہ ہے وہ شاید غوغائے زندگی میں

(چاند ، ب د ، ۱۷۱)

غُول (ع) مذکر : بھوت پریت ، دیو ، شیطان ۔

غولِ بیاباں (- ف) مذکر ، غول + اضافت + بیابان ؛ لق و دق صحرا کے بھوت پریت یا بدروحیں ہے

کہیں خار بیاباں تھے کہیں غولِ بیاباں تھا

(گلِ خزاں دیدہ ، ب ا ، ۵۱۵)

غیاب (ع) مذکر

(محبوب کے) سامنے نہ ہونے کی حالت ، غیبتِ محبوب ، فراق ، ہجر ہے

اک اضطراب مسلسل غیاب ہو کہ حضور

(۱۵ ، ب ج ، ۳۱)

: رک خودی کا غیاب ۔

غَیب (ع) مذکر : غیر موجودگی ، خفی ، نہاں ، مراد جو بات غائب یعنی خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہو

(صدائے غیب ، ا ح ، ۲۰)

غیب و حضور (- ف ع) مذکر ، غیب + و (عطف) + حضور (= حاضر اور موجود ہونے کی کیفیت) : یہ مسئلہ کہ خدائے تعالیٰ غائب ہے یا اس کی تجلی ہر ذرے میں نظر آتی ہے ، فلسفی اس کا فیصلہ نہیں کر سکے ہے

تڑپ رہا ہے فلاطوں میانِ غیب و حضور

(۶۰ ، ب ج ، ۸۰)

غیبت (ع) مونث : نگاہوں سے پوشیدہ ہونے کی صورت حال ۔

غیبتِ صغریٰ (- ع) مونث ، غیبت + اضافت + صغریٰ (= چھوٹی) ، اس کا مطلب سمجھنے کے لیے یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ فرقۂ جعفریہ کی ایک اصطلاح ہے جس کا خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ بارھویں امام حضرت مہدی علیہ السلام (جن کا نام محمدؐ اور لقب مہدی ہے) امام حسن عسکری کے گھر میں بمقام سامرا ۲۵۵ھ میں پیدا ہونے کے بعد ۲۶۴ھ میں جبکہ بادشاہ وقت آپ کو قتل کر کے نسلِ رسولؐ صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر تلا ہوا تھا ، مشیت ایزدی کے تحت نظروں سے غائب ہو گئے اور بوقت غیبت عثمان بن سعید کو اپنا وکیل مقرر کر گئے ۔ ۳۳۰ ہجری تک وکیلوں کا یہ سلسلہ جاری رہا ۔ اس کے بعد غیبت کبریٰ شروع ہو گئی جو ہنوز جاری ہے ۔ ۲۶۴ سے ۳۳۰ تک کا زمانہ غیبت صغریٰ کہلاتا ہے ہے

مگر یہ غیبت صغریٰ ہے یا فنا کیا ہے

(مسعود مرحوم ، ا ح ، ۲۵)

غیبتِ کبریٰ (ع ف ع) مونث ، غیبت (= نگاہوں سے غائب رہنے کی صورت حال) + اضافت + کبریٰ (= بڑی ، طویل مدت کی) : امام مہدی آخر الزمان کے متعلق اکثر و بیشتر مسلمانوں کا (جن میں اقبال بھی شامل ہیں جیسا کہ اس شعر سے بھی ظاہر ہے) یہ عقیدہ ہے کہ وہ (دوسری صدی ہجری کے بعد امام حسن عسکریؑ کے گھر پیدا ہو چکے تھے اور حکم الٰہی سے حجاب مشیت میں غائب

ہو گئے تھے، کچھ مدت اس طرح غائب رہے کہ اپنے مقرر کیے ہوئے نائبوں سے خفیہ طور پر ملتے تھے اور انہیں احکام دیتے تھے۔ یہ زمانہ غیبت صغریٰ (= چھوٹی غیبت) کہلاتا ہے۔ اس کے بعد یہ حکم دے کر بالکل غائب ہو گئے کہ جو کچھ علما سے فقہا قرآن حدیث اجماع اور عقل سے حکم نکال کر بتائیں اس پر عمل کرو اور اب ہم جب تک خدا کا حکم نہ ہوگا ظاہر نہیں ہوں گے۔ یہ زمانہ غیبت کبریٰ کہلاتا ہے اور آج تک جاری ہے (رک غیبت صغریٰ)؛ مث

یعنی حجاب غیبت کبریٰ دریدہ است

(صدائے لیگ، ب ا، ۳۲۱، ۵)

غَیر (ع) صفت

: جو اپنا دوست یا عزیز نہ ہو؛ مث

غیروں سے نہ ملیے تو کوئی بات نہیں ہے

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

: اپنے علاوہ کوئی اور؛ مث

صد کو اپنی سمجھتا ہے غیر کی آواز

(فراق، ب د، ۱۳۱)

: کفار، غیر مسلم؛ مث

بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لب جو بیٹھے

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

: سوا؛ مث

قافلے میں غیر فریاد درا کچھ بھی نہیں

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۰)

: ماسوی اللہ؛ مث

تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

(، ب ج، ۳۱)

: بعیر؛ مث

نخل مقصد غیر آب زر کہیں پھلتا نہیں

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۰)

: رقیب (رک اغیار جو اسی کی جمع ہے)

غَیر اَز (ع ف) کلمۂ استثنا، غیر (= علاوہ) + از (= سے یا کے): سے علاوہ، کے علاوہ؛ مث

یہ نظر غیر از نگاہ چشم صورت بیں نہیں

(گل رنگیں، ب د، ۴۲)

غَیرُ اللّٰہ (ع ع) صفت، غیر (= سوا، علاوہ) + اللہ (= خدا): اللہ کے علاوہ جو کچھ بھی ہے یعنی کل عالم ممکنات (رک خاشاک غیر اللہ)

غَیرِ سَبَب (- ع) متعلق فعل، غیر + اضافت + سبب (رک): بلا وجہ، بغیر کسی سبب یا وجہ کے؛ مث

پھر یہ آزردگی غیر سبب کیا معنی

(شکوہ، ب د، ۱۹۸)

غَیر سے غافِل ہونا: ماسوی اللہ سے غفلت برتنا، خدا کے سوا کسی کی طرف توجہ نہ کرنا (اس مصرع میں اسے جاہل ہونے سے تعبیر کیا ہے)؛ مث

اے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں جاہل ہوں میں

(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

غَیر کے ہاتھ میں ہے: یعنی مرد کے قبضے میں ہے (مراد یہ کہ عورت مرد کے بغیر اپنا جوہر (یعنی پیدائش اولاد) نہیں دکھا سکتی)؛ مث

غیر کے ہاتھ میں ہے جوہر عورت کی نمود

(عورت، ض ک، ۹۱)

غَیرَت (ع) مونث

: شرم، حیا؛ مث

غیرت نہ تجھ میں ہوگی نہ زن اوٹ چاہے گی

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

: رشک، قابل رشک؛ مث

خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبریل

(۴۲، ب ج، ۶۳)

: شریعت اسلامیہ کی عزت برقرار رکھنے کا جذبہ؛ مث

غیرت ہے طریقت حقیقی

(جاوید سے ۲، ض ک، ۸۸)

: خودداری (کہ جب سجدے سے انکار کر دیا تھا تو پھر اسی پر اڑا رہا اور جنت سے دربدر ہونا گوارا کیا مگر فیصلہ نہ بدلا)؛ مث

تیری غیرت سے ابد تک سرنگون و شرمسار

(پانچواں شبیر، اح، ۱۰)

غَیرتِ جَنّت (ع ا ع) صفت، غیرت + اضافت + جنت (رک) : جس پر بہشت بھی رشک کرے، بہشت سے بھی بہتر ہے۔

بنا دی غیرتِ جنت یہ سرزمیں میں نے

(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

غَیرتِ سُجُودِ نیاز (ـ ع ف) صفت، غیرت + اضافت + سجود (رک) + اضافت + نیاز : جس پر نیازمندی کا سجدہ رشک کرے ہے

فتادگی ہے تری غیرتِ سجودِ نیاز

(حضور رسالتمآبؐ میں، ب د، ۱۹۷)

غَیرتِ فِردَوس : رک غیرتِ جنت ہے

کیا کہوں اس بوستان غیرتِ فردوس کی

(حیدر آباد دکن، ب ا، ۲۴۲)

غَیرت کُش (ـ ف) صفت، غیرت + کُش، مصدر کشتن (= مار ڈالنا) سے فعل امر : شرم و حیا کے گلے پر چھری چلانے والا ہے

بھلا تعمیل اس فرمان غیرت کش کی ممکن تھی

(غلام قادر رہیلا، ب د، ۲۱۷)

غَیرت مَند (ـ ف) صفت : جس میں شرم کا مادہ پایا جائے، جو دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلانے یا خودی کے خلاف کوئی بھی عمل کرنے کو باعث ننگ سمجھے ہے

کہ غیرت مند ہے میری فقیری

(رباعیات، ۲، اح، ۳۰۰)

غَیرتِ نوکِ سِناں (ـ ف ع) صفت، غیرت + اضافت + نُوک (رک) : چبھنے میں نیزے کی بھال سے زیادہ تیز ہے

خارِ حسرت غیرتِ نوکِ سناں ہونے لگا

(نالۂ یتیم، ا، ۳۵)

غَیرِیَت[1] (ع) مونث : بیگانگی، ایک دوسرے کو اپنا غیر خیال کرنے کی صورتِ حال ہے

آ غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں

(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

غَیُور (ع) صفت : غیرت مند، خود دار ہے

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے

(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۲۰۱)

نوٹ ۱۔ "جنگِ یرموک" (ص ۔، ۲۳۴، ب د) کے آخری شعر میں پہلے مصرع کا قافیہ "غیور" چھپا ہوا ہے۔ غالباً یہ کاتب اور پروف ریڈر کی بے توجہی کا نتیجہ ہے اس جگہ مصنف نے "غفور" کہا ہوگا (رک غفور)

۲۔ کلاہ لالہ رنگ (ص ۲۳۱، ب ا) کے حسب ذیل مصرع میں "غیور" بہ تشدید یا نظم کیا گیا ہے۔ یہ لفظ بغیر تشدید بھی درست ہے ہے

خلق کہتی تھی تجھے اے ترک تو غیور ہے

---

[1] صحیح لفظ غَیرِیّت ہے۔

ف

فاتح (ع) صفت : فتح کرنے والا ، فتح کرنے والی.

فاتحِ عالم (ع ع) صفت ، فاتح + اضافت + عالم (رک) : (مادّی اور رُوحانی دونوں ذریعوں سے) ساری دُنیا کو فتح کرنے کا ذریعہ ہے

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتحِ عالم

(طلوعِ اسلام ، ب د ، ۲۷۲)

فاتحہ (ع) مذکر نیز مونث : سُورۂ الحمد جو قرآن پاک میں سب سے پہلی سُورت ہے ...

فاتحہ خوانی (ع ف) مونث : مُردے کی رُوح کو ایصالِ ثواب کے لیے سُورۂ فاتحہ پڑھنے کا عمل ہے

فاتحہ خوانی کو یہ ٹھہرا ہے دم بھر کے لیے

(گورستانِ شاہی ، ب د ، ۱۴۹)

فاختہ[1] (ع) مونث : کبوتر اور قمری کی قسم کا ایک پرند جس کا رنگ خاکی سُرخی مائل اور گردن میں طوق ہوتا ہے ہے

جو آ کے فاختہ بیٹھی تو جھک گئی ٹہنی

(ابر ، ب ا ، ۱۹)

فارابی ... عرفی : جس کے تحت یہ درج ہے .

(عرفی ، ب د ، ۲۳۸)

فاران (ع) مذکر : مکۂ معظمہ کی وہ پہاڑی جس سے اسلام کا سُورج طلوع ہوا ہے

سرِ فاراں پہ کیا دین کو کامل تو نے

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۸)

فارس[2] (معر) مذکر : ملک ایران کا قدیم نام ہے

ہند ہی بُنیاد ہے اس کی نہ فارس ہے نہ شام

(بلادِ اسلامیہ ، ب د ، ۱۴۷)

فارس کے آسماں سے (ف ا رف ا ر) ، فارس (= ایران قدیم) + کے (رک) + آسماں (= زمین فارس جو رُتبے میں آسمان کی طرح بلند ہے) + سے (رک) : ایران قدیم کی سرزمین کو وہاں کے ترقیاتی علوم و فنون و شعور کی بنا پر آسمان سے اور وہاں کے حکما و شعرا کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے ہے

ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسماں سے

(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت ، ب د ، ۸۷)

فارس[2] (ع) مذکر : شہسوار ہے

ساقیِ اربابِ ذوق فارسِ میدانِ شوق

(مسجد قرطبہ ، ب ج ، ۹۷)

فارغ (ع) صفت : جو کام سے نبٹ چکا ہو ، مطمئن ، بیکار ، بے مشغلہ ہے

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا

(۱۸ ، ب ج ، ۴۲۲)

فارُوقی (ع ف) صفت : فارُوق (حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا لقب) + ی (لاحقۂ نسبت) : حضرت فاروق رضؓ سے تعلق رکھنے والا یا ان کا پیرو ہے

دل بیدار فارُوقی دل بیدار کراری

(... ، ب ج ، ۳۷)

: حضرت فاروقؓ کی صفات ہے

سنی سے بیاباں میں فارُوق

(محرابِ گل افغان ... ۲۰ ، ض ک ، ۱۹۲)

فاسد (ع) صفت : خراب ، ... جسم کے نظامِ صحت میں خلل ڈالنے والا ہے

ہے خُونِ فاسد کے لیے تعلیم مثلِ نیشتر

(مسلمان اور تعلیمِ جدید ، ب د ، ۲۴۲)

فاش (ف) صفت : آشکارا ، ظاہر (پاش کا مبدّل ہے) ہے

کہ میں نے فاش کر ڈالا طریقہ شاہبازی کا

(۸ ، ب ج ، ۳۲۰)

فاش ہو (ـ ار) : ظاہر ہو جا ، یعنی اپنی صلاحیتوں کا اپنے عمل سے اظہار کر ہے

اے دلِ کون و مکاں کے رازِ مضمر فاش ہو

(نوید صبح ، ب د ، ۳۱۲)

---

[1] عربی میں فاختۃ.

[2] زبان فارسی میں پارس .

فاضل (ع) صفت : فضیلت رکھنے والا ؎
عالم فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان
(محراب گل افغ ، ۷ ، ض ک ، ۱۹۹)

فاطر (ع) پیدا کرنے والا ؎
طرز ہے فاطر ہستی کا ازل سے دستور
(جواب شکوہ ، ب د ، ۲۰۲)

فاطمہ (ع) مونث : ایک عرب لڑکی جو عبداللہ کی بیٹی تھی اور جس نے جنگ طرابلس (۱۹۱۱ء) میں زخمیوں کی خدمت اور سقائی کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا ؎
(فاطمہ بنت عبداللہ ، ب د ، ۲۱۴)

فاطمہ بنت عبداللہ : یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے ۔ فاطمہ ایک عرب لڑکی تھی جو طرابلس کی جنگ میں زخمی غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوگئی ۔ ستمبر ۱۹۱۱ میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا تھا ۔ اس وقت ترکی کے پاس صرف دو جنگی جہاز تھے وہ بھی مرمت طلب ۔ ان کے علاوہ نہ توپیں تھیں نہ گولہ بارود نہ فوج کا کوئی انتظام تھا ۔ نہ کھانے پینے کا بندوبست ، یہاں تک کہ مُردوں کو کفن دینے اور زخمیوں کا علاج کرنے کے لیے بھی کچھ نہ تھا ۔ میدانی فوج کا راستہ مصر کی ناکہ بندی کرکے انگریزوں نے روک دیا تھا ۔ اس لیے عربوں کے دینی اور دنیاوی قائد شیخ سنوسی مرحوم نے "جہاد" کا اعلان کر دیا اور نہتے مسلمان سر سے کفن باندھ کے میدان میں کود پڑے ۔ اس عالم بیکسی میں ایک چودہ برس کی لڑکی فاطمہ بنت عبداللہ جذبۂ دینی میں اپنی جان پر کھیل کر مشکیزہ کاندھے پر اٹھائے زخمیوں کو پانی پلاتی پھر رہی تھی ۔ ۱۲ نومبر ۱۹۱۲ کو اس شیر دل عرب کی لڑکی کے شہید ہونے کا حال اخباروں میں شائع ہوا ۔ اقبال جن کا دل مسلمانوں کی اس حالت زار سے بہت متاثر تھا اس خبر کو پڑھ کر بے چین ہو گئے اور اس وقت بے اختیار یہ نظم کہہ دی جس نے فاطمہ کو زندۂ جاوید بنایا اور عصر حاضر کے نوجوانوں کو راہ عمل دکھا دی ۔
: بانگ درا میں اس نظم کے چار شعر موجود نہیں جو باقیات میں بلا حوالہ درج کیے گئے ہیں
(ب ا ، ۲۷۱)

فال و فر : رک فر و فال ؎
باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے
(جہاد ، ض ک ، ۲۸۶)

فام (ف) رنگ (ترکیب میں مستعمل) ؎
ناظر عالم ہے نجم سبز فام آسماں
(گورستان شاہی ، ب د ، ۱۴۹)

فانوس (ف) مذکر : چمنی ، وہ شیشہ جس کے اندر روشنی کی شمع وغیرہ زیر پوش ہو ؎
تجھ کو خاک تیرہ کے فانوس میں پنہاں کیا
(بچہ اور شمع ، ب د ، ۹۳)

فانی (ع) صفت : جس کو زوال [illegible] فنا ہے ، فنا ہونے والا ؎
ابد ہی بنتا ہے یہ عالم فانی جس سے
(حقیقت حسن ، ب د ، ۱۲۷)

فائدہ (ع) مذکر : نفع ؎
کچھ فائدہ اپنا تو مرا اس میں نہیں تھا
(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۲۹)

فتاح (ع) صفت : فتح کرنے والی ، فاتح (یہ صیغۂ مبالغہ ہے) ؎
ہندوستاں کی تیغ ہے فتاح بہشت باب
(پنجاب کا جواب ، ب ا ، ۲۱۹)

فتادگی (ف) مونث : رک افتادگی جس کی یہ تخفیف ہے ؎
فتادگی ہے تری غیرت سجود نیاز
(حضور رسالتمآب میں ، ب د ، ۱۹۷)

فتح (ع) مونث
۱ جیت ، لڑائی میں دشمن پر غالب آنے کی صورت حال ؎
فتح کامل کی خبر دیتا ہے جوش کارزار
(مسلم ، ب د ، ۱۹۲)
۲ کھلنے کی کیفیت (رک فتح باب)

فتحِ باب (۔ ع) مونث، فتح + اضافت + باب (= دروازہ): کامیابی کا دروازہ کھلنے کی صورتِ حال ہے

یہی دینِ محکم یہی فتحِ باب

(پنجاب کے دہقان سے، ب ج، ۱۵۲)

فتنہ (ع) مذکر: ہنگامہ، فساد، جھگڑا۔

فتنہ تراش (۔ ف) صفت، فتنہ + تراش (رک): فتنے فساد اٹھانے والا، جوڑ توڑ کر کے سیاست چلانے والا ہے

ہزار شکر نہیں ہے دماغ فتنہ تراش

(ایک خط کے جواب میں، ب د، ۲۲۹)

فتنہ رُبا (۔ ف) صفت، فتنہ + رُبا، مصدر رُبُودن (اچک لینا): فتنے کو دور کرنے والا ہے

یہ وہ بندے ہیں اسے فتنہ ربا کہتے ہیں

(فریادِ امت، ب ا، ۱۵۵)

فتنہ گر (۔ ف) صفت، فتنہ + گر (لاحقۂ صفتِ فاعلی): شوخ ہے

عشق تھا فتنہ گر و سرکش و چالاک مرا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۱۹۹)

فتنۂ فردا کی ہیبت: آئندہ پیدا ہونے والی شورش کا خوف (جس کا مزدور تحریک سے اندیشہ ہے) ہے

فتنۂ فردا کی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ آج

(پانچواں مشیر، ا ح، ۱۰۱)

فتوحات (ع) مذکر نیز مونث: فتح (= جیت) کی جمع الجمع: فاتحانہ کارنامے ہے

کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات

(لینن، ب ج، ۱۰۸)

فتویٰ (ع) مذکر: مذہبی حکم، حکم ہے

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے

(ابو العلا معرّی، ب ج، ۱۵۷)

فخر (ع) مذکر: شرف، ناز ہے

فخر پابوسی سے تیری آسماں سا ہو گئی

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۵)

فخرِ روزگار (ع ف) صفت: فخر (= بزرگی، شرف، ناز) + اضافت + روزگار (= دنیا): جس پر دنیا ناز کرے ہے

دفن تجھ میں کوئی فخرِ روزگار ایسا بھی ہے

(مرزا غالب، ب د، ۲۷)

فِدا (ع) صفت: دوسرے کی خاطر اپنے وجود کو مٹا دینے والا، قربان، صدقے، (روزمرہ میں سمجھنے سمجھانے کے لیے) بے حقیقت، ہیچ ہے

وہ خموشی شام کی جس پر تکلم بھی فدا

(ہمالہ، ب د، ۳۳)

فُرات (ع) مونث: عراق کا مشہور دریا، مراد عراق کا محدود خطہ ہے

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک

(۲۲، ب ج، ۴۹)

فَراخ (ف) صفت: وسیع، پھیلا ہوا، کشادہ۔

فراخ دستی (۔ ف ف) فراخ + دست (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): امیری، دولتمندی ہے

تنگ دستی فراخ دستی ہے

(ب ا، ۳۹۲)

فَراخی (ف) مونث: وسعت ہے

وہ خِرد فراخی افلاک میں ہے خوار و زبوں

(۳، ب ج، ۲۷)

فَراز (ف) مذکر: بلندی، عالمِ بالا، آسمانی دنیا ہے

یزداں ساکنانِ نشیب و فرازِ تو

(آفتاب، ب د، ۴۴)

فِراست (ع) مونث: دانائی، بصیرت ہے

اب مجھے ان کی فراست پر نہیں ہے اعتبار

(پانچواں مشیر، ا ح، ۱۰۰)

فَراغ (ع) مذکر: اطمینان، فراغت، سکون ہے

ہزار گونہ فروغ و ہزار گونہ فراغ

(جاوید کے نام، ب ج، ۱۱۶)

فَراغت (ع) مونث: راحت، فارغ البالی، اطمینان ہے

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم

(تعلیم اور اس کے نتائج، ب د، ۲۰۹)

فِراق (ع) مذکر: جدائی، ہجر ع
ہوائے گل فراقِ ساقیِ نامہربان تک ہے
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ان کیفیات کی تصویر کھینچی ہے جو ہجر میں عاشقِ صادق کے دل پر گزرتی ہیں۔ فلک ضمیر، کی مثال سے انھوں نے اس نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے جسے مومن نے ان لفظوں میں ادا کیا تھا — تم مرے پاس
ہوتے ہو گویا + جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
(ب د، ۱۳۱)

فِراق آمیز (ع - ف)، رک قُربِ فراق آمیز۔

فَرامُشی: رک فراموشی جس کی یہ تخفیف ہے ع
عجیب لغزہ ہے یہ خود فرامشی کے لیے
(ب ا، ۲۲۴)

فَراموش (ف) صفت، یاد سے اترا ہوا جسے بھول گئے ہوں ع
اے مہرِ جہاں تاب نہ کر ہم کو فراموش
(شعاعِ اُمید، ض ک، ۱۰۸)

فَراموشی (ف ف) مونث، فراموش (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): بھول جانے اور غافل ہو جانے کا عمل (مراد مادّی تعلقات میں پڑ کر اپنی اصلیت اور حقیقت کو بھول جانے کی صورتِ حال) ع
زندگانی جس کو کہتے ہیں فراموشی ہے یہ
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

فَراواں (ف) صفت: زیادہ، کثرت اور بہتات کے ساتھ ع
یہ عیشِ فراواں یہ تجارت یہ حکومت
(لہو و لعب اور یہود، ض ک، ۱۴۹)

فَراوانی (ف) مونث: زیادتی، کثرت، بہتات ع
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

فَرائِض (ع) مذکر، وہ کام جن کا کرنا ضروری ہو، منصب اور عہدے کے متعلقہ کام، خدا رسول کے احکام جن کا بجا لانا بندوں پر لازم ہے (فریضہ واحد) ع
وہ فرائض کا تسلسل نام ہے جس کا حیات
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۵)

فَربَہ (ف) صفت: موٹا، خوب گوشت چڑھا ہوا ع
جان لاغر و تن فربہ و ملبوس بدن زیب
(ابلیس کی درخواست، ب ع، ۱۲۲)

فَرجام (ف) مذکر: انجام، عاقبت ع
ہو مبارک اس شہنشاہِ نکو فرجام کو
(معزول شہنشاہ، ا ح، ۲۲۰)

فَرحَت (ع) مونث: خوشی ع
سہم جائے جس سے فرحت وہ ترا کاشانہ ہے
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۷)

فَرد (ع) صفت
: یکتا، بے مثل ع
پاکیزگی میں جوشِ محبت میں فرد تھا
(رام، ب د، ۱۷۷)

: ایک، چند چیزوں یا جماعت میں سے ہر ایک ع
فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۰)

فَردا (ف) ظرف، مونث
: آنے والی کل، مستقبل ع
فکرِ فردا نہ کروں محوِ غمِ دوش رہوں
(شکوہ، ب د، ...)

: زمانۂ آیندہ کے تقاضے کے مطابق چیز ع
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا
(ا، ب ع، ۲۴)

فِردَوس (ع) مذکر: بہشت کے طبقۂ اعلیٰ کا نام ع
باغ ہے فردوس یا اک منزلِ آرام ہے
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

فِردَوسِ تَخَیُّل (ع ع) مذکر، فردوس + اضافت + تخیل (رک): غالب کے تخیل کو بہشت کے طبقۂ اعلیٰ سے تشبیہ دی ہے ع

تیرے فردوس تخیل میں ہے قدرت کی بہار
(مرزا غالب، ب د، ۲۲)

فردوس در دامن (ـ ف ف) صفت، فردوس + در (= میں) + دامن (رک): اپنے دامن میں جنت کو لیے ہوئے ؏

نگہ فردوس در دامن ہے اپنی چشم حیراں میں
(پھولوں کی شہزادی، ب د، ۲۴۳)

فردوس میں ایک مکالمہ: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے شیخ سعدی شیرازی کا ایک مشہور شعر تضمین کیا ہے۔ مضمون کے اعتبار سے یہ ایک ایلیگوریکل نظم ہے جس میں حالی پانی پتی اور سعدی شیرازی کی جنت میں ایک گفتگو نظم کی ہے جس میں حالی نے سعدی سے ان کے ایک سوال کے جواب میں آبدیدہ ہو کر یہ عرض کی ہے کہ آپ حضور رسالت مآب میں عرض کریں کہ جب ہمارے نوجوان کفار کا مقرر کردہ نصاب تعلیم پڑھ رہے ہیں تو ان میں اسلام کا جذبہ کیسے پیدا ہو سکتا ہے

(ب د، ۲۴۴)

فردوسِ نظر (ـ ع) مذکر، فردوس + اضافت + نظر (= نگاہ): آنکھ کے لیے جنت اعلیٰ کی طرح خوشگوار، آنکھوں کو جنت کا سا منظر دکھانے والی ؏

چمک میری بھی فردوسِ نظر ہے
(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۴۲)

فردوسی: فارسی زبان میں دسویں صدی عیسوی کا مشہور شاعر جس کی مثنوی شاہنامہ دنیائے ادب کا سرمایہ ہے۔ یہ ساٹھ ہزار اشعار کی مثنوی اس نے محمود غزنوی کی فرمائش پر کہی تھی لیکن محمود نے اس کا خاطر خواہ صلہ نہ دیا اس ناقدری سے متاثر ہو کر فردوسی نے اس کی ہجو کہی جس کے یہ شعر بہت مشہور ہیں ؎

پرستار زادہ نیاید بکار
اگرچہ بود زادۂ شہریار
اگر مادر شاہ بانو بدے
مرا سیم و زر تا بزانو بدے

۔ یہ ہجو سننے کے بعد محمود نے قول و قرار کے مطابق صلۂ شاہنامہ کی رقم بھیجی جو اس وقت پہنچی جب فردوسی کا جنازہ تیار تھا ؏

یہ کہتا ہے فردوسی دیدہ ور
(خودی، ب ج، ۱۶۰)

فرزانہ (ف) صفت: دانا، عقلمند ؏

تیری محفل میں نہ دیوانے نہ فرزانے رہے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۶)

فرزند (ف) مذکر: اولاد (بیٹا ہو یا بیٹی) ؏

کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
(صدیق، ب د، ۲۲۴)

؛ مراد حامی (اس طرح حمایت کرنے والا جیسے بیٹا باپ کی حمایت کرتا ہے) ؏

نے اہلِ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
(۱۲، ب ج، ۲۱)

فرزندی (ف ف) مونث، فرزند (= بیٹا) + ی (لاحقۂ کیفیت): بیٹا ہونے کی منزل، ابنیت ؏

سکھلائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی
(۱۰، ب ج، ۱۴)

فرزیں (ف) مذکر: شطرنج کے کھیل کا وہ مہرہ جو وزیر کہلاتا ہے ؏

شاطر کی عنایت سے تو فرزیں میں پیادہ
(سیاست، ب ج، ۱۵۹)

فرس (ع) مذکر: گھوڑا ؏

کیوں ہراساں ہے صہیلِ فرسِ اعدا سے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۶)

فرسودہ (ف) صفت، مصدر فرسودن (= گھس جانا، پرانا ہو جانا) سے حالیۂ تمام: بہت پرانا اور گلا سڑا ہوا ؏

فرسودہ ہے پھندا ترا زیرک ہے مرغِ تیز پر
(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۲)

فرش (ع) مذکر

: وہ کپڑا (دری یا قالین وغیرہ) جو اکثر لوگوں کے کمرے میں بچھا ہوتا ہے ؎

ان کا یہ حکم دیکھ مرے فرش پر نہ رینگ

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

: زمین ؎

فرش سے شعر ہوا عرش پہ نازل میرا

(جوابِ شکوہ، ب ا، ۲۲۶)

فِرِشْتوں : فرشتہ (رک) کی جمع۔

فِرِشْتوں کا گیت (ف ا ر ا ر ا ر) مذکر، فرشتہ (رک) + وں (لاحقۂ جمع اردو جو ہا سے ہوز حذف کرنے کے بعد لگایا گیا) + کا (رک) + گیت (رک) : ملائکہ کا نغمہ جو انھوں نے لینن کی فریاد سے متاثر ہو کر مزدور کے حق میں گایا اور جو بارگاہ احدیت میں ایک قسم کی درخواست ہے (تفصیلات کے لیے دیکھیے لینن)

(ب ج، ۱۰۹)

: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ یہ گیت فرشتوں نے لینن کی عرضداشت خدا کے حضور میں سننے کے بعد گایا ہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے لینن۔

(ب ج، ۱۰۹)

فِرِشْتوں کی ادائیں : مراد آدم کا پتلا بننے اور اس کو سجدۂ تعظیمی کرنے کا حکم ملنے پر فرشتوں کا خلافت الٰہیہ کے لیے اپنا استحقاق جتانا اور پھر قدرت کا استحقاق خلافت کے لیے علم کو معیار ٹھہرانا اور اس پر فرشتوں کا لاعلم لنا کہنا اور پھر آدم کے سامنے سر جھکا دینا۔ اقبال نے ان سب مناظر کو اداؤں، سے تعبیر کیا ہے ؎

نہیں پیش نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں

(روح ارضی الخ، ب ج، ۱۳۲)

فِرِشْتَہ (ف) مذکر : ایک نورانی مخلوق جو عالم بالا کا ساکن بتایا گیا ہے اور خدائے تعالیٰ کا پیغام پہنچانے اور اس کے احکام نافذ کرنے کا کام انجام دیتا ہے یا پھر عبادت کرتا رہتا ہے، روایتی طور پر اس کے پر بھی ہوتے ہیں مگر رسولؐ وغیرہ کے سوا کسی کو نظر نہیں آتا قرآن پاک میں جا بجا اس کا ذکر آیا ہے، ملک، ملائکہ ؎

فرشتے سکھاتے ہیں شبنم کو رونا

(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

فِرِشْتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں : (رک آدم) یہ بال جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے انسان کی فطری صلاحیتوں کو فرشتوں کی زبان سے بیان کر کے غیر شعوری طور پر عمل کی تحریک کی ہے۔

(ب ج، ۱۳۱)

فُرْصَت (ع) مونث : مہلت، موقع (فرصت نہ ملنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ستارہ تڑکے میں طلوع ہوتا ہے اور سورج طلوع ہوتے ہی غائب ہو جاتا ہے) ؎

ملی نگاہ مگر فرصت نظر نہ ملی

(اخترِ صبح، ب د، ۱۱۵)

: بیکاری کے لمحات، بے عملی کی گھڑیاں ؎

میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو

(غزل، ض ک، ۸۵)

فُرْصَت پانا (-ار) کسی کام سے نبٹ جانا ؎

پا چکا فرصت درود فصل انجم سے سپہر

(نمود صبح، ب د، ۱۵۳)

فُرْصَت کردار نفس یا دو نفس (ف ع ف ف ع) مونث، فرصت (= موقع) + اضافت + کردار (رک) نفس (ایک دم، ایک لمحہ) + یا + دو (۲) + نفس : انسان کو کام کر گزرنے کا موقع بہت ہی کم وقت کے لیے ملتا ہے (اگر اس وقت ذرا چوکا تو گیا) (رقب عرض یک دو نفس قبر) ؎

ہے مگر فرصت کردار نفس یا دو نفس

(نپولین، ب ج، ۱۴۹)

فرصت کشمکش مدہ ایں دل بے قرار را
یک دو شکن زیادہ کن گیسوے تابدار را

: اس بے قرار دل کو کھینچا تانی کرنے کا موقع نہ دے (بلکہ) اپنے بل کھائے ہوئے گیسوؤں میں دو ایک شکنیں اور بڑھا دے (تاکہ حسن اور بڑھ جائے اور دل اس حسن میں ایسا محو ہو جائے کہ پھر "کشمکش" کا خیال ہی اس محویت میں رخصت ہو جائے)

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۳)

فَرض (ع) مذکر

: ذمہ داری، واجب و لازم کام جو کسی پر عائد ہو ع

ہے فرض مرا راہ شریعت کی دکھانی

(زہد اور رندی، ب د، ۲۰)

: واجب و لازم ع

چھیڑنا فرض ہے جن پر تری تشہیر کا راز

(نصیحت، ب د، ۱۲۶)

فَرط (ع) مذکر: زیادتی، افراط، کثرت ع

گزری گزری گردن تازک ہیں فرطِ شوق سے

(تعیش حیرانی، ب ا، ۵۲۰)

فَرطِ طَرَب (ع ع) مذکر، فرط (= زیادتی) + اضافت + طرب (= خوشی یا انبساط): وجد اور مستی کی کیفیت ع

اے کیا فرطِ طرب میں جھومتا جاتا ہے ابر

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

فِرعَون (ع) مذکر: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کے بادشاہ کا نام جو خود کو خدا کہلواتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کی پیدائش سے پہلے اس نے کاہنوں سے سنا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو اس کی سلطنت تباہ کر دے گا۔ جس کے بعد اس نے ایسے انتظامات کر دیے تھے کہ بنی اسرائیل کے یہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہونے پائے۔ قدرتِ خدا سے حضرت موسیٰؑ کی والدہ گرامی کا حمل پوشیدہ رہا۔ جب حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ نے خدائے تعالیٰ کے حکم سے انھیں ایک صندوقچے میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ یہ صندوقچہ بہتا ہوا، فرعون کے محل تک پہنچا تو اس کی بی بی آسیا نے اُسے دریا سے نکلوا لیا۔ کھولا تو بچہ نظر آیا۔ اس کے اولاد نہ تھی۔ بچے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور اس کی پرورش کرنے لگی۔ انھیں دنوں میں ایک واقعہ پیش آیا جو "ید بیضا" میں درج ہے (رک) غرضکہ حضرت موسیٰؑ اسی کے گھر میں پلے اور بڑھے، جوان ہوئے اور نبوت ملی تو اسے توحید کی دعوت دی۔ فرعون ان کا دشمن ہوگیا۔ ایک دفعہ فرعون نے دربار میں جادوگروں کو جمع کیا، انھوں نے جادو سے اپنی رسیوں کو پھینک کر سانپ بنا دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا زمین پر پھینکا جو اژدہا بن کر ان سانپوں کو کھا گیا غرض ایسے ہی واقعات ہوتے رہے جن سے ہر بار فرعون کو منھ کی کھانا پڑی۔ آخر فرعون نے موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں پر لشکر کشی کر دی۔ موسیٰؑ محفوظ مقام پر جانے کے لیے اپنے ساتھیوں کو لے کر چلے۔ راستے میں دریائے نیل پڑا۔ آپ نے پانی پر اپنا عصا مارا، آدھا پانی اِدھر ہوگیا اور آدھا اُدھر، بیچ میں خشکی۔ موسیٰ اس خشکی کے راستے کو عبور کر کے اس پار جا پہنچے۔ اتنے میں فرعون اپنے لشکر سمیت وہاں آگیا۔ اس نے بھی اس خشکی میں اپنے گھوڑے ڈال دیے۔ جب سارا لشکر دریا کی اس خشکی میں آگیا تو پانی کی دیواریں دونوں طرف سے گر پڑیں اور فرعون لشکر سمیت غرق ہوگیا ع

ہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک

(ا، ب ج، ۲۵)

فَرق (ع) مذکر: سر ع

خوش شادہ دن کہ میرے فرق پر تاج زرافشاں تھا

(گل غنچہ دیدہ، ب ا، ۱۳۱۵)

فُرقان (ع) صفت: حق و باطل میں فرق کرنے والا، امتیاز حق و باطل کی کسوٹی ع

وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

(ا، ب ج، ۲۵)

فُرقَت (ع) مونث: جدائی، ہجر ع

آواز نے ہیں شکوۂ فرقت نہاں نہ ہو

(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

فُرقَت کا مارا (= ارار) صفت، فرقت + کا + مارا،

، مصدر مارنا سے حالیہ تمام : جسے محبوب کی جدائی کے صدمے نے بالکل مردہ بنا دیا ہے ؎

تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھ فرقت کے مارے میں

(غزلیات ، ب د ، ۱۲۸)

فِرقَہ (ع) مذکر ، تفریق مذہبی کی بنا پر قائم شدہ جماعت (رک فرقہ آرائی)

فِرقہ آرائی (ع ف ف) مونث ، فرقہ + آرا (رک) + ئی (لاحقۂ مصدری) : مختلف مذہبی جتھوں میں بٹ جانے کے بعد ایک دوسرے کی مخالفت کا عمل ؎

شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا

(تصویرِ درد ، ب د ، ۴۷)

فِرقہ بَندی (ع ف ف) مونث ، فرقہ + بند ، مصدر بستن (= باندھنا) سے فعل امر + ی ، لاحقۂ کیفیت : مذہب وغیرہ کے فرق کی بنیاد پر گروہ اور جتھا بنانے کا عمل ؎

وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زباں

(سید کی لوحِ تربت ، ب د ، ۵۲)

فِرقہ ساز (ع ف) فرقہ + ساز (رک) : نئے نئے فرقے بنانے والے ، فرقہ بندی کرنے والے ؎

یہ ہند کے فرقہ ساز اقبال آزری کر رہے ہیں گویا

(پیامِ عشق ، ب د ، ۱۳۰)

فَرما (ف) ، مصدر فرمودن (= فرمانا = کرنا) سے فعل امر ، مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت کے معنی دیتا ہے (رک جلوہ فرما)

فَرمان (ف) مذکر : حکم ؎

برقِ دیرینہ کو فرمان جگر سوزی دے

(شکوہ ، ب د ، ۱۹۹)

فَرمانِ خُدا : اللہ تعالیٰ کا حکم (جو لینن کی درخواست اور گیت کی صورت میں فرشتوں کی سفارش کے بعد جاری ہوا)

(فرمانِ خدا ، ب ج ، ۱۰۹)

: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے ۔ جس فرمان کا اس نظم میں ذکر ہے وہ خدا کے حضور میں لینن کی درخواست پیش ہونے اور فرشتوں کے گیت گانے کے بعد جاری ہوا ۔ یہ تفصیل کے لیے دیکھیے لینن

(ب ج ، ۱۰۹)

فَرماں رَوا (فرمانروا) (ف ف) صفت ، فرمان + روا (= جاری کرنے والا) : بادشاہ ، حکمران ؎

قوت فرماں روا کے سامنے بیباک ہے

(سید کی لوحِ تربت ، ب د ، ۵۳)

فَرمانا (ار) : کہنا ، ارشاد کرنا (بزرگوں سے کچھ کہنے کے لیے مستعمل) ؎

میرزا غالب خدا بخشے بجا فرما گئے

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۶)

فَرمائِش (ف) مونث ، مصدر فرمودن (= فرمانا) کا حاصل مصدر : درخواست ، خواہش ؎

عید پر شعر لکھنے کی فرمائش

(ب د ، ۲۱۳)

فَرمُودۂ قاصِد (ف ع) صفت ، فرمودہ ، مصدر فرمودن (= فرمانا) سے حالیہ تمام + ۂ (علامت اضافت) + قاصد (رک) : مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ؎

عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گام عمل

(غزلیات ، ب د ، ۲۷۹)

فَرَنگ (ج) صفت : لفظاً نصاریٰ ، مراد انگریز جو غیر منقسم ہند کے حکمران تھے ؎

پیرِ مغاں فرنگ کی مے کا نشاط ہے اثر

(پیام ، ب د ، ۱۱۳)

فَرَنگِستان (ف) مذکر ، فرنگیوں کا ملک ، انگلینڈ : انگریز قوم برطانیہ ؎

لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستاں سے پارس

(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۶۴)

فَرَنگی : فرنگ (رک) ؎

دنیا تو سمجھتی ہے فرنگی کو خداوند

(۱۹ ، ب ج ، ۲۰)

: مراد یورپ کے کسی بھی ملک کا باشندہ یورپین ؎

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانے میں

؎ مراد نطشے (رک) جو یورپ میں جرمنی کا باشندہ تھا

(۳۳، ب ج، ۵۶)

فرنگی بُتکدہ : مُراد علومِ مغرب (جو نماز پنجگانہ کی ادائی میں بھی اکثر رکاوٹ بنجاتے ہیں ؎

فرنگی بتکدے میں سو گیا کون

(رباعیات، ۲۰، ۳۱)

فرنگیانہ : فرنگی (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت) : فرنگیوں کا ؎

ٹوٹا ہے ایشیا میں سحر فرنگیانہ

(۳۴، ب ج، ۵۴)

فروز (ف) : رک افروز جس کی یہ تخفیف ہے ؎

آہ سیماب پریشاں انجم گردوں فروز

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۲)

فروزاں (ف) : اصلاً افروزاں، صفت، مصدر افروختن (= روشن ہونا) سے صفت فاعلی : روشن ؎

تو فروزاں محفلِ ہستی میں ہے سوزاں ہوں میں

(چاند، ب د، ۷۰۹)

فروزی (ف) : رک افروزی جس کی یہ تخفیف ہے ؎

محو فلک فروزی تھی انجمن فلک کی

(بزم انجم، ب د، ۱۷۴)

فروشش (ف)، مصدر فروشیدن (= بیچنا) سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت بیچنے کے معنی دیتا ہے (رک خود فروشی)

فروغ (ع) مذکر : مُراد زیادتی جو خود بخود باعث ارتقا بنتی جاتی ہے ؎

وہ ہیکش ہوں فروغ مے سے خود گلزار بن جاؤں

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

: روشنی، چمک دمک ؎

غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا

(۱، ب ج، ۲۵)

فروغ گیر (۔ ف) صفت، فروغ + گیر (رک) : کسب نور کرنے والا، روشنی لینے والا ؎

اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر

(صدیق، ب د، ۲۲۴)

فروفال (ف) مذکر : دبدبہ اور شاہانہ شوکت ؎

فروفال محمود سے درگزر

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۸)

فرومایہ (ف ف) صفت، فرو (= پست) + مایہ (رک) : پستی کی طرف جانے والی، کمینہ ؎

تری نگاہ فرومایہ ہاتھ ہے کوتاہ

(۳۳، ب ج، ۴۶)

فرہاد (ف) مذکر : فارس کے بادشاہ خسرو پرویز کے زمانے میں اس کی کنیز "شیریں" کا عاشق جس نے شیریں کی فرمائش پر چراگاہ سے کر اس کے قصر تک اپنے تیشے سے بیستوں نام پہاڑ کاٹ کر نہر بنائی تھی تاکہ شیریں کے پینے کے لیے چراگاہ سے قصر تک تازہ دودھ ہر وقت پہنچ سکے ؎

تو نے فرہاد نہ کھودا کبھی ویرانۂ دل

(دل، ب د، ۶۱)

فرہادانِ شیریں عطا : عطا (= بخشش) کو شیریں (رک) سے تشبیہ دی ہے اور عطا کو شیریں کی طرح محبوب رکھنے والے فیاضوں کو فرہاد قرار دیا ہے۔ مُراد یہ ہے کہ جس طرح فرہاد شیریں سے عشق رکھتا تھا اسی طرح یہ لوگ عطا اور بخشش سے عشق رکھتے ہیں ؎

زینتِ محفل ہیں فرہادانِ شیریں عطا

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۴)

فرہنگ (ف) مؤنث : اصل معنی دانائی، علم، مرادًا فلسفہ و منطق ؎

جی سکتے ہیں بے روشنیِ دانش و فرہنگ

(۵۸، ب ج، ۷۶)

فریاد (ف) مؤنث : دہائی، استغاثہ، مدد مانگنے کے لیے شور و شین گریہ و زاری ؎

دکھے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے

(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۸)

ـــــــ

* عربی میں بضم ف (فُروغ) مستعمل ہے۔

: شور و غل مچانے کی صورت حال ہے
ہے پاشکستہ شیوۂ فریاد سے جرس
(موٹر، ب د، ۱۷۸)

فریادِ اُمّت : یہ ایک نظم کا عنوان ہے جو اقبال نے انجمن حمایت الاسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں بتاریخ ۸ مارچ ۱۹۱۳ء "ابرِ گہربار" کے عنوان سے پڑھی تھی چونکہ اس میں فریاد کا لہجہ تھا اس لیے ۱۹۱۳ء میں "فریادِ اُمّت" کے نام سے چھاپ دی گئی۔ خان بہادر غلام احمد خاں منسٹر مال ریاست جموں و کشمیر اس اجلاس کے صدر تھے اس نظم کے نو اشعار "دل" کی سرخی سے بانگِ درا میں شامل ہیں۔ یہ اشعار "قصۂ دار و رسن" الخ سے شروع ہو کر "نخل ہرا ہوتا ہے" پر ختم ہوتے ہیں۔
(ب ا، ۱۳۹۷، ب د، ۹۱۷)

فریاد در گرہ (ـ ف ف) فریاد + در (= میں) + گرہ (= گانٹھ) : اپنی گرہ یا گانٹھ میں فریاد کو باندھے ہوئے یعنی ہر وقت فریاد کے لیے تیار یا ہمہ وقت فریادی ہے
فریاد در گرہ صفت دانۂ سپند
(شمع، ب د، ۴۴)

فریب[1] (ف) مذکر
: چال بازی، مکاری ہے
کن فریبوں سے رام کرتا ہے
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)
: دھوکا، غلط فہمی ہے
یہ سرود قمری و بلبل فریب گوش ہے
(غزلیات، ب د، ۲۶۸)

فریب خوردہ (ـ ف) صفت : فریب، خوردہ، سے حالیۂ تمام : فریب میں آیا ہوا، دھوکا کھایا ہوا ہے
ذرا سا اک دل دیا ہے وہ بھی فریب خوردہ ہے آرزو کا
(غزلیات، ب د، ۱۳۷)

فریب خوردہ شاہین (ـ ف ف) مذکر : فریب خوردہ + شاہین (رک) : مراد مسلم نوجوان طالب علم ہے
وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
(۱۳، ب ج، ۱۷۰)

فریبِ خیال (ـ ع) مذکر : تصور یا گمان کا دھوکا، غلط فہمی ہے
اے شمع انتہائے فریب خیال دیکھ
(شمع، ب د، ۴۶)

فریبِ بے امتیازِ عقبیٰ (ف ا ع ع) فریب + بے + امتیاز (رک) + اضافت + عقبیٰ (رک) : اس دنیا کو عقبیٰ (رک) یا روزِ حساب سے الگ کرنا اور یہ کہنا کہ ہمارا اصل وطن آخرت ہے ایک غلط فہمی ہے دراصل یہ فرق صرف اعتباری ہے، جہاں سے ہم آئے ہیں وہ بھی اور جہاں جائیں گے وہ بھی ہمارے وطن ہیں اور ہر جگہ ہماری ہے کیونکہ ہم اشرف المخلوقات ہیں ہے
کہاں کا آنا کہاں کا جانا فریب ہے امتیاز عقبیٰ
(غزلیات، ب د، ۱۳۶)

فریب[2] (ف) : مصدر فریفتن (= لبھانا) سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک شبنم فریب)

فریبی (ف ف) صفت، فریب (= دھوکا) + ی (لاحقۂ فاعلیت) : دھوکا دینے والا، دھوکے باز ہے
مکڑے نے کہا واہ فریبی مجھے سمجھے
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

فریفتہ (ف) صفت : مائل، عاشق ہے
مجھے فریفتۂ ساقیٔ جمیل نہ کر
(عشرت امروز، ب د، ۱۲۵)

فزا (ف) رک : افزا ہے
کس قدر اشجار کی حیرت فزا ہے خامشی
(گورستان شاہی، ب د، ۱۴۱)

فزوں : افزوں (رک) کی تخفیف۔

فزوں تر (ـ ف) فزوں + تر (رک) : بہت زیادہ...

---

[1] اقبال نے "سمجھیں" لکھا ہوگا کیونکہ اس کی مخاطب (مکھی) مؤنث ہے

بہت بالا ہے
مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارا
(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

فَساد (ع) مذکر: خلل، فتنہ ہے
تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۱۰)
: فاسد ہونے کا ذریعہ، خرابی ہے
یہ دل کی موت وہ اندیشہ و نظر کا فساد
(۵۰، ب ج، ۷۰)

فَساں (ف) مونث: چھری چاقو وغیرہ کی دھار تیز کرنے کا آلہ، افساں، ساں ہے

فَسانِ لَا الٰہ اِلّا اللہ: یعنی توحید کا عقیدہ انسان کے نفس کا اس طرح تزکیہ کر دیتا ہے جس طرح تلوار سان پر چڑھائی جانے کے بعد تیز ہو جاتی ہے اور پوری طرح کاٹ کرتی ہے
خودی ہے تیغ فساں لا الٰہ الّا اللہ
(لا الٰہ الّا اللہ، ض ک، ۱۵)

فَسانَہ (ف) مذکر
: کتھا جو ہندو برہمن مندر میں یا کسی اور جگہ سناتے ہیں ہے
واعظ کا وعظ چھوڑا چھیڑے ترے فسانے
(نیا شوالا، ب د، ۸۸)
: تاریخی روئداد ہے
فسانۂ ستم انقلاب ہے یہ محل
(گنار راوی، ب د، ۹۵)
: کہانی، داستان جس کی کوئی اصلیت اور حقیقت نہیں ہے
شب دراز عدم کا فسانہ ہے دنیا
(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۱۲)

فَسُردَہ (ف) صفت: رک افسردہ جس کی یہ تخفیف ہے۔
فسردہ رکھتا ہے گلچیں کا انتظار اسے
(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

فَسُردَگی (ف) مونث: افسردگی کی تخفیف، مصدر افسردن (= مرجھانا) سے حاصل مصدر: مرجھانے کی کیفیت، دلگری اضمحلال ہے
یاد وطن فسردگی بے سبب بنی
(شمع، ب د، ۱۳۵)

فُسُوں (ف) مذکر: افسوں (رک) کی تخفیف ہے
فسوں تھا کوئی تیری گفتار کیا تھی
(غزلیات، ب د، ۱۹۹)

فُسُوں کار: جادو کرنے والی ہے
الٰہی وہ چشم فسوں کار کیا تھی
(ب ا، ۲۴۴)

فُسُوں کاری (۔ ف) مونث: جادوگری ہے
تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۴۷)

فُسُوں گر (۔ ف) صفت، فسوں + گر (لاحقہ صفت): جادوگر کا سا اثر کرنے والی ہے
دنیا میں محاسب ہے تہذیب فسوں گر کا
(محراب گل افغان، ۲۰، ض ک، ۱۷۸)

فُسُونی (ف ف) صفت، فسوں (رک) + ی (لاحقہ نسبت): جادو زدہ، جس پر جادو کا اثر ہو گیا ہو ہے
ہوا ہے بندہ مومن فسونی افرنگ
(مناصب، ض ک، ۱۳۹)

فِشار (ف) مذکر
: بھینچ کر نچوڑے جانے کا عمل ہے
مقام بست و شکست و فشار و سوز و کشید
میان قطرۂ نیسان و آتش عنبی!
(ارتقا، ب د، ۲۲۳)
: دبانے اور بھینچنے سے چور چور (مجازاً) ریزہ ریزہ، فنا ہے
ہونے والا ایک دن ہے عیش دنیا کا فشار
(تعقیش جوانی، ب ا، ۵۲۳)

فِشاں (ف) معدر فشاندن (= بکھیرنا، چھڑکنا) سے فعل امر، ترکیبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر

صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک شرر فشاں)

فصاحت (ع) مونث : (معانی) کسی کلام کے صرفی و نحوی قواعد کے مطابق ہونے کی کیفیت ، ایسے الفاظ اور فقروں کا استعمال جن میں اُن کی غیر مانوس ترکیبیں بھدے معنی خلافِ محاورہ الفاظ و مرکبات نہ ہوں ، خوش بیانی ؎

فصاحت کا بلاغت کا لیاقت کا ذہانت کا

(ب ۱ ، ۸۱ ، ۴۷)

فصّاد (ع) مذکر : جسم کا خراب خون نکالنے کے لیے نشتر لگانے والا جرّاح ، فصد کھولنے والا ؎

آب میں ہے غرق گویا نشترِ فصّاد کا

(غزل ، ب ۱ ، ۹ ، ۳۷)

فصد کھولنا (ع ا) ، فصد (= نشتر وغیرہ کے ذریعے رگ سے خراب خون نکالنے کا عمل) + کھولنا : جسم کا خراب خون نکالنے کے لیے رگ کو مقررہ طریقے کے مطابق نشتر سے چیرنا ؎

نشترِ قدرت نے یا کھولی ہے فصدِ آفتاب

(ماہِ نو ، ب د ، ۵۳)

فصل (ع) مونث : موسم ؎

ڈالی گئی جو فصلِ خزاں میں شجر سے ٹوٹ

(برگِ گستہ رہ ، ب د ، ۲۴۸)

فصیل (ع) مونث : دو چیزوں میں فصل یا جدائی کرنے والا ، مراد قلعے یا شہر وغیرہ کی دیوار جو عموماً چوڑی ہوتی ہے ؎

اے ہمالہ اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں

(ہمالہ ، ب د ، ۳۱)

فضا (ع) مونث

: زمین سے لے کر آسمان تک کی خالی جگہ ، اس کی دلکشی ؎

جنّت کی زندگی ہے جس کی فضا میں جینا

(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت ، ب د ، ۸۶)

: آب و ہوا اور ماحول ؎

مرے ریاضِ سخن کی فضا ہے جاں پرور

(اخترِ صبح ، ب د ، ۱۱۵)

فضائے پیچ و خم (- ف ف ف ف) مونث ، فضا + ے (علامتِ اضافت) + پیچ (= لپیٹ ، بل) + و (عطف) + خم (= کجی) : ٹیڑھی میڑھی اور بل کھائی ہوئی فضا ، فضائے آسمانی .

فضائے پیچ و خم میں رہ گیا : (یعنی اجرامِ فلکی کا قافلہ) اسی فضا میں رہ گیا جو نظر آتی ہے ؎

کارواں تھک کر فضائے پیچ و خم میں رہ گیا

(۱۴ ، ب ج ، ۱۸)

فضیلت (ع) مونث : بزرگی ؎

یہ فضیلت کا نشاں اے نیرِ اعظم نہیں

(آفتابِ صبح ، ب د ، ۴۹)

فطرت (ع) مونث

: سرشت ، خمیر ؎

حسن سے عشق کی فطرت کو ہے تحریکِ کمال

(حسن و عشق ، ب د ، ۱۱۶)

: آفرینش ، خلقت ، عالمِ تخلیق ؎

اے چاند حسن تیرا فطرت کی آبرو ہے

(چاند ، ب د ، ۱۷۱)

: قدرت ؎

حفظِ اسرار کا فطرت کو ہے سودا ایسا

(شیکسپیئر ، ب د ، ۲۵۱)

: ضمیر ؎

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی

(۱۲ ، ب ج ، ۳۵)

: مراد عالمِ فطرت ؎

غضب ہے عین کرم میں بخیل ہے فطرت

(۲۱ ، ب ج ، ۴۴)

فطرتِ اسکندری (- ف ف) مونث ، فطرت + اسکندر (رک سکندر) + ی (لاحقۂ نسبت) : اسکندر کی فطرت یعنی فتوحات کی لگن ، مراد امارت و شہنشاہی ؎

فطرتِ اسکندری اب تک ہے گرمِ نادنوش

(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۵۷)

فطرت بلند ہونا: انسان میں شرافت اور طہارتِ نفس کی خوبی ہونا۔

بنے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند

(اسیری ، ب د ، ۲۵۳)

فطرتِ روشن، (- ف) مونث، فطرت + اضافت + روشن (رک): ایسی فطرت جس کی روشنی میں انسان کے فطری واردات اور جذبات کا ہر پہلو نظر آتا ہو۔

کیا تری فطرتِ روشن تھی مآلِ ہستی

(شیکسپیر ، ب د ، ۲۵۱)

فطرت سو جانا: کسی قسم کا جوش باقی نہ رہنا، بالکل مردہ ہو جانا۔

قیامت ہے کہ فطرت سو گئی اہلِ گلستاں کی

(تضمین بر شعرِ صائب ، ب د ، ۲۴۴)

فطرتِ شاعر کے آئینے میں جوہرِ غم سمجھ: اس مصرع میں جوہر کی ر کے نیچے اضافت کی علامت درست نہیں

(ب ا ، ۲۹۵)

فطرت کا سرودِ ازلی (- ا ر ف ع ف) مذکر: فطرت + کا (رک) + سرود (رک) + اضافت + ازل (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): فطرت کا وہ نغمہ جو روزِ ازل سے جاری ہے یعنی مقدراتِ الٰہی (قب خدا کے حضور میں)۔

واقف نہیں فطرت کے سرودِ ازلی سے

(لینن ، ب ج ، ۱۰۶)

: وہ کام جسے فطرت کی تائید حاصل ہو۔

فطرت کا سرودِ ازلی جس کے شب و روز

(مردِ مسلماں ، ض ک ، ۶۰)

فطرت کی غلامی سے ہنر کو آزاد کرنا: یعنی ذاتی کد و کاوش سے ہنر کو ترقی دینا۔

فطرت کی غلامی سے کر آزاد ہنر کو

(اہرامِ مصر ، ض ک ، ۱۱۷)

فطرت کے باریک اشارے: مراد عالمِ فطرت انسان کی طرح زبان نہیں رکھتا البتہ لطیف لطیف اشاروں سے سبق دیتا رہتا ہے (زمین پر جو زلزلے آتے اور انقلاب برپا کرتے رہتے ہیں ان کا یہ اشارہ ہے کہ تمہیں بھی انقلاب پر آمادہ ہونا چاہیے)۔

نمایاں ہیں فطرت کے باریک اشارے

(ملّازادہ ، ۱۲ ، ا ح ، ۴۲۶)

فعل (ع) مذکر: کام، عمل۔

نیکی ہر اک فعل کی نیت سے ہویدا

(ترجمہ از ڈاٹک ، ب ا ، ۱۹۶)

فغاں (ف) مونث

: شور، دہائی، فریاد، نالہ، مراد تاثیرِ کلام۔

تری جناب سے ایسی ملے فغاں مجھ کو

(التجائے مسافر ، ب د ، ۹۷)

: دلکش آواز۔

لطیفۂ ازلی ہے فغانِ چنگ و رباب

(۱۳ ، ب ج ، ۳۶۰)

: ہائے افسوس، رونے کا مقام ہے۔

فغاں کہ تختِ وصلیٰ کمالِ زرّاقی

(۴۵ ، ب ج ، ۶۵۰)

فغانِ زیرِ بامی (- ت ف ف ف) مونث، فغاں + اضافت + زیر (رک) + اضافت + بام (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): (محبوب کے) بالاخانے کے نیچے کھڑے ہو کر آہ و فریاد کی صورتِ حال۔

بس ایک فغانِ زیرِ بامی

(جاوید سے ، ض ک ، ۸۸)

فغانی (مذکر): فارسی زبان کا ایک مشہور شاعر۔

صدائے نالۂ دل غیرتِ نظمِ فغانی ہے

(ب ا ، ۴۷۷)

فغفور[1] (ع ح ف) مذکر: قدیم چین کے ایک بادشاہ کا لقب جسے اس کی ماں نے بت کی نذر کر دیا تھا۔ بعدازاں ہر بادشاہ چین کا یہی لقب رکھا جانے لگا۔

[1] چینی زبان میں بغفور تھا، فارسیوں نے فغفور کر لیا۔

تختِ فغفور بھی ان کا تھا سریرِ کَے بھی

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۴)

فغفوری (ج ف) صفت، فغفور (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): سلاطینِ چین کا دبدبہ۔

نہ سبب فغفوری ہو دنیا میں کہ شانِ قیصری

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

فقر (ع) مذکر

: افلاس، محتاجی۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر

(دیں اور تو، ب د، ۲۵۲)

: ترکِ دنیا نہ کرتے ہوئے زہد و قناعت اور عشق و جذب۔

وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاکِ قیصر و کسریٰ

(ا، ب ج، ۲۳)

: خدا و رسولؐ کا عشق جو سادگی سے آراستہ اور زر و دولت سے بے نیاز ہو۔

فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے

(فقر و ملوکیت، ض ک، ۳۰)

: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک مختصر نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ فقیری کی دو قسمیں ہیں۔ ایک فقیری انسان کو غلام بنا دیتی ہے اور دوسری انسانوں کے دلوں پر حکومت بخشتی ہے۔

(ب ج، ۱۶۰)

فقرِ بوذرؓ (ع) مذکر، فقر + بوذرؓ (پورا نام حضرت ابوذر غفاری علیہ السلام تھا اور آپ حضورؐ کے جلیل القدر صحابی تھے۔ انتہائے احتیاج کے باوجود نہایت صبر و قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے اور کئی کئی فاقے گزرنے کے بعد بھی یادِ الٰہی اور فرضِ بندگانِ الٰہی سے غافل نہ رہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں انھوں نے شام میں "امارت" و "شہنشاہیت" کے خلاف آواز بلند کی اور فرمایا کہ بیت المال کل مسلمانوں کا حق ہے ہر سب پر حسبِ اصول تقسیم ہونا چاہیے۔ امیرِ شام نے انھیں زبردستی مدینے میں بھجوا دیا اور وہاں کچھ دن رہنے کے بعد وہ جلا وطن کر کے مقامِ ربذہ میں بھیج دیے گئے جہاں انھوں نے لق و دق میدان میں وفات پائی۔ اُس وقت ایک یتیم بچی کے سوا وہاں کوئی اور نہ تھا۔ حاجیوں کے ایک قافلے نے انھیں راستے میں پہچان کر بڑی شان و شوکت اور احترام سے دفن کیا اور یتیم بچی کو حضرت علیؓ کے رفیقِ خاص مالک اشتر پرورش کے لیے لے گئے جو سردارِ قافلۂ حجاج تھے۔

وہ کیا تھا زورِ حیدرؓ فقرِ بوذرؓ صدقِ سلمانیؓ

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

فقر تھا فخر ترا: آنحضرت صلعم کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا — اَلفَقرُ فَخری — یعنی مجھے اپنے فقر پر ناز ہے۔

فقر تھا فخر ترا شاہِ دو عالم ہو کر

(فریادِ امت، ب د، ۱۵۸)

فقرِ غیور (ع) مذکر، فقر + اضافت + غیور (رک)

: وہ غیرت مند مسلک جس میں احتیاج کے باوجود دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو بُرا سمجھا گیا ہے، یعنی اسلام۔

اب ترا دور بھی آنے کو ہے اے فقرِ غیور

(فقر و ملوکیت، ض ک، ۳۰)

فقر و راہبی: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ واضح کیا ہے کہ فقر ایک اسلامی اصول ہے اور راہبی ایک غیر اسلامی شعار ہوتا ہے۔

(ض ک، ۵۰)

فقر و ملوکیت: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اسلامی فقر اور ملوکیت کا فرق واضح کیا ہے۔

(ض ک، ۳۰)

فُقَرا: فقیر (رک) کی جمع۔

آج دنیا میں وہ بزمِ فقرا کون سی ہے

(فریادِ امت، ب د، ۱۶۲)

فقط (ع) صفت: صرف، تنہا۔

مرے لیے ہے فقط زورِ حیدری کافی
(جلال و جمال، ض ک، ۱۲۳/۵۸۵)

فقیر (ع ا) مذکر: محتاج، مفلس۔
: زاہد اور قانع جو دُنیا ترک نہ کرنے کے باوجود دُنیا کا محتاج نہ ہو اور عشق الٰہی کی دولت کو سب کچھ سمجھے گا
تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

فقیرِ راہ (ع ف) مذکر، فقیر (= بھکاری، گدا)+ اضافت + راہ (رک): رستہ چلتا فقیر مُراد اقبال کی اپنی ذات ہے
فقیرِ راہ کو بخشے گئے اسرارِ سلطانی
(۷، ب ج ۱۱۱)

فقیری (ع ف) مونث، فقیر (رک)+ ی (لاحقۂ کیفیت) ترک دنیا نہ کرنے پر زہد و قناعت اور عشق و جذب ہے
ساقی کہاں اس فقیری میں میری
(دین و سیاست، ب ج ۱۱۸)

فقیہ (ع) مذکر: مسائلِ شرعیہ فرعیہ کو جاننے اور ان میں اجتہاد کرنے والا، مُراد ایسے فقیہ جو وقت کی رفتار دیکھ کر فتویٰ دیتے ہیں ہے
فقیہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی
(۶، ب ج ۳۰۰)

فقیہان: فقیہ (رک) کی جمع
فقیہانِ حرم (ـ ع) مذکر، فقیہان + اضافت + حرم (رک): مسلمان علماء ہے
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق
(اجتہاد، ض ک، ۲۲)

فقیہانِ خودی (ـ ف) مذکر، فقیہان (فقیہ (رک) کی جمع)+ ان (لاحقۂ جمع) + اضافت + خودی کے فتویٰ دینے والے ہے
جس کو مشروع سمجھتے ہیں فقیہانِ خودی
(سرود حلال، ض ک، ۱۲۵)

فقیہانہ (ع ف) صفت، فقیہ (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت): فقیہوں یا فتویٰ دینے والوں کی طرح کے تحکم اور حکومت کے انداز سے ہے
طریق شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہیے
(زلزلۂ توحید، ض ک، ۵۳)

فکر (ع) مذکر، نیز مونث
: ذہن انسانی کی وہ قوت جو معلوم باتوں میں غور و تامل کر کے نامعلوم باتیں دریافت کر لیتی ہے، قوت متخیلہ، غور و خوض کی قوت ہے
فکر انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

: تدبیر، حفاظت کا خیال ہے
وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
(تصویر درد، ب د، ۷۱)

: وہ پریشانی جو کسی چیز کے مہیا کرنے یا تلاش کرنے میں پیش آتی ہے ہے
خشت و گل کی فکر ہوتی ہے مکاں کے واسطے
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

: سوچ، نظریہ ہے
نئے اصول سے خالی ہے فکر کی آغوش
(قرب سلطان، ب د، ۲۱۰)

: اندیشہ، تردد، دغدغہ وغیرہ ہے
آزاد فکر سے ہوں عزلت میں دن گزاروں
(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

: تلاش ہے
پھرا کرتے نہیں مجروح الفت فکر درماں میں
(تصویر درد، ب د، ۷۴)

: اسرار الٰہی پر غور، آنکھیں بند کر کے اور ماسوا سے بے خبر ہو کے مسلسل تلاش حقیقت میں لگے رہنا ہے
ہر لمحہ ذکر و فکر میں درس بقا ہے آج
(معراج، ب ا، ۲۲۴)

فکرِ بلند: یہ فارسی نظم روزنامۂ انقلاب کے سالگرہ نمبر (۱۹۲۸ء) سے لی گئی ہے جس کے مشکل الفاظ کی تشریح اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں درج ہے۔

(ب ا، ۵۲۵)

فکر کی کشتیِ نازک : (شاعر) کے سوچ اور خیال کی کمزور کشتی جو کہ ایک معمولی پادری تھا (رک بِ المنیٰ) سے

اور مری فکر کی کشتیِ نازک رواں

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۹)

فکرِ گستاخ (ـ ف) مونث، فکر + اضافت + گستاخ (رک) : اپنی حد سے آگے قدم رکھنے والا تخیل، مراد سائنس دان خصوصاً وہ جنھوں نے مہلک اجزا ایجاد کیے ہیں

وہ فکرِ گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو

(زمانہ، ب ج، ۱۳۰)

فکرِ معاش (ـ ع) مونث، فکر + اضافت + معاش (= روزی، معیشت) : روزی کمانے کی فکر سے

عمدہ دعا لبین کی فکرِ معاش ہے

(ب ا، ۴۶۴)

فکرِ نکتہ آرا (ع ع ف) مونث، فکر (= تخیل، سوچ) + اضافت + نکتہ (= باریک مضمون، لطیف مفہوم) + آرا، مصدر آراستن (= سنوارنا) سے فعل امر؛ بال کی کھال نکالنے والی تخیل، گہرائی تک پہنچنے والا خیال سے

اپنے فکرِ نکتہ آرا کی فلک پیمائیاں

(داغ، ب د، ۸۹)

(نوٹ) اس شعر کے پہلے مصرعے میں مؤلفین یا کاتبوں نے تحریف کر کے "پہنائیاں" کی جگہ "باریکیاں" درج کر دیا ہے، حالانکہ یہ ایطا سے جلی ہے جس کا انتساب اقبال کی طرف کرنا ادبی گناہ ہے۔ ضرور انھوں نے پہنائیاں کہا ہو گا جس سے معنی میں بھی وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور ایطا بھی نہیں رہتا۔

فگار (ف) : زخمی (اکثر مرکبات میں مستعمل، جیسے دل فگار) سے

عشق کے اک ناوک دلدوز سے دو سینے فگار

(تعیش جوانی، ب ا، ۵۲۱)

فگن (ف) رک، افگن جس کی یہ تخفیف ہے (رک ناوک فگن)

فلاح (ع) مونث : بھلائی، بہتری، سلامتی سے

ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

فلاحِ قوم : یہ ایک نظم کا عنوان ہے جو اقبال نے انجمن کشمیری مسلمانانِ لاہور کے اجلاس منعقدہ ۱۹۱۲ء میں پڑھی تھی اور ۱۹۰۹ء میں مرحوم کی نظرِ ثانی کے بعد کشمیری میگزین میں شائع ہوئی

(فلاحِ قوم، ب ا، ۲۷)

فلاطون (لو) مذکر : رک مقصود جس کے تحت یہ درج ہے سے

تڑپ رہا ہے فلاطوں میانِ غیب و حضور

(۲۰، ب ج، ۷۸)

فلسطین (ع) مذکر : ملک شام میں ایک مشہور خطہ سے

سنی نہ مصر و فلسطین میں وہ اذاں میں نے

(۱۳، ب ج، ۳۷)

فلسطین پر یہودی کا حق ہونا : فلسطین پر ایک زمانے میں یہودیوں کے حکمراں رہنے کی وجہ سے انھیں اپنے اس قومی اور آبائی وطن پر حکمرانی کرنے کا اختیار ملنا (یہ انگریزوں اور فرانسیسیوں کا عربوں کے خلاف استدلال تھا (رک ہسپانیہ پر عرب کا حق ہونا)

(شام و فلسطین، ض ک، ۱۵۲)

فلسطینی (ع ف) صفت، فلسطین (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : فلسطین کا باشندہ

(فلسطینی عرب سے، ض ک، ۱۵۹)

فلسطینی عرب سے : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ تمھیں نہ انگریز مصائب سے نجات دلا سکتے ہیں (کیونکہ وہ خود دولتمند یہودیوں کے پنجے میں ہیں) نہ کوئی اور۔ غلامی سے نجات کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اپنی خودی کو بلند کرو

(ض ک، ۱۵۹)

فَلْسَفہ (ع) مذکر: علمِ حکمت (مابعد الاجسام، عنصریات، فلکیات، الٰہیات کے مسائل) جن کے استدلال منطق اور مشاہدے پر مبنی ہوتے ہیں، حقائقِ اشیا کا علم، تجربہ کی ہوئی حقیقت ؎

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ وہ فلسفہ جو حق و باطل میں امتیاز کر سکتا ہے خدا و رسولؐ کے عاشقوں کی صحبت میں بیٹھنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے

(ض ک، ۴۲)

فَلْسَفہ خونِ جگر سے لکھا جانا: فلسفیانہ مسائل کو خونِ جگر یعنی عشق کی تائید حاصل ہونا۔ اس جگہ اگر خونِ جگر سے دل مراد لیا جائے تب بھی دل سے عاشق کا دل مراد ہوگا نہ کہ میرا اور ترا ؎

جو فلسفہ لکھّا نہ گیا خونِ جگر سے

(فلسفہ، ض ک، ۱۲۲)

فَلْسَفہ دانی (ــ ف) مؤنث، فلسفہ + داں، مصدر دانستن (= جاننا) سے فعلِ امر + ی (لاحقۂ کیفیت): علومِ حکمت سے واقفیت ؎

ہے ایسا عقیدہ اثرِ فلسفہ دانی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

فَلْسَفہ زدہ (ــ ف) صفت، فلسفہ + زدہ، مصدر زدن (= مارنا) سے حالیہ تمام: فلسفے کا مارا ہوا، وہ شخص جو فلسفے (یعنی عقل) کا قائل اور وحی و الہام (یعنی عشق خدا و رسولؐ) کا منکر ہو۔

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۶)

فَلْسَفہ و مذہب: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ فلسفہ مذہب کا دشمن ہے اور وہ اپنی اگر مگر سے عقیدے کو راسخ نہیں ہونے دیتا

(ب ج، ۱۴۸)

فَلْسَفۂ ذات و صفات (ــ ف ع ف ع) مذکر، فلسفہ + ۂ (علامتِ اضافت) + ذات (رک) + و (عطف) + صفات (رک): خدائے تعالیٰ کی ذات اور صفتوں کی حقیقت اصلیہ کہ صفات ذات سے الگ ہیں یا ذات میں شامل ہیں اگر شامل ہیں تو ذات مرکب ہو گئی اور اگر جدا ہیں تو تعدد ہو گیا اور یہ دونوں باتیں شرک ہیں۔ (یہ اور اس قسم کی دوسری بحثوں میں الجھ کر عوام عمل اور جہاد سے دور ہو گئے ہیں) ؎

بحث میں آتا ہے جب فلسفۂ ذات و صفات

(حکومت، ض ک، ۱۷)

فلسفۂ غم: یہ ایک نظم کا عنوان ہے جو مخزن (جولائی ۱۹۱۱ء) میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ اقبال کا یہ نوٹ بھی تھا جو بانگِ درا میں درج نہیں — "ذیل کے اشعار میں نے اپنے دوست اور ہم جماعت میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا لاہور کی خدمت میں ان کے والد بزرگوار کی ناگہانی رحلت کے موقع پر بطور تسلی نامہ کے لکھے تھے۔ اگرچہ میری تحریر پرائیویٹ تھی اور اس کی اشاعت کچھ ضرور نہ تھی تاہم میں چاہتا ہوں کہ یہ اشعار میاں صاحب موصوف کے احباب اور معترفین تک بھی پہنچیں جنھوں نے اس موقع پر میاں صاحب کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کیا ہے" (اقبال)۔ صاحب باقیات لکھتے ہیں (بلا حوالہ) کہ نظرِ ثانی میں تیسرے بند کے چوتھے شعر کو بدل دیا گیا جو پہلے اس طرح تھا (دیکھو)

(فلسفۂ غم، ب ا، ۳۶۱)

فَلْسَفی (ع) صفت: حقائقِ اشیاء کا علم رکھنے والا، فلسفہ (رک) کا عالم ؎

سب فلسفی ہیں خطۂ مغرب کے رامِ ہند

(رام، ب د، ۱۷۷)

: یہ بالِ جبریل میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے عقل پر عشق کی ترجیح کا مضمون نظم کیا ہے۔

(ب ج، ۱۴۴)

فَلَک (ع) مذکر: آسمان (رک) ؎

مطلعِ اوّل فلک جس کا ہے وہ دیواں ہے تُو

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

فلکُ الافلاک (۔ ۔ ۔) مذکر، فلک + ال (سابقۂ تعریف یا معرفہ) + افلاک (رک) : تمام افلاک سے بالاتر فلک، عرش، عالم قدس ؎
شبے جذب مسلمانی سے ترا فلکُ الافلاک
(۱۸، ب ج ۴۱۶)

فلک بوس (۔ ف) صفت : فلک + بوس، مصدر بوسیدن (= چومنا) سے فعل امر: آسمان تک پہنچا ہوا، بلند کہ آسمان کو چومتا یا چھوتا ہے ؎
ہے بلندی سے فلک بوس نشیمن میرا
(ابر کوہسار، ب د ۲۷)

فلک پیما (۔ ف) رک فلک پیمائی جس کی یہ صفت ہے ؎
مُسے زمیں فرسا قدم تیرا فلک پیما بھی ہے
(عاشق ہرجائی، ب د ۱۲۲)

فلک پیمائی (۔ ۔ ف) مونث، فلک + پیمائی، مصدر پیمودن (= ناپنا) سے حاصل مصدر : آسمان تک رسا ہو کر اعلیٰ سے اعلیٰ مضمون کی گرفت ؎
اپنے فکر نکتہ آرا کی فلک پیمائیاں
(داغ، ب د ۸۹)
(نوٹ) دیکھیے "فکر نکتہ آرا" کی تشریح میں ہمارا نوٹ۔

فلک رس (۔ ف) صفت : فلک + رس، مصدر رسیدن (= پہنچنا) سے فعل امر: آسمان تک پہنچنے والی اور بلند ہونے والی (فکر) ؎
ہے ترے فکر فلک رس سے کمال ہستی
(شیکسپیئر، ب د ۲۵۱)

فلک زدوں : فلک زدہ کی جمع (رک زدہ) ؎
خندہ زن ہے فلک زدوں پہ جہاں
(ریتیم کا خطاب، ب ا ۶۷)

فلک سوز (۔ ف) صفت، فلک + سوز (رک) : آسمان کو جلا دینے والی ؎
تھی جس کی فلک سوز کبھی گرمی آواز
(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د ۲۴۵)

فلک نشیں (۔ ف) صفت، فلک + نشیں (رک) : آسمان پر بیٹھنے والا، آسمان کے برابر اوج و وقار پانے والا ؎
فلک نشیں صفت مہر ہوں زمانے میں
(التجائے مسافر، ب د ۹۶)

فلیٹ (انگ) مذکر : جنگی جہازوں کا بیڑا ؎
ترکوں نے کام کچھ نہ لیا اس فلیٹ سے
(طرابلس، ب د ۲۸۶)

فن (ع) مذکر
۱ ہنر ؎
فن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
(جواب شکوہ، ب د ۲۰۱)

۲ فریب ؎
فن کی دنیا تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن
(۷، ب ج ۳۱)

فنا (ع) مونث
۱ موت، عدم، نیستی ؎
پیام فنا ہے اسی کا اشارا
(عشق اور موت، ب د ۵۸)

۲ معدوم، ناپید ؎
نظر سے چھپتا ہے لیکن فنا نہیں ہوتا
(کنار راوی، ب د ۹۵)

فنون (ع) مذکر : فن (رک) کی جمع

فنونِ لطیفہ (۔ ۔ ع) مذکر، فنون + اضافت + لطیف (= نازک، نرم، ہلکا، سبک، پرلذت) + ہ (علامت تانیث)[1] ایسے ہنر جو لطیف سمجھے جاتے ہیں یعنی شاعری، مصوری، موسیقی وغیرہ
(ادبیات، فنونِ لطیفہ، ض ک ۹۹)
۲ یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ آرٹ میں اگر

---

[1] چونکہ اس جگہ "فنون" کی صفت ہے جو جمع ہے اور عربی میں یہ جمع مونث سمجھی جاتی ہے اس لیے فنون کی صفت میں علامت تانیث دی گئی۔

باطل کو فنا کر دینے کی قوت نہیں تو وہ بالکل بیکار ہے ۔

(ض ک ، ۱۱۸)

فوّارہ (ع) مذکر : حوض وغیرہ کے بیچ میں لگا ہوا پائپ جس میں اوپر کو پانی پھینکنے کا آلہ نصب ہو اور پائپ کے جالی دار ڈھکن سے پانی کی پھواریں چاروں طرف اچھل کر گریں اور چھتری یا پیڑ کی سی شکل بنا دیں ؎

بلند زور دروں سے ہوا ہے فوّارہ

(فوّارہ ، ض ک ، ۱۲۷)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کی سرخی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ زور باطن کی بدولت بلندی حاصل ہوتی ہے

(ض ک ، ۱۲۶)

فوٹو[1] (انگ) مذکر : عکس ، تصویر (جو کیمرے سے کھینچی جاتی ہے) ؎

برگِ گل پر اس نے فوٹو لے لیا صیاد کا

(ب ا ، ۵۷)

فوج (ع) مونث : لشکر (رک) ؎

چھوٹی نہ تھی یہود و نصاریٰ کا مالِ فوج

(محاصرۂ ادرنہ ، ب د ، ۲۱۷)

فوج فوج اٹھی : یعنی توالد و تناسل سے فوج بن گئی ؎

اٹھی دشت و کہسار سے فوج فوج

(ساقی نامہ ، ب ج ، ۱۲۷)

فوق الادراک (ع ع ع) صفت ، فوق (= بالاتر) + ال (علامت تعریف یا معرفہ) + ادراک (رک) : عقل اور سمجھ سے بالاتر ؎

تھا شجاعت میں وہ اک ہستی فوق الادراک

(جواب شکوہ ، ب د ، ۲۰۳)

فولاد[2] (ف) مذکر : ایک قسم کا نہایت سخت اور جوہر دار لوہا ؎

---

[1] انگریزی میں واو مجہول سے ہے ۔
[2] فارسی میں فولاد ہے ۔

مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر

(طلوعِ اسلام ، ب د ، ۲۷۳)

فہم (ع) مذکر : سمجھ ، عقل ، دانائی ؎

سبھوں سے بڑھ کے رہے ان کے فہم کا گلگوں

(فلاح قوم ، ب ا ، تیسرا ایڈیشن ، ۳۱)

فی امان اللہ (ع ع ع) ایک فقرہ جو کسی عزیز یا دوست کو رخصت کرتے وقت کہا جاتا ہے : خدا اپنی حفاظت میں رکھے ؎

لب سے نکلا کہ فی امان اللہ

(خدا حافظ ، ب ا ، ۵۴)

فیجی (انگ) مذکر : افریقہ کے قریب چند جزیروں کا مشترک نام ؎

سلامت رہے مجھ کو فیجی یوگنڈا

(ب ا ، ۶۱)

فیروزہ (ف) مذکر : ایک قسم کا قیمتی جواہر جس کا رنگ سبز زنگاری یا نیلگوں آسمانی ہوتا ہے ۔

فیروزۂ گردوں (ـ ف ف) مذکر ، فیروزہ + ء (علامت اضافت) + گردوں (رک) : آسمان جو کہ فیروزے کی شکل ہے ؎

شوق بک جانے کا ہے فیروزۂ گردوں کو بھی

(دربار بہاول پور ، ب ا ، ۱۸۴)

فیس (انگ) مونث : اجرت یا محنتانہ ؎

عمامہ رہن مدرسہ بیٹوں کی فیس میں

(ب ا ، ۲۰۷)

فیصلہ (ع) مذکر : تصفیہ ، معاملے کا خاتمہ (مصرع ذیل میں صورت فیصلہ کو مبہم رکھا ہے اس کی صراحت کے لیے دیکھو طوٹر) ؎

کیا خبر ہے تجھ کو اے دل فیصلہ کیونکر ہوا

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۰)

فیض (ع) مذکر

فائدہ رسانی ، نفع پہنچانے کا عمل ، بھلائی کرنے کی کیفیت یا صورت حال ، برکت ؎

یہ ہے اقبال فیض یادِ نام مرتضیٰ جس سے

(غزلیات ، ب د ، ۲۴۸)

: فائدہ حاصل کرنا ؎
فیضِ نظر کے لیے ضبطِ سخن چاہیے
(غزل ، ض ک ، ۵۲)

فیض سے (ع ا ر) فیض + سے (= کی وجہ سے) :
بدولت ، طفیل ؎
وہ مشتِ خاک ہوں فیضِ پریشانی سے صحرا ہوں
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۲)

فیضِ عام (ـ ع) مذکر ، فیض + عام : ایسی فائدہ رسانی جو سب کے لیے ہے اور کسی سے مخصوص نہیں ؎
اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
(رباعی ، ب د ، ۱۴۱)

فیضِ عام ہونا (ـ ع ا ر) روزمرہ : فائدہ رسانی کا کسی شخص سے خاص نہ ہونا ، عام لوگوں سے سلوک کرنا ؎
بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا
(التجائے مسافر ، ب د ، ۹۶)

فیضِ نظر (ـ ع) مذکر ، فیض + اضافت + نظر (رک) : مراد بزرگوں کی صحبت سے فیض حاصل کرنا (رک فیض معنی نمبر ۲)
(غزل ، ض ک ، ۵۲)

فیضان (ع) مذکر ، فیض (رک)

فیضانِ نظر (ع ع) مذکر ، فیضان (= فیض رک) + اضافت + نظر (رک) : مرشد کامل کی نگاہ مراد حضرت ابراہیم کی توجہ ؎
یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
(۱۰ ، ب ج ، ۱۴۱)

فیضی : رک تضمین بر شعرِ فیضی
(تہذیبِ حاضر ، ب د ، ۲۲۵)

فیلِ بے زنجیر (ع ف ف) مذکر ، فیل (= ہاتھی) + بے (کلمۂ نفی) + زنجیر (= بیڑی) : وہ ہاتھی جس کے پاؤں میں زنجیر نہ ہو ، آزاد اور مست ہاتھی ؎
فیلِ بے زنجیر کی صورت اڑا جاتا ہے ابر
(ہمالہ ، ب د ، ۳۲)

ق

قابَ قَوسَین (ع ع ع) قابَ (= فاصلہ) + قَوس (= کمان) + ین (علامتِ تثنیہ) ؛ دو کمانیں ، سورۂ والنجم میں یہ الفاظ اُس موقع کے واسطے آئے ہیں جب معراج میں آنحضرت حجابِ تجلیات کے قریب ہوئے اور جھکے تو دو کمانوں کے فاصلے پر تھے ؎

قابَ قوسین بھی ، دعوئ بھی عبُودیّت کا

(فریادِ اُمّت ، ب ا ، ۱۴۹)

قابَ قوسین بھی دعوئ بھی عبُودیّت کا : وہی وحدت وجود کا مسئلہ ہے کہ میں ہی وہ ہوں جو قابَ قوسین کا مصداق بنے اور میں ہی وہ ہوں جو بندگی کا مدّعی ہے ، مدّعا یہ ہے کہ سب کا وجود ایک ہے جو فنا ہو کر محبوبِ مطلق سے واصل ہو جاتا ہے ؎

قابَ قَوسَین بھی دعوئ بھی عبُودیّت کا

(فریادِ اُمّت ، ب ا ، ۱۴۹)

قابِل (ع) صفت

: لائق ، مستحق ، اہل ؎

مانا کہ تری دید کے قابل نہیں ہُوں میں

(غزلیات ، ب د ، ۹۸)

: لیاقت رکھنے والا ، عقلمند ؎

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۰)

: اثر لینے والا ، قبول کرنے والا ، صلاحیت رکھنے والا (اصلاح وغیرہ کی) ؎

نہیں طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے

(غزلیات ، ب د ، ۱۳۶)

قابُو (ت) مذکر : اختیار ، قدرت ؎

کفار کے اسلوب پہ قابو نہیں رہتا

(لینن ، ب ج ، ۱۰۷)

قادِر (ع) صفت : قدرت رکھنے والا (قب خدا کے حضور میں) ؎

تُو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں

(لینن ، ب ج ، ۱۰۸)

قارُون (ع) مذکر : بنی اسرائیل کے ایک مالدار شخص کا نام جس نے اس قدر روپیہ جمع کیا تھا کہ چالیس خچر صرف اس کے خزانوں کی کنجیاں لے کر چلتے تھے ، جب حضرت مُوسیٰؑ نے حکم دیا کہ ہزار دینار پر ایک دینار زکات دے تو وہ ان سے منحرف ہو گیا ، بالآخر حضرت کی بددعا سے مع مال و اسباب زمین میں دھنس گیا ؎

نہ مال و دولتِ قارُون نہ فکرِ افلاطوں

(۳، ب ج ، ۲۷)

: خزانہ ، خزانچی ؎

نقیبہ شہر قارُون ہے لغت ہائے حجازی کا

(۸، ب ج ، ۳۲)

قاری (ع) مذکر : قرآن پاک کی تلاوت کرنے والا ؎

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

(مردِ مسلمان ، ض ک ، ۶۰)

قاصِد (ع) مذکر : نامہ بر ، نامہ و پیغام لانے اور لے جانے والا ؎

تامل تو تھا ان کو آنے میں قاصد

(غزلیات ، ب د ، ۹۹)

: مُراد باعث ، محرک ؎

پر تری تصویر قاصد گریۂ پیہم کی ہے

(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۲۲)

قاضی (ع) مذکر : حکم جاری کرنے والا ، حاکم ؎

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے

(ابوالعلا معرّی ، ب ج ، ۱۵۷)

قاضیُ الحاجات[1] (ع ع ع) صفت ، قاضی (= پُورا کرنے والا ، بر لانے والا) + ال (علامتِ تعریف یا معرفہ) + حاجات (حاجت (ع) کی جمع) : ضرورتیں پوری کرنے والا ، تمنائیں بر لانے والا ؎

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضیُ الحاجات

(مسلمان کا زوال ، ض ک ، ۲۰)

---

[1] عربی قاعدے سے ی پر پیش درست نہیں۔

قاطِر (ع) مذکر : خچر ؎

اسپ قمر سم دشتر و قاطر و حمار

(صدیقؓ، ب د، ۲۲۴)

قاعِدَہ (ع) مذکر : طور طریقہ، اصول، ڈھنگ، دستور ؎

ناآشنا ہے قاعدۂ روزگار سے

(بہ پوستہ رہ، ب د، ۲۴۹)

قافِیَہ (ع) مذکر : وہ ہم وزن لفظ جو ہر شعر کے آخر میں ردیف سے پہلے لاتے ہیں، جبکہ ردیف وہ لفظ ہوتا ہے جو کسی نظم کے ہر شعر کے آخر میں بار بار آتا ہے، مثلاً اس شعر میں ارمغاں اور نشاں قافیہ ہے اور انگشتری ردیف ہے ؎

آپ نے مجکو جو بھی ارمغاں انگشتری

دے رہی ہے مہر و الفت کا نشاں انگشتری

(شکریۂ انگشتری، ب ۱۳۲۱)

قافِلَہ[1] (ع) مذکر : مسافروں کا گروہ۔ سوداگروں کا مسافر گروہ ؎

قافلے والے بھی ہیں اندیشۂ رہزن بھی ہے

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

: ہمسفر جماعت ؎

کہتا تھا قطب آسماں قافلۂ نجوم سے

(کوشش ناتمام، ب د، ۱۲۴)

: مراد قوم ؎

ہے ہزاروں قافلوں سے آشنا یہ رہ گزر

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۲)

قافِلَہ تیرا (ـ ا ر) : ماہ نو اور اس کے ارد گرد نکلے ہوئے ستارے (بطور استعارہ) ؎

قافلہ تیرا رواں بے منت بانگ درا

(ماہ نو، ب د، ۵۴)

قافِلَہ سالار (ـ ف) مذکر، قافلہ + سالار (= سردار) : قافلے کے آگے چلنے والا جو راستے سے باخبر ہو، قافلے کا محافظ اور نگہبان

---

[1] اصلی معنی سفر سے پھرنے والا۔

(۴۳، ب ج، ۲۴)

قافِلے : قافلہ (رک) کی جمع، دوسری قوموں کے گروہ مراد ہیں جو منزل ترقی میں گامزن ہیں ؎

قافلے دیکھ اور ان کی برق رفتاری بھی دیکھ

(شمع و شاعر، ب د، ۱۸۱)

قالَ اَقُولُ (ع ع) فعل : اس نے (یہ) کہا میں (یہ) کہتا ہوں۔ منطق و فلسفہ کی تشریحی کتابوں میں لفظ "قال" کے بعد اصل مصنف کا متن اور لفظ "اقول" کے ساتھ اس قول پر اپنا تبصرہ لکھا جاتا ہے، یہاں بحث مباحثہ مراد ہے (منطق کی ایک ابتدائی کتاب کا نام بھی قال اقول ہے جو ملاؤں کو پڑھائی جاتی ہے) ؎

نہیں فردوس مقام جدل و قال اقوال

(ملا اور بہشت، ب ج، ۱۱۷)

قالُوا بَلیٰ : رک الست۔

قالِین (ت) مذکر : ایک خاص قسم کا بچھونا جو اون یا سوت سے بنا ہوا اور ریشے دار ہوتا ہے، غالیچہ ؎

ترے صوفے ہیں افرنگی ترے قالین ہیں ایرانی

(ایک نوجوان کے نام، ب ج، ۱۱۹)

قامَت (ع) مونث، نیز مذکر : قد، جسم کی لمبائی ؎

وہ جواں قامت میں ہے جو صورت سرو بلند

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۹)

قانُون (ع) مذکر

۱ : قاعدہ، اصول، دستور، آئین ؎

ایک ہی قانون عالمگیر کے ہیں سب اثر

(داغ، ب د، ۹۰)

: حکومت کا بنایا ہوا قاعدہ یا آئین جو عوام کے لیے نافذ ہو ؎

قانون وقف کے لیے لڑتے تھے شیخ جی

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

۲ : ستار سے مشابہ ایک مشہور مذہبی باجا (رک قانونِ سحر)

قانُونِ سَحَر (ـ ع)، قانون + سحر (رک) : صبح کو قانون باجے سے تشبیہ دی ہے ؎

ہے ترنم ریز قانون سحر کا تار تار

(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۴)

قانونِ وقف (ـ ف ع) مذکر، قانون (رک) + اضافت + وقف (یہ اہل و عیال وغیرہ کے لیے اپنی جائداد کی بیع و رہن ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ممنوع قرار دینے اور اس کا تولیّت متعین کرنے کی دستاویز)؛ جائداد کو وقف علی الاولاد کرنے کا ضابطہ (جو ۱۹۱۳ء میں بابائے قوم کی تجویز کے مطابق حکومت ہند نے منظور کیا) ہے

قانونِ وقف کے لیے لڑتے تھے شیخ جی

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

قاہر (ع) صفت: قہر کرنے والا، غالب۔

قاہرانہ (ـ ف) صفت، قاہر + انہ (لاحقۂ نسبت)؛ غالب آنے والے پُرجلال لوگوں کا سا ہے

گفتار دلبرانہ کردار قاہرانہ

(۳۲، ب ج، ۵۴)

قاہری (ع ف) مونث، قاہر (یہ غالب) + ی (لاحقۂ کیفیت)؛ غلبہ، کائنات کو مسخر کر لینے کی باطنی طاقت ہے

خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی

(سلطانی، ض ک، ۳۲۶)

: مراد طاقت اور جلال سے کام لینے کی کیفیت ہے

سکھا ڈال اقبال کچھ قاہری بھی

(ب ا، ۳۳۶)

قائل (ع) صفت: مان جانے والا، تسلیم کرنے والا ہے

جنوں کو زخم دل کہتا ہے قائل میں بھی ہوں تیرا

(ب ا، ۳۸۳)

قائم (ع) صفت: برقرار، جاری، مستقل ہے

ایک حلقے پر اگر قائم تری رفتار ہے

(چاند، ب د، ۷۹)

قائم ہونا (ـ ار): عمل میں آنا، وجود پذیر ہونا ہے

سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۷)

قبا (ع) مونث: ایک خاص قسم کا کشادہ پیشنے اور نیچے دامنوں کا جامہ (عموماً عرب پہنتے ہیں)، مراد لباس

پرستش ہے

تکمہ کوئی گرا ہے مہتاب کی قبا کا

(جگنو، ب د، ۸۴)

قباپوشی (ـ ف ف) مونث، قبا + پوش (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): مراد درویشی ہے

قلندری و قباپوشی و کلہ داری

(مردانِ خدا، ض ک، ۳۴۲)

قبا چاک ہونا: کسی پر رشک پیدا ہونا، یہ چاہنا کہ یہ چیز ہمیں بھی مل جاتی ہے

وہ خاک کہ جبریل کی ہے جس سے قبا چاک

(۴۹، ب ج، ۶۹)

قبائل (ع) مذکر: چھوٹے چھوٹے خاندان اور کنبے جن میں سے ہر ایک نے ایک وحدت کی صورت اختیار کر لی ہے، واحد: قبیلہ ہے

کہ امتیاز قبائل تمام تر خواری

(محراب گل افغان، ۱۸، ض ک، ۱۷۷)

قبر (ع) مونث: رک مدفن ہے

قبر اس تہذیب کی یہ سرزمین پاک ہے

(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کی سرخی ہے جس میں انھوں نے مرد مومن کی فطرت پر روشنی ڈالی ہے کہ وہ کسی قسم کی قید اور پابندی کو گوارا نہیں کرتا

(ض ک، ۴۰)

قبر میں سوال ہونا (عقائد) مرنے کے بعد قبر میں دو فرشتوں (منکر اور نکیر) کا آکر اور مُردے میں رُوح پھونک کر اس سے اس کے دین و مذہب اور اعمال وغیرہ کے متعلق پوچھ گچھ کرنا ہے

قبر میں جو سوال ہوتے ہیں

(ب ا، ۲۴۴)

قبروں کی تجارت: پرانے قبرستانوں کے پلاٹ بنا کر انھیں بیچنے کی طرف اشارہ جو پاکستان کے اکثر شہروں میں رُو بہ عمل آچکا ہے

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۳)

قبض: رُوح کو جسم سے کھینچ لینا، اذیت میں مبتلا کرنا ع

قبض کی رُوح تری دے کے تجھے فکرِ معاش

(مدرسہ، ض ک، ۸۳)

قبضہ (ع) مذکر: قابو، دسترس، مُراد ہاتھ ع

قبضے سے امت بے چاری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی

(غزلیات، ب د، ۲۷۷)

قبلہ (ع) مذکر: کعبہ جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے۔

قبلہ رُو ہونا (ع ف ار) قبلہ + رُو (= رُخ، منہ) + ہونا: قبلے کی طرف منہ کر لینا ع

قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز

(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

قبلہ نما (ع ف)

۱: (مذکر) وہ آلہ جس کے ذریعے قبلے کی سمت معلوم کی جاتی ہے، اس میں ایک سُوئی لگی ہوتی ہے جو پھر پھر کر قطب کی طرف گھوم جاتی ہے اور جب اسے ہاتھ میں لے کر حرکت دیں تو قطب کی طرف بار بار گھومنے میں ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے تڑپ رہی ہے۔

۲: (صفت) مضطرب۔

عشق بتی میں قبلہ نما سے ہوں بے نیاز

نورِ یقیں سے قلب ہی قبلہ نما ہے آج

(معراج، ب ا، ۲۲۵)

(نوٹ) اُوپر کی مثال میں علی الترتیب پہلے قبلہ نما سے پہلے معنی اور دُوسرے سے دُوسرے معنی مُراد ہیں۔

قبُول (ع) صفت: پسندیدگی کے ساتھ منظور، مقبُول (عموماً دُعا کے لیے مستعمل) ع

یہ التجائے مُسافر قبُول ہو جائے

(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

قبُولِ حق (ع ع) صفت: بارگاہ الٰہی میں مقبُول اور منظُور ع

قبُولِ حق ہیں فقط مردِ حر کی تکبیریں

(ملا زادہ، ۱۳، ا ح، ۴۳)

قبیح (ع) صفت: بُرا ع

جو ہو نشیب میں پیدا قبیح و نا محبُوب

(خوب و زشت، ض ک، ۸۰)

قبیلہ (ع) مذکر: ایک دادا کی اولاد، خاندان، کنبہ ع

کہ ہر قبیلہ ہے اپنے بتوں کا زناری

(محراب گل افغان ۱۸، ض ک، ۱۷۷)

قتل (ع) مذکر: گردن کاٹ دینے یا مار ڈالنے کا عمل ع

کسی کو قتل کرتے ہیں کسی کی کھال اترتی ہے

(ب ا، ۵۸۱)

قتیل (ع) صفت: قتل کیا ہوا، کُشتہ (لذت پر مرمٹنے والا، جو کسی بات کے حسن پر مرمٹا ہو، کسی امر محبُوب یا محبُوب پر جان چھڑکنے والا (رک ذوقِ استفہام) ع

دل بھی انساں ہے قتیل ذوقِ استفہام کیا

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

قحط (ع) مذکر: کال، خشک سالی ع

زلزلے ہیں بجلیاں ہیں قحط ہیں آلام ہیں

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۰)

قد (ع) مذکر: قامت، جسم ع

کسی نوجواں کی جدائی میں قد

(حاتم لپسر، ب ا، ۱۶۸)

قدح (ع) مذکر: شراب کا بڑا پیالہ ع

اثر غضب کا دعائے قدح میں ہے ساقی

(ب ا، ۴۴۳)

قدر[1] (ار) صفت: مقدار (اس یا کس وغیرہ کے ساتھ مستعمل) (رک کس قدر)

قدر (ع) مونث: عزت، توقیر، درجہ، مرتبہ، قیمت ع

قدر آرام کی اگر سمجھو

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۴)

[1] عربی (= تقدیر الٰہی) سے ماخوذ۔

قدر پہچاننا (۔ ار) : رتبے منزلت اور خوبیوں کو سمجھنا ؎
قدر پہچانی نہ اپنے گوہر یک دانہ کی
(نانک ، ب د ، ۲۳۹)

قدر دان (۔ ف) صفت : قدر یا عزت کرنے والا ، مُراد پیار کرنے والا ، شفقت سے پیش آنے والا ؎
اُٹھ گئے آہ قدر داں اپنے
(یتیم کا خطاب ، ب د ، ۶۳)

قُدرت (ع) مؤنث
: (مجازاً) خُدائے تعالیٰ جو قادر و قدیر ہے ؎
یہ سب کچھ ہے مگر ہستی مری مقصد ہے قُدرت کا
(تصویر درد ، ب د ، ۶۹)
: طاقت ، اختیار ؎
میری قُدرت میں جو ہوتا تو نہ اختر بنتا
(صبح کا ستارہ ، ب د ، ۸۵)
: قدرتی حسن ، فطرت ؎
ترے فردوس تخیّل سے ہے قُدرت کی بہار
(مرزا غالب ، ب د ، ۲۶)
: اللہ تعالیٰ کی صنعت اور طاقت ؎
ہر ایک چیز سے پیدا خُدا کی قُدرت ہے
(ایک پہاڑ اور گلہری ، ب د ، ۳۱)

قُدرت کا کارخانہ (ا ر ف ف) مذکّر ، قدرت + کا (رک) + کار (= کام) + خانہ (= گھر) : خُدائے تعالیٰ کی صنعت و طاقت کے مظاہر ، مخلوقات و موجودات جن میں ہر ایک سے اللہ کی کاریگری ظاہر ہوتی ہے ؎
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں
(ایک پہاڑ اور گلہری ، ب د ، ۳۱)

قُدس (ع) مذکّر : پاکیزگی (رک حریم قدس)

قُدسی (ع ف) صفت ، قدس (= پاکیزگی) + ی (لاحقۂ نسبت) : پاک و پاکیزہ (رک قدسیُ الاصل)
: فرشتہ (رک) ؎
قدسیوں سے بھی مقاصد میں ہے جو پاکیزہ تر
(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۳۲)

قُدسیُ الاَصل (۔ ع ع ع) صفت ، قُدسی + ال (علامت تعریف یا معرفہ) + اصل (= حقیقت) : اپنی اصلیت کے لحاظ سے پاک و پاکیزہ اور مقدس ؎
قُدسیُ الاصل ہے رفعت پہ نظر رکھتی ہے
(جواب شکوہ ، ب د ، ۱۹۹)

قُدسیوں سے سُنا (ع ار ار ار) قدسی (= فرشتہ) + وں (= لاحقۂ جمع) + سے (رک) + سنا (رک سننا) : عالم قدس سے کوئی بات دل میں ڈالی جانا ، الہام ہونا ، خود بخود دل پر اُترنا ؎
سُنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا
(مارچ ۱۹۰۷ء ، ب د ، ۱۴۰)

قَدْ کُنْتُم بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْن : یہ سورۂ یونس کی آیت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تم تو (عذاب الٰہی نازل ہونے کو مذاق سمجھ کے) اس کے لیے جلدی مچایا کرتے تھے (مُراد یہ ہے کہ یہ مزدور و سرمایہ دار کی جنگ وہی عذاب ہے جس سے تمھیں ڈرایا گیا تھا) ؎
ٹل نہیں سکتا و قد کنتم بہٖ تستعجلون
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۹)

قَدَم (ع) مذکّر
: پاؤں ، ڈگ ۔
: پائے تخیّل ؎
اَے زمیں فرسا قدم تیرا فلک پیما بھی ہے
(عاشقِ ہرجائی ، ب د ، ۱۲۲)

قدم اٹھانا (ع ار) : آگے بڑھنا ، چلنا ؎
قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں
(ایک پہاڑ اور گلہری ، ب د ، ۳۱)
: ہمّت کے ساتھ سرگرم عمل ہونا ؎
قدم اٹھا یہ مقام آسماں سے دُور نہیں
(۲۷ ، ب ج ، ۵۰)

قدم اُٹھنا (ع ار) : پاؤں کا اپنی جگہ سے آگے بڑھنا ، چلنا ؎

قدم کا تھا دہشت سے اٹھنا محال
(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

قدم بڑھ کر رکھنا (ار): آگے بڑھ جانا، سبقت لے جانا۔

بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار
(صدیقؓ، ب د، ۲۲۴)

قُدُّوسی (ع ف) مؤنث، قُدُّوس (= پاک و پاکیزہ) + ی (لاحقۂ کیفیت)، گناہوں اور خطاؤں سے پاک و پاکیزہ ہونے کی شان۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
(مردِ مسلمان، ض ک، ۶۰)

قُدوم (ع) مذکر: آمد، ورود۔

جو منتظر ازل سے تھا اس کے قدوم کا
(معراج، ب ا، ۲۲۵)

قدیم (ع) صفت: پرانی۔

یہ رسم قدیم ہے یہاں کی
(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۹)

: جو ہمیشہ سے ہے (اور ہمیشہ رہے گا)۔

تھی تو موجود ازل سے ہی تری ذات قدیم
(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

: خدائے تعالیٰ کی طرح ازلی ہمیشہ سے (یہ بھی فلسفہ الٰہیات میں ایک طویل بحث ہے)۔

ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا قدیم
(ابلیس، ۳۰، ا ح، ۱۴)

قرار (ع): جم کر رہنے ایک جگہ ٹھہر جانے یا مستقل طور سے رہنے کا عمل، سکون، ٹھہراؤ۔

کیا قرار نہ زیر فلک کہیں میں نے
(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

قرارِ جاں (ع ف) قرار (= مجازاً سکون و اطمینان) + جان (ار ک): روحانی سکون۔

ہوئی ہے جس کی اخوت قرار جاں مجھ کو
(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

قِران (ع) مذکر: دو ستارے ایک برج میں جمع ہو جانے کا عمل۔

آئے جو قراں میں دو ستارے
(دو ستارے، ب د، ۱۴۸)

قُرآن (ع) مذکر
: آسمانی کتاب جو وحی کے ذریعے آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی۔

تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے
(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

: سیرت و کردار میں قرآن کے مطابق۔

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
(مردِ مسلمان، ض ک، ۶۰)

قُرب (ع) مذکر: قریب یا باہم نشین ہونے کی صورت۔
(قرب سلطان، ب د، ۲۰۹)

قُربِ سلطان: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے شیخ سعدی اور حافظ شیرازی کے حوالے سے یہ کہا ہے کہ حکام کے سامنے سب سے بہتر تو یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے، لیکن اگر بولنا ہی پڑے تو انھیں نیک صلاح دینی چاہیے۔
(ب د، ۲۰۹)

قُربِ فراق آمیز (ع ع ف) مذکر، قُرب (= قریب ہونے کی کیفیت، دوستی) + اضافت + فراق (= جدائی) + آمیز، مصدر آمیختن (= ملنا، ملانا) سے فعل امر: ایسی دوستی جس میں جدائی ملی ہو، ہے، وہ قرابت جس میں دُوری بھی شامل ہے۔ ہے (عبارت میں ہندو مسلم اتحاد کے ایک ظاہری عمل ہونے اور باطناً کشیدگی ہونے کی جانب اشارہ ہے)۔

وصل کیسا یاں تو اک قرب فراق آمیز ہے
(صدائے درد، ب د، ۴۲)

قُربان (ع) صفت: صدقے۔

اس بندے کی دہقانی پر سلطانی قربان

(محراب گل افغان، ض ک، ۱۶۹)

قربان جاؤں (ار): صدقے ہو جاؤں (انتہائی پسندیدگی ظاہر کرنے کے موقع پر) ہے

قربان جاؤں طرزِ بیاں ملال کے

(ب ا، ۳۹۰)

قربان گاہ (ع ـ ف) مونث: قربانی کا مقام ہے

نذر کر دے تجھ کو آزادی کی قرباں گاہ میں

(کلاہ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۱)

قربانی (ع ف) مونث، قربان (= ذبیحہ) + ی (لاحقۂ کیفیت): خدا کی راہ میں جانور کو مقررہ طریقے سے ذبح کرنے کا عمل خصوصاً حج میں اور عید اضحیٰ کے دن ہے

نماز و روزہ و قربانی و حج

(رباعیات، ب ج، ۸۹)

قریشی: قبیلۂ قریش کا فرد، مراد مسلمان ہے

قائد قرشی بہ از بخاری

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۹)

قرطاس (ع) مذکر: کاغذ، صفحہ ہے

فریاد کی تصویر ہے قرطاس فضا پر

(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۶)

قرطبہ (ع) مذکر: ہسپانیہ (اسپین) کا ایک مشہور مقام جہاں دنیا کی سب سے بڑی مسجد ہے جس کا رقبہ دو لاکھ، ترانوے ہزار نو سو بیس فٹ ہے اس کی تعمیر پر اُس زمانے میں ڈیڑھ کروڑ روپیہ خرچ ہوا تھا جبکہ دلّی کی وسیع و عریض مسجد پر صرف دس لاکھ خرچہ آیا تھا۔ اس کی وسعت کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ اس مسجد میں چودہ سو سترہ سنگ مرمر کے ستون ہیں اور مینار ایک سو دس فٹ بلند ہے۔ اس کا منبر ہاتھی دانت کا تھا جس پر بہت سے جواہرات لگے ہوئے تھے اور چھتیس ہزار دینار میں تیار ہوا تھا۔ رات کو اس میں دس ہزار جھاڑ فانوس روشن ہوتے تھے، ہر جھاڑ چار سو اسّی پیالوں کا تھا۔ اس مسجد کی تعمیر عبدالرحمٰن اوّل نے شروع کی اس کے جانشین ہشام نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اس کے جانشین عبدالرحمٰن ثانی نے اس میں توسیع کی، اس کے جانشین سلطان اعظم عبدالرحمٰن ثالث نے دو لاکھ اکسٹھ ہزار پانسو بتیس دینار اس کی آرائش و زیبائش پر صرف کر کے اسے دلھن بنا دیا۔ جب چودھویں صدی کے نصف اوّل میں مسلمانوں کا اقتدار ختم ہوا تو عیسائی فاتحین نے اس کی محراب کے سائے میں گرجا تعمیر کر لیا جس وقت اقبال نے اسے دیکھا اس وقت یہ اذان تک سے محروم تھی اور آج بھی یہی صورتِ حال ہے ہے

اے حرمِ قرطبہ عشق سے تیرا وجود

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۵)

قرن (ع) مذکر: صدی

قرنِ نو: نئی صدی یا اس کا پہلا سال (۱۹۰۱ء)

قریب (ع) صفت: پاس، نزدیک ہے

کہیں قریب تھا یہ گفتگو قمر نے سنی

(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۱۲)

قرین (ع) صفت: مصاحب، دوست، ہمسر ہے

واقف جو ترے سارے قرینوں کی تھی گئی

(اشک خون، ب ا، ۸۱)

قرینہ (ع) مذکر: طریقہ، سلیقہ، ڈھنگ، شکل ہے

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

قرینۂ خلیل کا: مراد حضرت خلیل (ع) کا سا پختہ ایمان اور بت شکنی کی لگن ہے

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا

(میں اور تو، ب د، ۲۵۲)

قزاق (ع) صفت: راہ زن، لٹیرا

(ایک بحری قزاق اور سکندر، ض ک، ۱۵۵)

قسطنطنیہ: (ک بلادِ اسلامیہ (جس کے تحت یہ درج ہے) (ب د، ۱۴۶) ہے

خطۂ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیار

(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

قِسمَت (ع) مونث
: تقدیر، نصیب، بھاگ، مقدر ؎
اپنی قسمت بری ہے کیا کہیے
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)
: (مجازاً) خوش قسمتی ؎
تری قسمت سے رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں
(تصویر درد، ب د، ۷۰)

قِسمَتِ بادَہ (ع ف) مونث، قسمت (= تقسیم) + اضافت + بادہ (رک): شراب بانٹنا جو ساقی کا کام ہے (اور ساقی سے یہاں والی و حکمران مراد ہے) ؎
قسمت بادہ مگر حق ہے اسی ملت کا
(حکومت، ض ک، ۷۷)

قِسمَت جاگنا (ع ار): بھلے دن آنا، دن پھرنا ؎
لیکن مری کٹیا کی نہ جاگی کبھی قسمت
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

قِسمَت کھُلنا (ع ار): رک قسمت جاگنا ؎
قسمت کھلی کسان کی بگڑی ہوئی بنی
(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو، ب ا، ۱۴۱)

قُشُون (ت) مذکر: گروہ، لشکرگاہ، مجازاً لشکر ؎
لگا سے خنجر سینے واں رنج کے جنود و قشون
(فلاح قوم، ب ا، ۴۷)

قَصّاب (ع) مذکر: گوشت کاٹنے اور بیچنے والا ؎
شور ایسا ہے کہ قصابوں کی ہو جیسے برات
(حشر کی آمد، ب ا، ۴۰)

قِصاص (ع) مذکر: بدلہ، عوض ؎
قصاص خون تمنا کا مانگیے کس سے
(مسعود مرحوم، ا ح، ۲۵۰)

قَصد (ع) مذکر: ارادہ ؎
نہ جرأت ہے نہ خنجر ہے تو قصد خودکشی کیسا
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

قَصر (ع) مذکر: (شاہی) محل، ایوان ؎
نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
(ایک نوجوان کے نام، ب ج، ۱۲۰)

قُصُور (ع) مذکر، قصر (= محل، ایوان) کی جمع (رک حروف قصور)
: کوتاہی، کمی، نقص، عیب ؎
پیدا نہیں کچھ اس سے قصور ہمہ دانی
(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

قُصُوروار (ع ف) صفت، قصور + وار (لاحقۂ صفت): گنہگار، خطاکار ؎
قصوروار غریب الدیار ہوں لیکن
(۴۲، ب ج، ۸۶)

قِصّہ (ع) مذکر: واقعہ، ماضی کا حال، روداد ؎
قصہ ایام سلف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے
(صقلیہ، ب د، ۱۳۴)
: ذکر، بیان (رک قصۂ جدید و قدیم)

قِصّہ خواں (ع ف) صفت، قصہ + خواں (رک): وہ شخص جو زمینداروں اور امیروں وغیرہ کی صحبت میں قصہ سنانے پر مامور ہوتا ہے اور قصہ در قصہ کر کے ایک قصے کو اتنا طولانی کر دیتا ہے کہ ختم ہونے ہی میں نہیں آتا (اب یہ رسم تقریباً ختم ہوگئی ہے پہلے اس کا عام رواج تھا) ؎
قصہ خوان یار کو بھیجا ہے لکھ کر حال دل
(ب ا، ۲۸۲)

قِصّۂ دار و رَسَن (ع ف ف فع) مذکر، قصہ + ۂ (علامت اضافت) + دار (= سولی) + رسن (= رسی): رسی میں باندھ کر سولی پر چڑھائے جانے کا واقعہ (رک منصور) ؎
قصۂ دار و رسن بازی طفلانۂ دل
(دل، ب د، ۶۱)

قِصّۂ جَدید و قَدِیم (ع ف ع ف ع) قصہ + ۂ (علامت اضافت) + جدید (رک) + و (عطف) + قدیم (رک): یہ بات کہ یہ علم قدیم ہے اور وہ جدید ہے کم نظر ہونے کی دلیل ہے اس لیے کہ علم ایک اکائی ہے، جیسے

؎ فارسی و عربی میں مشترک۔

زمانہ، حیات اور کائنات ایک ایک اکائی ہیں
(علم اور دین، ض ک، ۳۶)

قصۂ فرعون وکلیم : رک فرعون.
تازہ ہر عہد میں ہے قصۂ فرعون وکلیم
(فقر و ملوکیت، ض ک، ۳۰)

قصیدہ (ع) مذکر : وہ ہم قافیہ پُرشوکت الفاظ پر مشتمل نظم جس میں کسی کی مدح نظم کی جائے
(۱، سطر ۲، ب ج، ۲۲)

قضا (ع) مونث : حکم الٰہی، احکام مشیّت سے
مرا آئینۂ دل ہے قضا کے راز دانوں میں
(تصویرِ درد، ب د، ۷۰)
: وہ عبادت جس کا وقت گزر گیا ہو، جو وقت پر چھوٹ گئی ہو سے
دست واعظ سے آج بن کے نماز
کس ادا سے قضا ہوا ہوں میں
(خط منظوم، ب ا، ۱۶۴)

قضارا (ع ف) متعلق فعل، قضا (= حکم الٰہی) + را (از، سے) : اتفاقیہ سے
قضا سے ملا راہ میں وہ قضارا
(عشق اور موت، ب د، ۵۸)

قضا ہونا : چھوٹ جانا، مُراد : بچ نکلنا سے
کس ادا سے قضا ہوا ہوں میں
(خط منظوم، ب ا، ۱۶۴)

قضائے الٰہی (ف ع) مونث، قضا + ے (علامت اضافت) + الٰہی (رک) : مشیّت خداوندی سے
روِش قضائے الٰہی کی ہے عجیب و غریب
(بلشویک روس، ض ک، ۱۴۱)

قطار (ع) مونث : صف، پرا، آگے پیچھے ترتیب سے ہونے کی صورت حال سے
تو دیکھا قطار ایک لڑکوں کی تھی
(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

قطار اندر قطار (ف ع) متعلق فعل، قطار + اندر (در بمعنی کثرت) + قطار : صف در صف، آگے پیچھے پرے جمائے ہوئے سے
پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
(۷، ب ج، ۳۰)

قطبِ آسماں (ع ف) مذکر، قطب (= فرقدین اور جدی کے درمیان ایک ستارہ جو ہمیشہ شمال کی طرف نظر پڑتا ہے اور اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا، اسی سے قبلے کا تعین کیا جاتا ہے) + اضافت + آسماں (رک) : آسمان کا قطب نامی ستارہ سے
کہتا تھا قطبِ آسماں~ قافلۂ نجوم سے
(کشش ناتمام، ب د، ۱۲۴)

قطب مینار : رک مسجد قوّت الاسلام (جس کے تحت پر درج ہے).

قطرہ (ع) مذکر
: بوند سے
مجھے پھونکتا ہے سوزِ قطرۂ اشک محبت سے
(غزلیات، ب د، ۱۳۸)
: چھوٹی سے چھوٹی اور حقیر سے حقیر شے سے
آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے میں ہے طوفانِ حسن
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

قطرۂ بحر آشنا (ف ع ف) مذکر، قطرہ + اضافت + بحر (رک) + آشنا (رک) : ایسا قطرہ جو دراصل سمندر سے جدا نہیں (مسئلہ وحدت الوجود کی طرف اشارہ ہے)
قطرۂ بحر آشنا ہوں میں
(خط منظوم، ب ا، ۱۶۶)

قطرۂ شبنم کے چھالے : شبنم کو چھالے سے تشبیہ دی ہے سے
زبانِ برگِ گل پر قطرۂ شبنم کے چھالے ہیں
(ب ا، ۵ ۴۴)

قطرۂ نیساں (ف ف) مذکر، قطرہ + ء (علامت اضافت) + نیساں (رک) : وہ قطرہ جس سے انگور کی

~ اس جگہ آسماں وزن شعر پورا کرنے کے لیے ہے.

بیل میں خوشہ پھوٹتا ہے ؎
میان قطرۂ نیسان و آتش عنبی
(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

قُطرزَن (ع+ف) مذکر، قط (کاٹنے کا عمل) + زن (رک)
: وہ ہاتھی دانت وغیرہ کی چپٹی ہڈی جس پر نیزے کے قلم کی نوک رکھ کر چاقو سے کاٹتے ہیں، یہاں ہلال کا قط زن سے استعارہ کیا ہے (مدعا یہ ہے کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ منشی فلک یعنی عطارد قلم سے لکھ رہا تھا، یکایک اس کی سیاہی گر کر اوندھی ہو گئی اور پھر اس سیاہی پر قط زن گر پڑا، وہی قط زن ہے جو ہلال کی شکل میں نظر آرہا ہے ؎
جب سیاہی گر چکی قط زن سیاہی پر گرا
(ماہِ نو، ب ا، ۱۳۱)

قَطع (ع) مذکر: راستے یا جدا کرنے یا کاٹنے کا عمل (رک قطع آرزو) طے کرنا (راستے وغیرہ کو) ؎
قطع منزل کے لیے آبلہ پا کر دیں
(عبدالقادر کے نام، ب ا، ۲۵۱)

قطعِ آرزو (ع-ف) مذکر، قطع + آرزو (رک): ہر قسم کی خواہش سے کنارہ کشی یا یک سوئی ؎
جہان رنگ و بو سے پہلے قطع آرزو کر لے
(جھگرل، ب د، ۲۵۰)

قَطعَات: (رک قطعہ جس کی یہ جمع ہے) یہ باقیاتِ اقبال میں ایک عنوان ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ماہ نامۂ مرقع لکھنؤ اور ماہ نامۂ نورجہاں امرتسر سے فارسی کے دو قطعے دستیاب ہوئے جو مؤلف باقیات نے شامل کتاب کیے ہیں۔ ان قطعوں کے مشکل الفاظ کا حل اس فرہنگ کے حصہ[1] فارسی میں دیکھیے
(ب ا، ۲۶۹)

قطعاتِ تاریخ (مذکر)، قطعات + اضافت + تاریخ (رک)؛ وہ قطعے جن کے آخری مصرع یا شاعر کے متعین کیے ہوئے کسی اور مصرعے کے حرفوں کے اعداد کو جمع کرنے سے وہ سنہ نکلتا ہے جس میں وہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ کس حرف کے کتنے عدد ہوتے ہیں؛ اس کے لیے دیکھیے "اعداد"
(ب ا، ۲۷۷)

قِطعَہ (ع) مذکر
: دو بیتیں یا اس سے زیادہ جو مضمون کے اعتبار سے ایک دوسرے سے متعلق ہوں زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اس میں مطلع نہیں ہوتا اور اگر ہو تو معیوب ہے غلط نہیں۔ ہر دوسرے مصرع میں قافیہ ہوتا ہے
(قطعہ، ب ج، ۸۰)
: اس عنوان کے تحت چند فارسی کے اشعار باقیات میں درج ہیں جو اقبال نے سر مائیکل اڈوائر گورنر پنجاب کی فرمائش پر کہے تھے اور اس مشاعرے میں پڑھے تھے جو ۵ دسمبر ۱۹۱۸ء کی پہلی جنگ عظیم ختم ہونے پر جشن فتح کی تقریب میں بمقام لاہور منعقد ہوا تھا۔ اس قطعے کے مشکل الفاظ حصۂ[1] فارسی میں درج ہیں۔
(ب ا، ۲۳۷)
: اسی عنوان کے تحت اردو کے چار شعر باقیات میں درج ہیں جو علامہ مرحوم نے ۱۹ جون ۱۹۰۸ء کو لندن میں کہے تھے اور نازلی بیگم صاحبہ جنجیرہ کے البم میں بیگم صاحبہ کی درخواست پر تحریر فرمائے تھے۔ علامہ کے جو خطوط عطیہ بیگم کے نام شائع ہوئے ہیں ان میں یہ شعر علامہ کے قلم کے لکھے ہوئے موجود ہیں۔
(قطعہ، ب ا، ۱۹۸)
: یہ بانگِ درا میں اقبال کے چار شعروں کی مختصر نظم کا عنوان ہے۔ جس میں انھوں نے قوم فروشی اور حکومت کے آلۂ کار لیڈروں پر طنز کیا ہے
(ب د، ۱۶۲)
: اس سرخی کے تحت فارسی کے ۵ شعر باقیات میں درج ہیں جن میں اقبال نے ہمارے لیڈر سے شیطان کی بات چیت کا حال نظم کیا ہے۔ مشکل لفظ اس فرہنگ کے حصۂ[1] فارسی میں دیکھیے
(ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۶۰۲)

---

[1] اس فرہنگ کا حصہ فارسی

: یہ بالِ جبریل میں اقبال کے چار مختصر قطعوں کی سُرخی ہے جن میں سے ایک صفحہ ۹، پہ ہے دُوسرا صفحہ ۹۰ پر اور تیسرا، چوتھا صفحہ ۱۷۰ پر۔ پہلے قطعے کا ماحصل یہ ہے کہ تکبیر کے نعرے جن سے فضا گونج اٹھے مجاہدوں کا شیوہ ہیں اور مصلے پر بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا جمادات و نباتات اور ملاؤں کی عادت ہے، دُوسرے قطعے کا خلاصہ یہ ہے کہ عشق کی دیوانگی کسی اور تحریک کی محتاج نہیں ہوتی۔ تیسرے قطعے میں کہا ہے کہ میری فطرت یہ ہے کہ ایک حال پر قائم نہیں رہتا۔ چوتھے قطعے کا مفہوم یہ ہے کہ جو قوم خود دار نہ ہو اس کے حق میں انگریزی تعلیم زہر سے بدتر ہے۔

(ب ج، ۹۱، ۹۰، ۱۰۰)

قَعر (ع) مذکّر: گہرائی، پانی کی تہ ؎

قعرِ دریا میں چمکتا ہوا گوہر بنتا

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۵)

قَفَس (ع) مذکّر: پرندے کو بند کرنے کا تیلیوں والا پنجرا یا جال وغیرہ ؎

آتی نہیں صدائیں اس کی مرے قفس میں

(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۷)

: (مجازاً) وجودِ ظاہری ؎

قیدی ہوں اور قفس کو چمن جانتا ہوں میں

(شمع، ب د، ۴۵)

قُلِ العَفو: قرآن پاک کی ایک آیت، جس کے پورے الفاظ یہ ہیں۔ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ۔ یعنی لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کس قدر خرچ کریں تو انھیں آپ یہ جواب دے دیں کہ جتنا تمھارے خرچ سے بچے ؎

جو حرف قُلِ العفو میں پوشیدہ ہے اب تک

(اشتراکیت، ض ک، ۱۳۶)

قلب (ع) مذکّر، دل ؎

پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۴)

قلبِ سپاہِ مُحمّی زند باز رشب
انتظار روز می دارد ذہب

: کھوٹا سکہ بھی رات میں سونے کی برابری کرنے لگتا ہے (کیونکہ پرکھنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہے) ایسی صورت میں سونا (خاموشی کے ساتھ) صبح کے نمودار ہونے کا انتظار کرتا ہے (تاکہ روشنی میں کھرے کھوٹے کی تمیز ہو جائے) مطلب یہ ہے کہ یورپ کے اثر سے جو دہلیت کا نظریہ مقبول ہو رہا ہے یہ اسلامی تعلیم عام ہونے ہی خود بخود ختم ہو جائے گا۔

(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۶)

قلبِ سَلیم (ع - ع) مذکّر: قلب + اضافت + سلیم (رک) : وہ دل جو خدا و رسولؐ کی محبت میں سرشار ہو ؎

ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہے قلبِ سلیم

(فقر و ملوکیت، ض ک، ۳۰)

قُلزُم (ع) مذکّر: سمندر، دریا ؎

چشمۂ کوہ کو دی شورشِ قلزم میں نے

(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۸)

قُلزُمِ خاموش (ع - ف) مذکّر، قلزم + اضافت + خاموش : وہ سمندر جس میں تلاطم امواج نہ ہو ؎

کھلتے نہیں اس قلزمِ خاموش کے اسرار

(ماہرِ نفسیات سے، ب ج، ۱۶۷)

قُلقُل (ف) مذکّر نیز مونث: صراحی سے پانی یا شراب نکلنے کی آواز ؎

بینا مدام شورشِ قلقل سے پا بگل

(موٹر، ب د، ۱۷۸)

قَلَم (ع) مذکّر لکھنے کا اوزار و در زبان آلہ (رک زبانِ قلم)، نیز رک لوح و قلم) ؎

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۳)

: مراد مضمون نگاری، تحریر کے ذریعے اسلام کی نشر و اشاعت ؎

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے

(جہاد، ض ک، ۲۸)

قَلَندَر (ف) مذکّر

وہ شخص جو روحانی ترقی یہاں تک کر گیا ہو کر اپنے وجود
اور دنیا کے تمام تعلقات سے بے خبر ہو کر ہمہ تن
خدا کی ذات کی طرف متوجہ ہو، خدائے تعالیٰ کا فقیر
مست ہے

پانی پانی کر گئی مجکو قلندر کی یہ بات

(۷، ب ج، ۳۱)

: وہ لوگ جو ظاہر میں قلندر یا فقیر بنے ہوئے ہیں اور باطن
جذبۂ قلندری سے خالی ہے ہے

قلندر جز دو حرف لا اِلٰہ کچھ بھی نہیں کہتا

(۸، ب ج، ۳۲)

قلندر کی پہچان : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان
ہے جس میں انھوں نے مردِ مومن کی یہ پہچان بتائی
ہے کہ وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہوتا ہے

(ض ک، ۴۱)

قلندری (ع ف) مونث، قلندر (= وہ شخص جو
روحانی ترقی یہاں تک کر گیا ہو کر اپنے وجود اور تعلقات
دنیا سب سے بے خبر ہو کر ذات باری تعالیٰ کی جانب
متوجہ ہو) ہی (لاحقۂ کیفیت): اہل اللہ یا مومن کا طرزِ حیات ہے

نہ رم نہ کر غم سم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری

(تنہیں اور تو، ب د، ۲۵۲)

قُلْ ھُوَ اللہ : (ع فقرہ) مونث، قرآن پاک کے ایک
سورے کا پہلا فقرہ ہے سورۂ توحید یا سورۂ اخلاص کہتے
ہیں، اس جگہ توحید باری تعالیٰ مراد ہے ہے

قل ہو اللہ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام

(توحید، ض ک، ۲۵)

قلیل (ع) صفت: کم ہے

اس کی اُمیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۷)

قُم (ع) : یہ ایک کلمہ ہے جس کے معنی ہیں اُٹھ کھڑا ہو،
، زندگی کے آثار دکھا حضرت عیسیٰ یہ کلمہ کہہ کر مردے
کو زندہ کیا کرتے تھے۔ یہاں ولولہ انگیز نعرے اور

خود اعتمادی کا رجز مراد ہے ہے

مردہ عالم زندہ جن کی شورشِ قم سے ہوا

(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

قُم بِاِذنِ اللہ : عربی کا ایک فقرہ جو حضرت عیسیٰؑ کا روز
مرہ تھا۔ ان کے بعد دوسرے بعض اولیاء نے بھی کہا۔
مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہی فقرہ کہہ کر تعبیری
کو جلایا، اس کے معنی ہیں "اللہ کے اذن یا حکم سے
زندہ ہو جا" اس جگہ ("کہنا" کے ساتھ) اس فقرے سے
مُردے کو زندہ کرنے کی کرامت رکھنا مراد ہے ہے

قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے

(خانقاہ، ب ج، ۱۶۱)

: (= اللہ کے حکم سے یعنی اس کے بھروسے پر اُٹھ کھڑا
ہو) یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے
جس میں انھوں نے مسلمان کو جدوجہد اور سعی و طلب
میں سرگرم رہنے کی ہدایت کی ہے۔

(ض ک، ۶۵)

قِمار (ع) مذکر: جوا، روپے کی ہار جیت کا کھیل ہے

ہے وہی قمار وہجوم زنانِ بازاری

(یورپ اور سوریا، ض ک، ۱۴۹)

قِمار خانہ (ع ف) مذکر، قمار + خانہ (رک): وہ جگہ
جہاں پیسے کی ہار جیت کا کھیل کھیلا جائے (جوے
بازی میں بغیر محنت کے پیسہ ملتا ہے یہی صورت
سرمایہ داری کی ہے جسے مغربی ملک رواج پر رواج
دیتے چلے جا رہے ہیں) ہے

جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

(زمانہ، ب ج، ۱۳۰)

قَمَر (ع) مذکر

: چاند (بچے کا چندا ماموں) ہے

تکتے رہنا ہائے وہ پہروں تلک سوئے قمر

(عہدِ طفلی، ب د، ۳۵)

: ترک جو نورِ اسلام کے باعث عیسائیوں کے مقابل
چاند کی حیثیت رکھتے تھے ہے

گردِ صلیب گردِ قمر حلقہ زن ہوئی

ہے واضح ہو کہ بغیر اِلّا اللہ کے لا اِلٰہ کلمات کفر ہیں۔

(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۶)

قمر سُم (۔ ف) صفت، قمر + سُم (= کھُر) : جس کے
پاؤں یا کھُر چاند کی طرح (چوڑے، گول اور حسین)
ہوتے ہیں

اسپ قمر سم و شتر و قاطر و حمار

(صدیق، ب د، ۲۲۴)

قُمری (ع) مونث : فاختہ کی قسم کا ایک طوق دار
پرند جسے شعرا عموماً سرو کا عاشق کہتے ہیں اور سرو کو
"آزاد" کہا جاتا ہے، یہاں چمن قوم کا ایک رفیق
مراد ہے

کہا جو قمری سے میں نے اک دن یہاں کے آزاد پا بہ گل ہیں

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۱)

قُمریِ شمشادِ معانی (۔ ف ع) مونث، قمری (=
فاختہ سے ملتا جلتا ایک طوق دار خوش آواز پرند
جو شمشاد کے درخت پر بیٹھ کر خوش ہوتا ہے) + اضافت
+ شمشاد (= سرو کی قسم کا ایک درخت) + اضافت
+ معانی (= مطالب مراد شعر و شاعری) : شعر و شاعری
کے درخت پر بیٹھنے والا خوش گلو طائر، یعنی خوش
فکر شاعر (تشبیہ ہے)

اقبال کہ ہے قمریِ شمشادِ معانی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

قُمریاں : قمری (رک) کی جمع، یہاں وہ مسلمان مراد ہیں
جو پہلے باغِ اسلام کی زینت تھے

قمریاں شاخِ صنوبر سے گریزاں بھی ہوئیں

(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

قَمیص (ع) مونث : بے کلی کا کرتا

ہری قمیص پہ گویا سفید پگڑی ہے

(پہاڑ، ب ا، ۵۶۰)

قناعت (ع) مونث : تھوڑے پر راضی رہنا، جو کچھ
مل جائے اس پر صبر کر لینے کی خو

قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر

(۴۰، ب ج، ۶۱)

قناعت خانہ پرورد محبت ہو کے رہتی تھی : یہ مصرع
اس طرح پڑھیے — قناعت خانہ پروردِ محبت ہو
کے رہتی تھی، چونکہ اوپر کے مصرع کا قافیہ بھی "محبت"
ہے اور اس کے بعد ردیف موجود ہے اس لیے
مصرع جس طرح چھپا ہے اس طرح نہیں ہو سکتا۔ خانہ پرورد محبت کی
تشریح "خ" کی تقطیع میں دیکھیے

(مزدور کا خواب، ب ا، ۲۶۳)

قناعت شعار گل چیں (۔ ع ف ف) ، قناعت + شعار
(رک) + گل چیں (رک) : وہ پھول چننے والا جو تھوڑے
بہت پھول چن کر دامن سمیٹ لے

نہ ہو قناعت شعار گل چیں اسی سے قائم ہے شان تیری

(پیام عشق، ب د، ۱۳۰)

قنبر : حضرت علی بن ابی طالب کے خادم خاص کا نام
جو ہر وقت آپ کے ہم رکاب رہتے تھے اور جو معرفت
اور روحانی بلندی میں حضرت کے فیض صحبت سے
بہت بلند مقام رکھتے تھے

جہاں سے پلٹی تھی اقبال روح قنبر کی
مجھے بھی ملتی ہے روزی اسی خزینے سے

(غزلیات، ب ا، ۴۵۵)

قند (معرب) مذکر : شکر کا پکا کر جمایا ہوا شیرہ، مراد
میٹھا

گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے وہ قند

(آزادیِ نسواں، ض ک، ۹۵)

قندیل (ع) مونث : ایک قسم کا فانوس جس میں چراغ
جلا کر لٹکاتے ہیں، مراد مطلق چراغ

بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی

(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۰)

قوافی : قافیہ (رک) کی جمع

ہوں بہ تبدیل قوافی فارسی میں نغمہ خواں

(شکریۂ انگشتری، ب ا، ۱۳۲)

قوالی (ع) مونث : صوفیانہ اور حقانی چیزوں کا گانا جو
ایک خاص لے میں ہوتا ہے اور اہل اللہ اسے سن
کر جھومتے اور بعض دفعہ بے حال ہو جاتے ہیں

ورنہ قوالی سے کچھ کم تر نہیں علم کلام

(پہلا مشیر ، ا ح ، ۹۱)

قُوّت (ع) مونث

: طاقت ، زور ، رعب و دبدبہ ؎

قوّت فرماں روا کے سامنے بیباک ہے

(سیّد کی لوحِ تربت ، ب د ، ۵۳)

: صلاحیت ؎

انسان کی ہر قوّت سرگرمِ تقاضا ہے

(انسان ، ب د ، ۱۷۹)

قُوّت اور دین : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ طاقت کا استعمال دنیا کے لیے ہو تو زہر سے بدتر ہے اور دین کے لیے ہو تو اکسیر کا حکم رکھتا ہے

(ض ک ، ۲۹)

قُوّت آزما (ـ ف) صفت ، قوّت + آزما (رک) : اپنی طاقت آزمانے والا ، مقابل ؎

دارا جو آسیا سے ہوا قوّت آزما

(ب ا ، ۴۶۶)

قُوّتِ بازو (ـ ف) مونث ، قوّت + اضافت + بازو (رک) ، کلائیوں اور بازوؤں کا زور ، جہاد کی طرف اشارہ ہے ؎

وحدت کی حفاظت نہیں بے قوّتِ بازو

(ہندی اسلام ، ض ک ، ۳۵)

قَوسَین (ع) مونث : لفظی معنی دو کمانیں ، مراد وہ دو کمانوں کے فاصلے کی منزل جس کا اس آیت میں ذکر ہے ـــ دَنیٰ فتدلّیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ
یعنی (جب حضورؐ معراج (رک شبِ معراج) میں حجابِ قدس کے قریب پہنچے تو) آگے بڑھے اور جھکے تو اُس حجابِ نور سے دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا ؎

قوسین میں خوشتر ہے اس جذب و شوق کا

(معراج ، ب ا ، ۲۲۴)

قَول (ع) مذکر : کہی ہوئی بات ؎

غالب کا قول سچ ہے تو پھر ذکرِ غیر کیا

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۵)

قَوم (ع) مونث

: آدمیوں کا گروہ جو ایک ملک کا باشندہ ہو ، ایک خاندان ایک ذات ایک نسل یا ایک فرقے کے افراد ؛ مراد ملک و ملت ؎

قوم گویا جسم ہے افراد ہیں اعضائے قوم

(شاعر ، ب د ، ۶۱)

حسبِ محل کہیں مسلمان اور کہیں ہندو مراد ہیں۔

(ہندو) قوم نے پیغامِ گوتم کی ذرا پروا نہ کی

(نانک ، ب د ، ۲۳۹)

(مسلم) ، اک پیشوائے قوم نے اقبال سے کہا

(شفاخانۂ حجاز ، ب د ، ۱۹۸)

قَومِ آوارہ (ـ ف) مونث ، قوم + اضافت + آوارہ (رک) ، جہالت کے باعث غلط راستے پر چلنے والے مسلمان ؎

قومِ آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز

(شکوہ ، ب د ، ۱۹۹)

قَوم فروش (ـ ف) صفت ، قوم + فروش ، مصدر فروشیدن (= بیچنا) سے فعل امر ؛ قوم کے وقار کا سودا کرنے والا ؎

خطاب ملتا ہے منصب پرست و قوم فروش

(قربِ سلطان ، ب د ، ۲۰۹)

قَوم فروشی (ـ ف ف) مونث ، قوم + فروش (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : قوم کو بیچنے کا عمل ، ایسا عمل جس میں ذاتی مفاد کے لیے قوم کے نام پر کوئی کام کیا جائے اور درپردہ اپنی غرض پوری کر لی جائے

(نصیحت ، ب ا ، ۲۶۳)

قَوم ہو خضر اس مکاں کے لیے : قوم اس گرتی ہوئی دیوار کے مکان کو اسی طرح تعمیر کرے جس طرح حضرت خضر نے جبکہ وہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ سفر کر رہے تھے دو یتیموں کے مکان کی ایک گرتی ہوئی دیوار کو بغیر اُن کی درخواست کے تعمیر کرایا تھا (یہ واقعہ تفصیل سے قرآن پاک میں مذکور ہے)

(یتیم کا خطاب ، ب ا ، ۱۰۰۷)

قوموں کی رَوِش : مُراد مغربی مُلکوں کے حالات ہے

قوموں کی روش سے مجھے یہ ہوتا ہے معلوم

(اشتراکیت ، ض ک ، ۱۳۶)

قَومی (ع ف) صفت ، قَوم + ی (لاحقۂ نسبت) قَوم کا (قبل تقسیم ہند) مُسلمانانِ ہند کا ، قَوم سے تعلّق رکھنے والا ، اسلامی ہے

خنجر ہلال کا ہے قَومی نشاں ہمارا

(ترانۂ ملّی ، ب د ، ۱۵۹)

قَومیّت (ع) مونث : ایک وطن ہونے کی صُورتِ حال (جس کے مختلف ہونے کی بنا پر عوام میں تعصّب پیدا کیا جاتا ہے) ہے

نسل قومیّت کلیسا سلطنت تہذیب رنگ

(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۲۲)

قَومیّتِ اِسلام (ع) مونث ، قومیّت + مُسلمان ہونے کی بنا پر ایک قَوم ہونے کی صُورتِ حال ہے

ہے اگر قومیّتِ اسلام پابندِ مقام

(بلادِ اسلامیہ ، ب د ، ۱۴۷)

قَوی (ع) صفت : طاقت اَور زور والا ، مضبُوط و مستحکم ہے

بازُو ترا توحید کی قُوّت سے قوی ہے

(وطنیّت ، ب د ، ۱۶۰)

: قُوّت رکھنے والا (دیکھیے قوی شدیم الخ)

قوی شدیم چہ شد ناتواں شدیم چہ شد
چنیں شدیم چہ شد یا چناں شدیم چہ شد
بہیچ گونہ دریں گلستاں قرارے نیست
تو گر بہار شدی ما خزاں شدیم چہ شد

: (۱) اگر ہم قوی ہو گئے یا کمزور ہو گئے تو اس سے (ہمارے انسان ہونے میں) کیا فرق پڑتا ہے ، ایسے ہوں یا ویسے ہر حال ہمارے لیے یکساں ہے (۲) کیونکہ اس باغِ دنیا میں کوئی بھی حالت برقرار نہیں رہے گی در ایں صُورت اگر تو بہار ہے تو اگر میں خزاں ہوں تو انجام دونوں ہی

کا مُوت ہے)

قَوی فِطرت (ع) صفت ، قوی + فِطرت (مرکب) : فطرۃً زیادہ قوّت والا ، مُراد اقبال کے اپنے بڑے بھائی ہے

وہ قوی فطرت کہ ہے جس کی طبیعت استوار

(والدہ مرحومہ کی یاد میں ، ب ا ، ۲۷۲)

قَہّاری (ع ف) مونث ، قہّار (= مغلوب کرنے والا) + ی (لاحقۂ کیفیّت) : دُشمنانِ خدا کو مغلوب کرنے کی طاقت ہے

قہّاری و غفّاری و قدّوسی و جبرُوت

(مردِ مسلماں ، ض ک ، ۶۰)

قَہر (ع) مذکر

: غضب ، نہایت نامناسب بات ہے

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حُور و قصُور

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۷)

: غلبہ اَور زبردستی ہے

یہ جبر و قہر نہیں ہے یہ عشق و مستی ہے

(سُلطانی ، ض ک ، ۳۲)

قہر بھی ... شفیق ہے : غُصّہ بھی شفقت لیے ہوئے ہوتا ہے کیونکہ اس غُصّے کا مقصد اصلاح ہوتا ہے ہے

قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق

(مردِ بزرگ ، ض ک ، ۱۲۹)

قُہِستانی (ف ف) صفت ، قہستاں (مرکب کوہستان) + ی (لاحقۂ نسبت) ہے

ترے بازو میں ہے پروازِ شاہینِ قہستانی

(طلوعِ اسلام ، ب د ، ۲۷۰)

قِیاس (ع) مذکر : ایک چیز پر دُوسری چیز کا اندازہ ، دو چیزوں کے برابر ہونے کا ذہن میں تصوّر ، دو چیزوں میں وہ یکسانیّت جو محض اٹکل پر مبنی ہو ہے

اپنی ملّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر

(مذہب ، ب د ، ۲۴۸)

قِیام (ع) مذکر

: ثابت اَور برقرار رہنے کا عمل ، ثبات ، برقراری ،

: ٹھہراؤ ؎
قیام بزمِ ہستی ہے انہیں سے
(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۹۲)

: ٹھہرنے یا سکونت اختیار کرنے کا عمل ؎
اس باغ میں قیام کا سودا بھی چھوڑ دے
(غزلیات، ب د، ۱۰۸)

قیام سے خالی نماز : اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ تو اربابِ حکومت کی بارگاہ میں جھکتا ہے، آزادی کی شان سے سینہ ابھار کر کھڑا نہیں ہوتا ؎
کہ ہے قیام سے خالی تری نماز اب تک
(رومی، ض ک، ۱۲۱)

قیام ہونا (ع ۔ ار) ٹھہرنا، رکنا، دم لینا ؎
یہیں قیام ہو وادی میں پھرنے والوں کا
(ابر، ب د، ۹۱)

قیامت (ع) مونث : وہ دن جب اسرافیل فرشتے کے صور کی ایک بھیانک آواز سے کل دنیا فنا ہو جائے گی اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام مردے زندہ ہو کر کھڑے ہونگے اور حساب و کتاب کے میدان میں آئیں گے ؎
ندا آئی کہ آشوبِ قیامت سے یہ کیا کم ہے
(ا، ب ج، ۲۴)

: (اردو روزمرہ میں) غضب ڈھانے والی اور دل میں کھب جانے والی خوبی ؎
پھر اس پہ قیامت ہے یہ اڑتے ہوئے گانا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

: مراد دوبارہ زندگی ؎
ہر موت کا پوشیدہ تقاضا ہے قیامت
(قبر، ا ح، ۱۹)

قیامت کی : (اردو روزمرہ میں) بہت زیادہ
سرزمیں اپنی قیامت کی نفاق انگیز ہے۔
(صدائے درد، ب د، ۴۲)

قیامت میں تماشا بن گیا میں : جب میں نے خودی اور خود شناسی میں محو ہونے کی وجہ سے جلوۂ دوست کی طرف آنکھ تک نہ اٹھائی تو لوگ مجھے حیرت سے دیکھنے لگے (حالانکہ میں اپنے نفس میں اسی کا جلوہ دیکھ رہا تھا)
(رباعیات، ب ج، ۸۱)

قیامت ہے (ار) : بڑے غضب کی بات ہے، افسوسناک امر ہے ؎
قیامت ہے کہ فطرت سو گئی اہلِ گلستاں کی
(تضمین بر شعرِ صائب، ب د، ۲۴۴)

قید (ع) مونث : محکوم ہو کر رہنے کی صورتِ حال ؎
قید ہم کو بھلی کہ آزادی
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

: بیڑی، زنجیر ؎
اے گرفتارِ یتیمی اے اسیرِ قیدِ غم
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۷)

: پابندی، شرط
آزاد قیدِ اول و آخر ضیا تری
(آفتاب، ب د، ۴۴)

قید خانہ (ع ۔ ف) مذکر : جہاں مجرم کو سزایاب ہونے کے بعد بند رکھتے ہیں
(قید خانے میں معتمد کی فریاد، ب ج، ۱۰۱)

قید خانے میں معتمد کی فریاد : بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ معتمد اشبیلیہ کے بادشاہ کا نام ہے جو عربی زبان کا شاعر بھی تھا۔ اس کے قید و بند میں مبتلا ہونے کے واقعات یوں ہیں کہ اندلس میں ہشام کی معزولی کے بعد سلطنت چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہو گئی تھی، چنانچہ بنی عباد نے اشبیلیہ میں اپنی خود مختار ریاست قائم کر لی تھی۔ المعتمد باللہ ۴۶۱ھ م ۱۰۶۸ء میں اس کا حکمران ہوا۔ یہ بادشاہ بہت بہادر تھا، مگر خانہ جنگی کے باعث بہادری بے سود تھی اور قدم قدم پر عیسائی حکمرانوں سے مدد لینا پڑتی تھی۔ چنانچہ معتمد نے بھی ایک عیسائی سردار الفانسو سے دوستی کی اور اسے خراج بھی دینے لگا۔ ۴۷۵ھ میں معتمد نے الفانسو کے سفیر کو جو خراج لینے آیا تھا اس بات پر قتل کرا دیا

کہ وہ خراج کی رقم سونے کی شکل میں وصول کرنا چاہتا تھا۔ خبر سن کر الفانسو نے اشبیلیہ پر حملہ کیا تو معتمد نے یوسف ابن تاشفین والی مغرب الاقصیٰ سے مدد طلب کی۔ چنانچہ وہ امداد کے لیے آیا اور الفانسو کو شکست دے کر چلا گیا، لیکن اس نقل و حرکت میں وہ معتمد کی کمزوری سے واقف ہو چکا تھا اس لیے آئندہ سال خود اس نے اشبیلیہ پر چڑھائی کر دی اور معتمد کو قید کر کے افریقہ لے گیا اور اس کی ریاست اپنی مملکت میں شامل کر لی۔ یوسف نے معتمد کے لیے قید خانے میں بہت سہولتیں فراہم کر دی تھیں مگر اتفاق سے ۴۸۸ھ میں اس کا بیٹا عبدالجبار (جو اس کے ساتھ قید تھا) قید خانے سے فرار کا موقع پا کر بھاگ گیا اور مالقہ کے باغیوں کی قیادت قبول کر لی جو یوسف کو معزول کرنا چاہتے تھے۔ جب یوسف کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے غیظ و غضب میں بیٹے کے جرم کا انتقام باپ سے لینے کا تہیہ کر لیا اور معتمد کو سر سے پاؤں تک فولادی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ معتمد جو شاہی عیش و عشرت کا عادی تھا اس تکلیف کو برداشت نہ کر سکا اور عالم مایوسی اور رنج و غم میں چند اشعار کہے جن کا ترجمہ اقبال نے زیرِ نظر اشعار میں نظم کیا ہے

(ب ج، ۱۰۱)

قیدِ مقام (۔ ع) مونث: قیدِ مقامی (رک)

تو ابھی رہگزر میں ہے قیدِ مقام سے گزر

(ب ج، ۲۹۰ ۵)

قیدِ مقامی (۔ ع ف) قید + اضافت + مقام (ع کوئی خاص جگہ) + ی (لاحقۂ نسبت) کسی خاص مقام سے وابستہ ہو جانے کی پابندی، کسی وطن کی تخصیص۔ (کیونکہ مسلمان کا وطن ساری دنیا ہے) ؎

ہو قیدِ مقامی تو نتیجہ ہے تباہی

(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

قیدِ موسم (۔ ع) مونث، قید + اضافت + موسم (رک): تقاضائے وقت، وقت کا رجحان، ماحول کی رفتار ؎

قیدِ موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی

(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

قید میں آنا (۔ ارار) مراد پابندیِ عشق میں مبتلا ہونا ؎

قید میں آیا تو حاصل مجھ کو آزادی ہوئی

(وصال، ب د، ۱۳۰)

قیدی (ع) صفت: اسیر، مقید، گرفتار، پابند ؎

میں بے زباں ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے

(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۸)

قیس (ع) مذکر

: لیلیٰ کے مشہور عاشق مجنوں (رک) کا نام

: ہر عاشق جو محبوب کی محبت میں دیوانہ ہو

: عشاقِ خدا و رسولؐ ؎

قیس دیوانۂ نظارۂ محمل نہ رہا

(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

قیسِ روز (۔ ف) قیس + اضافت + روز (رک): مومن کو شام کی جستجو میں گردش کرتے رہنے کی بنا پر قیس سے تشبیہ دی ہے ؎

رہتی ہے قیسِ روز کو لیلیٰ شام کی ہوس

(کوشش ناتمام، ب د، ۱۲۴)

قیصر (رم) مذکر: بادشاہانِ روم کا لقب۔ اصل معنی وہ بچہ جس کی ماں مر جائے اور اس کا پیٹ چاک کر کے اسے نکالا جائے۔ روم کا ایک بادشاہ اسی طرح پیدا ہوا تھا اس کے بعد وہاں کے ہر بادشاہ کا یہی لقب ہو گیا۔ یہاں سلطان قسطنطین مراد ہے جو چوتھی صدی عیسوی میں فوت ہوا اور جس نے قسطنطنیہ کی بنیاد ڈالی ؎

خطۂ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیار

(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۲)

قیصری (رو ف) صفت، قیصر (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): بادشاہ روم کی ؎

رعبِ فغفوری ہو دنیا میں کہ شانِ قیصری

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

: شہنشاہیت، ملوکیت ؎

جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۱)

قیمت (ع) مونث۔
: بدل اشتراک، نوٹ یا سکہ وغیرہ جو کسی چیز کے عوض میں دیا یا لیا جائے ؎
اس کی قیمت پڑی نہ اک پائی
(خدا حافظ، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۵)
؛ قدر، مرتبہ ؎
قیمت میں یہ معنی ہے درِ ناب سے دہ چند
(قطعہ، ب ج، ۱۶۰)

قیود (ع) مونث نیز مذکر۔ قید (رک) کی جمع ؎
قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن
(حضورِ رسالتمآب میں، ب د، ۱۹۷)

ک

کا (ا ر) کلمۂ اضافت ہے

واسطہ دوں گا اگر لعنت دل زہرا کا میں
(برگ گل، ب ا، ۱۷۶)

: کے لیے ہے
رشتۂ دیپوندیاں کے جان کا آزار ہیں
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۲۹)

: بھی (جبکہ مکرر دو اسموں کے بیچ میں آئے) ہے
نمک کا فلک اور پارے کا پارا
(عشق اور موت، ب د، ۸۵)

کاٹ کر رکھ دینا (ا ر) : کاٹ دینا، آسانی سے قلم کر دینا ہے
کاٹ کر رکھ دیے کفار کے لشکر کس نے
(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

کاٹنا (ا ر)
: فصل تیار ہونے پر اسے زمین سے جدا کر کے کھیت سے اٹھانا ہے
وہ شعلے کاٹتے ہیں جو شرار بوتے ہیں
(ب ا، ۵۳۳)

: گزار لینا، بسر کر لینا ہے
کاٹ لینا ہر کٹھن منزل کا کچھ مشکل نہیں
(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۵۴۲)

کاٹھ (ا ر) مونث : لکڑی ہے
بن گئی کشور کشا یہ کاٹھ کی تلوار کیا
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۲)

کاخ (ف) مذکر : محل، ایوان ہے
تو ہے تو آباد ہیں اجڑے ہوئے کاخ و کو
(دعا، ب ج، ۹۲)

کار (ف) مذکر : کام، کاروبار ہے
گرہ کھولی ہنر نے اس کے گویا کار عالم سے
(محبت، ب د، ۱۱۱)

کار آفریں (-ف) صفت، کار + آفریں (رک) : نئے سے نیا اور مفید سے مفید کام کرنے والا ہے
غالب و کار آفریں کارکشا کارساز
(مسجد قرطبہ، ب ج ۹۷)

کارِ جہاں (-ف) مذکر، کار + اضافت + جہاں (رک) : دنیا کا کار و بار، مراد بنی آدم کی زندگی ہے
کار جہاں دراز ہے اب مرا انتظار کر
(۳، ب ج ۷۷)

: مراد دنیا حاصل کرنے یا دنیا داری کے کام ہے
میں کار جہاں سے نہیں آگاہ ولیکن
(خوشامد، ض ک، ۱۳۸)

کارخانہ (-ف) مذکر : چیزوں کے بنانے یا تیار کرنے کی فیکٹری، مل وغیرہ ہے
کارخانے کا ہے مالک مردک ناکردہ کار
(فرمانہ، ب د، ۲۹۱)

کارداں (-ف) صفت، کار + داں (رک) : تجربہ کار ہے
وہ سمجھے گا اسے جو کارداں ہے
(ب ا، ۴۶۶)

کارزار (ف ف) مونث، کار (= کام) + زار (لاحقۂ کثرت) : (مقابلے کے میدان میں ہر لمحہ کام درپیش ہونے کی مناسبت سے مجازاً) جنگ، لڑائی، مقابلہ ہے
پاس کے عنصر سے ہے آزاد میرا روزگار
فتح کامل کی خبر دیتا ہے جوش کارزار
(مسلم، ب د، ۱۹۶)

کارزار (-ف) مونث، کار + زار (= کثرت کار) : لڑائی، جنگ۔ (رک کارزار عرصۂ ہستی)

کارزارِ عرصۂ ہستی (-ع ف) مونث، کارزار + اضافت + عرصہ (رک) + ۂ (علامت اضافت) + ہستی (رک) : زندگی کے میدان کی لڑائی یعنی مقابلہ، وہ تقابل جسے تنازع للبقا کہتے ہیں، زندگی کی دوڑ میں ایک دوسرے کا مقابلہ جس کا انجام ترقی ہوتا ہے

کارزارِ عرصۂ ہستی کے ناقابل ہوئے

(صدائے درد، ب ا، ۲۱۵)

کارساز (ـ ف) صفت، کار + ساز (رک) : بگڑے ہوئے کام کو بنانے والا ؎

غالب و کار آفریں کارکشا کارساز

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۱۰۷)

کارسازی (ـ ف ف) مونث، کار + ساز (رک ساز) + ی (لاحقۂ کیفیت) : کامیاب بنانے کی صورت یعنی عشقِ خدا و رسولؐ کا جذبہ ؎

کر سکا سکے خرد کو رہ و رسمِ کارسازی

(غزل، من ب، ۴۷)

کارفرما : اپنا کام کرنے والا، زود عمل ؎

یہ جز ہر اگر کارفرما نہیں ہے

(جنت، ب ج، ۱۴۶)

کارفرمائی : کارفرما (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : عملی سرگرمی، چھوٹے سے چھوٹے کام سے لے کر حصولِ حکومت تک ہر بڑے سے بڑا کام ؎

ہوئے جہاں میں سزاوارِ کارفرمائی

(نگاہِ شوق، من ک، ۱۱۱)

کارکشا (ـ ف) صفت، کار + کشا (رک) : مشکل کام کی گتھیاں کھول کر اسے سہل بنانے والا ؎

غالب و کار آفریں کارکشا کارساز

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۷)

کارگاہ (ـ ف) ظرف : کارخانہ ؎

کارگاہِ شیشہ جو ناداں سمجھتا ہے اسے

(ابلیس، ا ح، ۱۱)

کارگر (ـ ف) صفت، کار + گر (رک گر ۱) : مؤثر ؎

دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر

(جہاد، من ک، ۲۸)

کارگہ (ـ ف) مونث، کار + گہ (= گاہ (رک) کی تخفیف) : کارخانہ ؎

تہذیبِ نوی کارگہِ شیشہ گراں ہے

(فرمانِ خدا، ب ج، ۱۱۰)

کارِ مرداں روشنی و گرمی است

کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی است

: مردوں کا فرض یہ ہے کہ وہ نورِ اسلام اور عشقِ خدا و رسولؐ کی اشاعت کریں، مکاری اور بے غیرتی کی زندگی بسر کرنا کمینوں کا کام ہے

(پیر و مرید، ب ج، ۱۴۲)

کارل مارکس : جرمنی کے ایک مشہور یہودی سوشلسٹ کا نام جو انیسویں صدی کے آغاز میں پیدا ہوا۔ ابتدا ئ ہیگل کے فلسفے کا حامی تھا۔ کچھ عرصے کے بعد خیالات بدل گئے۔ خدا اور مذہب سے انکار کر دیا۔ حکومت نے اسے جلاوطن کر دیا۔ وہ ادھر اُدھر مارا مارا پھرنے کے بعد بالآخر لندن میں سکونت پذیر ہو گیا اور وہیں انیسویں صدی کے ربع آخر میں وفات پائی۔ اس کی مشہور تصنیف "دی کیپیٹل" ہے جسے روس کے باشندے وہی درجہ دیتے ہیں جو لندن وغیرہ میں بائیبل کو حاصل ہے مغربی ممالک کہتے ہیں کہ ملک کی دولت کی جڑ بنیاد "سرمایہ" ہے جس سے دولت کمائی جاتی ہے۔ کارل مارکس کہتا ہے کہ دولت کی جڑ بنیاد "محنت" ہے جس کے بغیر سرمایہ بیکار ہے۔ یہی نظریہ مارکس کا ہے

(کارل مارکس کی آواز، ض ک، ۱۳۷)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے روسی سوشلزم کے بانی اور حامی کارل مارکس کے وہ خیالات نظم کیے ہیں جو اس نے سرمایہ دارانہ نظام کے حامیوں کی رد میں ظاہر کیے ہیں۔

(ض ک، ۱۳۷)

کارواں (ـ ف) مذکر۔ : قافلہ، قافلے کے لوگ، پوری قوم ؎

کہ سمجھے منزلِ مقصود کارواں تجھ کو

(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

کارواں سے ٹوٹنا : مراد ملتِ اسلامیہ سے جدا ہو گیا ؎

کوئی کارواں سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے

(۱۳، ب ج، ۱۷۱)

کارْواں کی گَرد (- ا ر ف)، کارواں + کی + گَرد (= غبار) : قافلے کی گرد یعنی اُنھیں بزرگوں کا نام لیوا جو تیرے فتح کرنے والے قافلے میں شریک تھے ؎

جس کی تو منزل تھا میں اس کارواں کی گرد ہوں

(صقلیہ، ب د، ۱۳۴)

کاروبار (بغیر واو کے یعنی کارْبار) (ف ف) مذکر، کار (= کام) + بار (تابع) : کام کاج ؎

کاروبارِ زندگانی میں وہ ہم پہلو مرا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۹)

کاری (ف) صفت، گہری، پورا پورا اثر کرنے والی، سخت اور شدید ؎

ہوائے بیاباں سے ہوتی ہے کاری

(شاہین، ب ج، ۱۲۵)

کاسُ الکِرام (ع ع ع) مذکر، کاس (= کاسہ، پیالہ، جام شراب) + ال (علامت تعریف یا معرفہ) + کرام (شرفا اور صاحب جُود و عطا) : فراخ دل اور سخی لوگوں کا پیالہ جس سے دوسرے بھی مستفیض ہوتے ہیں

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۴)

کاسہ (ف) مذکر : پیالہ (رک دہی کاسہ دہی آتش)

کاسۂ سَر (- ف ف) مذکر، کاسہ (= پیالہ) + ۂ (علامت اضافت) + سَر (رک) : کھوپڑی ؎

یہ بھی ٹوٹے گا یہیں کاسۂ سر کی صورت

(ردیگر، ب ا، ۱۹۱۴)

کاسۂ سیمیں (- ف ف ف) مذکر، کاسہ + ۂ (علامت اضافت) + سیم (رک) + یں (لاحقۂ نسبت) : چاندی کا پیالہ ؎ کاسۂ سیمیں لیے ہاتھوں میں آیا دیکھنا

(ماہِ نو، ب ا، ۳۱۱)

کاش (ف) حسرت، خواہش اور آرزو کے موقع پر مستعمل، مترادف : اگر ایسا ہوتا تو کیا اچھا ہوتا ؎

کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی

(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

کاشانہ (ف) مذکر : امرا و رؤسا کا محل، قصر، ایوان۔

کاشانۂ چمن (ف ف)، کاشانہ + ۂ (علامت اضافت) + چمن (رک) : باغ کو رونق اور دلکشی کے باعث محل سے تشبیہ دی ہے ؎

ہنگامہ جس کے دم سے کاشانۂ چمن میں

(سلیمی، ب د، ۱۲۱)

کاشانۂ دل کاشانہ + ۂ (اضافت) + دل : دل کو محل سے تشبیہ دی ہے جو جلوۂ ایزدی اور عشقِ الٰہی کا محل ہے ؎

کس کی منزل ہے الٰہی مرا کاشانۂ دل

(دل، ب د، ۷۱)

کاشانہ سوز (- ف) صفت، کاشانہ + سوز (رک) : گھر کو پھونک دینے والا ؎

جانتا ہوں جلوۂ بے پردہ ہے کاشانہ سوز

(ب ا، ۳۵۴)

کاشغَر (ف) مذکر : ترکستان کے ایک شہر کا نام جو اب روس کے قبضے میں ہے ؎

نیل کے ساحل سے لے کر تا بہ خاکِ کاشغر

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۵)

کاظِمہ (ع) مذکر : مدینۂ منورہ کا ایک نام ؎

ریگِ نواحِ کاظمہ نرم ہے مثلِ پرنیاں

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۱)

کاغَذ (ع) مذکر : صفحہ یا ورق جس پر لکھتے ہیں ؎

کھیل اس کاغذ کے ٹکڑے سے یہ بے آزار ہے

(طفلِ شیر خوار، ب د، ۶۶)

کافِر (ع) صفت

: وجودِ باری کا انکار کرنے والا، بت پرست ؎

سنتا ہوں کہ کافر نہیں ہندو کو سمجھتا

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

: کفرانِ نعمت کرنے والا، نافرمان ؎

کافر ہے مسلماں تو نہ شاہی نہ فقیری

(۱۲، ب ج، ۳۵)

: عیاری مکاری شرارت اور فتنہ پردازی وغیرہ کا ماہر ؎

کیا بتاؤں کیا ہے کافر کی نگاہ پردہ سوز

(تیسرا پیر، اح، ۸)

:(ف) مذکر: معشوق

اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں

(فریادِ امّت، ب ا، ۱۴۲)

کافر ادا (- ف) صفت: ناز و انداز والا معشوق ہے

یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خونریز ہے ساقی

(۷، ب ج، ۱۰۱)

کافر بیچارہ: مراد ہندی فنکار ہے

آہ وہ کافر بے چارہ کہ ہیں اس کے صنم

(فنونِ لطیفہ، ضں ک، ۱۱۷)

کافر کی موت: یعنی پلنگ پر پڑے پڑے (نہ کہ میدانِ جنگ میں) مرجانے کی صورت ہے

کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل

(جہاد، ضں ک، ۲۸)

کافر محبت (- ع) صفت، کافر + اضافت + محبت: محبت یا عشق کے کفر کا مرتکب ہونے والا ہے

عجب تماشا ہے مجھ کافر محبت کا

(ب ا، ۵۱، ۴)

کافر و مومن: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ایمائی انداز سے کافر اور مومن کی پہچان بتائی ہے. کافر وہ ہے جو دنیا میں کھویا رہتا ہے اور مومن وہ ہے جس میں کُل کائنات سمائی ہوئی ہوتی ہے.

(ضں ک، ۴۳)

کافرِ ہندی: ہندوستان کا کافر، چونکہ عرب ممالک کے لوگ ہندی، مسلمان کو بھی اس نظر سے دیکھتے تھے جیسے کافر اس لیے یہ لفظ طنز و تعریض کے طور پر استعمال کیا ہے ہے

کافرِ ہندی ہوں میں دیکھ مرا ذوق و شوق

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۹)

کافری (- ف) مونث، کافر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): کفر و الحاد ہے

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

(۲۵، ب ج، ۴۸)

کافور (ع) مذکر: ایک سفید براق تیز خوشبو اور تلخ ذائقے کا مادہ جو اسی نام کے درخت سے نکلتا ہے اور کھلی جگہ رکھنے سے ہوا میں مل کر اڑتا رہتا ہے (رک کافورِ پیری)

کافورِ پیری (ع ف) مذکر، کافور (شعرا اس کی سفیدی سے صبح اور بڑھاپے کو تشبیہ دیتے ہیں) + پیری (= بڑھاپا)، اضافت تشبیہی ہے

آگ بجھی کافورِ پیری میں جوانی کی نہاں

(داغ، ب د، ۸۹)

کافور ہوجانا (- ار): اڑ جانا، رفو چکر ہونا، بھاگ جانا ہے

نیچری سمجھ کر ہو گئے کافور آپ

(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۱)

کاف و نون: کُن (رک)

جس نے اس کا نام رکھا تھا جہانِ کاف و نون

(ابلیس کی مجلس شوریٰ، اح، ۵)

کافی (ع) صفت: بس، بہت، جس سے کام پورا ہوجائے ہے

مرے لیے ہے فقط زورِ حیدری کافی

(جلال و جمال، ضں ک، ۱۲۳)

کالج (انگ) مذکر: دسویں جماعت کے بعد کی درس گاہ ہے

مغنت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہو گئے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

کالج کا زمانہ: کالج میں تعلیم پانے کے دن ہے

ہیں یہاں اک دوست کالج کے زمانے سے مرے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۷)

کالم (انگ) مذکر: ایک صفحے کے کئی حصّے جو اوپر سے نیچے

ہ اقبال داغ کے شاگرد ہیں اور داغ نے اس معنی میں یہ لفظ بفتح ف نظم کیا ہے

ایمان کی تو یہ ہے غضب ہیں بتانِ ہند
اپنا ہی سا سمجھے بھی یہ کافر بنائیں گے

غزل کا قافیہ محشر اور مضطر وغیرہ ہے.

کی طرف ہوں اُن میں سے ہر ایک کے
ہے مدتجارت ، کا بھی کالم کیا مفید
(پنجۂ فولاد ، ب ا ، ۴۹)

کالی (ار) صفت : سیاہ ، سیاہ فام لوگوں کی کے
محروم چشم زہیں یعنی وہ کالی دیا
(جواب شکوہ ، ب د ، ۲۰۱)

کالی گھٹا (ار ار) صفت ، کالی (= سیاہ رنگ کی) + گھٹا (= گاڑھے بادل) ، سیاہ رنگ کے اُمڈتے ہوئے بادلوں کے ہجوم کے
وادیوں میں ہیں تری کالی گھٹائیں خیمہ زن
(ہمالہ ، ب د ، ۲۲)

کام[1] (ار) مذکر
: مشغلہ ، پیشہ کے
یہ پوچھا ترا نام کیا کام کیا ہے
(عشق اور محبت ، ب د ، ۵۸)

: واسطہ ، تعلق کے
رکھتے ہیں اہل درد مسیحا سے کام کیا
(شفاخانۂ حجاز ، ب د ، ۱۹۸)

کام[2] (ف) مذکر
: تالو کے
کام درویش میں ہر تلخ ہے مانند نبات
(سر اکبر حیدری ، اح ، ۴۸)

: مقصود ، مُراد کے
ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
(بچے کی دعا ، ب د ، ۲۴)

کام آنا (- ار) : وقت ضرورت حاجت کو پورا کر دینا ، وقت پر مدد کرنا کے
یہ اک فرد تن آساں تھا تن آسانوں کے کام آیا
(۳۵ ، ب ج ، ۵۷)

کام بُلبل نے کیا ہے الخ : ان الفاظ سے جو غزل شروع ہوتی ہے اس میں گیارہ شعر ہیں اور سب میں علاقہ تے ور صیاد ، کا قافیہ باندھا ہے۔ غالباً یہ کسی کی امتحانی فرمائش کی بنا پر کہی گئی ہوگی

(ب ا ، ۱۷۵)

کام کی چیز (- ار ف) مونث : وہ چیز جس سے کام لیا جاتا ہے ، جس کی ضرورت پڑتی ہے کے
کام کی چیزیں جو ہوں ان کی حفاظت چاہیے
(بچوں کے لیے چند نصیحتیں ، ب ا ، ۵۴۴)

کام نکلنا (- ار) : مقصد پورا ہونا ، مُراد بر آنا کے
سو کام خوشامد سے نکلتے ہیں جہاں میں
(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۳۰)

کام و دہن (ف ف ف) مذکر ، کام (= تالو) + و (عطف) + دہن (= مُنھ) کے
صلہ اس رقص کا ہے تشنگی کام و دہن
(رقص ، ض ک ، ۱۴۴)

کامل (ع) صفت ، پورا ، پورا پورا ، جو ہر اعتبار سے مکمل ہو کے
ہو تخیل کا نہ جب تک فکر کامل ہم نشیں
(مرزا غالب ، ب د ، ۲۶)

: مُراد مُرشدِ کامل (جو انسان کی خودی کو جو ابتدا؛ شیشے کی طرح نازک ہوتی ہے پتھر کی طرح مستحکم اور محکم بنا سکے) کے
حاصل کسی کامل سے یہ پوشیدہ ہنر کر
(بڈھے بلوچ کی نصیحت ، اح ، ۱۵)

کامنی (ار) : نازک اور حسین کے
وہ پیاری پیاری صورت وہ کامنی سی مورت
(پرندے کی فریاد ، ب د ، ۳۷)

کان (ف) مونث : وہ جگہ جہاں سے کھود کر دھات یا جواہرات نکالتے ہیں کے
یہ چھوٹا سا رسالہ کان معنی جانِ معنی ہے (ب ا ، ۴۷۷)

کان (ار) مذکر ، وہ عضو جس سے سنتے ہیں.

کان دھرنا (- ار) ، سننا اور اثر لینا کے
لوگوں کی خوشامد پہ کہیں کان نہ دھرنا
(ایک مکڑا اور مکھی ، ب ا ، ۵۵۷)

کان لینا (ار) : گوشمالی کرنا ، کان اینٹھنا
کان پچکے سے مؤذن کے لیے صبح وصال

(ب ا، ۱۶۵)

کانپتا پھرنا (ار ار) لرزتا ہوا کبھی اِدھر کبھی اُدھر دکھائی دینا، جا بجا مرتعش نظر آنا ؎
کانپتا پھرتا ہے کیا رنگِ شفق کہسار پر
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

کانپنا (ار، ا) ڈر سے تھرّانا، خوف سے رونگٹے کھڑے ہونا یا لرزنا، ہیبت طاری ہو جانا ؎
ہیں ان کی محفلِ عشرت سے کانپ جاتا ہوں
(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

کانٹا (ار) مذکر: گھاس پھوس یا بعض درختوں میں لگنے والی چھوٹی سی نوکدار چیز جو سوئی کی طرح چبھتی ہے، خار ؎
جو بنے پیالوں میں کانٹے نوکِ سوزن سے نکالے ہیں
(غزلیات، ب د، ۱۰۱)
: خلش، عشق کی چبھن ؎
کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو
(۵، ب ج، ۱۷)

کانون (ف) مذکر: انگیٹھی، آگ کی بھٹی ؎
بنا ہوا تھا مرا سینہ رشکِ صد کانون
(فلاحِ قوم، ب ا، تبصرہ ابتدائیہ، ۲۸۶)

کاَنَّہٗ مسیحٌ لِکُلِّ مَرَاضٍ: یہ فقرہ سرسید کی تاریخ وفات پر مشتمل ہے۔ اس کے عدد "اعداد" کے تحت درج کیے ہوئے قاعدے سے نکال لیجیے (اس میں مرض کی جگہ "مراض" کا لفظ قابلِ اعتراض ہے)
(ب ا، ۹۱، ۲۷)

کاوِش (ف) مونث
: مراد خلش، تکلیف ؎
مرے نصیب میں ہے کاوشِ زباں پھر کیا
(میں اور تُو، ب د، ۲۲۰)
: فکر ؎
ہے ترے دل میں وہی کاوشِ انجام ابھی
(غزلیات، ب د، ۲۷۹)
: کوشش، محنت و جانفشانی ؎
صلہ ان کی کد و کاوش کا ہے سینوں کی بے نوری
(۳۹، ب ج، ۵۹)
: نشتر کو جسم میں داخل کر کے خون یا مواد وغیرہ نکالنے کے لیے اندر ہی اندر گھمانا ؎
رگِ بے خون و کاوشِ نشتر
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۷)

کاہ (ف) مونث: گھاس، تنکا ؎
خودی ہے مردہ تو مانند کاہ پیش نسیم
(مسعودِ مرحوم، ا ح، ۲۲)

کاہل (ع) صفت: سستی برتنے والا، کام میں سستی کرنے والا ؎
ان میں کاہل بھی ہیں غافل بھی ہیں ہشیار بھی ہیں
(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

کاہیدہ (ف) صفت، مصدر کاہیدن (= گھٹنا، مرجھانا) سے حالیہ تمام: جو مرجھا گیا ؎
سیکڑوں نخل ہیں کاہیدہ بھی بالیدہ بھی ہیں
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۵)

کائنات (ع) مونث: دنیا، عالم، خلق اللہ، مخلوقات ؎
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں
(۱، ب ج، ۵)
: لے دے کے کُل مایہ، ساری پونجی جو عمر بھر کمائی اور جمع کی ؎
یہی زمانۂ حاضر کی کائنات ہے کیا
(۴۲، ب ج، ۶۷)

کب (ار) ظرف زمان جو محلِ استفہام میں استعمال ہوتا ہے: نفی یا استفہام انکاری کے معنی میں ؎
کب زباں کھولی ہماری لذتِ گفتار نے
(صدائے درد، ب د، ۴۳)

کباب (ف) مذکر: قیمہ جسے سیخ پر بھونتے ہیں، قیمے کی تلی ہوئی ٹکیاں (یہ شراب کا بدرقہ ہوتا ہے) ؎
حاضر ہیں کلیسا میں کباب و مے گلگوں
(۱۲، ب ج، ۲۰)

کِبر (ع) مذکر: تکبر، گھمنڈ ؎

خودی کی شوخی و تندی میں کبر و ناز نہیں
(۱۵، ب ج، ۲۸)

کُبریٰ (ع) مؤنث: سب سے بڑی، بہت بڑی ہے
سرمایۂ حقیقتِ کبریٰ ہے یہ مجاز
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۸)

کِبریا (ع) مذکر: خدائے تعالیٰ ہے
مظہرِ شانِ کبریا ہوں میں
(عدل و دل، ب د، ۴۱)

: بزرگی کی اعلیٰ تر منزل جو باری تعالیٰ سے مختص ہے ہے
حریمِ کبریا سے آشناکر
(۵، ب ج، ۹)

کِبریائی (ع ف) مؤنث: کبریا (رک) کا اسمِ کیفیت ہے
ہر ذرّہ شہیدِ کبریائی
(۱۳، ب ج، ۵۳)

: کبریا یعنی اللہ تعالیٰ کی شان، اللہ تعالیٰ کے جلوے یا اس کا دیدار ہے
خودی کی خلوتوں میں کبریائی
(رباعیات، ب ج، ۸۳)

کِبریت (ع) مذکر: دیا سلائی ہے
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ
(تربیت، ض ک، ۹۷)

کَبک (ف) مذکر، چکور، تیتر کی قسم کا ایک خوشنما پرند جس کی چونچ اور پنجے سرخ اور گلے میں طوق ہوتا ہے۔ رفتار بہت دلآویز ہوتی ہے، آگ کھاتا ہے اور چاند کی طرف تکتا ہے، اسی لیے اسے چاند کا عاشق کہتے ہیں ہے
باز نہ ہوگا کبھی بندۂ کبک و حمام
(محراب گل افغان ۱۲، ض ک، ۱۶۴)

کبوتر (ف) مذکر: تقریباً کوّے کے برابر ایک مشہور پرندہ جسے لوگ اُڑانے کے لیے پالتے ہیں، اس کی پرواز اور پرندوں سے اونچی ہے اور دن دن بھر اڑتا ہے اور نہیں تھکتا۔ اگلے زمانے میں اسے سدھا کر اس کے ذریعے دُور دراز علاقوں میں خطوط بھیجا کرتے تھے۔
اس جگہ کمزور محکوم قوم (مسلمان) مراد ہیں ہے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۹)

کبود (ف) صفت: نیلا، نیلگوں ہے
گرچہ کفِ خاک کی حد ہے سپہرِ کبود
(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۱۵۱)

کبھی (ا) : کسی بار، کسی بھی دفعہ، کسی موقع پر، کسی بھی وقت، کسی بھی حالت میں ہے
لیکن مری کُٹیا کی نہ جاگی کبھی قسمت
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

: ایک بار دوسری بار (جبکہ دو مسلسل فقروں میں بہ تکرار آئے) ہے
شوقِ نظر کبھی کبھی ذوقِ طلب بنی
(شمع، ب د، ۴۵)

: پہلے کسی وقت ہے
تھی کبھی موجِ صبا گہوارۂ جنباں ترا
(گل پژمردہ، ب د، ۵۱)

: آئندہ کبھی زمانے میں ہے
ہاں بھے چھونا ہو داماں تڑپا کر کبھی
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۲)

: کسی نہ کسی موقع پر، گاہے گاہے ہے
کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو
(۹، ب ج، ۹۰)

: اُس دَور کی طرف اشارہ ہے جبکہ مسلمان کلامِ پاک اور ارشادِ رسولؐ پر عمل کرتے اور فتوحات کرتے چلے جا رہے تھے ہے
زندہ قوّت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
(توحید، ض ک، ۲۵)

کبیر (ع) مذکر: قرطبہ کا مشہور دریا جس کے قریب مسجدِ قرطبہ واقع اور جس کا پورا نام وادالکبیر ہے ہے

ے اصلی معنی بزرگی۔
ے عربی میں بمعنی گندھک۔

آب رواں کبیر تیرے کنارے کوئی

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۱۰۰)

کِتاب (ع) مونث

لکھے ہوئے مطالب کا مجموعہ جس میں روداد یا تاریخ درج ہو (تشبیہ کے موقع پر) جو تاریخ دبیر کی طرح واقعات کی طرف رہنمائی کرے گا

کوئی زمانِ سلف کی کتاب ہے یہ محل

(کنار راوی، ب د، ۹۵)

: مطلق علم جو کتاب سے حاصل ہو گا

سُرود و شعر و سیاست کتاب و دین و ہُنر

(دین و ہنر، ض ک، ۱۰۰)

کِتابُ اللّٰہ (- ع) مونث، کتاب + اللّٰہ: قرآن پاک گا

یہ کتابُ اللّٰہ کی تاویلات میں الجھا رہے

(ابلیس، ۲، ۱، ا ج، ۱۳۶)

کِتاب خوانی (- ف) مونث، کتاب + خوانی (رک) کتاب پڑھنا گا

پتّوں کا ہو نظارہ میری کتاب خوانی

(ایک آرزو، ب ا، ۲۹)

کِتابِ دِل (ع ف) مونث، کتاب + اضافت + دِل (رک): اضافت تشبیہی ہے، وجہ تشبیہ مختلف خیالات جو دِل اور کتاب دونوں میں ہوتے ہیں اس امر کی جانب بھی اشارہ ہے کہ داغ دار واستِ دل کے شاعر ہیں گا

لکھی جائیں گی کتابِ دل کی تفسیریں بہت

(داغ، ب د، ۹۰)

کِتابِ ہستی (- ف) مونث، کتاب + اضافت + ہستی (= وجود): وجود کو جو بہت سے افراد سے تعلق رکھتا ہے کتاب سے تشبیہ دی ہے جس میں بہت سے مطالب ہوتے ہیں گا

ہوں مفسّر کتابِ ہستی کی

(عقل و دل، ب د، ۴۱)

کُتُب خانۂ گُل (ع ف ف) مذکر، کُتُب (= کتاب کی جمع) + خانہ (رک) + ۂ (علامت اضافت) + گُل (رک): پھولوں کو کُتب خانے سے تشبیہ دی ہے کیونکہ کتابوں کی طرح پھول میں بھی اوراق (پتیاں) ہوتے ہیں اور ان سے بھی انسان درسِ معرفت لیتا ہے گا

کھلا جب چمن میں کُتب خانۂ گل

(علازادہ، ۹، ۱ ج، ۳۹)

کِتنے (ار): کتنے ہی، بہت سے گا

کتنے بیتاب ہیں جوہر مرے آئینے میں

(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

کَٹ مرنا (ار): لڑ کر جان دے دینا، باہم فساد برپا کرنا گا

کٹ مرا ناداں خیالی دیوتاؤں کے لیے

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۲)

کَٹنا (ار): قطع ہونا، ٹوٹ کر جدا ہو جانا گا

جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۱)

: زندگی بسر ہونا، تیر ہونا گا

کٹ رہی ہے بری بھلی اپنی

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

کٹھن (ار) صفت: سخت مشکل، دشوار گا

کٹھن تھا بڑا تھامنا موت کا

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۶)

: دشوار گزار گا

منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

(بزمِ انجم، ب د، ۱۷۴)

کُٹیا (ار) مونث: درویش یا غریب آدمی کی معمولی سی جھونپڑی گا

لیکن مری کٹیا کی نہ جاگی کبھی قسمت

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

گا وزن شعر کی رعایت سے لام مشدد پر الف کی بجائے زبر پڑھا جائے گا۔

کثرت (ع) مونث۔ تعداد کثیر، بے شمار چیزیں، وحدت (رک) کی ضد۔ کل مخلوقات عالم (یعنی ہیں گل جاندنی کہکشاں شاعر کا دل غنچے کی چٹک انسان اور اس کی گفتگو وغیرہ وغیرہ) ہے
کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی
(جگنو، ب د، ۸۵)

کج (ف) صفت: ٹیڑھی ہے
نہیں کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق
(رباعیات، ب ج، ۸۵)

کج ادائی (ف ف) مونث، کج + ادا (رک) + ئی (لاحقہ کیفیت): بے مروتی، بداخلاقی ہے
وہی گلہ ہے امیروں کی کج ادائی کا
(ب ا، ۳۲۲)

کج بینی (ف ف) مونث، کج + بیں، مصدر دیدن (= دیکھنا) سے فعل امر + ی (لاحقہ کیفیت): دیکھنے میں غلطی کرنا، غور و فکر میں غلط بات سوچنا ہے
زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
(تصویر درد، ب د، ۳۲)

کج رفتار (ف) صفت، کج + رفتار (رک): ٹیڑھی چال چلنے والا، ناموافق، مخالف ہے
نہیں مجھے شکوہ ہزاروں چرخ کج رفتار سے
(برگ گل، ب ا، ۱۶۳)

کج رو (ف) صفت، کج + رو (رک): ٹیڑھی چال چلنے والا، جس کی رفتار ناموافق ہو ہے
اگر کج رو ہیں انجم آسماں تیرا ہے یا میرا
(۶۲، ب ج، ۶)

کج کلاہی (ف ف) مونث، کج + کلاہ (= ٹوپی)، + ی (لاحقہ کیفیت): ٹیڑھی ٹوپی سر پر رکھنے کا عمل، مراد تاج شاہی پہننے کی کیفیت ہے
وہ گدا کہ جانتے ہیں رہ و رسم کج کلاہی
(۲۲، ب ج، ۴۵)

کجا (ف) کلمۂ استفہام: کہاں، (کا) کیا ذکر ہے
ہم نوا لذت آزادی پرواز کجا
(ب ا، ۲۴۹)

کجی (ف ف) مونث۔ کج (رک) + ی (لاحقہ کیفیت): ٹیڑھ، ٹیڑھاپن، راہِ راست کے خلاف چلنے کی خو ہے
کجی جزو فطرت ہے اہل ستم کی
(ب ا، ۶۰۸)

(نوٹ) اس جگہ علامہ نے "کا" کہا ہوگا، کیونکہ مصرع کی نثر یہ ہے کہ— کجی اہل ستم کا جزو فطرت ہے — کتابت یا پروف ریڈنگ میں کچھ کا کچھ ہو گیا۔
: ناموافق یا نامساعد ہونے کی کیفیت ہے
میری تقدیر کی کجی نہ کہیں
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۳)

کچل جانا (ار): پامال ہونا، فنا ہو جانا، مٹ جانا ہے
جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں
(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۱)

کچلنا (ار)
: پیروں سے یا کسی اور چیز سے پامال ہو جانا ہے
قومیں کچل گئی ہیں جس کی سواریوں میں
(ترنم انجم، ب د، ۱۷۴)

: پامال کر دینا، مٹا دینا ہے
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات
(لینن، ب ج، ۱۰۸)

کچھ (ار) کلمۂ مقدار۔
: قدرے، تھوڑی سی ہے
نہیں اس میں کچھ بھی بھلائی مری
(ماں کا خواب، ب د، ۳۷)

: حسن کلام کے لیے روزمرہ میں زائد مستعمل ہے
ملا مزاج تغیر پسند کچھ ایسا
(سرگزشت آدم ... ۸۲)

: ... اظہار کثرت کے لیے، بہت زیادہ، بڑی ہے
ہے مری ذلت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل
(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

: بالکل، مطلق ہے

تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں
(ہمالہ، ب د، ۲۱)

کچھ اور : اس سے مختلف بات ؎
کہتا مگر ہے فلسفۂ زندگی کچھ اور
(مذہب، ب ج، ۲۴۶)

: وحدت عرب کو پارہ پارہ کرنے کی طرف اشارہ ہے ؎
مقصد ہے ملوکیت انگلیس کا کچھ اور
(شام و فلسطین، ض ک، ۱۵۷)

کچھ ایسا (ا ر) کلمۂ تشبیہ: اس قسم کا، اس انداز کا، اس طرح کا ایسا مزاج یا رجحان وغیرہ رکھنے والا ؎
ملا مزاجِ تغیر پسند کچھ ایسا
(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

کچھ ایسی (ار ار) صفت: اتنی زیادہ ؎
چڑھائی فوجِ الم کی ہوئی تھی کچھ ایسی
(فلاحِ قوم، ب ا، پہلا ایڈیشن، ۲۷)

کچھ بات ہے (فقرہ): کوئی خصوصیت ہے، کوئی خاص وجہ ہے (قدرتی خوبیوں کی طرف اشارہ) ؎
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
(ترانۂ ہندی، ب د، ۸۳)

کچھ بھی (ار): تھوڑی بہت بھی، ذرا بھی ؎
ترا مقبرہ کچھ بھی تسکینِ دلِ ناصبور نہ کر سکا
(غزلیات، ب د، ۲۸۱)

کچھ شک نہیں (ار): یقیناً ؎
کچھ شک نہیں پرواز میں آزاد ہے تو بھی
(ایک مکالمہ، ب د، ۲۱۹)

کچھ نہیں : کچھ دشوار نہیں، اس کی دوری کوئی دوری نہیں ؎
ہمت ہو پرکشا تو حقیقت میں کچھ نہیں
(محراب گل الخ، ض ک، ۱۶۷)

کچی باتیں (ار) صفت، کچی (= خام، ناپختہ) + باتیں (بات کی جمع): فضول بے دلیل اور غلط دعوے ؎
یہ کچی باتیں ہیں دل سے انھیں نکال ذرا
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

کحل (ع) مذکر، سرمہ ؎
کحل محراب سرِ جبین نیاز
(شبنم کا خطاب، ب ا، ۵۷)

کد (ف) مونث: کوشش ؎
ملا ان کی کد و کاوش کا ہے سینوں کی بے نوری
(۴۸، ب ج، ۵۹)

: دشمنی، عداوت، بیر ؎
لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
(اسلام، ض ک، ۱۳۱)

کدو (ف) مذکر: وہ بڑا پیالہ جو کدو کے سکھائے ہوئے چھلکے سے بنایا جاتا ہے اور پیالے وغیرہ کی جگہ فقرا استعمال کرتے ہیں، کوزۂ شراب ؎
کہ خانقاہ میں خالی ہیں صوفیوں کے کدو
(۹، ب ج، ۱۳)

کدورت (ع) مونث: دل کا غبار، دل کا میل، رنجش و ملال جو کسی کی طرف سے ہو ؎
کچھ کدورت ہے دلوں کی کچھ دھواں آہوں کا ہے
(ب ا، ۵۷۱)

کدہ (ف) ظرف: جگہ، گھر، مرکبات میں مستعمل ہے (رک ظلمت کدہ)

کرّار: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لقب (رک حیدر کرار)

کرّاری (ع ف) صفت، کرار حضرت علی کا لقب ہے (جو انھیں رسالتمآب صلعم نے اس وقت دیا تھا جب جنگِ خیبر میں ۴۰ دن کی لڑائی کے بعد بھی ایک قلعہ نامفتوح تھا، اس وقت حضور نے بحکم خدا اعلان فرمایا (ترجمہ) کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو مرد ہے اور کرار (= کامیاب حملے کرنے والا) ہے وہ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اسے دوست رکھتے ہیں) + ی، لاحقۂ نسبت، حضرت علی کا پیرو ؎

دل بیدار فاروقی دل بیدار کراری
(۱۴۲، ب ج، ۳۷)

کرامات (ع) مونث: وہ فوق الفطرۃ کام جو کسی ولی اللہ سے ظہور میں آئے، حیرت انگیز اور تعجب خیز کرشمہ جو سحر نہ ہو گا
کرتے تھے بیاں آپ کرامات کا اپنی
(رند اور زاہد، ب د، ۵۹)
: کرشمہ اور نظر بندی وغیرہ کے معنی میں استعمال کیا ہے گا
فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی
(۴۵، ب ج، ۶۵۰)

کرامت (ع) مونث
: عظمت، بزرگی گا
اس کرامت کا مگر حقدار ہے بغداد بھی
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۵)
: مافوق الفطرۃ کام، اعجاز گا
فیض یہ کس کی نظر کا ہے کرامت کس کی ہے
(مسولینی، ب ج، ۱۵۱)

کراہنا (ا ر): منہ سے درد ناک آواز نکالنا، درد کی تکلیف میں آہ آہ کرنا گا
غم میں تیرے کراہنے والی گزر گئی
(اشکِ خوں، ب ا، ۸۰ ح)

کرایے پر: اجرت دے کر گا
کرایے پر منگا لوں گا کوئی افغان سرحد سے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

کرب (ع) مذکر: بے چینی، عدمِ اطمینانِ قلب گا
روح میں باقی ہے اب تک درد و کرب
(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۵)

کربلا (ع) مونث: عراق کی سرزمین پر ایک شہر جہاں امام حسین علیہ السلام بے تصور ۶۱ھ میں شہید کیے گئے تھے (رک شہیدِ کربلا)

کرتے ہوئے (ا ر) روزمرہ: کرنے میں گا
نگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی

(غزلیات، ب د، ۸۹)

کردار (ف) مذکر
: عمل، سیرت، اخلاق گا
گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)
: عمل، دماغی مشقت، تحقیق و جستجو
نہ کہیں لذتِ کردار نہ افکارِ عمیق
(اجتہاد، ض ک، ۲۲)

کر ڈالنا (ا ر): بنا چھوڑنا گا
ترے پیسے کو کر ڈالا سخنداں بھی سخنور بھی
(ب ا، ۳۹۲)

کرزن (انگ) مذکر: ایک انگریز کا نام جو پہلے ہندوستان کا وائسرائے تھا اور اس وقت حکومتِ برطانیہ کا وزیرِ خارجہ تھا گا
حضرت کرزن کو اب فکر مداوا ہے ضرور
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

کرسی (ع) مونث: لکڑی وغیرہ کی پیچھے دار تپائی جس پر دفتر میں بیٹھ کر کام کرتے ہیں، مراد تختِ شاہی۔

کرسیِ طلائے شہی (- ع ف ف ن) مونث، کرسی + طلا (= سونا) + ے (علامت اضافت) + شہ (= بادشاہ) + ی (لاحقۂ نسبت) سونے کی بنی ہوئی شاہی کرسی گا
اے کرسیِ طلائے شہی سوگوار ہو
(اشکِ خوں، ب ا، ۲۳۷)
: ساتوں آسمانوں کے اوپر ایک مقامِ قدس جسے اللہ کی طرف نسبت دی جاتی ہے (عرش اور کرسی اکثر ایک ساتھ استعمال ہوتے ہیں) گا
کہا کسی نے جو افسانہ عرش و کرسی کا
(سرگزشتِ آدم، ب ا، ۲۳۵)

کرشمہ (ف) مذکر: مراد عجیب فعل، حیرت انگیز بات گا
لئی ہستی اک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا
(شوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۱۴)

کرشمہ سازی (- ف ف) مؤنث، کرشمہ + ساز مصدر ساختن (= بنانا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت)
: ناز دکھانے کی صورت حال ؎
یہ جہاں مرا جہاں ہے کہ تری کرشمہ سازی
(۱۳، ب ج، ۱۷)

کرشمۂ ساقی (- ف ع) مذکر، کرشمہ + ۂ (علامت اضافت) ساقی (رک، مراد حضورؐ کی ذات اقدس) : شراب معرفت پلانے والے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیرت انگیز تعلیمات ؎
کھٹک رہا ہے دلوں میں کرشمۂ ساقی
(۵۹، ب ج، ۶۶)

کرگس (ف) مذکر : گدھ، مراد غیر اسلامی ماحول کے رنگ ؎
وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
(۱۳، ب ج، ۱۷)

کرم (ع) مذکر
: مہربانی، عنایت ؎
سپاس شرط ادب ہے ورنہ کرم ہے تیرا ستم سے بڑھ کر
(غزلیات، ب د، ۳۷)

: بخشش، سخاوت ؎
غضب ہے عین کرم میں بخیل ہے فطرت
(۲۱، ب ج، ۴۴)

کِرم (ف) مذکر : کیڑا

کرم کتابی (- ع ف) مذکر : کرم + اضافت + کتاب (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : کتاب چاٹ جانے والا کیڑا، علم و حکمت کی کتابوں کا ہمہ وقت مطالعہ کرنے والا ؎
بندۂ تخمین و ظن کرم کتابی نہ بن
(علم و عشق، ض ک، ۲۱)

کرمک (ف) مذکر : جگنو، مراد پروانہ جو شمع پر جان دیتا ہے (کرمک سے مزدور کا استعارہ کیا ہے جو سرمایہ دار کا بلاگردان ہوتا ہے) ؎
کرمک ناداں طواف شمع سے آزاد ہو
(خضر راہ، ب د، ۲۲۳)

کرمکِ شب کور (- ف ف) صفت، کرمک + شب (رک) + کور (اندھا) : ایسا جگنو جو رات کو آنکھیں بند کر لیتا ہے یعنی انسان ؎
اس کرمک شب کور سے کیا ہم کو سروکار
(اذان، ب ج، ۱۴۵)

کرن (ار) مؤنث : روشنی کی لکیر جو سورج یا چاند وغیرہ سے نکلتی ہے، شعاع ؎
کوئی سورج کی کرن شبنم میں ہے الجھی ہوئی
(گورستان شاہی، ب د، ۱۲۲)

کرنا (ار)
: عمل میں لانا، عملی جامہ پہنانا ؎
دل کے ہنگامے مئے مغرب نے کر ڈالے خموش
(شمع اور شاعر، ب د، ۱۸۹)

: بنانا ؎
مشکلیں امت مرحوم کی آساں کر دے
(شکوہ، ب د، ۱۲۹)

: بسر کرنا، گزارنا ؎
نہ کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے
(پھول، ب د، ۲۵۰)

کروٹ (ار) مؤنث : پہلو، رخ

کروٹ لینا (- ار) : اس رخ سے اس رخ ہو جانا، انقلاب لانا ؎
انقلاب دہر نے لی ایسی کروٹ ناگہاں
(نقش جوانی، ب ا، ۵۲۲)

کرہ (ع) مذکر : اجسام زمین و فضائی (سماوی) میں سے ہر ایک جو طلقے اور دائرے کی صورت میں ہے۔

کرۂ زمہریر (- ف ع ع)، کرہ + ۂ (علامت اضافت) + زم (سرمائے سخت) + ہریر (= کرنے والا) مذکر : کرۂ ہوا کا وہ حصہ جو کل کائنات سے زیادہ سرد ہے ؎
کرۂ زمہریر ہو تیری ردا پوش
(سپہر فلک، ب د، ۱۷۵)

کریم (ع) صفت : کرم اور مہربانی سے پیش آنے والا

(رک کریمی)

کریمی (ا ث ف) مونث ۔ کریم (= مہربانی اور کرم کرنے والا) + ی (لاحقۂ کیفیت) : مہربانی، عنایت، رحمت ؎

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لیے

(ب د ا، ۲۸۹)

کڑکنا (ا ر) : غصے میں آکر چیخنا، باجے کی طرح زور سے بولنا؛ بجلی کی سی آواز نکالنا، بادل کی طرح گرجنا ؎

کڑکا سکندر بجلی کے مانند

(محراب گل افغان، ص ک ۱۹۶)

کس (ا ر) کلمۂ استفہام : کون یا کیسا شخص، کون یا کسی چیز، اکثر مرکبات میں مستعمل ہے۔

کس ادا سے : کیسے دلپذیر ڈھنگ سے ؎

آہ کھولا کس ادا سے تو نے راز رنگ و بو

(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۴۲)

کس خوشی سے : بڑی مسرت کے ساتھ، نہایت شوق سے ؎

اس بخاری نوجواں نے کس خوشی سے جان دی

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۶۱)

: کتنا سخت، کتنی سخت گرفت کا ؎

آدمی ہے کس طلسم دوش و فردا میں اسیر

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۹)

کس بلا کے : کتنے زیادہ، کتنے دل خراش ؎

طعن دیتا ہے کس بلا کے مجھے

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۸)

: کس قدر، کتنے زیادہ ؎

ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

(اجتہاد، ض ک ۲۲۰)

کس زبان سے کہوں (ا رف ا ر ا ر) روزمرہ : زبان بیان کرنے سے قاصر ہے، زبان کہتے ہوئے لڑکھڑاتی ہے، یہ بات کہنے کو جی نہیں چاہتا ؎

کس زباں سے اے گل پژمردہ تجھ کو گل کہوں

(گل پژمردہ، ب د، ۵۱)

کس طرح (ا ر ع) : کس تدبیر سے، کس ڈھنگ سے ؎

پھانسوں اسے کس طرح یہ کم بخت ہے دانا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

: کس انداز سے، کن لفظوں میں ؎

کس طرح تجھ کو یہ سمجھاؤں کہ ہیں گل چیں نہیں

(گل رنگین، ب د، ۲۴)

کس غضب کے (ا ۔ ع ا ر) : کتنا برا یا بھیانک ؎

کس غضب کے تھپیڑے ہیں اپنے

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۴)

کس قدر (ا ر ع) : کتنی زیادہ، بہت زیادہ ؎

کس قدر لذت کشود عقدۂ مشکل میں ہے

(آفتاب صبح، ب د، ۵۰)

کس کام کا (۔ ا ر) : بے فائدہ ہے ؎

کس کام کا پھر مرا ہے جینا

(جگنو، ب ا، ۵۹۲)

کس منہ سے : کس بوتے پر، کس دلیل یا ثبوت سے (یعنی جب نظم ہستی کے میدان میں پس ماندہ رہ گیا تو اب منہ دکھاتے ہوئے شرم آتی ہے) ؎

ہائے کس منہ سے شریک بزم میخانہ ہوں میں

(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۴)

کساد (ع) مذکر : نقصان، زیاں، ٹوٹا، گھاٹا (اشارہ ہے روحانی اور اسلامی تہذیب کی جانب جسے انگریز ہندوستان سے اپنے دور حکومت میں ناپید کرنا چاہتے تھے) ؎

جسے کساد سمجھتے ہیں تاجران فرنگ

(۴۴، ب ج، ۴۷)

کسان (ا ر) مذکر : کھیتی باڑی کرنے والا ؎

امید ساتھ چھوڑ چکی تھی کسان کا

(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو، ب د، ۵۲۷)

کسب (ع) مذکر : حاصل کرنا۔

کسب ضیا (۔ ع) مذکر، کسب + اضافت + ضیا

(= روشنی) : نور حاصل کرنے کا عمل ، استفادہ ہے۔

خورشید کرے کسب ضیا تیری نظر سے

(حدّت ، ض ک ، ۱۲۲)

کسبِ کمال کن کہ عزیزِ جہاں شوی

: یہ مصرع دوسرے شاعر کا ہے اقبال نے اسے اپنی نظم میں تضمین کیا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ کمال یا ہنر حاصل کرنا کہ دنیا میں عزت پائے۔

(چاند ، ب ا ، ۲۶۸)

کَسر (ع) مونث : توڑ پھوڑ کا عمل ۔

کَسرِ چلیپا (ع-ف) مونث ، کسر + اضافت + چلیپا (رک) ، : عیسائیت ... کو ختم کرنے یا مذہب کو مٹا دینے کا عمل جو ... ہونے میں کسرِ چلیپا کے واسطے مامور

(بلشویک روس ، ض ک ، ۱۴۱)

کِسریٰ (ف) مذکر حضور کی بعثت کے وقت ایران کے بادشاہ عادل نوشیرواں کا لقب ، نیز اُس ایران کا ہر بادشاہ ہے

مٹا یا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے

(طلوعِ اسلام ، ب د ، ۲۷۰)

کَسک (ار) مونث : ہلکا ہلکا درد ، ٹیس (جس میں عاشق کو لطف آتا ہے) ہے

یارب وہ درد جس کی کسک لازوال ہو

(۵ ، ب ج ، ۹)

کَس مَخَر (ف ف ف) ، کَس (= شخص ، آدمی) + مَ (علامت نفی) + خَر ، مصدر خریدن (= مول لینا) سے فعل امر : جسے کوئی نہ خریدے یعنی کم قیمت کا ، گھٹیا ہے

جو تھے گراں قیمت کبھی اب ہیں متاعِ کس مخر

(مسلمان اور تعلیمِ جدید ، ب د ، ۲۴۲)

کِسوَت (ع) مونث : لباس ، پوشاک ۔

کِسوَتِ مینا (ع-ف) ، مونث ، کسوت + اضافت + مینا (رک) ، (شراب کی) صراحی جو کہ شراب کا غلاف بنے ہے

کسوتِ مینا میں مے مستور بھی عریاں بھی ہے

(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۹۳)

کِسی (ار) ضمیر تنکیر ،

: مراد شاہدِ قدرت ، حقیقی جلوۂ قدرت ہے

گل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا

(ایک آرزو ، ب د ، ۴۷)

: معشوق ذہنی شخص ، وہ شخص جس کا خیال دل میں ہے اُس یادہ (اس صورت میں معرفہ ہے) ہے

تو کیا کسی پہ گوہرِ جان تک نثار تھے

(اشکِ خوں ، ب ا ، ۱۰۱)

: محبوب ہے

نہ وعدہ کسی نے کیا تھا سمجھ کر

(ب ا ، ۲۴۲)

کِسی اَور کا دیوانہ (ار ار ار ف) ، کسی (محبوبِ حقیقی کی طرف اشارہ) + اَور (= جو ماسوا کے سوا ہے) + کا (رک ، + دیوانہ (= شیدائی ، فریفتہ) : حسنِ حقیقی اور محبوبِ حقیقی کا شیدائی ہے

دل کسی اور کا دیوانہ ہیں دیوانۂ دل

(دل ، ب د ، ۶۲)

کِسی بزم سے : مراد محبوبِ حقیقی کی محفل سے ہے

دُور رہتا ہوں کسی بزم سے اور جیتا ہوں

(فریادِ امت ، ب ا ، ۱۴۱)

کسی تاج کا تابندہ نگین : مراد (ہندوستان) برطانیہ کے تاج کا سب سے زیادہ چمکدار نگینہ (ہے) ، یہ فقرہ انگریزوں کے اس مقولے کا ترجمہ ہے :

ہے

بیچارہ کسی تاج کا تابندہ نگیں ہے

(دگر ، ض ک ، ۱۵۱)

کسی کو دیکھتے رہنا (ار ار ار) ، کسی (آنحضرت کی طرف اشارہ) + کو (رک) + دیکھتے رہنا (= مسلسل دیکھنا) : حضورؐ کے چہرۂ اقدس پر پیہم اور لگاتار نظر کرنا ہے

کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

(بلالؓ ، ب د ، ۸۱)

کسی کے شوق میں (ار ار ع ار) کسی (= آنحضرتؐ کی طرف اشارہ) + کے (رک) + شوق (= اشتیاق) + میں (رک) : حضورؐ کے عشق میں ؎

کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے

(بلالؓ، ب د، ۸۰)

کسے (ار) : کس کو ؎

خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۶)

کسے کو پنجہ زد : ایک فارسی قطعے کا آغاز ان لفظوں سے ہوا ہے جو پن کے بعد بے سُرخی کے باقیات میں درج ہیں، اس کے مشکل الفاظ اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، ۲۰۶)

کَش (ف) مصدر کشیدن (= کھینچنا، موڑنا) سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک زحمت کش)

کُشا (ف) مصدر کشادن (= کھولنا، یا خوش کرنا) سے فعل امر مرکبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت فاعل کے معنی دیتا ہے (رک گرہ کشا، دل کشا)

کُشاد (ف) مونث : فتح ؎

گرہ شگاف تیری ضرب تجھ سے کشاد شرق و غرب

(۵، ب ج، ۲۹۶)

: کھلنے اور بکھلنے کی کیفیت، مراد عشق اور معرفت کی گفتگو جس سے شرح قلب ہو ؎

مگر یہ بات کہ میں ڈھونڈتا ہوں دل کی کشاد

(۵۰، ب ج، ۷۰)

کُشادہ (ف) صفت، مصدر کشادن (= کھلنا) سے حالیۂ تمام : کھلا ہوا (یہ اس مصرع میں بہ تکلف "رگ" کی صفت ہے کیونکہ کشادہ ابرِ طوفانی مینہ نہیں برسا سکتا) ؎

مژگان چشم کیا رگ ابر کشادہ ہے

(اشک خون، ب ا، ۸۴)

کشاکش (ف) مونث، کش مصدر کشیدن (= کھینچنا) سے فعل امر + ا (لاحقۂ اتصال) + کش : کھینچا تانی، چھینا جھپٹی، اختلاف باہمی ؎

اصل کشاکش من و تو ہے یہ آگہی

(شمع، ب د، ۴۵)

کشاکشِ زم و گرما (ف ف ف ف) مونث، کشاکش + اضافت + زم (= زمستان، سردی) + و (عطف) + گرما (= گرمی) : سردی اور گرمی کے موسموں کی کشمکش اور متضاد قسموں کی اثر اندازی ؎

کشاکش زم و گرما تپ و تراش و خراش

(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

کشاں کشاں (ف ف) کشاں، مصدر کشیدن (= کھینچنا) سے حالیۂ ناتمام + کشاں : کھینچتے ہوئے، جبراً و قہراً، چار و ناچار (حصول علم کی مجبوری مراد ہے) ؎

شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو

(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

کِشت (ف) مونث

: کھیتی ؎

بادشاہوں کی بھی کشت عمر کا حاصل ہے گور

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۰)

: باغ ؎

خوش نہ آئیں گے اسے حور و قصور و لب کشت

(ملا اور بہشت، ب ج، ۱۱۷)

کِشت زار (- ف) مونث : کھیت ؎

جو اپنی کشت زار دل کو میں نے اے فلک دیکھا

(ب ا، ۴۲۸)

کِشتِ خاور (- ف) کشت + اضافت + خاور (= مشرق، پورب) : مشرق کو کھیت سے تشبیہ دی ہے ؎

کشت خاور میں ہوا ہے آفتاب آئینہ کار

(نمود صبح، ب د، ۱۵۳)

کِشتِ فکر (ف ع) مونث، کشت، مصدر کشتن (= بونا) سے حاصل مصدر + اضافت + فکر (= تخیل، سوچ) : مضامین شاعری کی کھیتی (فکر کو کھیتی سے تشبیہ دی ہے) ؎

تیری کشتِ فکر سے اگتے ہیں عالم سبزہ وار
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

کِشتِ وِیراں (ر۔ ف) مونث، کشت + اضافت + ویراں (برباد شدہ): اجڑی ہوئی کھیتی، مراد قوم جو خستہ حالی میں مبتلا ہے ؎
نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
(ز، ب ج، ۱۱۰)

کُشت و خُوں (ف) مذکر، کُشت، مصدر کُشتن (= قتل کرنا) کا حاصل مصدر + و (عطف) + خون (رک): خونریزی، قتل و غارت (ق ب قسطنطنیہ) ؎
سیکڑوں صدیوں کی کشت و خوں کا حاصل ہے یہ شہر
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۲)

کُشتوں: کُشتہ (رک) کی جمع ؎
گرمیِ مہر کے کشتوں کا مسیحا ہوں میں
(ابرِ کوہسار، ب ا، ۲۸۴)

کُشتہ (ف) صفت، مصدر کُشتن (= مار ڈالنا) سے حالیہ تمام: مارا ہوا (اسلحہ سے یا نظر وغیرہ سے)، فریفتہ، عاشق (رک کشتۂ عزلت)؛ گل کیا ہوا، بجھایا ہوا (چراغ) ؎
جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
(غزلیات، ب د، ۱۰۴)
کشتہ ہو یہ شرار تو کیا جانے کیا ہوں میں
(شمع، ب ا، ۴۹۸)

کُشتۂ عُزلت (ف ع) صفت، کُشتہ + ۂ (علامت اضافت) + عُزلت (= گوشہ نشینی): گوشہ نشینی کا دلدادہ یا عاشق، کنجِ خلوت پر مائل (خلوت میں محبوب کا تصور کرکے بیٹھنے کو جلوت اور محبوبوں پر ترجیح دینے والا) ؎
کشتۂ عزلت ہوں آبادی سے گھبراتا ہوں میں
(نالۂ فراق، ب د، ۷۰)

کُشتۂ نظارۂ مجاز (ف ع ع) صفت، کشتہ + ۂ (علامت اضافت) + نظارہ (= دیکھنا) + مجاز (= عالم ظاہر جو کہ حقیقت کی ضد ہے): حسنِ ظاہری کے دیدار کا مارا ہوا، ظاہری خوبصورتی پر مرنے والا، ظاہر پرست ؎
یہ انجمن ہے کشتۂ نظارۂ مجاز
(دردِ عشق، ب د، ۵۱)

کَشتی (ف) مونث: ناؤ جو دریا وغیرہ میں مسافروں کو ادھر سے ادھر لے جاتی ہے۔

کَشتیِ بے حِس (ر۔ ف ع) مونث، کشتی + اضافت + بے حس (رک): کھڑی ہوئی کشتی جو چل نہ رہی ہو ؎
مثال کشتیِ بے حس مطیعِ فرماں ہیں
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۷)

کَشتیِ مِسکین (ر۔ ع) مونث، کَشتی + مِسکین (= غریب، مفلس): مفلس کی کشتی جس میں حضرت خضرؑ نے سوراخ کر دیا تھا اور موسیٰؑ جو ان کے ہمسفر تھے اس فعل پر معترض ہوئے تھے۔ واقعہ یہ تھا کہ یہ دونوں بزرگ ہم سفر تھے اور حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰ کو اس شرط پر اپنے ساتھ لیا تھا کہ وہ ان کی کسی بات میں دخل نہ دیں گے۔ جب حضرت موسیٰؑ نے کشتی میں سوراخ کرنے پر اعتراض کیا تو حضرت خضرؑ نے کہا کہ میں اسی وجہ سے آپ کو ساتھ نہیں لیتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ اب ایسا نہیں کروں گا۔ آگے چل کر حضرت خضرؑ نے ایک نوجوان کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ پھر معترض ہوئے۔ حضرت خضرؑ نے پھر ان کا وعدہ یاد دلایا اور دوبارہ وعدہ کیا کہ اب کسی کام میں دخل نہیں دوں گا۔ آگے بڑھ کر ایک بستی میں ٹھہرے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا۔ انھوں نے نہ دیا۔ کچھ اور بڑھے تو اس بستی کے ایک مکان کی ایک دیوار گرنے والی تھی۔ حضرت خضرؑ نے اس کی مرمت کر دی۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ آپ اجرت لے کر یہ کام کرتے تو اچھا ہوتا۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ تم نے پھر مجھے ٹوکا۔ حضرت موسیٰؑ نے سر جھکا لیا۔ پھر حضرت خضرؑ نے انھیں بتایا کہ کشتی میں سوراخ اس لیے کیا تھا کہ پیچھے بادشاہ کے آدمی لگے ہوئے تھے اور کشتیاں پکڑ کر بیگار پر لے جا رہے تھے یہ ایک غریب کی کشتی تھی۔ اگر ثابت ہوتی، تو وہ پکڑ کر لے جاتے اور غریب بیچارہ روزگار سے محروم ہو جاتا

اُس نوجوان کو اس سبب سے قتل کیا کہ وہ سخت محمد تھا اور اس کے ماں باپ مومن تھے۔ وہ گھر جا کر ان دونوں کو گمراہی پر مجبور کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ دیوار بلا اُجرت اس لیے بنا دی کہ یہ دو یتیموں کی دیوار تھی اور اس کے نیچے ان کے باپ کا خزانہ دفن تھا اگر دیوار گر جاتی تو وہ یتیم اپنے باپ کے ترکے سے محروم ہو جاتے۔ اب یہ بالغ ہو کر اسے اپنے کام میں لائیں گے۔ موسیٰؑ یہ سب اسرار سن کر حیران ہوئے اور ان باتوں کا علم حاصل ہونے پر حضرت خضر کا شکریہ ادا کیا۔

اگرچہ سب نے یہی لکھا ہے کہ ان واقعات میں حضرت خضر کے ہم سفر وہی موسیٰؑ تھے جو نبی اور صاحبِ شریعت و کتاب ہیں مگر میری تحقیق یہ ہے کہ یہ وہ موسیٰ نہ تھے بلکہ ایک اور عالم تھا جس کا نام موسیٰؑ تھا ہے

کشتی مسکین و جان پاک و دیوار یتیم

(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۱)

کَشِش (ف) مونث: مصدر کشیدن (= کھینچنا، کھنچنا) سے حاصل مصدر: قدرتی اور فطری جذب جس سے دنیا کا نظام قائم و برقرار ہے ہے

ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم

(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

کَشِش کاراز (ف ا رف) مذکر، کشش + کا (رک) + راز (= بھید): جذب، کھینچنے کا عمل، کشش ثقل کے قانون کی طرف اشارہ ہے جسے نیوٹن نے دریافت کیا تھا ہے

کشش کا راز ہویدا کیا زمانے پر

(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

کَش مَکَش (ف ف ف) مونث، کش، مصدر کشیدن (= کھینچنا) سے فعل امر + م (سابقۂ نفی) + کش: کھینچا تانی، مخمصہ، سوچ بچار ہے

اسی کش مکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں

(۱۳، ب ج، ۱۷)

کُشُود (ف) مونث، مصدر کشودن (= کھولنا، کھلنا) کا حاصلِ مصدر (رک کشودِ عقدۂ مشکل)

: حل ہے

نہ کر کہ صبر میں ہے موت، نو ہے کشود

(مسعود مرحوم، ا ح، ۳۴)

کُشُودِ عُقدۂ مُشکل (ف ف ع ف ع) مونث، کشود + اضافت + عقدہ (= گرہ) + ۂ (علامت اضافت) + مشکل (= دشوار)

: دشوار مسئلوں کا حل ہے

کس قدر لذت کشودِ عقدۂ مشکل میں ہے

(آفتاب صبح، ب د، ۵۰)

کُشُود کار (ـــ ف) کشود + کار (= کام)

: مشکلات کا حل، کامیابی ہے

سکون دل سے سامان کشودِ کار پیدا کر

(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

: یہ رسالۂ فردوس بابت جولائی ۱۹۲۷ء سے نقل کی ہوئی ایک مختصر فارسی نظم ہے جس کے مشکل الفاظ کی تشریح اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، ۵۲۴)

کُشودہ (ف) مصدر کشودن (= کھلنا) سے حالیہ تمام

: کھلی ہوئی ہے

ہے خواب کی پیامی چشم کشودہ جن کی

(بزم انجم، ب ا، ۳۵۸)

کِشوَر (ف) مذکر: ملک، ولایت، خطہ، علاقہ (رک ہفت کشور)

آہ وہ کشور بھی تاریکی سے کیا معمور ہے

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

کِشوَر کُشائی (ـــ ف ف) مونث، کشور + کشا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت): ملک فتح کرنے کی صورت حال ہے

نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

(طارق کی دعا، ب ج، ۱۰۵)

کَشید (ف) مونث، مصدر کشیدن (= کھینچنا) کا حاصل مصدر۔

: کھینچے جانے کا عمل ہے

اس کے آب لالہ گوں کی خونِ دہقاں سے کشید

(گدائی، ب ج، ۱۱۷)

: بکھیرتا ہے
سرمۂ عبید کی کشید ہے کُل

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۷)

کشید ابرِ بہاری خیمہ اندر وادیِ صحرا
صدائے آبشاراں از فرازِ کوہسار آمد

: بہار کے بادل نے جنگل کی وادی میں اپنا خیمہ نصب کر دیا (اور) پہاڑ کی چوٹی سے چشموں کے بہنے کی آوازیں آنے لگیں۔

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۵)

کَعبَہ (ع) مذکر
: اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب گھر جو مکہ معظمہ میں واقع ہے اور جس کی بنیاد حضرت آدمؑ نے ڈالی تھی پھر حضرت ابراہیمؑ نے اسے تعمیر فرمایا اور اس میں جنت سے فرشتوں کے لائے ہوئے پتھر نصب کیے۔ اب مسلمان دنیا بھر سے ہر سال ذی الحجہ کے مہینے میں اس ــ حج کو مکہ معظمہ میں جمع ہوتے ہیں، خدا کا گھر، نجانا مسجد ہے
کعبے میں بتکدے میں ہے یکساں تری ضیا

(شمع، ب د، ۴۴)

: قبلہ گاہ، جس کی عظمت اور خوبی کو تسلیم کر کے آدمی سر جھکا لے ہے
کعبۂ اربابِ فن سطوتِ دینِ مبیں

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۸)

کعبے کو جبینوں سے بسانا : کعبے کی طرف ماتھے جھکا کر اس کی عظمت اور رونق بڑھانا، سال کے سال فریضۂ حج میں کعبے کی طرف جھکنا ہے
ہم نے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے

(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

کعبے کے برہمن : ایسے مسلمان پیشوا جو برہمنوں کی طرح چیلوں یا مریدوں کو لوٹتے کھسوٹتے ہیں، لالچی پیر یا سجادہ نشین ہے
مانندِ بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن

(... ، ب ج، ۱۶۶)

کَف (ف) مذکر: ہتھیلی، تلوا (رک کفِ پا)
: جھاگ یا بلبلے (رک کفِ ساحل)

کفِ آئینہ (ف ف) مذکر، کف + اضافت + آئینہ (رک): آئینے کی ہتھیلی یعنی آئینہ (اضافت تشبیہی)

کفِ آئینہ پر حنا باندھنا (ار): بیکار کام کرنا جس کا کچھ اثر نہ ہو ہے
کفِ آئینہ پر باندھی ہے او ناداں حنا تو نے

(تصویرِ درد، ب د، ۳۷)

کفِ پا (ف ف) مونث، کف (= ہتھیلی یا تلوا) + اضافت + پا (= پانو): تلوا (رک نقشِ کفِ پا)

کفِ خاک (ــ ف) مونث، کف + اضافت + خاک (رک): مٹھی بھر مٹی ہے
تو کفِ خاک و بے بصر، میں کفِ خاک و خود نگر

(۴، ب ج، ۲۸)

: مشتِ خاک یعنی انسان، لوگ ہے
سمرقند و بخارا کی کفِ خاک

(تاتاری کا خواب، ب ج، ۱۵۵)

کفِ ساحل (ــ ع) مذکر: دریا کے کنارے اٹھنے والے بلبلے یا جھاگ، مراد تعلقاتِ دنیاوی ہے
کفِ ساحل سے دامن کھینچتا جا

(رباعیات، ب ج، ۸۵)

کُفّار (ع) مذکر: کافر (رک) کی جمع ہے
کاٹ کر رکھ دیے کفار کے لشکر کس نے

(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

کُفر (ع) مذکر: وجودِ باری کا انکار ہے
جس طرح کفر ہے جز بیخبر

(خدا حافظ، ب ا، ۵۴)

کفر و اسلام، تضمین بر شعر میر رضی دانش : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے میر رضی دانش کا ایک شعر تضمین کیا ہے (ب د، ۲۴۰)
میر رضی دانش مشہد (ایران) کا رہنے والا ایک شاعر تھا، شاہجہاں کے عہد میں اپنے باپ کے ساتھ

ہندوستان آیا۔ بادشاہ کی مدح میں ایک قصیدہ کہ کر پیش کیا۔ دو ہزار روپے انعام ملا۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ کو چھوڑ کر شہزادہ داراشکوہ کی ملازمت اختیار کر لی۔ شہزادے نے اسے ایک شعر پر ایک لاکھ روپے انعام دیا۔ وہ شعر یہ تھا۔

تاک را سرسبز کن اے ابرِ نیساں در بہار
قطرہ تا می تواند شد چرا گوہر شود

کَفَن (ع) مذکر: وہ بِن سلا کپڑا جس میں لپیٹ کر مردے کو دفن کیا جاتا ہے

صبح کا دامن صد چاک کفن ہے میرا
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۵)

کَفَن پوش (ـ ف) صفت، کفن + پوش، مصدر پوشیدن (= پہننا) سے فعل امر: کفن پہنے ہوئے

ہو زندہ کفن پوش تو میت اسے سمجھیں
(مہدی، ض ک، ۵۹)

کل[۱] (ار) مونث: آج سے ایک دن پہلے کا یا بعد کا دن، دیروز یا فردا

کل ایک شوریدہ خواب گاہِ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
(قطعہ، ب د، ۱۶۲)

کل کا: بہت نزدیک کے ماضی کا

یہ ہے افسانہ کل کا کیا کہوں اے ہمنشیں تجھ سے
(گل خزاں دیدہ، ب ا، ۵۱۵)

کَل[۲] (ار) مونث: مشین

یہ کل وہ ہے چلتے ہیں سب کام جس سے
(محنت، ب ا، ۲۶۱)

کَل[۳] (ار) آرام، چین

کَل پڑنا (ار ار) کل (= آرام) + پڑنا (= ہونا): آرام ملنا، چین آنا

جل رہا ہوں کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے
(صدائے درد، ب د، ۴۲)

کُل (ع) مذکر: تمام، جس کے بہت سے اجزا ہوں، حسن مطلق (ذات باری تعالیٰ) کہ ہر مخلوق جس کے حسن کا پرتو ہونے کے اعتبار سے جزو ہے

جستجو کل کی لیے پھرتی ہے اجزا میں مجھے
(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

کلام (ع) مذکر
۱۔ گفتگو، بات چیت

پھر سلیقے سے یوں کلام کیا
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

۲۔ شعر و شاعری

لطف کلام کیا جو نہ ہو دل میں درد عشق
(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

۳۔ اصولِ دین کو عقلی دلیلوں سے ثابت کرنے کا علم جس میں منطقی مغالطوں وغیرہ کو دخل دے کر اکثر لوگوں نے غیر اسلامی بنا دیا ہے

تمدن تصوف شریعت کلام
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۴)

۴۔ حجت، تکرار (رک کلام نہیں)

کلامِ ذوق: منشی محمد الدین فوق ایڈیٹر اخبار کشمیری لاہور کے مجموعہ کلام کا نام جس کا قطعہ تاریخ طباعت علامہ نے کہا ہے
(ب ا، ۴۸۵)

کلام نہیں (ـ ار): بیشک نہیں، اعتراض نہیں

مقام امن ہے جنت مجھے کلام نہیں
(حسرت امروز، ب د، ۱۲۵)

کُلاہ (ف) مونث: ٹوپی

خندہ زن ہے جو کلاہِ مہرِ عالمتاب پر
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

کُلاہِ لالہ رنگ (ـ ف ف) مونث: سرخ رنگ کی ٹوپی، ٹرکش کیپ جو گول اور اونچی ہوتی تھی اور اس کے چندوے کے بیچ میں کالے بڑے دھوروں کا ایک پھندنا لٹکا ہوتا تھا۔ یہ ٹوپی اس تحریک میں ختم ہو گئی جو ترکوں نے قومی لباس ترک کرنے کے لیے موجودہ صدی کے ربع اول میں چلائی تھی، تاہم اب بھی کوئی کوئی پہنتا ہے۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں تقسیم ہند سے

سے پہلے تقریباً سب علماء یہی پہنتے تھے۔
ہوگئی رسوا زمانے میں کلاہِ لالہ رنگ
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۴)
اے نشانِ قومِ مسلم اے کلاہِ لالہ رنگ
(کلاہِ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۰)

کلاہِ مہرِ عالمتاب (-ف ف ع ف) مونث، کُلاہ (= ٹوپی) + اضافت + مہر (= سورج) + اضافت + عالَم (= دنیا) + تاب، مصدر تافتن (= چمکنا، چمکانا) سے فعلِ امر: دنیا کو چمکا دینے والے سورج کی ٹوپی (اس فقرے میں سورج کے گول حلقے کو ٹوپی سے تشبیہ دی ہے) ہے۔
خندہ زن ہے جو کلاہِ مہرِ عالمتاب پر
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

کُلبہ (ف) مذکر: چھوٹا سا تنگ و تاریک گھر۔

کُلبۂ افلاس (-ف ع) مذکر، کلبہ + ۂ (علامتِ اضافت) + افلاس (رک): غریب کا جھونپڑا ہے۔
کلبۂ افلاس میں دولت کے کاشانے میں موت
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۰)

کَلَس (ار) مذکر: کلغی یا برجی جو مسجدوں اور مندروں وغیرہ کے گنبد کے اوپر ہوتی ہے۔
دامانِ آسماں سے اس کا کلس ملا دیں
(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

کَلغی (مورد) مونث: طرّہ وغیرہ جو ٹوپی یا پگڑی میں لگاتے ہیں، تاج (وہ ننھے منے بال ستنارے ہیں جو مکھی کے سر پر نظر آتے ہیں) ہے۔
سر آپ کا اللہ نے کلغی سے سجایا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

کُلفَت (ع) مونث: تکلیف، صعوبت ہے۔
کلفتِ غم گرچہ اس کے روز و شب سے دور ہے
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

کِلک (ف) مذکر نیز مونث: وہ نے جو اندر سے خالی ہو، مراد قلم، لکھنے کا نیزہ، سیٹھے وغیرہ کا قلم ہے۔
صبح کا اختر نہیں کلکِ تصور پر گراں
(نالۂ یتیم، ب ا، ۲۰۰)

کِلکِ ازل (-ع) مذکر نیز مونث: کلک + اضافت + ازل (= مجازاً آغازِ خلقت کا (عنز و دعنہ) وقت): خامۂ قدرت، قلمِ تقدیر بمعنی قضائے الٰہی، مشیتِ خداوندی ہے۔
لکھا کلکِ ازل نے مجھ کو تیرے نوحہ خوانوں میں
(تصویرِ درد، ب د، ۷۰)

کلکٹر (انگ) مذکر: ضلع کے محکمۂ مال کا افسر، ضلع کا حاکم ہے۔
گر رضائے کلکٹر کو بھانپ لیں تو کہیں
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۷)

کَلِمہ / کَلمہ (ع) مذکر: وہ بندھے بندھے الفاظ جو اقرارِ توحید و رسالت کے لیے ادا کیے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں: "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے۔
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)
: فقرہ، لفظ ہے۔
کلمۂ لاحول ورد ہر لب [illegible]
(ب ا، ۷۰۵)

کلمہ گو (ع ف) صفت، کلمہ ([illegible] لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) + گو (رک): مسلمان ہے۔
ہندوستان میں ہیں کلمہ گو بھی نئے فروش
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۷)

کُلَہ (ف) مذکر: کلاہ (رک) کی تخفیف۔

کُلہ داری (-ف ف) مونث، کلہ + دار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): صاحبِ تاج ہونے کی کیفیت، سلطانی ہے۔
قلندری و قباپوشی و کلہ داری
(مردانِ خدا، ض ک، ۴۳)

کُلہِ فقر (ف ع) مذکر، کُلہ (رک کلاہ جس کی یہ تخفیف ہے) + اضافت + فقر (رک): فقیری کی ٹوپی یعنی

---

۱ درست املا یہ ہے: چھاؤں

اہل اللہ ہونے کا منصب ؎
پیدا کُلہ فقر سے ہو طرۂ دستار
(پنجاب کے پیرزادوں سے، ب ج، ۱۵۹)

کَلی (ار) مونث: بن کھلا پھول ؎
جھومتی ہے نشہ ہستی میں ہر گل کی کلی
(ہمالہ، ب د، ۲۲)
: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے فطرت کی تصویر کشی کرکے اپنی مخصوص بلند تخیل کے پردے میں مرکزی خیال کے طور پر اس بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ جس طرح کلی کا کھلنا سورج کی شعاعوں کے عکس پر منحصر ہے اسی طرح میرے غنچۂ دل کی شگفتگی اپنے محبوب حقیقی کی نگاہ کرم پر موقوف ہے۔
(ب د، ۱۱۸)

کلی دِل کی (ار ف ار) رک دل کی کلی۔

کلی کلی (ــ ار) : ہر ایک کلی ؎
کلی کلی کی زباں سے دعا نکلتی ہے
(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

کَلیسا (ف) مذکر
: گرجا گھر، عیسائیوں کا عبادت خانہ ؎
بتخانہ بھی حرم بھی کلیسا بھی چھوڑ دے
(غزلیات، ب د، ۱۰۸)
: کلیسائی نظام جس کی بدولت یورپ کی عوام پر حکومت ہوتی ہے (اور وہ ان میں مختلف ہتھکنڈوں سے ہر قسم کا تعصب پیدا کرتا ہے)
نسل قومیت کلیسا سلطنت تہذیب رنگ
(خضر راہ، ب د، ۲۶۲)

کلیسانواز (ــ ف) صفت، کلیسا + نواز (رک): جو عیسائیوں پر یعنی اقوامِ یورپ پر مہربان ہے ؎
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
(جہاد، ض ک، ۲۸)

کَلیسائی (ف ف) صفت، کلیسا (رک) + ئی (لاحقۂ نسبت): کلیسا کا ماننے والا، نصرانی، عیسائی ؎
دِل کو بیگانۂ اندازِ کلیسائی کر
(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

کُلیل (ار) مونث: جانور کی جست و خیز، اچھل کود ؎
رشکِ صد غمزۂ اشتر ہے تری ایک کلیل
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

کَلیم (ع) مذکر
: فارسی کے ایک مشہور شاعر کا تخلص جو شاہ جہاں (مغل بادشاہ دہلی) کے دربار میں ملک الشعرا اور ایران کے شہر ہمدان کا باشندہ تھا ؎
گر شعر میں ہے رشکِ کلیم ہمدانی
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)
: حضرت موسیٰؑ کا لقب جنھوں نے کوہ طور پر دیدار الٰہی کی درخواست کے بعد ایک تجلی دیکھی تھی جسے خدا کے جلوے سے تعبیر کیا گیا ہے (رک کلیم ذروۂ سینا کلیم)، عمر بھر حضرت موسیٰؑ طرح طرح فرعون (رک) سے جنگ کرتے رہے اور بالآخر فتحیاب ہوئے (رک کلیم سربکف)
: مراد اہل عرب (بطور مجاز مرسل) ؎
تجلی کا پھر منتظر ہے کلیم (رک بے تجلی)
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

کلیمُ اللّٰہی (ــ ع ع ف) مونث، کلیم (رک) + ال (علامت تعریف یا معرفہ) + اللہ (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): اللہ سے کلام کرنے کی منزل یا درجہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جناب شعیب علیہ السلام کے جانور چرا رہے تھے کہ یکایک شجرۂ طور سے آواز آئی جس کے نتیجے میں انھیں نبوت ملی (رک کلیم طور سینا، نیز موسیٰؑ) ؎
وہ شبانی کہ ہے تمہید کلیمُ اللّٰہی
(۷، ۵، ب ج، ۵۷)

کلیم بے تجلی: حضرت موسیٰؑ کی طرح اپنے معتقدین رکھنے والا (کارل مارکس) جو پیغمبر نہ تھا اس لیے تجلی الٰہی سے محروم تھا (ہزارہا مزدور آج بھی اس کے معتقد ہیں) ؎
وہ کلیم بے تجلی وہ مسیح بے صلیب
(ابلیس المشیر، ا ح، ۸)

کلیمِ ذروۂ سینائے علم (۔ ع ع ف ع) مذکر، کلیم + اضافت + ذروہ (= پہاڑ کی چوٹی) + ۂ (علامت اضافت) + سینا (= طورِ سینا نام کا پہاڑ جس پر موسیٰؑ نے تجلی دیکھی تھی) + ے (علامت اضافت) + علم (= حکمت) : علم کے کوہ طور کی چوٹی پر کلیمؑ کی منزلت رکھنے والا، مراداً بہت بڑا عالم (آرنلڈ) (تینوں اضافتیں تشبیہی ہیں) ہے۔

تو کہاں ہے اے کلیمِ ذروۂ سینائے علم

(نالۂ فراق، ب د، ۸۷)

کلیمِ سر بہ کف (۔ ف ف ع) مذکر، کلیم + اضافت + سر (رک) + بہ (= میں) + کف (رک) : کلیمی دبدبے کے ساتھ ہتھیلی پر سر رکھ کے میدان عمل میں آنے والا ہے۔

لاکھ حکیم سر بہ جیب ایک کلیم سر بہ کف

(۱۶، ب ج، ۲۹۱)

کلیمِ طور : رک کلیم طورِ سینا ہے۔

ایک دن اقبال نے پوچھا کلیم طور سے

(کفر و اسلام، ب د، ۲۴۰)

کلیمِ طورِ سینا : ف ع ف ع مذکر، کلیم (لفظاً کلام کرنے والا، مراداً حضرت موسیٰ علیہ السلام جن سے کوہ طور پر خدا اسے تعالیٰ نے ایک درخت میں طاقت تکلم پیدا کر کے گفتگو کی تھی، یہ درخت شجر طور کہلاتا ہے (رک ارنی، شجر طور، طور سینا، موسیٰ) ہے۔

ایک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لیے

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

کلیمانہ (ع ف) صفت، کلیم (حضرت موسیٰ علیہ السلام رک) + انہ (لاحقۂ نسبت) : حضرت کلیم کا سا، ایسا ہے۔

یا فکر حکیمانہ یا جذب کلیمانہ

(۴۷، ب ج، ۲۷)

: یعنی جس طرح حضرت کلیم اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی تھی اسی طرح وہ مرد فقیر کشمیریوں کو انگریز اور ہندو حکمراں کی غلامی سے نجات دلائے گا۔

کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ

(ملّا زادہ، ۱۱، ا ح، ۴۱)

کلیمی (ع ف) مونث، کلیم (رک کلیم طور سینا نیز موسیٰؑ) + ی (لاحقۂ کیفیت)

: کلیم بن جانے کی منزل، کلیم کا منصب ہے۔

شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

(رباعیات، ب ج، ۸۸)

: مراد دیدار الٰہی ہے۔

کلیمی رمز پنہانی خودی کی

(رباعیات، ب ج، ۸۹)

کم[۱] (ع) مذکر : کتنا، مقدار یا تعداد ہے۔

عالم کیف ہے دانائے رموز کم ہے

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۰)

کم[۲] (ف) صفت : تھوڑا، مقدار معین کے مقابلے میں تھوڑا ہے۔

دو دو کم دوں تو بڑبڑاتا ہے

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

کم اوراقی (۔ ع ف) مونث، کم + اوراق (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : پتے کم ہونے کی صورت حال، مراد قوم میں جذبۂ عمل کی کمی ہے۔

مری غماز تھی شاخِ نشیمن کی کم اوراقی

(۲۹، ب ج، ۵۸)

کم آزار (۔ ف) صفت، کم + آزار (رک) : کسی کو زحمت میں مبتلا کرنے سے حتی الامکان گریز کرنے والا ہے۔

محنت کش و خونریز و کم آزار ازل سے

(ذوق ارضی الم، ب ج، ۱۳۳)

کم آمیزی (۔ ف ف) مونث، کم + آمیز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : میل جول کی کمی، صحبتوں میں کم شرکت ہے۔

کہیں سب کو پریشاں کر گئی میری کم آمیزی

(۱۷، ب ج، ۳۰۶)

کم بخت / کمبخت (ـ ف) صفت، کم + بخت (= قسمت، نصیب) (لفظاً) : بدنصیب (مراداً) کلمۂ تنفر و تحقیر (جو اکثر محبت و تحقیر کے ملے جلے جذبے میں استعمال کرتے ہیں) ؎
پھانسوں اسے کس طرح یہ کم بخت ہے دانا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د ۳۰۶)

کم بصری (ـ ع ف) مونث، کم + بصر (= نظر، نگاہ) + ی (لاحقۂ کیفیت) : کم علمی یا بے علمی ؎
وہ علم کم بصری جس میں ہم کنار نہیں
(علم اور دین، ض ک، ۲۶)

کم پیوند (ـ ف) صفت، کم + پیوند (= جوڑ، رابطہ، تعلق) : مزاج اور طبیعت میں بہت کم لوگوں سے ہم رنگی رکھنے والا، بہت محدود حلقے سے ذہنی موافقت رکھنے والا ؎
اگرچہ تو ہے مثال زمانہ کم پیوند
(تمہید ۲، ض ک، ۱۲)

کم تر (ـ ف) صفت تفضیلی، کم + تر (= زیادہ) : گھٹیا ؎
شعلہ یہ کم تر ہے گردوں کے شراروں سے بھی کیا
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۳)

کم زبان (ـ ف) صفت، کم + زبان (رک) : بہت کم بولنے والا ؎
یہ بڑا کم زبان ہے گویا
(ب ا، ۴۲۵)

کم عیار (ـ ع) صفت، کم + عیار (= کھرا پن) : کم کھرے پن والا، کھوٹا ؎
تو ہوا گر کم عیار میں ہوں اگر کم عیار
(مسجد قرطبہ، ب ج ۱۳۶)

کم کوشش (ـ ف) صفت، کم + کوشش، مصدر کوشیدن (= کوشش) میں کمی کرنے والا ؎
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی
(۴۴، ب ج ۵۶)

کم مایہ (ـ ف) صفت، کم + مایہ (رک) : تھوڑی پونجی والے، صلاحیت اور مادۂ قبول میں کم ؎
کم مایہ ہیں سوداگر اس دیس میں ارزاں ہے
(غزلیات، ب د، ۲۸۰)

کم نصیبی (ـ ع ف) مونث، کم + نصیب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : بدقسمتی ؎
وہی میری کم نصیبی وہی تیری بے نیازی
(۱۳، ب ج ۱۱)

کم نگاہی (ـ ف ف) مونث، کم + نگاہ (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : ناعاقبت اندیشی، نیز بے عملی ؎
حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

کم نگہی (ـ ف ف) مونث، کم + نگہ (نگاہ) + ی (لاحقۂ کیفیت) : (رک کم نگاہی جس کی یہ تخفیف ہے) ؎
کم نگہی کو خارزار سے تشبیہ دی ہے ؎
یہ دل خارزار کم نگہی میں الجھ نہ جائے

کم نورتر (ـ ع ف) صفت، کم + نور (رک) + تر (= زیادہ) : بہت کم روشنی کا ؎
گھٹ کر ہوا مثل شرر تارے سے بھی کم نور تر
(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۲)

کم و بیش (ـ ف ف) صفت، کم + و (عطف) + بیش (= زیادہ) : تھوڑا اور بہت، مراد مقدار (خودی غیر مادی ہے اس لیے ناپ تول سے مبرا ہے) ؎
اسے واسطہ کیا کم و بیش سے
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۸)

کم یاب (ـ ف) صفت، کم + یاب، مصدر یافتن (= پانا) سے فعل امر : کم پائے جانے والے ؎
اہل دانش عام ہیں کم یاب ہیں اہلِ نظر
(تربیت، ض ک، ۷۹)

کمال (ع) مذکر : فن میں کامل ہونے کی صلاحیت، کاریگری، ہنر ؎
ترا کمال ہستی ہر جاندار میں
(آفتاب، ب د، ۴۴)
: ترقی ؎

آغاز ہے ہمارے سیاسی کمال کا

(ضربِ کلیم، ب د، ۲۸۶)

: خوبی ہے۔

کمال ترک نہیں آب و گل سے مہجوری

(۱۹، ب ج، ۴۲)

: پورے دائرے کی شکل میں روشن ہونے کا وصف جس کے بعد ترقی کی گنجائش نہیں ہے۔

یہ نور یہ کمال کہاں سے ملا تجھے

(چاند اور شاعر، ب ا، ۲۶۵)

: مکمل ہونے کی آخری حد، پوری پوری، کسی وصف کی انتہا ہے۔

واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

متعلق فعل

: بہت زیادہ، حد درجہ ہے۔

شکستہ گیت میں چشموں کے دلبری ہے کمال

(فراق، ب د، ۱۳۱)

کمالِ نصرِ فوق : (منشی محمد الدین) فوق کی تازگی اور شگفتہ طبعی کا کمال۔ یہ کلام فوق کی تاریخ طباعت ہے جو اقبال نے کہی ہے۔ یہ مجموعہ ۱۳۲۷ھ میں چھپا۔ الفاظ تاریخ کے عدد "اعداد" کے تحت لکھے ہوئے قاعدے کے مطابق نکال لیجیے ہے۔

الف نے کہا کہہ دے کمال نصر فوق

(کلام فوق، ب ا، ۴۸۵)

کمالِ وحدت (- ع) کمال (رک) + وحدت (= ایک ہونا، مراد وحدت الوجود)، کل کائنات کے ایک مستقل وحدت ہونے (اور ان میں باہم کوئی امتیاز نہ ہونے) کی صورت حال (جو تصوف کا مسئلہ ہے) ہے

کمال وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوک نشتر سے تو جو چھیڑے

(غزلیات، ب د، ۱۳۷)

کمالات (ع) مذکر، کمال (رک) + ات (لاحقہ جمع) :

حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

(دلیں، ب ج، ۱۰۸)

کمان (ف) مونث : اُلٹے ہلال کی شکل کا ایک اسلحہ جس کے دونوں سرے تار یا تانت وغیرہ سے کسے رہتے ہیں اور اس تانت وغیرہ کے بیچ میں تیر کی موکھ رکھنے کی جگہ ہوتی ہے، تیر پھینکنے کا آلہ۔

کمان سے دُور نہیں : یعنی جو تیر کمان قدرت سے نکل کر دنیا میں آیا ہے وہ ظاہرا کمان سے دُور ہو گیا مگر پھر بھی دُور نہیں اس لیے کہ جس کمان میں رہ کر آیا ہے اُسے اس نے دیکھا ہے اور جانتا پہچانتا ہے، علاوہ ازیں دنیا میں رہ کر اسے پھر وہیں جانا ہے لہٰذا یہ دُوری عارضی ہے۔ میرا ایک شعر ہے ؎

یہ بوند آج جو قلزم سے آشنا بھی نہیں
خدا نہیں ہے خدا سے مگر جدا بھی نہیں
ہے۔

خدنگ جستہ ہے لیکن کماں سے دُور نہیں

(۲۷، ب ج، ۵۰۰)

کمانا (ار) : محنت کر کے روزی پیدا کرنا ہے

جو ہاتھوں سے اپنے کمایا وہ اچھا

(محنت، ب ا، ۲۶۱)

کمائی (ار) مونث : محنت سے پیدا کی ہوئی دولت ہے

محنت کریں ہم اور یہ کھا جائے کمائی

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۳۷)

کمخواب (ف) مونث : ایک قسم کا ریشمی کپڑا جو سونے کے تاروں کی آمیزش سے بنایا جاتا ہے ہے

یہ آپ پہنتا ہے جو کمخواب کے کپڑے

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۵۰)

کمر (ف) مونث : پیٹھ کا وہ حصہ جہاں ریڑھ کی ہڈی ختم ہوتی ہے، پیٹھ پر پیٹی باندھنے کی جگہ، میان، ہر شے کے بیچ کا حصہ ہے

کمر سے اٹھ کے تیغ جانستاں آتش فشاں کھولی

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

کملانا (ار) : مرجھا جانا ہے

ابھی سینے پہ پڑے کملائے ہوئے پھولوں کے ہار

(تعیش جرانی، ب ا، ۵۲۱)

کملی (ف) مونث: چھوٹا کمبل۔

کملی والا: جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کیونکہ حضور بیشتر اوقات ایک کملی جسم پر لپیٹے رہتے تھے)۔ ع
اے بادِ صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
(غزلیات، ب د، ۲۷۷)

کمند (ف) مونث: رسّی وغیرہ کا پھندا جو پھنسانے کے لیے پھینکا جائے، بلندی پر چڑھنے کے لیے رسّی کی سیڑھی، اوپر کی چیز کو گرفت میں لانے کا رسیانی حلقہ۔ ع
کمند، اس کا تخیّل ہے مہر و مہ کے لیے
(حکیم نطشہ، ض ک، ۸۴)

کمند ڈالتی ہے: (زندگی) بلندی یعنی دوسری دنیا میں (جسے عالمِ بالا کہتے ہیں) پہلی جاتی ہے
ڈالتی ہے گردنِ گردوں میں جو اپنی کمند
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۳)

کمیٹی (انگ) مونث: انجمن، جلسہ، بورڈ۔ ع
نہیں اس کمیٹی کا کوئی ایجنڈا
(ب ا، ۲۶۱)

کن (ا) کیا کیا، کیسے کیسے (یعنی طرح طرح کے)۔ ع
کن فریبوں سے رام کرتا ہے
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۴۳)

کُن (ع) فعلِ امر: ہو جا، پیدا ہو جا۔ قرآن پاک کی آیت سے اقتباس ہے جس میں کہا گیا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے حکم کی یہ صورت ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو "کن" کہہ دیتا ہے فوراً وہ پیدا ہو جاتی ہے، عدم سے وجود میں لانے کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم۔ ع
آواز کن ہوئی تپش آموز جانِ عشق
(شمع، ب د، ۴۵)

کُن فکاں (ع ع) فقرہ، کُن + ف (پس) + کان (= ہو گئی): ہو جا (کہا) پس وجود میں آ گئی، مراد کل مخلوقات۔ ع
اے خدائے کن فکاں مجھ کو نہ تھا آدم سے بیر
(تقدیر، ض ک، ۴۷)

کنار (ف) مذکر: رک کنارہ
(کنارِ راوی، ب د، ۹۴)

کنار از زاہداں برگیر و بیباکانہ ساغر کش
پس از مدت ازیں شاخِ کہن بانگِ ہزار آمد

(اے مسلمان) زاہدوں کا ساتھ چھوڑ اور نڈر ہو کر جامِ عشق پی کیونکہ مدت کے بعد اس پرانی شاخ سے بلبل کی آواز آئی ہے (ایک مدت کے بعد مردِ مجاہد کی آواز سنی ہے)
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۵)

کنارِ راوی: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ اس نظم میں ایمائیت سے جو اثر پیدا ہوا ہے وہ مغربی ادب کے مطالعہ کرنے والوں کی نگاہ میں ورڈزورتھ اور براوننگ کی شاعری سے بہت ملتا ہے۔ اقبال نے منظر کی مصوری کے ساتھ یہ اخلاقی سبق بھی دیا ہے کہ انسان ایک لازوال و لافانی حقیقت ابدی ہے جسے ظاہری موت ہماری نگاہوں سے تو پوشیدہ کر دیتی ہے لیکن وہ فنا نہیں ہوتا۔ بلٰذا اسے ظاہری فنا سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اس زندگی کے بعد ایک زندگی اور ہے جو ابدی اور دائمی ہے۔
(ب د، ۹۴)

: اس نظم کا دوسرا بند جو بانگِ درا میں چھپا ہے یہ بند جب مخزن (دسمبر ۱۹۰۴ء) میں شائع ہوا تھا، اس وقت اس میں دو شعر اور تھے، جو باقیاتِ اقبال میں درج ہیں۔
(ب ا، ۳۴۲)

کنارہ (ف) مذکر
: کونا، کھونٹ۔ ع
کنارے کھیت کے شانہ ہلایا اس نے دہقاں کا
(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)
: ساحل، وہ زمین جس سے متصل دریا وغیرہ کے پانی کی حد ہو۔ ع

سرِ کنارۂ آبِ رواں کھڑا ہوں میں
(کنارِ راوی، ب د، ۹۴)

کنارہ بوس (-ف) صفت، کنارہ + بوس، مصدر بوسیدن (= چومنا) سے فعل امر: کنارے کو چومنے والا یعنی پار (غالباً اُس دعا و امداد کی طرف اشارہ ہے جس کی درخواست اقبال نے "برگِ گل" (رک) عنوان کی نظم ارسال کرنے کے موقع پر کی تھی)۔
مرے سفینے کو تُو نے کنارہ بوس کیا
(التجائے مسافر، ب ا، ۴۴)

کنارہ کرنا (ار): بچنا، الگ رہنا، دُور رہنا۔
کیا مَیں نے اس خاکداں سے کنارا
(شاہین، ب ج، ۱۶۵)

کنستر (انگ) مذکر: ڈبا، زنبیل۔
واں کنستر سب بلوری ہیں یاں ایک پُرانا مٹکا ہے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

کُنج (ف) مذکر: گوشہ، کونا۔
جوابِ خطۂ کشمیر میرا کنج دل کش تھا
(گلِ خزاں دیدہ، ب ا، ۵۱۴)

: مقامِ خلوت (رک کنجِ تنہائی)

کُنجِ تنہائی (-ف) مذکر، کنج + اضافت + تنہائی (= خلوت، جہاں کوئی دُوسرا نہ ہو): قبروں میں سوئی ہوئی مخلوق کی (خیالی) انجمن۔
ہم نشینِ خفتگانِ کنجِ تنہائی ہوں میں
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

کُنجِ خلوت خانۂ قدرت (ف ع ف ع) مذکر، کنج (= گوشہ) + اضافت + خلوت خانہ (= تنہائی کا مقام جہاں کوئی نہ ہو) + اضافت + قدرت (= خدا کی شان، عالمِ فطرت): ایسی جگہ جہاں ہر طرف اللہ کی شان اور قدرت نظر آئے اور دُوسری کسی بات کا دھیان تک نہ آئے۔
کنجِ خلوت خانۂ قدرت ہے کاشانہ مرا
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

کُنجشک (ف) مونث: چڑیا، مُراد مزدور۔
کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو
(فرمانِ خدا، ب ج، ۱۱۰)

کُنجشک و حَمام (-ف ع) مونث: مُراد جس میں ہمت نہ ہو، جو مجازی فقر سے محروم ہو۔
کنجشک و حمام اس کے لیے موت
(جاوید سے، ض ک، ۸۹)

کُند (ف) صفت: وہ اوزار جس پر دھار نہ ہو یا جس کی دھار خراب ہو جائے، کھٹل۔
کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغِ بے نیام
(پہلا مشیر، ا ح، ۷)

کُنشتی (ف ف) صفت، کُنِشت (= آتشکدہ، یہودیوں کا معبد) + ی (لاحقۂ نسبت)۔

کُنشتی ساز (-ف) کنشتی + ساز (= باجا): یہودیوں (یا غیر مسلموں) کا باجا یعنی غیر مسلم قوموں سے ملتے جلتے اعمال۔
کنشتی ساز معمورِ نواہائے کلیسائی
(تضمین بر شعرِ انیسی، ب د، ۱۵۴)

کنعان (ع) مذکر: شام کے صوبۂ فلسطین میں حضرت ابراہیم اور یعقوب کے مسکن اور حضرت یوسف (رک) کے مولد کا نام۔
تُو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا
(جوابِ شکوہ، ب د، ۱۰۵)

کنعان کا قافلہ: حضرت ابراہیم اور اُن کی بیوی ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہم السّلام جو مکّہ معظمہ میں اپنے وطن سے تشریف لائے اور یہاں آکر بیت اللہ از سرِ نو تعمیر کیا۔
کنعاں کا قافلہ جب سُوئے حجاز آیا
(شبینۂ ساعت کی ریگ، ب ا، ۱۷۱)

کَنکَر (ار) مذکر: چھوٹے چھوٹے سنگریزے اور پکی ہوئی اینٹ کے ٹکڑے۔
نظر آتے تھے تہ کے کنکر بھی

(ایک گائے اور بکری، ب ا، ۵۵۸)

کنواں (ار) مذکر: رک کنویں جو اسی کی صورتِ مغیّرہ ہے ہے۔

تشنہ لب کے پاس جاتا ہے کبھی اٹھ کر کنواں

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۴)

کنوّل (ار) مذکر

: ایک سفید رنگ پھول کا نام جو پانی میں پھولتا ہے اور اس کی لمبی لمبی پنکھڑیاں تشتری کی صورت میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں، نیلوفر ہے۔

چاندنی رات میں مہتاب کا ہمرنگ کنوّل

(حسن و عشق، ب د، ۱۱۶)

: دل ہے۔

مرا کنوّل کہ تصدق ہیں جس پہ اہلِ نظر

(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

کنویں (ار) کنواں (= اتنا گہرا کھدا ہوا گڑھا کہ زمین کا پانی نکل آیا ہو، چاہ) کی صورتِ مغیّرہ : انسانیت کے وسیع دائرے کو چھوڑ کر کنویں کی طرح اپنا محدود دائرہ (رک کنویں میں تو نے یوسف کو الخ)

(تصویرِ درد، ب د، ۷۳)

کنویں میں تو نے یوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا

: یوسف (رک) جب تک کنویں میں تھے اُس وقت تک ان کے کمالات مقیّد تھے جب وہ آزاد ہوئے تو سب نے ان کے کمالات دیکھ لیے اسی طرح خدا کے جلوے اگر کسی جگہ یا شے تک محدود اور مختص کر دیے جائیں تو اس کی معرفت نہیں ہو سکتی

(تصویرِ درد، ب د، ۷۳)

کنی (ار) مونث: ریزہ ہے۔

آنکھیں ہیں کہ ہیرے کی چمکتی ہوئی کنیاں

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۰)

کو (ف) مذکر: کوچہ، گلی ہے۔

تو ہے تو آباد ہیں اجڑے ہوئے کاخ و کو

(دعا، ب ج، ۹۲)

کوئے آرزو (ف ف) مونث، کو + ئے (علامت اضافت) + آرزو (رک): آرزو کے کوچے سے تشبیہ دی ہے ہے۔

جسے سمجھتے تھے جسمِ خاکی غبار ہے کوئے آرزو کا

(غزلیات، ب د، ۱۳۷)

کوئے محبت (ف ف ف) مذکر، کو (= کوچہ) + ئے (علامت اضافت + محبت (رک)، عشق کا کوچہ یعنی عشق ہے۔

حجاب اکسیر ہے آوارۂ کوئے محبت کو

(۱۰، ب ج، ۱۴)

کو (ار)

: علامتِ مفعول ہے۔

چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

: کے لیے ہے۔

روح کو سامان زینت آہ کا آئینہ ہے

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۵)

: کسی کام یا صورتِ حال کے لیے تیار ہے۔

اپنی کھیتی ہے اجڑ جانے کو اے ابرِ کرم

(فریادِ امّت، ب ا، ۱۹۲)

: ماقبل اسم کی فاعلیت کے اظہار کے لیے ہے

بعض اصحاب تلامذہ سے نہیں اقبال کو

(غزلیات، ب ا، ۲۳۹)

کوتاہ (ف) صفت: چھوٹا (رک ہاتھ کوتاہ ہونا)

کوتاہی (ف ف) مونث، کوتاہ (= چھوٹا) + ی (لاحقہ کیفیت): غفلت، کمی ہے۔

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

(۲۴، ب ج، ۵۶۲)

کوثر (ع) مذکر، جنت کی ایک شیریں پانی کی نہر کا نام (جسے جنت کوثر اور حوض کوثر بھی کہتے ہیں) ہے۔

کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

کوچ کرنا (ار ار): رخصت ہونا، چلا جانا، موجود اور باقی نہ رہنا ہے۔

کیا تھا اگرچہ جو دل سے خوشی کی فوجوں نے

(فلاحِ قوم، ب ا، ۲۷)

کُوچہ (ف) مذکر: گلی، تنگ راستہ۔

کُوچہ گَرد (ـ ف) صفت، کوچہ (= گلی) + گرد، مصدر گردیدن (= پھرنا سے) فعل امر: گلی گلی مارا مارا پھرنے والا ہے۔

بندہ ہے کوچہ گرد ابھی خواجہ بلند بام ابھی

(فرشتوں کا گیت، ب ج، ۱۰۹)

کُوچہ گردِ نَے (ـ ف ف) کوچہ گرد + نَے (= بانسری): بانسری کے تنگ راستے سے گزرنے والا ہے

کوچہ گردِ نَے ہوا جس دم نفس، فریاد ہے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

کُوچۂ چاکِ گریباں (ـ ف ف ف) مذکر، کوچہ + ۂ (علامتِ اضافت) + چاک (رک) + اضافت + گریباں (رک): پھٹا ہوا گریباں جسے اس ترکیب میں کوچے سے تشبیہ دی گئی ہے، مراد اس سے مراقبے کا عالم ہے جس میں انسان اپنے گریباں کی طرف منہ جھکا کر بیٹھتا ہے ہے۔

دیکھ آکر کوچۂ چاکِ گریباں میں کبھی

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۲)

کُود پڑنا (ار): جان جوکھوں کی جگہ میں بلا خوف پہنچ جانا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

(غزلیات، ب د، ۲۷۸)

کُور (ف) صفت: نابینا، اندھا ہے۔

جلوتیانِ مدرسہ کور نگاہ و مردہ ذوق

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۲)

کور چشم: جس کی آنکھ کو کچھ نظر نہ آئے، اندھا ہے۔

شپّرک کہتی ہے تجھکو کور چشم و بے ہنر

(محرابِ گل، ۸، ض ک، ۱۰۰)

کور ذوق (ـ ع) صفت: ذوق کا اندھا (جیسے کہتے ہیں آنکھوں کا اندھا، دل کا اندھا)، وہ جس کے مذاقِ سلیم کو کوئی ٹھکانے کی بات نہ سوجھے، طبیعت کا بالکل گٹھل ہے۔

کیا ہے تجھکو کتابوں نے کور ذوق اتنا

(غزل، ض ک، ۸۵)

کور ذوقی (ـ ع ف) مونث، کور + ذوق (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): مذاقِ سلیم کو حقیقتِ حال نظر نہ آنے کی کیفیت ہے۔

گلہ ہے مجھکو زمانے کی کور ذوقی سے

(ملّا زادہ، ۱۹، ارح، ۶۴۹)

کور نگاہی (ـ ف ف) مونث، کور + نگاہ (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): آنکھوں سے کچھ نہ سوجھنے کی صورتِ حال ہے۔

دیرینہ ہے تیرا مرض کور نگاہی

(۱۳، ب ج، ۳۶۱)

کوسوں (ار) متعلق فعل: سیکڑوں ہزاروں کوس کے فاصلے پر ہے۔

میرے ویرانے سے کوسوں دور ہے تیرا وطن

(چاند، ب د، ۸۱)

کوشاں (ف ف) صفت، کوشش، مصدر کوشیدن (= کوشش کرنا) سے فعل امر + اں (لاحقۂ فاعلی): کوشش کرنے والی ہے۔

جو رہے صدیوں سے کوشاں تیری عزّ و جاہ میں

(کلاہِ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۱)

کوشش (ف) مونث: مصدر کوشیدن (= کسی مقصد کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ یا محنت کرنا) کا حاصلِ مصدر۔

کوششِ گفتار (ـ ف ف) مونث، کوشش، مصدر + گفتار، مصدر گفتن (= کہنا) کا حاصلِ مصدر: بولنے اور بات کرنے کی کوشش، بچے کے ادھورے بولوں کی طرف اشارہ ہے۔

فلک نا آشنا کی کوششِ گفتار میں

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

کوششِ ناتمام (ـ ف ع) مونث، کوشش (= کسی کام کے انجام دینے کے لیے پوری پوری دوڑ دھوپ) + ناتمام (رک): وہ کوشش جو انجام تک نہ پہنچے مراد ہے کہ حرکتِ مسلسل

جو زندگی کا باعث ہے اس کے رک جانے کا عمل ۔

(کوشش ناتمام، ب د، ۱۲۴)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کی سرخی سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید شاعر نے اس نظم میں ناکامی کا کوئی مضمون بیان کیا ہوگا ۔ مگر ایسا نہیں، بلکہ اقبال نے سعیِ مسلسل کو جو ہر وقت جاری رہتی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتی، کوشش ناتمام سے تعبیر کیا ہے ۔ خلاصۂ نظم یہ ہے کہ زندگی، پیہم اور مسلسل کوشش یا حرکت کا نام ہے، اگر یہ حرکت ختم ہو جائے گی تو سانس چلتی رہنے کے باوجود زندگی ختم ہو جائے گی

(ب د، ۱۲۴)

: بانگِ درا میں اس نظم کا پہلا بند درج ہے دراصل یہ دو بند کی نظم تھی، پہلے بند کے بھی دو شعر حذف کر دیے گئے ۔ یہ دو شعر باقیات کے صفحہ ۳۴۹ پر اور دوسرا بند صفحہ ۵۶۷ پر (دوسرا بند کی سرخی سے) درج ہے ۔ مگر اس دوسرے بند کا پہلا دوسرا اور چوتھا مصرع ناموزوں ہے جو کاتب یا پروف ریڈر کی بے توجہی کی نذر ہو گیا ۔

(ب ا، ۳۴۹، ۵۶۷)

کوشک (ف) مذکر، محل، ایوان ۔

کوشکِ سلطان (- ع) مذکر، کوشک + اضافت + سلطان (رک) : بادشاہ کا محل ؎

خرابِ کوشکِ سلطان و خانقاہِ فقیر

(۳۵، ب ج، ۶۵)

کوفی و شامی (ع ف ف ع ف) صفت، کوفہ (عراق کا مشہور شہر جو اس وقت شام کی حکومت کے تحت تھا) + ی (لاحقۂ نسبت) + و (عطف) + شام (عرب کا مشہور ملک جس میں دمشق ہے) + ی (لاحقۂ نسبت)، کوفے اور شام کا حکمران، مراد ہر حکومت باطل ہے ؎

بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی

(۵۴، ب ج، ۳۱)

(نوٹ) بعض اصحاب "انداز" کو بلا اضافت پڑھتے ہیں یہ درست نہیں ۔ کیونکہ اس مصرع میں "اندازِ کوفی و شامی" پہلے مصرعے کے کلمات "مقامِ شبیری" کے مقابل ہے جو بہ اضافت مقام ہے ۔ دراصل یہاں کوفی و شامی کا فعل و عمل بتانا مقصود نہیں، جیسا کہ پہلے مصرع میں "شبیر" کے فعل و عمل سے کوئی بحث نہیں ہے ۔ بلکہ جس طرح پہلے مصرع میں "مقامِ شبیری" کے لیے ایک ثابت شدہ حقیقت بیان کی ہے اسی طرح دوسرے مصرع میں "اندازِ کوفی و شامی" کے لیے اس کی متضاد حقیقت کا اظہار کیا ہے

کوکب (ع) مذکر : ستارۂ روشن ؎

آسماں سے نقشِ باطل کی طرح کوکب مٹا

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۸)

کوکبِ غنچہ (- ف) مذکر، کوکب + اضافت + غنچہ (رک) : غنچے (کلی) کو تارے سے تشبیہ دی ہے ؎

کوکبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۵)

کوکبی و مہتابی (ع ف ف ف ف) مونث، کوکب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) + و (عطف) + مہتاب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : ستارے اور چاند کی سی چمک دمک، نورانیت ؎

تری سرشت میں ہے کوکبی و مہتابی

(فرشتے آدم کو الخ، ب ج، ۱۳۱)

کوکنار (ف) مذکر : خشخاش کا ڈوڈا، افیون ؎

جو کوکنار کے خوگر تھے ان غریبوں کو

(تمہید، ۲، ض ک، ۱۲)

کوکو (ف) مونث : کوئل کی کوک (حکایت الصوت) ؎

سنتے ہیں جام بکف نغمۂ کوکو بیٹھے

(شکوہ، ب د، ۱۹۹)

کولمبس : انگلستان کے ایک مزدور کا نام جو ملاحی کرتا تھا اور ایک دفعہ سمندر میں بھٹک کر امریکہ کے براعظم میں جا نکلا جو ابھی تک دنیا کو معلوم نہ تھا اور اس طرح اس نے نئی دنیا کا پتا چلایا جس کا حال کسی

(اس سے پہلے معلوم نہ تھا کہ
کولمبس کو دُنیا نئی اس نے دی ہے

(رخصت، ب ا، ۲۶۱)

کَوْن (ا ر) ضمیر استفہام ہے
یہ عاشق کون سی بستی کے یا رب رہنے والے ہیں

(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

کونا (ا ر) مذکر: گوشہ ہے
کسی کونے میں تاکتی ہے اسے

(خدا حافظ، ب ا، ۴۵)

کَونسِل (انگ) مونث: صوبائی یا وفاقی ادارہ قانون ساز ہے
کونسل کی ممبری کے لیے ووٹ چاہیے گی

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

کَونسل کے سپیکر (ـ ا ر انگ) مذکر، کونسل + کے (رک) + سپیکر (= کونسل کا وہ عہدہ دار جو اس کے نظم و ضبط کا نگران اور اسے شروع اور ختم کرنے والا ہوتا ہے اور ہر معاملہ اس کی صوابدید سے اجلاس میں پیش کیا جا سکتا ہے) اسپیکر ہے
اور کونسل کے سپیکر ماتوی

(ب ا، ۲۶۷)

(ووٹ) اصل لفظ کونسل (بہ اعلان نون) ہے۔ اقبال نے بہ نون غنہ نظم کیا ہے۔ اس وقت اہل لکھنؤ و دہلی بھی بہ نون غنہ بولتے تھے۔[٥]

کونسل ہال (ـ انگ) مذکر، کونسل + ہال (= بڑا کمرہ) بڑا کمرہ جس میں کونسل کا اجلاس منعقد کیا جائے ہے
مگر سرکار نے کیا خوب کونسل ہال بنوایا

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

کَوْن و مَکاں (ع ف ع) مذکر، کون (= وجود میں آنے کی صورت حال) + و (عطف) + مکاں (= جگہ): کائنات، عالم مخلوقات ہے
شیرازہ بند دفتر کون و مکاں ہے تو

(آفتاب، ب د، ۴۳)

کوہ (ف) مذکر: پہاڑ ہے
سبزۂ کوہ ہے مخمل کا بچھونا مجھ کو

(ابر کوہسار، ب د، ۲۷)

کوہِ اِضَم (ـ ع) مذکر: ایک پہاڑ کا نام جو مضافات مدینۂ منورہ میں واقع ہے ہے
کوہ اضم کو دے گیا رنگ برنگ طیلساں

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۱)

کوہِ اَلْوَنْد (ـ ف) مذکر: ایران کا ایک مشہور پہاڑ بطور مجاز مرسل اس جگہ حکومت ایران مراد ہے جسے دارا کے عہد میں سکندر نے شکست دی تھی (رک سکندر) ہے
کوہ الوند ہوا جس کی حرارت سے گداز

(نپولین، ب ج، ۱۵۰)

کوہسار/کوہسار (ف ف) مذکر، کوہ (رک) + سار (لاحقۂ ظرف، نیز لاحقۂ کثرت): سلسلۂ کوہ، پہاڑوں کا سلسلہ، مسلسل پہاڑ ہونے کی صورت حال، پہاڑی علاقہ، جہاں بہت سے پہاڑ ہوں ہے
جس طرح ندی کے نغموں سے سکوت کوہسار

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

کوہستان/کوہستان (ف ف) کوہ + ستان (لاحقۂ ظرف): پہاڑی علاقہ ہے
امتحان دیدۂ ظاہر میں کوہستاں ہے تو

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

کوہ شِکَن (ـ ف) صفت، کوہ + شکن (رک): پہاڑ توڑنے والی ہے
وہ ضرب اگر کوہ شکن بھی ہو تو کیا ہے

(شعر عجم، ض ک، ۱۲۸)

کوہ شِگاف (ـ ف) صفت، کوہ + شگاف (= چیرنے کا عمل): پہاڑ کو کاٹنے والی ہے
کوہ شگاف تیری ضرب تجھ سے کشاد شرق و غرب

(۵، ب ج، ۲۹)

کوہِ غم ٹُوٹنا: رنج و غم کا پہاڑ گر پڑا، ان مصائب کی طرف اشارہ ہے جو ۱۹۱۲ء کی جنگ بلقان میں ترکوں نے برداشت کیے اور ان کے ہزاروں آدمی موت کے گھاٹ اتار

---

[٥] اقبال نے ضرورت شعری کی بنا پر نون غنہ سے نظم کیا ہے۔

دیئے گئے ہے

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۸)

کوہِ فاراں : رک فاراں

اب تک شاہد ہے جس پر کوہِ فاراں کا سکوت

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

کوہ کا خم کدہ (- ا رف ف) مذکر، کوہ + کا + خم کدہ (رک)
: پہاڑ کے وہ پُرفضا مقامات جہاں جمی ہوئی برف سورج کی شعاعوں سے پگھلتی ہے ہے

جامِ شراب کوہ کے خمکدے سے اڑاتی ہے

(شاعر، ب د، ۲۱۰)

کوہ کن (ف ف) صفت، کوہ (رک) + کَن، مصدر کندن (= کھودنا) سے فعلِ امر
: پہاڑ کھودنے والا، فرہاد (رک) کا لقب ہے

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ

(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۹)

: مزدور ہے

طریقِ کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

(۱۷، ب ج، ۴)

کوہِ نور (- ع) مذکر : ایک مشہور ہیرا جو تقریباً ۹ درم کے برابر وزن کا ہے اور آج کل ملکۂ انگلستان کے تاج میں لگا ہوا ہے ہے

چشمِ کوہ نور نے دیکھے ہیں کتنے تاجور

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

کوہ و بیاباں : مراد مخالفین اسلام کے لشکر (جو راہِ ترقی میں حائل ہوں) ہے

گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۴)

کوہ و کمر (- ف ف) مذکر، کوہ + و (عطف) + کمر (= جسم میں درمیان کا حصہ جہاں پیٹی باندھتے ہیں، مراد وادی (جو پہاڑ اور زمین کا درمیانی حصہ ہوتا ہے) ہے

خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں

(رہبانیت، ب ج، ۱۰۴)

کوئی (ا ر) ضمیر تنکیر
: کہیں، کسی جگہ سے، کسی مقام تک ہے

نے ابتدا کوئی نہ کوئی انتہا تری

(آفتاب، ب د، ۴۴)

: ایک (غیر معین شے کے لیے)

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری سے

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

: کسی قسم کا، کسی نوع کا، کسی طرح کا ہے

اے ہمالہ کوئی بازی گاہ ہے تو بھی جسے

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

: مراداً بھارت کے ہندو ہے

حسن ہو کیا خود نما جب کوئی مائل نہ ہو

(صدائے درد، ب د، ۴۲)

: اپنی طرف اشارہ ہے

پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے ما عرفنا پر

(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

: (کنایتہً) عاشق ہے

پھر اور کس طرح انھیں دیکھا کرے کوئی

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

: معشوق ہے

دو چار دن جو میری تمنا کرے کوئی

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

: آنحضرت صلعم یا خداوندِ عالم کی طرف اشارہ ہے

پردۂ میم میں رہے کوئی

(خطِ منظوم، ب ا، ۱۶۴)

: ایک غیر معین شخص ہے

آ رہا تھا میرے پیچھے کوئی یہ کہتا ہوا

(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۰)

: حسنِ کلام کے لیے ہے

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

کوئی بات نہیں (ا ر) روزمرہ : کچھ شکایت نہیں، کچھ

ایسی بُری بات نہیں ہے
غیروں سے مل لیے تو کوئی بات نہیں ہے
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

کوئی دم (ہ - ف) ظرف: تھوڑی دیر ہے
شاخ پر بیٹھا کوئی دم چہچہایا اڑ گیا
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۱)

کوئی دم کا (ہ - ف): تھوڑی دیر کا، بہت معمولی سے وقفے کے لیے ہے
کوئی دم کا مہماں ہوں اے اہلِ محفل
(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

کوئی دن (ار): کچھ دن، اور تھوڑی مدت ہے
کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر
(غزلیات، ب د، ۲۸)

کوئی دن کی: کچھ دن کے بعد کی ہے
یہ کوئی دن کی بات ہے اے مردِ ہوشمند
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

کوئی کیا جانے ہے وسعت فزایاں کی ہوا کیسی
یہ مصرع روزگار فقیر میں اس طرح درج ہے — خدا جانے یہاں کی ہے ہوا وسعت فزا کیسی!
(ب ا، ۴۲)

کوئی مقام (ہ - ع) مذکر: ایک خاص جگہ، مراد حضرت علی علیہ السلام کا مزار مقدس (قبّہ سینا) ہے
سنا ہے صورتِ سینا نجف میں بھی اے دل
کوئی مقام ہے غش کھا کے گرنے والوں کا
(غزلیات، ب ا، ۵۸۸)

کوئی نقشہ: آں حضرت صلعم کی بیٹی کے حالات کا تصور مراد ہے ہے
کوئی نقشہ دکھا دکھا کے مجھے
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۸۶)

کویل (ار) مونث: ایک خوش آواز سیاہ پرندہ جو اکثر آم کی فصل میں بولتا سنائی دیتا ہے ہے
پچھلے پہر کی کویل وہ صبح کی موذن
(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

کویل کی اذان: کویل کے کوکنے کی آواز ہے
جاگے کویل کی اذاں سے طائرانِ نغمہ سنج
(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۴)

کَہ (ف) مونث: گھاس

کہ نباید خورد و جو ہمچو خراں
آہوانہ در ختن چرا ارغواں

(گدھوں کی طرح گھاس اور جو مت چرتے پھرو بلکہ ختن کے ہرنوں کی طرح ارغوان کھاؤ جس سے ہرن کی ناف میں خوشبودار مشک پیدا ہوتا ہے)
(جواب، ب ج، ۱۴۹)

کِہ (ف) کلمۂ بیان ہے
کس طرح تجھ کو یہ سمجھاؤں کہ میں گل چیں نہیں
(گلِ رنگیں، ب د، ۲۴)

: یا ہے
ابر رحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یارب
(دل، ب د، ۲۱)

: جو، جو کہ ہے
دل کہ ہے بے تابیِ الفت میں دنیا سے نفور
(رفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۲۸)

: وہ کہ، ایسا کہ ہے
اے کہ تیرا مرغِ جاں تارِ نفس میں ہے اسیر
(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۲)

: اس لیے کہ ہے
گھر یہ اجڑا ہے کہ تو رونقِ محفل نہ رہا
(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

کہ بر فتراک صاحب دولتے بستم سرِ خود را
: اس لیے کہ میں نے ایک دولتمند (دنیا و دین کی دولت کے مالک) کے شکار بند سے اپنے سر کو وابستہ کر لیا ہے یعنی حضور صلعم کی فہرستِ غلاماں میں شامل ہوں (یہ مرزا صائب کا مصرع ہے جو اقبال نے یہاں تضمین کیا ہے)
(ا، ب ج، ۲۵)

کہا اقبال نے : یہاں اقبال سے وہ مسلمان مراد ہیں جو انگریزی علوم سے واقفیت رکھتے ہیں ؎
کہا اقبال نے شیخ حرم سے
(رباعیات ، ب ج ، ۳۱۰)

کھال (ار) مونث : انسان یا حیوان کے جسم کا پوست ، جلد ، چمڑا

کھال اترنا (ـ ار) بدن پر سے کھال ادھیڑی جانا (ایک قسم کی سزا) ؎
کسی کو قتل کرتے ہیں کسی کی کھال اترتی ہے

کہاں (ار) کلمۂ استفہام (ظرف مکان کے لیے ،
: کس جگہ ! کس مقام پر ! ؎
خدا جانے جانا تھا ان کو کہاں
(ماں کا خواب ، ب د ، ۳۶)
: نہیں ، کہیں نہیں ؎
اب کہاں وہ شوق رہ پیمائی صحرائے علم
(نالۂ فراق ، ب د ، ۸۷)
: کیسے ، کس طرح (متضمن نفی) ؎
دیکھنے والی ہے جو آنکھ کہاں سوتی ہے
(رات اور شاعر ، ب د ، ۱۰۳)
دو چیزوں یا حالتوں یا کیفیتوں کے درمیان فرق عظیم ظاہر کرنے کے موقع پر مکرر مستعمل ، ایک دفعہ تنزل عظیم کے اور دوسری جگہ حد درجہ حقارت کے معنی میں ؎
بھلا پہاڑ کہاں جانور غریب کہاں
(ایک پہاڑ اور گلہری ، ب د ، ۳۱)

کہاں تک (ار)
: کتنی زیادہ ؎
کہوں کیا آرزوئے بیدلی مجھ کو کہاں تک ہے
(غزلیات ، ب د ، ۲۰۲)
: کب تک ؎
شباب آہ کہاں تک امیدوار رہے
(عشرت امروز ، ب د ، ۱۳۹)

کہاں کا آنا کہاں کا جانا (ار) : اس بات کا تصور یا ذکر فضول ہے کہ ہم عالم ارواح سے آئے اور اس دنیا میں ٹھہر کر عالم آخرت میں چلے جائیں گے (لہٰذا یہ دنیا عارضی وطن ہے اور اصل وطن عالم آخرت ہے) یہ ایک تصور بے جا ہے ؎
کہاں کا آنا کہاں کا جانا فریب ہے امتیاز عقبیٰ
(غزلیات ، ب د ، ۱۳۶)

کہاں ہے : نہیں ہے ؎
طائر کہاں ہے ایک طلسم نوا ہے تو
(سکوت شام ، ب ا ، ۲۷۱)

کھانا (ار)
: برداشت کرنا ، جھیلنا ۔
: گھلانا ، ناتواں کرنا ، اذیت دینا ؎
دل غم کو کھا رہا ہے غم دل کو کھا رہا ہے
(پرندے کی فریاد ، ب د ، ۲۰۸)
: (ضرب) سہنا ؎
کم کھا کے طلب کا تازیانہ
(چاند اور تارے ، ب د ، ۱۱۹)
: ختم اور فنا کر دینا ؎
کھا گئی عصر کہن کو جن کی تیغ ناصبور
(طلبہ ، ب د ، ۱۳۳)
: لوٹنا کھسوٹنا ؎
اسے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دار حیلہ گر
(خضر راہ ، ب د ، ۲۶۲)
: منھ میں رکھ کر یا چبا کر نگلنا ، نوش کرنا ؎
گرچہ کچھ پاس نہیں چارہ بھی کھاتے ہیں ادھار
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۸)

کہانی (ار) مونث : داستان ، قصہ ، واقعہ ؎
اک مولوی صاحب کی سناتا ہوں کہانی
(زہد اور رندی ، ب د ، ۵۹)

کھٹک (ار) مونث : دل میں چبھنے کی کیفیت ، وہ خلش جس میں تکلف آئے ؎
کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو
(۵ ، ب ج ، ۹۲)

کھٹکا (ا ر) مذکر، ڈر، خوف، اندیشہ ہے۔
بولی کہ نہیں آپ سے مجھ کو کوئی کھٹکا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

کھٹکنا (ا ر)
: بار بار یاد آنا ہے۔
کھٹک رہا ہے دلوں میں کرشمۂ ساقی
(۴۵، ب ج ۶۶۰)
: چبھنا، دل میں وسوسے سے خلش پیدا کرنا یا ہونا ہے۔
اک بات تھی کہ خونِ جگر کو کھٹک گئی
(اشکِ خوں، ب ا، ۸۳)

کھجور کا پہلا درخت: کھجور کا وہ درخت جو اندلس کے بادشاہ عبدالرحمٰن اول نے مدینۃ الزہرا میں بویا تھا یہ اُس قصر کا نام تھا جو اُس نے مسجد قرطبہ (ر ک) کے ساتھ اپنے لیے بنوایا تھا اور اس میں ایک پائیں باغ لگایا تھا ایک دن عبدالرحمٰن اپنے دوستوں اور عزیزوں کی بے وفائی سے بہت رنجیدہ تھا، غم غلط کرنے کے لیے پائیں باغ میں آگیا۔ وہاں اس کی نظر اس درخت پر پڑی جسے دیکھ کر اُسے ماضی یاد آگیا اور اسی یاد میں چند شعر کہے۔
اقبال نے اپنی زبان میں ان کا مفہوم نظم کیا ہے۔
(عبدالرحمٰن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت، ب ج، ۱۴۰)

کھرا (ا ر) صفت: خالص، بے میل (سکہ وغیرہ، اس جگہ تمدن و تہذیب کی صفت ہے جو اس کا مستعار لہ ہے)
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۱)

کہ رہی ہے: زبانِ حال سے سنا رہی ہے ہے۔
کہ رہی ہے زندگی تیری کہ تو مسلم نہیں
(تضمین بر شعر ابوطالب کلیم، ب د، ۲۲۱)

کھری (ا ر) صفت: سچی، بے لوث، جس میں نہ خود غرضی کا پہلو ہو نہ مروّت کا ہے۔
شاعرِ دل نواز بھی بات کہے اگر کھری
(شاعر، ب د، ۲۱۱)

کھڑا ہونا: قائم ہونا ہے۔
کھڑا ہے یہ سنسار عنت کی کل پر

(محنت، ب ا، ۲۶۱)

کھڑے (ا ر): کھڑے ہوئے ہے
پاس اک گائے کو کھڑے پایا
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

کھڑے ہیں (ا ر): زمین پر بلند ہیں ہے
کھڑے ہیں دور وہ عظمت فزائے تنہائی
(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)

کُہسار (ف) (ر ک کوہسار) ہے
ابرِ کہسار ہوں گل پاش ہے دامن میرا
(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۷)

کُہستان: کوہستان (ر ک) کی تخفیف ہے
وہ جوئے کہستاں اچکتی ہوئی
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

کہکشاں (ف) مونث: وہ چھوٹے چھوٹے ریکھ سے مشابہ تارے جو انتہائی دوری کے باوجود اس طرح نظر آتے ہیں جیسے دیہی راستے کی لیکھ ہے
پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے
(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)

کہلانا (ا ر): کہنا رک کا تعدیہ ہے
چندہ جب لینے گئے کہلا دیا بیمار ہیں
(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۱)

کھل کھیلنا (ا ر): (کوئی برا کام) علانیہ کرنا، شرم چھوڑ کر عمل میں لانا، مطلقاً آزاد ہو جانا ہے
یوں نہ کھل کھیلو مری جاں ڈھب کی شوخی چاہیے
(ب ا، ۵۹۵)

کھِلنا (ا ر)
شگفتہ ہونا، منہ بند کلیوں کی پنکھڑیوں کا ادھر اُدھر پھیلنا ہے
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)
: سجنا، زیب دینا ہے
کھلتی ہے کچھ ہمارے مقدر پہ بیکسی
(اشکِ خوں، ب ا، ۷۵)

کُھلنا (ار)

: ظاہر ہونا، سمجھ میں آنا، واضح ہونا ہے

اس رمز کے اب تک نہ کھلے ہم پہ معانی ۔۔۔

(وہ بڈھا اور رندی، ب د، ۵۹)

: آغاز ہونا، افتتاح ہونا، قائم ہونا ہے

کھلنے کو ہے جدہ میں ہے شفا خانۂ حجاز

(شفا خانۂ حجاز، ب د، ۱۹۸)

: کشادگی پیدا ہونا، تکدر دُور ہونا، محظوظ ہونا ہے

کھل تو جاتا ہے مغنی کے بم و زیر سے دل

(سرودِ حلال، ض ک، ۱۲۵)

کھلونا (ار) مذکر: کھیل تماشے کی چیز جس سے بچے کھیلتے ہیں ہے

مل گئی جس سے تجھے تیرا کھلونا بن گئی

(طفلِ شیر خوار، ب ا، ۳۱۸)

کھلی ان کی زباں : انھوں نے ناشائستہ الفاظ کہنا شروع کر دیے (رقیب لٹک طمی) (فریادِ امت، ب ا، ۱۵۲) ہے

مقصد لٹک طمی پہ کھلی ان کی زباں

(فریادِ امت، ب ا، ۱۵۶)

کُہَن (ف) صفت : پرانا، قدیم ہے

قصۂ ایامِ کہن سنا کر کے تڑپا دے مجھے

(صقلیہ، ب د، ۱۳۴)

کُہَن آئیں (ـ ف) صفت : پرانے اصول پر بنا ہوا ہے

جس کے ڈر سے وہم کا قصرِ کہن آئیں گرا

(بلادِ اسلامیہ، ب ا، ۳۵۳)

کُہَن دامی (ـ ف ف) مونث، کہن + دام (= جال) + ی (لاحقۂ کیفیت) : جال پرانا ہونے کی صورتِ حال

(غرۂ شوال، ب ا، ۳۶۳)

کُہَن رُوح کو تقلید سے آزاد کرنا : مراد شعر گوئی جو کہ پرانا فن ہے اسے قدیم شاعروں کی پیروی سے چھڑانا اور جدید تقاضوں کے مطابق شعر کہنا ہے

یا کہن روح کو تقلید سے آزاد کرے

(ادبیات، ض ک، ۱۰۳)

کُہَن ہنگامہ ہائے آرزو (مسلمانوں کے) شوق اور عشق کے پرانے ہنگامے مراد جد و جہد و جہاد ہے

کہن ہنگامہ ہائے آرزو سرد

(رباعیات، ۲، ا ح، ۳۱)

کہنا (ار)

بیان کرنا، سنانا، زبانِ حال سے بتانا ہے

کہ رہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: کہا ہوا، گزارش، تمنا یا التماس وغیرہ ہے

پر سمجھتے نہیں یہ لوگ ہمارا کہنا

(فریادِ امت، ب ا، ۱۵۸)

کھنچ کے رہنا (ار) : دُور دُور رہنا، بچ بچ کر چلنا، غیریت برتنا ہے

اپنوں سے مگر چاہیے یوں کھنچ کے نہ رہنا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

کھنچنا (ار) : بلا ارادہ کسی طرف بڑھنا، کسی بات کی کشش سے بڑھنا ہے

کھنچے خود بخود جانبِ طور موسیٰ

(غزلیات، ب د، ۹۹)

: گریز کرنا، بچنا ہے

کچھ سمجھ کر اہلِ عالم سے کھنچا جاتا ہوں میں

(ب ا، ۵۹۴)

کُہنہ (ف) : رک کُہن ہے

نظامِ کہنۂ عالم سے آشنا نہ ہوا

(حضور رسالتمآب، ب د، ۱۹۷)

کُہنہ ادراکی (ـ ع ف) مونث، کہنہ + ادراک (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : تجربے کی منزلوں سے گزرا ہوا شعور ہے

مگر کہتی ہے پروانوں سے میری کہنہ ادراکی

(تہذیبِ حاضر، ب د، ۲۲۵)

کُہنہ اندیش : پرانی سوچ والا، قدیم افکار رکھنے والا ہے

ہوا پیری سے شیطان کہنہ اندیش

(رباعیات، ا، ا ح، ۲۹)

ـــ بالِ جبریل کے صفحہ ۹۰ کی طرح یہاں بھی صفحہ ۲۹ پر رباعیات کی سرخی کے تحت صفحہ ۳۹ تک کچھ اشعار درج ہیں جن کو قطعات کہا جاتا ہے مگر رباعی بہر حال نہیں کہہ سکتے۔ [illegible] میں سے کسی بحر میں ان کا کوئی مصرع نظم نہیں کیا گیا۔

کُہنہ پرستی (ـ ف ف) مؤنث ، کہنہ (رک) + پرست (= پرستش کرنے والا ، ماننے والا ، عمل کرنے والا) + ی (لاحقۂ کیفیت) : قدیم رسم و رواج پر پرستش کی حد تک قائم رہنے کا عمل ہے

ملت تمدنی نژاد کہنہ پرستی سے پیر

(مسجد قرطبہ ، ب ج ، ۹۹)

کُہنہ پیکر میں نئی رُوح آباد کرنا : مراد غزل کے پرانے قالب میں تازہ (مفید قوم) خیالات کو داخل کرنا ہے

کہنہ پیکر میں نئی رُوح کو آباد کرے

(ادبیات ، ض ک ، ۱۰۴)

کُہنہ دامی (ـ ف ف) مؤنث ، کہنہ + دام (= جال) + ی (لاحقۂ کیفیت) : پھندا ڈالنے کا پرانا تجربہ ہے

آتی نہیں کام کہنہ دامی

(جاوید سے (۲) ، ض ک ، ۸۷)

کُہنہ مشق (ـ ع) صفت : جسے کسی بات کی بہت دن سے مہارت حاصل ہو (شعر میں یہ کہنا مقصود ہے کہ موج طرح طرح کے نظارے دیکھنے کی بڑی پرانی مشق رکھتی ہے جب سے اس میں بہاؤ ہے تبھی سے نظارے بھی دیکھتی چلی آرہی ہے) ہے

یہ کہنہ مشق تو اسموز ، ہیچ و تاب ہے کیا

(کنار راوی ، ب ا ، ۳۴۲)

کہنے کو ہیں (ار) فقرہ

: کہنے والے ہیں ہے

آج ہم حال دل درد آشنا کہنے کو ہیں

(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۱۶)

: برائے نام ہیں ، دراصل نہیں ہے

آہ ! یہ تیر نظر بھی بے خطا کہنے کو ہیں

(اسلامیہ کالج سے خطاب ، ب ا ، ۱۱۶)

کہنے لگا (ار) مصدر کہنا سے : زبان سے بات نکالنا شروع کی ، کہا ہے

اک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا

(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۲۹)

کھودنا (ار) تیشے یا پھاوڑے سے زمین کو یا پہاڑ کے پتھروں کو کاٹنا ، مجازاً : دل کی گہرائیوں تک پہنچنا (رک فرہاد) ہے

تو نے فرہاد نہ کھودا کبھی ویرانۂ دل

(دل ، ب د ، ۶۱)

کھول کے بیان کرنا : واضح طور پر کہنا ، صاف صاف بیان کرنا ہے

کھول کے کیا بیاں کروں سرِ مقام مرگ و عشق

(۱۲ ، ب ج ، ۳۹)

کھولنا (ار) مصدر

: آنکھ بند ہونے کی صورت حال دور کرنا ، بیدار کرنا ہے

کھولتی ہے چشم ظاہر کو ضیا تیری مگر

(آفتاب صبح ، ب د ، ۳۸)

: ظاہر کرنا ، فاش کرنا ، واضح کرنا ہے

تمھارے پیامی نے سب راز کھولا

(غزلیات ، ب د ، ۹۸)

: شگفتہ ہو کر نمایاں کر دینا ہے

کھول دیتی ہے کلی سینۂ زریں اپنا

(کلی ، ب د ، ۱۱۹)

: پھیلانا ، بکھیرنا ہے

لیلیٰ شب کھولتی ہے آکے جب زلف رسا

(ہمالہ ، ب د ، ۲۳)

: جسم پر لپٹی ہوئی یا بندھی ہوئی چیز کو اس سے جدا کرنا ہے

کمر سے اٹھ کے تیغ جاں ستاں آتش فشاں کھولی

(غلام قادر رہیلہ ، ب د ، ۲۱۸)

: وضاحت اور تفصیل سے بیان کرنا ہے

کھول کر کیسے تو کرتا ہے بیاں کوتاہی

(نفسیات غلامی ، ض ک ، ۱۵۸)

کھونا (ار) مصدر : گم ہو جانا ، فنا یا ختم ہو جانا ہے

کھو گیا جو مطلب ہفتاد و دو ملت میں

(۱۸ ، ب ج ، ۴۱)

: بھٹک جانا ہے

یہ امت خرافات میں کھو گئی

(پیغام سروش ، ب ا ، ۵۳۵)

کھویا ہوا فردوس (ار ا رع) مذکر، کھویا ہوا (= جو پہلے تھا اور اب نہیں) + فردوس (رک)؛ وہ جو پہلے نصیب تھی مگر اب اس سے محروم ہیں، مراد بچپن کی زندگی اور اس کا ماحول ہے

پھر اسی کھوئے ہوئے فردوس میں آباد ہیں

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۸)

کھیت (ار) مذکر: زمین کا وہ قطعہ جہاں اناج وغیرہ بوتے ہیں ہے

کنارے کھیت کے شانہ ہلایا اس نے دہقاں کا

(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

کھیل (ار) مذکر: بازی، تماشا، سوانگ (سیاست کا کھیل سے استعارہ کیا ہے) ہے

اس کھیل میں تعیینِ مراتب ہے ضروری

(سیاست، ب ج، ۱۵۹)

کھیلتے ہیں بجلیوں کے ساتھ: (رک بجلیوں کے ساتھ کھیلتے ہیں)

کھیتی (ار) مونث: زراعت، فصل (قب ناروں کے شرار) ہے

شعلۂ خورشید گر یا حاصل اس کھیتی کا ہے

(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۳)

کہیں (ار) ضمیر تنکیر (ظرف مکان کے لیے)

: کسی مقام پر، کسی جگہ ہے

اک چراگاہ ہری بھری تھی کہیں

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

(نوٹ: "راگاہ" کو تقطیع میں گرتی ہے۔ غالباً مصنف نے "چراگہ" کہا ہوگا۔)

: (آنا ہے) وہاں، بزمِ معشوق میں ہے

کہیں ذکر رہتا ہے اقبال تیرا

(غزلیات، ب د، ۹۹)

: کسی جگہ، کسی گوشے میں ہے

یہ ذرّہ نکتہ چیں ہے کہیں چھپ کے بیٹھ رہ

(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

: شاید، اگر ہے

پنہاں درونِ سینہ کہیں راز ہو ترا

(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

: یہیں آس پاس ہے

پیرِ گردوں نے کہا سن کے کہیں ہے کوئی

(جوابِ شکوہ، ب د، ۱۹۹)

: ہرگز ہے

لوگوں کی خوشامد پہ کہیں کان نہ دھرنا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب ا، ۵۵۷)

: (ایسا نہ ہو، مبادا (کلمۂ نفی کے ساتھ) ہے

دیکھنا آپس میں پھر نفرت نہ ہو جائے کہیں

(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۵۴۴)

کہیں سے: کسی نہ کسی جگہ سے، یعنی ساری دنیا میں تلاش کرے، پوری پوری جد و جہد کرے، سعی و طلب میں سرگرم ہو کے ہے

کہیں سے آبِ بقائے دوام دے ساقی

(ساقی، ب د، ۲۰۸)

: آس پاس ہی کسی مقام پر ہے

کہیں قریب تھا یہ گفتگو قمر نے سنی

(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۱۲)

کہیں ممکن ہے: (اردو روزمرّہ) ناممکن ہے، ممکن نہیں ہے

کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے

(شکوہ، ب د، ۱۹۷)

کھینچ لانا (ار) زبردستی یا مجبور کر کے لے آنا ہے

کھینچ لایا ہے مجھے ہنگامۂ ہستی سے دور

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

کھینچنا (ار): پردے سے نکالنا، سونتنا ہے

کھینچتا ہو شیاں کی ظلمت سے تیغ آب دار

(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۴)

: گھسیٹنا (ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے کے لیے) ہے

کون لایا کھینچ کر مغرب سے بادِ سازگار

(الارض للہ، ب ج، ۱۱۹)

: نکال لینا ہے

کنجِ عزلت سے مجھے عشق نے کھینچا آخر

(فریادِ امت ، ب ا ، ۱۴۱)

: کیمرے کے ذریعے عکس لینا ، مُوقلم سے نقوش بنانا ۔

کھینچ سکتا ہے مصوّر شندہ گل کا سماں

(نالۂ یتیم ، ب ا ، تیسرا ایڈیشن ، ۳۰)

کئی (ار) صفت : چند ۔

اس گھر میں کئی تم کو دکھانے کی ہیں چیزیں

(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۲۹)

کئی (ب ف) صفت (دیکھیے "کبوتر" کے بعد)

کے : [illegible] (رک) خسرو ع ۶۶۲

کیوں اس کی اک نگاہ الٹتی ہے تخت کے

([illegible] ، ض ک ، ۱۱۵)

کی (ار)

کا (رک) کی تانیث ۔

تیری عمرِ رفتہ کی اک آن ہے عہدِ کہن

(ہمالہ ، ب د ، ۲۲)

خلافت کی کرنے لگا تو گدائی

(دریوزۂ خلافت ، ب د ، ۲۵۴)

"بھی" کے معنی ہیں [illegible]

مے پرستی کی [illegible] پرستی ہے

(ب ا ، ۳۴۲)

: کیا (فعل) کی تانیث (رک کی ترکِ تگ و دو ...)

کی ترکِ تگ و دو قطرے نے : دریا میں ہمہ وقت حرکت کرنے کی بجائے شکمِ صدف کے گوشے میں بیٹھ رہا (جس کی) آب و تاب اور اعزاز کے لیے دوڑ دھوپ ترک کرنے کا درس دینے کے لیے یہ الفاظ شعر میں لائے گئے ہیں ۔

کی ترکِ تگ و دو قطرے نے تو آبروئے گوہر بھی ملی

(غزلیات ، ب د ، ۲۰۸)

کی گود میں بلی دیکھ کر : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ "محبت" ایک فطری جذبہ ہے جو نہ صرف یہ کہ ہر ذی روح میں بلکہ کائناتِ عالم کے ہر ذرّے میں پوشیدہ ہے ۔ تحقیق و تفحص کے بعد یہ پتا نہ چل سکا کہ علامہ نے کس کی گود میں بلی کو دیکھ کر یہ اشعار کہے

اغلب یہ ہے کہ بلی "جاوید" کی گود میں دیکھی ہو گی

(ب د ، ۱۱۷)

کیے (ار) کیا (رک) کی جمع یا مغیرہ حالت ۔

دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغِ عشقِ اہلِ بیت

(برگِ گل ، ب ا ، ۲۰۷)

: فعل معروف کی علامت ۔

لے کے آئی ہے برائے خطبۂ نامِ سعید

(ب ا ، ۱۸۷)

کیا (ار) مصدر (کرنا (= عمل میں لانا) سے فعل ماضی : بنا دیا ۔

اور پرندوں کو کیا محوِ ترنم میں نے

(ابرِ کہسار ، ب د ، ۲۸)

: فعل ماضی مطلق کے ساتھ استمرار یا تسلسل کے معنی دیتا ہے ۔

پانی پیا کیا مری چشمِ زلال سے

(ب ا ، ۵۰۱)

کیا زندہ وطن کو : یعنی وطن میں ایک زندگی کی لہر دوڑا دی (نتیجہ تو کچھ لوگ مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ موافقت میں اور اس طرح غور و فکر کی قوتیں بیدار ہو گئیں ۔

مہدی کے تخیّل نے کیا زندہ وطن کو

(مہدی ، ض ک ، ۵۹)

کیا ہے حضرتِ یزداں نے دریاؤں کو طوفانی : (حسن کے جذباتِ عشق) بہ توفیقِ الٰہی دریاؤں میں تلاطم برپا کر دیتے ہیں ، کائنات میں عشقِ الٰہی کا طوفان مچا دیتے ہیں ۔*

(حضرتِ انسان ، ا ، ح ، ۵۰)

کیا (ار) کلمۂ استفہام

: فعل یا اسم کیفیت مذکور کے متعلق محض استفسار کے معنی میں ۔

روشنی سے کیا بغل گیری ہے تیرا مدعا

(بچہ اور شمع ، ب د ، ۹۳)

کیا سے کیا ، ترقی سے تنزل پذیر ، آباد سے برباد ۔

*کیا کام تمہارا دیکھیے ۶۵۹ سطر آخر

ہائے اب کیا ہو گئی ہندوستاں کی سرزمیں
(مرزا غالب ، ب د ، ۲۷)

: کتنے حسن، خوشنمائی اور دیدہ زیبی کے ساتھ ؏
کانپتا پھرتا ہے کیا رنگ شفق کہسار پر
(ہمالہ ، ب د ، ۲۳)

: کتنی عظیم شے ؏
پر مجھے بھی تو دیکھ کیا ہوں میں
(عقل و دل ، ب د ، ۴۱)

: کس طرح ، کیونکر ؏
چھپے گی کیا کوئی شے بارگاہ حق کے محرم سے
(محبت ، ب د ، ۱۱۱)

: کس قدر یا کتنا زیادہ ؏
کیا بدنصیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں
(پرندے کی فریاد ، ب د ، ۳۷)

: بیکار ، بے فائدہ ، بے نتیجہ ؏
کیا عشق ایک زندگی مستعار کا
(۵ ، ب ج ، ۹۰)

: کیا مطلب ، کیا غرض ، کیا واسطہ ؏
صفائے دل کو کیا آئینہ رنگ تعلق سے
(تصویر درد ، ب د ، ۷۳)

: کس لیے ، کیوں (سبب دریافت کرنے کے لیے)
؏
پہ مری آغوش میں بیٹھے ہوئے جنبش ہے کیا
(بچہ اور شمع ، ب د ، ۹۳)

: جس سے سوال کیا جائے گا جواب سے اس کی ناواقفیت ظاہر کرنے کے موقع پر ؏
خرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے
(۳۳ ، ب ج ، ۵۵)

: کا کیا ذکر ، تو ایک طرف ؏
زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
(تصویر درد ، ب د ، ۷۳)

: کس کام کا ؏
چمن میں آہ کیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا
(تصویر درد ، ب د ، ۷۵)

: کتنے حسن کے ساتھ ؏
پھرتی ہے وادیوں میں کیا دختر خوش خرام ابر
(شاعر ، ب د ، ۲۱۰)

: بھی ؏
کیا زمیں کیا مہر و مہ کیا آسماں تو بتو
(ابلیس ، ا ح ، ۱۱)

: (استفہام انکاری) نہیں ، کچھ نہیں ؏
کام مجھ کو دیدۂ حکمت کے الجھیڑوں سے کیا
(گل رنگیں ، ب د ، ۲۴)

: کون سا ؏
راز وہ کیا ہے ترے سینے میں جو مستور ہے
(گل رنگیں ، ب د ، ۲۴)

: (تکرار کے موقع پر) چاہے (یہ ہو چاہے وہ)
شورش بزم طرب کیا عود کی تقریر کیا
(گورستان شاہی ، ب د ، ۱۵۰)

: کیسی یا کس کی ؏
تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز ہے کیا
(جواب شکوہ ، ب د ، ۱۹۹)

: ایسا لگتا ہے جیسے ؏
کیا تری فطرت روشن تھی مآل ہستی
(شیکسپیر ، ب د ، ۲۵۱)

: کتنے تھوڑے وقت کے لیے ؏
آہ کیا آئے ریاض دہر میں ہم کیا گئے
(گورستان شاہی ، ب د ، ۱۵۱)

: کتنی ذرا سی دیر میں ؏
آہ کیا آئے ریاض دہر میں ہم کیا گئے
(گورستان شاہی ، ب د ، ۱۵۱)

: کس قابل ، کون سا کام کرنے والا ؏
تھے تو آبا وہ تمھارے ہی مگر تم کیا ہو
(جواب شکوہ ، ب د ، ۲۰۱)

: کیا حقیقت ہے ، بالکل بے حقیقت ہے ؏
کیا مرا شوق اور کیا ہوں میں

(خطِ منظوم، ب ا، ۱۶۴)

: کیا غرض، کیا مطلب، کیا واسطہ ؏

تیرے آنے سے کیا یتیمی کو

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۵۸)

: کس بات کی، کس وجہ سے ؏

یہ کیا خوشی ہے کہ دل خود بخود یہ کہتا ہے

(فلاحِ قوم، ب ا، ۲۹)

کیا بات ہے: کوئی قباحت نہیں، کچھ فکر نہیں ؏

خیر کیا بات ہے تیتر ہے اگر دل تیرا

(دیگر، ب ا، ۴۱۵)

کیا بگڑتا ہے (ــ ارار) روزمرّہ: کیا نقصان ہے ؏

کوئی یہ پُوچھے کہ واعظ کا کیا بگڑتا ہے

(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

کیا پُوچھتے ہو: بہت تعریف کے قابل ہے، کیا پُوچھنا، کیا کہنا ؏

پُوچھتے کیا ہو مذہبِ اقبال

یہ گنہگار بُوترابی ہے

(غزلیات، ب ا، ۵۰۳)

کیا تماشا ہے (ار ع ار) روزمرّہ: کتنی عجیب بات ہے! عجیب انوکھی فطرت یا عادت ہے ؏

کیا تماشا ہے ردی کاغذ سے مَن جاتا ہے تُو

(طفلِ شیرخوار، ب د، ۲۰)

کیا تم سے کہوں: کس طرح سناؤں، کس زبان سے بیان کروں، کہتے ہوئے دل دکھتا ہے ؏

کیا تم سے کہوں کیا چمن افروز کلی ہے

(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۵)

کیا تھی (ار ار) روزمرّہ: کچھ بھی نہیں تھی ؏

نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی

(غزلیات، ب د، ۹۸)

کیا جانے (ار): نہ جانے، کچھ معلوم نہیں، خدا ہی کو خبر ہے ؏

دستِ قدرت نے اسے کیا جانے کیوں عریاں کیا

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

کیا جانیے (ار): خدا جانے، نہ معلوم ؏

نکلی تو لبِ اقبال سے ہے کیا جانیے کس کی ہے یہ صدا

(غزلیات، ب د، ۲۷۸)

کیا چیز ہے (ــ ف ار): کیا حقیقت رکھتی ہے، کس شمار قطار میں ہے، بالکل بے حقیقت اور معمولی چیز ہے ؏

تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

کیا حاصل (ار ع): کیا فائدہ! کچھ فائدہ نہیں، بے فائدہ بات ہے ؏

زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل

(تصویرِ درد، ب د، ۷۳)

کیا خبر تھی: یہ معلوم نہیں تھا ؏

کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

(تعلیم اور اس کے نتائج، ب د، ۲۰۹)

کیا خُوب (ــ ف): بہت اچھا ہے، بہت اچھا ہو ؏

یہ وصل مدام ہو تو کیا خُوب

(دو ستارے، ب د، ۱۴۸)

کیا دھرا ہے (ار) رک دھرا کیا ہے

کیا دیکھا (ار): کچھ نہ دیکھا، بیکار دیکھا، دیکھنے سے کیا فائدہ ہوا ؏

کنویں میں تُو نے یُوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا

(تصویرِ درد، ب د، ۷۳)

کیا سے کیا (ار): تبدیل، بُری حالت سے اچھی حالت میں تبدیل ؏

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۵)

کیا قیامت ہے: کتنی غضب کی بات ہے، کتنا بڑا جرم ہے ؏

کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمّازِ چمن

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)[1]

کیا کام ترا: تیرے دین کو پھیلایا ؏

---

[1] یہ صفحہ ۶۵۷ سطر ۲۲ کے بعد کا مضمون ہے

قوت بازوئے مسلم نے کیا کام ترا
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

کیا کہنا (ا ر) (طنز یہ) : بڑی بری یا قابل تنفر بات ہے ع
ذرا سی چیز ہے اس پر غرور کیا کہنا
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)
: اس سے اچھی اور کیا بات ہے، بڑی اچھی بات ہے ع
یہ اگر راہ پر آجائیں تو پھر کیا کہنا
(فریادِ امت، ب ا، ۱۵۸)

کیا کہیے (ا ر)
: کیا بیان کروں، کیا تفصیلات سناؤں ع
جان پر آبنی ہے کیا کہیے
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)
: (کسی کی) کیا شکایت کروں ع
اپنی قسمت بری ہے کیا کہیے
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)
: اس کا کیا علاج ہے ع
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے
(نکتۂ توحید، ض ک، ۵۳)

کیا کیا (ا ر) : کتنی زیادہ، بے شمار ع
حیات تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
(تہذیب حاضر، ب د، ۲۲۵)

کیا کیا کچھ (ا ر) : بہت کچھ ع
عالم جوشش جنوں میں ہے روا کیا کیا کچھ
(ب ا، ۵۰۲)

کیا مزا بلبل کو آیا الخ یہ غزل ماہ نامہ زبان دہلی (نومبر ۱۸۹۳ء) میں شائع ہوئی تھی۔
(ب ا، ۳۷۹)

کیا منہ ہے : کیا بساط ہے، کیا حیثیت ہے ع
میرا کیا منہ ہے کہ اس سرکار میں جاؤں مگر
(برگ گل، ب ا، ۱۷۶)

کیا ہے (ا ر) روز مرہ
: وہ نہیں ہے بلکہ ع
مقام کیا ہے سرود و خروش ہے گویا
(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)
: کیا وجہ ہے ع
آج یہ کیا ہے کہ ہم پر ہے عنایت اتنی
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)
: کچھ نہیں، ہیچ ہے ع
نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
(۲۵، ب ج، ۴۸)
: کیا خاک ہے ع
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے
(۲۵، ب ج، ۴۸)
: کسے کہتے ہیں ع
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے
(۲۵، ب ج، ۴۸)
: کیا ہونا ہے، کیا ہوگا ع
کہ جانتا ہوں مآل سکندری کیا ہے
(۲۵، ب ج، ۴۸)

کیڑا (ا ر) : چھوٹا سا رینگنے والا جانور ع
کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا
(ہمدردی، ب د، ۳۵)

کیسا (ا ر) صفت : کا کیا ذکر، کہاں کا (نفی فعل کے موقع پر)
وصل کیسا یاں تو اک قرب فراق آمیز ہے
(صدائے درد، ب د، ۴۲)
: کن اوصاف کا، کس قسم کا (جواب میں) اچھا یا برا؟
پابندی احکام شریعت میں ہے کیسا
(زہد اور رندی، ب د، ۵۱)
: کیوں، کس وجہ سے ع
تیری جان ناشکیبا میں ہے کیسا اضطراب
(شعاع آفتاب، ب د، ۲۳۷)
: کتنا عظیم ع
اسے علقۂ درویشاں وہ مرد خدا کیسا
(۴۲، ب ج، ۲۶)

کیسی (ا ر) کلمۂ استفہام
: کس طرح کی، کس وجہ سے، کیوں ؟
کیسی حیرانی ہے یہ اے طفلکِ پروانہ خو
(بچہ اور شمع، ب د ۹۲)

: کتنی زیادہ ؟
نیلی آنکھوں سے ٹپکتی ہے ذکاوت کیسی
(...کسی گود میں بلی کو دیکھ کر، ب د ۱۱۷)

: کتنی اچھی، کتنی خوشگوار ؟
چلی نسیم یہ کیسی کہ پڑ گئی ٹھنڈک
(فلاح قوم، ب ا، پہلا ایڈیشن ۲۹)

کیسے (ا ر) کیسا (رک) کی جمع
: مزاج کا حال دریافت کرنے کے لیے (بے تکلفی کے موقع پر جمع مستعمل) ؟
کیوں بڑی بی مزاج کیسے ہیں
(ایک گائے اور بکری، ب د ۳۲)

: کتنے زیادہ ؟
غافل آداب سے سکان زمیں کیسے ہیں
(جواب شکوہ، ب د ۱۹۹)

کیش (ف) مذکر: طریقہ، مذہب و مسلک (رک تلون کیش)

کیف (ع) مذکر: کیفیت (جو 'کیسا' کے جواب میں بولا جائے)[~]
عالم کیف ہے دانائے رموز کم ہے
(جواب شکوہ، ب د ۲۰۷)

: لطف، مزہ، نشہ (رک کیف صہبائے امیر)

کیفِ صہبائے امیر (ع ع ع) مذکر، کیف (= نشہ، بیخودی) + اضافت + صہبا (= شراب) + ے (علامت اضافت) + امیر (= مشہور شاعر، امیر مینائی): امیر مینائی کے دلکش انگیز اشعار کا لطف (امیر کے اشعار کی تشبیہ صہبا سے دو بنا پر بہت بر محل ہے ایک اس لیے کہ امیر ساقی نامے کے شعر بہت خوب کہتے تھے دوسرے اس لیے کہ مینائی ان کے تخلص کے ساتھ لگا ہوا ہے اور مینا شراب کی صراحی کو بھی کہتے ہیں۔ اس شعر میں ایہام کی صنعت ہے): ع
چشمِ محفل میں ہے اب تک کیفِ صہبائے امیر
(داغ، ب د ۸۹)

کیفِ غم (ع ع) کیف، غم عشق الٰہی کی لذت ؟
اس میں وہ کیفِ غم نہیں مجھ کو تو خانہ ساز دے
(پیام، ب د ۱۱۳)

کیفِ یک گونہ (ع ف ف) مذکر، کیف (= کیفیت سرور، مستی) + اضافت + یک (رک) + گونہ (= قسم کا، طرح کا): ایک طرح کا سرور یا مستی ؟
کیف یک گونہ زمانے میں حقیقت ہے مگر
(ب ا ۱۹۲)

کیفیت (ع) مونث [~]
: بیخودی اور محویت کا عالم ؟
نہ پوچھ مجھ سے جو ہے کیفیت مرے دل کی
(کنار راوی، ب د ۲۴)

: لطف، مزہ ؟
کیفیت باقی پرانے کوہ و صحرا میں نہیں
(شمع اور شاعر، شمع، ب د ۱۹۱)

: جذبہ ؟
دل کی کیفیت ہے پیدا پردۂ تقریر میں
(شمع اور شاعر، شمع، ب د ۱۹۳)

: حالت، صورت حال ؟
کتنے لگا کر دیکھ تو کیفیت خزاں
(شبلی و حالی، ب د ۲۷۲)

کیمیا (یو) عربی میں بمعنی زرسازی

[~] علم حکمت کی اصطلاح، نو اعراض میں سے ایک، باقی آٹھ یہ ہیں: کم (کتنا)، فعل (تاثیر کرنا)، انفعال (اثر لینا)، ملک (مالک ہونا)، وضع (حالت)، اضافت (کس کا)، این (کہاں)، متیٰ (کب)

[~] اصل لفظ کیفیّت ہے۔

: دھات کی ماہیئت جڑی بوٹیوں وغیرہ سے بدل کر انھیں سونا بنا دینے کا فن ہے

کیمیا سے بھی سوا ہے تیری خاک در مجھے
(برگ گل، ب ا، ۱۷۵)

: پست ذہنیت کو اعلیٰ ذہنیت میں بدل دینے والا ہے

مقام گفتگو کیا ہے اگر میں کیمیاگر ہوں
(۳۳، ب ج، ۵۵)

کیمیاگر (— ف) صفت: ادنیٰ دھات کو امر دیہ وغیرہ سے اعلیٰ بنا دینے والا، مراد نور حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس کے پرتو سے کل کائنات پیدا ہوئی ہے

سنا ہے عالم بالا میں کوئی کیمیاگر تھا
(محبت، ب د، ۱۱۱)

: مراد برطانیہ کی امداد جو ترکوں پر حملہ کرنے والی فوج کے لیے کیمیا سے کم نہ تھی ہے

غبار رہ گزر ہیں کیمیا پر ناز تھا جن کو
(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۲)

کین (ف) مذکر: کینہ، عداوت، دشمنی، بغض وحسد ہے

دلوں میں ہوتا ہے جس دم غبار کیں پیدا
(ب ا، ۳۴۱)

کینہ (ف) مذکر: بغض، عداوت، کپٹ۔

کینہ پرور (— ف) صفت، کینہ + پرور (رک): دل میں کپٹ رکھنے والا، شتر کینہ، جس کے دل سے بغض کسی حال دور نہ ہو ہے

رہیلہ کس قدر ظالم جفا جو کینہ پرور تھا
(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۷)

کیواں (ف ف) مذکر، کے (= بزرگ) + واں (= مانند)

: زحل ستارے کا نام جو بہت بلند ہے

کیواں حشم (— ع) صفت، کیواں + حشم (رک): زحل ستارے کی طرح دبدبے والا ہے

مسند آرائے وزارت راجۂ کیواں حشم
(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۴)

کیوں (ار) کلمۂ استفہام

: کچھ پوچھنے کے موقع پر مخاطب کرنے کے لیے ہے

کیوں بڑی بی مزاج کیسے ہیں
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

: کس غرض سے، کس سبب سے ہے

دست قدرت نے اسے کیا جانے کیوں عریاں کیا
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

کیونکر (ار)

: کن حالات میں ہے

کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

: کس طرح ہے

اور اسیر حلقۂ دام ہوا کیونکر ہوا
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

: کن اسباب سے ہے

مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

: کسی طرح نہیں

مرغ دل دام تمنا سے رہا کیونکر ہوا
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

: استفہام انکاری، کس طرح؟ فعل کے ساتھ مل کر نفی فعل کے معنی میں ہے

غم میں کیونکر چھوڑ دیں گے شافع محشر مجھے
(برگ گل، ب ا، ۱۷۶)

(کیونکر چھوڑ دیں گے یعنی نہیں چھوڑیں گے)

: کن دلائل سے ہے

چارہ گر دیوانہ ہے میں لا دوا کیونکر ہوا
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

کئی (ف ف) صفت، کے (= بادشاہ، قدیم ایران کے چند بادشاہوں کا لقب) + ئی (لاحقۂ نسبت): شاہانہ ہے

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۰)

ہے یہ ۶۵ کا لفظ ہے جو کتابت کی غلطی سے یہاں درج ہو گیا

گ

گاتی ہوئی (ار) گانا (= سریلی آواز نکالنا) سے حالیہ تمام
: بہار میں دلکش آواز پیدا کرتی ہوئی ہے
آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

گار (ف) ترکیبات میں لاحقے کے طور پر مستعمل ہے
اور کرنے والا یا سبب یا پانے والا کے معنی میں مستعمل
ہے، جیسے علی الترتیب خدمت گار، یادگار، رستگار

گاڑھا (ار) مذکر: موٹے تار کا ہاتھ سے بنا ہوا ایک کپڑا
جس کا لباس بدیشی سامان کے بائیکاٹ کے دوران
بھارت کے سب ہندو اور کانگریسی مسلمان خاص طور
سے پابندی کے ساتھ پہنتے تھے، پہلے رضائی وغیرہ
میں بھی اکثر اسی کا استر دیا جاتا تھا ہے
گاڑھا ادھر ہے زیب بدن اور زرہ ادھر
(ب ا، ۲۶۵)

گاز (مورد) مذکر: گیس، تیزاب ہے
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۴)

گالیاں (ار): وہ کلمات جو کسی کو یا اس کی ماں بہن وغیرہ
کو برا کہنے کے لیے غصے میں زبان پر جاری ہوں۔ [illegible]
(جیسے الّو کا پٹھا) ہے
گالیاں دینا کسی کو دین کی خدمت نہیں
(رسید کی لوحِ تربت، ب ا، ۳۰۷)

گام (ف) مذکر: قدم (رک تیز گام)

گام زن (ف ت) صفت، گام (= قدم، پاؤں) +
زن (رک): قدم رکھنے والا، چلنے والا ہے
جو ہے راہِ عمل میں گام زن محبوبِ فطرت ہے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۱)

گانا (ار) فعل
: الاپنا، گیت سنانا (مکھی کا بھنبھنانا استعارتاً) ہے
پھر اس پہ قیامت ہے یہ اڑتے ہوئے گانا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

اسم
: الاپ، گیت، نغمہ ہے
گانا اسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سننے والے
(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۸)

گاندھی (ہ) مذکر: ہندوؤں کے ایک عظیم لیڈر کانگریس کی
روحِ رواں کا نام جنھوں نے بیسویں صدی کے اوائل
میں بدیشی سامان کے بائیکاٹ کی تحریک چلائی اور انگریز
حکمرانوں سے ہندوؤں کے سیاسی حقوق لینے اور بھارت
کو آزاد کرانے کے لیے عمر بھر سیاسی جنگ کرتے رہے
کتنی ہی دفعہ انھوں نے حصولِ حقوق کے لیے بھوک
ہڑتالیں کیں اور سول نافرمانی کر کے جیل میں گئے۔ آپ
تشدد) کے مخالف اور اہنسا (عدم تشدد) کے قائل تھے
چونکہ ظاہر میں وہ مسلمانوں کو بھی ملائے رکھنا چاہتے تھے
اس لیے بہت سے ہندو ان کے مخالف تھے، انھوں
نے ہندوؤں کی اتنی قومی خدمت کی کہ آخر کار مہاتما
گاندھی جی کہلائے۔ ایک جلسۂ عام میں ایک ہندو کے
ہاتھ سے مارے گئے ہے
گاندھی سے ایک روز یہ کہتے تھے مالوی

گاد (ف) مونث، گائے (رک) ہے
گرسنہ و شتر و گاد و پلنگ و خرلنگ
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

گاؤں~ (ار) مذکر: کچے مکانوں کی چھوٹی بستی جہاں عموماً
کسان آباد ہوتے ہیں ہے
گاؤں سے یاں کھینچ لایا ہے مجھے پڑھنے کا شوق
(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۱)

گاہ (ف) کلمۂ ظرفیت
: کبھی ہے
سنگِ رہ سے گاہ بچتی گاہ ٹکراتی ہوئی
(ہمالہ، ب د، ۲۳)
: جگہ، مقام ہے

~ صحیح املا گانو ہے۔ دیکھو ترتیب دیوان غالب و کلیات ظفر۔

بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

: وقت (رک سحر گاہی)

گاہ بالد چوں صنوبر گاہ نالد چوں رباب: کبھی صنوبر (رک) کی طرح بلند ہوتا ہے اور کبھی رباب (رک) کی طرح نالے کرتا ہے. مراد ہر قسم کی جدوجہد میں معروف ہے.
(چوتھا فقیر، ا ح، ۹۰)

گاہ بحیلہ می برد گاہ بزور میکشد
: کبھی کسی وسیلے اور ذریعے سے (یعنی سلوک سے) خدا تک لے جاتا ہے اور کبھی زور سے (یعنی جذب سے) کھینچ لیتا ہے
(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۴)

گاہے گاہے (ف) کلمۂ ظرف: کبھی کبھی کے
گاہے گاہے غلط آہنگ بھی ہوتا ہے سرِ دش
(۵۶، ب ج، ۵۰۷)

گاہے ماہے (ف ف): کبھی کبھی، بہت کم کے
گاہے ماہے ہلال آتا ہے
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۳)

گائے (ار) مونث
: ایک دودھ دینے والا جانور، بیل کی مادہ کے
پاس اک گائے کو کھڑے پایا
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲۶)
: استعارۃً ہندوستان کے ہندو کے
گائے اک روز ہوئی اونٹ سے یوں گرم سخن
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

گتھی (ار) مونث: وہ گرہ در گرہ جو دھاگے، ڈور یا تار وغیرہ کے الجھ جانے سے پڑ جاتی ہے. مراد پیچیدگی اور مشکل کے
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
(رباعیات، ب ج، ۸۷۷)

گجرا (ار) مذکر: پھولوں کا زیور جو عورتیں کلائیوں میں پہنتی ہیں اور جس میں دوہرے پھول گندھے ہوتے ہیں (جس میں اکہرے ہوں وہ ہار کہلاتا ہے) کے

ساید ہمیں میں پھولوں کے وہ گجرے خوشنما
(تعیشِ جوانی، ب ا، ۵۱۸)

گچھا (ار) مذکر: وہ حلقہ یا دھاگا وغیرہ جس میں متعدد کنجیاں ہوں کے
تا لیوں کا ہو کوئی گچھا کہ سونے کی گھڑی
(طفلِ شیر خوار، ب ا، ۳۱۸)

گدا (ف) مذکر
: فقیر کے
صورت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۱)
: محتاج کے
شاہیں گدائے دانۂ عصفور ہو گیا
(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۷)

گداگر (ف ف) صفت: گدا + گر (لاحقۂ صفت فاعلی)
: بھیک مانگنے والا کے
مجال کیا کہ گداگر ہو شاہ کا ہم دوش
(قربِ سلطان، ب د، ۲۰۹)
: مراد بھارت میں برطانیہ کی حکومت کے دور کا مسلمان (جو تعلیم صنعت اور تجارت ہر بات سے محروم تھا) کے
انگریز سمجھتا ہے مسلماں کو گداگر
(ہندی مسلمان، ض ک، ۲۶۷)

گدایانہ (ف ف) صفت، گدا + ی (لاحقۂ اتصال) + انہ (لاحقۂ صفت): فقیروں کی سی کے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے
(نکتۂ توحید، ض ک، ۵۳)

گداز (ف) مذکر، مصدر گداختن (= پگھلنا) سے فعلِ امر، نیز حاصل مصدر: نرم کے
یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے
(غزلیات، ب د، ۱۰۶)
: پگھلا ہوا، مراد سرگرم عمل کے
جہاں میں مانند شمع سوزاں میان محفل گداز ہو جا
(پیام عشق، ب د، ۱۳۰)

: پگھلنے یا پگھلانے کا عمل ہے
سرمایۂ گداز تھی جن کی صدائے درد
(شبلی و حالی، ب د ۲۲۲)

: مرکبات میں بمعنی صفت فاعلی مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر پگھلانے والا کے معنی دیتا ہے ہے
ایسا اثر ہے گریۂ آہن گداز نے
(اشک خوں، ب ا ۸۷)

گدازِ آرزو (ف ف) مذکر، گداز، مصدر گداختن (= پگھلنا، اثر لینا) سے حاصل مصدر + اضافت + آرزو (= تمنا، عشق): عشق سے متاثر ہونے کی کیفیت ہے
اور تیری زندگانی بے گدازِ آرزو
(گل رنگیں، ب د، ۴۲)

گدائی (ف) مونث
فقر و فاقہ، احتیاج ہے
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د ۱۸۰)

: بھیک مانگنے کا عمل ہے
مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
(خضر راہ، ب د ۲۶۵)

: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کی تخیل فارسی کے مشہور شاعر انوری کے کلام سے ماخوذ ہے۔ نظم کا ماحصل یہ ہے کہ ملوکیت بھی ایک قسم کی گدائی ہے۔
(ب ج ۱۱۶)

گڈریا (ار) مذکر: بھیڑ بکریاں چرانے والا، چرواہا، مراد امریکہ کا لینن جو لڑکپن میں مویشی چراتا تھا اور لکڑیاں بھی کاٹتا تھا بعد میں ذاتی محنت سے امریکہ کا صدر بن گیا
گڈریوں کو شاہنشہی اس نے دی ہے
(محنت، ب ا ۲۶۱)

گر [1] (ف) گار کی تخفیف، اسم کے بعد بطور لاحقہ مستعمل ہے اور فاعلیت (= کرنے والا) کے معنی دیتا ہے ہے
چارہ گر دیوانہ ہے میں لا دوا کیونکر ہوا
(غزلیات، ب د ۱۰۰)

گر [2] (ف) کلمۂ شرط: اگر (رک) کی تخفیف (رک گرحیات آپ نہ ہو الخ)

گر حیات آپ نہ ہو شارحِ اسرارِ حیات: اگر زندگی خود اپنے اسرار کی شرح اور وضاحت نہ کرے۔ یہاں پہلے لفظ حیات سے روح مراد ہے جو قرآن پاک کی رو سے "امرِ رب" (خدا کے حکم) کا نام ہے۔ جب خدا کا امر اور روح دونوں ایک ہیں تو پھر یہی امر اسرارِ حیات کا شارح ٹھہرا۔ اب یہ امر جس ذریعے سے بندوں تک پہنچتا ہے اسے وحی کہتے ہیں۔

گر (ار) مذکر: مختصر قاعدہ جس میں غلطی نہ ہو، سہل اصول ہے
تجھے گر فقر و شاہی کا بتا دوں
(رباعیات، ب ج ۸۹)

گرامی (ف) صفت: بزرگ، محترم، معظم ہے
ہیں چشم جہاں میں تھوں گرامی
(جاوید سے [2]، ض ک ۸۸)

گرامی کی وفات پر: اس موضوع پر اقبال نے چند فارسی کے شعر کہے تھے جن کے مشکل لفظوں کا حل اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں درج ہے
(ب ا ۲۵۶)

گراں (ف) صفت: بھاری، ناگوار ہے
اہلِ گلشن پر گراں میری غزلخوانی نہیں
(وصال، ب د ۱۲۹)

: بیش قیمت، مہنگا ہے
تھے اگر گراں قیمت کبھی اب ہیں متاعِ کس مخر
(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د ۲۴۲)

: سخت مصیبت، پیغامِ موت ہے
گراں ہے چشم بینا دیدہ ور پر
(تصویر و مصور، ا ح ۱۷)

گراں خواب (ف ف) صفت، گراں + خواب (رک)، گہری نیند میں سونے والے، غافل، دنیا سے بے خبر ہے

گراں خواب چینی سنبھلنے لگے

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳/۲)

گراں خوابی (۔ ف ف) مونث، گراں، خواب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): گہری نیند سونا، غفلت میں پڑا رہنا (قب طلوعِ اسلام) ؎

افق سے آفتاب ابھرا گیا دورِ گراں خوابی

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۷)

گراں سیر (۔ ع) صفت، گراں + سیر (= چلنا): جس کو چلنا اور سفر کرنا سامان کی وجہ سے مشکل ہو ؎

ہے گراں سیر غمِ راحلہ و زاد سے تو

(۳۹، ب ج، ۶۱)

: دیر میں گزرنے والے، مشکل سے کٹنے والے ؎

کس طرح گراں سیر ہیں محکوم کے اوقات

(ہندی مکتب، ض ک، ۸۷)

گراں مایہ/گرانمایہ (ف ف) صفت، گراں (= بھاری) + مایہ (= پونجی، متاع): قیمتی اور نفیس ؎

ہے گہر ہائے گرانمایہ کا انجام شکست

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

گرانا (ار)

: بیہوش یا مدہوش کرکے زمین پر ڈال دینا ؎

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے

(ساقی، ب د، ۲۰۸)

گرت ہواست کہ با خضر ہم نشیں باشی

نہاں ز چشمِ سکندر چو آبِ حیواں باش

: اگر تیرے دل میں یہ خواہش ہے کہ حضرت خضر کا (جو اہل اللہ میں) صحبت نشین بنے تو پھر سکندر کی آنکھوں سے (جو بادشاہ ہے) اس طرح پوشیدہ ہو جا جیسے آبِ حیات اس کی آنکھوں سے پوشیدہ رہا۔

(ایک خط کے جواب میں، ب د، ۲۳۹)

گرتوں کو (ار): ان کو جو گر رہے ہوں ؎

مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

(ساقی، ب د، ۲۰۸)

ع

چارہ گر دیوانہ ہے میں لا دوا کیونکر ہوا

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

گرج (ار) مونث: بجلی کے کڑکنے کی آواز، رعد ؎

گرج کا شور نہیں ہے خموش ہے یہ گھٹا

(ابر، ب د، ۹۱)

گرچہ (ف)

: رک: اگرچہ جس کی یہ تخفیف ہے۔

: اگر ؎

کلفتِ غم گرچہ اس کے روز و شب سے دور ہے

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

گرد (ف) مونث، غبار، خاک۔

گردِ راہ (۔ ف) مونث، گرد + اضافت + راہ: مسافر کے قدموں کی چاپ سے اڑنے والی گرد ؎

ستارے جس کی گردِ راہ ہیں وہ کارواں تو ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۹)

گردِ صلیب (۔ ع) مونث، گرد (رک) + اضافت + صلیب (رک): سولی کا گرد و غبار جس سے عیسائیوں کی طرف اشارہ ہے ؎

گردِ صلیب گردِ قمر حلقہ زن ہوئی

(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۲)

گردِ کدورت (ف ع) مونث، گرد (= تاریکی) + اضافت + کدورت (= مراد) ملوثیت کی تاریکی کا غبار ؎

سکندر ہوں کہ آئینہ ہوں یا گردِ کدورت ہوں

(تصویرِ درد، ب د، ۶۱)

گردِ ملال (۔ ع) گرد + ملال (= رنج): رنج و غم کا غبار (غم کو غبار سے تشبیہ دی ہے) ؎

غازہ ہے آئینۂ دل کے لیے گردِ ملال

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۵)

گردِ وطن (۔ ع) مونث، گرد + اضافت + وطن (رک): وطن کو گرد سے تشبیہ دی ہے کیونکہ مسلمان کی نظر

میں روایتی وطن کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا بلکہ ساری دنیا اس کا وطن ہے

گرد (ف): مصدر گردیدن یا گشتن (= گھومنا، پھرنا) سے فعل امر۔ مرکبات میں مستعمل ہے اور صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک افق گردی)

گرد آلود (ــ ف) صفت ۔ گرد + آلود (رک): گرد و غبار میں بھرا ہوا ؏

پا سے گرد آلود دیتے ہیں مسافت کا پتا

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب ا، ۸۲)

گرد باد (ف ف) مذکر ۔ گرد (رک) + باد (رک): بگولا ؏

مصاحب نے صفت گردباد آپ اپنا

(ب ا، ۳۳۵)

گرد (ف) مذکر: چاروں طرف ؏

فائدہ پھر کیا جو گرد شمع پروانے رہے

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۶)

گرداب (ف) مذکر: وہ چکر جو ہوا سے پانی میں پڑتا ہے، بھنور (اس جگہ بھنور کو کان کی بالیوں سے تشبیہ دی ہے) ؏

بالیاں نہر کو گرداب کی پہناتا ہوں

(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۸)

گردش (ف، مونث: چکر، دورہ۔

گردشِ تاروں کا ہے مقدر

(دو ستارے، ب د، ۱۴۸)

: اُدھر سے اِدھر اور اِدھر سے اُدھر پھرنے کی کیفیت، جھکے ہونے کی حالت سے اوپر اُٹھنے کی صورتِ حال ؏

تری نگاہ کی گردش ہے میری رستاخیز ـــــ

ـــــ (۱۲، ضب ج، ۴۹۷)

: (شراب وغیرہ کا) دَور ؏

رونقِ میخانہ باقی گردشِ صہبا سے ہے

(نوعِ انساں کی محبت، ب ا، ۵۲)

گردشِ ایام (ف ع) مونث ۔ گردش + اضافت + ایام، یوم (= دن) کی جمع: رات دن کا چکر (جس سے رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات نمودار ہوتی ہے) ؏

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: زمانے کے مصائب ؏

کیا غم گردشِ ایام نے مجھے محزون

(فلاحِ قوم، ب ا، ۲۷)

گردشِ آدمی (ــ ف) گردش + آدمی (رک): انسان کا چکر، مراد ذوق و مستی عشق کی حالت ؏

گردشِ آدمی ہے اور گردشِ جام اور ہے

(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

گردشِ دوراں (ــ ع) مونث ۔ گردش + اضافت + دوراں (رک): زمانے کا تغیر یا انقلاب ؏

صدیاں ہزار گردشِ دوراں گزار دے

(اشکِ خوں، ب ا، ۹۱)

گردشِ شام و سحر کے درمیاں (ــ ف ف ع ار ف) گردش + اضافت + شام (غروبِ آفتاب کا وقت) + و (عطف) + سحر (= صبح) + کے (رک) + درمیاں (= بیچ میں): ہزاروں راتیں اور دن گزرنے کے باوجود ؏

تو جواں ہے گردشِ شام و سحر کے درمیاں

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

گردش میں پیمانہ رہنا (ار) رک پیمانہ گردش میں رہنا۔

گردن (ف) گلا ؏

ڈالتی ہے گردنِ گردوں میں جو اپنی کمند

(والدہ مرحومہ، ب د، ۲۳۳)

گردن بلند رہنا: فخر سے سر اونچا رہنا ؏

رہے جس سے دنیا میں گردن بلند

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۳۸)

گردن جھکنا (ار): کسی کی بزرگی کو تسلیم کرکے اس کے آگے سر خم کرنا، مرعوب ہو کر سر جھکا دینا۔

گردن نہ جھکی (ار): بزرگی کو تسلیم نہ کیا، (شاہی دبدبے سے) مرعوب نہ ہوئے، حضرت مجدد الف ثانی (رک)

اکبرِ اعظم کے دینِ الٰہی کے استیصال کی جدّ و جہد میں مصروف تھے۔ اسی دوران میں جہانگیر نے آپ کو دربار میں طلب کیا۔ آپ تشریف لے گئے اور سامنے پہنچتے ہی اسلامی اصول کے مطابق فرمایا "السلام علیکم" جہانگیر سجدۂ تعظیمی کا عادی تھا۔ اسے اس طرح بیباکی سے حضرت کا سلام کرنا سخت ناگوار گزرا۔ تیوری پر بل ڈال کر پوچھا کہ آپ آدابِ شاہی کیوں نہیں بجا لائے۔ فوراً فرمایا کہ یہ طریقہ شریعتِ محمدی کے خلاف ہے۔ اسلام اجازت نہیں دیتا کہ شاہوں کے سامنے سر جھکائیں جہانگیر اپنا سا منھ لے کر رہ گیا ؎

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

(پنجاب کے پیرزادوں سے، ب ج، ۱۵۹)

گردوں (ف) مذکر
: آسمان، کنایۃً (بھارت کا) ظالم حکمراں (جو غیر منقسم ہند میں اُس وقت برطانیہ تھا) ؎
چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۰)

: مُراد بلند پایہ قوم ؎
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

گردوں اسیر تھا : یعنی ساری دنیا غلام تھی
(تضمین بر شعرِ ابوطالب کلیم، ب د، ۲۲۱)

گردوں پایہ (ـ ف) صفت، گردوں + پایہ (رک) : آسمان کا درجہ رکھنے والی، بہت بلند، لائقِ احترام ؎
ہے تو گورستاں مگر یہ خاک گردوں پایہ ہے
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

گردوں کے شرارے : مُراد تارے ؎
شعلہ یہ کمتر ہے گردوں کے شراروں سے بھی کیا
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۳)

گردوں نوَرد (ـ ف) صفت، گردوں + نوَرد، مصدر نوَردیدن (= طے کرنا) سے فعلِ امر : آسمان تک پہنچنے والا مُراد بڑے بڑوں پر چھا جانے والا ؎
شعلۂ گردوں نورد اک مشتِ خاکستر میں تھا

(ہمایوں، ب د، ۲۵۴)

گردوں وقار (ـ ع) صفت، گردوں + وقار (= قدر و منزلت، جاہ و جلال) : آسمان کی طرح بلندی (مرتبہ) رکھنے والی ؎
اس زیاں خانے میں کوئی ملت گردوں وقار
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

گرفتار (ف) صفت
: پکڑا ہوا، قیدی، اسیر ؎
جس سے ہوتی ہے رہا روحِ گرفتارِ حیات
(نوائے غم، ب د، ۱۲۵)

: مبتلا ؎
کیوں گرفتارِ طلسمِ ہیچ مقداری ہے تو
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

: فکرِ ملت میں گھرا ہوا ؎
آزاد و گرفتار و تہی کیسہ و خورسند
(۱۶، ب ج، ۲۱)

: قابو میں، سائنس وغیرہ کے زور سے اس قدر قبضے میں کہ اس سے جیسا چاہے کام لے ؎
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
(زمانۂ حاضر کا انسان، ض ک، ۶۹)

گرفتاری (ف ف، گرفتار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : قید میں پھنسے ہونے کی کیفیت یا صورتِ حال ؎
اپنی آزادی بھی دیکھ ان کی گرفتاری بھی دیکھ
(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۲)

گرفتہ چینیاں احرام و مکّی خفتہ در بطحا : چین کے لوگ (دور و دراز سفر طے کر کے) حج کے لیے آ رہے ہیں اور مکے والے بڑے سو رہے ہیں (یہ حکیم سنائی کا مصرع ہے جو اقبال نے تضمین کیا ہے)
(۱، ب ج، ۲۴)

گُرگ (ف) مذکر : بھیڑیا ؎
ہر گرگ کو ہے برّۂ معصوم کی تلاش
(ابی سینیا، ض ک، ۱۴۵)

گرم (ف) صفت۔

: جس میں حرارت یا حدّت ہو، سردی کی ضد، نیز سرگرم، مشغول اور منہمک ہے

قلزمِ اسکندری اب تک ہے گرم ناز و نوش
(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۰)

: مشغول، معروف ہے

کس کی نمود کے لیے شام و سحر ہیں گرم سیر
(۴، ب ج ۲۸۱)

: جوش پر، رونق یا بہار پہ ہے

ہے گرمی آدم سے ہنگامۂ عالم گرم
(لالۂ صحرا، ب ج، ۱۲۲)

: شعلۂ محبت کو بھڑکانے والا ہے

بادہ دیرینہ ہو اور گرم ہو ایسا کہ گداز
(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

گرمِ اختلاط (ـ ع) صفت، گرم + اختلاط (= میل جول): اپنے پرائے سے بے تکلّفی تواضع کے ساتھ ملنے جلنے والے، مہمان نواز ہے

خوش دل و گرم اختلاط سادہ و روشن جبیں
(مسجدِ قرطبہ، ب ج ۹۸)

گرمِ تقاضا (ـ ع) صفت، گرم + اضافت + تقاضا (رک)، معروفِ عمل ہے

وہ چمک اٹھا افق گرم تقاضا تو بھی ہو
(نویدِ صبح، ب د، ۲۱۱)

گرمِ تماشا (ف ع) صفت، گرم + اضافت + تماشا (= نظارہ): مشاہدے یا نظارے میں مشغول ہے

ذرّ مسجودِ ملک گرم تماشا ہی رہا
(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

گرمِ جوش (ـ ف) صفت، گرم + جوش (رک): پُر جوش طور پر متوجّہ اور گرم عمل ہے

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

گرم جوشی: گرم جوش (رک) کا اسم کیفیت ہے

دمِ رخصت وہ گرم جوشی ہے
(خدا حافظ، ب ا، ۵۴)

گرمِ ستیز (ـ ف) صفت، گرم + ستیز (= لڑائی، مقابلہ): مقابلہ کرنے میں مشغول ہے

ہوا ہے موج سے ملّاح جس کا گرم ستیز
(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)

گرمِ سخن (ـ ف) صفت، گرم + سخن (رک): گفتگو میں مشغول، ہمکلام ہے

کہنے اک روز ہوئی اونٹ سے یوں گرم سخن
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

گرم گفتاری (ـ ف ف) مؤنث، گرم + گفتار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): بڑھ بڑھ کے اور سینہ تان کے مقابلہ کرنے کی صورتِ حال ہے

اس حریفِ بے زباں کی گرم گفتاری کو دیکھ
(غرّۂ شوال، ب د، ۱۸۲)

گرمِ نیاز (ف ف) صفت، گرم + اضافت + نیاز (= عاجزی): عاجزی یا ذلت میں گرفتار ہے

ناز زیبا تھا تجھے تو ہے مگر گرم نیاز
(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۵)

گرم ہونا: غصہ کرنا ہے

گرم ہم پر کبھی ہوتا ہے جو وہ آے اقبال
(ب ا، ۳۸۰)

گرما کے (ار): جوش میں بھر کے غضبناک ہو کے ہے

گرما کے مثلِ صاعقۂ طور ہو گیا
(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۱۷۱)

گرمانا (ار) (خون میں) حرارت یا جولانی پیدا کر دینا، جوش دلانا ہے

گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے
(فرمانِ خدا، ب ج ۱۱۰)

گرمی (ف) مؤنث

: حدّت، حرارت (جو جسم کو جلا دے) ہے

جو پھول مہر کی گرمی سے سو چلے تھے اٹھے
(ابر، ب د، ۹۱)

: رک: شعر کی گرمی

: چہل پہل اور رونق ہے

دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمیِ محفل کی یاد

(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۵)

: سرگرمی، عملی جدوجہد ہے

ہے گرمی آدم سے ہنگامۂ عالم گرم

(لالۂ صحرا، ب ج، ۱۲۲)

گرمیِ آواز (۔ ف) مونث، گرمی + اضافت + آواز (ک) : آواز میں دل کو پگھلا دینے کی کیفیت ہے

سرمایہ دارِ گرمیِ آواز خامشی

(موٹر، ب د، ۱۷۸)

گرمیِ رُخسار (۔ ف)، مونث، گرمی + اضافت + رخسار (= چہرہ) : محبوب کے جمال یا جلوۂ محمدی کی حرارت (جس سے دل پگھل گئے) ہے

پھونک دی گرمیِ رخسار سے محفل تو نے

(شکوہ، ب د، ۱۷۸)

گرمیِ رفتار (۔ ف)، مونث، گرمی + اضافت + رفتار (ک) : پُرعزم طریق کار ہے

بے سُود نہیں رُوس کی یہ گرمیِ رفتار

(اشتراکیت، ض ک، ۱۳۶)

گرمیِ فریاد (۔ ف)، مونث، گرمی + فریاد (ک) : قمری کے نالوں کا سوز جو درختِ شمشاد پر بیٹھ کر چِلّاتی ہے ہے

دل سوختۂ گرمیِ فریاد ہے شمشاد

(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۶)

گرمیِ گفتار (۔ ف)، مونث، گرمی + گفتار (ک) : تقریر کا جوش و خروش ہے

گرمیِ گفتار اعضائے مجلس الاماں

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۱)

گرمیِ محفل (۔ ع) مونث، گرمی + اضافت + محفل (ک) : محفل کو گرمانے اور جوش میں لانے والا ہے

مرا سوزِ دروں پھر گرمیِ محفل نہ بن جائے

(۶، ب ج، ۱۰۵)

گرمیِ مہر کی پروردہ (۔ ف) (ف) گرمی + اضافت + مہر (ک) + کی (ک) + پروردہ (ک) : سُورج کی گرمی میں پرورش پانے والی، مُراد یہ کہ جہاں شدید گرمی پڑتی ہے ہے

گرمیِ مہر کی پروردہ ہلالی دنیا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۶)

گرمیِ یومُ النشُور، گرمی + یوم النشور (ک) : قیامت کے دن کی سی گرمی، مُراد عشقِ خدا و رسولؐ کا کمال جوش ہے

تیرے نفس میں نہیں گرمیِ یومُ النشور

(غزل، ض ک، ۵۱)

گِرنا (ا)

: اوپر سے نیچے آ پڑنا ہے

نکمہ کوئی گرا ہے جناب کی قبا کا

(جگنو، ب د، ۸۴)

: ٹپکنا ہے

یقیں ہے مجھ کو گرے رگِ گل سے قطرہ انسان کے لہو کا

(غزلیات، ب د، ۱۳۷)

: کھڑے یا بیٹھے رہنے کی حالت سے بے اختیاری میں زمین پر آ پڑنا یا دراز ہو جانا ہے

سنا ہے میں نے سینائے عشق میں بھی اقبال

کوئی مقام ہے غش کھا کے گرنے والوں کا

(غزلیات، ب ا، ۵۸۸)

گِرَو (ف) صفت : گروی، رہن کیا ہوا، مُراد مطیع ہے

جاں بھی گروِ غیر بدن بھی گروِ غیر

(ذکر، ض ک، ۱۵۱)

گروِ عجم (ف ع) صفت، گرو + اضافت + عجم (= گونگا، مُراد عرب کے علاوہ ساری دنیا) : غیر اسلامی تہذیب میں مبتلا ہے

ترا دل حرم گروِ عجم ترا دیں خریدہ کافری

(دین اور تعلیم، ب د، ۲۵۲)

گرویدہ (ف) صفت، مصدر گرویدن (= فریفتہ ہونا) سے حالیۂ تمام : مائل، شیفتہ، فریفتہ ہے

سنگِ تربت ہے مرا گرویدۂ تقریر دیکھ

(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۴۵)

گرویدۂ تقریر (۔ ف ع) صفت، گرویدہ + ۂ (علامت اضافت) + تقریر (= گفتگو) : گفتگو کا مشتاق ہے

کیا تسلّی ہو مگر گردیدۂ تقریر کو
(نالۂ فراق، ب د، ۷۸)

گِرَہ (ف) مونث: گانٹھ جو کپڑے وغیرہ کے دو سروں میں باندھی جاتی ہے۔

گرہ غنچے کی وا کر دے: غنچے کا استعارہ مسلمان ہے مراد یہ ہے کہ غنچوں یعنی مسلمانوں کے دل میں جو بستگی ہے اسے دور کر دے تاکہ انھیں اطمینانِ قلبی حاصل ہو جائے۔
خروشِ آموزِ بلبل ہو گرہ غنچے کی وا کر دے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۳)

گرہ کُشاے (-ف) صفت، گرہ + کُشاے (رک کُشا جس کے آگے یاے مجہول زائد ہے): گرہ کھولنے والا، مشکلات کا حل کرنے والا۔
عشق گرہ کشاے کا فیض نہیں ہے عام ابھی
(فرشتوں کا گیت، ب ج، ۱۰۹)

گرہ کھولنا (-ار): مشکلات کو حل کر دینا۔
گرہ کھولی ہنر نے اس کے، گویا کارِ عالم سے
(محبت، ب د، ۱۱۱)

گرہ میں (-ار): ملکیت میں، پاس۔
مگر ہیں ان کی گرہ میں تمام یک دانہ
(دین و ہنر، ض ک، ۱۰۰)

گرہ میں باندھنا (ف ار ار)، گرہ (= گانٹھ، اسپند کے دانے اور انسان کے دل کا گرہ سے استعارہ کیا ہے) + میں + باندھنا (= لپیٹ کر بند کر لینا): دل میں بند رکھنا۔
سپند آسا گرہ میں باندھ رکھی ہے صدا تو نے
(تصویرِ درد، ب د، ۷۳)

گرہ وا ہونا (-ف ار): گتھی سلجھنا، عقدہ حل ہونا، مقصد واضح ہونا۔
خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیونکر
(روح، ض ک، ۸۰)

گِریاں (ف) صفت: مصدر گریستن (= رونا) سے صفت فاعلی: رونے والا۔

تیری صورت گاہ گریاں گاہ خنداں میں بھی ہوں
(طفلِ شیرخوار، ب د، ۶۷)

گِرے ہوے (-ار): شکستہ حال لوگ۔
گرے ہوؤں کو اٹھانا کمال احساں ہے
(ز ب ا، ۵۳۴)

گریباں (ف) مذکر: کرتے یا جامے کا وہ حصہ جو گلے کے نیچے یا چھاتی پر رہتا ہے۔
مراد سینہ۔
ہو جس کے گریباں میں ہنگامۂ رستاخیز
(۲، ب ج، ۲۶۶)

گریباں گیر (-ف) صفت، گریباں + گیر (رک): مجرم قرار دے کر باز پرس کرنے والا۔
شریعت کیوں گریباں گیر ہو ذوقِ تکلم کی
(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

گریباں لالہ چاک نہیں: مغنی کا نغمہ سن کر لالے کے کسی پھول نے جنونِ عشق میں اپنا گریبان چاک نہیں کیا مراد یہ کہ کسی پر نغموں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔
کسی چمن میں گریبانِ لالہ چاک نہیں
(شعر و موسیقی، ض ک، ۱۳۲)

گُریز (ف) مونث: بھاگنے کا عمل، فرار ہونے اور ہٹ جانے کی صورت حال۔
پھر سکھا تاریکیِ باطل کو آدابِ گریز
(نویدِ صبح، ب د، ۲۱۲)

گُریز پا (-ف) صفت، گریز + پا (= پانو): جانے والی، تیزی سے گزر جانے والی۔
نہ مجھ سے پوچھ کہ عمرِ گریز پا کیا ہے
(مسعود مرحوم، ا ح، ۲۵)

گُریزاں (ف) صفت: مصدر گریختن (= بھاگنا) سے صفت فاعلی: بھاگنے والی۔
زحمتِ تنگیِ دریا سے گریزاں ہوں میں

---

۱ صحیح یاے مجہول سے مگر اردو میں یاے معروف سے مستعمل ہے

(موجِ دریا، ب د، ۶۲)

گریزاں ہونا (-ار) : بھاگنا، دُور ہونا ؎
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۵)

گریہ (ف) مذکر : رونے کی کیفیت، مراداً آنسو ؎
پانی کی بوند گریۂ شبنم کا نام ہو
(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

گریہ ساماں (- ف) صفت، گریہ + ساماں (رک) : رونے والا، رونے میں مشغول ؎
گریہ ساماں میں کہ میرے دل میں ہے طوفانِ اشک
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۴)

گریۂ آدم (- ف ع) مذکر : زمین پر آنے کے بعد آدم اور حوا میں جدائی ہوگئی۔ آدم مدت تک حوا کو ڈھونڈتے پھرے اور گریہ وزاری کرتے رہے، آخر ملاقات ہوگئی ؎
گریۂ آدم سرشت دُردِمانِ اہلِ درد
(دیگر، ب ا، ۴۱۰)

گریہ سرشار (ف) مذکر، گریہ + سرشار (= لبریز ہو کر چھلکنے والا) : ایسے نالے جن میں آنسو برابر جاری رہیں، جی کھول کر رونے کی کیفیت ؎
گریۂ سرشار سے بنیادِ جاں پائندہ ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۷)

گزا (ف) : گزند پہنچانے والا، مرکبات میں مستعمل ہے (رک جاں گزا)

گزارا (ف) مذکر : گزر بسر، نباہ ؎
اندھیرے کا ہو نور میں کیا گزارا
(موت اور عشق، ب د، ۵۸)

گزارنا (ار) بسر کرنا، تیر کرنا، ختم کرنا ؎
اڑنے چگنے میں دن گزارا
(ہمدردی، ب د، ۳۵)

گزر[1] (ف) مذکر
: رسائی، پہنچ ؎
ہوں زمیں پر گزر فلک پہ مرا
(عقل و دل، ب د، ۴۱)

: گزرنے کا عمل یا کیفیت (جیسے گزر اوقات)

گزر اوقات : گزر بسر ؎
پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گزر اوقات
(ابوالعلا معرّی، ب ج، ۱۵۶)

گزر[2] (ار) : چھوڑ دے، نظر انداز کر دے، دل میں راہ نہ دے، (اس نظریے کو) ترک کر دے ؎
تو ابھی رہگزر میں ہے قیدِ مقام سے گزر
(۵، ب ج، ۲۰۹)

گزر جا (ار) : آگے بڑھ جا ؎
جرأت ہے تو افکار کی دنیا سے گزر جا
(ماہر نفسیات سے، ب ج، ۱۶۷)

گزر جانا (ار) : بغیر ٹھہرے ہوئے راستے سے نکل جانا ؎
کسی بستی سے جو خاموش گزر جاتا ہوں
(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۸)

گزرگاہ (- ف) مونث، گزر + گاہ (رک) : گزرنے کی جگہ، مراد منازلِ نجوم ؎
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
(زمانۂ حاضر کا انسان، ض ک، ۶۹)

گزران (ار) مونث : گزارا، اوقات بسری ؎
واں کی گزران سے بچائے خدا
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

گزراں (ف) صفت : گزرنے والا، ایک حالت پر قائم نہ رہنے والا، فانی ؎
یارب یہ جہانِ گزراں خوب ہے لیکن
(۱۶، ب ج، ۲۰)

گزرنا (ار)
: بیت چکنا ؎
آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۷)

: ترک کر دینا ؎
کرے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
(پنجابی مسلمان، ض ک، ۶۱)

: مر جانا ہے
سُننے والے گزر گئے اے دل

(یتیم کا خطاب، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۶۳)

: چلنا، کسی طرف سے جانا ہے
او گزرنے والے ٹھوکر سے مٹا جانا مجھے

(ب ا، ۲۰ ۴)

گُزرے ہوئے طوفان : مُراد ماضی کے پُر جوش مسلمان جو اب زندہ نہیں اور جو طوفان کی طرح یہاں آئے اور فتح کر کے موت کی گود میں سو رہے ہے
آخری بادل ہیں اک گزرے ہوئے طُوفاں کے ہم

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۳)

گُزَشتَہ (ف) صفت : مصدر گزشتن (= گزرنا) سے حالیہ تمام : گزرے ہوئے، ماضی کے ہے
گزشتہ بادہ پرستوں کی یادگار ہوں تیں

(عید پر شعر لکھنے الخ، ب د، ۲۱۲)

گُستاخ (ف) صفت : بے ادب، بدتمیز ہے
شوخ و گستاخ یہ پستی کے مکیں کیسے ہیں

(جوابِ شکوہ، ب د، ۱۹۹)

گُستاخی (ف ف) مونث، گستاخ (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)
: محبت میں سرشار ہو کر محبوب کی شان میں ایسے الفاظ یا انداز کا استعمال جو عام لوگوں کی نگاہ میں، جو عشق کی لذتوں سے آشنا نہیں، خلاف ادب سمجھے جائیں لیکن درحقیقت وہ ادب کے خلاف ہیں یا نہیں اسے محبت کرنے والا جانے یا اس کا محبوب ہے
رمزیں ہیں محبت کی گستاخی و بیباکی

(۱۸، ب ج، ۴۱)

گُستَر (ف) : مصدر گستردن (= بچھانا) سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور صفت فاعل کے معنی دیتا ہے (رک جیسے گستر)۔

گُسَستَہ تار (ف ف) صفت، گسستہ، مصدر گسستن (= ٹوٹنا) سے حالیہ تمام + تار (رک) : جس کے تار ٹوٹے ہوئے ہوں ہے
گسستہ تار ہے تیری خودی کا ساز اب تک

(رومی، ض ک، ۱۲۱)

گَشت (ف) مونث : سیر، ہوا کھانے کے لیے ٹہلنے یا چلنے کا عمل ہے
گشت کے عالم میں دیکھا تھا اُسے

(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۶)

گُفتار (ف) مونث، مصدر گفتن (= کہنا، بولنا) سے حاصل مصدر : گفتگو، بات ہے
آنکھ وقفِ دیدِ تھی لب مائل گفتار تھا

(عہدِ طفلی، ب د، ۲۵)

: کلام، شعر ہے
فسوں تھا کوئی تیری گفتارکیا تھی

(غزلیات، ب د، ۹۹)

گفت رُومی "ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند"
می ندانی "اوّل آں بنیاد را ویراں کنند"
: رومی نے کہا ہے کہ جب کسی پرانے گھر کو آباد کرنا چاہتے ہیں تو یہ بات تمہیں خود ہی معلوم ہے کہ اول اس گھر کو توڑ پھوڑ کر ویران کرتے ہیں۔

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۳)

گُفتگُو (ف ف) مونث، گفت، مصدر گفتن (= کہنا) سے فعل ماضی + گو، مصدر گفتن سے فعل امر
: بات چیت، تقریر ہے
کہیں قریب تھا یہ گفتگو قمر نے سنی

(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۱۲)

: بحث و حجت ہے
مقام گفتگو کیا ہے اگر میں کیمیاگر ہوں

ہے شاید اقبال نے اس جگہ "بادہ پرستوں کا غمگسار" ... کیونکہ "بادہ خوار" کا قافیہ اُوپر آچکا ہے اور قطعے میں قافیے کی تکرار جائز نہیں

ہے علامت اقتباس میں لکھے ہوئے الفاظ رومی کے ہیں جو اصل مصرعوں میں محذوف ہیں۔ ان کے آغاز میں اقبال نے ایک ایک رکن (فاعلاتن) کا اضافہ کر کے انھیں بحرِ رمل مثمن محذوف میں بنا دیا ہے۔

(۳۳ ، ب ج ، ۵۵)

گفتگو کا محشر (ت ا ر ع ، گفتگو (مُراد انقلابی اشعار) + کا + محشر (رک) : قیامت کے ہنگامے کی طرح ہلچل مچا دینے والے اشعار ہے

زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اُٹھے گا گفتگو کا

(غزلیات ، ب د ، ۱۳۶)

گِل (ف) مونث : گارا جو اینٹوں کی چنائی میں کام آتا ہے ، مٹی ، گُوندھی ہوئی مٹی ہے

خشت و گِل کی فکر ہوتی ہے مکاں کے واسطے

(خفتگانِ خاک سے استفسار ، ب د ، ۳۹)

گُل (ف) مذکر

: پھول ، گلاب سُرخ ہے

اٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے

(تصویرِ درد ، ب د ، ۶۸)

: مراداً محبوب (جس کا ساقی سے بھی استعارہ کیا ہے) ہے

ہوا ہے گل فراقِ ساقی نامہرباں تک سے

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۲)

: مراد رُوحِ اسلام ہے

چھوڑ کر گل کو پریشاں کاروانِ بُو ہوا

(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۹۰)

: کِھلا ہوا پھول ، شگفتہ ہے

کلی زورِ نفس سے بھی وہاں گل ہو نہیں سکتی

(تضمین بر شعرِ صائب ، ب د ، ۴۴۳)

گُلِ آفتاب (- ف) گل + اضافت + آفتاب (رک)

: کلی (جو کہ اس سے پہلے مذکور ہے اس) کی مناسبت سے آفتاب کو پھول سے تشبیہ دی ہے (اور اس سے سُورج مکھی کا پھول مراد نہیں ہے) ہے

کلی سے رشکِ گلِ آفتاب مجھ کو کرے

(پھول کا تحفہ ، ب د ، ۱۵۸)

گُل بانگ / گُلبانگ (- ف) صفت ، گل + بانگ (رک) : خوشگوار آواز

گُل بانگِ اناالحق : اناالحق (رک) کی دلکش اور سریلی آواز ہے

خودگیری و خودداری و گلبانگِ اناالحق

(ملّازادہ ، ۱۱۶ ، ا ح ، ۳۸)

گُل بداماں : رک گل بدامن ہے

شگُفتہ تر جو چمن میں تھا عُروسِ گل بداماں تھا

(گلِ خزاں دیدہ ، ب ا ، ۵۱۴)

گُل بدامن (- ف ف) گل + ب (= میں) + دامن (رک) : دامن میں پھول بھرے ہوئے ، معمور ، آباد ہے

رنگ و آبِ زندگی سے گل بدامن ہے زمیں

(گورستانِ شاہی ، ب د ، ۱۵۰)

گُل برانداز (- ف) صفت ، گل + برانداز ، مصدر برانداختن (= ڈالنا ، پھینکنا) سے فعلِ امر : پھول برسانے والی مراد زندگی کے آثار پیدا کرنے والی ہے

گل برانداز ہے خونِ شہدا کی لالی

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۵)

گُل برسر (- ف ف) صفت ، گل + بر (= پر) + سر (رک) : سر پر پھول لادے ہوئے ، پھولوں سے لدی ہوئی ہے

اے کہ فیضِ نقشِ پا سے تیرے گل برسر زمیں

(دربارِ بہاولپور ، ب ا ، ۱۸۶)

گُل پاش / گُلپاش (- ف) صفت ، گل + پاش ، مصدر پاشیدن (= بکھیرنا) سے فعلِ امر : پھول بکھیرنے والا ہے

ابرِ کہسار ہوں گل پاش ہے دامن میرا

(ابرِ کہسار ، ب د ، ۲۷)

گُلِ پژمردہ : یہ بانگِ درا میں صوفیانہ تخیّل پر مشتمل ایک مختصر نظم کا عنوان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی رُوح اپنی اصل یعنی خالقِ رُوح پروردگارِ کائنات سے جُدا ہو گئی ہے اس لیے پژمردہ اور مضمحل رہتی ہے ، یہ خیال انھوں نے مولانا روم کے اس شعر سے اخذ کیا ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند - از جدائی ہا شکایت میکند

(ب د ، ۵۱)

: بانگِ درا میں اس نظم کے چھ شعر ہیں۔ گیارہ مزید اشعار

باقیات اقبال میں درج ہیں، یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اضافی شعر کہاں سے دستیاب ہوئے

(ب ا، ۳۰۳)

گُل پوش (ـ ف) صفت، گُل + پوش، مصدر پوشیدن (= پہننا) سے فعل امر: پھولوں کا لباس پہنے ہوئے، پھولوں کی چادر اوڑھے ہوئے ؎

شانِ پیشِیں اشک خونِ قوم سے گُل پوش ہے

(بلادِ اسلامیہ، ب ا، ۲۵۴)

گُل چیں / گُلچیں (ف ف) صفت، گُل + چیں، مصدر چیدن (= چننا، پھول توڑنا) سے فعل امر: پھول توڑنے والا، پھول چننے والا ؎

دستِ گلچیں کی جھٹک اس نے نہیں دیکھی کبھی

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: گلشن اسلام کی بہاروں کے دشمن ؎

خونِ گلچیں سے کلی رنگیں قبا ہو جائے گی

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۵)

گُل خَن (ـ ف) مؤنث، گُل (= شعلہ) + خن (= خانہ کی تخفیف): بھٹی، تنور ؎

ہیں خارِ خشک سپہو شعلۂ گلخن کے قابل ہوں

(ب ا، ۴۴)

گُل دَر گریباں (ـ ف ف) صفت، گُل + در (= میں) + گریباں (رک): گریبان میں پھول لگائے ہوئے (مراد خوشحال اور خوش وقت) ؎

یاد ہے تجھ کو کہ تو گُل در گریباں تھا کبھی

(نوعِ انسان کی محبت، ب ا، ۵۲۷)

گُل رَنگ / گُلرنگ (ـ ف) صفت، گُل + رنگ (رک): سُرخ، گلابی ؎

بڑھے سے نئے گلرنگ سے ہر شیشہ حلب کا

(شام و فلسطین، ض ک، ۱۵۶)

گُلِ رنگیں: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے، اس نظم میں مرکزی خیال کے طور پر شاعر نے اس بات پر زور دیا ہے کہ پھول اگرچہ بہت دلکش اور حسین ہے لیکن اس میں انسان کی طرح تفحص و تجسس کا مادہ نہیں۔ انسان اگرچہ سراپا سوز و گداز کا مرقع ہے لیکن اس میں ادراک حقائق کی لگن پائی جاتی ہے۔ سالِ تصنیف ۱۹۰۱ء

(ب د، ۲۴)

: اس عنوان کے تحت بانگِ درا میں جو نظم چھپی ہے اس میں چار بند درج ہیں۔ جب یہ پہلی دفعہ "مخزن"، لاہور میں شائع ہوئی تھی تو اس کے چھ بند تھے۔ باقی دو بند باقیاتِ اقبال میں درج ہیں۔

(ب ا، ۸۶)

گُل زار (گُلزار) (ـ ف) مذکر، گُل + زار (لاحقۂ ظرف): باغ، پھولوں کے کھلنے کی جگہ ؎

کبھی صحرا کبھی گلزار ہے مسکن میرا

(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۷)

گُل زار بن جاؤں (ـ ف امر): باغ و بہار ہو جاؤں، شرابِ عشق کے اثر سے خود گُل (یعنی محبوب) کا جلوہ مجھ میں نظر آنے لگے ؎

وہ میکش ہوں فروغ مے سے خود گلزار بن جاؤں

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

گُل زارِ ہست و بود: رک: چمن ہست و بود ؎

گُل زارِ ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ

(غزلیات، ب د، ۹۸)

گُلستاں / گُل ستاں (ف) مذکر، گُل (رک) + ستاں (لاحقۂ ظرفیت): پھولوں کی جگہ، باغ، چمن ؎

اس گلستاں میں بھی کیا ایسے نکیلے خار ہیں

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

: برادرانِ اسلامی کی صحبت یا محفل ؎

گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۳)

گُل ستاں زادہ (ـ ف ف) مذکر، گُل ستاں (رک)

ـ لام کے زبر اور لام ساکن دونوں طرح (گلِستاں یا گُلستاں) لکھ سکتے ہیں۔

+ زادہ ، مصدر زادن (= جننا ، پیدا کرنا) سے حالیہ تمام : باغ کا پیدا کیا ہوا یعنی درخت وغیرہ ؎

باغ میں خاموش جلسے گلستاں زادوں کے ہیں

(گورستانِ شاہی ، ب د ، ۱۵۲)

گلشن / گلشنِ کُن (ف ف ع) مذکر ، گل + شن (کلمۂ نسبت) باغ + کُن (رک)

: تخلیق کا باغ (اضافت تشبیہی ہے) ؎

یہ علم تھا کہ گلشن کن کی بہار دیکھ

(شمع ، ب د ، ۴۵)

: مراد باغِ اسلام ؎

ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی ہے

(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۹۳)

گلشن ریز (- ف) صفت ، گلشن + ریز (رک)

: باغ گرانے یا برسانے والا ، باغ پیدا کرنے والا

(دربار بہاول پور ، ب ا ، ۱۸۷)

گلشن میں : یعنی ایوان شاہی کے باغیچوں کی زندگی کے دور میں ، مسند شاہی پر بیٹھنے کے بعد ؎

بحر تھا صحرا میں تو گلشن میں مثل جو ہوا

(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۸۹)

گلشنِ ویمر (- ف جرمن) گلشن + اضافت + ویمر (= جرمنی کا ایک مشہور شہر جس میں گوئٹے (۱۷۴۹-۱۸۳۲ء) نامی شاعر کی قبر ہے جو پرواز تخیل میں غالب کا ہم پلہ تھا) : ویمر کا باغ یعنی سرزمین ؎

گلشن ویمر میں تیرا ہم نوا خوابیدہ ہے

(مرزا غالب ، ب د ، ۲۶)

گلِ شیراز (- ف) مذکر ، گل + اضافت + شیراز (رک)

: شیراز کے پھول یعنی حافظ و سعدی کا کلام جس کی مہک دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے (اور اس لیے وہ شگفتہ پھول کی مثل ہے) ؎

خندہ زن ہے غنچۂ دلی گل شیراز پر

(مرزا غالب ، ب د ، ۲۶)

گل فروشِ اشکِ شفق گوں (- ف ف ع ف) مذکر ، گل + فروش ، مصدر فروشیدن (= بیچنا) سے فعل امر + اضافت + اشک (= آنسو) + اضافت + شفق (= وہ سرخی جو طلوع و غروب کے وقت افق پر نظر آتی ہے) + گوں (= مثل ، طرح) : شفق جیسے سرخ آنسوؤں کے پھول بازار عام میں لانے والا ، مراد محبوب کی جدائی میں خود خون کے آنسو رونے والا ؎

اور گل فروش اشک شفق گوں کیا مجھے

(شمع ، ب د ، ۴۴)

گل فروشی (- ف) گل + فروش ، مصدر فروشیدن (= بیچنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) : گلاب سرخ کا بازار سا لگا دینے کی صورت حال ، پورا ماحول یا مضافات سرخ ہو جانے کی کیفیت ؎

شام کی ظلمت شفق کی گل فروشی میں ہے یہ

(بچہ اور شمع ، ب د ، ۹۲)

گل گشت (- ف) مونث ، گل + گشت (= سیر)

: پھولوں کی سیر ؎

اک جہاں آیا ہے گل گشت چمن کے واسطے

(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۲۱)

گل گوں (- ف) صفت ، گل + گوں (= رنگ)

: گلاب کے رنگ کا سرخ ، مراد خون ؎

دیدۂ غربت خراج اشک گلگوں کر ادا

(گورستان شاہی ، ب د ، ۱۵۰)

: سرخ رنگ کا گھوڑا ، گھوڑا ؎

سبھوں سے بڑھ کے رہے ان کے فہم کا گلگوں

(فلاح قوم ، ب ا ، ۱۳۱)

گل گونہ (- ف) مذکر ، گلگوں (رک) + ہ (علامت اسم)

: گلاب کے رنگ کا سرخ غازہ

گل گونہ فروش (- ف) صفت ، گلگونہ + فروش (رک)

: غازہ / سرخ بیچنے والا ؎

چہرہ روشن ہو تو کیا حاجت گلگونہ فروش

(۵۶ ، ب ج ، ۵۰۷)

گل گیر / گلگیر (- ف) مذکر نیز مونث : شمع یا چراغ کی بتی کترنے کی قینچی ؎

ہے پر پروانہ سے کار لب گلگیر آج

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۴)

گُل وبُلبُل کی خلوتیں : ذکرِ معراج میں ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ اور محبوبِ الٰہی کی اس خلوت کا استعارہ کیا ہے جو شبِ معراج حجابِ قدس میں قَابَ قَوسَین کی منزل پر حاصل تھی ؎

وہ بزمِ نازدہ گل وبلبل کی خلوتیں

(معراج، ب ا، ۲۲۴)

گلا (ار) مذکر : گردن۔

گلا گھونٹ دینا : آواز دبا دینا (مراد دنیاوی علوم اتنے ٹھونس دینا کہ پھر آواز کے ساتھ وہی نکلیں ؎

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا

(۲۳، ب ج، ۴۶)

گلابی (ف) مونث : شرابِ سرخ ؎

پھول ساغر کلی گلابی ہے

(ب ا، ۵۷۳)

گلو (ف) مذکر : گلا۔

مرے گلو میں ہے اک نغمہ جبرئیل آشوب

(۲۶، ب ج، ۴۹)

گلو افشار (ـ ف) صفت، گلو + افشار، مصدر افشاردن (= دبانا، دبنا، بھینچنا، بھچنا) سے فعل امر : گلے کو دبانے یا بھینچنے والا ؎

زندگانی کیا ہے اک طوقِ گلو افشار ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۰)

گلوبند (ف ف) مذکر، گلو (= گلا) + بند (رک) : گلے میں باندھنے کا ایک طلائی یا جواہرات کا جڑاؤ زیور (رک زمرد کا گلوبند)

گلہ (ف) مذکر : شکوہ، الاہنا ؎

بولی ایسا گلہ نہیں اچھا

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے برِصغیر میں انگریزوں کی حکومت کے دوران کہی تھی۔ اس نظم میں ہندیوں پر انگریزوں کے مظالم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے باشندگانِ ہند کو ظلم کے خلاف بغاوت پر ابھارا ہے۔

(ض ک، ۱۵۱)

گلہ مند (ـ ف) صفت، گلہ + مند (لاحقہ صفت) : گلہ کرنے والا، شاکی ؎

جو فقر ہوا تلخیٔ دوراں کا گلہ مند

(محراب گل افغان، ۱۲، ض ک، ۱۷۵)

گلۂ جور (ـ ف ع) مذکر، گلہ + ۂ (علامتِ اضافت) + جور (رک) : ظلم کا شکوہ، مراد اس ظلم کی شکایت کہ لڑکیوں کو جبراً پردے میں رکھا جاتا ہے ؎

گلۂ جور نہ ہو شکوۂ بیداد نہ ہو

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۵)

گلہری (ار) مونث : چوہے سے مشابہ ایک مٹیلے سفید رنگ اور رینگنے والے جانور کا نام جس کی پیٹھ پر سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں ؎

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری سے

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

گلی (ار) مونث : محلے کے اندر بیشتر مکان کے پیچھے کا تنگ راستہ جس میں عموماً کوڑا پھینکتے ہیں ؎

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

گلے کا ہار (ار) گلے سے ہار کی طرح لپٹا ہوا ؎

شبِ وصال کسی کے گلے کا ہار ہوں میں

(ب ا، ۴۳۸)

گلیم (ف) مذکر : کملی۔

گلیم بوذر (ـ ع) مذکر، گلیم + اضافت + بوذر حضرت رسالتمآب صلعم کے مقرب بارگاہ صحابی جناب ابوذر غفاری علیہ السلام کا زہد و ورع ؎

گلیم بوذر و دلق اویس و چادر زہرا

(ا، ب ج، ۲۲)

گلیم پوش (ـ ف) صفت، گلیم + پوش، مصدر پوشیدن (= پہننا) سے فعل امر : کملی لپیٹے والا ؎

گلیم پوش ہوں میں صاحب کلاہ نہیں

(محراب گل افغان، ض ک، ۱۷۸)

گلے ملنا (ار ار): ایک دوسرے سے لپٹنا، مراد (ذرّوں میں) ترکیب کا عمل شروع ہو جانا ہے

گلے ملنے لگے اٹھ اٹھ کے اپنے اپنے ہمدم سے

(محبت، ب د، ۱۱۲)

گُم (ف) صفت: کھویا ہوا، مفقود، جو پہلے ہو لیکن اب غائب ہو جائے، معدوم ہے

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم

(خوشحال خاں کی وصیت، ب ج، ۱۵۴)

گم اس میں ہیں آفاق: کل کائنات مومن کی طاقتوں کو دیکھ کر گم صم اور حیران ہے

مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

(کافر و مومن، ض ک، ۴۴)

گم کردہ راہ (ف ف ف) صفت، گم + کردہ، مصدر کردن (= کرنا) سے حالیۂ تمام + راہ (= راستہ): جو راستے سے بھٹک گیا ہو ہے

منزل کا اشتیاق ہے گم کردہ راہ ہوں

(شمع، ب د، ۴۶)

گم کرنا (- ار): کھو دینا، بھول جانا ہے

کیا گم تازہ پروازوں نے اپنا آشیاں لیکن

(تہذیب حاضر، ب د، ۲۲۵)

گم گشتہ (- ف) صفت، گم + گشتہ، مصدر گشتن (= ہونا) سے حالیۂ تمام: کھویا ہوا ہے

مرتبہ اپنے دل گم گشتہ کا کہنے کو ہیں

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۵)

گم گشتہ شے (- ف ع) صفت، گم + گشتہ (رک) + شے (رک): کھوئی ہوئی چیز، وہ حسنِ مطلق جو عالمِ ارواح میں رُوح کے ساتھ تھا اور اب مادّی دنیا میں آنے کے بعد نظر نہیں آتا، خالقِ عالم ہے

رُوح کو لیکن کسی گم گشتہ شے کی ہے تلاش

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

گم نام / گمنام (ف ف) صفت، گم (= کھویا ہوا) + نام (= کسی کا اسم معروف): جس کا نام (نک) کسی کو معلوم نہ ہو، غیر مشہور ہے

غربت میں آکے چمکا گمنام تھا وطن میں

(جگنو، ب د، ۸۴)

گُمان (ف) مذکر: شک و شبہ، احتمال، ظن، یقین کا مقابل ہے

یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۹)

گمان آبادِ ہستی (- ف ف) مذکر، گمان + آباد + اضافت + ہستی: دنیا جو کہ گمانوں کی ایک بستی ہے (اور جس کے رہنے والے عموماً یقین، یا یقینِ محکم سے محروم ہیں) ہے

گمان آبادِ ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

گناہ (ف) مذکر: جرم، سزا کے قابل عمل ہے

یہ رسمِ بزمِ فنا ہے اے دل گناہ ہے جنبشِ نظر بھی

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۱)

گُنبد (ف) مذکر: اوپر کو اٹھی ہوئی مدوّر قسم کی اور الٹے پیالے سے مشابہ چھت جس میں آواز گونجتی ہے

گنبدِ اخضر (- ع) مذکر، گنبد + اضافت + اخضر (= ہرا، مراد نیلگوں): (کنایۃً) آسمان ہے

بے دری میں ہے مثالِ گنبدِ اخضر زمیں

(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۹۰)

گنبدِ آبگینہ رنگ: ہرے رنگ کا گنبد جو آنحضرتؐ کے روضۂ اقدس پر بلند ہے اور جسے "گنبدِ خضرا" کہتے ہیں ہے

گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۳)

گنبدِ فلک (- ع) مذکر: آسمان کو اس کی شکل ظاہر کی بنا پر گنبد سے تشبیہ دی ہے ہے

غم فنا ہے تجھے گنبدِ فلک سے اتر

(اخترِ صبح، ب د، ۱۱۵)

گنبدِ بے در (- ف ف) مذکر، گنبد + اضافت + بے (رک) + در (= دروازہ): بغیر دروازے کا گنبد یعنی آسمان ہے

پھر بنی وہ گنبدِ بے در کھلا ہے آج

(معراج، ب ا، ۲۲۵)

گنبدِ گرداں (ـ ف)، مذکر، گنبد + اضافت + گرداں، مصدر گردیدن (= گھومنا) سے صفت فاعلی: گھومنے والا آسمان جو گنبد کی شکل سے مشابہ ہے (اور قدیم فلسفے کی نظر میں گردش کرتا رہتا ہے) ؎

تم بتا دو راز جو اس گنبدِ گرداں میں ہے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

گنبدِ گردوں: رک گنبدِ گرداں، کنایۃً باہم پھوٹ ڈالنے والے منافق، اُس دور کی حکومتِ برطانیہ کے ایجنٹ ؎

سمجھ گئے ہیں تری چال گنبدِ گردوں

(فلاحِ قوم، ب ا، ۳۰)

(نوٹ) اس شعر میں "سمجھ گئے" کا فاعل "ہم" (یعنی قوم) ہے۔

گنبدِ مینائی (ـ ف ف)، مذکر، گنبد + مینا (رک) + ئی (لاحقۂ نسبت): مراد آسمان ؎

یہ گنبدِ مینائی یہ عالمِ تنہائی

(لالۂ صحرا، ب ج، ۱۲۱)

گنج (ف) مذکر: خزانہ۔

گنجِ آب آورد (ـ ف ف)، مذکر، گنج + آب (= پانی) + آورد، مصدر آوردن (= لانا) سے فعل ماضی مطلق (جو حالیۂ تمام کے معنی بھی دیتا ہے): پانی (یعنی آنسوؤں) کا لایا ہوا خزانہ، مراد آنسوؤں کی جھڑی ؎

گنجِ آب آورد سے معمور ہے دامن مرا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۶)

گنجِ گراں مایہ (ف ف ف) مذکر، گنج (= خزانہ) + گراں مایہ (رک): قیمتی یا بیش بہا خزانہ ؎

حسن کا گنجِ گراں مایہ تجھے مل جاتا

(دل، ب د، ۶۱)

گنجینہ (ف) مذکر: خزانہ (مراد محبوبِ حقیقی کی تجلی) ؎

کہ مانند اس طرح وہ پوشیدہ گنجینہ نہیں آتا

(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲۹)

گندا (ار) صفت: (وہ انڈا) جو بگڑ گیا ہو، جس کے اندر زردی میں سرخ لکیر خون کی پڑ گئی ہو، جس میں بدبو آگئی ہو ؎

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

گنگا (ار) مونث: بھارت کے ایک مشہور دریا کا نام جو کوہ ہمالیہ کے مقام گنگوتری سے نکل کر بھارت کے مختلف علاقوں میں ہوتا ہوا مشرقی بنگال میں پہنچا اور خلیج بنگال میں گرتا ہے ؎

ہاں ڈبو دے اے محیطِ آب گنگا تو مجھے

(صدائے درد، ب د، ۴۲)

گنگا نہانا (ـ ار): ہندوؤں کے منت ماننے کا ایک طریقہ کہ اگر فلاں کام ہو گیا تو گنگا اشنان کریں گے ؎

آجائے موت اپنی تو گنگا نہائیں ہم

(ب ا، ۳۹۸)

گِننا (ار): شمار کرنا، یہ دیکھنا کہ تعداد میں کوئی چیز کتنی ہے ؎

بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

(جمہوریت، ض ک، ۱۴۹)

گنہگار (ف ف)، صفت، گنہ (گناہ (رک) کی تخفیف) + گار (لاحقۂ صفت فاعلی): خطادار، مجرم (اپنے لیے بطور تنبیہ مستعمل ہے) ؎

پوچھتے کیا ہو مذہبِ اقبال
یہ گنہگار بوترابی ہے

(غزلیات، ب ا، ۳۴۵)

گنوانا (ار): ضائع کرنا، برباد کرنا، کھونا ؎

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

گو (ف) کلمۂ شرط: اگرچہ ؎

گو شعر میں ہے رشکِ کلیم ہمدانی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

: چاہے ؎

تعلیم ہو گو فرنگیانہ

(جاوید سے ملا، ص ک، ۱۸۷)

گو (ف): مصدر گفتن (= کہنا) سے فعل امر: کہہ، زبان سے نکال ؎

صدا تربت سے آئی شکوۂ اہلِ جہاں کم گو

(عرفی، ب د، ۸۶، ۲۳)

گوارا (ف) صفت

: مرغوب، پسندیدہ ؎

نہیں آنکھ کو دید تیری گوارا

(عشق اور موت، ب د، ۸۵)

: برداشت ؎

زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۲)

گواہی (ف) مونث: کسی کے بیان یا عمل کی اپنے بیان سے تصدیق، شاہدی، شہادت ؎

دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

(وطنیت، ب د، ۱۹۰)

گوتم (س) مذکر: سدھارتھ گوتم جو مہاتما بدھ کے نام سے مشہور ہیں، ۵۶۷ سال قبل مسیح صوبہ بہار (بھارت) میں ایک راجا کے یہاں پیدا ہوئے جو کپل وستو میں راج کرتا تھا، تیس برس کی عمر میں وہ ترک دنیا کر کے ہمالیہ کے دامن میں جا بیٹھے اور دس برس کی ریاضت کے بعد اعلان کیا کہ مجھے "صحیح علم" حاصل ہو گیا ہے۔ اور اس مخلوق کو اپنے اصولوں پر چلنے کی دعوت دیتا ہوں، ان کے آٹھ اصول تھے جنھیں "دا انشٹنگ ماڑگ" کہتے ہیں۔ وہ اصول یہ تھے۔ صحیح خیال، صحیح عقیدہ، صحیح عمل، صحیح قول، صحیح کوشش، صحیح طریق معاش، صحیح گیان دھیان اور صحیح یادداشت ان سب اصول کا مرکزی نظریہ اور خیال یہ تھا کہ انسان کو اپنی زندگی کا ہر رخ "صحیح" رکھ کر ایسی پاک زندگی بسر کرنی چاہیے کہ کسی کو اس سے نقصان یا ایذا نہ پہنچے ان خیالات کی تبلیغ شروع ہوتے ہی لاکھوں آدمی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اور انھیں سب نے یک زبان ہو کر بدھ کا خطاب دے دیا جس کے معنی ہیں دردو شخص جس کی روح منور ہو، مہاتما گوتم کے ان اصولوں نے مساوات اور اخلاقی زندگی کا سبق دے کر ہندو دھرم کی خود بخود تردید کر دی جو ذات پات کے امتیاز پر مبنی ہے

(نانک، ب د، ۲۳۹)

گود/گودی (ار) مونث: آغوش، پہلو یا بغل کا وہ حصہ جس میں بچے کو لیتے ہیں ؎

شوخ تو ہو گی تو گودی سے اتاریں گے تجھے

(... کی گود میں بلی کو دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)

گودی میں کھیلنا (ار ار ار) گودی (= آغوش مراد دامن یا سرزمین) + میں + کھیلنا (= ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آنا جانا اور دوڑتے پھرنا): سرزمین پر بہنا ؎

گودی میں کھیلتی ہیں تیری ہزاروں ندیاں

(ترانۂ ہندی، ب د، ۸۳)

گور (ف) مونث: قبر، مدفن، مزار۔

گورستان (ف ف) مذکر، گور + ستان (لاحقۂ ظرف): قبرستان، مقبرہ۔

: جہاں سابق کیفیات اور حالتیں فنا ہو چکی ہوں ؎

یہ خموشی اس کے ہنگاموں کا گورستان ہے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۴۹)

گورستانِ شاہی: بادشاہوں کا مقبرہ، مراد دکن کے قطب شاہی سلاطین کے مزارات جن کی زیارت سے متاثر ہو کر اقبال نے یہ نظم کہی تھی۔ اس کے جتنے اشعار مخزن (جون ۱۹۱۰ء) میں چھپے تھے، بانگ درا میں ان سے چھ شعر کم ہیں جو صاحب باقیات نے اپنی تالیف میں مخزن سے نقل کیے ہیں۔

(گورستانِ شاہی، ب ا، ۲۵۵)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو سب سے پہلے جون ۱۹۱۰ء کے ماہنامۂ مخزن میں شائع ہوئی تھی۔ اس وقت اقبال نے اس کے ساتھ اپنے نوٹ میں لکھا تھا۔ "حیدرآباد کے مختصر قیام کے دنوں میں میرے عنایت فرما جناب نذر علی حیدری معتمد فنانس مجھے ایک شب ان شاندار مگر حسرتناک

قبروں کی زیارت کے لیے لے گئے جن میں سلاطین
قطب شاہی سو رہے ہیں۔ رات کی خاموشی اور
بادلوں میں سے چھن چھن کے آتی ہوئی چاندنی نے اُس
پُرحسرت منظر کے ساتھ مل کر میرے دل پر ایسا اثر کیا
جو کبھی فراموش نہ ہوگا۔ ذیل کی نظم انھیں بے شمار
تاثرات کا اظہار ہے"۔ یہ نظم فلسفے اور شاعری کے ایک
نہایت خوشگوار امتزاج کا نمونہ ہے جس میں علامہ نے
زندگی کی بے ثباتی کو موثر سے موثر طور پر واضح کیا ہے
(ب د، ۱۴۹)

گورِ غریباں (ف ع ف) مذکر، گور (= قبر) + اضافت
+ غریب (= مسافر) + ان (لاحقۂ جمع): مسافرانِ عدم
کی خواب گاہیں، قبرستان ہے
سوئے گورِ غریباں جب گئی زندوں کی بستی سے
(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

گورکن (ف ف) صفت، گور (= قبر) + کن، مصدر کندن
(= کھودنا) سے فعل امر: قبر کھودنے والا ہے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن
(خانقاہ، ب ج، ۱۶۱)

گوسفند (ف) مونث: بکری بکرا وغیرہ ہے
گوسفند و شتر و گاو و پلنگ و خر لنگ
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

گوسفندی (ف ف) مونث، گوسفند (رک) + ی (لاحقۂ
کیفیت): بزدلی ہے
نہ آہ سرد کہ ہے گوسفندی و مسکینی
(۶، ب ج ۳۰۶)

گوش (ف) مذکر: کان، سامعہ ہے
غلغلوں سے جس کے لذت گیر اب تک گوش ہے
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

گوش آشنا (ف ف) صفت، گوش + آشنا
(رک): جس سے کان مانوس ہیں ہے
وہ صدائے نغمۂ گوش آشنا آتی نہیں
(رفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۲۸۹)

گوش بر آواز (ف ف ف) متعلق فعل، گوش (= کان)
+ بر (= پر) + آواز (رک): ہر آواز پر کان لگا کر ہر بات
سننے کے لیے تیار ہے
اس چمن کی خامشی میں گوش بر آواز ہوں
(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۲۵)

گوش بہ دل (ف ف ف): دل کی طرف کان لگائے
ہوئے، دل کی آواز غور سے سننے کے لیے تیار ہے
مدام گوش بہ دل رہ یہ ساز ہے ایسا
(غزلیات، ب د، ۱۰۹)

گوش را چو پایۂ آوازِ غریباں کردہ ام
شانہ را مائل بہ گیسوئے پریشاں کردہ ام
: میں نے غریبوں کی آواز سننے کی طرف کان لگا رکھے ہیں
اور ہر شخص کے بکھرے ہوئے بالوں (یعنی پریشانیوں)
کی طرف اپنا شانہ جھکا دیا ہے
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۳)

گوشِ منتظر (ف ع) مذکر، گوش + منتظر (= انتظار
کرنے والا): وہ کان جو (پیام) سننے کی انتظار میں ہو ہے
سنا دیا گوشِ منتظر کو حجاز کی خامشی نے آخر
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

گوشہ (ف) مذکر: کونا ہے
تلاش گوشۂ عزلت میں پھر رہا ہوں میں
(فراق، ب د، ۱۳۱)

گولکنڈہ: رک جولاں گاہ عالمگیر (جس کے تحت یہ درج
ہے)

گولی سے فائدہ! (ا ا ر ع) گولی (= دوا کی چھوٹی سی گول
گول ٹکیا جو عموماً دیسی معالج دیتے ہیں) + سے (رک)
+ فائدہ! (= فائدہ نہیں): گولی سے کچھ فائدہ نہیں
ہوگا (کیونکہ اپنے یہاں کی ہے اور اس کا نام بھی اپنی
زبان میں ہے۔ انگریزی دوا سے جس کا نام بھی انگریزی
ہو ضرور فائدہ پہنچے گا (طنزیہ) ہے
تہذیب کے مریض کو گولی سے فائدہ!
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

گُوناگُوں (ف ف ف) صفت، گُوں (رنگ) + ا (اتصال) + گوں: قسم قسم اور رنگ رنگ کے، مختلف ؎
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناگوں
(۲، ب ج، ۲۷)

گونجنا (ار): آواز کا پھیلتے ہوئے بلند ہونا ؎
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

گُونہ (ف) صفت: طرح کا، وضع کا، قسم کا ؎
ہزار گُونہ فروغ و ہزار گونہ فراغ
(جاوید کے نام، ب ج، ۱۱۹)

گوہر (ف) مذکر
: موتی ؎
ہو درِ گوشِ عروسِ صبح وہ گوہر ہے تو
(آفتابِ صبح، ب د، ۴۸)
: مراد معرفت میں سرشار دل، نیز جلوۂ ایزدی ؎
ہیں مشتِ خاک مجھ میں گوہر نہاں ہے کیسا
(ب ا، ۵۸۹)

گوہر بار (ـ ف) صفت، گوہر + بار، مصدر باریدن (= برسانا) سے فعل امر: موتی برسانے والی (آنکھ) ؎
بے بہا موتی ہیں جس کی چشمِ گوہر بار کے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۸)

گوہر بدست / بہ دست (ـ ف ف) صفت، گوہر + بہ (= میں) + دست (رک): ہاتھ میں موتی لیے ہوئے، موتی لے کر ؎
علم کے دریا سے نکلے غوطہ زن گوہر بہ دست
(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

گوہر کی سیرابی (ـ ا ر ف) مونث، گوہر + کی (رک) + سیرابی (رک): موتی کے سیراب ہونے سے اس کی آب و تاب کا پختہ اور شفاف ہونا مراد ہے (سلاطینِ عالم اس کا مستعار لہٗ ہیں) ؎
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۷)

گویا (ف) صفت، مصدر گفتن (= کہنا) سے صفت فاعلی
: کہنے والی، بولنے والی ؎
گویا زبانِ شاعرِ رنگیں بیاں نہ ہو
(دردِ عشق، ب د، ۵۰)
: بالکل ؎
ساغر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نما ہو
(ایک آرزو، ب د، ۴۷)
: جیسے ؎
باغ تیرے دم سے گویا طبلۂ عطار تھا
(گلِ پژمردہ، ب د، ۵۱)
: دراصل ؎
جہاں کے جوہرِ مضمر کا گویا امتحاں تو ہے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۹)
: بولنے والا ؎
خندہ زن میرے لبِ گویا پہ ہے دردِ نہاں
(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۷)

گویا ہے: کہتی ہے ؎
یوں زبانِ برگ سے گویا ہے تیری خامشی
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

گویائی (ف ف) مونث
: گویا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت): مراد شعر کہنا، شعر میں دردِ دل بیان کرنا ؎
ذوقِ گویائی خموشی سے بدلتا کیوں نہیں
(صدائے درد، ب د، ۴۳)
: فصاحت، شعر و شاعری ؎
لطفِ گویائی میں تیری ہمسری ممکن نہیں
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)
: نطق، بولنے کی کیفیت یا عمل ؎
تابِ گویائی سے جنبش ہے لبِ تصویر میں
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

گویائی روتی ہے (ـ ار ار) کنایۃً زبان (میری بدنصیبی پر) آنسو بہاتی ہے، غمگین ہے مگر کوئی حرف منہ سے نہیں نکالتی ؎

مری بگڑی ہوئی تقدیر پر گریاں روتی ہے

(تصویرِ درد ، ب د ، ۹۱)

گہ (ف) ، کلمۂ ظرفیّت : گاہ کی تخفیف ، عموماً بشکل ترکیب شعر میں مستعمل (رک بزم گہ)

گھات (ار) مونث : نقصان پہنچانے کے لیے تاک ، داؤ ، فریب ؎

وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد

(۴ ، ب ج ، ۸)

گھات میں لگا ہونا : کسی کی تاک میں ہونا ، فکرِ جستجو میں ہونا ؎

: چلنے رہِ حیات مگر گھات میں خوشی
کرنے لگی ہوئی نہ سرِ رہ گزار ہو

(اشکِ خوں ، ب ا ، ۴۷)

گھاس (ار) مونث : جانوروں کے چرنے کی سبزی ؎

یہ ہری گھاس اور یہ سایا

(ایک گائے اور بکری ، ب د ، ۳۳)

گھبرانا (ار) : دہشت ہونا ، پریشان ہونا ؎

اختلاطِ موجہ و ساحل سے گھبراتا ہوں میں

(صدائے درد ، ب د ، ۴۲)

گھٹا (ار) مونث : رک کالی گھٹا ۔

گھٹنا (ار) کم ہونا ، جسامت کم ہو جانا ؎

گھٹنے بڑھنے کا سماں آنکھوں کو دکھلاتا ہے تو

(ماہِ نو ، ب د ، ۵۴)

گہر (ف) مذکر : گوہر (رک) کی تخفیف ؎

یوں تو پوشیدہ ہیں تیری خاک میں لاکھوں گہر

(مرزا غالب ، ب د ، ۲۲)

گہرباری (ف ف) ، مونث ، گہر + بار (رک بار ۳) + ی (لاحقۂ کیفیت) : موتی برسانے یا بکھیرنے یا لٹکنے کا عمل ؎

ہے گہرباری پہ مائل تو جو اے دستِ کرم

(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۱۶)

گہر بونا (ف ار) : موتی کی کاشت کرنا یعنی آنسو ٹپکانا ؎

میں ترے چاند کی کھیتی میں گہر بوتا ہوں

(رات اور شاعر ، ب د ، ۱۴۳)

گہرپاک (ف ف) صفت : پاک گوہر یعنی ذات دلی ، اصیل ؎

بیباک و تابناک و گہرپاک و بے حجاب

(پنجاب کا جواب ، ب ا ، ۲۱۸)

گہردار (ف ف) صفت ، گہر + دار (رک دار ۲) : موتی رکھنے والا ؎

ابرِ رحمت ہوں گہردار گہربار ہوں میں

(ابرِ کوہسار ، ب ا ، ۲۸۵)

گھر (ار) مذکر

: مکان ، کٹیا ، رہنے کی جگہ ؎

آؤ جو مرے گھر میں تو عزت ہے یہ میری

(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۲۹)

: گھونسلا ، آشیانہ ؎

کیا بدنصیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں

(پرندے کی فریاد ، ب د ، ۳۷)

: وطن ؎

جو گھر سے اقبال دور ہوں میں تو ہوں نہ محزوں عزیز میرے

(غزلیات ، ب د ، ۱۳۸)

: قبر ؎

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۳۶)

گھر پھونک کے (ار) : گھر کی دولت لٹا کے ؎

جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے ہیں

(غزلیات ، ب د ، ۱۲۹)

گہرا (ار) صفت : جس کی تہ دور تک ہو ، نارسائی سے دور تک کی تہ کا (پانی) ؎

گہرا ہے مرے بحرِ خیالات کا پانی

(زہد اور رندی ، ب د ، ۶۰)

گھرا ہوا (ار) : چھایا ہوا ، چاروں طرف محیط ۔

جب آسمان پہ ہر سو بادل گھرا ہوا ہو

(ایک آرزو ، ب د ، ۴۷)

گہرائی (ار) مونث

: مراد پانی کی تھاہ ، عمق کے

موج مضطر تھی کہیں گہرائیوں میں مست خواب

(خضر راہ ، ب د ، ۲۵۵)

: کسی بھی بات کا اصلی راز جو عام نظر سے پوشیدہ ہو اور دقیق و عمیق فکر و غور سے سمجھ میں آئے کے

نظر آئیں مجھے تقدیر کی گہرائیاں اس میں

(۳۳ ، ب ج ، ۵۵)

گہری نیند سونا (ار) ایسا بے خبر ہو کے سونا کہ نیند سارے شعور اور احساس پر غالب آجائے اور کل حواس اس طرح معطل ہو جائیں جیسے جمادات وغیرہ میں کسی قسم کا حس نہیں (قب بیدار نمبر ۲) کے

جو ہے بیدار انساں میں وہ گہری نیند سوتا ہے

(غزلیات ، ب د ، ۱۳۸)

گھڑ دوڑ (ار) مونث : گھوڑوں کی دوڑ ، ریس کے

گھڑ دوڑ میں ہم اپنا بہاتے ہیں پسینہ

(گھوڑوں کی مجلس ، ب ا ، ۵۴۷)

گھڑی (ار) مونث : وقت کے

ہو مسلماں جس گھڑی مسجد میں مصروفِ نماز

(کلاہ لالہ رنگ ، ب ا ، ۲۳۱)

: وقت بتلانے کا آلہ جس کے گھیرے میں گھنٹوں اور منٹوں کے نشان بنے ہوتے ہیں اور دو یا تین سوئیاں ہوتی ہیں . بڑی سوئی منٹ اور چھوٹی گھنٹے بتاتی ہے تیسری سوئی (اگر ہو) سب سے چھوٹی ہوتی ہے وہ سکنڈ بتاتی ہے . بعض گھڑیوں میں سکنڈ بتانے کی سوئی سب سے بڑی ہوتی ہے کے

تالیوں کا ہو کوئی پچھا کر سونے کی گھڑی

(طفل شیر خوار ، ب ا ، ۳۱۸)

گھڑی بھر (ار) : ذرا سی دیر ، بہت تھوڑی مدت کے

اس گھڑی بھر کے چمکنے سے تو ظلمت اچھی

(صبح کا ستارہ ، ب د ، ۸۵)

گھڑیوں (ار) متعلق فعل : کئی کئی گھڑی تک ، لگاتار ، دیر تک کے

شمع کے شعلوں کو گھڑیوں دیکھتا رہتا ہے تو

(بچہ اور شمع ، ب د ، ۹۳)

گھمنڈ (ار) مذکر : اترانا ، غرور کے

کہ میرے سامنے تیرا غرور ہے بے جا

(پہاڑ ، ب ا ، ۵۶۰)

گہن (ار) مذکر : چاند یا سورج کے جزواً یا کلاً تاریک ہو جانے کی کیفیت کے

نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں

(جگنو ، ب د ، ۸۴)

گہنا (ار) مذکر : زیور (رک) کے

قدرت نے اپنے گہنے چاندی کے سب اتارے

(بزم انجم ، ب د ، ۱۷۳)

گہوارہ (ف) مذکر : گاہوارہ (= جھولا) کی تخفیف

: جھولنے کی پلنگڑی جس میں عموماً بچہ پرورش پاتا ہے کے

جنبشِ موجِ نسیمِ صبح گہوارہ بنی

(ہمالہ ، ب د ، ۲۲)

: تربیت گاہ ، پلنے اور پھولنے پھلنے کی جگہ کے

تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا گہوارہ تھا

(صقلیہ ، ب د ، ۱۴۳)

گہوارۂ علم و ہنر (ف ع ف ف) مذکر ، گہوارہ + ء (علامت اضافت) + علم (رک) + و (عطف) + ہنر (رک)

: علم اور ہنر کی پرورش گاہ ، علم و ہنر کی ترقی کا مرکز کے

اسے جہان آباد اے گہوارۂ علم و ہنر

(مرزا غالب ، ب د ، ۲۷)

گھورنا (ار) : کسی کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا ، تیز نگاہ سے دیکھنا (بہ نظر فساد یا بہ نظر محبت و عشق) کے

دائیں بائیں گھورنے سے آنکھ کو کیا کام ہے

(دین و دنیا ، ب ا ، ۱۰۱)

گھوڑا (ار) مذکر : سواری کا ایک جانور جس پر زین کس کر ایک جگہ سے دوسری جاتے ہیں اور یکے تانگے میں جوڑتے ہیں کے

اک روز کسی گھوڑے کے دل میں یہ سمائی

(گھوڑوں کی مجلس ، ب ا ، ۵۴۵)

گھولنا (ار) : کسی رقیق چیز میں حل کرنا، خوب گھونٹ کر اور ملا کر ملانا ؎

پھر ان اجزا کو گھولا چشمۂ حیواں کے پانی میں

(محبت ، ب د، ۱۱۱)

گھونسلا (ار) مذکر : تنکوں وغیرہ سے بنا ہوا پرندے کا گھر، آشیانہ ؎

آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے میں

(پرندے کی فریاد ، ب د، ۴۷)

گئی (ار) مصدر جانا (= چلنا، آگے بڑھنا) سے فعل ماضی مونث (بہ تبدیل حروف مادہ) ؎

نکل کے حلقۂ حد نظر سے دور گئی

(کنار راوی ، ب د، ۹۵)

گیت (ار) مذکر : گانا، نغمہ ؎

صبح اک گیت سراپا ہے تری سطوت کا

(انسان اور بزم قدرت ، ب د، ۵۵)

گیتا (ار) مونث : ہندوؤں کی ایک مذہبی کتاب جس میں معرفت الٰہی کے مضامین ہیں ؎

قرآن میں گیتا ہے تو گیتا میں ہے قرآں

(ظریفانہ ، ب د، ۲۸۹)

گیتی (ف) مونث : زمین ؎

آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا

(خضر راہ ، ب د، ۲۶۳)

گیتی نما (ـ ف) صفت : گیتی + نما، مصدر نمودن (= دکھانا) سے فعل امر : ساری دنیا دکھلانے والا، جس میں کل دنیا نظر آئے (لقب جام جم) ؎

ساغر گیتی نما پر کر نہ آئے جمشید ناز

(ب ا، ۵۴۴)

گیر (ف) مصدر گرفتن (= لینا، پکڑنا) سے فعل امر۔ مرکبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر صفت کے معنی دیتا ہے (رک لذت گیر)

گیسو (ف) مذکر : زلف، اس کے لمبے بال۔

گیسوئے اردو (ـ ف ف) مذکر : گیسو + ے (علامت اضافت) + اردو (= اردو زبان یا بولی) : اردو کے بکھرے ہوئے بال مراداً منتشر اور بے ترتیب الفاظ و مطالب و معانی (جنھیں مرتب کرنے کے لیے اُس وقت غالب کے ایسے شاعر اور ادیب کی ضرورت تھی) ؎

گیسوئے اردو ابھی منت پذیر شانہ ہے

(مرزا غالب ، ب د، ۲۷)

گیسوئے شام (ـ ف ف) مذکر : گیسو + ے (علامت اضافت) + شام (= سورج ڈوبنے اور اندھیرا ہونے کا وقت) : شام یا رات کی زلفوں سے تاریکی شب کا استعارہ کیا ہے ؎

شانۂ ہستی پہ ہے بکھرا ہوا گیسوئے شام

(خفتگان خاک سے استفسار ، ب د، ۳۸)

گیند (ار) مذکر نیز مونث : چمڑے کپڑے یا ربڑ وغیرہ کا وہ گولا جس میں بلا یا ہاتھ کی مار کر کھیلتے ہیں ؎

گیند ہے تیری کہاں چینی کی بلی ہے کدھر

(طفل شیر خوار ، ب د، ۶۲)

گیند نور کی : چاند مشتبہ ہے ؎

وہ اچھالی پنجۂ قدرت نے گیند اک نور کی

(ہمالہ ، ب د، ۲۵)

ل

لا (ع) کلمۂ نفی ؛ (لا الٰہ الا اللہ) میں لا الٰہ کی تخفیف جس کے معنی ہیں کوئی خدا نہیں ، یہ فقرہ نفی کے مفہوم پر مشتمل ہے (جس کے ذریعے اقرارِ توحید کے وقت پہلے ہر ایک (فرضی) اللہ کے وجود کی نفی کرنا ہوتی ہے) ذیل کے مصرع میں لا یعنی نفی کو دریا سے تشبیہ دی ہے ؎

لا کے دریا میں نہاں موتی ہے اِلّا اللہ کا

(سوامی رام تیرتھ ، ب د ، ۱۱۴)

: انکارِ الوہیت ، کفر ؎

لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مئے لا سے

(ا ، ب ج ، ۲۴)

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ خودی کا راز عشقِ خدا و رسولؐ میں مضمر ہے اور اس عشق کا مرکز لا الٰہ الا اللہ ہے مثل نہیں ،

(ض ک ، ۱۵)

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو (اقرارِ توحید کا مشہور کلمہ) سوا اُس ایک کے کوئی معبود نہیں ہے ؎

پلا کے مجھ کو مئے لا الٰہ الا ھُو

(۹ ، ب ج ، ۱۳)

لا اِنتہا (ـ ع) لا + انتہا (= حد) : غیر محدود ، وسیع سے وسیع تر ؎

پھر تجمّل کس لیے لا انتہا رکھتا ہوں میں

(عاشق ہرجائی ، ب د ، ۱۲۳)

لاتخف (ع) فعل : تو خوف نہ کر (کوہ طور پر جب حضرت موسیٰؑ نے خدا ے تعالیٰ کے حکم سے (جو ایک درخت کے ذریعے موسیٰؑ سے ہمکلام تھا) اپنا عصا زمین پر پھینکا اور وہ سانپ بن کر لہرانے لگا تو موسیٰؑ جھجکے اور ڈرے اُس وقت درخت سے پھر آواز آئی کہ خوف نہ کرو ، تب موسیٰؑ نے بڑھ کر اس سانپ کو اٹھا لیا جو ان کے ہاتھ میں آتے ہی پھر عصا بن گیا ؎

اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف

(۱۶ ، ب ج ، ۴۰)

لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا آخَرَ ؕ : اللہ کے ساتھ اس کے علاوہ کسی دوسرے کو اللہ کی طرح نہ پکارو

(لاہور و کراچی ، ض ک ، ۵۶)

لَا تَذَر (ع) کلام پاک کی ایک آیت کا پہلا لفظ ، پوری آیت یہ ہے "وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ؕ (ترجمہ) کہا نوحؑ نے کہ اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا زندہ نہ چھوڑ

(طارق کی دعا ، ب ج ، ۱۰۵)

لَا تَقْرَبَا (ـ ع) فعل : خدائے تعالیٰ نے جنت میں آدم اور حوا کو ایک پودا (گندم کا پودا) دکھا کر فرمایا کہ اس پودے کے قریب نہ جانا ؎

ابتدا میں شرح رمزِ آیۂ لا تقربا

(دیگر ، ب ا ، ۴۱۰)

لَا تَقْنَطُوا (ع) فعل نہی : مایوس نہ ہو ؎

اس کے حق میں تقنطوا اچھا ہے یا لا تقنطوا

لاجواب (ـ ع) صفت : جسے جواب نہ بن پڑے ؎

کر دی وہ بات جس نے کیا سب کو لاجواب

(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو ، ب ا ، ۵۳۵)

لَاحَول (ع) مونث : شیطان کو بھگانے کا ایک کلمہ پورا کلمہ یہ ہے ـــ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ؎

کلمۂ لاحول وردِ ہر لبِ پیمانہ ہے

(ب ا ، ۵۰)

لادوا (ع ع) صفت ، لا + دوا (= علاج) : جس کی دوا ممکن نہ ہو ، جسے کسی دوا سے شفا نہ ہو سکے ؎

چارہ گر دیوانہ ہے میں لادوا کیونکر ہوا

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۰)

لادین (ـ ع) صفت ، لا + دین (= مذہب) : جو دین سے وابستہ اور اس کے زیر اثر نہ ہو ؎

لادیں ہو تو ہے زہرِ ہلاہل سے بھی بڑھ کر

(قوت اور دین ، ض ک ، ۲۹)

لاسیاست : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ انگریزوں کی سیاست کفر والحاد اور بے دینی پر مبنی ہے اس لیے ان کا ابلیسی نظام کسی بھی قوم کی اصلاح نہیں کرسکتا بلکہ مزید تخریب کر دیتا ہے

(ض ک ، ۱۵۲)

لادینی (ـ ع ف) مونث ، لا + دین (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : بے دین ہونے کی صورت حال ؂

مردہ لادینی افکار سے افرنگ میں عشق

(عصر حاضر ، ض ک ، ۸۱)

لادینی و لاطینی : مصطفیٰ کمال نے ترکوں کو لادینی تہذیب اور لاطینی حروف کے استعمال کی ہدایت کی تھی جس کے بعد اقبال نے یہ قطعہ کہا ؂

لادینی و لاطینی کس پیچ میں الجھا تو

(محراب گل افغان ، ۱۲ ، ض ک ، ۱۷۲)

لازمانی (ـ ع ف) صفت ، لا + زمان (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : زمانے کی قید سے بالاتر ؂

کس طرح خودی ہو لازمانی

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام ، ض ک ، ۱۸)

لازوال (ـ ع) صفت : جس میں کبھی کوئی نقص یا پستی پیدا نہ ہو ؂

جہاں میں کیوں نہ مجھے تو نے لازوال کیا

(حقیقتِ حسن ، ب د ، ۱۲۱)

لاشریک (ـ ع) صفت : جس کا کوئی شریک نہیں (خدائے تعالیٰ) ؂

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے

(سلطان ٹیپو کی وصیت ، ض ک ، ۷۰)

لاشریکَ لہٗ : اس کا یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے (اقبال کی مراد یہ ہے کہ یہ عقیدۂ توحید صرف زبان سے ادا ہونا کافی نہیں بلکہ یہ بات دل میں اترنا چاہیے کہ انسان پر صرف اللہ کی اطاعت فرض ہے بنا بریں ملوکیت کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا بھی شرک ہے۔ جب انسان کی خودی اس منزل پر پہنچے گی تو پھر اسے کوئی قوم غلام نہیں بنا سکتی ؂

اتر گیا جو ترے دل میں لاشریکَ لہٗ

(محراب گل افغان ، ۲ ، ض ک ، ۱۶۵)

لاغالبَ اِلّاھو : اللہ کے سوا کوئی غالب نہیں ہے غالباً یہ حسب ذیل آیت سے ماخوذ ہے کَتَبَ اللہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی ــ یعنی اللہ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی ضرور بالضرور غالب رہیں گے ؂

وارد ہے مضمونوں کا لاغالبَ اِلّاھو

(محراب گل افغان ، ۱۲ ، ض ک ، ۱۷۲)

لامکاں (ع) مذکر : لوازم مکان سے بالاتر ، عالم بالا میں مادی دنیا کے آثار ختم ہونے کے بعد ہو کی منزل ، عالم قدس (جسے خدائے تعالیٰ کی طرف نسبت دی جاتی ہے) ؂

مکاں کو رہا تھا کہ ہیں لامکاں ہوں

(عشق اور موت ، ب د ، ۵۷)

لامکانی : لامکان (رک) کا اسم کیفیت ؂

وہ اپنی لامکانی میں رہیں مست

(رباعیات ، ب ج ، ۸۱)

لا و اِلّا : (رک ابتدا کا انتہا) ؂

لَایَحْزَنُوْن (ع) : وہ کسی بات پر حزن و ملال نہیں کرتے (یہ کلام پاک کی آیت ہے جس میں مومنین کی یہ علامت بتائی گئی ہے) ؂

شریک زمرۂ لایحزنوں کر

(رباعیات ، ب ج ، ۸۷)

لایُخْلِفُ الْمِیعاد ، آیۂ قرآنی کا اقتباس ہے پورا فقرہ یہ ہے اِنَّ اللہَ لَایُخْلِفُ الْمِیعاد = اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا : اس امر کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ ملت اسلامیہ اس کے احکام کی تعمیل کرے تو خدائے تعالیٰ بھی اس کی صلاح و فلاح کے سامان مہیا فرمائے گا ؂

آیہ لایخلف المیعاد رکھ

(غزلیات ، ب د ، ۲۸۲)

لاتی (ع ف) صفت ، لات (= عرب کے ان تین بتوں میں سے ایک کا نام جن کی پرستش قبل از اسلام

ہوتی تھی) + ی (لاحقۂ نسبت)؛ بتوں سے تعلق
رکھنے والا، مراد بُت پرست، (رقیب منافق) ؎
آیا ترے لائی و مناتی
(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک ۱۹)

لاتے ہیں سُرور اوّل: مراد پہلے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں، نہایت عمدہ عمدہ چیزیں سستے داموں میں دیتے ہیں اور طرح طرح کے فلاحی کام کرنے کی کوشش کرتے ہیں (رقیب دیتے ہیں شراب آخر) ؎
لاتے ہیں سُرور اوّل دیتے ہیں شراب آخر
(۲۹، ب ج، ۵۲۶)

لاج (ا ر) مؤنث: آبرو، وقعت ؎
اے چاند تجھ سے رات کی عزت ہے لاج ہے
(چاند اور شاعر، ب ا، ۲۶۴)

لاج رکھنا: آبرو بگڑنے نہ دینا، عزت بچانا ؎
لاج رکھ لینا کہ میں اقبال کا ہمنام ہوں
(برگ گل، ب ا، ۲۷۱)

لاجورد (ف) صفت (جواہرات میں نیلے رنگ کا ایک پتھر جو بہت قیمتی ہوتا ہے) بطور مجاز مرسل نیلا مراد ہے ؎
کرتے ہیں چارہ ستم چرخ لاجورد
(شبلی و حالی، ب د، ۲۲۲)

لازم (ع) صفت: ضروری، فرض ؎
تجھ کو لازم ہے کہ ہو اٹھ کے شریک تگ و تاز
(نصیحت، ب د، ۱۷۷)

لاش (ف) مؤنث: مردہ جسم ؎
جب یہ نہیں تو قوم نہیں بلکہ لاش ہے
(ب ا، ۴۶۴)

لاغر (ف) صفت: ضعیف و ناتوان اور دبلا کانٹا سا ؎
جان لاغر و تن فربہ و ملبوس بدن زیب
(ابلیس کی عرضداشت، ب ج، ۱۲۲)

لاف و گزاف (ف ف ف) مذکر: شیخی، ڈینگ، فضول بکواس ؎
ہو نہ اخلاص تو دعوائے نظر لاف و گزاف
(دین و تعلیم، ض ک، ۸۶)

لاکھ (ا ر) صفت: ایک سو ہزار، (ہندسوں میں) ۱۰۰۰۰۰-

لاکھ سرتاج سخن الخ: ان الفاظ سے ایک غزل کا مطلع شروع ہوا ہے۔ جس کی وجہ تصنیف یہ ہے کہ ۱۸۹۶ء کے لگ بھگ عید رمضان کی تقریب پر حکیم امین الدین صاحب نے چند دوستوں کو کھانے پر مدعو کیا جن میں اقبال بھی تھے۔ کھانے کے بعد شیخ عبدالقادر نے کہا کہ حضرت اقبال اور خان احمد حسین خان مومن کے اس شعر کی طرح میں فی البدیہہ غزل کہیں۔
وعدۂ وصل سے ہو زندہ تو تسلی کیونکر
فکر یہ ہے کہ وہ وعدے سے پشیماں ہوگا
اقبال نے اس موقع پر آٹھ شعر کی غزل کہی جو باقیات میں درج ہے
(ب ا، ۳۸۶)

لاکھا (ا ر) مذکر: پان کا ہونٹوں پر جما ہوا سرخ رنگ ؎
پھیکا پھیکا لب پہ وہ بد رنگ لاکھا پان کا
(تفتیش جوانی، ب ا، ۵۲۱)

لاکھوں (ا ر) صفت: لاکھ (سو ہزار) کی جمع، بے شمار، ہزارہا، بہ کثرت، بہت سے ؎
یوں تو پوشیدہ ہیں تیری خاک میں لاکھوں گہر
(مرزا غالب، ب د، ۲۷)

لاکھوں جہانِ بے ثبات (ا ف ف ع) مذکر، لاکھوں + جہان (رک) + اضافت + بے ثبات (رک): ہزارہا ایسی دنیائیں جو فانی ہیں (جو سیاروں ستاروں میں اور نہ جانے کہاں کہاں آباد ہیں) ؎
جلوہ گاہیں اس کی ہیں لاکھوں جہان بے ثبات
(والدہ مرحومہ، ب د، ۲۲۵)

لاکھوں طرح کے لطف: ان الفاظ سے شروع ہونے والی غزل ماہنامہ تشتری (دسمبر ۱۹۰۱ء) میں شائع ہوئی جو اب باقیات میں درج ہے
(ب ا، ۴۵۴)

لال (ف) صفت: سرخ رنگ (جیسے لالے کا پھول یا شفق یا گلاب وغیرہ)

لال جوڑا (ا ا ا) مذکر: سرخ لباس، مُراد شفق (جیسے لال جوڑے سے تشبیہ دی ہے) ہے
پہنا کے لال جوڑا شبنم کی آرسی دی
(جگنو، ب د، ۸۴)

لال جوڑا اب شفق بھی الخ: جب تک پنکھڑیوں میں رُوح نباتی تھی وہ شفق سے عکس پذیر ہوتی تھیں اب یہ رُوح نکل گئی تو اب کوئی پنکھڑی شفق کی سرخی کے پرتو سے متاثر نہیں ہوتی ہے
لال جوڑا اب شفق بھی تجکو پہناتی نہیں
(گلِ پژمردہ، ب د، ۳۰۳)

لالہ (ف) مذکر
: ایک نہایت شوخ سرخ رنگ پھول جو پیالے سے مشابہ ہوتا ہے اور اس کے درمیان (یعنی دل) میں سیاہ داغ ہوتا ہے ہے
اٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
(تصویرِ درد، ب د، ۶۸)
: داعیِ قوم جو اپنے دل میں قوم کی محبت کا داغ ہونے کا مدعی ہے ہے
چمن میں لالہ دکھاتا پھرتا ہے داغ اپنا کلی کلی کو
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۱)

لالہ بار (ـ ف) صفت، لالہ (= مجازاً خون) + بار (رک بار ۲) خون برسانے والی ہے
خونخوار لالہ بار جگر دار برق تاب
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۸)

لالہ زار (ـ ف) مذکر: لالے کے پھولوں کا تختہ ہے
چٹک غنچے نے پائی داغ پائے لالہ زاروں نے
(محبت، ب د، ۱۱۲)

لالہ فام (ـ ف) صفت: سرخ رنگ کا، مُراد شعلہ رخسار، حسین ہے
ذرا دیکھ اے ساقیِ لالہ فام
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

لالہ فروش (ـ ف) صفت، لالہ + فروش (رک) : لالے کے سے پھول لگانے والی، یعنی دل سے رونے والی ہے
آنکھ جب خون کے اشکوں سے بنے لالہ فروش
(جوابِ شکوہ، ب ا، ۳۶۶)

لالہ گوں (ـ ف) صفت، لالہ + گوں (= رنگ): سرخ ہے
پی کے شراب لالہ گوں مَیکدۂ بہار سے
(شاعر، ب د، ۲۱۰)

لالۂ آتشیں پیرہن (ـ ف ف ف ف) مذکر، لالہ + ۂ (علامتِ اضافت) + آتش (رک) + ین (لاحقۂ نسبت) + پیرہن (رک): ایسا لالہ جس کا لباس شعلے کی طرح سرخ ہے (چونکہ لالے کے دل میں داغ ہوتا ہے اس لیے یہ لفظ عموماً عاشق کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے) ہے
کہا لالۂ آتشیں پیرہن نے
(ملازادہ، ۱۹، ۱ ح ۳۹)

لالۂ پیکانی (ـ ف ف ف) مذکر، لالہ + ۂ (علامتِ اضافت) + پیکان (= تیر کی نوک) + ی (لاحقۂ نسبت) : وہ لالہ جس کی نوکِ تیر کی شکل ہو، یعنی بغیر کھلا ہوا لالہ، لالے کا غنچہ ہے
یہ لالۂ پیکانی خونیں ہے کنار جُو
(محرابِ گل الخ، ۱۳، ص ن ک، ۳، ۱)

لالۂ صحرا (ـ ف ع) لالہ + ۂ (علامتِ اضافت) + صحرا (رک): جنگل میں کھلے ہوئے لالے کے پھول، اس کا استعارہ شاعر نے خود مصرع میں بتا دیا ہے ہے
لالۂ صحرا جسے کہتے ہیں تہذیبِ حجاز
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۵)
: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک ایمائی نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے "لالہ" کے خصوصیات پر ایک نظر ڈال کر یہ بتایا ہے کہ سچے عاشق کی چار علامتیں ہیں، زیادہ وقت خلوت اور خاموشی میں گزار کر غور و تفکر کرتا ہو، دوسروں سے ہمدردی کرے، محبوبِ حقیقی کی یاد میں مست رہے اور (ان خوبیوں کی بنا پر) اس کے وجود میں حد درجہ دلکشی پیدا ہو جائے۔

(ب ج ، ۱۲۱)

لالۂ صحرائی (ـ ف ع ف) لالۂ صحرا (رک) + ئی (لاحقۂ نسبت) : مراد صدرِ اسلام کے مسلمان جو جدّ و جہد و جہاد کی غرض سے جنگلوں بیابانوں میں زندگی بسر کرتے تھے ؎

نازِشِ موسمِ گل لالۂ صحرائی تھا

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۰)

لامکاں (ـ ع) مذکر : وہ مقام جس میں مکانیت کی تشخیص نہ ہو ، عالمِ قدس جہاں تجلیاتِ باری کے علاوہ کچھ نہیں ؎

یہ ہے اقبال فیضِ یادِ نامِ مرتضیٰ جس سے
نگاہِ فکر میں خلوت سرائے لامکاں تک ہے

(غزلیات ، ب ا ، ۴۴۸)

لا و الّا : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ صرف انکارِ باطل ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اقرارِ حق اور حق سے محبت بھی ضروری ہے

(ض ک ، ۱۶۳)

لالی (ار) مونث : سرخی ؎

گل بر انداز ہے خونِ شہدا کی لالی

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۵)

لالے : لالہ (رک) کی جمع ۔

لالے کا جام (ار ار ف) مذکر : لالہ (رک) کا پیالہ (لالے کو جام سے تشبیہ دی ہے) ؎

خالی شرابِ عشق سے لالے کا جام ہے

(دردِ عشق ، ب د ، ۵۰)

لالے کے پھول : مراد شفق کی سرخی ؎

طشتِ افق سے لے کر لالے کے پھول مارے

(بزمِ انجم ، ب د ، ۱۲۳)

لالے[۲] (ار) مذکر : لالہ (رک) = ساہوکار ، مہاجن ، بیشتر ہندو ؎

یہ پنڈت یہ بنیئے یہ ملّا یہ لالے

(غریبوں کا الم ، ب ا ، ۵۳۶)

لام کی تشدید سے سلّام : سلام کی جگہ سلّام مذاق اڑانے کے لیے استعمال کیا ہے ؎

ایسی حب کو لام کی تشدید سے سلّام ہے

(دین و دنیا ، ب ا ، ۱۰۴)

لانا (ار)

۱۔ لے کر آنا ، پہنچا دینا ؎

حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا

(بلال ، ب د ، ۸۰)

۲ : مہیا کرنا ، فراہم کرنا ؎

لاؤں وہ تنکے کہیں سے آشیانے کے لیے

(غزلیات ، ب د ، ۹۹)

لاہوت (ع) مذکر : معرفتِ الٰہی کی جدّ و جہد میں سالک کی وہ منزل جہاں سے مقامِ فنا فی اللہ حاصل ہو جاتے اور جہاں وہ زمان و مکان کی قید سے بالکل آزاد ہوتا ہے ؎

رکھتا ہوں نہاں خانۂ لاہوت سے پیوند

(شکر و شکایت ، ض ک ، ۲۲)

لاہوتی (ع ف) صفت ، لاہوت (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : عالمِ الوہیت میں پہنچا ہوا ؎

اے طائرِ لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی

(۴۳ ، ب ج ، ۵۶)

لاہور و کراچی : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے ، بظاہر نیچے لکھے ہوئے چار مصرعوں سے کوئی ربط نہیں رکھتا لیکن جن واقعات سے متاثر ہو کر اقبال نے یہ شعر کہے تھے انھیں جاننے کے بعد سرخی اور مضمون کا ربط باہمی واضح ہو جاتا ہے ۔

واقعہ یہ تھا کہ ۱۹۲۷ء میں جبکہ دہلی میں حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر انصاری وغیرہ ہندو مسلم اتحاد کی مہم چلا رہے تھے لاہور میں ایک آریہ سماجی چوپتی ، نے حضورؐ کی توہین پر مشتمل ایک کتاب لکھی جسے دوسرے آریہ سماجی نے لاہور سے شائع کیا ۔ کتاب بازار میں آتے ہی ہندوستان بھر کے مسلمانوں میں ایک آگ سی لگ گئی لاہور ہائی کورٹ میں ملزموں کے خلاف مقدمہ دائر ہوا جس میں ملزم بری قرار دیے گئے کیونکہ تعزیرات

ہند کی دفعہ ۲۹۵ کے الفاظ ناقص تھے اور ان کی رُو سے سزا نہیں دی جا سکتی تھی۔ اس سے ہندوؤں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور ایک ہندو ناشر نے کراچی میں وہ کتاب چھاپ دی۔ اگرچہ انگریزوں کی عدالت نے ان مجرموں کو چھوڑ دیا تھا مگر غیور مسلمانوں کی سزا سے وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکے چنانچہ لاہور میں ایک ان پڑھ نوجوان علم الدین نے اور کراچی میں عبدالقیوم نے اپنے اپنے شہر کے ناشروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ ہے لاہور اور کراچی کی سرخی کا ربط ان دو شعروں سے جو ان کے تحت لکھے ہوئے ہیں۔

(ض ک، ۵۵)

: اس عنوان کے تحت اقبال نے جو شعر کہے ہیں ان کا اشارہ اس واقعے کی طرف ہے جو رنگیلا رسول کے شائع ہونے کے بعد لاہور اور کراچی میں پیش آیا تھا اور وہ یہ کہ جب ہائیکورٹ نے اس کتاب کے مصنف اور ناشر کو بری کر دیا تو ایک نوجوان علم الدین نے لاہور میں مصنف کو، اور دوسرے نوجوان عبدالقیوم نے کراچی کے ناشر کو قتل کر دیا جس کے بعد یہ دونوں نوجوان تختہ دار پر لٹکا دیئے گئے

(لاہور و کراچی، ض ک، ۵۵)

لائق (ع) صفت: سزاوار، مستحق ؎

وہی سجدہ ہے لائق اہتمام

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۸)

لَب (ف) مذکر

: ہونٹ، زبان ؎

آنکھ وقفِ دید تھی لب مائلِ گفتار تھا

(عہدِ طفلی، ب د، ۲۵)

: کنارہ (رک لبِ بام)

: پر (رک لبِ ساحل)

لَبِ اعجاز (ف ف ع) لب (= ہونٹ، زبان) + اضافت + اعجاز (رک): ایسا شعر کہنے والی زبان جو اپنے کلام میں معجزہ دکھائے ؎

نطق کو سو ناز ہیں تیرے لبِ اعجاز پر

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

لَبِ بام (ـ ف) مذکر: کوٹھے کا وہ حصہ جہاں سے قدم آگے بڑھائیں تو دھم سے نیچے گر پڑیں ؎

عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

(غزلیات، ب د، ۲۷۸)

لَب پہ آنا (ـ ارار): ہونٹوں سے نکلنا، زبان پر جاری ہونا ؎

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری

(بچے کی دعا، ب د، ۳۴)

لَب پر لانا: کہنا، سنانا ؎

دل میں جو کچھ ہے نہ لب پر اسے لاؤں کیونکر

(فریادِ امت، ب ا، ۱۲۹)

لَبِ جانِ مُفلسی (ـ ف ع ف) مذکر، لب + جان (رک) + مُفلس (= محتاج، غریب) + ی (لاحقۂ کیفیت): مفلسی کو ایک مجسم فرض کر کے ہلال کو اس کی جان کے ہونٹ سے تشبیہ دی ہے ؎

ہو لبِ جانِ مفلسی نہ کہیں

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۳)

لَبِ جُو (ـ ف)، لب (= کنارہ) + اضافت + جُو (= ندی وغیرہ): دریا ندی وغیرہ کے ساحل پر ؎

سیر کرتا ہوا جس دم لبِ جُو آتا ہوں

(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۸)

لَب ریز / لبریز (ف) صفت: لب + ریز، مصدر ریختن (= گرانا، ٹپکانا) سے فعل امر: (پانی وغیرہ سے) بھرا ہوا، لبالب، پُر ؎

لبریز مئے زہد سے تھی دل کی صراحی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

: مطلقاً بھرا ہوا ؎

جس کی ہر رنگ کے نغموں سے ہے لبریز آغوش

(نوائے غم، ب د، ۱۲۴)

لَب ریز ہو گیا: رک صبر و سکون کا جام لبریز ہو گیا۔

لَبِ ساحل (ـ ع) لب + ساحل (= دریا کا کنارہ)

: کنارے پر، جو کنارے سے پرے ہو اور دریا میں غوطے لگانے سے محروم رہے۔

وائے محرومی خزف چین لب ساحل ہوں مَیں

(غزلیات، ب د، ١٠٧)

: کنارے کو لب سے تشبیہ دی ہے۔

یہ موجِ پریشاں خاطر کو پیغام لب ساحل نے دیا

(غزلیات، ب د، ٢٧٧)

لَب کُشا ہونا (۔ ف ا ر) لب + کُشا، مصدر کُشادن (= کھولنا) سے فعل امر + ہونا (رک) : زبان کھولنا، بولنا، خاموشی کو توڑنا۔

لب کشا ہو جا سرُود بربطِ عالم ہے تُو

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ١٩١)

لَبِ گفتار پر جادُو کرنا (۔ ف ا رف ا ر)، لب + گفتار (رک) + پر (رک) + جادُو کرنا (= منتر پڑھ کر پھونکنا) : بولتے چالتے ہونٹوں کو زبند کے غلبے سے) اس طرح بند کر دینا جیسے یکایک کسی نے جادُو کر کے انہیں خاموش کر دیا۔

کر رہا ہے آسماں جادُو لبِ گفتار پر

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ٣٨)

لَبِ گور (۔ ف) صفت، لب + گور (= قبر) : مرنے کے قریب، عالمِ نزع میں، قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے

(اقوام مشرق، ض ک، ٧٠)

لِباس (ع) مذکر: پہننے کا کپڑا، مراداً شکل و صُورت۔

لِباسِ مَجاز (۔ ع) مذکر، لباس + اضافت + مجاز (= مراد وجُودِ جسمی) : جسمی وجُود کا رُوپ، انسانی شکل ''لباسِ مجاز میں نظر آ'' مُراد یہ کہ پردۂ غیبت (رک) جو کہ حقیقت ہے اس سے نکل کر اپنی شکل دکھا یعنی اب وعدے کے مطابق ظہور فرما (مزید توضیح کے لیے دیکھیے حقیقتِ منتظر، جبینِ نیاز اور سجدے تڑپنا)۔

کبھی اے حقیقتِ منتظَر نظر آ لباسِ مجاز میں

(غزلیات، ب د، ٢٨٠)

لِباسِ نَو (۔ ف) لباس + اضافت + نَو : نئی صُورت، ایسی صُورت جو پہلے کبھی نہیں دیکھی۔

ثمر اپنے لباسِ نَو میں بیگانہ سا لگتا تھا

(محبت، ب د، ١١١)

لِپٹنا (ار) : چمٹنا، ملنا، ملفُوف یا مستر ہونا۔

شمع کے اشکوں میں ہے لپٹی ہوئی تنویر آج

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ١١۴)

لُٹانا (ار)۔

: بانٹ دینا۔

دیکھ کر تجھ کو افق پر ہم لٹاتے تھے گہر

(غرّۂ شوّال، ب د، ١٨٢)

: برباد یا ضائع کرنا (رک لٹوانا جو اس کا متعدی المتعدی ہے)

لَٹکانا (ار) کسی بلند چیز پر اس طرح نصب کرنا کہ پُورا جسم نیچے کی طرف گرتا یا جھکتا رہے، (مثلاً یا پھانسی پر) چڑھانا۔

کبھی صلیب پر اپنوں نے مجھ کو لٹکایا

(سرگزشت آدم، ب د، ٨٢)

لَٹکنا (ار) : اُوپر سے بندھا ہوا اور نیچے کی طرف گِرا ہوا ہونا، آویزاں ہونا۔

لٹکے ہوئے دروازوں پہ باریک ہیں پردے

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ٢٩)

لُٹنا (ار) : لُوٹ لیا جانا، چھن جانا، تباہ و برباد ہونا۔

متاعِ نُور کے لُٹ جانے کا ہے ڈر مجھ کو

(ستارہ، ب د، ١۴٧)

لُٹوانا (ار) : رک لٹانا جس کا یہ متعدی المتعدی ہے۔

سکر کی لذّت میں تو لُٹوا گیا نقدِ حیات

(خضر راہ، ب د، ٢٩٢)

لچکنا (ار) : (نرم شے کا) جھکنا مڑنا بل کھانا بل کھا کر پھر اپنی جگہ آنا یا اپنی راہ لینا۔

اٹکتی لچکتی سرکتی ہوئی

(ساقی نامہ، ب ج، ١٢٣)

لَحَد (ع) مونث: قبر، مزار۔

زیارت گاہ اہلِ عزم و ہمت ہے لحد میری

(۱۰، ب ج، ۱۴)

لَحْظَہ (ع) مذکر، لمحہ، آن، گھڑی ؎

کہ ہر لحظہ تازہ ہے شان وجود

(ساقی نامہ، ب د، ۱۲۶)

لَحْمُکَ لَحْمِی: حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا "لحمک لحمی و دمک دمی" یعنی اے علی تیرا گوشت میرا گوشت اور تیرا خون میرا خون ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نے جس زمانے میں یہ نظم کہی ہے اس وقت کسی خارجی نے اس حدیث پر اعتراض کر کے حضرت علی کی شان میں کوئی سبک لفظ کہا ہوگا ـــ وہی تصور علامہ کے ذہن میں تھا۔ اس کی تائید "کھلی ان کی زبان" کے فقرے سے بھی ہوتی ہے (کہ کھلی ان کی زبان) ؎

مقصد لحمک لحمی پہ کھلی ان کی زبان

(فریادِ امت، ب ا، ۱۵۶)

لَخْتِ جِگَر (ف) مذکر، کلیجے کا ٹکڑا ؎

گر گرے آنکھوں سے لختِ جگر

(ماتمِ پسر، ب ا، ۱۶۸)

لَخْت (ف) مذکر: (کسی چیز کا) ٹکڑا، حصہ، پارہ۔

لَخْتِ دِل (ـ ف) مذکر، لخت + اضافت + دل: دل کا ٹکڑا، بیٹا، بیٹی، پیاری اولاد، مراد امام حسین علیہ السلام جو بی بی فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ کے پارۂ جگر تھے۔ ؎

واسطہ دوں گا اگر لختِ دلِ زہرا کا میں

(برگِ گل، ب ا، ۱۶۹)

لَذَّت (ع) مونث: مزہ، لطف۔

لَذَّتِ اَفْزا (ـ ف) صفت، لذت + افزا (رک)، لطف بڑھانے والا ؎

لذت افزائے شورِ طفلی ہے

(یتیم کا خطاب، ب ا، تیسرا ایڈیشن "" ۵)

لَذَّتِ آشُوب (ـ ف) مونث، لذت + اضافت + آشوب (رک): دیوانگی عشق اور جوش دینی سے محظوظ ہونے کا ذوق ؎

وہ لذتِ آشوب نہیں بحرِ عرب میں

(ذوقِ روح محمد، ض ک، ۸۰)

لَذَّتِ بیداریِ شَب: رات میں جاگنے کا مزہ (جو دعائیں قبول ہونے کا مخصوص وقت ہے) ؎

واقف ہو اگر لذتِ بیداری شب سے

(اذان، ب ج، ۱۵۵)

لَذَّتِ تَخْلیق (ـ ع) مونث، لذت + اضافت + تخلیق (پیدا کرنا): بچہ پیدا کرنے کا لطف اور مزہ (اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ عورت کے وجود میں مرد کی بے پناہ خواہش پائی جاتی ہے) ؎

آتش ہیں لذتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود

(عورت، ض ک، ۹۰)

لَذَّتِ فَرْیاد (ـ ف) مونث، لذت + اضافت + فریاد (= دردناک لہجے میں ذکر فراق جس میں عاشق کو مزہ آتا ہے): دلنشین انداز سے دردِ دل بیان کرنے کا عمل ؎

یہ خاموشی کہاں تک لذتِ فریاد پیدا کر

(تصویرِ درد، ب د، ۷۱)

لَذَّتِ گُفْتار (ع ف) مونث، لذت + اضافت + گفتار (رک): ذوقِ شعر، ذوقِ شعر و سخن، مذاق شاعری ؎

کب زباں کھولی ہماری لذتِ گفتار نے

(صدائے درد، ب د، ۴۳)

لَذَّت گیر (ـ ف) لذت + گیر (رک): مزے لینے والا، محظوظ ؎

غلغلوں سے جس کے لذت گیر اب تک گوش ہے

(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

لَذَّت گیرِ وُجود (ـ ف ع) لذت + گیر (رک) + اضافت + وجود (رک): (اپنے) وجود سے لذت حاصل کرنے والی، دوسرے سے بے پروا ؎

لذت گیر وجود ہر شے

(انسان، ب د، ۱۲۷)

لُرْد (مورد) مذکر: لارڈ۔

اک لردِ فرنگی نے کہا اپنے پسر سے

(نصیحت، ض ک، ۱۵۴)

لَرزاں (ف) صفت، مصدر لرزیدن (= لرزنا، کانپنا) سے حالیۂ ناتمام: (خوف سے) کانپنے والا ؎

تیری تسخیر تو ابلیس کو لرزاں کر دے

(جزبیرِ ایمان، ب ا، ۲۲)

لَرزنا (ار): کانپنا، تھرانا (جیسے ڈر کی حالت میں) ؎

لرز جاتا ہے آوازِ اذاں سے

(غزلیات، ب د، ۹۹)

لڑ جانا (ار): بالارادہ ٹکرانا، متصادم ہو جانا، خود کو حملہ آوری کے لیے کسی پر ڈال دینا، نڈر ہو کر ٹکر لینا ؎

تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

لڑکا (ار) مذکر: چھوکرا، طالب علم ؎

بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبق

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

: بیٹا، اولاد ؎

سند تو لیجیے لڑکوں کے کام آئے گی

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

لڑکپن کے ہیں دن الخ: اس عنوان سے اقبال نے ایک غزل اپریل ۱۹۰۳ء میں کہی تھی جو اسی وقت مخزن میں شائع ہو گئی تھی. یہ غزل انھوں نے کسی دوست کی دی ہوئی طرح پر سیالکوٹ کے رئیس آغا محمد باقر صاحب قزلباش کے بیٹے محمد ناصر کی ادائے سُنّت موکدہ کے بعد صحت پانے کی تقریب کے موقع پر کہی اور اسے اپنے دوست کے بیٹے کی اس شادی کا سہرا قرار دیا چنانچہ مقطع میں کہتے ہیں — گل مضمون سے آے اقبال یہ سہرا ہے ناصر کا — کل انیس اشعار پر مشتمل ہے.

(غزل، ب ا، ۳۰۳)

لڑکوں (ار) مذکر: لڑکا (= طفل کم سن یا نابالغ) کی جمع ؎

تو دیکھا قطار ایک لڑکوں کی تھی

(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

لڑکی (ار) مونث: چھوکری، طالبۂ علم ؎

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

لڑی (ار) مونث: وہ زنجیر یا تاگا جس میں موتی پروئے ہوئے ہوں ؎

ہے رگِ گل صبح کے اشکوں سے موتی کی لڑی

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

لزومات (ع) مونث: معرّی کے مجموعۂ قصائد کا نام ؎

کہنے لگا وہ صاحبِ غفران و لزومات

(ابو العلا معرّی ب ج، ۱۵۷)

لِسان (ع) مونث: زبان.

لسانُ العَصر (— ع ع) مذکر، لسان + ال (علامت تعریف یا معرفہ) + عصر (= زمانہ): اپنے دَور یا زمانے میں زبانِ قوم، مراد حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم جن کا یہ لقب تھا ؎

یہ لسان العصر کا پیغام ہے

(غزلیات، ب د، ۲۸۲)

لسانُ صدقٍ فی الآخرین: متاخرین میں صداقت کی زبان یہ امیر مینائی کی تاریخ وفات ہے جو متاخرین شعرا میں تھے اور ۱۹۰۰ء میں وفات پائی "اعداد" کی سرخی سے جو قاعدہ لکھا گیا ہے، اس کے حساب سے عربی فقرے کی تاریخ نکالیے.

(ب ا، ۴۸۳)

لَشکَر (ف) مذکر: فوج، جتھا جو میدانِ جنگ میں لڑنے کے لیے مخصوص ہو ؎

کاٹ کر رکھ دیے کفار کے لشکر کس نے

(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

: مراد ترکوں کی فوج ؎

ہر شئے ہوئی ذخیرۂ لشکر میں منتقل

(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۷)

لَشکریاں (ف ف ف) مذکر، لشکر (رک) + ی (لاحقۂ

نسبت) + ان (لاحقۂ جمع): لشکر والے، سپاہی ؎
میر سپاہ ناسزا لشکریاں شکستہ صف
(۱۶، ب ج، ۳۹)

لَطافت (ع) مؤنث: پاکیزگی، صفائی، نزاکت، باریک نکتے سمجھنے کی صلاحیت ؎
ہے دماغوں کی لطافت کچھ اسی کا سوز و ساز
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۹)

لَطائف (ع) مذکر: لطیفہ (رک) کی جمع ؎
وہ لطائف ہیں کہ پڑھتے ہی جنھیں
(پنجۂ فولاد، ب د، ۹۵)

لُطف (ع) مذکر
: مزہ ؎
اس چمن میں کوئی لُطف نغمہ پیرائی نہیں
(صدائے درد، ب د، ۴۲)
: مہربانی، عنایت ؎
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور
(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

لُطف آنا (ار) مزہ ملنا، بھلا لگنا ؎
شورشِ زنجیرِ در میں لطف آتا تھا مجھے
(عہدِ طفلی، ب د، ۲۵)

لُطفِ جاں (ع ف): روحانی کیف جس سے روح لُطف اندوز ہو ؎
تھی ہر اک جنبش نشانِ لُطفِ جاں میرے لیے
(عہدِ طفلی، ب د، ۲۵)

لَطیف (ع) صفت: وہ دقیق باریک اور مخفی لذت جو نظر نہ آئے مگر نفسِ ناطقہ اس سے حظ کو محسوس کرے ؎
سرد یہ آگ اس لطیف احساس کے پانی سے ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۵)

لَطیفہ (ع) مذکر
: مراد وہ عطیۂ الٰہی جس میں باطنی اور روحانی لُطف ہے ؎
لطیفۂ ازلی ہے فغانِ چنگ و رباب
(۱۳، ب ج، ۳۶)
: چٹکلا (دیکھو لطائف جو اس کی جمع ہے)

لَعل (ع) مذکر: ایک قسم کا بیش قیمت سُرخ معدنی جوہر جو ابتداءً ایک خاص صلاحیت کا پتھر ہوتا ہے اور سورج کی شعاعوں سے مسلسل تپتے رہنے کے بعد لعل بن جاتا ہے (تپتے رہنے اور رنگ میں رفتہ رفتہ پختگی آنے کا زمانہ گویا اس کی زینت کا زمانہ ہوتا ہے)، اس جگہ لعل جیسے رنگ سُرخ کی شراب مُراد ہے ؎
ضمیرِ لالہ مئے لعل سے ہوا لبریز
(۱۲، ب ج، ۱۲)

لَعلِ بدخشاں (ع ف)، مذکر، لعل + اضافت + بدخشاں (پاکستان اور خراسان کے درمیان ایک علاقہ جو لعل کی منڈی ہے)، استعارے کے طور پر شفق مُراد ہے جو لعل کی طرح سرخ ہوتی ہے ؎
لعلِ بدخشاں کے ڈھیر چھوڑ گیا آفتاب
(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۱۰۰)

لَعلِ بے بہا (ع ف ف)، مذکر، لعل (= تیز سُرخ رنگ کا ایک کان سے نکلا ہوا جوہر) + اضافت + بے (رک)، + بہا (= قیمت): انمول لعل جس کی قیمت نہ لگ سکے ؎
غیرت لعلِ بے بہا ہوں میں
(عقل و دل، ب د، ۴۱)

لَعلِ ناب (ع ف) مذکر، لعل + ناب (= خالص): وہ لعل جس میں کسی قسم کا میل نہ ہو اور انگارے کی طرح دہکے ؎
کہ لعلِ ناب میں آتش تو ہے شرارہ نہیں
(۲۱، ب ج، ۴۴)

لَعنَت (ع) مؤنث: خدا کا عذاب، قہرِ الٰہی ؎
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیمِ اللّٰہی
(نفسیاتِ غلامی، ض ک، ۱۵۸)

لُغَت (ع) مذکر: کلمہ، لفظ ؎
لُغت غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی
(۲۲، ب ج، ۴۵)

لُغَت ہائے حِجازی (۔ ت ع ف) مذکر، لغت (= بڑے بڑے اور موٹے موٹے نامانوس الفاظ) + ہائے (لاحقۂ جمع) + حجاز (مُراد عرب) + ی (لاحقۂ نسبت): مُراد (فقہ کو نظر انداز کرکے) منطق و فلسفہ وغیرہ کی علمی بحثیں ہے

فقیہِ شہر قارون ہے لغت ہائے حجازی کا

(۸، ب ج، ۳۲)

لَغزِشِ مَستانہ (ف ف ف) مونث، لغزش (= غلطی، غیر ارادی غلطی) + اضافت + مست (= جو مدہوش اور خود سے بے خبر ہو) + انہ (لاحقۂ نسبت): وہ غلطی جو مستیِ عشق میں سرزد ہو، وہ عمل جو عشق کے عالمِ کیف میں سرزد ہو جائے اور احکامِ شریعت کے مطابق نہ ہو ہے

رشکِ صد سجدہ ہے اک لغزشِ مستانۂ دل

(دل، ب د، ۶۲)

لَقَب (ع) مذکر: وہ نام جو کسی میں کوئی صفت پائی جانے کی وجہ سے اُسے دیا جائے، وصفی نام ہے

سورج تو دل میں لقب ساقی کا زیبا ہے تجھے

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۴)

لُک وِدِن (انگ): اندر دیکھو، باطن پر غور کرو، مراقبے کی طرف اشارہ ہے ہے

لُک ودِن کا حکم تھا اس بندۂ اللہ کو

(ب ا، ۴۶۰)

لگام (ف) مونث: وہ تسمہ جس کا ایک سرا گھوڑے کے منہ میں بندھا ہوتا ہے اور دُوسرا سوار کے ہاتھ میں رہتا ہے اور سوار اس کی جنبش سے گھوڑے کو چلنے یا رکنے یا کسی طرف مڑنے کی ہدایت کرتا ہے ہے

لوہے کی لگامیں ہیں تو چمڑے کی ہے چابک

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۷)

لگ کے (ار): تکیہ کر کے، ٹیک لگا کے، سہارا لے کے ہے

ساحل سے لگ کے موجِ بیتاب سو گئی ہے

(رات اور شاعر، ب د، ۱۷۲)

لگنا (ار)

: محسوس ہونا، معلوم ہونا ہے

خوش نما لگتا ہے یہ غازہ ترے رخسار پر

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: پھوٹنا، نکلنا، اُگنا ہے

کسی شاخِ ہستی کو لگتے ہتے پتے

(عشق اور موت، ب د، ۵)

: چمٹنا، پیچھا نہ چھوڑنا ہے

تیرے مریض کو تپِ فرقت ہے کیا لگی

(ب ا، ۵۰۱)

: اثر کرنا ہے

اس کو دعا لگی نہ کسی کی دوا لگی

(ب ا، ۵۰۱)

: مجازاً حقارت کے موقع پر

جانے مشاعرے میں ہماری بلا لگی

(ب ا، ۵۰۱)

: قریب ہو جانا ہے

چپکے سے چاندنی پسِ دیوار آ لگی

(ب ا، ۵۸۵)

: پڑنا، ٹکرانا ہے

قسمت ہی اینٹ بن کے ہے ماتھے پہ آ لگی

(ب ا، ۵۸۵)

: معاون فعل ہے اور جس فعل کے ساتھ آتا ہے اس کے شروع کیے جانے کے معنی دیتا ہے ہے

پھر اٹھا اور تیموری حرم سے یوں لگا کہنے

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

لَمحہ (ع) مذکر: گھڑی، دقیقہ ہے

ہر لمحہ ذکر و فکر میں درسِ بقا ہے آج

(معراج، ب ا، ۲۲۴)

لَم یَزَل (ع) فعل نفی جحد بہ لَم: جسے کبھی زوال نہ ہوگا (اللہ تعالیٰ کی صفت) ہے

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تُو، زباں تُو ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۹)

لَن ترانی (ع ع ع ع) فعل منفی، لَن (= ہرگز نہیں) + ترا (= تو دیکھے گا) + ن (وقایہ) + ی (ضمیر واحد متکلم) لفظی معنی تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ جب حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کی فرمائش سے کوہِ طور پر جاکر خدا سے تعالیٰ سے درخواست کی کہ اَرِنی (رک) یعنی تو مجھے اپنا جلوہ دکھا دے تو جواب ملا کہ "لن ترانی" حضرت موسیٰؑ نے اصرار کیا تو ایک بجلی چمکی اور آنا فاناً حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل سب بیہوش ہو گئے اور پہاڑ جل گیا۔

: مراد جلوہ دکھانے سے انکار ہے

لن ترانی کہہ رہے ہیں یا وہاں کے طور بھی

(رفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۰۰)

ابتدا سے محرومی ہے

گیا دورِ حدیث لن ترانی

(رباعیات، ب ج، ۸۹)

: شیخی یا بے جا دعویٰ ہے

کہتا نہیں حرف لن ترانی

(خاقانی، ض ک، ۱۲۰)

لَن ترانی گوے اوجِ طور : کوہِ طور کی بلندی یا چوٹی پر "لن ترانی" (رک) کہنے والا یعنی خدائے تعالیٰ ہے

تو ظہور لن ترانی گوے اوجِ طور ہے

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۴)

لَندَن (انگ) مذکر : یورپ میں انگلینڈ کا سب سے بڑا اور خوبصورت شہر ہے

دل میں لندن کی ہوس لب پہ ترے ذکرِ حجاز

(نصیحت، ب د، ۱۷۶)

لَنگڑا (ا ر) مذکر : ایک ٹانگ کا، مراد وہ آم جو اس نام سے مشہور ہے (اس جگہ بطور ایہام استعمال کیا ہے) ہے

الٰہ آباد سے لنگڑا چلا لاہور تک پہنچا

(ب ا، ۵۰۳)

لوٹ جانا / لوٹنا (ا ر)

: بیتاب و بیقرار ہو جانا، (حصولِ مطلب کے لیے) بے چین ہونا، تڑپ جانا ہے

لوٹ جائے آسماں میرے مٹانے کے لیے

(ظریفانہ، ب د، ۹۹)

: لطف لے کر تڑپنے لگنا، سر دھننا ہے

لوٹتے ہیں دل کبوتر دار ہے

(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

لُوٹ لی طرزِ فغاں میری (ا ر ع ف ا ر) میرے نوحہ و فریاد کا انداز اڑا لیا، زبردستی چھین لیا، لے اڑے ہے

چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرزِ فغاں میری

(تصویرِ درد، ب د، ۶۸)

لَوث (ع) مذکر : آمیزش، داغ، دھبا، آلودگی ہے

عدل اس کا تھا قوی لوثِ مراعات سے پاک

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۳)

لَوح (ع) مونث : تختی، مزار کا پتھر جس پر میت کا نام وغیرہ بھی کندہ کیا جاتا ہے ہے

چشمِ باطن سے ذرا اس لوح کی تحریر دیکھ

(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۲)

: روایتی لوحِ تقدیر جو عرش پر ہے اور جس پر احکامِ الٰہی درج ہیں، اسے لوحِ محفوظ بھی کہتے ہیں۔ اس پر ازل سے ابد تک کے کل واقعات لکھے ہوئے ہیں اور وہ ایسی محفوظ ہے کہ کوئی اس میں کسی طرح کا تصرف اور ردّ و بدل نہیں کر سکتا۔ اس سے علمِ الٰہی مراد ہے۔

لَوح و قلم (ـ ف ع) مذکر، لوح + و (عطف) + قلم (= قدرتِ الٰہی کا قلم) : مراد کل کائنات اور اس کی تقدیر ہے

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۸)

لوحِ مزار : اس عنوان کے تحت فارسی کے چار شعر باقیات میں درج ہیں۔ ان کے مشکل الفاظ کی شرح اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ر ب ا، ۲۵۸)

لوگ (ار) مذکر (اسم جمع) : (متعدد) آدمی، انسان ؎
ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
(ہمدردی، ب د، ۳۵)

لولاب : (رک) ملازادۂ ضیغم لولابی (جس کے تحت یہ درج ہے)
(ملازادہ الخ، ا ح، ۳۴)

لولاک (ع) : حدیثِ قدسی کا پہلا ٹکڑا، پوری حدیث یہ ہے لولاک لما خلقت الافلاک یعنی اے حبیبؐ اگر تو نہیں ہوتا تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا ؎
مومن نہیں گر صاحب لولاک نہیں ہے
(۱۰، ب ج، ۳۴۰)

لولاکی : لولاک (رک) سے منسوب، مراد مقام قدسی کی بلندی پر پہنچانے والی ؎
تری پرواز لولاکی نہیں ہے
(رباعیات، ب ج، ۸۲)

لولوئے لالا (ع ف)، مذکر، لولو (= موتی) + ے (علامت اضافت) + لالا (= روشن، تابندہ) : چمکیلا موتی، مراد اعلیٰ اور روشن مضامین ؎
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالا
(۱، ب ج، ۲۶)

لوہا (ار)، مذکر : ایک معدنی دھات جو نہایت مضبوط سخت اور بھاری ہوتی ہے اور اس سے ہزارہا قسم کی چھوٹی بڑی مشینیں وغیرہ بنائی جاتی ہیں ؎
لوہے کی نگاہیں ہیں تو چمڑے کی ہے چابک
(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۰)

لہو (ار) مذکر
: خون ؎
یقیں ہے مجھ کو گرے رگِ گل سے قطرہ انسان کے لہو کا
(غزلیات، ب د، ۱۳۷)
: خمیر، سرشت ؎
مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا
(۱۹، ب ج، ۳۱)
: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک مختصر ترنظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ اگر دل میں لہو (یعنی حوصلہ) ہو تو پھر انسان کو مفلسی تک کا کوئی غم نہیں ہوتا
(ب ج، ۱۶۳)

لہو پینا (ار ار) : مزدور پاکستان کو سخت محنت میں مبتلا کر کے اس کی کمائی خود کھا لینا ؎
پی گیا سب لہو اسامی کا
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

لہو ترنگ (ار ار) مونث : جل ترنگ (رک) کے مقابلے پر اقبال کا وضع کیا ہوا لفظ ہے، مراد یہ ہے کہ تیرے جل ترنگ (باجے) کے پیالوں میں پانی کی جگہ خون بھرا ہونا چاہیے مراد یہ ہے کہ تجھے عیش و عشرت کی بجائے جد و جہد و جہاد میں اوقات گزارنا چاہیے
(نافرمان ہے، من ک، ۱۰)

لہو کی طفیل (ار ع) مذکر بمعنی مونث، لہو + کی (رک) + طفیل (= بدولت) : خون کی بدولت، نسل میں خون کی آمیزش کے باعث ؎
جن کے لہو کی طفیل آج بھی ہیں اندلسی
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۸)

لے (ار) مونث : سُر، دھن ؎
نغمہ ہندی ہے تو کیا لے تو حجازی ہے مری
(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

لے اڑنا (ار) : تیزی کے ساتھ لے جانا ؎
لے اڑا اشتیاق منزل کا
(ب ا، ۴۴۹)

لیاقت (ع) مونث : قابلیت، استعداد، ہنر ؎
فصاحت کا بلاغت کا لیاقت کا ذہانت کا
(ب ا، ۸، ۴۷)

لیٹنا (ار) : پاؤں پھیلا کر کمر ٹکا کر اور سر کسی چیز پر رکھ کر پڑنا، آرام کرنا ؎
لیٹنا زیرِ شجر رکھتا ہے جادو کا اثر

(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۶۵)

لیڈر (ع) مذکر: سیاسی رہ نما ؎

جتنے اوصاف ہیں لیڈر کے وہ ہیں تجھ میں سبھی

(نصیحت، ب د، ۱۷۷)

: ایک انگریزی اخبار کا نام جو اُس زمانے میں الٰہ آباد سے شائع ہوتا تھا نیز اخبار کا اداریہ

کیا عجب پہلے ہی لیڈر میں یہ کر دے انکار

(ب ا، ۴۶۱)

لیڈی شہابُ الدّین: پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے صدر چودھری سر شہاب الدّین کی شریکۂ حیات، کا قطعۂ تاریخ وفات اقبال نے فارسی میں کہا تھا، یہ اُس کی سرخی ہے مشکل لفظوں کا حل اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، ۴۹۴)

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی: صرف وہی چیز انسان کو ملتی ہے جس کی وہ کوشش کرے ؎

حکم حق ہے لیس للانسان الا ما سعی

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

لے کر: شروع کر کے ؎

نیل کے ساحل سے لے کر تا بہ خاک کاشغر

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۵)

لیکن (ف) کلمۂ استدراک۔

: مگر ؎

پریشاں ہوں میں مشتِ خاک لیکن کچھ نہیں کھلتا

(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

: (کلمۂ استثنا) اس کے برعکس، اس کے مقابل ؎

شمع اک شعلہ ہے لیکن تو سراپا نور ہے

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

لَیل (ع) مونث: رات۔

لیل و نہار (ـ ف ع) مذکر، لیل + و (عطف) + نہار (= دن): شب و روز ؎

کتنے دلکش آہ ظالم تھے ترے لیل و نہار

(عیشِ جوانی، ب ا، ۵۱۷)

لیلا (ع) مونث: عشق کے مشہور کردار مجنوں یا قیس کی محبوبہ جس کا رنگ کہا جاتا ہے کہ سانولا یا کالا تھا

محبوب، مقصودِ محبوب

: رجائیت، امید کا پہلو ؎

ہم سمجھتے ہیں یہ لیلا تیرے محمل میں نہیں

(مسلم، ب د، ۱۹۵)

: محبوبِ حقیقی جس سے اہل اللہ محبت کرتے ہیں ؎

کہ لیلیٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں

(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

: اسلام ؎

کہ لیلیٰ میں تو ہیں اب تک وہی انداز لیلائی

(تضمین بر شعر انیسی، ب د، ۱۵۴)

: مادی حسن ؎

نظارے کی ہوس ہے تو لیلیٰ بھی چھوڑ دے

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

: حسین و دل پسند۔

اس محمل خالی کو پھر شاہد لیلیٰ دے

(دعا، ب د، ۲۱۲)

لیلائے شب (ـ ف ف) مونث، لیلا + ے (علامت اضافت) + شب (رک): اضافت تشبیہی ہے ؎

دیتا ہے لیلائے شب کو نور کی چادر قمر

(قطعہ، ب ا، ۱۹۸)

لیلائے ظلمت (ـ ف ع) مونث، لیلا + ے (علامت اضافت) + ظلمت (رک)، ظلمت کو لیلا سے تشبیہ دی ہے اور وجہ تشبیہ ظاہر ہے ؎

محمل میں خامشی کے لیلائے ظلمت آئی

(بزمِ انجم، ب د، ۱۲۴)

لیلام؎: نیلام کی تخریب جسے شاعر نے نقل قول کے طور پر قائل کے لہجے میں استعمال کیا ہے ؎

آج سنتے ہیں کہ جمیٹ جی کے ہاں لیلام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶)

؎ پرتگالی لفظ لیلاؤ سے بنا ہے

لَیلائی (ع ف) مونث، لیلا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت)
: لیلا پَن، معشوقانہ ادا، دلکشیِ حُسن ۔
کہ لیلیٰ میں تو ہیں اب تک وہی اندازِ لیلائی
(تضمین بر شعرِ انیسی، ب د، ۱۵۴)

لَیلیٰ (ع) مونث : رک لیلا ۔

لَیلیِ شام (۔ ف) شام کو سیاہی کی بنا پر لیلیٰ سے تشبیہ دی ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ لیلیٰ کا رنگ گندمی اور میلا تھا (قب قیسِ روز)
رہتی ہے قیسِ روز کو لیلیِ شام کی ہوس
(کوششِ ناتمام، ب د، ۱۲۴)

لَیلیِ ذَوقِ طَلَب (۔ ع ع) مونث، لیلیٰ + اضافت + ذوق (= شوق) + اضافت + طلب (= جستجو)
: جستجو اور تلاش محبوب کا حسین اور دلکش جذبہ ۔
لیلیِ ذوقِ طلب کا گھر ہمارے دل میں ہے
(آفتابِ صبح، ب د، ۴۱)

لَیلیِ شَب (ع ف) مونث، لیلیٰ (عشق کے مشہور کردار مجنوں یا قیس کی محبوبہ جس کا رنگ مائل بہ سیاہی تھا) + شب (= رات) : رات جو کہ ان مناظر میں ایسی حسین معلوم ہوتی ہے جیسے مجنوں کی نگاہ میں لیلیٰ ۔
لیلیِ شب کھولتی ہے آ کے جب زلفِ رسا
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

لَیلیِ مَعنیٰ (۔ ع) مونث، لیلیٰ + معنی (= مضمون) : اضافتِ تشبیہی ہے ۔
لیلیِ معنی کا محمل اس کی نثرِ دلپذیر
(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۴)

لینا (ا ر)
: حاصل کرنا، اخذ کرنا ۔
حرارت لی نفس ہائے مسیحِ ابنِ مریم سے
(محبت، ب د، ۱۱۱)
: زبان پر جاری کرنا ۔ (رک نام لینا)
: قول و قرار کرانا ۔
آ کے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
(شکوہ، ب د، ۱۹۲)
: فیض اٹھانا، فائدہ پانا ۔
لیں گے ہم ہنگامۂ ہستی میں اب کیا بیٹھ کر
(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۵)
: جسم کے اوپر لینا، اوڑھنا ۔
لیٹے یہ گوریلی میں لیے گرم رضائی
(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۲)

لین دین (ا ر) مذکر : حساب کتاب، خرید و فروخت، معاملت، داد و ستد، بیوپار ۔
مشرک ہیں وہ جو رکھتے ہیں مشرک سے لین دین
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۲)

لینن (خدا کے حضور میں) : یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ روس کے مشہور کمیونسٹ لینن نے خدا کے سامنے سرمایہ داری کے خلاف درخواست پیش کی جسے سن کر فرشتوں نے اس کی تائید میں ایک گیت گایا (جو اس نظم کے بعد بالِ جبریل میں درج ہے) اس گیت کو سن کر خدا تعالیٰ نے لینن کی درخواست منظور کر کے سرمایہ داری کے خلاف فرمان جاری کیا (جو بالِ جبریل میں فرشتوں کے گیت کے بعد درج ہے)۔
لینن : روس کا باشندہ دنیا بھر کے کمیونسٹوں اور پیشوا ۱۸۷۰ء میں بمقام سمبرسک (متوطنِ قازان) پیدا ہوا۔ اس کا باپ اس علاقے کے اسکولوں کا انسپکٹر تھا۔ اس لیے شروع سے لینن کو علمی ماحول ملا اور کتابوں کے مطالعے کا ذوق شوق پیدا ہو گیا۔ ۱۸۸۷ء میں اس کے بڑے بھائی کو تیسرے زار روس کے خلاف سازش کرنے کے جرم میں پھانسی دی گئی جس کا نوجوان لینن کے دل و دماغ پر کچھ ایسا اثر پڑا کہ وہ ہمیشہ کے لیے انقلابی ہو گیا۔ قازان یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اس نے کئی سال تک مشہور مادہ پرست اور انقلاب پسند، کارل مارکس کے فلسفے کا مطالعہ کیا اور ۱۸۹۷ء سے اشتراکیت کی تبلیغ کو اس نے اپنا مقصدِ حیات

بنالیا۔ ۱۸۹۰ء میں اسے ۳ سال کے لیے سائبیریا میں جلاوطن کر دیا گیا۔ ۱۹۰۲ء میں اس نے رُوس سے ہجرت کی اور سوئٹزرلینڈ چلا گیا اور وہاں سے اشتراکیت کی اشاعت کے لیے ایک میگزین جاری کیا جس کا نام تھا ”چنگاری“، اور اس طرح رُوس سے باہر رہ کر انقلاب رُوس کے لیے سرگرم عمل رہا۔ جب ۱۹۱۷ء میں رُوس کا انقلاب رُونما ہوا تو زار رُوس کے محل کو اپنے دفتر میں تبدیل کر کے مطلق العنانی کی زندگی بسر کرنے لگا۔ ۱۹۲۴ء میں وفات پائی۔

لیے[۱] (ار) کلمۂ جار : مُراداً سامنے ؎

ایک جلوہ تھا کلیم طُورِ سینا کے لیے

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

: واسطے، غرض سے، حاصل کرنے کے خیال میں ؎

اخترِ صُبح مضطرب تاب دوام کے لیے

(کوشش ناتمام، ب د، ۱۲۴)

لیے[۲] (ار) فعل : لیے ہوئے ؎

سرخی لیے سنہری ہر پھُول کی قبا ہو

(ایک آرزُو، ب د، ۴۷)

م

ماازپسِ سنائی وعطار آمدیم: ہم نے حکیم سنائی اور خواجہ فریدالدین عطار کے بعد اس میدان میں قدم رکھا ہے (یہ رومی کا مصرع ہے جو اقبال نے آغازِ سخن میں شامل کیا ہے)
(۱، سطر ۵، ب ج، ۲۲)

ماتؔ (ع) مذکر، نیز مونث: ہار، شکست، ہزیمت۔

مات کرنا: ہرا دینا ؎
تدبیر کو تقدیر کے شاطر نے کیا مات
(لینن، ب ج، ۱۰۸)

مات کھانا (ار): ہار جانا، شکست اٹھانا ؎
انتہا سے سادگی سے کھا گیا مزدور مات
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۳)

مات ہونا: ہار ہو جانا، شکست کھانا ؎
شاید کہ وہ شاطر اسی ترکیب سے ہو مات
(ابو العلامعرّی، ب ج، ۱۵۰)

: ماند ہونا ؎
اس وقت تیرے سامنے سورج بھی مات ہے
(چاند اور شاعر، ب ا، ۲۶۵)

ماتم (ع) مذکر: کسی نقصانِ عظیم یا مرنے بچھڑنے یا گم ہو جانے کا غم، کسی سے چھٹ جانے کا سوگ ؎
محفلِ قدرت مگر خورشید کے ماتم میں ہے
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

: نوحہ گری، مرثیہ ؎
غم نصیبِ اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا
(صقلیہ، ب د، ۱۳۴)

ماتمِ پسر: بیٹے کا ماتم۔ یہ اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو مخزن (جولائی ۱۹۰۲ء) میں شائع ہوئی تھی۔ اس نظم کے آغاز میں جو نوٹ لکھا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس نظم میں علامہ نے اپنے ایک دوست خواجہ صمد (رئیس بارہ مولا علاقہ کشمیر) کے چہیتے اور ہونہار بیٹے علامہ غلام حسین کی موت پر خود خواجہ صاحب کی زبان سے اظہارِ غم کیا ہے۔ خواجہ صاحب ایک ذی علم اور علم دوست انسان ہیں، خود بھی فارسی کے ایک طباع شاعر ہیں، مقبل تخلص کرتے ہیں، مگر بیٹے کے غم نے ان کی طباعی اور زندہ دلی پر پانی پھیر کے انہیں سراپا تصویرِ غم بنا دیا ہے
(ماتمِ پسر، ب ا، ۱۷۷)

ماتم خانہ (ع-ف) مذکر، ماتم + خانہ (رک): وہ گھر جس میں بیٹھ کر یا جمع ہو کر لوگ ماتم کریں، غم منائیں یا کسی عزیز کی جدائی میں روئیں دھوئیں ؎
آہ یہ دنیا یہ ماتم خانۂ برنا و پیر
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۹)

ماتمِ دلبری (ع-ف) مذکر، ماتم + دلبری (رک) عشق یعنی محبوب سے جدا ہونے کا ماتم اور رنج و غم ؎
ہیں حکایتِ غمِ آرزو تو حدیثِ ماتمِ دلبری
(میں اور تو، ب د، ۲۵۲)

ماجرا (ع) مذکر، مَا، موصولہ (= جو) + جَرا (= جاری ہوا، گزرا): سرگزشت، حال ؎
سن کے بکری سے ماجرا سارا
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

ماجوج: رک یاجوج۔

ماخلقتنا: رک اذا اذانی۔

مادر (ف) مونث: ماں ؎
وسعتِ آغوشِ مادر اک جہاں میرے لیے
(عہدِ طفلی، ب د، ۲۵)

مادرِ ایام (ف-ع) مونث، مادر + اضافت + ایام (رک): ایام کو مادر سے تعبیر کیا ہے کیونکہ زندگی ایام ہی سے پیدا ہوتی ہے
(بلادِ اسلامیہ، ب ا، ۲۵۲)

مادرِ گیتی (ف-ف) مادر + اضافت + گیتی (= زمین)

؎ اصلاً عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں، مر گیا۔

: گیتی کو ماں سے تشبیہ دی ہے (دیکھیے مادرِ وطن) ؎

مادرِ گیتی رہی آبستنِ اقوامِ نو

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

مار (ف) مذکر: سانپ (رک دولتِ زیرِ مار)

مارپیٹ (ار) مونث: پٹائی ہونے کی کیفیت، پیٹے جانے کی صورت حال ؎

حاصل ہوا یہی نہ بچے مارپیٹ سے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

مار ڈالنا (ار): عاشق بنا لینا، فریفتہ کر لینا (مجازاً) جان نکال لینا ؎

مار ڈالے گا خوشی سے جھومنا تیرا مجھے

(گلِ رنگیں، ب ا، ۲۷۹)

مارچ ۱۹۰۷ء: اس عنوان کے تحت بانگِ درا میں جو اشعار درج ہیں انھیں علامہ نے غزلیات کے سلسلے میں جگہ دی ہے مگر دراصل یہ ایک مسلسل نظم کی حیثیت رکھتے ہیں جن میں اقبال نے قوم کو اپنی شاعری کے مستقبل سے آگاہ کیا ہے۔ ان اشعار سے اس صالح انقلاب کا پتا بھی چلتا ہے جو یورپ کے قیام سے ان کی ذہنیت میں رونما ہوا تھا۔ یہ ان کی شعر گوئی کے دور سے دور کا سنگِ میل ہیں جن کے بعد ان کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے جو کلیۃً اسلامیات پر مشتمل ہے یہی وہ دور ہے جس کے بعد قوم نے انھیں حکیم الامت کے خطاب سے موسوم کیا اور ان کے اشعار کو قومی ارتقا کے راستے میں مشعلِ راہ بنایا۔

(ب د، ۱۴۰)

مارنا (ار): پیٹنا، زد و کوب کرنا، سزا دینا ؎

گر گیا پھول جو سینے کا تو ماریں گے تجھے

(... کی گود میں بلی کو دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)

: کسی کی طرف اس طرح پھینکنا کہ اس کے جسم پر لگے، پھینکنا ؎

طشتِ افق سے لے کر لالے کے پھول مارے

(بزمِ انجم، ب د، ۱۰۳)

مازنی (MAZZINI): اٹلی کا مشہور محبِ وطن جس نے جمہوریت نوازی کے سلسلے میں عمر بھر سختیاں جھیلیں اور آخر کار جیل خانے ہی میں چل بسا ؎

ہرے رہبرِ وطن مازنی کے میدانو

(غزلیات، ب د، ۱۲۹)

ماسٹر (انگ) مذکر: پڑھانے والا، ٹیچر، معلم ؎

کہتا ہے ماسٹر سے کہ بل پیش کیجیے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

ماسلف (ع ع) صفت، ما (= جو چیز) + سلف (= گزر گئی): گزرا ہوا، گزشتہ، بیتا ہوا ؎

اے لباسِ ماسلف مقتولِ تہذیبِ فرنگ

(کلاہِ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۰)

ماسوا / ماسوا اللہ (ع ع ع) ما (= جو کچھ) + سوا (= علاوہ) + اللہ (رک): جو کچھ اللہ تعالیٰ کے سوا ہے، یعنی کل کائنات ؎

جلتی اسی شرار سے ہے شمعِ ماسوا

(شمع، ب ا، ۲۹۸)

ماسوا اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۸)

ماضی (ع) صفت: گزرا ہوا زمانہ، عہدِ گزشتہ ؎

میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

(مسلم، ب د، ۱۹۶)

ماعرفنا (ع ع) فعل، ما (= نہیں) + عرفنا (= پہچانا ہم نے): ہم نے نہیں پہچانا، آنحضرتؐ کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ ماعرفناکَ حقَّ معرفتِک (= یعنی اے پالنے والے ہم نے تجھ کو اتنا نہیں پہچانا جتنا کہ پہچاننا چاہیے)، مراد یہ کہ کائنات میں سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ کو پہچاننے کے باوجود حضورؐ نے انکسار کے طور پر کوتاہی معرفت کا اقرار فرمایا ؎

پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے ماعرفنا پر

(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

مال (ع) مذکر

: سامان، جنس اور نقد وغیرہ ؎
چھوڑی نہ کچھ یہود و نصاریٰ کا مالِ نوح
(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۶)

: ملکیت ؎
دونوں یہ کہہ رہے تھے مرا مال ہے زمیں
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

مال دار (ـ ف) صفت، مال + دار (رک) : دولتمند، مال رکھنے والا ؎
دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
(صدیقؓ، ب د، ۲۲۴)

مال مست (ـ ف) صفت : دولت کے نشے میں مست اور بے خرد ؎
تیرے امیر مال مست تیرے فقیر حال مست
(فرشتوں کا گیت، ب ج، ۱۰۹)

مالا پرونا (ار) : آنسوؤں کے تاروں کی طرف اشارہ ہے ؎
کہا ہے درد نے کیوں آپ نے مالا پرولی ہے
(غزل، ب ا، ۴۰۴)

مالک (ع) مذکر : کوئی چیز جس کی ملکیت ہو (اس جگہ زمیندار مراد ہے) ؎
تکرار تھی مزارع و مالک میں ایک روز
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

مالی (ار) مذکر : باغبان، مراد مسلمان (اس مقام پر مایوسی کا بیان ختم کر کے پُرامید اشعار کہے گئے ہیں) ؎
دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۵)

مالوی : آزادیٔ ہند کی تحریک میں یہ بھی ہندوؤں کے مشہور لیڈر تھے اور مالوی جی کہلاتے تھے ؎
گاندھی سے ایک روز یہ کہتے تھے مالوی
(ب ا، ۵۴۶)

ماموں (ار) مذکر : ماں کا بھائی (جو ننھیالی رشتہ دار ہے) ؎
میرے ماموں کو نہیں پہچانتے شاید حضور
(شیر اور خچر، ب ج، ۱۹۹)

ماں (ار) مونث : جس کے بطن سے کوئی پیدا ہوا ہو، پیدا کرنے، دودھ پلانے اور پالنے والی۔

ماں کا خواب : یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے، جو انھوں نے بچوں کے لیے کہی ہے اور جو مغربی تخیل سے ماخوذ ہے۔ ماحصل یہ ہے کہ مرنے والے کی جدائی میں مضطرب ہونے کی بجائے اس کی روح کو ایصالِ ثواب کے کام کرنا چاہیے
(ب د، ۳۶۰)
: یہ نظم دراصل چوبیس اشعار کی ہے جن میں سے بانگِ درا میں پندرہ شعر شائع ہوئے ہیں۔ باقی نو باقیات میں درج ہیں
(ماں کا خواب، ب ا، ۵۶۲)

مانا (ار) مصدر ماننا (تسلیم کرنا) سے فعل ماضی : تسلیم کرتا ہوں، قبول کرتا ہوں، فرض کیا ؎
مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
(غزلیات، ب د، ۹۸)

مانع (ع) صفت : روکنے والا، رکاوٹ بن جانے والا۔

مانع نگاہ (ع - ف) صفت، مانع + اضافت + نگاہ (رک)، تجلی نظر آنے میں حائل (یعنی یہ جہان اُس وقت تجلی میں حائل ہوتا ہے جب روحانیت کا نور آنکھوں میں نہ ہو) ؎
تو بے بصر ہو تو یہ مانع نگاہ بھی ہے
(۴۶، ب ج، ۰۹۹)

مانگنا (ار) : طلب کرنا، لینا ؎
چمک تارے سے مانگی چاند سے داغِ جگر مانگا
(محبت، ب، ۱۱۴)

ماننا (ار) : قبول کرنا، تسلیم کرنا ؎
مانا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

: رضامند ہو جانا ہے۔
مان جائیں گے اگر تجھ کو سلیقا ہو گا
(ب ا، ۴۲۳)

مانند (ف) کلمۂ تشبیہ: مثل، طرح ہے۔
بے داغ ہے مانند سحر اس کی جوانی
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

مانوس (ع) صفت: جس کو اُنس ہو، جس کو پہلے سے دیکھے ہوئے ہوں ہے۔
آنکھ گر مانوس ہے تیرے در و دیوار سے
(نالۂ فراق، ب د، ۷۷)

: خوگر، ہلی ہوئی ہے۔
مانوس اس قدر ہو صورت سے میری بلبل
(ایک آرزو، ب د، ۴۰)

مانی (ف) مذکر: ایک مشہور و معروف رومی نقاش کا نام جو نبوت کا جھوٹا دعوی کرتا اور نقاشی کو اپنا معجزہ بتاتا تھا۔ کتاب ارژنگ اسی کی مصنفہ ہے ہے۔
کام بلبل نے کیا ہے مانی و بہزاد کا
(ب ا، ۵۷)

ماوتو: رک من و تو ہے۔
نہیں کچھ امتیاز ماو تو شہر محبت میں
(ب ا، ۲۴۴)

ماورا: بالاتر ہے۔
اگر مقصود کل میں ہوں تو مجھ سے ماورا کیا ہے
(حضرت انسان، ا ح، ۵۰)

مادمن (ف ف ف) ضمیر، ما (= ہم) + و (عطف) + من (= میں): مراد تم اور ہم ہے۔
تمیز ما و من ہوتی نہیں حرف محبت میں
(تصویر درد، ب ا، ۲۲۳)

ماوی (ع) صفت: جائے پناہ، گھر، ٹھکانا ہے۔
آہ یثرب دیس ہے مسلم کا تو ماوی ہے تو
(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۷)

ماہ (ف) مذکر: چاند (چاہے ہلال ہو یا اس کے بعد بدر تک کسی تاریخ کا) ہے۔
ماہ کے بھیس میں نمایاں ہو
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۲۳۱)

ماہِ تمام (ف ع) مذکر: پورا چاند، بدر کامل (جس کی طرف دریا کی لہریں اٹھتی ہیں اور اس سے پانی میں جوار بھاٹا پیدا ہوتا ہے) ہے۔
تو جو بحر کر تپش ماہ تمام کے لیے
(ذکر و فکر ناتمام، ب د، ۱۲۴)

: شراب علم و عمل کا بدر کامل سے استعارہ کیا ہے ہے۔
تیرے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی
(ب ح، ۱۲)

ماہ سیما (ف ع) صفت، ماہ + سیما (= پیشانی): حسین ہے۔
بات جو ہندوستاں کے ماہ سیماؤں میں تھی
(رعنائی، ب د، ۱۳۹)

ماہ سیمایانِ ہند (ف ع ف) صفت، ماہ سیما + یان (لاحقۂ جمع) + اضافت + ہند (رک): ہندوستان کے حسین، ملک ہند کے رہنما، مراد غیر اسلامی تصورات ہے۔
ٹوٹنے کو ہے طلسم ماہ سیمایان ہند
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)

ماہِ کنعاں (ف ع) مذکر، ماہ + اضافت + کنعاں (رک): حضرت یوسف علیہ السلام (رک یوسف) ہے۔
نشان ماہ کنعاں اے زلیخا پوچھ لے مجھ سے
(ب ا، ۲۴۴)

ماہِ مبین (ف ع) مذکر، ماہ + اضافت + مبین (رک): دنیا کو منور کرنے والا چاند ہے۔
پھر بھی اسے ماہ مبیں تو اور ہے میں اور ہوں
(چاند، ب د، ۸۰)

ماہِ نو (ف ف) مذکر، ماہ + نو (= نیا، تازہ): پہلی رات کا چاند
(ماہ نو، ب د، ۵۰۳)
: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔

اس نظم میں علامہ نے نئے چاند کی چند خصوصیات
کا ذکر کر کے انسان کی زبان سے یہ کہلوایا ہے کہ میں
اس بستی میں جانا چاہتا ہوں جس سے حضرت آدم نکالے
گئے کیونکہ یہ بستی جس میں میرا مسکن ہے تاریکیوں
(یعنی بدکاریوں) سے پُر ہے

(ب د، ۵۳)

: بانگِ درا میں اس نظم کے سات شعر درج ہیں،
باقیات میں اس کے ذمرِ مزید شعر (بغیر ماخذ) لکھے
ہوئے ہیں

(ب ا، ۳۱۱)

ماہر (ع) صفت : کامل فن

(ماہر نفسیات سے، ب ج، ۱۶۷)

ماہرِ نفسیات سے : یہ بال جبریل میں اقبال کے ایک قطعے کا
عنوان ہے جس میں انھوں نے عالمِ نفسیات کو اس نکتے
سے باخبر کیا ہے کہ تم خودی کے افعال سے تو واقف
ہو سکتے ہو لیکن اس کے اسرار و رموز کو نہیں سمجھ
سکتے۔

(ب ج، ۱۶۷)

ماہی (ف) مونث : مچھلی ہے

رہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی

(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

ماہیِ بے آب (ف ف ف) مونث، ماہی (= مچھلی)
+ بے آب (رک) : وہ مچھلی جو پانی سے دور ہو
کنایۃً مضطرب اور بیدار (کیونکہ مچھلی کو پانی سے جدا
کر دیں تو جب تک وہ زندہ ہے تڑپتی رہے گی) ہے

زندگی اس کی مثال ماہیِ بے آب ہے

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

مائل (ع) صفت : رغبت کرنے والا، متوجہ ہے

حسن ہو کیا خود نما جب کوئی مائل ہی نہ ہو

(صدائے درد، ب د، ۴۳)

: آمادہ، تیار

مائل بہ کرم (ف ف ع) صفت، مائل + بہ (رک) +
کرم (رک) : مہربانی اور بخشش پر آمادہ ہے

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

مایہ (ف) مذکر : پونجی، سروسامان ہے

اے نصیرِ عاجزاں اے مایۂ بے مایگاں

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۲)

مایہ دار (ف ف) صفت، مایہ + دار (رک)، سرمایہ
رکھنے والی ہے

آنکھ میری مایہ دارِ اشکِ عنابی نہیں

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۷)

مایۂ آشوبِ امتیاز (ف ف ع) مذکر، مایہ (= پونجی مراداً
سبب) + ۂ (علامت اضافت) + آشوب (=
فتنہ و فساد و ہنگامہ) + اضافت + امتیاز (= فرق
و تمیز) : (موجودات میں) فرق و تمیز کا فتنہ پیدا
کرنے والی (جبکہ کل موجودات میں ایک ہی خالق کا جلوہ
ہے) ہے

میری نگاہ مایۂ آشوبِ امتیاز

(شمع، ب د، ۲۴)

مایۂ رعنائی (ف ف ف) مذکر، مایہ + ۂ (علامت
اضافت) + رعنا (= زیبا، خوشنما) + ئی (لاحقۂ
کیفیت) : باعثِ افتخار ہے

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۱)

مایۂ صد شکستِ قیمتِ دل (ف ف ف ع ف ف ف)
مونث : مایہ + ۂ (علامت اضافت) + صد (رک)
+ شکست (رک) + اضافت + قیمت (رک)
+ دل کی قدر و قیمت کو سو دفعہ دھچکا لگنے کے برابر
یا صدمہ پہنچنے کا ذریعہ اور سبب

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۲۵)

مآل (ع) مذکر : انجام ہے

مسجودِ ساکنانِ فلک کا مآل دیکھ

(شمع، ب د، ۲۴)

مباح (ع) صفت : جائز ہے

اس دین میں ہے ترک سواد حرم مباح

(صدائے لیگ، ب ا، ۵۳۱)

مُبارک (ع) صفت: بابرکت، جس میں برکت حاصل

مُبارک رَہنا (ار): راس آنا (خود کسی چیز کو نہ لینے اور دُوسرے کے لیے خوشی سے چھوڑ دینے کے موقع پر مستعمل) مترادف: تُمھیں راس آئے ہمیں نہیں چاہیے ؎

یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو

(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

مُبارک ہو: راس آئے ؎

ہو مبارک اس شہنشاہ نکوفرجام کو

(معزول شہنشاہ، ا ح، ۲۲۰)

مُبتَلا (ع) صفت: گرفتار، پھنسا ہوا۔

مُبتَلائے جُذام (ـ ف ع) صفت، مبتلا + ے (علامت اضافت) + جُذام (= کوڑھ کی بیماری): کوڑھ کی بیماری میں مُبتلا (اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ "غلامی" اتنی گِھناؤنی چیز ہے کہ جس طرح کوڑھی سے دُور بھاگتے ہیں اسی طرح غلامی سے) ؎

خودی کی موت سے مشرق ہے مبتلائے جذام

(مرگ خودی، ض ک، ۸۰)

مُبرَم (ع) صفت: مضبوط، مستحکم، وہ قضا جس سے بچنا ممکن نہ ہو ؎

تقدیر تو مبرم نظر آتی ہے ولیکن

(جمعیت اقوام، ض ک، ۱۵۶)

مُبین (ع) صفت: روشنی دینے والا، روشن ؎

کعبۂ ارباب فن سطوت دین مبیں

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۸)

مُتاثِّر (ع) صفت: اثر لینے والا، مراد غمگین ؎

باتوں سے ہوا شیخ کی حالی متاثر

(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۴۵)

مَتاع (ع) مونث نیز مذکر: پونجی ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۷)

مَتاعِ تیموری (ـ ف ف) مذکر نیز مونث، متاع + (تیمور (رک) جس سے اس جگہ تیمور کا وارث عالمگیر مراد ہے جس کی سلطنت چاٹگام سے سومنات پٹن تک اور کابل سے مدراس تک پھیلی ہوئی تھی مگر بعد والوں نے اسے برباد کر دیا) + ی (لاحقۂ نسبت): ہندوستان جیسے بڑے ملک کی وسیع حکومت ؎

وہ قوم جس نے گنوایا متاع تیموری

(۱۹، ب ج، ۴۲)

مَتاعِ غُرُور (ـ ف ع) مونث، متاع + غرور (= دھوکا): قرآن پاک میں دنیا کی زندگی کو دھوکے کی پونجی کہا گیا ہے وہی بات اقبال نے کہی ہے کہ تُو نے دُنیا کی دلچسپیوں میں پڑکر دھوکے کا سودا کیا ہے ؎

کیا ہے تو نے متاع غرور کا سودا

(لا الٰہ الا اللہ، ض ک، ۱۵)

مَتاعِ قافلہ: یہ ایک فارسی قطعے کے دو لفظ ہیں جس کے مشکل الفاظ اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں درج ہیں۔

(ب ا، ۶۰۵)

مَتاعِ گُفتار (ـ ف) مونث نیز مذکر، متاع + اضافت + گفتار (رک): شعر و شاعری کا سرمایہ، شعر کہنے کا فن ؎

نایاب نہیں متاع گفتار

(جاوید سے ۲، ض ک، ۸۸)

مَتانَت (ع) مونث: سنجیدگی، بزرگانہ انداز ؎

اور اُدھر کے متانت سے زباں اپنی ہلائی

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۶)

مَتانَت شِکَن (ـ ف) صفت، متانت (= سنجیدگی) + شکن (رک): مُراد یہ ہے کہ بہار کی ہوا کے کیف نے سنجیدگی کے عوض ایک امنگ پیدا کر دی اور متانت کو توڑ دیا ؎

متانت شکن تھی ہوائے بہاراں

(ملا زادہ ۹، ا ح، ۳۹)

مُتبَسِّم (ع) صفت: مسکرانے والا ؎

اس کی غلطی پر علما تھے متبسم
(محمد علی باب، ض ک، ۲۶۹)

مَتْرُوک (ع) صفت: (علم زبان) جو پہلے بولا جاتا ہو پھر غیر فصیح سمجھ کے اس کا استعمال چھوڑ دیا جائے گا۔

کر دیا متروک دلی کے زباں دانوں نے تک
(ب ا، ۱۶۱۳)

مُتَّصِل (ع) صفت، مسلسل، پے در پے گا۔
یہ تلاطم متصل شمع جہاں افروز ہے
(گل رنگیں، ب د، ۲۵)

مُتَغَیِّر (ع) صفت: بدلنے والے گا۔
ہر دم متغیر تھے خرد کے نظریات
(لینن، ب ج، ۱۰۶)

مُتَفَرَّقات: متفرق اور مختلف مضامین پر مشتمل اشعار۔ اس سرخی کے تحت ۲۴ شعر اردو شعروں میں ملے گے باقیات میں درج ہیں، ان کے مشکل لفظوں کا حل اس فرہنگ کے حصہ فارسی میں دیکھیے
(ب ا، تیسرا ایڈیشن ۴۹۹ تا ۵۰۴)
: اس سرخی کے تحت فارسی کے ۵ شعر ہیں جن کے مشکل لفظ اس فرہنگ کے حصہ فارسی میں دیکھیے
(ب ا، ۵۹۹)

مُتَّفِق (ع) صفت: متحد، باہم شیر و شکر، آپس میں میل ملاپ اور اتحاد رکھنے والا گا۔
خدا نے ہوش دیا متفق ہوئے سارے
(فلاح قوم، ب ا، ۳۰)

مُتَلاطِم (ع) صفت: تلاطم برپا کرنے والے، ابلنے والے، ہجوم کرنے والے گا۔
جب روح کے اندر متلاطم ہوں خیالات
(لینن، ب ج، ۱۰۷)
: موج زن، قابو سے باہر، موجوں کا ایسا عالم کہ ایک دوسری کو شور کر کے طمانچے مارے، طوفانی گا۔
جس سے دل دریا متلاطم نہیں ہوتا
(فنون لطیفہ، ض ک، ۱۱۸)

مُتَوَلّی (ع) مذکر: کسی خدائی جائداد کا منتظم (چونکہ فرنگی حکومت کلیسا کے احکام پر چلتے تھے اور یہودی بالواسطہ حکومت پر قابض تھے اس لیے یہ کہا کہ شاید کلیسا (عبادت خانہ عیسائی) کی تولیت یہودیوں کو مل جائے (دراصل یورپ میں یہودیوں کے تسلط کی انتہا دکھانا مقصود ہے) گا۔
شاید ہوں کلیسا کے یہودی متولی
(یورپ اور یہود، ض ک، ۱۴۰)

مِٹا جانا (ار): کسی بات پر جان دیے دینا، شیفتہ اور عاشق ہونا گا۔
لذت قرب حقیقی پر مٹا جاتا ہوں میں
(صدائے درد، ب د، ۴۲)

مِٹانا (ار): نام و نشان باقی نہ رکھنا، فنا کر دینا گا۔
لوٹ جائے آسماں میرے لٹانے کے لیے
(غزلیات، ب د، ۱۰۹)

مِٹتے ہوئے (ار) مصدر مٹنا (رک) سے حالیہ ناتمام (جمع غائب) روز بروز کم ہوتے یا فنا ہوتے ہوئے گا۔
عظمت دیرینہ کے مٹتے ہوئے آثار ہیں
(ریچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

مٹکا (ار) مذکر: مٹی کا بنا ہوا بڑا گھڑا جو معمولی گھڑے سے کئی گنا زیادہ چوڑا چکلا ہوتا ہے گا۔
واں کنستر سب بلوری ہیں یہاں ایک پرانا مٹکا ہے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

مِٹنا (ار)
: دور ہونا، محو ہو جانا گا۔
صفحہ ایام سے داغ مداد شب مٹا
(آفتاب صبح، ب د، ۴۸)
: برباد ہونا، فنا ہو جانا گا۔
میرے مٹنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھی
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)
: گزشتہ عظمت کا باقی نہ رہنا گا۔
مصر و بابل مٹ گئے باقی نشاں تک اب نہیں

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

مٹّی (ار) مونث : خاک، زمین ہے
پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
(الارض للہ، ب ج، ۱۱۹)

مٹّی کا پیکر (ار ار ف)، مذکر، مٹی + کا (ر ک) + پیکر (ر ک)
: مراد جسم انسانی ہے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی
(خضر راہ، ب د، ۲۵۹)

مِثال (ع) مونث
: نظیر، مثل، مانند ہے
شیشۂ دل ہو اگر تیرا مثال جامِ جم
(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۳)

: طرح، مانند ہے
قطرہ ہے لیکن مثال بحر بے پایاں بھی ہے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

: نمونہ ہے
کر بیروی جہاں میں مری مثال کی
(چاند، ب ا، ۲۹۶)

مثالِ زمانہ : یعنی جیسے زمانے کی رفتار بہت کم لوگوں کو موافق آتی ہے اسی طرح کلام اقبال بھی بہت کم لوگوں کے خیال سے موافقت کرتا ہے
اگرچہ تو ہے مثال زمانہ کم پیوند
(تمہید، ۲، ض ک، ۱۲)

مثالِ شمع : یہ فارسی کے ایک خمسے کے پہلے مصرع کے دو لفظ ہیں جو بغیر کسی سرخی کے درج ہے اس کے لفظوں کی شرح اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے۔
(ب ا، ۴۴۰)

مَثَل (ع) مونث : بڑے بوڑھوں کا کہنا، کہاوت ہے
مثل ہے وہ کہ بڑے لوں کا ہے سر نیچا
(گلہری، ب د، ۵۹۱)

مِثل (ع)، کلمۂ تشبیہ : مانند، طرح ہے
مطمئن تو ہے پریشاں مثل بو رہتا ہوں میں
(گل رنگیں، ب ا، ۲۴)

مثنوی "عقدِ گوہر" یعنی موتیوں کا ہار : یہ ایک فارسی قطعۂ تاریخ کی سرخی ہے جو اقبال نے پیرزادہ محمد حسین صدیقی جج ہائی کورٹ جموں و کشمیر کے ترجمۂ مثنوی مولانا رومؒ کے سال اشاعت سے متعلق کہا تھا۔ الفاظ مشکلہ اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے
(ب ا، ۴۸۰)

مَجاز (ع) مذکر
مراد دنیاوی جو ماسوی اللہ ہو ہے
اب نہ خدا کے واسطے ان کو نہ مجاز دے
(پیام، ب د، ۱۱۳)

: حقیقت کو سمجھانے کے لیے استعاروں اور کنایوں کی بات ہے
گیا ہے تقلید کا زمانہ مجاز رخت سفر اٹھائے
(غزلیات، ب د، ۲۸۶)

مجازی (ع) صفت : جو حقیقت نہ ہو، غیر اصلی، فرضی ہے
فرد افراد کا مجازی ہے ہستی قوم ہے حقیقی
(پیام عشق، ب د، ۱۳۰)

مَجال (ع) مونث : طاقت، مقدور ہے
تن ناتواں میں گرہ نفس کہ نہیں مجال نواگری
(میں اور تو، ب ا، ۱۶۶)

مجال کیا (ار) : ناممکن ہے ہے
مجال کیا کہ گدا اگر ہر شاہ سا ہم ودستی
(قرب سلطان، ب د، ۲۰۹)

مُجاوِر (ع) مذکر : درگاہ یا متبرک مقام کا خادم ہے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن
(خانقاہ، ب ج، ۱۶۱)

مجاہد (ع) صفت، جہاد فی سبیل اللہ کرنے والا (ر ک مجاہدانہ)

مجاہدانہ (ع ف) صفت، مجاہد (ر ک) + انہ (لاحقۂ نسبت)
: جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے کی سی ہے
مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں
(شکست، ض ک، ۳۸)

مجبور (ع) صفت۔

(ناچار، تنگ، بے بس) ہے۔
اس ولایت میں بھی ہے انساں کا دل مجبور کیا
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۲۶)
: ناچار ہو کر ہے۔
سوئے میداں وہ صاحبِ وطن سے مجبور
(صبح کا ستارہ، ب د، ۶۸)

مجبوری (ع ف) مؤنث، مجبور (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)
: بے بس ہونے کی کیفیت ہے۔
آنکھ پر ہوتا ہے جب یہ سرِّ مجبوری عیاں
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۹)
: جبر کیے گئے (شخص) کی حالت (چونکہ یہ لفظ آزادی کے بالمقابل لایا گیا ہے اس لیے اس سے قید کی حالت مراد ہے) ہے۔
نہ ہوں تو صحنِ چمن بھی مقامِ مجبوری
(۱۹، ب ج، ۴۲)

مُجَدِّد (ع) مذکر: وہ ولیِ کامل جو ہر صدی میں پیدا ہوتا ہے اور تبلیغ کے ذریعے اصول دین کی تجدید کرتا ہے تاکہ لوگ بھول نہ جائیں ہے۔
میں نہ عارف نہ مجدّد نہ محدّث نہ فقیہ
(نبوّت، ض ک، ۵۶)

مجذوب (ع) صفت: وہ شخص جس کو جذب کیا جائے، جو یادِ الٰہی میں اتنا مستغرق ہو کہ دنیا اسے دیوانہ سمجھے، ایک قسم کے فقیر اہل اللہ جن کی باتیں اکثر سمجھ میں نہیں آتیں۔

مجذوبِ فرنگی (- ف ف) مذکر، مجذوب + اضافت + فرنگ (رک) + ی (لاحقۂ نسبت)
: وہ شخص جسے انگریزوں نے کچھ لے دے کر گانٹھ لیا تھا اور اس سے دعویٰ کرایا تھا کہ وہ امام مہدی ہے۔ یہ شخص مسلمانوں سے کہتا تھا کہ انگریز اولی الامر ہیں اور قرآن پاک میں اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ہے۔
مجذوبِ فرنگی نے بہ اندازِ فرنگی
(مہدی، ض ک، ۵۹)
: جرمنی کا مشہور مجذوب فلسفی نیٹشا جو اپنے واردات قلبی کا صحیح اندازہ نہ کر سکا اور اس لیے اس کے فلسفیانہ افکار نے اسے غلط راستے پر ڈال دیا ہے۔
اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانے میں
(۲۳، ب ج، ۵۶)

مجذوبی (ع ف) مؤنث، مجذوب (= جو جذب و تجلّی کے عالم میں ہو) + ی (لاحقۂ کیفیت): عشق میں مستغرق ہو کر گم ہو جانے اور ماسوا سے غافل ہو جانے کی کیفیت ہے۔
حیات کیا ہے خیال و نظر کی مجذوبی
(۳، ب ج، ۲۷)

مُجرِم (ع) صفت: خطا دار، قصوروار، گناہگار ہے۔
مجرمِ جرم بت پرستی ہے
(ب ا، ۲۹۳)

مجرمِ اظہارِ غم (- ع ع) صفت، مجرم + اضافت + اظہار (رک) + اضافت + غم (رک): اپنے غم کو ظاہر کرنے کا جرم کرنے والا ہے۔
مجرم اظہارِ غم کو یہ سزا ملنے لگی
(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۷)

مَجرُوح (ع) صفت
: زخمی، جس کے زخم لگا ہو (رک مجروحِ الفت)
: رک مہدیِ مجروح۔

مجروحِ الفت (ع ع) صفت، مجروح + اضافت + الفت (رک): جس کے دل پر محبت کا زخم ہو، عاشق ہے۔
پھرا کرتے نہیں مجروحِ الفت فکرِ درماں میں
(تصویرِ درد، ب د، ۷۴)

مجروحِ تیغِ آرزو (- ف ف) صفت، مجروح + اضافت + تیغ (رک) + آرزو (= عشق): عشق کی تلوار کا زخمی، جس کے دل میں عشق کا داغ ہو (عشق کو تلوار سے تشبیہ دی ہے) ہے۔
دوا ہر دکھ کی ہے مجروحِ تیغِ آرزو ہونا

(تصویرِ درد، ب د، ۷۴)

مجھکو (ار) رک مجھ کو۔

مجلس (ع) مونث: انجمن، حکومت کا نامزد یا منتخب کیا ہوا ادارہ۔ ؎

مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۱)

: پنچایت، جلسہ

(گھوڑوں کی مجلس، ب ا، ۵۴۵)

مجلس آرائی: رک انجمن آرائی ؎

تراگناہ ہے اقبال مجلس آرائی

(تنبیہ، ۲۰ ص ک، ۱۲)

مجلسِ آئین (ـ ف) مونث: قانون سازی کی انجمن جو حکومت بنائے ؎

مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۱)

مجموعہ (ع) صفت: جس میں چند باتیں یا اوصاف وغیرہ جمع ہوں۔

مجموعۂ اضداد (ـ ف ع) مجموعہ + ۂ (علامت اضافت) + اضداد (رک) جس میں متضاد باتیں یا صفتیں یا کیفیتیں وغیرہ جمع ہوں ؎

ہے عجب مجموعۂ اضداد اُے اقبال تو

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

مجنوں (ع) مذکر: قیس عامری کا لقب جو لیلیٰ پر عاشق اور اس کے عشق میں دیوانہ تھا (یہاں ہر عشق کرنے والا انسان مراد ہے) ؎

کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تو نے اُے مجنوں

(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

مجھ (ار) میں (ضمیر متکلم) کی مغیرہ صورت، فاعلیت و مفعولیت دونوں حالتوں کے لیے مستعمل ؎

تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھ فرقت کے مارے میں

(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

مجھ کو (ار)

: میرے لیے ؎

پیام سجدے کا یہ زیر و بم ہوا مجھ کو

(کنارِ راوی، ب د، ۹۴)

: میں نے ؎

ہوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجھ کو

(التجائے مسافر، ب د ۹۶)

: مجھے ؎

کیا خدا نے نہ محتاج باغباں مجھ کو

(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

مجھ کو میری تمنّا: اس جگہ "میری" کی بجائے "مری" پڑھیے

(شمعِ زندگانی، ب ا، ۷۲۹)

مجھے (ار) میں (ضمیر متکلم) کی حالت مفعولی، مجھ کو، میری ذات کو ؎

واسطہ دُوں گا اگر لختِ دلِ زہرا کا میں

غم میں کیونکر چھوڑ دیں گے شافعِ محشر مجھے

(برگِ گل، ب ا، ۶۷۱)

: میرے لیے ؎

عین ہستی ہے تڑپ صورتِ سیماب مجھے

(موجِ دریا، ب د، ۹۲)

مجھے آشکار کر: یعنی مجھ کو خود میرے نفس کی معرفت کرادے کیونکہ اس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ تو آشکار ہو جائے گا جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ = جو اپنے نفس کو پہچان لے گا وہ خدائے تعالیٰ کو بھی پہچان لے گا ؎

یا تو خود آشکار ہو یا مجھے آشکار کر

(۳، ب ج، ۷۷)

مچھّر (ار) مذکر: ایک چھوٹا سا کیڑا جو عموماً رات کے وقت کان کے پاس آکر بھنبھناتا ہے اور ہر جسم کے کسی حصّے پر کاٹتا ہے ؎

رات مچھّر نے کہہ دیا مجھ سے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

مچھلی (ار) مونث: تالاب یا دریا وغیرہ کے پانی میں

رہنے والا ایک پردار جانور جو اڑ نہیں سکتا اور جس کا شکار کرکے گوشت کھاتے ہیں اور جو سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ اسے پانی سے نکال کر کچھ دیر ہوا میں رکھیں تو مرجاتا ہے، ماہی ع

نیل کے پانی میں یا مچھلی ہے سیم خام کی

(ماہِ نو، ب د، ۵۳)

مُحاسِب (ع) مذکر: حساب کتاب لینے والا، بازپرس کرنے والا، مراد نگراں ع

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر

(قلندر کی پہچان، ض ک، ۴۱)

مُحاسَبہ (ع) مذکر: بازپرس ع

اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر

(جہاد، ض ک، ۲۹)

مُحاصَرہ (ع) مذکر: چاروں طرف سے گھیر لینے کا عمل

(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۶)

مُحاصَرۂ اَدرَنہ: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے مسلمانوں کے اس کردار کی وضاحت کے لیے کہی ہے کہ وہ بھوکے مرجاتے ہیں مگر جو مال شرعاً ان کے لیے جائز نہ ہو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔

اَدرَنہ، سابق ایڈریانوپل کا ترکی نام ہے۔ یہ فتح قسطنطنیہ سے پہلے ترکی کا پایۂ تخت تھا۔ فروری ۱۹۱۳ میں یہ شہر ترکوں کے ہاتھ سے نکل گیا لیکن غازی انور پاشا نے جولائی ۱۹۱۳ میں دوبارہ فتح کرلیا۔ جس کے بعد ذمّی عیسائیوں کے سامان کے سلسلے میں جو واقعہ پیش آیا اسے اقبال نے نظم کردیا ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ترکوں کے دل میں شریعت اسلام کے احکام کی کتنی عظمت تھی

(ب د، ۲۱۶)

: اس نظم کا پہلا نام جبکہ یہ رسالے میں شائع ہوئی تھی۔ اسلامی رواداری تھا۔ بانگ درا میں اس کے چھ اشعار درج نہیں جو صاحب باقیات نے لکھے ہیں

(ب ا، ۲۷۰)

مُحافِظ (ع) صفت: حفاظت کرنے والا ع

دین دنیا کا محافظ ہے اگر سمجھے کوئی

(دین و دنیا، ب ا، ۱۱۱)

مُحال (ع) صفت: ناممکن، سخت مشکل ع

قدم کا تھا دہشت سے اٹھنا محال

(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

مُحَبّت (ع) مونث

: اُلفت، اُنس، عشق ع

ہوتی ہے اسے آپ کی صورت سے محبت

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

: اخوت اور اتحاد ع

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس سے اُن کے دوسرے دَور کی شاعری کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ نظم انھوں نے ۱۹۰۶ میں تصنیف کی تھی اور اس کے بعد کی کُل نظموں میں اسی موضوع کا پرتو نظر آتا ہے۔ خلاصۂ نظم یہ ہے کہ کائنات عالم کا وجود حرکت پر موقوف و منحصر ہے اور یہ حرکت بغیر محبت کے نہیں پیدا ہوتی جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ اَن اُعرف فخلقتُ الخلق (= (خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ) میں ایک مخفی خزانہ تھا اور مجھے اس بات سے محبت تھی کہ میری معرفت حاصل کی جائے اس لیے میں نے کائنات کو پیدا کیا)؛ یہی تصوف کی ابتدائی اور بنیادی تعلیم ہے اور اسی کو اقبال نے دور اوّل کے بعد کی شاعری میں (جو التجائے مسافر کے بعد سے آغاز ہوتی ہے) اپنا مرکزی زاویۂ نگاہ قرار دیا ہے۔

(ب د، ۱۱۱)

: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ واضح کیا ہے کہ محبوبِ حقیقی کی محبت ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہے

(ب ج، ۱۴۲)

محبّت خیز (ـ ف) صفت، محبّت + خیز (رک): دل میں (تیری) محبّت پیدا کرنے والا، دلکش ؎
ہے محبّت خیز یہ پیراہن سیمیں ترا
(عزم و سؤال، ب د، ۱۸۱)

محبّت کو ابھی مستور رکھ: یعنی ابھی زبان سے اظہارِ محبت نہ کر کیونکہ یہ محبت ابھی کامل نہیں ؎
پردۂ دل میں محبّت کو ابھی مستور رکھ
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۰)

محبوب (ع) صفت
: جس سے محبّت کی جائے، معشوق ؎
رُخصت محبوب کا مقصد فنا ہوتا اگر
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)
: آں حضرتؐ کی ذات گرامی ۔ نواب محبوب علی خان تاجدار دکن کا مختصر نام جو ۱۹۱۰ء میں جبکہ اقبال حیدر آباد گئے ہیں، زندہ تھے۔ (اقبال نے اس نام کو بطورِ ایہام استعمال کیا ہے اور اگرچہ اسم اعظم (رک)، صرف اللہ کا ہوتا ہے مگر محبوب الٰہی کے نام کو بھی مجازاً اسم اعظم سے تعبیر کیا ہے) ؎
جس نے اسم اعظم محبوب کی تاثیر سے
(حیدر آباد دکن، ب ا، ۲۰۳)

محبوب الٰہی (ـ ع) محبوب + اضافت + الٰہی (رک)
: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ؎
ہے ترک وطن سنّت محبوب الٰہی
(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

محبوب فطرت (ع ع) صفت، محبوب (= پسندیدہ) + اضافت + فطرت (= قدرت) خدائے تعالیٰ کا محبوب (اشارۂ حبیب اللہ کی طرف اشارہ) ؎
جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے
(تصویر درد، ب د، ۱)

محبوس (ع) صفت، مقید ؎
سب اپنے بنائے ہوئے زنداں میں ہیں محبوس
(مہدی برحق، ض ک، ۱۴۴)

محتاج (ع) صفت
: ضرورتمند، حاجت مند ؎
نُورِ خورشید کی محتاج ہے ہستی میری
(انسان اور بزم قدرت، ب د، ۵۵)
: مُفلس ؎
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

مُحتَرم (ع) صفت: معزز، بزرگ، واجب التعظیم ؎
جو کچھ بھی ہے عطائے شہ محترم سے ہے
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۷)

مُحتَسِب (ع) مذکر: شرع کے خلاف باتوں کی مخالفت اور اس پر عمل کی دیکھ بھال کرنے والا حاکم ؎
ملا کا محتسب کا خدا کا نبی کا ڈر
(ب ا، ۲۶۷)

مُحَدِّث (ع) مذکر: علم حدیث کا ماہر ؎
میں نہ عارف نہ مجدد نہ محدث نہ فقیہ
(نبوت، ض ک، ۵۶)

محدود (ع) صفت: گھرا ہوا، حلقے یا دائرے کے اندر، منقبض ؎
علم انساں اس ولایت میں بھی کیا محدود ہے
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

محراب (ع) مؤنث: وہ قوس نما طاق جو مسجد میں بناتے ہیں اور جس میں امام کھڑے ہو کر نماز پڑھاتا ہے ؎
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب
(۱۳، ب ج، ۳۶۰)

محراب گل (ـ ف) مؤنث، محراب + اضافت + گل: افغانی نام۔

محراب گل افغان (ـ ف ف) مؤنث، محراب گل + افغان (= افغانستان): افغانستان کا باشندہ جس کا نام محراب گل ہے۔ یہ دراصل ایک فرضی نام ہے۔ اقبال کا خیال تھا کہ پشاور اور اس کے آس پاس افغانستان کی پہاڑیوں میں رہنے والے مسلمان خودی کی تربیت کے محتاج ہیں، اگر ان کی خودی بیدار

ہو جائے تو وہ پورے ہندوستان کے ان مسلمانوں کو جو کئی سو برس سے غلامی میں مبتلا ہیں آزادی کی نعمت دلا سکتے ہیں۔ افغانوں کو بیدار کرنے کے لیے ضرورت تھی کہ ان کی نفسیاتی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی جائے اس لیے انھوں نے یہ ایک فرضی نام تجویز کر کے ایسی نظمیں کہیں جنھیں افغان سنیں اور ان سے متاثر ہوں۔ ان نظموں میں ایک یہ نکتہ بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ اقبال نے ان میں جہاں جہاں اُن کا وطن استعمال کیا ہے وہاں ان کی مراد "مولد و منشا" سے ہے۔ سیاسی وطن مراد نہیں جس کے تصورات سے آج "قوموں" کی تشکیل ہوتی ہے۔ کیونکہ مسلمان کا سیاسی وطن تو ان کے نزدیک ساری دنیا ہے

ع

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

دوسرے لفظوں میں اسے یوں سمجھیے کہ ان کے نزدیک، انسان کے جسم کا وطن وہ سرزمین ہے جہاں وہ پیدا ہوا اور پلا بڑھا، دوسرا اس کی روح کا وطن ہے جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عشق نے اس کا وطن بنا دیا۔ وہ افغانوں کی خودی ان کی جسمانی دولت کے وسیلے سے بیدار کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ان کے مخاطب تعلیم یافتہ لوگ نہیں، لیکن یہ جانتے ہیں کہ جب ایک دفعہ ان کی خودی بیدار ہو جائے گی تو وہ خودی ان کو خود روحانی وطن کی طرف متوجہ کر دے گی۔

(محرابِ گل افغان کے افکار، ض ک، ۱۶۴)

محرابِ گل افغان کے افکار : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی بیس مختصر نظموں کا مشترکہ عنوان ہے۔ جن میں انھوں نے افغانی شیروں کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ محراب گل ایک فرضی کردار ہے (جیسے فسانۂ آزاد میں آزاد اور خوجی) ان کا خیال تھا کہ انگریز کا مقابلہ پورے ہند کے مسلمان مل کر بھی نہیں کر سکتے البتہ سرحد اور افغانستان کے پٹھان ان کی ایسی سرکوبی کر سکتے ہیں جس کے بعد پھر یہ مسلمانوں کو غلام بنانے کا نام نہیں لیں گے۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ لوگ کسی نہ کسی طرح بیدار ہوں اور سرگرم عمل ہو جائیں

(ض ک، ۱۶۴)

مَحرَم (ع) مذکر : واقفِ راز، وہ آدمی جو کسی کے بھید سے واقف ہو، اپنا

ع

چن لیا تقدیر نے وہ دل جو تھا محرم ترا

(مستقبل، ب د، ۱۲۴)

مَحرَم گوش (ع-ف) صفت، محرم + اضافت + گوش (رک) : جو سننے والے کے کان تک رسائی حاصل کرے، جیسے کوئی سنے

ع

طربِ آشنائے خروش ہو تو نوائے محرم گوش ہو

(غزلیات، ب د، ۲۸۰)

مُحَرَّم (ع) مذکر: ہجری سال کا پہلا مہینہ جس کی دسویں کو امام حسینؓ اور ان کے ساتھی کربلا کے میدان میں یزید کے ظلم سے تین دن کے بھوکے پیاسے مع اعزہ و انصار شہید کیے گئے اور ان کی یادگار میں اب بہت سے مسلمان محرم شروع ہوتے ہی ان کے ذکر مصائب اور غم کی مجالس عزا منعقد کرتے ہیں

ع

رونق خانۂ محرم ہے

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۴)

مَحرَمانہ (ع-ف) صفت، محرم (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت) : واقفِ حال لوگوں کا سا، اُن کی مثل جنھیں بھید معلوم ہے

ع

ہیں اس کی گفتگو کے انداز محرمانہ

(۳۲، ب ج، ۵۵)

مَحرُوم (ع) : بے نصیب، ناکام، (ملنے سے) مایوس

ع

خوشی روتی ہے جس کو میں وہ محروم مسرت ہوں

(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

محرومِ عمل (ع-ع) صفت، محروم + اضافت + عمل (ع کام) : جو کام کرنے میں بدنصیب ہو، کوئی کام نہ کرے

؎
محرَم محل نرگسِ مخمورِ تماشا ہے
(انسان، ب د، ۱۶۱)

مُحرُومی (ع ا ر) مؤنث، محرُوم (= ناکام، مُراد ملنے سے مایوس) + ی (لاحقۂ کیفیت): ناکامی، مایوسی ؎
دامنِ محرُومی غرقِ چمن لب ساحل ہوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

مَحزُون (ع) صفت: رنجیدہ، غمگین ؎
جو گھر سے اقبال دُور ہوں میں تو ہوں نہ محزُوں عزیز میرے
(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

مَحسُود (ع) صفت: جس پر حسد کیا جائے ؎
غریبی میں ہوں محسُودِ امیری
(رباعیات، ۲۲، ا ح، ۲۰۰)

مَحسُوس (ع) صفت: جو چیز آنکھوں سے نظر آئے یا حواسِ خمسہ اُسے دریافت کر سکیں ؎
محسُوس پر بنا ہے علومِ جدید کی
(مذہب، ب د، ۲۴۶)
: جو ظاہری اور باطنی کُل حواس کی سمجھ میں آئے، جس کا وجود حقیقت پر مبنی ہو ؎
خلق معقُول ہے محسُوس ہے خالق اے دل
(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۶)

مَحشَر (ع) مذکر: حشر یا قیامت کا دن ؎
محشر میں عذرِ تازہ نہ پیدا کرے کوئی
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

مَحشَرِستان (- ف) ظرف، محشر + ستان (لاحقۂ ظرف): حشر برپا ہونے کی جگہ ؎
جنوں نے میری زبان گویا کو محشرستان صدا کا جانا
(ب ا، ۴۴۹)

مَحشَرِستانِ نوا (ع ف ف) مذکر، محشر (= قیامت) + ستان (= جگہ) + اضافت + نوا (= آواز): شور و غل کا قیامت خیز ہنگامہ ؎
محشرستان نوا کا ہے امیں جس کا سکوت
(نوائے غم، ب د، ۱۲۵)

مَحصُور (ع) صفت: گھرا ہوا، قلعہ بند ؎
آدمی واں بھی حصارِ غم میں ہے محصُور کیا
(رفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

مَحفِل (ع) مؤنث
: انجمن، جلسہ ؎
زیبِ محفل بھی رہا محفل سے پنہاں بھی رہا
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)
: قدرت کے جلوؤں کا مرکز ؎
تُو تو اک تصویر ہے محفل کی اور محفل ہوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۱۶)
: عاشقوں کا مرکز ؎
تُو جو محفل ہے تو ہنگامۂ محفل ہوں میں
(حسن و عشق، ب د، ۱۱۶)

مَحفِل آرائی (ع ف) مؤنث، محفل + آرائی (رک): انجمن جمانا، صحبت منعقد کرنا ؎
بزمِ ہستی میں ہے سب کو محفل آرائی پسند
(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۶۴)

مَحفِلِ قُدرَت (- ع) مؤنث، محفل + اضافت + قُدرت (= فطرت): عالمِ فطرت، ساری دُنیا ؎
محفلِ قُدرت مگر خورشید کے ماتم میں ہے
(رفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

مَحفِلِ گُداز (- ف) صفت، محفل + گُداز (رک): اپنے قول و عمل سے محفل کا دل نرم کر کے قبُول کی صلاحیت پیدا کرنے والا ؎
محفل گداز گرمیِ محفل نہ کر قبُول
(سلطان ٹیپو کی وصیت، ض ک، ۱۴۷)

مَحفِلِ نَظمِ حکُومَت (- ع ع ف ع) مؤنث، محفل (= جلسہ، جماعت، مُراداً ایوانِ حکومت) + اضافت + نظم (= انتظام) + حکُومت (= مُراد حکمرانی کرنے والی جماعت اور اس کے لوگ): حکومت کی انتظامیہ ؎
محفلِ نظمِ حکُومت چہرۂ زیبائے قوم
(شاعر، ب د، ۶۱)

مَحفِلِ نَو (- ف) مؤنث، محفل + اضافت + نَو (= نیا

باشی) : نئی دُنیا، آج کل کی تہذیب کی دنیا، مغربی دنیا، مادّہ پرست دُنیا ہے

ظاہر پرست محفلِ نَو کی نگاہ میں

(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

محفوظ (ع) صفت : بچا ہوا، صحیح سلامت ہے

مانند جس گلیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

مُحَقّر (ع) صفت، ناچیز، حقیر ہے

اہلِ وفا کی نذرِ محقّر قبول ہو

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۶)

مُحکَم (ع) صفت : مضبوط، مستحکم ہے

آہ یہ تردید میری حکمت محکم کی ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۷)

مَحکُوم (ع) صفت : جس پر حکومت کی جائے، رعایا جس پر حکم چلائے جائیں، زیر حکم، غلامی میں گرفتار ہے

تمیزِ حاکم و محکوم مٹ نہیں سکتی

(قربِ سلطان، ب د، ۲۰۹)

محکوم کا اِلہام (ـ ا ر ع) مذکر، محکوم + کا + الہام : وہ شخص جو دوسری قوم کا غلام ہو اگر وہ مدعی ہو کر مجھ پر فلاں بات الہام کی گئی ہے تو اس کا الہام بہت خطرناک ہے کیونکہ وہ ہمیشہ وہی بات کہے گا جو اس کے آقا کہلوائیں گے ہے

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے

(الہام اور آزادی، ض ک، ۴۵)

محکُومی (ع ف) مونث، محکوم (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : غلامی ہے

آہ محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق

(اجتہاد، ض ک، ۲۲)

محکُومیِ انجم (ع ف ع) مونث، محکوم (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) + اضافت + انجم (رک) : مراد نجوم اور جوتش کے احکام سے توہمات میں مبتلا ہے

کب تک رہے محکومیِ انجم میں مری خاک

(۱۰، ب ج، ۳۴)

مَحَل (ع) ظرفِ مکان : مقام، جگہ ہے

فسانۂ ستمِ انقلاب ہے یہ محل

(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)

: متوقع (رک بے محل)

محلِ نورِ تجلّی است رائے انورِ شاہ

چو قربِ اُو طلبی در صفائے نیت کوش

: بادشاہ کی روشن رائے تجلّی (الٰہی) کی مظہر ہوتی ہے (کیونکہ وہ ظل اللہ کہلاتا ہے) اگر تو اس کے قریب رہنا چاہتا ہے تو اپنے دل کو صاف رکھ (اور اسے جو صلاح دے وہ نیک ہو کسی سیاست پر مبنی نہ ہو)

(قربِ سلطان، ب د، ۲۱۰)

مُحَمّد (ع) مذکر : بانیِ اسلام مسلمانوں کے پیغمبر حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم گرامی ہے

دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۷)

محمد علی باب : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ وہ کتنا بڑا جاہل تھا۔

یہ شخص ۱۸۴۴ء میں بمقام طہران یہ دعویٰ کرتا ہوا اٹھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس غرض سے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو امام مہدی آخر الزماں (رک مہدی) اور حضرت مسیح موعود کے خیر مقدم کے لیے تیار کروں۔ اسی لیے میں نے "باب" کا لقب اختیار کیا ہے جس کے معنی ہیں دروازہ اور میں ان دونوں امام اور رسول کا دروازہ ہوں۔ شیعہ فرقے کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی آخر الزمان ۲۵۵ھ میں پیدا ہو چکے ہیں اور اب مشیت ایزدی سے روپوش ہیں۔ جب مشیت مقتضی ہو گی تو ظہور فرمائیں گے۔ حضرت مسیح ان کی تصدیق کے لیے آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے اور اُن کی امامت میں نماز ادا کریں گے۔ جب باب نے امام مہدی علیہ السلام

کا نقیب بن کر ان کی آمد کی خبر دینے کا دعویٰ کیا۔ شیعہ
علماء نے اسے مناظرے کی دعوت دی اور وہ مناظرہ
کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ دوران مناظرہ اس نے اپنے
دعوے کی تائید میں قرآن کی بعض آیات پڑھیں جن میں
لفظ "سماوات" کے زیر زبر غلط پڑھے۔ علماء اس کی
اس جہالت پر ہنس دیے۔ یہ دیکھ کر باب نے کہا
کہ حضرات! میں جلالت شان کی اس منزل پہ پہنچ چکا
ہوں جہاں انسان صرف و نحو (زیر زبر وغیرہ) کی پابندی
سے بالکل آزاد ہو جاتا ہے۔ اس پر اور ہنسی پڑی۔ غرض
یہ مناظرہ باب کی شکست پر ختم ہوا
(ض ک، ۶۴۲)

محمد علی جناح : قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ؎
اٹھے مسیح بن کے محمد علی جناح
(صدائے لیگ، ب ا، ۵۳۱)

مَحمِل (ع) مونث: اونٹ کا کجاوہ جس میں دو طرفہ پردے
لٹکے ہوتے ہیں اور اس میں پردہ نشین عورتیں
سفر کرتی ہیں (دل مشبہ بہ ہے) ؎
لیلیٰ ذوقِ طلب کا گھر اسی محمل میں ہے
(آفتاب صبح، ب د، ۴۹)

محملِ خالی (ع - ع) مونث، محمل + اضافت + خالی (رک)
: وہ محمل جو معشوق سے خالی ہے، وہ دل جس میں عشق
رسولؐ نہیں ہے ؎
اس محمل خالی کو پھر شاہد لیلیٰ دے
(دعا، ب د، ۲۱۲)

محملِ شامی (ع - ف ف)، محمل + اضافت + شام (رک)
+ ی (لاحقہ نسبت) : وہ محمل جو غلاف کعبہ کے ساتھ
ہر سال حج کے موقع پر ملک شام سے حجاز میں بھیجا جاتا
تھا ؎
گر سلامت محمل شامی کی ہمراہی میں ہے
(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۶۱)

محملِ بے لیلا ترا : عشق کا دعویٰ تو ہے مگر دل
میں کسی معشوق کی محبت نہیں ؎
تنگ ہے صحرا ترا محمل ہے بے لیلا ترا

(شمع اور شاعر، شمع، ۱۸۵)

محمل میں خامشی کے : رات کی خاموشی اور سناٹے کو
محمل سے تشبیہ دی ہے جس کے چاروں طرف پردے
پڑے ہوتے ہیں ؎
محمل میں خامشی کے لیلائے ظلمت آئی
(بزم انجم، ب د، ۱۷۴)

محمل نشین (ع - ف)، محمل + نشین، مصدر نشستن (=
بیٹھنا) سے فعل امر؛ عماری میں سوار ہونے والی (لیلیٰ)،
محبوب جس کی تلاش میں مجنوں یعنی انسان سرگرداں ہے
"تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں" یعنی تجھ میں خود بھی محبوب
کا جلوہ پنہاں ہے ؎
کہ لیلیٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

محمود (ع) مذکر: محمود غزنوی جس نے سومنات فتح کیا تھا،
اس کا نام اکثر ایاز کے ساتھ آتا ہے جو اس کا غلام تھا
اور اس کی زلفیں بہت حسین تھیں۔ محمود اس سے بہت
محبت کرتا تھا، اس جگہ بادشاہ، سلطان، مخدوم یا آقا
وغیرہ مراد ہے ؎
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

محنت (ع) مونث: مزدوری ؎
اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خروش
(خضر راہ، ب د، ۲۵۶)
: مشقت، ریاضت، کوشش، سرگرمی ؎
جو کرتے ہیں دنیا میں محنت زیادہ
(محنت، ب ا، ۲۶۰)
: مراد مزدور ہے ؎
محنت و سرمایہ دنیا میں صف آرا ہو گئے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

محو (ع) صفت: (کسی بات پر یا کسی جگہ سے) مٹا ہوا، مستغرق
کسی خیال میں سب کچھ بھولے ہوئے۔

محوِ تماشائے لبِ بام (ع - ع ف ف ف)، صفت، محو
+ تماشا (رک) + ئے (علامت اضافت) + لب بام

درک) : کر بیٹھے کے اس حصے پر پہنچ کر جہاں سے آگے
بڑھتے ہی نیچے گر پڑنا لازم آئے یہ سوچنے میں مشغول
ہو کہ اب گزروں یا نہ گزروں (مراد یہ ہے کہ عقل خطرے
کی جگہ میں قدم رکھتے وقت کشمکش و پیچ میں مبتلا رہتی
ہے) ۔

عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی
(غزلیات، ب د، ۲۷۸)

مَحوِ حَیرت (۔ ع) صفت، محو + حیرت (= حیرانی، تعجب)
: حیرانی میں ڈوبا ہوا ۔

محوِ حیرت ہے ثریا رفعتِ پرواز پر
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

محو کر دینا (ع ار) : مٹا دینا، فنا کر دینا ۔

محو کر دیتا ہے مجھ کو جلوۂ حسنِ ازل
(چاند، ب د، ۷۹)

مَحوِ نَظَر (۔ ع) صفت، محو + اضافت + نظر (رک) :
دیکھنے میں مشغول ۔

یونہی کچھ دیر تک محوِ نظر آنکھیں رہیں اس کی
(غلام قادر روہیلہ، ب د، ۲۱۸)

مِحوَر (ع) مذکر : وہ دُھرا جس پر پہیا گردش کرتا ہے،
(ہیئت) وہ خط جس کے گرد کرۂ ارض کو گردش ہے
اس کا ایک سرا قطبِ شمالی اور دوسرا قطبِ جنوبی کہلاتا
ہے ۔

کہکشاں اس کو سمجھتا ہے فلک، محور زمیں
(دربارِ بہاولپور، ب ا، ۱۸۶)

مُحِیط (ع) صفت
: دریا کا پاٹ، دریا ۔

ہاں ڈبو دے اے محیطِ آبِ گنگا تو مجھے
(صدائے درد، ب د، ۴۲)

مُحیطِ بے کَراں (۔ ف ف) مذکر : اتھاہ سمندر ۔

تو ہے محیطِ بے کراں میں ہوں ذرا سی آبجو
(۳، ب ج، ۷)

مُحیط میں حَباب : سمندر میں بلبلہ (آپ سمندر کی مثل ہیں
اور یہ بلبلہ) ۔

گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۳)

مُخاطَب (ع) صفت : جس سے بات کہی جائے، جسے اپنی
طرف متوجہ کیا جائے ۔

پنجاب ہے مخاطب پیغامِ شہریار
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۷)

مُخاطِب (ع) صفت : خطاب کرنے والا، گفتگو کے لیے
متوجہ ۔

حالی سے مخاطب ہوئے یوں سعدیِ شیراز
(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د، ۲۴۴)

مُخالِف (ع) صفت : خلاف، دشمن، حریف ۔

مخالف ساز کا ہوتا نہیں سوز
(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۱۲۹)

مُختار (ع) صفت : اختیار رکھنے والا ۔

اپنی قسمت کا یہاں آپ ہی مختار ہے تو
(خطاب بہ مسلم، ب ا، ۲۲۲)

مُختَصَر (ع) : خلاصہ کیا گیا، خلاصہ، کسی طویل مضمون کا چند
لفظوں میں ماحصل ۔

مُختَصَرُ العَرُوض (۔ ع ع) : مختصر + ال (سابقۂ تعریف
یا معرفہ) + عروض (= وہ فن جس میں شعر کی بحروں اور
اوزان سے بحث کی جاتی ہے اور مصرع کی تقطیع کر کے
موزوں اور ناموزوں پرکھنے کا طریقہ بتایا جاتا ہے)
: ایک کتاب کا نام جس کی تاریخ اشاعت اقبال نے
قطعے میں نظم کی ہے

(ب ا، ۴۷۷)

مَخزَن (ع) مذکر
: خزینہ، خزانہ (رک مخزنِ اسرار)
: ایک ماہنامے کا نام جو لاہور سے محمد عبدالقادر کی ادارت
میں شائع ہوتا تھا اور اس میں اقبال کا کلام اکثر شائع
ہوتا رہتا تھا ۔

(رمع شذرۂ تمہیدی مخزن میں شائع ہوئی، ب ا، ۱۴۴)

مَخفی (ع) صفت : چھپا ہوا، پوشیدہ، مضمر ۔

کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی

(جگنو، ب د، ۸۵)

مُخلَصی (ع) مونث: نجات ؎
مخلصی انساں کو زنجیرِ توہم سے ملی
(صقلیہ، ب ا، ۲۵۲)

مَخلُوطِ انتخاب : اسمبلی وغیرہ کی ممبری کے لیے وہ چناؤ کا طریقہ جس میں علاقے کے سب ہندو مسلمان مل کر کسی ایک ممبر کے لیے ووٹ دیں (یہ طریقہ ہندوستان میں قبل تقسیم رائج تھا) ؎
مخلوط انتخاب سے ہے ناامید ہند
(ب ا، ۲۰۷)

مَخلُوق (ع) صفت: (خُدا کے) پیدا کیے ہوئے انسان ؎
اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے
(وطنیت، ب د، ۱۶۱)

مخلوقِ خداوند (ع-ف) مخلوق + خداوند (= خدا): ایسی مخلوق جو خدا سمجھی جاتی تھی یعنی بت ؎
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے
(شکوہ، ب د، ۱۶۵)

مخلوقات (ع ا ع) مونث، مخلوق (رک) + ات (لاحقۂ جمع) پیدا شدہ یا پیدا کیے ہوئے۔

مخلوقاتِ ہنر (ع-ف) مونث، مخلوقات + اضافت + ہنر (رک): آرٹ سے بنی ہوئی چیزیں
(مخلوقاتِ ہنر، ض ک، ۱۱۷)
: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے طنزیہ لہجے میں ہنرمندوں پر تنقید کی ہے جو محض مقلد ہیں اور اپنے فن میں کوئی جدت اور ندرت نہیں پیدا کر سکتے۔
(ض ک، ۱۱۷)

مَخمَل[1] (ع) مذکر نیز مونث: ایک قسم کا نہایت نرم اور ملائم کپڑا ؎
سبزۂ کوہ ہے مخمل کا بچھونا مجھ کو
(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۷)

مَخمُور (ع) صفت: نشے میں چور، مست ؎
ایک ہی مے سے اگر ہر چشم دل مخمور ہے
(صدائے درد، ب ا، ۲۹۶)

مَد (ع) مذکر: سمندر کا تلاطم، موجوں کے جوش مار کر ابلنے کی کیفیت ؎
کیا غضب یہ عالم ہے اِدھر مد ہے اُدھر جزر
(وائسرائے کا دربار، ب ا، ۲۴۳)

مدادِ شب (ع ف) مونث، مداد (= روشنائی، سیاہی جس سے لکھتے ہیں) + اضافت + شب (رک): تاریکی شب کو روشنائی سے تشبیہ دی ہے ؎
صفحۂ ایام سے داغ مدادِ شب مٹا
(آفتابِ صبح، ب د، ۴۸)

مَدار (ع) مذکر: (لفظی معنی گردش کی جگہ، دَور کرنے کی چول، دھری، کیلی) مراد جس پر کوئی بات منحصر ہو، دار و مدار، انحصار، سہارا ؎
شانِ کرم پہ ہے مدار عشقِ گرہ کشاے کا
(پیام، ب د، ۱۱۳)

مُدارات (ع) مونث: خاطر داری ؎
بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں
(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

مَداری (ار) مذکر: ہاتھ کی چالاکی سے طرح طرح کے کھیل دکھانے والا، شعبدہ باز، مراد انگریز جن کی سیاست ہندوستان میں طرح طرح کے کھیل کھیلتی تھی اور اب ان کی چالوں کا پردہ چاک ہو چکا تھا ؎
تماشا دکھا کر مداری گیا
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

مُدام (ع) ظرف: ہمیشہ، ہر وقت ؎
مدام گوش بہ دل رہ یہ ساز ہے ایسا
(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

مُداوا (ع) مذکر: علاج، بیماری کی دوا ؎
ہے مداوائے جنوں نشترِ تعلیمِ جدید
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

---

[1] عربی میں بضم میم اول (مُخمَل) ہے

مُدبّر (ع): مُراد سیاسی رہ نما، لیڈر ہے
تُو اگر کوئی مدبّر ہے تو سن میری صدا
(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۳)

مُدّت (ع) مونث: زمانہ، عرصہ ہے
بہت مدّت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

مُدّت کے نخچیر: جو بہت عرصے سے نخچیر (رک) کی طرح دوسروں کے قبضے میں ہیں یعنی حکومت کے غلام ہیں ہے
بہت مدّت کے نخچیروں کا انداز نگہ بدلا
(۸، ب ج، ۳۲)

مُدّتوں (ع ا) مدّت (رک) + وں (لاحقۂ استمرار): بہت دن تک، ایک عرصے تک ہے
مدّتوں بیٹھا ترے ہنگامۂ عشرت میں ہیں
(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۶۳)

مُدّتے مانندِ تو من ہم نفس می سوختم
در طوافِ شمع ام بالے نہ زد پروانۂ

: (اے شمع) ایک مدّت تیری طرح میں بھی (عشق کی) آگ میں جلتا رہا ہوں مگر (اس کی کیا وجہ کہ) میرے شعلوں کا چکر لگانے کو کسی پروانے نے پر نہیں مارا
(شمع اور شاعر، شاعر، ب د، ۱۸۲)

مَدح (ع) مونث: تعریف ہے
مدحِ احباب فرضِ انساں ہے
(خدا حافظ، ب ا، ۵۴)

مَدح پیرائی (ع-ف) مونث، مدح + پیرائی (رک): تعریف کرنے کا عمل، تعریف میں شعر گوئی ہے
مدح پیرائی امیروں کی نہیں میرا شعار
(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۵)

مَدح خواں (ع-ف) صفت، مدح + خواں (رک): مدّاح، تعریف کے اشعار کہنے اور پڑھنے والا ہے
کیا ہے تیرا مقدّر نے مدح خواں مجھ کو
(التجائے مسافر، ب ا، ۴۶)

مِدحت (ع) مونث: تعریف و توصیف ہے
ختم تقریر پہ تری مدحت سرکار پہ ہے
(نصیحت، ب د، ۱۷۶)

مِدحت سرا (ع-ف) صفت، مدحت + سرا، مصدر سرائیدن (= گانا، کہنا) سے فعل امر: تعریف کرنے والا ہے
تھی تو یہ تھوڑی سی مگر مدحت سرا کے واسطے
(دربار بہاولپور، ب ا، ۱۹۱)

مَدد (ع) مونث: امداد، سہارا، اعانت، حمایت ہے
حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے
(ہمدردی، ب د، ۳۵)

مَددگار (ع-ف) صفت، مدد + گار (لاحقۂ صفت فاعلی) امداد کرنے والا، سہارا دینے والا ہے
اے مددگار غریباں اے پناہِ بے کساں
(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۲)

مَدرَسہ (ع) مذکر: تعلیم گاہ، مراد آج کل کے اسکول اور کالج ہے
یہ بتانِ عصرِ حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں
(۱۱، ب ج، ۱۵)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے نوجوان طالب علموں کو یہ صلاح دی ہے کہ موجودہ تعلیم نے تمھیں فکر معاش میں مبتلا کر دیا ہے، تم میں بڑی صلاحیتیں ہیں جو عشقِ خدا و رسول سے ہی بروئے کار آ سکتی ہیں
(ض ک، ۸۳)

مُدّعا (ع) مذکر: مقصد، غرض، حاجت، تمنّا ہے
مدّعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیم دیں
(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۳)

مَدفن (ع) مذکر: دفن ہونے کی جگہ، مقبرہ، قبرستان ہے
کانپتا تھا جن سے روما اُن کا مدفن ہے یہی
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

مَدفون (ع) صفت: دفن کی ہوئی میّت، کسی چیز میں دبا یا گڑا ہوا۔

مَدفُونِ دَریا (- ف) صفت، مدفون + دریا (رک): جو پانی میں غرق ہو جائے یا اسے غرق کر دیا جائے (قب زیرِ دریا تیرنے والے) ؎

ہوئے مدفونِ دریا زیرِ دریا تیرنے والے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

مَدفُونِ یَثرِب (- ع) مدفون + اضافت + یثرب (رک): حضور صلعم کی نعشِ مطہر جو مدینۂ منورہ میں مدفون ہے ؎

ہجرت مدفونِ یثرب میں یہی مخفی ہے راز

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د ۱۱۶)

مُدَلَّل (ع) صفت: دلیل سے ثابت کی ہوئی ؎

ہے مدلل رائے اس اخبار کی

(رینجۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

مَدِّ نَظَر (ع ع) صفت، مد (= کھنچی ہوئی لکیر وغیرہ کی حد) + نظر (رک): مقصودِ اصلی ؎

روشِ مغربی ہے مدِّ نظر

(ظریفانہ، ب د، ۳۸۳)

مَدَنِیَّت (ع) مونث: شہری زندگی، تمدن، تہذیب ؎

کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات

(لینن، ب ج، ۱۰۸)

مَدَنِیَّتِ اِسلام: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے مسلمان کی مثالی زندگی کی تصویر کھینچی ہے

(ض ک، ۴۸)

مَدّ و جَزر[1] (ع ف ع) مذکر مد (= چڑھاو) + و (عطف) + جزر (= اتار): (پانی کا) چڑھاو اور اتار، جوار بھاٹا جو سمندر میں پورے چاند کی روشنی کے جذب سے ہوتا ہے۔ انسان کا مد و جزر چاند کا محتاج ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ابھی تک عناصر کی قید میں مبتلا ہے ؎

ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج

(معراج، ض ک، ۱۷)

مَدہوش (ف) صفت: بدمست، متوالا، بری طرح غافل ؎

جو ہوا نالۂ مرغانِ سحر سے مدہوش

(محرابِ گل افغان کے افکار، ۱۱، ض ک، ۱۷۲)

مُدیر (ع) مذکر: ایڈیٹر، اخبار کو مرتب کرنے والا ؎

کون ہے اس بانکے پرچے کا مدیر

(رینجۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

مُدیرِ مَخزن (- ع) مذکر، مدیر (جس سے شیخ عبدالقادر مراد ہیں) + اضافت + مخزن (= لاہور کا مشہور ماہنامہ جو ۱۹۰۱ء میں سر عبدالقادر نے جاری کیا تھا) ؎

مدیرِ مخزن سے کوئی اقبال جا کے میرا پیام کہہ دے

(غزلیات، ب د، ۱۲۲)

مَدینہ (ع) مذکر، عرب کے علاقۂ حجاز میں ایک شہر کا نام (مدینۂ منورہ)، جہاں جناب رسالتمآب مکۂ معظمہ سے ہجرت فرما کے تشریف لے گئے تھے اور وہیں حضور کا روضۂ شریف ہے ؎

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

(۱۹، ب ج، ۴۰۰)

مَذاق (ع) مذکر: ذوق، دلچسپی، فطری رجحان کی لذت ؎

لے اڑا بلبلِ بے پر کو مذاقِ پرواز

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

مَذاقِ جَبہہ سائی (- ع ف) مذاق + اضافت + جبہہ (= ماتھا، پیشانی) + سائی، مصدر سائیدن (= رگڑنا) سے اسم کیفیت: پیشانی رگڑنا، سجدہ کرنا ؎

اگر کچھ آشنا ہوتا مذاقِ جبہہ سائی سے

(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

مَذاقِ جَورِ گُلچیں (- ع ف) مذکر، مذاق + اضافت + جور (رک) + اضافت + گلچیں (رک): پھول توڑنے والے کا ظلم برداشت کرنے کی تاب ؎

مذاقِ جورِ گلچیں ہو تو پیدا رنگ و بو کر لے

(پھول، ب د، ۲۵۰)

مَذاقِ دید (- ف) مذکر، مذاق + اضافت + دید (رک)

---

[1] اصل لفظ بہ تشدید دال ہے۔

: مشاہدۂ کائنات کا ذوق شوق ۔

مذاقِ دید سے ناآشنا نظر ہے مری

(میں اور تو، ب د، ۲۲۰)

مذاقِ زندگی (ــ ف) مذکر: مذاق + زندگی: جینے کا مزہ ۔

مذاقِ زندگی پوشیدہ تھا پہنائے عالم سے

(محبت، ب د، ۱۱۱)

مذاقِ سخن[1] (ــ ف) مذاق + اضافت + سخن (رک) : شعر و شاعری سے دلچسپی نہیں[2] ۔

جو کام کچھ کر رہی ہیں قومیں انھیں مذاقِ سخن نہیں ہے

(غزلیات، ب د، ۱۳۶)

مذبوح (ع) صفت: ذبح کیا ہوا ۔

وہ مذبوحِ ازل ہوں میں کہ خنجر سب حسینوں کے

(ب ا، ۳۲۸)

مذکور (ع) مذکر: ذکر، تذکرہ ۔

میرے جیسے بے نواؤں کا بھلا مذکور کیا

(برگِ گل، ب ا، ۱۲۲)

مذہب (ع) مذکر: (خدا کی طرف سے) مقرر شدہ راستہ یا اصول، دین، مسلک، عقیدہ ۔

پوچھتے کیا ہو مذہبِ اقبال

یہ گنہگار بوترابی ہے

(غزلیات، ب ا، ۵۷۳)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ اسی عنوان کے تحت ایک اور نظم بھی اقبال نے کہی تھی (جو)، صفحۂ ۲۴۶ پر درج ہے اور جس میں مرزا بیدل کا شعر انھوں نے تضمین کیا ہے یہ اس سے مختلف دوسری نظم ہے جو ۲ جولائی ۱۹۱۵ء کی تصنیف ہے اور جس میں انھوں نے یہ واضح کیا ہے کہ دنیا والوں کی قومیت "وطن" سے بنتی ہے مگر مسلمان کی قومیت رشتۂ اسلام سے بنتی ہے۔ غالباً یہ اس تقریر کا جواب ہے جس میں مولانا حسین احمد مدنی نے دلی میں یہ کہا تھا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں اس لیے ہندو اور مسلم دونوں مل کر ایک قوم ہو سکتے ہیں۔

(ب د، ۲۴۸)

: بانگِ درا میں دو مختلف مقامات پر اس عنوان کے تحت دو نظمیں درج ہیں۔ ایک صفحہ ۲۴۶ پر اور دوسری صفحہ ۲۴۸ پر۔ موخرالذکر نظم ۲ جولائی ۱۹۱۵ء کی ہے۔ پہلے اس میں تین شعر اور تھے جو باقیات میں درج ہیں۔

مذہب (تضمین بر شعرِ مرزا بیدل) (ب ا، ۳۷۶): یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے مرزا بیدل کا ایک شعر تضمین کیا ہے اور اس حقیقت کی وضاحت کی ہے کہ اسلام کی بنیاد خدائے تعالیٰ کی محبت پر ہے اس لیے مسلمان صرف عقل سے حقائقِ اسلام سے روشناس نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے اس میں دیوانگیِ عشق کا جذبہ ضروری ہے۔

مرزا بیدل کا نام عبدالقادر اور تخلص بیدل تھا۔ پٹنہ (عظیم آباد) میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں سب سے بڑے شاعر تھے۔ مشکل پسندی اور مضمون آفرینی میں غالب اور عرفی کو اُن کا ہمسر کہا جا سکتا ہے۔ غالب نے کہا ہے "طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا اسداللہ خاں قیامت ہے" مرزا بیدل اورنگ زیب کے دوسرے شہزادے محمد اعظم کی سرکار میں منشی کی اسامی پر ملازم تھے مگر اتنے خوددار تھے کہ کبھی ایک مصرع بھی شاہزادے کی مدح میں نہیں کہا۔ ان کی شاعری کا چرچا سن کر ایک دفعہ شہزادے نے ان سے کہا کہ آپ میری شان میں قصیدہ کہیے۔ میرے دادا نے کلیم کو چاندی میں تلوا دیا تھا میں آپ کو سونے میں تلوا دوں گا۔ بیدل نے قصیدہ کہنے کی بجائے استعفا دے دیا اور دہلی میں عسرت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ مدۃ العمر کسی امیر کے دربار میں

---

[1] فارسی میں بفتح س و ضم خ درست ہے۔ [2] شیخ عبدالقادر نے بانگِ درا کے دیباچے میں لکھا ہے کہ ایک دن اقبال نے (یورپ) کے دورانِ قیام مجھ سے کہا کہ وہ شاعری ترک کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

نہیں گئے۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ نظام الملک بھی ان سے ملنے کے لیے ان کے گھر پر آتا تھا۔ جب نظام نے دکن میں اپنی حکومت قائم کی تو انہیں دربار میں طلب کیا مگر یہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور معذرت کر دی۔ صداقت اور اخلاقی جرأت کا یہ عالم تھا کہ جب حسین علی خاں نے فرخ سیر کو قتل کر دیا تو انھوں نے فرخ سیر کی تاریخ وفات نہایت بے باکی کے ساتھ یہ کہی ؎

ساداتِ بے وفا نمک حرامی کردند

۳ صفر ۱۱۳۳ھ کو دہلی میں وفات پائی۔

مَذہبی (ع ف) صفت، مذہب (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): مذہب سے تعلق رکھنے والا، مذہب کا

تجھ سے قائم تھی مسلمانوں کی شان مذہبی

(کلاہ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۱)

مَذہبیّت (ع ع ع) مونث، مذہب (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) + ت (لاحقۂ کیفیت): مذہب کا جذبہ، مذہب کا نشان یا علامت ؎

مذہبیت چھوڑ دی روحانیت کا نور ہے

(کلاہ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۲)

مِرا (ار): میرا (رک) کی تخفیف ؎

نجف میرا مدینہ ہے مدینہ ہے مرا کعبہ

(تصویر درد، ب ا، ۳۲۱)

مرا از شکستن چناں عار ناید

کہ از دیگراں خواستن مومیائی

: مجھے (ہڈی) ٹوٹنے سے اس قدر صدمہ نہیں ہوتا جتنا کہ کسی دوسرے سے مومیائی مانگنے میں شرم آتی ہے (جو ہڈی کو جوڑنے کی ایک مجرب دوا ہوتی ہے)

(دریوزۂ خلافت، ب د، ۲۵۴)

مُراقَبہ (ع) مذکر: گردن جھکا کر تجلیات ایزدی کے بارے میں غور و فکر، اللہ کے ماسوا کو چھوڑ کر محض اس کی طرف دل لگا کے بیٹھنے کا عمل ؎

یہ ذکرِ نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور

(تصوف، ص ک، ۳۴)

مَراقش (ع) مذکر: ملک حبشہ کا ایک علاقہ (حضرت بلال حبشی اسی علاقے کے باشندے تھے) ؎

چین کے شہر مراقش کے بیابان میں ہے

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۴)

مُراد (ع) مونث، مقصد، مقصود، جتوہ محبوب ؎

واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد

(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

مُراد پہ (پر) (-ار): خواہش یا مرضی کے موافق ؎

تری مراد پہ ہے دور آسمان پھر گیا

(میں اور تو، ب د، ۲۲۰)

مُراعات (ع) مونث: ایک دوسرے کی رعایت، پاس و لحاظ، مروت ؎

عدل اس کا تھا قوی لوث مراعات سے پاک

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۳)

مُراقَبہ (ع) مذکر: گردن جھکا کر فکر کرنے کا عمل، اللہ کے ماسوا کو چھوڑ کر محض خدا کی طرف دل لگانے کی کیفیت، دھیان گیان، استغراق ؎

قدرت ہے مراقبے میں گویا

(ایک شام، ب د، ۱۲۸)

مُرتَبَت (ع) مونث: مرتبہ، درجہ ؎

تجھ سے حرم مرتبت اندلسیوں کی زمیں

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۸)

مُرتَضَوی (ع) صفت، مُرتضیٰ (= حضرت علی بن ابی طالب) + وی (لاحقۂ نسبت) (رک شمع بار گر خاندان مرتضوی)

مُرتَضیٰ (ع) مذکر: (اصلاً صفت جس کے معنی ہیں پسندیدہ) مراد حضرت علی بن ابی طالب کا لقب ؎

یہ ہے اقبال فیض یادِ نام مرتضیٰ جس سے
نگاہِ فکر میں خلوت سرائے لامکاں تک ہے

(غزلیات، ب ا، ۴۴۸)

مَرثیہ (ع) مذکر: کسی حادثے سے متعلق درد انگیز کلام، نوحہ، المناک شعر یا فقرے،

مرثیہ خواں (ــ ف) صفت، مرثیہ + خواں (رک): نوحہ پڑھنے والا (یہاں زبان حال سے فریاد کرنے والا مراد ہے) ہے۔
مسجد میں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۳)

مرثیہ اکبر الہ آبادی: یہ فارسی زبان میں اردو کے مشہور ظریف شاعر اکبر الہ آبادی کے نوحے کا عنوان ہے جو اقبال نے کہا تھا اور "پیام مشرق" کے پہلے ایڈیشن میں موجود تھا، مگر بعد کے ایڈیشن میں نہیں۔ اس کے مشکل الفاظ فرہنگ ہذا کے حصہ فارسی میں دیکھیے
(ب ا، ۲۳۹)

مرجانا (ار): دنیا سے رخصت ہو جانا، دم توڑ دینا، جسم سے جان کا نکل جانا ہے۔
ڈر ہے یہیں قفس میں ہیں غم سے مر نہ جاؤں
(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۸)

مرجھانا (ار)
: کملانا، خشک ہو جانا، سوکھ کر لٹک جانا ہے۔
زندگی کی شاخ سے پھوٹے کھلے مرجھا گئے
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۱)

: بجھا بجھا سا ہو جانا ہے۔
تیری ہوا بندھی ہے تو مرجھا گئے ہیں یہ
(چاند اور شاعر، ب ا، ۲۲۵)

مرجھائے ہوئے پھول قفس میں رکھنا: پنجرے میں کچھ سوکھے پھول ڈال دینا تاکہ طائر گرفتار اسی کو باغ سمجھ کر اسیری میں ہاتھ پاؤں نہ مارے۔ مراد یہ کہ جو حکومت سے مانگتا تھا وہ نہ ملا، فریب دینے کے لیے ایسی آزاد نما صورت پیدا ہوئی جس کے بعد بھی غلامی جوں کی توں برقرار ہے ہے۔
رکھنے لگا مرجھائے ہوئے پھول قفس میں
(نفسیات حاکمی، من ک، ۱۶۱)

مرحبا (ع) کلمۂ تحسین و آفرین: واہ وا! سبحان اللہ، شاد باش، جیو، خوش رہو (تعظیم مہمان کے لیے مستعمل) ہے۔
از فرش تا بعرش صدا مرحبا ہے آج
(معراج، ب ا، ۲۲۵)

مرحبی (ع ف) مونث، مرحب (ایک یہودی پہلوان جو جنگ خیبر میں قلعہ قموص کا محافظ تھا اور شیر خدا کے ہاتھ سے مارا گیا) + ی (لاحقۂ نسبت): مرحب پہلوان کی سی شرارت اور کفر ہے۔
وہی فطرت اسد اللہی وہی مرحبی وہی عنتری
(ہم اور تم، ب د، ۲۵۳)

مرحلہ (ع) مذکر: منزل، مشکل منزل، دشوار گزار مسافت ہے۔
ہزار مرحلہ ہائے فغان نیم شبی
(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

مرحوم (ع) صفت: جس پر رحمت نازل کی گئی ہو، جو مستحق رحمت ہو، فوت شدہ مسلمان مردہ شخص (اس جگہ بطور ایہام دونوں معانی چسپاں ہیں) ہے۔
مشکلیں امت مرحوم کی آساں کر دے
(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

مرحومہ (ع) مونث: مرحوم (رک) کی تانیث
(والدۂ مرحومہ کی یاد میں، ب د، ۲۲۶)

مرد (ف) مذکر
: آدمی، بشر، عورت کی ضد۔
: دلبر، شوہر ما ہے۔
تلوار کا دھنی تھا شجاعت میں مرد تھا
(رام، ب د، ۱۷۷)

: شریف اور بہادر انسان (یہ معنی عربی کے رجال سے ماخوذ ہیں) ہے۔
نازک بہت ہے آئنہ آبرو سے مرد
(شبلی و حالی، ب د، ۲۲۶)

: باہمت اور غیور ہے۔
جو مرد ہے نہیں ہوتا ہے غیر کا ممنون
(فلاح قوم، ب ا، ۳۰)

مرد آزما (ــ ف) صفت، مرد + آزما، مصدر آزمودن (= آزمانا، جانچنا، پرکھنا) سے بڑے بڑے مردوں کو آزمائش میں ڈالنے والا ہے۔

حافظِ ناموسِ زن مرد آزما مرد آفریں

(ابلیس، ۲، ا ح، ۱۳)

مَرد آفریں (ـ ف) صفت، مرد + آفریں، مصدر آفریدن (= پیدا کرنا) سے فعل امر: دلیر اور سورما پیدا کرنے والا ہے

حافظِ ناموسِ زن مرد آزما مرد آفریں

(ابلیس، ۲، ا ح، ۱۳)

مَردِ بُزرگ (ـ ف) مذکر، مرد + اضافت + بزرگ (بڑا): مراد مردِ مومن

(مردِ بزرگ، ض ک، ۱۲۹)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے مردِ بزرگ یعنی مردِ مومن کی صفات بیان کی ہیں اور کہا ہے کہ اس کی محبت اور نفرت دونوں بہت شدید ہوتی ہیں

(ض ک، ۱۲۹)

مَردِ بیکار: (یعنی اولاد نہ ہونے سے) مرد کا وجود بیکار اور بے سود ہے

مرد بیکار و زن تہی آغوش

(ایک سوال، ض ک، ۹۲)

مَردِ خُدا (ـ ف) مذکر: اللہ کا بندہ، مردِ مومن، صوفی کامل ہے

اُسے حلقۂ درویشاں وہ مردِ خُدا کیسا

(۲، ب ج، ۲۶)

مَردِ خُدا کی دلیل: اس بات کا ثبوت کہ تجھے کسی مردِ مومن اور عاشقِ الٰہی نے تعمیر کرایا تھا ہے

تیرا جلال و جمال مردِ خدا کی دلیل

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۶)

مَردِ فرنگ: یہ ضربِ کلیم میں علامہ کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ انگلینڈ کی عورتوں میں جو خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں اس میں عورتوں کا قصور نہیں بلکہ مردوں کی خطا ہے کہ وہ عورت کی فطرت کو نہ پہچان سکے

(ض ک، ۹۲)

مَردِ قلندر: اقبال ہے

اک مردِ قلندر نے کیا رازِ خودی فاش

(اقبال، ض ک، ۱۰۸)

مَردِ کامل (ـ ع) مذکر، مرد + کامل (رک): مراد گرو نانک جی ہے

ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

(نانک، ب د، ۲۴۰)

مَردِ مُسلماں: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے مردِ مسلماں یا مردِ مومن کے صفات بیان کیے ہیں

(ض ک، ۶۰)

مَردِ میداں (ـ ف) صفت، مرد + اضافت + میدان (رک): دلیری سے کام کرنے والا، مراد پامردی سے الا ہے

مردِ میداں گاندھی درویش خو

(ب ا، ۲۶۶)

مَردان: مرد (رک) کی جمع۔

مَردانِ خُدا (ـ ف) مذکر، مردان + اضافت + خدا: اللہ کے نیک بندے، اہل اللہ، معرفت رکھنے والے، شرع کے پابند ہے

مردانِ خدا کا آستانہ

(جاوید سے، ض ک، ۸۷)

: جیالے لوگ ہے

سر اسی راہ میں مردانِ خُدا دیتے ہیں

(ب ا، ۳۸۰)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے بندۂ حر یا مردِ مومن کے صفات بیان کیے ہیں۔

(ض ک، ۴۳)

مَردانِ کار (ـ ف) مذکر، مردان + اضافت + کار (= عمل) باعمل بہادر اور غیور انسان ہے

مردانِ کار ڈھونڈ کے اسبابِ حادثات

(شبلی و حالی، ب د، ۲۲۲)

مَردانہ (ف ف) صفت، مرد (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت): دلیر مَردوں کی سی

یک رنگی و آزادی اے ہمّتِ مردانہ

(۷۴، ب ج، ۶۷)

مَرْدُک (ف) مذکر: حقیر ادنیٰ اور ذلیل آدمی سے

کارخانے کا ہے مالک مردکِ ناکردہ کار

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

مَردُم (ف) مونث: آنکھ کی پتلی (جو سیاہ ہوتی ہے)

مَردُمِ چشمِ زمیں (ف ف ف) مونث، مردم + اضافت + چشم (رک) + اضافت + زمین (رک): زمین کی آنکھ کی پتلی (حبش کی سرزمین جس کا اس جگہ ذکر ہے، چونکہ وہاں کے لوگ سیاہ فام ہوتے ہیں اس لیے اسے "مردمِ چشم" سے تشبیہ دی ہے) سے

مردمِ چشمِ زمیں یعنی وہ کالی دنیا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۷)

مُردَن (ف): مرنا، موت آنا سے

بعدِ مردن بھی نہ ڈالا بار کچھ احباب پر

(ب ا، ۳۸۱)

مُردَہ (ف) صفت، مصدر مردن (= مرجانا) سے حالیہ تمام: مرا ہوا، بے حس سے

صفتِ شمعِ لحد مردہ ہے محفل تیری

(رات اور شاعر، ب د، ۱۴۳)

مردہ عالم زندہ جن کی شورشِ قم سے ہوا

(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

مُردَہ دِلی (ف ف ف) مونث، مردہ + دل (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): دل کے زندگی سے محروم ہونے کی کیفیت سے

ہوا ہے بزمِ سلاطیں دلیلِ مردہ دلی

(ایک خط کے جواب میں، ب د، ۲۳۹)

مُردۂ عالَم (ف ع) مردہ + عالم (= دنیا): بے حس اور بے ذوق قوم سے

مردہ عالم زندہ جن کی شورشِ قم سے ہوا

(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

مرزا (ف) مذکر: مغل (مسلمانوں میں ایک مشہور ذات یا گوت) سے

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۳)

مرزا بیدل: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے مرزا مرحوم کے ایک شعر پر تضمین کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کائنات تجلیاتِ الٰہی کی مظہر ہے خود کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

مرزا بیدل کے تعارف کے لیے دیکھیے "مذہب"، "تضمین بر شعر مرزا بیدل" جس کے تحت یہ درج ہے۔

مرزا غالب: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جسے لوگ عموماً غالب کا مرثیہ کہہ دیتے ہیں لیکن نظم کا لب و لہجہ مرثیے کی زبان سے بالکل مختلف ہے بنا بریں یہ نظم مرثیہ نہیں بلکہ غالب کا قصیدہ ہے جو ان کی وفات کے ۳۲ سال بعد اقبال نے کہا ہے اور جس میں غالب کے کمالاتِ شعر و سخن کا اعتراف کیا ہے یہ نظم پہلی بار ستمبر ۱۹۰۱ء کے ماہ نامہ "مخزن" لاہور میں چھپی تھی۔

غالب فارسی و اردو دونوں زبانوں کے شاعر تھے لیکن اقبال کی اس نظم سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مرحوم کے اردو کلام سے زیادہ متاثر تھے چنانچہ اس نظم میں ایک جگہ انھوں نے مرصع لفظوں میں کہہ دیا ہے۔ گیسوئے اردو ابھی منت پذیرِ شانہ ہے۔ اور دوسری جگہ انتہائے "بلاغت" اور مقتضائے حال کی مطابقت کے ساتھ ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو اس نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ نظم کہتے وقت ان کے پیشِ نظر غالب کا دیوان اردو ہے۔ غالب کے دیوان کا آغاز اس شعر سے ہوا ہے۔ نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا + کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا۔ اقبال، غالب کی مدح میں کہتے ہیں۔ زندگی مضمر ہے تیری "شوخیِ تحریر" میں + تابِ گویائی سے جنبش ہے لبِ "تصویر" میں۔

غالب ۱۷۹۷ء میں بمقام آگرہ پیدا ہوئے اور ۱۸۶۹ء

میں اپنے حریف "ذوق" کی وفات سے چودہ سال
بعد دہلی میں وفات پائی۔ ان کی قبر دہلی کی بستی نظام الدین
اولیا میں مقام چونسٹھ کھمبے" کی دیوار سے متصل ہے
(ب د، ۲۶، ب ا ۲۸۲)

مُرشِد (ع) صفت: رہنما، لیڈر ع
مرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلم شوریدہ سر
(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۲)

مُرشدِ شیراز (ـ ف) مذکر، مرشد + شیراز (رک):
حافظ شیرازی ع
پیام مرشد شیراز بھی مگر سن لے
(قرب سلطان، ب د، ۲۰۱)

مُرشدِ کامل (ـ ع) مذکر، مرشد + کامل (رک): مرزا
بیدل مراد ہیں (جن کا شعر اس مصرع کے بعد جس میں
یہ لفظ ہے اقبال نے تضمین کیا ہے) ع
مجھ پر کیا یہ مرشد کامل نے راز فاش
(مذہب، ب د، ۲۴۶)

مَرَض (ع) مذکر: بیماری، دکھ درد ع
مرض کہتے ہیں سب اس کو یہ ہے لیکن مرض ایسا
(تصویر درد، ب د، ۶۷)

مَرَضُ الموت (ـ ع ع) مذکر، مرض + ال (علامت تعریف
یا معرفہ) + موت (رک): وہ بیماری جس میں موت
یقینی ہے ع
مرض الموت ہے جو اس کو دوا کہتے ہیں
(فریاد امت، ب ا، ۱۵۶)

مَرَضِ کہن (ـ ف) مذکر، مرض + اضافت + کہن (رک)
: پرانی بیماری: مراد جہالت اور غلامی ع
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ
(غزل، ض ک، ۳۶)

مَرعُوب (ع) صفت: رعب میں آیا ہوا، ڈرنے
والا، ڈرا ہوا، ذلیل ع
نہ محتاج سلطاں نہ مرعوب سلطان
(محبت، ب ج، ۱۴۶)

مُرغ (ف) مذکر: پرندہ، طائر

ہیں مرغ نوا ریز گرفتار غضب ہے
(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۶)

مُرغِ بے ہنگام (ـ ف ف) مذکر، مرغ + اضافت
+ بے (رک) + ہنگام (رک): وہ مرغ جو بے
وقت اذان دینے لگے ع
وعظ اب آیا صدائے مرغ بے ہنگام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۵)

مُرغِ بسم اللہ: رک طائر بسم اللہ ع
خاک پر کھینچیں جو نقشہ مرغ بسم اللہ کا
(دربار بہاولپور، ب ا، ۱۸۴)

مرغ پر نارستہ چوں پراں شود
طعمۂ ہر گربۂ دراں شود

: اگر وہ پرندہ جس کے پر نہیں نکلے اڑنے کا حوصلہ
کرے تو یقیناً پھاڑ کھانے والی بلی کا لقمہ بن جائے
گا (لہٰذا اسلامی تعلیمات کے بغیر مسلم نوجوان کو
علوم دنیا کی تعلیم نہ دو)
(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۶)

مُرغِ تخیل (ـ ف ع) مذکر، مرغ + تخیل (رک)
: اضافت تشبیہی ع
ہے پر مرغ تخیل کی رسائی تا کجا
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

مُرغِ تیز پر (ـ ف ف) مذکر، مرغ + تیز (رک)
+ پر (رک): تیز اڑنے والا پرندہ، مراد بھارت
کی دوسری قومیں جن کے ساتھ مسلمان فضائے علم
میں سرگرم پرواز تھے ع
فرسودہ ہے پھندا ترا زیرک ہے مرغ تیز پر
(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۲)

مُرغِ جاں (ـ ف ف) مذکر، مرغ + اضافت + جاں
(= روح جو کہ گرفتار قفس پرندے کی طرح جسم
میں قید ہے: اسیر کی مناسبت سے جان کو مرغ
سے تشبیہ دی ہے ع
اے کہ تیرا مرغ جاں تار نفس میں ہے اسیر

(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۲)

مُرغِ حَرَم (ـ ع) مذکر، مرغ + اضافت + حرم (رک)، مُراد مسلمان ہے۔

تو اے مُرغِ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۳)

مُرغِ دل (ـ ف) مذکر: دل کو مرغ (= طائر) سے تشبیہ دی ہے۔

مُرغِ دل دامِ تمنا سے رہا کیونکر ہوا

(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

مُرغِ رَنگِ گُل (ـ ف ف) مذکر، مرغ + اضافت + رنگ + اضافت + گل: رنگِ گل کو اڑ جانے میں مُرغ سے تشبیہ دی ہے۔

سیکھی تو نے مُرغِ رنگِ گل سے رمز آنادہی

(ب ا، ۴۴۷)

مُرغِ سحر خواں (ـ ع ف) مذکر، مرغ + سحر (رک) + خواں (رک خواں ۱)، صبح کے وقت بولنے والا بلبل ہے۔

فغان مرغِ سحر خواں کو جانتے ہیں سُرود

(مسعود مرحوم، ا ح، ۲۴)

مُرغِ سَرا (ـ ف) مذکر، مُرغ + سرا (رک): گھروں کے آس پاس پھرنے پھرنے والا پرند (جیسے کوا، چڑیا وغیرہ) ہے۔

اک مُرغِ سرا نے یہ کہا مُرغِ ہوا سے

(ایک مکالمہ، ب د، ۲۱۹)

مُرغِ ہَوا (ـ ع) مذکر: فضا میں بلندی پر اڑنے والا پرند (جیسے عقاب، شاہین وغیرہ) ہے۔

اک مُرغِ سرا نے یہ کہا مُرغ ہوا سے

(ایک مکالمہ، ب د، ۲۱۹)

مُرغان: مُرغ (رک) کی جمع ہے۔

واقف نہیں تو ہمتِ مرغانِ ہوا سے

(ایک مکالمہ، ب د، ۲۱۹)

مُرغانِ سحر خواں (ـ ع ف) مذکر، مرغان + سحر (رک) + خواں (رک): صبح کو نغمے گانے والے پرند، مراد صاحبِ ذوق مسلمان ہے۔

مرغانِ سحر خواں مری صحبت میں ہیں خورسند

(شکر و شکایت، ض ک، ۲۳)

مَرغزار (ف ف) مذکر، مَرغ (= ہری ہری دوب) + زار (لاحقۂ ظرف): چراگاہ، وہ جگہ جہاں کثرت سے دوب گھاس اگی ہو ہے۔

کرتی ہے عشق بازیاں سبزۂ مرغزار سے

(شاعر، ب د، ۲۱۰)

مُرغَک (ف) مذکر: مُرغ کی تصغیر، چھوٹا سا پرند ہے۔

اے مرغک بیچارہ ذرا یہ تو بتا تو

(ابوالعلامعری، ب ج، ۱۵۷)

مَرغُوب (ع) صفت: پسندیدہ ہے۔

ہائے کیا مرغوب ہے طرزِ بیانِ اہلِ درد

(اہلِ درد، ب ا، ۴۱۹)

مَرغُوبِ اہلِ دِل: دل والوں کی پسندیدہ۔ عنوان کے کلمات مثنوی عقدِ گوہر کی تاریخ طباعت ہیں، ان کے عدد "اعداد" کے تحت درج کیے ہوئے قاعدے سے نکال لیجیے ہے۔

زیب دیتا ہے اگر مرغوبِ اہلِ دل کہیں

(دلگر، ب ا، ۴۸۰)

مَرقَد (ع) مذکر، قبر، مزار ہے۔

یہ مرقد سے صدا آئی حرم کے رہنے والوں کو

(تضمین بر شعرِ انیسی، ب د، ۱۵۴)

مَرقَد کے شبستاں میں حیات نظر آنا: قبر کی تاریکی کو یہ سمجھنا کہ یہ زندگی ہے، مراد کورانہ تقلید میں ایسی فنکاری کرنا جو دراصل فنکار کی موت ہے ہے۔

نظر آئی جسے مرقد کے شبستاں میں حیات

(مخلوقاتِ ہنر، ض ک، ۱۱۷)

مُرَقَّع (ع) مذکر: تصویر خانہ، تصویروں کی کتاب، البم ہے۔

آہ وہ دلکش مرقّع پھر دکھا سکتا ہوں میں

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۹)

مَرکَب (ع) مذکر، گھوڑا یا کوئی اور سواری ہے۔

کسی کا راکب کسی کا مرکب کسی کو عبرت کا تازیانہ

(زمانہ، ب ج، ۱۲۹)

مُرکّب (ع) صفت: دو یا زیادہ اجزا سے مل کر بنی ہوئی چیز ؏
مرکّب نے محبّت نام پایا عرشِ اعظم سے
(محبت، ب د، ۱۱۱)

مَرکز (ع) مذکر
: نقطہ جس کی طرف اِدھر اُدھر کے تمام خطوط کھنچ آئیں، اِدھر اُدھر کی چیزوں کے سمٹ کر آنے کی جگہ ؏
دِرں کر مرکز مہر و وفا کر
(۵، ب ج، ۹)

: جماعتی تنظیم، جمعیّت، اجتماعی قوّت ؏
قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی
(محراب گل افغان ۱۲، ض ک، ۱۷۵)

مَرگ (ف) مونث: موت۔

مَرگِ خودی: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے خودی کی موت کے اثرات پر روشنی ڈالی ہے
(ض ک، ۸۰)

مَرگِ دَوام (ف۔ ع) مونث، مرگ (= موت) + اضافت + دَوام (رک): دائمی موت، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا ؏
ہو نہ روشن تو سخن مرگِ دوام اے ساقی
(۸، ب ج، ۱۲)

مَرگِ قوم: اس عنوان کے تحت چند اشعار فارسی منشی سراج الدین صاحب کی بیاض سے دستیاب ہوئے۔ مشکل لفظوں کا حل فرہنگ ہذا کے حصۂ فارسی میں دیکھیے
(رب ا، ۲۳۴)

مَرگِ مُفاجات (ف۔ ع) مونث، مرگ + اضافت + مُفاجات (= ناگہانی طور پر کوئی کام ہونا): ناگہانی موت ؏
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مُفاجات
(ابو العلا معرّی، ب ج، ۱۵۷)

مَرگِ ناگہاں (ف۔ ف) مونث، مرگ + اضافت + ناگہاں (= جو اچانک اور بلا توقع ہو): وہ موت جو اچانک آجائے (کہ وہ بھی شہادت کے برابر ہوتی ہے) ؏
حیاتِ جاوداں میری نہ مرگِ ناگہاں میری
(تصویرِ درد، ب د، ۶۸)

مَرگِ ناگہانی (مونث): مرگِ ناگہاں (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) ؏
کیا مرگِ ناگہانی تشریف لا رہی ہے،
(شمعِ زندگانی، ب ا، ۲۲۹)

مَرمَر کی سِل (اردو) مونث، مرمر (= سفید چکنا کان سے نکلا ہوا پتھر جس کا اکثر فرش بچھاتے ہیں) + کی (رک) + سل (= پتھر کا بڑا ٹکڑا): سنگِ مرمر کا خوبصورت فرش ؏
ہیں ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے
(فرمانِ خدا، ب ج، ۱۱۰)

مَرنا (اردو)
: دل و جان سے فریفتہ ہونا، کسی کام یا شخص پر جان دینے کے لیے ہر وقت تیار رہنا، فریفتہ ہونا، عاشق ہونا ؏
مرتا ہوں خامشی پر یہ آرزو ہے میری
(ایک آرزو، ب د، ۴۲)

: جان دینا، شہید ہونا ؏
اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لیے
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

مُرُوّت (ع) مونث: پاس و لحاظ، رعایت، مہربانی، احسان ؏
بنایا جس کی مروّت نے نکتہ داں مجھ کو
(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

: مراد اخلاق ؏
ایک سازش ہے فقط دین و مروّت کے خلاف
(دین و تعلیم، ض ک، ۸۶)

مُرُور (ع) مذکر: گزرنے کا عمل، انقضا ؏
محو کر سکتا نہیں جس کو مرورِ روزگار
(حیدر آباد دکن، ب ا، ۲۰۵)

مَرہَم (ع) مذکر: زخم پر لگانے کی دوا ؏
یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پیدا اپنے مرہم کو

(تصویرِ درد، ب د، ۷۴)

مُرہُون (ع) صفت: گروی رکھا گیا، رہن کیا گیا۔

مُرہُونِ سماعت (۔ ع) صفت، مرہون + سماعت (= سُننے کی طاقت، سامعہ): جس پر قوّتِ سامعہ کا قابُو چل سکے، جو سُننے میں آ سکے۔

مُرہُونِ سماعت نہ ہو: جو سُننے میں نہ آئے ؎

ہو نہ مرہونِ سماعت جس کی آوازِ قدم

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۱۰)

مِری (ار): میں کی ضمیرِ اضافی، مونث

مِری اکسیر: مُراد جذبۂ اسلامی اور شوقِ شہادت ؎

مری اکسیر نے شیشے کو بخشی سختیٔ خارا

(۱۱، ب ج، ۲۵۱)

مِری جاں (ار): محبوب سے تخاطُب کا کلمہ ؎

مری جاں نہیں ربط غیروں سے اچھا

(ب ا، ۴۳۶)

مِری رات: مُراد ظلمتِ جہل و بے عملی سے بھری ہوئی زندگی ؎

تو مری رات کو مہتاب سے محرُوم نہ رکھ

(۸، ب ج، ۱۲)

مِری سحر کا پیام: یعنی ایسی تاثیر جس سے میری یعنی مسلمانوں کی شبِ غم کٹے اور صبحِ مسرت نمودار ہو ؎

تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کا پیام

(طلوعِ حرم، ض ک، ۲۴)

مِرے آئینے میں: میرے دل میں ؎

کتنے بیتاب ہیں جوہر مرے آئینے میں

(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

مِرّیخ (ع) مذکر: ایک ستارے کا نام جو منحوس سمجھا جاتا ہے۔ اسے جلادِ فلک بھی کہتے ہیں ؎

کہنے لگا مریخ ادا فہم ہے تقدیر

(اذان، ب ج، ۱۴۵)

مُرید (ع) صفت: کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا، ماننے والا، معتقد، چیلا، گدی نشین پیر کا عقیدت مند یعنی شاگرد، فرماں بردار، تابع، نقشِ قدم پر چلنے والا ؎

ہوں مریدِ خاندانِ خفتۂ خاکِ نجف

(برگِ گل، ب د، ۱۰۶)

مُریدِ پیرِ نجف (۔ ف ع) مذکر، مرید + پیرِ نجف (رک): حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا ارادت مند اور پیرو اور (بیعتہٗ) ان کے دستِ مبارک پر بیعت کیے ہوئے ؎

مرید پیرِ نجف ہے غلام ہے تیرا

(التجائے مسافر، ب ا، ۳۴۶)

مُریدِ سادہ (۔ ف) مذکر، مرید + اضافت + سادہ (= بھولا بھالا، سیدھا سچا): کسی پیر کا سادہ لوح عقیدت مند (جسے پیر صاحب نے اللہ سے توبہ کرنے کی ہدایت کی تھی) ؎

مرید سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب

(۱۱، ب ج، ۳۴۴)

مَریز و کجدار (ف ف ف ف ف) فقرہ، مَ (سابقۂ نفی) + ریز، مصدر ریختن (= گرانا) سے فعل امر + و (عطف) + کج (= ٹیڑھا) + دار (رک): (بطور کنایہ) برتن کو ٹیڑھا رکھ کر (ایک دانہ) نہ گرنے دے۔ یعنی ظاہر میں یہ دکھا کر دے رہے ہیں مگر ایک حبّہ مت دو ؎

خطوطِ خمدار کی نمائش مریز و کجدار کی نمائش

(کارل مارکس کی آواز، ض ک، ۱۴۷)

مَرِیض (ع) صفت: بیمار ؎

نبض مریضِ پنجۂ عیسیٰ میں چاہیے

(شفاخانۂ حجاز، ب د، ۱۹۸)

: جسے کسی بات کا مالیخولیا ہو ؎

تہذیب کے مریض کو گولی سے فائدہ!

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

مَریَم (ع) مونث: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا اسم گرامی جو فلسطین کی رہنے والی تھیں ؎

چومے ہیں تو نے اے کرم مریم کے پائے نازک

(شیشۂ ساعت کی ریگ، ب ا، ۱۲۹)

مزاتو جب ہے (ا ر) : لطف کی بات تو اس وقت ہے کہ

مزاتو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

(ساقی، ب د، ۲۰۸)

مزاج (ع) مذکر

: انسان کی طبیعت جو عناصر اربعہ کے امتزاج سے بنتی ہے، طبیعت (ترکیب اجزا کے لحاظ سے)، فطری رجحان کہ

ملا مزاج تغیر پسند کچھ ایسا

(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

: طبیعت (صحت اور مرض کے لحاظ سے)

کیوں بڑی بی مزاج کیسے ہیں

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

مزاج خانقاہی : خانقاہ کے حجروں میں بیٹھ کر اللہ اللہ میں دن رات گزارنے اور چلہ کشی کرنے کی عادت کہ

پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

(ابلیس، ۳، ا ح، ۱۵)

مزاج داں (-ف) صفت، مزاج + داں (رک) : طبیعت اور مزاج کو جاننے پہچاننے والا

(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۰)

مزاج ناقہ : ان کلمات سے شروع ہونے والا ایک قطعہ اقبال نے بتاریخ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء بمقام پانی پت مولانا حالی کی برسی کے موقع پر نواب بھوپال کی موجودگی میں پڑھا۔ اس کے مشکل الفاظ کا حل اس فرہنگ کے حصہ فارسی میں دیکھیے

(ب ا، رسل آخر بغیر عنوان)، ۲۴۵)

مزار (ع) مذکر : قبر، زیارت گاہ کہ

ہر شمع بزم عیش کہ شمع مزار تو

(شمع، ب د، ۴۴)

مزار مقدس (-ع) مذکر، مزار + اضافت + مقدس (= پاک وطاہر) : پاک اور قابل عظمت مدفن

(۱، سطر ۲، ب ج، ۲۲۰)

مزارع (ع) مذکر : کھیتی کرنے والا، کسان کہ

تکرار تھی مزارع و مالک میں ایک روز

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

مزد (ف) مونث : مزدوری، اجرت کہ

دست دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی

(خضر راہ، ب د، ۲۶۲)

مزدک (ف) مذکر : ایران کا ایک حکیم یا فلسفی جو پانچویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا۔ اس کا فلسفہ یہ تھا کہ یزداں (نیکیوں کے خدا) نے انسانوں میں مساوات رکھی ہے مگر اہرمن (شیطان) نے انسانوں کو اختلافات میں مبتلا کر دیا ہے۔ ان اختلافات کو دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ زن زر اور زمین میں انسان کو اشتراک کامل نصیب ہو جس سے سب لوگ یکساں طور پر مستفید ہوں اور اس طرح بنی آدم میں مساوات پیدا کر دی جائے چھٹی صدی کے ربع دوم کے آغاز میں اسے نوشیرواں نے قتل کرا دیا اور اس کے بعد مزدکی تحریک کے حامیوں کا قتل عام کرا کے یہ تحریک ہمیشہ کے لیے دفن کرا دی۔ اپنے خیالات کے اعتبار سے مزدک دنیا کا سب سے پہلا اشتراکی انسان تھا کہ

وہ یہودی فتنہ گر وہ روح مزدک کا بروز

(پانچواں مشیر، ا ح، ۱۰)

مزدکی (ف ف) صفت، مزدک (رک) + ی (لاحقہ نسبت) : مزدک کی کہ

مزدکی منطق کی سوزن سے نہیں ہوتے رفو

(ابلیس، ا ح، ۱۱)

مزدور (ف) مذکر، اجرت پر کام کرنے والا، بوجھ اٹھانے والا کہ

بندۂ مزدور کو جا کر مرا پیغام دے

(خضر راہ، ب د، ۲۶۲)

مزرع (ع) مذکر، کھیت، کھیتی۔

(نوٹ) اقبال نے مونث بھی نظم کیا ہے) کہ

ہوتی ہے اس کے فیض سے مزرع زندگی ہری

(شاعر، ب د، ۲۱۱)

مُزرَعِ شب (ـ ف) مزرع + اضافت + شب (رک)
: رات کو کھیت سے تشبیہ دی ہے ؎
اُسے مزرعِ شب کے خوشہ چینو
(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۹)

مُزرَعِ نَو خیز (ـ ف ف) مذکر، مزرع + نَو (= نیا) + خیز (رک)، : تازہ اُگا ہوا کھیت وغیرہ جسے پھلنے پھولنے کے لیے مزید پانی وغیرہ کی ضرورت ہو ؎
سبزۂ مزرعِ نوخیز کی اُمید ہوں میں
(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۸)

مُزرَعِ ہستی (ـ ف) مذکر، مزرع + اضافت + ہستی (= زندگی، وجود) : زندگی کو کھیتی سے تشبیہ دی ہے ؎
جل گیا مزرعِ ہستی تو اُگا دانۂ دل
(دل، ب د، ۶۱)

مَزہ (ف) مذکر
: لطف، حظ ؎
ہے چمکنے کا مزہ حسن کا زیور بن کر
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

: آسائش ؎
یہ مزے آدمی کے دم سے ہیں
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۲۳)

: (طنزاً) تکلیف ؎
کھل جائیں کیا مزے ہیں تمنائے شوق میں
(غزلیات، ب د، ۱۱۲)

مُژدَہ (ف) مذکر : خوشخبری، مبارک باد ؎
مژدہ اَے پیمانہ بردارِ خمستانِ حجاز
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۸)

مِژگاں (ف) مونث : پلک ؎
نظارے کو یہ جنبشِ مژگاں بھی بار ہے
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

مِژہ (ف) مونث : پلک ؎
مژۂ یار کا چبھتا ہوا نشتر ہی سہی
(ب ا، ۴۳۳)

مِس[1] (ف) مذکر : تانبا۔

مِسِ آدم : آدم سے آدمی مراد ہے جسے تانبے سے تشبیہ دی ہے ؎
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
(۱۴، ب ج، ۳۷۱)

مِس[2] (انگ) مونث : کنواری انگریز لڑکی ؎
وہ مِس بولی ارادہ خودکشی کا جب کیا میں نے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

مَسا (ع) مونث : شام ؎
صبر سے ناآشنا صبح و مسا روتا ہے وہ
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۹)

مَساجِد (ع) مونث : مسجد (رک) کی جمع ؎
جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۲)

مَسافت (ع) مونث : دُوری، فاصلہ ؎
پا سے گرد آلود دیتے ہیں مسافت کا پتا
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب ا، ۲۸۸)

مُسافِر (ع)
: سفر کرنے والا ؎
ہو سبک چشمِ مسافر پہ ترا منظر مدام
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

: وہ شے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ کو بلا ارادہ جاتی ہو جیسے ندی جو پہاڑ سے دامن کی طرف آتی ہے ؎
اے مسافر دل سمجھتا ہے تری آواز کو
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: عازمِ سفر، سفر کے دوران کسی جگہ سے گزرنے والا (خود اقبال جو سفر کے دوران حضرت نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی (دہلی) کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے) ؎
یہ التجا ہے مسافر قبول ہو جائے۔
(ب د، ۹۶)

مُسافرِ شب (ـ ف) صفت : مراد دنیا میں طرح طرح کی مشکلات اور گمراہیوں تاریکیوں میں سفرِ زندگی طے کرنے والا ؎
تو اَے مسافرِ شب خود چراغ بن اپنا

(ستارے کا پیغام، ب ج، ۱۴۶)

مُساوات (ع) مونث : برابری، سب انسانوں کو برابر حقوق حاصل ہونے کی صورت حال ہے

پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

(لینن، ب ج، ۱۰۷)

مَسائل (ع) مذکر : مسئلہ کی جمع، معاملہ، سوال

مَسائلِ نظری (- ع ف) مذکر، مسائل + اضافت + نظر (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) : وہ مسئلے یا سوالات جو منطق کی دلیلوں سے حل کیے جائیں ہے

مسائلِ نظری میں اُلجھ گیا ہے خطیب

(۲۱، ب ج، ۷۹)

مَست (ف) صفت : متوالا، نشے میں چور، مخمور، بے خود، ہوشیار کی ضد۔

مستِ ظہور (- ع) صفت، مست + ظہور (رک) : تجلی دیکھ کر مست ہے

حکیم و عارف و صوفی تمام مستِ ظہور

(۱۹، ب ج، ۴۲)

مستِ مئے پندار (- ف ف) صفت، مست + مے (رک) + پندار (= غرور، گھمنڈ) : مغرور، متکبر ہے

عجز والے بھی ہیں مست مئے پندار بھی ہیں

(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

مستِ ناز (- ف) صفت : محبوبہ جو اپنے ناز و ادا میں مست اور مگن ہے ہے

وہ مست ناز جو گلشن میں جا نکلتی ہے

(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

مستانہ (ف ف) صفت، مست (رک) + انہ (لاحقۂ تشبیہ) : مستی سے بھرا ہوا، پُر جوش ہے

آسماں گیر ہوا نعرۂ مستانہ ترا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

مُستحکم (ع) صفت : مضبوط، پائدار ہے

قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

(مذہب، ب د، ۲۴۸)

مُستعار (ع) صفت : مانگا ہوا، اُدھار لیا ہوا، جو ذاتی نہ ہو ہے

شعلے ہوتے ہیں مستعار اس کے

(اسیرِ فلک، ب د، ۱۷۶)

: مغرب کی نقالی سے حاصل کیا ہوا ہے

کیا ذرہ کو جگنو دے کے تابِ مستعار اس نے

(تہذیبِ حاضر، ب د، ۲۲۵)

مُستنیر (ع) صفت : کسبِ نور کرنے والی، فیض حاصل کرنے والی ہے

فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر

(بلالؓ، ب د، ۱۴۱)

مَستور (ع) صفت : چھپا ہوا، مضمر، درپردہ موجود ہے

بن کے سوزِ زندگی ہر شے میں جو مستور ہے

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

مستوری (ع ف) مستور (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : پردے میں رہنے اور چھپنے کا عمل ہے

دکھے خبر کہ تجلی ہے عینِ مستوری

(۱۹، ب ج، ۴۲)

مستوں میں : غافل انسانوں میں ہے

تیرے مستوں میں کوئی جویائے ہشیاری بھی ہے

(شعاعِ آفتاب، ب د، ۲۳۷)

مَستی (ف) مونث : شراب یا اور کسی چیز کا نشہ، وجد و کیفیت کے عالم کی بیخودی، حسن کے نشے میں سرشار ہے

نہ صہبا ہوں نہ ساقی ہوں نہ مستی ہوں نہ پیمانہ

(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

مستی کردار (- ف) مونث : عمل کی دھن ہے

ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستی کردار

(مستی کردار، ض ک، ۴۰)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ اللہ و رسول نے اعمال میں مست رہنے کا جو حکم دیا ہے اس کا مصداق سیکڑوں صوفیوں عالموں اور شاعروں میں ایک

نظر نہیں آتا

(ض ک ، ۳۹)

مستیٔ گفتار (ف ف) مونث : مراد پُرجوش تقریر یا وعظ ہے

ملا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار

(مستی کردار ، ض ک ، ۳۹)

مستی و شور و سرور و درد و داغ : (یہ سب لوازمات عشق ہیں اس لیے) مراد ہے عشق خدا و رسولؐ کہ جو اس میں مبتلا ہو وہ اس کی حد سے باہر کوئی بات نہیں کہہ سکتا ہے

میری مشکل مستی و شور و سرور و درد و داغ

(جان و تن ، ض ک ، ۵۵)

مسجد (ع) مونث : مسلمانوں کا عبادت خانہ جس میں نماز پڑھی جاتی ہے ع

نظر آجاتا ہے مسجد میں بھی تو عید کے دن

(نصیحت ، ب د ، ۱۷۶)

مسجد داتا گنج لاہور : لاہور کی مشہور عالم مسجد داتا گنج کی تعمیر کا قطعۂ تاریخ اقبال نے فارسی میں نظم کیا ہے اس کے مشکل الفاظ اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے۔

(ب ا ، ۹۰)

مسجد قرطبہ : بال جبریل میں علامہ کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے اسپین کی سرزمین پر بلکہ اسی مسجد میں بیٹھ کر کہی تھی۔ یہ مسجد صدیوں سے محروم اذان ہونے کے باوجود آج بھی دنیا کی تمام مسجدوں کی سرتاج ہے۔ ۱۲۳۶ء میں زوال قرطبہ کے بعد فاتحین نے اس کی محراب کے سامنے میں ایک چھوٹا سا گرجا بنا لیا۔ اسی انقلاب کو دیکھ کر اقبال نے یہ نظم کہی ہے (تفصیل کے لیے دیکھو قرطبہ)

(ب ج ، ۹۳)

مسجد قوّت الاسلام (ع ع ع ع) مونث : مسجد + اضافت + قوّت (رک) + ال (سابقۂ تعریف یا معرفہ) + اسلام (رک) : دہلی کی ایک مسجد کا نام جس کی بنیاد مسلمان فاتحوں نے رائے پتھورا کے قلعے کے اندر بارھویں صدی کے آخر میں رکھی تھی۔ یہ مسجد پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ اس کا ایک مینار آج بھی قطب مینار کے نام سے موسوم ہے اور اپنی بلندی اور استحکام کے لحاظ سے دنیا کی عجیب عمارات میں شامل کیا جاتا ہے

(مسجد قوت الاسلام ، ض ک ، ۱۰۵)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے مذکورہ بالا مسجد اور اس کے قطب مینار کی پختگی اور مضبوطی کو دیکھ کر کہی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کاش مسلمان بھی اتنے ہی مضبوط ہوتے جتنی مستحکم یہ ہے۔

(ض ک ، ۱۰۵)

مسجود (ع) صفت : جس کو سجدہ کیا جائے ، مراد جس کی عظمت کو مان کر دل اس کی طرف جھکے ع

سرزمیں دلی کی مسجود دل غم دیدہ ہے

(بلاد اسلامیہ ، ب د ، ۱۴۵)

مسجود ساکنان فلک (ع ع ع ع) صفت ، مسجود (= جسے سجدہ کیا جائے) + اضافت + ساکنان (رک) + فلک (= آسمان) : جسے آسمان کے رہنے والے ملائکہ نے سجدہ کیا تھا (جب خدائے تعالیٰ نے آدم کا پتلا بنایا تو سب ملائکہ کو سجدۂ (تعظیمی) کرنے کا حکم دیا جس کا قرآن پاک میں ذکر آیا ہے (اِذا نَفَخْتُ فِیہِ مِن رُّوحِی فَقَعُوا لَہُ ساجِدِین) ع

مسجود ساکنان فلک کا مآل دیکھ

(شمع ، ب د ، ۴۶)

مسجود ہونا : سجدے کا ادا ہونا ع

سجدے مسجود ہوں جس سے وہ جبیں اس کی ہے

مسحور (ع) صفت : جس پر جادو کیا گیا ہو (حسن کے جادو میں مبتلا) ع

ہے نگاہ خاوراں مسحور غرب

(اریہ ہندی ، ب ج ، ۱۳۵)

مسخر (ع) صفت : تابع ، مغلوب ، مطیع ، قبضے میں ع

پانی بھی مسخّر ہے ہوا بھی ہے مسخّر
(جمعیتِ اقوامِ مشرق، ض ک، ۱۴۱)

مُسَرَّت (ع) مونث: خوشی، سرور ۔
خوشی روتی ہے جس کو میں وہ محرومِ مسرت ہوں
(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

مَسْطُور (ع) صفت: لکھا ہوا، نوشتہ، تحریر ۔
قرطاس روزگار پہ مسطور ہو گیا
(محاصرۂ ادرنہ، ب ا، ۳۰۱)

مسعودِ مرحوم: یہ ارمغانِ حجاز میں علامہ کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اپنے محسن اور قدردان سر راس مسعود کی وفات پر اظہارِ رنج و افسوس کیا ہے اور فلسفۂ حیات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔
سر راس مسعود، جسٹس محمود کے بیٹے اور سر سید احمد خاں کے پوتے تھے۔ ۱۹۳۴ء میں جب مرحوم نے علیگڑھ (بھارت) کی مسلم یونیورسٹی سے استعفا دیا تو نواب صاحب بھوپال نے انھیں اپنی ریاست میں طلب فرما کر وزیرِ تعلیم بنا دیا۔ مرحوم کو علامہ سے غیر معمولی محبت تھی چنانچہ اسی رشتے سے انھوں نے جنوری ۱۹۳۵ء میں علامہ کو اپنے ہاں بلایا۔ کچھ مدت کے بعد علامہ پھر لاہور چلے آئے لیکن جولائی ۱۹۳۵ء میں جب سخت علیل ہوئے تو پھر بغرضِ علاج بھوپال چلے گئے اور سر راس مسعود کے مہمان ہوئے۔ مرحوم کی درخواست پر نواب صاحب بھوپال نے علامہ کا وظیفہ مقرر کر دیا۔
(اح، ۲۴)

مُسْکِرات (ع) صفت، مُسکِر (= نشہ آور، بیہوش اور غافل بنانے والی شے) + ات (لاحقۂ جمع): مدہوش یا بیہوش کر دینے والی چیزیں۔
خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات
(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۲)

مُسْکُرانا (ار): ہنسنا، تبسم کرنا، مراد کلیوں کا شگفتہ ہونا، کھلنا ۔
شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا مسکرانا
(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۷)

مَسْکَن (ع) مذکر: جائے سکونت، رہنے کی جگہ، گھر ۔
مسکن آبائے انساں جیب بنا دامن ترا
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

مِسْکِین (ع) صفت
: محتاج، مفلس، غریب ۔
ہے مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

: بیچارہ ۔
مسکیں دلکم ماندہ دریں کشمکش اندر (ت ۔۔)
(ہندی مسلمان، ض ک، ۲۷)

مسکیں دلکم ماندہ دریں کشمکش اندر
: میرا بیچارا اور کمزور دل اسی کشمکش میں مبتلا ہے
(ہندی مسلمان، ض ک، ۲۷)

مِسْکِینی (ع ف) مونث، مسکین (= غریب، مفلس، محتاج، نادار) + ی (لاحقۂ کیفیت): محتاجی، مفلسی ۔
اک فقر ہے قوموں میں مسکینی و دلگیری
(فقر، ب ج، ۱۲۰)

مُسَلْسَل (ع) صفت
: لگاتار، پے در پے ۔
یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل
(قطعہ، ب ج، ۷۹)

: (مجازاً) طولانی (جس کا سلسلہ طویل ہو)
ادھر سنبل کو تھا ناز اپنے گیسوئے مسلسل پر
(گلِ خزاں دیدہ، ب ا، ۵۴۱)

مَسْلَک (ع) مذکر: راستہ، مذہب ۔
کچھ ترے مسلک میں رنگِ مشربِ مینا بھی ہے
(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

مُسْلِم (ع) مذکر
: مسلمان قوم ۔
آہ مسلم بھی زمانے سے یونہی رخصت ہوا
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

: بعض مُسلمان حکومتیں ؎

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اَور

(وطنیّت ، ب د ، ۱۶۰)

: اسلام لانے والا ، خُدا و رسُول اَور قرآن پر ایمان لانے والا ؎

ہم نشیں مسلم ہُوں میں تَوحید کا حامل ہُوں میَں

(مُسلم ، ب د ، ۱۹۲)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے . راقم الحُروف جون ۱۹۸۱ء سے دسمبر ۱۹۸۲ء تک ۳ بار کراچی اَور خیر پور سے لاہور گیا اَور رحمان پورے میں سیّد اظہار الحسن رضوی کے یہاں قیام کیا . پہلی دفعہ ۱۶ دن ، دُوسری دفعہ ۲۹ دن اَور تیسری دفعہ ایک ماہ ۴ دن . اِس سفر کا مقصد صرف یہ تھا کہ زیرِ نظر فرہنگ اقبال کے لیے نہ صرف اخبارات و رسائل و دیگر مطبُوعات سے بلکہ اُن بزُرگوں سے بھی معلُومات فراہم کی جائے جنھوں نے اقبال کو دیکھا اَور سُنا ہے اَور ان سے کسی بھی تقریب کی بنا پر قریب رہ چکے ہیں . مجھے اکثر تعلیم یافتہ حضرات نے " شنیدہ یا دیدہ " معتبر شواہد کی بنا پر یہ بتایا کہ اقبال یورپ سے واپسی کے بعد ۱۹۱۵ء تک قرآن پاک کے عمیق مطالعے میں مصرُوف رہے . وہ تہجّد کے وقت اُٹھتے اَور قرآن مجید کے ترجمے اَور تفسیریں اپنے چاروں طرف رکھ کر ایک ایک آیت کا بغَور مطالعہ کرتے . جس کے دَوران اکثر ان پر رقّت طاری ہو جاتی تھی . یہی وہ زمانہ ہے جس میں وہ اپنے " ہندو مُسلم اتّحاد " کے نظریے سے متنفّر اَور اس سے شرمسار ہوئے ، اَور " فلسفۂ اسلام " نے ان کے دل کی گہرائیوں میں جگہ پکڑ لی . زیرِ نظر نظم انھوں نے جون ۱۹۱۲ء میں کہی تھی اَور ان کے انقلاب ذہنیت کی آئینہ دار ہے

(ب د ، ۱۹۵)

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار

ہر زماں پیشِ نظر لا یُخلِفُ المیعاد دار

: تو مسلمان ہے (مایوس نہ ہو اَور) دل کو (ترقّی اَور فلاح کی) تمنّا سے آباد رکھ ، ہر وقت تیرے پیشِ نظر یہ رہنا چاہیے کہ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا (اس نے وعدہ کیا ہے کہ حق آئے گا اَور باطل کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا)

(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۹۶)

مُسلم اَقلیّت (ـ ع ع) مونّث ، اَقل (= تعداد میں کم تر) + ی (لاحقۂ نسبت) + ت (لاحقۂ کیفیّت) : کم تعداد کا گروہ ، مُراد مسلمان جو قبل تقسیم ہند ، بھارت میں ہندوؤں کے بالمقابل بہت کم تھے .

باقیات میں یہ ایک نظم کی سُرخی ہے جس کے متعلق مولانا ظفر علی خاں کا بیان ہے کہ ۲۱ جولائی ۱۹۱۱ء کو انھوں نے اَور علّامہ اقبال نے یہ ساجھے کی نظم تصنیف کی . چونکہ نہ مولانا نے نہ علّامہ اقبال نے کسی مقام پر اس کی صراحت کی ہے کہ کونسا شعر کس کا ہے اس لیے اس نظم کے مُشکل الفاظ اس فرہنگ میں درج نہیں کیے گئے . یہ نظم باقیات کے صفحہ ۴۳ ، ۴۴ پر درج ہے اَور ۲۵ اپریل ۱۹۶۵ء کو چٹان لاہور میں بھی شائع ہوئی تھی .

مُسلم آزاری (ـ ف ف) مونّث ، مسلم + آزار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیّت) : مسلمانوں کو دکھ دینے کا عمل ؎

اَور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ

(غرّۂ شوّال ، ب د ، ۱۸۲)

مُسلم آؤٹ لُک (ـ آنگ) مذکّر ، مسلم + آؤٹ لُک (= بیرُونی حالات دیکھنے والا) ، ایک ماہ نامے کا نام جو خلافت تحریک کے لگ بھگ زمانے میں جاری ہوا تھا (شعر طنزیہ ہے مُراد یہ ہے کہ اوّل اپنی حالت دیکھو اَور درُست کرو تب دُوسروں کے حالات کی طرف بڑھنا موزُوں ہوگا) ؎

اب یہ سُنتے ہیں نکلنے کو ہے مُسلم آؤٹ لک

(ب ا ، ۲۶۰)

(نوٹ) مسلم آؤٹ لُک کی ٹ تقطیع میں گرتی ہے

مُسلم آئین (ـ ف) صفت ، مسلم + آئین (رک) :

مسلمانوں کے اصول پر چلنے والا، اسلام کے طریقوں پر عامل ہے

مسلم آئیں ہوا کافر تو ملے حور و قصور

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۲)

مُسلم آئینی (ـ ف ف) مونث، مسلم + آئین (رک) + ی لاحقۂ کیفیت: مسلمانوں کے اصول اپنانے کی صورت حال ہے

کافروں کی مسلم آئینی کا نظارہ بھی کر

(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۱)

مُسلمان (ف) صفت، مسلم (رک) ہے

جو مسلمان تھا اللہ کا سودائی تھا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۱)

مُسلمان اور تعلیمِ جدید (تضمین بر شعرِ ملک قمی): یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ملک قمی کا ایک شعر تضمین کیا ہے اور جو رمز و ایما کے پردے میں نئی تعلیم کے مقاصد و مکاتب کے مضامین پر مشتمل ہے۔

ملک قمی فارسی کا مشہور شاعر اور ایران کے شہر قم کا باشندہ تھا، جہاں حضرت امام رضا کی بہن کا مزار مقدس اور ان کی یادگار میں ایک دارالعلوم قائم ہے جس میں اجتہاد کے درجے تک علومِ دینیہ عربیہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے دُور دُور سے طلبا آتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملک قمی کاشان میں آیا پھر چار سال قزوین میں رہ کر علومِ متداولہ حاصل کیے۔ ۹۸۷ھ میں دکن میں پہنچا اور یہاں ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور کے دربار سے منسلک ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کی بہت قدر دانی اور عزت افزائی کی۔ ۱۰۲۵ھ میں وفات پائی۔

(ب د، ۲۴۲)

مُسلماں کا جامۂ احرام بیچ کھانا: مراد قوم فروشی کرنا ہے

کر بیچ کھائے مسلماں کا جامۂ احرام

(مرگِ خودی، ض ک، ۸۶)

مُسلمان کا زوال: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ مسلمان کے زوال کا باعث یہ نہیں کہ وہ فقیر ہے بلکہ یہ باعث ہے کہ اس نے شانِ فقر کو ترک کر دیا ہے

(ض ک، ۲۰)

مُسلمان ہے آزاد: مراد یہ کہ انگریزوں کی حکومت نے مسلمان کو اتنی آزادی دے دی ہے کہ وہ چاہے قرآن بدل دیں، نماز نہ پڑھیں، روزے نہ رکھیں، شرابیں پییں تو کوئی ان سے یہ نہیں پوچھ سکتا کہ تمھارے منھ میں کے دانت ہیں (طنزیہ نظم ہے) ہے

اسلام ہے محبوس مسلمان ہے آزاد

(آزادی، ض ک، ۶۲)

مُسلمانی (ف ف) مونث، مسلمان (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) مسلمان ہونے کی صورت حال ہے

تم مسلماں ہو یہ اندازِ مسلمانی ہے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۳)

مُسنَد (ع) مونث

: شاہی فرش یا قالین، تختِ حکومت وغیرہ ہے

خندہ زن ہوں مسندِ دارا و اسکندر پہ میں

(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۶۵)

: کسی سجادہ نشین یا پیر وغیرہ کی گدی (رک مسندِ ارشاد)

مُسندِ ارشاد (ـ ع) مونث، مسند + اضافت + ارشاد (= رہ نمائی): وہ جگہ جہاں بیٹھ کر دوسروں کو نیک راہ دکھائی جائے، رہنمائی کا پشتینی منصب ہے

میراث میں آئی ہے انھیں مسندِ ارشاد

(رباعی مرید، ب ج، ۱۶۹)

مُسند آرا (ع ف) مسند (= امرا و سلاطین کے بیٹھنے کا فرش) + آرا (رک): تخت یا مسند کو زینت دینے والا ہے

آستانِ مسند آرائے شہِ لولاک ہے

(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

مَسند آرائی : مسند آرا (رک) کا اسم کیفیت : تختِ حکومت پر بیٹھنا ؎

جس کی بزم مسند آرائی کے نقارے کو آج

(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۸۶)

مَسندِ جَم (ع ف) مونث، مَسنَد (= تختِ سلطنت) + جم (ایران کا مشہور قدیم بادشاہ جمشید) : ایران کی حکومت ؎

جانشین قیصر کے وارث مسند جم کے ہوئے

(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

مسولینی : اطالیہ کے ایک آمر مطلق کا نام جو اپنی زندگی کے متعدد انقلابات کے بعد ۱۹۳۹ء میں جرمنی کے مشہور لیڈر ہٹلر سے مل گیا اور ۱۹۴۰ء میں انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ۱۹۴۳ء میں قوم باغی ہو گئی اور اسے جیل خانے میں ڈال دیا۔ جرمن فوج جیل خانے سے نکال لے گئی، ۱۹۴۴ء میں جرمنوں کی مدد سے شمالی اطالیہ میں فاشی جمہوریت کی آڑ لے کر پھر برسرِ اقتدار آگیا ۱۹۴۵ء میں جرمنوں کا زور ٹوٹا تو شمالی اطالیہ کے قوم پرست پھر ابھرے اور انھوں نے اس مرد آہن کو گرفتار کر لیا اور کچھ دن کے بعد اسے اور اس کی محبوبہ کو قتل کر کے ان کی لاشیں شارع عام پر لٹکا دیں

(مسولینی، ب ج، ۱۵۰)

: یہ بال جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اٹلی کے آمر مطلق مسولینی کے عزم اور حوصلے کی تعریف و تحسین کی ہے اور ان دونوں باتوں میں اس سے سبق لینے کی گویا تحریک کی ہے

(ب ج، ۱۵۰)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ان مشرقی اور مغربی قوموں کی بداخلاقی اور ظلم کی طرف اشارے کیے ہیں جو مسولینی کے مخالف ہیں اور بتایا ہے کہ یہ قومیں خود مسولینی سے بھی زیادہ ظالم ہیں۔ اس تبصرے سے یہ مقصود نہیں کہ اقبال مسولینی کے نظام حکومت کی تائید میں ہیں۔

(ض ک، ۱۴۹)

مَسئلہ (ع) مذکر : سوال، معاملہ، پیچیدہ معاملہ ؎

آج کیا ہے فقط اک مسئلۂ علم کلام

(ترجمہ، ض ک، ۲۵)

مَسئلۂ گردشِ زمین (ع ف ف) مذکر، مسئلہ + ۶ (علامت اضافت) + گردش (= گھومنا) + زمین (= کرۂ ارض) : آفتاب کے گرد زمین کے گھومنے کا سوال (جو کاپرنیکس نے اٹھایا تھا اور کلیسا نے اسے کافر ٹھہرا کر قتل کا فتویٰ دیا تھا مگر وہ اس سے نہ ڈرا اور آخر اپنے خیال کو درست ثابت کر دیا) ؎

سکھایا مسئلۂ گردش زمین میں نے

(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

مُسیتا (ار) : ایک فرضی نام جس سے معمولی حیثیت کے آدمی خصوصاً ملا کی طرف اشارہ مقصود ہے ؎

مسجد سے نکلتا نہیں ضدی ہے مسیتا

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

مَسیح / مَسیحا (ع) مذکر : حضرت عیسیٰ کا لقب جو اعجاز سے مردے کو زندہ کرتے تھے (مصرع ذیل میں دل مردہ کو زندہ کرنے کی مناسبت سے یہ ذکر کیا ہے) ؎

مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

مسیح بن کے : (جس طرح عیسیٰ آسمان سے عیسائیوں کی رہنمائی کو آئیں گے (اور کہیں گے کہ امام مہدیؑ پر ایمان لاؤ) مراد رہنمائی کرے گا ؎

اترے مسیح بن کے محمد علی جناح

(صدائے لیگ، ب ا، ۵۳۱)

مسیحِ بے صلیب : حضرت عیسیٰ کی طرح ہزاروں مرید رکھنے والا (کارل مارکس) جو پیغمبر نہ تھا اور جسے سولی نہیں دی گئی مگر زندگی حضرت عیسیٰ ہی کی طرح عسرت میں بسر ہوئی ؎

وہ کلیم بے تجلی وہ مسیح بے صلیب

(ابلیس، ا ح، ۸)

مَسیحا (ف) : رک مسیح ؎

پئے مریض یہ اک نسخۂ مسیحا تھا
(فلاحِ قوم، ب ا، ۸ ۲)

مَسیحا دَم (ـ ف) صفت، مسیحا + دم (رک): حضرت عیسیٰ کا سانس رکھنے والا جس سے مُردے زندہ ہو جاتے تھے۔

اے مسیحا دَم بچالے مجھ کو اس آزار سے
(رنگِ گل، ب ا، ۱۲۲)

مَسیحائی (ع ف) مونث، مسیحا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت): مردے کو زندہ کر دینے کا کام ہے

تیرے سینے میں اگر ہے تو مسیحائی کر
(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

مَشّاطَہ (ع) مونث: دلہن کو آراستہ کرنے والی عورت ہے

مشاطہ باندھ کس کے حنا بند اس قدر
(ب ا، ۸۶ ۵)

مُشاہَدات (ع) مشاہدہ (رک) کی جمع۔

مُشاہَداتِ حکیم (ـ ع) مذکر، مشاہدات + اضافت + حکیم (رک): عقل کی تحقیق ہے

تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم
(علم اور دین، ض ک، ۳۶)

مُشاہَدہ (ع) مذکر: آنکھوں سے دیکھی اور سمجھی ہوئی بات، حواسِ خمسۂ ظاہری سے محسوس کی ہوئی شے (رک مشاہداتِ حکیم)

مُشت (ف) مونث: مٹھی، مٹھی بھر ہے

شعلۂ گردوں نورد اک مشتِ خاکستر میں تھا
(ہمالہ، ب د، ۲۵۴)

مُشتِ خاک (ف ف) مونث، مُشت (= مٹھی) + اضافت + خاک (غبار)

: مٹھی بھر یا تھوڑی سی گرد یا مٹی ہے

آئینہ ہوں چھپایا مجھ کو مشتِ خاک صحرا نے
(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

: (بطور مجاز مرسل) انسان جو کہ مٹی بھر خاک سے بنا ہے یا مرنے کے بعد خاک ہو جائے گا ہے

پریشاں ہوں میں مشتِ خاک لیکن کچھ نہیں کھلتا
(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

: جسمِ انسانی ہے

رُوح مشتِ خاک میں زحمت کش بیداد ہے
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

مُشتِ غبار: رک مشتِ خاک ہے

عارضی محمل ہے یہ مشتِ غبار اپنا تو کیا
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۱)

مُشتِ گردِ مَیدان (ـ ف ف ف) مونث، مشت + اضافت + گرد (رک) + اضافت + میدان (رک) : میدان کی مٹی بھر ریت ہے

اے مشتِ گردِ میدان اے ریگِ سُرخ صحرا
(شیشۂ ساعت کی ریگ، ب ا، ۱۷۸)

مَشّاطگی (ع ف) مونث، مشاطہ (= آراستہ کرنے والی عورت) + گی (لاحقۂ کیفیت): آراستگی، زیب و زینت ہے

مری مشاطگی کی کیا ضرورت حسنِ معنی کو
(۱۰، ب ج، ۱۴)

مَشام (ع) مذکر: قوتِ شامہ، سونگھنے کی طاقت ہے

مشام تیز سے ملتا ہے صحرا میں نشاں اس کا
(۱۴، ب ج، ۳۷)

مُشتاق (ع) صفت: شوق رکھنے والا، ملاقات یا تعارف کا اشتیاق رکھنے والا ہے

قریب تر ہے نمود جس کی اسی کا مشتاق ہے زمانہ
(زمانہ، ب ج، ۱۲۹)

مُشتَری (ع) مذکر نیز مونث

: چھٹے آسمان پر ایک ستارے کا نام ہے

مہر و ماہ و مشتری کو ہم عناں سمجھا تھا میں
(۱۴، ب ج، ۱۸)

: خریدار، گاہک ہے

آپ بائع آپ ہی نقد و متاع و مشتری
(اہلِ درد، ب ا، ۲۰۸)

مَشحُون (ع) صفت: بھرا ہوا، پُر، لبریز ہے

کہ جس کرن کے پرا خرمی سے دل شگرن

(فلاح قوم ، ب ا ، ۸ ۲)

مَشرَب (ع) مذکر : مذہب ، مسلک ، طریقت ہے
کوئی کہتا ہے کہ اقبال ہے صوفی مشرب

(فریاد امت ، ب ا ، ۱۴۲)

مَشرِق (ع) مذکر : پورب جدھر سے سورج طلوع ہوتا ہے ہے
آتی ہے مشرق سے جب ہنگامہ در دامن سحر

(نوید صبح ، ب د ، ۲۱۱)

: وہ ملک جو پورب میں واقع ہیں خصوصاً برصغیر ہند و پاک اور عرب وغیرہ ہے
مشرق میں اصول دین بن جاتے ہیں

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۳)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ مشرقی اقوام کو اب تک کوئی صحیح رہنما نصیب نہیں ہوا

(ض ک ، ۱۴۲)

مشرق کا رہزن (- ا ر ف) مذکر ، مشرق + کا (ر ک) + رہزن (ر ک) : مراد سورج (جو طلوع ہوتے ہی تاروں کی رہزنی کرتا ہے) ہے
صبح کے تارے پہ تھی مشرق کے رہزن کی نظر ~~دہاد~~

(گورستان شاہی ، ب ا ، ۲۵۶)

مشرق و مغرب : یہ ضرب کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کی سرخی ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ مشرق والے غلامی کے پنجے میں اور مغرب والے نظام جمہوری کے پھندے میں گرفتار ہیں ۔ روحانیت نہ ان کے پاس ہے نہ ان کے پاس ، اس لیے دونوں کی صحت ممکن نہیں

(ض ک ، ۱۶۰)

مُشرِک (ع) صفت : وہ شخص جو خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک کرے ، ایک سے زیادہ خدا ماننے والا ہے
مشرک ہیں وہ جو رکھتے ہیں مشرک سے لین دین

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۷)

مَشرُوع (ع) صفت : از روئے شرع جائز ، شریعت میں حلال ہے
جس کو مشروع سمجھتے ہیں فقیہان خودی

(سرود حلال ، ض ک ، ۱۲۵)

مَشعَل (ع) مونث : لوہے وغیرہ کے پنجے پر جو موٹا ایک چھڑ کے کنارے پر ہوتا ہے تیل میں بھیگا ہوا کپڑا لپیٹ کے جلایا ہوا چراغ ، چراغ ہے
مجھے گلزار کی مشعل بنایا

(ایک پرندہ اور جگنو ، ب د ، ۹۶)

مشعلِ راہ (- ف) مونث : راستہ دکھانے والا ، رہبر ہے
زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعل راہ

(۴۶ ، ب ج ، ۶۷)

مُشک (ف) مذکر : تاتار اور ختن کے ہرن کی ناف سے نکلے ہوئے خون کی جمی ہوئی بوند جو نہایت خوشبودار ہوتی ہے

مُشکِ اَذفَر[1] (ف ع) مذکر ، مشک + اضافت + اذفر (= خالص اور تیز خوشبو والی) ع
مشک اذفر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے

(اسیری ، ب د ، ۲۵۳)

مُشک آمیز افیوں (- ف ع) مونث ، مشک + آمیز (ر ک) + افیون (ر ک) : وہ افیم کی گولی جس میں مشک ملا ہوا ہو ، مراد دیکھنے میں بہت دل خوش کن بات مگر باطن میں غافل بنا دینے والی چیز ہے
ہے یہ مشک آمیز افیوں ہم غلاموں کے لیے

(معزول شہنشاہ ، ا ح ، ۲۲۰)

مُشکِل (ع) مونث : دشوار ، آسان کی ضد ہے
راہ کی ظلمت سے ہر مشکل شوے منزل سفر

(فلسفۂ غم ، ب د ، ۱۵۷)

مُشکل سی مُشکل : بڑی مشکل ہے
ہے کوئی مشکل سی مشکل راز داں کے واسطے

سے عربی میں مسک ہے ۔ ۲ کلیات میں از فر (نے) غلط چھپا ہے

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۳)

مُشکل کُشی (- ف ف) مونث، مشکل + کُش (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): ہر قسم کی مُشکل جھیلنے کی کیفیت ع

سرشت اس کی ہے مُشکل کُشی جفا طلبی

(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

مُشکل مقام (- - ع) مذکر: راہِ سلوک میں وہ منزل جہاں سالک کا دل جو مادّی دُنیا سے دُور ہو چکا ہے ایسا محسوس کرے جیسے وہ پھر مادّے کی طرف مڑ رہا ہے اور فیضانِ الٰہی میں کچھ کمی سی ہو چلی ہے (اس کا علاج یہ ہے کہ سالک آدھی رات کو اٹھ کر پُر خضوع و خشوع کے ساتھ یادِ الٰہی میں مشغول ہو) ع

تھم اے رہرو کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا

(۳۵، ب ج، ۵۷۷)

مشورہ (ع) مذکر: باہم صلاح، منصوبہ، باہمی تجویز ع

تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

(تصویرِ درد، ب د، ۷۱)

مشہور (ع) صفت

: وہ بات جسے (زیرِ بحث مذکور سے تعلق رکھنے والے) لوگ عام طور سے جانتے ہوں، جو سب کو معلوم ہو ع

نامرادی محفلِ گل میں مری مشہور تھی

(وصال، ب د، ۱۳۰)

: وہ شخص جس کی شہرت ہو ع

مشہور تو جہاں میں ہے دیوانہ حجاز

(شفاخانۂ حجاز، ب د، ۱۹۸)

: وہ بات جس کی سب میں شہرت ہو ع

فتویٰ تمام شہر میں مشہور ہو گیا

(محاصرۂ ادرنہ، ب د، ۲۱۷)

مشہور مستشرق ڈاکٹر ای جی براؤن: یہ فارسی کے اس قطعے کی سرخی ہے جس میں علامہ نے ڈاکٹر براؤن کی تاریخِ رحلت نظم کی ہے۔ مشکل لفظ اس فرہنگ کے حصّۂ فارسی میں دیکھیے۔

(ب ا، ۳۹۳)

مشیّت (ع) مونث: مرضی، ارادہ، خُدا کی مرضی ع

ہاں مگر تیری مشیّت میں نہ تھا میرا سجود

(تقدیر، ض ک، ۴۷)

مُشیر (ع) صفت: مشورہ دینے والا

(پہلا مُشیر، ا ح، ۶۲)

مشین (انگ) مونث: صنعتگری کا کوئی آلہ، خُرد ربات

زندگی کا کوئی کام انجام دینے والا اوزار ع

مغرب میں مگر مشین بن جاتے ہیں

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

مشینوں کے دھوئیں سے سیہ پوش ہونا: ظاہری معنی ہیں چاروں طرف مشینوں کا (جو کہ اس وقت پتھر کے کوئلے سے چلتی تھیں) دھواں پھیلا ہوا ہونا، باطنی مطلب ہے مادّہ پرستی کے ظلمتوں میں گھرا ہونا ع

افرنگ مشینوں کے دھوئیں سے ہے سیہ پوش

(شعاعِ امید ۲، ض ک، ۱۰۸)

مصاف (ع) مذکر: میدانِ جنگ، صف آرائی ع

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۳)

مُصحف (ع) مذکر: (مجازاً) قرآن پاک ع

دیارِ عشق کا مصحف کلام ہے تیرا

(التجائے مسافر، ب ا، ۳۴۶)

مصدر (ع) مذکر: کام کا نام جس سے بہت سے فعل بنتے ہیں اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کے آخر میں "نا" ہوتا ہے (مطلب کی وضاحت کے لیے قب صیغہ) ع

مہر و ماہ و مشتری صیغے ہیں اور مصدر زمیں

(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۸۳)

مصر (ع) مذکر

: افریقہ کے شمال مشرق میں ایک ملک جو قدیم الایّام میں بہت ترقی پر تھا اور جہاں ایک مدت تک فراعنہ کی حکومت رہی (قب یوسف) ع

مصر و بابل مٹ گئے باقی نشاں تک اب نہیں

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

: شہر ع

تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۵)

مصر کا بازار : جس میں ایک قافلے نے حضرت یوسف کو اپنا غلام بنا کر فروخت کیا تھا جو انھیں کنویں سے نکال کر لایا تھا (قب یوسف) ؏

حسنِ یوسف سے نہ خالی مصر کا بازار ہو

(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۱۸)

(نوٹ) یہاں "ہو" کے معنی ہیں "ہو جائے"۔

مصر (ع) صفت : اصرار کرنے والا ، (کسی کام کے لیے) بار بار زور دینے والا ؏

مصر ہے حلقہ کمیٹی میں کچھ کہیں ہم بھی

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۷)

مصرع (ع) مذکر : آدھا شعر ، پوری بیت یا فرد کا نصف ؏

یاں تو اک مصرع میں پہلو سے نکل جاتا ہے دل

(خفتگانِ خاک سے استفسار ، ب د ، ۳۹)

مصرعِ ثانی (- ع) مذکر ، مصرع + اضافت + ثانی (یہ دوسرا) : (قب بیت کا مصرعِ اول) مراد اسلام اور مسلمان کی ترقی کو ایک شعر فرض کر دو تو (اس کا پہلا مصرع وہ تھا جو "بیت کا مصرعِ اول" کے ذیل میں لکھا گیا اور یہ دوسرا مصرع "فقر" ہے کہ وہ بھی تلوار کی مثل کاٹ کرتا ہے ؏

ہے فکر مجھے مصرعِ ثانی کی زیادہ

(آزادیِ شمشیر کے اعلان پر ، ض ک ، ۲۷۷)

مصرعِ گیسو : اضافت تشبیہی ہے ؏

جس بیٹھے جو اپنا مصرعِ گیسو بنا کے کو

(ب ا ، ۲۷۸)

مصرعِ موزونِ شب : رات کا موزوں کیا ہوا یا کہا ہوا مصرع ، مراد ہلال ؏

ہے لبِ پیرِ فلک پر مصرعِ موزونِ شب

(ماہِ نو ، ب ا ، ۳۱۱)

مصروف (ع) صفت : مشغول ؏

واماندۂ منزل ہے کہ مصروفِ تگ و تاز

(فردوس میں ایک مکالمہ ، ب د ، ۲۴۵)

مصروفیت (ع) مونث : مصروف (رک) کا اسم کیفیت ؏

مصروفیت طیور کی شوق فراغ سے نہیں (کذا)

(دو گُہر ابند ، ب ا ، ۷۶)

مصطفائی (ع ف) مونث ، مصطفا (رک) + ئی (لاحقۂ نسبت) حضرت محمد مصطفیٰ سے تعلق رکھنے والا ؏

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی

(رباعیات ، ب ج ، ۸۳)

مصطفوی (ع) صفت ، مصطفیٰ (یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) + وی (لاحقۂ نسبت) ؏

اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

(وطنیت ، ب د ، ۱۶۰)

مصطفیٰ (ع) مذکر : (خدائے تعالیٰ کا) منتخب کیا ہوا ، چنا ہوا ، حضور کا وصفی نام ؏

وہ زمیں ہے تو مگر اے خواب گاہِ مصطفیٰ

(بلادِ اسلامیہ ، ب د ، ۱۴۶)

: مصطفیٰ کمال پاشا جس نے ترکوں کو مغرب کی غلامی سے آزاد کرنے کی کوششیں کیں (لیکن وہ ناقص تھیں کیونکہ اس نے جسم کو آزاد کرایا تھا مگر تمدن کی اصلاح نہیں کی تھی اس لیے قوم کی روح جوں کی توں رہی) ؏

نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی

(مشرق ، ض ک ، ۶۴۲)

مصفّا (ع) صفت : صاف و شفاف ؏

دنیا میں نہیں شہد کوئی اس سے مصفّا

(شہد کی مکھی ، ب ا ، ۵۵۴)

مصلحت (ع) مونث : حکمت ، چال بازی (رک مصلحت آمیز) اصلاحی ، بہتری ؏

مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار

(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۲)

مصلحت آمیز (- ف) مصلحت + آمیز : چالبازی اور

حکمت سے بھرا ہوا، فریب پر مبنی ؏
جھوٹ بھی مصلحت آمیز ترا ہوتا ہے
(نصیحت ، ب د ۱۷۶)

مصلحت اندیش (ع ۔ ف) صفت ، مصلحت + اندیش ، مصدر اندیشیدن (= سوچنا) سے فعل امر: تقاضائے وقت کے مطابق بہتری اور بھلائی کو سوچنے والا ، انجام پر غور کرنے والا ؏
پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
(غزلیات ، ب د ، ۲۷۸)

مصلحتاً[له] (ع) متعلق فعل : فقط اس مصلحت سے کہ شاید تو راہ راست پر آجائے ؏
مصلحتاً کہہ دیا میں نے مسلماں تجھے
(غزل ، ض ک ، ۵۱)

مصلحت در دینِ ما جنگ و شکوہ
مصلحت در دینِ عیسیٰؑ غار و کوہ

: ہمارے دین کی غرض و غایت یہ ہے کہ انسان اللہ کی راہ میں جہد و جہاد کر کے سربلندی حاصل کرے اور اس کے برخلاف حضرت عیسیٰ کے دین کی غرض غاروں اور پہاڑوں میں بیٹھ کر رہبانیت کی زندگی بسر کرنا ہے (یا یہ شکل ہو گئی ہے)
(پیر و مرید ، ب ج ، ۱۳۹)

مصلحین (ع ع) مذکر ، مُصلِح (= اصلاح کرنے والا) + ین (لاحقۂ جمع) : اصلاحِ قوم کرنے والے ، لیڈر
(مصلحینِ مشرق ، ض ک ، ۱۷)

مصلحینِ مشرق : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جن لوگوں نے مشرقی ملکوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے اُن سے کسی قسم کی اصلاح کرنے کی توقع عبث ہے

[له] اس کا درست املا اس طرح ہے "مصلحۃً" (آخر میں الف کہاں سے آگیا)

(ض ک ، ۱۷)

مُصلّیٰ (ع) مذکر : نماز پڑھنے کی چٹائی وغیرہ ، مُراد خانقاہیں ، صوفیوں اور فقیروں کے حلقے ؏
فغاں کہ تخت و مصلّیٰ کمالِ زرّاقی
(۴۵ ، ب ج ، ۶۵)

مُصَنِّف (ع) صفت ، تصنیف کرنے والا ، کوئی کتاب وغیرہ اپنے ذہن یا معلومات وغیرہ کی مدد سے لکھنے والا ؏
مصنّف جبکہ ہو ایسا رسالہ کیوں نہ ہو ایسا
(ب ا ، ۲۷۷)

: شاعر ، خود اقبال نے اپنے لیے یہ لفظ استعمال کیا ہے جیسے راقم الحروف
(اسلام ، ب ج ، ۲۲)

مُصَوِّر (ع) مذکر : تصویر کھینچنے یا بنانے والا ، مُراد نقاشِ ازل ؏
نقش ہوں اپنے مصوّر سے گلا رکھتا ہوں میں
(عاشقِ ہرجائی ، ب د ، ۱۲۳)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ اصلی مصوّری وہ ہے جس میں تصویر کو دیکھ کر خود مصوّر کی ذہنی کیفیات کا بھی اندازہ ہو سکے
(ض ک ، ۱۲۴)

مَصئُون (ع) صفت : محفوظ ؏
کہ مصئون قوم ہر اک شر سے ہو گیا مصئوں
(فلاحِ قوم ، ب ا ، ۳۰۶)

مُصیبَت (ع) مونث : آفت ، بلا ، رنج ، تکلیف ، دکھ ، مشکلات ؏
وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
(تصویرِ درد ، ب د ، ۷۱)

مَصافِ نظمِ ہستی (کتاب میں غلط چھپا ہے دراصل 'مصافِ انتظامِ ہستی ہے') (ع ع ف) مذکر ، مصاف (= صف = صف آرائی کی جگہ ، میدان) + اضافت + نظم (= انتظام ، بندوبست) + ہستی (ف) : بندوبست

دُنیا کا میدان (جس میں قومیں زندہ رہنے کی جنگ میں مشغول ہیں) ؎
اے مصافِ نظمِ ہستی ہیں ترے قابل نہیں
(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۴)

مَضبُوط (ع) صفت: پختہ، پکّا، مستحکم ؎
حسن سے مضبوط پیمانِ وفا رکھتا ہوں میں
(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

مِضراب (ع) مونث: خاص قسم کا بنا ہوا تار جسے انگلی میں پہن کر اس سے ستار بجاتے ہیں (رک تشنۂ مضراب)

مِضراب کی چوٹ کھانا (۔ ار ار) کنایۃً بجایا جانا (شعر میں اس ساز کا اشارہ الیہ اُمّید ہے) ؎
چوٹ مضراب کی اس ساز نے کھائی نہ کبھی
(نوائے غم، ب د، ۱۲۵)

مِضرابی (ع ف) مونث، مضراب (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): ستار کے تاروں کو حرکت میں لانے کا کام (اس شعر میں ساز کی فطرت سے مراد ہے عشقِ خدا اور رسولؐ) ؎
کہ ترے ساز کی فطرت نے کی ہے مضرابی
(فرشتے آدم کو الخ، ب ج، ۱۳۱)

مُضطَر (ع) صفت: پریشانی کے کچھ ایسے حالات میں مبتلا جن میں کچھ کرتے نہ بن پڑے، بے چین، تڑپنے پر مجبور ؎
جانِ مُضطر کی حقیقت کو نمایاں کر دوں
(کلی، ب د، ۱۱۸)

مُضطر ہے موجِ نیل و فرات: یعنی اگر تیری خودی زندہ ہے تو پھر تو ایک دریائے بیکراں کی شکل بن جائے گا اور نیل و فرات کی مختلف قومیں تیرے سایۂ عاطفت میں آنے کے لیے بے چین ہونگی
(مسعود مرحوم، ا ح، ۲۲)

مُضطَرِب (ع) صفت: تڑپنے والا، بے چین، جسے قرار نہ ہو ؎
مضطرب ہوں دل سکوں نا آشنا رکھتا ہوں میں
(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

مُضمَحِل (ع) صفت: کمزور، ناتوان ؎
اے کہ غلامی سے ہے روح تری مضمحل
(ملازادہ، ۲/۱۱، ا ح، ۳۵)

مُضمَر (ع) صفت: ضمیر یا مزاج میں پنہاں، کسی اقدام میں (نتیجے کے طور پر) یا کسی مفہوم میں دوسرا مفہوم پوشیدہ ؎
زندگی مضمر ہے تیری شوخیٔ تحریر میں
(مرزا غالب، ب د، ۳۶)

مَضمُون (ع) مذکر: مفہوم، معنی، مطلب ؎
اور دکھلائیں گے مضموں کی ہمیں باریکیاں[1]
(داغ، ب د، ۸۹)

مَضمُون بُلند ہے (ع ف ار) مضمون (= مراداً تخلیقِ انسان) + بلند (= عالی مرتبہ) + ہے (رک): روحِ انسانی یا انسان اپنی حقیقت کے اعتبار سے بہت بلند اور عالی مرتبہ ہے ؎
بندش اگرچہ سست ہے مضموں بلند ہے
(شمع، ب د، ۴۶)

مَضمُونِ فراق کا ہُوں (۔ ع ار ار) مضموں + فراق (ہجر، جدائی) + کا (رک) + ہوں (= مصدر ہونا سے فعل ماضی واحد متکلم): میرا اصلی مفہوم یہ ہے کہ میں اپنی اصل (جلوۂ قدرت) سے جدا ہوں
مضمونِ فراق کا ہوں ترشا نشاں ہوں میں (شمع، ب د، ۴۶)

مَضمُون نِگار (۔ ف) صفت، مضموں + نگار (رک): مضمون لکھنے والا، انشا نویس ؎
مضموں نگار ہیوی کا سی آئی ڈی کا ڈر
(ب ا، ۴۶)

مَضمُون نویسی (۔ ف ف) مونث، مضموں + نویس، مصدر نوشتن (= لکھنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت): مضمون لکھنے کا کام ؎
شوق ہے مضمون نویسی کا اسے
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۲)

[1] رک پہناتیاں

مَطبَع (ع) مذکر: چھاپا خانہ، پریس ہے
مطبع مطبوع ہے مشہور خاص و عام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶)

مَطبُوع (ع) صفت: پسندیدہ ہے
مطبع مطبوع ہے مشہور خاص و عام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶)

مُطرِب (ع) مذکر: گانے والا، گویا ہے
اور بلبل مطرب رنگیں نوائے گلستاں
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۲)

مَطعُون (ع) صفت: جسے طعنے دیے جائیں جسے عیب لگایا جائے، بدنام، رسوا ہے
عشق اخواں میں اگر مطعون ہو جائے کوئی
(سید کی لوح تربت، ب ا، ۳۰۸)

مَطلَب (ع) مذکر
: حاصل، واسطہ، تعلق ہے
شمع کو جلنے سے کیا مطلب جو محفل ہی نہ ہو
(صدائے درد، ب د، ۴۴)
: مقصود، غرض اصلی، مراد مسلمانوں کا ملت واحدہ کی شکل میں اجتماع، اتحاد مسلمین ہے
کھویا گیا جو مطلب ہفتاد و دو ملت میں
(۱۸، ب ج، ۲۱۰)

مَطلَع (ع) مذکر
: غزل وغیرہ کا پہلا شعر ہے
مطلع اول فلک جس کا ہے وہ دیواں ہے تو
(ہمالہ، ب د، ۲۲)
: سورج وغیرہ کے طلوع ہونے کی جگہ ہے
مطلع خورشید میں مضمر ہے یوں مضمون صبح
(نمود صبح، ب د، ۱۵۴)

مَطلعِ اُمید: مراد امید کی روشنی کا آغاز ہے
اے مرا تو ہلال مطلع امید ہے
(ماہ نو، ب ا، ۳۱۲)

مَطلعِ انوار (- ع) مذکر: تجلیات الٰہی کے طلوع ہونے کی جگہ ہے
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
(پنجاب کے پیرزادوں سے، ب ج، ۵۸)

مَطلعِ صُبحِ نشُور (- ع ع) مذکر، مطلع + صبح (رک) + نشور (رک): قیامت کی صبح طلوع ہونے کا افق۔ یعنی سوز عشق سے اتنا شدید حدت والا جیسے صبح قیامت کا مطلع سورج کی گرمی سے ہوگا ہے
تجھ سے گریباں مرا مطلع صبح نشور
(دعا، ب ج، ۵۱)

مُطلَق (ع) صفت
: جو ہر قسم کی قید اور شرط سے پاک ہو، آزاد، جو کسی کے ساتھ مخصوص نہ ہو اور سب کے لیے یکساں طور پر عام ہو ہے
ارے غافل جو مطلق تھا مقید کر دیا تو نے
(تصویر درد، ب د، ۷۳)

مَطلُوب (ع) صفت، محبوب، معشوق ہے
نقش تسخیر ہیئے طالب و مطلوب لکھا
(ب ا، ۴۸۲)

مُطمَئِن (ع) صفت: خاطر جمع رکھنے والا، بے فکر، آسودہ ہے
مطمئن تو ہے پریشاں مثل بو رہتا ہوں میں
(گل رنگین، ب د، ۳۴)

مُطِیع (ع) صفت: تابع، اطاعت کرنے والا، ہر حکم کی تعمیل کرنے والا ہے
مثال کشتی بے حس مطیع فرماں ہیں
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۷)

مَظاہِر (ع) مذکر: مَظہَر (= ظاہر ہونے کا مقام، ظاہری آثار) کی جمع ہے
ہے تجھے واسطہ مظاہر سے
(عقل و دل، ب د، ۴۲)

مَظاہِر پَرَست (ع ف) صفت، مظاہر، مَظہَر (جس میں کسی کا ظہور ہو، آئینہ) کی جمع + پرست (رک): عالم ظاہر کو عظمت کی نظر سے دیکھنے والی، ظاہر بیں ہے
ہوئی جو چشم مظاہر پرست وا آخر

(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

مَظلُوم (ع) صفت: جس پر ظلم کیا گیا ہو یا کیا جائے، درد رسیدہ ؎

ہر ملّت مظلوم کا یورپ ہے خریدار

(دامِ تہذیب، ض ک، ۱۵۳)

مَظلُومی (ع ف) مونث، مظلوم (= جس پر ظلم کیا جائے) + ی (لاحقۂ کیفیت): ستایا ہوا بیکس اور بے بس ہونے کی حالت ؎

اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے

(دین و تعلیم، ض ک، ۸۶)

مَظہَر (ع) صفت: مظاہر (رک) کا واحد، آئینہ ؎

مظہرِ شانِ کبریا ہُوں میں

(عقل و دل، ب د، ۱۴)

مَعاد (ع) مذکر: لَوٹ کر جانے کی جگہ، عقبیٰ، آخرت ؎

رخصت ہوا دلوں سے خیالِ معاد بھی

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

مَعاذَ اللہ (ع ع) کلمۂ استعاذہ: خدا کی پناہ! اللہ بچائے ؎

حریم تیرا خودی غیر کی معاذ اللہ

(دنیا، ض ک، ۱۰۶)

مَعاش (ع) مونث: روزی، وہ شے جس سے بسر اوقات کی جائے ؎

قبض کی رُوح تری دے کے تجھے فکرِ معاش

(مدرسہ، ض ک، ۸۳)

مُعاشَرت (ع) مونث: آپس میں مل جل کر زندگی بسر کرنے کی صُورتِ حال، سماجی زندگی، تمدّن ؎

فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہُور

(مردِ فرنگ، ض ک، ۹۲)

مُعاف (ع) صفت: گناہ سے بری، جس کی خطا سے درگزر کی جائے ؎

کبھی کرتی نہیں ملّت کے گناہوں کو معاف

(دین و تعلیم، ض ک، ۸۶)

مُعامَلہ (ع) مذکر: مسئلہ اور اس کا تصفیہ ؎

یہ معاملے ہیں نازک جو تری رضا ہو تُو کر

(۲۲، ب ج، ۴۵)

مَعانی (ع) مذکر: معنی (= مطلب، مفہوم، حقائق، مضامین، مطالب) کی جمع ؎

جس طرح کہ الفاظ میں مضمر ہوں معانی

(زُہد اور رندی، ب د، ۵۱)

مَعبُود (ع) صفت: جس کی عبادت کی جائے ؎

کہیں مسجُود تھے پتھر کہیں معبُود شجر

(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

مَعبُودِ حاضِر (ـ ع) مذکر: دولت اور حکومت (جس کی دنیا والے پرستش کرتے ہیں) ؎

غالب ہے اب اقوام پہ معبُودِ حاضر کا اثر

(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۲)

مُعتَدِل (ع) صفت: جس میں نہ افراط ہو نہ تفریط، نہ زیادہ نرم ہو نہ گرم، درمیانی روش والا ؎

واہ وا کیا معتدل اخبار ہے

(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۴)

مُعتَمَد: رک قید خانے میں معتمد کی فریاد.

مَعتُوب (ع) صف (آر): جس شخص پر عتاب ہو، جس سے لوگ برہم ہوں ؎

کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب

(آزادیٔ نسواں، ض ک، ۹۵)

مُعجِز (ع) صفت: الٰہی طاقت کے کمال سے نوعِ انسان کو عاجز کرنے والا، معجزہ، کرامت،

مُعجِز بیان (ع ع) صفت، مُعجز + بیان (= کلام منظوم): اپنے اشعار میں معجزے کی سی فصاحت و بلاغت رکھنے والا، کمال فصیح و بلیغ ؎

دانۂ خرمن نما ہے شاعرِ معجز بیاں

(صدائے درد، ب د، ۴۳)

مُعجِز رقم (ـ ع ع): رک خامۂ معجز رقم

؎ عربی میں یہ لفظ نہیں ہے، مگر اُردو میں مادۂ عربی سے بنا لیا گیا ہے.

مُعجزات: مُعجزہ (رک معجز) کی جمع ہے
فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
(۵۹ ، ب ج ، ۷۷)

مُعجزہ: رک معجز

مُعجزہ ہائے ہُنر (ع ا ف) مذکر، معجزہ (رک معجز) + ہائے (لاحقۂ جمع) + ہنر (رک): لیاقت اور صلاحیت کے کارنامے یعنی نقش جس کا ذکر مطلع میں ہے ع
آنی و فانی تمام معجزہ ہائے ہنر
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۴)

مَعدلَت (ع) مونث: عدل، انصاف ع
ہو چشم معدلت کے ستارے کی روشنی
(اشک خون، ب ا، ۹۷)

مَعدَن (ف) مذکر نیز مونث: چاندی سونا وغیرہ نکلنے کی جگہ، کان ع
اُسے کہ ہے تیرے کرم سے معدن گوہر زمیں
(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۸۷)

مِعدَہ (ع) مذکر: پیٹ میں کھانا رہنے اور ہضم ہونے کی جگہ ع
حکم برداری کے معدے میں ہے درد لایطاق
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

مَعذُور (ع) صفت: مجبور ہونے کے باعث قابلِ معافی ع
نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم
(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

مِعراج (ع) مونث
: رک شبِ معراج
: بلندی، انتہائی بلندی، ترقی کی حد ع
فتادگی و سرافگندگی تری معراج
(امتحان، ض ک، ۸۲)
: ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمان میں اگر عشقِ رسول کا سچا جذبہ پیدا ہو جائے تو وہ ہر قسم کا صالح انقلاب برپا کر سکتا ہے

(ض ک، ۱۷۷)

مَعرِفَت (ع) مونث: شناخت، پہچان، خصوصاً علومِ الٰہی کی، یا خود ذات باری کی ع
علم تجھ سے تو معرفت مجھ سے
(عقل و دل، ب د، ۴۲)
نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ
(۳۳، ب ج، ۴۶)

مَعرکہ (ع) مذکر
: میدان جنگ (رک معرکہ آرا)
: تنازع للبقا، وہ جنگ (دماغی ہو یا طاقت سے) جو اپنے زندہ رہنے کے لیے حریف سے کی جاتی ہے ع
کر سکتی ہے بے معرکہ جینے کی تلافی
(محراب گل افغان، ۱۳، ض ک، ۱۷۳)
: مقابلہ ع
کیا نصیبہ ہے رہی ہر معرکہ میں ورز میں
(دربار بہاول پور، ب د، ۸۳)

مَعرکہ آرا (ع ف) معرکہ + آرا، مصدر آراستن (= سجانا، درست کرنا) سے فعل امر
: میدانِ جنگ کو منظم کرنے والا، جہاد کرنے والا ع
تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)
: جنگ کرنے والا، دست و گریباں، مدِ مقابل ع
یہاں بھی معرکہ آرا ہے خوب سے ناخوب
(خوب و زشت، ض ک، ۸۰)

مَعرکہ آزما (ع ف) صفت، معرکہ + آزما (رک): میدان میں حریف (یعنی کفر) کا مقابلہ کرنے والا ع
مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
(۱۹، ب ج، ۴۰)

مَعرکہ مارنا: (رک معرکہ) مشکلات پر قابو پانا، تسخیر عالم کرنا، فتوحات کرنا ع
بڑے معرکے زندہ قوموں نے مارے
(ملازادہ، ۱۲، اح، ۴۲)

سے عربی میں مَعدِن ہے۔

معرکۂ بُود و نبُود (ـ ف ف ف ف) مذکر، معرکہ + ۂ (علامت اضافت) + بُود (= ہونا، ہستی) + و (عطف) + نبُود (= نہ ہونا، نیستی): مراد کائنات انسانی، انسانوں کے پیدا ہونے کی چہل پہل اور رونق ہے

گرم اسی آگ سے ہے معرکۂ بُود و نبُود

(عورت ۔ ض ک ۱۰۷)

معرکۂ بیم و رجا (ـ ف ف ف ع) مذکر، معرکہ + ۂ (علامت اضافت) + بیم (رک) + و (عطف) + رجا (= امید): امید و یاس کی باہمی کشمکش جو دنیا کے معاملات میں انسان کو پیش آتی رہتی ہے ہے

بے تاب نہ ہو معرکۂ بیم و رجا دیکھ

(رُوحِ ارضی الخ، ب ج، ۱۳۲)

معرکۂ ذکر و فکر[1] (ـ ف ع ف ع) مذکر، (تصوف) معرکہ + ۂ (علامت اضافت + فکر (= مطالعۂ فطرت اور مظاہر قدرت میں تجلّی کی تلاش اور اس سے عرفانِ الٰہی) + و (عطف) + ذکر (= معرفت کے بعد احکام باری تعالیٰ کی اطاعت): فکر و ذکر کے مرحلے طے کرنے کی منزل ہے

تیری خودی کا غیاب معرکۂ فکر و ذکر

(اہلِ ہنر سے، ض ک، ۱۱۲)

معزّز (ع) صفت: صاحب عزت، عزت دار، باوقعت ہے

وہ زمانے میں معزّز تھے مسلماں ہو کر

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۴)

معزُول (ع) صفت: جو اپنے منصب یا عہدے سے ہٹا دیا جائے.

(معزُول شہنشاہ، ا ح، ۲۲)

معزُول شہنشاہ: یہ ارمغان حجاز میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کی وجہِ تصنیف یہ ہے کہ برطانوی حکومت کا شہنشاہ ایڈورڈ ہشتم ایک مطلقہ امریکن خاتون سے شادی کرنا چاہتا تھا. سب سے بڑے پادری اور برطانیہ کے وزیر اعظم نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ دولت برطانیہ کی شہنشاہی کے آئین کی رُو سے درست نہیں. آخر کار مجبور ہو کر وہ شہنشاہ ۷ دسمبر ۱۹۳۶ء کو تاج و تخت انگلستان سے دست بردار ہو گیا. علامہ نے اس واقعے سے متاثر ہو کر یہ نظم کہی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شہنشاہ کو یہ قربانی مبارک ہو جس نے ملوکیت کے اس ناقص اصول کو توڑنے کے لیے حکومت چھوڑ دی

(ا ح، ۲۲)

معشُوقانہ (ع ف) صفت، معشوق (= وہ حسین جس سے محبت کی جائے) + انہ (لاحقۂ تشبیہ): معشوقوں اور حسینوں کا سا ہے

آہ میں یارب وہ کیا انداز معشُوقانہ تھا

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب د، ۱۱۴)

معصُوم (ع) صفت: بے گناہ ہے

ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصُوم ہے

(فاطمہ بنت عبد اللہ، ب د، ۲۱۴)

معصُومانِ یورپ (ع ف انگ) مذکر، معصُوم (= بیگناہ) + ان (لاحقۂ جمع) + اضافت + یورپ (رک): یورپ کے بے گناہ (طنزیہ)، مراد یورپ کی قومیں جو مسولینی سے بڑھ کر ظالم ہیں ہے

بے محل بگڑا ہے معصُومانِ یورپ کا مزاج

(مسولینی، ض ک، ۱۴۹)

معصُومیت (ع) مونث: بے گناہی، بھولا پن ہے

کہ معصُومیت چلتی پھرتی ہوئی

(ماں کا خواب، ب ا، ۵۶۳)

معصیت (ع) مونث: گناہ ہے

تاکتا پھرتا ہے جنس معصیت کو نقدِ عفو

(ب ا، ۵۹۵)

معصیت سوزی (ع ف ف) مونث، معصیت (= گناہ، خدائے تعالیٰ کی نافرمانی) + سوز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): گناہوں کو جلانا، دفعِ گناہ کو ختم

---

[1] اصولاً معرکۂ فکر و ذکر ہونا چاہیے جیسا کہ تشریح سے ظاہر ہے، غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے.

کر دیا ؎

کیا جہنم معصیت سوزی کی اک ترکیب ہے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

مُعَطَّر (ع) صفت: عطر میں بسا ہوا ؎

شمیمِ ناز سے میرا معطر جیب گریباں تھا

(گلِ خزاں دیدہ، ب ا، ۱۳ ۵)

مُعَظَّم (ع) صفت: بزرگی والا، صاحبِ عظمت ؎

ہل گیا عرشِ معظم بھی تری فریاد سے

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۷)

مَعقُول (ع) صفت، (حقیقت کا نہیں بلکہ) عقل اور قیاس کا کرشمہ، خلقِ انسانی کی تشکیل کی ہوئی ؎

خلق معقول ہے محسوس ہے خالق اے دل

(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۶)

مُعَلِّم (ع) صفت، علم و حکمت سکھانے والا۔

معلمِ ثالث (- ع) مذکر، معلم + اضافت + ثالث (= تیسرا): مشہور طبیب اور فلسفی، شیخ بوعلی سینا کا لقب (جبکہ معلمِ اول حکیم ارسطو کا اور معلمِ ثانی حکیم ابونصر فارابی کا لقب ہے) ؎

الغیاث اے معلمِ ثالث

(خدا حافظ، ب ا، ۵۵)

مَعلُوم (ع) صفت: وہ بات جس کا علم ہو۔

معلوم ہونا (- ار) جاننا، (کسی بات کی) خبر ہونا، واقف ہونا ؎

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

مُعَلّٰی (ع) صفت، عالی، بلند مرتبہ، بزرگ و بلند ؎

عرشِ معلیٰ سے کم سینۂ آدم نہیں

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۱۵۱)

مُعَمّا (ع) مذکر: پہیلی (جس کا راز کسی کی سمجھ میں نہ آئے) ؎

نہ کہہ کہ صبر معمائے موت کی ہے کشود

(مسعود مرحوم، ا ح، ۲۴)

مِعمار (ع) مذکر: عمارت بنانے والا، مراد آباد کرنے والا، تبلیغِ اسلام سے دنیا کی تعمیر کرنے والا ؎

تری نسبت براہیمی ہے معمارِ جہاں تو ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۳۶۹)

مَعمُور (ع) صفت: بھرا پُرا، پُر، آباد ؎

آہ وہ کشور بھی تاریکی سے کیا معمور ہے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

مَعمُورہ (ع) مونث: بستی، آبادی، دنیا ؎

اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

معمورۂ ہستی (ع ف) مونث، معمورہ (= آباد شدہ، آبادی) + ہستی (= دنیا): آبادی، دنیا ؎

بزمِ معمورۂ ہستی سے یہ پوچھا میں نے

(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۴)

معموری (ع ف) مونث، معمور (= جو آباد کیا جائے) + ی (لاحقۂ کیفیت): آبادی، مراد مادی علوم سے فلاح و بہبودِ ظاہری ؎

فرنگ دل کی خرابی خرد کی معموری

(۱۹، ب ج، ۴۳)

معنی[1] (ع) مذکر

: مفہوم، مضمون، حقیقت ؎

چشمِ نابینا سے مخفی معنیٔ انجام ہے۔

(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۴۲)

معنیِ دیریاب (- ف ف) صفت، دیر (= تاخیر) + یاب، مصدر یافتن (= پانا) سے فعلِ امر: وہ مفہوم جو دیر میں سمجھ میں آئے، جس کی معرفت مشکل ہو ؎

آیۂ کائنات میں معنیٔ دیریاب تو

(ذوق و شوق، ب ج، ۱۲۰)

معیار (ع) مذکر: کسوٹی، اندازہ، پیمانہ، جس کے مطابق کوئی کام کیا جائے ؎

---

[1] اصل عربی لفظ معنیٰ ہے، اردو میں معنی بولتے ہیں خصوصاً مضاف ہونے کی حالت میں۔

مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۲)

مُعِیشَت (ع) مونث : روزی، کمائی ہے
اس جہاں میں اک معیشت اور سو افتاد ہے
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

مُغ (ف) مذکر، آتش پرست :

مُغ زادَہ (ـ ف) مذکر، مُغ + زادہ (مصدر زادن (= جننا) سے حاصلِ تمام : مُغ کا بچہ، قدیم ایران میں لڑکوں کو بطور ساقی میخانے میں ملازم رکھتے تھے۔ چونکہ وہاں آتش پرستوں کی کثرت تھی اس لیے عموماً ہر ملازم لڑکا مغ بچہ ہوتا تھا۔ اس جگہ اقبال نے مُغ زادہ سے استعارۃً غیر مسلم مراد لیا ہے ہے۔
کہ مغ بچے نہ لے جائیں تری قسمت کی چنگاری
(۱۴۱، ب ج، ۳۷)

مُغاں : مُغ (رک) کی جمع، مراد مالک یا مہتمم مے خانہ ہے
بہ دروازِ مُغاں ناصیہ کرباں ہوگا

مغاں کہ دانۂ انگور آب می سازند (ب ۱۸۸۷ء)
ستارہ می شکنند آفتاب می سازند
: شراب فروش جو دانۂ انگور سے شراب بناتے ہیں وہ تارے کو (انگور کو) پکتے ہیں اور اسے آفتاب بنا دیتے ہیں (لطف یہ ہے کہ آفتاب کے ایک معنی شراب کے بھی ہیں)
(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

مُغانَہ (ف ف) صفت، مغاں (= پیر میخانہ) + ہ (لاحقۂ نسبت) : لغوی معنی سے ہٹ کر ادبیات میں جہاں بھی مغاں کا لفظ استعمال کرتے ہیں وہاں اکثر اسلامی مذاق کی شراب مراد ہوتی ہے، خصوصاً اس شعر میں ہے
کہ عجم کے میکدوں میں نہ رہی مئے مغانہ
(۱۱، ب ج، ۱۵۰)

مَغرِب (ع) مذکر
: پچھم جدھر سورج ڈوبتا ہے ہے
مغرب کی پہاڑیوں میں چھپ کر
(انسان، ب د، ۱۲۷)

: یورپ ہے
دل سے ہنگامے تھے مغرب نے کر ڈالے خموش
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)

: یورپ کی وادیوں میں، یورپ کے ملکوں میں (مراقش اور اسپین فتح کرنے کی طرف اشارہ ہے) ہے
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

مَغرِب کے اَیوان (ع ارف)، مغرب (یورپ، مراد برطانیہ) + کے (رک) + ایوان (محل) : برطانیہ کی مرکزی حکومت (جس نے ۱۹۰۷ء میں روس سے خفیہ معاہدے کرکے ایران کو باہم تقسیم کرلیا تھا اور جس کے بعد یہ دونوں ایران میں سخت بدنظمی اور انتشار پھیلا رہے تھے اور ایران خانہ جنگی میں پڑ گیا تھا) ہے
سازِ عشرت کی صدا مغرب کے ایوانوں میں سن
(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۲)

مَغرِبی (ع ف) مذکر، مغرب (= یورپ) + ی (لاحقۂ نسبت) یوروپین، یورپ کا ہے۔
لکھتا ہے ایک مغربی حق شناس نے
(بلالؓ، ب د، ۲۴۱)

مَغرِبی تہذیب : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ مغربی تہذیب طہارت کی روح سے محروم ہے
(ض ک، ۱۱۶)

مَغرُور (ع) صفت : جسے غرور ہو، گھمنڈ کرنے والا، متکبر ہے
کیوں آتش بے سوز پہ مغرور ہے جگنو
(پروانہ اور جگنو، ب ج، ۱۱۵)

مِغفَر (ع) مذکر : لوہے کا ٹوپ جو لڑائی کے وقت پہنا جاتا ہے ہے
کیا گھبرا کے پھر آزاد سر کر بار مغفر سے
(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۸)

مَغفِرَت (ع) مونث: بخشش، گناہ معاف کیے جانے کی صورت حال ہے
مغفرت نے بھی نہ روزِ حشر پہچانا مجھے
(ب ا، ۴۲)

مَغلُوب (ع) صفت: ہارا ہوا، عاجز، زیر، دبا ہوا ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۶۹)

مُغَنّی (ع) صفت: گانے والا ہے
جس روز دل کی رمز مغنی سمجھ گیا
(سرود، ض ک، ۱۱۵)

مُفاجات (ع) مونث: ناگہاں وقوعِ فعل، ناگہانی ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات
(لینن، ب ج، ۱۰۷)

مُفت (ف) صفت: بلاقیمت ہے
اور پھر انعام بھی نا دل ہیں مفت
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

مُفت میں (ف ار) متعلق فعل، بلاوجہ، بے سبب ہے
مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہو گئے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۳)

مُفت میں (ف ار) روزمرہ
مفت میں ہو گیا ستم ہم پر
(خدا حافظ، ب ا، ۵۲)

مِفتاح (ع) مونث: چابی، کنجی ہے
یہ تعصب کوئی مفتاحِ درِ جنت نہیں
(سید کی لوحِ تربت، ب ا، ۳۰۷)

مَفتُون (ع) صفت: شیفتہ و فریفتہ ہے
ہماری قوم کا ہر فرد قوم پر مفتوں
(فلاحِ قوم، ب ا، ۳۱)

مُفَسِّر (ع) صفت: تفسیر یا تشریح بیان کرنے والی ہے
ہوں مفسر کتابِ ہستی کی
(عقل و دل، ب د، ۴۱)

: قرآن پاک کی تفسیر و تشریح یا اس کا مطلب بیان کرنے والا عالم ہے
احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر
(۱۲، ب ج، ۲۰)

مُفلَر (انگ) مذکر: جاڑے میں کانوں اور سر پر لپیٹنے کی (بیشتر) اُون سے بنی ہوئی پٹی، گلوبند ہے
چھتریاں رُومال مفلر پیرہن جاپان سے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

مَفہُوم (ع) مذکر: مضمون، معنی، مراد، مقصد ہے
معنیِ ابلیس ہے تو مفہوم اور ادنیٰ ہے تو
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۳)

مَقاصِد (ع) مذکر: مقصد (رک) کی جمع عزائم، ارادے ہے
رفعت میں مقاصد کو ہم دوشِ ثریا کر
(دعا، ب د، ۲۱۲)

مَقاصِد : اغراض، ہر فعل ہر عمل ہر اقدام کی غرض و غایت ہے
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۷)

مَقال (ع) مذکر: قول، گفتگو، بات ہے
اک صدق مقال ہے کہ جس سے
(جاوید سے ۲، ض ک، ۸۸)

مَقالات (ع) مذکر: مقالہ (رک مضمون) کی جمع ہے
حل کر نہ سکے جس کو حکیموں کے مقالات
(لینن، ب ج، ۱۰۶)

مَقام (ع) مذکر
: مکان، مسکن، منزل، ٹھہرنے کی جگہ، پڑاؤ ہے
کس بلندی پہ ہے مقام مرا
(عقل و دل، ب د، ۴۲)

: درجہ، مرتبہ ہے
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا
(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

: مرتبۂ بلند ہے
اس کا مقام اور ہے اس کا نظام اور ہے
(طلبۂ علیگڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

: ٹھہرنے یا پڑاؤ کرنے کا عمل ہے

اس رہ میں مقام بے محل ہے
(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۹)

: جگہ، سرزمین ہے
ہے اگر قومیت اسلام پابند مقام
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۷)

: مرحلہ، منزل ہے
مقام بست و شکست و فشار و سوز و کشید
(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

: گانے کی لے اور سُر ہے
نفس ہندی مقام نغمہ تازی
(رباعیات، ب ج، ۸۲)

: موقف اور مستقل ہے
حقیقت ابدی ہے مقام شبیری
(۵۴، ب ج، ۷۳)

: (تصوّف) راہ سلوک کی کوئی خاص منزل جس پر پہنچ کر سالک بلند تر منزل کے لیے ریاضت کرتا ہے جیسے تطلیث، ابدالیت وغیرہ
(حال و مقام، ب ج، ۱۵۶)

مقام خود شناس: اپنی منزل کو پہچان، یہ ایک مختصر نظم کی سرخی ہے جس کے مشکل الفاظ کا حل فرہنگ ہٰذا کے حصۂ فارسی میں درج ہے
(ب ا، ۲۱۲)

مقام شبیری (ع ف) صفت، مقام + شبیر، حضور کے چھوٹے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام جنہیں کربلائے معلّٰی کی سرزمین پر تین دن کا بھوکا پیاسا یزید شامی کے لشکر نے ۶۱ھ میں شہید کیا تھا اور ان کا جرم یہ تھا کہ انھوں نے امارت اور شہنشاہیت کے پتلے (یزید) کی بیعت کرنے سے انکار فرما دیا تھا۔ آن کے رفقا اور اعزہ اور بیٹے بھی (جو کل ملا کر ۷۲ تھے) ان کے ساتھ شہید ہو گئے مگر اپنا موقف تبدیل نہ کیا۔ + ی (لاحقۂ نسبت) : شبیریت، شبیر کی طرح ثابت قدم ہونے کی صفت ہے
حقیقت ابدی ہے مقام شبیری

(۵۴، ب ج، ۷۳)

مقام شوق (ع) مذکر، مقام + شوق (رک) : عشق کی منزل ہے
مقام شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں
(۴۲، ب ج، ۸۱)

مقام محمود (ع) مذکر، مقام + اضافت + محمود (رک) : بادشاہت اور سلطنت (جو ایازی یعنی غلامی کی بجائے نصیب ہو)، لطیف اشارہ اس مرتبے کی جانب ہے جس کا وعدہ خدائے تعالٰی نے اپنے محبوبؐ سے ان لفظوں میں کیا ہے عَسٰی اَن یَّبعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحمُودًا یعنی خدا تجھکو "مقام محمود" عطا فرمائے گا ہے
اور پیدا ہو ایازی سے مقام محمود
(سرود حلال، ض ک، ۱۲۵)

مقامات (ع) مذکر، : مقام (رک) کی جمع۔
: (تصوّف) وہ روحانی مراتب یا منازل جو سالک کو خدا کی راہ میں پیش آتے ہیں ہے
یہ سالک مقامات میں کھو گیا
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۴)

: بلند مرتبے اور درجے ہے
لولاک معلوم نہیں میرے مقامات
(محمد علی باب، ض ک، ۴۶)

مقامر (ع) صفت : جوا کھیلنے والا، جواری، قمار باز مراد انگریز جو اس وقت ہندوستان پر حکمراں تھے اور رعایا کی حصول آزادی کی جد و جہد کو طرح طرح کی چالوں سے دبا رہے تھے ہے
مجھے یہ ڈر ہے مقامر ہیں پختہ کار بہت
(۵۴، ب ج، ۷۳)

مقامی (ع ف) صفت، مقام (رک)، + ی (لاحقۂ نسبت) : کسی ایک جگہ سے مخصوص، کسی خاص نسل یا قوم سے وابستہ ہے

ے یہ وعدہ نماز تہجد ادا کرنے کے ذکر میں کیا گیا ہے۔

ملتِ احمد مرسل کو مقامی کر لو

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۱)

مَقْبَرَہ (ع) مذکر: قبرستان، گورستان ؎

مقبروں کی شان حیرت آفریں ہے اس قدر

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۰)

مَقْبُول (ع) صفت: قبول کیا ہوا، پسندیدہ ؎

مذہب منصور ہے مقبول خاص و عام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۴)

مَقْتُول (ع) صفت: جسے قتل کر دیا گیا ہو، کشتہ ؎

اے لباس ماسلف مقتول تہذیب فرنگ

(کلاہ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۰)

مُقَدَّر (ع) مذکر: قسمت، نصیب میں لکھا ہوا حصہ ؎

گردش تاروں کا ہے مقدّر

(دو ستارے، ب د، ۱۴۸)

مُقَدَّر کا سِتارہ چمکنا (ع ا ف ا) مقدر (= قسمت) + کا (رک) + ستارہ (= طالع) + چمکنا (روشن ہونا) : نصیبہ اوج پر آنا، قسمت کا یاوری کرنا ؎

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدّر کا

(بلالؓ، ب د، ۸۰)

مُقَدَّم (ع) صفت: جس کو ترجیح دی جائے، جس کا پہلے لحاظ کیا جائے، مراد بالاتر، ارفع ؎

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدّم ہو گئی

(خضر راہ، ب د، ۲۶۵)

مِقْرَاض (ع) مونث: قینچی ؎

آہن مقراض کا ہے دل گر صیاد کا

(ب ا، ۵۰۷)

مَقْرُون (ع) صفت: قریب، ملا ہوا ؎

بعید رنج سے اور خرمی سے ہوں مقروں

(فلاح قوم، ب ا، ۲۹)

مَقْصَد (ع) مذکر

: غرض و غایت، مراد مخلوقات کو پیدا کرنے کی اصلی وجہ ؎

یہ سب کچھ ہے مگر ہستی مری مقصد ہے قدرت کا

(تصویر درد، ب د، ۲۹)

: ارادہ (رک مقاصد جو اس کی جمع ہے)

مَقْصُود (ع) صفت

: جس بات کا ارادہ کیا جائے، مقصد، مراد، مدعا پیش نظر ؎

مقصود ہے مذہب کی مگر خاک اڑانی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

: غرض اصلی ؎

فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

(مقصود، ض ک، ۶۸)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے دو قدیم فلسفیوں کا پیش کیا ہوا مقصد حیات اور پھر اپنا نظریہ بیان کیا ہے۔ اس نظم میں تین شعر ہیں۔ پہلے شعر میں انھوں نے حکیم "اسپنوزا" کا خیال نظم کیا ہے جو وحدت الوجود پر مبنی ہے۔ دوسرے شعر میں حکیم "افلاطون" کا نظریہ نظم کیا ہے جو کہتا ہے کہ یہ دنیا جو آنکھوں سے نظر آتی ہے بے حقیقت ہے اصلی یا حقیقی دنیا نگاہوں سے مخفی ہے۔ تیسرے شعر میں انھوں نے اپنا فلسفہ بیان کیا ہے جو یہ ہے کہ حیات انسان کا مقصد نہ زندگی ہے نہ موت بلکہ خودی ہے یہ نظم ریاض منزل (مکان راس مسعود) بھوپال میں کہی گئی۔

اسپنوزا: ہالینڈ کا ایک فلسفی جو ۱۶۳۲ء میں ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوا۔ ابتدا میں مذہبی تعلیم حاصل کی، پھر فلسفہ پڑھا اور اس کے بعد مذہب سے برگشتہ ہوا۔ ۱۶۵۶ء میں یہودی عالموں نے اسے جماعت سے نکال دیا۔ اس نے ہیگ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ عینکوں کے شیشے پالش کر کے گزر اوقات کرتا تھا۔ روزانہ کے کاروبار کے بعد فلسفے کی تصانیف میں مشغول رہتا تھا۔ اس کی کتاب ETHIES (علم الاخلاق) نے بہت شہرت پائی۔ اس کتاب میں اس نے اپنا فلسفہ جمع کیا جس کا مرکزی خیال اوپر لکھا جا چکا ہے۔ ۱۶۷۷ء میں وفات پائی۔

افلاطون :- یونان کے ایک شہرۂ آفاق فلسفی کا نام جو ۴۲۷ قبل مسیح پیدا ہوا ارسطو کا استاد اور سقراط کا شاگرد تھا۔ ابتدا میں مختلف استادوں سے شاعری، مصوری، موسیقی اور فلسفے کی تعلیم حاصل کی پھر ۴۰۷ قبل مسیح میں سقراط کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ ۳۹۹ قبل مسیح میں سقراط کی وفات کے بعد مصر اور دیگر ممالک کا سفر کیا۔ اپنی عمر کے آخر حصے میں ایک بڑے خم میں بیٹھ گیا اور شاگردوں نے اس کی وصیت کے مطابق خم کا منھ بند کر کے ایک پہاڑ کے غار میں رکھ دیا۔ اس طرح ۳۴۷ قبل مسیح میں وفات پائی۔ اس کی جو تصانیف ہم تک پہنچی ہیں ان میں مکالمات اور جمہوریت بہت مشہور ہیں۔ اس کے فلسفے کا ماحصل وہی ہے جو اوپر لکھا جا چکا ہے۔

مقصودِ کل (ا - ع) صفت، مقصود + اضافت + کل (ع تمام)
: کل کائنات کے وجود کی غرض اصلی ؎
اگر مقصودِ کل میں ہوں تو مجھ سے ماورا کیا ہے
(حضرت انسان ، ا ج ، ۵۰)

مقصودِ ہر پروانہ (ا - ف ف) مذکر، مقصود + اضافت + ہر (رک) + پروانہ (رک) عاشق رسول کا مطلوب و مدعا ؎
بجھ گیا وہ شعلہ جو مقصودِ ہر پروانہ تھا
(شمع و شاعر، شمع ، ب د ، ۱۸۶)

مقلد (ع) صفت : پیروی یا اتباع کرنے والا ؎
ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش ابھی خورسند
(احکام الٰہی ، ض ک ، ۳۰)

مقیّد (ع) صفت : محدود، قید کیا ہوا، جو عام نہ ہو مختص ہو ؎
ارے غافل جو مطلق تھا مقید کر دیا تو نے
(تصویرِ درد ، ب د ، ۷۳)

مقیم (ع) صفت : ٹھہرنے والا، رہنے والا، ساکن، قیام پذیر ؎
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۴)

مکاتب (ع) مذکر : مکتب (رک) کی جمع ؎
نہیں ہے فیضِ مکاتب کا چشمۂ جاری
(انتداب ، ض ک ، ۱۵۲)

مکافات (ع) مونث :
: سزا ؎
تیرا وہ گنہ کیا تھا یہ جس کی ہے مکافات
(ابو العلا معری ، ب ج ، ۱۵۷)
: عمل کا بدلہ، جیسا کیا ہے ویسا بھگتنے کی صورتِ حال ؎
وہ محرمِ عالمِ مکافات
(خاقانی ، ض ک ، ۱۲۱)

مکافاتِ عمل : یہ چار اشعار کی مختصر نظم کا عنوان ہے، جو منشی سراج الدین صاحب میر منشی ریزیڈنسی کشمیر کی بیاض سے لی گئی ہے اور جو انھوں نے منشی محمد الدین فوق کے رسالہ نظام لاہور (فروری ۱۹۱۹ء) سے نقل کی تھی
(ب ا ، ۲۲۰)

مکالمات (ع) مذکر : مکالمہ (ع گفتگو) کی جمع، گفتگوئیں، تقریریں، امالی

مکالماتِ فلاطون : افلاطون (رک) کی فلسفیانہ اور علمی تحقیقات کے مجموعے جو اس کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور ہیں ؎
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
(عورت ، ض ک ، ۹۴)

مکالمہ (ع) مذکر : باہم گفتگو، بات چیت ؎
اک مرغ سرا نے یہ کہا مرغِ ہوا سے
(ایک مکالمہ ، ب د ، ۲۱۹)

مکان (ع) مذکر
: مراد ہندوستان جہاں آرنلڈ مقیم تھے ؎
جا بسا مغرب میں آخر اے مکاں تیرا مکیں
(نالۂ فراق ، ب د ، ۷۷)
: جس میں طول عرض عمق ہو اور اس کی سطح پر کوئی چیز قائم یا ساکن ہو سکے، جگہ ؎
مکاں کو رہا تھا کہ میں لامکاں ہوں
(عشق اور موت ، ب د ، ۵۷)
: اینٹوں وغیرہ سے بنایا ہوا رہنے کا گھر
خشت و گل کی فکر ہوتی ہے مکاں کے واسطے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

: لامکان کی ضد یعنی کائناتِ عالم ؏

مکاں نکلا ہمارے خانۂ دِل کے مکینوں میں

(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

مکان کیا شَے ہے : یعنی مکان کی کوئی حقیقت نہیں صرف اعتباری اور فرضی چیز ہے کیونکہ یہ تجلّی باری کا ظل (سایہ) ہے (یہ بھی صرف بیان کا ایک ڈھنگ ہے جس سے مکان کو موجود کر دیا جاتا ہے دراصل نگاہ عاشقاں میں یہ بالکل بے وجود ہے) ؏

مکاں کیا شے ہے انداز بیاں ہے

(رباعیات، ب ج، ۸۶)

مَکانی (ع ف) صفت، مکان + ی (لاحقۂ نسبت) : کائناتِ عالم میں شامل ؏

مکانی ہوں کہ آزاد مکاں ہوں

(رباعیات، ب ج، ۸۱)

مَکتَب (ع) مذکر، تعلیم و تربیت کی جگہ، مدرسہ مراد، ماں کی گود اور باپ کا سایہ ؏

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

(۱۰، ب ج، ۱۴)

مکتب و میکدہ جز درسِ نبودن ندہند

بودن آموز کہ ہم باشی و ہم خواہی بود

: مدرسے اور کالج وغیرہ صرف نہ ہونے کا، یعنی نفیِ خودی کا درس دیتے ہیں۔ تجھے چاہیے کہ ہونے، یعنی وجودِ خودی کا سبق سیکھے کیونکہ تجھے اب بھی رہنا ہے اور آئندہ بھی۔

(وجود، ض ک، ۱۱۴)

مکتبِ ہستی (ع ف) مذکر، مکتب (= بچّوں کی تعلیم گاہ) + اضافت + ہستی (= دنیا، کائنات) : دنیا جو کہ انسان کے لیے عبرت وغیرہ کی درس گاہ ہے ؏

طفلکِ سیماب پا ہوں مکتبِ ہستی میں میں

(ماہِ نو، ب د، ۵۴)

مُکتی (ار) مونث : نجات، بخشش ؏

دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے

(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

مُکَدَّر (ع) صفت : دھندلا، میلا، غبار آلود ؏

کچھ مکدّر سا جبیں مہر کا آئینہ ہے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۴۱)

مَکر (ع) مذکر : حیلہ، دھوکا، فریب ؏

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۳)

مُکَرَّر (ع) صفت : دوبارہ، ایک بار کے بعد دوسری بار (رک سوال مکرّر)۔

مُکَرنا (ار) : حقیقت کو جھٹلانا ؏

ہے تجھ میں مکر جانے کی جرأت تو مکر جا

(قلندر کی پہچان، ض ک، ۱۴۱)

مَکڑا (ار) مذکر : ایک کئی لمبی لمبی اور پتلی ٹانگوں کا کیڑا، جو سفید چکنا گھر بنا کر اور جالا تن کر رہتا ہے، مکڑی کی تذکیر، تکڑ ؏

اک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

مَکّہ (ع) مذکر : حجاز کا مشہور متبرک شہر جہاں کعبۃ اللہ ہے اور جسے مکّۂ معظمہ یا مکّۂ مکرمہ کہتے ہیں۔

مکّہ اور جنیوا : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے اس وقت کہی تھی جب ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم کے بعد اقوامِ یورپ نے ایک "مجلسِ اقوامِ عالم"، قائم کی تھی جس کا صدر مقام "جنیوا"، میں تھا۔ اس مجلس کا مقصد یہ بتایا گیا تھا کہ یہ دنیا میں امن قائم کرے گی۔ مگر در پردہ کمزور ملکوں کو غلام بنانے کی یہ بھی ایک کوشش تھی۔ اقبال نے اس نظم میں مکّۂ معظمہ کی جانب سے یہ پیام دیا ہے کہ وحدتِ اقوام، کیوں قائم کرتے ہو جبکہ وحدتِ آدم، ہمیشہ سے موجود ہے (مکّۂ معظمہ میں حج کے موقع پر ہر ملک کے حاجی ہمیشہ سے ایک لباس میں ملبوس، ایک جذبے میں سرشار اور بالکل ایسے ہو جاتے ہیں جیسے ایک خاندان کے بھائی ہیں)

(من ک، ۵۸)

مکھّی (ار) مونث: چھوٹا سا دو پروں کا مشہور کیڑا، مگس ہے

اک دن کسی مکھّی سے یہ کہنے لگا مکڑا

(ایک مکڑا اور مکھّی، ب د، ۲۹)

مکین (ع) مذکر

: رہنے والا، باشندہ، مراد آزملا جو کئی سال سے لاہور کے ایک مکان میں رہتے تھے ہے

جا بسا مغرب میں آخر اے مکاں تیرا مکیں

(نالۂ فراق، ب د، ۷۷)

: مؤخر ذکر ہے

ہر ایک چیز میں دیکھا اسے مکیں میں نے

(سرگزشت آدم، ب ا، ۳۳۵)

(نوٹ) اسے کا مرجع محبوبِ حقیقی ہے۔

: جگہ پکڑنے والا، جاگزیں ہے

جس دل میں تو مکیں ہے وہیں چھپ کے بیٹھ رہ

(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

مگر (ف) کلمۂ استدراک واستثنا۔

: شاید ہے

محفلِ قدرت مگر خورشید کے ماتم میں ہے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

: یقیناً ہے

یہ کسی دیکھی ہوئی شے کی مگر پہچان ہے

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

: (حرفِ استثنا) لیکن ہے

دیٔ مگر اک خارجی سے آ کے مولائی ہوا

(غزلیات، ب ا، ۳۹۴)

مگس (ف) مونث: مکھّی ہے

آوارہ اسی چیز کی خاطر یہ مگس ہے

(شہد کی مکھّی، ب ا، ۵۵۳)

: مراد مادیات کی ادنیٰ ادنیٰ باتیں ہے

ہمیشہ مور و مگس پر نگاہ ہے ان کی

(سیاسی پیشوا، من ک، ۱۵۷)

مِلا (ار): حاصل ہوا، نصیب ہوا (مصدر ملنا (یہ حاصل ہونا) سے فعل ہے

ملا مزاج تغیّر پسند کچھ ایسا

(سرگزشت آدم، ب د، ۸۲)

مُلّا (ع) (مولیٰ کا بگاڑ) مذکر: مکتب وغیرہ کا معلم، مسجد کا پیش نماز ہے

حق سے جب حضرت مُلّا کو مِلا حکمِ بہشت

(ملا اور بہشت، ب ج، ۱۱۱)

مُلّا اور بہشت: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے علماے سُو یعنی ملاؤں کی مذمت کی ہے

(ب ج، ۱۱۶)

مُلّا اور مجاہد کی اذان: ملا کی تکبیر مسجد میں گونج کر رک جاتی ہے جس کے بعد کوئی انقلاب نہیں آتا لیکن مجاہد کی تکبیر انقلاب لاتی ہے یا تو وہ شہید کا درجہ حاصل کرتا ہے یا غازی بن کر واپس آتا ہے ہے

ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

(حال و مقام، ب ج، ۱۵۶)

مُلّا زادۂ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض: یہ ارمغانِ حجاز میں اقبال کی انیس نظموں کا ایک عنوان ہے ان نظموں میں انھوں نے کشمیری مسلمانوں کو زندگی کے مختلف مفید پہلوؤں سے آگاہ کر کے اپنی خودی کو بلند کر کے انقلاب برپا کرنے پر آمادہ کیا ہے۔

ملا زادہ ضیغم ایک فرضی نام ہے۔ چونکہ ضیغم شیر کو کہتے ہیں، اور علامہ مخاطب کشمیریوں میں شیر کی سی جرأت پیدا کرنا چاہتے ہیں اس لیے بطور تفاؤل انھوں نے یہ نام منتخب کیا۔

لولاب سری نگر اور بارہ مولا کے درمیان کی وادی کا نام ہے جو ہمیشہ سے علماء کا مرکز رہی ہے اس لیے انھوں نے اپنے مفروض مخاطب کو ایک تعلیم یافتہ گھرانے کا فرد قرار دیا ہے۔

پہلی نظم کا خلاصہ۔ اگر ملا اور اس کی مسجد انقلابی سرگرمیوں سے محروم ہو تو یہ بندۂ مومن کی موت ہے،

ــــ یہ مونث ہے مگر علامہ نے مذکر لکھا ہے۔

کشمیریوں میں مدت سے ایسا بندۂ مومن مفقود و نایاب ہے۔

دوسری نظم کا خلاصہ ۔ غلامی ، دم نکل جانے سے بھی زیادہ سخت موت ہوتی ہے ۔ تم اس لیے غلام ہو کہ تمہارے دل میں خودی کی جگہ نہیں۔

تیسری نظم کا خلاصہ ۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ کشمیر، جو اپنے باشندوں کی نفاست ، دانشمندی اور شائستگی میں چھوٹا ایران کہلاتا ہے آج غلامی کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے، لیکن مایوس نہ ہونا چاہیے دیر آید درست آید۔

چوتھی نظم کا خلاصہ ۔ غلام قوم جب ظالم کے ظلم سے تنگ آجاتی ہے تو آخر انقلاب کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور حکومت کے بت کو پاش پاش کر کے دم لیتی ہے۔

پانچویں نظم کا خلاصہ ۔ اس تحریک کی طرف اشارہ کیا ہے جو ۱۹۳۰ء میں یہاں کے مسلمانوں نے اٹھائی تھی اور اس وقت یہ کمزور پرندے شاہین کی طرح طاقتور نظر آتے تھے جسے دیکھ کر ظالم خود بھی حیران تھا۔

چھٹی نظم کا خلاصہ ۔ روحانی ترقی جس پر انسان کی اصلی ترقی کا دارومدار ہے ۔ اس کی پہلی شرط آزادی ہے ۔ جو قوم آزاد نہیں ، اس کا تصوف اور انا الحق کے نعرے سب بے اثر اور بے سود ہیں ۔

ساتویں نظم کا خلاصہ ۔ اے کشمیری مسلمان اب وقت کا تقاضا یہ ہے کہ تو خود اپنی ہستی میں انقلاب پیدا کر اور خانقاہ (یعنی بے عملی) کو چھوڑ کر ویسی قربانیاں پیش کر دے جیسی امام حسین علیہ السلام نے پیش کی تھیں ۔ اس خانقاہ نے تجھے جو ترک دنیا (یعنی بے عملی) کا درس دیا ہے وہ اسلام کے خلاف اور پوری قوم کی موت کا مترادف ہے ۔

آٹھویں نظم کا خلاصہ ۔ اے کشمیری مسلمان دل ایک مضغۂ گوشت کا نام نہیں ۔ بلکہ دل کے اصلی معنی ہوتے ہیں انسان کا بلند حوصلہ ۔ یہ حوصلہ اپنے صبح و شام خود پیدا کرتا ہے، شمس و نجوم کا محتاج نہیں ہوتا تیرے دل میں سوزِ عشق ہے تو پھر تو سب کچھ کر سکتا ہے ۔

نویں نظم کا خلاصہ ۔ ملا اپنا سارا وقت کتابوں کے ورق الٹنے پلٹنے میں صرف کرتا ہے ۔ اس کا دل سوزِ عشق سے خالی ہے وہ قبر میں سو جانے کو موت خیال کرتا ہے ۔ اس کی نگاہ میں سلسلۂ روز و شب کا نام زندگی ہے ۔ دراصل زندگی سوزِ دل کی اس چنگاری کا نام ہے جو دل سے نکلے تو زمین پر آفتاب پیدا کر دے اور کائنات عالم میں ہر طرف روشنی پھیلا دے ۔

دسویں نظم کا خلاصہ ۔ آزاد اور غلام میں بڑا فرق ہے آزاد کے دل میں بے پناہ قوت ہوتی ہے اور غلام کا دل ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ جاتا ہے ۔ غلام گردشِ افلاک کا بندہ اور مطیع ہوتا ہے مگر آزاد افلاک کا مالک ہوتا ہے یعنی ان کی گردش کا رخ اپنے عمل سے جدھر چاہے پھیر دے ۔

گیارھویں نظم کا خلاصہ ۔ اس وقت یہاں جتنے علما و جہلا ہیں سب خودی سے نا آشنا ہیں مگر فطرت نے ان میں بڑی صلاحیتیں رکھی ہیں ، خدائے تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ جلد اس خطے میں کوئی ایسا مرد مومن پیدا کر دے جو حضرت کلیم کی طرح طور کی تجلیات سے لوگوں کے دل روشن کر دے ۔

بارھویں نظم کا خلاصہ ۔ جو قومیں زندہ (یا باعمل) ہوتی ہیں وہ بڑے بڑے معرکے سر کر لیتی ہیں ، وقت آ گیا ہے کہ کشمیریوں کا مستقبل روشن ہو ۔ جو انقلاب آنے والا ہے وہ کسی کے روکے رک نہیں سکتا ۔ وولر (یعنی کشمیر) کے کنارے کے باشندوں کی عملی قوت (جو ان کی خضر ہے) سوچ رہی ہے کہ کب اور کس طرح انقلاب پیدا کرے ۔

تیرھویں نظم کا خلاصہ ۔ دنیا میں سرگرم عمل قوموں کی نشانی یہ ہے کہ صبح و شام ان کے حالات (ترقی کے باعث) بدلتے رہتے ہیں ۔ جو انسان خودشناس ہو اس کی خودی بیدار ہو جاتی ہے اور یہ خودی عقل سے نہیں بلکہ عشق خدا اور رسول سے بیدار ہوتی ہے ۔

چودھویں نظم کا خلاصہ ـ یہ کیا غضب ہے کہ تو زمانے کی روش اختیار کر کے ابن الوقت بنا جاتا ہے بجھے چاہیے کہ دنیا کو اپنے سانچے میں ڈھالے۔ یہ بات تجھے جنیدؒ کا دل اور امام غزالی و امام رازی کی سی نگاہ حاصل ہونے کے بعد میسّر ہو سکتی ہے۔ لیکن تو فلسفۂ الہیات کے مسئلوں میں نہ الجھ زمین کے حالات درست کر۔ مجھے دیکھ کہ میں سلاطین عالم کے خوف سے حق بات کہنے میں دریغ نہیں کرتا۔ افسوس کہ میرے پاس سمرقند و بخارا کی ولایت نہیں ہے ورنہ میں کشمیری مسلمان کو جو میرا محبوب ہے یہ دونوں بخش دیتا، اب اس کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں کہ محبوب کے حق میں دعاے خیر کروں۔ یاد رہے کہ یہ تخیل حافظ شیرازی کے ایک مشہور شعر سے ماخوذ ہے۔

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

یعنی اگر میرا محبوب میرا دل اپنے ہاتھوں میں لے لے تو میں اس کے رخسار کے ایک سیاہ تل کی قیمت میں اسے سمرقند اور بخارا کی ولایتیں بخش دوں۔

پندرھویں نظم کا خلاصہ ـ مغربی قومیں مادہ پرست ہیں اس لیے ان کی ذہنیت تاجرانہ ہو گئی ہے۔ مشرقی قومیں (ہندو وغیرہ) اہنسا کے پجاری ہیں۔ اب رہے مسلمان! وہ قسمت کا بہانہ کر کے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ حکومت نے زبانوں پر پابندی لگا رکھی ہے کہ کوئی کچھ انقلابی کلمہ زبان سے نکالے تو جیل چلا جائے۔ لیکن یہ نکتہ نہ بھولنا چاہیے کہ غلام قوم پر زمین تنگ ہو جائے تو مایوس نہ ہو۔ پرواز کے لیے آسمان وسیع فضا خالی پڑی ہوتی ہے۔ یہ سب اشارات اس بات کے لیے ہیں کہ جو ہو سو ہو انقلاب کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔

سولھویں نظم کا خلاصہ ـ اے پھولوں کی سرزمین (کشمیر) تیرے گل لالہ، ہمارے خونِ دل کی تصویر ہیں۔ یعنی تیری بہاروں کو دیکھ کر ہمارا دل خون ہوا جاتا ہے کہ مالک ان کا تو ہے اور غیر قوم (برطانیہ) ان سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ یاد رکھ! قسمت انسان کے عمل کا نام ہے جس کی قسمت بُری ہو اسے سمجھنا چاہیے کہ یہ اس کی بے عملی کا نتیجہ ہے۔ تو دوسروں کے لیے دوشالے تیار کرتا ہے اور تیرے بچے سردی سے کانپ رہے ہیں۔ ان کلمات سے اقبال نے ان کی غیرت کو جگا کر تڑپنے اور انقلاب کے لیے اٹھنے کا احساس دلایا ہے۔

سترھویں نظم کا خلاصہ (جو صرف ایک شعر پر مشتمل ہے) جو اپنی خودی سے باخبر ہو جائے اسے جسم و جان کا ہوش نہیں رہتا، وہ مرد مجاہد بغیر زرہ پہنے ہی جہاد کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ یعنی انقلابی کوشش کے لیے کسی ساز و سامان کی ضرورت نہیں۔

اٹھارھویں نظم کا خلاصہ (جو ایک فارسی شعر پر مشتمل ہے) ـ اگر تو اپنے اسلاف کی شان و شوکت اور خوش حالی کی زندگی چاہتا ہے تو ان کا سا حوصلہ پیدا کر جو بلند ارادے اور عشق کی لگن سے نصیب ہوتا ہے۔

انیسویں نظم کا خلاصہ ـ یہ اشعار اقبال نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے اپنی قوم کے سامنے آخری اپیل کے طور پر پیش کیے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں مسلمانوں میں اب تک اجنبی ہوں کوئی میری بات نہیں سنتا ورنہ سینوں میں قیامتیں برپا ہو جاتیں۔ اے قوم والو یاد رکھو کہ میرا کلام "تیشہ و سنگ" کا مصداق نہیں بلکہ "تیشہ و جگر" کا مصداق ہے۔

آخری شعر مرزا جان جاناں مظہر کا ہے جو بیاض خریطۂ جواہر سے لے کر اقبال نے تضمین کیا ہے۔

مُلّا عرشی: رک تعلیم اور اس کے نتائج جس کے تحت یہ درج ہے۔

(ب د، ۲۰۹)

مَلّاح (ع) صفت: کشتی چلانے والا ۔

ہوا ہے مَوج سے مَلّاح جس کا گرمِ ستیز

(کنار راوی، ب د، ۹۵)

مُلاقات (ع) مونث: جان پہچان، میل ملاپ، دوستی ۔

تھی رند سے زاہد کی ملاقات پرانی
(زہد اور رندی ، ب د ، ۵۹)

مَلال (ع) مذکر : رنج و غم ، تکلیف ہے
ساغر بادۂ ملال ہے تو
(یتیم کا خطاب ، ب ا ، ۵۸)

مَلامَت (ع) مونث : برا بھلا کہنے یا جھڑکنے کا عمل ، لعن طعن ہے
ملامت کرنا ان کو پیسٹ کی ریتیں نرالی ہیں
(ب ا ، ۵۸)

مِلانا (ا) : میل ملاپ کرا دینا ہے
بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقش دوئی مٹا دیں
(نیا شوالا ، ب د ، ۸۸)

مِلاوا (ا) مذکر : مخلوط ہونے کی کیفیت ، میل ہے
یاس و امید کا ملاوا ہے
(یتیم کا خطاب ، ب ا ، ۶۷)

مَلائِک (ع) مذکر : مَلَک (ک) کی جمع ہے
سکھائی تجھ کو ملائک نے رفعتِ پرواز
(حضورِ رسالتمآب میں ، ب د ، ۱۹۷)

مُلّائی (ع ف) مُلّا (ک) + ئی (لاحقۂ کیفیت) : مسجد میں امامت کرنے اور بچوں کو پڑھانے کا کام ہے
زجاج گر کی دکان شاعری و مُلّائی
(جنون ، ض ک ، ۱۰۱)

مُلائِم[۵] (ع) صفت : نرم ہے
ہو جانئے ملایم تو جدھر چاہے اسے پھیر
(نصیحت ، ض ک ، ۱۵۴)

مَلبُوس (ع) مذکر : لباس ، پہننے کے کپڑے ہے
جان لاغر و تن فربہ و ملبوس بدن زیب
(ابلیس کی عرضداشت ، ب ج ، ۱۶۲)

مِلّت (ع) مونث : قوم ہے
فدا ہو ملت پہ یعنی آتش زن طلسم مجاز ہو جا
(پیام عشق ، ب د ، ۱۳۰)

مِلّتِ آدم : مراد کل انسانوں کی ایک قوم ہے
اسلام کا مقصود فقط ملت آدم
(مکہ اور جنیوا ، ض ک ، ۵۸)

مِلّتِ بَیضا[۶] (ع ع) مونث ، ملت + اضافت + بیضا (= روشن) : امتِ مسلمہ کی روداد ماضی کا آئینہ دار ، اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ امت کا شاندار ماضی میدانِ جنگ اور فتوحات میں گزرا . چاند اپنی خنجر نما شکل سے اس تلوار کی یاد تازہ کرتا ہے جو فتوحات میں کام آئی ہے
سرگذشت ملت بیضا کا تو آئینہ ہے
(غرۂ شوال ، ب د ، ۱۸۱)

مِلّت و آئِین (ع ف) مونث نیز مذکر ، ملت + و (عطف) + آئین (= دستور) : قومیت اور رسم و رواج ہے
امتیازِ ملت و آئین کے دیرانے ہیں کیا
(شفاخانۂ حجاز ، ب د ، ۲۹)

مِلّت میں گم ہو جا : یعنی امت اسلامیہ میں مل کر یہ بھول جا کہ تو کس نسل یا ملک سے ہے اور اپنے کو صرف مسلمان سمجھنے لگ ہے
بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
(طلوع اسلام ، ب د ، ۲۷۰)

مِلّت (ا) مونث ، میل ملاپ ، دوستی ہے
اس قدر حد سے زیادہ بھی نہ ملت چاہیے
(بچوں کے لیے چند نصیحتیں ، ب ا ، ۴۴)

مُلتَفِت (ع) صفت : التفات اور توجہ کرنے والا ہے
وہ ملتفت ہوں تو کنج قفس بھی آزادی
(۱۹ ، ب ج ، ۴۲۶)

مَلَک (ع) مذکر : فرشتہ (ک) ہے
جس کی غفلت کو ملک روتے ہیں وہ غافل ہوں میں
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۷)

مَلَکُ المَوت (ع ع ع) مذکر ، ملک (= فرشتہ) + ال (سابقۂ تعریف یا معرفہ) + موت (ک) : موت

---

[۵] عربی میں ملائم

[۶] عربی میں بیضاء .

کا فرشتہ جس کا نام عزرائیل ہے اور جسے قابضِ ارواح بھی کہتے ہیں ہے

پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملکُ الموت

(لاگرون کی آخری نصیحت، ب ج، ۱۶۷)

مَلَک سرشت (ع - ف) صفت، ملک + سرشت: فرشتوں کے سے ضمیر والا، پاک و پاکیزہ دل ہے

اس دلیس میں ہوتے ہیں ہزاروں ملک سرشت

(رام، ب د، ۱۷۷)

مِلک (ع) مونث: ملکیت (وہ چیز جس کا کوئی خود مالک ہو اس کی ملک ہے)

مِلکِ یمین (ع - ع) مونث، ملک + یمین (= دایاں ہاتھ) : (عربی روزمرہ میں) غلام یا کنیز ہے

ملکِ یمین و درہم و دینار و رخت و جنس

(صدیق رضؓ، ب د، ۲۲۴)

مُلک (ع) مذکر: علاقہ، مملکت، سرزمین، تقسیم جغرافیائی ہے

ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار

(مذہب، ب د، ۲۴۸)

مُلکِ دکن: نظام حیدرآباد کی ریاست ہے

تو دیکھیں گے اک بار ملک دکن بھی

(ب ا، ۵۷۸)

مَلِک قمّی: ترک مسلمان اور تعلیم جدید جس کے تحت یہ درج ہے۔

(ب د، ۲۴۲)

: ایران کے شہر قم اور قزوین کا تعلیم یافتہ ایک شاعر جو دسویں صدی ہجری کے آخر میں دکن چلا آیا اور یہاں بیجا پور میں ابراہیم عادل شاہ کے دربار سے وابستہ ہوگیا

(تضمین بر شعر ملک قمی، ب د، ۲۴۲)

مِل کر (ار) : ایکا کرکے، یکجا ہو کے ہے

چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرز فغاں میری

(تصویر درد، ب د، ۶۸)

مَلَکُوتی (ع ف) صفت، ملکوت (= فرشتوں کے رہنے کا مقام، عالم بالا) + ی (لاحقۂ نسبت): عالمِ قدس یا عالمِ ارواح کا ہے

فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہر ملکوتی

(۱۶، ب ج، ۲۰۰)

مِلَل (ع) مونث: ملت (رک) کی جمع ہے

ہے بد آموزی اقوام و ملل کام اس کا

(ملا اور بہشت، ب ج، ۱۱۸)

مِلنا (ار)

: ہاتھ آنا، نظر آنا ہے

اندھیرا ہے اور راہ ملتی نہیں

(زماں کا خواب، ب د، ۳۶)

: حاصل ہونا ہے

جہاں سے ملتی ہے اقبال روح قنبر کی
مجھے بھی ملتی ہے روزی اسی خزینے سے

(غزلیات، ب ا، ۳۵۵)

: ملاقات کرنا، یکجا ہونا ہے

غیروں سے نہ ملیے تو کوئی بات نہیں ہے

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

مِلنا مِلانا (ار - ار) : ملاقات کرنا، صحبتیں گرم کرنا ہے

ساتھی جو ہیں پرانے ان سے ملوں ملاؤں

(پرندے کی فریاد، ب ا، ۲۸۷)

مُلُوک (ع) مذکر: ملک (= بادشاہ) کی جمع ہے

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک

(۹، ب ج، ۲۳)

مُلُوکانہ (ع ف) صفت، ملوک (ملک = بادشاہ) کی جمع + انہ (لاحقۂ نسبت) : بادشاہوں کا، شاہانہ ہے

گو فقر بھی رکھتا ہے انداز ملوکانہ

(۲، ب ج، ۲۹۶)

مُلُوکیّت (ع ع ع) مونث، ملوک (رک) + یّ (لاحقۂ نسبت + ت (لاحقۂ کیفیت) : بادشاہت، حکومت ہے

باقی نہیں دنیا میں ملوکیت بر دبیر

(سلطانی جاوید، ض ک، ۱۴۸)

مُلوکیت کا اک پَردہ : یعنی جمہوریت کا جو ڈھونگ آج کل رچایا جا رہا ہے وہ بھی دراصل مُلوکیت کا کھیل ہے جو جمہوریت کی آڑ میں کھیلا جا رہا ہے ؎

جو مُلوکیت کا اک پردہ ہو کیا اس کا خطر

(سپہ سالارِ ستیر، ا ح ۶۷)

مِلّی (ع ف) صفت ، مِلّت (رک بحذفِ ت) + ی (لاحقۂ نسبت) : ملت یا قوم سے تعلق رکھنے والا ، قومی

(ترانۂ ملی ، ب د، ۱۵۱)

مِلی نِگاہ (ار ف) : روشنی ملی (ستارے کی روشنی کا نگاہ سے استعارہ کیا ہے) ؎

ملی نگاہ مگر فرصتِ نظر نہ ملی

(اخترِ صبح ، ب د، ۱۱۵)

مَمات (ع) مونث ، موت

سلسلۂ روز و شب اصلِ حیات و ممات

(مسجدِ قرطبہ ، ب ج ، ۹۳)

مِمبَر (انگ) مذکر : کسی کمیٹی یا ادارے کا رکن (چاہے وہ سرکاری ہو یا نجی)

مِمبَری (ار) مونث : کسی کمیٹی یا ادارے کی رکنیت ؎

کونسل کی ممبری کے لیے ووٹ چاہیے گی

(ظریفانہ ، ب د، ۲۸۴)

مَمدُوح (ع) صفت : جس کی تعریف کی جائے ، جو لائقِ تعریف ہو ؎

کیا ہے آنکھ نے ممدوح انتخاب اُلیا

(خیرِ مقدم ، ب ا، ۵۸)

مُمکِن (ع) صفت

: ہو سکنے والی بات ؎

لطفِ گویائی میں تیری ہمسری ممکن نہیں

(مرزا غالب ، ب د، ۲۶)

: ذاتِ باری کے علاوہ کل موجودات میں سے ہر ایک

مُمکِنات (ع ع) مذکر ، ممکن (= ذاتِ باری کے علاوہ ہر ایک موجود اور مخلوق) + ات (لاحقۂ جمع)

: کل موجودات و مخلوقات ؎

جس سے دکھاتی ہے ذات زیر و بمِ ممکنات

(مسجدِ قرطبہ ، ب ج ، ۹۳)

: جتنی شکلیں یا جتنے پہلو ممکن ہیں

(رک ممکناتِ زندگانی)

مُمکِناتِ زِندگانی (ع ف) مونث ، ممکنات (= جتنی صورتیں ممکن ہیں) + اضافت + زندگانی (رک) : ترقی کی جتنی شکلیں ممکن ہیں ؎

تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی

(طلوعِ اسلام ، ب د، ۲۶۹)

مَملَکَت (ع) مونث : بادشاہت ، حکومت ، سلطنت ؎

وہی ہے مملکتِ صبح و شام سے آگاہ

(آگاہی ، ض ک ، ۷۰)

مَمنُون (ع) صفت : احسان مند ؎

شوخ یہ چنگاریاں ممنون شب ہے جن کا سوز

(والدۂ مرحومہ ، ب د، ۲۳۲)

مَمنُونِ زَباں (ع ف) صفت ، ممنون + اضافت + زبان (رک) : زبان کی احسان مند

مَمنُونِ زَباں نہ ہونا : بیان میں نہ آنا ، الفاظ کے سانچے میں نہ ڈھلنا ، بیان نہ ہو سکنا ، بیان کے لیے لفظ نہ ملنا ؎

اک یتیمی ہے کہ ممنونِ زباں ہوتی نہیں

(نالۂ یتیم ، ب ا، ۲۴)

مَمنُونِ سَیرِ عَرصۂ ہَستی (ع ف ع ف ف) صفت ، ممنون (= احسان مند) + اضافت + سیر (= تماشا ، نظارہ) + اضافت + عرصہ (= میدان ، وسعت) + ۂ (علامتِ اضافت) + ہستی (دنیا ، موجودات) : میری نگاہِ معرفت اس وسیع مخلوقات کے نظارے کی احسان مند نہیں یعنی تجلیاتِ قدرت کے تماشے کے لیے مجھے سیرِ دنیا کی احتیاج نہیں ہوتی کیونکہ میں خود عالمِ صغیر ہوں) ؎

نظر میری نہیں ممنونِ سیرِ عرصۂ ہستی

(تصویرِ درد ، ب د، ۶۹)

مَمولا (ار) مذکر

: ایک چھوٹی سی کمزور چڑیا کا نام۔ یہاں انسان مراد ہے جو کائنات اور زمان و مکان کے مقابل بظاہر کوئی طاقت نہیں رکھتا ہے۔
لڑا دے ممولے کو شہباز سے
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

: مراد غلام قوم ہے۔
بہتر ہے کہ بیچارے ممولوں کی نظر سے
(ہندی مکتب، ض ک، ۸۰)

مَن (ا ر) مذکر: دل ہے۔
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

: نفس ہے۔
اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
(۷، ب ج، ۱۳)

مَناتی (ع ف) صفت، منات (= عرب کے ان تین بتوں میں سے ایک کا نام جن کی پرستش قبل از اسلام ہوتی تھی) + ی (لاحقۂ نسبت): بتوں سے تعلق رکھنے والا، مراد بت پرست (تب لات) ہے۔
آبا مرے لاتی و مناتی
(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۸۱)

مُناجات (ع) مونث: دعا ہے۔
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
(قطعہ، ب ج، ۷۹)

مُناجاتِ سَحَر (ـ ع) مونث، مناجات + اضافت + سحر (رک): صبح کے وقت کی دعا جو اکثر و بیشتر قبول ہوتی ہے۔
اے پیر حرم تیری مناجات سحر کیا
(محراب گل افغان، ۱۳، ض ک، ۱۷۳)

مُناجاتی (ع ف) صفت، مناجات (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): دعا سے تعلق رکھنے والی، مراد خالصۃً للہ باری تعالیٰ کی طرف رجوع قلب اور اس کی عبادت ہے۔
دنیا ہے روایاتی عقبیٰ ہے مناجاتی
(محراب گل افغان، ۱۴، ض ک، ۱۷۴)

مَنار (ع) مذکر: اونچا ستون، لاٹ، پیل پایہ، کھم، مینار جس پر روشنی کے لیے چراغ وغیرہ جلاتے ہیں ہے۔
منار خواب گرشتہ سوار چغتائی
(کنار راوی، ب د، ۹۵)

مُناسِب (ع) صفت: بہتر، ضروری ہے۔
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی
(۸، ب ج، ۱۲)

مَناصِب (ع) مذکر: منصب (= عہدہ) کی جمع۔
مناصب (ض ک، ۱۳۹)
: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ان مسلمانوں کی غیر اسلامی فکر اور عمل پر اظہار افسوس کیا ہے جو منصب حاصل کرنے کے لیے قوم کے خلاف عمل سے بھی نہیں چوکتے
(ض ک، ۱۳۹)

مَناظِر (ع) مذکر، منظر (= سماں) کی جمع ہے۔
مناظر دلکشا دکھلا گئی ساحر کی چالاکی
(تہذیب حاضر، ب د، ۲۳۵)

مَنانا (ا ر): روٹھے کو راضی کرنا، رضامند کرنا ہے۔
تسلیاں دے رہی ہیں حوریں خوشامدوں سے منا منا کر
(نعت، ب ا، ۴۰۰)

مِنْبَر (ع) مذکر: لکڑی یا اینٹوں کا وہ زینہ جس پر امام جماعت خطبہ پڑھتا ہے یا وعظ کہتا ہے ہے۔
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب
(۱۳، ب ج، ۳۶)

: مراد علمائے ظاہر ہے۔
رقابت علم و عرفاں کی غلط فہمی ہے منبر کی
(۱، ب ج، ۲۳)

مِنَّت (ع) مونث: احسان، کسی کے ساتھ نیکی یا بھلائی کا برتاؤ۔

مِنَّت پذیر (ع ف) صفت، منت + پذیر (رک): احسان مند ہے۔
منت پذیر نالۂ بلبل کا تو نہ ہو
(درد عشق، ب د، ۵۰)

: احسان مندی کا محتاج ، جسے اس بات کی ضرورت ہو کہ اس پر احسان کیا جائے ہے ۔

یہ آدمی ہے کہ گل ہے منت پذیر ہے سوزن رفو کا

(ب ا ، ۲۵۰)

منّت پذیرِ شانہ (ع ف ف) منت پذیر (رک) + اضافت + شانہ (= کنگھی جس سے بال سلجھاتے ہیں) : کنگھی کا احسان قبول کرنے والا ، ظاہر ہے کہ احسان وہی اپنے سر لے گا جو اس کا ضرورتمند اور محتاج ہو ، یعنی ابھی گیسوؤں کو سلجھائے جانے کے لیے شانے کی ضرورت باقی ہے ہے ۔

گیسوئے اردو ابھی منت پذیر شانہ ہے

(مرزا غالب ، ب د ، ۲۷۰)

منّت پذیرِ صُبحِ فردا (ـ ف ع ف) ، منت پذیر (رک) + اضافت + صبح (رک) + فردا (رک) : آنے والی کل کا احسان مند کیونکہ آفتاب ، آنے والی کل کی صبح کو پھر برآمد ہوگا ہے ۔

اور تو منت پذیر صبح فردا ہی رہا

(آفتاب صبح ، ب د ، ۴۹)

منّت پذیرِ مرہم (ـ ف ع) صفت ، منت پذیر (رک) + اضافت + مرہم (رک) : مرہم لگانے سے رو بہ شفا یا شفایاب ہے ۔

زخم منت پذیر مرہم ہے

(یتیم کا خطاب ، ب ا ، ۶۲)

منّت طلب (ـ ع) صفت ، منت + طلب (رک) : (مزید) احسان کی خواہشمند ہے ۔

ہے تری منت طلب میری بہار شاعری

(پیش کش بہ ... ، ب ا ، ۵۳۰)

منّت کش (ـ ف) صفت ، منت + کش (رک) : احسانمند ، ممنون ۔

اور منت کش ہنگامہ نہیں جس کا سکوت

(نوائے غم ، ب د ، ۱۲۵)

منّت کشِ ہنگامہ نہیں : ہنگامے کا ممنون کرم نہیں ، (سکوت) ہنگامے اور شور و غل سے نہیں ٹوٹتا ہے ۔

اور منت کش ہنگامہ نہیں جس کا سکوت

(نوائے غم ، ب د ، ۱۲۵)

منتر (ار) مذکر : وظیفہ ، ورد ، بول ہے ۔

پر صبح اللہ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے

(دنیا شوالا ، ب د ، ۸۸)

: وید (رک) کے ایک حصے کا نام

(ایک وید منتر کا ترجمہ ، ب ا ، ۲۲۱)

مُنتظَر (ع) صفت : جس کا انتظار کیا جائے ، مراد جلوۂ امام غائب جس کو دیکھنے کا ہر وقت انتظار ہے ۔ بعضوں نے اس سے خدا مراد لیا ہے مگر خدا کے دیکھنے کا کسی کو انتظار نہیں کیونکہ سب جانتے ہیں اس دنیا میں اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا ہے ۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں

(غزلیات ، ب د ، ۲۸۰)

مُنتظِر (ع) صفت : انتظار کرنے والا ، راستہ دیکھنے والا ، امیدوار ہے ۔

تیرے دیوانے بھی ہیں منتظر ہو بیٹھے

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۹)

منتظر رہ وادیِ فاراں میں ہو کر خیمہ زن : مکۂ معظمہ کی وادی فاران (رک) میں ظہور امام کا انتظار کر جو وہیں کعبۃ اللہ میں اذان دے گا اور نماز پڑھائے گا (جبکہ خضر و مسیحا اس کی جماعت میں شریک ہوں گے)

(کفر و اسلام ، ب د ، ۲۴۰)

مُنتقِل (ع) صفت : ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ، یعنی بلغاریوں کے لشکر سے ترکوں کے لشکر کے قبضے میں ہے ۔

ہر شے ہوئی ذخیرۂ لشکر میں منتقل

(محاصرۂ ادرنہ ، ب د ، ۲۱)

منٹ (انگ) مذکر : ایک گھنٹے کا ساٹھواں حصہ ، لمحہ ہے ۔

چھپانا چاہے جو کوئی دس منٹ کا کام ہے

(دین و دنیا ، ب ا ، ۱۰۸)

مَن جانا / منا (ار) : روٹھنے کے بعد راضی ہو جانا ہے ۔

کیا تماشا ہے ردی کاغذ سے من جاتا ہے تو
(طفل شیر خوار، ب د، ۷۶)

مُنَجِّم (ع) صفت: ستاروں کی رفتار کے مقررہ حساب سے زائچہ بنا کر آنے والی کل کے متعلق کوئی پیش گوئی کرنے والا، مراد فال وغیرہ کا کاروبار کرنے والے ملاحظہ
منجم کی تقویم فردا ہے باطل
(ملّازادہ ۱۲،۰۰۰، اح ، ۴۷)

مَنچلا (ار) صفت: نڈر، بیباک ہے
مسافر منچلے ہوتے ہیں کیا راہ محبت کے
(ب ا ، ۴۷)

مُنحَصِر (ع) صفت: موقوف، محدود ہے
میں نے کہا نہیں ہے یہ موٹر پہ منحصر
(موٹر، ب د، ۱۷۸)

اقبال نے اسے منحصر بھی نظم کیا ہے ہے
یہ وجود میر سلطان پر نہیں ہے منحصر
(پہلا شبیر ، اح ، ۷)

مَند (ف) لاحقہ: کلمات کے آخر میں آتا ہے اور صاحب یا خداوند کے معنی دیتا ہے (رک بہرہ مند)

مَندِر (ھ) مذکر: بت خانہ، ہندوؤں کے پوجاپاٹ کی جگہ ہے
مندر سے تو بیزار تھا پہلے ہی سے بدری
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

مُندَمِل (ع) صفت: زخم جو انگور لائے، گویا بھرنے والا ہے
مندمل زخم دل بنگال آخر ہو گیا
(ب د، ۲۶۳)

مُندَمِل زخمِ دلِ بنگال آخر ہو گیا: اس مصرع سے جو قطعہ شروع ہوتا ہے وہ علامہ نے عطیہ بیگم کو ایک خط میں لکھا تھا چنانچہ ان کے مجموعے میں یہ قطعہ موجود ہے۔
(ب ا ، ۲۶۳)

مَنزِل (ع) مونث
: راہ، مراد شعبہ ہے

منزل صنعت کے رہ پیما ہیں دست و پائے قوم
(شاعر، ب د ، ۱۶۱)

: جہاں جانا مقصود ہو، مراد وصال محبوب ہے
منزل کا اشتیاق ہے گم کردہ راہ ہوں
(شمع، ب د، ۴۶)

مَنزِل کرنا: ٹھہر جانا، مراد کسی عقیدے کو قبول کرنا ہے
کرلے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
(پنجابی مسلمان، من ک ، ۶۱)

مَنزِل گَہ (ع-ف) ظرف، منزل + گہ (= جگہ، مقام)
: منزل ہے
طوف منزل گہ زمیں کے لیے
(یتیم کا خطاب ، ب ا ، ۵۰)

مَنزِلِ مَقصُود (ع-ع) مونث، منزل + اضافت + مقصود (= جس کا مقصد کر کے چلے ہوں) : اصل مقصد، اصل مراد ہے
کہ سمجھے منزل مقصود کاروان مجھ کو
(التجائے مسافر، ب د، ۹۴)

مَنزِل نہ کر قبول: یعنی دنیا سے دل نہ لگا ہے
ذرّہ نور د شوق ہے منزل نہ کر قبول
(سلطان ٹیپو کی وصیت ، من ک ، ۷۲)

مُنشی (ع) مذکر: لکھنے والا، محرر۔

مُنشیِ قُدرَت (ع-ع) مذکر: قدرت سے اس جگہ، خدا، مراد نہیں لے سکتے کیونکہ آگے اس کے ٹھوکر کھانے کا ذکر ہے جو خدا کے نام کے ساتھ کسی طرح موزوں اور درست نہیں۔ بنابریں منشی قدرت سے وہی منشی فلک، مراد ہوگا جسے عطارد کہتے ہیں ہے
منشی قدرت نگر کھا کر کہیں ٹھوکر گرا
(ماہ نو ، ب ا ، ۱۱۱)

مُنشی محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور: یہ اس فارسی قطعے کی سرخی ہے جس میں اقبال نے منشی صاحب مرحوم کی تاریخ وفات نظم کی ہے۔ مشکل لفظوں کا حل اس فرہنگ کے حصہ فارسی میں دیکھیے
(ب ا ، ۲۹۴)

مَنْصَب (ع) مذکر: رتبہ، عہدہ۔

مَنْصَب پَرَسْت (ع ف) صفت، منصب + پرست (رک): عہدے کی پرستش کرنے والا، جاہ پرست ع
خطاب ملتا ہے منصب پرست و قوم فروش
(قربِ سلطان، ب د، ۲۰۹)

مُنْصِف (ع) صفت: انصاف کرنے والا، انصاف کی بات کہنے والا ع
منصفوں کو اس کا آپ اقرار ہے
(ریزۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

مُنْصِفی (ع ف) مونث، منصف (= انصاف کرنے والا) + ی (لاحقۂ کیفیت): انصاف ع
جس نے پوری منصفی کی فطرتِ انسان کے ساتھ
(بلادِ اسلامیہ، ب ا، ۲۵۳)

مَنْصُور (ع) مذکر: مشہور خدا رسیدہ صوفی حسین بن منصور حلاج: رک دار و رسن ع
پوچھو جو تصوف کو تو منصور کا ثانی
(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)
: (صفت): اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کیا گیا، جس کی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمانے کا وعدہ کیا ہے، فتحمند ع
مذہب منصور ہے مقبول خاص و عام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۴)

مَنْطِق (ع) مونث
: عقلی دلیلوں سے استدلال کے قواعد و ضوابط کا علم ع
بیان اس کا منطق سے الجھا ہوا
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۴)
: معقول وجہ، سمجھ میں آنے والا سبب ع
شاید کوئی منطق ہو نہاں اس کے عمل میں
(تقدیر، ض ک، ۲۴)
: استدلال، دلیل ع
آپ کی منطق بھی حضرت قابلِ انعام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۴)

مَنْظَر (ع) مذکر: سماں، نظارہ، وہ کیفیت جو آنکھوں کو نظر آئے ع
منظر حرماں نصیبی کا تماشائی ہوں میں
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۱)

منظر وہ طلب کر کہ تری آنکھ نہ ہو سیر: مراد اس مسئلے پر غور کر جسے دیکھ کر تیری آنکھ مزید اور پھر مزید دیکھنا چاہے (اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ حکومت کی پیچ در پیچ پہلوؤں کو سمجھنے کی کوشش کر)
(نصیحت، ض ک، ۱۵۴)

مَنْظُور (ع) صفت: پسند، قبول، مقصود، مطلوب ع
سوز باتوں پر بھی خاموشی تجھے منظور ہے
(گل رنگیں، ب د، ۲۴)

مَنْظُوم (ع) صفت: نظم کیا ہوا، نظم میں لکھا ہوا
(خطِ منظوم، ب ا، ۱۹۳)

مُنْعِم (ع) صفت: دولتمند ع
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا
(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

مَنْفَعَت (ع) مونث: نفع، فائدہ ع
منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۲)

مِنْقار (ع) مونث: چونچ (ذیل کے مصرع میں منقار کو غنچے سے تشبیہ دی ہے) ع
بوئے گل لپٹی ہوئی ہے غنچۂ منقار میں
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۵)

منقارِ ہوس تیز کرنا (ع ف ا ر) منقار + اضافت + ہوس (= لالچ) + تیز (= چاق، تیار) + کرنا (= عمل میں لانا): لالچ کو چونچ سے تشبیہ دی ہے) ع
نہ کر بے کس پہ منقارِ ہوس تیز
(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۹۲)

مُنْکِر (ع) صفت: انکار کرنے والا، نہ ماننے والا ع
شکوۂ عید کا منکر نہیں ہوں میں لیکن
(ملا زادہ، ۱۳، ا ح، ۴۳)

مَنگانا (ا ر): طلب کرنا، بلانا، بلوا لینا ع

کرایے پر منگاؤں گا کرئی افغان سرحد سے

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

منم کہ توبہ نہ کردم ز فاش گوئی ہا

ز بیم این کہ بسلطاں کنند غمازی

: میں ایسا شخص ہوں جس نے اس خوف سے کہ لوگ حکام سے میری چغلیاں کھائیں گے صاف صاف (انگریزوں کی اسلام دشمنی کا حال) کہنا ترک نہیں کیا

(ملا زادہ، ۱۴، ا ح، ۴۴)

مَن و تُو (ف ف) ضمیر، من (= میں) + و (عطف + تُو (= مخاطب): میں اور تُو، مراداً خود میں اور دوسرے میں فرق و تفریق کا عمل ہے

اصل کشاکش من و تو ہے یہ آگہی

(شیخ، ب د، ۴۵)

مُنَوَّر (ع) صفت، روشن، نورانی ہے

شیخ حرم سے جو منور ہو یہ وہ محفل نہ تھی

(نانک، ب د، ۲۳۹)

مُنْھ (ار) مذکر: چہرہ، زبان، ہونٹ۔

مُنْھ بند کرنا: بولنے اور بات کرنے سے روکنا

(۱۹، ب ج، ۲۱)

مُنْھ پھٹ (ار ار) جس کے منھ کو لگام نہ ہو، کھری بات کہنے والا، سچ بولنے میں تیغ برہنہ ہے

تو پھر بیگانہ سن کے کہنے لگا کہ منھ پھٹ ہے خوار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

مُنْھ پھیرنا (ار): ناراضی یا بے توجہی سے منھ کو مخاطب کی طرف سے دوسری طرف موڑ لینا ہے

دیا اس نے منھ پھیر کر یوں جواب

(ماں کا خواب، ب د، ۳۶)

مُنْھ سنبھال کے بولنا: زبان کو قابو میں رکھ کے بولنا، بولتے وقت منھ کو لگام دینا، سوچ سمجھ کے بات منھ سے نکالنا ہے

کہنے لگے کہ بول ذرا منھ سنبھال کے

(ب ا، ۲۹۰)

مُنْھ سنبھالنا (ار ار): سوچ سمجھ کر بات کہنا، تہذیب سے بولنا ہے

کہا یہ سن کے گلہری نے منھ سنبھال ذرا

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

مُنْھ کی کھانا (ار): شکست پانا، ہار جانا ہے

عقل کی فوج نے ہر جنگ میں منھ کی کھائی

(ب ا، ۴۳۰)

مُنْھ موڑنا (ار): رک منھ پھیرنا ہے

اچھا نہیں ہے منھ کو رفاقت سے موڑنا

(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو، ب ا، ۵۴)

مُنْھ میں گانا: زیر لب گنگنانا، اس طرح گنگنانا کہ بول صاف سمجھ میں نہ آسکے ہے

کھیت سے آتا ہے دہقاں منھ میں کچھ گاتا ہوا

(خفتگان خاک سے استفسار، ب ا، ۲۸۸)

مُو (ف) مذکر، بال (رک پریشاں مُو)۔

مُوئے میان (ـ ف ف) مذکر، مو + ے (علامت اضافت) + میان (= کمر): کمر کا بال ہے

جو درحقیقت میں کبھی موئے میان یار کو دیکھا

(ب ا، ۳۸۳)

مُوا (ار): مرنا مصدر (= فوت ہونا) سے فعل ماضی عورتیں جب کسی سے ناراض ہوتی ہیں تو یہ لفظ کم بخت، بدنصیب کے معنی میں بولتی ہیں ہے

مجھ سے کرتا ہے یہ موا ان بن

(ایک گائے اور بکری، ب ا، ۵۵۸)

مُوافِق (ع) صفت: مطابق، مناسب، طبیعت اور مزاج کو راس آنے والا ہے

تیرے موافق نہیں خانقہی سلسلہ

(۵۳، ب ج، ۲۷)

مَوت (ع) مونث، جسم سے روح نکل جانے کی صورت حال، مرجانے کا عمل ہے

موت کہتے ہیں جسے اہل زمیں کیا راز ہے

(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)

؛ مراد شہادت ہے

موت کے آئینے میں تجکو دکھا کر رخِ دوست

(امامت، ض ک، ۵۸)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ موت جس سے لوگ ڈرتے ہیں دراصل خودی کی منزلوں میں سے ایک اعلیٰ منزل ہے جو ابد تک روح انسانی کے سرور کا باعث ہوتی ہے

(ض ک، ۲۴۶)

موت اک مقام حیات ہے: مراد یہ ہے کہ جس کی خودی زندہ ہے اس کی موت کے بعد حیات جاوداں شروع ہوتی ہے (اور عشق موت کے ذریعے سے خودی کے ثبات کی آزمائش کرنا چاہتا ہے) ؎

خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقام حیات

(مسعود مرحوم، ا ح، ۲۵)

موت کا زہراب: موت (رک) کو زہراب (رک) سے تشبیہ دی ہے ؎

موت کے زہراب میں پائی ہے اس نے زندگی

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۹۱)

موت کی ظلمت میں الخ: ان الفاظ سے ایک نظم کا آغاز ہوتا ہے جو مخزن (فروری ۱۹۰۳ء) سے باقیات میں نقل کیا گیا ہے

(ب ا، ۲۹۹)

موت ہے عیش جاوداں: (ف ا ر ع) موت (رک) + عیش (رک) + اضافت + جاوداں (رک): ایسا جاودانی عیش موت کے برابر ہے ؎

موت ہے عیش جاوداں ذوق طلب اگر نہ ہو

(طلبۂ علیگڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

موتی (ار) مذکر: گوہر، مروارید مراد اہل جوہر و صاحب کمال شاعر و عالم ؎

تجھ میں پنہاں کوئی موتی آبدار ایسا بھی ہے

(مرزا غالب، ب د، ۲۰۷)

موٹر (انگ) مذکر: پٹرول سے سڑک وغیرہ پر چلنے والی کار: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ اس نظم کی وجہ تصنیف یہ ہے کہ ایک دفعہ علامہ اپنے ایک دوست نواب سر ذوالفقار علی خان مرحوم کی موٹر میں سیر کو گئے۔ سر جگندر سنگھ اور مرزا جلال الدین بیرسٹر بھی ہمرکاب تھے۔ یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب موٹر کاروں سے گھڑگھڑاہٹ کی کافی آواز نکلتی تھی۔ یہ موٹر چونکہ بہت قیمتی تھی، اس سے آواز نہیں نکلتی تھی۔ اس گاڑی کا نام TALBOT تھا اور نواب صاحب نے ۱۹۱۱ میں منگوائی تھی۔ سر جوگندر نے تھوڑی دور چل کر کہا کہ نواب صاحب کی موٹر کس قدر خاموش ہے۔ علامہ نے یہ فقرہ سن کر ذہن میں محفوظ رکھا اور دوسرے دن یہ نظم کہی، جس کا ماحصل یہ ہے کہ جادۂ حیات میں ہر تیزپا خاموش ہے (رک ذوالفقار علی خاں، جگندر سنگھ)

(ب د، ۱۷۸)

موج (ع) مونث: پانی کی لہر ؎

گر ترونسیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: ہوا کا ہلکا سا جھونکا ؎

موج مضطر توڑ کر تعمیر کرتی ہے حباب

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۱)

موج پریشاں خاطر: استعارۃً ہے ؎

یہ موج پریشاں خاطر کو پیغام لب ساحل نے دیا

(غزلیات، ب د، ۲۷۷)

موج تند جولاں (ف ع) مونث، موج + تند (= تیز، سخت) + جولاں (= کودنا، اچھلنا): تیزی اور سختی کے ساتھ اچھل اچھل کر بڑھنے والی موج (جنگ عالمگیر کی طرف اشارہ ہے جو اس نظم کے ۳۹ سال بعد شروع ہو گئی تھی) ؎

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی

(ا ا ب د، ۲۴۲)

موجِ دریا (ف) مونث، موج + اضافت + دریا (= سمندر): مراد طوفان مصائب ؎

ہٹوں مرید خاندان خفتہ خاک نجف
موج دریا آپ ہے جاتی گی ساحل پر مجھے

(برگِ گل، ب ا، ۱۷۲)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے موج کی روانی کو تڑپ سے تشبیہ دے کر (بطورِ حسنِ تعلیل) یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ موج اس لیے تڑپ رہی ہے کہ وہ اپنی روانی کی تنگ جگہ سے نکل جانے اور سمندر کی وسعت میں جا کر دم لینے کی خواہشمند ہے۔ دراصل انھوں نے یہ سب کچھ انسان کے عزم و عمل کو جھنجوڑنے کے لیے کہا ہے

(ب د، ۶۲)

: اس نظم کے دو بند بانگِ درا میں درج ہیں، تیسرا بند باقیاتِ اقبال میں نقل کیا گیا ہے مگر ماخذ کا ذکر نہیں۔

(ب ا، ۳۰۵)

موجِ دُودِ آہ (ـ ف ف) مونث، موج + اضافت + دُود (= دُھواں) + اضافت + آہ (رک): آہوں کے دھوئیں کی موجیں (جنھوں نے دل کے آئینے کو دھو کر چمکا دیا ہے)۔ (اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ ہجومِ غم میں رونے سے دل ہلکا ہو جاتا ہے) ؏
موجِ دُودِ آہ سے آئینہ ہے روشن مرا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۷)

موج زن (ـ ف) صفت، موج + زن (رک زن ۲): جوش مارنے والا ؏
ہائے وہ دن موج زن ہتے دل میں جب ارمان و صل

(عیشِ جوانی، ب ا، ۵۱۸)

موجِ صبا (ع ع) مونث، موج + اضافت + صبا (رک) ؏
جنبشِ موجِ صبا گہوارۂ جنباں ترا

(گلِ پژمردہ، ب د، ۵۱)

موجِ غم (ـ ع) مونث، موج + غم (رک غم): غم کو موج سے تشبیہ دی ہے جس کا سلسلہ موج کی طرح جاری ہے ؏
موجِ غم پر رقص کرتا ہے حبابِ زندگی

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۵)

موجِ مُضطر (ـ ع) مونث، موج + اضافت + مضطر (رک): (طوفان کی) وہ موج جس کی طغیانی کو کسی طرح قرار نہیں، مراد غیر مسلمین کی شورش ؏
موجِ مضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہو جائے گی

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۴)

موجِ نسیم (ـ ع) مونث، موج + اضافت + نسیم (رک): اپنے کلام کو موجِ نسیم سے تشبیہ دی ہے جس طرح نسیم پھول کھلاتی ہے اسی طرح کلام دلوں کو شگفتہ کرتا ہے ؏
گرہ غنچے کی کھلتی نہیں ہے موجِ نسیم

(فقر و ملوکیت، ص ک، ۲۰۱)

موجِ نَفَس (ـ ع) مونث، موج + اضافت + نفس (= سانس): سانس کی ہوا (جس کا کام چراغ کو بجھانا ہے نہ کہ جلانا) ؏
جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی

(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

موجِ نسیمِ صبح (ـ ع ع) مونث، موج + اضافت + نسیم (= صبح کی ٹھنڈی اور آہستہ چلنے والی خوشگوار ہوا) + اضافت + صبح (رک) ؏
جنبشِ موجِ نسیمِ صبح گہوارہ بنی

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

موجِ ہوا (ع ع) مونث، موج + اضافت + ہوا (رک): ہوا کی لہریں (جو اس وقت خاموشی کے دریا میں غرق ہیں یعنی ہوا ساکن ہے) ؏
غوطہ زن دریائے خاموشی میں ہے موجِ ہوا

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

مُوجِب (ع) مذکر: سبب، ذریعہ، وسیلہ، باعث ؏
موجبِ تسکیں تماشائے شرارِ جستہ

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

مُوجِد (ع) صفت: ایجاد و اختراع کرنے والا ؏
فکر روشن ہے ترا موجدِ آئینِ نیاز

(نصیحت، ب د، ۱۷۶)

مَوجُود (ع) صفت: وجود رکھنے والی، پائی جانے

والی ہے۔

تھی تو موجود ازل سے ہی تری ذاتِ قدیم

(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

مَوجہ (ع) مذکر : موج (رک) ہے۔

موجۂ نکہت گلزار میں غنچے کی شمیم

(حسن و عشق، ب د، ۱۱۲)

موچی دروازہ : لاہور کے ایک قدیم مشہور محلّے کا نام ہے۔

موچی دروازے میں ہیں فخر اطبّائے جہاں

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶)

مُؤخّر : رک مُؤخّر۔

مور (ف) مؤنث : چیونٹی (مسلمان مستعار لئے ہے) ہے۔

مور بے مایہ کو ہم دوش سلیماں کر دے

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

مور بے پر حاجتے پیش سلیمانے مبر

: اے مجبور چیونٹی! تو اپنی کوئی حاجت کسی سلیمان وقت کے پاس مت لے جا

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۵)

مورِ ناتواں (- ف ف)، مور + ناتواں (رک)

: مراد کمزور انسان جو چیونٹی کی طرح ہمہ وقت جدوجہد کرنے کو اپنا شعار خیال کرتا ہے ہے۔

کہتا تھا مورِ ناتواں لطفِ خرام اور ہے

(طلبۂ علیگڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

: مسلمان قوم جو بظاہر کمزور ہے ہے۔

سفینۂ برگ گل بنا لے گا قافلہ مورِ ناتواں کا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۱)

مُورَت (ا) مؤنث : مجسّمہ، شکل، صورت ہے۔

وہ پیاری پیاری صورت وہ کامنی سی مورت

(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۷)

مَوزُون (ع) صفت : مناسب، مقتضائے حال کے مطابق ہے۔

شباب کے لیے موزوں ترا پیام نہیں

(عشرتِ امروز، ب د، ۱۲۵)

رمز و ایما اس زمانے کے لیے موزوں نہیں

(خانقاہ، ب ج، ۱۶۱)

: وزن یا شعر کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔

موزوں ہو گئے ہیں نالے سخن نہیں ہے

(ایک آرزو، ب ا، ۳۰۰)

مَوسَم~ (ع) مذکر

: فصل، زمانہ، سماں، مدّ ہے۔

چمن سے روتا ہوا موسم بہار گیا

(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۱۲)

: آب و ہوا ہے۔

موسم اچّھا پانی وافر مٹی بھی زرخیز

(محراب گل افغان، ...، ض ک، ۱۹۹)

مَوسمِ گُل (- ف) مذکر : موسم + اضافت + گُل (رک) : بہار کی فصل ہے۔

نازش موسم گل لالۂ صحرائی تھا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

: مراد مسلمانوں کے عروج کا زمانہ ہے۔

گیا وہ موسم گل جس کا راز دار ہوں میں

(عید پر شعر لکھنے الخ، ب د، ۲۱۳)

مُوسیٰ / مُوسی (ع) مذکر : ایک پیغمبر کا نام جن کو خدائے تعالیٰ نے دو معجزے عطا فرمائے تھے۔ ایک یہ کہ وہ اپنے عصا کو زمین پر پھینکتے تھے تو وہ اژدہا بن جاتا تھا دُوسرے یہ کہ وہ اپنا ہاتھ بغل میں ڈال کر باہر نکالتے تھے تو ہتھیلی چاند کی طرح چمکتی تھی۔ ان پر جو احکام کتاب کی صُورت میں نازل کیے گئے تھے ان کے مجموعے کا نام توریت ہے (رک کلیم معنی نمبر ۲، کلیم اللّٰہی، سینا، کلیم ذرۂ سینا، کلیم طُورِ سینا، کوہ طُور، فرعون)

مُوسیٰ کلامی ہائے ہندستان (ع ف ف ف ف) مؤنث، مُوسیٰ + کلام (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) + ہا (لاحقۂ جمع) + ے (علامت اضافت) + ہندستان : ہندوستانی شاعروں کے حضرت موسیٰ کی فصاحت میں کلام کرنے کی کیفیّت ہے۔

~ عربی میں مَوسِم

نازش موسیٰ کلامی ہائے ہندستاں ہے یہ

(مرزا غالب، ب ا، ۲۸۲)

مُوسیقی (ش، ی، ف) گانے بجانے کا علم ہے

موسیقی و صورت گری و علم نباتات

(ہندی مکتب، ض ک، ۸۰)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ موسیقی کا کمال یہ ہے کہ وہ انسان کے جذبات عالیہ میں ابھار پیدا کر دے

(ض ک، ۱۳۱)

مُوسیقی گفتار (ـ ف ف) مونث، موسیقی (= سریلاپن) + گفتار (رک) : سریلی باتوں میں بھی یہاں کی خاموشی کا لطف نہیں ہے

آہ یہ لذّت کہاں موسیقی گفتار میں

(رخصت اے بزم جہاں، ب د، ۴۹)

مُوسیِ و فرعون و طور : (رک موسیٰ، فرعون، طور) اس امر کی طرف اشارہ کہ ایک بندۂ مومن عشقِ خدا و رسولؐ کی بدولت فرعون کے ایسے ظالم اور متکبّر بادشاہ کو شکست بھی دے سکتا ہے اور جلوۂ ایزدی بھی دیکھ سکتا ہے

ہے

معجزہ اہلِ ذکر موسیٰ و فرعون و طور

(غزل، ض ک، ۵۱)

مُوعِظہ (ع) مذکر : وعظ (رک) ہے

مسجد میں دھرا کیا ہے بجز موعظہ و پند

(۱۶، ب ج ۲۰۶)

مُوقُوف (ع) صفت : منحصر ہے

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف

(خودی کی تربیت، ض ک، ۷۵)

مُولا (ع) مذکر : خدائے تعالیٰ منادیٰ اور مخاطب ہے ہے

مرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر

(رباعیات، ب ج ۸۷)

: آقا، مالک (اکثر دینی پیشوا کے لیے مستعمل) ہے

آج کل اصغر بوتے اکبر ہیں اور مولا غلام

(برگ گل، ب ا، ۱۷۳)

مُولا صفات (ـ ع) صفت، مولا + صفات ہ صفت (= خوبی) کی جمع : خدا کی صفتوں اور خوبیوں کا پرتو ہے

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات

(مسجد قرطبہ، ب ج ۹۷)

مُولا علیؑ (ع ع) مذکر، مولا (= آقا، اس حدیث کی طرف اشارہ جس میں حضورؐ نے بالائے منبر فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے + علی (حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو حضورؐ کے ابن عم خویش، صحابی اور خلیفہ تھے (لقب خیبر شکن)

کبھی مولا علیؑ خیبر شکن عشق

(رباعیات، ب ج ۸۷)

مُولائے جلیل (ـ ف ع) مذکر، مولا + ے (علامت اضافت) + جلیل (= بزرگ و برتر) : وہ آقا جو سب سے بزرگ و بالا ہے یعنی خدائے تعالیٰ ہے

ہے جو ہر لحظہ تجلّی گر مولائے جلیل

(رباعیات، ب ا، ۳۳)

مُولائے کُل (ع ف ع) صفت، مولا (= آقا) + ے (علامت اضافت) + کُل (ساری کائنات) : تمام کائنات الٰہی کے آقا اور سردار ہے

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے

(۱، ب ج ۲۵)

مُولائے یثرب (ـ ف ع) مذکر، مولا + ے (علامت اضافت) + یثرب (مدینۂ منورہ کا پرانا نام) : حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے

تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر

(۱۴، ب ج ۳۸)

مُولانا (ع ع) مذکر، مولا (رک) + نا (= ہمارے) : عربی اور علوم دینی کے تعلیم یافتہ اشخاص کے لیے کلمۂ خطاب، بیشتر ان کے نام کے ساتھ مستعمل

ے سریانی میں = علم سرود۔ یونانی میں = خوش آوازی اور گنگری۔ فارسی میں موسقی (بغیر یائے اول)۔

ے فک اضافت

مولانا محمد علی (ب ا، ۲۵۴)

مولانا محمد علی کی وفات پر : مولانا محمد علی جو ہر نے جب انگلستان میں (جبکہ وہ ایک قومی وفد کے رکن کی حیثیت سے وہاں گئے تھے) وفات پائی تو اقبال نے یہ شعر کہے جو مؤلف باقیات نے مسٹر عبدالقادر مرحوم سے زبانی سنے اور شامل کتاب کیے۔

(ب ا، ۲۴ تا ۲۷)

مولائی (ع ف) مذکر، مولا (= آقا، مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنھیں حضور نے غدیر خم کے منبر پر اپنی طرح امت کا مولا ارشاد فرمایا)[1] + ئی (لاحقۂ نسبت) : مولا علی کا ماننے والا اور ان کا پیرو۔

بُغضِ اصحابِ ثلاثہ سے نہیں اقبال کو
دق مگر اک خارجی سے آ کے مولائی ہوا

(ب ا، ۳۹۴)

مولد (ع) مذکر: پیدائش کی جگہ مراد ہندوستان ہے

ہاں سلامِ آخری اے مولدِ گرتم تجھے

(صدائے درد، ب ا، ۲۶۴)

مولوی صاحب (ع ع) مذکر، مولی (= خدائے تعالی) + ی (بدل یائے مقصورہ) + ی، لاحقۂ نسبت + صاحب[2] (کلمۂ تعظیم جو اسماء و القاب وغیرہ کے ساتھ مستعمل ہے) لفظاً خدائے تعالی سے نسبت رکھنے والے شریعت کے پابند، علم دین پڑھانے والے یا عالم بزرگ، مراد مُلّا ہے

اک مولوی صاحب کی سناتا ہوں کہانی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

مولویت (ع ت) مونث، مولوی (رک) + ت (لاحقۂ کیفیت) : مولوی ہونے کی صورت حال، مولوی کا پیشہ یا کام ہے

ہم مسلمانوں میں ایسی مولویت عام ہے

[1] حدیث سے ماخوذ ہے جو یہ ہے: مَن کنتُ مولاہ فہٰذا علیٌّ مولاہ یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی بھی مولا ہے۔

[2] عربی میں بکسر ح (صاحِب) ہے۔

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۳)

موم (ف) مذکر: وہ سفید، نرم اور چکنا مادہ جسے شہد کی مکھیاں شہد کے ساتھ جمع کرتی ہیں اور نہایت ملایم ہوتا ہے

ہے محبت میں وہ قوت کہ بنے سنگ بھی موم

(تکبیر ایمان، ب ا، ۲۲۶)

مومن (ع) صفت: خدا کی وحدت کا اس کے رسول کا اور دین کا زبان سے اقرار کر کے دل سے یقین رکھنے والا اور اس کے احکام کو عملی جامہ پہنانے والا ہے

عالم مومن کہ پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۹۷)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم ہے جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ دنیا میں مومن کی کیا شان ہونا چاہیے اور جنت میں اس شان کے مومن کو کیا مرتبہ نصیب ہوگا یہ شعر علامہ نے بھوپال کے شیش محل میں کہے تھے۔

(ض ک، ۴۵)

مومن کی فراست : بندۂ مومن کی فراست یعنی دانائی (جس میں اللہ کی توفیق سے مستقبل کو سمجھنے کی بصیرت ہوتی ہے اور وہ اس اشارے کو جانتا ہے کہ آخر میں فتح حق ہی کی ہوگی) ہے

مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارا

(بڈھے بلوچ کی نصیحت، ا ح، ۱۶۶)

مومیائی (ف) مونث: ایک دوا کا نام جو پہاڑوں سے حاصل ہوتی ہے اور ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے، اس جگہ مسلمانوں کی زبوں حالی کے تدارک کے لیے دوسرے ممالک سے امداد مانگنا مراد ہے

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست

(خضر راہ، ب د، ۲۶۵)

موہ لینا (ار) فریفتہ کر لینا، لبھا لینا ہے

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

موہنی (ا ر) صفت : دل لبھانے والی ، دلفریب ہے۔

سُندر ہو اس کی صُورت چھب اس کی موہنی ہو

(بنیا شوالا، ب ا ، ۱۰۹)

مَوہُوم (ع) صفت : خیالی ، جو وہم و گمان کی پیدا کی ہوئی ہو اور کوئی حقیقت نہ رکھتی ہو ہے۔

آہ اَے مردِ نشاطِ ہستیِ موہوم آہ

(تعیش جوانی ، ب ا ، ۵۲۲)

مَہ (ف) مذکر : ماہ (= چاند) کی تخفیف (رک مہتاب)

مَہتاب[1] (ـ ف) مذکر ، مہ + تاب (= چمک ، چمک والا) : چاند ، روشن چاند ہے

یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں

(جگنو ، ب د ، ۸۴)

: مراد توفیق کا نور ہے

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ

(۸ ، ب ج ، ۱۲)

مہتاب کا ہمرنگ (ـ ف ا ر ف ف) مہتاب + ہم رنگ (رک) : چاند کا رنگ رکھنے والا یعنی سفید رنگ کا (مشبہ بہ کنول) ہے۔

چاندنی رات میں مہتاب کا ہمرنگ کنول

(حسن و عشق ، ب د ، ۱۱۶)

مہِ کامل (ف ع) مذکر ، مہ + اضافت + کامل (= پورا) : چودھویں رات کا چاند جو بہت نورانی ہوتا ہے ، مراد داغ ہے

وہ مہ کامل ہوا پنہاں دکن کی خاک میں

(داغ ، ب د ، ۹۰)

مہِ منیر (ـ ع) مذکر ، مہ + اضافت + منیر (= روشن ، نیز روشن کرنے والا) ہے

شبِ سیاہ میں تُو ہے مہِ منیر میں تُو ﷺ

(ب ا ، ۵۹۷)

مہ و ستارہ ہیں بحرِ وجود میں گرداب : یہ چاند تارے (یعنی حسین عورتیں) زندگی کے دریا میں بھنور کی مثل ہیں (کہیں ڈبو نہ دیں)

(۱۳ ، ب ج ، ۳۶)

مَہوَش (ـ ف) صفت ، مہ + وش (کلمۂ تشبیہ) : چاند سا حسین ہے

سنے نہ ساقیِ مہوش تو اور بھی اچھا

(۱۱ ، ب ج ، ۴۲)

مہ و مہر کو تاراج کرنا : کنایۃً دنیا کو تہ و بالا کر کے انقلاب عظیم پیدا کر دینا ہے۔

کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج

(معراج ، ض ک ، ۱۷۰)

مَہاجَن[2] (ا ر) : بنیا ، سود کھانے والا ہے

ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن

(ابلیس مری بلا ، ب ج ، ۱۹۶)

: سرمایہ دار ہے

گو اس کی خدائی میں مہاجن کا بھی ہے ہاتھ

(۱۶ ، ب ج ، ۲۰۰)

مِہار (ف) مونث : اونٹ کی نکیل۔

مہار توڑ کے رکھ دی : ہندوستان کی حکومت برطانیہ کے خلاف باغیانہ آزادی اختیار کر لی (۱۹۲۱ء میں خلافت عثمانیہ کے خلاف انگریزوں نے سازش کی تو ہندوستان کے مسلمان بھی ہندوؤں کی طرح انہیں بھارت سے نکالنے کو اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور ہندوؤں سے میل جول کر لیا تھا) ہے۔

سنتی ہوں آپ نے بھی توڑ کے رکھ دی ہے مہار

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۸)

مہاراجا کشن پرشاد : ایک فارسی قطعۂ تاریخ اقبال نے اس وقت کہا جب مہاراجا ریاست حیدرآباد کے مدار المہام بنائے گئے۔ اس کے مشکل الفاظ اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا ، ۴۹۱)

مَہجُور (ع) صفت

---

[1] اصلاً تاب مہ تھا۔

[2] اصلی معنی بڑا آدمی۔

: مبتلائے ہجر؛ بچھڑا ہوا ؂
دیدہ سے تسکین پاتا ہے دلِ مہجور بھی
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۴۰)
(نوٹ) شعر میں وزن کی پابندی کے باعث "بھی" کا
کلمہ "مہجور" کے بعد ہے، لیکن معنی میں اسے تسکین
سے متعلق سمجھیے۔
: جدا ؂
شوقِ پرواز میں مہجورِ نشیمن بھی ہوئے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۴)
: غیر متحد ؂
کہ تورانی ہو تورانی سے مہجور
(تاتاری کا خواب، ب ج، ۱۵۵)

مہجوری: مہجور (رک) کا اسمِ کیفیت؛ جدائی، ہجر، فرقت ؂
بدلتا ہے ہزاروں رنگ میرا دردِ مہجوری
(۳۸، ب ج، ۶۰)
: کنارہ کشی ؂
کمالِ ترک نہیں آب و گل سے مہجوری
(۱۹، ب ج، ۴۲)

مہدی (ع)، مذکر
: امام مہدی آخر الزمان، جن کے آنے کی خبر احادیث
میں دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ رسولِ اسلام
کی اولاد میں سے ہوں گے اور ان کی جانشینی فرمائیں گے
اور اس وقت ظہور کریں گے جب ساری دنیا ظلم و جور
سے بھر جائے گی اور آپ اسے عدل و انصاف سے
بھر دیں گے ؂
وہی مہدی وہی آخر زمانی
(رباعیات، ب ج، ۸۹)
: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس
میں انھوں نے حضرت امام مہدی آخر الزمان کے ظہور
یا ورود کی تصدیق کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ان کی
آمد کے انتظار کا یہ مقصد نہیں ہے کہ تم آج ہاتھ پر
ہاتھ دھرے بیٹھے رہو اور سعی و طلب و جد و جہد سے
گریز کرو۔
(ض ک، ۵۹)
: سلطان محمد جس نے پندرھویں صدی کے وسط میں
قسطنطنیہ کو فتح کیا اور فاتح کے لقب سے ملقب
ہوا ؂
مہدیِ امت کی سطوت کا نشانِ پائدار
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

مہدیِ برحق: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا
عنوان ہے، جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ آج
دنیا کو ایسے مہدی کی ضرورت ہے جو تمام فاسد افکار
و اعمال کی بیخ کنی کر کے دنیا میں انقلابِ عظیم برپا کر
دے (جیسا کہ امام مہدی آخر الزماں علیہ السلام کے
لیے روایات میں خبر دی گئی ہے)
(ض ک، ۴۴)

مہدی کے تخیل سے بیزار ہونا: یعنی امام مہدیؑ کے
وجود سے انکار کرنا (ذفِ زبید ذکر آخرے متکلمیں
سے سخن کر) ؂
اے وہ کہ تو مہدیؑ کے تخیل سے ہے بیزار
(مہدی، ض ک، ۵۹)

مہدی مجروح (ع ع) مذکر (= میر مہدی جو غالب
کے شاگردِ خاص تھے) + مجروح (= میر مہدی کا
تخلص) ؂
مہدی مجروح ہے شہرِ خموشاں کا مکیں
(داغ، ب د، ۸۹)

مہذب (ع) صفت: تہذیب یافتہ ؂
مہذب ہے تو اے عاشق قدم باہر نہ دھر حد سے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

مہر (ف) مذکر
: آفتاب، سورج ؂
اجل ہے لاکھوں ستاروں کی اک ولادتِ مہر
(ستارہ، ب د، ۱۴۷)
: محبت ؂
دلیلِ مہر و وفا اس سے بڑھ کے کیا ہوگی

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۷)

: مہربانی کا برتاؤ (سیاسی اصلاحات کی جانب اشارہ ہے)

یہ مہر ہے بے مہریٔ صیّاد کا پردہ

(انقلابات حاکمی، ض ک، ۱۶۱)

مہربان (ف) صفت

شفقت و محبت کرنے والا، دوست ؎

مہرباں ہوں میں مجھے نامہرباں سمجھا ہے تو

(طفلِ شیرخوار، ب د، ۶۶)

: (طنزیہ) دشمن، مخالف ؎

خدا رکھے یہ ہے اپنے پرانے مہربانوں میں

(تصویرِ درد، ب د، ۳۲۴)

مہرِ عالم تاب (۔ ع ف) مذکر، مہر + اضافت + عالم (رک) + تاب (رک) : دنیا کو روشن کرنے والا سورج ؎

خندہ زن ہے جو کلاہ مہرِ عالم تاب پر

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

مہر کا پرتو (۔ ا ر ف) مذکر، مہر + کا (رک) + پرتو (= عکس، روشنی) : سورج کی روشنی (جو چاند کو بے نور کر دیتی ہے) ؎

مہر کا پرتو ترے حق میں ہے پیغام اجل

(چاند، ب د، ۷۹)

مہر و مہ و انجم : مراد تمام اجرامِ سماوی ؎

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر

(قلندر کی پہچان، ض ک، ۴۱)

مہرِ ایران (۔ ف) مہر + ایران (= مشہور ملک) : آریا مہر، ملکِ ایران، قدیم ایرانی قوم جو بڑے عروج پر تھی (شاعرانہ لطافت یہ ہے کہ قدیم ایرانی قوم مہر پرست تھی یعنی سورج کی پوجا کرتی تھی) ؎

آدبایا مہرِ ایراں کو اجل کی شام نے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

مُہرہ (ف) مذکر : شطرنج کی گوٹ، شطرنج کے کھیل میں "پیلا"، گھوڑا، وزیر، بادشاہ، رخ اور پیادے میں سے ہر ایک ؎

بیچارہ پیادہ تو ہے اک مہرۂ ناچیز

(سیاست، ب ج، ۱۵۱)

مہرہ بازی (۔ ف) مونث، مہرہ + بازی (رک) : شطرنجی چال، مراد عقل کے منطقیانہ استدلال کی چالیں اور مغالطے ؎

تنے مہرہ باقی نے مہرہ بازی

(۵۲، ب ج، ۷۱)

مہرۂ ششدر (۔ ف ف) مذکر، مہرہ + ء (علامت اضافت) + ششدر (رک) : وہ جگہ جہاں سے رہائی مشکل ہو، جس وقت نرد تختے کے آخر میں جا کر بند ہو جاتی ہے اس وقت کھیلنے والا عاجز اور حیران ہوتا ہے اس لیے مہرے کو حیران کہنے لگے ؎

جانتی ہے مہر کو اک مہرۂ ششدر زمیں

(دربارِ بہاولپور، ب ا، ۱۸۷)

مہک (ار) مونث، خوشبو، بوباس ؎

تجھے جس نے چہک گل کو مہک دی

(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۹۲)

مہمان (ف ف) صفت، مہ (= بزرگ) + مان (= مثل) : وہ شخص جو کسی کے گھر آ کر اترے، عارضی طور پر کسی کے گھر آیا ہوا شخص ؎

مہمانوں کے آرام کو حاضر ہیں بچھونے

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

: ٹھہرنے بار کنے والی چیز ؎

وہ بزمِ عیش ہے مہمانِ یک نفس دو نفس

(غزل، ض ک، ۸۵)

مہمانِ عزیز (۔ ع) مذکر، مہمان + اضافت + عزیز (= لائقِ عزت) : محترم اور قابلِ عزت مہمان، مراد پاکیزہ خیال، طہارتِ نفس کرنے والا مسئلہ ؎

شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمانِ عزیز

(مہمانِ عزیز، ض ک، ۸۱)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ تعلیمِ جدید نے طالب علموں

کے دل بری باتوں سے بھرے ہوئے ہیں تاہم انھیں
دل کا کوئی کونا نئی بات کے لیے خالی رکھنا چاہیے،
شاید کسی مرشد کی صحبت نصیب ہو جائے
(ض ک، ۸۱)

مَہمیز (ع) مونث، نیز مذکر: لوہے کا کانٹا جو سواروں
کی ایڑی پر لگا ہوتا ہے اور اس سے گھوڑے
کو ایڑ لگاتے ہیں، مراد فکر و عمل کی تحریک کو تیز کرنے
والا ہے

ہے اس کی نگہ فکر و عمل کے لیے مہمیز
(الہام اور آزادی، ض ک، ۵۴)

مہندی (ار) مونث: ایک پودے کی چھوٹی چھوٹی پتّی
جسے پیس کر ہاتھ پاؤں پر کچھ دیر تک لگا رکھنے
سے ہاتھ پاؤں سرخ ہو جاتے ہیں (عموماً دلہنوں کے
ہاتھ پاؤں پر لگانے کا دستور ہے) اسی وجہ سے شام
کو دلھن سے تشبیہ دی ہے اور شفق کو مہندی سے
استعارہ کیا ہے

مہندی لگائے سورج جب شام کی دلھن کو
(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

مُہَوِّس (ار) کیمیاگر (جس کا نظم "محبت" کے پانچویں شعر
میں ذکر ہے) ہے

مہوس نے یہ پانی ہستیِ نوخیز پر چھڑکا
(محبت، ب د، ۱۱۱)

مہینہ (ار) مذکر: تیس یا انتیس دن کی مدت، سال
کے ۱۲ حصوں میں سے ہر ایک ہے

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

مُؤَخَّر (ع) صفت: جو پیچھے یا سب سے آخر میں آئے
ہے

تھی مؤخر گرچہ آمد پر مقدم تو ہوا
(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۴)

مُؤَذِّن (ع) مذکر: اذان دینے والا، نماز کا وقت شروع
ہونے پر اللہ اکبر سے لا الٰہ الا اللہ تک مقررہ کلمات
کھڑے ہو کر بہ آوازِ بلند کہنے والا ہے

ہوئی بامِ حرم پر آ کے یوں گویا مؤذن سے
(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

مے (ف) مونث
شراب، استعارۂ عشق ہے

یارب اس ساغرِ لبریز کی مے کیا ہوگی
(دل، ب د، ۶۱)
(ر ک مے کیا ہوگی)

: استعارۂ علم ہے

پیرِ مغاں فرنگ کی مے کا نشاط ہے اثر
(پیام، ب د، ۱۱۳)

: خیال اور نظریّہ ہے

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

مے آشام (ف ف) صفت، مے + آشام، مصدر
آشامیدن (پینا) سے فعل امر: شراب پینے والا،
مراد عجمی درس گاہوں سے شرابِ علم پینے والا طالب علم
، مغرب زدہ اشخاص ہے

میرے ساغر سے جھلکتے ہیں مے آشام ابھی
(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

مے خانہ/میخانہ (ف ف) مذکر: شراب کی بھٹی، جہاں
شراب بکتی ہے، جہاں بیٹھ کر میکش شراب پیتے
ہیں (ر ک مے خانۂ ہستی)
: مراد شرابِ اسلام یعنی علومِ اسلامیہ کا مدرسہ ہے

بنے گا سارا جہان میخانہ ہر کوئی بادہ خوار ہوگا
(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

مے خانۂ فرنگ، مے خانہ (ر ک) + فرنگ (ر ک)
: مراد جدید علومِ مغربی کی درسگاہ ہے

انھیں کے دم سے ہے میخانۂ فرنگ آباد
(۵۰، ب ج، ۶۰۷)

مے خانۂ ہستی (ف ف ف) مذکر، مے خانہ + ۂ
(علامتِ اضافت) + ہستی (= موجودات، دنیا)
: دنیا کو شراب خانے سے تشبیہ دی ہے، وجہ
تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح مے خانے میں سب شراب

۱؎ عربی میں بکسرِ م ویلے معروف ہے۔

پی کر مست و بیخود ہوتے ہیں اسی طرح دنیا میں بھی ہر چیز سے جلوۂ قدرت کی نمود ہے جس کو دیکھ کر میں اس کے عشق میں مست ہوں ؎

میں اس مَے خانۂ ہستی میں ہر شے کی حقیقت ہوں

(تصویرِ درد، ب د، ۶۹)

مَے خانے کے قاعدے : دُوسروں کو بیہوش بنا کر اپنا مطلب نکالنے کے ہتھکنڈے، مراد فرانس کے کُل سیاسی منصوبے ہیں ؎

رکھ کے میخانے کے سارے قاعدے بالائے طاق

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

مَے خواری (- ف ف) مونث، مَے + خوار، مصدر خوردن (= کھانا پینا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) : شراب پینے کا عمل ہے ؎

بیکاری و عریانی و مَے خواری و افلاس

(لینن، ب ج، ۱۰۸)

مَے فروش (- ف) صفت، مَے + فروش (رک) : شراب بیچنے والا یعنی بانٹنے والا (تہذیب و تمدن کا مَے سے استعارہ کیا ہے) ؎

لے رہا ہے مَے فروشانِ فرنگستاں سے پارس

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۴)

مَے کدہ (- ف)، مذکر، مَے + کدہ (= جگہ، مقام) رک مَے خانہ ؎

عجیب میکدۂ بے خروش ہے یہ گھٹا

(ابر، ب د، ۹۱)

مَے کدۂ بہار (- ف ف ف) مذکر، مَے کدہ (رک) + ۂ (علامت اضافت) + بہار : موسم بہار کی پہاڑی بارشوں کا میکدے سے استعارہ کیا ہے ؎

پی کے شراب لالہ گوں میکدۂ بہار سے

(شاعر، ب د، ۲۱۰)

مَے کدہ و ساقی و مینا : ذیل کے مصرعے میں یہ تینوں لفظ یکجا آئے ہیں اور اس جگہ میکدے سے گھرانا اور خاندان، ساقی سے والی یا حکمران اور مینا سے سلطنت مراد ہے ؎

کہ نہیں میکدہ و ساقی و مینا کو ثبات

(حکومت، من ک، ۷۷)

مَے کش / مَیکش (- ف) مَے + کش، مصدر کشیدن (= کھینچنا مراد پینا) : شراب پینے والا ؎

وہ میکش ہوں فروغِ مَے سے خود گلزار بن جاؤں

(غزلیات، ب د، ۱۲۰)

مَے کیا ہوگی (- ارار) : (عجب دل کے پیمانے کی تکبیریں منزلِ بقا کا راستہ ہیں تو اس پیالے میں جسے دل کہتے ہیں، بھری ہوئی شراب کتنی عظیم اور کیسی عظیم اور کیسی عالی مرتبہ چیز ہوگی یعنی عشق ہے ؎

یارب اس ساغرِ لبریز کی مَے کیا ہوگی

(دل، ب د، ۶۱)

مَے خرام (- ف ف) مونث، مَے + ۂ (علامت اضافت) + خرام، مستانہ چال (= سے چلنے والی ندی) ہے ؎

مست مَے خرام کا سن تو ذرا پیام تو

(شاعر، ب د، ۲۱۰)

مَے سرکش (- ف) مونث، مَے + ۂ (علامت اضافت) + سرکش (= نافرمان) : مراد نافرمانِ اسلام کی شراب، غیر اسلامی تصورات اور تمدن ہے ؎

وہ مَے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۴)

مَے شبانہ (- ف ف ف) مونث، مَے + ۂ (علامت اضافت) + شب (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت) : محفلِ شب کی شراب، مراد وہ علوم و معارف جن سے اگلے مسلمانوں کی رات کی محفلیں گرم رہتی تھیں ہے ؎

باقی ہے کہاں مَے شبانہ

(جاوید سے ملا، من ک، ۸۷)

مَے شفق (- ع) مونث، مَے + ۂ (علامت اضافت) + شفق (رک) : شفق کو سرخی کی بنا پر شراب سے تشبیہ دی ہے ؎

پیتا ہے مَے شفق کا ساغر

(انسان، ب د، ۱۲۷)

مئے عرفاں سے مرے الخ : اس جگہ "مرے" غلط اور "مرا" درست ہے ۔

مئے عرفاں سے مرا کاسہ دل بھر جائے

(فریادِ اُمت ، ب د ، ۱۴۷)

مئے غفلت (- ع) مونث ، مے + ۂ (علامت اضافت) + غفلت (رک) : موت کی بے خبری اور غفلت کو ابطالِ حواس میں شراب سے تشبیہ دی ہے ۔

اے مئے غفلت کے سرمستو کہاں رہتے ہو تم

(رفتگان خاک سے استفسار ، ب د ، ۴۹)

مئے گل رنگ (- ف ف ف) مونث ، مے + ۂ (علامت اضافت) + گل (رک) + رنگ (رک) : سُرخ رنگ کی شراب ، مراد شفق ہے ۔

مئے گل رنگ خُم شام میں تو نے ڈالی

(انسان اور بزمِ قدرت ، ب د ، ۵۴)

مئے گل گوں (- ف ف ف) مونث ، مے + ۂ (علامت اضافت) + گل (رک) + گوں (= رنگ) سُرخ رنگ کی شراب ہے

حاضر ہیں کلیسا میں کباب و مئے گلگوں

(۱۶ ، ب ج ، ۲۰۰)

مئے مغرب (- ع) مونث ، مے + ۂ (علامت اضافت) + مغرب (رک) : یورپ کی تہذیب اور رسم و رواج جو مسلمانوں نے اختیار کر لیے تھے ہے

دل کے ہنگامے مئے مغرب نے کر ڈالے خموش

(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۸۹)

مئے نمود (- ف) مے + ۂ (علامت اضافت) + نمود (رک) : نمود (اور ظہور) کرشمے ، سے تشبیہ دی ہے کیونکہ کائنات کی ہر چیز اپنے ظہور کے نشے میں مست ہے ۔

سرمست مئے نمود ہر شَے

(انسان ، ب د ، ۲۳۷)

میاں (ف) کلمۂ ظرف : میں ہے

جہاں میں مانند شمع سوزاں میان محفل گداز ہو جا

(پیامِ عشق ، ب د ، ۱۳۰)

: درمیان ، بیچ میں ہے

تڑپ رہا ہے فلاطون میان غیب و حضور

(۶۰ ، ب ج ، ۸۷)

میانِ شاخساراں (ف ف) میان (رک) + شاخسار (رک) + ان (لاحقۂ جمع) : باغِ اسلام کی شاخوں پر : یعنی وسیع تر ملتِ اسلامیہ کے کسی قبیلے یا جرگے میں محدود ہو کر ہے

میان شاخساراں صحبتِ مرغ چمن کب تک

(طلوعِ اسلام ، ب د ، ۲۷۰)

میاں (ار) مذکر : جناب (رک) اور حضور (رک) کی طرح ایک تعظیمی کلمہ جو کبھی طنزیہ مستعمل ہوتا ہے ہے

میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۹۰)

میاں فضل حسین بیرسٹر : جن کے نام اقبال نے اپنی نظم "فلسفۂ غم" (رک) لکھی تھی ایک مشہور بیرسٹر تھے اور لاہور میں پریکٹس کرتے تھے ۔ ۱۸۷ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۶ میں وفات پائی ۔

(ب د ، ۱۵۵)

میان (ار) مونث : کاٹھی ، نیام ، چمڑے وغیرہ کا وہ غلاف جس میں تلوار رکھ کر کمر میں باندھتے ہیں ہے

کھینچتا ہو میان کی ظلمت سے تیغ آبدار

(نمودِ صبح ، ب د ، ۱۵۴)

میانہ (ف) صفت : درمیان ہے

شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

(سلطان ٹیپو کی وصیت ، ض ک ، ۳۷)

میّت (ع) مونث : جنازہ ہے

چل بسا داغ آہ میت اس کی زیب دوش ہے

(داغ ، ب د ، ۸۹)

: مردہ ہے

ہر زندہ کفن پوش تو میت اسے سمجھیں

(مہدی ، ض ک ، ۵۹)

میٹھا (ار) صفت

: خوشگوار، دل کو بھلا لگنے والا ۔

ہر صبح اٹھ کے گائیں منترہ میٹھے میٹھے

(نیا شوالا، ب د، ۸۸)

: کھانے میں شکر، مٹھائی گڑ اور چینی وغیرہ کا مزہ رکھنے والا، شیریں ۔

ملتب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری

(عقل راہ، ب د، ۲۶۱)

میٹھا بولنا (ـ ا) دلکش بات کہنا، پیار محبت سے گفتگو کرنا ۔

سب سے میٹھا بولنے کی تم کو عادت چاہیے

(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۲۱۴۵)

میٹھی (ا) صفت: میٹھا (رک) کی تانیث: دلکش، جس میں لطف آئے ۔

زباں میٹھی ہے لب ہنستے ہیں پیاری پیاری بولی ہے

(غزل، ب ا، ۲۰۳)

میخ (ف) مونث: کیل، لمبی کیل جس سے سولی کے وقت انسان کی ہتھیلیاں دائیں اور بائیں طرف جڑی ہوئی لکڑیوں میں ٹھوک دی جاتی تھیں ۔

میخ و مسیح و چلیپا یہ ماجرا کیا ہے

(مسعود مرحوم، ار ح، ۲۵)

میدان (ف) مذکر: وسیع وطویل و عریض قطعۂ ارض، وسیع علاقہ (عالم امکان کو میدان سے تشبیہ دی ہے) ۔

پھر اپنا فکر اعجاز نے اسے میدان امکاں میں

(محبت، ب د، ۱۱۱)

میدان کارزار گرم ہونا: زور شور سے لڑائی شروع ہونا ۔

وقت آگیا کہ گرم ہو میدان کارزار

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۷)

میدانِ کربلا (ـ ع) مذکر، میدان + اضافت + کربلا: کربلا کا میدان جہاں کوفہ و شام کی فوجوں نے یزید (امیر شام) کے حکم سے حضور کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کو مع انصار و اعزہ تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کر دیا اور اس ریگ زار کی تمام زمین ان بیگناہوں کے خون سے رنگین ہو گئی (قب شہید کربلا) ۔

میں جانتا ہوں قصۂ میدان کربلا کا

(شیشۂ ساعت کی ریگ، ب ا، ۱۷۹)

میدانی (ف) صفت، میدان (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): میدان سے تعلق رکھنے والا، میدان میں اپنا کام کرنے والا ۔

کہ ہم قزاق ہیں دونوں تو میدانی میں دریائی

(ایک بحری قزاق اور سکندر، ض ک، ۱۵۵)

میر (ف) مذکر: سردار، سرگروہ ۔

میر حجاز (ـ ع) میر + اضافت + حجاز (رک): حجاز کا سردار یعنی رسالتماب صلعم ۔

سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا

(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

میر رضی دانش: رک کفر و اسلام جس کے تحت یہ درج ہے ۔

میر سپاہ (ـ ف) مذکر، میر + سپاہ (رک): فوج کا سردار، مراد قوم کا رہنما اور لیڈر ۔

میر سپاہ ناسزا لشکریاں شکستہ صف

(۱۶، ب ج، ۳۱)

میر سپہ (ـ ف) مذکر، میر + اضافت + سپہ (رک) فوج کا سالار، جماعت مسلمین کا قائد و رہبر، ملا اور مولوی ۔

میں نے اے میر سپہ تیری سپہ دیکھی ہے

(ترعید، ض ک، ۲۵)

میر عرب (ع ع) مذکر، میر (= امیر) + اضافت + عرب (= مشہور ملک): آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

قب (ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)

(قب وحدت کی نے)

میر کارواں (ـ ف) مذکر، میر + اضافت + کارواں

(رک) : قافلے کا سردار، مراد قوم کا رہنما یا لیڈر ہے
پہچانے رخت سفر میر کارواں کے لیے
(۳۶، ب ج، ۴۹)

رہبر و مرزا (ف ف) مذکر، رہبر (= رہبر کی مبر) + و (عطف) + مرزا غالب) ہے
پھر نہ ہو سکتی تھی پیدا رہبر و مرزا کی نظیر
(داغ، ب ا، ۱۴۱)

میرا (ار) ، میں (ضمیر متکلم) کی اضافی حالت، اپنا، اپنی ذات کا ہے
نجف میرا مدینہ ہے مدینہ ہے مرا کعبہ
(تصویر درد، ب ا، ۳۲۱)

میراث (ع) مونث
وہ سرمایہ جو بزرگوں کے چھوڑے ہوئے مال میں سے ملے
ترکہ ہے
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
(خطاب بہ جوانان اسلام، ب د، ۱۸۰)
: پشتینی ملکیت ہے
عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
(۱۰، ب ج، ۳۴)

میراث خلیل (ـ ع) مونث، میراث + اضافت + خلیل (رک) : حضرت ابراہیم کے خصوصیات (صداقت اور دیگر اخلاق حسنہ) جنہیں مسلمانوں نے چھوڑ دیا اور عیسائیوں نے اختیار کر لیا ہے
لے گئے تثلیث کے فرزند میراث خلیل
(خضر راہ، ب د، ۲۶۴)

میراث مسلمانی سرمایہ شبیری : شبیر (رک) یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اسلام کا راس المال ہے مراد یہ کہ اسلام کا منشا اور مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسلمان ان کے نقش قدم پر چل کر دنیا میں حق و صداقت کا علم بلند کریں کیونکہ آپ کی زندگی قرآن پاک کی تفسیر ہے، جیسا کہ اقبال ایک اور جگہ کہتے ہیں "رمز قرآن از حسین آموختیم . ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم"

(فقر، ب ج، ۱۲۰)

میرزا / مرزا (ف) مذکر، مغلوں کا لقب ہے
میرزا غالب خدا بخشے بجا فرما گئے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۷)

میرزا بیدل : رک مذہب (تضمین بر شعر میرزا بیدل) جس کے تحت یہ درج ہے)
(ب د، ۲۴۶)

میری (ف ف) مونث، میر (رک) + ی (لاحقہ کیفیت) : سرداری ہے
کرتے ہیں غلام مرد فرومایہ کو میری
(سوال، ب ج، ۱۵۱)

میری (ار) : میرا (رک) کی تانیث ہے
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف
(۱۲، ب ج، ۴۰)

میری تقدیر ہوگئی آخر : کتاب میں یہ مصرع اس طرح چھپا ہوا ہے لیکن دراصل اس طرح ہے ـــ میری تقدیر سو گئی آخر
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۲)

میری خاک : یعنی مرنے کے بعد میرے جسم کے ذرات جن کی نس نس میں عشق سمایا ہوا ہے ہے
پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے
(۶، ب ج، ۱۰)

میرے (ار) ضمیر متکلم "میں" کی اضافی حالت (میرا (رک) کا امالہ)۔

میرے جیسے : میری طرح کے، میری بساط اور حیثیت رکھنے والے ہے
میرے جیسے بے نواؤں کا بھلا مذکور کیا
(برگ گل، ب ا، ۱۷۲)

میرے خورشید (ـ ف) منادیٰ، میرے + خورشید (رک) : اے میرے محبوب (جلوۂ باری تعالیٰ) ہے
میرے خورشید کبھی تو بھی اٹھا اپنی نقاب
(کلی، ب د، ۱۱۸)

میرے زرّ ویش (ـ ف) منادیٰ، میرے + زرّ ویش

(ج فقیر)، صاحبِ احتیاج، فقیرانہ زندگی بسر کرنے والا ہے

میرے درویش، خلافت ہے جہانگیر تری

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۷)

میزان (ع) مونث: ترازو ہے

تیری میزاں ہے شمارِ سحر و شامِ ابھی

(غزلیات، ب د، ۲۷۹)

مُیَسَّر[1] (ع) صفت: دستیاب، نصیب، حاصل

ہر شخص کو ساماں یہ میسر نہیں ہوتا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

میش (ف) مونث: بھیڑ یا بھیڑا۔

انتقام غزال و اشتر و میش

(مکافاتِ عمل، ب ا، ۲۲۰)

میشی (ف ف) مونث، میش (= بھیڑ) + ی (لاحقہ کیفیت): بھیڑ کی میاہٹ، ڈرپوکی ہے

نہ آہ سرد کہ ہے گوسفندی و میشی

(۶، ب ج، ۳۰)

می طپد صد جلوہ در جانِ امل فرسودِ من
بر نمی خیزد ازیں محفل دلِ دیوانۂ

: میری جان جو کہ آرزوؤں میں بسر ہو گئی ہے، اس میں سینکڑوں جلوے تڑپتے ہیں مگر اس محفل سے کوئی ایسا دل نہیں اٹھتا جو عشق میں دیوانہ ہو

(شمع اور شاعر، شاعر، ب د، ۱۸۳)

میلی (ار) صفت: بدرنگ، خراب، میل کچیل میں آلودہ ہے

گر کتابیں ہو گئیں میلی تو کیا پڑھنے کا لطف

(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۵۴۴)

میم: رک میم احمد کی گرہ ہے

چاک جب دستِ محبت نے کیا دامانِ میم

(ب ا، ۵۹۶)

میمِ احمد کی گرہ: وہ راز جو حضورؐ کے اسم گرامی یعنی احمد کے میم میں ہے۔ (یہ ایک شاعرانہ تخیل ہے کوئی ٹھوس منطقی بات نہیں۔ نعت گو شعرا نے اس مضمون کو طرح طرح سے کہا ہے مثلاً یہ کہ یہ احد کی گود میں محبوب کا سر یعنی میم ہے۔ یا یہ کہ مشیت کا میم ہے جو احد نے اپنے نام سے فرق کرنے کے لیے اضافہ کر کے محبوب کا یہ نام رکھ دیا۔ یا یہ کہ احد اور احمد دونوں ایک ہیں صرف خالق و مخلوق میں فرق کرنے کے لیے "ممکن" کا میم بڑھا دیا گیا ہے تاکہ "واجب" سے متمایز ہو جائے وغیرہ وغیرہ) ہے

تیرے ناخن نے جو کھولی میمِ احمد کی گرہ

(برگِ گل، ب ا، ۱۷۲)

مَیں (ار): ضمیر متکلم فاعلی ہے

رونے والا ہوں شہیدِ کربلا کے غم میں میں

(برگِ گل، ب ا، ۱۷۷)

مَیں اور تُو: یہ بانگِ درا میں اقبال کی دو نظموں کا عنوان ہے، جس میں پہلی صفحہ ۲۲۰ پر ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی آرام سے بسر کرے یا تکلیف سے آخر کار دونوں کا انجام یہی ہے کہ نہ یہ زندہ رہے گا اور نہ وہ، دونوں کی قسمت میں قبر کی دو گز زمین کے سوا کچھ نہ ہو گا۔ دوسری نظم صفحہ ۲۵۲ پر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پوری قوم تباہ ہو چکی ہے اور کفر و طاغوت کی قوتیں اس سے برسرِ پیکار ہیں، جس طرح مرحب و عنتر کے ایسے شہرۂ آفاق پہلوانوں کو صرف عشقِ رسولؐ کی بدولت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھتے ہی دیکھتے زمین پر پٹخ دیا اسی طرح تم بھی کفر اور طاغوت کی زورا زوری کو خاک میں ملا سکتے ہو۔ بس اتنی ضرورت ہے کہ دل میں رسولؐ کا سچا عشق پیدا کر لو

(ب د، ۲۲۰ و ۲۵۲)

مَیں تاریکی ہوں لیکن الخ: ان لفظوں سے باقیات میں جو غزل شروع ہوتی ہے اس کے تین شعر باقیات میں ہیں اور اٹھارہ شعر بانگِ درا میں۔ اس طرح یہ

[1] عربی میں بضم م مُیَسَّر ہے

اکتیس شعر کی غزل ہے

(ب ا، ۲۴۳ - ب د، ۱۰۳)

مَیں تو مُوا چاہتا ہُوں : میں محبت کی اب اُس منزل پر ہوں کہ "میں" اور "تُو" کا فرق مٹ کر کثرت میں وحدت پیدا ہو جانے کا عمل آگیا ہے ۔

سنبھل بیٹھ میں تو مُوا چاہتا ہُوں

(ب ا، ۴۳۷)

میں (ار) کلمۂ ربط ۔

: ظرفیت کے معنی میں ۔

تجھ میں کچھ ظاہر نہیں دیرینہ روزی کے نشاں قب

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

: کیفیت اور حالت ظاہر کرنے کے لیے ۔

ہائے کیا فرطِ طرب میں جھومتا جاتا ہے ابر

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

: "میں سے"، "کے معنی میں ۔

الٰہی پھولوں میں وہ انتخاب مجھ کو کرے

(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

مینا (ف) مونث نیز مذکر

: شراب کی صراحی، قرابہ ۔

کچھ ترے مسلک میں رنگِ مشربِ مینا بھی ہے

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

: سونے چاندی کے ظروف پر ہرا یا نیلا کام، نیز رنگ برنگا شیشہ (رک گنبدِ مینائی)

مینا بدوش (ف ف) صفت، مینا + بہ (رک) + دوش (رک ا) : کندھے پر شراب کی صراحی لیے ہوئے یعنی میدانِ عمل میں گامزن ہونے کے لیے تیار ۔

ہے سحر کا آسماں خورشید سے مینا بدوش

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)

میناخانہ (ف) مذکر : (شراب کی) بوتلوں کا گھر، یعنی ڈھیر ۔

یہ سمجھے کہ کوئی میناخانہ بار دوش ہے

(غزلیات، ب د، ۲۷۸)

میناگداز (ف) صفت، مینا + گداز (رک) : (اپنی گرمی سے) بوتل کو پگھلا دینے والی (شراب)، یعنی (اتحاد اسلامی تحریک) جو ان کی ایمانی خصوصیات اور اسلامی شعار کو ختم کر دے گا ۔

وہ نئے سرکش حرارت جس کی ہے میناگداز

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۴)

مینائے امیر (ف ع) مونث نیز مذکر، مینا + ے (علامت اضافت) + امیر (= اردو کا مشہور شاعر امیر مینائی ۔ متوفی ۱۹۰۰ء) : مراد امیر مینائی کی زندگی (جو غربت میں)

توڑ ڈالی موت نے غربت میں مینائے امیر

(داغ، ب د، ۸۹)

مینائے سخن (ف ف) مونث، مینا + ے (علامت اضافت) + سخن (= مراد شعر و شاعری) : شاعری کا پیمانہ مراد شاعری ۔

تیری مینائے سخن میں ہے شرابِ شیراز

(نصیحت، ب د، ۱۷۶)

مینائے غزل (ف ع) مونث، مینا + ے (علامت اضافت) + غزل (رک) : غزل کو صراحی سے تشبیہ دی ہے جو عشقِ رسولؐ اور محبتِ اسلام کی شراب سے لبریز ہوتی ہے ۔

میری مینائے غزل میں تھی ذرا سی باقی

(۸، ب ج، ۱۲۷)

مینار دِل پر اپنے الخ : اس جگہ "مینار" کی بجائے "مینائے" پڑھیے جو کتابت کی غلطی سے مینار لکھا گیا ہے

(ب ا، ۴۵۱)

مہماں (ف) صفت : جو عارضی طور سے کسی کے گھر آکر گھر والے کی ذمہ داری پر ٹھہرے اور کچھ دن رہے، مہمان (شعر میں جوانی کا استعارہ) ہے ۔

ہمارے گھر کی آبادی قیام میہماں تک ہے

(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

ن

نا (ف) اسم یا صفت سے پہلے اس کی نفی کرنے کے معنی میں مستعمل (رک ناآشنائی اور ناداں)

نااُمید (ـ ف) صفت، نا + امید (رک): مایوس ؎
وہ نگاہیں ناامیدِ نورِ ایمن ہو گئیں
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۸)

نااہل (ـ ع) صفت، نا + اہل (رک): غیر مستحق، جو کردار کی رُو سے کسی تفضّل کا مستحق نہ ہو ؎
نااہل کو حاصل ہے کبھی قوت و جبروت
(تقدیر، ض ک، ۲۴)

ناآشنا (ـ ف): ناواقف، نامانوس، جو کسی بات کو فطرۃً یا عادۃً (پہلے سے) نہ جانتا ہو ؎
طفلکِ ناآشنا کی کوششِ گفتار ہیں
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

ناآشنائی (ـ ف) مونث: ناآشنا + ئی (لاحقۂ کیفیت): دوستی نہ ہونے کی صورتِ حال، اختلاف ؎
بدلے یکرنگی کے یہ ناآشنائی ہے غضب
(صدائے درد، ب د، ۴۲)

نابصیری (ـ ع ف) مونث، نا + بصیر (= دیکھنے والا) + ی (لاحقۂ کیفیت): نہ دیکھنے یا غور و فکر نہ کرنے کی صورتِ حال، اندھاپن ؎
دوئی چشمِ تہذیب کی نابصیری
(دین و سیاست، ب ج، ۱۱۸)

نابود (ـ ف) صفت، نا + بود، مصدر بودن (ہونا) کا حاصل مصدر: فنا، بے نام و نشان، ناپید ؎
شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۳)

: جل کر خاکستر ؎
پتنگے ہیں نابود اور شمع گریاں

(ب ا، ۴۳۶)

نابینا (ـ ف) صفت، نا + بینا، مصدر دیدن (= دیکھنا) سے صفت فاعلی: وہ شخص جو کائنات کی حقیقت (یعنی فریبِ نظر ہونے) سے آگاہ نہیں اور کائنات کو موجود سمجھتا ہے ؎
چشمِ نابینا سے مخفی معنیٔ انجام ہے
(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۴۲)

ناپاک (ـ ف) صفت: نجس، جس کے چھونے سے طہارت ضروری ہو جائے ؎
ناپاک چیز ہوتی ہے کافر کے ہاتھ کی
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۷)

ناپاکی (ـ ف ف) صفت، نا + پاک (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): نجاست، محبتِ دنیا میں ملوث ہونے کی صورتِ حال ؎
ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی
(تمہید، ض ک، ۱۱)

ناپائدار (ـ ف) صفت، نا + پائدار (= مضبوط، مستحکم): جس کی بقا کا بھروسا نہ ہو، کمزور ؎
دم دے نہ جائے ہستیٔ ناپائدار دیکھ
(غزلیات، ب د، ۹۸)

ناپائداری (ـ ف ف) مونث: رک ناپائدار جس کا یہ اسم کیفیت ہے ؎
نفس کی ناپائداری سے عیاں کچھ اور ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۱)

ناپختہ (ـ ف) صفت، نا + پختہ، مصدر پختن (= پکانا) سے حالیہ تمام: خام، ناقص ؎
ناپختہ ہے پرویزیٔ بے سلطنت پرویز
(۲، ب ج، ۲۶)

ناپید (ـ ف) صفت، نا + پید (پیدا (رک) کی تخفیف): معدوم ؎
ناپید ترے بحرِ تخیل کے کنارے
(روحِ ارضی، ب ج، ۱۳۳)

: فنا، نیست ؎

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
(مغربی تہذیب، ض ک، ۱۷)

ناپیدا (- ف) صفت، نا + پیدا (رک)؛ زائل، دُور، محو ہے
دامن گردوں سے ناپیدا ہوں یہ داغِ سحاب
(طلوعِ صبح، ب د، ۲۱۲)

ناپیدا کراں (- ف ف) صفت، نا + پیدا (رک) + کراں (= کنارہ)؛ ایسا دریا جس کا کنارہ ہی کہیں نہ ہو، اتھاہ سمندر، وہ لامحدودیت مراد ہے جو عشقِ حقیقی میں نصیب ہوتی ہے ہے
بنایا عشق نے دریائے ناپیدا کراں مجھ کو
(۶، ب ج ۱۰۶)

ناپیدا کنار (- ف ف) صفت، نا + پیدا (رک) + کنار (رک)؛ جس کا کنارہ کہیں نظر نہ آئے، اتھاہ ہے
سلسلہ ہستی کا ہے اک بحرِ ناپیدا کنار
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۱)

ناتمام (- ع) صفت، نا + تمام (= خاتمہ) جو خاتمے کی منزل تک نہ پہنچے، ناقص ہے
نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۱۰۱)

ناتمامی (- ع ف) مونث، نا + تمام (= خاتمے تک پہنچنے کا عمل) + ی (لاحقۂ کیفیت)؛ مراد نامکمل جذبہ ہے
ماجرا اپنی ناتمامی کا
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

ناتواں (- ف) صفت، نا + تواں (= طاقت)؛ کمزور ہے
کہتا تھا مور ناتواں لطفِ خرام اور ہے
(طلبۂ علیگڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۵۱)

ناتوانی (- ف) مونث، ناتواں (= بے طاقت، کمزور) + ی (لاحقۂ کیفیت)؛ کمزوری ہے
ناتوانی ہی مری سرمایۂ قوت نہ ہو
(گل رنگیں، ب د، ۲۴)

ناچیز (- ف) صفت؛ جس کی کوئی حقیقت اور حیثیت نہ ہو، حقیر، ذلیل ہے
خدا کی شان ہے ناچیز چیز بن بیٹھیں
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

ناحق (- ع) متعلق فعل، بلا وجہ، بے خطا ہے
مثلِ چنار اس کو ناحق جلا رہی ہے
(شمعِ زندگانی، ب ا، ۲۲۹)

ناخدا (- ف) مذکر؛ کشتی کھینے والا ہے
مجھے روکے گا تو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے
(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

ناخواندہ (- ف) صفت، نا + خواندہ، مصدر خواندن (= بلانا) سے حالیہ تمام؛ جسے بلایا نہ گیا ہو، بن بلایا ہے
کوئی ناخواندہ مہماں ہوں میں
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۲۰)

ناخوب (- ف) صفت، نا + خوب (رک)؛ برا ہے
تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
(اثر بہ تقدیر، ض ک، ۱۶)

ناخوش اندامی (- ف ف ف) مونث، نا + خوش (رک) + اندام (= جسم) + ی (لاحقۂ کیفیت)؛ جسم کا ایسا بھدا پن کہ اس پر کوئی لباس نہ سجے ہے
تری نگاہ میں تھی میری ناخوش اندامی
(۵۴، ب ج ۷۳)

ناخوش اندیشی (- ف ف ف) مونث، نا + خوش (رک) + اندیش (مصدر اندیشیدن (= سوچنا) سے فعل امر) + ی (لاحقۂ کیفیت)؛ بری بات سوچنے کی کیفیت ہے
فقیہہ وصوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی
(۶، ب ج ۳۰)

ناداری (- ف ف) نا + دار، مصدر داشتن (= رکھنا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت)؛ مفلسی، فقر و فاقہ ہے
طعنِ اغیار ہے رسوائی ہے ناداری ہے
(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

نادان (- ف) صفت، ناسمجھ، کم سمجھ، حقیقت سے

نا واقف ہے
تو سمجھتا نہیں اے زاہدِ ناداں اس کو
(دل، ب د، ۶۲)

ناداں تھے اِس قدر: (رک) اتنے بیوقوف اور احمق تھے (یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۱ء تک سلطان عبدالحمید نے ترکوں کو بالکل بے عمل بنائے رکھا تھا اور پھر جب وہ ۱۹۱۲ء میں ایڈریا نوپل میں معرکہ آرا تھے تو سامانِ رسد دس بارہ میل پر پڑا رہا اور سپلائی نہ ہونے کی وجہ سے سپاہی محاذ پر بھوکے مرتے رہے حالانکہ وہ حجاز میں اونٹوں ہی سے کام لیتے تو سپلائی بڑی آسانی سے ہو جاتی) ہے
ناداں تھے اس قدر کہ نہ جانی عرب کی قدر
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

نادانی (ـ ف) مونث، ناداں (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : ناسمجھی، بھولا پن، ناواقفیت ہے
کم نہیں کچھ تیری نادانی سے نادانی مری
(طفلِ شیر خوار، ب د، ۷۶)
: کم علمی یعنی کم علمی کے باوجود ہے
جس کی نادانی صداقت کے لیے بیتاب ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۲)

نادِیدہ (ـ ف) صفت، نا + دیدہ (= دیکھا ہوا) : جس کو نہ دیکھا ہو، آن دیکھا، حجاب تک نظر سے نہ گزرا ہو ہے
سینۂ ملت میں ایسا جلوۂ نادیدہ تھا
(فاطمہ بنت عبداللہ، ب ا، ۳۱۷)
: نا + دیدہ، مصدر دیدن (= دیکھنا) سے حالیہ تمام جس نے نہ دیکھا ہو ہے
جو خزاں نادیدہ ہو بلبل وہ بلبل ہی نہیں
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۵)

نارسا (ـ ف) نا + رسا، مصدر رسیدن (= پہنچنا) سے صفت فاعلی : نقطے یا منزل تک نہ پہنچنے والی (نگاہ)، مادّہ پرستوں کی نظر ہے
ترستی ہے نگاہ نارسا جس کے نظارے کو

(غزلیات، ب د، ۱۰۴)
: تیاری کی حالت یا منزل تک نہ پہنچا ہوا، خام، کچّا، ناپختہ ہے
بادہ ہے نیم رس ابھی ذوق ہے نارسا ابھی
(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

نارَسیدہ (ـ ف) صفت : جو پختہ نہ ہو، خام ہو (رک تنگ نارسیدہ)

نارَوا (ـ ف) صفت : ناجائز ہے
ستم نارَوا سے مرتا ہوں
(یتیم کا خطاب، ب ا، ۶۰)

نازائی : رک نازائی۔

نازَن (ـ ف) صفت، نا + زن (رک) : عورت کی صلاحیت فطری یعنی ماں بننے سے محروم ہے
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
(عورت اور تعلیم، ض ک، ۹۶)

نازیبا (ـ ف) صفت، نا + زیبا (رک) : نامناسب، غیر موزوں ہے
منظرِ چمنستاں کے زیبا ہوں کہ نازیبا
(انسان، ب د، ۱۷۹)

ناساز (ـ ف) صفت : علیل، بیمار ہے
عذر تیرا ہے کہ ہے میری طبیعت ناساز
(نصیحت، ب ا، ۳۶۲)

ناسازگار (ـ ف) صفت، نا + سازگار (رک) : ناموافق ہے
عیش کا پتلا ہے محنت ہے اسے ناسازگار
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

ناسزا (ـ ف) صفت، نا + سزا (= لائق) : نااہل ہے
میرِ سپاہ ناسزا لشکریاں شکستہ صف
(۱۲، ب ج، ۳۹)

ناشاد (ـ ف) نا + شاد (= خوش) : رنجیدہ ہے
اِن بدرُوں کے دل ناشاد نے فریاد کی
(صقلیہ، ب د، ۱۳۴)

ناشکیب (۔ ف) صفت، نا + شکیب (رک): بیقرار، کشمکش میں مبتلا ہے۔
بدن میں گرچہ ہے اک رُوحِ ناشکیب و عمیق
(انتداب، ض ک، ۱۵۲)

ناشکیبا (۔ ف) صفت: جو صبر و تحمل نہ کرے اضطراب، جسے صبر نہ آئے ہے۔
گرہی وہ برق تری جانِ ناشکیبا پر
(ہلال، ب د، ۸۱)

ناشکیبائی (۔ ف) مونث: صبر نہ کر سکنے کی حالت یا کیفیت، اضطراب ہے۔ مستی ہے جہاں درماں دردِ ناشکیبائی
(تضمین بر شعرِ انیسی، ب د، ۱۵۴)

ناصبور (۔ ع) صفت، نا + صبور (= صبر و ضبط کرنے والا): بے صبر، مضطرب ہے۔
آہ وہ دل کہ ناصبور نہیں
(۲۰، ب ج، ۴۳)

ناصبوری (۔ ع ف) مونث، نا + صبور (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): بے صبراپن، اضطراب ہے۔
ناصبوری ہے زندگی دل کی
(۲۰، ب ج، ۴۳)

ناکارہ (۔ ف) صفت: بیکار ہے۔
تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
(محراب گل افغان، ۶، ض ک، ۱۶۸)

ناکام (۔ ف) صفت: نا + کام (= مقصد): محروم، ناامید، مایوس ہے۔
اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے
(شکوہ، ب د، ۱۶۶)

ناکامی (۔ ف ف) مونث، ناکام + ی (لاحقۂ کیفیت): ناکامیابی، ناامیدی، مایوسی، محرومی ہے۔
وائے ناکامی فلک نے تاک کر توڑا اسے
(غزلیات، ب د، ۹۱)

ناکتخدا (۔ ف) صفت: جس کی شادی نہ ہوئی ہو، بن بیاہی ہے۔
کلی دور شبیرۂ ناکتخدا تھی ایک گلشن میں
(گل خزاں دیدہ، ب د، ۱۴۵)

ناکردہ کار (۔ ف ف) صفت، نا + کردہ، مصدر کردن (= کرنا) سے حالیہ تمام + کار (رک): کام سے ناواقف، جاہل ہے۔
کارخانے کا ہے مالک مردکِ ناکردہ کار
(ظریفانہ، ب د، ۲۹۱)

نامحرم (۔ ف) صفت
جو مسلکِ عشق کے اصول و آئین سے آشنا نہ ہو، عقل پرست، فلسفی ہے۔
نامحرموں میں دیکھ نہ ہو آشکار تو
(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

: ناواقف، ناآشنا ہے۔
اس گرمجز کے اسرار سے نامحرم ہے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

نامحرمانہ (ع ف) صفت، نامحرم (رک) + انہ (لاحقۂ نسبت): ناواقفوں کی سی جس سے طبیعت مانوس نہیں ہے۔
رہ و رسمِ حرم نامحرمانہ
(رباعیات، ب ج، ۸۰)

نامحکمی (۔ ع ف) مونث، نا + محکم (= پختہ) + ی (لاحقۂ کیفیت): پختہ یقین نہ ہونے کی کیفیت، نیت میں تذبذب ہے۔
وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
(۷، ب ج، ۱۱)

نامرادی (۔ ع ف) مونث، نا + مراد (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): ناکامی، وصال یا دیدار سے محرومی ہے۔
نامرادی محفلِ گل میں مری مشہور تھی
(وصال، ب د، ۱۲۰)

نامسلمانی (۔ ف ف) مونث، نا + مسلمان + ی (لاحقۂ کیفیت): مسلمان نہ ہونے کی صورت ہے۔
عجیبی نامسلمانی خودی کی
(رباعیات، ب ج، ۱۸۹)

نامعلوم (۔ ع) صفت، نا + معلوم (رک): غیر شعوری

ہے

اس کی فطرت سے ہی یہ اک احساس نامعلوم ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۴)

نامُنصفی (ـ ع ف) مونث، نا + منصف (= انصاف کرنے والا) + ی (لاحقۂ کیفیت): انصاف کے خلاف بات (جسے دوسرے لفظوں میں ظلم کہہ سکتے ہیں) ع

لیکن کس قدر نامنصفی ہے

(تصویرِ درد و مستور، ا ح، ۱۷)

نامہربان (ـ ف) صفت: جو محبت نہ کرے جو عنایت اور شفقت سے پیش نہ آئے ع

مہرباں ہوں میں مجھے نامہرباں سمجھا ہے تو

(طفلِ شیر خوار، ب د، ۶۶)

ناہنجار (ـ ف) صفت، نا + ہنجار (= راہ، راستہ): بدچلن، بددیانت، کمینہ، نالائق ع

تنگ آیا ہوں جفائے چرخِ ناہنجار سے

(برگِ گل، ب د، ۱۷۳)

نایاب (ـ ف) صفت، نا + یاب (رک):

: جو کہیں نہ پایا جائے، عجیب اور نادر ع

پہلے گوہر تھا بنا اب گوہرِ نایاب تو

(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۱۴)

: معدوم اور مفقود ع

کیوں مسلمانوں میں ہے دولت دنیا نایاب

(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

ناب (ف) صفت: خالص، بے میل ع

طشتِ گردوں میں ٹپکتا ہے شفق کا خونِ ناب

(راہِ نو، ب د، ۳۰۵)

ناپنا (ار) (لمبائی چوڑائی یا وزن و جسامت وغیرہ کا) اندازہ کرنا، پیمائش کرنا ع

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ

(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۹)

ناتوانی سے اب ہٹ کر بھی بدلنا ناگوار:

: جو مصرع اس طرح لکھا ہوا ہے نہ اس کے کوئی معنی ہیں اور نہ وہ کلام موزوں ہے، محض ایک بے ترتیب فقرہ ہے۔ غالباً یہ مصرع یوں ہوگا (جو کتابت کی تحریف اور بے توجہی کی پروف ریڈنگ سے مسخ ہوگیا) ـــ ناتوانی سے ہے اب کروٹ بدلنا ناگوار

(تعیشِ جوانی، ب ا، ۵۲۳)

ناخن (ف) مذکر: انگلیوں کے اوپر کی ہڈی جس سے ستار وغیرہ کا تار چھیڑا جاتا ہے، مراد عقل (قلب سازِ ہستی کے لیے مضراب) ع

جس کا ناخن سازِ ہستی کے لیے مضراب ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۴۳)

: مراد علم ع

تیرے ناخن نے جو کھولی میم احمد کی گرہ

(برگِ گل، ب ا، ۱۷۷)

ناخن مرا بسینہ خراشش: میرا ناخن ہر وقت دل کے زخم کو کھرچتا رہتا ہے، کنایۃً ہر وقت قوم کی زبوں حالی کے خیال میں تڑپتا رہتا ہوں ع

کر فیض عشق سے ناخن مرا بسینہ خراشش

(ایک خط کے جواب میں، ب د، ۲۳۹)

نادر (ع) مذکر: نادر شاہ ایک مشہور فاتح جو طہران سے اٹھا تھا اور عراق و ہند سب میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ دہلی میں کئی دن انسانوں کے خون بہاتا رہا۔ دبدبے اور شان و شوکت میں دیگر حکمرانوں سے ممتاز مقام رکھتا تھا۔ ایک معمولی سپاہی کے ہاتھ سے مارا گیا ع

گیا دبدبۂ نادر گیا شوکتِ تیموری

(۲۹، ب ج، ۵۲۰)

نادر شاہ افغان: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انہوں نے مرحوم شاہ افغانستان کی خدمت میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

شاہ مرحوم کا اصلی نام محمد نادر خاں تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت ملیٹری کالج دہرہ دون (یوپی) میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد وہ مزید فوجی تعلیم کے لیے انگلستان گئے۔ اور واپسی پر امیر امان اللہ خاں کی

فوج کے سپہ سالار مقرر ہو گئے۔ ۱۹۱۹ء میں جب امان اللہ خاں نے انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تو جنرل نادر خاں نے عقل کے معرکے میں بڑی دلیری اور فوجی سوجھ بوجھ کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد امان اللہ خاں ان سے ناراض ہو گئے تو انھیں سفیر بنا کر فرانس بھیج دیا۔ جب ۱۹۲۹ء میں بچہ سقہ نے کابل میں شخصی حکومت قائم کی تو نادر خاں افغانستان واپس آئے اور بچہ سقہ کا خاتمہ کر کے خود تخت پر قبضہ جما لیا۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں انھوں نے نصابِ تعلیم مرتب کرانے کے لیے مولانا سلیمان ندوی، ڈاکٹر راس مسعود اور علامہ اقبال کو کابل آنے کی دعوت دی۔ یہ تینوں بزرگ وہاں تشریف لے گئے، مگر نادر خاں کو ان کے مشورے سے اپنی قوم کو فائدہ پہنچانے کا موقع نہ مل سکا کیونکہ نومبر ۱۹۳۳ء میں انھیں کسی بد خواہ نے رائفل کی گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

(ب ج، ۱۵۳)

نادر کاکوروی : اردو کے ایک مشہور شاعر جو مضافات لکھنؤ میں "کاکوری" کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۱۰ء میں انتقال کیا۔ چند سال قبل ان کے دو مجموعے ترقی اردو بورڈ کراچی سے شائع ہوئے ہیں۔

نادرِ کاکوروی نے دُور سے دیکھا ہے مجھے

(غزل، ب ا، ۴۱)

نادرہ فن (ع ف ع) صفت، نادر (رک) + ہ (لاحقۂ مبالغہ) + فن (رک) : بہت عجیب ہنر دکھانے والا ہے۔

لندن کے چرخِ نادرہ فن سے پہاڑ پر

(صدائے بیگ، ب ا، ۵۱)

(نوٹ) اس مصرع میں "لندن" کا ذکر کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حکومتِ برطانیہ کے اشارے سے آئے تھے۔

نار (ع) مونث : آگ ہے۔

نار سے نور سے تہی آغوش

(سبزۂ فلک، ب د، ۱۷۵)

نارِ حیات (- ع) مونث، نار + حیات (رک) : مراد شانِ جلالی ہے۔

عشق ہے نورِ حیات عشق ہے نارِ حیات

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۵)

نارِ خودی (- ف) مونث، نار + اضافت + خودی شانِ جلالی جو انسان میں خودی کی ریاضتوں سے پیدا ہوتی ہے یعنی جذبۂ جہاد ہے۔

رُوحِ اسلام کی ہے نورِ خودی نارِ خودی

(اسلام، ض ک، ۳۰)

ناری (ع ف) صفت، نار (= آگ) + ی (لاحقۂ نسبت) : آگ سے بنی ہوئی، شعلۂ آتش سے نکلی ہوئی ہے۔

برق آتش خو نہیں فطرت میں گو ناری ہوں میں

(شعاعِ آفتاب، ب د، ۲۳۷)

: بد ہے

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

ناز (ف) مذکر

: فخر، افتخار ہے

نطق کو سو ناز ہیں تیرے لبِ اعجاز پر

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

: ادا، غمزہ، نخرہ، چونچلا، جان بوجھ کر کوئی ایسا انداز دکھانے کا عمل جس سے عاشق کا دل تڑپ جائے ہے

تھا یہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا۔

(شمع، ب د، ۴۵)

: مراداً معشوق، حسن ہے

کھلتا نہیں کہ ناز ہوں میں یا نیاز ہوں

(شمع، ب د، ۴۶)

: استغنا اور حکومت ہے

ترا نیاز نہیں آشنائے ناز ابھی تک

(رومی، ض ک، ۱۲)

نازآفریں (ـ ف) ناز + آفریں، مصدر آفریدن (= پیدا کرنا) سے فعل امر: ناز یا حسن کو پیدا کرنے والا، خالق عالم یا محبوب حقیقی ہے۔
وہی نازآفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۴)
: حسن ازل رکھنے والے انبیا و رسل ہے۔
ترا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

ناز کرنا (ـ ا ر) فخر کرنا، افتخار کے ساتھ سر اونچا کرنا، مفتخر ہونا ہے۔
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے
(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

نازاں (ف) صفت، ناز کرنے والا، فخر کرنے والا، ہے۔
عاشق عزلت ہوں اور نازاں ہوں اپنے گھر پہ ہیں
(رخصت اے بزم جہاں، ب د، ۶۵)

نازائی (ف) مونث، نا (= حرف نفی) + زائی، مصدر زائیدن (= جننا) سے اسم کیفیت: پیدا کرنے کی اہلیت نہ ہونے کی صورتِ حال، بانجھ پن ہے۔
زمانے بھر میں رسوا ہے تری فطرت کی نازائی
(تضمین بر شعر انیسی، ب د، ۱۴۵)

نازش (ف) مونث
: فخر، احساس عزت کا ادعا یا انداز، افتخار (رک نازش بیجا) : رشک، جس پر رشک کیا جائے ہے۔
نازش موسم گل لالۂ صحرائی تھا
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۰)

نازش بیجا (ـ ف ف) ناز بیجا افتخار ہے۔
بیگانہ سمجھنے پہ نازش بے جا بھی چھوڑ دے
(غزلیات، ب د، ۱۰۷)

نازش موسم گل (ـ ع ف) صفت، نازش + اضافت + موسم گل (رک): جس پر بہار رشک کرے، مراد دینی اور دنیاوی ترقی کے لیے باعث فخر ہے۔

نازش موسم گل لالۂ صحرائی تھا
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۰)

نازک (ف) صفت
: کمزور، جو ذرا سی ٹھیس بھی برداشت نہ کر سکے، بہت جلد متاثر ہونے والا ہے۔
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۴)
: پیچیدہ، دشوار ہے۔
یہ مسئلے ہیں نازک جو تیری رضا ہو تو کر
(۲۲، ب ج، ۴۵۷)

نازک مزاجی (ـ ع ف) مونث، نازک + مزاج (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) چڑچڑاپن ہے۔
اف رے نازک مزاجیاں تیری
(ب ۱۰۱، ۴۲۲)

نازل (ع) صفت: اترنے والا ہے۔
فرش سے شعر ہوا عرش پہ نازل میرا
(جواب شکوہ، ب د، ۲۶۶)

نازل ہونا (ع ا ر): نازل (= اترنے والا) + ہونا (رک): اترنا، (چونکہ آیت وحی کے تو قع پر آسمان سے اترتی تھی جسے جبریل اپنی لاتے تھے اس لیے آیت کے ساتھ نازل ہونا یا اترنا بولا جاتا ہے۔ اور طنز یہ گاندھی جی کے مضمون کو آیت سے تشبیہ دینے کے بعد وہی لفظ استعمال کیے ہیں جو آیت سے مختص ہیں) ہے۔
یہ آیۂ نو جیل سے نازل ہوئی مجھ پر
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

نازنین (ف): صفت: نازک اندام، حسین، مراد کل مخلوقات عالم جن میں جلوۂ ایزدی پایا جاتا ہے اور اس بنا پر وہ سب حسین ہیں ہے۔
وہی نازآفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

نازنینان: نازنین (رک) کی جمع ہے۔
شہنشاہی حرم کی نازنینان سمن بر سے

ے ترکیب پاکر ایک کلمہ ہوگیا۔

ع دراصل مذکر ہے۔ اقبال نے مونث باندھا ہے

(غلام قادر رہیلہ، ب د، ۲۱۷)

ناصح (ع) صفت: نصیحت کرنے والا، صلاح کار، پند گو، واعظ ہے۔

نبیر دنشتر سے [1] نقے بڑھ کر پند ناصح ناگوار

(عیش جوانی، ب ا، ۵۱۷)

: (تغزل) عاشق کو ترکِ عشق یا ضبطِ فریاد وغیرہ کی نصیحت کرنے والا ہے

ضبط کی جا کے سنا اور کسی کو ناصح

(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۲)

ناصیہ (ع) مذکر: ماتھا، پیشانی۔

ناصیہ کوباں (ع - ف) صفت: ناصیہ + کوباں مصدر کوفتن (= کوٹنا، رگڑنا) سے حالیہ ناتمام: پیشانی رگڑنے والا، سجدے میں خم ہے۔

ہر در پیرِ مغاں ناصیۂ کوباں ہوگا

(ب ا، ۳۸۷)

ناظر (ع) صفت: نظر کرنے والا، دیکھنے والا ہے

ناظرِ عالم ہے نجم سبز فام آسمان

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۴۹)

ناظرین سے: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے مسلمانوں سے کہا ہے کہ جب تک تم زندگی کے حقائق کو پیشِ نظر نہیں رکھو گے اس وقت تک تمہارا وجود شیشے سے بھی زیادہ کمزور ہے حوادثِ روزگار کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ انسان کی کمزوری کا مضمون انھوں نے غالباً اس آیت سے اخذ کیا ہے جس میں ارشادِ قدرت ہے کہ "خُلِقَ الانسانُ ضعیفاً"، یعنی انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

(ض ک، ۱۰۶)

ناظم (ع) مذکر: بسکر یٹری ہے

خدا داد احد ہے دو ناظم ہیں اپنے

(ب ا، ۴۶۶)

ناظمِ کون و مکاں (ع) صفت، ناظم (= نظم کرنے والا، شاعر، نیز بطور ایہام نظم و نسق کرنے والا) + اضافت + کون و مکاں (رک): دیوانِ کائنات کا نظم کرنے والا، نیز کائنات کا منتظم خدائے تعالیٰ ہے

آہنگِ طبع ناظمِ کون و مکاں ہوں میں

(شمع، ب د، ۳۶)

ناظمِ شروان (ع - ف) مذکر، ناظم + اضافت + شروان (= ایران کے ایک شہر کا نام جو فارسی کے مشہور شاعر خاقانی کا مسکن تھا): شروان کا مشہور شاعر خاقانی ہے

لاکھ سر تاجِ سخن ناظمِ شروان ہوگا

(ب ا، ۳۸۷)

ناغہ (ت) مذکر: غیر حاضری، اسکول وغیرہ سے بغیر تعطیل کے غائب رہنے کا عمل ہے

کوئی ناغہ جو ہوگیا تو کسے

(بچّہ کا خطاب، ب ا، ۹۳)

نافہ (ف) مذکر: مشک کی تھیلی جو عموماً تاتار اور ختن کے ہرن کی ناف میں ہوتی ہے اور اس کے اندر کا خون جمنے کے بعد مشک کہلاتا ہے۔ اس کی خوشبو نہایت فرحت افزا ہوتی اور دور تک پھیلتی ہے ہے

دلکش ہے فضا لیکن بے نافہ تمام آہو

(محراب گل افغان، ۱۴، ض ک، ۱۷۲)

نافۂ آہو (ف - ف) مذکر، نافہ (رک) ء (علامتِ اضافت) + آہو (رک): تاتار یا ختن کے ہرن کی ناف کے اندر کی تھیلی ہے

مشک بن جاتی ہے ہو کر نافۂ آہو میں بند

(اسیری، ب د، ۲۵۴)

ناقص (ع) صفت: ادھورا، غیر مکمل، ناتمام، جس میں کچھ کمی ہو۔

ناقص کامل (ع - ع)، ناقص + اضافت + کامل (رک): پستی کا ساکن ہونے کے لحاظ سے ناقص اور بلند نظر ہونے کے نقطۂ نگاہ سے کامل ہے۔

اسفل عالی نظر ہوں ناقص کامل ہوں میں

[1] غالباً اقبال نے بھی اکیا ہوگا

(ب ا ، ۲۵۳)

ناقوس (ع) مذکر : سنکھ جو بت خانوں میں بجایا جاتا ہے ؎

شورشِ ناقوس آوازِ اذاں سے ہمکنار

(نمودِ صبح ، ب د ، ۱۵۴)

ناقہ (ع) مذکر : اونٹنی ، اونٹ ، سواری ؛

ناقۂ شاہدِ رحمت کا حُدی خواں (ـ مـ ع ع ارع ف) مذکر ، ناقہ + ۂ (علامت اضافت) + شاہدِ رحمت (رک) + کا (رک) + حدی خواں (رک) : بارش جس پر سوار ہوکر رحمت الٰہی بحر و بر میں گزرتی ہے اس کی رفتار گرج چمک سے تیز کرنے والا ؎

ناقۂ شاہدِ رحمت کا حُدی خواں ہونا

(ابرِ کہسار ، ب د ، ۲۷)

ناقۂ لیلیٰ بیکار ہوا (ـ ف ع ف ار) ، ناقہ (= اونٹنی) + اضافت + لیلیٰ (رک) + بیکار (= کام سے معطل ، جو کسی کام کا نہ ہو) + ہوا (ہونا سے) : لیلیٰ کی اونٹنی کی ضرورت باقی نہیں رہی ، لوگوں کے اونٹوں پر سفر کرنے کا سلسلہ ختم ہوا کیونکہ وہاں اب (۱۹۰۸ء میں دمشق سے) ریل آگئی ہے ؎

دیکھ یثرب میں ہوا ناقۂ لیلیٰ بیکار

(عبدالقادر کے نام ، ب د ، ۱۳۲)

ناک (ار) مونث : چہرے پر دو سوراخوں کا ایک عضو جس سے سونگھتے ہیں ،

ناک میں دم آنا (ار) : بہت دق ہونا ؎

ناک میں آخر کو دم آیا مرے صیاد کا

(ب ا ، ۵۲)

ناگاہ (ف) متعلق فعل : یکایک ، ناگہاں ؎

ناگاہ فضا بانگِ اذاں سے ہوئی لبریز

(اذان ، ب ج ، ۱۴۵)

ناگہاں (ف) متعلق فعل : یکایک ، ایک دم سے ؎

سر پہ آجاتی ہے جب کوئی مصیبت ناگہاں

(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۳۴)

نالاں (ف) صفت ، مصدر نالیدن (= رونا) سے صفت فاعلی : فریادی ؎

ورنہ اس صحرا میں کیوں نالاں ہے یہ مثلِ جرس

(بچہ اور شمع ، ب د ، ۹۴)

نالندہ (ف) صفت ، مصدر نالیدن (= نالے کرنا) سے حالیۂ تمام : رونے والا ، پُرسوز اور پُراثر آواز نکالنے والا ؎

نالندہ ترے عُود کا ہر ساز ازل سے

(روحِ ارضی ، ب ج ، ۱۳۰)

نالہ (ف) مذکر : گریہ وزاری ، نوحہ و فریاد ،

نالہ کش (ـ ف) نالہ + کش ، مصدر کشیدن سے فعل امر : نوحہ پڑھنے والا ، مرثیہ کہنے والا ؎

نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر

(صقلیہ ، ب د ، ۱۴۷)

نالۂ بلبل (ـ ف) ، مذکر ، نالہ + ۂ (علامت اضافت) + بلبل (رک) : بلبل یعنی کسی بھی دردمند کی درد بھری پکار یا آواز ؎

منت پذیر نالۂ بلبل کا تو نہ ہو

(دردِ عشق ، ب د ، ۵۰)

نالۂ بیدادِ سوزِ زندگی (ـ ف ف ف ف) ، مذکر ، نالہ + ۂ (علامت اضافت) + بیداد (= ظلم) + اضافت + سوز (= آگ) + زندگی (= حیات) : اس ظالم طاقت کے خلاف فریاد جو زندگی کے درد (یعنی بیانِ درد) کے راستے میں ظلم و جبر سے حائل و مانع ہے (اس وقت کے بھارت کی حکومتِ وقت (برطانیہ) کی طرف اشارہ ہے) ؎

سراپا نالۂ بیدادِ سوزِ زندگی ہو جا

(تصویرِ درد ، ب د ، ۳۰)

نالۂ خاموش (ـ ف ف) ، مذکر ، نالہ + ۂ (علامت اضافت) ، خاموش (رک) : ایسا نوحہ جو سنائی نہ دے ، آنکھوں سے نہ روتے اور صورت و حالت سے فریادی کیفیت ٹپکنے کی صورتِ حال ؎

ہیں سراپا نالۂ خاموش تیرے بام و در

(مرزا غالب ، ب د ، ۲۷)

نالۂ شبگیر (۔ ف ف ف) مذکر، نالہ + ٔ (علامت اضافت) + شب (= رات) + گیر، مسدر گرفتن (= پکڑنا، لینا) سے فعل امر: رات کے وقت بلند ہونے والی آہ و فریاد ؎

دردمندان جہاں کا نالۂ شبگیر تھا

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

نالۂ فراق (۔ ف ع) مذکر، نالہ + ٔ (علامت اضافت) + فراق (= جدائی): وہ گریہ و زاری جو کسی کی جدائی کے غم میں کی جائے۔ ہجر کا نوحہ؛

(نالۂ فراق (آرنلڈ کی یاد میں) ب د، ۷۷)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اپنے علومِ حکمیہ کے استاد ڈاکٹر آرنلڈ (رک) کی یاد میں اپنے احساسات نظم کیے ہیں۔ یہ نظم علامہ نے ۱۹۰۴ میں کہی تھی اور مئی کے ماہنامہ مخزن لاہور میں شائع ہوئی تھی۔

(ب د، ۷۷)

: یہ نظم ابتداءً مخزن (مئی ۱۹۰۴ء) میں چھپی تھی جب بانگ درا میں شائع ہوئی تو نو اشعار کم ہو گئے۔ یہ اشعار باقیاتِ اقبال میں درج ہیں۔

(ب ا، ۱۳۱)

نالۂ یتیم (۔ ف ع) مذکر، نالہ + ٔ (لاحقۂ اضافت) + یتیم (رک): بن باپ کے بچے کی فریاد۔ یہ اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے بتاریخ ۲۴ فروری ۱۹۰۰ء انجمن حمایت الاسلام لاہور کے پندرھویں سالانہ اجلاس میں (جس کے صدر شمس العلماء مولانا نذیر احمد تھے) پڑھی تھی، اور انجمن کی روداد کے صہ۳۶ سے باقیات میں لی گئی۔ صاحبِ باقیات لکھتے ہیں کہ مولانا نذیر احمد مرحوم نے یہ نظم سن کر فرمایا، میں نے دبیر اور انیس کی بہت سی نظمیں سنی ہیں مگر واقعی ایسی پُر اثر نظم کبھی نہیں سنی۔[1]

(ب ا، ۳۴)

نام (ف) مذکر: لقب، اسم جو چیز یا شخص کو پہچاننے کے لیے اس کے آغاز سے رکھا جاتا ہے ؎

ہمیشہ وردِ زباں ہے علی کا نام اقبال

(غزلیات، ب ا، ۴۵۵)

نام کو (۔ ا ر): کہنے کو، ظاہراً ؎

زندانی ہے اور نام کو آزاد ہے شمشاد

(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۲)

نام لینا (۔ ا ر) کسی کا نام یا ذکر زبان پر لانا، عقیدت مندی کا اظہار کرنا ؎

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

نام لیوا (ف ا) صفت، نام + لیوا (= لینے والے): نام لے کر فخر کرنے والے، مراد غلامان بارگاہ ؎

نام لیوا جس کے شاہنشاہ عالم کے ہوئے

(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

: یاد کرنے والا، مدعی، فخر کرنے والا ؎

نام لیوا اک دربار علم و حکمت کا ہوں میں

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۸)

نام نکالنا (۔ ا ر) شہرت حاصل کرنا ؎

دنیا میں اپنا نام نکالوں تری طرح

(چاند اور شاعر، ب ا، ۶۵)

نام نکلنا: شہرت پانا، مشہور ہونا ؎

نکلتا ہے انسان کا نام جس سے

(محنت، ب ا، ۲۹۱)

نام و نشان (۔ ف ف) نام + و (عطف) + نشان (علامت جس سے کسی کا وجود متعین ہوتا ہے): وجود، ہستی ؎

آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا[2]

---

[1] میرے نزدیک یا تو مولانا نے انیس و دبیر کا کلام نہیں سنا تھا یا ان کا قول دور از کار مبالغے پر مبنی ہے۔

[2] جن جذبات کے تحت اقبال نے یہ ترانہ کہا ہے ان کا تقاضا ہے کہ شاید انھوں نے "آساں" کی جگہ "ممکن" کہا ہو کیونکہ عقیدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا نام مٹانا ممکن ہی نہیں۔ اس جگہ پر "آساں" کہنے سے مٹائے جانے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے جو اقبال کے جذبات کے منافی ہے۔ نسیم ۱۲

(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

ناموس (ع) مونث: وقار، عظمت، حرمت۔

حق تو یہ ہے حافظِ ناموسِ ہستی بھی ہوا

(مسلم، ب د، ۱۹۶)

: عزت و عصمت ہے۔

حافظِ ناموسِ زن مرد آزما مرد آفریں

(ابلیس، ۲، ا ح، ۱۳)

نان (ف) مونث: روٹی۔

نانِ جویں (ف۔ف۔ف) مونث، نان + جو (مشہور اناج) + یں (لاحقۂ نسبت): جو کی روٹی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی معتاد غذا تھی اور جو انھیں اس طرح حاصل ہوتی تھی کہ دن بھر محنت مزدوری کر کے جو خریدتے تھے پھر بی بی فاطمہ زہرا (صلوات اللہ علیہا) انھیں پیستی اور روٹی پکاتی تھیں ہے۔

جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے

(۵، ب ج، ۹۷)

نان سے آب جاتی رہنا: ایسی روٹی کھانا جو حلال نہ ہو اور اس سے آبرو میں فرق آئے ہے۔

وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۸)

نانِ شعیر (ف۔ع) مونث، نان + اضافت + شعیر (= جَو)، جَو کے آٹے کی روٹی ہے۔

کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

(ریّس اور ترا، ب د، ۲۵۲)

نانک (ا) مذکر، سکھوں کے پیشوا گرو نانک جی جنھوں نے پنجاب میں توحید کا درس دیا اور جنھیں ان کے پیرو غیر مسلم اور اکثر مسلمان مسلم خیال کرتے ہیں اور جن کے اسلام لانے کا ثبوت، اس سے بھی ملتا ہے کہ ان کے کرتے پر آج تک سورۂ فاتحہ اور کلمۂ طیبہ لکھا ہوا ہے (واللہ اعلم بالصواب) اس کرتے کو سکھ "چولا صاحب" کہتے ہیں۔

نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا

(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے گرو نانک جی کی خدمت میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

(ب د، ۲۳۱)

ناو (ا) مونث، کشتی، بیڑا ہے۔

مری ناو گرداب سے پار کر

(ساقی نامہ، ب ج ۱۲۵)

ناوک فگن (ف ف) صفت، ناوک (= تیر) + فگن، مصدر فگندن (= پھینکنا) سے فعل امر: تیر مارنے والا، تیر کی طرح دل میں گڑ جانے والے شعر کہنے والا ہے۔

اٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دل پر تیر کون

(داغ، ب د، ۹۰)

ناول (انگ) مذکر: طویل افسانے کی کتاب ہے۔

اور پھر انعام میں ناول ہیں مفت

(بنجۂ فرہاد، ب ا، ۹۵)

نا و نوش (ف ف ف) مونث، نا (اصلاً نائے = گانا) + و (عطف) + نوش، مصدر نوشیدن (= پینا) سے فعل امر: نغمہ اور مستی مراد عشقِ رسولؐ اور اس کے ترانے ہے۔

پھر دکاں تیری ہے لبریز صدائے نا و نوش

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۸)

نائے: رک نَے ہے۔

دانائے صورت گری و شاعری و نائے و سرود

(... وجود، ض ک، ۱۱۴)

نبرد (ف) جنگ، لڑائی ہے۔

دیکھے ہیں میں نے سیکڑوں ہنگامۂ نبرد

(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۷)

نبض (ع) مونث: ہاتھ کی وہ رگ جو حرکت کرتی ہے اور جس سے انسان کی صحت و مرض اور زندگی و موت کا حال معلوم ہوتا ہے ہے۔

نبضِ موجودات میں پیدا حرارت اس سے ہے

(مسلم، ب د، ۱۹۶)

نبوت (ع) مونث: خدا کی طرف سے بھیجا ہوا نبی ہونے

کا عہدہ ۔ اقبال نے اس عنوان سے جو چار شعر کہے ہیں وہ اس وقت کہے گئے تھے جب انگریزوں کے دور میں حکومت کی شہ پر ہندوستان میں ایک فرضی نبی پیدا ہوا تھا اور اس کی خاص تبلیغ یہ تھی کہ انگریز قرآن پاک کی رُو سے "اُولی الامر" ہیں، لہٰذا ان کی مخالفت اور ان کے خلاف جہاد "جائز نہیں۔ مختصراً اس بناوٹی نبی کی تمام تر تبلیغ جہاد کے خلاف تھی۔

(نبوّت، ض ک، ۵۶)

حضورؐ کے پیغمبر ہونے کا منصب ہے
دے تو بھی نبوّت کی صداقت پہ گواہی

(وطنیّت، ب د، ۱۶۰)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے اس وقت کہی تھی جب برطانیہ نے (سن ۲۵ تا ۱۹۳۰ء) میں تحریک آزادی کو کچلنے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے تھے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مسلمانوں میں ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کر دیا تھا اور اس کی تبلیغ یہ تھی کہ اس عہد میں جبکہ انگریزوں کے عدل و داد کی بدولت ہمیں ہر قسم کا اطمینان میسر ہے، جہاد جائز نہیں۔ اس موضوع پر اس نے صدہا مضامین اور رسالے بھی لکھ ڈالے تھے۔ نظم کا خلاصہ یہ ہے کہ جو نبوّت قوت اور شوکت کے پیغام سے خالی ہو وہ بھنگ کا نشہ ہے نبوّت نہیں (قب ساحرالموط)

(ض ک، ۵۶)

نَبَوی (ع) صفت: النبی (صلعم) سے نسبت رکھنے والا ہے۔

غارت گر کاشانۂ دین نبوی ہے

(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

نِبھانا (ا) : باہم گزارا کرنا، ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ سے بسر کرنا ہے۔

نبھائیں گے کیا ایک سے وہ محبت

(ب ا، ۱۲۱)

نِبھنا (ا) موافقت قائم رہنا، ایک ساتھ بسر ہونا ہے۔

بھلا نبھے گی تری ہم سے کیونکر اے واعظ

(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

نَبی (ع) مذکر: رک پیغمبر ہے

ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۲)

نبیِّ عفّت (ع ع) مذکر، نبی (رک) + اضافت + عفّت (رک): مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو شام میں پیدا ہوئے تھے ہے

نبیِّ عصمت و غم خواری و کم آزاری

(یورپ اور سوریا، ض ک، ۱۴۹)

نپولین: تاریخ میں نپولین بوناپارٹ کے نام سے موسوم دنیا کا ایک مشہور فاتح ہے۔ جو اٹھارھویں صدی میں رُوم کے ایک جزیرے میں پیدا ہوا۔ فرانس میں تعلیم پائی اور وہیں فوج میں ملازمت کر لی۔ ترقی کرتے کرتے اسے فرانس کا فرماں روا تسلیم کر لیا گیا۔ ۳۰ سال کی مدت میں اس نے رُوس، برطانیہ اور ترکی کے علاوہ پورے یورپ کو فتح کر لیا۔ لیکن رُوس پر حملہ کرتا تھا کہ اس کے اقتدار پر زوال آ گیا۔ کچھ مدت کے بعد پھر اقتدار اس کے ہاتھ میں آ گیا اور فوراً اس نے برطانیہ اور جرمن کے خلاف اعلان جنگ کر دیا مگر اسے نباہ نہ سکا اور واٹرلو کے میدان میں انگریزوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے

(نپولین کے مزار پر، ب ج، ۱۴۹)

نپولین کے مزار پر: یہ بال جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے نپولین کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کی زندگی سے یہ سبق حاصل کرنے کی دعوت دی ہے کہ اگر انسان عمل کو اپنا شعار بنائے تو اس کی بدولت تقدیر کے بھید سے اسرار اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔

(ب ج، ۱۴۹)

نتائج (ع) مذکر: نتیجہ (رک) کی جمع

(تعلیم اور اس کے نتائج، ب د، ۲۰۹)

نَتیجہ (ع) مذکر: انجام ہے

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی

(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

نِثار (ع) صفت: صدقے یا قربان ہونے والی ہے

یہ جان بیقرار ہے تجھ پر نثار کیوں

(شمع و پروانہ، ب د، ۴۰)

نَثّار (ع) صفت: نثر لکھنے والا، نثر لکھنے ماہر ہے

جب ایڈیٹر ناظم و نثار ہے

(ریچۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

نَثر (ع) مونث: عبارت ہے

کیلی معنی کا محمل اس کی نثر دلپذیر

(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۴)

نَجات (ع) مونث: چھٹکارا، رہائی (رک ظریفانہ کشاکش سے نجات)

نَجّار (ع) مذکر: بڑھئی، مراد انگریز جنھوں نے ہندوستانیوں کو بناوٹی آزادی دینے کے لیے الکشن وغیرہ کرائے تھے اور ہندوستانیوں کی کرسیاں بنائی تھیں ہے

میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

نَجد (ع) مذکر: حجاز کا وہ حصہ جو لیلیٰ کا وطن تھا ہے

نجد کے دشت و جبل میں رم آہو بھی وہی

(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

نَجَف (ع) مذکر: عرب کے علاقہ عراق میں ایک شہر کا نام (نجف اشرف)، جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا روضہ شریف ہے اور دینی علوم دینیہ کی ایک بہت بڑی درس گاہ ہے، جہاں دنیا بھر (مشرق ومغرب) کے طالب علم درس اجتہاد حاصل کرنے کے لیے جاتے ہیں ہے

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

(۱۶)، ب ج، ۴۰)

نجف میرا مدینہ ہے الخ: اس شعر میں یہ کہنا مقصود ہے کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت رسالتمآب صلعم سے اور ان دونوں کو خدائے تعالیٰ سے جدا نہیں سمجھتا، اگرچہ میں بندہ اور کا (یعنی خدائے تعالیٰ کا) ہوں مگر شاہ ولایت (رک) کی امت کا ایک فرد ہوں ہے

نجف میرا مدینہ ہے مدینہ ہے مرا کعبہ

میں بندہ اور کا ہوں امتِ شاہِ ولایت ہوں

(تصویرِ درد، ب ا، ۳۲)

نَجم (ع) مذکر: ستارہ، تارہ ہے

ناظرِ عالم ہے نجمِ سبز فام آسماں

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۴۹)

نجمِ سحر (ع ع) نجم (= تارہ) + اضافت + سحر (= صبح): صبح کا تارہ ہے

ہے رواں نجمِ سحر جیسے عبادت خانے سے

(نمودِ صبح، ب د، ۱۵۳)

نُجُوم (ع) مذکر: نجم (رک) کی جمع ہے

کہتا تھا قطب آسماں قافلۂ نجوم سے

(کوشش ناتمام، ب د، ۱۲۴)

: ستاروں کی گردش سے تغیرات عالم پر حکم لگانے کا علم (رک نجومی)

نُجُومی (ع ف) مذکر، نجوم (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): ستاروں کی رفتار سے افعالِ عالم پر حکم لگانے کا علم جاننے والا، جوتشی ہے

مرے خم و پیچ کو نجومی کی آنکھ پہچانتی نہیں ہے

(زمانہ، ب ج، ۱۳۰)

نَجیب (ع) صفت: شریف، خوش اخلاق ہے

آہ یہ قومِ نجیب و چرب دست و تردماغ

(علّا زادہ، ۳، ا ح، ۹۶)

نچوڑنا (ار): کسی چیز کو دبا کر یا بھینچ کر پانی وغیرہ نکالنا

(ہم نچوڑیں گے دامن، ب ا، ۹۳)

نَخچیر (ف) مذکر: شکار، مراد مسخر ہے

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں

(ا، ب ج، ۲۵)

نخچیرِ محبّت (ف ـ ع) مذکر، نخچیر + اضافت + محبت (رک)

شہیدِ عشق ہے
نخچیرِ محبت کا قصہ نہیں طولانی
(۱۸، ب ج، ۴۱)

نخچیری (ف ف) مونث، نخچیر (= زخمی شکار) + ی (لاحقۂ کیفیت) : شکار کا عمل ہے
اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
(فقر، ب ج، ۱۶۰)

نخل (ع) مذکر: درخت، پودا ہے
سیکڑوں نخل ہیں کاہیدہ بھی بالیدہ بھی ہیں
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۵)

نخلِ تمنا (ف ع) مذکر، نخل (= درخت) + اضافت، + تمنا (= آرزو) : آرزو اور امید کا باغ (اضافت تشبیہی ہے)
اس تفتہ دل کا نخلِ تمنا ہرا نہ ہو
(شمع و پروانہ، ب د، ۴۱)

نخلِ شمع استی و در شعلہ دود ریشۂ تو
عاقبت سوز بود سایۂ اندیشۂ تو
: (اے مسلمان) تو چراغوں کا ایک درخت ہے (ہ) کے شعلے پاکر بس تیری ہستی (یعنی حرارت، دوڑ رہی ہے، تیرے خیالات کا سایہ (یعنی روشنی) انجام سے بے پروا ہے۔
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۶)

نخلِ طور (رک کلیم طور سینا) : نخل طور کی طرح عزیز اور محبوب ہے
میرے لیے نخلِ طور ہے تو
(عبدالرحمٰن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت، ب ج، ۱۲۱)

نخلِ ماتم (ع ع) مذکر: بیری کا درخت جس میں کانٹے ہوتے ہیں ہے
ہر شجر جس کا نخلِ ماتم ہے
(نسیم کا خطاب، ب ا، ۶۴)

نخلستان (ع ف) مذکر: نخل + ستان (لاحقۂ ظرف) : باغ۔

نخلستانِ ایمن (ع ع) مذکر: (وادیِ ایمن کا باغ جس میں شجرِ طور تھا (شعر کا مفہوم یہ ہے کہ وادیِ ایمن کے باغ میں جلوہ دکھا کر محبوب کا دل خوش نہ ہوا تو یثرب (مدینہ منورہ) کے صحرا میں آیا اور یہاں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بھیس میں اپنا جلوہ دکھایا تو بڑی زیب و زینت سے دکھایا جو اسے بھی بھا گیا اور دوسروں کو بھی ہے
پسند آئی نہ ان کو سیرِ نخلستانِ ایمن کی
(ب ا، ۲۲۱)

نخیل (ع) مذکر: کھجور کا درخت، مراد باغ ہے
اور آبادی میں تو زنجیریِ کشت و نخیل
(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۸)

نخیلِ بے رطب، نخیل (رک) + اضافت + بے (رک)، + رطب (رک) : وہ کھجور کا پیڑ جو پھل سے محروم ہو ہے
مجھ کو خبر نہ تھی کہ ہے علم نخیلِ بے رطب
(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۴)

ندا (ع) مونث: آواز، بلند آواز، پکارنے کی آواز۔

ندائے آفاق (ع ف ع) مونث، ندا + ے (علامتِ اضافت) + آفاق (رک) : تمام عالم میں گونجنے والی آواز ہے
مومن کی اذاں ندائے آفاق
(ایک فلسفہ زدہ سیدزادے کے نام، ض ک، ۱۸)

ندامت (ع) مونث: شرمندگی، خجالت، شرمساری ہے
وہ عاصی ہوں کہ میں اپنے گناہوں کی ندامت ہوں
(نفیرِ درد، ب ا، ۴۰)

ندرت (ع) مونث: نادر پن، کم یابی، انوکھا پن ہے
ندرتِ فکر و عمل کیا شے ہے؟ ذوقِ انقلاب!
(مسولینی، ب ج، ۱۵۰)

ندی / ندّی (ا) مونث: چھوٹا دریا ہے
آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

ندیم (ع) مذکر: مصاحب ہے

ہم نفس میرے سلاطیں کے ندیم
(پیر و مرید، ب ج ۱۳۸)

نَذر (ع) مونث
: پیش کش، ہدیہ، تحفہ (تعظیم کے موقع پر) ؎
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
(حضور رسالتمآب میں، ب د ۱۹۷)
: بھینٹ (تحقیر کے محل پر)

نذرِ برہمن ہوگئیں: ہندوؤں کی بھینٹ چڑھ گئیں، یعنی اُن (نمازوں) کو چھوڑ کر ہندوؤں کے عقائد اختیار کر لیے ؎
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہوگئیں
(شمع اور شاعر، شمع، ب د ۱۸۷)

نذر کرنا: بھینٹ چڑھا دینا، چھوڑ دینا، نظر انداز یا ترک کر دینا ؎
نذر کر دے تجھکو آزادی کی قرباں گاہ میں
(کلاہِ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۱)

نَذرانہ (ع ف) مذکر: بھینٹ، تحفہ، پیش کش، ہدیہ ؎
نذرانہ نہیں سُود ہے پیرانِ حرم کا
(باغی مرید، ب ج ۱۶۶)

نَذیری (ع ف) مونث، نَذیر (= ڈرانے والا) + ی (لاحقۂ کیفیت): ڈرانے دھمکانے کا منصب، یعنی حکمرانی، سیاست میں انسانوں کی قیادت ؎
بشیری ہے آئینہ دارِ نذیری
(دین و سیاست، ب ج ۱۸۱)

نِرا (ار) صفت: صرف، فقط ؎
غافل تو نرا صاحبِ ادراک نہیں ہے
(۱۰، ب ج ۳۳۶)

نِرالا (ار) صفت مذکر: اپنے رنگ کا آپ، سب سے مختلف
انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
(غزلیات، ب د ۱۰۱)

نِرالی (ار) صفت: نرالا (رک) کی تانیث ؎
دردِ دل کی زباں نرالی ہے
(شبنم کا خطاب، ب ا ۲۴۱)

نَردبان (ف) مذکر نیز مونث: سیڑھی، زینہ ؎
سر کے بل گرتا ہے گر یا نردبانِ اہلِ درد
(اہلِ درد، ب ا، ۲۰۸)

نِرخ (ف) مذکر: بھاؤ ؎
جنس کمیاب ہے آ نرخ کو بالا کر دیں
(عبدالقادر کے نام، ب ا، ۲۵۱)

نَرگس (ف) مونث: ایک قسم کا پھول جو آنکھ سے مشابہ اور زرد نیز سیاہ ہوتا ہے اور جس طرف اس کا رُخ ہو اس طرف مسلسل دیکھتا ہوا سا نظر آتا ہے ؎
اٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
(تصویرِ درد، ب د ۶۸)

نرگسِ بیمار (ف ف) مونث، نرگس + بیمار (= مریض کی نیم وا آنکھ سے مشابہ) (نرگس کو شعرا محبوب کی مخمور، نیم وا اور ترچھی آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں، یہی کیفیت مریض کی آنکھوں کی ہوتی ہے اس لیے نرگس کے پھول کو نرگسِ بیمار کہنے لگے ؎
رہتی ہے سدا نرگسِ بیمار کی تر آنکھ
(شبنم اور ستارے، ب د ۲۱۲)

نرگسِ شہلا (ف ع) مونث، نرگس (= ایک قسم کا پھول جو آنکھ سے مشابہ اور زرد یا سیاہ ہوتا ہے) + اضافت + شہلا (= وہ عورت جس کی آنکھیں سیاہ مائل بہ سرخی ہوں نیز ایک قسم کی نرگس جس کا پھول سیاہ ہوتا ہے اور آنکھ کو اسی پھول سے تشبیہ دیتے ہیں): پھولوں کے پاس بیٹھنے اور ان کے نظارے سے دلچسپی رکھنے والا ؎
ہم نشین نرگسِ شہلا رفیقِ گل ہوں میں
(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د ۴۴)

نرگس کی آنکھ سے: (کنایۃً) ٹکٹکی باندھ کے ؎
نرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی
(غزلیات، ب د ۱۰۲)

نرگسِ مستانہ: مست آنکھیں (استعارۃً) ؎
نرگسِ مستانہ میں وہ سرمۂ دنبالہ دار
(تعیشِ جوانی، ب ا ۱۹۵)

نِرگُن[1] (ار) صفت: بے رحم ؎

---

[1] یہ نرگھن ہے۔

اگتی ہے جو وہ نرگس کہتے ہیں پیت اس کو
(زنیا شوالا ، ب ا ، ۴۰)

نرم (ف) صفت
: ملایم ، گدگدا ہے
ان نرم پھولوں سے خدا مجھ کو بچائے
(ایک مکڑا اور مکھی ، ب د ، ۳۰)
: ہلکا ہلکا ، آہستہ آہستہ (رک نرم سیر)
: مراد رحم دل ہے
ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
(مومن ، ض ک ، ۴۵)

نرم رو قاصد (ف ف ع) مذکر ، نرم (= سست) + رو (مصدر رفتن (= چلنا) سے فعل امر) + قاصد (رک) : سست رفتاری سے (یعنی اپنے قدموں سے پیدل) چلنے والے ترک (جو برقی طاقت پر بسر رسا کرنے والی حملہ آور یونانی فوج کے مقابل صف آرا تھے) ہے
ہما ما نرم رو قاصد پیام زندگی لایا
(طلوع اسلام ، ب د ، ۲۷۴)

نرم سیر (- ع) صفت ، نرم + سیر (= چلنا) ، دھیمی رفتار سے چلنے والا ہے
شب سکوت افزا ہوا آسودہ دریا نرم سیر
(خضر راہ ، ب د ، ۲۵۵)

نری (ار) متعلق فعل ، محض ، صرف ، خالی خولی ہے
نری بڑائی ہے خوبی ہے اور کیا تجھ میں
(ایک پہاڑ اور گلہری ، ب د ، ۳۱)

نزار (ف) صفت : لاغر ، دبلا ، کمزور ہے
گرچہ تھا نیزا تن خاکی نزار و درد مند
(رنہائی ، ب د ، ۲۵۴)

نزع (ع) مونث : دم نکلنے کی کیفیت ، جاں کنی ہے
دل نزع کی حالت میں خرد پختہ و چالاک
(ابلیس کی عرضداشت ، ب ج ، ۱۶۲)

نزول (ع) مذکر : نازل ہونے کی صورت حال ، عالم بالا سے عالم اسفل میں آنے کی کیفیت ہے
مینا دل پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ
(ب ا ، ۴۵۱)

نزول کتاب (ع ع) ، مذکر ، نزول (= نازل ہونا ، اترنا) + اضافت + کتاب (= قرآن) : قرآن کا عالم بالا سے رسولؐ اسلام پر اور اُن کے توسط سے مسلمانوں پر اثر نازل قلب ضمیر پر نزول کتاب ہونا) ہے
ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
(۹۰ ، ب ج ، ۸۱)

نسب (ع) مذکر : خاندان ، قبیلہ ، قبائلی تقسیم ہے
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
(مذہب ، ب د ، ۲۴۸)

نسبت (ع) مونث : مناسبت ، مطابقت ، مشابہت ہے
تجھے آبلے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
(خطاب بہ جوانان اسلام ، ب د ، ۱۸۰)
: تعلق ، لگاؤ ہے
کہ جبریل نے ہے اس کو نسبت خویشی
(۹۶ ، ب ج ، ۲۹۶)

نسترن زار (ف ف) مذکر ، نسترن (= سیوتی کا پھول جو سفید ہوتا ہے) + زار (لاحقۂ ظرف) : سیوتی کے پھولوں کا تختہ ہے
نفرت ہے تمام نسترن زار
(تنہائی ، ب د ، ۱۲۹)

نسخہ (ع) مذکر
: وہ پرچہ جس پر دوائیں لکھ کر مریض کو دیتے ہیں ، وہ مفردات جن سے دوا مرکب ہوتی ہے ، دوا ، علاج ہے
موت کا نسخہ ابھی باقی ہے اسے دردِ فراق
(غزلیات ، ب د ، ۱۰۰)
: کتاب ، رسالہ وغیرہ ہے
ہے ابد کے نسخۂ دیرینہ کی تمہید عشق
(فلسفۂ غم ، ب د ، ۱۵۶)

نسل (ع) مونث : قبیلہ ، خاندان (جن کا فرق عوام کے ذہن نشین کر کے ان میں کنبہ مختلف ہونے کی بنا پر

تعصب پیدا کیا جاتا ہے) ؎

نسل قومیت کلیسا سلطنت تہذیب رنگ

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۲)

نِسواں (ع) مونث، نساء (= عورتیں) کی جمع الجمع [1]

(آزادیٔ نسواں، ض ک، ۹۵)

نِسوانی (ع ف) صفت، نسواں (= عورتیں) + ی (لاحقۂ نسبت): عورتوں کا، عورتوں سے تعلق رکھنے والا ؎

حسن نسوانی ہے بجلی تیری فطرت کے لیے

(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۲۲)

نِسوانیت (ع ع ع) مونث، نسواں (رک) + یت (لاحقۂ نسبت): عورت پن [2] ؎

نسوانیتِ زن کا نگہباں ہے فقط مرد

(عورت کی حفاظت، ض ک، ۹۶)

نَسیم (ع) مونث

: صبح کے وقت چلنے والی ٹھنڈی خوشگوار ہوا ؎

نسیمِ زندگی پیغام لائی صبحِ خنداں کا

(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

: مراد مسلمان جنھوں نے صفاتِ الٰہی کو سارے عالم میں (اس طرح) پھیلایا (جس طرح ہوا خوشبو کو پھیلاتی ہے) ؎

بوئے گل پھیلتی کس طرح نہ ہوتی جو نسیم

(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

(نوٹ) اقبال نے "جو ہوتی نہ نسیم" نہیں کہا بلکہ "نہ ہوتی جو نسیم" کہا ہے، کتاب میں ترمیم کرلیں۔

نَسیمِ چمنِ طور (ـ ف ع) نسیم + اضافت + چمن (رک) + اضافت + طور (رک): کوہِ طور کے باغ کی ہوا (جہاں موسیٰ کو بجلی کے روپ میں جمالِ الٰہی نظر آیا تھا) ؎

نظر آتی ہے نسیمِ چمنِ طور کبھی

(نوائے غم، ب د، ۱۲۵)

نِشا: رک نشہ.

نَسیمِ سَحَر (ـ ع) مونث، نسیم + سحر (رک): صبح کی ہوا جو پھولوں کو شگفتگی دیتی ہے ؎

کرتیں نسیمِ سحر کے سوا کچھ اور نہیں

(۲۴، ب ج، ۴۷)

نَسیمِ سَحَری (ـ ع ف) مونث، نسیم + اضافت + سحر (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): صبح کی ٹھنڈی ہوا جو بہت خوشگوار اور صحت بخش ہوتی ہے ؎

فطرت مری مانندِ نسیمِ سحری ہے

(قطعہ، ب ج، ۱۷۰)

نَسیم و شَبنم: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک تمثیلی نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے زمین و آسمان کے باہمی رشتے اور ارتباط کو واضح کیا ہے

(ض ک، ۱۱۵)

نَشاط (ع) مونث: خوشی، شادمانی، فرحت، عیش، مزہ ؎

غرض نشاط ہے شغلِ شراب سے جن کی

(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

: مادی ترقی ؎

پیرِ مغاں فرنگ کی مے کا نشاط ہے اثر

(پیام، ب د، ۱۱۳)

نَشاط آباد (ـ ف) صفت: مسرتوں سے بسی ہوئی بستی یعنی دنیا ؎

اس نشاط آباد میں گو عیش بے اندازہ ہے

(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

نَشاط آوَر (ـ ف) صفت، نشاط + آور، مصدر آوردن (= لانا) سے فعلِ امر: امنگ پیدا کرنے والا (ولولہ انگیز) ؎

یہ شعر نشاط آور و پرسوز و طربناک

(قطعہ، ب ج، [illegible])

نَشاطِ مُدام (ع ع ع) مونث، نشاط + اضافت + مدام (ہمیشہ، سدا): دائمی یا پائدار مسرت اور امنگ ؎

---

[1] نساء جمع ہے امرأۃ کی من غیر لفظہ۔

[2] عربی میں نسوانیت نہ عربی میں مستند ہے۔

چمن میں حکمِ نشاطِ مدام لائی ہے

(زہد، ب د، ۹۱)

نِشان (ف) مذکر : علامت، نشانی، آثار ؎

تجھ میں کچھ ظاہر نہیں دیرینہ روزی کے نشاں

(ہمالہ، ب د، ۳۱)

: جھنڈا، پرچم، پھریرا (یہاں بطورِ ایہام علامت کے معنی بھی پیدا ہوتے ہیں) ؎

خنجرِ ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

نِشانِ بَرگِ گُل (ف ف ف) مذکر، نشان + اضافت + برگ (= پنکھڑی) + اضافت + گُل (= پھول) : پھول کی پنکھڑی کے آثار یا کوئی ایسی علامت جس سے یہ پتا چل سکے کہ یہاں کبھی کوئی پھول کھلا تھا، سرسبزی اور رونق وغیرہ کی کوئی علامت ؎

نشانِ برگِ گل تک بھی نہ چھوڑ اس باغ میں گلچیں

(تصویرِ درد، ب د، ۷۰)

نِشانِ رہِ منزل : منزل یعنی وصالِ حقیقی کے راستے کا پتا (جو اس طرح ملتا ہے کہ اپنی مادّی ہستی کو فنا فی اللہ کر دیا جائے تو اس وجودِ ظاہری کے مٹتے ہی وصالِ حقیقی کی منزل مل جاتی ہے) ؎

خود بھی مٹ جاؤں نشانِ رہِ منزل ہو کر

(فریادِ امّت، ب د، ۱۴۷)

نَشتَر[1] (ف) مذکر : فصد کھولنے یا زخم چیرنے کا اوزار ؎

نشترِ قدرت نے یا کھولی ہے فصدِ آفتاب

(ماہِ نو، ب د، ۳۵)

نَشگُفتۂ صَحنِ چَمَن زارِ وُجود (ف ف ف ف ف ع) صفت، ن (حرفِ نفی) + شگفتہ (رک) + ۂ (علامتِ اضافت) + صحن (رک) + اضافت + چمن (رک) + زار (رک زار[2]) + اضافت + وجود (رک) : جو ابھی زندگی کے صحنِ چمن میں شگفتہ نہیں ہوا (اور بن کھلی کلی کی مثل ہے) ؎

اے گلِ نشگفتۂ صحنِ چمن زارِ وجود

(طفلِ شیرخوار، ب ا، ۳۱۸)

نُشُور (ع) مذکر : قیامت کے دن مُردوں کے قبروں سے اٹھنے کی صورتِ حال، مُردوں کی روزِ حشر از سرِ نو زندگی ؎

کسے خبر ہے کہ ہنگامہ نشور ہے کیا

(۱۲)، ب ج، ۱۶)

نَشو و نُما (ع ف ع) مؤنث نیز مذکر : بالیدگی، اُگنا اور بڑھنا ؎

کس قدر نشو و نما کے واسطے بیتاب ہے

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۳)

نَشَہ / نَشّہ (ف) مذکر

: شراب (نیز نشا) ؎

نشا پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے

(ساقی، ب د، ۲۰۸)

: شراب یا دولت وغیرہ کی مستی ؎

امرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۲)

نَشۂ ہَستی (ف ف) مذکر، نشہ + ۂ (علامتِ اضافت) + ہستی (= وجود، زندگی) : وہ سرور کی کیفیت جو خوشی اور خوشحالی کی زندگی سے پیدا ہوتی ہے ؎

جھومتی ہے نشۂ ہستی میں ہر گل کی کلی

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

نَشیب[2] (ف) مذکر : پستی، زمینِ پست ؎

بیزدانِ ساکنانِ نشیب و فراز کو

(آفتاب، ب د، ۴۴)

نَشیمَن[3] (ف) مذکر

: گھونسلا، مراد مسکن، قیام گاہ، رہنے اور چلنے پھرنے کی جگہ ؎

---

[1] فارسی میں نِشتر بہ کسرِ نون ہے۔

[2] فارسی میں نشیب بہ یائے مجہول ہے۔

[3] فارسی میں بہ کسرِ نون مستعمل ہے۔

ہے بلندی سے فلک بوس نشیمن میرا
(ابرِ کوہسار، ب د، ۷۷)

: مراد، اصل مقصد یا مفہوم ہے
آنکھ طائر کی نشیمن پر رہی پرواز میں
(داغ، ب د، ۸۹)

نَشین (ف) مصدر نشستن (= بیٹھنا) سے فعل امر، ترکیبات میں مستعمل ہے اور سابق کلمے سے مل کر صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک فلک نشیں)

نِصاب (ع) مذکر: سرمایہ، پونجی ہے
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصابِ زر و سیم
(۳۹، ب ج، ۶۱)

نَصارىٰ (ع) صفت: نصرانی (رک) کی جمع ہے
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۳)

نَصرانی (ع) صفت: عیسائی، حضرت عیسیٰ کے پیرو (حضرت عیسیٰ کے لڑکپن اور جوانی کا زمانہ قریۂ ناصرہ (مضافات شام) میں گزرا اسی وجہ سے آپ کو یسوع ناصری کہتے ہیں، ناصرہ سے الف حذف کر کے آخر میں «انی» نسبت کا اضافہ کر دیا گیا ہے جیسے نورانی میں) ہے
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی
(شکوہ، ب د، ۱۹۴)

نُصرَت (ع) مونث: مدد، اسلامیات میں دینِ الٰہی کی مدد کرنا مراد لیتے ہیں (یہ مضمون اس مناسبت سے کہا کہ پرچمِ اسلام میں ہلال کا نشان بنا ہوتا ہے)
چشمِ نصرت کا انتخاب ہے تو
(یتیم کا خطاب، ب د، ۵۶)

نِصف (ع) صفت: آدھا ہے
کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
(صدیقؓ، ب د، ۲۲۴)

نَصیب (ع) مذکر
: حصہ، قسمت ہے
مرے نصیب میں ہے کاوشِ زیاں پھر کیا
(رتیں اور تو، ب د، ۲۲۰)

: حاصل، میسر ہے
جسے نصیب نہیں آفتاب کا پرتو
(۵۵، ب ج، ۶۶)

: دعائیہ، نصیب ہو، میسر ہو، حاصل ہو جائے ہے
نصیب مدرسہ یارب یہ آبِ آتشناک
(۴۶، ب ج، ۶۶)

نصیبوں کا لکھا (ار) مذکر: جو تقدیر میں تھا، جو اللہ نے مقدر میں لکھ دیا تھا ہے
پیش آیا لکھا نصیبوں کا
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۴۳)

نَصیب کرے: (خدا کے ساتھ) عطا کرے، قسمت میں لکھے ہے
خدا نصیب کرے ہند کے اماموں کو
(غلاموں کی نماز، ض ک، ۱۵۹)

نَصیبوں: نصیب یا نصیبہ (= قسمت) کی جمع ہے
آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
(خلوت، ض ک، ۹۴)

نَصیبہ (ع) مذکر: قسمت۔

نَصیبہ جاگنا (ار) قسمت اوج پر آنا، تقدیر کھلنا ہے
ایک پتھر کے جو ٹکڑے کا نصیبہ جاگا
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

نَصیحَت (ع) مونث: اچھی صلاح، نیک مشورہ، پند و وعظ ہے
نصیحت بھی تری صورت ہے اک افسانہ خوانی کی
(تصویرِ درد، ب د، ۷۳)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے قوم کے لیڈروں کی قرار واقعی تصویر کھینچ کر بہت لطیف پیرائے میں طنز کیے ہیں۔ یہ نظم ابتداءً ماہنامہ مخزن لاہور کے شمارہ مئی ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی تھی۔
(ب د، ۱۷۶)

: یہ نظم جب مخزن میں شائع ہوئی تھی اس وقت اس کی ابتدا اس مصرع سے تھی — کل ملا مجھ سے جو اقبال

تو پوچھا ہیں نے — اب بانگِ درا میں پہلا مصرع یہ ہے — میں نے اقبال سے ازراہِ نصیحت یہ کہا — اس نظم کا جو تھا اور آخر کے تین شعر بانگِ درا میں شامل نہیں کیے گئے

(ب ۱، ۳۶۲)

: یہ بالِ جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے رمز و ایما کے پیرائے میں یہ نصیحت کی ہے کہ انسان کو اپنی خداداد طاقت سے کام لے کر اپنی دنیا آپ پیدا کرنا چاہیے

(ب ج، ۱۲۰)

: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے تمثیلی انداز میں یہ واضح کیا ہے کہ قوموں کی خودی کو اپنی من مانی تعلیم کے ذریعے سے جگا دیا جائے تو یہ نسخہ من مانی تعلیم دینے والے کے حق میں ہمالیہ پہاڑ کے برابر سونے کے ڈھیر سے بھی زیادہ سود مند ہے

(ض ک، ۱۵۴)

نصیر (ع) صفت: مدد کرنے والا ع

اُے نصیرِ عاجزاں اُے مایۂ بے مایگاں

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۲)

نُطق (ع) مذکر: گویائی، ناطقہ، مراد کلام، شعر و شاعری ع

نطق کو سو ناز ہیں تیرے لبِ اعجاز پر

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

: مراد فصاحت و بلاغت ع

شکوہ ترکمانی ذہن ہندی نطق اعرابی

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۹)

نظّارگی (ع ف) صفت، نظّارہ (رک) + گی (لاحقۂ صفت): دیکھنے والا، نظارہ کرنے والا ع

کہ نظّارگی ہو سراپا نظارا

(عشق اور موت، ب د، ۵)

نظّارہ/نَظارہ (ع) مذکر

: منظر، مناظر، حالات و واقعات کی صورتِ حال ع

رلاتا ہے ترا نظّارہ اُے ہندوستاں مجھ کو

(تصویرِ درد، ب د، ۷۰)

: محبوبِ حقیقی کا دیدار (جو کہا جاتا ہے کہ قیامت میں ہوگا) ع

شوقِ نظّارہ یہ کہتا ہے قیامت آئے

(فریاد امت، ب ا، ۱۳۹)

نظّارہ آشام (— ف) صفت، نظّارہ + آشام، مصدر آشامیدن (= پینا) سے فعل امر: نظارے کی پیاسی ع

آنکھ وہ بخشی کہ ہے نظّارہ آشامِ بہار

(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۱)

(نوٹ) اس مصرع میں نظارا ہے (آخر میں الف) چھپا ہوا ہے یہ ترکیب میں "ہ" سے (نظارہ) لکھنا چاہیے۔

نظّارہ آموز (— ف) صفت، نظّارہ + آموز (رک): مشاہدے کا ڈھنگ بتانے والا، یہ نکتہ سمجھانے والا کہ کس نگاہ سے مشاہدہ کیا جائے اور مشاہدات کو کس طرح نظم میں ڈھالا جائے ع

آہ اُے نظّارہ آموزِ نگاہ نکتہ بیں

(مرزا غالب، ب د، ۲۷)

نظّارہ پرور (— ف) صفت، نظّارہ + پرور (رک)

: نظارے کو فروغ یا ترقی دینے والی ع

اس قدر نظّارہ پرور ہے کہ نرگس کے عوض

(دور بار بہاولپور، ب ا، ۱۸۴)

نظّارہ سوز (— ف) صفت، نظّارہ + سوز (رک) دیکھنے والوں کی آنکھوں کو چکاچوند کر دینے والی، حریف کی نظر موڑ دینے والی ع

وسعتِ گردوں میں تھی ان کی تڑپ نظّارہ سوز

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۸)

نظّارہ کرنا (— ار) : دیکھنا، کسی پر نظر ڈالنا۔

دیدۂ بلبل سے میں کرتا ہوں نظّارہ ترا

(گل رنگیں، ب د، ۲۴)

نظّارۂ غیر (— ف ع) مذکر، نظّارہ + ء (علامتِ اضافت) + غیر (رک): غیر اللہ کا نظارہ کرنا کیونکہ جتنے مظاہر ہیں وہ سب ہی غیر اللہ ہیں خود اللہ نہیں، اس لیے ان میں جلوۂ قدرت ٹٹولنا اور خود

براہِ راست قدرت کے نظارے سے محروم رہنا
قابلِ اعتراض ہے (یہ مصرع استفہامیہ نہیں بلکہ اظہار
تعجب دلفریبن کے لہجے میں ہے) ؏
گراں ہے اسے نظارۂ غیر
(رباعیات، ۲، اح، ۳۰)

نظارے کو : خرد دیدار کے عمل کو، مراداً دیکھنے والی
آنکھوں کو ؏
نظارے کو یہ جنبش مژگاں بھی بار ہے
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

نظام (ع) مذکر
: نظم و نسق، انتظام و اہتمام، بندوبست (رک نظام
مہر)
: بنیادی اصول ؏
اس کا مقام اَور ہے اس کا نظام اَور ہے
(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

نظامِ تعلیم (ـ ع) مذکر، تعلیم کا نصاب اور طریقہ جو
(برِصغیر کے) اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں
رائج ہے ؏
اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
(دین و تعلیم، ض ک، ۸۶)

نظامِ کہنۂ عالم (ـ ف ع) مذکر، نظام + کہنہ (رک)
+ عالم (رک) : تعلقات دنیاوی ؏
نظامِ کہنۂ عالم سے آشنا نہ ہوا
(حضور رسالتمآب میں، ب د، ۱۹۷)

نظامِ مہر (ـ ف) مذکر، نظام + اضافت + مہر (= سورج)
: سورج کی کشش سے تمام اجرامِ فلکی کی بقا اور گردش
کی رفتار کا نظریہ جو یونان کے مشہور فلسفی بطلیموس
نے قائم کیا تھا ؏
نظامِ مہر کی صورت نظام ہے تیرا
(التجائے مسافر، ب د، ۲۶۶)

نظامی : فارسی کا مشہور شاعر نظامی گنجوی جو سکندر نامہ
کا مصنف تھا ؏
فرماتے ہیں حضرت نظامی
(اعجاز بدیہہ ۲۲، ض ک، ۸۸)
: مولوی نظام الدین حسین مالک نظامی پریس و ایڈیٹر
اخبار ذوالقرنین بدایوں ؏
مجھے قسم ہے نظامی مدینے والے کی
(عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں، ب ا، ۲۶۹)

نظامیہ : قدیم الایام سے عربی کے علوم (صرف، نحو،
ادب، معانی و بیان، منطق، فلسفہ، کلام، فقہ،
اصولِ فقہ، تاریخ، حدیث، رجال اور تفسیر وغیرہ)
کی تعلیم کا ایک منظم و مرتب طریقہ رائج تھا (جو اب
بھی کہیں کہیں ہے) جس میں ان تمام علوم کا زینہ بزینہ
اور درجہ بدرجہ نصاب مقرر ہے۔ اس طریقے کے مطابق
تعلیم کو "درسِ نظامی" کہتے ہیں اور اس کا مدرسہ "نظامیہ"
کہلاتا ہے، مراد باقاعدہ اور منظم طور پر تعلیم کا مرکز ؏
یہ نظامیہ سلامت ہے تو پھر سعدی بہت
(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۲۷)

نظر (ع) مونث
: دیکھنے کا انداز، نقطۂ نگاہ ؏
یہ نظر غیر از نگاہِ چشمِ صورت بیں نہیں
(گل رنگیں، ب د، ۴۲)
: آنکھ، بصارت ؏
نظر سے چھپتا ہے لیکن فنا نہیں ہوتا
(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)
: دیکھنا (رک محوِ نظر)
: چتون، تیور ؏
جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام
(جنگِ یرموک، ب د، ۲۴۷)
: دل کی خواہش یا مرضی جو نگاہ سے ظاہر ہوتی ہے یا
وہ تعلیم و تربیت جو کسی پر نگاہ خاص ہونے کی بنا پر دی
جاتی ہے (مثال کے لیے رک نگاہ)
: مراد یقین جو رسولؐ یا ان کے نائب کی وساطت سے
حاصل ہوتا ہے اور عشق اس کا نتیجہ ہے ؏
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں
(۲۲، ب ج، ۲۷۰)

: معرفت کی بصیرت، روحانی طاقت ؏
ہو نہ اخلاص تو دعوائے نظر لاف و گزاف
(دین و تعلیم، ض ک، ۸۶)

: فکر و غور کی صلاحیت ؏
خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ
(۲۸، ب ج، ۵۱)

: جذب اور مراقبے سے مشاہدۂ تجلیات (جس سے دل کا یقین، محکم بلکہ محکم تر ہو جاتا ہے) (قب خبر) ؏
نظر دل کی حیاتِ جاودانی
(تصویر و مصور، ا ح، ۱۸۶)

نَظَر آنا (ار)
: دکھائی دینا ؏
مجھے اس جماعت میں آیا نظر
(زماں کا خواب، ب د، ۳۶)

نَظَر باز (ـ ف) صفت، نظر + باز، مصدر باختن (= کھیلنا) سے فعل امر: نگاہ کو تلاشِ محبوب میں ہر طرف دوڑانے والا، قوتِ مشاہدہ رکھنے والا ؏
پُر سوز و نظر باز و نکو بین و کم آزار
(۱۹، ب ج، ۲۱)

نَظَر بَند (ع ف) صفت، نظر (رک) + بند (رک): مقیّد ؏
کر دے اسے اب چاند کی غاروں میں نظر بند
(۱۶، ب ج، ۲۰)

نَظَر دَرد و غم و سوز و تب و تاب.
: نظر کرتے ہی درد و غم سوز اور تب و تاب کی کیفیتیں پیدا ہو جاتی ہیں جن کے ساتھ ہی (شرر کی) موت آ جاتی ہے۔
(تصویر و مصور، ا ح، ۱۸۰)

نَظَر میں جچنا (ار): نگاہوں میں کھبنا، قابلِ قدر یا گراں بہا چیز معلوم ہونا ؏
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں
(روحِ ارضی الخ، ب ج، ۱۳۳)

نَظَر وَر (ـ ف) صفت، نظر + ور (لاحقۂ صفت):
صاحبِ نظر، دانشمند ؏
نظر وران فرنگی کا ہے یہی فتویٰ
(انتداب، ض ک، ۱۵۲)

نَظَرِیّات (ع) مذکر: نظریۂ (= زاویۂ نگاہ، نقطۂ نظر) کی جمع (رک خرد کے نظریات)

نَظم (ع) مذکر
: انتظام، بندوبست، تنظیم، درستی و اصلاح ؏
کمال نظمِ ہستی کی ابھی تھی ابتدا گویا
(محبت، ب د، ۱۱۱)

: ہار ؏
غیرتِ نظمِ ثریا ہے یہ نظمِ دلکش
(ب ا، ۳۸۱)

: اشعار ؏
نظم چھپوانے جو صدیقی پریس میں تب دیا
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۶)

نَعت (ع) مونث[1]: آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف
(ب ا، ۴۰۰)

نَعرَہ (ع) مذکر: للکار، زور کی آواز ؏
خون کو گرمانے والا نعرۂ تکبیر تھا
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

نَعرَہ زَن (ـ ف) صفت، نعرہ + زن (رک): نعرے مارنے والی، بلند آواز سے چہچہانے والی ؏
نعرہ زن رہتی ہے بلبل باغ کے کاشانے میں
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

نَعرۂ توحید (ـ ف ع) نعرہ + ۂ (علامت اضافت) + توحید (رک): لا الٰہ الا اللہ ؏
اے یثرب دل میں لب پر نعرۂ توحید تھا
(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۹۱)

نِعمَت (ع) مونث: مال و دولت اور ہر قسم کا سامان آسائش ؏
خودی کی موت سے ہے تیرا زوالِ نعمت و جاہ
(۲۳، ب ج، ۴۶)

[1] مذکر ہے۔ علامہ نے مونث نظم کیا ہے۔

نغز بیانی (ف ع ف) مونث، نغز (= عمدہ، اچھا، اعلیٰ) + بیان (= گفتگو) + ی (لاحقۂ کیفیت): دلچسپ اور دلکش گفتگو (طنزیہ): ع

تا دیر رہی آپ کی یہ نغز بیانی

(زہد اور رندی، ب د، ۹۰)

نغموں کے مزار ہونا: سیکڑوں نغمے (رک) اس طرح پوشیدہ ہونا جیسے قبر میں مردہ دفن ہوتا ہے (اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ نغمگی کی صلاحیت ہے مگر اس کو عمل میں نہیں لاتا اسی وجہ سے شعر سابق میں اپنی زندگی کو رباب خاموش سے تعبیر کیا ہے): ع

جس کے ہر تار میں ہیں سیکڑوں نغموں کے مزار

(نوائے غم، ب د، ۱۲۴)

نغمہ (ع) مذکر: گیت، ترانہ، سریلی آواز: ع

جس طرح ندی کے نغموں سے سکوت کوہسار

(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

نغمہ پیرا (ـ ف) صفت، نغمہ + پیرا (رک): گیت گانے والا، سریلی آواز میں چہکنے والا: ع

سر شام ایک مرغ نغمہ پیرا

(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۹۲)

نغمہ پیرائی (ـ ف ف) مونث، نغمہ پیرا (رک) + ئی (لاحقۂ کیفیت): گیت گانا، ترانے سنانا: ع

اس چمن میں کوئی لطف نغمہ پیرائی نہیں

(صدائے درد، ب د، ۴۲)

نغمہ خواں (ـ ف) صفت، نغمہ + خواں (رک): گیت گانے والا، گنگنانے والا (رک حرف سے نغمہ خواں)

نغمہ سرائے رشک صد فریاد (کتاب میں غلط چھپا ہے۔ دراصل "نغمہ سرائی رشک صد فریاد" ہے): معنی ظاہر ہیں: ع

کیوں نہ وہ نغمہ سرائی رشک صد فریاد ہو

(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۵)

نغمہ سنج (ـ ف)، نغمہ + سنج، مصدر سنجیدن (= تولنا) سے فعل امر: نغمہ پیرا (رک): ع

جاگے کوئل کی اذاں سے طائر ان نغمہ سنج

(نمود صبح، ب د، ۱۵۴)

نغمۂ خسرو (ـ ف ف) مذکر، نغمہ + ۂ (علامت اضافت) + خسرو (رک): مراد داستان عشق (جو خسرو پرویز، شیریں اور فرہاد کے ناموں سے وابستہ ہے): ع

ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمۂ خسرو

(۵۵، ب ج، ۴۷)

نغمۂ سحر (ـ ف ع) مذکر، نغمہ + ۂ (علامت اضافت) + سحر (رک): صبح کے ترانے، مراد شاعری: ع

ترے شبستاں میں ڈالا مرے نغمۂ سحر نے

(غزل، ض ک، ۳۶)

نغمۂ کن (ـ ف ع) مذکر، نغمہ + ۂ (علامت اضافت) + کن (رک): خالق عالم کی وہ دلکش آواز جو "کن" (رک) کی صورت میں روز ازل بلند ہوئی تھی: ع

صوت ہے نغمۂ کن میں تو اسی نام سے ہے

(جواب شکوہ، ب ا، ۲۶۷)

نفاق انگیز (ع ف) صفت، نفاق (= پھوٹ، ظاہرا دوستی باطناً دشمنی) + انگیز (رک): پھوٹ اور جھگڑا پیدا کرنے والی، دوغلے پن کو جنم دینے والی: ع

سرزمیں اپنی قیامت کی نفاق انگیز ہے

(صدائے درد، ب د، ۴۲)

نفرت (ع) مونث: بیزاری، گھن، کراہت: ع

دیکھنا آپس میں پھر نفرت نہ ہو جائے کہیں

(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۵۴۴)

نفس (ع) مذکر

: سانس، وہ ہوا جو پے در پے منھ سے نکلتی اور اندر جاتی ہے: ع

کوچہ گرد نے ہوا جس دم نفس، فریاد ہے

(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۱)

: پھونک: ع

نور حق بجھ نہ سکے گا نفس اعدا سے

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۶)

: مراد لب و لہجہ، زبان و دہن: ع

خدا مجھے نفسِ جبرئیل دے تو کہوں

(۳، ب ج، ۲۷)

: اقوال جو تربیت و تعلیم کے لیے ہوں ع

نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی

(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

: خیالات ع

جینا وہ کیا کہ ہو نفسِ غیر پر مدار

(غزلیات، ب د، ۱۰۹)

: مراد پُرسوز کلام ع

شرر فشاں ہو گی آہ میری نفس مرا شعلہ بار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۲)

: دم بھر کا وقفہ ع

تو اک نفس میں جہاں سے مٹنا تجھے مثالِ شرار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۲)

: سانس۔ مراد رُوح و دل ع

تیرے نفس میں نہیں گرمیِ یوم النشور

(غزل، ض ک، ۵۱)

نَفَس بہ جَیبِ فنا (ف ع ع) صفت، نفس + بہ (= میں) + جیب (= گریبان) + فنا (رک): موت کے گریبان میں منہ ڈال کے سانس لیتے ہوئے یعنی موت کے منہ میں ع

نفس بہ جیبِ فنا صورت بہار رہے

(ب ا، ۵۳۵)

نَفَس دَرازی (- ف ف) مونث، نفس + دراز (= طویل) + ی (لاحقۂ کیفیت): سانسوں کو طول دینے کی حالت، بیمار کی طویل عمر یا زندگی ع

باقی ہے فقط نفس درازی

(جاوید سے ۲، ض ک، ۸۸)

نَفَسِ روشن (- ف) مذکر: اس (بندۂ مومن) کی گفتگو نورِ ایمان سے بھری ہوئی ہوتی ہے ع

جگر پُر خوں نفس روشن نگہ تیز

(رباعیات ۲۰، ا ح، ۳۱)

نَفَس شُماری (- ف ف) مونث، نفس + شمار (گنتی) + ی (لاحقۂ کیفیت): مراد زندہ رہنے کی تمنا ع

ترا دین نفس شماری مرا دین نفس گدازی

(غزل، ض ک، ۳۰)

نَفَس گُدازی (- ف ف) مونث، نفس + گداز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنے کی صفت، جہاد فی سبیل اللہ کی لگن ع

ترا دین نفس شماری مرا دین نفس گدازی

(غزل، ض ک، ۳۰)

نَفَسِ گرم (- ف) مذکر، نفس + اضافت + گرم (رک)

: مراد سوزِ عشق ع

نفسِ گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات

(غزلیات، ب د، ۲۷۰)

: پُرجوش زندگی ع

جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ اسرار

(پنجاب کے پیرزادوں سے، ب ج، ۱۵۹)

نَفَس ہائے مسیحِ ابنِ مریم (- ف ع ع ع ع) نفس + ہا (لاحقۂ جمع) + ے (علامت اضافت) + مسیح (رک) + اضافت (بدلی) + ابن (رک) + مریم (= حضرت عیسیٰ مسیح کی والدہ کا نام جن کے بطن سے حضرت عیسیٰ بہ قدرتِ الٰہی بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے ع

حرارت کا نفس ہائے مسیحِ ابن مریم سے

(محبت، ب د، ۱۱۱)

نَفْس (ع) مذکر: جان، رُوح، ذات، وجود۔

نفسِ ہستی (- ف) مذکر، نفس + اضافت + ہستی: رُوح وجود، ہستی کا باطن۔

نفسِ ہستی کی صدا: یعنی دل کے اندر کی آواز ع

وہ اصول حق نما ہے نفسِ ہستی کی صدا

(رسالہ، ب ا، ۲۵۶)

نَفْسِیّات (ع ع ع) مذکر نیز مونث، نفس (= جان، رُوح، ذات اور دل کی مجموعی کیفیت) + ی (لاحقۂ نسبت) + ات (لاحقۂ جمع)

نفسِ انسانی کے افعال و آثار سے تعلق رکھنے والا علم

(ماہرِ نفسیات سے، ا ب ج، ۱۲۷)
: نفسی رجحان

(نفسیاتِ غلامی (ض ک، ۱۴۱)

نَفسِیّاتِ حاکمی : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حکومت یہ دیکھتی ہے کہ اب رعایا اس کے ظلموں پر سخت احتجاج کے لیے آمادہ ہے تو وہ اصلاحات کی گڑیا اس کے ہاتھ میں دے دیتی ہے جو رعایا کا دل بہلانے کو کافی ہے۔

(ض ک، ۱۶۱)

نَفسِیّاتِ غلامی : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی دو نظموں کا عنوان ہے جن میں سے ایک صفحہ ۱۴۰ پر ہے۔ اس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ جب کوئی قوم غلام ہوتی ہے تو اس کے شاعر ادیب وغیرہ سب ایسا علم و ادب تیار کرتے ہیں جس سے غلامانہ ذہنیت پختہ سے پختہ تر ہو جاتی ہے (ض ک، ۱۴۰)، دوسری نظم میں یہ بتایا ہے کہ غلامی کے باعث ان کی ذہنیت ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ شبیر کو لومڑی خیال کرتے ہیں اور ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتے ہیں۔

(ض ک، ۱۵۸)

نَفع (ع) مذکر : فائدہ، منفعت، منافع ؏
وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں
(غزلیات، ب د، ۱۳۸)

نَفُور (ع) صفت : نفرت کرنے والا، متنفر ؏
دل کہ ہے بیتابیِ الفت میں دنیا سے نفور
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

نَفی (ع) مونث (کسی شے کے) وجود سے انکار، اثبات کی ضد۔

نَفیِ ہستی (ع - ف) : اپنی ہستی کو محبوبِ حقیقی کی ہستی میں فنا کر دینے کا عمل (جس طرح برف پانی میں گھل کر اپنے وجود کو مٹا دیتا ہے) ؏
نفیِ ہستی اک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا
(شوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۱۴)

نَفیر (ع) مونث : آوازہ، مراد درد و غم کی آواز ؏
فرقت میں نیستاں کی سراپا نفیر ہوں
(شمع، ب ا، ۹۸ ۲)

نِقاب (ع) مذکر نیز مونث : پردہ عموماً وہ جو آنکھوں پر ہو (رک: نقابِ روئے شام)

نقابِ آگہی (ع - ف) نقاب + اضافت + آگہی (= ذاتی علم و معرفت) ؏
نور تیرا چھپ گیا زیرِ نقابِ آگہی
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

نقابِ روئے شام (ع - ف ف)، نقاب + اضافت + رو (رک) + ے (علامت اضافت) + شام (رک) : سورج کی روشنی کا پردہ جس میں رات چھپی ہوئی تھی ؏
مہرِ روشن چھپ گیا اٹھی نقابِ روئے شام
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

نَقّاد (ع) صفت : پرکھنے والا ؏
تو اگر تیری دہر میں نقادِ خیر و شر
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۶)

نَقاہت (ع) مونث : ناتوانی، کمزوری، لاغری ؏
نقاہت قیس کی لیلیٰ جو گزری پاس سے پیلی
(ب ا، ۲۸۳)

نَقد (ع) مذکر
: سرمایہ، پونجی، دولت (رک: نقدِ خود داری)
: رقم، روپے ؏
کہا میں نے کہ اے جانِ جہاں کچھ نقد دلوا دو
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۶)

نَقدِ حیات (ع - ع) مذکر، نقد + اضافت + حیات (رک) : زندگی کی دولت، حیات کا سرمایہ ؏
سکر کی لذت میں تو لٹوا گیا نقدِ حیات

۱؎ لفظاً اصلاً عربی ہے مگر مذکورہ معنی میں فارسی والے استعمال کرتے ہیں۔
۲؎ عربی میں نقاب بہ کسرِ نون ہے۔

(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۶۲)

نقدِ خود داری (۔ ف) مذکر ، نقد + خود داری (رک)
: عزت کا سرمایہ ہے
نقدِ خود داری بہائے بادۂ اغیار تھی
(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۸۸)

نقش (ع) مذکر
: کھدائی یا لکھائی یا کسی بھی قسم کے دباؤ کا نشان ، تحریر:
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی
(جوابِ شکوہ ، ب د ، ۲۰۴)

نقشِ باطل (ع ع) مذکر ، نقش + اضافت + باطل (= غلط) : تحریر وغیرہ کا وہ نشان جو غلطی سے بن گیا ہو ہے
آسماں سے نقشِ باطل کی طرح کوکب اٹھا
(آفتابِ صبح ، ب د ، ۴۸)

نقش بٹھانا (۔ ار) : سکہ جمانا ، اثر دلوں میں راسخ کرنا ہے
نقشِ توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
(شکوہ ، ب د ، ۱۶۵)

نقش بند (۔ ف) صفت : صورت بنانے والی ، تشکیل دینے والی ہے
گرچہ ہے میری جستجو دیر و حرم کی نقش بند
(ا ، ب ج ، ۵)

نقشِ پا (۔ ف) مذکر ، نقش + پا (= پاؤں) : پاؤں کا نشان جو ایک مسافر کے بعد میں آنے والے دوسرے مسافر کا رہبر ہوتا ہے ، مراد ، رہبر ، رہنما
جانبِ منزل رواں بے نقشِ پا مانندِ موج
(عاشقِ ہرجائی ، ب د ، ۱۲۲)
: آں حضرت صلعم کے قدموں کا نشان (جس نے شیشۂ ساعت کے وطن یعنی عرب کو بہشت کا نمونہ بنا دیا تھا) ہے
ہو کس طرح بھلا تو اس نقشِ پا سے غافل
(شیشۂ ساعت کی ریگ ، ب ا ، ۱۶۹)

نقش جمنا (۔ ار) : اثر قائم ہونا ہے
سیاہی کا تھا نقش ایسا جما
(ماں کا خواب ، ب ا ، ۵۶۲)

نقشِ حق را ہم بحکمِ حق شکن
بر زجاجِ دوست سنگِ دوست زن
: خدا کی بنائی ہوئی تصویر کو خدا ہی کے حکم سے توڑ دو (یعنی) دوست کے شیشے پر دوست کا دیا ہوا پتھر مارو (مطلب یہ ہے کہ جہاد رسولؐ یا ان کے نمائندے کے حکم سے کرو)

نقشِ دوئی (ع ف) نقش + اضافت + دوئی (= دو ہونا ، اختلاف باہمی) : وہ تعصب اور اختلاف کا نشان جو ہندو مسلمان دونوں کے دلوں میں ہے ہے
بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقشِ دوئی مٹا دیں
(نیا شوالا ، ب د ، ۸۸)

نقشِ قدم (۔ ع) مذکر ، نقش + اضافت + قدم (= پاؤں) ، پاؤں کا نشان ، مراد (اگلوں کی) ریت ہے
رفتار اس کے نقشِ قدم پر کرے نصیب
(اشکِ خوں ، ب ا ، ۹۱)

نقشِ کفِ پا (۔ ف ف) مذکر ، نقش + کفِ پا (رک) : پاؤں یا تلوے کا نشان ، گزرنے والے کے قدم کا نشان ، آثارِ قدرتِ الٰہی ہے
ہر رہگزر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ
(غزلیات ، ب د ، ۹۸)

نقشِ کہن (۔ ف) مذکر : مراد پرانا رواج (کلیسا کی دونوں رسمیں جو قابلِ اعتراض تھیں ، ثبت المنی) ہے
جس نے نہ چھوڑے کہیں نقشِ کہن کے نشاں
(مسجدِ قرطبہ ، ب ج ، ۹۹)

نقش گر (۔ ف) صفت ، نقش + گر (رک) : تصویر یا صورت بنانے والا ، پیدا کرنے والا ہے
سلسلۂ روز و شب نقش گرِ حادثات

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۳)

نَقش گَری (۔ ف ف) مونث، نقش + گر (لاحقۂ صفت) + ی (لاحقۂ کیفیت): تصویر بنانے کا عمل، تصویر سازی، مصوری ہے
عورت کی نقش گری ان کے صنم خانوں میں
(ہنروران ہند، ض ک، ۱۲۹)

نَقش و نِگار (۔ ف ف) مذکر، نقش + و (عطف) + نگار (= بیل بوٹا)

نقش و نِگارِ دَیر (۔ ف ف ف) مذکر، نقش و نگار + اضافت + دَیر (رک): دنیا کا سامان زیب و زینت ہے
نقش و نگار دَیر میں خُون جگر نہ کر تلف
(۱۹، ب ج، ۳۹)

نقشِ ہُوا (۔ ع) مذکر: وہ نقش یعنی بلبلے جو ہوا بنائی اور بگاڑتی رہتی ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۱)

نَقشَہ کھینچنا (ع ا): اس طرح بیان کرنا کہ واقعہ یا کیفیت کی تصویر نگاہوں میں پھرنے لگے ہے
تلخی دوراں کے نقشے کھینچ کر رلوائیں گے
(داغ، ب د، ۸۹)

نُقصان (ع) مذکر: گھاٹا، خسارہ ہے
منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۲)

نُقطَہ (ع) مذکر
: صِفر، بِندی ہے
آسمان اک نقطہ جس کی وسعت فطرت میں ہے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۲)
: مرکز ہے
نقطۂ پرکار حق مرد خدا کا یقیں
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۸)

نُقطۂ جاذِب (۔ ف ع) مذکر، نقطہ + ۂ (علامت اضافت) + جاذب (= اپنی طرف کھینچنے والا) ہے
نقطۂ جاذب تاثیر کی شعاعوں کا ہے تو

(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۷)

نَقیب (ع) صفت: چوبدار، ایجنٹ ہے
کہی اچھی نقیب انجمن نے
(ب ا، ۲۶۹)

نُکتَہ (ع) مذکر: لطیف بھید، حسین راز، تہ کی بات ہے
پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں
(بزم انجم، ب د، ۲۴۰)
(ت ا): رخنہ (رک؛ نکتہ چیں)

نُکتۂ ایماں (۔ ف ع) مذکر، نکتہ + ۂ (علامت اضافت) + ایماں (رک): ایمان کی تہ کی بات (میرے خیال سے "ایمان" خود دل انسانی کی تہ کی بات ہے، اس لیے ایمان کے ساتھ "نکتہ" کی اضافت سے کوئی خاص مفہوم پیدا نہیں ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نے اس جگہ "نقطہ" فرمایا ہوگا جو کاتبوں کے قلموں کی زبانوں سے گزرنے کے بعد "نکتہ" ہو گیا۔ نقطۂ ایماں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات اقدس مراد ہے جیسا کہ خود انہوں نے فرمایا ہے کہ "اَنَا النُقطہ تحت الباء" (میں بائے بسم اللہ کی ب کا نقطہ ہوں) اس پورے شعر میں جن اوصاف کا ذکر ہے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر منطبق ہوتے ہیں) ہے
یہ سب کیا ہیں فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں
(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۱)

نُکتَہ آموزی (۔ ف ف) مونث، نکتہ آموز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): تخیل کی باریکیاں سکھانے کا عمل، (مضمون میں) دقت آفرینی ہے
آہ دلسوزی تو تھی گر نکتہ آموزی نہ تھی
(داغ، ب ا، ۱۴۳)

نُکتَہ بیں (۔ ف) صفت، نکتہ + بیں (رک): باریکیوں کو یا اسرار کو سمجھنے والا ہے
نغمہ وہ ہے طور معنی پر کلیم نکتہ بیں
(تضمین بر شعر کلیم ہمدانی، ب د، ۲۲۱)

نُکتَہ پَرداز (۔ ف) صفت، نکتہ + پرداز، مصدر پرداختن (= مشغول ہونا) سے فعل امر: نکتے بیان

کرنے والا ہے
اے دیارِ باریک نکتہ پرداز اگر داغ
(صدائے درد، ب ا، ۲۴۴)

نکتہ چیں (ا۔ ف)، صفت، نکتہ + چیں، مصدر چیدن (= چننا) سے فعل امر: حرف گیری کرنے والا، گرفت یا اعتراض کرنے والا ہے
؎ دُور نکتہ چیں ہے کہیں چھپ کے بیٹھ رہ
(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

نکتہ داں (ا۔ ف)، نکتہ + داں، مصدر دانستن (= جاننا) سے فعل امر: باریک باتوں کو جاننے اور سمجھنے والا، ذہین، رس، شاعر ہے
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو
(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

نکتہ ہائے (ا۔ ف)، مذکر: نکتہ (رک) + ہائے (لاحقۂ جمع): نکتے، راز کی باتیں، علوم کے اسرار ہے
غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق
(۱، ب ج، ۳۴)

نکتۂ توحید: یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے توحید کی عظمت واضح کرنے کے بعد یہ بتایا ہے کہ اس عقیدے سے کیا مفید نتائج برآمد ہوتے ہیں
(ض ک، ۵۳)

نکتۂ شوق (ا۔ ف ع)، مذکر (یہ لفظ نقطۂ شوق ہے جو کتابت کی منزلوں میں نکتہ بن گیا)، نقطہ (= آغاز) + ۂ (علامت اضافت) + شوق (= عشق): (مرد کے) عشق کا آغاز ہے
راز ہے اس کی تپِ غم کا یہی نقطۂ شوق
(عورت، ض ک، ۹۰)

نکلنا (ار)۔
: ہٹنا، دُور ہونا، خارج ہونا ہے
میرے آئینے سے یہ جوہر نکلتا کیوں نہیں
(صدائے درد، ب د، ۴۳)

: چلنا، جانا، روانہ ہونا ہے
چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثل نکہتِ گل
(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

: ڈھونڈنے پر یا بغیر ڈھونڈے پایا جانا ہے
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

: ظاہر ہونا، ثابت ہونا ہے
عقابی شان سے نکلے تھے جو بے بال و پر نکلے
(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

: آگے بڑھنا، دُور چلا جانا ہے
چلنے والے نکل گئے ہیں
(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۹)

: باہر آنا، چھوڑنا ہے
نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لیے
(شکوہ، ب د، ۱۹۹)

نکما (ار)، صفت: جو کام نہ کرے ہے
مل نہیں سکتی نکموں کو زمانے میں مراد
(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۴۲۵)

نکمی (ار)، صفت (ن (نافیہ) + کم (کام کی تخفیف) + م (برائے الحاق و اتصال) + ی (لاحقۂ فاعلیت مونث)): بیکار، جو کسی کام میں نہ آسکے ہے
نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

نکو (ف)، صفت: نیک

نکو نام (ا۔ ف)، صفت، نکو + نام (رک): نیکنام، مشہور ہے
ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
(جواب شکوہ، ب د، ۲۱۱)

نکو اندیش (ا۔ ف)، صفت، نکو + اندیش، مصدر اندیشیدن (= سوچنا) سے فعل امر: اچھی بات سوچنے والا، خوب سوچنے والا، متفکر ہے
کر گیا ہے کوئی نکو اندیش
(مکافاتِ عمل، ب ا، ۲۲۰)

نِکوبِین (ـ ف) صفت، نکو + بین (رک): بہت دیکھنے والا، ہر وقت غور و فکر کرنے والا ؎
پر سوز و نظر باز و نکوبین و کم آزار
(۱۹، ب ج، ۲۱)

نَکہَت (ع) مونث: خوشبو

نَکہَتِ خوابیدَہ (ـ ف) مونث، نکہت + خوابیدہ، مصدر خوابیدن (= سونا) سے حالیۂ تمام: سوئی ہوئی خوشبو، وہ خوشبو جو ابھی پھول کی پنکھڑیوں سے باہر نہیں نکلی ؎
نکہت خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۴)

نَکہَتِ گُل (ف ف) مونث، نکہت + اضافت + گل (رک): پھول کی خوشبو ؎
چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثل نکہت گل
(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

نِکھَرنا (ار): صاف ہونا، اجلا ہونا ؎
ہلکی ہلکی بام پر نکھری ہوئی وہ چاندنی
(عیش جوانی، ب ا، ۱۷، ۵)

نَکِیرَین (ع) مذکر: دو فرشتے جو قبر میں مردے سے اس کے عقائد و اعمال کے بارے میں سوال و جواب کریں گے ان میں ایک کا نام منکر ہے اور دوسرے کا نکیر ؎
اچھا ہوا یہیں سے نکیرین چپ ہوئے
(ب ا، ۲۵۴)

نُکیلا (ار) صفت: نوک دار، چبھنے یا گڑنے والا، اذیت رساں ؎
اس گلستاں میں بھی کیا ایسے نکیلے خار ہیں
(دنیائے خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)

نِگار (ف) مصدر نگاشتن (= لکھنا) سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک مضمون نگار)

نِگار خانَہ (ف ف) مذکر: وہ جگہ جو نقش و نگار سے آراستہ ہو، آراستہ و پیراستہ مقام، مراد وطن جو شاعر کی نظر میں ایک سجا ہوا نگار خانہ ہے ؎
چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

نِگارِندَہ (ف) صفت، مصدر نگارستن (= لکھنا) سے حالیۂ تمام: لکھنے والا، مقدر کرنے والا۔

نِگارِندۂ آنات (ـ ف) صفت، نگارندہ + آنات (رک): ایک ایک لمحے اور گھڑی کا حساب مقدر اور مقرر کرنے والا (لقب خدا کے حضور میں) ؎
تو خالق اعصار و نگارندۂ آنات
(لینن، ب ج، ۱۰۶)

نِگاہ (ف) مونث: رک نظر ؎
یہ نکتہ میرا از نگاہ چشم صورت بیں نہیں
(گل رنگیں، ب د، ۲۴)

: مرضی اور خواہش جو نگاہ سے محسوس ہوتی ہے یا وہ تعلیم و تربیت جو نگاہ خاص کسی پر ہونے کی وجہ سے اس کو دی جاتی ہے ؎
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
(طلوع اسلام، ب د، ۲۷۱)

: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ دنیا کی رنگا رنگیوں کا لطف اٹھانے کے لیے مال و دولت کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے لیے جوہر شناس نگاہوں کی ضرورت ہے۔ یہ نظم ریاض منزل (مکان راس مسعود) بھوپال میں کہی گئی۔
(ض ک، ۱۰۴)

نِگاہِ شَوق: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ عقل جو کچھ سوچتی ہے اگر اس کے ساتھ عشق رسول کا صحیح جذبہ شامل ہو جائے تو مسلمان دنیا میں سب کچھ کر سکتا ہے۔
(ض ک، ۱۱۱)

نِگاہِ غَلَط اَنداز (ـ ع ف) مونث، نگاہ + اضافت + غلط (= جو درست نہ ہو) + انداز، مصدر انداختن (= ڈالنا) سے فعل امر: وہ نگاہ جس کا رخ ٹھیک

نشانے کی طرف نہ ہو، مراد سرسری نظر بھی (؛ یعنی مردِ مومن سرسری طور پر بھی کسی پر نظر ڈال دے تو اس میں ایمان کا جوہر اور خودی کی بلندی پیدا ہو جائے ہے
مردِ مومن کی نگاہ غلط انداز ہے بس
(محراب گل، ۹، ض ک، ۱۷۱)

نگاہِ گرم (ـ ف) مونث : غیظ و غضب میں بھری ہوئی آنکھ، شانِ جلال ہے
نگاہِ گرم کہ شیروں کے جس سے ہوش اڑ جائیں
(۶، ب ج، ۳۰)

نگاہ میں نہ لانا (ار) : حقیر و ناچیز سمجھنا ہے
میں نہ سپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں
(چیونٹی اور عقاب، ب ج، ۱۶۹)

نگاہوں کے تیر : مراد بڑی بڑی پلکیں ہے
اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دلنشیں
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۹)

نگاہوں میں خار ہونا : ناگوار گزرنا ہے
اں اے حیاتِ خضر نگاہوں میں خار ہو
(اشکِ خوں، ب ا، ۳۷)

نگر (ار) مذکر : بستی، شہر ہے
کہ اک نگاہ سے ہوتا ہے یہ نگر تسخیر
(خیر مقدم، ب ا، ۹۱)

نگراں (ف) صفت : دیکھنے والی (چشم کی صفت ہے)
بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ نگراں اور
(حال و مقام، ب ج، ۱۵۶)

نگری (ار) مونث : بستی، آبادی، شہر، بلدہ، قصبہ ہے
اسی سے ہے آباد نگری جہاں کی
(محنت، ب ا، ۲۶۰)

نگوں (ف) صفت : اوندھا، الٹا ہے
عین دریا میں حباب آسا نگوں پیمانہ کر
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۱)

نگوں سار (ف ف) صفت، نگوں (= اوندھا) + سار (ع ثر) : سر جھکائے ہوئے ہے
اہرام کی عظمت سے نگوں سار ہیں افلاک
(اہرامِ مصر، ض ک، ۱۱۶)

نگوں ساری (ـ ف ف) مونث، نگوں سار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)؛ مراد بدقسمتی، بدنصیبی ہے
اس چمن میں اپنی قسمت کی نگوں ساری بھی دیکھ
(غرۂ شوال، ب ا، ۲۶۳)

نگہ (ف) مونث، نگاہ (رک) کی تخفیف۔

نگہ بان / نگہباں (ـ ف) صفت، نگہ + بان (لاحقۂ صفت) : حفاظت کرنے والا ہے
غواص محبت کا اللہ نگہباں ہو
(لالۂ صحرا، ب ج، ۱۲۲)

نگہ بانی / نگہبانی (ـ ف ف) مونث، نگہبان (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : حفاظت ہے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۶)

نگہِ پاک (ـ ف) مونث : وہ نگاہ جو عشقِ خدا و رسولؐ سے منور ہو ہے
جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہِ پاک
(آوازِ غیب، ا ح، ۸۲)

نگہِ تیز (ـ ف) مونث : (مومن کی) نگاہ (جس سے فراست ٹپکتی ہے) ہے
جگر پُرخوں نفس روشن نگہ تیز
(رباعیات، ۲، ا ح، ۳۱)

نگہِ شوق (ف ع) مونث، نگہ (نگاہ (رک) کی تخفیف) + اضافت + شوق (= دیدار کا اشتیاق)؛ محبت بھری آنکھ، ایسی نگاہ جس سے محبت ٹپکے ہے
بہ چھپتی نہیں ہے یہ نگہ شوق ہم نشیں
(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

نگہِ نارسیدہ (ف ف ف) مونث، نگہ (نگاہ (رک) کی تخفیف) + نارسیدہ (رک) : ناتجربہ کار نگاہ جسے عشق کا تجربہ نہ ہو ہے
جو بیانہیں تری نگہ نارسیدہ دیکھ

(وردِ عشق، ب د، ۵۱)

نگین (ف) مذکر
: جواہرات کا قیمتی ٹکڑا جو انگوٹھی کی پیالی میں جڑا جاتا ہے
خاتم دہر میں یا رب وہ نگیں ہے کہ نہیں
(جلوۂ حسن، ب د، ۱۲۷)

: مہر
ہے نگین دہر کی زینت ہمیشہ نام نو
(گورستان شاہی، ب د، ۱۵۱)

: انگوٹھی، مراد طاقت و قوت
اے سلیماں تیری غفلت نے گنوایا وہ نگیں
(تضمین بر شعر ابو طالب کلیم، ب د، ۲۲۱)

: شاہی مہر، تخت و تاج
عشق کے ادنیٰ غلام صاحب تاج و نگیں
(علم و عشق، ض ک، ۲۱)

نگینہ (ف) مذکر: جواہرات کا وہ تراشا ہوا ٹکڑا جو انگوٹھی کی پیالی میں بٹھایا جاتا ہے، نگ۔ (طبیبوں کا نیز میرا ذاتی تجربہ ہے کہ گرمی کی شدت میں جب پیاس لگتی ہے اس کی تسکین کے لیے عقیق کا نگینہ زبان کے نیچے رکھ لینا چاہیے)
ہمیشہ ورد زباں ہے علی کا نام اقبال
کہ پیاس روح کی بجھتی ہے اس نگینے سے
(غزلیات، ب ا، ۲۵۵)

نم (ف) مونث: تری
ہوا کے نم سے ہوئی نرم سرو کی ٹہنی
(ابر، ب ا، ۱۹۷)

: آنسو، گریہ
حلقۂ صوفی میں ذکر بے نم و بے سوز و ساز
(۲۹، ب ج، ۶۲)

نم ناک: دیکھیے نمناک، صفحہ ۸۱۳)

نما (ف): مصدر نمودن (= دکھانا، دکھائی دینا) سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے۔ (دیکھیے خرام سکوں نما)

نماز (ف) مونث: مخصوص عبادت جو مسلمان روزانہ پانچ وقت خاص طریقے سے اور وضو کر کے ادا کرتے ہیں، مراد عبادت
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
(بلالؓ، ب د، ۸۱)

یہ ضربِ کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ جو سچے دل سے خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں سر جھکاتے ہیں وہ کبھی دوسروں کے سامنے نہیں جھکتے
(ض ک، ۲۷)

نماز عشق حسینؑ... ہے گویا: یعنی عشق حسین (رک) کی اتنی بڑی منزلت ہے کہ وہ بھی نماز کے برابر رکھتا ہے
نماز عشق حسینؑ مجاز ہے گویا
(بلالؓ، ب ا، ۳۴۴)

نمازی (ف ف) صفت، نماز (رک) + ی (لاحقۂ صفت): نماز پڑھنے والا
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۲)

نمائش (ف) مونث، مصدر نمودن (= دکھانا) کا حاصل مصدر: وہ عمل جو محض دکھانے کے لیے کیا جائے، دکھاوا
خلوط خدا کی نمائش مریز دیکھ دار کی نمائش
(کارل مارکس کی آواز، ض ک، ۱۴۷)

: نمود اور وجود، ابر و رہست
نمائش ہے مری تیرے ہنر سے
(تصویر و مصور، ا ح، ۱۷)

نمایاں (ف) صفت: ظاہر جو صاف صاف اور کھلم کھلا نظر آئے، واضح، روشن
کریں داغ محبت کو نمایاں کر کے چھوڑوں گا
(تصویر درد، ب د، ۷۲)

نمرود (ع) مذکر: حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے عہد کا ایک کافر بادشاہ جس نے تبلیغ حق کے جرم میں

حضرت کو آگ کے شعلوں میں ڈال دیا مگر وہ آگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے گلزار بن گئی۔ یہ واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے (رک: آتشِ نمرود)

نمک (ف) مذکر: نون، کھاری پن۔

نمک پاش (ف ـ ف) صفت، نمک + پاش، مصدر پاشیدن (= چھڑکنا) سے فعل امر، نمک چھڑکنے والی ہے

اے آئے دنیا نمک پاش خراشِ دل ہے تو

(عہدِ طفلی، ب ا، ۲۸۱)

نمک پروردہ (ف ـ ف) صفت، نمک + پروردہ (رک) (کسی کا) نمک کھا کر پلا بڑھا ہوا، نمک خوار ہے

یہ تبسم اشک حسرت کا نمک پروردہ ہے

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۲۰۱)

نمناک (ف) صفت

: تروتازہ ہے

شجر فطرت مسلم تھا حیا سے نمناک

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۲)

: آنسوؤں سے تر، جذبۂ عشق رکھنے والی ہے

پر کار و سخن ساز ہے نمناک نہیں ہے

(۱۰، ب ج، ۳۳)

: افسردہ ہے

لیکن نیستاں تیرا ہے نمناک

(غزل، ض ک، ۱۱۲)

نمو (ع) مذکر: نشوونما، آگے بڑھنا، ترقی، جدوجہد سے حصولِ مقاصد ہے

اس چمن کو سبق آئینِ نمو کا دے کر

(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

نمود (ف) مونث۔

: شہرت، ناموری ہے

باندھا ہے مجھے جو اس نے تو چاہی مری نمود

(شمع، ب د، ۴۶)

: ظہور، آغاز، نمایاں ہونے کا عمل، وجود ہے

ہوئی ہے رنگِ تغیر سے جب نمود اس کی

(حقیقتِ حسن، ب د، ۱۲۶)

: طلوع، نکلنے کا عمل ہے

نہیں کھٹکا ترے دل میں نمود مہر تاباں کا

(پیامِ صبح، ب د، ۵۶)

: درد کا اظہار، نمائش ہے

آئے دردِ عشق اب نہیں لذت نمود میں

(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

: دیکھنے بھر کا جس کی حقیقت کچھ نہیں، نمائش ہے

غم کدۂ نمود میں شرطِ دوام اور ہے

(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۱۱۵)

: عکس، پرتو، شبیہ، تعبیر، ادنیٰ جھلک ہے

جس کی نمود دیکھی چشمِ ستارہ بیں نے

(سیپی، ب د، ۱۲۱)

: ترقی اور عروج ہے

کس کی نمود کے لیے شام و سحر ہیں گرم سیر

(۴، ب ج، ۲۸)

نمودِ ابنِ مریم (ف ـ ع ع) مونث، نمود (مراد ظاہری شان و شوکت جو عیسائیوں کے پروپیگنڈے سے تعلق رکھتی ہے) + اضافت + ابنِ مریم (= حضرت عیسیٰ): مراد یہ ہے کہ عیسائیت کی ظاہری شان و شوکت سے گریز کرے ہے

نہ ڈھونڈ اے دیدۂ حیراں نمودِ ابنِ مریم کو

(تصویرِ درد، ب ا، ۳۳۰)

نمودِ جہاں (ف ف) مونث، نمود (= آغاز، ظہور) + جہاں (رک): آغاز آفرینش، دنیا کی خلقت ہے

سہانی نمودِ جہاں کی گھڑی تھی

(عشق اور موت، ب د، ۵۶)

نمودِ حق (ف ـ ع) مونث: حق یا جلوۂ حق کا نظر آنا ہے

جو نمودِ حق سے مٹ جاتا ہے وہ باطل ہوں میں

(عزلیات، ب د، ۱۰۷)

نمودِ صبح: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ۱۹۱۱ء کے آخری حصے میں کہی تھی۔ اس نظم میں کوئی صوفیانہ یا فلسفیانہ نکتہ مضمر نہیں

بلکہ یہ طلوعِ سحر کے مناظر کی ایک دلکش تصویر ہے۔
(ب د، ۱۵۳)

نمُودار (ف) صفت: ظاہر، طلوع ؎
تم شب کو نمودار ہو وہ دن کو نمودار
(اذان، ب ج، ۱۴۵۷)

نمُونہ (ف) مذکر: مثل ونظیر، تصویر ؎
فیض سے میرے نمونے ہیں شبستانوں کے
(ابرِ کوہسار، ب د، ۲۸)

نمی گردید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم
حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم

: مضمون کا سلسلہ مختصر نہیں ہوتا تھا اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا، یہ ایسا بیان تھا جس کی کوئی حد نہ تھی اس لیے خاموشی اختیار کر لی۔
(تصویرِ درد، ب د، ۷۶)

نمی گویم قیامت جوشش زن یا شورِ طوفاں شو
زطوفاں دست بردار انچہ نتوانی شدن آں شو

: نہ میں تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ قیامت کا (بہت زیادہ) جوشش دکھا، نہ یہ کہ طوفان کی طرح شور مچا دے (بلکہ یہ کہتا ہوں کہ) طوفان سے دست بردار ہو کر وہ بن جا جو (بظاہر) نہیں بن سکتا
(ب ا، ۳۲۹)

ننگ (ف) مذکر: باعثِ شرم ؎
اس دور کے ملا ہیں کیوں ننگِ مسلمانی
(۵ ا، ب ج، ۱۹۱)

ننّھا (ا) صفت: چھوٹا سا، بہت چھوٹا ؎
ننھے سے دل میں لذّتِ سوز و گداز ہے
(شمع و پروانہ، ب د، ۱۴)

ننّھی (ا) صفت: ننھا (رک) کی تانیث ؎
غضب ہے پر تری ننھی سی جان ڈرتی ہے
(ستارہ، ب د، ۱۴۷)

ننّھے ننّھے (ا ا) صفت: چھوٹے چھوٹے ؎
ننھے ننھے طائروں کی آشیاں سازی میں ہے۔
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

نَو (ف) صفت
۱: ان دیکھا ؎
نئے دیار نو زمین و آسماں میرے لیے
(عہدِ طفلی، ب د، ۲۵)
۲: نیا، تازہ (رک ماہِ نو)
۳: جدید مذاق یا تہذیب کا، آج کا، موجودہ دور کا (رک محفلِ نو)

نوا سیرِ حلقۂ گردابِ درد : درد زندگی کے بھنور کے دائرے میں تازہ پھنسنے والا (یعنی شیر خوار بچہ) ؎
درد سے اُسے نو اسیرِ حلقۂ گردابِ درد
(طفلِ شیر خوار، ب ا، ۳۱۷)

نو آموز (-ف) صفت، نو + آموز (رک): نیا سیکھنے والا طالب علم (جو نئی قسم کے نظارے سامنے آنے سے اکثر پیچیدگی میں اُلجھ جاتا ہے)

نو آموزِ پیچ و تاب (-ف) صفت، نو آموز + اضافت + پیچ و تاب (رک): جسے پیچ و تاب سے نیا سابقہ پڑا ہو ؎
یہ کہنہ مشق نو آموزِ پیچ و تاب ہے کیا
(کنارِ راوی، ب ا، ۳۴۲)

نو بہار (-ف) مؤنث، نو + بہار (رک): بہار تازہ، نئی بہار، مراد ملّتِ اسلامیہ کے عروج کا دور ؎
نغمۂ نو بہار اگر میرے نصیب میں نہ ہو
(۳، ب ج، ۷)

نوجواں (-ف) نو + جوان (رک): تازہ جوان، کم عمر کا جوان، ادھیڑ سے کم عمر رکھنے والا جوان ؎
اس تازہ ہی نوجواں نے کسی خوشی سے جان دی
(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۲۱)

نَوخیز (ف ف) صفت : رک مزرع نوخیز :

نَودَولت : جسے نئی نئی دولت ملی ہو خاندانی دولتمند نہ ہو ؎

تیز لگتی ہے نگاہِ چشمِ نَودَولت مجھے

(رخصت اے بزم جہاں ، ب ا ، ۳۱۵)

نَورَس (ف ف) صفت ، نَو (رک) + رَس ، مصدر رسیدن (= پہنچنا) سے فعلِ امر : تازہ اگا ہوا ؎

ہرات و کابل و غزنی کا سبزۂ نَورَس

(نادر شاہ افغان ، ب ج ، ۱۵۳)

نَورُستہ (- ف) صفت ، نَو + رُستہ ، مصدر رستن (= اُگنا) سے حالیۂ تمام : تازہ اگا ہوا ؎

سبزۂ نَورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۳۶)

نَورَفتار (- ف) صفت ، نَو + رفتار (رک) ، گھٹنیوں چلنے والا ؎

زندگی کی رہ میں جب میں طفلِ نَورَفتار تھا

(والدۂ مرحومہ کی یاد میں ، ب ا ، ۳۷۲)

نَوزائیدہ (- ف) صفت ، نَو + زائیدہ ، مصدر زائیدن (= جننا ، بطن سے پیدا کرنا یا ہونا) سے حالیۂ تمام : نئی نئی پیدا ہوئی ہوئی ، تازہ وارد ؎

تیری صُورت آرزُو بھی تیری نَوزائیدہ ہے

(طفلِ شیرخوار ، ب د ، ۶۲)

نَوگرفتار (- ف) صفت ، نَو + گرفتار (رک) : جو کسی جگہ نیا نیا پھنسا ہو (ان لوگوں کی جانب اشارہ ہے جو وعظ و ہدایت کے بعد سابق کی بری روش چھوڑ کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں) ؎

نَوگرفتار پھڑکتا ہے تہِ دام ابھی

(غزلیات ، ب د ، ۲۷۹)

نَوگرفتاری (- ف ف) مونث ، نَو + گرفتار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : نیا نیا گرفتار ہونے کی صورتِ حال ؎

شکارِ خوفِ رسوائی ہے میری نَوگرفتاری

(تصویرِ درد ، ب ا ، ۳۲۰)

نَونیاز (- ف) صفت ، نَو + نیاز (رک) : تازہ نیازمند ؎

ہیں نَونیاز ہُوں مجھ سے حجاب ہی اَولیٰ

(۹ ، ب ج ، ۱۳)

نَووارِدِ اقلیمِ غم (- ع ع ع) صفت ، نَو + وارد (= آنے والا) + اضافت + اقلیم (= ملک) + اضافت + غم (= رنج) : غمکدۂ ہستی میں نیا نیا آنے والا ؎

پھر پڑا رو دے گا اسے نَووارِدِ اقلیمِ غم

(طفلِ شیرخوار ، ب د ، ۶۲)

نَوا (ف) مونث

: نغمہ ، سُر ؎

جگایا بلبلِ رنگیں نوا کو آشیانے میں

(پیامِ صبح ، ب د ، ۵۶)

: مراد چٹک ، کلی کے چٹکنے کی آواز ؎

نکہتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی

(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۹۴)

: سامان ، توشہ ؎

بڑا کریم ہے اقبالِ بے نوا لیکن

(۲۴ ، ب ج ، ۴۷)

نواپیدا نہ کر : خاموش رہ ، زبان سے ایک حرف نہ نکال سابق جملہ ملا کر اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ منافقانہ طریقہ اختیار نہ کر ؎

یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۹۱)

نواپیرا (- ف) ، نوا + پیرا (رک) : نغموں کو ترتیب دینے والا مراد گانے والا ؎

لب اسی موج نفس سے ہے نواپیرا تیرا

(شمع اور شاعر ، شمع ، ۱۸۴)

نوارا تلخ ترمی زن چو ذوق نغمہ کم یابی :

اگر تو یہ دیکھے کہ (تیرے مخاطبوں میں) نغمہ سننے کا ذوق نہیں ہے (زیادہ سو رہے ہیں) تو اپنی آواز کو بہت تیز کر دے ۔

(عرفی، ب د، ۸۲۳)

نَواریز (ف ف) صفت، نوا (= نغمہ، سُر) + ریز (رک): گانے والا ؏
کہا طائر نے اے مُرغِ نواریز
(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۹۲)

نواساماں (- ف) صفت، نوا + ساماں (رک): خوشی کے گیت گانے والا ؏
نالۂ صیّاد سے ہوں گے نواساماں طیور
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۰)

نَواسَنج (ف) صفت، نَوا + سنج، مصدر سنجیدن (= تولنا) سے فعل امر؛ نغمہ سرائی کرنے والا، گانے والا ؏
نَواسنجانِ گلشن کی زباں پر بس کا ہے چرچا
(ب ا، ۴۷)

نَوافروش (- ف)، نوا + فروش، مصدر فروختن (= بیچنا) سے فعل امر؛ چہکنے والے پرندے ؏
وادی کے نوافروش خاموش
(ایک شام، ب د، ۱۲۸)

نَواگر (- ف) صفت، نوا + گر (رک): آواز نکالنے والا، نغمہ سنانے والا، شاعر ؏
نَواگر کے لیے زہراب ہوتی ہے شکر خائی
(تضمین بر شعر صائب، ب د، ۲۴۴)

نَواگری (- ف ف) مونث، نَواگر (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)؛ نغمہ سنجی، کوئی ترانہ یا گیت وغیرہ گانے کی کیفیت ؏
تنِ ناتواں میں گرہ نفس کہ نہیں مجالِ نواگری
(میں اور تو، ب ا، ۶۶، ۵)

نَواہائے کلیسائی (- ف ف ف ف)، نوا (رک) + ہا (لاحقۂ جمع) + ے (علامت اضافت) + کلیسا (= گرجا، عیسائیوں کا معبد) + ئی (لاحقۂ نسبت): عیسائیوں کے گرجے کی آوازیں، مراد عیسائیوں سے مشابہ افعال و اعمال (نقل و حرکت وغیرہ) ؏
کنشتی ساز معمور نواہائے کلیسائی
(تضمین بر شعر انیسی، ب د، ۱۵۴)

نوائے بے نوا: اس عنوان کے تحت "حضرت شبیر (امام حسینؓ) اور جہانِ آفرینی" کے نقطۂ نگاہ سے اقبال نے فارسی کے چند شعر کہے ہیں، جن کے الفاظ مشکل کی شرح اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں درج ہے۔
(ب ا، ۲۵۹)

نَوائے دَرد (- ف ف) مونث، نوا + ے (علامت اضافت) + درد (رک): درد بھری آواز، مؤثر بیان ؏
سرمایۂ گداز تھی جن کی نوائے درد
(شبلی و حالی، ب د، ۲۲۲)

نَوائے راز (- ف ف) نوا + ے (علامت اضافت) + راز (= بھید): عشق الٰہی کے اسرار ؏
جو ہو شکستہ تو پیدا نوائے راز کرے
(غزلیات، ب ا، ۱۰۶)

نَوائے زیرِ لبی (- ف ف ف ف) مونث، نوا + ے (علامت اضافت) + زیر (رک) + لب (رک + لب (رک) + ی (لاحقۂ نسبت): وہ آواز جو ہونٹوں میں دب کر رہ جائے اور اسے کوئی سن نہ سکے ؏
جو فغاں دلوں میں تڑپ رہی تھی نوائے زیرِ لبی رہی
(غزلیات، ب د، ۲۸۱)

نَوائے سوختہ در گلو (- ف ف ف ف)، صفت، نوا + ے (علامت اضافت) + سوختہ، مصدر سوختن (= جلنا) سے حالیۂ تمام + در (= میں) + گلو (رک): جس کے گلے میں (سوزِ دل سے) آواز تک جل گئی ہو اور بہ نتیجہ وہ آواز کراہ کے ساتھ نکلے ؏
ہیں نوائے سوختہ در گلو تو پریدہ رنگ رمیدہ بُو
(میں اور تو، ب د، ۲۵۲)

نَوائے شَوق (- ف ع) مونث: وہ فریاد جو ایسے دل سے نکلے جو جذباتِ عشق اور تمناؤں سے بھرپور ہو (یہ فریاد اگر پُرخلوص ہو گی تو بارگاہِ احدیّت

میں ضرور پہنچے گی اور اس سے حریمِ ذات گونجنے لگے گا) ؎
میری نوائے شوق سے شور حریمِ ذات میں
(ا، ب ج، ۵)

نوائے غم: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ اس نظم میں علامہ نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ "غم" کو انسان کی زندگی میں "خوشی" سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ جو دل درد و غم سے آشنا ہوتا ہے۔ وہی دوسرے انسانوں سے غمخواری کرتا ہے۔ اگر عزیزوں سے مواسات کرنے کا مادہ انسان میں نہ ہو تو پھر انسان اور حیوان میں فرق ہی کیا رہ جائے۔ غمگساری انسانیت کا معیار ہے اور اس جذبے کا رکھنے والا بڑی بلند فطرت کا مالک ہے۔ اب راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ غم بجائے خود جتنی بلند ہستی کی غمگساری سے تعلق رکھتا ہو اتنی ہی فطرت کی زیادہ بلندی کا آئینہ بردار ہوگا مثلاً میرے اور آپ کے غم کا جو مرتبہ اور مقام ہے، رسولؐ، آلِ رسولؐ، اصحابِ رسولؐ اور علی الخصوص حسینؑ مظلوم کے غم کا مرتبہ و مقام، اس سے بدرجہا زیادہ بلند ہے
(ب د، ۱۶۴)

نواب (ع) مذکر: کسی ریاست کا مسلمان فرمانروا
(اعلحضرت نواب سرالخ، ض ک، ۹)

نواب میرزا داغ: علامہ کے استاد داغ دہلوی کا یہ نام بھی ہے اور اسی سے اقبال نے ان کی تاریخ وفات نکالی ہے جو ۱۳۲۲ھ ہے۔ "اعداد" کی سرخی کے تحت جو حساب اس فرہنگ میں درج ہے اس سے مطابقت کیجیے
(ب ا، ۴۸۳)

نواب وقار الملک: فارسی میں تاریخ وفات ہے، مشکل لفظوں کا حل اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے
(ب ا، ۴۸)

نواح (ع) مذکر: اطراف، آس پاس (واحد ناحیہ) ؎
رنگِ نواحِ کاظمہ نرم ہے مثل پرنیاں
(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۱)

نواز (ف) مصدر نواختن (= مہربانی کرنا، نوازنا) سے فعل امر، مرکبات میں مستعمل ہے اور صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے (رک دل نواز)

نوالہ (ف) مذکر: کھانے کی وہ مقدار جو ایک دفعہ منہ میں رکھیں، غذا، روزی (ترجمہ یہ سب لوگ کھا جاتے ہیں) ؎
یہ سب پیٹ ہیں اور ہم تر نوالے
(عرض ہوں کا الخ، ب ا، ۵۲۱)

نوامیس (ع) مذکر، ناموس (= پوشیدہ راز) کی جمع: اسرارِ پنہاں ؎
فطرت کے نوامیس پہ غالب ہے ہنرمند
(محراب گل الخ، ۵، ض ک، ۱۶۷)

نوائی (ف ف): نوا (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت): گرا آواز نکالنے کا عمل۔ مرکبات میں مستعمل ہے اور نغمگی وغیرہ کے معنی دیتا ہے (رک رنگیں نوائی)

نوحِ نبی (ع ع) مذکر، نوحؑ (آدمؑ کے بعد ایک مشہور نبی تھے جن کی بد دعا سے پانی کا ایسا طوفان آیا تھا کہ تمام امت غرق ہو گئی تھی، صرف وہ لوگ (اور جانور) بچ سکے تھے جو نوحؑ کی بنائی ہوئی کشتی میں سوار ہو گئے تھے اور خدا پر ایمان رکھتے تھے) + اضافت + نبی (= ہدایت کے لیے اللہ کا مقرر کیا ہوا انسان جس کے پاس فرشتہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لاتا تھا) حضرت نوح علیہ السلام جو خدا کے نبی تھے اور طوفان میں جن کے سفینے نے اللہ کے ماننے والے بندوں کو نجات دی تھی ؎
نوحِ نبی کا آ کر ٹھہرا جہاں سفینہ
(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۰)

نوحہ خوان (ع ف) صفت، نوحہ (= فریاد، گریہ و زاری کا مضمون، ماتم) + خوان (رک)، ماتم کرنے والا، مرثیہ پڑھنے والا، دردناک حالات سنانے والا ؎
لکھا کلکِ ازل نے مجھ کو تیرے نوحہ خوانوں میں

(تصویرِ درد، ب د، ۷۰)

نور (ع) مذکر : روشنی، جلوہ، تجلی ؎

یا محبت کی تجلی سے سراپا نور ہے

(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۱۲۰)

: (بطور استعارہ) عشق، یا بتاتا ؎

اندھیرے کا ہو نور میں کیا گزارا

(عشق اور موت، ب د، ۵۸)

: مرادا روشنی ہی اور ہر قسم کی حیات ارتقا بھی ؎

وہ آفتاب جس سے زمانے میں نور ہے

(آفتاب، ب د، ۴۳)

نورِ ابراہیم : (رک ابراہیم) مراد توحید کی تعلیم (جو نمرود نے دی) ؎

نور ابراہیم سے آزر کا گھر روشن ہوا

(زہد، ب د، ۲۴۰)

نورِ ازل زیرِ آستیں (ع ف ف) : نور + اضافت + ازل (رک) + زیر (رک) + آستیں (رک) : آستین کے نیچے یعنی بغل میں خدائے تعالیٰ کا نور (حضرت موسیٰؑ کے معجزۂ ید بیضا کی طرف اشارہ ہے، جب آپ بغل میں ہاتھ رکھ کر نکال لیتے تو ہتھیلی چاند کی طرح چمکتی تھی) ؎

چھپایا نورِ ازل زیرِ آستیں میں نے

(سرگزشتِ آدم، ب د، ۸۲)

نورِ ایمن (ع) مذکر، نور + اضافت + ایمن (رک برقِ ایمن) ؎

وہ نگاہیں نا امیدِ نورِ ایمن ہو گئیں

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۸)

نورِ آگاہی (ف) نور + اضافت + آگاہی (رک) : حقیقتِ اشیا کو سمجھنے کا قدرتی مادہ، باطنی شعور ؎

نورِ آگاہی سے روشن تری پہچان ہے کیا

(... کی گود میں بلی دیکھ کر، ب د، ۷۱)

نورِ حقیقت (ع) مذکر، نور + حقیقت (= اصلیت) : کائنات اور قدرت کی اصلیت معلوم کرنے کی روشنی یعنی جلوۂ معرفت ؎

آرزو نورِ حقیقت کی ہمارے دل میں ہے

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

نورِ حیات (ع ع) مذکر، نور + اضافت + حیات (رک) : مراد شانِ جمالی ؎

عشق ہے نورِ حیات عشق ہے نارِ حیات

(مسجدِ قرطبہ، ب ج، ۹۵)

نورِ خودی (ع ف) مذکر، نور + اضافت + خودی (رک) : وہ شانِ جمالی جو انسان میں خودی کی ریاضتوں سے پیدا ہوتی ہے یعنی معرفتِ الٰہی ؎

روح اسلام کی ہے نورِ خودی نارِ خودی

(اسلام، ض ک، ۳۰)

نورِ ما چوں آتشِ سنگ از نظر پنہاں خوش است

: ہمارا نور (یعنی امامِ غائب کا جلوہ، آتشِ شوق بھڑکانے کے لیے) اسی طرح نگاہوں سے پوشیدہ رہنا بہتر ہے جس طرح پتھر میں آگ چھپی ہوئی ہے (کہ اس کا وجود دائمی ہے اور اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا)

(کفر و اسلام، ب د، ۲۴۰)

نورِ مسجودِ ملک (ع ع ع) نور + مسجود (= جس کو سجدہ کیا جائے (یہاں سجدۂ تعظیمی مراد ہے) + ملک (رک) : وہ نور جسے فرشتوں نے سجدہ کیا، حضرت آدم کا نور جن کا پتلا بنانے اور روح پھونکنے کے بعد خدائے تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کریں، بطور مجاز مرسل نوعِ انسان کا نور جس کے ایک فرد آدم بھی تھے ؎

نورِ مسجودِ ملک گرمِ تماشا ہی رہا

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

نورِ مطلق (ع ع) مذکر، نور (= روشنی، جلوہ) + مطلق (رک) : وہ جلوہ جو ہر قید اور شرط سے بری ہے، خدائے تعالیٰ کا جلوہ ؎

دیکھے نورِ مطلق کی آنکھوں کا تارا

(عشق اور موت، ب د، ۸۵)

نورِ نظر (ـ ع) مذکر، نور + اضافت + نظر (رک)؛ مراد بیٹا ہے

اپنے نورِ نظر سے کیا خوب

(جاوید سے ۲، ض ک، ۸۸)

نورانی (ع ف) صفت، نور (رک) + انی (لاحقۂ نسبت)؛ روشن، منور ہے

کر اپنی رات کو داغِ جگر سے نورانی

(ستارے کا پیغام، ب ج، ۱۴۶)

نورد (ف)، مصدر نوردیدن (= طے کرنا) سے فعل امر۔ ترکیبات میں مستعمل ہے اور کلمۂ سابق سے مل کر صفت کے معنی دیتا ہے (رک صحرانورد)

نوری (ع ف) صفت، نور (رک) + ی (لاحقۂ نسبت)؛ نور سے منسوب، نیک کردار، فرشتہ ہے

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۴)

نوریان (ع ف ف) صفت، نور (رک) + ی (لاحقۂ نسبت) + ان (لاحقۂ جمع)؛ مخلوقاتِ نور، فرشتے ہے

زمیں سے نوریانِ آسماں پرواز کہتے تھے

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

نوش (ف) صفت؛ خوش مزہ، خوشگوار ہے

بندۂ حر کے لیے نشترِ تقدیر ہے نوش

(محراب گل افغان، ۱۱، ض ک، ۱۷۲)

نوشانوش (ـ ف ف)، نوش، مصدر نوشیدن (= پینا) سے فعل امر + ا (اتصال) + نوش؛ پیو، خوب پیو ہے

پینے والوں میں شورِ نوشانوش

(سیرِ فلک، ب د، ۱۷۵)

نوشیرواں (ف) مذکر؛ حضور کی بعثت سے کچھ قبل (چھٹی صدی عیسوی میں) ایران کا ایک مشہور عادل اور انصاف پرور بادشاہ جسے کسریٰ بھی کہتے ہیں ہے

کبھی شاہ شہاں نوشیرواں عشق

(رباعیات، ب ج، ۸۷)

نوشیں (ف ف) صفت، نوش + یں (لاحقۂ نسبت)؛ میٹھا اور خوشگوار ہے

صبح کر آنکھوں میں کم کہ خرابِ نوشیں کا خمار

(التیاش حزانی، ب ا، ۲۱۱، ۵)

نوع (ع) مؤنث؛ قسم ہے

موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے

(ابلیس، ۲، ۱، ح، ۱۳)

نوعِ انساں (ع ع) مؤنث، نوع + اضافت + انساں (= آدمی)؛ آدمیوں کی برادری، انسانوں کی جماعت (بلالحاظ مذہب و ملت و قومیت وغیرہ) ہے

شرابِ روح پرور ہے محبت نوعِ انساں کی

(تصویرِ درد، ب د، ۷۵)

نوک (ف) مؤنث؛ ہر چیز کا چبھنے والا سرا، نیش، ڈنک وغیرہ (رک نوکِ سوزن)

نوک دار (ـ ف) صفت، نوک + دار (رک)؛ نکیلا ہے

اچھی ہے گائے رکھتی ہے کیا نوکدار سینگ

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

نوکِ سوزن (ـ ف) مؤنث، نوک + سوزن (= سوئی) ہے

جو بچے چھالوں میں کانٹے نوکِ سوزن سے نکالے ہیں

(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

نوکِ قلم (ف ع) مذکر، نوک (= نکیلا سرا) + اضافت + قلم (= لکھنے کا نیزہ وغیرہ)؛ قلم کا نوکدار سرا (نب وغیرہ) ہے

چبھ نہ جائے دیکھنا باریک ہے نوکِ قلم

(طفلِ شیرخوار، ب د، ۹۲)

نوکِ نشتر سے الخ؛ اگر پھول کی رگ کو نشتر کی نوک سے چیرا جائے تو اس سے جو خون ٹپکے گا وہ عین انسان کا خون ہوگا کیونکہ نظریۂ وحدت الوجود کی رو سے پھول اور انسان سب ایک ہیں ہے

کمالِ وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوکِ نشتر سے تو جو چھیڑے
یقیں ہے مجھ کو گرے رگِ گل سے قطرہ انسان کے لہو کا

(غزلیات، ب د، ۱۳۲)

نومید (ف) صفت: نااُمید (= مایوس) کی تخفیف ہے ؎
کہ نہیں سکتے مجھے نومید پیکارِ حیات

(مسلم، ب د، ۱۹۶)

نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو: (ترک) آہوئے مشکیں، نیز ختن) امام مہدیؑ کے وجود سے انکار کر کے ان کی تعلیمات کے عالمگیر فیوض سے مسلمانوں کو مایوس اور نا امید نہ کر

(مہدی، ض ک، ۵۹)

نومیدی (ف) مونث: نااُمیدی (= مایوس ہونا) کی تخفیف ہے ؎
بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی

(۲۵، ب ج، ۴۸)

نوی (ف) صفت: نو (= جدید) + ی (لاحقۂ نسبت) تازہ، نئی، جدید ہے ؎
یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے

(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

نوید (ف) مونث: خوشخبری، مژدہ

(نویدِ صبح، ب د، ۲۱۱)

نویدِ صبح: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم ہے جو انھوں نے ۱۹۱۲ میں کہی تھی۔ ایرانی طرز پر نظم کا ماحصل یہ ہے کہ تم اپنے دل کا نور وسعتِ عالم میں پھیلانے کے ارادے سے اٹھو اور باطل کی تاریکی کو شکست دے دو

(ب د، ۲۱۱)

نہ (ار) کلمۂ نفی جو فعل کو موجبہ سے سالبہ بنا دیتا ہے ؎
داغ جس پر غازۂ رنگِ تکلف کا نہ تھا

(رسالہ، ب د، ۲۳)

: سب ہیچ ہے ؎
نہ مال و دولتِ قارون نہ فکرِ افلاطون

(۳۰، ب ج، ۲۷)

نہ آتے (ر۔ ار): ہمارے پاس آنے کی تکلیف گوارا نہ کرتے (ضمیر محبوب کی طرف راجع ہے) ؎
نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی

(غزلیات، ب د، ۹۸)

نہ پوچھ مجھ سے (ر۔ ار ار ار) (روزمرہ): کیا بیان کروں کیونکہ منظر نے محو و بےخود کر دیا ہے، لطفِ منظر بیان کی حد سے باہر ہے ؎
نہ پوچھ مجھ سے جو ہے کیفیت مرے دل کی

(کنارِ راوی، ب د، ۱۰۴)

نہ پوچھو (ار) روزمرہ: بیان سے باہر ہے، بہت زیادہ ہے ؎
نہ پوچھو مجھ سے لذت خانماں برباد رہنے کی

(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

: قابلِ بیان نہیں (اس جگہ حالت کے لیے استعمال ہوا ہے) ؎
اے تارو! نہ پوچھو چمنستانِ جہاں کی

(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۵)

نہ تورانی رہے باقی: جہاں یہ فقرہ آیا ہے اس مصرع کا مطلب یہ ہے کہ تورانی، ایرانی یا افغانی ہونے کا فرق باقی نہ رہے اور ہر ایک مسلم چاہے وہ کسی ملک کا ہو اسلام کے رشتے سے دوسرے مسلم کو اپنا بھائی سمجھے ؎
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۰)

نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا: اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ صرف منطقی بحثوں سے سمجھ میں نہیں آتی بلکہ اس کے سمجھنے کے لیے عشق کی ضرورت ہے ؎
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

(۱، ب ج، ۲۲)

نہ چھوڑنا (ر۔ ار): طلب اور جد و جہد کا جولانگاہ بنانا ؎
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

نہ خدا رہا نہ صنم رہے : مادہ پرستی کا دور دورہ ہو گیا، نہ اب کوئی خدا کو مانتا ہے نہ بتوں کی پوجا کرتا ہے۔ ع

نہ خدا رہا نہ صنم رہے نہ رقیب دیر و حرم رہے

(غزلیات، ب د، ۲۸۲)

نہ ہو (ار) روزمرہ، استفہام انکاری : ہو جائے گی کیا ؟ ع

یہ پریشانی مری سامان جمعیت نہ ہو

(گل رنگین، ب د، ۲۴)

"نہ ہوا" اور "ہوا" : جب یہ دونوں ایک فقرے میں مستعمل ہوں تو اس کے معنی ہوتے ہیں پہلی چیز دوسری چیز کے برابر یا اس کی مثل ہے ع

زور مسلم نہ ہوا خیال ہوا خراب ہوا

(ب ا، ۳۱۳)

(نوٹ) اقبال کی یہ ابتدائی زمانے کی غزل ہے بنا بریں مذکورہ مصرع ناموزوں ہے، "خیال" بر وزن "فعال" جو عربی لفظ ہے اسے اس جگہ "خیال" بر وزن "فاع" "تلم" کیا گیا ہے (جس طرح دھیان)۔ ایسے تسامحات شاعر کے ابتدائی کلام میں عموماً ہو جاتے ہیں۔

نہ سہی (ار) نہیں ہے تو خیر کچھ مضایقہ نہیں، نہیں رہی تو اسے ہم تسلیم کرتے ہیں ع

عشق کی خیر وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی

(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

نہاد (ف) مونث : ذات، خمیر، سرشت، اصل ع

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات

(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۷)

: جڑ بنیاد، اساس ع

نہاد زندگی میں ابتدا لا انتہا الا

(لا و الا، ض ک، ۶۳)

نہا کر جو نکلا وہ دریا سے پڑتن : یہ مصرع اس طرح معلوم ہوتا ہے جو غالباً کتابت میں الٹ پلٹ ہو گیا۔

نہا کر جو دریا سے نکلا وہ پڑتن

(رہ بچھڑیں گے دامن، ب ا، ۹۳)

نہال (ف) مذکر : درخت، پودا ع

تجھ سے سرسبز ہوئے میری امید وں کے نہال

(حسن و عشق، ب د، ۱۱۶)

نہاں (ف) صفت : رک پنہاں ع

آواز نے میں شکوۂ فرقت نہاں نہ ہو

(درد عشق، ب د، ۵۰)

نہاں خانۂ ذات (ف ع) صفت، نہاں + خانہ (رک) + ۂ (علامت اضافت) + ذات (رک) : زائل ہنر کی ذاتی کمال کا راز (کہنا یہ مقصود ہے کہ صاحب نظر دیکھے ہی یہ تاڑ لیتا ہے کہ ذاتی کمال کچھ بھی نہیں سب نقالی ہے) ع

نالش ہے چشم تماشا پہ نہاں خانۂ ذات

(مخلوقات ہنر، ض ک، ۱۱۷)

نہاں خانۂ ضمیر سروش (ف ع ف) مذکر، نہاں + خانہ (رک) + ۂ (علامت اضافت) + ضمیر (رک) + اضافت + سروش (رک) : وہ راز جو غیبی فرشتے کے خانۂ دل میں پوشیدہ رہے۔ یعنی فرشتۂ غیب نے یہ بات بتائی ہے ع

کہ ہے یہ ستر نہاں خانۂ ضمیر سروش

(قرب سلطان، ب د، ۲۱۰)

نہاں خانۂ لاہوت (ف ع) صفت، نہاں + خانہ + ۂ (علامت اضافت) + لاہوت (رک) : عالم بالا کا مقام اسرار ع

رکھتا ہوں نہاں خانۂ لاہوت سے پیوند

(شکر و شکایت، ض ک، ۲۲)

نہانی (ف) صفت، نہاں (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : پوشیدہ ع

کھلے جاتے ہیں اسرار نہانی

(رباعیات، ب ج، ۸۹)

نہایت (ع) مونث : انتہا، انتہا کا، بہت ع

نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

نہایتِ اندیشہ وکمالِ جنون (ع ف ف ع ع) مونث
(نہایت (رک) + اندیشہ (رک) + و (عطف) + کمال (رک) + جنوں (رک) : فکر کی انتہا اور عشق کی حد یعنی فکر وفہم اور شوق وعشق کا امتزاج ہے
یہ ہے نہایت اندیشہ وکمال جنوں
(مدنیت اسلام، ض ک، ۴۸)

نہر (ع) مونث : رک جُو
بالیاں نہر کو گرداب کی پہناتا ہوں
(ابر کوہسار، ب د، ۸۲)

نُہ سپہر (ف ف) مذکر، نہ (= ۹) + سپہر (رک) : نو آسمان ہے
ہیں نہ سپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں
(جگنو، ب ج، ۱۶۹)

نہفتہ (ف) صفت، مصدر نہفتن (= چھپانا، چھپنا) سے حالیہ تمام : چھپا ہوا، مضمر ہے
اس جدائی میں نہفتہ وصل کا ساماں ہے کیا
(خفتگان خاک سے استفسار، ب ا، ۲۱)

نہنگ (ف) مذکر : گھڑیال، مگرمچھ مراد بڑے بڑے دلیر اور سورما ہے
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ وبالا
(ا ب ج، ۲۴)

نہیں : جملے میں کسی فعل یا شبہ فعل کی نفی کے لیے کسی امر سے انکار کے لیے ہے
بعض اصحاب ثلاثہ سے نہیں اقبال کو
(غزلیات، ب ا، ۳۹۴)

نہیں زندگی مستی و نیم خوابی : انسان کی زندگی نہ صرف مستی ہے (جیسا کہ فرائڈ نے کہا تھا کہ جنسی کیف کو زندگی کہتے ہیں) اور نہ صرف نیم خوابی، کو کہتے ہیں (جیسا کہ کارل مارکس کا خیال تھا کہ زندگی پیٹ بھرنے کا نام ہے، اور نیم خوابی کی کیفیت پیٹ بھرنے سے پیدا ہوتی ہے)
(ملازادہ، ۱، ا ح، ۳۰)

نہیں ہے (ار ار) : نہیں پایا جاتا، سکون کا کہیں وجود نہیں ہے
کہتے ہیں جسے سکوں نہیں ہے
(چاند اور تارے، ب د، ۱۱۹)

نئی (ار) صفت : نیا (رک) کی تانیث۔

نئی بجلی (اور) پرانی بجلیوں : نئے خیالات (اور) پرانے خیالات، تازہ پروگرام (اور) پرانے پروگرام ہے
نئی بجلی کہاں اُن بادلوں کے جیب ودامن میں
پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی
(مسلمین مشرق، ض ک، ۷۱)

نئی ہوا (ار ع) مراد جدید خیالات، مادہ پرستی پر مبنی تصورات ہے
آئی نئی ہوا چمن ہست وبود میں
(درد عشق، ب د، ۵۰)

نئے (ار) صفت : نیا (= تازہ) کی جمع۔

نئے اصول (ار ع)، نئے، نیا (= تازہ، جدید) کی جمع + اصول (رک) : مراد حکام اور حکومت کی خوشامد جسے لوگ قوم فروشی سے تعبیر کرتے ہیں ہے
نئے اصول سے خالی ہے فکر کی آغوش
(قرب سلطان، ب د، ۲۱۰)

نئے جوہر (ار ف) مذکر، نئے (= تازہ، نوبنو) + جوہر (رک) : اچھوتے اور عالی خیالات ہے
نئے جوہر ہوئے پیدا مرے آئینے میں
(حسن وعشق، ب د، ۱۱۶)

نئے صبح وشام : مراد اپنے زمانے کے سیاسی ومعاشی تقاضوں کے مطابق زندگی ہے
نیا زمانہ نئے صبح وشام پیدا کر
(جاوید کے نام، ب ج، ۱۴۷)

نے (ف) مونث : بانسری، مراداً شاعر کی زبان ہے
آواز نے میں شکوۂ فرقت نہاں نہ ہو
(درد عشق، ب د، ۵۰)

: روح ودل ہے

شوق مری لَے میں ہے شوق مری نَے میں ہے
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۶)

نَے نَواز (ـ ف) صفت، نَے + نواز، مصدر نواختن (= بجانا) سے فعل امر: بانسری بجانے والا، پُرسوز شعر کہنے والا ع
اصل اس کی نَے نواز کا دل ہے کہ چوبِ نَے
(شعر و، ض ک، ۱۱۴)

نَے نوازی (ـ ف ف) مونث، نَے نواز، رک + ی (حاصلِ کیفیت):
: بانسری بجانا، مراد پُرسوز شعر کہنا (جو اصلاحِ قوم کی کوشش پر مشتمل ہوتے ہیں) ع
مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نَے نوازی
(۱۴، ب ج، ۱۷)
: (اسرافیل کی طرح) صُور پھونکنے کا عمل (اس شعر میں مراد یہ ہے کہ اللہ کے فقیر کو انقلابی نعروں کا شوق نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی تعلیمات سے انقلاب لاتا ہے) شـ
رکھتا نہیں ذوقِ نَے نوازی
(جاوید سے (۳)، ض ک، ۸۶)

نے ۱ (ار) علامتِ فاعل ع
تازیانہ دے دیا برق سرِ کہسار نے
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

نے ۲ (ار) کلمۂ نفی (نہ، کی تکرار کے موقع پر نظم میں مستعمل (اب متروک)) نہ ع
نے ابتدا کوئی نہ کوئی انتہا تری
(آفتاب، ب د، ۴۴)

نیا (ار) صفت: تازہ، جو پہلے سے مختلف ہو، جدید، ابھی کا، جدّ و جہد اور سعیِ مسلسل سے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق، انقلاب (سے برائیوں کو دُور کر کے) وغیرہ وغیرہ ع
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر
(جاوید کے نام، ب ج، ۱۴۷)

نیا شِوالا: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو مارچ ۱۹۰۵ء کے ماہنامہ مخزن میں شائع ہوئی تھی۔ اگرچہ یہ نظم اپنے مقصد (یعنی ہندو مسلم اتحاد) کی تحریک (تبلیغ کے زاویۂ نگاہ سے اس موضوع کی کل نظموں سے زیادہ موثر ہے، مگر اس لیے بے اثر رہی کہ جماعت کے ہنود اس تحریک سے کوئی اثر نہ لینے کا عزمِ صمیم کر چکے تھے
(نیا شوالا، ب د، ۸۸)
: اس نظم کے جتنے شعر مخزن (مارچ ۱۹۰۵ء) میں چھپے تھے ان میں پہلے بند کا ایک شعر اور دوسرے بند کے نو شعر بانگِ درا میں نہیں، باقیاتِ اقبال میں درج ہیں
(ب ا، ۳۲۹)

نیاز (ف) مذکر
: عاجزی، تواضع، خاکساری، نیازمندی شـ
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
(بلال (۲)، ب د، ۸۱)
: آرزو، تمنا ع
مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بُوئے نیاز
(شکوہ، ب د، ۱۶۹)
: مراداً اظہارِ عاجزی کرنے والا، عاشق ع
کھلتا نہیں کہ ناز ہوں میں یا نیاز ہوں
(شمع، ب د، ۴۶)
: حاجت، احتیاج ع
بے نیازی سے ہے پیدا میری فطرت کا نیاز
(عاشقِ ہرجائی، ب د، ۱۶۳)
: عاجزی ع
ترا نیاز نہیں آشنائے ناز ابھی تک
(رومی، ض ک، ۱۲۱)
: ملاقات (رک اربابِ نیاز)

نیاز مَند (ـ ف): بندۂ عاجز ع
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے
(غزلیات، ب د، ۱۰۹)

نیاگانِ کُہن: قدیم زمانے کے بزرگ، بزرگانِ دین (رنانگ سے یہاں طلب کرنا مراد نہیں بلکہ ان کی سیرت

عمل کرنا مقصود ہے) ؎

اخلاص عمل مانگ نیاگان کہن سے

(بڈھے بلوچ کی نصیحت، ا ح ، ۱۶)

نیام (ف) مذکر : تلوار کا غلاف جس میں تلوار رکھتے ہیں

بکاتی، میان ؎

علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی

(۸، ب ج ، ۱۲)

نیّت (ع) مونث : دل کا ارادہ ، کسی کام یا بات کی وہ

غرض جو دل میں پوشیدہ ہو ؎

نیک ہے نیت اگر تیری تو کیا پروا ہے تجھے

(سید کی لوح تربت ، ب د، ۵۳)

نیتشا (ج) مذکر ، جرمنی کے مشہور فلسفی کا نام اس کے والدین بڑے کٹر عیسائی تھے اس لیے اس کی تعلیم و تربیت مذہبی ماحول میں ہوئی تھی ۔ جب وہ اسکول سے کالج پہنچا اور جرمن فلسفی "شوپن ہار" کی کتابیں پڑھیں تو اس کے خیالات ملحدانہ ہو گئے ۔ تعلیم سے نبٹ کر وہ دس گیارہ سال یونانی زبان کا پروفیسر رہا پھر نوکری چھوڑ کر کتابیں لکھنے لگا آخر میں دیوانہ ہو گیا اور گیارہ سال دیوانگی میں گزار کر ۱۹۰۰ء میں رحلت کر گیا ۔ اس وقت اس کی عمر ۵۶ سال تھی ۔ اقبال نے اسے مجذوب فرنگی کے نام سے یاد کیا ہے

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں *

* مشہور مجذوب فرنگی نیتشا (۲۳، ب ج ، ۵۶)

نیچری (انگ ار) مذکر : قانون قدرت اور فطرت پر عمل کرنے والا ، نئی روشنی کے فرقے کا شخص ؎

نیچری مجھکو سمجھ کر ہو گئے کافور آپ

(دین و دنیا ، ب ا ، ۱۱۱)

نیچے سُروں میں : ہلکی آواز میں ، دبی زبان میں ، چپکے چپکے ؎

بہت نیچے سُروں میں ہے ابھی یورپ کا واویلا

(۱، ب ج ، ۲۴)

نیّرِ اعظم (ع ع) مذکر ، نیّر (= بہت نور دینے والا) + اضافت + اعظم (= نور دینے والوں میں سب سے

بڑا) : سورج ؎

یہ فضیلت کا نشاں اے نیّر اعظم نہیں

(آفتاب صبح ، ب د ، ۴۹)

نیرنگ (ف) مذکر ، نے (= نو) + رنگ (رک) : انقلاب ؎

کے خبر کہ یہ نیرنگ دیکھا گیا ہے

(مسعود مرحوم ، ا ح ، ۲۵)

: مکر و فریب ، شعبدہ ، افسوں ، جادوگری ، دھوکا

؎

بہار عالم نیرنگ تھی ہر پنکھڑی میری

(گل خزاں دیدہ ، ب ا ، ۵۱۶)

: پنجاب کے مشہور شاعر غلام بھیک نیرنگ[1]

نیرنگی (ف ف ف) مونث ، نے (= نو) + رنگ (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : رنگ بدلنے کی کیفیت ، انقلاب کی صورت حال ؎

میرے لب پر قصۂ نیرنگی دوراں نہیں

(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۲)

نیساں (ف) مذکر : وہ مہینہ جس کی بارش سے سیپ میں موتی اور انگور کی بیل میں دانہ پیدا ہوتا ہے (تقریباً اپریل اور بیساکھ کا مہینہ) (رک قطرۂ نیساں)

نیستان[2] (ف ف) مذکر ، نے (= نرگل) + ستان (لاحقۂ ظرف) : نرگل کے پودوں کا جنگل جو ذرا سی چنگاری پڑنے سے بھڑک اٹھتا ہے ، مراد کفر و الحاد کا جنگل ؎

جسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا

(۱، ب ج ، ۲۵)

: روحانی دنیا ، عشق کی دنیا ؎

وہ خار و خس کے لیے ہے یہ نیستاں کے لیے

(۲۶، ب ج ، ۴۹)

: مراد خودی ؎

لیکن نیستاں تیرا ہے نمناک

(غزل ، ض ک ، ۱۱۳)

[1] اصلاً نوری تھا ۔

[2] نیز نیستاں

: مراد دل (جو آرزو سے خالی ہونے کے باعث) جنگل کی مثل ہے ؎

ترے نیشناں میں ڈالا مرے فکرِ سحر نے

(غزل، ض ک، ۳۶)

نیست پیغمبر ولیکن در بغل دارد کتاب:

: (کارل مارکس) پیغمبر نہیں ہے لیکن اس کی کتاب "دی کیپیٹل" موجود ہے۔

(تیسرا مشیر، ا ح، ۸)

نیستی (ف) مونث: نہ ہونے کا عمل، فنا، عدم ہے ؎

مری آنکھ میں جادو ہے نیستی ہے

(عشق اور موت، ب د، ۸۵)

نیش (ف) مذکر: کسی دھاردار آلے کی نوک، ڈنک، زہر ہے ؎

دہر میں نیش کا جواب ہے نیش

(مکافاتِ عمل، ب ا، ۲۲۰)

نیشتر (ف) مذکر: فصد کھولنے کا اوزار، آپریشن کا آلہ، نشتر ہے ؎

ہے خونِ فاسد کے لیے تعلیم مثلِ نیشتر

(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۲)

نیک (ف) صفت: اچھی، پسندیدہ جس میں عام لوگوں کی فائدہ رسانی کا پہلو نکلے ہے ؎

نیک جو راہ ہو اس رہ پہ چلانا مجھ کو

(بچے کی دعا، ب د، ۳۴)

(نوٹ) شاعر نے غالباً "وہ راہ" کہا ہوگا جو تحریف سے "اس رہ پہ" ہوگیا۔

: بہتری اور صلاح پر مبنی، خودغرضی اور ہوس سے پاک ہے ؎

نیک ہے نیت اگر تیری تو کیا پروا تجھے

(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۳)

نیک اختری (- ف ف) مونث، نیک + اختر (= طالع) + ی (لاحقۂ کیفیت): خوش نصیبی ہے ؎

ہر ستارا ہے ترا داغِ دل نیک اختری

(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۰)

نیکی (ف): بھلائی کا برتاؤ، احسان ہے ؎

بدلے نیکی کے یہ برائی ہے

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

نیل[۱] (ع) مذکر: مصر کا مشہور دریا جس میں فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا تھا ہے ؎

نیل کے ساحل سے لے کر تا بہ خاکِ کاشغر

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۵)

: مصر کا محدود علاقہ ہے ؎

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک

(۳۶، ب ج، ۹۹)

نیل[۲] (ف) صفت: نیلا

نیل فام (ف) نیل + فام (لاحقہ = رنگ): نیلے رنگ کا ہے ؎

حیرت سے دیکھتا فلک نیل فام تھا

(بلالؓ، ب د، ۱۴۱)

نیلا (ا) صفت: نیلے رنگ کا، آسمان کے رنگ کا ہے ؎

اودے اودے نیلے نیلے پیلے پیلے پیرہن

(، ، ب ج، ۳۰)

نیلم پری (ف ف ف) مونث، نیلم (= نیلے رنگ کی) + پری (ک): نیلے رنگ کی نہایت حسین پری جو قدیم بھارت کے راجا اندر کے دربار میں ہوتی تھی (شعر میں آزادی کو نیلم پری سے تشبیہ دی ہے) ہے ؎

تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

(خضرِ راہ، ب د، ۲۶۱)

نیلی (ا) صفت نیلا (ک) کی تانیث (بلی کی آنکھوں کا خاص رنگ) ہے ؎

نیلی آنکھوں سے ٹپکتی ہے ذکاوت کیسی

(... کی گود میں بلی کو دیکھ کر، ب د، ۱۱۷)

نیلی رواق (- ع) مذکر، نیلی + رواق (= سائبان): آسمان ہے ؎

رنگ اک پل میں بدل جاتا ہے یہ نیلی رواق

(ظریفانہ، ب د، ۲۹۰)

نیم (ف) صفت: آدھا۔

نیم باز (۔ ف) صفت: آدھی کھلی ہوئی (آنکھ)، خمارین، مخمور ؎

نیم باز آنکھوں میں وہ خوابِ جوانی کا خمار

(تعیشِ جوانی، ب ا، ۵۱۸۱)

نیم رس (۔ ف) نیم + رس مصدر رسیدن (پہنچنا) سے فعل امر: کچا، خام، جس میں نشے کی پوری کیفیت پیدا نہ ہوئی ہو ؎

بادہ ہے نیم رس ابھی ذوق ہے نارسا ابھی

(طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام، ب د، ۵ ۱۱)

نیم شب (۔ ف) صفت: آدھی رات ؎

اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۸)

نیم شبی (۔ ف ف) صفت، نیم + شب (ف) + ی (لاحقۂ نسبت) آدھی رات کا ؎

ہزار مرحلہ ہائے فغانِ نیم شبی

(ارتقا، ب د، ۲۲۳)

نیند (ار) مونث: سونے کے لیے آنکھ لگ جانے کا عمل، خواب ؎

ہم سے کب پیار ہے ہاں نیند تمہیں پیاری ہے

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۱)

نیندہی سزاوار ہے: مرزا بیخ نے کہا کہ اس فتنے یعنی انسان کا) سوتا رہنا ہی ضروری ہے کیونکہ اگر یہ جاگتا رہے گا اور پچھلے پہر مشغولِ عبادت ہوگا (جبکہ رحمتِ باری کا نزول ہوتا ہے) تو دنیا سے فتنہ و فساد اور خونریزی ہی کا خاتمہ ہو جائے گا جس کے بعد میرے یعنی جلاد فلک کی گردش کے اثرات بھی ختم ہو جائیں گے اور میرے وجود کی کوئی ضرورت ہی نہ رہے گی

نے نصیبِ مار و کژدم نے نصیبِ دام و دد: (مرگِ ابد) نہ سانپ بچھو کی قسمت میں ہے نہ جانوروں اور درندوں کے نصیبے میں

(صدائے غیب، ارح، ۲۲۶)

و

و (ف) کلمۂ عطف : اور ہے
موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے
(گورستانِ شاہی ، ب د ، ۱۵۱)

وا (ف) صفت : کھلا ہوا ، جو بند نہ ہو۔

وا نہ کرنا (ف ا ر) وا + نہ + کرنا (= عمل میں لانا) : نہ کھولنا ہے
وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زباں
(سید کی لوحِ تربت ، ب د ، ۵۲)

وا ہونا (ف ا ر) : کھلنا ، مجازاً روشن ہونا ، (علم کے نور سے) منور ہونا ہے
ہوئی جو چشمِ مظاہر پرست وا آخر
(سرگزشتِ آدم ، ب د ، ۸۲)

وابستہ (ف) صفت : منسلک ، متعلق ، منحصر ہے
ہے تیرے نور سے وابستہ مری بود و نبود
(انسان اور بزمِ قدرت ، ب د ، ۵۵)

واحد (ع) صفت : ایک ہے
خدا واحد ہے کے دو ناظم ہیں اپنے
(ب ا ، ۳۶۶)

وادی (ع) مونث
: زمین نشیب و ہموار جس پر پانی گزرے ، دو پہاڑوں کے بیچ کا حصہ ، مراداً دامن کوہ اور کوہ ہے
وادیوں میں ہیں تری کالی گھٹائیں خیمہ زن
(ہمالہ ، ب د ، ۲۲)

: راستہ ، گزرگاہ ہے
وادیِ ہستی میں کوئی ہمسفر تک بھی نہ ہو
(فلسفۂ غم ، ب د ، ۱۵۷)

: مراد وطن ہے
اپنی وادی سے دُور رہوں میں
عبد الرحمٰن اول کا بویا ہوا پہلا کھجور کا درخت ، ب ج ، ۱۰۲)

وادیِ ایمن : کوہِ طور کا وہ علاقہ جہاں حضرت موسیٰؑ کو پہاڑ پر خدا کی تجلی نظر آئی تھی اور جہاں ایک درخت میں قوتِ تکلم پیدا کر کے خدائے تعالیٰ نے ان سے گفتگو کی تھی ہے
شرارے وادیِ ایمن کے تو بوتا تو ہے لیکن
(تضمین بر شعرِ صائب ، ب د ، ۲۴۴)

: یورپ کا (اس مناسبت سے کہ وہاں حضرت موسیٰؑ کے ماننے والے یہودی رہتے ہیں) وادیِ ایمن سے استعارہ کیا ہے ہے
بہ وادیِ ایمن نہیں شایانِ تجلی
(یورپ اور یہود ، ض ک ، ۱۴۰)

وادیِ سینا (ا۔ ع) مونث ، وادی + اضافت + سینا (رک طورِ سینا) : مراد تجلیاتِ الٰہی کا مشاہدہ ، مظاہرِ قدرت کا نظارہ ہے
خیمہ زن ہو وادیِ سینا میں مانندِ کلیم
(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۹۰)

وادیِ فاراں (ا۔ ع) مونث ، وادی (= دامن کوہ) + اضافت + فاران (رک) : اس پہاڑی کا دامن جس پر اسلام کا سورج طلوع ہوا تھا ، (بطور مجاز مرسل) خانۂ کعبہ مراد ہے (جہاں امام غائب بعد ظہور آئیں گے اور نماز جماعت پڑھائیں گے) ہے
منتظر رہ وادیِ فاراں میں ہو کر خیمہ زن
(نگفتہ والسلام ، ب د ، ۲۴۰)

وادیِ فاراں کا ہر ذرہ (ا۔ ع ا ر ف) مذکر ، وادی + فاران (رک) + کا (رک) + ہر (رک) + ذرہ (رک) : وادیِ فاران سے اسلام اور اس کے ہر ذرے سے اسلام کی ایک ایک حقیقت مراد ہے ہے
پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے
(دعا ، ب د ، ۲۱۳)

وادیِ گل (ا۔ ف) ، وادی + اضافت + گل (رک) : مراد پُربہار اور پُر رونق یا سرسبز و آباد مقام ہے
وادیِ گل خاکِ صحرا کو بنا سکتا ہے یہ
(گورستانِ شاہی ، ب د ، ۱۵۳)

وار (ف) کلمۂ تشبیہ : مثل ، طرح (رک بیگانہ وار)

وارث (ع) صفت

: باپ دادا کے ترکے کا مالک
جانشین قیصر کے وارث مسند جم کے ہوئے
(بلادِ اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)
: جو اخلاقی یا مذہبی یا قومی فریضے کی رُو سے کسی چیز کی نگرانی اور بقا کا ذمّہ دار ہو ؏
اُسے لالۂ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
(۴۳، ب ج، ۴۴۵)

وارِدات (ع ع) مذکر، وارد (= آنے والا، پہنچنے والا) + ات (علامتِ جمع): مرادِ غم کی کیفیات، دل پر گزرنے والی غمناک حالتیں (یعنی ان آفات کا تصوّر اور احساس جو قوم پر نازل ہو رہی ہیں) ؏
کہنہ ہے بزمِ کائنات تازہ ہیں میرے واردات
(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۲)

وارفتگی (ف ـ ف) مؤنث: وارفتہ (رک) کا اسم کیفیت ؏
کچھ تو کہ ہم سے بھی اس وارفتگی کا ماجرا
(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۲)

وارفتہ (ف ف) صفت، وا + رفتہ، مصدر رفتن (= جانا) سے حالیہ تمام: بےخود، عاشق ؏
ہے یہیں پوشیدہ وہ وارفتہ فصلِ بہار
(حیدرآباد دکن، ب ا، ۲۰۲)

وارُون (ف) صفت: برگشتہ، نامبارک ؏
یقیں ہے راہ پر آئے گا طالع واژوں
(فلاحِ قوم، ب ا، ۲۱)

واسطہ[1] (ع) مذکر: سروکار، غرض، کام، مطلب، تعلق ؏
ہے تجھے واسطہ مظاہر سے
(عقل و دل، ب د، ۴۲)
: درمیانی شخص یا چیز

واسطہ دینا: درمیان میں لانا، شفیع ٹھہرانا، بیچ میں ڈالنا، دُہائی دینا، فریاد کرتے وقت بیچ میں ڈالنا ؏
واسطہ دوں گا اگر جنت دل زہرا کا میں
(برگ گل، ب ا، ۱۷۲)

واسطے (ار) : لیے ؏
ابر کے ہاتھوں میں رہوار ہوا کے واسطے
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

واعظ (ع)، مسجد یا امام بارگاہ یا کسی بھی جگہ مجمع عام کے سامنے وعظ کہنے والا ملّا یا مولوی، اس جگہ ہر مردِ مسلمان بھی مراد ہو سکتا ہے ؏
جنگ، وجدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے
(دنیا شوالا، ب د، ۸۸)

واعظا: واعظ (رک) + ا (برائے ندا): اُسے واعظ ؏
تا در میخانہ کیوں چلتا نہیں تو واعظا
(ب ا، ۴۲، ۵)

وافر (ع) صفت: کافی، بہت سا ؏
موسم اچھا پانی وافر مٹی بھی زرخیز
(محراب گل افغان، ض ک، ۱۶۹)

واقف (ع) صفت: جاننے والا، آگاہی رکھنے والا، باخبر ؏
رندی سے بھی آگاہ شریعت سے بھی واقف
(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

واقف کار (ع ف) صفت: عام لوگ واقف کے معنی میں بولتے ہیں ؏
جس سے سارا ہند واقف کار ہے
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۴)
: تجربہ کار، کار آزمودہ ؏
آدمی ہشیار واقف کار ہے
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۴)

والا[۱] (ار) صفت: نسبت رکھنے والا (والے اور والوں جمع) ؏
کہتے تھے کعبے والوں سے کل اہلِ دیر کیا
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)
: کسی خوبی (یا برائی) کا مالک ؏
جو زمانے میں آن والے ہیں
(ب ا، ۳۹۷)
: رہنے والا، باشندہ ؏

[1] عربی میں واسطہ بہ کسرہ س ہے۔

دلی والے زبان والے ہیں

(ب ا ، ۲۹۶)

۲

والا (ف) صفت ۔ بلند مرتبہ ، بزرگ

والا گہر (ع ف) صفت ، والا (= عالی ، بلند ، اونچا) + گہر (مراد خاندان ، ذات) : اونچی ذات کا ، اعلیٰ خاندان کا ؎

ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر

(خضر راہ ، ب د ، ۲۶۵)

والد اقبال : علامہ نے فارسی کے ایک قطعے میں جس کی سرخی والد اقبال ہے اپنے پدر بزرگوار شیخ نور محمد کی تاریخ وفات کہی ہے جو سیالکوٹ میں فوت ہوئے تھے ۔ مشکل لفظوں کا حل اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(ب ا ، ۴۱۳)

والدہ (ع) مونث ۔ ماں

(والدۂ مرحومہ کی یاد میں ، ب د ، ۲۲۶)

والدۂ مرحومہ کی یاد میں : یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اپنی مادر گرامی کی رحلت پر رنج و غم کا اظہار کیا ہے ، اور ضمناً فلسفۂ حیات و موت پر بھی روشنی ڈالی ہے ، لیکن حق یہ ہے کہ یہ فلسفہ ایسے عام فہم لفظوں میں بیان کر دیا ہے کہ اقبال کے علاوہ دوسرے کے بس کی بات نہیں

(ب د ، ۲۲۶)

واللہ (ع ع) انشائیہ ، و (= قسم) + اللہ (= خدائے تعالیٰ) یہ بات اللہ پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں ؎

پھر اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

(زہد اور رندی ، ب د ، ۶۰)

والنجم (ع ع ع) فقرہ ، و (= قسم ہے) + ال (علامت تعریف یا معرفہ) + نجم (= ستارہ) : قسم ہے ستارے کی ، یہ ایک سورۂ قرآنی کا نام ہے ، جس کی پہلی آیت کے معنی ہیں ، قسم ہے تارے کی جبکہ وہ اترا ، مفسروں نے اس آیت کے کئی مطلب بیان کیے ہیں جن میں سب سے زیادہ دل لگتی بات یہ ہے کہ بی بی فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی نسبت اتنی جگہ سے آئی تھی کہ حضور کو کسی ایک مقام کو قبول کرنا اور دوسروں کو انکار میں جواب دینا پسند نہ تھا ۔ اس وقت خدائے تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ایک ستارہ آسمان سے زمین کی طرف اترے گا ۔ وہ جس کے گھر پر ٹھہر جائے اسی سے فاطمہ کا عقد کر دیا جائے ۔ اقبال یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک وہ بھی مسلمان تھے جن کی یہ قدر و قیمت تھی کہ ستارے اتر کر ان کے معاملات کے فیصلے میں مدد کرتے تھے اور ایک ہم ہیں ؎

تو معنی والنجم نہ سمجھا تو عجب کیا

(معراج ، ض ک ، ۱۷)

والنور : دیکھیے سورۂ النور ۔

واماندگی (ف) مونث : تھکن ، تکان ، عاجزی ؎

قافلے والے بڑھے جاتے ہیں اسے واماندگی

(ب ا ، ۵۹۳)

واماندہ (ف) صفت : جو پیچھے رہ جائے ، پیچھے پڑا ہوا (بڑھنے سے) عاجز ؎

واماندۂ منزل ہے کہ مصروف تگ و تاز

(فردوس میں ایک مکالمہ ، ب د ، ۲۴۵)

واں (ار) کلمۂ ظرفیت : وہاں کی تخفیف (نظم میں مستعمل) ؎

آدمی واں بھی حصار غم میں ہے محصور کیا

(خفتگان خاک سے استفسار ، ب د ، ۳۹)

وانمود (ف ف) مونث ، وا (زائد برائے حسن کلام) + نمود (= نمائش) : دکھانے اور منظر عام پر لانے کا عمل (رقیب خودی کی عریانی) ؎

پسند روح بدن کی ہے وانمود اس کو

(فقر و راہبی ، ض ک ، ۵۰)

واویلا (ع ع ع) مونث نیز مذکر ، وا (= ہائے) + ویل (= افسوس) + ا (زائد برائے اشباع کلمۂ ماتم) : فریاد ، دہائی ؎

بہت پیچھے سُروں میں ہے ابھی یورپ کا واویلا

(ا، ب ج، ۲۴)

واہ (ع) تعجب اور حیرت وغیرہ کے موقع پر مستعمل اس مقام پر طنزیہ ہے "جیہ خوب" یا "عجیب ناسمجھ ہو" کے معنی میں ہے۔

مکڑے نے کہا واہ فریبی مجھے سمجھے

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

واہ وا (ار) کلمۂ تحسین: سبحان اللہ، کتنی اچھی بات ہے ہے۔

واہ وا کیا محفل احباب ہے

(رباعیات، ب ا، ۳۲)

واہمہ (ع) مذکر: وہم کی قوت ہے۔

واہمۂ ہوا (ف ع) مونث: ہوا کی قوت وہم (جس نے موج سے حباب کی عمارت بنا دی جو وہم کی طرح بالکل ناپائدار ہے) یہ ملحوظ رہے کہ حباب کا وجود بس یہ ہے کہ اس میں ہوا بھری ہوتی ہے جو ایک پھونک میں اُڑ جاتی ہے ہے۔

واہمۂ ہوا کو ہے نقش گری میں کیا کمال

(ب ا، ۲۰۵)

واہی (ع) صفت: بیہودہ، لغو، بیکار، ناکارہ (واہیات اسی کی جمع ہے) ہے

کردار بے سوز گفتار واہی

(۳۰، ب ج، ۵۳)

وائے (ف) کلمۂ افسوس و تحسّر: ہائے ہے۔

وائے ناکامی فلک نے تاک کر توڑا اسے

(غزلیات، ب د، ۹۱)

وائسرائے کا دربار: غیر منقسم ہند میں انگریزوں کی حکومت کے دنوں میں جب ہندیوں نے ایجی ٹیشن کیے تو وائسرائے نے (جو تاجدار برطانیہ کی نیابت کے طور پر ہندوستان میں مقرر ہوتا تھا) ایک دستور یا آئین پیش کیا جس کے خلاف آوازوں کو دبانے کے لیے لیڈروں کی خاطر خواہ مدارات کی گئی۔ اس زمانے میں روزنامۂ احسان لاہور کے ایڈیٹر مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش نے اپنے سال نامے (۱۹۳۶ء) کے لیے اقبال سے دو ایک اشعار کی فرمائش کی، اقبال نے انھیں دو شعر فارسی کے دیے جو آئینِ جدید کے عنوان سے اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں درج کیے گئے ہیں

(وائسرائے کا دربار، ب ا، ۲۴۳)

وجود (ع) مذکر

۱ پیدا ہونے کا عمل، پائے جانے کی صورت حال (نہ پائے جانے کے بالمقابل)

باعث ہے تو وجود و عدم کی نمود کا

(آفتاب، ب د، ۴۳)

۲ ہستی، ذات ہے

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز

(رام، ب د، ۱۷۷)

۳ سراپا، تن بدن، دل و دماغ ہے

میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے

(فلسطینی عرب سے، ض ک، ۱۵۱)

۴ یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس کے مصرع دوم میں انھوں نے لفظ وجود خودی کے معنی میں استعمال کیا ہے اور مراد یہ ہے کہ جو اپنی خودی کو پختہ کرے اس کی ہستی غیر فانی ہو جاتی ہے۔

(ض ک، ۱۱۴)

وجودِ حضرتِ انساں نہ رُوح ہے نہ بدن: یعنی انسان جو کہ دیکھنے میں جسم اور روح کا مجموعہ ہے لیکن اس کی حقیقت نہ یہ ہے نہ وہ بلکہ عدم ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا پرتو ہے بجائے خود کچھ نہیں

(آدم، ض ک، ۵۷)

وجود کا مرکز: مراد خودی (کہ موت کے وقت اس تک فرشتے کا ہاتھ نہیں پہنچتا) ہے۔

ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

(موت، ض ک، ۶۵)

وجہِ قیامِ گلستاں (ع ع ف) مونث، وجہ

(= سبب، ذریعہ) + اضافت + قیام (= برقرار رہنے کی کیفیت) + اضافت + گلستاں (رک): باغ کی رونق برقرار رہنے کا ذریعہ کیونکہ اگر خزاں نہ ہو تو انسان بہار کا مفہوم نہیں سمجھ سکتا ہے
ہے خزاں کا رنگ بھی وجہ قیام گلستاں
(دواغ، ب د، ۹۰)

وَحدت (ع) مونث
: خدائے تعالیٰ کی یکتائی، توحید، ذات واحد ہے
کثرت میں ہوگیا ہے وحدت کا راز مخفی
(جگنو، ب د، ۸۵)
: اتّحاد ہے
تہی وحدت سے ہے اندیشۂ غرب
(رباعیات، ب ج، ۸۲)

وَحدتِ آدم (ع ع) مونث، وحدت (= اتّحاد) + اضافت + آدم (= انسان): کل بنی نوع انسان کے اتحاد کی انجمن (جس سے نسل رنگ وطن سیاہ سفید اور دوسری قسموں کے تمام امتیازات مٹ جائیں اور سب مساوات اور اخوت کے رشتے میں منسلک ہوں) ہے
پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدت آدم
(مکہ اور جنیوا، ض ک، ۵۷)

وَحدت کی لَے (- ا ر ا ر) توحید کی دلکش آواز آنحضرتؐ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ مجھے ہندوستان سے توحید کی بو آتی ہے) ہے
وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے
(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)

وَحدت میں کثرت کا تماشا: ایک ہستی میں تمام مخلوق کا نظارہ (یہی وحدت وجود کا مسئلہ جو اکثر صوفیا کا مسلک ہے۔ دوسرا مصرع اسی مصرع کی تفسیر ہے) ہے
مری ہستی نہیں وحدت میں کثرت کا تماشا ہے
(تصویر درد، ب ا، ۲۰)

وَحشَت (ع) مونث: دیوانگی یا جنون عشق ہے
جو وحشت میں کبھی سوئے بیابان یار کر دیکھا
(ب ا، ۳۸۳)

وَحی (ع) مونث: خدائے تعالیٰ کا حکم جو روح الامین کے ذریعے انبیا و رسل پر نازل ہوتا ہے۔
(وحی، ض ک، ۳۸)
: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم ہے جس میں انھوں نے عقلی دلائل سے وحی کی ضرورت ثابت کی ہے۔
(ض ک، ۳۸)

وَداع (ع) مونث: رخصتی، روانگی ہے
وداع غنچہ میں ہے راز آفرینش گل
(ستارہ، ب د، ۱۴۷)

وَرا[1] (ا ر) صفت: غالب، فائق ہے
کیا نصیبہ ہے رہی ہر معرکہ میں ور زمیں
(دربار بہاول پور، ب ا، ۱۸۴)

وَر[2] (ف) کلمۂ نسبت
: آور کی تخفیف، کلمے کے بعد بطور لاحقہ مستعمل (رک شعلہ ور)
: "واگر" کی تخفیف، کلمے کے شروع میں بطور سابقہ مستعمل (رک ورنہ)

وَرا (ع) کلمۂ استثنا: سوا، نیز کلمۂ ظرف: پیچھے، بعد

وَرائے سجدہ (- ف ع) ورا + ے (علامت اضافت) + سجدہ (رک) سجدے کے سوا، یا سجدے کے بعد ہے
ورائے سجدہ غریبوں کو اور ہے کیا کام
(غلاموں کی نماز، ض ک، ۱۵۹)

وِرد (ع) مذکر: وظیفہ، وہ کلمہ یا کلمات جو دعا کے طور پر پڑھے جائیں۔

وِردِ زباں: زبان پر جاری ہے
ہمیشہ ورد زباں ہے علی کا نام اقبال
(ب ا، ۴۵۵)

وَرزِش (ف) مونث: جسمانی کسرت، ڈنڈ بیٹھک وغیرہ ہے
تندرستی کے لیے ورزش کی عادت چاہیے
(بچوں کے لیے چند نصیحتیں، ب ا، ۵۴۲)

وَرَق (ع) مذکر : دو صفحوں کا مجموعہ ، کاغذ کا ایک ٹکڑا ، نیز بطور ایہام پتا ؎
اٹھائے کچھ وَرَق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
(تصویرِ درد ، ب د ، ۶۸)

وَرَقِ اَیّام کا اُلٹنا (ع ع ار ار) : وَرَق (رک) + ایام (رک) + کا (رک) + اُلٹنا (رک اُلٹنا) : مراد بھارت کی حکومت میں انقلاب آیا اور مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہو کر انگریز حکمراں ہو گئے تھے۔
جب پیرِ فلک نے ورق ایام کا اُلٹا
(فردوس میں ایک مکالمہ ، ب د ، ۲۴۵)

وَرنہ (ف ف) وَر (و ، اَر (= اور اگر) کی تخفیف) + نہ (کلمۂ نفی)
: اور اگر ایسا نہیں تو ؎
ورنہ اس صحرا میں کیوں نالاں ہے یہ مثلِ جرس
(بچہ اور شمع ، ب د ، ۹۴)
: اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ؎
ورنہ اُمت تیرے محبوب کی دیوانی تھی
(شکوہ ، ب د ، ۱۹۳)

وِزارَت (ع) مونث : وزیر کا عہدہ ، اس جگہ بطور مجازِ مرسل وزیر کے معنی مراد ہیں ؎
آستانے پر وزارت کے ہوا میرا گزر
(حیدر آباد دکن ، ب ا ، ۲۰۳)

وَزید (ف) مونث ، مصدر وزیدن (= ہوا کا چلنا) سے فعل ماضی مطلق بمعنی حالیہ تمام : روانی ؎
باغ دل میں تری وزیدہ ہے گل
(رحیم کا خطاب ، ب ا ، ۵۷)

وَزیر (ع) مذکر : بادشاہ کا نائب ، نائب السلطنت ، (موجودہ دور میں) کسی ایک انتظامی شعبے کا کلی طور پر نگراں جو منتخب ہو کر کابینہ میں شامل ہوا ہو ؎
میر انشیمن نہیں درگہ میر و وزیر
(دعا ، ب ج ، ۱۰)

وَزیرِ نِظام (ع ع) مذکر ، وزیر + اضافت + نظام (حیدر آباد دکن کے حکمراں نواب محبوب علی خاں مرحوم)؎
پسند ان کو وزیرِ نظام کرتے ہیں
(ب ا ، ۵۱ ، ۱۶۴)

وَزیری وَ مَحسُود : سرحدی اور افغانی علاقے میں دو قبیلوں کے نام (جیسے آفریدی ، مہمندی وغیرہ) ؎
عزیز ہے انھیں نام وزیری و محسود
(محراب گل افغان ، ۱۸ ، ض ک ، ۱۱۱)

وَسط (ع) مذکر : درمیان

وَسطِ ایشیا (ع ار) مذکر ، وسط + اضافت + ایشیا (رک) : ملکِ عرب (جسے مڈل ایسٹ کہتے ہیں)
پھر بلا نے جگر اے صحرائے وسطِ ایشیا
(صدائے درد ، ب ا ، ۲۹۴)

وُسعَت (ع) مونث : پھیلاؤ ، فراخی ، گنجائش ؎
اس ذرہ کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم
(انسان ، ب د ، ۱۹۱)

وُسعتِ اَفلاک میں : یعنی عشق اور روحانیت کے فیض سے عالمِ بالا اور فضائے بسیط میں معراج پا کر ؎
یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل
(قطعہ ، ب ج ، ۹۷)

وُسعتِ آغوشِ مادر (ع ف ف) مونث ، وسعت + اضافت + آغوش (= گود) + اضافت + مادر (= ماں) : ماں کی گود میں اپنے بچے کے لیے ذہنی طور پر اتنی گنجائش ہوتی ہے کہ دوسری جگہ اس کے لیے ممکن نہیں (اس وسعت کو "ایک جہان" سے تشبیہ دی ہے)
وسعتِ آغوشِ مادر اک جہاں میرے لیے
(عہدِ طفلی ، ب د ، ۲۵)

وُسعتِ بحر کی فُرقت (ع ف ع ار ع) ، مونث ، وسعت + اضافت + بحر (= وجودِ مطلق کا دریائے بے پایاں) + کی (رک) + فرقت (رک) : وجودِ مطلق کے دریائے بے پایاں سے جدا ہو کر اس دنیا میں آنے کی صورتِ حال (دیکھو زحمتِ تنگیٔ دریا) ؎
وسعتِ بحر کی فرقت میں پریشاں ہوں میں

(موجِ دریا، ب د، ۶۲)

وُسعت کی (-ا ر) پھیلاؤ کے بارے میں، رسائی کے حدود ہے

نہ پوچھ میری وسعت کی، زمیں سے آسماں تک ہے

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

وَش (ف) کلمۂ تشبیہ: مثل، طرح، مانند، عموماً کلمۂ سابق سے مل کر صفت کے معنی دیتا ہے جیسے پری وش (= پری کا حسن رکھنے والا) ہے

اک پری وش ہے وہ ذوقِ لذتِ بوس و کنار

(تیتیس جرانی، ب ا، ۱۸۱)

وِصال (ع) مذکر: محبوب کی خدمت میں باریابی، ملاقات ہے

اٹھا کے صدمۂ فرقت وصال تک پہنچا

(رسول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ۱۹۰۸ء میں ملک جرمنی کے شہر میونخ (MUNICH) میں کہی تھی جبکہ وہ فلسفے میں پی ایچ ڈی کرنے کے لیے وہاں گئے تھے۔ اس نظم میں انھوں نے وارداتِ عشق بیان کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ دنیا والے جس کو "قید" سے تعبیر کرتے ہیں وہ عاشق کی نگاہ میں آزادی ہے اور جسے لوگ بربادی خیال کرتے ہیں وہ عین آبادی ہے

(ب د، ۱۲۰)

وَصل (ع) مذکر

: میل ملاپ، اتحاد ہے

وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے

(سید کی لوحِ تربت، ب د، ۵۲)

: محبوب کی ملاقات ہے

جیسے وصل کی گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں

(غزلیات، ب د، ۱۰۳)

وَصیت (ع) مونث: وہ فرمائش یا نصیحت جو مرنے سے پہلے پسماندگان کو کی جاتی ہے

(سلطان ٹیپو کی وصیت، ض ک، ۲۷)

وَضع (ع) مونث: طرز، روش، طور طریق، رنگ ڈھنگ، چال چلن، صورت شکل، لباس اور فیشن وغیرہ ہے

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں

(غزلیات، ب د، ۱۰۱)

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۳)

وَضع داری (- ف ف) مونث، وضع + دار (رک دار ۲) + ی (لاحقۂ کیفیت): اپنی وضع قطع اور روش پر قائم رہنے کا عمل ہے

وضعداری لب کہ ہے روحِ رواں زندگی

(کلاہِ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۱)

وُضو (ع) مذکر: نماز پڑھنے کے لیے مقرر طریقے سے منھ ہاتھ وغیرہ دھونے کا عمل، منھ دھونے کا عمل ہے

پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے

(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

وَطن (ع) مذکر: جائے سکونت، رہنے کی جگہ ہے

تو زمیں پر اور پہنائے فلک تیرا وطن

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

: فطرت کا اپنا پیدائشی علاقہ خیال کر کے وہ جگہ (دامن کوہ) مراد لی ہے جو تجلیاتِ فطرت سے آباد ہے

رخصت اے بزمِ جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں

(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۴۳)

: ہندوستان، بھارت جہاں کا تو باشندہ ہے

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے

(تصویرِ درد، ب د، ۷۱)

وَطنیت (ع) مونث: حبّ الوطن یا وطن پرستی (دنیا کی نگاہ میں وہ زمین جہاں انسان پیدا ہوا اور پلا بڑھا، اس کا وطن ہے لیکن اقبال کا نظریہ یہ ہے کہ ان کے لفظوں میں) مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا، لہٰذا جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں وہ سرزمین ہر مسلمان کا وطن ہے

(وطنیت، ب د، ۱۶۰)

: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ اس نظم میں اقبال نے یہ واضح کیا ہے کہ وطنیت کا ایک تصور سیاسی ہے جس کی رو سے ایک جغرافیائی رشتے کے وابستہ اشخاص کا وطن وہ علاقہ ہے جس کے وہ باشندے ہیں۔ یعنی اگر کسی ملک میں عیسائی، یہودی، دہریے اور جینی رہتے ہیں تو وہ سب الگ الگ مذہب رکھنے کے باوجود ایک قوم کہلاتے ہیں لیکن اسلامی نقطۂ نگاہ سے یہ وطنیت قابلِ قبول نہیں۔ مسلمان دنیا کے جس گوشے میں بھی مقیم ہو اس کا وطن "اسلام" ہے وہ سرزمین نہیں۔ مولانا محمد علی مرحوم سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ پہلے کیا ہیں؟ ہندوستانی یا مسلمان؟ آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ "میں پہلے بھی مسلمان ہوں، بیچ میں بھی مسلمان ہوں اور آخر میں بھی مسلمان ہوں"۔ یہی اس نظم کا ماحصل ہے۔

(ب د، ۱۶۰)

وظیفہ (ع) مذکر: روزمرہ کا مقررہ ورد، وہ ذکر اور تسبیح جو روزانہ کا معمول ہو ع

وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں

(تصویرِ درد، ب د، ۷۰)

وعدہ (ع) مذکر

: قول و قرار، (ملاقات کرنے یا آنے کا) اقرار ع

مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی

(غزلیات، ب د، ۹۸)

وعدہ حشر کا : رک حشر کا وعدہ۔

: مژدہ، خوشخبری، رک (وعدۂ دیدارِ عام)

وعدۂ حور (ـ ف ع) وعدہ + ۂ (علامتِ اضافت) + حور (رک): جنت میں حوریں ملنے کا وعدہ جو قرآن پاک میں کئی جگہ کیا گیا ہے (مثلاً حُورٌ مَقصُورٰتٌ فِی الخِیَامِ) ع

اور بے چارے مسلماں سے فقط وعدۂ حور

(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

وعدۂ دیدار (ـ ف ف) مذکر، وعدہ + ۂ (علامتِ اضافت) + دیدار (رک) + سے (رک): مراد مقصود تک پہنچنے کی صورتِ حال ع

آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۹)

وعدۂ دیدارِ عام (ـ ف ف ع) مذکر، وعدہ + ۂ (علامتِ اضافت) + دیدار (رک) + عام (رک): ہر مسلمان کو محبوب کا دیدار ہونے کی خوشخبری (یعنی دیدارِ عام کی خوشخبری کا ذکر جس کو سنا کر راہِ اقبال تمام مسلمانوں کو ابھارنا چاہتا ہے) ع

لے کے آ اب تو جو وعدۂ دیدارِ عام آیا تو کیا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۵)

وعدۂ فردا (ـ ف ف)، وعدہ + ۂ (علامتِ اضافت) + فردا (رک: آنے والی کل، مراد قیامت) ع

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر

(شکوہ، ب د، ۱۶۷)

وعدے پورے ہونا : کیے ہوئے وعدے کے مطابق کام ہو جانا، مراد فتح و نصرت نصیب ہونا جس کا حضور نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا ع

پورے ہو سکتے جو وعدے کیے تھے حضور نے

(جنگِ یرموک، ب د، ۲۴۴)

وعظ (ع) مذکر: ناصحانہ کلام، وہ تقریر جو مولوی یا ملا منبر پہ یا کرسی پہ یا فرش پر یا کھڑے ہو کر کرتے ہیں (عموماً مسجد یا مجلس میں) ع

القصہ بہت طول دیا وعظ کو اپنے

(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

وغا (ع) مونث: لڑائی، جنگ ع

ہنگامۂ وغا میں مرا سر قبول ہو

(پنجاب کا جواب، ب د، ۲۱۶)

وفا (ع) مونث: عہد پورا کرنے کا عمل، رفاقت، نباہ ع

گئے چھوڑ اچھی وفا تم نے کی

(ماں کا خواب، ب د، ۴۶)

وفا آموختی از ما بکارِ دیگراں کردی
ربودی گوہرے از ما نثارِ دیگراں کردی

: تو نے وفاداری ہم سے سیکھی لیکن اُسے دوسروں (یہود و نصاریٰ وغیرہ) کے لیے صرف کیا، یہ بالکل ایسا ہوا جیسے تم نے ہم سے ایک موتی لیا اور غیروں پر نچھاور کر دیا :

وفادار (- ف) صفت ، وفا + دار ، مصدر داشتن (= رکھنا) سے فعل امر : دوستی اور رفاقت کا حق ادا کرنے والا ہے

پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں

(شکوہ ، ب د ، ۱۶۶)

وفاداران سہ قسم : وفادار تین طرح کے ہوتے ہیں ، فارسی کے ان چند اشعار میں اقبال نے وفاداروں کی قسمیں گنائی ہیں مشکل الفاظ فرہنگ ہٰذا کے حصّۂ فارسی میں دیکھیے .

(ب ا ، ۲۱۵)

وفاداری (- ف) مونث : وفادار (رک) کا اسم کیفیت ہے

جیس کر دو بہی آئین وفاداری ہے

(جواب شکوہ ، ب د ، ۲۰۱)

وفا سرشت (- ف) صفت : وفا + سرشت (رک) : وفاداری کے خمیر سے بنا ہوا ، جس کی طینت میں وفاداری شامل ہے ہے

لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت

(صدیق ، ب د ، ۲۲۴)

وفا ناآشنا (- ف ف) صفت ، وفا + ناآشنا (رک)

: بے وفا ہے

ہے حسینوں میں وفا ناآشنا تیرا خطاب

(عاشق ہرجائی ، ب ، ۱۲۲)

وفانما (- ف) صفت ، وفا + نما ، مصدر نمودن (= دکھانا) سے فعل امر : دیکھنے میں وفا معلوم ہونے والی ، نمایشی عصر

گو بظاہر وفانما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے

(دین اور تو ، ب د ، ۲۵۳)

وفات (ع) مونث : موت ، رحلت ہے

تاریخ وفات

(سر سید احمد ، ب ا ، ۲۴۹)

وفد (ع) مذکر : چند معززین جو کسی قوم وغیرہ کی نمایندگی کے طور پر کسی حکمران یا صاحب اقبال واقتدار یا کسی جماعت کے پاس کوئی مقصد لے کر پیش ہوں ع

وفد ہندستان سے کرتے ہیں سر آغا خاں طلب

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۱۰)

وفور (ع) مذکر : زیادتی ، کثرت ہے

وفورِ گل ہے اگر چمن میں تو اور دامن دراز ہو جا

(پیامِ عشق ، ب د ، ۱۳۰)

وقار (ع) مذکر : عزت ، بھرم ، ساکھ ہے

ایک ہی رنگ میں رنگیں ہوں تو ہے اپنا وقار

(ظریفانہ ، ب د ، ۲۸۸)

وقت (ع) مذکر

: زمانہ ہے

اے ہمالہ داستاں اُس وقت کی کوئی سنا

(ہمالہ ، ب د ، ۲۳)

: دم ، لحظہ ، لمحہ ، ہنگام ہے

یہ خاموشی مری وقت رحیل کارواں تک ہے

(غزلیات ، ب د ، ۱۰۲)

: امتداد زمانہ ، وقت اور ساعتیں گزرنے کی صورت ، کسی حادثے کو زیادہ عرصہ ہو جانے کی کیفیت جس سے انسان اُس غم کو بھولنے لگتا ہے ع

وقت کے افسوں سے تھمتا نالۂ ماتم نہیں

(والدۂ مرحومہ ، ب د ، ۲۳۴)

وقتِ قیام (- ع) مذکر ، وقت + اضافت + قیام (= نماز کا وہ حصہ جس میں نمازی کھڑے ہو کر ذکر کرتے ہیں) : مراد جہاد کا وقت (مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کا یہ عالم ہے کہ وقت اور موقع تو جہاد کا ہے مگر یہ مسجد کے حجروں میں یا گھروں میں سجدے ہوئے ہیں ہے

یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا

(۳۵ ، ب ج ، ۵۷)

دقت کا مرہم : مراد دقت گزرنے سے دل کا داغ یا بدمرہ بھول جانے کی کیفیت ہے۔
زخم فرقت وقت کے مرہم سے پاتا ہے شفا
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۳۴)

وقت کی پرواز کا رُخ بدل ڈالا : یعنی وقت کی رفتار جو کہ مستقبل کی طرف ہوتی ہے اس کا رُخ اُلٹ دیا (یعنی اب میں اُس ماضی میں جا پہنچا ہوں جبکہ ماں کی آغوشِ محبت میں پرورش پاتا تھا، وہ دن یاد آ رہے ہیں) ہے۔
رُخ بدل ڈالا ہے اس نے وقت کی پرواز کا
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۱۲۷)

وَقَد کُنتُم بِہٖ تَستَعجِلُون : (آیۂ قرآنی) اور یقیناً تم اس (عذاب) کی طرف جلدی جلدی بڑھ رہے ہو ہے۔
ٹل نہیں سکتا وقد کنتم بہ تستعجلون
(ب ا، ۱۴۳، ۲)

وَقف (ع) صفت
: (کسی کے لیے) کلیتہً مختص، ہمہ تن منہمک، سراپا مشغول ہے۔
آنکھ وقفِ دید تھی لب مائلِ گفتار تھا
(عہد طفلی، ب د، ۲۵)
: قرآن پاک کی عبارت میں رکنے اور نہ رکنے کے لیے جو علامتیں مقرر ہیں (جیسے آیت یا آیت لا یا ج وغیرہ) ان میں سے رکنے کی علامت جس کی قسمیں وقف لازم، وقف مطلق وغیرہ ہیں (رک وقف مطلق)

وقفِ تماشا (ع ع) وقف (کسی چیز کو کسی کے نام سے مختص کر دینے کا عمل) + تماشا (رک) : رفاہِ عام کے لیے منظرِ عام پر رکھ دینا تاکہ لوگ اس کے دیدار سے مستفیض ہوں ہے۔
چیر کر سینہ اسے وقفِ تماشا کر دیں
(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

وقفِ مطلق (- ع) مذکر : ایسا وقف جس میں لازم وغیرہ کی قید نہیں۔ قرآن پاک میں اس وقف کی جو علامت بنائی جاتی ہے وہ دیکھنے میں انگوٹھی کی شکل سے مشابہ ہوتی ہے ہے۔
وقفِ مطلق اسے سراج مہرباں انگشتری
(رنجیت کی انگشتری، ب، ۱۳۲)

وکٹوریا نہ مرد کہ نامِ نکو گذاشت : (علامہ وکٹوریا (مرنے کے بعد) بگوید) مرد نہیں اس لیے کہ اس نے دُنیا میں نیکنامی سے بسر کی تھی
(اشک خون، ب ا، ۱۱)

وگرنہ (ف) : کلمۂ شرط، و (عطف) + گر (= اگر) + نہ (نہیں تو) : اگر ایسا نہ ہو تو، ورنہ، نہیں تو ہے۔
منظور تمھاری مجھے خاطر تھی وگرنہ
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۱)

وِلا (ع) مونث : محبت، محمد و آل محمد کی محبت ہے۔
ہمیشہ سرخوشِ جامِ ولا ہے دل تیرا
(حضور رسالتمآب میں، ب د، ۱۹۷)

وِلادت (ع) مونث : پیدائش، مراد طلوع، نکلنے کا عمل ہے۔
اجل ہے لاکھ ستاروں کی اک ولادتِ مہر
(ستارہ، ب د، ۱۴۷)

ولادت گاہ (ع ف) مونث، ولادت + گاہ (جگہ) : مقامِ پیدائش، آغاز کی جگہ ہے۔
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں
(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

وِلایت (ع) مونث
: کسی بادشاہ کی حکومت یا اس کا ملک، کسی قوم کی بود و باش کا خطہ ہے۔
اس ولایت میں بھی ہے انساں کا دل مجبور کیا
(خفتگان خاک سے استفسار، ب د، ۳۹)
: خدائے تعالیٰ کے ساتھ بندۂ نیک کے تقرب کا مقام (ولی اللہ ہونے کی منزل یا درجہ) ہے۔
میں بندہ اور کاہوں امتِ شاہِ ولایت ہوں
(تصویر درد، ب ا، ۳۲۱)

ولولہ (ع) مذکر : امنگ، جوش ہے۔
دلوں میں ولولے آفاق گیری کے نہیں اُٹھتے

ے جارج پنجم کی دادی اور ایڈورڈ ہفتم کی ماں جو انگلستان کی ملکہ تھی۔

(۳۶، ب ج، ۵۹)

وَلی (ع/صفت): خدا رسیدہ، مقربِ الٰہی، زاہد و پارسا، صوفی، سالک، جس میں ولایت کے اوصاف پائے جائیں ہے۔

رند کہتا ہے ولی مجھ کو، ولی رند کہے

(زہد اور رندی، ب ا، ۱۴۲)

ووٹ (انگ) مذکر: کسی شخص یا معاملے کے حق میں تقریری یا تحریری رائے جو کسی (سرکاری یا نجی) ادارے میں دی جاتی ہے۔

کونسل کی ممبری کے لیے ووٹ چاہیے گی

(ظریفانہ، ب د، ۳۸۴)

وُہ (ار)

: اشارۂ بعید کے لیے مستعمل ہے

وہ سامنے سیڑھی ہے جو منظور ہو آنا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

: ان صفات کا

اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار

(صدیقؓ، ب د، ۲۲۴)

: (ضمیر واحد غائب) منظر یا کیفیت کے بیان میں مقدار، رتبہ کی کثرت، شدت یا ہجوم کی طرف اشارہ کرنے کے لیے مستعمل ہے

وہ خموشی شام کی جس پر تکلم ہو فدا

(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: ایسا ہے

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا

(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

: معشوق، حسنِ حقیقی، خدائے تعالیٰ ہے

تارے میں وہ، قمر میں وہ، جلوہ گہِ سحر میں وہ

(پیام، ب د، ۱۱۳)

: کونسا ہے

گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے وہ قند

(آزادیِ نسواں، ض ک، ۹۵)

: 'وہ' کا مرجع معہودِ ذہنی ہے، اشارہ ہے مزدور کی جانب ہے

وہ غافل سو رہا تھا بسترِ ریگِ بیاباں پر

(مزدور کا خواب، ب ا، ۲۶۲)

وہ ایام (ا ر ع)، وہ (رک) + ایام (رک): زمانۂ ماضی، قدیم لوگوں کا عہد، غیر ترقی یافتہ دور ہے

گئے وہ ایام اب زمانہ نہیں ہے صحرا نوردیوں کا

(پیامِ عشق، ب د، ۱۳۰)

وہ بھی دن تھے: ایک ایسا بھی زمانہ گزر چکا ہے

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۳۰۰)

وہ پرانی روشیں (۔ ا ف) مونث، وہ + پرانی (رک) + روش (= رفتار)، نیز طریقہ، بطور ایہام دونوں معنی مراد ہیں) + یں (لاحقۂ جمع اردو): قدیم مسلمانوں کے عہد کی روشیں ہیں

وہ پرانی روشیں باغ کی ویراں بھی ہوئیں

(شکوہ، ب د، ۱۷۰)

وہ پیمان (۔ ف) مذکر، وہ (رک) + پیمان (رک): مراد وہ وعدہ جو حضورؐ کی بیعت کرتے وقت ہر مسلمان نے اُن سے کیا تھا کہ ہم ساری دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچائیں گے ہے۔

اے تغافل پیشہ! تجھ کو یاد وہ پیماں بھی ہے

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۶۳)

وہ جواں (۔ ف) مذکر، وہ + جواں (رک): بڑے بھائی کی طرف اشارہ ہے

وہ جواں قامت میں ہے جو صورتِ سروِ بلند

(والدہ مرحومہ، ب د، ۲۲۶)

وہ دن گئے (ار) وہ وقت بہت دور چلا گیا، یعنی یہ [illegible] کی دنیا میں آنے سے پہلے کی بات ہے

وہ دن گئے کہ قید سے میں آشنا نہ تھا

(شمع، ب د، ۵۷)

وہ سامان (۔ ف) مذکر، وہ (رک) + سامان (رک): مراد جذبۂ اسلام، عشقِ رسالت مآب صلعم ہے۔

تُو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

وہ نمازیں : ویسی نمازیں (مراد موجودہ مسلمانوں کی نمازیں) ہے

وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۷)

وہاں (ار) : اُس جگہ، اُس مقام پر ہے

سمجھا ہے کہ درماں ہے وہاں داغِ جگر کا
(شبنم اور ستارے، ب د، ۲۱۶)

وہم (ع) مذکر : وسوسہ، شک، گمان ہے

اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۸)

وہی (ار) "وہ ہی" کی تخفیف : پہلے کی طرح اب بھی ہے

ہے ترے دل میں وہی کاوشِ انجام ابھی
(غزلیات، ب د، ۲۶۹)

: وہ ہی شخص، مجرب ہے

وہی نازآفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں
(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

: وہ بات جو سابق میں بھی ہو چکی ہے (حضرت موسیٰ کی تمنائے دیدار اور محرومی کی طرف اشارہ ہے) ہے

وہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں
(غزلیات، ب د، ۱۰۵)

: معہود ذہنی (مثلاً ذیل کے مصرع میں "لن ترانی" (ر ک) معہود ذہنی ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے) ہے

ہزار بار سنی ہے "وہی نہیں" میں نے
(سرگذشت آدم، ب ا، ۳۳۵)

وہی اوّل وہی آخر : انہیں حضرت (صلعم) کا نور سب سے پہلے خلق ہوا اور وہی سب نبیوں کے بعد آخری نبی ہو کر دنیا میں تشریف لائے۔ انہیں کا جلوہ کائنات کی سب سے پہلی مخلوق میں تھا اور انہیں کی تجلی سب سے آخری مخلوق میں ہوگی ہے

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
(ا، ب ج، ۲۰۵)

وہی بادہ و جام : وہی جذبۂ عشق اسلام جیسا کچھ دن پہلے کے مسلمانوں میں تھا ہے

لا پھر اک بار وہی بادۂ و جام اے ساقی
(۸، ب ج، ۱۲۱)

وہی حرم ہے وہی اعتبارِ لات و منات : یعنی قبائلی جتھہ بندی میں سرحد و افغانستان کے مسلمانوں کا حال وہی ہے جو ایام جاہلیت میں لات و منات کے ماننے والوں کا تھا (خدا کرے اس تقسیم کے رواج کو کوئی مردِ مومن کاری ضرب لگا کر پاش پاش کر دے)
(محراب گل افغان ۸، ض ک، ۱۷۴)

وہی کاسۂ وہی آتش (ار ف ار ف) : وہی (= جو پہلے تھا) + کاسہ (ر ک) + وہی + آتش (ر ک) : جو پیالہ اور شوربا پہلے تھا وہی آج بھی ہے (یعنی غلامی اور کورانہ تقلید کی جو فضا ماضی میں تھی وہی حال میں بھی برقرار ہے) ہے

مشرق میں ابھی تک ہے وہی کاسہ وہی آتش
(اقبال، ض ک، ۱۱۸)

وہیں (ار) کلمۂ ظرف برائے حصر : اُسی جگہ ہے

جس دل میں تو مکیں ہے وہیں چھپ کے بیٹھ رہ
(درد عشق، ب د، ۵۰)

وہیں کا وہیں (ار) : جہاں پہلے تھا، غیر تصفیہ شدہ ہے

مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
(مرد فرنگ، ض ک، ۹۲)

ویا (ف ف) : و (عطف) + یا (کلمۂ تردید) : سابق میں کہی ہوئی بات کے بعد "اور یا" کے معنی دیتا ہے، مراد یہ ہوتی ہے کہ یا ویسا ہے جیسا پہلے کہا گیا اور یا ایسا ہے ہے

بام گردوں سے ویا صحن زمیں سے کوئی
(انسان اور بزم قدرت، ب د، ۵۵)

وید (س) مذکر : ہندوؤں کی مقدس کتاب کا نام

(ایک وید منتر کا ترجمہ، ب ا، ۲۲۱)

ہ

ہا (ف) : لاحقۂ جمع ۔

ہائے ہا + ے (علامتِ اضافت) ؎

افکار کے فتنہ ہائے بے شورش

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک ، ۱۸۶)

ہاتف (ع) مذکر : غیب سے آواز دینے والا فرشتہ ؎

ہاتف نے کہا مجھ سے کہ فردوس میں اک روز

(فردوس میں ایک مکالمہ، ب د ، ۲۲۲)

ہاتفِ غیبی (ع ف) مذکر ، ہاتف + اضافت + غیب (ع) + ی (لاحقۂ نسبت) ؛ فرشتۂ غیب ؎

زبان ہاتفِ غیبی ہوئی اس طرح سے گویا

(ب ا ، ۸۲)

ہاتف نے دی صدا اِسرا عدا کو کاٹ کر

حقا یہ نظم موجِ شرابِ طہور ہے

: آخری مصرع کے عدد ۱۱۰۱ نکلتے ہیں، ان میں سے ایک عدد کم کر دیجیے جس کی طرف شاعر نے یہ اشارہ کر دیا ہے کہ سرِ اعدا (یعنی الف) کاٹ دیں تو تاریخ نکل آئے گی۔

(ب ا ، ۹۲)

ہاتھ (ا) مذکر : کلائی سے جڑا ہوا مشہور عضو جس میں پانچ انگلیاں ہوتی ہیں ؎

ہاتھ کی جنبش میں طرزِ دید میں پوشیدہ ہے

(طفلِ شیر خوار، ب د ، ۶۶)

ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ : اپنی معرفت نہیں ہوتی ، خود ناشناس سے محروم ہے ، خودی کو نہیں پہچانتا ؎

ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ

(تربیت، ض ک ، ۱۱۷)

ہاتھ آنا (ا) : ملنا ، قابو میں آنا ؎

بھوکا تھا کئی روز سے اب ہاتھ جو آئی

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د ، ۳۰)

ہاتھ پر ہاتھ دھرنا : بیکار بیٹھے رہنا ، کوئی کام نہ کرنا ، بے عمل ہونا ؎

ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

(جوابِ شکوہ، ب د ، ۲۰۱)

ہاتھ دھو بیٹھنا : کسی چیز کے ملنے سے مایوس ہو جانا ؎

ہاتھ دھو بیٹھو آبِ حیواں سے خدا جانے کہاں

(ب ا ، ۳۸۲)

ہاتھ سے جانا (ا) : پاس باقی نہ رہنا ، ختم ہونا ، گم ہونا ؎

قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے متاعِ کردار

(حکومت، ض ک ، ۷۷)

ہاتھ صفا ہونا : اپنے کام میں مہارت ہونا ؎

ہاتھ ہے مفلسی صفا ہے ترا

(یتیم کا خطاب، ب ا ، ۹۵)

ہاتھ کوتاہ ہونا : بے عمل ہونا ، کام کے لیے ہاتھ نہ چلانا ، ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا ؎

تری نگاہ فرومایہ ہاتھ ہے کوتاہ

(۲۳ ، ب ج ، ۴۶)

ہاتھ کی خامی : حریف کی چال کا توڑ کرنے والی چال میں ناتجربہ کاری یا سادہ لوحی کی کیفیت ؎

نہ رنگ لائے کہیں تیرے ہاتھ کی خامی

(۵۴ ، ب ج ، ۷۳)

ہاتھ ہے (ا) : دخل ہے ، شرکت ہے ؎

گر اس کی خدائی میں مہاجن کا بھی ہے ہاتھ

(۱۹ ، ب ج ، ۲۰)

ہاتھوں : ہاتھ (رک) کی جمع ۔

ہاتھوں سے جانا (ا) : قبضے سے نکل جانا ، وہ شعر جس میں یہ محاورہ استعمال کیا گیا ہے اقبال نے اس زمانے

ؔ عموماً مونث مستعمل ہے علامہ نے مذکر نظم کیا۔

میں ہے تھے جب بغداد دمشق اور دہلی مسلمانوں کے
قبضے سے نکل چکے تھے) ۔
ملک ہاتھوں سے گیا ملت کی آنکھیں کھل گئیں
(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۶۵)

ہاتھوں میں ہونا : قبضے میں ہونا ، اختیار میں ہونا ۔
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم
(۹ ، ب ج ، ۳۴)

ہاتھی (ا ر) مذکر : اونٹ سے بھی بڑا ایک چوپایہ جس کے
پاؤں ستونوں کی طرح موٹے ، کان بڑے پنکھے کی طرح
چوڑے اور ناک بہت لمبی اور لٹکتی ہوئی (جسے
سونڈ کہتے ہیں) ۔ راجا مہاراجا اور سلاطین اس پر
سواری کیا کرتے تھے ۔
جنگل میں کہ ہر ہی تھی ہاتھی سے کل یہ ہتھنی
(ب ا ، ۴۶)

ہار (ا ر) مذکر : گندھے ہوئے پھولوں یا موتیوں وغیرہ کی
مالا (رک اشکوں کے ہار پرونا)

ہارون (ع) مذکر : رک ہارون کی آخری نصیحت (تحتی
الفاظ)
(ب ج ، ۱۶۶)

ہارون کی آخری نصیحت : یہ بال جبریل میں علامہ کی
ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے ہارون رشید
کی آخری نصیحت نظم کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ
مومن کو ہر وقت یہ تصور رہنا ہے کہ اسے ایک نہ ایک
دن خدا کے سامنے جانا ہے ۔

ہارون رشید عرب کے عباسی خاندان کا پانچواں
فرماں روا تھا ۔ ۷۸۶ء میں تخت پر بیٹھا اور ۸۰۹ء
میں وفات پائی ۔ اس کے عہد امارت میں علوم کو بہت
ترقی ہوئی ۔ بہت سے غیر ملکوں کی کتب علمیہ کے عربی
میں ترجمے کرائے گئے ۔ اس کی جلالت شان کا اندازہ
اس بات سے ہوتا ہے کہ جب قیصر روم نے
اسے یہ خط بھیجا کہ ”جس قدر خراج تم میرے پیش رو
سے وصول کر چکے ہو سب واپس کر دو ورنہ
تلوار فیصلہ کرے گی“ ، تو اس نے اسی خط کی پشت
پر یہ جواب لکھ کر واپس کر دیا ۔ ”روم کے کتے
نقفور کو معلوم ہو کہ میں نے تجھ کا فرنی کے کا خط پڑھا
اس کا جواب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا“ ۔
راقم الحروف کے نزدیک اس جواب میں مخاطب
کے الفاظ خلق محمدی کے شایاں نہیں ۔

آل محمدؐ کے ساتھ ہارون کا برتاؤ اچھا نہیں تھا ۔
چنانچہ امام موسیٰؑ کاظم جو امام حسین علیہ السلام کی
چوتھی پشت میں تھے تقریباً چودہ سال اس کی قید
میں رہے ۔ قید خانہ ہی میں زہر سے شہید کیے
گئے اور ان کے پا بزنجیر لاشے کو بغداد کے پل پر
ڈال دیا گیا پھر میت کے پاؤں میں رسی باندھ کر شہر
میں تشہیر کیا گیا ۔ جب لوگوں کو پتا چلا تو انھوں
نے شاہی سپاہیوں سے اس لاشہ کو چھین کر دفن
کیا
(ب ج ، ۱۶۶)

ہاشمی (ع) صفت : ہاشم (حضورؐ کے پردادا کا اسم
گرامی جو صدر درجہ خوش خلق اور شجاع تھے) + ی
(لاحقۂ نسبت)
(حضرت ہاشم کے پوتے) ۔
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی
(مذہب ، ب د ، ۲۴۸)

: مراد عربوں کی قوم خاص کر شریف مکہ جس کا نام حسین تھا
اور جس نے ۱۹۱۶ء میں انگریزوں سے دوستی کر کے
ترکوں کی تباہی میں حصہ لیا تھا اور اس طرح اسلام کی عزت
گنوا دی تھی ۔
بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰ
(خضرِ راہ ، ب د ، ۲۵۷)

ہال (انگ) مذکر : کسی عمارت کا بڑا کمرہ جو عموماً وسط میں
ہوتا ہے ۔[ۃ]
کہتا تھا کوئی یورپ زنشی کے ہال میں
(ب ا ، ۸۴ ، ۴۶)

ہاں (ف) کلمۂ ایجاب و تنبیہ (مختلف معانی میں مستعمل)
: البتہ ۔

ۃ اس جگہ وزنِ شعر پورا کرنے کے لیے اس لفظ کا تلفظ اس طرح کیا گیا ہے بڑی وزن کی

ہاں مگر اک دور سے آتی ہے آوازِ درا
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

: لیکن کی تاکید ہے

ہاں مگر عجز کے اسرار سے نامحرم ہے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

: اقرار، اقرارِ وصال ہے

تم آزماؤ ہاں کو زباں سے نکال کے
(ب ا، ۲۸۸)

: ضرور ہے

ہاں سنا دے محفلِ ملت کو پیغامِ سروش
(شمع اور شاعر، ب د، ۱۸۹)

: برائے تنبیہ ہے

ہاں خود نمائیوں کی تجھے جستجو نہ ہو
(دردِ عشق، ب د، ۵۰)

ہاں اے شرابِ عشق: ان لفظوں سے باقیات میں جو غزل شروع ہوتی ہے وہ مخزن (مئی ۱۹۰۵ء) میں شائع ہوئی تھی۔ اس وقت اس غزل کے بارہ شعر بانگِ درا میں اور دو شعر باقیات میں درج ہیں
(ب ا، ۵۱۴، ب د، ۱۰۷)

ہانکنا (ار): چوپایے کو لاٹھی یا ڈنڈے کی مدد سے آگے چلانا (رک ایک لاٹھی سے ہانکنا)

ہائے (ف) کلمۂ تحسر و تاسف

: افسوس ہے، یہ عمل افسوسناک ہے ہے

ہائے غفلت کہ تری آنکھ ہے پابندِ مجاز
(انسان اور بزمِ قدرت، ب د، ۵۵)

: کسی کیفیت سے تاثر کی شدت کے موقع پر اس کے اظہار لیے مستعمل ہے

ہائے کیا فرطِ طرب میں جھومتا جاتا ہے ابر
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

ہائے وہو[1] (ف ف ف) مونث، ہائے (رک) + و (عطف) + ہو (حکایت الصوت)

: نالہ و فریاد ہے

گرمیِ آرزو فراق، شورشِ ہائے وہو فراق
(ذوق و شوق، ب ج، ۱۱۴)

: عالمِ ہستی کی ہو حق ہے

وہی شراب وہی ہائے وہو رہے باقی
(محراب گل افغان...، ض ک، ۱۶۵)

ہائیڈل برگ (جر)، رک دریائے نیکر (رک)

ہتھکنڈا (ار) مذکر: چالاکی، عیاری، داؤ پیچ، مکر پر مبنی گھات، خود غرضانہ تدبیر ہے

ہتھکنڈوں سے غلام کرتا ہے
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۲۳)

ہتھنی (ار) مونث: ہاتھی (رک) کی مادہ ہے

جنگل میں کہ رہی تھی ہاتھی سے کل یہ ہتھنی
(ب ا، ۴۶۹)

ہٹ (ار) مونث: ضد، اصرار، اڑ ہے

جو تمام اپنی راہ پہ ہے اور پکا اپنی ہٹ کا ہے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۵)

ہجر (ع) مذکر: جدائی، فرقت، فراق ہے

کششِ حسن غمِ ہجر سے افزوں ہو جائے
(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

ہجراں (ع) مذکر: رک ہجر ہے

بلندی پر ستارہ ہے شبِ تاریکِ ہجراں کا
(ب ا، ۳۸۲)

ہجرت (ع) مونث: اپنی جائے پیدائش (کسی دینی فائدے کی غرض سے) چھوڑ کر دوسری بستی میں منتقل ہو جانے کا عمل ہے

ہجرت مدفونِ یثرب، میں یہی مخفی ہے راز
(ایک حاجی مدینے کے سفر میں، ب د، ۱۹۱)

ہجو (ع) مونث: برائی، مذمت، تعریف کی ضد ہے

جس طرح کفر ہجوِ پیغمبر
(خدا حافظ، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ص ۵)

(نوٹ) یہ تشبیہ اچھی نہیں اس بات کا تصور بھی سوءِ ادب ہے۔

۱ــ تلفظ اس طرح کریں جیسے ہا، ہو، ہُو کا ہوتا ہے۔

ہجوم (ع) مذکر: بھیڑ، انبوہ، مجمع کثیر ہے
گرے رفعت سے ہجوم نوعِ انساں بن گئی
(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۰)

ہجویری: حضرت ابوالحسن سید علی داتا گنج بخش کا چھوٹا نام جو شہر غزنی کے محلہ ہجویر میں پیدا ہوئے تھے اور اسی نسبت سے ہجویری کہلاتے ہیں، آپ کا مزار مقدس لاہور میں مرجع خاص و عام ہے۔ آپ حسینی سید اور امام حسین علیہ السلام کی ساتویں پشت میں تھے۔ ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔ کشف المحجوب اور گنجینۂ معرفت آپ کی عظیم یادگار ہیں۔

ہدایت (ع) مؤنث: رہبری، راستہ دکھانے یا رہنمائی کرنے کا عمل ہے
اعجاز اس چراغِ ہدایت کا ہے یہی
(رام، ب د، ۱۷۰)
: فہمائش، حکم، تاکید ہے
دم آفرینش ہدایت تھی دل کو
(ب ا، ۴۲۱)

ہدف (ع) مذکر: زد پڑنے کی مقرر جگہ، نشانہ ہے
ہدف سے بیگانہ تیر اس کا نظر نہیں جس کی عارفانہ
(زمانہ، ب ج، ۱۳۰)

ہدیہ (ع) مذکر: تحفہ، نذرانہ ہے
دل چاہتا تھا ہدیۂ دل پیش کیجیے
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

ہر (ف) اس کے بعد میں ذکر کی جانے والی جنس کے مجموعۂ افراد میں سے ایک ایک ہے
پر وہ ذرے میں مستور ہے ہر شے تیری
(انسان اور بزم قدرت، ب د، ۵۴)

ہر اک (ف): ایک ایک ہے
تھی ہر اک جنبش نشاط لطف جاں میرے لیے
(عہد طفلی، ب د، ۴۵)

ہرجائی: دیکھیے ہرجائی صفحہ ۸۴۴

ہر چند (ف) ف: اگرچہ ہے
ہر چند کہ ہوں مردۂ صد سالہ و لیکن
(مردہ ۱۱ج، ۲۰۱)

ہر چہ در دل الخ: شمع کے دل میں جو بات آتی ہے وہ اُسے صاف کر دیتی ہے، جلنا کوئی ایسا خیال نہیں ہے جسے شمع دل میں چھپائے رکھے۔ اُسے تو جلنا ہے لہٰذا اس کا عملی نمونہ پیش کرتی ہے اور اس کے ظاہر اور باطن میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا ہے یہی صورت عاشق رسول کو اختیار کرنا چاہیے۔
(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۲۲)

ہر حال (ف ع) متعلق فعل: ہر حالت میں، ہر صورت میں ہے
ہر حال اشک غم سے رہی ہم کنار تُو
(شمع، ب د، ۴۴)

ہر دو جہاں: دونوں جہاں (زمین و آسمان، یا دنیا و عقبیٰ) ہے
ہر دو جہاں میں ذکر حبیبِ خدا کا ہے
(معراج، ب ا، ۲۲۴)

ہر شوق نہیں گستاخ الخ: صاحبان شوق اور صاحبان جذب میں کوئی کوئی ہی محبت کی اس منزل پر فائز ہوتا ہے جہاں اس کے الفاظ جو بظاہر خلاف ادب ہیں محبوب کی بارگاہ میں گستاخی نہیں شمار ہوتے
(۱۸، ب ج، ۴۱)

ہر ضرورت ہوئی پوری تو خدا سے اقبال: یہ مصرع خورشید الحسن صاحب کی بیاض میں اس طرح لکھا ہے — جو ضرورت ہوئی بس کر کے خدا سے اقبال
(ب ا، ۴۳۱)

ہر طور: ہر ایسی جگہ جہاں خدا کی تجلی نظر آ جاتی ہے
کلیم تماشائے ہر طور رہنا
(ب ا، ۴۲۱)

ہر کہ کاہ و جو خورد قرباں شود
ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود
: جو کوئی گھاس اور جو کھاتا ہے وہ قربانی کے موقع

۱؎ ہر ترکیب میں مختلف معانی حسب روزمرہ

پر ذبح ہوجاتا ہے لیکن جس شخص کو قرآن کی غذا ملتی
ہے وہ سراپا قرآن ہوجاتا ہے (قب کہ بنا ید خرد الخ)
(جواب، ب ج، ۱۴۹)

ہر کہیں (ار): سب جگہ ہے
مومن کا مقام ہر کہیں ہے
(عبدالرحمٰن اوّل کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت، ب ج ۱۳۶)

ہر ہلاک امت پیشیں کہ بود
زانکہ بر جندل گماں بردند عود
: اگلی امتوں میں جو بھی ہلاک، برباد یا جو بھی امت ہلاک
ہوئی) اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے پتھر کو (بان
سمجھ لیا۔ یعنی باطل کو حق تصور کرنے لگی اور اس طرح
نفس امارہ کی پیرو بن گئی
(پیرو مرید، ب ج، ۱۳)

ہرا (ار) صفت: سرسبز ہے
برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے
(فردل، ب د ۶۲)

ہرات: افغانستان کا ایک شہر ہے
ہرات و کابل و غزنی کا سبزۂ نورس
(نادر شاہ افغان، ب ج، ۱۵۳)

ہراس (ف) مذکر نیز مؤنث: خوف، ڈر ہے
اگر لہو ہے بدن میں تو خوف ہے نہ ہراس
(لہو، ب ج، ۱۹۳)

ہراساں (ف) صفت، ہراس (= خوف) + اں (لاحقۂ
صفت)، ڈرنے والا، خائف، خوفزدہ ہے
کیوں ہراساں ہے صہیل فرس اعدا سے
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۶)

ہراول[1] (ف) مذکر: (= تھوڑی فوج جو لشکر کے آگے
چلے) آگے کی فوج کا سردار ہے
تو ہیں ہراول لشکر کلیسیا کے سفیر
(لادین سیاست، ض ک ۱۵۳)

ہرجائی (ار ف ار) صفت، ہر (رک) + جا (رک) + ئی
(لاحقۂ نسبت): مختلف جگہوں سے تعلق رکھنے والا،
کسی ایک جگہ نہ جمنے والا، ہر چیز سے تعلق رکھنے والا
ہے
بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے
(شکوہ، ب د ۱۶۸)

ہر دوار (س) مذکر: خدا کا گھر (دل کو خدا کے گھر سے
تشبیہ دی ہے) ہے
اس ہردوار دل میں لاکر جسے بٹھا دیں
(نیا شوالا، ب ا، ۳۳۹)

ہرنا (ار): ہار جانا، شکست مان لینا ہے
ہر کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
(پنجابی مسلمان، ض ک، ۶۱)

ہری (ار) صفت مؤنث
: سبز رنگ کی ہے
سرخ پوشاک ہے پھولوں کی درختوں کی ہری
(انسان اور بزم قدرت، ب د، ۵۴)
: سرسبز ہے
ہوتی ہے اس کے فیض سے مزرع زندگی ہری
(شاعر، ب د، ۲۱۱)

ہری بھری (ار) صفت مؤنث: سرسبز ہے
اک چراگاہ[*] ہری بھری تھی کہیں
(ایک گائے اور بکری، ب د ۴۳)

ہرے رہو (ار ار): خدا تمہیں سرسبز رکھے ہے
ہرے رہو وطن مازنی کے میدانو
(غزلیات، ب د، ۱۴۹)

ہری ہری (ہ ہ) مذکر، ہری، خدا، ایشور، بھگوان +
ہری؛ توبہ توبہ ہے
کسی بتکدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری
(غزلیات، ب د، ۲۵۳)

ہزار (ف) صفت عددی

[*] مصنف نے غالباً چراگاہ کہا ہوگا کیونکہ گاہ کی ہ تقطیع میں گر رہی ہے۔

[1] فارسی میں ہراول بہ عموماً مذکر استعمال ہوتا ہے، علامہ نے اس جگہ مؤنث استعمال کیا ہے۔

: دس سیکڑے ، مراداً بے شمار ، سیکڑوں ، ہزاروں ہے

ایک آنکھ سے کے خواب پریشاں ہزار دیکھ
(شمع ، ب د ، ۴۵)

: کتنے ہی زیادہ (شدت اور مبالغے کے لیے) ہے

یہ زائران حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
(قطعہ ، ب د ، ۱۶۲)

ہزار سجدے : وہ سجدے جو خوشامد کے لیے جھک کر امیروں اور حاکموں کو کیے جاتے ہیں اور جو خودی کو فنا کر کے رکھ دیتے ہیں ہے

ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات
(نماز ، ض ک ، ۴۷)

ہزار شکر : خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے (یہ فقرہ جس مصرعے میں آیا ہے وہ طنزیہ ہے) ہے

ہزار شکر کہ ملا ہیں صاحب تصدیق
(۱۱ ، ب ج ، ۳۵)

ہزار کر کے دکھانا (ار) کم تعداد کو بڑھا کر ہزار بنا دینا (جس مصرعے میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہاں مراد یہ ہے کہ اسلام ایک مذہب ہے ، اس کے سیکڑوں فرقے بنا دیئے گئے) ہے

جو ایک تھا اسے نگاہ تو نے ہزار کر کے ہمیں دکھایا
(مارچ ۱۹۰۷ء ، ب د ، ۱۴۱)

ہزار گونہ سخن در دہان و لب خاموش : بمعنی یعنی دل میں ہزار باتیں آتی ہیں مگر چپ رہنا بہتر ہے (یہ حافظ شیرازی کی غزل کا مصرع ہے جو علامہ نے تضمین کیا ہے)
(قرب سلطان ، ب د ، ۲۱۰)

ہزاروں (ار) ہزار (رک) کی جمع اردو ، بے شمار لوگوں ہے

اک اشارے میں ہزاروں کے لیے دل تو نے
(شکوہ ، ب د ، ۱۶۸)

ہزاروں بلبلیں : مراد بے شمار مسلمان جو (اب سے پہلے) تبلیغ اسلام کرتے اور قرآن پاک کا پیغام سناتے نظر آتے تھے ہے

اڑتی پھرتی تھیں ہزاروں بلبلیں گلزار میں
(شمع اور شاعر ، شمع ، ب د ، ۱۸۸)

ہسپانیہ : یہ بال جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے اسپین سے واپس آتے ہوئے اسی علاقے میں لکھی تھی ۔ یہ نظم اس محبت کی آئینہ دار ہے جو انھیں اندلس کے مسلمانوں سے تھی اور ان تاثرات کا مرقع ہے جو اس علاقے کی سیاحت کے بعد ان کے دل و دماغ میں مرتسم ہوئے
(ب ج ، ۱۰۳)

ہسپانیہ پر عرب کا حق ہونا : ہسپانیہ پر سات سو سال عربوں کے حکمراں رہنے کی وجہ سے انھیں اپنے اس قومی اور آبائی وطن پر حکمرانی کا اختیار ملنا (یہ اقبال کا انگریزوں اور فرانسیسیوں کی دلیل کے خلاف استدلال ہے (رک فلسطین پر یہودی کا حق ہونا)
(شام و فلسطین ، ض ک ، ۱۵۶)

ہست و بود (ف ف) مونث : عالم ہستی ، دنیا ، وجود ، کائنات ہے

گرچہ برہم ہے قیامت سے نظام ہست و بود
(صدائے غیب ، ب د ، ۲۴۱)

: بود و باش ، رہنا سہنا ہے

اضطراب دل کا ساماں یاں کی ہست و بود ہے
(طفلکان خاک سے استفسار ، ب د ، ۴۰)

ہستی (ف) مونث

: وجود ، زندگی ہے

دم دسے نہ جائے ہستی ناپائدار دیکھ
(غزلیات ، ب د ، ۹۸)

: مراد مادیت ہے

میری ہستی نے رکھا مجھ سے تجھے پوشیدہ
(فریاد امت ، ب ا ، ۱۴۰)

ہشت (ف) اسم عدد : آٹھ (آٹھ میں کوئی خاص تلمیح نہیں مراد یہ ہے کہ کوئی آٹھ تالوں میں بند ہو گا تو

اسے بھی ہندوستان فتح کرنے گا ع
ہندوستاں کی تیغ ہے فتاح ہشت باب
(پنجاب کا جواب ، ب ا ، ۲۱۸)

ہَشیار (ف) ، صفت : باہوش ، چالاک ، چوکنا ، عقل مند ، خبردار ع
تیری آنکھ مستی میں ہشیار کیا تھی
(غزلیات ، ب د ، ۹۲)
: بے ہوشی سے ، ہوش میں آیا ہوا ع
نمو وا ہے سے ہشیار ہو گیا سبزہ
(ابر ، ب ا ، ۱۹۷)
: فراست کی اولائی میں چست ع
ان میں کاہل بھی ہیں غافل بھی ہیں ہوشیار بھی ہیں
(شکوہ ، ب د ، ۱۶۶)

ہُشیاری : ہشیار (رک) کا اسم کیفیت ع
تیرے مستوں میں کوئی جویائے ہشیاری بھی ہے
(شعاعِ آفتاب ، ب د ، ۲۴۳)

ہضم (ع) مذکر : کھانا وغیرہ کسی دوا سے پچا لینے کا عمل ، مراد قبضہ جا لینا اور اصل حقدار کو نہ دینا ع
کیا یہ جوہرن ہے پیٹے ہضم فلسطین و عراق
(ظریفانہ ، ب د ، ۲۹۰)

ہَفت (ف) ، سات ، (ہندسوں میں) ۷

ہَفت کِشور (ـ ف) صفت : سات ولایتیں جو سات سیاروں کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں ۔ زمین گیند کی صورت کی ہے جس کے گرد ۳/۴ پانی ہے اور باقی ۱/۴ جس کو ربع مسکون کہتے ہیں ۔ سات حصہ عرض میں مساوی اور خط استوا کے متوازی کر کے ہر حصے کا نام کشور یا اقلیم ہے ، مراد ساری دنیا ع
رہنے والے انتخاب ہفت کشور کے ہو تم
(اسلامیہ کالج کا خطاب ، ب ا ، ۱۱۸)

ہفتاد و دو ملت (ف ف ف ع ، مونث ، ہفتاد (= ستر) + و (عطف) + دو (= ۲) + ملت (= فرقہ) : بہتر فرقے ، اس حدیث سے ماخوذ جس میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی ، مراد دنیا کے مختلف مذاہب ع
آنکھ مل جاتی ہے ہفتاد و دو ملت سے تری
(غزلیات ، ب د ، ۹۹)
: مراد مسلمانوں کی فرقہ وارانہ تفریق ع
کھو دیا گیا جو مطلب ہفتاد و دو ملت میں
(۱۸ ، ب ج ، ۱۴۱)

ہِلا دینا (ار) : متزلزل کر دینا ، ایسی جنبش پیدا کر دینا جس سے رگ خوفزدہ ہو جائیں ع
کاخ امرا کے در و دیوار ہلا دو
(فرمان خدا ، ب ج ، ۱۱۰)

ہَلاک (ع) صفت : نیست و نابود ہو جانے کی کیفیت اضافے ع
وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاک قیصر و کسریٰ
(۱ ، ب ج ، ۲۴)
: کسی پر مرنے والا ، مشتاق ، آرزو مند (رک ہلاک جادوئے سامری)

ہَلاکِ جادوئے سامری (ـ ف ف ع) صفت ، ہلاک + ا ضافت + جادو (رک) + ے (علامت اضافت) + سامری (رک) : سامری کے جادو پر فریفتہ ع
ہیں ہلاک جادوئے سامری تو قتیل شیوۂ آزری
(ہیں اور تو ، ب د ، ۲۵۲)

ہَلاکی (ع ف) مونث ، ہلاک (= نیستی ، فنا) + ی (لاحقۂ کیفیت) ، موت ع
کہ ہلاکی امم ہے یہ طریق نے نوازی
(غزل ، ض ک ، ۷۴)

ہِلال (ع) مذکر : پہلی رات کا چاند مراد ناقص شخصیت ع
غرض ہے پیکار زندگی سے کمال پائے ہلال تیرا
(پیام عشق ، ب د ، ۱۳۰)

ہِلالِ اَحمر (ـ ع) مونث : حادثات میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور حوادث کی دیکھ بھال کرنے والی مسلم انجمن جو عیسائیوں کے ریڈ کراس کی طرح خدمت خلق کا فریضہ انجام دیتی ہے ۔
(غلاموں کی نماز ، ض ک ، ۱۵۰)

ہلالِ و صلیب (ـ ف ع) مذکر، ہلال (رک) + و (عطف) + صلیب (رک)؛ مراد مسلم اور عیسائی فوج ہے

تھا اندیشہ کہ پھر نہ ہلال و صلیب ہیں

(محاصرۂ ادرنہ، ب ا، ۲۰۷)

ہلالی (ع ف) صفت، ہلال (رک) + ی (لاحقۂ نسبت)

: ہلال کے جھنڈے کے سائے میں رہنے والی یعنی مسلمان ہے

گرمیٔ مہر کی پروردہ ہلالی دنیا

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۷)

ہلکی ہلکی (ار) صفت، دھیمی دھیمی جو بہت دلکش اور خنک ہوتی ہے

ہلکی ہلکی اِس پر نکھری ہوئی وہ چاندنی

(ترنیمِ جوانی، ب ا، ۱۵۰)

ہِلنا (ار): لرزنا ہے

ہل گیا عرشِ معظم بھی تری فریاد سے

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۷)

ہَم (ف) کلمۂ شرکت و شمولیت؛ آپس میں، باہمدگر، ایک دُوسرے کے ساتھ، ترکیبات میں مستعمل ہے اور مابعد کلمے کے مفہوم میں شرکت کے معنی دیتا ہے (رک ہم آہنگ وغیرہ)

ہم آغوش (ـ ف) صفت، ہم + آغوش (رک)، گود میں لیے ہوئے، بغل گیر ہے

صفتِ غنچہ ہم آغوش رہوں نور سے میں

(گل، ب د، ۱۱۸)

ہم آغوشی (ـ ف ف) مونث، ہم آغوش (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)؛ گود میں بیٹھنے کی کیفیت، ساتھ رہنے کی صورتِ حال (جھنڈے میں ہلال بنا ہوا ہونے کی جانب اشارہ ہے) ہے

تیری قسمت میں ہم آغوشی اسی رویت کی ہے

(غرۂ شوال، ب د، ۱۸۱)

ہم آوازی (ـ ف) مونث، ہم + آواز (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) مل کر چہچہانا، بولنا ہے

ساکنانِ صحنِ گلشن کی ہم آوازی میں ہے

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

ہم آہنگ (ـ ف) صفت، ہم + آہنگ (= خیال)

: ہمخیال، متفق، ساتھی ہے

آہ عادت میں ہم آہنگ ہوں میں بھی تیرا

(دعلِ شیر خوار، ب د، ۶۷)

: سُر میں، اور آواز میں آواز ملانے والا، ایک ساتھ آواز نکالنے والا ہے

تھی ہم آہنگ صدائے کُن فغانِ اہلِ درد

(دیگر، ب ا، ۲۱۱)

ہم آہنگی (ف) مونث، ہم آہنگ (رک) کا اسمِ کیفیت

: ایک دُوسرے کے خیالات سے متفق ہونے اور ساتھ دینے کی کیفیت، مطابقت، مخالفت کی ضد ہے

ہم آہنگی سے ہے محفلِ جہاں کی

(ایک پرندہ اور جگنو، ب د، ۹۲)

ہم بَغَل (ـ ف) صفت، بغلگیر، گلے سے لگا ہوا، واصل، متصل ہے

ہم بغل دریا سے ہے اے قطرۂ بیتاب تُو

(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۱۴)

ہم پایہ / ہمپایہ صفت، ہم + پایہ (= درجہ): برابر، مساوی ہے

یہ زمیں ہمپایۂ عرشِ معلّیٰ ہو گئی

(نالۂ یتیم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۴۵)

ہم پہلو (ـ ف) صفت، ہم + پہلو (رک): پہلو بہ پہلو چلنے والا، ساتھی ہے

کاروبارِ زندگانی میں وہ ہم پہلو مرا

(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۹)

ہم جنس / ہمجنس صفت؛ مراد انسان، (رک جنس (متعلق) ہے

رُوح ہے جب تک بدن میں عشق ہمجنسوں سے ہو

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۹)

ہم جوار (ـ ع) صفت، ہم + جوار (= پڑوس)

: پڑوسی، ہمسایہ ہے

سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جوار اپنا
(ا ۶۱، ب ج، ۷۹)

ہم چشم (ـ ف) صفت، ہم + چشم (رک): برابر والا، ہم رتبہ ہے۔
گوارا اس طرح کرتے ہیں ہم چشموں کی رسوائی
(ایک بحری قزاق اور سکندر، ض ک، ۱۵۵)

ہم دردی / ہمدردی مونث، (ـ ف ف) ہم + درد (= احساس تکلیف) + ی (لاحقۂ کیفیت): ایک دوسرے کی تکلیف محسوس کر کے غمخواری کا عمل ہے۔
سر میں جز ہمدردی انساں کوئی سودا نہ ہو
(آفتاب صبح، ب د، ۴۹)
: بانگ درا میں اس نظم کے آٹھ شعر چھپے ہیں، باقی آٹھ شعر باقیات اقبال کے تیسرے ایڈیشن میں درج ہیں۔
(ب ا، ۱۶۱، ۵)

ہم دم (ـ ف)
: ایک دوسرے کا ساتھ دینے والا، رفیق، مراد یکساں اوصاف رکھنے والے یا باہم مطابقت رکھنے والے ذرے ہے۔
لگے ملنے لگے اٹھ اٹھ کے اپنے اپنے ہمدم سے
(محبت، ب د، ۱۱۲)
: دوست، محبوب ہے۔
اور آئینے میں عکس ہمدم دیرینہ ہے
(وصال، ب د، ۱۲۰)
: قدیم صاحب سلامت والا ہے۔
ہمدم دیرینہ کیسا ہے جہان رنگ و بو
(جبریل و ابلیس، ب ج، ۱۴۳)

ہم دوش ارم (ـ ف) صفت، ہم + دوش (= کندھا) (دوش بدوش، ہمسر) + اضافت + ارم (رک): بہشت کی ہمسر ہے۔
خاک اس بستی کی ہو کیوں کر نہ ہمدوش ارم
(بلاد اسلامیہ، ب د، ۱۴۶)

ہم راز (ـ ف) صفت، ہم + راز (= بھید): ایک دوسرے کے بھید سے واقف ہے۔
ہم وطن شمشاد کا قمری کا میں ہمراز ہوں
(رخصت اے بزم جہاں، ب د، ۶۵)

ہم راہ / ہمرہ کلمۂ معیت، ہم + راہ (رہ) (= راستہ): ساتھ ہے۔
ٹپک بلندی گردوں سے ہمرہ شبنم
(اختر صبح، ب د، ۱۱۵)
: ساتھ چلنے والا ہے۔
ہمرہ میں ترس گیا لطف خرام کے لیے
(کوشش ناتمام، ب د، ۱۲۴)

ہم رکابی (ـ ع ف) مونث، ہم + رکاب (= وہ آہنی حلقہ جو گھوڑے کی زین میں دونوں طرف لٹکا رہتا ہے اور سوار اس پر پاؤں رکھ کر گھوڑے پر چڑھتا ہے) + ی (لاحقۂ کیفیت): جلو میں یعنی ساتھ ساتھ چلنے کا عمل ہے۔
ہمرکابی کو آ رہی ہے ظفر
(خدا حافظ، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۲)

ہم رنگ (ـ ف) صفت، ہم + رنگ: یکساں رنگت والا ہے۔
چاندنی رات میں مہتاب کا ہمرنگ کنول
(حسن و عشق، ب د، ۱۱۹)

ہم رنگ محراب عبادت (ـ ف ع ع) صفت، ہم + رنگ (رک) + اضافت + محراب (رک) + اضافت + عبادت (رک): محراب عبادت کی طرح (شرم گناہ سے) جھکا ہونے کی صورت حال ہے۔
سبھی کچھ ہوں مگر ہم رنگ محراب عبادت ہوں
(تصویر درد، ب ا، ۳۲۰)

ہم رہ: رک ہمراہ ہے۔
خدا کا شکر کہ یہ ہمرہ حضور آئے
(خیر مقدم، ب ا، ۱۰۲)

ہم زباں / ہمزباں (ـ ف) صفت، ہم + زباں (رک): ساتھ بولنے والا، سُر میں سُر ملا کے لے اور آواز میں آواز ملانے والا، رفیق، ساتھی، متفق ہے۔

کہ بامِ عرش کے طائر ہیں میرے ہمرازوں میں
(تصویرِ درد، ب د، ۷۰)

ہم سایہ/ہمسایہ صفت، ہم + سایہ (= پرچھائیں)، : پڑوسی، پاس کی جگہ رہنے والا (بلندی کی طرف کنایہ ہے) ؏
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
(ترانۂ ہندی، ب د، ۸۳)

: پڑوسی ؏
مدت سے رہا کرتے تھے ہمسائے میں میرے
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

ہم سخن (ـ ف) صفت، ہم + سخن (رک) : باہم بات کرنے والا، مخاطب ؏
ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۰)

ہم سَر/ہمسر (ـ ف) صفت، ہم + سر (= رتبہ) : منزلت میں برابر کا، مساوی درجہ رکھنے والا (رک ہمسر یک ذرۂ خاک درِ آدم)

ہم سرِ یک ذرّۂ خاک درِ آدم (ـ ف ف ع ف ف ع) : آدم کے دروازے کی خاک کے ایک ذرّے کے برابر (آدم کی کُل اولادِ آدم یعنی انسان مراد ہے) ؏
ہمسرِ یک ذرّۂ خاک درِ آدم نہیں
(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

ہم سفر (ـ ع) صفت، ہم + سفر (= وطن سے باہر جانے کا عمل)، : زندگی کی راہ میں ہمراہ چلنے والے رفقاء، دوست احباب ؏
مقام ہم سفروں سے ہو اس قدر آگے
(التجائے مسافر، ب د، ۹۶)

ہم صحبت (ـ ع) صفت، ہم + صحبت (= جلسہ، نشست) : پاس اٹھنے بیٹھنے والا، مصاحب ؏
مدتوں تیرے خود آراؤں سے ہم صحبت رہا
(رخصت اے بزمِ جہاں، ب د، ۶۳)

ہم صفیر (ـ ع)، صفت، ہم + صفیر (= پرندوں کی آواز : رک ہم زبان ؏
پاس تھا ناکامیِ صیاد کا اے ہم صفیر
(غزلیات، ب د، ۱۰۰)

ہم صورت (ـ ع) صفت، ہم + صورت (رک)، : اس جگہ صورت = طرح، کے معنی میں استعمال ہوا ہے (جیسے ہمشبیہ، شبیہ کے معنی میں) ؏
آپ یہ وقفِ تپش ہمصورتِ سیماب ہے
(برگِ گل، ب ا، ۱۷۵)

ہم عصر (ـ ع) صفت، ہم + عصر (رک) : ایک زمانے کے، ایک وقت کے، دوسرے لوگ جو پیشے یا کاروبار کے اعتبار سے مشترک ہیں ؏
جتنے ہیں ہم عصر دیکھیں غور سے
(پنجۂ فولاد، ب ا، ۹۵)

ہم عناں/ہمعناں (ـ ع) صفت، ہم + عناں (= گھوڑے کی باگ) : سفر کا ساتھی ؏
مہر و ماہ و مشتری کو ہم عناں سمجھا تھا میں
(۱۴۱، ب ج، ۱۸)

ہم قسمت (ـ ع) صفت، ہم + قسمت (رک) : ایک سی تقدیر رکھنے والا ؏
تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
(والدۂ مرحومہ، ب د، ۲۲۹)

ہم کلام (ـ ع) صفت، ہم + کلام (= گفتگو) : مخاطب ؏
آ کر ہوا امیرِ عساکر سے ہمکلام
(جنگِ یرموک، ب د، ۲۴۷)

ہم کلامی (ـ ع ف) مؤنث، ہم کلام (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) : باہم دو آدمیوں کی طرح تخاطب یا گفتگو کرنا ؏
ہم کلامی ہے غیریت کی دلیل
(خطِ منظوم، ب ا، ۱۶۳)

ہم کنار/ہمکنار (ـ ف) صفت، ہم + کنار (= گود، بغل) : گود میں لیے ہوئے، بغلگیر ؏
ہر حال اشکِ غم سے رہی ہمکنار تو

(شمع، ب د، ۴۴)

ہم کناری (ـ ف و ـ) مونث، ہم کنار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)، بغلگیر ہونے کی صورت ہے
یہ آب جُو کی روانی یہ ہم کناری خاک
(قرارہ، ض ک، ۱۲۶)

ہم نام (ـ ف) صفت، ہم + نام (رک)، وہ دو اشخاص جن کا نام ایک ہو (رک اقبال کا ہمنام ہوں)

ہم نبرد (ـ ف) صفت، ہم + نبرد (= لڑائی، جنگ)، دست و گریباں، صف آرا، جنگ آزما ہے
تمیز نکر ہوئی خزاں تیرے گلشن سے ہم نبرد
(شبلی و حالی، ب د، ۲۲۲)

ہم نشیں / ہمنشیں (ـ ف) صفت، ہم + نشیں، مصدر (نشستن (= بیٹھنا) سے فعل امر.
: پاس اٹھنے بیٹھنے والا، دوست ہے
نہ پوچھ اے ہم نشیں مجھ سے وہ چشم سُرمہ سا کیا ہے
(۲۳، ب ج، ۵۵)

: رفیقِ کار ہے
ہو تخیل کا نہ جب تک فکرِ کامل ہم نشیں
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

ہم نفس / ہمنفس (ـ ع) صفت، ہم + نفس (رک)
: ایک ساتھ سانس لینے یا زندگی بسر کرنے والا، ساتھی، رفیق ہے
ہم نفس میرے سلاطین کے ندیم
(پیر و مرید، ب ج، ۱۳۸)

: ہم نوا (رک) ہے
یہی ہے ہم نفسو اس چمن میں خاموشی
(غزلیات، ب د، ۱۳۹)

ہم نوا / ہمنوا (ـ ف) ہم + نوا (رک)
: شاعری میں ہم رنگ اور تخیل میں ہمسر ہے
گلشن دہر میں تیرا ہم نوا خوابیدہ ہے
(مرزا غالب، ب د، ۲۶)

: ایک ساتھ بولنے والا، آواز میں آواز ملانے والا ہے
میں اس کا نوا ہوں وہ میری ہمنوا ہو
(ایک آرزو، ب د، ۴۷)

: صحبت اور محفل کا ساتھی
ہم نوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

ہم نوایان : ہم نوا (رک) کی جمع ہے
قصۂ گل ہم نوایانِ چمن سنتے نہیں
(مسلم، ب د، ۱۹۰)

ہم وطن (ـ ع) صفت، ہم + وطن (رک)، ایک سر زمین کے باشندے ہے
ہم وطن غربت میں آکر مل گئے
(رباعیات، ب ا تیسرا ایڈیشن، ۳۲)

ہم (ار) ضمیر جمع متکلم
: میں اور میرے ساتھ دوسرا بھی ہے
کہ ہم تو رسم محبت کو عام کرتے ہیں
(غزلیات، ب د، ۱۳۱)

: ہمارے اسلاف، ماضی کے مسلمان ہے
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

: میں کی جگہ ہے
امراِ نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۲)

ہم نچوڑیں گے دامن : یہ ایک نظم کی سرخی ہے جو کشمیری گزٹ (دسمبر ۱۹۱۱ء) میں شائع ہوئی تھی اور جو اقبال نے کسی محبوب کے دریا میں غوطہ لگا کر نکلنے کے بعد ایک دوست کی فرمائش پر نو دس منٹ میں قلم برداشتہ کہی تھی
(ب ا، ۹۳)

ہم نہ رہے دل نہ رہا : جب ہمارا دل اگلوں کی طرح خدا و رسولؐ کی محبت میں سرشار نہیں رہا تو ہمارا ہونا نہ ہونا برابر ہے ہے
حسرت کہ وہ نہ رہے ہم نہ رہے دل نہ رہا
(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

ہُما (ف) مذکر، ایک پرندہ جس کے متعلق یہ خیال ہے

کہ جس کے سر پر گزر جائے اسے بادشاہت مل جاتی ہے۔

ہُما کا ہے شکاری: کنایۃً (دیکھیے)، دنیا پر بادشاہت کرنے کا حق ہے ع

تو ہما کا ہے شکاری ابھی ابتدا ہے تیری

(۲۲، ب ج، ۴۵)

ہُمائے اَوجِ سعادت (ہ - ف ع ع ع) مذکر، ہما + ے (علامت اضافت) + اَوج (رک) + اضافت + سعادت (رک)؛ خوش بختی کے آسمان کا ہُما، وہ ہما جو خوش نصیبی کے آسمان سے آیا ہے ع

ہما ے اَوجِ سعادت ہوا شکار اپنا

(ہمارا تاجدار، ب ا، ۲۰۶)

ہمارا (ار) ضمیر جمع متکلم: میرا اور میرے ہم عقیدہ لوگوں کا وطن یا ملکیت وغیرہ، ہماری قوم کا، ہمارے اسلاف کا، ہمارے قافلے یا لشکر کا (رک ترانہ ملی، ہر شعر کی ردیف)

ہمارا تاجدار: یہ اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو زمانہ کانپور کے "دربار شاہی نمبر" ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ نظم ہز امپیریل مجسٹی جارج پنجم کی تاجپوشی کے دربار (بمقام دہلی) کی یادگار میں لکھی گئی تھی۔ اس کے بعد مخزن لاہور جنوری ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی

(ب ا، ۲۰۶)

ہماری (ار) ہمارا (رک) کی تانیث ع

نہیں ممکن کہ تو پہنچے ہماری ہم نشیں بن کر

(پھولوں کی شہزادی، ب د، ۲۴۳)

ہمالہ (س) مذکر، ہم (= برف) + الہ (آلے = گھر، ستھان): دنیا کے سب سے بڑے اور اونچے پہاڑ کا نام جو ہندوستان کے شمال میں واقع ہے اور جس کی بعض چوٹیوں پر ہمیشہ برف جمی رہتی ہے ع

اے ہمالہ اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

: یہ بانگِ درا میں علامہ کی ایک نظم کا عنوان ہے جو مئی ۱۹۰۱ء میں ماہنامہ مخزن لاہور کے پہلے نمبر میں شائع ہوئی تھی۔ یہ اس عہد کی نظم ہے جب اقبال جغرافیائی بنیاد پر وطن پرستی کے قائل تھے۔ اس نظم میں حبِّ ارضی کے ساتھ منظر کشی کی خصوصیات بھی پائے جاتے ہیں۔

(ب د، ۲۱)

: اس نظم کے آٹھ بند بانگِ درا میں شائع ہوئے ہیں اور ان کے علاوہ چار بند باقیاتِ اقبال میں چھپے ہیں۔ جب یہ پہلی دفعہ چھپی تو کل بارہ بند تھے

(ب ا، ۲۷۵)

ہمالہ کے چشمے: مراد وہ قومیں جو ہمالہ کے دامن میں آباد ہیں، خصوصاً اہلِ ہند (کہ وہ بھی غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لیے جوش و خروش میں آ گئے ہیں) ع

ہمالہ کے چشمے ابلنے لگے

(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۳)

ہماں (ف) ضمیر نیز اشارہ: وہی، یہی

ہماں بہتر کہ لیلیٰ در بیاباں جلوہ گر باشد
ندارد تنگنائے شہر تابِ حسنِ صحرائی

: یہی بہتر ہے کہ لیلیٰ بیابان میں اپنا جلوہ دکھائے کیونکہ شہر کے تنگدل لوگ جنگل کے حسن کی قدر نہیں کر سکتے

(تضمین بر شعر صائب، ب د، ۲۴۴)

ہماں فقیہِ ازل گفت جرّہ شاہیں را
بآسماں گردی با زمیں نہ پردازی

: اسی ازلی مفتی نے باز اور شاہین سے یہ کہا کہ تم اپنی ہمت بلند رکھنا اور پستی کی طرف مائل نہ ہونا (یعنی قوتِ بازو سے شکار کر کے روزی حاصل کرنا، اور زمین کے مردار خوار جانوروں کی نقل نہ کرنا)

(ملازادہ ۔۔۔ ۱۴، ار ح، ۲۴۶)

ہمایوں: یہ بانگِ درا میں علامہ کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے اپنے محترم دوست مسٹر جسٹس میاں شاہ دین ہمایوں مرحوم کی وفات پر لکھی تھی۔ میاں صاحب

۱۸۹۰ء میں ولایت سے بیرسٹری پاس کر کے آئے تھے اور اپنی ذاتی لیاقت کی بدولت جج ہائی کورٹ کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔ مرحوم نے ۱۹۱۸ میں وفات پائی۔ علامہ نے ان کی یاد میں یہ نظم کہی۔ اس کے علاوہ علامہ نے فارسی میں ان کی دو تاریخیں بھی نکالیں جو زیر نظر فرہنگ اقبال کے حصۂ فارسی میں درج ہیں۔

: لاہور کے ایک ماہنامے کا نام جو جسٹس شاہ دین مرحوم کی وفات کے بعد ان کے فرزند میاں بشیر احمد نے (جو کچھ مدت پہلے سفیر دولت پاکستان متعینہ جمہوریۂ ترکی تھے) اپنے والد کی یادگار میں جاری کیا تھا

(ہمایوں، ب د، ۲۵۴)

ہمّت (ع) مونث: بلند ارادہ، جرأت ؏
واقف نہیں تو ہمّت مرغان ہوا سے
(ایک مکالمہ، ب د، ۲۱۹)

ہمّت افزائی (ـ ف ف) مونث: ہمّت + افزائی (رک): ہمّت بڑھانا، شہ دینا ؏
قطع تیری ہمّت افزائی سے یہ منزل ہوئی
(والدۂ مرحومہ کی یاد میں، ب ا، ۲۷۲)

ہمّت خواہ (ـ ف) صفت، ہمّت + خواہ (رک): طالبِ ہمّت ؏
نہ ہے بیدار دل پیری نہ ہمّت خواہ برنائی
(تضمین بر شعر صائب، ب د، ۲۴۴)

ہمّتِ عالی (ـ ع) مونث: بلند اور اونچا ارادہ ؏
ہمّت عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول
(خضر راہ، ب د، ۲۶۳)

ہمچو نے از نیستان خود حکایت میکنم

(ف)، ہمچو (= مثل) + نے (= بانسری) + از (= سے) + نیستان (اصلاً نَیستان: بانسریوں کے بانسوں کا جنگل + اضافت + خود (= اپنا) + حکایت (= بیان) + میکنم (= کرتا ہوں) (یہاں بانسری سے رُوح کا اور نیستان سے عالم ارواح کا استعارہ کیا ہے

یعنی) میری رُوح بھی عالم ارواح سے اپنی جدائی کا حال (یا درد) بیان کرتی ہے (مولانا رُوم کی مثنوی کے اس شعر سے ماخوذ ہے "بشنو از نے چوں حکایت میکند۔ از جدائیہا شکایت میکند"
(رگل پژمردہ، ب د، ۵۱)

ہمَدانی (ف ف) صفت، ہمَدان (= ایران کے ایک مشہور شہر کا نام) + ی (لاحقۂ نسبت): ہمدان کا باشندہ ؏
گو شعر میں ہے رشک کلیم ہمدانی
(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

ہمدردی (ف) مونث: رک "ہم" جس کے تحت یہ درج ہے
: یہ بانگ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے بچوں کے لیے کہی ہے اور جس میں انھوں نے اپنے اور پرائے ہر ایک سے ہمدردی کا برتاؤ کرنے کا سبق دیا ہے۔ یہ نظم مشہور انگریز شاعر "ولیم کاؤپر" کی ایک نظم سے ماخوذ ہے ولیم ۱۷۳۱ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۰۰ء میں وفات پائی
(ب د، ۳۵)

ہمہ (ف): سب (اردو میں بطور ترکیب مستعمل)۔

ہمہ اوست: لفظی معنی۔ سب میں وہی وہ ہے۔ مراد تصوف میں وصال ذات کی وہ منزل جہاں سالک کو ہر چیز میں اور خود اپنے میں تجلّی ایزدی نظر آنے لگتی ہے اور وہ مست ہو کر انا الحق کہنے لگتا ہے ؏
محکوم ہو سالک تو یہی اس کا ہمہ اوست
(ملا زادہ، ۲، ا ح، ۳۸)

ہمہ تن (ـ ف) متعلق فعل، ہمہ + تن (= جسم): سراپا، سر سے لے کر پاؤں تک، مراد ہر وقت، ہر حال میں، پورے اعضائے جسم کے ساتھ، کلیۃً، بالکل ؏
ہمہ تن پائے در رکاب ہے تو

(یتیم کا خطاب، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۷)

ہمہ تن گوش (ـ ف ف)، ہمہ تن + گوش (= کان): سننے میں سراپا محو، کان لگا کر سننے والا ہے

نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں

(شکوہ، ب د، ۱۶۳)

ہمہ دانی (ف ف ف)، مونث، ہمہ (= سب کچھ)، داں، مصدر دانستن (= جاننا) سے فعل امر + ی (لاحقہ کیفیت)

: سب کچھ جاننا ہے

پیدا نہیں کچھ اس سے قصورِ ہمہ دانی

(زہد اور رندی، ب د، ۲۰)

: ہیچمدان دیگرے پست کا تصور یا گھمنڈ ہے

بیٹی تو ہیں مگر در دِ خیالِ ہمہ دانی

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

ہمہ سوز (ف ف)، صفت، ہمہ (= سب، کُل)، سوز (رک): کُل ماسوا اللہ کو جلا دینے والی (آگ) ہے

کہ مشتِ خاک میں پیدا ہو آتشِ ہمہ سوز

(خودی کی تربیت، ض ک، ۵۰)

: سب کے دل میں عشق کی آگ بھڑکا دینے والا ہے

عجب نہیں ہے اگر اس کا سوز ہے ہمہ سوز

(محراب گل افغان ۱۰، ض ک، ۱۷۱)

ہمیشہ (ف) ظرف: سدا، ہر وقت اور ہر زمانے میں ہے

ہمیشہ ورد زباں ہے علی کا نام اقبال

(ب ا، ۳۵۵)

ہمیں (ار): صرف ہم، ہم ہی ہے

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

ہمیں (ار): ہم کو ہے

نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی

(غزلیات، ب د، ۹۸)

ہند (ف) مذکر: ہندوستان، بھارت (تقسیم سے پہلے کا ذکر ہے) ع

یہ ہند کے فرقہ ساز اقبال آزری کر رہے ہیں گویا

(پیامِ عشق، ب د، ۱۳۰)

ہند کے دَرنشیں (ـ ار ف ف)، ہند + کے (رک) + در (رک) + نشیں، مصدر نشستن (= بیٹھنا) سے فعل امر: ہندوستان کے وہ مسلمان جو کفار کی اور انگریز ... افراد کی صحبت میں رہ کر روحِ اسلام سے بیگانہ ہو گئے ہیں

(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

ہند کے میخانے: ہندوستان کے وہ مراکز اور عباد صوفیائے کرام کی صحبتیں مراد ہیں جہاں جذبۂ ملی پرورش پاتا تھا ہے

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند

(۹، ب ج، ۱۲)

ہندستاں (رک ہندوستان۔)

پاسباں اپنا ہے تو دیوارِ ہندستاں ہے تو

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

ہندو (ف) مذکر: ہندوستان کی وہ قدیم قوم اور اس کا فرد جو مندر میں پوجا پاٹ کرتی ہے ہے

سنتا ہوں کہ کافر نہیں ہندو کو سمجھتا

(زہد اور رندی، ب د، ۵۹)

ہندوستاں (ف) مذکر، ہندو (رک) + ستان (= لاحقہ ظرفیت): مشہور ملک کا نام جو کوہ ہمالیہ کے جنوب اور پاکستان کے مشرق میں واقع ہے، انڈیا، بھارت ہے

اے ہمالہ اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں

(ہمالہ، ب د، ۲۱)

ہندوستانی بچوں کا قومی گیت: یہ بانگِ درا میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو فروری ۱۹۰۵ کے ماہنامہ مخزن لاہور میں شائع ہوئی تھی۔ یہ اس زمانے کی نظم ہے جب اقبال برصغیر میں ہندو مسلم اتحاد (رک ترانۂ ہندی) کے قائل تھے۔

(ب د، ۸۷)

: بانگِ درا میں اس نظم کے چار بند درج ہیں۔ ایک بند اس نظم میں اور تھا جو مخزن میں چھپا تھا۔ یہ بند باقیات میں درج ہے

(ب ا، ۵۴۳)

ہندی (ف) صفت : ہند + ی (لاحقۂ نسبت) : ہندوستان کا باشندہ ؎

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

(ترانۂ ہندی، ب د، ۸۳)

ہندی اسلام : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو حکومتِ برطانیہ کے دور میں بھارت میں رہنے والے مسلمانوں کی زندگی سے متعلق ہے۔ کہتے ہیں کہ ان میں وحدتِ افکار نہیں اور یہی ذہنی غلامی کی دلیل ہے۔ نماز روزے کی اجازت حاصل ہونے کو آزادی سمجھنا ان کی بھول ہے۔

(ض ک، ۳۵)

ہندی مسلمان : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے برِصغیر (قبل تقسیمِ ہند) کے مسلمانوں کی اس حالت کا ذکر کیا ہے جو ۱۹۳۶ء میں تھی کہ ہندو انھیں غدار کہتے تھے، انگریز (حکمراں) بے ہنری کے باعث بھکاری خیال کرتے تھے اور مسلمانوں کا ایک گروہ ان پر کفر کے فتوے لگاتا تھا

(ض ک، ۲۶)

ہندی مکتب : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جو انھوں نے ۱۹۲۵ء میں کہی تھی مگر آج بھی حرف بحرف درست ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ درس گاہوں کے طالب علموں کے سامنے خودی کا نام مت لو اس لیے کہ انھیں جو علوم پڑھائے جا رہے ہیں وہ ان میں محکومی کی خو پیدا کرتے ہیں اور محکوم کو خودی کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

(ض ک، ۷۷)

ہُنَر (ف) مذکر : فن، آرٹ، جوہر، کمال، لیاقت، صلاحیت ؎

جو تو بڑا ہے تو مجھ سا ہنر دکھا مجھ کو

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

ہُنَرمَند (ف) صفت، ہنر + مند (رک) : صاحبِ فضل و کمال ؎

کیوں خوار ہیں مردانِ صفاکیش و ہنرمند

(۱۶ ،ب ج، ۲۰)

ہُنَروَرانِ ہند : یہ ضربِ کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے برِصغیر (ہندو پاک) کے فنکاروں (مصوروں موسیقاروں اور شاعروں) کی ذہنیت پر تنقید کی ہے کہ ان کا فن قوم کا مقبرہ ہے جس میں زندگی اور بیداری کی روح نہیں ہوتی

(ض ک، ۱۲۸)

ہَنسی (ا) مؤنث ہنسنے کی کیفیت یا عمل، مسکراہٹ ؎

ہنسی گل کو پہلے پہل آ رہی تھی

(عشق اور موت، ب د، ۵۷)

ہَنسی اُڑانا (ا ار) : تضحیک کرنا، چبھتے ہوئے فقرے کہ کر زخم پر نمک چھڑکنا ؎

ہلالِ عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے

(عید پر شعر لکھنے الخ، ب د، ۲۱۳)

ہَنگام (ف) مذکر : وقت ؎

نورِ خورشید کے طوفان میں ہنگامِ سحر

(حسن و عشق، ب د، ۱۱۶)

ہَنگاموں کا محل (ا ار ع) مذکر، ہنگاموں (ہنگامہ (ف) + وں (ار) علامتِ جمع) + کا (رک) + محل (= توقع، سبب) : لڑائی جھگڑے کا سبب ؎

یہ اختلاف پھر کیوں ہنگاموں کا محل ہو

(جگنو، ب د، ۸۵)

ہَنگامہ (ف) مذکر : مجمع، بھیڑ، شور و غل، ہجوم ؎

ہنگامہ جس کے دم سے کاشانۂ چمن میں
(سلیمیٰ، ب د، ۱۲۱)

: جد و جہد ہے
اسی ہنگامے سے محفل تہ و بالا کر دیں
(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۰)

: چہل پہل، رونق ہے
تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی
(صقلیہ، ب د، ۱۳۳)

: معرکہ ہے
عرصۂ پیکار میں ہنگامۂ شمشیر کیا
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۰)

ہنگامہ آرا (- ف) ہنگامہ + آرا (رک) : سرگرمی عمل میں مشغول ہونے والا ہے
مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو
(نوید صبح، ب د، ۲۱۱)

ہنگامہ آرائی (رک) : چہل پہل، صحبتیں، انجمنوں اور جلسوں کی مشغولیتیں ہے۔
گو بہت لذت تری ہنگامہ آرائی میں ہے
(رخصت اے بزم جہاں، ب د، ۴۳)

ہنگامہ آفریں (- ف) صفت، ہنگامہ + آفریں، مصدر آفریدن (= پیدا کرنا) سے فعل امر: آمد و رفت، چہل پہل اور سرگرمی عمل سے قسم قسم کی حرکتیں پیدا کرنے والی ہے ہے
بستی زمیں کی کیسی ہنگامہ آفریں ہے
(رات اور شاعر، ب د، ۱۷۲)

ہنگامہ در دامن (- ف ف) صفت، ہنگامہ + در (= میں) + دامن (رک) : اپنے ساتھ زندگی کی چہل پہل لیے ہوئے ہے
آتی ہے مشرق سے جب ہنگامہ در دامن سحر
(نوید صبح، ب د، ۲۱۱)

ہنگامہ گستری (- ف ف) مونث، ہنگامہ + گستر، مصدر گستردن (= بچھانا، پھیلانا) سے فعل امر + ی (لاحقۂ کیفیت) : ہنگامے مچانے یا فتنے فساد برپا کرنے کا عمل ہے
کٹی ہے رات تو ہنگامہ گستری میں تری

ہنگامۂ حاضر (- ف ع) مذکر، ہنگامہ + ۂ (علامت اضافت) + حاضر (رک) : قوم کے موجودہ مسائل ہے
اور دل ہنگامۂ حاضر سے بے پروا ترا
(مسلم، ب د، ۱۹۵)

ہنگامۂ رنگ و صوت (- ف ف ع) مذکر، ہنگامہ + ۂ (علامت اضافت) + رنگ (رک)، + صوت (رک) : رنگ اور آواز کی چہل پہل اور رونق یعنی مادی ہے
یہ عالم یہ ہنگامۂ رنگ و صوت
(ساقی نامہ، ب ج ۱۲۸)

ہنگامۂ زمانہ : دنیا کے مصائب جن سے مسلمانانِ ہند دو چار ہیں ہے
گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامۂ زمانہ ہوا
(حضور رسالتمآب میں، ب د، ۱۹۷)

ہنگامۂ عالم (- ف ع) ہنگامہ + ۂ (علامت اضافت) + عالم (رک) : دنیا کے جھمیلے اور پریشانیاں ہے
کھینچ لایا ہے مجھے ہنگامۂ عالم سے دور
(خفتگانِ خاک سے استفسار، ب د، ۳۸)

ہنگامۂ عشرت (- ف ع) مذکر، ہنگامہ + ۂ (علامت اضافت) + عشرت (= عیش و آرام) : عیش و عشرت کی صحبتیں، سرور و نشاط کے جلسے ہے
مدتوں بیٹھا ترے ہنگامۂ عشرت میں میں
(رخصت اے بزم جہاں، ب د، ۴۳)

ہنگامۂ محشر (- ف ع) مذکر، ہنگامہ + ۂ (علامت اضافت) + محشر (= قیامت) : فساد عظیم، فتنہ و فساد کی شدید ہلچل ہے
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں
(سید کی لوح تربت، ب د، ۵۲)

ہنگامۂ محفل (- ف ع) مذکر، ہنگامہ + ۂ (علامت اضافت + محفل (رک) : وہ ہستی جس سے محفل

کی رونق وابستہ ہوتی ہے

ز حرمحفل ہے تو ہنگامۂ محفل ہوں میں

(شمع و شاعر، ب د، ۱۱۲)

ہنود (ع) صفت: ہندی (اردو میں غیر مستعمل) کی جمع، نیز ہندو (رک) کی جمع بطرز عربی ہے

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۳)

ہُو (ع) مونث: وہ آہ جو حالت شوق و مستی اور وجد میں منہ سے نکلے، جذبۂ عشق کے ابھار کی تحریک جو (ایسے عالم میں جسے شاعر بیان کر چکا ہے) تائید ایزدی کے بغیر ممکن نہیں، توفیق و تائید الٰہی ہے

تیرے دیوانے بھی ہیں منتظر ہُو بیٹھے

(شکوہ، ب د، ۱۹۹)

ہَوا (ع) مونث

: عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر جسے جاندار جسم پتوں کے ہلنے یا پنکھا وغیرہ جھلنے سے محسوس کرتا ہے وہ کبھی گرم اور ناگوار ہوتی ہے کبھی سرد اور خوشگوار ہے

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی تھیں

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

: خواہش، ہوس ہے

ہوائے بزم سلاطین دلیل مردہ دلی

(ایک خط کے جواب میں، ب د، ۲۳۹)

: خواہش نفس (رک اسیر حلقۂ دام ہوا)

: ماحول، رفتار ہے

عہد حاضر کی ہوا راس نہیں ہے اس کو

(رات اور شاعر، ب د، ۱۲۳)

ہوا بندھنا (۔ ار): ساکھ قائم ہونا، رعب جمنا، مقبول عام ہونا ہے

تیری ہوا بندھی ہے تو مر جھا گئے ہیں یہ

(چاند اور شاعر، ب ا، ۲۶۵)

ہوا کھانا (۔ ار)

: سیر کرنا، تازہ ہوا سے لطف اٹھانا ہے

اڑتے پھرنے خوشی سے کھائیں ہوا چمن کی

(پرندے کی فریاد، ب ا، ۲۸۷)

: زندگی بسر کرنا ہے

شہر کی کھائے ہوا بادیہ پیما نہ رہے

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۴)

ہوا کے زور سے (۔ ار ف) ہوا + کے (رک) + زور (= تیزی) + سے (رک): ہوا کے تیز چلنے اور دھکیلنے کی وجہ سے ہے

ہوا کے زور سے ابھرا بڑھا اڑا بادل

(ابر، ب د، ۹۱)

ہوا گیر (۔ ف) صفت، ہوا + گیر (رک): ہوا میں گشت لگانے والا، فضا میں اڑنے والا ہے

کرگس ہے ہوا گیر تو میں بھی ہوں ہوا گیر

(ایک مکالمہ، ب د، ۲۱۹)

ہوا لگنا (۔ ار): دماغ چل جانا، پر پرزے نکلنا، مغرور ہو جانا ہے

لو اس زباں دراز کو بھی اب ہوا لگی

(ب ا، ۵۸۵)

ہوا میں تیرنا (ار): فضاؤں میں اڑنا ہے

ہوا میں تیرتے پھرتے ہیں تیرے طیارے

(دین اور تو، ب د، ۲۲۰)

ہوائے دشت (۔ ف ف) مونث، ہوا + ے (علامت اضافت) + دشت (رک)

: جنگل کی فضا، مراد پاک و صاف زندگی (جیسے ہوا پاک و صاف ہوتی ہے) ہے

ہوائے دشت و شعیب و شبانی شب و روز

(خودی کی تربیت، ض ک، ۵)

: مراد اس قوم کا موجودہ رجحان جو ابھی تک ترقی کے اعتبار سے جنگل کی مثل ہے ہے

ہوائے دشت سے بوئے رفاقت آتی

(تخلیق، ض ک، ۱۰۱)

ہوائے عیش (۔ ف ع) مونث، ہوا + ے (علامت اضافت) + عیش (رک): عیش و آرام کی فضا، ہر قسم کی راحت اور آرام کا ماحول ہے

ہوائے تیشہ، میں پالا گیا جواں مجھ کو
(التجائے مسافر، ب د، ۹۷)

ہوائے نفس خور (- ساکن) مونث، ہوا + ے (علامت اضافت) + نفس (رک) + خور (رک): مراد خور کے سانس کی خوشبو ہے۔

سمتِ گردوں سے ہوائے نفسِ خور کبھی
(نوائے غم، ب د، ۱۲۵)

ہوا کرے: نہیں اس کے ہونے کی کوئی خوشی نہیں ہے۔

کہتے ہیں آج عید ہوئی ہے ہوا کرے
(اشکِ خوں، ب ا، ۷۶)

ہو بہو (ف) صفت: کسی چیز سے ایسا مشابہ کہ فرق نہ رہے، بعینہٖ، تشبیہ کی تاکید کے لیے مستعمل ہے۔

ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون
(داغ، ب د، ۹۰)

ہوتی جائے گی: رفتہ رفتہ ہوتی رہے گی ہے۔

ہوتی جائے گی تجھے آگاہی اسبابِ درد
(عقل شبیر خوار، ب ا، ۳۱۷)

ہو چکا (ار): نہیں ہوگا، نہیں ہو سکتا ہے۔

آہ اس بستی میں اب میرا گزارا ہو چکا
(صدائے درد، ب ا، ۲۹۴)

ہو چکنا (ار): ختم ہو جانا، نبڑ جانا ہے۔

مئے شبانہ کی کمستی تو ہو چکی لیکن
(۴۵، ب ج، ۶۶)

ہو رہنا (ار): چھپ جانا ہے۔

دے کے جھلک سی آپ تو پردے میں ہو رہے
(ب ا، ۴۴۴)

ہوس (ف) مونث
: لالچ، حرص ہے۔

ہوسِ بالائے منبر ہے تجھے رنگیں بیانی کی
(تصویرِ درد، ب د، ۷۳)

: ملنے کی تمنا، تلاش ہے۔

روح کو لیکن کسی گم گشتہ شے کی ہے ہوس
(بچہ اور شمع، ب د، ۹۴)

: خواہش، آرزو ہے۔

ہوس بھی ہو تو نہیں مجھ میں ہمتِ تگ و تاز
(ایک خط کے جواب میں، ب د، ۲۳۹)

ہوس انگیز (- ف) صفت، ہوس + انگیز (رک): دل میں یہ لالچ پیدا کرنے والی کہ اسے اٹھا لیا جائے یا چھوا چھیڑا جائے ہے۔

جو ترش آنکھوں کے آگے ہو ہوس انگیز ہے
(عقل شبیر خوار، ب ا، ۳۱۸)

ہوس ناکی / ہوسناکی (- ف ف) مونث، ہوس + ناک (لاحقہ صفت فاعلی) + ی (لاحقہ کیفیت): بہت ہوس کرنے کا عمل، منہیات میں ملوث ہونے کی طرف بہت رغبت ہے۔

رقابت خرد فروشی ناشکیبائی ہوسناکی
(تہذیب حاضر، ب د، ۲۲۵)

ہوش (ف) مذکر
: باخبر یا اپنے حواسوں میں ہونے کی کیفیت (رک ہوش اڑ جانا)
: عقل ہے۔

خدا نے ہوش دیا متفق ہوئے سارے
(فلاح قوم، ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۳۰)

ہوش اڑ جانا: ڈر سے بد حواس ہو جانا ہے۔

نگاہ گرم کہ شیروں کے ہوش اڑ جائیں
(۶، ب ج، ۳۰)

ہوش آنا (- ار): غفلت، اجو گذا اور بے حسی دور ہونا ہے۔

بعد مدت کے ترے رندوں کو پھر آیا ہے ہوش
(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۸)

ہوش ربا / ہوشربا (- ف) صفت، ہوش + ربا (رک): مدہوش بنا دینے والی ہے۔

ہاں بتا دے وہ مئے ہوش ربا کون سی ہے
(فریاد امت، ب ا، ۱۶۱)

ہوش کا دارو (ف ار ف) ہوش (رک) + کا (رک): ایسی شراب جسے پی کر آدمی مدہوش نہیں

ے عموماً مونث مستعمل ہے علامہ نے مذکر استعمال کیا ہے

ہوتا ہے

ہوش کا دارو ہے گویا مستیٔ تسنیمِ عشق

(سوامی رام تیرتھ، ب د، ۱۱۴)

ہوش مَند (ف) صفت، ہوش + مند (لاحقۂ صفت): عقل رکھنے والا ہے

یہ کوئی دن کی بات ہے اے مردِ ہوشمند

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

ہوش میں ہونا: مراد لذتِ عشقِ خدا و رسولؐ سے محروم ہوتا ہے

تو ہے ابھی ہوش میں، میری نظر کا قصور؟

(غزل، ض ک، ۵۲)

ہوش یار / ہوشیار (ف) صفت، ہوش + یار (= ساتھی)

: ہوش و حواس کے ساتھ کام کرنے والا، مراد سرگرمِ عمل ہے

سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

(مارچ ۱۹۰۷ء، ب د، ۱۴۰)

: (کلمۂ تنبیہ) ہوش و حواس سے کام لو، کان کھول کر سن لو ہے

سالک رہ ہوشیار سخت ہے یہ مرحلہ

(۵۳، ب ج، ۲۷)

ہوش یاری / ہوشیاری (ف) مونث، ہوشیار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت) ہوش میں ہونا، نشے میں نہ ہونا ہے

جو ہوشیاری و مستی میں امتیاز کرے

(غزلیات، ب د، ۱۰۶)

ہوگا (ار)

: شاید کہ ہے (مگر ہمیں معلوم نہیں) ہے

ہوگا یہ کسی اور ہی اسلام کا بانی

(زہد اور رندی، ب د، ۶۰)

: مستقبل میں کسی فعل کے وقوع کی علامت ہے

موت جب آئے گی اس کو تو وہ خنداں ہوگا

(ب ا، ۳۸۷)

: ماضی میں کسی فعل کے وقوع کے لیے ہے

شاید اس بزم میں اقبال غزل خواں ہوگا

(ب ا، ۳۸۸)

ہوگیا آنکھوں سے پنہاں: روپوش ہوگیا۔ پہلے جو نظر آتا تھا وہ اب نظر نہیں آتا، امام غائب (حضرت مہدی) مراد ہیں ہے

ہوگیا آنکھوں سے پنہاں کیوں ترا سوز کہن

(کفر و اسلام، ب د، ۲۴۰)

ہولی (ار) مونث: ہندوؤں کے ایک تہوار کا نام جس میں ایک دوسرے پر رنگ ڈالتے ہیں۔

ہولی کھیلنا: ہولی کے تہوار میں ایک دوسرے پر رنگ ڈالنے کا کھیل کھیلنا ہے

مگر زیرِ زمیں کھیلی ترے کشتوں نے ہولی ہے

(غزل، ب ا، ۴۰۶)

ہولی ہے: ہوگئی ہے ہے

پتا میرا بتانے کو قیامت ساتھ ہولی ہے

(غزل، ب ا، ۴۰۴)

ہُوں (ار): رہتی ہوں، موجود ہوں ہے

ہوں زمیں پر گزر فلک پہ مرا

(عقل و دل، ب د، ۴۱)

ہونا (ار): پایا جاتا ہے

تم سا کوئی نادان زمانے میں نہ ہوگا

(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۲۹)

: ایک حالت سے کسی اور حالت میں پڑنا، ایک طرف سے کسی اور طرف توجہ کی مبذولی عمل میں آنا ہے

: بچ گئے جو ہو کے بے دل سوئے بیت اللہ پھرے

(ایک حاجی مدینے کے راستے میں، ب د، ۱۹۱)

: پیدا ہوتا ہے

تو فروزاں ہے کہ پروانوں کو ہو سودا ترا

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۸۴)

: بن جانا، دوسری شکل اختیار کر لینا ہے

میں وہی ہوں ہو گیا تھا جس کا دل صبحِ الست

(ب ا، ۴۵۲)

: ہونے والا ہے

ہو رہے گا مری قسمت میں جو ہونا ہو گا

(ب ا، ۴۵۵)

: وجود، ہستی ہے

آپ کا ہونا بھی اپنی گردشِ ایّام ہے

(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۳)

ہونٹ (ا ر) مذکر: منہ کے باہر کا اُوپر اور نیچے کا حصہ جو بولنے اور کھانے میں حرکت کرتا رہتا ہے ہے

نَی ہلتے ہوئے ہونٹوں پہ صدائے زنہار

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۸)

ہونے کو (ا ر): برائے نام، کہنے کے لیے، ظاہری، نمائشی ہے

یوں تو ہونے ہیں یار ہونے کو

(ب ا، ۴۳۴)

ہونے کو تو ہے: دیکھنے میں تو ایسا ہے، کہنے کو یا نام کو تو یہ بات ہے (مگر موثر نہیں) ہے

ورنہ ہونے کو تو آنسو بھی ہے دریا اپنا

(فریادِ امت، ب ا، ۱۲۰)

ہوئی جُنبش عیاں رک جُنبش عیاں ہونا۔

ہُویدا (ف) صفت: ظاہر، نمایاں ہے

تیری آنکھوں پر ہُویدا ہیں مگر قسمت کے راز

(طفلِ شیر خوار، ب د، ۶۷)

ہو یقیں مُردہ تو ہے سنگ بھی تجھ سے بہتر:

یہ مصرع کلامِ اقبال کے دلدادہ ایک بزرگ کی بیاض میں اس طرح درج ہے ـــ ہو یقیں مردہ تو سنگ تجھ سے ہے بہتر سربار

(خطاب بہ مسلم، ب ا، ۲۲۳)

ہے (ا ر): کلمۂ ربط اور بعض کے نزدیک مصدر "ہونا" سے فعلِ ناقص: کسی بات کے وجود کا اقرار کرنے کے موقع پر مستعمل ہے

مرید پیرِ نجف ہے غلام ہے تیرا

(التجائے مسافر، ب ا، ۳۴۶)

ہے خُوں تیری رگوں میں اب تک رواں ہمارا

: آج بھی حجاز کی سرزمین کا ذرہ ذرہ (یعنی اس خطے کی تاریخ) اس بات کی شہادت دے گا کہ حجاز کی حرمت بڑھانے کے لیے ہم مسلمانوں نے یعنی ہمارے اسلاف نے کتنی جانیں قربان کی ہیں۔

(ترانۂ ملی، ب د، ۱۵۹)

ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی:

دیدارِ الٰہی کی اصل یہ ہے کہ مادی آنکھوں سے اس کے دیکھنے کی کوشش اور تمنا نہ کی جائے

(غزلیات، ب د، ۱۰۲)

ہے غضب (ر ـ ع)، ہے + غضب (رک)؛ ستم ہوا، بڑی بے جا بات ہے، بڑے افسوس کا مقام ہے ہے

بدلے یک رنگی کے یہ ناآشنائی ہے غضب

(صدائے درد، ب د، ۴۲)

ہے قوم جسم سلطنت اس میں الخ: ان الفاظ سے شروع ہونے والا قطعہ ماہ نامہ "زمانہ" کانپور (جولائی ۱۹۲۰ء) میں شائع ہوا تھا

(ب ا، ۴۶۵)

ہے کہاں؟: کیوں نہیں آتا، آنے میں کیوں دیر کر رہا ہے ہے

ہے کہاں روزِ مکافات اَے خدائے دیر گیر

(ابلیس نامہ... ح ۳۶)

ہے یہ توحید اور میں عیسائی: یہ مصرع محلِ تشبیہ میں ہے، یعنی جس طرح عیسائی توحید سے بھاگتا ہے

(ب ا، تیسرا ایڈیشن، ۵۵)

ہی (ا ر) کلمۂ حصر ہے

گزر ہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا

(ہمالہ، ب د، ۲۲)

: فقط، صرف ؎

یہ چھالیا ہی ذرا توڑ کر دکھا مجھ کو

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

ہیبت (ع) مونث : دبدبہ، رعب، خوف۔

ہیبت ناک خاموشی (ع ف ف) ہیبت + ناک (کلمۂ نسبت) + خاموشی (= سکوت) : ایسا سناٹا جس میں دل دھڑکے، جس کو دیکھ کر رعب و جلال طاری ہو، خوفناک سناٹے کی کیفیت ؎

حسن کوہستاں کی ہیبت ناک خاموشی میں ہے

(بچہ اور شمع، ب د، ۹۳)

ہیچ (ف) صفت : قلیل، ناکارہ، نکما، ناچیز ؎

ہو خود جو ہیچ کیا وہ کسی کا بھلا کرے

(جہاں تک ہو سکے نیکی کرو، ب ا، ۳۵۵)

ہیچ کارہ (ف ف ف) صفت، ہیچ (= قلیل، معدوم) + کار (= کام) + ہ (لاحقۂ صفت) : بیکار، جو کسی کام کا نہ ہو، بے عمل ؎

مگر یہ حوصلۂ مرد ہیچ کارہ نہیں

(۲۱، ب ج، ۴۴)

ہیچ مقداری (ف ع ف) مونث، ہیچ + مقدار (= اندازہ) + ی (لاحقۂ کیفیت) ؎

کیوں گرفتار طلسم ہیچ مقداری ہے تو

(شمع اور شاعر، شمع، ب د، ۱۹۳)

ہیرا (ا) مذکر

: جواہرات میں ایک قیمتی جوہر جس کا ریزہ، شیشے اور جگر وغیرہ کو کاٹ دیتا ہے، الماس، مراداً قیمتی جواہرات اور دولت ؎

ترکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا

(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۰)

: دل مستعار (قب ترشا ہوا) ؎

سینے میں ہیرا کوئی ترشا ہوا رکھتا ہوں میں

(عاشق ہرجائی، ب د، ۱۲۳)

ہیگل (جر) مذکر، اٹھارویں انیسویں صدی کے وسط میں ایک مشہور جرمن فلسفی، یہ اکثر مسائل میں افلاطون کے فلسفے سے ملتی جلتی بات کہتا تھا ؎

ہیگل کا صدف گہر سے خالی

(ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، ض ک، ۱۸۶)

ہینگ (ا) مونث : ایک درخت کا گوند جس میں بہت تیز مہک ہوتی ہے اور جو ماش کی دال وغیرہ میں تھوڑی سی ڈال کر کھاتے ہیں ؎

آغا بھی لے کے آتے ہیں اپنے وطن سے ہینگ

(ظریفانہ، ب د، ۲۸۴)

ہیئت (ع) مونث : صورت، ڈول، ڈھانچہ، خاکہ ؎

چاہیے تو بدل ڈالے ہیئت چمنستاں کی

(انسان، ب د، ۱۷۹)

ی

ی (ف ا) اسمِ کیفیّت کی علامت، جیسے مجبوری (التجائے مسافر، ب د، ۹۶)، تانیث کی علامت، جیسے تیری (نصیحت، ب د، ۱۶۰)، صفت کے لیے، جیسے سکندری (پیامِ عشق، ب د، ۱۳۰)

ے (ف) علامتِ اضافت ہے۔

سوئے خلوت گاہِ دل دامن کشِ انساں ہے تُو
(ہمالہ، ب د، ۲۲)

یا (ف) کلمۂ تردید: اکثر دو خبروں کے جمع ہونے کو رد کرنے اور دو میں سے ایک کو خاص کرنے کے لیے مستعمل ہے ہے۔

مآلِ حسن کی یا مل گئی خبر تجھ کو
(ستارہ، ب د، ۱۴۷)

یا اپنا گریباں چاک: اگر وصال نہ ہوا تو میرا گریبانِ جنوں کا تو چاک رہے گا ہے۔

یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ یزداں چاک
(۱۸، ب ج، ۴۲)

یا دامنِ یزداں چاک: اگر وصال ہو گیا تو پھر میں اس کا دامن نہیں چھوڑوں گا ہے۔

یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ یزداں چاک
(۱۸، ب ج، ۴۲)

یاب (ف): مصدر یافتن (= پانا، پالینا) سے فعل امر۔ مرکبات میں مستعمل ہے اور صفت کے معنی دیتا ہے (رک ظفریاب)

یاجوج اور ماجوج: پرانے زمانے میں دو قومیں تھیں جو فارس میں گھس کر تباہی مچایا کرتی تھیں قرآن پاک میں ان قوموں کے برباد ہو جانے کی پیشین گوئی کی گئی ہے* اس جگہ ان کا ذکر فتنہ پرداز مفسد قوموں پر منطبق ہوتا ہے (قب۔ ینسلون) ہے۔

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

یاد (ف) مونث: ذکر، بار بار زبان پر اور تصور میں لانے کا عمل ہے۔

یہ ہے اقبالؔ فیضِ یادِ نامِ مرتضیٰ جس سے
(غزلیات، ب ا، ۲۴۸)

یادِ ایامِ گزشتہ (د ۔ ع ف) مونث: یاد + اضافت + ایام (رک) + اضافت + گزشتہ (رک): گزرے ہوئے دنوں کی یاد، مراد اُس زمانے کا تصور یا خیال جبکہ اقبال کے اسلاف غیر مسلم برہمن کشمیری تھے اور بتوں کی پرستش کرتے تھے ہے۔

یادِ ایامِ گزشتہ مجھے شرماتی ہے
(رباعیات، ب ا، ۳۲)

یاد آنا (د ۔ ا): گزری ہوئی باتوں کا تصور ہونا، بیتی ہوئی حالت کا خیال دل میں گزرنا ہے۔

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۷)

یادگار (ف) مونث: وہ چیز جو کسی کی نشانی کے طور پر رکھیں اور اس کو دیکھ کر وہ شخص یاد آئے، نشانی ہے۔

انھیں کی شاخِ نشیمن کی یادگار ہوں میں
(عید پر شعر لکھنے الخ، ب د، ۲۱۳)

: اولاد، بیٹا، پوتا وغیرہ ہے۔

پالے تخت یادگارِ تیم پیغمبر زمیں
(دربارِ بہاولپور، ب ا، ۱۸۵)

یاد نہیں (ف ا): (روزمرّہ): تجھ کو یاد ہے ہے۔

ہم وہی سوختہ ساماں ہیں تجھے یاد نہیں
(شکوہ، ب د، ۱۶۸)

یار (ا) مذکر: دوست، محبوب، مراد محبوبِ حقیقی، خدائے تعالیٰ ہے۔

ہر رہ گزر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ
(غزلیات، ب د، ۹۸)

---

* سورۃ انبیاء

یارا (ف) مذکر: طاقت ہے

ضبط کی تاب نہ یارائے خموشی مجھ کو

(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۰)

یاراں (ف) یار (= دوست) کی جمع ہے

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

(مومن، ض ک، ۴۵)

یارب (ع ع) یا کلمۂ ندا (= اے) + رَب (= پالنے والا، خدائے تعالیٰ)

: اے پالنے والے، اے خدائے تعالیٰ ہے

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب

(بچے کی دعا، ب د، ۴۳)

: تعجب اور حیرت کے مقام پر، اے اللہ!

یارب! یہ ساغرِ لبریز کی مے کیا ہوگی

(دل، ب د، ۶۱)

: خدا کرے (اگرچہ کلمہ ندا ہے مگر دعا کے مقام پہ بھی مستعمل ہے)

ترے بلند مناصب کی خیر ہو یارب

(مناصب، ض ک، ۱۳۹)

: فریاد کی طرف اشارہ (نالہ، کا مضاف الیہ ہونے کی مناسبت سے) ہے

شام جس کی آشنائے نالۂ یارب نہیں

(فلسفۂ غم، ب د، ۱۵۶)

یارم از کشمیر: ان الفاظ سے جو شعر شروع ہوا اس سے لے کر آخر نظم تک فارسی کے اشعار ہیں جن کے مشکل لفظوں کا حل اس فرہنگ کے حصۂ فارسی میں دیکھیے

(شکریۂ انگشتری، ب ا، ۱۳۲، ۱۳۳)

یاری (ف ف) مونث، یار (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)

: دوستی ہے

اب تلک آپ کو اے جان نہ یاری آئی

(ب ا، ۵۹)

یاس (ع) مونث: ناامیدی ہے

یاس و امید کا نظارہ جو دکھلاتی ہو

(صبح کا ستارہ، ب د، ۸۶)

یاسمن (ف) مونث: چنبیلی ہے

شمشاد گل کا بیری گل یاسمن کا دشمن

(ایک آرزو، ب ا، ۱۰۰، ۳)

یاں (ار) کلمہ ظرفیت: یہاں (رک) کی تخفیف۔

واں چاندنی ہے جو کچھ یاں درد کی کسک ہے

(جگنو، ب د، ۸۵)

یتیم (ع) صفت: بن باپ کا (لڑکا یا لڑکی) (رقیب دیوار یتیم) ہے

کشتی مسکین و جان پاک و دیوار یتیم

(خضرِ راہ، ب د، ۲۵۶)

یتیم کا خطاب ہلال عید سے: یہ ایک نظم کی سرخی ہے جو اقبال نے انجمن حمایت الاسلام لاہور کے سولھویں اجلاس میں پڑھی تھی جو ۱۹۰۱ء میں منعقد ہوا تھا۔

(ب ا، ۲۶، ۵)

یتیم ہاشمی (- ع ف) مذکر، یتیم + اضافت + ہاشم (آنحضرت صلعم کے پردادا) + ی (لاحقۂ نسبت)

: آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے

آستاں اس کو یتیم ہاشمی کا چاہیے

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۱)

یتیمی (ع ف) مونث، یتیم (رک) + ی (لاحقۂ کیفیت)

: بن باپ کا ہونے کی صورتِ حال ہے

تو بنا ہے گلیِ اشکِ یتیمی کے لیے

(نالۂ یتیم، ب ا، ۳۸)

یثرب (ع) مذکر: مدینۂ منورہ کا قدیم نام (رک بلاد اسلامیہ تحت الفاظ) ہے

دیکھ یثرب میں ہوا ناقۂ لیلیٰ بیکار

(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

یثرب کے چاند کا اپنے وطن سے نکلنا: آں حضرت صلعم کا مکۂ معظمہ سے مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کرنا ہے۔

یثرب کا چاند جس دم اپنے وطن سے نکلا

(شیشۂ ساعت کی ریگ، ب ا، ۱۷۹)

ید (ع) مذکر: ہاتھ۔

یدِ بیضا (- ع) مذکر، ید + اضافت + بیضا (دراصل: بیضاء = روشن): حضرت موسیٰ کی ہتھیلی جس میں یہ اعجاز تھا کہ جب وہ اسے اپنی بغل میں رکھ کر باہر نکالتے تھے تو اس سے چراغ کی طرح روشنی نکلتی تھی (اس کا واقعہ یُوں ہے کہ جب فرعون کی بیوی آسیہ نے حضرت موسیٰ کو دریائے نیل میں بہتے ہوئے ایک صندوق سے نکال کر پالنا شروع کیا اور فرعون کو کاہنوں کے کہنے کی وجہ سے شک ہوا کہ حضرت موسیٰ وہی نبی ہیں جو اسے برباد کردیں گے، تو اس نے موسیٰ کو قتل کر دینا چاہا۔ آسیہ نے سفارش کی اور کہا کہ اس بچے کے سامنے انگارے اور لعل ڈال دو، اگر یہ نبی ہیں تو انگارے پر کبھی ہاتھ نہ ڈالیں گے اور لعل اٹھائیں گے اور اگر نبی نہیں ہیں تو انگارے کو جو زیادہ چمکتا ہوا ہوتا ہے اٹھائیں گے۔ فرعون اس پر راضی ہو گیا۔ حضرت موسیٰ نے عام بچوں کی فطرت کے مطابق انگارا ہاتھ میں اٹھا لیا جس سے ہتھیلی میں چھالا پڑ گیا۔ یہی چھالا خشک ہونے کے بعد یدِ بیضا کی صورت میں نمودار ہوا اور داغ کی بجائے چراغ بن گیا۔ اس جگہ مراد یہ ہے کہ ان مرشدوں کے ہاتھ میں اعجاز و کرامات ہیں) ؎

یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

(غزلیات، ب د، ۱۰۴)

یراق (ت) مذکر: لڑائی کا سامان، ہتھیار، اسلحہ ؎

فقر جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے

(فقر و ملوکیت، ض ک، ۳۰)

یرموک: (رک) جنگ یرموک کا ایک واقعہ۔

یروشلم: بیت المقدس کا نام جو اب عیسائیوں اور یہودیوں کا قبلہ ہے ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کا قبلہ بھی یہی تھا ؎

عیسیٰ کے عاشقوں کا چھوٹا یروشلم ہے

(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب ا، ۳۳۸)

یزداں (ف) مذکر: خدائے تعالیٰ، چونکہ یہاں نُور کا ذکر ہے اور یزداں کو قدیم حکمائے ایران اصل نُور تصور کرتے تھے اس لیے رحمان اور خدا وغیرہ کی بجائے اس جگہ خدا کے معنی میں یزداں کا استعمال بلاغت کی جان ہے ؎

یزدانِ ساکنانِ نشیب و فرازِ تو

(آفتاب، ب د، ۴۴)

یزداں صفات (- ع) صفت: یزداں (= خالق) + صفات (رک): خدا کے اوصاف رکھنے والا ؎

خوار ہوا کس قدر آدمِ یزداں صفات

(زمین، ا ج، ۲۲)

یٰسین (ع) مونث: قرآن پاک کی ایک مشہور سورت کا نام جس کا آغاز اس کلمے سے ہوا ہے اور آں حضرت کو خدائے تعالیٰ نے اس لفظ سے مخاطب کیا ہے یہ کلمہ حروفِ مقطعات میں سے ہے جو اکثر سورتوں کے شروع میں آئے ہیں۔ ان حروف کے کچھ معنی تو نہیں مگر مفسرینِ قرآن نے کہا ہے کہ یہ اپنے محبوب سے حبیب کے اسرار ہیں جنھیں غیر نہیں سمجھ سکتا محبوب جانے اور اس کا حبیب۔ انھیں ایک طرح کے "کوڈ ورڈس" سمجھیے۔ یٰسین کی سورت جانکنی کے وقت پڑھی جاتی ہے جس سے نزع کی مشکل آسان ہو جاتی ہے، گویا محبوبِ الٰہی کا نام سن کر مشکل آسانی سے بدل جاتی ہے ؎

معنیِ یٰسیں ہے تو مفہوم اَوْ اَدْنیٰ ہے تو

(نالۂ یتیم، ب ا، ۴۳)

یعنی (ع) فعل: مراد یہ ہے، مقصد یہ ہے ؎

وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارا

(خطاب بہ جوانانِ اسلام، ب د، ۱۸۰)

یقین (ع) مذکر: وہ اعتبار و اعتقاد جو کسی کے شک میں مبتلا کرنے سے بھی دور نہ ہو ؎

آگیا اب اس صداقت کا مرے دل کو یقیں

(نالۂ فراق، ب د، ۷۷)

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم، یقیں + محکم (رک)

+ عمل (رک)، + پیہم + محبت (رک) + فاتحِ (رک) + اضافت + عالم (رک) : انسان کا یقین (کسی بھی خوف یا ہوس سے) متزلزل نہ ہو، پیہم (پے درپے یعنی منظم طور پر) عمل کرتا ہے اور اس کے دل میں (سب انسانوں کی) محبت ہو تو ساری دنیا فتح کر سکتا ہے (یہ تخیل امام زین العابدین علیہ السّلام کی دعا سے ثغور سے ماخوذ ہے جس میں آپ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی ہے (خلاصہ) اے مالک اگر تو چاہتا ہے کہ کل عالم میں تیرا نام لیا جائے تو مسلمانوں میں اتحاد، نظم و ضبط سے کام کرنے کی لگن اور افضل یقین پیدا کر دے)

(طلوعِ اسلام، ب د، ۲۷۲)

یک (ف) صفت عددی : ایک ہے

ہمسر یک ذرۂ خاک درِ آدم نہیں

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۹)

یک اندیش (ـ ف) صفت، یک + اندیش، مصدر اندیشیدن (= سوچنا) سے فعل امر) : خیال میں ایک کو جگہ دینے والا (ہمہ وقت) ایک محبوب کے متعلق سوچنے والا ہے

دل ہے یک بین و یک اندیش تو پروا کیا ہے

(ب ا، ۸۰۱، ۹۰۵)

یک بار (ـ ف) صفت، یک + بار (رک بار ۳) : ایک دفعہ، ایک دم سے، (دونوں کے اجتماع کے باعث) ایک ساتھ ہے

ہماری بزم کی یکبار بڑھ گئی توقیر

(خیر مقدم، ب ا، ۱۰۲)

یک بیں (ـ ف) صفت، یک + بیں (رک) : ہر جگہ ایک ہی کو دیکھنے والی، ہر شے پر ایک زاویے سے نظر ڈالنے والی، مسجد مندر اور گرجا سب جگہ یکساں روشنی دینے والی، امتیاز نہ کرنے والی ہے

یک بیں تری نظر صفتِ عاشقانِ زار

(شمع، ب د، ۴۴)

یک جان : متحد ہے

جس کی تاثیر سے یک جان ہو امت ساری

(فریادِ امت، ب ا، ۱۶۱)

یک جائی / یکجائی (ـ ف ف) : (صفت) ایک + جا (= جگہ) + ئی (لاحقۂ نسبت) : ہرجائی کی ضد، کسی ایک کا ہو کر رہنے والا ہے

کسی یک جائی سے تم عہد غلامی کر لو

(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۱)

: (مونث) ایک جگہ اجتماع، خلوت، (تنہائی میں) صحبت ہے

لطف یکجائی کے سامانِ لذت بوس و کنار

(تعیش حرانی، ب ا، ۵۱۹)

یک جہتی (ـ ف ف) مونث، ایک + جہت (= سمت، رخ) + ی (لاحقۂ کیفیت) : اتحاد، اتفاق ہے

یعنی ہے یک جہتی ان کی حکومت کا شعار

(ب ا، ۸۴۶)

یک دانہ (ـ ف) مذکر : نہایت ہموار اور سڈول موتی، بے نظیر موتی ہے

قدر پہچانی نہ اپنے گوہرِ یک دانہ کی

(نانک، ب ا، ۲۳۹)

یک دم / یکدم (ـ ف) متعلق فعل، یک + دم (رک) : فوراً، فی الفور، اسی وقت ہے

آنکھ سے اڑتا ہے یکدم خواب کی مے کا اثر

(آفتابِ صبح، ب د، ۴۸)

یک رنگی / یکرنگی (ـ ف ف) مونث، یک + رنگ (= دل کا حال یا طرزِ عمل) + ی (لاحقۂ کیفیت) : اتحاد و اتفاق ہونا ہے

بدلے یک رنگی کے یہ ناآشنائی ہے غضب

(صدائے درد، ب د، ۴۲)

یک ساں / یکساں (ـ ف) کلمۂ تشبیہ، یک + ساں (= طرح) ہے

کعبے میں بتکدے میں ہے یکساں تری ضیا

(شمع، ب د، ۴۴)

یک سُو (- ف): ایک طرف، ایک گوشے میں، سب سے الگ ہے۔
ڈور ہنگامہ گزار سے یک سُو بیٹھے
(شکوہ، ب د، ۱۶۹)

یک گام (- ف) مذکر، ایک + گام (رک): ایک قدم ہے۔
رہ یک گام ہے ہمت کے لیے عرش بریں
(شب معراج، ب د، ۲۴۹)

یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دُور شد: میں ایک لمحے کے لیے (قافلے سے) غافل ہوا تھا کر اتنے میں میرا راستہ اتنا دُور ہوگیا جسے طے کرنے کے لیے سَو برس درکار ہیں (یعنی قافلہ بہت آگے نکل گیا)
(مسلمان اور تعلیم جدید، ب د، ۲۴۲)

یک نظر کردی و آداب الخ: (اے محبوب) تو نے مجھ پر ایک نگاہ ڈال کر محبت کے تمام آداب و رسُوم سے باخبر کر دیا، وہ دن کس قدر مبارک اور خوشگوار تھا جبکہ تو نے میرے جسم کو (محبت کی آگ میں) اس طرح جلا دیا جیسے آگ میں تنکا جل جاتا ہے
(وصال، ب د، ۱۲۰)

یک نفَس (- ع) صفت، یک + نفَس (رک): ایک سانس بھر، اتنی دیر جتنی دیر میں آدمی ایک سانس لیتا ہے، کم سے کم وقفے بھر ہے۔
میری بساط کیا ہے تب و تاب یک نفَس
(۵، ب ج، ۹)

یک نفَس دو نفَس: چند لمحات ہے۔
وہ بزم عیش ہے مہمان یک نفس دو نفس
(غزل، ض ک، ۸۵)

یکا یک (ف ف ف) کلمۂ مفاجاۃ، یک (رک) + ا (اتصال) + یک: ایک دم سے، ناگہاں ہے۔
یکایک دکھائی دیا چاندنا
(ماں کا خواب، ب د، ۵۶۳)

یکتا (ف) صفت: بے مثال، اپنے وجود اور خصوصیات کا اکیلا ہے۔
بزم میں اپنی اگر یکتا ہے تو تنہا ہُوں میں
(چاند، ب د، ۹۷)

یکتائی (ف ف) مونث، یکتا (رک) + ئی (لاحقہ کیفیت): بیمثال ہونے کی صفت، منفرد ہونے کی کیفیت ہے۔
اک جذبۂ پیدائی اک لذت یکتائی
(لالۂ صحرا، ب ج، ۱۲۱)

یکّہ (ار) مذکر: معمولی سڑک پر چلنے والی ایک چھوٹی گاڑی جس میں ایک گھوڑا جتا ہوتا ہے، تانگہ

یکّہ بان (- ف) مذکر، یکّہ + بان (رک): یکّے کو چلانے والا کوچوان ہے۔
نقصان یکّہ بان کا گھوڑے کے سُود میں
(ب ا، ۴۰۷)

یگانہ (ف) صفت: یکتا اور بے مثل ہے۔
یگانہ اور مثال زمانہ گُوناگُوں
(مدنیت اسلام، ض ک، ۴۹)

یلغار (ت) مونث: حملہ، دھاوا، مراد تحقیق و جستجو کا اقدام ہے۔
ہر اک منتظر تیری یلغار کا
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۸)

یم (ف) مذکر: دریا ہے۔
دمادم رواں ہے یم زندگی
(ساقی نامہ، ب ج، ۱۲۵)

یم سپر (- ف) صفت، یم (= سمندر) + سپر، مصدر سپردن (= طے کرنا، عبور کرنا) سے فعل امر: سمندروں میں لہرانے والا ہے۔
آزادہ پر کشادہ پری زادہ یم سپر
(پنجاب کا جواب، ب ا، ۲۱۶)

یمَن (ع) مذکر: عرب کا ایک علاقہ جس کے تمدن اور ثقافت سے اندلس کا علاقہ کافی متاثر ہے ہے۔

یورپ میں آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
(مسجد قرطبہ، ب ج، ۹۹)
ابریز اس علاقے میں بیش بہا لعل کی کانیں ہیں ؏
ہوئی عدن سے لعل ہوا ہے یمن سے دور
(رباعیات، ب ا، ۳۳)

یَنْسِلُوْن: یہ لفظ یاجوج ماجوج کی آیت (سورۂ انبیا) سے ماخوذ ہے۔ پوری آیت یہ ہے حتّیٰ اِذا فُتِحَت یاجوج وماجوج وہم من کلِّ حدبٍ ینسلون: یہاں تک کہ جب (قرب قیامت) کھولے جائیں گے یاجوج و ماجوج (یعنی ان کے لشکر) اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے یا پھسلتے ہوں گے (شاید اس زمانے کے یاجوج و ماجوج، روس اور امریکہ ہوں)
(ظریفانہ، ب د، ۲۸۹)

یورَپ (انگ) مذکر: مغربی ممالک پر مشتمل براعظم ؏
وہی اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

: یہ بال جبریل میں اقبال کے ایک قطعے کی سرخی ہے جس میں انھوں نے نطشے (فلسفی) کے اس اندیشے کی تائید کی ہے کہ یورپ کے ملک آپس میں لڑتے رہیں گے اور یہودی اپنی دولت کے بل پر حکومتوں پر قبضہ جمالیں گے
(ب ج، ۱۶۷)

یورَپ اور سوریا: یہ ضرب کلیم میں اقبال کے ایک قطعے کا عنوان ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ دنیا بڑی احسان فراموش ہے۔ سوریا (یعنی شام) نے یورپ کو ایک نبی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) عطا کیا اس کے صلے میں یورپ نے شام کو بدکاریوں کا سبق دیا
(ض ک، ۱۴۹)

یورَپ اور یہود: یہ ضرب کلیم میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں انھوں نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ مغربی تہذیب دم توڑ رہی ہے جس کے بعد کلیسا اور حکومت دونوں پر یہودی قبضہ جمائیں گے کیونکہ وہ بڑے دولتمند ہیں۔

(ض ک، ۱۳۹)

یورپ سے ایک خط: یہ بال جبریل میں اقبال کی ایک نظم کا عنوان ہے۔ بظاہر یہ ایک مفروضہ خط ہے جس میں اقبال نے اپنے مرشد رومی کا یہ پیغام ناظرین کو یاد دلایا ہے کہ مادہ پرستی کی بجائے خدا پرستی کو اپناؤ ورنہ یہ مادے کی پرستش ہی تباہی کا پیش خیمہ بن جائے گی
(ب ج، ۱۴۸)

یورپ کے کرگس: مغرب کی حرام خور قومیں ؏
یورپ کے کرگسوں کو نہیں ہے ابھی خبر
(ابی سینیا، ض ک، ۱۴۵)

یورِش (ف) مونث: حملہ ؏
ٹل نہیں سکتی غنیم موت کی یورش کبھی
(گورستان شاہی، ب د، ۵۰)

یورش بلغاری (-ف ف) مونث، یورش + اضافت + بلغار (مشہور ملک بلغاریہ) + ی (لاحقۂ نسبت): ریاستہائے بلقان کا ترکی پر چاروں طرف سے حملہ (جو ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۲ء تک جاری رہا) ؏
ہے جو ہنگامہ بپا یورش بلغاری کا
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۶)

یورش تاتار کا افسانہ (-ت ار ف) مذکر، یورش + اضافت + تاتار (مراد ترک) + کا + افسانہ (مراد واقعہ): مراد بغداد پر ترکوں کا حملہ جس سے سلطنت عباسیہ تو مٹ گئی مگر خود ترک مسلمان ہو کر اسلام کے علمبردار بن گئے ؏
ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۶)

یُوسُف (ع) حضرت یعقوب (نبی) (جن کا نام اسرائیل تھا) ان کے بیٹے۔ یوسف خود بھی نبی اور نہایت حسین وجمیل تھے۔ باپ ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ جس سے سوتیلے بھائی جلتے تھے۔ ایک دن وہ بہانہ کر کے یوسف کو گھر سے لے گئے، اور انہیں ایک

کنوئیں میں گرا دیا اور باپ سے آکر یہ کہہ دیا کہ یوسف کو بھیڑیا لے گیا۔ جب ایک قافلے نے یوسف کو کنوئیں سے نکالا تو ان بھائیوں نے یوسف کو اپنا غلام بتا کے قافلے کے ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اس شخص نے بازار مصر میں من مانی قیمت لے کر فروخت کر دیا اور اس طرح یوسف بادشاہ مصر کے محل میں پہنچ گئے جس کا نام عزیز تھا۔ اس کی بیوی "زلیخا" اس وقت جوانی کی عمر سے گزر چکی تھی مگر یوسف کا حسن و جمال دیکھ کر ان پر عاشق ہو گئی اور اس کے جذبات شباب پھر سے زندہ ہو گئے۔ یوسف نے جب اس کی بات نہ مانی تو اس نے اپنے شوہر سے ان کے کردار کی شکایت کی اور الزام لگا کر قید میں ڈلوا دیا۔ یوسف قید خانے میں لوگوں کو ان کے خوابوں کی تعبیریں بتایا کرتے تھے جو بالکل سچ نکلتی تھیں۔ اس بات کی شہرت نے انھیں دربار میں پہنچایا اور قید سے رہائی دلائی۔ رفتہ رفتہ یوسف اپنے علمی کمالات کی بنا پر مصر کے بادشاہ منتخب ہوئے

رقب کنوئیں میں تو نے یوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا

(تصویرِ درد، ب د، ۴۳)

یوسفِ ثانی (-ع) صفت، یوسف (رک) + ثانی (= دوسرا) : یوسف کی طرح عزیز بھائی شیخ عطا محمد جنھوں نے علامہ کی اعلیٰ تعلیم کے مصارف برداشت کیے اور اپنی اولاد سے زیادہ محبت کا ثبوت دیا ؎

وہ میرا یوسفِ ثانی وہ شمعِ محفلِ عشق

(التجائے مسافر، ب د، ۹۰)

یوسفِ علم استم و پنجاب کنعان من است

از دمیدِ صبحِ حکمت چاک دامان من است

: میں علم کا یوسف ہوں اور جس طرح ان یوسف کا وطن کنعان، تھا اسی طرح میرا وطن پنجاب ہے۔ میں علم و حکمت کی صبح طلوع ہونے کے دن سے لے کر اب تک چاک دامن ہوں دیکھئے کوئی اہلِ ہمت جو اس دامن میں رفو کرے)

(اسلامیہ کالج کا خطاب، ب ا، ۱۱۹)

یوسفِ گم گردہ (-ف ف)، یوسف (= مراد اسلاف، موجودہ نسل کے بزرگ جو یوسف کی طرح صاحب کمال تھے) + گم گشتہ (رک) : وہ اسلاف جنھیں موجودہ نسل بھول گئی ہے ؎

جلوۂ یوسفِ گم گشتہ دکھا کر ان کو

(عبدالقادر کے نام، ب د، ۱۳۲)

یوسفِ یثرب : آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ؎

جمال یوسفِ یثرب کو دیکھ آئینۂ دل میں

(تصویرِ درد، ب ا، ۳۳۰)

یوگنڈا (انگ) مذکر : براعظم افریقہ کا ایک ملک، حال میں عدی امین اس کا مشہور حکمران گزرا ہے ؎

سلامت رہے مجکو فیجی یوگنڈا

(ب ا، ۴۶۱)

یوم (ع) مذکر : دن

یوم النشور (-ع ع) مذکر، یوم + ال (سابقۂ تعریف یا معرفہ) + نشور (= روز قیامت قبر سے مردوں کے اٹھنے کی کیفیت) : قیامت کا دن

یوں (ا ر)

: اس طرح ؎

جو بے شعور ہوں یوں باتمیز بن بیٹھیں

(ایک پہاڑ اور گلہری، ب د، ۳۱)

: یہ ؎

پھر سلیقے سے یوں کلام کیا

(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۲)

یوں تو (ا ر) : ہونے کو تو، کہنے کو تو، بظاہر تو، ویسے تو یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ ؎

یوں تو پوشیدہ ہیں تیری خاک میں لاکھوں گہر

(مرزا غالب، ب د، ۴۷)

یوں ہی / یونہی / یوُنہیں (شعر میں د غیر ملفوظ)

: اسی طرح ؎

ہو مرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت

(بچے کی دُعا، ب د، ۳۴)

: خال خُولی ہے۔
یوں ہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیّت ہے بھی
(جوابِ شکوہ، ب د، ۲۰۴)

: بلاوجہ ہے۔
نام بیچارے حسینوں کا یونہی بدنام ہے
(دین و دنیا، ب ا، ۱۰۷)

یُونان (ف) مذکر: یورپ کا ایک مشہور علاقہ جہاں زمانۂ قدیم میں بہت سے حکماء اور فاتحین عالم پیدا ہوئے اور جہاں افلاطُون (حکیم) نے لوگوں کو توحید الٰہی کا درس دیا ہے۔
عظمتِ یُونان و روما لوٹ لی ایام نے
(گورستانِ شاہی، ب د، ۱۵۲)

یُونانی (ف) صفت: یُونان (رک) کا باشندہ، یُونان کے فلسفی جو ہندوستان کے فلسفے کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے تھے ہے۔
یُونانیوں کو جس نے حیران کر دیا تھا
(ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ب د، ۸۷)

یُونیورسٹی (انگ) مونث: (اصل لفظ یُونیورسِٹی ہے جسے وزن کی مجبوری میں علامہ نے "ورسٹی" نظم کیا ہے) مدرسۃ العلوم جس میں علوم کے الگ الگ شعبے قائم کر کے ان کی تعلیم اور فضیلت کی ڈگریاں دی جاتی ہیں ہے۔
کہتا تھا کوئی یُونیورسٹی کے ہال میں
(ب ا، ۲۶۸)

یُوں نہیں (دیگر ملفوظ) (ا) رک یُوں ہی ہے۔
جہازِ زندگی آدمی رواں ہے یُوں نہیں
(کنارِ راوی، ب د، ۹۵)

یہ (ا) اسم اشارہ قریب (جس کے ساتھ عموماً مشارٌالیہ مذکور ہوتا ہے) ہے۔
پوچھتے کیا ہو مذہبِ اقبال
یہ گنہگار بو ترابی ہے
(غزلیات، ب ا، ۳۵)

: مشارٌالیہ جس کا ذکر سابق میں ہو چکا ہو ہے۔
کانپتا پھرتا ہے کیا رنگِ شفق کہسار پر
خوشنما لگتا ہے یہ غازہ ترے رخسار پر
(ہمالہ، ب د، ۲۳)

: یہ بات، یہ امر ہے۔
سچ یہ ہے کہ دل توڑنا اچھا نہیں ہوتا
(ایک مکڑا اور مکھی، ب د، ۳۰)

: ایسی چیزیں، اس طرح کا سامان ہے۔
یہ کہاں ہے زباں غریب کہاں
(ایک گائے اور بکری، ب د، ۳۳)

: شاعر کا دل ہے۔
کبھی یہ پھول ہم آغوشِ مدعا نہ ہوا
(پھول کا تحفہ، ب د، ۱۵۸)

: کونسا ہے۔
گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے وہ قند
(آزادیِ نسواں، ض ک، ۹۵)

: اس قدر، اتنی زیادہ ہے۔
اور فکر یہ روشن ہو کر آئینہ ہو گیا
(ترجمہ از ڈاٹک، ب ا، ۱۹۲)

یہ ایک سجدہ: وہ سجدہ جو خدا کو کیا جاتا ہے۔
یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
(نماز، ض ک، ۳۷)

یہ بھی کیا دامنِ یتیمی ہے
نام کیسا نکل گیا ہے ترا
: اس شعر میں "نکل گیا" ایسا فعل ہے جس کے معنی دوسرے مصرعے میں "نام" کے ساتھ مل کر "شہرت پانے" کے ہیں اور یہی لفظ پہلے مصرعے میں "دامن" کے ساتھ ملایا جائے تو اس کے معنی "چاک ہو جانے" کے ہیں، یہ "ایہام" کی ایک صُورت ہے جو قدیم شعراء کا خاص رنگ تھا۔
(ب ا، ۶۶)

یہ پریشانی (ہ ف): وہ انتشار مشارٌالیہ ہے جو صفات

الہیہ کو پھیلانے کے لیے دنیا میں اِدھر اُدھر بکھرنے میں پیش پیش آیا ہے
ہم کو جمعیت خاطر یہ پریشانی تھی
(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

یہ پھول (۔ا۔) مذکر، یہ + پھول (رک) : مراد رسالتمآب صلعم کی ذات گرامی ہے
ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۷)

یہ حدیثِ کلیم و طور نہیں : یہاں موسیٰ اور کوہ طور کی صورت حال نہیں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ تو تجلی دیکھ کر بیہوش ہو گئے تھے لیکن میں ایسی تجلی چاہتا ہوں جسے دیکھنے کی تاب لا سکوں (یعنی میں عشق کا رتبۂ کمال چاہتا ہوں)
(۲۰، ب ج، ۴۳)

یہ خضرِ رہِ دانائی ہے : یہ عقد گوہر کی تاریخ ہے جو اقبال نے کہی تھی۔ صاحب باقیات نے اس کے ۱۹۰۰ عدد نکالے ہیں۔ مگر قاعدے کے مطابق اس کے عدد ۱۹۱۱ نکلتے ہیں۔ اور اگر "دانائی" کے ہمزہ کا دس کی بجائے ایک[1] عدد گنا جائے تب بھی ۱۹۰۲ عدد نکلتے ہیں ؎
کر دیا دل نے یہ خضرِ رہِ دانائی ہے
(ولؔ، ب ا، ۱۸۱)

یہ رنگ و نم یہ لہو : یہ چہرے کا آب و رنگ اور خون کی سرخی ہے
یہ رنگ و نم یہ لہو آب زماں کی ہے بیشی
(۶، ب ج، ۳۰۱)

یہ جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز الخ : یعنی یہ صبح جو ہر روز رات ختم ہونے کے بعد ہوتی ہے اور کسی انقلابی جذبے کے پیدا ہونے میں کوئی خاص کردار ادا نہیں کرتی بلکہ بندۂ مومن کے نعرۂ تکبیر سے صبح نمودار ہونے کا جو احساس پیدا ہوتا ہے وہ زندگی میں انقلاب انگیز ہوتا ہے اور اس کی آواز جو کان سے ٹکراتی ہے سوئے ہوئے جذبے کو بیدار کر دیتی ہے
(صبح، ض ک، ۱۴)

یہ سرافیل : (رک سرافیل) : مراد اللہ کا فقیر ہے
تیری دنیا کا یہ سرافیل
(جاوید سے ۳، ض ک، ۸۹)

یہ کافر ہندی : اقبال نے ان الفاظ سے اپنی طرف اشارہ کیا ہے ؎
کرے یہ کافر ہندی بھی جرأت گفتار
(امرائے عرب، ض ک، ۹۳)

یہ کلی : فاطمہ بنت عبداللہ مستعار لیا ہے
یہ کلی بھی اس گلستان خزاں منظر میں تھی
(فاطمہ بنت عبداللہ، ب د، ۲۱۴)

یہ کیا ہے : اس کی کیا وجہ ہے ؎
آج یہ کیا ہے کہ ہم پر ہے عنایت اتنی
(التفات، ب د، ۲۸۸)

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے
اس شعر کو اقبال نے اپنی دو نظموں میں جگہ دی ہے (۱) خضر راہ، ب د، ۲۹۰۔ (۲) کلاہ لالہ رنگ، ب ا، ۲۳۳۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں نظمیں اسی زمانے میں کہی ہیں جبکہ وہ ترکوں کے قومی لباس ترک کرنے سے برہم تھے۔

یہ مئے کہنہ خم دل سے اچھل جائے گی : میں اپنے آغاز شباب میں فاضل ادب کا امتحان دینے کے بعد امروہہ سے لاہور آیا ہوا تھا۔ اُس وقت یہ نظم یہاں کسی رسالے میں دیکھی تھی۔ یہ مصرع اب تک اس طرح یاد ہے۔ یہ مئے کہنہ خم دل سے ابل جائے گی۔ مطلب اور مفہوم کے سلسلے میں یہ بات بھی بتا دی جائے کہ شراب جب پرانی ہو جاتی ہے تو مٹکے سے خود بخود ابلنے لگتی ہے۔
(فریادِ امت، ب ا، ۱۴۰)

[1] مگر قواعد تاریخ گوئی کی رو سے ناجائز ہے۔

یہ ہوگی شوخ : اس جگہ "یہ" بطور اضمار قبل الذکر آیا ہے اور اس کا مرجع دُوسرے مصرعے میں "آواز" ہے ؏

یہ ہوگی شوخ تر اے صیاد مدت کی اسیری سے
نیا قیدی ہوں میں آواز میری بھولی بھولی ہے

(غزل، ب ا، ۴۰۲)

یہاں (ا ر) اس جگہ، اپنی جگہ پر، قائل جہاں ہے وہاں پر، مراد میری حالت تو یہ ہے کہ ؏

یہاں ترہات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

(تصویر درد، ب د، ۸۰)

یہود، یہودی (س ا) مذکر: حضرت موسیٰ کی اُمت ؏

اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۳)

یہی (ا ر) : یہ + ہی کی تخفیف ؏

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے

(تصویر درد، ب د، ۸۱)

: مسلمان مشارٌ الیہ ؏

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۰)

یہی ہرجائی : یہی خدا جس کو تم نے (شکوے میں) ہرجائی سے خطاب کیا ؏

کبھی محبوب تمھارا یہی ہرجائی تھا

(جواب شکوہ، ب د، ۲۰۱)

یہیں (ا ر) ظرف : اسی جگہ، اسی دنیا میں ؏

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی

(شکوہ، ب د، ۱۶۴)

یہیں (ا ر) : اسی حال میں، اسی رنج و غم میں ؏

ڈر ہے یہیں قفس میں مَیں غم سے مر نہ جاؤں

(پرندے کی فریاد، ب د، ۳۸)